تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

مسکراہٹ کا ہر اک راز ملاقات سے تھا
میری آنکھوں میں چھپا غم بھی تیری ذات سے تھا
تو نے جانا نہیں اس دل کی تمنا کیا ہے
کچھ تعلق تیرا مجھ سے میرے جذبات سے تھا
یاد کر تو تیری ہر بات کو مانا میں نے
خواہش دل کا تعلق بھی عنایات سے تھا
صبح کی تازہ ہوا میں بھی زہر شامل تھا
شب کے اس ظلم کا انداز تیری ذات سے تھا
دل جو ٹوٹا تو بدن بھی ہوا ریزہ ریزہ
سلسلہ جسم و دل کا میرے جذبات سے تھا
بھولنے والے تیری یاد کے لمحوں کی قسم!
کس قدر حسن تیری یاد کے لمحات سے تھا
کوئی بھی آس نہیں زیست بھی ہے بے معنی!
میرے سانسوں کا تعلق بھی میرے حالات سے تھا
بات کرتا ہوں تو وہ سامنے آ جاتا ہے
اس طرح ربط سحاب اس کے خیالات سے تھا

"میرے ساحر سے کہو" کے بعد "تم آخری جزیرہ ہو" میرے کیریئر کی دوسری بڑی کہانی جو میں اللہ کے فضل و کرم سے اور فوزیہ آپی ادارہ حنا کی محبت میں آپ کے سامنے پیش کرنے جا رہی ہوں دعا گو ہوں خدا اس میں بھی مجھے سکون خوشی راحت اور کامیابی سے ہمکنار کرے، میرے والدین، بھائی، بہنیں جو کامیابی کے اس سفر میں میری خوشی میں میرے سنگ مسکراتے رہے یونہی شاد آباد اور مگن رہیں خدا انہیں اور میرے پیارے وطن عزیز کو تا قیامت سلامت اور آباد رکھے آمین ثم آمین۔

اس ناول کے بارے میں میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ "میرے ساحر سے کہو" کے بعد ایک نئی تخلیق تھی، مجھے پہلے ناول کی پسندیدگی اور مقبولیت کا اندازہ تو تھا مگر جو پذیرائی اور مدح سرائی ہوئی اس کا گمان تک نہ تھا، اس دوران میری بہت سی ریڈرز بہنوں نے مجھ سے کانٹیکٹ کیا اور اس ناول کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی رہیں، تب میں کبھی انکساری سے مسکراتی تو کبھی حیرانی سے اور کبھی تشکر سے، اور اکثر فوزیہ آپی سمیت دیگر لوگوں کو یہ بتا کر جب حیران کرتی کہ یہ میرا سب سے پہلا طویل ناول تھا اور میرے خیال میں سب سے الویں سا تھا تو وہ دنگ رہ جاتیں، ایسے میں مجھے بہت لطف آیا

کرتا ان کی حیرانی محسوس کر کے، ڈیئر قارئین اور مخلص ایک بات کہیں تھی، اس میں شک نہیں کہ یہ میرے جتنے بھی طویل ناول ہیں ان میں سب سے کم دلچسپ سٹوری "میرے ساحر سے کہو" کی تھی، اس کے بعد میں نے مزید طویل ناول لکھے اور بھی کے کبھی ایک سے بڑھ کر ایک شاہکار تخلیق ہوئے اور یہ بلاشبہ میرے رب کا بہت بڑا احسان ہے، کہ اس نے مجھے قلم تھمایا اور مجھے لکھنا سکھایا اور اس کے لئے میں رب عظیم کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہوگا۔

اس ناول کا تھیم اس کے کردار پچھلے ناول سے کہیں زیادہ دلچسپ فکر انگیز اور شاندار ہے آپ غور کریں تو اس معاشرے میں ہر قسم کے انسان آپ کو ملیں گے، میں نے انہی میں سے چند کرداروں کو چنا اور انہیں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے، آپ معاذ، زینب، پرنیاں جہان اور ژالے کو اپنے آس پاس پائیں گے، خاموش محبتیں، شوریدہ اور جنونی محبتیں اور انہی رنگوں کے درمیان نفرت کے رنگ بھی اس ناول سے جھلکتے ہوئے آپ کو ملیں گے اپنے فطری بے ساختگی کے ساتھ آپ اگر ان سے نفرت نہ کریں تو یہ سب اپنی جگہ یہ بہت خاص ہیں، میں نے شعوری کوشش کی ہے کہ اپنی تحریر میں اصلاح کے نکھار کے ساتھ مذہب کو بھی شامل کر کے اپنا وہ فریضہ ادا کر سکوں جس کا ہمیں دین اسلام حکم دیتا ہے، دین کے معاملے میں وہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں جو ہم کرتے رہتے ہیں شرکیہ کلمات ادا کرتے ہیں وہ لاپرواہیاں جن پہ غور کرنے کی بھی فرصت نہیں اپنے انداز میں آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس ناول میں بھی میری کہانی کا موضوع محبت ہے میری ہر کہانی کا اصل موضوع محبت ہی زندگی ہے بنا محبت کے سانس بھی نہیں لے سکتی میرے قلم کا ہر ناطہ محبت سے ہی جڑا ہوا ہے اس ناول کے تمام کردار کسی نہ کسی انداز میں آپ کو ایک ہی زنجیر سے بندھے ہوئے نظر آئیں گے اور وہ زنجیر محبت کی زنجیر ہے، اس میں اگر الجھنیں ہیں تو سلجھنیں بھی ملیں گی، اس میں محبت ہے تو نفرت بھی ہوگی، یہی زندگی ہے تو یہی زندگی کے رنگ، یہاں محبت کے بہت سے رنگ ہیں بہت مختلف انداز ہیں، معاذ کی محبت کا انداز سب سے جداگانہ ہے اور مجھے اس کی محبت کا انداز اس لئے بھی بھایا ہے کہ وہ میرا بہت لاڈلا قسم کا کریکٹر ہے اس ایک کریکٹر پہ جو مرکزی بھی نہیں ہے میں نے بہت محنت کی اس کے بہت ناز اٹھائے ہیں میں نے، مجھے پوری امید ہے میری طرح آپ کا بھی یہ اتنا ہی لاڈلا بن جائے گا۔

میرے لکھنے کا انداز یہ ہے کہ میں اپنے سوچے ہوئے پلاٹ کے مطابق لکھتی ہوں اسے قارئین کی آراء سے ترتیب دینا یا موڑنا توڑنا مجھے ہرگز پسند نہیں میں اپنی سوچ اپنے خیالات آپ سے شیئر کرنا چاہتی ہوں اس لئے کہ میں سمجھتی ہوں، محبت پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے محبت تو حل ہے ہر مسئلے کا ہر نفرت کا یہ ہماری کہانی ہے یہ آپ کی بھی کہانی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس میں اپنا آپ بھی نظر آئے گا، محبت ازل سے پرانا مسئلہ ہے مگر ہر عہد میں اس میں ہر ایک انوکھا پن ضرور محسوس ہوتا ہے مجھے یقین ہے آپ اسے پڑھیں گے تو آپ کی دلچسپی آخر تک برقرار رہے گی اور بھی آپ جان سکیں گے کہ کون کس کے لئے آخری جزیرہ ثابت ہوا ہے، خوش رہئے خوشیاں بانٹیے اور ہمیشہ ام مریم کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیے گا۔

ام مریم

کسی نازک سے لمحے میں
کسی دن شام سے پہلے
اگر چپکے سے تیرے کان میں آ کر میں یہ کہہ دوں
مجھے تم سے محبت ہے تو تم ناراض مت ہونا
فقط اتنا ہی کر دینا مجھے بانہوں میں لے کر تم
میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
میرے بالوں کو سہلا کر
فقط اتنا ہی کہہ دینا
کہ تم پیار کے قابل نہیں ہو
یقین جانو میں تم مجھ سے
گر اتنا بھی کہہ دو گے
یہی مجھ کو غنیمت ہے
تمہاری یہ جو نفرت ہے
مجھے اس سے بھی محبت ہے

زینب نے آنکھیں پھیلا کر دوبارہ سہ بارہ جہانگیر کی ڈائری پہ لکھی گئی اس نظم کو پڑھا تھا پھر مسکراہٹ دبا کر ڈائری بند کر دی۔

"امیزنگ! اس کا مطلب موصوف چھپے رستم نکلے ہیں، ویسے وہ محترمہ ہیں کون جن سے ایسا درویشانہ عشق فرمایا جا رہا ہے، سوچو سوچو؟" زینب کو ماما جان نے ڈانٹ ڈپٹ کر کے چھماں کے ساتھ جہان کے بیڈ روم کی صفائی ستھرائی کو بھیجا تھا وہ یہ ہاٹ نیوز لے کر بھاگی نوریہ کے پاس آ گئی تھی، حیرت تو نوریہ کو بھی ہوئی بلکہ وہ تو یقین کرنے کو ہی تیار نہ ہوئی تھی۔

"جہان بھائی اور عشقیہ شاعری نو وے۔" اس کے لہجے کے یقین و اعتماد نے زینب کو ساکت کر کے رکھ دیا تھا۔

"نو وے، آؤ میں تمہیں دکھاتی ہوں اپنی آنکھوں سے دیکھو جا کر پھر یقین آئے گا تمہیں، جانے کیسے آج لاکر میں بند کرنا بھول گئے ہوں گے۔" وہ اپنے کارنامے کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی تھی، نوریہ اس کا جوش و خروش اور یقین دیکھ کر کاندھے اچکا گئی۔

"او کے او کے بھئی مان لیتے ہیں ہوگی کوئی، اس میں ایسا کچھ معیوب بھی نہیں ہے۔"

"کیوں معیوب نہیں ہے؟ ذرا تم اس نظم کے الفاظ پڑھو شرم آ جائے گی، ویسے تو بڑے شرمیلے اور مہذب بنتے ہیں۔" زینب چمک کر بولی تو نوریہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"تمہیں اعتراض کس بات پہ ہے شرمیلے و مہذب ہونے پہ، یا ڈائری میں نظم لکھنے پہ؟"

نوریہ کے ابرو اچکا کر بغور جائزہ لینے پہ اس نے نخوت زدہ انداز میں کاندھے جھٹک دیئے۔

"دونوں پہ، یار بات عجیب تو لگتی ہے نا کہ آپ کے اندر کچھ ہو باہر کچھ۔"

"یہ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے مادام! بالغرض اندر ان کے محبت ہے اور ظاہراً وہ نیک اطوار ہیں تو مطلب ان کی شرافت ہے۔" نوریہ کی توجیہہ پہ زینب نے کوئی جواب دینے کو منہ کھولا ہی تھا کہ ٹیرس کا دروازہ کھلا اور ابن زیاد نے وہاں قدم رکھتے ہی کھا جانے والی نظروں سے زینب

کو دیکھا تھا۔

''تم یہاں چاہیں کر رہی ہو اور مما جان کا حلق سوکھ گیا تمہیں آوازیں دیتے، غالباً تم پچھلے ایک گھنٹے سے ڈسٹنگ کروا رہی تھیں جہان بھائی کے بیڈروم کی؟'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا زینب نے ہونٹ بھینچ لئے اور کچھ کہے بغیر ایک جھٹکے سے اٹھی اور تنتاتی ہوئی چلی گئی نوریہ کچھ خفت سی ہو کر اس کے پیچھے لپکی تھی مگر ابن زیاد کی مداخلت پہ رکنا پڑا۔

''اوفوہ میڈم! آپ کہاں جا رہی ہیں؟ میں نے زینی کو مما جان کا پیغام دیا ہے ابھی انہیں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ آپ یہاں تشریف لا چکی ہیں۔''

''جی بھائی وہ ایکچوئلی میں نے سوچا زینب کی کچھ ہیلپ کرا دوں، دونوں ممانیوں کو بھی ابھی سلام کرنا ہے۔'' وہ پوری طرح اڑان بھرنے کو تیار تھی ابن زیاد کی بات کا جواب بھی جیسے مارے باندھے دیا، ابن زیاد نے بغور اسے دیکھے، گداز دلکشی کا پیکر متناسب سراپا اور معصومیت چھلکاتے دلربا نقوش وہ صحیح معنوں میں حواسوں پہ چھا جایا کرتی تھی یا پھر وہی بے بس ہو گیا تھا۔

''یہ ہیلپ تم زینی کی اس دن کرانا جب وہ میرے بیڈروم کی ڈسٹنگ کرے تجربہ کام آئے گا۔''

''جی......؟'' اس نے ریشمی پلکوں کو اٹھا کر اچنبھے میں گھر کر اسے دیکھا جس کی آنکھیں انجانے فسانے کہہ رہی تھیں۔

''آسمان پہ کالی گھٹا ئیں ہیں تو امکان ہے رات تک بارش ہو گی تم پکوڑے بنانا۔'' وہ کمال خوبصورتی سے بات بدل چکا تھا آخری فقرہ مخصوص تحکمانہ انداز میں ادا کیا تو نوریہ مسکرا دی۔

''سوری تو ابھی پیچھے پڑی تھی میرے پکوانوں کے لئے، میں جان چھڑا کر ادھر آ گئی۔''

''جان تو چھٹنے والی نہیں ہے، مجھے پکوڑوں کے ساتھ اسٹرانگ قسم کی چائے لازماً چاہیے ویسے کتنا ٹائم لگتا ہے تمہیں اس کام میں؟'' وہ مسکراہٹ دبائے کلائی پہ بندھی رسٹ واچ کو دیکھ رہا تھا، نوریہ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی۔

''آدھے گھنٹے میں تیار ہو جائیں گے۔''

''گڈ اینڈ تھینکس نائس کزن۔'' وہ مسکرایا اور پلٹ کر چلا گیا، نوریہ کچن کی طرف چل دی۔

☆☆☆

''رناں والیاں دے پکن پراٹھے تے، چھڑیاں دی اگ نہ بلے ہوئے ہوئے (بیوی والوں کے ہاں پراٹھے پک رہے ہیں اور کنواروں کی آگ بھی نہیں جلتی)۔'' اس نے ترچھی آنکھوں سے جنید بھائی کے آگے ٹیبل پہ ناشتہ چنتی ہوئی اسما بھابھی کو دیکھا اور ٹیبل بجا بجا کر گنگنانے لگا، بھابھی کی ہنسی نکل گئی تھی اس مسخرے پن پہ۔

''یار! کیا کرتا ہے اتنی سرد آہوں سے میری چائے ٹھنڈی کرے گا؟'' جنید بھائی نے گویا اسے اور سلگایا اس نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں بے دریغ گھورا۔

''اور جو ہمارے جذبے امنگیں اور ارمان ٹھنڈے ہو رہے ہیں ان کا بھی کچھ پتہ ہے؟ خود تو شادی کرا کے بیٹھ گئے ہماری مرتبہ سب کی آنکھیں بند ہیں۔'' لڑاکا انداز میں عورتوں کی طرح ہاتھ چلا کر وہ چمک کر بولا تو اسما بھابھی نے متبسم نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں ابھی تمہارا بھی ناشتہ لاتی ہوں میرے بھائی بس دو منٹ صبر......''

''بات صرف ناشتے کی تھوڑا ہو رہی ہے، دو منٹ میں میرا پہلو آباد کر دیں تو دعائیں دوں۔'' وہ بسور کر بولا تو جنید بھائی سر دھننے لگے تھے گویا داد دی، البتہ اخبار میں کھوئے جہانگیر نے فرصت نکال کر اس پہ ایک نگاہ ڈالی تھی۔

''دہائی نہیں ہے یہ؟ میں ایک گھنٹے سے آوازیں دے رہا ہوں کہ۔''

''کہ میری شادی کرواؤ، میری شادی کرواؤ۔'' جنید بھائی نے اس کی بات اچکی اور باقاعدہ تان اڑائی معاذ نے اتنی ہی لمبی سرد آہ کھینچی۔

''ابھی اس کی نوبت کہاں آئی بھائی صاحب، ابھی تو ہم اپنی وارڈ روب سے کوئی شرٹ ڈھونڈ رہے تھے، جس کے بٹن غائب تھے، ذرا سوچو اگر میں بھی بیوی والا ہوتا تو اتنے پاپڑ بیلتا ایک شرٹ تک رسائی کے لئے؟'' اس کے لہجے میں ایسی بے چارگی تھی جس پہ کسی کو بہ رحم نہیں آ سکتا تھا۔

''مجھے ایک بات بتاؤ معاذ حسن تمہاری شرٹوں کے بٹن ہی آخر کیوں غائب ہوتے ہیں؟'' جنید بھائی دور کی کوڑی لائے تھے، معاذ نے کسی قدر غصے سے انہیں دیکھا۔

''مجھے کیا پتہ بٹنوں کو آخر مجھ سے ہی کیوں دشمنی ہے، یا پھر میری ترلس کی سلائیاں ہی کیوں ادھڑتی ہیں۔'' تڑ سے تڑخ پن سے جواب دے کر وہ باسکٹ سے سیب اٹھا کر کھانے لگا۔

''اس لئے بھائی کہ آپ کی اپنے کپڑوں سے ہر دم کشتی جو جاری رہتی ہے، مسٹر کراچی کا ٹائٹل جیت کر آپ کا جی نہیں بھرا تھا جو مسٹر پاکستان کا ٹائٹل جیتنے کو جت گئے۔'' اسی پل ابن زیاد وہاں آیا تھا اور اس کی بات اچک کر ایک طرح سے اسے چھیڑا۔

''اونہہ تم سب جلتے ہو میری باڈی سے۔'' معاذ نے ہنکارا بھر کے نخوت سے جواب دیا اور ادھ کھایا سیب اس کی جانب اچھال دیا۔

''بالکل ریسلر لگنے لگے ہیں آپ تو، ویسے اسمارٹنس کی اپنی الگ نور ہے۔'' ابن زیاد نے اپنے دبلے پتلے سے وجود پہ نگاہیں دوڑا کر تفاخر سے کالر کھڑے کیے تو معاذ زور سے ہنس کر اسے کھسیا کے رکھ گیا۔

''انگور کھٹے ہیں۔'' معاذ کے شرارتی لہجے میں شوخی کا رنگ بھی تھا زیاد کی خجالت کچھ اور بڑھ گئی تو دانستہ بات کا رخ بدل دیا اور اس کا اچھالا ہوا سیب اس کی آنکھوں کے سامنے نچا کر بولا تھا۔

''واٹ از دس؟''

''یہ سیب ہے ابھی تک یہ بھی نہیں جان سکے؟'' معاذ کے ہتھے وہ چڑھ گیا تھا تو اب بہت دیر تک اسے زچ کرتا تو گویا۔

''وہ مجھے بھی نظر آ رہا ہے مگر آپ نے جھوٹا کیوں دیا مجھے؟''

''کھا لو کھا لو، سنا ہے کہتے ہیں جھوٹا کھانے سے بندہ بالکل ویسے بھی ہو سکتا ہے جیسے...''

''بھائی...!'' زیاد زور سے چلایا معاذ پہ جیسے مطلق اثر نہیں ہوا تھا کاندھے جھٹک کر مسکرائے گیا، زیاد تو پیر پٹختا ہوا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا، مما جان اس کا ناشتہ بھابھی کے ساتھ لے کر آئیں تو وہ ایک بار پھر ان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

''مما... مما جان میں آپ سے خفا ہوں۔''

''اب میں فارغ ہوں بیٹے تمہاری شرٹ پہ بٹن لگا دیتی ہوں، بلکہ تب سے ہاتھ پہ دھر

''میں کون سا پال بچے دار ہوں مام کہ تیاری میں دیر لگے، اگر بیوی ہوتی تو شاید؟ مگر ہائے ری قسمت، نہ تھی ہماری قسمت۔''

''سن رہے ہیں احسان آپ کا بیٹا بڑا ہو گیا ہے میرا خیال ہے اب اس کے متعلق کچھ سوچ لیں۔'' مما نے اس کے آہ بھر کے تان اڑانے کے انداز میں کی گئی فریاد پہ شوہر کو جیسے کچھ جتایا۔

''مذاق کی عادت ہے بیگم صاحبہ۔'' پاپا ناشتے میں مصروف رہ کر بولے۔

''تو پاپا آئی ایم ویری سیریس۔'' معاذ نے منمنا کر کہا تو چائے کا گھونٹ بھرتے ابن زیاد کو اچھو لگ گیا تھا، جہان البتہ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''کلینک کتنے بجے جاتے ہو برخوردار؟'' پاپا نے اخبار لپیٹ کر رکھ دیا اس لئے کہ اب بڑے پاپا جان یعنی اسحاق شاہ ڈائننگ ہال میں آ گئے تھے اور انہیں ناشتے کے دوران اس قسم کی مصروفیات بہت ناپسند تھیں اور شاہ ہاؤس میں چونکہ ہر رشتے کو بہت مقام خاصیت دی جاتی تھی جبھی احترام اور لحاظ بہت تھا۔

''نو بجے نکلتا ہوں پاپا۔'' معاذ نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

''بھائی صاحب آپ کے لئے چائے بناؤں یا جوس نکال دوں؟'' مما جان فوراً مستعد ہوئی تھیں۔

''چائے، ساتھ میں سلائس میں مکھن لگا دیں۔'' پاپا جان نے اپنی چیئر سنبھالتے خالی کرسیوں پہ نگاہ کی۔

''باقی بچے چلے گئے؟''

''ابھی کہاں شاید تیاری کے آخری مراحل میں ہوں۔'' جواب مما نے دیا تھا لہجے میں بچوں کے لئے مخصوص شفقت و محبت تھی۔

''ناشتہ تو تیار ہے نا ان کا؟ آج آپ کی بھابھی بیگم کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔''

''خیریت ہے بھائی صاحب! میں ابھی آپ سے پوچھنے والی تھی کہ بھابھی بیگم صبح سے کمرے سے نہیں نکلیں تو خیریت ہو۔''

''بی پی کا ہی مسئلہ ہے پرانا۔'' انہوں نے آہستگی سے کہہ کر ناشتے کی جانب توجہ لگائی۔

''میں دیکھ کر آتی ہوں۔'' ماما اسی وقت اٹھ گئیں۔

''معاذ آپ بی پی چیک کرو بھابھی بیگم کا۔'' پاپا بھی اٹھ گئے تھے، معاذ نے عقلمندی سے سر اثبات میں ہلایا۔

''مما پلیز پھپھاں سے کہیں میرا بریک فاسٹ جلدی سے لے آئے، آج کاموں میں لگ کر دیر کرا دی مجھے۔'' پاپا دروازے سے نکل رہے تھے جب زینب شور مچاتی ہوئی آئی تھی۔

''مما تو ماما جان کے پاس چلی گئی ہیں، پھپھاں سے ناشتہ تم خود لے کر آؤ اور یہ دوپٹہ اوڑھ کر ہی تم کالج جاؤ گی کیا؟ کتنی مرتبہ کہا ہے تم سے چادر لے جایا کرو، خبردار جواب میں نے تمہیں دوپٹے میں لپٹے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔'' وہ ایک دم بھتیجے سے اکھڑ گیا تھا، زینب اس عزت افزائی پہ ساکن بیٹھی رہ گئی تھی، وہ کرسی دھکیل کر چلا گیا تب اس کی شاکی نگاہیں بڑے پاپا پہ جا ٹھہریں جو بے نیازی سے ناشتے میں مگن تھے جیسے ابھی ابھی کچھ ہوا ہی نہ ہو ان کی لاتعلقی کو دیکھتے ہوئے اسے خود ہی احتجاج کو زبان کھولنا پڑی۔

دھرے بیٹھے ہو، زینب سے ہی کہہ دیتے۔'' معاذ نے خفگی سے انہیں دیکھا تھا پھر منہ بسور کر بولا۔

''آپ کو پتہ بھی ہے وہ خود اس وقت ہوا کے گھوڑے پہ سوار ہوتی ہے۔''

''چلو میں لگا دیتی ہوں لاؤ اپنی شرٹ۔'' بھابھی جنید کو تیار کر چکی تھیں اپنی خدمت پیش کیں۔

''ا-سا ارے بھئی اسما میری ٹائی کہاں رکھ گئی ہو مل کے ہی نہیں دے رہی۔'' تبھی جنید بھائی جو ناشتے سے فراغت کے بعد تیار ہونے اپنے بیڈ روم میں جا چکے تھے زور سے بولے، معاذ نے جلانے والی قدرے مسکرانہ نظروں سے اسما بھابھی کو دیکھا تھا۔

''یہ لیجئے ہو گیا انہیں الہام کہ آپ ان کے علاوہ بھی کسی اور پہ نگاہ کرم ڈال رہی ہیں، جائیے جا کر ان کی ٹائی باندھیے کیونکہ ٹائی تو مل گئی ہو گی ٹائی باندھنے کے بہانے وہ ڈائیلاگ.....''

''معاذ بہت بے شرم ہو تم۔'' بھابھی خفت سے اور حیا سے کھنچتی سرخ پڑ گئیں، مما نے تادیبی نظروں سے اسے دیکھا مگر وہ معاذ حسن تھا ہر طرح کے اظہار کے معاملے میں بے باک اور کھرا۔

''بھابھی بہت معصوم ہیں۔'' ان کے جانے کے بعد جھینپے ہوئے انداز کو یاد کر کے حظ لیتے ہوئے ہنسا۔

''اب ہر کوئی تمہاری طرح تو نہیں ہوتا۔'' جہان نے اخبار لپیٹ کے رکھا اور آہستگی سے ٹوکا۔

''مثلاً میں کس طرح کا ہوں؟'' اس نے جہانگیر کی آنکھوں میں اپنی مسکراتی ہوئی شوخ نظریں گاڑھ دیں۔

''تمہیں نہیں پتہ؟'' جہان مسکرایا اور وہ ہنسنے لگا تھا۔

''میرے بھائی کا ظاہر باطن آئینے کی مانند شفاف ہے وہ گھنے اور میسنے تو نہیں ہیں کم از کم۔'' اسی پل زینب نے آ کر جہان کے برابر کرسی سنبھالی تھی لہجہ اتنا مدھم تھا کہ جہان بھی بامشکل سن پایا، اس نے چونک کر بلکہ ٹھٹھک کر زینب کی شکل دیکھی جس پہ طنزیہ مسکراہٹ کا بسیرا تھا، وہ ایکدم ہونٹ بھینچ گیا تھا۔

''چلو آؤ بٹن لگا دوں تمہیں، زینی بیٹے آپ اپنے بڑے پپا اور پاپا کو ناشتہ دے دینا اور جہان کو بھی۔'' مما جان نے پہلے اسے پھر زینب کو مخاطب کیا تھا جس کے چہرے پہ کام کا سنتے ہی بے زاری چھا گئی تھی۔

''میں بہت تنگ کرنے لگا ہوں نا آپ کو مما؟'' اس نے ان کے گلے میں بانہیں حمائل کر کے لاڈ کرنے شروع کیے تو مما کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''اگر اوکے مائی سن بیٹے ماؤں کو تنگ کر سکتے ہیں۔'' انہوں نے گویا اس کی خفت مٹانی چاہی تھی اپنے تئیں مگر وہ ہولی تو گئی نا۔

''تو ماما بیویوں کو بھی تنگ کر سکتے ہیں مگر آگر وہ ہوں تو......'' اس نے آخر میں منہ لٹکا لیا تھا، مما اس کی شرارت پہ مسکرانے لگیں اور بٹن لگا کر جب وہ دوبارہ ڈائننگ ہال میں آئیں تو وہ زینب اور جہانگیر سے نوک جھونک میں مصروف مزے سے ناشتہ کر رہا تھا۔

''اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی؟'' انہوں نے اس کے اطمینان کو نشانہ بنا کر بے دریغ گھورا اور وہ جواب میں ڈھٹائی سے ہنسنے لگا تھا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں پاپا جان، بھائی کو کتنی انسلٹ کی ہے میری۔'' اس نے بسور کر کہا تھا مگر پاپا جان دلدار کے موڈ میں نہیں تھے۔

''یہ انسلٹ نہیں تنبیہ تھی بیٹا جانی! آپ کو خیال رکھنا چاہیے عزت دار گھرانوں کی بہو بیٹیوں کی پہچان ان کا لباس ہی ہوا کرتا ہے۔'' انہوں نے رسانیت سے کہا تو زینب دانت بھینچ کر سر جھکا گئی تھی، احتجاجاً اس نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔

''جے آپ مجھے کالج ڈراپ کر دیں گے؟'' اس نے کس قدر خفگی سے جہانگیر کو مخاطب کیا جو دانستہ اسے اگنور کیے دوسرے لفظوں میں اس کی موجودگی میں نظروں پہ پہرے بٹھائے ہوئے تھا ذرا سا چونکا۔

''اچھو کلی آج نوریہ نہیں جا رہی ہے نا۔'' اس کی استفہامی نظروں کو محسوس کر کے زینب نے وضاحت دی۔

اس سے پہلے کہ جہانگیر جواب میں کچھ کہتا، حسان اور ماریہ کاندھوں پہ بیگ لٹکائے شور مچاتے آ گئے۔

''مما ناشتہ!''

''یہ پڑا ہے ناشتہ آرام سے کرو، ہر وقت چیخنا ضروری نہیں۔'' زینب نے دونوں کو ڈانٹ کے رکھ دیا گویا ایک طرح سے معاذ کا غصہ ان پہ نکالا تھا پاپا جان آہستگی سے مسکرا دیے۔

''او کے چھوڑ دوں گا، ناشتہ کرنے کے بعد پورٹیکو میں آ جانا میں تب تک ماما جان کی طبیعت پوچھ لوں۔'' جہانگیر نے اٹھتے ہوئے بولا تو زینب نے زور سے سر جھٹکا تھا۔

''اب کالج کینٹین سے کچھ کھا لینا، دن بھر بھوکا رہنے کی ضرورت نہیں۔'' جہانگیر نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وائیٹ ایمبرائیڈ چادر میں دودھیا اجلے مگر خفا خفا سے چہرے والی زینب کو محض ایک نگاہ دیکھ کر تاکید کی تھی۔

''آپ کو کیسے پتہ کہ میں نے ناشتہ نہیں کیا؟'' وہ اتنی حیران ہوئی تھی کہ بے ساختہ سوال داغ دیا جس کے جواب میں جہانگیر کے چہرے پہ موجود گمبھیرتا میں یکلخت اضافہ ہو گیا تھا۔

(جو زندگی میں اہم اور خاص مقام حاصل کر لیں ان کی طرف نگاہ نہ بھی کریں تو دل و روح پھر بھی متوجہ رہتی ہے آگاہی کے یہ سارے سلسلے الوہی ہوتے ہیں شاید)۔

''معاذ کی باتوں کا برا مت ماننا کرو زینب وہ دل کا برا نہیں ہے۔'' وہ جواب میں کچھ اور بولا تھا زینب کو جی بھر کے الجھن اور کوفت ہوئی۔

''اونہہ دلوں میں کون جھانکتا ہے جو بظاہر نظر آئے اسی کو دیکھا جاتا ہے، بظاہر تو آپ کو دیکھ کر بھی نہیں لگتا آپ محترم بھی کسی سے عشق فرماتے ہوں گے۔'' اس کا لہجہ یک بیک گہرائی اور کاٹ سمیٹ لایا جہانگیر نے سناٹے میں گھر کر اسے دیکھا تھا اسٹیئرنگ وہیل پہ ایک لمحے کو اس کے ہاتھ بہک گئے تھے، زینب نے گہری نگاہ سے اس کی ہر جنبش کا جائزہ لیا۔

''حیرت ہوئی نا آپ کو ویسے وہ ذات شریف ہے کون؟'' اس کے روکھے لہجے میں بلا کا اشتیاق سمٹ آیا تھا، جہانگیر نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی، خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو زینب سنبھل گئی۔

''بتا دیں نا ہو سکتا ہے میں کوئی مدد کر سکوں۔'' اس نے گویا اکسایا تھا لالچ دے کر مگر حقیقت یہ تھی کہ اندر کا اشتیاق بے چین کیے ہوئے تھا۔

''واپس کیسے آؤ گی، زبیر کو فون کر دینا تمہیں واپسی پہ پک کر لے گا۔''

''آپ کو میری فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے آپ!'' اس کے بات گھما جانے کو زینب نے سراسر اپنی انسلٹ سے تعبیر کیا تھا جبھی تلملا کر رہ گئی، جہانگیر نے چپ سادھ لی تھی، کالج گیٹ پہ گاڑی رکی تو زینب نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔

''ویسے میری آفر اپنی جگہ موجود ہے اور ٹائم ان لمیٹڈ ہے۔'' اترنے سے پہلے وہ اسے دیکھ کر مسکرائی، تو جہان نے محض ایک نظر اسے دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر کھلا دروازہ بند کر دیا۔

(مجھے اپنے انمول جذبوں کی پذیرائی کا یقین نہیں ہے زینی میں انہیں پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتا ویسے بھی میں ابھی ان کی سچائی خلوص اور تاثر کو دیکھنا چاہتا ہوں کب تک تمہارے دل پہ اثر انداز ہوتے ہیں کہ......)

ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو

مجھے خاموش رہنے دو

سنا ہے عشق سچا ہو تو خاموشی لہو بن کر

رگوں میں ناچ اٹھتی ہے

ذرا اس کی رگوں میں خاموشی کو جھوم جانے دو

ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو

اسے میں کیوں بتاؤں اس کو میں نے کتنا چاہا ہے

بتایا جھوٹ جاتا ہے کہ سچی بات کی خوشبو تو خود محسوس ہوتی ہے

میری باتیں میری سوچیں اسے خود جان جانے دو

ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو

☆☆☆

شاہ ہاؤس میں فجر کی پہلی اذان کے ساتھ ہی سوئی ہوئی زندگی بیدار ہونے لگتی ہے تو رات گئے تک یہاں زندگی اپنی تمام تر خوبصورتی اور رنگینی کے ہمراہ جلوہ افروز نظر آیا کرتی ہے یہاں کا ہر مکیں چاہے وہ کسی بھی مزاج سے تعلق رکھتا ہو ایک دوسرے سے ایسے جڑا ہوا ہے جیسے تسبیح کے دانے ایک دھاگے میں پرو دیے جاتے ہیں، یہاں رشتوں کا مان تقدس اور دلکشی پائی جاتی ہے، احسان شاہ، اسحاق شاہ اور ارمغان شاہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن سعدیہ شاہ ہیں جو شادی کے چند سالوں بعد ہی بیوگی کی چادر اوڑھ کر تین بچوں کے ہمراہ لوٹیں تو ہمیشہ کے لئے شاہ ہاؤس کی محبت بھری پناہوں میں سما گئیں، نوریہ ان کی سب سے بڑی بیٹی کا نام ہے جو عمر میں زینب کے برابر ہے اور کالج میں فورتھ ایئر کی طالبہ ہے، نوریہ اور...... اور نعمان جڑواں ہیں اس سال کالج میں آئے ہیں، جنید بھائی، اسحاق شاہ کی اکلوتی اولاد ہیں جن کی دو سال قبل شادی ہوئی اور اب ان کا ایک چھوٹا سا بیٹا سمیع ہے جو پورے شاہ ہاؤس کے مکینوں کی آنکھوں کا تارہ بنا ہوا ہے۔

ارمغان شاہ اور ان کی بیگم کا جوانی میں ایک حادثے میں انتقال ہو چکا ہے تب ان کا ایک ہی بیٹا تھا جہانگیر جسے ماما اور مما نے اولاد سے بڑھ کر محبت اور اہمیت دی ہے تو دونوں بھائیوں نے بھی اسے کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی مگر اس کے باوجود جہانگیر کی کم گوئی سنجیدگی اور متانت

کے ساتھ لئے دیئے انداز کو محسوس کر کے ان چاروں بزرگوں کو یہ احساس دامن گیر ہوتا ہے کہ وہ اس کمی کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں، جہانگیر لئے دیئے مزاج اور اپنی فرمانبرداری کے باعث شاہ ہاؤس میں بیک وقت پسندیدہ ہستی تھے، معاذ حسن، احسان شاہ کی سب سے بڑی اولاد مریم سے وہ جہاں سے محض چند ماہ چھوٹا ہے مگر دوستی کمال ہے دونوں میں، معاذ کے بعد زیاد پھر زینب کا نمبر آتا ہے زینب کے بعد ماریہ اور حسان جڑواں ہیں، یہی شاہ ہاؤس کے مکین ہیں جن کے مزاج الگ پسند مختلف ضرور ہے مگر ایک دوسرے سے محبت بہت گہری ہے کبھی ایک لمحے اگر کسی کو دوسرے سے شکایت ہوئی تو وہ وقتی احساس یا جذبہ ہو سکتا ہے غلط فہمی پالنے اور دلوں میں بغض رکھنا یہاں کسی کو نہیں آتا مگر ایک زینب شاہ ہے جو باقیوں سے کچھ الگ نیچر رکھتی ہے، اپنی پسند سوچ اور خوشی کو اہمیت دینا اسے ہمیشہ بہت بھاتا ہے، وہ کسی حد تک معاذ حسن کی طرح اکھڑ ضدی بے نیاز اور بہت دھرم مگر چونکہ معاذ کو مردانگی کے ناطے من مانی میں آزادی ہے مگر وہ احساس اور رشتوں میں دبی ہوئی ضرور ہے مگر ضروری نہیں وہ ہمیشہ اس طرح ہی اپنی خواہش اور سوچ کو دبا کے رکھے۔

جب سے بچے بڑے ہوئے ہیں اسحاق شاہ یعنی پاپا جان نے سعدیہ کے لئے شاہ ہاؤس کے بالکل سامنے کا بنگلہ خرید کران کی رہائش کا وہاں انتظام کر دیا ہے اس کے باوجود نوریہ اور حوریہ اکثر و بیشتر شاہ ہاؤس میں پائی جاتی ہیں تو وجہ نوریہ کے لئے صرف زینب کی دوستی نہیں ہے درپردہ ایک اور جذبہ بھی ہے جو اسے کشاں کشاں وہاں کھینچ لئے آتا ہے۔

☆☆☆

شاہ ہاؤس میں پاپا جان کی ذمہ داری تھی سب بچوں کو نماز فجر کے لئے جگانے کی جبھی زینب جیسی نماز کی چور کو بھی کم از کم صبح کی نماز ضرور پڑھنا پڑتی، پھر اس کے بعد مما اور ماما جان بھابھی کے ساتھ کچن میں ناشتے کی تیاری میں مصروف ہو جاتیں تو یہ بھاگ دوڑ افراتفری کا سلسلہ اس وقت تک چلا کرتا جب تک تمام بچے اور گھر کے تمام مرد اپنے اپنے ٹھکانوں آفس یا اسکولوں کالجز اور یونیورسٹی نہ سدھار جاتے، اس کے بعد تینوں خواتین چھماں کے ساتھ خود بھی ناشتہ کرتیں اور پھر بھابھی چھماں سے اپنی نگرانی میں صفائی کرانے کے بعد دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ جاتیں، کھانا بننے تک اسکول کالجز سے بچے گھروں کو لوٹ آتے، اس کے بعد ذمہ داری کا بوجھ زینب اور ماریہ کے سپرد ہو جاتا چھماں البتہ یہاں بھی مدد کو موجود ہوا کرتی، ان ڈھیر سارے مکینوں میں معاذ حسن اور جہانگیر ہی وہ کردار ہیں جن میں مزاج و عادات کے زبردست تفاوت کے باوجود بے حد گاڑھی بھی چھنتی ہے بے تکلفی اور دوستی کا یہ عالم کہ اسکول و کالجز میں ہمیشہ اکٹھے پڑھے مگر بعد میں شعبے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے راستے الگ ضرور ہوئے مگر دوستی اور محبت کا عالم وہی ہے، معاذ نے میڈیکل کی تعلیم حاصل کی جبکہ جہانگیر ایم بی اے کے بعد بزنس ایڈمنسٹریشن کے کچھ کورس کر کے دونوں چچاؤں کے ساتھ بزنس جوائن کر چکا تھا، معاذ کی ہاؤس جاب حال میں مکمل ہوئی تھی اب وہ دن میں سرکاری ہاسپٹل میں ڈیوٹی دینے کے بعد شام کو اپنے کلینک پہ ہوتا ہے، معاذ کے بعد ابن زیاد بھی میڈیکل میں تھا چونکہ شعوری یا لاشعوری طور پہ زیاد، معاذ حسن سے متاثر تھا اور بچپن سے اس جیسا بننے کی کوششوں میں مصروف بھی مگر جو وجاہت اور خوبروئی معاذ حسن اور جہانگیر کو قدرت نے عطا کی ہے وہ شاہ ہاؤس میں کسی اور کے حصے میں نہیں آئی، گو کہ حسن اور خوبصورتی اس خاندان کی پہچان ہے اس کے باوجود معاذ حسن اور جہانگیر میں کچھ زیادہ ہی حسن پایا

جاتا تھا جو ان کی موجودگی میں زیاد کی دال کبھی نہیں گلی جبھی وہ ہر اس تقریب میں جانے سے گریز کرتا ہے جہاں ان دونوں میں سے کسی ایک کی موجودگی کا بھی امکان نکلتا ہو اور چونکہ خاندانی تقریبات میں دونوں کی موجودگی لازم ٹھہرتی ہے تو ایسے میں زیاد کے حیلے بہانے اور رسے تڑوانے والی عادت پہ بزرگوں سے اچھی خاصی ڈانٹ اس کے حصے میں آئی رہتی ہے جس کا وہ برملا برا ماننے سے بھی تو صربس دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔

☆☆☆

''بھابھو! مما کدھر ہیں؟'' معاذ نے کچن میں جھانکا جہاں بھابھی چھماں کے ساتھ دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

''پچھلے لان میں ہیں، ماسی زینت سے لحافوں میں ڈورے ڈلوا رہی ہیں۔'' انہوں نے سالن کے پتیلے میں چمچ چلا کر آنچ دھیمی کرتے ہوئے بتایا اور مڑ کر اسے دیکھنے لگیں جو خلاف معمول جلدی گھر آ گیا تھا، یہ اس کے ورکنگ آورز تھے۔

''معاذ خیریت ہے نا؟'' وہ پلٹ کر جا رہا تھا جب انہوں نے پیچھے سے آواز دی۔

''جی جی بالکل خیریت۔'' وہ دانستہ مسکرایا اور سیٹی پہ شوخ دھن بجاتا ہوا پچھلے لان میں آ گیا، جہاں دھوپ میں لان کی سبز مخملیں گھاس پر ترپال بچھائے مما سفید کی سرخ رضائی میں ماسی سے ڈورے ڈلوا رہی تھیں، ان کی عادت تھی ہر کام اپنی نگرانی میں کروانے کی شاید یہی وجہ تھی کہ بہت مصروف رہا کرتیں جبکہ معاذ کو ان کی اس مصروفیت سے بے حد چڑ تھی، اس وقت بھی انہیں اپنی بجائے لحافوں کے ناز اٹھاتے دیکھ کر سرد آہ بھری اور بڑے ہی درد بھرے انداز میں گنگنانے لگا۔

بہت مصروف ہو تم تو
ہماری یاد بھی اکثر نہیں تم کو ستاتی اب
پہروں تک سے ملنے کا کوئی وعدہ نہیں کرتے
گلہ کرنا تو چاہتے ہیں تمہاری بے رخی کا ہم
مگر اس کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہوتا ہے
کہ تم مصروف ہو شاید
بہت مصروف ہو شاید

''معاذ بہت فضول ہو آپ بیٹے!'' مما اس کی شرارت پہ ہنسنے لگیں، بلکہ تو جیسے غضب کی مردانہ وجاہتوں کے ہمراہ ان کا یہ جگر گوشہ گویا بڑا ہو کر بھی اکثر بچہ بن کر ان کی توجہ کا طالب نظر آیا کرتا۔

''سنبھل جائیں مما میں آپ کو وارن کر رہا ہوں۔'' وہ ہنوز پرسوز اور سنجیدہ تھا۔

''ورنہ......؟'' انہوں نے شان استغنا سے اسے دیکھا۔

''جب آپ کو پرواہ ہی نہیں تو خالی جگہ کو دھمکی سے پر کرنے کا فائدہ۔'' اس نے منہ لٹکا لیا اور املی کی مضبوط ٹہنی سے جھولتے جھولے کی سرخ چیئر پہ دھپ سے بیٹھ گیا جو اسے آگے پیچھے ہلکارے دینے لگی۔

''کچھ کام تھا؟'' مما نے مسکراہٹ دبالی۔

''میری مجال؟'' اس کی خفگی ہنوز تھی، انہوں نے گہرا سانس بھرا اور نزدیک آ کر پیار بھرے

انداز میں اس کے گھنیرے بال بکھیر دیئے۔

''کب سنجیدہ اور بڑے ہو گے معاذ!''

''شادی کر دیں رئیلی سنجیدہ بھی ہو جاؤں گا اور بڑا بھی۔'' وہ اگلے ہی لمحے دانت نکال کر بولا تو مما نے پہلی بار سنجیدگی سے اسے بغور دیکھا۔

''کوئی لڑکی پسند آ گئی ہے؟''

''مجھے تو ہر روز ہی آ جاتی ہے کوئی نہ کوئی، اپنی بات کریں۔''

''خاندان میں اتنی لڑکیاں ہیں کسی ایک کا نام لے کر ہمیں اشارہ...''

''فار گاڈ سیک مما! ایسا سوچئے گا بھی مت، ساری عمر جو شکلیں دیکھی ہیں انہیں باقی کی عمر برداشت کرنے کا کم از کم میرا حوصلہ نہیں ہے۔'' وہ گھبرا کر ٹوک گیا تو مما نے باقاعدہ خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''آئندہ یہ فضول بات میں آپ کے منہ سے نہ سنوں معاذ حسن!''

''جی بہتر مگر میرے مسئے کا بھی تو کوئی حل نکالیں نا مما آپ نے آج کا کہا تھا۔'' وہ انہیں صبح مذاق میں کہی بات کا حوالہ دے رہا تھا، انداز دہائی دینے والا تھا۔

''تم واقعی ہی سنجیدہ ہو معاذ میں تو مذاق سمجھ رہی ہوں۔'' اب کے انہوں نے کس قدر تحیر میں گھر کر اسے دیکھا، جواباً اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

خاک ہو جائیں نہ ہم
تم کو خبر ہونے تک

اس نے آہ بھری پھر چہرے پر کچھ اور بے چارگی طاری کرکے مگر چہک کر بولا تھا۔

''جنید بھائی کی شادی کا بہت شوق تھا آپ کو ہماری مرتبہ یہ چاؤ کہاں گو اچ گیا آخر؟''

''ڈیئر فائن میں آج ہی تمہارے پپا سے بات کرتی ہوں۔'' اس مرتبہ وہ رسانیت سے گویا ہوئی تھیں۔ ''تھینک یو مما'' کہتا چہک کر کھلکھلاتا ان سے لپٹ گیا۔

☆☆☆

تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو پھر کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

معاذ نے گنگناتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں قدم رکھا جہاں اس وقت نوجوان پارٹی جمع تھی، ٹی وی چل ضرور رہا تھا مگر دیکھ شاید کوئی رہا ہو مقصد ٹی وی دیکھنا تھا بھی نہیں مل بیٹھنا تھا، یہ برسوں پرانی اس گھر کی روایت تھی جو قائم دائم تھی، اس وقت بھی ہر کسی کو اپنی مصروفیات تھیں، جہانگیر آفس سے ساتھ لائی فائل میں گم تھا ابن زیاد کے ہاتھ میں اپنے فیورٹ رائیٹر کا نیا ناول تھا البتہ اس کی گنگناہٹ پہ فوری ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کتاب بند کر دی۔

''آئی نو..... آئی نو آپ ایسا کر بھی نہیں سکتے۔''

''کیا.....؟'' معاذ چونکا اور گرنے کے انداز میں جہانگیر کے مقابل نشست سنبھال لی۔

''یہی حجابوں کا قبولنا، ویسے ایک بات آپ کو ماننا پڑے گی بھائی کہ ان حجابوں آئی مین پردوں کا بہرحال اپنا الگ چارم ہے۔'' معاذ نے مکھی اڑاتے والے انداز میں ہاتھ ہلا کر عدم دلچسپی ظاہر کی اور چند فاصلے پہ فیشن میگزین پہ جھکی کپڑوں کے ڈیزائینوں پر تبصرے کرنے میں مصروف نوریہ کے ساتھ بیٹھی زینب کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''زینی اٹھو چائے بنا کر لاؤ میرے لئے۔''

''میرے لئے بھی۔'' چائے کے نام پہ ابن زیاد اچھلا۔

''جہان آپ پئیں گے؟'' زینب نے میگزین ہاتھ سے سرکایا اور اٹھتے ہوئے جہانگیر کو دیکھا۔

''ہاں تو بندہ لوٹ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔'' معاذ کے ٹوکنے پہ زینب کے ساتھ جہانگیر اور زیاد بھی الجھ کر اسے دیکھنے لگے۔

''آپ منع کریں گے مگر کیوں؟'' سوال زیاد نے کیا تھا۔

''بھئی اس قسم کی پابندی ڈاکٹرز ہی لگاتے ہیں نا۔'' وہ ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بڑھاتے ہوئے مزے سے بولا تو تینوں کھسیا کر ہنس پڑے۔

''یہ معاذ بھی نہ..... پتہ نہیں کب سدھریں گے۔'' نوریہ اس کے ساتھ ہی اٹھ کر کچن تک آئی تھی مسکراتے ہوئے بولی تو زینب نے چائے کا پانی چڑھاتے اچانک مڑ کر اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔

''نوری ڈیئر یہ معاذ بھائی بڑے بھیا سے صرف معاذ کب سے ہو گئے تمہارے لئے؟'' نوریہ جو ٹرے میں کپ سیٹ کر رہی تھی شپٹا کر نظریں چرا گئی۔

''ک..... ک..... کیا مطلب؟'' اس کی بوکھلاہٹ ہر انداز سے ظاہر تھی، زینب نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''آئیں بائیں شائیں نہیں کرو سیدھی طرح پھوٹو جو بھی معاملہ ہے میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ کچھ سمجھ نہ سکوں، ابھی جب وہ اندر آئے تھے تو تمہارا یہ گورا چٹا بوتھا ایکدم سے قندھاری انار جیسا کیوں ہو گیا تھا اور کل صبح میں نے اپنی گنہگار آنکھوں سے تمہیں بالکونی میں لٹک کر ان کی گاڑی کو ٹکٹکی باندھ کر گھورتے دیکھا تھا اور آج شام کو بھی تم نے کتنے چکر اپنے ٹیرس کے لگا کر باہر سڑک کا دور تک جائزہ لیا تھا کس کے انتظار میں اور وہ جو ہرنی ڈش پکا کر تم کچن سے دوڑی آتی ہو وہ صرف ہماری محبت.....''

''زینی..... زینی! اللہ کا واسطہ ہے چپ کر جاؤ۔'' نوریہ جو آنکھیں پھاڑ کھلے منہ کے ساتھ اس کی فراٹے بھرتی زبان کے جوہر ملاحظہ کر رہی تھی گھبرا کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا، تو زینب جیسے اپنی قیاس کی درستگی پہ گردن اکڑا کر بولی تھی۔

''معاملہ گڑبڑ ہے نا؟'' زینب فوراً پرجوش ہوئی۔

''نہیں پلیز ابھی نہیں۔'' نوریہ کی گھبراہٹ بوکھلاہٹ نقطۂ عروج پہ جا پہنچی۔

''اور معاذ بھائی سے؟'' زینب کو اس کی مجروع کیفیت مزا دے رہی تھی، نوریہ نے اسے بے دریغ گھورا۔

''پھر تو کبھی بات نہیں کروں گی تم سے، ابھی مجھے خود یہ سب محسوس کرنا اچھا لگ رہا ہے زینی، پھر ہماری پڑھائی بھی تو ابھی ادھوری ہے۔''

''مگر میرے بھائی کو تو شادی کی بہت جلدی ہے نور بیگم!'' زینب نے کھولتے ہوئے پانی میں پتی ڈالی اس کے لئے یہ خیال خوش کن تھا کہ نوریہ جیسی بیسٹ فرینڈ اس کی بھابھی بن جائے گی۔

''ان پہ سب سے پہلا حق میرا ہی ہے، بے فکر رہو محترم کہیں نہیں جانے والے۔'' نوریہ نے

مسکرا کر یقین سے کہا تو زینب نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

''اوہو ئے اتنا غرور بے خودیہ؟'' نوریہ نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''یہ کوئی کی مجھ میں وہ رجیکٹ کیوں کریں گے۔'' اس کا اعتماد قابل دید تھا، زینب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔

''میرا راز تو لے لیا اپنے دل کی بھی خبر دے دو کچھ۔'' نوریہ نے کیبنٹ کھول کر چاکلیٹ کوکیز کا ڈبہ نکال کر کوکیز پلیٹ میں نکالتے ہوئے کہا اسے معاذ کی پسند سے بھی مکمل آگاہی تھی، وہ چائے کے ساتھ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کھانا پسند کیا کرتا تھا۔

''کیا خبر دوں جب ایسا کوئی حادثہ رونما ہی نہیں ہوا، کسی نے دل پہ دستک بھی تو نہیں دی۔'' اس کے ہونٹوں کی تراش پہ لپک آنے والی مسکان اس کی کہی بات سے منافی تھی، تیمور خان کا شاندار وجیہہ سراپا اس کے تصور میں لہرا کر گویا سوچوں کو بھی مہکا گیا تھا۔

''خیر یہ تو نہ کہو ہمارے بے حد چارمنگ کنز لکنگ اور ڈیشنگ سے کزن یہ جسارت کر تو چکے ہیں بھلے تم جتنی بھی بے نیازی برتو مگر......''

''کون جہان......؟'' زینب کے تاثرات میں غیر یقینی اور تحیر اند آیا۔

''تو اور کس کی بات کر رہی ہوں۔'' نوریہ کے لہجے کا اعتماد اور یقین ہنوز تھا زینب نے زور سے سر جھٹکا۔

''اگر ایسا ہے بھی تو سوری میں نے کبھی ان کے لئے اس انداز میں نہیں سوچا۔''

''نہیں سوچا تو سوچ لو نا، اتنے اچھے تو ہیں جہان بھائی۔'' نوریہ جیسے سفارشی ہوگئی زینب نے اسے گھورا تھا۔

''شرم کرو مجھے نیک مشورہ دے رہی ہو جیسے۔''

''نہیں یار میں مذاق نہیں کر رہی۔''

''دیکھیں گے۔'' زینب نے بے نیازی سے کاندھے جھٹکے اور چائے چھان کر پاٹ میں نکالنے لگی، اس کا نوریہ سے تیمور خان کے متعلق بات کرنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔

☆☆☆

بند دروازے کو کھول کر آہستگی سے چلتی وہ ٹیرس پہ آ نکلی، بوگن ویلیا کی بیل پہ لگے پھول جھڑ جھڑ کر ٹیرس پہ جابجا بکھرے پڑے تھے، درختوں کے خشک پتے جو ہر دم سیڑھیوں پہ ایک دبیز تہہ کی صورت بچھے رہتے تھے اس پہ گرد دھول مٹی کی ایک اور تہہ جم چکی تھی، ویران پہ گری اوس انہیں ہلکا نم کر چکی تھی، وہ دھول جو ان پہ اپنا تسلط جما کر ان کا اصل رنگ چھپا چکی تھی کہیں کہیں سے جھلک رہا تھا۔ ہر سو گہرا اکھڑ تھا اور سناٹا، برفیلی سرد ہوائیں اس کی شال کو پلو اڑانے لگیں ساتھ ساتھ اس کے شانوں پہ بکھرے کھلے بالوں کو بھی اس نے نیچے جھانکا ہر سو نحوست ویرانی کا بسیرا تھا اور دھول مٹی سے اٹا ہوا سفید ماربل کا فرش جس پہ خشک پتے اڑے بکھر رہے تھے، کبھی یہ گھر بھی زندگی کے احساس سے بھرپور ہوتا ہوگا۔

اس نے سوچا اور اندر تک اتری یاسیت کے احساس کو گہرا ہوتا محسوس کرنے لگی، اندر سے ددا کے کھانسنے کی آواز پہ وہ چونکی اور پلٹ کر دروازہ کھولتی کمرے میں آ گئی، انرجی سیور اور نیوب لائٹس کی روشنیوں میں بھی ددا کا چہرہ کتنا زرد محسوس ہو رہا تھا۔

''پانی دوں ددا؟'' اس نے ان کا ہاتھ سہلا کر آنکھوں میں اترتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا مگر آواز کی نمی پہ کسی طرح بھی قابو نہیں رکھ پائی تھی، ددا نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا تو پرنیاں ان کا کمبل درست کرتی آتش دان میں کچھ اور ایندھن ڈالنے لگی۔

''کچھ بات کریں نا ددا۔'' وہ پلٹ کر ان کے سامنے کرسی پہ آ کر بیٹھی تو انہیں بے دم سے انداز میں لیٹے دیکھ کر وحشت میں گھر کر پکار لیا، انہوں نے آنکھیں کھولیں اور کچھ دیر اسے دیکھتے رہے۔

''پری بیٹا آپ کے بابا کے بہت خواہش تھی ڈاکٹر بننے کی مگر اس کی یہ خواہش جب پوری نہیں ہوئی تو اس نے تمہارے حوالے سے یہ خواب آنکھوں میں سجا لیا مگر پھر......''

''مجھے سب پتہ ہے ددا۔'' ان کی آنکھوں میں جوان سال بیٹے کی موت کا غم جو ہر دم گھات لگائے بیٹھا رہا کرتا تھا انگڑائی لے کر بیدار ہوتے محسوس کر کے پرنیاں نے موضوع بدلنا چاہا اور ان کا کمزور نحیف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔

''وہ دونوں جب باری باری تمہاری ذمہ داری مجھ پہ ڈال کر اللہ کے پاس چلے گئے تو مجھے ہی ہمت کرنا پڑی مگر اب یہ ہمت جواب دینے لگی ہے، میں ڈر رہا ہوں مرنے سے پہلے تمہیں کسی اچھے ٹھکانے......''

''ددا پلیز اچھی باتیں کریں نا۔'' پرنیاں لرز کر بولی تھی، ایک لے دے کے یہی رشتہ تھا اس کے پاس اسے گنوانے کا تصور بھی بڑا تکلیف دہ تھا، ددا دکھ اور افسردگی سے مسکرائے۔

''احسان کا نمبر پھر ملاؤ بیٹا ہو سکتا ہے اب مل ہی جائے۔''

''احسان انکل آپ کے رشتہ دار ہیں ددا؟'' موبائل اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے وہ ان کا دھیان بٹانے کو سوال کر رہی تھی۔

''رشتہ دار نہیں میرے دوست کا بیٹا ہے، بڑی محبت تھی میری وقار حسن شاہ سے تقسیم ہند سے قبل ہم پڑوسی ہوا کرتے تھے بمبئی میں، وہ تاجر تھا تو میں کاشت کار، بہت زمینیں تھیں ہماری بمبئی کے آس پاس کے گاؤں میں جو ادھر پاکستان آ کے ایک حصہ بھی نہیں رہیں، لیکن ہمارا یارانہ قائم رہا، البتہ وہ پڑھا لکھا معروف آدمی تھا کبھی چھٹیوں میں یا پھر تہوار پہ آنا ہوا کرتا اور جب سے وہ گزرا میل ملاپ بھی کم نہ رہا، مگر پچھلے سال احسان ملا تھا مجھے شہر میں، ہو بہو اپنے باپ کی کاپی ہے، ویسا ہی اونچا لمبا خوب صورت جوان، میں نے اسی شباہت کی وجہ سے اسے پہچانا تو بہت عزت سے ملا روا داری رشتوں کا احترام اس گھرانے کی پہچان ہے بیٹے بہت اچھے لوگ ہیں، جب اسے معلوم ہوا کہ میرا خاندان نہیں رہا اور میں اپنی پوتی کے ساتھ اکیلا رہتا ہوں تو مجھے اپنے ساتھ لے جانے پہ مصر ہو گیا بڑی مشکلوں سے ٹالا اسے چند مہینے قبل بھی آیا تھا ملنے۔''

''آپ اب کیوں ملنا چاہتے ہیں ان سے ددا، اگر علاج کے لئے شہر جانے کی بات ہے تو میں ہوں نا، ددا ہمارے جو لیکچرر ہیں نا وہ بہت ماہر سرجن ہیں دل کی بیماریوں کے میں انہی کے پاس لے کر چلوں گی آپ کو آپ مانیں تب ہے نا۔''

''مجھے دل کی کوئی بیماری نہیں ہے پتر تو خوامخواہ پریشان نہ ہوا کر، احسان سے تو میں اپنے کسی اور کام کے سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں۔''

''اور کون سے کام زمینیں فروخت کرنا چاہتے ہیں؟ کر دیں ہم وہاں شہر میں ہی رہ لیں گے۔''

"نمبر نہیں ملا؟" ردا نے بات پلٹ دی گویا اپنا ارادہ یا مقصد اس پہ عیاں کرنے والے نہیں تھے، پرنیاں نے گہرا سانس کھینچا اور پھر سے نمبر ٹرائی کرنے لگی، حیرت انگیز طور پر اس مرتبہ رابطہ بحال ہو گیا تھا دوسری جانب بیل جا رہی تھی، اس نے جلدی سے موبائل ردا کی جانب بڑھا دیا، پھر دیر انہیں اپنا تعارف کراتے اور رسمی گفتگو کرتے سنتی رہی پھر کچھ بور ہو کر وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔

☆☆☆

غم زندگی نے لا کے ہمیں اس جگہ پہ مارا
جہاں اس طرف کنارہ نہ ہی اس طرف کنارہ

معاذ نے آہ بھرنے کے انداز میں شعر پڑھا اور مما کو دیکھا مگر وہ اس کی بجائے ماما جان سے کوئی اہم معاملہ ڈسکس کرنے میں مصروف تھی، معاذ کی دہائی بے کار جاتے دیکھ کر جہان اور زیاد نے مسکراہٹ چھپائی مگر معاذ کی زیرک نگاہ سے بچنا محال تھا تبھی اسے تپ چڑھ گئی تھی۔

بعد مرنے کے میرے تم جو کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
یہ بھی لکھنا کہ میرے ہونٹ ہنسی کو ترسے
کیسے دن رات بہا آنکھ سے پانی لکھنا

وہ اپنی جگہ چھوڑ کر مما کے پاس آ کر چیخ چلا کر بولا تو مما نے کس قدر خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"واٹس یور پرابلم معاذ حسن!"

"شادی کا سوال ہے میم ایک عدد چاند سی بہو لے آئیں۔"

"وہ تو کب کے لا چکے بھابھی نظر نہیں آئی آپ کو؟" زیاد کدھر سے کم تھا کڑا لگایا تو معاذ نے رنگ میں ڈالے اس بھنگ پہ خونخوار نظروں سے گھورا۔

"مما پلیز شادی کرا دیں ان کی کہ اب تو واقعی ان کا وہ حال ہو گیا ہے بقول جنید جمشید۔"

کب تک ہوں یارو سے باتیں ہیں لمبی راتیں
کوئی تو ہو جو آنکھوں سے اتر کر دل میں بس جائے
اب جیا نہ جائے کچھ کیا نہ جائے اب رہا نہ جائے

زیاد نے باقاعدہ تان اڑائی تھی معاذ اتنا خوش ہوا کہ باقاعدہ اس کا کاندھا تھپتھپایا تھا، جبکہ مما سر تھام کر بیٹھ گئیں تھیں البتہ ماما جان مسکرا رہی تھیں۔

"گڈ جاب ابن زیاد گڈ اسپرٹ۔" معاذ نے اسے بے ساختہ داد دی تھی۔

"آپ بے فکر رہیں، آپ کے لئے کچھ نہیں کیا، ایک طرح سے اپنے لئے ہی کوشش کی ہے۔" ابن زیاد کے جواب نے معاذ کی آنکھیں پھیلا دی تھیں۔

"مطلب!" اس نے ابرو اچکائے تھے۔

"مطلب ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں، شادی کا ارمان تو ہم بھی رکھتے ہیں۔" اس نے شرما کر کچھ لجا کر کہا تو جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا جبکہ وہ دونوں دانت نکال رہے تھے۔

"کیا کروں میں ان لڑکوں کو یہ ہر وقت ایک ہی فرمائش کرتے نظر آتے ہیں والدہ محترم ہیں کہ ان کی نگاہ میں یہ ابھی بچے ہیں سنتے ہی نہیں۔" مما بے حد عاجز ہو کر کہہ رہی تھیں۔

"صرف دو لڑکے، مجھ کو اس فضول معاملے میں شمار مت کریں، جہان تو پورا پورا یہ درویش آدمی

ہے بھلے ساری عمر اس کی شادی نہ کرائیے گا۔" معاذ نے تصحیح کی تو جہان محض اسے دیکھ کر رہ گیا، جانے کب کا بدلہ چکا رہا تھا وہ۔

"اور سن لو تم دونوں جتنے بھی اتاؤلے کیوں نہ ہو جہان بڑا ہے پہلے اس کی شادی ہو گی۔" مما کے کہنے پہ دونوں کے منہ لٹک گئے۔

"یہ کیسا انصاف ہے مما ایک بندے کو ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی وجہ سے ہمیں بھی انتظار کی سولی پہ لٹکانا ضروری نہیں۔"

"کیوں فرق نہیں پڑتا، وہ بس تمہاری طرح سے بے مہار اور کھلا ڈلا نہیں ہے، شرمیلا ہے میرا بچہ۔" ماما جان کو جہان پہ پیار آنے لگا یہ بھی معاذ سے کہاں برداشت ہوتا تھا۔

"ہاں ہاں گنوں کا پورا ہے محترم جس دن باہر کہیں گل کھلا کر آئے گا تب پتہ چلے گا شرمیلا نہیں گھنا میسنا ہے۔" وہ دانت پیس کر مصنوعی غصے سے بولا تو مما نے ڈانٹ کر رکھ دیا تھا۔

"فضول مت بولا کرو معاذ! یہ کیسی زبان میں بات کرنے لگے آپ؟"

"مما میرا مسئلہ وہیں اٹکا ہے آپ بات کو اور کسی جانب مت لے کر جائیے، لوگوں کے لڑکے جوان ہوتے ہیں تو ماؤں کو ان کے سروں پر سہرے سجانے کی خواہش جاگتی ہے ایک ہماری ماں ہیں۔"

"بیٹا ہتھیلی پہ سرسوں نہیں جمائی جاتی ان معاملوں میں دیکھ بھال کر لڑکی ڈھونڈیں گے مگر پہلے جہان۔" مما نے ایک بار پھر باور کرایا تو معاذ نے سر پیٹ لینے والے انداز میں جہان کو دیکھا تھا۔

"خاندان میں بہتیری لڑکیاں ہیں کسی بھی ایک کے ساتھ اس کے پکڑ کے دو بول پڑھوا دیں۔" وہ منمنایا تو مما نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

"اگر آپ منع کر سکتے ہو تو ہو سکتا ہے جہان کو بھی خاندان سے باہر ہی شادی کرنی ہو۔" مما کی بات پہ جہان نے بہت چونک کر انہیں نافہم نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے چچی جان!"

"بیٹے معاذ منع کر چکے ہیں خاندان کی لڑکی سے شادی سے۔" مما کے جواب پہ جہانگیر کے ساتھ زیاد نے بھی بہت چونک کر اسے دیکھا تھا اس نے کاندھے اچکا دیئے۔

"ابھی سے سن لیں مما میں تو خاندان سے نکلنے والا نہیں ہوں۔" ابن زیاد نے کچھ ایسی عجلت میں کہا کہ سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم ابھی چپ رہو کاکے تمہارا نمبر ابھی دور ہے۔" معاذ نے اسے چڑایا۔

"یہ تو پوچھ لیں وہ پردہ نشین ہے کون؟" وہ چلبلا کر بولا۔

"جب وقت آئے گا پوچھ لیں گے ڈونٹ وری۔" معاذ نے پھر لقمہ دیا تو زیاد چیخا تھا۔

"اور اگر اس دوران اس کے لئے کوئی اور......"

"پھر یہ تیرا نصیب میرے شہزادے۔"

"ایویں میرا نصیب میں......" عین اس پل نور یہ زینب کو پکارتی دروازے کے پاس سے گزری تھی اس کا دھانی آنچل محض ایک پل کو لہرایا مگر زیاد جس طرح ساکن ہوا جس طرح آنکھیں چمکیں معاذ نے سب کچھ بہت اطمینان سے نوٹ کیا۔

"وہ کہیں نہیں جائے گی تمہاری ہی رہے گی ڈونٹ وری مائی برادر۔" معاذ نے معنی خیز لہجے

میں جس یقین سے کہہ کر اس کا کاندھا تھپکا تھا زیاد تب ہی اس ٹرانس سے باہر آیا۔

''ک.....کون؟'' وہ کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھ کر بولا تھا۔

''نوریہ اور کون۔'' معاذ مسکرا رہا تھا جبکہ ابن زیاد کی بوکھلاہٹ یکلخت نقطہ عروج پہ جا پہنچی تھی۔

''آپ کو کیسے پتہ چلا؟''

''یہ ساری گفتگو چونکہ ایک دوسرے کے کانوں میں گھس کر کی جا رہی تھی جبھی باقی کے حاضرین محروم تھے، آنکھیں ہم بھی رکھتے ہیں تم ہماری ناک کے نیچے کوئی کھیل کھیلو اور ہم بے خبر رہیں ایسے حالات تو ابھی نہیں۔'' اس نے یکدم تیور بدل کر غصے سے کہا تو ابن زیاد سٹپٹا گیا تھا۔

''بخدا وہ تو ابھی لاعلم ہے بھائی! میں نے کچھ نہیں کہا اس سے۔'' وہ خفت سے نظریں چرا کر بولا تو معاذ نے ترت جواب دیا تھا۔

''کچھ نہیں کہا تو کب کہو گے جب اس سوہنی کڑی کے لئے کوئی اور پیغام لے کر آ جائے گا گدھے۔'' اور ابن زیاد کی جان میں جان آئی تھی۔

''آپ بھی نا بھائی۔'' وہ کھسیائے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

''ہمارے بچوں کی ڈیمانڈ کچھ نا جائز بھی نہیں ہے، میرا خیال ہے ہمیں اس مسئلے پہ سنجیدہ ہو جانا چاہیے۔''

''بالکل بالکل!'' ماما جان کی بات پہ دونوں کورس میں بولے تو مما نے ان کی مسخری پہ دھیان دیئے بغیر جہانگیر کو مخاطب کیا۔

''بیٹے آپ بھی اپنی پسند بتا دو تو ہمیں ذرا سہولت ہو جائے گی۔''

''ک.....کیسی.....پسند؟'' جہانگیر نے اضطراب میں مبتلا ہو کر ان کی شکل دیکھی، اس کے لئے یہ سوچ یہ خیال ہی روح فرسا تھا کہ اس کے دل کا راز کسی اور پہ آشکار ہو۔

''الزام نہیں لگا رہی ہیں مما تم پہ جو اتنا بدحواس ہو گئے ہو جے۔'' معاذ اس کا مذاق اڑانے لگا، مما نے پھر تادیبی انداز میں گھورا۔

''بیٹے آپ کو اگر فیملی کی لڑکی سے شادی پہ اعتراض ہے تو.....''

''نو نو تائی ماں مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ کہیں بھی میرے لئے جو چاہیں فیصلہ کر لیں۔'' وہ بوکھلا کر بولا تو معاذ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''یعنی شادی تمہاری بھی کرانی پڑیں، کیا بات ہے ویسے فیملی میں ہی کہیں اٹکے ہوئے لگتے ہو تم بھی۔'' معاذ کی شرارت سے چمکتی آنکھیں اس پہ آ کر جم گئی تھیں، جہانگیر نے جواب نہیں دیا تو معاذ کو تپ چڑھنے لگی تھی۔

''چھپا رہے ہو وہ بھی ہم سے، بچو چیلنج تو ہم بہت خوش اسلوبی سے قبول کرتے ہیں نہ پتہ لگایا تو نام معاذ حسن نہیں، تم نے ڈاکٹر صاحب کو سمجھا کیا ہے؟'' وہ کھل کر بڑبڑا رہا تھا، جہان نے اس کی آخری بات کو گرہ سے باندھا تھا محتاط تو وہ پہلے بھی بہت تھا مگر اس احتیاط کے دائرے کو اب اور بھی مضبوط کرنا تھا بہرحال وہ ہرگز بھی اس بات سے کسی کی آگاہی پسند نہیں کرتا تھا۔

☆☆☆

رات پھیلی ہے تیرے سرمئی آنچل کی طرح
چاند نکلا ہے تجھے ڈھونڈنے پاگل کی طرح
خشک پتوں کی طرح لوگ اڑے جاتے ہیں
شہر بھی اب تو نظر آتے ہیں جنگل کی طرح

اس کے کمرے میں آنے کے لئے معاذ نے کبھی دستک کا تکلف نہیں برتا تھا اس وقت بھی یونہی بند ہوا دروازہ دھکیل کر اندر آیا تو دھیمے سروں میں بجتے میوزک اور مغنیہ کی پرسوز آواز نے ایک لمحے کو اسے جکڑ لیا، کمرا نیم تاریک تھا اور جہان کارپٹ پہ ڈھیر بہت سارے کشنوں میں سر دیئے ساکن لیٹا ہوا تھا اس نے گہرا سانس بھرا اور آگے بڑھ آیا۔

پھر خیالوں میں تیرے قرب کی خوشبو جاگی
پھر برسنے لگیں آنکھیں میری بادل کی طرح
بے وفاؤں سے وفا کرتے گزرتی ہے حیات
میں برستا رہا ویرانوں میں بادل کی طرح

معاذ نے پہلے ڈیک کا سوئچ آف کیا تھا پھر اس کے سر کو ڈھانپے ہوئے کشن کو کھینچا اور دھپ سے اس کے مقابل گرا۔

''اداس ہو؟'' معاذ نے اس کی سرخ ہو کر دہکتی آنکھوں میں جھانکا، بلیو جینز آف وائٹ ہاف سلیو کی شرٹ میں وہ بکھرے ہوئے بالوں اور ہلکی بڑھی شیو کے ساتھ گھریلو سے حلیے میں بھی غضب ڈھا رہا تھا۔

''نہیں تو.....'' وہ صاف مکر گیا۔

''یہ المیہ شاعری نیم اندھیرا کمرہ ہر حرکت تو عاشقوں والی ہے۔''

''یار کچھ تھک گیا تھا ریلیکس کرنے کو لیٹا تھا۔'' اس نے پھر ٹال دیا، معاذ نے دھیان سے اسے دیکھا البتہ مزید کرید نہیں کی۔

''پپا کا سیل بھی ناٹ رسپانسنگ ہے آفس میں نہیں تھے۔''

''ہاں چاچو کسی گاؤں گئے ہیں۔''

''گاؤں میں؟'' معاذ نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا تو جہان اٹھ کھڑا ہوا اور ڈائننگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے جا رکا۔

''وہاں ان کے کوئی عزیز ہیں عیادت کو گئے ہیں۔''

''تو سیل آف کرنے کی تاکید کیا بیمار صاحب نے کی تھی۔'' وہ نخوت سے بولا تھا جہانگیر کے ہونٹوں پہ لمحہ بھر کو مسکراہٹ سورج کی پہلی کرن بن کر چمکی۔

''تمہیں کچھ کام تھا ان سے؟''

''تو اور کیا یار جیرلی کے کچھ لوگ آ کر میرا سر کھا رہے تھے میں نے پپا کے آفس بھیج دیا مگر وہ ملے نہیں۔''

''تو تم بابا جان کے پاس بھیج دیتے۔''

''یہ تو انہیں خود عقل برتنی چاہیے تھی نا مگر پھر میرے سر پہ سوار ہو گئے۔''

''اور تمہاری سیلری تو اس بار بھی مہینے کے وسط میں ہی اڑ گئی ہو گی۔'' جہانگیر نے اسے چھیڑا تو اس نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''تم تو سمجھدار ہو۔''

''لالے آپ کا فون کب سے بج رہا ہے۔'' زینب نے دستک دے کر اندر جھانکا پھر اسے وہاں موجود پا کے اسے سیل تھمایا۔

''افوہ انکی صاحب کا فون ہے میں نہیں سن رہا۔'' معاذ کھول کر رہ گیا تھا، جہانگیر نے آنکھیں نکال کر دیکھا تھا۔

''بری بات معاذ کسی کے ساتھ ایسا نہیں کرتے، تم انہیں پاپا جان کا یا میرا نمبر دو۔'' معاذ نے برا سا منہ بنایا اور کال پک کرنے سے قبل زینب کو مخاطب کیا تھا۔

''زینی مجھے چائے بنا کے لا دو۔'' اور خود سیل فون سمیت باہر چلا گیا، زینب نے گردن موڑ کر جہانگیر کو دیکھا جو رخ پھیرے جھک کر تمام کشن اٹھا کر صوفے پہ جمانے میں مصروف تھا یعنی اس سے مکمل طور پہ اجتناب برت رہا تھا۔

''جے آپ چائے لیں گے؟'' زینب نے باہر نکلنے سے قبل اسے مخاطب کیا تھا، وہ خفیف سا چونکا۔

''اگر زحمت نہ ہو تو۔'' زینب کلس سی گئی۔

''آپ اپنوں کے بیچ رہ کر اتنے فارمل کیوں ہیں جے؟ ایک بات یاد رکھیے گا فاصلے سمیٹنے سے ہی گھٹا کرتے ہیں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی پلٹ کر چلی گئی جبکہ جہانگیر اس کی بات کو ہزار مفہوم پہنا کر سوچتا اور پھر مسکراتا رہا تھا۔

☆☆☆

جامن کے پتوں سے قطرہ قطرہ اوس ٹپکتی تھی اور ماربل کے دھلے دھلائے سفید چکنے فرش پہ گر کر کرسٹل کے موتیوں کی طرح بکھر جاتی فضا میں دھند تھی اور سرد ہوا کے جھونکے وقفے وقفے سے انہیں چھو کر گزر رہے تھے کراچی کی نسبت یہاں نواب شاہ کا موسم بہت سرد تھا، وہ کل شام یہاں پہنچے تو اس ویران نظر آنے والی حویلی کے ایک کمرے میں منیب الرحمٰن کی طبیعت کچھ اور بھی بگڑ گئی تھی، انہیں روبرو پا کے کتنی دیر تو انہیں جیسے اپنی بصارتوں پہ یقین نہیں آیا تھا، پھر انہیں گلے لگا کر وہ کتنی دیر گھٹ گھٹ کر روتے رہے تھے۔

''آپ میری آخری امید ہو بیٹے جبھی ان آخری لمحات میں آپ کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہوں۔'' خاصی تاخیر سے ان کی حالت سنبھلی تو انہوں نے اصل مقصد بیان کیا تھا۔

''آپ کھل کر بات کریں انکل آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پہ ہے۔'' وہ بہت الجھے تھے جبھی ان کے ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا تھا۔

''پرنیاں سے ملے ہو نا میری پوتی سے؟''

''جی جی ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے۔''

''آپ جانتے ہو نا بیٹے اس دنیا میں اس کا خدا کے بعد میں واحد سہارا ہوں، مگر اب مرنے سے پہلے اس کی بے آسرگی مجھے خوف اور پریشانی میں مبتلا کر رہی ہے۔''

''آپ کو کچھ نہیں ہوگا انکل پریشان مت ہوں۔''

''وقت خشک ریت کی طرح بند مٹھی سے بھی سرک رہا ہے پتر میں چاہتا ہوں پرنیاں......'' ان کی زبان جھجک کر اٹک گئی اور احسان شاہ ان کی ان کہی بات کا مفہوم لمحوں میں سمجھ گئے تھے۔

''آپ کسی قسم کی فکر مت کریں انکل، پرنیاں بیٹی ہے ہماری ہمارے ساتھ رہے گی ان شاءاللہ۔''

''آپ اسے اپنے ساتھ لے جانا بیٹا اور کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر اس کا عقد کر دینا میں تمہارا یہ احسان......''

''انکل کیسی بیگانوں والی بات کرتے ہیں، اس میں احسان کی کیا بات ہے، پرنیاں بیٹی ہے ہماری، مناسب رشتے تو موجود ہیں میں آپ کی تسلی کے خاطر کل ہی اس کے نکاح کا انتظام کرتا ہوں۔'' وہ ایسے ہی لمحوں میں بڑے بڑے فیصلے کر لینے والے تھے۔

''آپ سچ کہہ رہے ہو بیٹے؟ اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنے بیٹے کی نظم میں سرخرو رہوں گا۔'' منیب الرحمٰن شدت جذبات سے رو پڑے تو احسان شاہ نے ان کے ہاتھ آہستگی سے تھام لیے۔

''پرنیاں جیسی بچی اگر ہمارے گھر میں اپنے وجود کی روشنی پھیلائے گی تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کی بات ہو سکتی ہے۔''

''خدا تمہارا بھلا کرے میرے بچے اس نیکی کا اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔'' وہ اتنے مشکور ہوئے تھے کہ حد نہیں۔

اور اب احسان شاہ ٹیرس پہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے ٹہل رہے تھے، جہانگیر کے لئے انہوں نے ہمیشہ زینب شاہ کو سوچا تھا زیادہ ابھی زیر تعلیم تھا لے دے کر معاذ حسن رہ جاتا تھا اور وہی مناسب تھا ان کے خیال میں۔

''برخوردار کو شادی کا شوق بھی بہت ہے چلو اسی بہانے سن گئی ورنہ ہم تو کس طرح بھی جیان سے پہلے نہ کرتے۔'' انہوں نے تصور میں پرنیاں کو معاذ کے پہلو میں کھڑے کر کے دیکھا اور مسکرا دیئے۔

''پرفیکٹ کپل!'' انہوں نے خود کو داد دی تھی اور سیل فون نکال کر معاذ حسن کا نمبر ڈائل کرنے لگے۔

☆☆☆

''لو بھلا ہے کوئی بات کرنے کی، خود تو وہاں جا کے بیٹھ ہی گئے، مجھے بھی بلوا لیا بندہ پوچھے دنیا میں ایک میں ہی تو ڈاکٹر زندہ نہیں رہ گیا۔''

اس ایمرجنسی کال پہ وہ جی بھر کے بے زار ہوا تھا اور اب پورے گھر میں کلستا پھر رہا تھا، زینب اور ماریا کی جو شامت آئی تھی وہ الگ اسے کوئی کپڑا ہی پہننے کو پسند نہیں آ رہا تھا۔

''سیدھا سیدھا کوئی کھدر کا شلوار سوٹ پہن کے چلے جاؤ وہاں گاؤں کی دھول مٹی تمہارے سوٹ کا ناس مار دے گی۔'' مما نے اس کا ہر کپڑے کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانے پہ کچھ عاجز ہو کر کہا۔

''اونہہ شلوار سوٹ! ان کے محترم عزیز کو بھی تو پتہ چلنا چاہیے، مستقبل کے ماہر سرجن ان کے علاج کو تشریف لائے ہیں۔'' اس نے اپنا بہترین سوٹ نکالا تھا اور کچھ گردن کو اکڑا کر جواب دیا۔

''تیاری دیکھ کر تو کہیں سے نہیں لگتا کہ آپ علاج کے لئے جا رہے ہیں اتنا تو کوئی بر دکھاوے کو بھی تیار نہیں ہوتا۔'' زیاد نے دبے ہوئے انداز میں کہا تو زینب منہ چھپا کر ہنسنے لگی۔

''تم جاہل ... گڈ لکنگ پرسنالٹی سے میں تو جانتا نہیں ہوں نا۔'' معاذ کی رائے مستند تھی۔

''تو اور کیا کیا ضروری تو نہیں وہاں بیمار بزرگ ہی ہوں ان کی کوئی جوان حسین اور الہڑ سی بیٹی بھی تو وہاں تیمارداری کو موجود ہو سکتی ہے۔'' ابن زیاد کو ہری ہری سوجھ رہی تھیں۔

''ہاں تتلی جوان جیسی ہماری مما ہیں، پھر تو مما کو پپا کی فکر کرنی چاہیے، فلموں کہانیوں میں ایسی سچویشنز میں کچھ نکاح مجبوری میں بھی ہوا کرتے ہیں۔'' معاذ نے اب کی مرتبہ مما کو ہو معمولانا چاہا تھا، وہ اسے ایک گھوری کے ساتھ دھپ لگا کر ہنس پڑیں۔

''ضروری تو نہیں تیماردار بیٹی ہی ہو تو اسی یا پوتی وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔'' زینب نے آنکھیں نچا کر کہا تو معاذ نے ٹھنڈی آہیں بھری تھیں۔

''خیر اب ایسی بھی قسمت دیالو نہیں ہے، یہ تلخ حقیقت ہے۔'' غرض ایسی ہی باتوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی اور عین اس پل جب وہ اپنے مختصر سے بیگ کے ساتھ نکل رہا تھا زیاد اسے ڈائیو اسٹاپ تک چھوڑنے ساتھ جا رہا تھا پورٹیکو میں جہان کی گاڑی آ کر رکی۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' جہان نے بلیک ٹو پیس میں ٹپ ٹاپ سے تیار اپنے بے حد وجیہہ کزن کو بغور دیکھا، جواب میں اسے ساری داستان از سر نو سنائی گئی۔

''او کے فی امان اللہ۔'' اس نے معاذ کا کاندھا تھپکا تھا، ڈائیو میں سوار ہو کر اس نے گرم خوشگوار ماحول کو محسوس کیا اور اپنے سیل فون پہ ہینڈ فری سیٹ کی اور میوزک انجوائے کرنے لگا، پانچ سفر سو کر تو کچھ بور ہو کر بہرحال گزر گیا، ڈائیو اسٹاپ سے آگے لوکل بس میں گاؤں پہنچا تو تھکن اس کا پور پور جوڑ جوڑ نڈھال کر چکی تھی، تارکول کی سڑک دورویہ درختوں کی قطاروں میں گھری تھی اور خشک پتے اڑا رہی تھی، گاؤں کو جانے والی سڑک ویران اور سنسان تھی وہ بیگ اٹھائے ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے سوچنے لگا اب کیا کرے، بوہڑ کے درخت تلے بندھا گدھا زور سے ہنہنایا گویا اس کا استقبال کیا تھا، اس نے گردن موڑ کر دیکھا دائیں جانب کچھ فاصلے پہ بڑھئی کی ایک دوکان میں نحیف اور بوڑھا آدمی اپنے کام میں مصروف تھا فضا میں لکڑی کی چھلین کی مہک پھیلی ہوئی تھی، اس نے چند لمحے سوچا پھر اسی سمت بڑھ آیا۔

''السلام علیکم!'' بڑھئی کو متوجہ کرنے کو اس نے زوردار طریقے سے سلام کیا کہ اس کے رندے کی آواز خاصی گونجدار تھی۔

''وعلیکم السلام باؤ جی بیٹ بلے خریدنے ہیں؟'' بڑھئی اپنی تہبند سنبھالتا آرا بند کرتے اس کی جانب آیا، اس کی دوکان چیپ کی اعلیٰ پائے کی لکڑی کے ہاتھ کے گھڑے بلوں سے بھری ہوئی تھی۔

''نہیں جی مجھے گاؤں جانا ہے مگر......''

''اوہ پیدل چلنے سے گھبراتے ہو گے، بیٹھ جاؤ صاب رکشہ سواریاں لے کر شہر گیا ہوا ہے آئے گا تو آپ چلے جانا۔''

''کب تک واپس آئے گا؟'' معاذ نے رسٹ واچ پہ نگاہ ڈال کر کچھ اکتاہٹ سے سوال کیا۔

(پپا بھی نا بس عجیب کام کرتے ہیں، اتنے اہم تھے انہیں اپنے عزیز تو انہیں شہر لے آتے مجھے بلوا لیا)۔

''ایک گھنٹے کے لگ بھگ ہو گیا ہے، بس آتا ہو گا اسے خود بھی بس کے آنے کے ویلے کا پتہ ہے، آپ چاپانی پیئو گے صاحب!'' بڑھئی نے معلومات پہنچا کر بڑے خلوص سے استفسار کیا۔

''جی نہیں بہت شکریہ۔'' اس نے متانت سے انکار کیا اور بڑھئی کا بڑھایا موڑھا سنبھال کر بیٹھ گیا، بیس منٹ کے جان لیوا انتظار کے بعد بالآخر پرانا سا چنگھاڑتا ہوا رکشہ (چنگ چی) گاؤں کی سڑک پہ دھول اڑاتا ہوا اڈے پہ آ کر رک گیا، معاذ بڑھئی کا شکریہ ادا کرتا بیگ سنبھالے رکشے کی جانب بڑھ آیا۔

''گاؤں جانا ہے؟ بیٹھ جاؤ بابو۔'' رکشے والے نے سیٹ کی جانب اشارہ کیا تو معاذ بیگ سائیڈ پر رکھ کے بیٹھ گیا، رکشہ ڈرائیور مزے سے سگریٹ سلگا کر کش لے رہا تھا، انداز میں کمال درجے کا اطمینان چھلکتا تھا۔

''اب چلو نہ رکے ہوئے کیوں ہو؟'' معاذ کی بےزاری کچھ اور بڑھی۔

''سواریاں تو اکٹھی کرنی پڑتی ہیں بابو جی یا پھر سالم کروا لو۔'' ڈرائیور دھواں اڑاتے ہوئے بے رخی سے بولا تو معاذ نے الجھ کر نافہم نظریں اس پہ جمائیں۔

''سالم مطلب؟''

''اک سواری اگر لے کر جائیں تو پیسے زیادہ لگتے ہیں بابو پڑھے لکھے لگتے ہو شکل سے اتنا بھی نہیں سمجھتے؟'' ڈرائیور نے نخوت سے جواب دیا تو معاذ سلگ اٹھا تھا۔

''خبیث کا بچہ۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''جتنے پیسے ہوں گے دوں گا اب چلو گے۔'' اس نے کاٹ دار انداز میں کہا تو ڈرائیور نے کاندھے اچکائے اور رکشہ اسٹارٹ کرنے لگا، رکشے کی برق رفتاری اور جھٹکوں نے معاذ کا برہم مزاج کچھ اور بھی سلگایا تھا، جبھی پپا کا سمجھایا ایڈریس ذہن سے نکل گیا، اس نے جھنجھلاتے انداز میں انہیں ایک ٹیکسٹ بھیجا تھا جس میں انہیں ایڈریس سمجھانے کا کہا گیا تھا، جواب میں انہوں نے کال کر لی، معاذ نے کال ڈس کنکٹ کر کے پھر ٹیکسٹ بھیجا۔

''جس شاہی سواری میں میں بیٹھا ہوا ہوں وہاں آپ کی آواز سننا میرے بس سے باہر کی بات ہے زندہ سلامت پہنچ جاؤں تو نفل ادا کر لیجیے گا ورنہ کفن دفن کا انتظام تو آپ کی ذمہ داری اور سردرد ہے۔'' وہ جتنا جھلایا ہوا تھا اسی لحاظ سے لمبا چوڑا میسج لکھا تھا جواب میں اگلے لمحے ان کا میسج موصول ہوا جس میں ایڈریس موجود تھا جو رکشہ رکوا کر اس نے ڈرائیور کو سمجھایا، پندرہ منٹ کے مزید روح فرسا ہلکوروں کے بعد بالآخر اسے منزل مقصود پہ پہنچا دیا گیا تھا، اس دوران تیسری مرتبہ اس کا سر بیک سیٹ کے اوپر لگے لوہے کے راڈ سے ٹکرا چکا تھا۔

''دو سو کرایہ نکالیں بابو جی!'' ڈرائیور کے مطالبے نے اس کا دماغ الٹا کے رکھ دیا۔

''واٹ دو سو دماغ سیٹ ہے تمہارا؟ ایک ہڈی شاید میری اپنی جگہ پہ رہنے دی ہو اس پہ یہ ستم۔''

''آپ نے خود ہی تو کہا تھا جتنا مانگو گے دوں گا اب مکر رہے ہیں، اونہہ چٹے کپڑے جہان خالی، شکل سے جتنے لین لارڈ لگتے ہیں دل اتنا ہی غریب ہے۔'' ڈرائیور بے حد بدمزاج تھا معاذ کی آنکھیں غم و غصے کی زیادتی سے دہک اٹھیں۔

''او کے پتے بدتمیزی کرتے ہو؟''

''دھیرج دھیرج معاذ بیٹا کیا ہو گیا ہے۔'' وہ ڈرائیور سے الجھ رہا تھا جب پپا نے آ کر مداخلت کی۔

''بڑے صاحب یہ بابو ہمارے رکشے میں بیٹھ کر آیا اور اب کرایہ دینے کی بجائے لڑتا ہے۔''

''کتنا کرایہ ہے تمہارا؟'' پپا نے پوچھا اور اس کی مطلوبہ رقم نکال کر ہاتھ پہ رکھ دی، معاذ تلملا کر رہ گیا تھا۔

''آؤ بیٹے بہت دیر کر دی۔'' انہوں نے مسکرا کر اسے بازو کے حصار میں لیا۔

''آپ نے بلوایا بھی تو کوہ قاف میں تھا۔'' وہ سر جھٹک کر برہمی سے بولا تو پپا مسکرا دیئے۔

''جس مقصد کے لئے بلایا ہے وہ تمہاری ساری کوفت دور کر دے گا۔''

''ایسا کون سا مقصد ہے؟'' وہ اطراف میں بکھرے سبزے اور اسی سبزے میں گھری اس پرانی طرز کی حویلی کو دیکھ رہا تھا کچھ نخوت سے بولا مگر پاپا جواب دیئے بنا اس کا ہاتھ تھامے حویلی کے داخلی دروازے سے اندر جا رہے تھے۔

☆☆☆

گرم پانی سے باتھ لینے کے بعد اس کی طبیعت پہ چھائی کسلمندی اور بے زاری بہت حد تک دور ہو گئی تھی، آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ بال بنا رہا تھا، جب دروازہ دھڑ سے کھلا اور پپا نے اندر قدم رکھا، بلیک جینز پہ وائیٹ شرٹ اور براؤن لیدر کی سلیولیس بہت ساری پاکٹس والی جیکٹ پہنے وہ اپنی وجاہتوں اور دلکش ساحرانہ نقوش کے ہمراہ بے حد جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا۔

''چائے یہیں منگواؤں یا منیب انکل کے ساتھ پیئو گے؟''

''آپ ان کے ساتھ پی لیں میں یہیں ٹھیک ہوں، ویسے پپا مجھے سمجھ نہیں آئی آپ نے مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے۔'' برش رکھ کر وہ ان کی جانب پلٹا تو آنکھوں میں الجھن کا رنگ گہرا تھا۔

''وہی بتانے آیا ہوں، یہ منیب انکل جو ہیں نا بہت بیمار ہیں، انہیں اپنی زندگی کا کچھ خاص بھروسہ نہیں رہا۔''

''او۔'' اس کی آنکھوں میں شرارتی مسکراہٹ مچلی، اسے زیادہ کی باتیں یاد آنے لگیں تھیں۔

''ان کی پوتی ہے بہت پیاری بچی ہے، ان کی خواہش ہے انکل کی زندگی میں وہ اپنے گھر کی ہو جائے، میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا تمہیں ویسے بھی شادی کی جلدی ہے نا۔'' انہوں نے اپنی بات کہی اور اسے دیکھنے لگے جو اس آخری بات پہ بری طرح سے اچھلا تھا۔

''کیا مطلب ہے پاپا؟ آپ نے میرے بارے میں کیوں سوچا، مائنڈ اٹ مجھے شادی کی جلدی ضرور ہے مگر میں کسی بھی انجان اور پینڈو لڑکی سے شادی کر لوں گا وہ بھی ترس کھا کر آپ نے یہ کیسے سوچ لیا؟'' اس کا تو جیسے غم و غصے کی زیادتی سے دماغ الٹ گیا تھا وہ اتنی ناگواری اتنی برہمی سے بولا تھا کہ پپا کچھ پل کو غیر یقینی اور تحیر سے ساکن رہ گئے۔

''وہ انجان ہے نہ پینڈو پڑھی لکھی باشعور اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے، خوبصورت بھی ہے، تمہارے ساتھ بہت جچے گی بیٹے۔'' انہوں نے تحمل اور نرمی سے سمجھانا چاہا مگر وہ جواباً تھے سے اکھڑنے لگا تھا۔

''آئی ایم ساری پپا آپ نے مجھے بہت غلط سمجھا میرے ذہن میں شریک سفر کے لئے ایک بہت اچھا تصور ہے، ویسے بھی آپ نے اس قربانی کے لئے مجھے ہی کیوں سوچا زیاد اور جج بھی تو ہیں، انہیں بھی کہہ سکتے تھے آپ۔'' اس نے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا تھا، یہ سوچ اس کا دماغ

ماؤف کو کافی تھی اس میں ایسی کیا خاصی تھی کہ پاپا نے کسی بھی راہ چلتی لڑکی سے اسے منسوب کرنا چاہا تھا۔

''زیاد تو ابھی پڑھ رہا ہے، جہان کے لئے ہم نے کچھ اور سوچا ہے پھر تم ہی رہ جاتے تھے۔''

''ہاں میں ہی رہ گیا تھا قربانی دینے کو، جہان کے لئے تو آپ نے بہت ہائی فائی سوچا ہوگا نا بہت چہیتا جو ہے وہ آپ کا، مگر ایک بات سن لیں پاپا آپ کے یہ جو مرتے ہوئے عزیز ہیں نا میں ان کی لمحاتی خوشی اور سکون کی خاطر خود کو عمر بھر کے لئے داؤ پہ نہیں لگا سکتا، آپ کو یہ سن کر جتنا بھی افسوس ہو مگر میں معذرت خواہ ہوں میں آپ کی اس خواہش کو پورا نہیں کر پاؤں گا۔'' بد لحاظی بد اخلاقی کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے بے اعتنائی کی حد کر دی تھی، اس کے تاثرات میں اتنی درشتی اور لہجے میں ایسی قطعیت تھی جس نے پپا کو غیر یقینی اور دکھ سے ساکت کر ڈالا تھا، معاذ نے ایک نظر ان کے سرخ چہرے کو دیکھا مگر سر جھٹک دیا اس پل ان سے ہمدردی گویا اپنی عمر بھر کا آزار گلے ڈال لینے والی بات تھی، جبھی وہ بے رخی سے آگے بڑھ کر اپنا بیگ ایک جھٹکے سے اٹھا کر پلٹا تھا۔

''میں جا رہا ہوں پاپا مجھے اس بات کا افسوس ہے میں آپ کی توقع پہ پورا نہیں اتر سکا، لیکن غلطی آپ کی ہے آپ کو مجھ سے ایسی بات کی توقع کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔'' اس نے تلخی سے کہا اور رخ پھیر لیا۔

''رکو معاذ!'' وہ چوکھٹ پہ تھم کر گردن موڑ کر انہیں دیکھنے لگا، جن کے چہرے پہ یکا یک گمبھیر سنجیدگی چھائی تھی۔

''تم نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے میرا اب بھی سن کر جاؤ، منیب انکل سے تمہیں کال کرنے سے قبل میں یہ وعدہ کر چکا تھا صرف یہی نہیں جب تم یہاں آئے تب میں تمہیں ان سے اسی حیثیت سے ملوا بھی چکا ہوں، تمہارے لئے کسی بات سے پیچھے ہٹ جانا عام سی بات ضرور ہوگی مگر میرے لئے یہ شرمندگی ہرگز قابل قبول نہیں ہے، تم یہ شادی نہیں کرنا چاہتے آف کورس میں تمہیں فورس بھی نہیں کر سکتا بائی گوڈ تمہاری بات چیت کے انداز اور لب و لہجے نے میری اس خوش فہمی کو بھاپ بنا کر اڑا دیا ہے جو اعتماد مجھے اپنی اولاد پہ تھا، اینی ویز تم میری بات نہیں مانو گے اور یہ طے ہے کہ میں اس خفت کے ساتھ منیب انکل کا سامنا نہیں کروں گا، ہمیں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے۔'' انہوں نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی پر رکھ لیا۔

''میری موت کے بعد آپ اپنی والدہ اور دیگر اہل خانہ کو میری موت کی وجہ نہ بھی بتانا بہر حال اطلاع ضرور پہنچا دینا۔'' ان کے لہجے میں نخوت اور بیگانگی کی بجائے بے بسی اور لاچاری تھی، معاذ سنائے کی زد میں گھرا اگر نگر انہیں دیکھتا رہ گیا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

پہلی قسط کا خلاصہ

یہ کہانی شاہ ہاؤس کے مکینوں کے گرد گھومتی ہے، معاذ بے حد صاف گو شوخ اور ہر قسم کے اظہار کے معاملے میں بے باک سمجھا جاتا ہے، دوسری جانب جہانگیر یعنی جہان ہے جس سے معاذ کی سب سے زیادہ بے تکلفی محبت اور دوستی کا رشتہ ہے مگر جہان ہر لحاظ سے اس کے برعکس ہے، سنجیدگی متانت اور گریز کے علاوہ ولحاظ اور فرمانبرداری اس کی شخصیت کے رنگ ہیں، وہ زینب شاہ کو دل کی تمام گہرائیوں سے چاہنے کے باوجود اظہار کرنے سے گریز اس کے انا ہی نہیں ٹھکرائے جانے کا انجانا سا خوف بھی ہے، زینب، تیمور خان کو پسند کرتی ہے مگر جہان کے دل کا راز جاننے کو بھی بے تاب نظر آیا کرتی ہے اس کا مقصد صرف جہان کی کمزوری کو پانا ہے۔

نوریہ، معاذ کی پھپھی زاد ہے اور معاذ سے محبت کرتی ہے اس کی اس راز سے زینب کو آگاہی ہوتی ہے تو وہ اسے معاذ سے اظہار پہ آسانی سے مگر نوریہ اس حق میں نہیں وہ مناسب وقت کی منتظر ہے جب معاذ خود اسے اس کی محبت سمیت قبول کرے۔

منیب الرحمن، احسان شاہ کے والد کے دوست ہیں جن کا تعلق پاکستان کے قیام سے پہلے سے بندھا ہوا ہے اکلوتے بیٹے اور بہو کی وفات کے بعد منیب الرحمن، نواب شاہ کے ایک دورافتادہ گاؤں میں اپنی پوتی کے ساتھ رہائش پذیر ہیں شدید بیماری کی حالت میں منیب الرحمن، احسان شاہ سے رابطہ کرتے ہیں اور پرنیاں کے لئے تشویش کا اظہار کرتے ہیں، احسان شاہ ان کی ان کی بات کا بھرم رکھتے ہوئے پرنیاں کا نکاح معاذ سے کرنا چاہتے ہیں مگر معاذ یہ سنتے ہی انکار کر دیتا۔

اب آپ آگے پڑھیے

دوسری قسط

اس کا دماغ صحیح معنوں میں بھک سے اڑ گیا تھا، اسے لگا تھا وہ اس کی بلیک میلنگ اور دھاندلی پہ اپنی جگہ سے حرکت تک کرنے کے قابل نہیں رہا ہے، مگر نہیں یہ غلط تھا اس کے احساسات جتنے بھی شاکڈ تھے مگر پپا کی حرکت نے اسے لمحے کے ہزارویں حصے میں حرکت کرنے اور پھر انہیں اس جذباتی ایکشن سے باز رکھنے پہ بھی اکسایا تھا، وہ بھی اس بلیک میلنگ میں قابو کرلیا گیا تھا، اس جیسا سرکش اور اتھرا ہوا گھوڑا جو اس سے پہلے کبھی کسی کے قابو میں نہیں آیا تھا۔

''ٹھیک ہے پپا میں آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں لیکن آپ اس طرح نہیں کریں گے۔'' ان کے ریوالور کی لبلبی پہ دھری انگلی کی سخت گرفت سے احتیاط سے ریوالور نکالتے ہوئے اس کے لہجے میں کتنی بے بسی کس درجہ شکست کا رنگ اترا تھا اس پہ دھیان دینے کی فرصت فی الحال پپا کے پاس نہیں تھی وہ تو گویا صرف اور صرف عہد کی پاسداری کے پابند تھے بس، اس کی بات سن کر انہوں نے قدرے چونک کر مگر بغور اسے دیکھا۔

''تم سچ کہہ رہے ہو؟'' ان کے لہجے میں جو ترنگ جو خوشی یکبارگی اتری اس نے معاذ کے ہونٹوں کو باہم سختی سے بھینچ ڈالا۔

''آپ کو یاد ہو تو میں کبھی جھوٹ اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا کرتا۔'' وہ تلخ اکھڑے ہوئے تیز لہجے میں جھلا کر بولا تھا، مگر پپا اس کے انداز و لہجے پہ توجہ دیئے بنا اسے کھینچ کر اپنے گلے سے لگا کر بے تحاشا چوم کر بولے تھے۔

''آئی ایم شیور تم بہت خوش رہو گے۔'' اور ان کی بات کے جواب میں معاذ کے اندر دوڑتا زہر کچھ اور بھی بڑھنے لگا تھا۔

☆☆☆

ذرا پانے کی چاہت میں
بہت کچھ چھوٹ جاتا ہے
نہ جانے صبر کا دھاگہ
کہاں پر ٹوٹ جاتا ہے
کسے ہمراہی کہتے ہو؟ یہاں تو اپنا سایہ بھی
کہیں پر ساتھ رہتا ہے کہیں پر روٹھ جاتا ہے
عجب شے ہے یہ رشتہ بھی
بہت مضبوط لگتا ہے
ذرا سی بھول سے لیکن بھروسہ ٹوٹ جاتا ہے

نکاح رات کے دوسرے حصے میں خاموشی اور سادگی سے کیا گیا تھا اور اگلی صبح وہ منہ اندھیرے ہی روانہ ہو گیا تھا، پپا نے حالانکہ اسے روکنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ ان سنی کیئے نکل آیا دل و دماغ میں جیسے کوئی الاؤ دہک اٹھے تھے، اس کا بس چلتا تو رات کو ہی اس منحوس حویلی سے بھاگ جاتا جس نے اسے بے بسی اور بے وقعتی کے ایسے احساس سے دوچار کیا تھا کہ وہ جیسے سرتاپا جل اٹھا تھا، دوران سفر بھی وہ کلستا اور سلگتا آیا تھا، اگرچہ پپا نے نکاح سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اسے فریق ثانی سے ملوانے کی کوشش کی تھی مگر وہ ہرگز بھی آمادہ نہیں ہوا تھا، گاؤں کی جاہل گنوار لڑکیاں اسے کبھی بھی اچھی نہیں لگا کرتی تھیں اور ستم ظریفی یہ کہ اس کا نصیب انہی میں سے کسی

ایک لڑکی سے پھوڑ دیا گیا تھا، دل اتنا بھرایا ہوا تھا کہ خودکشی کو مچل رہا تھا، کوئی تک تھی بھلا؟ شہر کی ایک سے ایک مالدار طرحدار اور فیشن ایبل حسین لڑکیاں اس کی پرکشش وجیہہ پرسنالٹی کی وجہ سے اس کی جانب متوجہ ہوتی رہی تھیں مگر اس نے کبھی کسی کو ایک حد سے زیادہ لفٹ نہیں دی تھی اور اس کے ساتھ جسے منسوب کیا تھا وہ... ؟ اس کا سر کوفت اور تپش سے پھٹنے لگا، جی چاہا ہر شے کو بھسم کر ڈالے۔

''بھائی! پپا کہاں ہیں؟ آپ اکیلے آئے ہیں؟'' کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو کر وہ ناک کی سیدھ میں اپنے کمرے کی جانب آندھی طوفان کی طرح سے بڑھ رہا تھا جب ماریہ جانے کہاں سے نکل کر اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوئی اور گویا اپنی شامت کو آواز دی، معاذ نے اس ناگوار مداخلت پہ قہربار نظروں سے اسے محض ایک نظر گھورا تھا اور پیر پٹختا ہوا آگے بڑھ گیا، ماریہ کی تو گویا روح فنا ہوئی تھی، وہ اپنے کمرے میں گھسا تو پیچھے دروازہ اتنی زوردار آواز سے بند کیا کہ آواز کی بازگشت پورے گھر میں گونجی تھی۔

''یا الٰہی خیر! کیا زلزلہ آ گیا ہے؟'' زینب کچن سے نکل کر بھاگ آئی، سوال سہمی ہوئی ماریہ سے ہوا تھا۔

''زلزلہ نہیں معاذ بھائی آئے ہیں، پتہ نہیں کیوں موڈ بے حد خراب لگ رہا تھا میں تو صرف پپا کا پوچھا جواباً ایسی نظروں سے گھورا کہ مجھے لگا مر جاؤں گی ابھی۔'' وہ منمنا کر کہہ رہی تھی، زینب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''تم بھی ہمیشہ گدھی رہنا، موڈ دیکھ کر بات کیا کرو نا، موصوف تو گاؤں گئے تھے نا، پپا نے بلوایا تھا، کوئی بات مزاج برہم کر گئی ہو گی شہنشاہ جذبات کا، خیر تم فکر مت کرو، شام تک ٹھیک ہو جائیں گے۔'' زینب نے اسے تسلی دے کر رخصت کیا اور خود کچن میں آ گئی، مگر شام تو کیا رات تک بھی معاذ کا موڈ بحال نہیں ہوا نہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا تب ... کو فکر لاحق ہوئی تھی، پہلے زینب پھر مما بھی جا کے وجہ پوچھتی رہیں مگر بند کمرے کے اندر سے ... کی آواز تو آتی رہی مگر اس نے کسی بات کا جواب دینا گوارا نہیں کیا تھا ایسا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا مما کے ساتھ ماما جان کی تشویش بھی یکلخت بڑھ گئی۔

''معاذ بیٹے کیا ہوا ہے، موڈ کیوں آف ہے کچھ بتائیں تو؟'' ماما جان ... آ کر دروازہ بجایا تھا ساتھ منت سماجت بھی شروع کی۔

''مجھ سے نہیں اپنے دیور صاحب سے پوچھیں کیا چاند چڑھانے ہیں انہوں نے وہاں گاؤں میں۔'' اس کے جلے کٹے جواب پہ جہاں مما جان کا منہ کھلا مما کا ہاتھ بے ساختہ ہول اٹھنے والے انداز میں دل تھام کے رہ گیا۔

''بچے کیا واہی تباہی ... رہے ہو؟ ... میں کیا سمجھ آ... دروازہ کھولو ڈھنگ سے بات کرو۔'' ماما جان نے کس قدر خفگی اور تحکم سے کہا تھا کچھ توقف ... چٹخنی گرا دی گئی تھی البتہ دروازہ وا پھر نہیں کیا گیا تو وجہ مما جان کے حکم کی تعمیل کے ساتھ اپنی ناراضگی کا اظہار بھی ضروری سمجھا گیا تھا، مما نے تیزی سے دروازہ دھکیلا تو پہلے قدم پہ ہی چکرا کر رہ گئیں ... کمرے میں سگریٹ کے دھوئیں کا غبار اور ... پھیلی ہوئی تھی، وہ بے ساختہ کھانسنے لگیں اور سرعت سے پہلے پورا دروازہ کھولا پھر آگے بڑھ کر پردے ہٹا کر کھڑکیاں کھولنے لگیں، اس کام سے فراغت کے بعد پلٹیں تو

ایک پل کو ششدر رہ گئیں۔

ہمیشہ کی طرح اس نے اپنا غصہ کمرے کی اشیاء پر نکالا تھا، کرسٹل واز کارپٹ پہ کرچیوں کی صورت ڈریسنگ کے آئینے کے ساتھ بکھرے پڑے تھے، وارڈروب کے دونوں پٹ کھلے تھے اور کپڑے بے ترتیب ہو کر کچھ لٹک رہے تھے کچھ فرش پر بے ترتیب پڑے تھے دیگر ساماں اشیاء کا بھی حال اس سے مختلف نہیں تھا۔

''معاذ بیٹے اب آپ بچے نہیں رہے ہیں، کب چھوڑیں گے اپنی یہ حرکتیں؟'' مما کے لہجے میں ملال نہیں بے بسی تھی، وہ ہونٹ بھینچے کھڑا رہا، روٹھا روٹھا اکھڑا اکھڑا سا، مما جان کو وہ ایسے پہ بے ساختہ پیار آنے لگا۔

''یہ سوال آپ مجھ سے کرنے کی بجائے اپنے شوہر نامدار سے کریں، وہ کسی فلم کے ہیرو نہیں ہیں مگر حرکتیں......''

''معاذ!...... واٹ نان سینس۔'' مما نے زور سے ڈانٹا مگر وہ خائف نہیں ہوا۔

''جو انہوں نے کیا وہ کس سینس میں ٹھیک کیا؟'' وہ بھڑک اٹھا تھا۔

''کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ میں بھی؟'' ان کے سوال نے معاذ کا چہرا پھر غصے کی زیادتی سے سرخ کر دیا۔

''یہ آپ انہی سے پوچھیں ان کے کارنامے میں کیوں بتانے لگا۔'' وہ کس قدر بدتمیزی اور نروٹھے پن سے بولا تو اب کی بار مما جان نے اسے جھڑک دیا تھا۔

''یہ آپ احسان کے لئے کون سا لہجہ اور انداز استعمال کر رہے ہیں بات کرنے کے لئے معاذ! باپ ہیں وہ آپ کے۔'' ان کے لہجے کی سخت تنبیہ نے معاذ کا خراب موڈ کچھ اور خراب کر دیا تھا۔

''جو انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے اس پہ میں انہیں کبھی معاف نہیں کر سکتا یہ آپ انہیں اچھی طرح سے سمجھا دیجئے گا اور وہ جوان کی بہت چہیتی محترمہ ہیں نا اسے تو ساری عمر کے لئے سبق سکھاؤں گا ایسا کہ یاد کرے گی، ساری زندگی شکل نہیں دیکھوں گا اس کی، آئے بڑے، میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔'' وہ تنک کر بولتا چلا گیا تھا اور جو الفاظ منہ سے نکالے تھے انہوں نے مما اور ماما جان کی الجھن تو بڑھائی ساتھ میں زینب دمار یہ سے صورت حال جان کر اسی سمت آتے جہان کے قدموں کو بھی جکڑ لیا، تینوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ اور استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا تھا پھر مما جان اٹھ کر اس کی جانب آئی تھیں۔

''معاذ بیٹے کس کی بات کر رہے ہیں، کس کی شکل نہیں دیکھیں گے؟ وہاں گاؤں میں کیا ہوا ہے آپ کے ساتھ؟'' اب کی مرتبہ ان کا لہجہ متعدل نرم اور پیار بھرا تھا، معاذ نے یونہی تنے ہوئے نقوش سمیت چہرے کا رخ ان کی جانب پھیرا اور پرتپش لہجے میں بولا تھا۔

''آپ کو میرا لہجہ میرا انداز گستاخانہ لگ رہا ہے نا، مگر آپ کو پتہ چلے کہ پپا نے میرے ساتھ کیا کیا ہے تو......؟'' اس نے ایک بار پھر بات ادھوری چھوڑی اور تپتی تپی سانس کھینچ کر جیسے سر جھٹکا اس انداز نے ان تینوں کو کچھ فکر مند کچھ ہراساں کر ڈالا۔

''تم بولتے کیوں نہیں یار کیا ہوا ہے؟ کیوں پریشان کر رہے ہو؟'' جہان نے کس قدر خفگی سے کہا تو وہ جیسے آگے سے پھٹ پڑا۔

''میں پریشان کر رہا ہوں اور جو مجھے پریشان کیا گیا، بلکہ بلیک میل کیا گیا وہ......؟''

''وجہ بھی بتاؤ گے یار کے نہیں ہمیں الہام تو ہونے سے رہا ہے۔'' جہان نے چڑ کر جواب دیا تھا۔

''انہوں نے دھوکے سے مجھے وہاں بلوایا اور باقاعدہ گن پوائنٹ پر اپنی کسی عزیزہ سے میرا نکاح پڑھوا دیا ہے، جاہل گنوار سی کسی خاتون سے، سن لیا تم نے؟ آ گیا یقین کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں باقاعدہ گن پوائنٹ پہ۔'' وہ باقاعدہ پھنکارا تھا ایک ایک لفظ پہ زور دے کر جبکہ جہان جیسا سیلف کنٹرولڈ آدمی بھی اس انکشاف پہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا، مما اور ماما جان کی تو باقاعدہ سنانے میں آ گئی تھیں۔

☆☆☆

دل پہ ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود سے بچھڑتے دیکھا
اس کو سوچا تو ہر سوچ میں خوشبو اتری
اس کو لکھا تو ہر لفظ مہکتے دیکھا
یاد آ جائے تو قابو نہیں رہتا دل پر
ورنہ دنیا نے بھی ہم کو تڑپتے دیکھا
اس کی صورت کو فقط آنکھ نہیں ترسی ہے
راستوں کو بھی اس کی یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لئے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات کہ اس نے نہیں مڑ کے دیکھا

اس کے کمرے میں قبر جیسا گہرا اندھیرا تھا اور ویسا ہی سناٹا اور سناٹے میں اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں گونجتی تھیں اور کمرے کے درو دیوار سے لپٹ جاتی تھیں معا دروازہ آہستگی سے کھلا اور روشنی کی بڑھتی ہوئی درز نے کمرے کی تاریکی کو نگل لیا۔

''نوری...... نوریہ......'' زینب نے آہستگی سے پکارا پھر پہلے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مار کر لائیٹ آن کی پھر اپنے پیچھے دروازہ بند کرتی اس کے پاس چلی آئی، نوریہ کی پوزیشن میں فرق نہیں آیا تھا البتہ سسکیاں تھم گئی تھیں، زینب نے اپنا سبک گداز ہاتھ اس کے کاندھے پہ ہمدردی کے انداز میں رکھا البتہ اسے قطعی سمجھ نہیں آئی تھی کہ نوریہ سے کیا کہنا چاہیے وہ اسی شش و پنج کا شکار تھی جب نوریہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی اور اس کے کاندھے سے لگ کر بے ساختہ و بے اختیار رو دی چلی گئی، زینب پہلے بوکھلائی پھر آہستگی سے اسے تھپکنے لگی تھی۔

''یہ کیا ہو گیا زینی؟ یہ میری محبت پہ کیسا سانحہ آ کر گزر گیا ہے، ابھی تو میں اس کے رنگوں سے آشنائی بھی حاصل نہیں کر پائی تھی ابھی تو کسی ایک خوشی سے بھی اپنے دل کی کلی کو مہکتے نہیں دیکھا تھا زینی میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا آخر؟''

کیسی کربنا کی کیسی ہوک تھی اس کی آہ و بکا میں زینب اچھی خاصی مضبوط دل کی مالک ہونے کے باوجود خود کو اس کے دکھ کے آگے ہارتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

''پتہ نہیں پپا کو کیا سوجھی ہے یار، بھلا اس طرح بھی شادیاں ہوا کرتی ہیں آج کل، فریقین

کی پسند اور رضامندی کتنی ضروری ہے یہ بات انہیں کون سمجھائے، خیر تم فکر نہ کرو میں تمہیں یہی بتانے آئی ہوں کہ بھائی پپا کے اس فیصلے سے بالکل بھی خوش نہیں ہیں اور انہوں نے باقاعدہ اعلان کیا ہے کہ وہ اس لڑکی کو بیوی کی حیثیت سے کبھی قبول نہیں کریں گے۔'' اس کی تسلی و دلاسے نے نوریہ کے چہرے پہ اضمحلال کے ساتھ بے بسی بھی بکھیر دی جسے زینب نے واضح محسوس کیا اور پھر تسلی کے انداز میں بولی تھی۔

''تمہارے لئے ابھی سارے رستے بند نہیں ہوئے ہیں نوری! جب بھائی کی دلچسپی نہیں تو سمجھ لو اس رشتے کی اہمیت صفر ہے، وہ کیا کہتے ہیں کہ جو پپا من بھائے وہی سہاگن، رات پپا آئے تو ایک بار پھر ہنگامہ اٹھا تھا بھائی تو گھر سے بھاگ رہے تھے مما اور ماما جان نے بیچ میں پڑ کے معاملہ سنبھالا، پپا کی اتنے بڑے ایکشن کے بعد کی خاموشی حیران کن ہے، اینی ویز میں پھر تمہیں کہوں گی ہرٹ مت ہوا بھی کچھ بھی طے نہیں ہوا، بھائی ہرگز خوش نہیں ہیں اور ان کی ناپسندیدگی تمہاری خوشی کا باعث ہونا چاہیے، اب بس ہمت سے کام لینا اور معاذ بھائی سے اپنی پسندیدگی کا اظہار ضرور کر دینا۔'' زینب نے اپنی بات مکمل کر کے اس کے تاثرات جانچے تو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اس کے چہرے پہ ہنوز حزن و ملال کے رنگ تھے۔

''یار کیا ٹینشن ہے، موڈ تو ٹھیک کر دو نا اپنا۔''

''میں بے حس ہوں نہ خود غرض زینی کہ کسی کی بربادی کو اپنی آبادی کا ذریعہ جان کر خوش ہو لوں گی۔'' اس کا جواب کم از کم زینب کو اوٹ پٹانگ ہی لگا تھا اس نے گھور کر نوریہ کو دیکھا تھا۔

''دماغ درست ہے تمہارا؟ کیا بکتی رہی ہو؟''

''زینی وہ بھی ایک عورت ہے، میرے اور تمہارے جیسی جس کی زندگی کے فیصلے بنائے اور بگاڑے جا رہے ہیں، کیا وہ احساسات اور جذبات نہیں رکھتی ہو گی؟'' اس نے عجب سی نظروں سے جواباً نوریہ کو دیکھا یوں جیسے اس کا دماغ پھر گیا ہو۔

''تم معاذ بھائی کی منکوحہ کی بات کر رہی ہو؟ تمہیں خود اپنے آپ سے زیادہ اس سے ہمدردی ہے؟'' زینب کا لہجہ و انداز پھنکار ڈالنے والا تھا، نوریہ نے سر جھکا لیا۔

''تمہیں معاذ بھائی سے محبت کی تھی نوری؟'' زینب کا لہجہ اب کی مرتبہ بے حد کڑا اور تمسخر اڑانے والا تھا، نوریہ کا دل بھرانے لگا۔

''محبت کا یہ مطلب تو نہیں ہے زینی کہ میں اخلاقیات و اقدار کا خون کر دوں اپنی نسوانیت کا وقار کھو دوں، کیا چاہتی ہو تم؟''

''اس میں اخلاقیات اقدار اور نسوانیت کدھر سے آ گھسی ہیں؟''

''انہیں ہمیشہ ہر معاملے میں ہمیں ساتھ رکھنا ہوتا ہے انہیں کھو کر ہم اپنے آپ کو پستیوں میں گرا دیتے ہیں زینی پھر دوسری اہم بات یہ میں نے کہا نہ میں بے حس نہیں ہوں اور نہ میں اتنی بولڈ ہوں کہ یوں محبتوں کے اظہار کرتی پھروں، میں ایک مشرقی لڑکی ہوں جو اپنی محبت کا خون تو اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے مگر اپنے وقار اور نسوانی پندار کی قربانی کسی صورت بھی دینے پہ آمادہ نہیں ہو گی۔'' اس کا لہجہ اتنا مضبوط تھا کہ اس میں کسی قسم کی گنجائش نہ پا کے زینب جھنجھلا کر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''بھاڑ میں جاؤ تم اپنی ان کتابی باتوں کے ساتھ، اونہہ۔'' وہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی تو

نوریہ نے گال پہ لڑھک آنے والے آنسوؤں کو آہستگی سے رگڑ کر صاف کر دیا تھا اور نڈھال سے انداز میں پھر تکیے میں منہ گھسا لیا، ابھی اسے اور بہت سارا رونا تھا ابھی اسے بہت محنت کرنا تھی خود کو پھر سے جوڑنے میں۔

☆☆☆

معاذ کے تمام تر واویلے اور احتجاج و غصے کے باوجود شاہ ہاؤس میں اس کے نکاح کی اس سنسنی خیز خبر نے یکا یک ایک ہلچل سی مچا کے رکھ دی تھی، پرنیاں کے بارے میں باقاعدہ قیاس آرائیاں ہوئی تھیں اور دبے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا گیا تھا جس پہ پپا سمیت کسی بزرگ نے دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

''نام تو بہت یونیک ہے، ہو سکتا ہے وہ خود بھی پیاری ہوں۔'' یہ بات ماریہ نے کہی تھی جو بے حد ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی یہ سب جان کر۔

''ویسے حیرانی کی بات ہے پپا بھائی کی ضد ہٹ دھرمی سے اچھی طرح آگاہ تھے اس کے باوجود انہوں نے ان کے لئے ایسا سوچا جبکہ اس گھر میں ان کے علاوہ بھی دو اور لڑکے شادی کے قابل تھے۔'' زیاد کی بات پہ جہان نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

''کہیں تمہیں اپنا چانس مس ہو جانے کا افسوس تو نہیں؟''

''ایسا تب ہوتا اگر جو ہمارا دل کسی اور مہ رخ کا اسیر نہ ہو چکا ہوتا۔'' زیاد ہنسنے لگا۔

''ہر وقت تو شادی کے لئے مرے جاتے تھے بس اسی لئے پپا نے ان کا نام سوچا ہو گا۔'' زینب کی رائے مضبوط تھی۔

''پپا جتنے پرسکون ہیں حیرت ہوتی ہے، انہیں بھائی کی ناراضگی کی پرواہ تک نہیں۔'' زینب کو پتہ نہیں کیوں غصہ چڑھ رہا تھا۔

''چند دنوں میں ہمارے بزرگ پھر معاذ کے سسرال جا رہے ہیں۔'' اسماء بھابھی کی اس قدر اہم اطلاع پہ حاضرین اپنی اپنی جگہ اچھل پڑے۔

''واٹ؟ کس سلسلے میں؟'' جہان نے ٹھٹھک کر یہ سوال بھابھی سے کیا تھا، اس کے لہجے میں واضح تشویش تھی۔

''یہ تو مجھے نہیں پتہ مگر جب میں چائے لے کر گئی پپا جان مما سے کہہ رہے تھے، ماما جان اور چاچو بھی وہیں تھے، باقی بات رات کو تمہارے بھائی سے پتہ چلے گی، اس میٹنگ کا وہ بھی حصہ تھے۔'' بھابھی کی اگلی بات نے ینگ جنریشن میں کھلبلی مچا دی۔

''لیکن اسے لگام کون ڈالے گا، وہ تو اتھرا ہوا گھوڑا بنا ہوا ہے۔'' جہان نے کس قدر فکر مندی سے خود کلامی کی تھی۔

''مجھے تو خود یہ جلد بازی لگ رہی ہے، معاذ کا موڈ پہلے ہی ابھی تک بگڑا ہوا ہے۔''

''اچھا تھا وہ گھر سے دوڑ جاتے۔'' زینب نے پھر کلس کر کہا تھا جہان نے بہت چونک کر اسے دیکھا اس کے چہرے پہ دبی دبی سی غصہ تھا نخوت تھا۔

''تم چپ رہو زینب، ابھی تم اپنے بڑوں سے زیادہ عقل مند نہیں ہوئیں اور معاذ بھائی کتنے جذباتی ہیں یہ سب جانتے ہیں، پپا بتا رہے تھے انہوں نے انہیں بھابھی سے ملنے انہیں دیکھنے کی آفر کی تھی، نکاح سے پہلے بھی بعد میں بھی، مگر یہ مانے نہیں۔'' زیاد نے جھڑک کر کہا۔

''صرف دیکھنے کی آفر تھی نا، دیکھنے کے بعد ریجیکٹ کرنے کی تو نہیں، جب فیصلہ ہی مانا جانا تھا تو اس بات کی اہمیت صفر ہو جاتی ہے کہ ملا اور دیکھا جائے یا نہیں۔'' زینب نے جواباً خائف ہوتے بنا ترخ کر کہا تھا، اس کا انداز کچھ ایسا غیر معمولی تھا کہ سب ہی اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

''آخر پپا نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔ انہیں بھی اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ بھائی صاحب اس فیملی کے سب سے وجیہہ اور شاندار آدمی ہیں آف کورس انہوں نے ان کے لیے شریک حیات کا انتخاب بھی اسی معیار کے لحاظ سے کیا ہوگا۔ ملنے یا دیکھ لینے میں حرج بھی نہیں تھا کم از کم معاملہ کلیئر تو ہوا ہوتا۔'' ابن زیاد اپنی بات پر اڑا ہوا تھا مگر زینب کے تاثرات میں تبدیلی نہیں آئی۔

''آپ ان کی اتنی فیور کیوں کر رہے ہیں آخر؟'' وہ بری طرح جھلا اٹھی تھی اب کے۔ اس بات سے بے نیاز کہ جہان بہت خاموش مگر گہری نظروں سے مسلسل اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

''اور تم مجھے بتاؤ تم آخر پپا کے اس فیصلے کی اتنی مخالفت کیوں کر رہی ہو؟'' ابن زیادہ کے سوال پر وہ ذرا سا گڑبڑائی۔

''اس لیے کہ کل اسی طرح پپا کسی اور پہ بھی اپنا فیصلہ مسلط کر سکتے ہیں۔''

''ڈونٹ وری سسٹر، مجھ پر یا جہان پر یہ ستم اگر وہ توڑیں گے بھی نا تو ہم معاذ بھائی کی طرح کاری ایکشن نہیں دیں گے پرامس! اب تم زبردست قسم کی چائے تو بنا لاؤ۔'' زیاد نے نرمی اور سبھاؤ سے اس کا دھیان بٹانا چاہا تھا وہ ہونٹ بھینچ کر اٹھی تو جہان نے نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔ جانے کیوں جہان کے اندر زینب کی اس تکرار نے ایک تفکر ایک بے چینی بھر دی تھی جیسے وہ معاذ کے لئے انہیں خود اپنے لیے کوئی جنگ لڑ رہی ہو۔

☆☆☆

اندھیری رات کے لمحے شمار ہونے تک
تجھے ہی سوچتا ہوں صبح سے شام ہونے تک
میں ایسا جسم ہوں جس کی روح بھی تو ہے
اندھیری رات ہوں میں تیرے نام ہونے تک
تیری آواز نہ سن لوں تو دل نہیں لگتا
تڑپتا رہتا ہوں تجھ سے ہمکلام ہونے تک
تیری نظر کی قیمت یہ بک رہا ہے کوئی
اسے خرید لے تو مہنگے دام ہونے تک
عشق کی آگ جو سینے میں لگا بیٹھے ہیں
سلگتی رہتی ہے یہ نیندیں حرام ہونے تک

وہ اندر آئی تو اس کے سیل فون کی اسکرین پر تاریک کمرے میں بلنک کر رہی تھی۔ میسج ٹون تھی اس نے لپک کر بیڈ سے سیل فون اٹھایا۔ تیمور خان کا میسج تھا بہت خوبصورت شاعری کو اظہار کا ذریعہ بنایا گیا تھا جسے پڑھتے وہ مچل جانے والی مسکان سے بے خبر نہیں تھی، ابھی نظم پوری بامشکل پڑھ پائی تھی تبھی تیمور کی کال پھر سے آ گے لگی۔ زینب نے گردن موڑ کر بند دروازے کو دیکھا پھر

مطمئن ہو کر بیڈ پر نیم دراز ہوتے کال پک کر لی تھی۔

''کہاں تھیں آپ؟ بہت انتظار کرانے لگی ہیں۔'' تیمور خان کا بے تاب مچلتا ہوا لہجہ زینب کو یاد کرا رہا تھا وہ اسکے لیے کتنی اہم کتنی خاص ہے۔ وہ آہستگی سے ہنس دی جلترنگ بجاتی ہوئی دلکش ہنسی نے فون کے ذریعے تیمور خان کی سماعتوں میں رس گھولا اور وہ کچھ اور بھی بے چین ہونے لگا۔

''زینی آئی مس یو یار۔''

''تو کرتے رہیں مس میں کیا کروں؟'' وہ ٹھنک کر بے نیازی سے بولی اور تیمور خان خفا ہونے لگا تھا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا زینب شاہ یہ سچ ہے میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بتاؤ کب اپنی فیملی کو تمہارے ہاں بھیجوں؟''

''اتنی جلدی کیا ہے آخر؟'' وہ اسے جان کر ستاتی اور حظ کیا کرتی اس سے اسے اندازہ ہوتا وہ تیمور کے لیے کتنی اہم ہے اور یہ احساس بہت دلنشین لگا کرتا تھا اسے وہ ایسی ہی تھی تھوڑی بے حس اور بہت زیادہ خود پسند۔

''میں نے کہا ناں میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہارے سپنوں اور تصور سے خود کو بہلاتے تھک گیا ہوں۔'' تیمور خان کی آواز میں خفت سی جھنجھلاہٹ اتر آئی تھی۔ وہ پہاڑوں کا بیٹا تھا۔ ویسا ہی سنگلاخ بلند و بالا اور مضبوط۔ جانے زینب کے آگے کیونکر پگھل گیا تھا کچھ اس طرح کہ موم بن کر قدموں میں ڈھیر ہوا جاتا تھا۔ زینب اس کی وجاہت خوبروئی سے زیادہ اس کے بیک گراؤنڈ اس کے شاہانہ طرز زندگی سے متاثر ہوئی تھی۔ زرلالے اس کی یونیورسٹی فیلو اور دوست تھی۔ تیمور خان اس کا بھائی تھا۔ وہ اکثر زرلالے کو کالج ملنے آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ زینب کی بھی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ زرلالے کے ساتھ تیمور خان تو جیسے دیوانہ ہوا تھا۔ وہ اپنی شخصیت کی طرح تھا زور آور اور دھانسو مزاج رکھنے والا، سرکش اور بے نیاز مگر زینب کے نخرے اور بے نیازی نے اسے چاروں شانے چت گرا دیا تھا۔

''ایسا کیا جادو کر دیا ہے لالہ پہ وہ پاگل ہو رہے ہیں تمہارے لیے۔'' زرلے نے جب پہلی بار یہ بات کہی تو زینب نے ہنس کر ٹال دیا تھا مگر تیمور خان کی جب آمد و رفت زرلالے سے ملنے کے بہانے کالج بڑھی تب زینب کو اس کی بات کا یقین کرنا پڑا کہ تیمور خان کی بولتی بہت کچھ کہتی آنکھوں میں جتنے بھی بے لگام اور بے باک جذبے تھے سب پہ زینب کو اپنا نام لکھا ہوا نظر آتا تھا۔

زینب نے آسانی سے اس کی محبت کو قبول نہیں کیا تھا دل ہی دل میں پوری طرح اس سے متاثر ہونے کے باوجود اس نے اسے اپنی فطرت اور مزاج کے مطابق خوب ترسایا تھا خوب تڑپایا تھا تب جا کے اسے قبولیت کی سند بخشی تھی۔ تیمور خان اس سے شادی کو اتاؤلا ہوا جا رہا تھا جبکہ زینب کو یہاں بھی کوئی جلدی نہیں تھی۔

دوسری طرف جہان تھا تیمور خان سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا بلکہ وجاہت، قابلیت اور تعلیم میں وہ تیمور سے ہر لحاظ سے بہتر تھا۔ البتہ تیموران کی وسیع جائیداد اور اراضی کے سامنے وہ اپنی مالی حیثیت میں خود مات کھا جاتا تھا۔ زینب کو بارہا مرتبہ لگا تھا جہاں اس میں انوالو ہے اور اس نے اس راز کو اگلوانے اور اس کی کرید کی کوشش بھی کی تھی مگر جہان کی ثابت قدمی کے باعث وہ ابھی تک

اس کے دل کے راز سے آگاہی حاصل کرنے میں ناکام رہی تھی اور بہت جھنجلائی ہوئی بھی۔ اس کی انا کی تسکین اس میں تھی کہ جہان بھی تیمور کی طرح سے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے مگر جہان نے اپنی یہ کمزوری اسے نہ دے کر گویا اسے جھنجلاہٹ کا شکار کر دیا تھا۔ اس کا مقصد صرف جہان کی کمزوری حاصل کرنا تھا ورنہ حقیقت یہی تھی کہ جہان اور تیمور دونوں میں سے اس کا انتخاب تیمور خان ہی ٹھہرتا۔ اسے تیمور خان سے زیادہ تیمور کے شاہانہ طرز زندگی کی ضرورت تھی۔ وہ جذباتی اور بے وقوف لڑکی نہیں تھی کہ محبت جیسی خرافات میں پڑ کر سارز زندگی خاندان میں سڑ لے۔

''زینب شاہ آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟'' وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔ تیمور خان کی آواز پہ فون کر متوجہ ہوئی اور ٹھنڈا سانس کھینچا۔

''تیمور پلیز ہمارے گھر میں کچھ کرائسس پہلے سے چل رہا ہے یہ موقع بالکل مناسب نہیں ہے بات کرنے کے لیے۔'' اس نے رسانیت سے کہا تھا۔

''کیا کرائسس ہیں؟'' تیمور خان کے سوال پر اس نے مختصراً معاذ والا معاملہ اسے بتا دیا۔

''ٹھیک ہے شلالے کی شادی ہو رہی ہے نا ایک ڈیڑھ مہینے میں میں چاہتا تھا ہمارا بھی کوئی معاملہ ساتھ کلیئر ہو جاتا نکاح رخصتی نہ سہی۔ منگنی ہی سہی مگر خیر............''

''ابھی میں پڑھ رہی ہوں تیمور مجھے تعلیم تو مکمل کرنے دیں کم از کم ماسٹرز۔'' وہ بسوری تو تیمور چونکا۔

''یعنی دو تین سال مزید.......... ہرگز نہیں میں اتنا صبر کبھی نہیں کر سکتا۔'' اس کے لہجے میں جتنی بے صبری تھی اس نے زینب کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

''تم شادی پر ضرور آؤ گی زینی۔''

''کس کی شادی پر؟'' اس نے دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

''شلالے کی شادی پر میری تو ظاہر ہے تمہارے بغیر ہو گی نہیں۔'' وہ جھنجلا کر بولا تو زینب ہنسنے لگی تھی۔

''وقت آنے پر بتاؤں گی نہ۔''

''تمہیں آنا ہوگا زینب شاہ میں تمہیں اپنی فیملی سے ملواؤں گا۔''

''جی بہتر۔'' اس نے آہستگی سے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا کہ اس کے کمرے میں دروازہ کسی نے ناک کیا تھا۔ اس نے سیل فون تکیے کے نیچے کھسکاتے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا ماریہ تھی۔

''بجو، مما بلا رہی ہیں آپ کو۔''

''جی مما۔'' وہ اٹھ کر ان کے کمرے میں آئی تو انہیں عجلت میں بیگ میں چند جوڑے رکھتے دیکھ کر حیران ہوئی۔

''خیریت مما آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟''

''ہاں بیٹے ہمیں گاؤں جانا ہے آپ ذرا اپنی مما جان اور پاپا جان کے چند جوڑے تو بیگ میں ڈال کر ان کی تیاری کرا دیں۔'' وہ یونہی مصروف رہ کر نرمی سے بولی تو زینب کی الجھن کچھ اور بھی بڑھنے لگی۔

''کون سے گاؤں؟ اور یہ کیا افتاد آ پڑی کہ آپ چاروں اکھٹے ہی بھاگم بھاگ جا رہے ہیں۔'' وہ اپنی عادت کے مطابق جلدی غصے میں آ گئی تھی۔

''بیٹے منیب انکل کا انتقال ہو گیا ہے جانا تو پڑے گا اتنا قریبی رشتہ ہے۔''

''کون منیب انکل؟ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑ رہا۔''

''معاذ کے دادا سسر۔'' مما کے جواب نے اسے ساکن کر دیا۔ یہ بات تو بہرحال وہ بھی جان گئی تھی کہ پرنیاں کا دادا ایک ہی دنیا میں رشتہ تھا اور وہ اس کے دادا کا تھا۔ وہ کچھ لمحوں کو بولنے کے قابل نہیں رہی۔

''اب پرنیاں کا کیا ہوگا مما؟ وہ اکیلی کیسے رہیں گی؟'' اس کا سوال بے ساختہ اور فطری تھا البتہ تشویش سے عاری تھا۔

''اللہ ہر کسی کا مالک ہے بیٹے سب سے بہتر سبب پیدا فرمانے والا وہی ہے خدا نے ایک رشتہ لینے سے پہلے کتنے نئے رشتے بچی کو عطا فرمائے ہیں۔''

''آپ کا مطلب اب وہ یہاں آئیں گی گھر بھائی.........!''

''اسے بھی سنبھال لیں گے جیسے بھی سہی بہرحال معاذ نے قبول تو کیا ہے نا اسے۔'' مما کے جواب نے زینب کے لبوں پہ خاموشی کی مہر لگا دی۔ ایک جھنجلاہٹ اس کے اندر اتری تھی۔

(یہی غلطی تھی ان کی اور یہی بزدلی کا مظاہرہ کیا انہوں نے بھگتیں)۔

مما کی طرح پپا جان اور مما جان بھی عجلت اور افراتفری میں تیار ہو کر نکلے تھے۔ زینب برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے پرسوچ نظروں سے ان کی گاڑی کو گیٹ سے نکلتے دیکھتی رہی۔ اس سے پہلے کہ پلٹتی جہان کی سفید مارگلہ ڈرائیو وے پر پھسلتی پورچ آ کر رکی؟

''یہ چاچو کی گاڑی تھی نا؟ پاپا جان بھی ساتھ تھے اس وقت کہاں گئے ہیں یہ لوگ۔''

نیوی بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس ہاتھ میں بریف کیس پکڑے جہان اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا تھا۔ زینب نے ایک نگاہ اس کے سنجیدہ دشمن مگر بے تحاشا خوبرو چہرے کو دیکھا تھا اور بے اعتنائی سے بولی تھی۔

''پرسہ دینے گئے ہیں اپنی چہیتی بہو کو۔'' جہان نے پہلے زینب کو پھر ٹھٹک کر اسے بغور دیکھا۔

''بہو.........!'' اس کی بڑی بڑی شفاف آنکھوں میں الجھن بہت واضح اتری تھی۔ مسز پرنیاں معاذ حسن کو اس کا لہجہ ہنوز تھا جہاں کے اعصاب کو زوردار جھٹکا لگا۔

''کیا ہوا وہاں خیریت ہے نا؟ ان کے دادا..........''

''وفات پا گئے ہیں واپسی پر وہ شاہکار ساتھ ساتھ ہی ہو گا غالباً۔'' جہانگیر نے جو اسے بغور دیکھ رہا تھا بے ساختہ ہونٹوں کو سختی سے باہم بھینچ کر قدم بڑھا گیا۔ اسے بہرحال پرنیاں سے زینب کی یہ چڑ سمجھ نہیں آئی تھی۔

''بات سنیں معاذ بھائی کو اس متوقع خطرے سے آپ ابھی آگاہ کر دیں تو بہتر ہوگا۔'' وہ بھاگ کر اس کے ہمقدم ہوئی اور گویا مشورہ دیا۔

''تمہیں اس سارے معاملے کی اتنی فکر کیوں ہے؟ جنہوں نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے وہ بہتر جانتے ہیں اسے کیسے نپٹانا ہے۔'' نا چاہتے ہوئے بھی جہان کے لہجے میں ناگواری سمٹ آئی تھی۔ زینب نے جواباً سرد نگاہوں سے اسے کس قدر گھور کے دیکھا تھا۔

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے معاذ بھائی میرے سگے بھائی ہوتے ہیں۔'' اس نے جیسے بتایا تھا جہانگیر نے زور سے سر جھٹکا۔

''اور یہ اطلاع میرے لئے نئی نہیں ہے، جنہوں نے یہ کیا ہے وہ بھی معاذ حسن کے والد محترم ہیں۔'' اس کا لہجہ جانے کیوں بے حد سرد ہو گیا تھا، زینب نے اپنے قدموں کو دھیما کیا پھر روک لیا مگر جہان آگے بڑھتا چلا گیا تھا، ایک بار بھی رک کر یا مڑ کے دیکھے بغیر، زینب ہونٹ بھینچے کھڑی رہی۔

(اور نوری کتنی احمق ہے کہتی ہے یہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔)

اس کے اندر تنفر بڑھنے لگا، اسے اپنے قدموں پہ جھکانے کا خیال دن بدن فاسق ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

معاذ اپنے دھیان میں مگن ڈائننگ ہال میں آیا تھا، وہاں سب کو خاموشی سے کھانے میں مصروف دیکھ کر چونکا۔

''واہ بڑا سکون ہے، یہ شاہ ہاؤس کا ہی ڈائننگ ہال ہے نا؟'' بہت دنوں بعد وہ اپنی پرانی فارم میں نظر آیا تھا، ویسا ہی نک سک سے درست بے حد خوبرو جہان نے بہت دھیان سے اسے دیکھا۔

(کیا ابھی جو انکشاف اس پہ ہونے والا ہے اس کے بعد بھی یہ اتنا پرسکون نظر آئے گا؟)

وہ اس کا متوقع ری ایکشن سوچ کر مضطرب ہونے لگا کہ ابھی کچھ دیر پہلے جب اس نے پاپا جان سے فون پہ بات کی تو انہوں نے بھی پرنیاں کو اپنے ساتھ لانے کا عندیہ ظاہر کیا تھا اس کے سوا اور کوئی راستہ تھا بھی نہیں اور مما نے اسے یہ فریضہ سونپا تھا کہ معاذ کو وہی اس صورتحال کے لئے تیار کرے گا۔

''کیا سانپ سونگھ گیا ہے سب کو؟'' جواب میں خاموشی کو پا کر وہ جھلایا، بھابھی نے سبھی کو سختی سے معاذ سے کوئی بھی بات کرنے سے منع کیا تھا کہ وہ مجھ سے اکھڑ سکتا تھا، تبھی یہ کام جہان کے سپرد ہوا تھا اسے بتلانے اور قائل کرنے کا۔

''ہر وقت کا اودھم ضروری تو نہیں ہے، تم کھانا کھاؤ آرام سے۔'' جہان نے جواب دیا تھا، وہ کاندھے اچکا کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور کھانے کی سمت متوجہ ہو گیا۔

''زینی مجھے ایک بڑا مگ کافی کا یاد سے دے جانا۔'' وہ کھانے سے فارغ ہو کر اٹھا تو زینب سے بولا تھا، زینب نے سر ہلایا تو کسی کو مزید کچھ کہے بنا پلٹ کر باہر چلا گیا، جہان اس کے کمرے میں آیا تو وہ بیڈ پہ بہت ریلیکس انداز میں بیٹھا ہوا تھا اور لیپ ٹاپ پہ بزی تھا۔

''تم مصروف ہو تو میں کچھ دیر بعد آ جاتا ہوں۔'' جہان کی بات پہ معاذ نے نظریں اٹھا کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

''بیٹھو یار تم اتنے فارمل کیوں ہو رہے ہو، میں بزی نہیں ہوں، بس کچھ ای میل چیک کر رہا تھا، اپلائی کیا تھا نا یونیورسٹی میں تو......''

''کیا رہا؟'' جہان نے بے تابی سے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

''تم جانتے ہو زندگی کے کسی بھی مقام پہ ریجکشن میرے حصے میں نہیں آیا میں سلیکٹ کر لیا گیا ہوں۔'' جہان بے ساختہ مسکرا دیا۔

''گڈ ویری نائس کانگریسٹ یار۔'' معاذ نے جواباً آہستگی سے سر ہلایا، اس کی مبارک باد کو

قبول کیا۔

''یار اگر تم سمجھو تو بھابھی تمہارے لئے مبارک ثابت ہوئی ہیں، اتنی بڑی کامیابی کتنی آسانی سے مل گئی تمہیں۔'' جہان نے گویا تمہید باندھی، معاذ جو لیپ ٹاپ بند کر چکا تھا الجھ کر اسے دیکھنے لگا۔

''کون سی بھابھی؟''

''پرنیاں بھابھی اور کون!'' جہان کے لہجے میں آنکھوں میں خلاف مزاج شرارت در آئی۔

''یہ پرنیاں بھابھی کون ہیں؟'' معاذ نے مسکرا کر بھنوؤں کو جنبش دی تو جہان نے بے حد خفگی سے اسے گھورا تھا۔

''تم کیوں بھابھی کہہ رہے ہو احمق!'' وہ جز بز ہوا تھا۔

''کیوں اگر تم کہہ سکتے ہو تو میں نہیں کہہ سکتا، ویسے یہ کون سی نئی نویلی اور انجان بھابھی ہیں جن سے میں سرے سے واقف نہیں۔'' اس کے لہجے میں اگر مصنوعی پن ہوتا تو اور بات ہوتی لیکن وہ سنجیدہ تھا جہان کو اب کی مرتبہ شاک لگا تھا۔

''معاذ تم واقعی کچھ نہیں جانتے؟'' وہ کس قدر تحیر سے بولا تھا۔

''کیا؟ بتاؤ گے تو ہے نا۔'' معاذ بھی اب جھلا اٹھا تھا۔

''پرنیاں اس لڑکی کا نام ہے معاذ حسن سے تمہارا نکاح ہوا ہے میں انہی کی بات کر رہا تھا۔'' جہان نے سرد آواز میں بہت کچھ جتلایا تو معاذ نے ساکن ہو کر اسے دیکھا پھر پہلے یکا یک اس کی آنکھیں سرخ ہوئیں تھیں پھر چہرے کی رنگت، جب وہ بولا تو اس کا لہجہ خوفناک حد تک سرد اور سنگین تھا۔

''پہلی بات تو یہ کہ میں اس زبردستی کے رشتے کو نہیں مانتا دوسری اہم بات ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لو جہ کہ تمہارا رشتہ مجھ سے ہے اور میں تم سے کہہ رہا ہوں تم میرے حوالے سے اس کو بھابھی نہیں کہو گے، سمجھے تم؟'' جہان کچھ لمحوں کو ششدر رہ گیا تھا اس نے دیکھا محض اتنی سی بات پہ وہ اتنا مشتعل ہوا تھا کہ غصہ میں لال بھبھوکا چہرا لئے اٹھ کر کمرے میں چکرانے لگا تھا، انداز اتنا بگڑا ہوا تھا کہ اس کے اتنے نزدیک ہونے کے باوجود جہان کو مزید کچھ کہنے سے جھجک محسوس ہوئی تھی۔

''اگر ایسی بات تھی معاذ تو پھر تمہیں یہ بندھن نہیں باندھنا چاہیے تھا۔'' اس نے کس قدر غصے سے کہا تو معاذ اس کے پاس آ کر ایک جھٹکے سے تھم گیا اور اپنی سلگتی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑھ دیں۔

''کیا کرتا میں، کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا انہوں نے میرے فرار کا، مگر اب میں مزید ان کی نہیں مان سکتا، زندگی میری ہے اسے میں اپنے انداز میں گزارنے کا پورا حق رکھتا ہوں۔'' وہ دبے ہوئے انداز میں چیخ پڑا تھا۔

''مگر حبیب الرحمٰن کی وفات ہو چکی ہے اور اب وہ اکیلی ہیں، کیسے رہ سکتی ہے ایک اکیلی جوان بے سہارا لڑکی۔''

''یہ کوئی یتیم خانہ نہیں ہے کہ وہ یہاں بسیرا کرے، ویسے بھی یہ پپا کے سوچنے کا کام ہے۔'' وہ کس قدر بے حسی اور سفاکی سے بولا تو جہان کو اس کی سوچ کے اس رخ نے گہرے تاسف میں مبتلا کر دیا تھا۔

''جس انداز میں بھی سہی، بہرحال اب وہ تمہارے نام سے منسوب ہیں معاذ یہ بہت غلط بات ہے کہ وہ اس گھر میں ہوں اور تم انہیں اپنے رویے سے ہرٹ کرو، میں یہی تمہیں سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ......''

''واٹ کیا کہا تم نے......؟''

''وہ اس گھر میں آئے گی؟'' معاذ نے حقارت سے ہونٹ سکوڑ کر جس طرح سے سوال کیا تھا اس کے چہرے پہ جتنی ناگواری در آئی تھی اس نے جہان کو گنگ کر دیا تھا۔

''تو اور کہاں جائیں گی، میں نے بتایا نا کہ اب ان کا دنیا میں......''

''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ کہاں رہے گی، میں اتنا جانتا ہوں میں اسے یہاں اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا یہاں آنے کا مطلب ہے لوگوں سے اس کا میرے حوالے سے تعارف جو مجھے ہرگز بھی گوارا نہیں ہے۔'' وہ چیخ پڑا تھا جہان نے خائف ہو کر دیکھا تھا اسے۔

''معاذ بہت فضول بات کر رہے ہو تم، چاچو انہیں ساتھ لے کر آئیں گے میرا خیال ہے کہ تم انہی سے بات کرنا۔'' وہ دانستہ نرم پڑ گیا تھا، اس کا خیال تھا وہ اس کے سنبھالے میں نہیں آنے والا تھا۔

''تو پپا نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے، وہ پھر من مانی کر رہے ہیں، مگر یہ ان کی بھول ہے کہ میں اب ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنوں گا، او کے فائن! رہیں وہ اپنی بہو کو یہاں گھر میں نہیں رہوں گا، جا رہا ہوں میں ابھی اور اسی وقت۔'' وہ ایکدم اتنا بپھرا تھا کہ جہان کی گھبراہٹ بوکھلاہٹ پکاروں کو خاطر میں لائے بغیر الٹے سیدھے جوتے پہن کر اس کے روکتے پکڑتے بھی اپنا آپ چھڑا کر آندھی طوفان کی طرح سے کمرے سے نکل گیا تھا، جہان سر پکڑ کر وہیں بے بس سا بیٹھ گیا۔

☆☆☆

بجھے بجھے سے عجیب دن ہیں
خواب ہیں نہ خیال کوئی
نہ منظروں میں کوئی کشش ہے
نہ موسموں میں جمال کوئی
ہم ایک دوجے کو اپنی اپنی
ادھوری آنکھوں سے دیکھتے ہیں
ہماری برسوں کی چاہتوں پہ
اتر رہا ہے زوال کوئی
جو ہنسنا چاہیں تو اشک نکلیں
جو رونا چاہیں تو ہنستے جائیں
ہمارے جذبات گروی رکھ کر
بنا رہا ہے مثال کوئی
......

وہ ٹیرس پہ کھڑی تھی فضا دبیز دھند سے بوجھل تھی آس پاس برفیلی ہواؤں کی سرسراہٹ تھی جو وجود میں دوڑتے خون کو بھی گویا جمانے کے درپے تھی مگر وہ جیسے ہر احساس سے عاری تھی، ہوا کا

ایک تیز جھونکا اسے چھو کر گزرا اور اس کی شال کا پلو اڑنے لگا، وہ تب بھی بے خبر رہی مگر جب ایک مہربان ہاتھ کا لمس اس کے کاندھے پہ اترا تب وہ اسی غفلت بھری کیفیت سے باہر آئی تھی، گردن موڑنے پہ اسے اپنی داہنی جانب مما کا مشفق چہرا نظر آیا جس پہ اس کے لئے بے پناہ محبت کا رنگ تھا۔

''بہت سردی ہے بیٹے آپ باہر کیوں آ گئیں اندر چلیں ورنہ ٹھنڈ لگ جائے گی۔'' ان کے چہرے کی طرح ان کا لہجہ بھی مشفق تھا نرم اور محبت سے بھرا ہوا، پرنیاں نے ذرا سا تحمل برتا پھر اسی خاموشی سے ان کے ساتھ کمرے میں آ گئی، کمرے کی فضا میں قیمتی خوشگوار حدت تھی آتش دان میں لکڑیاں جل رہی تھیں اور چاروں بزرگ افراد وہیں جمع تھے، آج انہیں یہاں آئے دوسرا دن تھا اور تب سے گویا دونوں خواتین نے اسے اپنی بے پناہ پرشفقت پناہوں میں لیا ہوا تھا، مما اور مما جان تو گویا اسے دیکھ کر پہلی نگاہ میں ہی عاشق ہوئی تھیں، ایسا معصوم نوخیز اور دلربا حسن شاید ہی ان کی نگاہ سے پہلے گزرا ہو وہ تو اس کے واری صدقے ہوتے اس کی بلائیں لیتے نہ تھک رہی تھیں، شوہر سے جو ایک ان کہا سا شکوہ تھا بیٹے سے زیادتی کا وہ کب کا بھول چکا تھا بلکہ انہیں تو صحیح طور اسی انتخاب پہ فخر محسوس ہونے لگا تھا اور جب انہوں نے جانا وہ میڈیکل کے دوسرے سال میں ہے تو معاذ کا خصوصی چناؤ بھی ان کی سمجھ میں بخوبی آ گیا تھا۔

(بہت بے وقوف ہے معاذ بھی، اگر ایک نگاہ دیکھ لیتا تو اتنا شور کبھی نہ مچاتا۔) انہیں بیٹے کا واویلا یاد آیا تو مسکرا دیں۔

''خیر اب میں خود بتاؤں گی اسے، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''پرنیاں بیٹے آج شام سے پہلے ہمیں نکلنا ہے گھر جانے کو، آپ نے اپنی تیاری تو کر لی ہے نا۔'' پپا جو سیل فون پہ مصروف تھے فراغت کے بعد سب سے پہلے اسی کی سمت متوجہ ہوئے، جو ملازمہ کو کافی سرد کرتے بے خیالی میں دیکھ رہی تھی اس بات پہ چونکی بلکہ مضطرب ہو گئی۔

''آپ اپنی ضروری چیزیں ہی لینا بیٹا، کپڑے وغیرہ اٹھانے کی ضرورت نہیں اور بن جائیں گے۔'' مما جان کے کہنے پہ وہ جو ہونٹ کاٹ رہی تھی یونہی سر جھکائے انگلیاں مسلتی رہی۔

''آپ کچھ کہنا چاہتی ہو بیٹا!'' اسے تذبذب میں مبتلا پا کر پپا نے گویا اسے مشکل سے نکالا۔

''وہ انکل میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی، میں ہاسٹل میں ہوتی ہوں نا، تو......اب بھی وہاں......''

''بیٹے پہلے کی بات اور تھی، تب آپ کا گھر دور تھا مگر اب......''

''اب تو میرا گھر بھی کوئی نہیں رہا، ددا کے بعد میں......'' وہ ایکدم سے چہرا ہاتھوں میں ڈھانپ کر بلک اٹھی، اس پہ گویا شدید قسم کی شکستہ حالی کا دورہ پڑا تھا، دل گرفتگی اور بے چینی اس کی رگ رگ کو کاٹ رہی تھی، وہ بھولی نہیں تھی بھول سکتی ہی نہیں تھی، وہ سب کچھ جس کی حواس باختگی نے اسے ساکن کر دیا تھا احساسات بھی گویا جامد ہو گئے تھے یہ جان کر کہ ددا اس کا نکاح ایمرجنسی میں کسی سے کر رہے ہیں، کون کس سے، یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا البتہ ددا کی آنکھوں میں جتنی بے بسی تھی جو التجا تھی اسے رد کرنے کا حوصلہ وہ کہاں سے لاتی جبھی ان کی خواہش پہ چپ چاپ سر تسلیم خم کر دیا تھا ورنہ جو اس کی اپنی زندگی اور مستقبل کے لئے پلاننگ تھیں ان میں شادی کو تو اگلے

کئی سالوں تک تصور بھی نہیں تھا، مگر کچھ کام انسانی ارادوں اور منصوبوں سے یکسر اوپر کے ہوتے ہیں جنہیں قدرت نے طے کیا ہوتا ہے اور وہ ہو کر ہی رہا کرتے ہیں یہ بھی ایک ایسا ہی کام تھا جو جتنا بھی غیر متوقع تھا اس نے اسے قبول کرلیا تھا، وہ اس بات سے بھی مطمئن تھی کہ دادا کا انتخاب اس کے لئے بہترین ہی ہوگا، نکاح نامے پہ سائن کرتے اور قبولیت کے مراحل سے گزرتے وقت معاذ حسن کا نام اس کی سماعت اور بصارت کا حصہ بنا تو اس ہنگامی صورتحال کے باوجود دل اس ایک نام سے جانے کیسے اور کیوں شناسائی کا مرحلہ بہت سرعت سے طے کر گیا تھا اور اس نام سے یہ شناسائی اتنی سرعت سے بڑھی تھی کہ اس کے بعد محض چند گھنٹوں میں ہی جتنی بار بھی اس نے دادا پھر احسان انکل کے منہ سے اس نام کو سنا اسے اپنی ہارٹ بیٹ مس ہوتی محسوس ہوئی تھی، مگر یہ کیفیت اتنی لمحاتی ہوگی یہ اس کے گمان تک بھی نہیں تھا۔

اگلی صبح وہ حسب معمول نماز فجر کے بعد چہل قدمی کو لان کی سمت جانے کو اپنے کمرے سے نکلی تو احسان انکل اور معاذ کے کمروں کے آگے سے گزرتے اسے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا تھا، احسان انکل حیران پریشان کمرے کے وسط میں کھڑے تھے اور ان کے مدمقابل یقیناً وہ معاذ حسن تھا، بلیک سوٹ میں اونچا لمبا بے حد وجیہہ سا لڑکا جس کے چہرے کے تمام عضلات تناؤ کا شکار تھے اور لہجہ بے حد تلخ تھا۔

''آپ مجھے اب کسی قیمت پر نہیں روک سکتے ہیں پاپا یہ بات طے ہے، جو کچھ آپ نے کرنا تھا وہ کر چکے، اب آپ مجھے گن پوائنٹ پہ پہلے کی طرح مزید کوئی بات نہیں منوا سکتے یاد رکھیے گا اس مرتبہ آپ نہیں میں خود اپنے آپ کو شوٹ کر دوں گا اور یہ محض دھمکی نہیں ہوگی۔'' کتنے تلخ الفاظ تھے اور کتنے عجیب، گو کہ اسے عادت نہیں تھی اس قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں کی کہ کسی کی باتیں سنتی مگر معاملہ صرف کسی کا تو نہیں رہا تھا، اس کی اپنی ذات بھی انوالو ہو چکی تھی اور جس کے ساتھ انوالو ہوئی تھی وہی بتھے سے اکھڑا ہوا تھا اس کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی دہک رہی تھیں۔

''تم خوامخواہ جذباتی ہو رہے ہو معاذ مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے اپنے باپ پہ! بیٹا ایک نظر پرنیاں کو دیکھو تو سہی ملو تو سہی اس سے، تمہاری ساری شکایات دور ہو جائیں گی۔'' اس نے سائیں سائیں کرتی سماعتوں سے احسان انکل کی لجی آواز سنی تھی اور جیسے خود اپنے آپ سے بھی شرمندہ ہو گئی، وہ اتنی حقیر تھی اتنی بے مایا کہ کوئی اسے اتنی شدتوں سے ٹھکرا رہا تھا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے مزید کسی حماقت کا وہ جیسی بھی حور پری ہو مجھے ہرگز بھی قابل قبول نہیں یہ بات آپ آج اچھی طرح سے سمجھ لیں اور اپنی محترمہ بہو صاحبہ کو بھی سمجھا دیجئے گا۔'' وہ کچھ اور بدک کر غرایا تھا اور ایک جھٹکے سے مڑا تو پرنیاں کو اس کی آنکھوں میں شعلے لپکتے ہوئے نظر آئے تھے، وہ جواہانت کے احساس سے پارہ پارہ ہو رہی تھی اسے مڑتے دیکھ کر سرعت سے ستون کی آڑ میں ہو گئی تھی اور وہ بیگ اٹھائے تنتناتا ہوا اس کے پاس سے نکلا چلا گیا تھا، پرنیاں نگار روح اور دل کے ساتھ وہیں سے پلٹ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی، تب اس پل اس نے فیصلہ کرلیا تھا وہ ہرگز ہرگز بھی اپنی انا کا خون نہیں ہونے دی گی، جبھی دادا کی وفات پہ بھی اس نے خود سے شاہ ہاؤس اطلاع نہیں پہنچائی تھی وہ تو ملازمہ نے خود دھیان رکھا تھا کہ پاپا نے اسے کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں انہیں فون کرنے کی خاص تاکید کی ہوئی تھی، ورنہ وہ شاید انہیں اطلاع بھی نہ کرتی، مما

جان اور مما کے ساتھ پاپا بھی اس کے یوں بلک اٹھنے پہ پریشان ہو گئے تھے مما کا بس نہیں چل رہا تھا اسے گود میں اٹھالیں، کبھی گلے لگاتیں کبھی پانی پلاتیں، بار بار اس کا ماتھا چوم رہی تھیں۔

''کیا ہوا بچی کیوں روئی اس طرح؟'' اور پرنیاں وہ اتنی محبتوں کے آگے خود کو بے بس پا رہی تھی، بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھال پائی۔

''کچھ نہیں آنٹی بس دادا یاد آ رہے ہیں۔'' اس نے ہچکی بھرتے ہوئے آنسو پونچھ لئے اور دلگیری سے جواب دیا، انا پرست ایسی تھی کہ اس بات کو عیاں کر کے اپنا بھرم کھونا بھی گوارا نہیں تھا۔

''خدا انہیں اچھی جگہ نصیب فرمائے ان کی مغفرت فرمائے آمین! بیٹا خود کو سنبھالو ہم سب ہیں نا آپ کے اپنے اور مجھے آنٹی نہیں کہو مما، دل تمہاری۔'' مما جان نے پھر اسے پیار کیا تو وہ کچھ کہے بغیر سر جھکا کر آنسو ضبط کرنے لگی، اس سے پہلے کہ کوئی کچھ مزید بولتا پاپا کا سیل فون دھیمے سے گنگنانے لگا تھا، انہوں نے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالنے سے قبل کافی کا مگ ذرا آگے جھک کر ٹیبل پہ رکھا تھا، موبائل کی اسکرین پہ جہان کالنگ کے الفاظ چمکتے دیکھ کر انہوں نے جلدی سے کال ریسو کی تھی۔

''السلام وعلیکم چاچو!''

''وعلیکم السلام بیٹے خیریت سے ہو؟''

''جی چاچو مگر ایک پرابلم ہے آپ لوگ واپس کب آ رہے ہیں؟'' وہ کچھ بتاتے بتاتے جیسے رک کر استفسار کرنے لگا۔

''سوئم ہو گیا ہے، ہم انشاءاللہ آج ہی روانہ ہو جائیں گے، خیریت؟''

''چاچو آپ نے بھابھی کے لئے کیا سوچا؟''

''بیٹے ہم ساتھ لائیں گے بچی کو۔'' جواب دیتے ان کی پیشانی پہ ایک شکن نمودار ہوئی جو ان کی آگاہی کی جانب اشارہ کرتی تھی کہ جہان کا فون بے معنی نہیں تھا اور یہ سوال اور بھی اہم تھا، انہیں سمجھنے میں لمحہ بھر نہیں لگا کہ معاملہ کس نوعیت کا ہو سکتا ہے۔

''ایکچوئیلی چاچو معاذ کچھ پرابلم کری ایٹ کر رہا ہے، مجھے سمجھ نہیں آ رہی کیا کرنا چاہیے۔'' وہ جیسے بہت جھجک کر بہت الجھ کر کہہ رہا تھا۔

''اسے کہو جو وہ کرنا چاہتا ہے کرلے ڈیم اٹ۔'' وہ غصے سے بولے اور [illegible] نگاہ حاضرین پہ ڈال کر احتیاطاً کمرے سے باہر نکل گئے۔

''وہ بہت خفا ہو رہا تھا چاچو بلکہ گھر سے چلا گیا ہے اسی غصے میں میرا خیال تھا آج واپس آ جائے گا مگر......''

''اسے کرنے دو جو وہ کر رہا ہے، آئی ڈونٹ کیئر۔'' انہوں نے جہان کی بات کاٹ کر غصے سے کہا۔

''چاچو اس کا کہیں پتہ نہیں ہے، وہ اس بات پہ خفا ہے کہ آپ [illegible] یہاں لائیں گے۔''

''میں نے کہا نا پرواہ نہیں ہے، چلا گیا ہے تو بہتر ہے، ورنہ [illegible] سے آ کر گھر سے نکال دیتا، ایسی ناخلف اولاد کی مجھے بھی ضرورت [illegible]۔'' وہ اب بے حد [illegible] ہو چکے تھے۔

''چاچو پلیز معاملے کو سنبھالیں پلیز!'' جہان کے [illegible] سے کہنے پہ وہ دانت بھینچ گئے۔

''وہ پاگل ہو گیا ہے جہان بیٹے اور اس کے پاگل پن کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے، اس کی فضول ضد کی وجہ سے میں بچی سے کیسے غفلت برت لوں، اس کی ذمہ داری قبول کی ہے میں نے مذاق نہیں ہے یہ بات۔''

''آپ ٹینس مت ہوں چاچو آپ لوگ گھر آ جائیے پھر بات کرتے ہیں۔''

''او کے فائن گھر میں اس کی کوئی فضول بات ہرگز نہیں مانوں گی اور پرنیاں اسی گھر میں رہے گی ہمارے ساتھ۔'' انہوں نے تنفر سے کہا اور سیل آف کر کے اپنے دھیان میں پلٹے تو خود سے محض چند قدموں کے فاصلے پہ پرنیاں کی موجودگی نے انہیں گڑبڑا کے رکھ دیا۔

''آپ کب آئیں بیٹا!'' وہ خواہ مخواہ مسکرائے۔

''جب آپ بہت پریشان ہو رہے تھے میری وجہ سے۔''

''جی!!!'' جواباً وہ جیسے کسی کرب سے گزر کر مسکرائی اور رواداری سے گویا ہوئی تھی۔

''آپ میری وجہ سے ٹینشن مت لیں انکل پلیز! میں نے کہا نا میں ہاسٹل میں ہی ہوتی ہوں یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، میری وجہ سے آپ انہیں گھر سے نکالیں مجھے اچھا نہیں لگے گا۔'' پپا کو شاید اس سے اس حد تک صاف گوئی کی توقع نہیں تھی یہ سچویشن صحیح معنوں میں انہیں ٹپٹا کے رکھ گئی تھی۔

''بیٹے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ایسی کوئی بھی بات......''

''انکل پلیز! پلیز انکل آپ نے میری پوزیشن کو سمجھئے مجھے مزید ڈی گریڈ مت کریں، اس روز آپ اور ان کے بیچ جو بات چیت ہوئی وہ بھی میں سن چکی ہوں یہ محض اتفاق تھا مگر میں سمجھتی ہوں اچھا اتفاق تھا خدا نے مجھے یقیناً کسی بہت بڑی ذلت سے بچا کر قدرے معمولی ذلت سے ہمکنار کر دیا۔'' بات کے اختتام سے پہلے اس کی آواز بھرا گئی تھی، پپا تو جیسے شاکڈ کھڑے رہ گئے تھے، خجالت خفت دکھ بے بسی غصہ لاچاری کتنی کیفیات تھیں جن سے وہ یکبارگی دوچار ہوئے تھے اور کسی طرح سمجھی خود سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں رہے تھے، پرنیاں سے نگاہ چار کرنا تو بہت حوصلے کی بات تھی۔

''آئی ایم ساری بیٹا...... مم...... میں......؟'' وہ اپنی بات مکمل نہیں کر سکے خفت کے شدید غلبے نے ان کی آواز کو بے حد بوجھل کر ڈالا تھا۔

''انکل پلیز! مجھے شرمندہ مت کریں مجھے آپ کے خلوص محبت اور ایمانداری پہ کوئی شبہ نہیں ہے۔'' پرنیاں سے ان کی حالت دیکھی نہیں گئی تو نرمی سے کہا تھا۔

''مگر یہ میری غلطی ہے کہ میرا انتخاب......''

''فارگیٹ اٹ انکل!'' پرنیاں کے رکھائی سے ٹوک دینے پہ ان کے چہرے پہ ایک سایہ آ کر گزر گیا، کچھ کہے بغیر انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے سر پہ رکھ دیا تھا۔

''میں آج ہی ہاسٹل جانا چاہوں گی، آپ مجھے ڈراپ کر دیں گے؟'' پرنیاں نے گویا اپنی کچھ دیر قبل کی بیگانگی کا ازالہ کرنا چاہا تھا۔

''شیور بیٹے کیوں نہیں آپ تیاری کرو۔''

''تھینکس!'' وہ آہستگی سے بھیگی آنکھوں سے مسکرائی اور اپنے کمرے کی جانب پلٹ گئی، پپا

وہیں کھڑے کسی متفکرانہ قسم کی سوچ میں ڈوب رہے تھے۔

☆☆☆

مما اور مما جان کو پپا کے اس اچانک فیصلے نے شدید اختلاف سے دوچار کیا تھا، جس کا برملا اظہار بھی ہوا، پرنیاں کے سامنے بھی اور اس کے ہاسٹل چلے جانے کے بعد بھی البتہ بابا جان چھوٹے بھائی کا بے حد سنجیدہ چہرا دیکھ کر معاملے کی غیر معمولی سنجیدگی کو پا گئے تھے کبھی کسی بھی قسم کے سوال سے اجتناب برتا کہ بھائی بھلے چھوٹا تھا مگر ہمیشہ بہت گمبھیر مسئلوں کا حل بہت آسانی سے نکالتا رہا تھا اور وقت نے ثابت کیا تھا ان کے فیصلے کتنے صحیح اور منافع بخش ثابت ہوتے رہے تھے انہیں اپنے بھائی کی قابلیت پہ ہرگز بھی شبہ نہیں تھا مگر مما جان کے ساتھ مما کا احتجاج اور ناگواری تھی جس کا کوئی انت نہیں تھا۔

''ارے میں کہتی ہوں ضرورت کیا ہے آخر اپنا گھر چھوڑ کر بچی کو ہاسٹل چھوڑنے کی، کتنی غیر مناسب بات ہے، پھر صدمے میں ہے اپنوں میں رہتی تو جلد سنبھل بھی جاتی۔'' مما جان کو ایک بار پھر ہول اٹھا تو شروع ہوئی تھیں، پپا نے اپنی جگہ پہ پہلو بدلا اور غیر شعوری انداز میں گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔

''ہاں تو اور کیا؟ مگر انہیں ہمیشہ اپنے فیصلے ٹھونسنے کی پڑی رہتی ہے، شاید انہیں معاذ پہ اعتماد نہیں ہے، وہ بولڈ ضرور ہے مگر میرا بچہ بے باک نہیں ہے۔'' مما بھی جو جانے کیا سوچ کر کلس رہی تھیں جل کر بولیں تو پپا کا ضبط اسی لمحے جواب دے گیا تھا، انہوں نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی تھی سمیت بیوی کی طرف مڑے۔

''ہاں اس فیصلے کے پیچھے آپ کا بیٹا وجہ بنا ہے، مگر وجہ اس کی بولڈنیس نہیں اس کی ہٹ دھرمی اور ناگواری ہے وہ محض اس وجہ سے پہلے ہی یہ گھر چھوڑ کر چلا گیا کہ پرنیاں اس گھر میں آ کر رہے گی اور یہ میرا نہیں پرنیاں کا فیصلہ ہے، بچی جتنی بھی بے بس سہی مگر بہرحال اپنی انا اور عزت نفس اسے بھی عزیز ہے، شکر کیجئے بیگم صاحبہ آپ کا واسطہ خاندانی رواداری گھرانے کی لڑکی سے پڑا ہے ورنہ اس بات پہ آج کل کی لڑکیاں طوفان اٹھا دیا کرتی ہیں مگر وہ صرف شکایت بھی زبان پہ نہیں لائی۔'' ان کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی دہک اٹھی تھیں جبکہ اس انکشاف کی زد پہ آئے باقی کے تینوں نفوس گویا ساکن ہو گئے تھے۔

''بہت اچھا ہوا کہ وہ میرے گھر جانے سے پہلے چلا گیا، ورنہ جو اس کے کرتوت ہیں نا میں خود اسے گھر سے دھکے دے کر نکال دیتا۔'' وہ ضبط کھو کر پھٹ پڑے تھے جب بابا جان نے نرمی و حلاوت بھرے انداز میں اپنا ہاتھ ان کے بازو پہ رکھ دیا۔

''کام ڈاؤن احسان! سنبھالو خود کو یار! اللہ بہتر کرے گا۔'' ان کا بلڈ پریشر بڑھتا محسوس کر کے انہوں نے رسانیت آمیز لہجے میں کہا تو پپا ہونٹ بھینچ کر پھر سے گاڑی اسٹارٹ کرنا شروع کی، مما نڈھال سی بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

جب مزید ایک ہفتہ تلک بھی نہ اس کا پتہ چل سکا نہ واپسی ہوئی تو شاہ ہاؤس کا ہر مکین سوائے پپا کے اس کی خیریت کی فکر سے دوچار رہا تھا، جہاں تک جہان کی بات تھی تو وہ پہلے دن

www.paksociety.com

سے ہی اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا، مما کا ضبط بالآخر جواب دے گیا آخر ماں تھیں بدحواس ہوکر جو رونا شروع ہوئی تو کسی کے چپ کرائے نہیں ہوئیں مما جان بھی دیورانی سے ازلی وفاداری نبھاتے پوری طرح ساتھ دے رہی تھیں کہ معاذ انہیں جنید سے بھی کہیں بڑھ کر عزیز رہا تھا۔

''اللہ جانے کس حال میں مارا مارا پھرتا ہوگا میرا بچہ! کھانا بھی کھاتا ہوگا کہ نہیں، کپڑا بھی ساتھ کوئی نہیں لے کے گیا، کیا کرتا ہوگا اسے تو میرے ہاتھ کے سوا کسی کا کھانا بھی پسند نہیں آتا تھا۔'' پپا گھر آئے تو وہ رو رو کر بے حال ہو چکی تھیں ان کا موڈ خواہ مخواہ آف ہونے لگا۔

''آپ کا بیٹا بچہ نہیں ہے دودھ پیتا ہوا کہ کہیں رل رہا ہوگا، محترم ضد منوانے کو گھر سے نکلے ہیں ذرا باہر کی خاک چھان لینے دیں عقل آجائے گی۔''

''احسان بس کرو تم ہی وہ تو بچہ ہے تم ہی باز آجاؤ، بہرحال تم بچے نہیں ہو۔'' مما نے جن شاکی نظروں سے مما جان کو دیکھا تھا شوہر کی ان سخت سست پہ انہی کا اثر تھا کہ وہ دیور کی کلاس لینے لگیں، پپا نے بریف کیس صوفے پہ اچھالا اور ٹھنڈا سانس بھر کے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے تھکے ہارے انداز میں بولے تھے۔

''پھر کیا چاہتیں ہیں آپ؟ موصوف کی منت سماجت کر کے گھر واپس لاؤں اور اس کے مطالبات مانوں؟'' ان کی آنکھوں میں سرد مہری اور بےزاری تھی۔

''اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔'' مما کے چمک کر کہنے پہ انہوں نے کس قدر خفگی سے انہیں دیکھا تھا۔

''آپ اس کے مطالبات جانتی ہیں بیگم صاحبہ! سب سے پہلے وہ پرنیاں سے قطع تعلق کا اعلان کرے گا، اگر آپ کو اعتراض نہیں تو میں ڈھونڈ لاتا ہوں اسے واپس۔'' ان کے لہجے کی تلخی اور سفا کی نے مما کے ساتھ کمرے میں موجود باقی کے افراد کو بھی گنگ کر ڈالا۔

''خدا نہ کرے۔'' انہوں نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''آپ میرے بیٹے کے متعلق ہمیشہ بدگمان رہتے ہیں، آپ اسے لائیں تو سہی میں اسے پرنیاں سے ملواؤں گی، اسے دیکھنے کے بعد سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ انکار کر دے۔'' ان کے لہجے کے یقین نے پپا کے چہرے پہ زہر خند بکھیر دیا۔

''بھول ہے آپ کی، آپ کے بیٹے کا دماغ بہت ٹیڑھا ہے آپ کی خوش فہمی دھری رہ جائے گی۔''

''آپ پھر بدگمانی کی بات کر رہے ہیں، میں نے کہا نا مجھے ٹریٹ کرنے دیں اسے۔'' مما نے اپنی بات پہ زور دیا تو انہوں نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''اوکے فائن کریں جو آپ کرنا چاہتی ہیں۔'' انہوں نے کہا اور پلٹ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

''جہان بیٹے کہو معاذ سے گھر آجائے، اس کے پپا کہہ رہے ہیں۔'' ان کا چہرا ایکدم سے چمکنے لگا تھا، جہان نے متاسفانہ سانس بھری۔

''اس کا نمبر پچھلے ایک ہفتے سے مسلسل آف جا رہا چچی جان! میں بارہا ٹرائی کر چکا ہوں۔'' اس کے جواب پہ مما کا چہرا بجھ سا گیا۔

''ایک بار پھر ٹرائی تو کرو بیٹے کیا پتہ رابطہ ہو جائے۔''

مما جان کے کہنے پہ اس نے محض ان کا دل رکھنے کو اپنا سیل فون اٹھایا تھا، معاذ کا نمبر ڈائل کرتے اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی رابطہ ہونے کی مگر دوسری جانب جاتی بیل کی آواز نے اس کی دھڑکنوں کے شور کو بڑھا دیا تیسری سے چوتھی بیل پہ کال پک کر لی گئی تھی۔

''ہاں جے بولو۔'' جہان کو لگا تھا جانے کتنے عرصے بعد وہ اس سن رہا ہے۔

''معاذ کہاں ہو تم؟ سیل بھی آف جا رہا تھا۔''

''مقصد کی بات کرو فون کیوں کیا ہے؟'' معاذ کا لہجہ ایکدم سے روکھا ہو گیا، جہان نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''چچی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اس طرح کیوں کر رہے ہو معاذ وہ بہت فکرمند ہیں تمہاری وجہ سے بیمار پڑ گئی ہیں۔'' اس نے دانستہ غلط بیانی کی تھی، اسے قابو کرنا آسان نہیں تھا۔

''انہیں میری طرف سے تسلی دے دو، ابھی مرا نہیں ہوں بہرحال۔'' وہ کلس کر بولا تو جہان کو ہونٹ بھینچے پڑے تھے جبکہ مما مسلسل اسے ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھیں۔

''میری بات کراؤ۔''

''فضول مت بولا کرو، بتاؤ کہاں ہو؟''

''کیوں اغواء کرنا چاہتے ہو؟'' وہ تلملا کر بولا تو جہان کی ہنسی نکل گئی۔

''ہاں ہو نا تم کوئی الہڑ مٹیار کہ اغواء کرنے کا سوچوں یار ماں سے ملو آکر بہت اپ سیٹ ہیں وہ۔''

''پپا کہاں ہیں؟ اگر گھر پہ نہیں ہیں تو ابھی آجاتا ہوں، ایکچوئلی مجھے اپنے ڈاکومنٹس بھی چاہیے نا مگر شرط یہ ہے کہ تم انہیں نہیں بتاؤ گے۔''

''ڈونٹ وری آجاؤ۔''

''مگر پپا......''

''نہیں ہیں وہ آجاؤ۔''

جہان نے دانستہ پھر غلط بیانی کی اور فون بند کر دیا، وہ ایک بار آجاتا پھر باقی کام آسان تھا۔

☆☆☆

''دیکھو میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں صرف مما کی وجہ سے آیا ہوں ویسے انہیں ہوا کیا ہے؟''

جہان اسے گھر سے باہر ہی اسے اپنے انتظار میں ٹہلتا مل گیا تھا جہان اسے دیکھتا رہ گیا، بلیو جینز پہ لیدر کی براؤن جیکٹ فریش شیو کی نہلائیں لئے خوبرو چہرا بے حد فریش نظر آتا تھا وہ کہیں سے بھی نڈھال اور پژمردہ نظر نہیں آتا تھا جیسا نقشہ دن رات مما اس کا کھینچا کرتی تھیں یہ حال ہو گیا ہوگا وہ حال ہو گا ہی ہو گا میرے بچے کا۔

''تم مل لو ان سے اور ڈاکومنٹس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟''

''تم کیا سمجھتے ہو میں اب ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھا رہوں گا، میں نے جس یونیورسٹی میں اپلائی کیا تھا وہاں مجھے ایڈمیشن مل گیا ہے۔''

''اوہ اچھا ٹھیک ہے۔'' جہان نے سر ہلایا اور اس کے ہمراہ گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔

''پپا تو آ گئے ہیں تم نے جھوٹ بولا تھا مجھ سے؟'' وہ بدکا جہان گڑبڑا سا گیا۔

''کھا نہیں جائیں گے تمہیں یار کیا کرتے ہو؟ وہ سوغات تو ساتھ اٹھا کر نہیں لے آئے؟'' وہ کس قدر بے رخی بے اعتنائی سے بولا تھا۔

''کون سی سوغات؟'' جہان واقعی نہیں سمجھا تھا۔

''وہی فساد کی جڑ ان کی پینڈو بہو۔'' وہ جی بھر کے چڑا جہان کو ہنسی آنے لگی۔

''یعنی رشتہ مانتے بھی ہو۔''

''شٹ اپ جے میں مذاق میں بھی ایسی بات پسند نہیں کرتا۔'' وہ بھتے سے اکھڑا تو جہان کو ڈھیلا ہونا پڑا۔

''اوکے اوکے، ویسے اطمینان رکھو ایسا کچھ نہیں ہے، بھابھی ساتھ نہیں آئیں۔''

''خبردار جو تم اسے بھابھی کہا کبھی؟'' وہ آنکھیں نکال کر غرایا تو جہان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''پھر اور کیا کہوں؟''

''اس کا جو بھی نام ہے وہ لیا کرو میرے حوالے کا دم چھلا ساتھ لگانے کی ضرورت نہیں۔'' جواباً وہ پھنکارا تو جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا۔

''اوکے سر کچھ اور آرڈر؟''

''اونہہ اتنے ہی فرمانبردار ہوتا جیسے تم؟'' وہ تنگ ہوا اور زور سے سر کو جھٹکا۔

اس سے پہلے کہ جہان جواباً کچھ کہتا اپنے دھیان سے ڈرائینگ روم سے باہر آتی زینب معاذ کو اسی سمت آتے دیکھ کر ٹھٹک گئی، شاید اسے اپنی بصارت پہ یقین نہیں آیا تھا اور جب وہ اس یقین کو پا گئی تو کچھ خوشی سے اور جذباتی پن سے بھاگ کر آئی اور بے ساختہ اس کے گلے لگ گئی۔

''کہاں چلے گئے تھے بھائی!''

''اب تو آ گیا ہوں نا؟'' وہ دھیمے سے مسکرایا تو زینب نے سر اٹھا کر اسے نم آنکھوں سے دیکھا تھا۔

''اب جائیں گے تو نہیں۔''

''تم پریشان مت ہو ریلیکس!'' معاذ نے دانستہ جواب گول کر دیا تو زینب اس کے ساتھ ہی اندر کمرے میں آئی تھی جہاں مما سمیت سب گویا اسی کے منتظر تھے اسے دیکھتے ہی ایک شور مچ گیا باری باری سب یوں گلے لگے جیسے وہ حج کر کے واپس آیا ہو، وہ کچھ جھینپ سا گیا۔

''بیٹے کہاں چلے گئے تھے؟'' مما کے آنسو اسے دیکھتے ہی پھر رواں ہو گئے تھے۔

''آپ رو ئیں نہیں پلیز!''

''اب پھر تو نہیں جاؤ گے؟'' ان کا خدشہ زبان پہ آ گیا۔

''یہ حالات پہ ڈپنڈ کرتا ہے۔'' اس کا لہجہ روکھا ہونے لگا۔

''آپ سنو تو بیٹے پرنیاں بہت پیاری ہے رئیلی میں تو اسے دیکھ کر......''

''میں اس بارے میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔''

''اگر سنو گے نہیں تو جانو گے کیسے بیٹے تم......؟''

''اگر آپ نے یہ ٹاپک کلوز نہ کیا تو میں ابھی اسی وقت دوبارہ چلا جاؤں گا، مجھے سمجھ نہیں آتی آپ لوگ مجھے کیوں ٹیز کرنا چاہتے ہیں۔'' وہ چیخ اٹھا تھا، کمرے میں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا۔

''آپ اب کہیں مت جانا میرے بچے میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' مما نے اسے پٹا کر پھر سے رونا شروع کر دیا وہ کچھ اکتایا ہوا نظر آنے لگا۔

''یہ بات آپ میری بجائے پپا کو سمجھائیں کہ وہ مجھے اپنے مطالبات نہ منوائیں۔'' وہ پھر سے بدلحاظ ہونے لگا۔

''کیا مطالبات ہیں تمہارے؟'' پپا کی آمد اچانک ہوئی تھی ان کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا، ایک پل کو تو خود معاذ بھی گڑبڑا گیا مگر اگلے لمحے اس کا ازلی اعتماد اس کے ساتھ تھا۔

''مجھے آپ کا فیصلہ قابل قبول نہیں، یہ محض آپ کی ضد تھی جو پوری ہوئی، میں اپنی پسند سے شادی کرنے کا حق رکھتا ہوں۔'' اس نے جواباً ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

''پرنیاں کے بارے میں کیا سوچا؟'' پپا کا چہرا لال بھبھوکا ہو رہا تھا جانے وہ کتنا ضبط کر رہے تھے خود پہ۔

''اس کے بارے میں آپ ہیں نا سوچنے کو۔'' وہ بے حد تلخی سے بولا تو پپا کچھ دیر شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے رہے تھے، پھر دو قدم اس کے نزدیک آئے اور سرد آواز میں بولے تھے۔

''میں نے سوچ لیا ہے یا تم اسے پوری عزت و احترام سے رخصت کرا کے لاؤ گے اور اس کے سارے حقوق پورے کرو گے ورنہ......''

''ورنہ کیا......؟'' وہ طنز سے ان کی بات اچک کر بولا۔

''ورنہ تم ابھی اور اسی وقت اسے طلاق دے دو گے، اس کی زندگی برباد کرنے کی اجازت میں تمہیں ہرگز نہیں دے سکتا۔'' ان کے مطالبے نے مما کے حلق سے چیخیں نکال دیں تھیں مما جان الگ دل تھام کر رہ گئیں۔

''احسان یہ کیا کر رہے ہو؟'' وہ بے ساختہ چیخیں، مگر ان پہ جیسے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

''بولو کیا کرنا چاہو گے تم؟'' وہ معاذ کو گھور رہے تھے۔

''میں آپ کا پہلا مطالبہ ماننے سے قاصر ہوں، ہاں دوسرا مطالبہ پورا کرنا قطعی مشکل کام نہیں کہیں تو ابھی طلاق دے دوں؟'' وہ خائف ہوئے بنا اسی سکون سے بولا تو ماحول پہ گمبھیر سناٹا در آیا تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

دوسری قسط کا خلاصہ

ابن زیاد نوریہ کو پسند کرتا ہے، مگر نوریہ کے دھیان کے تمام ارتکاز معاذ حسن کی ذات پر مرکوز ہیں۔

تیمور خان جو زینب کی کالج فرینڈ شلالے کا بھائی ہے اور جاگیردار گھرانے کا سپوت ہے زینب کی محبت بلکہ عشق کا دعویدار ہے، وہ ہر قیمت پہ زینب کو اپنانا چاہتا ہے اور فوری، مگر زینب اتنی جلدی شادی پہ آمادہ نہیں، تیمور کی بہن کی شادی پے تیمور اسے اس تقریب میں مدعو کرنے کا خواہاں ہے۔

منیب الرحمٰن کا انتقال ہوتا ہے تو پرنیاں جو معاذ کے اپنے لئے خیالات سے آگاہ ہو چکی ہے دانستہ یہ خبر شاہ ہاؤس نہیں دیتی ملازمہ کی اطلاع پہ احسان شاہ بیوی بھائی اور بھاوج سمیت وہاں پہنچتے ہیں تو دونوں خواتین پرنیاں کے حسن کو دیکھ کر معاذ کی قسمت پہ رشک کرنے لگتی ہیں۔

معاذ اسپشلائزیشن کے لئے انگلینڈ جانے کو تیار ہے ایسے میں جہان اسے منیب الرحمٰن کی وفات کا بتا کر پرنیاں کا شاہ ہاؤس میں متوقع آمد کا ذکر کرتا ہے جس پہ معاذ ہتھے سے اکھڑ جاتا اور شدید غصے کے عالم میں احتجاجاً گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے، پرنیاں پپا سے گزارش کرتی ہے ہاسٹل میں مقیم رہنے کی، ادھر جہان معاذ کی منت سماجت کر کے گھر لاتا ہے تو پپا کے سامنے یہ ایک بار وہ پرنیاں کے لئے بے زاری کا اظہار کرتا ہے پپا غصے میں اسے پرنیاں کو چھوڑنے کا کہتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیئے

تیسری قسط

www.paksociety.com

پپا کے چہرے کی رنگت ایکدم سے متغیر ہو کر رہ گئی، آنکھیں شدت غم سے لہو رنگ ہو کر دہکنے لگیں وہ لمحوں میں جیسے عمر بھر کا سودا ہار گئے، معاذ سے اس حد تک بے اعتنائی اور بدلحاظی کی بہر حال انہیں توقع نہیں تھی، مگر یہ اذیت بار بار سہنا اور پرنیاں کو اس کے نام کے ساتھ لٹکا کے رکھنا بھی بہر طور انہیں گوارا نہیں تھا جبھی پہلو میں اٹھتے درد سے بے نیاز ہو کر انہوں نے اسی پل اس پل صراط کو عبور کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''ٹھیک ہے دو تم اسے طلاق، ابھی اور اسی وقت کاغذی کاروائی بعد میں ہوتی رہے گی۔'' وہ بولے تو ان کے لہجے میں اندر کی ٹوٹ پھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا ویسا ہی ہمیشہ والا مضبوط دو ٹوک اور قطعی انداز مگر مما جان ان کے اس مطالبے پہ بے اختیار ہو کر زور زور سے رونے لگ گئی تھیں۔

''خدا کا واسطہ ہے بھابھی بیگم انہیں روکیے، منع کریں انہیں، اپنی اپنی انا کے حصار میں مقید ان دونوں مردوں کو اندازہ نہیں ہے یہ ایک بے قصور بے گناہ لڑکی کو کیسی شرمناک ذلت سے دوچار کرنے جارہے ہیں۔'' ان کی آواز میں اتنا کرب اتنی دلگیری تھی کہ مما جان جو خود اس یک بیک پلٹ جانے والی صورتحال سے گنگ ہو گئی تھیں وہ ایک دوسرے کے مقابل مرنے مارنے والے تاثرات لئے کھڑے پپا اور معاذ حسن کی جانب لپک کر آئی تھیں۔

''اللہ کا واسطہ ہے احسان باز آجاؤ، معاذ آپ جاؤ بیٹے اپنے کمرے میں جاؤ، ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے، ہمیں واقعی ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ہمیں معاف کر دو۔'' باری باری دونوں کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر منت کرتے ہوئے وہ بھی خود پہ ضبط کھو بیٹھی تھیں، معاذ جو کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا ہونٹ بھینچ کر سر جھکا گیا، کچھ فاصلے پہ پپا بھی ہارے ہوئے انداز میں نڈھال سے ہو کر صوفے پہ بیٹھ گئے تھے، ماحول میں ایک بار پھر جیسے سناٹا چھا گیا تھا، بس مما کی سسکیاں اور مما جان کی ہچکیوں کی آواز وقفے وقفے سے گونجتی تھی، معاذ کچھ دیر یونہی سر جھکائے کھڑا رہا پھر ایک جھٹکے سے مڑا، ابھی چوکھٹ سے قدم باہر رکھے تھے جب مما کچھ گھبراہٹ میں اس کے پیچھے دوڑی آئی تھیں۔

''کہاں جارہے ہو معاذ!''

''میں یہاں نہیں رہ سکتا مما! مسئلہ آپ کی چہیتی کی رہائش کا ہے نا اسے آپ یہاں رکھیں۔'' وہ انہیں کسی روٹھے ناراض بچے کی طرح سے لگا تھا، وہ اس کے پیچھے کمرے میں چلی آئیں۔

''وہ جتنی بھی چہیتی ہو مجھے اپنے بیٹے سے بڑھ کر نہیں ہے۔'' انہوں نے اس کا لاڈ اٹھایا جس کا اثر اس پہ نظر نہیں آیا، مصروف سے انداز میں دراز کھول کر اپنے ڈاکومنٹس کی فائل نکال رہا تھا۔

''ایسے کیوں ہو رہے ہو معاذ!'' وہ روہانسی ہونے لگیں۔

''آپ سب لوگ سمجھتے ہیں میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے، ایسا نہیں ہے مما! زیادتی میرے ساتھ کی گئی ہے، میرے سارے حقوق سلب کر لئے گئے زبردستی بلیک میلنگ کے ذریعے مقصد حاصل کیا گیا، مما اگر آپ سمجھیں تو شادی محض جذبات کو تسکین کا نام نہیں ہے، میں اپنے لیول کے مطابق شریک حیات کا متمنی تھا، اگر محض پہلی بات میرے نزدیک اہم ہوتی تو میں کسی کی کسی بھی لڑکی سے شادی رچا کے بیٹھ جاتا، مجھے افسوس ہے آپ لوگوں نے مجھے سمجھا نہیں

تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ گہرے دکھ سے دوچار ہو کر بولتا چلا گیا، اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے سلگنے لگیں، توہین کا احساس روح میں کچوکے لگانے لگا۔

''بیٹے آپ محض غلط فہمی کا شکار ہو، پرنیاں ہر لحاظ سے تمہارے قابل ہے، اجلی میدے جیسی بے داغ رنگت، بے حد گلابی ہونٹ، بادامی آنکھیں جن کی رنگت سنہرے پکھراج جیسی ہے، میری جان یقین کرو میرا تو دل صحیح معنوں میں اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔'' وہ جتنے جوش سے بتا رہی تھیں اسی قدر بے دلی سے چپ ہوئیں وہ واش روم میں گھسا ہوا تھا اور اپنا شیونگ کا سامان سمیٹ رہا تھا، وہ وثوق سے نہیں کہہ سکتی تھیں اس نے ان کی بات سنی بھی تھی یا نہیں اس کے چہرے پہ کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا وہ دل مسوس کر رہ گئیں۔

''تو آپ نہیں رکو گے؟'' انہوں نے اس کی تیاری کے مرحلے کو دیکھ کر بے چینی و اضطراب میں مبتلا ہو کر سوال کیا تھا، معاذ جو وارڈ روب کھولے کھڑا تھا ہاتھ روک کر کچھ بے بس سا ہو کر انہیں دیکھنے لگا ان کے چہرے پہ جو بے بسی تھی وہ اس کا دل جکڑنے لگی۔

''مجھے کچھ دنوں بعد ویسے بھی اس گھر کو چھوڑنا تو تھا مما! ابھی سہی۔''

''چند دنوں بعد کیوں؟'' وہ ہول سی گئیں۔

''اسپیشلائزیشن کے لئے میں انگلینڈ جانے والا تھا وہاں کی یونیورسٹی میں مجھے ایڈمیشن مل گیا ہے، ایک ماہ بعد مجھے جوائن کرنا ہے۔''

یہ اتنی بڑی کامیابی کی خبر ایسے حالات میں ملی تھی کہ وہ کوئی تاثر دیئے بغیر بس ٹکر ٹکر اس کی صورت دیکھتی رہ گئیں۔

''آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟'' وہ افسردگی سے ہنسا۔

''خدا مبارک کرے مزید کامیابیوں سے نوازے، مگر بیٹے خفا ہو کر مت جاؤ۔''

''میں آپ سے خفا نہیں ہوں مما!''

''اپنے پپا سے بھی مت ہو، بلیومی بیٹا آپ کو کبھی احساس ہوگا انہوں نے آپ کے ساتھ کوئی برا نہیں کیا۔''

''یہ آپ کا خیال ہے نا۔'' وہ منہ پھلا کر بولا تو مما نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''ایک ماہ بعد جب جانا ہی ہے تو پھر تب ہی جانا، یہ وقت ہمارے ساتھ گزار لو بیٹے، پلیز فار گاڈ سیک۔'' وہ باقاعدہ منت پہ اتر آئیں وہ بے بس سا ہو گیا۔

''پپا کو اعتراض ہو سکتا ہے مما! پھر آپ کی بہو اتنا عرصہ کہاں رہے گی، یہ طے ہے اس کی موجودگی میں، میں یہاں رہوں گا۔'' انہوں نے دیکھا اس کے اکھڑے اکھڑے سے چہرے پہ بھی ایک غیر محسوس قسم کی سرخی تھی، وہ غیرت مند باپ کا بیٹا تھا ناپسندیدگی بے زاری اور اکتاہٹ اپنی جگہ لڑکی اب اس کے نام سے منسوب تھی خاندان کی عزت تھی وہ دربدر ہو یہ اسے گوارا نہیں تھا، وہ اس کی کیفیت سمجھیں اور جیسے ایکدم سے مسکرا دیں۔

''جب اتنا خیال ہے اس کا تو پھر تھوڑا سا کمپرومائز بھی کر لو نا میری جان رہ لو اس گھر میں اس کے ساتھ۔'' مسکراہٹ دباتے وہ کس قدر شرارت سے بولیں تو معاذ نے جھنجلا کر بے حد ناراض نظروں سے انہیں دیکھا۔

''آپ پھر مجھے غصہ دلانے والی بات کر رہی ہیں۔'' اس کا موڈ واقعی ہی بدلنے لگا تھا مما کو ہی سنبھلنا پڑا۔

''او کے بیٹا! مگر اس کی تم فکر نہ کرو، وہ ہاسٹل چلی گئی ہے، یہاں نہیں رہے گی۔''

''واٹ ہاسٹل کیوں؟ جب گھر ہے تو......؟''

''ہم نے کہا تھا مگر مانی نہیں ایکچوئلی وہ پہلے بھی ہاسٹل میں رہتی تھی نا تعلیم کے سلسلے میں۔''

''بڑی اکڑ ہے محترمہ میں۔'' وہ نخوت سے ناک چڑھا کر بولا البتہ تعلیم کی تفصیلات میں پڑنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی، مما کو پھر مایوسی ہوئی۔

''اس اکڑ میں نسوانیت کا وقار ہے جبھی بری نہیں لگ رہی، وہ ان چاہی بن کر یہاں نہیں آنا چاہتی ستم یہ ہوا کہ اس پہ ساری بات عیاں ہو گئی ہے۔'' وہ کس قدر دکھی نظر آنے لگیں، معاذ نے کچھ حیران ہو کر انہیں دیکھا پھر نخوت سے بولا تھا۔

''بہت اچھا ہوا پتہ چل گیا سمجھ دار ہوں گی تو خود فیصلہ کر لیں گی، مجھ پر بھی پپا کا عتاب نازل نہیں ہو گا۔'' بیٹے کی اس درجہ بے حسی کے مظاہرے نے مما کا دل دکھ سے لبریز کر دیا۔

''ہم بھی بیٹیوں والے ہیں بیٹا ایسی بری باتیں منہ سے نکالنے سے خدا ناراض بھی ہو سکتا ہے، ہم اپنی بیٹیوں کو یوں زبردستی کسی کے پلے نہیں باندھتے پھرتے جیسے ان لوگوں نے باندھا، ذرا تصور کریں ان بزرگ صاحب نے پپا کو کتنا فورس کیا ہو گا کہ پپا میرے ساتھ اس حد تک مس بی ہو کر گئے۔'' اس کا غیض پھر آسمان کو چھونے لگا۔

''وقت اور حالات روادار مہذب اور باوقار لوگوں کو بھی مجبور اور بے بس کر دیا کرتے ہیں بیٹے! یہ کوئی ایسی معیوب بات نہیں تھی۔''

''حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا کوئی بہادری اور دانشمندی نہیں ہے، ان حالات کو سدھارنا اور مقابلہ کرنا ہی مردانگی کی شان ہے۔''

اس کی اپنی سوچ اپنے نظریات تھے جن سے وہ انچ بھر بھی سرکنے کو تیار نہیں تھا، مما کو اس کی نخوت سے خوف آیا۔

''خدا کا خوف کھاؤ معاذ حسن! خدا فرماتا ہے یہ گردش کے دن ہیں اور آزمائشیں ہر انسان پہ آیا کرتی ہیں آج ان پہ تھی کل ہم بھی اس سے دوچار ہو سکتے ہیں۔'' اب کی مرتبہ وہ مصلحتاً خاموش رہا یہ جانے بنا کہ آنے والے وقتوں میں تقدیر اس کے لئے کیسی پسپائی منتخب کر چکی ہے، خدا زمین پہ اکڑ کر چلنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور معاذ ہی غلطی کر رہا تھا۔

☆☆☆

جلتے ہونٹوں پہ تبسم جو مچلتا ہے کبھی
زخم ڈھل جاتے ہیں ساون جو برستا ہے کبھی
میں نے سوچوں میں تراشے ہیں خدوخال تیرے
میرے بارے میں بتا تو نے کبھی سوچا ہے کبھی
چڑھتے سورج سے کبھی تو نے ملائی ہے نظر
تو نے کرنوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے کبھی

لوگ پتھر میں کھلاتے ہیں امیدوں کے گلاب
یہ بھی ممکن ہے بتا ایسا بھی ہوتا ہے کبھی
میں سمجھتا تھا کہ وہ لوٹ کے آ جائے گا
بھلا آنکھ سے بچھڑا ہوا اشک بھی لوٹا ہے کبھی

بہت دنوں بعد طبیعت کچھ ذرا سنبھلی تو ہاتھ لے کر ٹیرس پہ آ گئی، نگاہ کی بے اختیاری پہ بس نہیں رہا اور شاہ ہاؤس کے وسیع لان پہ نگاہ بھٹک گئی، سنہری دھوپ میں سبز مخملیں گھاس کا فرش چمک رہا تھا، کین کی کرسیاں ترتیب سے بچھی تھیں اور صرف ایک پہ ماریہ موجود تھی اور شاید رخ پھیرے بیٹھی نوٹس بنا رہی تھی، اس کی نگاہ وہاں سے پھسل کر پورچ کی جانب اٹھی، وہاں جو گاڑی کھڑی تھی وہ معاذ کی نہیں تھی، اس کے دل سے ہوک سی اٹھی، کچھ جذبے کیسی ناقدری اور بے حسی کی بھینٹ چڑھ جایا کرتے ہیں، ایسے جذبے کسی پھوڑے کی مانند محسوس ہوتے ہیں، ساری عمر سسکتے ہیں نہ ان سے نجات ملتی ہے نہ درد سے چھٹکارا یہ ساری عمر اپنا احساس بخشش کر پتہ نہیں کیا جتانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، شاہ ہاؤس میں بھی اس کی بیماری کی خبر پہنچی تھی، سب سے پہلے ابن زیاد بھاگا آیا تھا۔

''کیا ہو گیا تمہیں لڑکی! کل تک تو اچھی بھلی تھیں۔'' وہ اس کی نبض چیک کر رہا تھا۔

''اب بھی اچھی بھلی ہوں۔'' اس کا دل جانے کیوں رو اٹھا تھا۔

''خاک چہرا دیکھا ہے ایک دن میں برسوں کی مریضہ نظر آنے لگی ہو، ہم ناشتہ کر رہے تھے جب زینی نے تمہاری بیماری کا بتایا، مما نے معاذ بھائی سے کہا ابھی نوری کو دیکھ کر آؤ میں نے کہا میں بھی تو ڈاکٹر ہی ہوں میں دیکھ کر آتا ہوں۔'' وہ اپنا کارنامہ بتا رہا تھا اور نوریہ کا دل پھر سے سسکنے لگا تھا، معاذ حسن کا وجود درد سے بھرنے لگا۔

''کیا ہو گیا ایکدم سے تمہیں؟'' زیاد کی حیرانی بجا تھی، وہ کیا بتاتی وہ کیسی عجلت میں اجڑی ہے کہ خود کو بچانے سنبھالنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

''آپ تو ڈاکٹر ہیں زیاد بھائی آپ کو بھی اگر بتانا پڑے گا تو پھر اتنی ساری ڈگریاں جمع کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟'' حوریہ نے الٹا اس پہ گرفت کر لی، مگر ابن زیاد کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا تھا۔

''کوئی گہرا ذہنی صدمہ، شدید ٹینشن ہے وجہ تو نوریہ ہی بتا سکتی ہے، میری ڈگری بیچاری کی پہنچ یہیں تک جاتی ہے۔'' وہ نوریہ کی پیلی ہوتی رنگت کو دیکھ رہا تھا۔

''ذہنی صدمہ؟'' پھپھو اور حوریہ بھی ٹھٹھک گئیں۔

''کیا بات ہے بیٹے؟'' ان کی تشویش فطری تھی۔

''کن کی باتوں میں آ گئی ہیں مما جان! ان کی ڈگری کی معلومات فضول ہیں، موسمی بخار ہے بس۔'' نوریہ کو بات سنبھالنا مشکل ہوا مگر کوشش تو کرنا تھی، اب تو بات کھلنے کا بھی فائدہ نہ ہوتا۔

''ہاں ٹھیک ہے زیاد بھائی کی تو ابھی تعلیم بھی ادھوری ہے، رات کو معاذ بھائی کو چیک کرائیں گے پھر بیماری پتہ چلے گی۔'' حوریہ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی مگر دوسری بات نے نوریہ کے پھر اوسان خطا کر دیئے تھے۔

''وہ کدھر کے نجومی ہو گئے کہ سب کچھ معلوم کرلیں، میں ٹھیک ہوں کوئی ضرورت نہیں چیک اپ کی۔'' زیاد مسکرا دیا تھا۔

''گڈ ان سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں وہ بھی میری موجودگی میں۔''

(تمہاری موجودگی میں ہی یہ حادثہ ہو گیا، جس کا ازالہ شاید ممکن بھی نہیں) نوریہ سر جھکائے ملول تھی۔

''او کے چلتا ہوں رات کو پھر چکر لگاؤں گا، ویسے یہ زینی کیا تم سے خفا ہے؟'' وہ اٹھتے ہوئے جیسے کسی خیال کے زیر تحت بولا تو نوریہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔

''نہیں تو کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں پہلے تم وہاں اور وہ یہاں پائی جاتی تھی ایک دو دنوں سے ایسی کوئی سرگرمی نہیں ہے نا۔''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی، زینی بھی شاید کچھ بزی ہو۔'' نوریہ نے بات بنادی شاید وہ مطمئن بھی ہو گیا تھا، پھر شاہ ہاؤس سے سبھی اس کی خبر گیری کو آتے رہے تھے سوائے معاذ حسن اور زینب کے، معاذ تو اپنے چکروں میں الجھا ہو تھا، البتہ زینی یقیناً خفا تھی وہ اس کی ناراضگی کا سوچتی واپس کمرے میں آئی اور سیل فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کیا جو آف جا رہا تھا اس نے لینڈ لائن ٹرائی کیا کتنی دیر بیل بجتی رہی تھی پھر کال پک کر لی گئی، دوسری جانب معاذ حسن تھا بھاری بیس والی دلکش مردانہ آواز اس کی سماعت میں اتری تو وہ جو اس سے خائف تھی کچھ اس طور بوکھلائی کہ اگلے لمحے لائن ڈراپ کر دی، اس درجہ گھبراہٹ اور غیر اخلاقی حرکت نے اسے خفت سے دوچار کر دیا، جسے باقاعدہ سر جھٹک کر ذہن سے ہٹاتی رہی اس کے بعد بھی وہ شام تک زینب کا نمبر ملاتی رہی مگر وہ اس کی کال نہیں لے رہی تھی، مجبور ہو کر نوریہ کو خود آنا پڑا تھا، مگر پہلے ہی مرحلے پہ اس کا سامنا معاذ حسن سے ہو گیا۔

''ارے تم آج کیسے راستہ بھول پڑیں؟'' وہ نک سک سے درست کہیں جانے کو نکلا تھا یہ سامنا گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی ہوا تھا، بلیک جینز شرٹ میں ملبوس اپنی غضب کی مردانہ وجاہتوں کے ہمراہ وہ بائیک پہ سوار ایک پیر زمین پہ ٹکائے آنکھوں پہ سن گلاسز چڑھا رہا تھا۔

''وہ...... زینی سے ملنے آئی تھی نا (یہ میرے آنے جانے کا کب سے حساب رکھنے لگے بھلا)۔'' وہ بے حد حیران تھی۔

''طبیعت کیسی ہے، سوری میں تمہیں دیکھنے نہیں آسکا کچھ بزی تھا۔'' وہ جیسے رواداری نبھا رہا تھا نوریہ کا دل بہت زور سے پھر بھی دھڑکا۔

''اٹس او کے، ویسے مجھے تو شکوہ کرنے کا حق بھی نہیں، آپ تو اپنی زندگی میں اہم مقام پانے والوں کو بھی اگنور ہی کرتے ہیں۔'' جانے کیسے اس کی زبان پھسل گئی تھی ورنہ وہ اتنی جرأت مند ہرگز نہیں تھی، معاذ نے بہت چونک کر اور کس قدر حیرانی سے اسے دیکھا جواب خائف سی کھڑی تھی۔

''آئی ایم ساری مم...... میں......'' اس کی نگاہوں کی تپش سے وہ بوکھلا گئی مگر اس کا موڈ بحال نہیں کر سکی۔

''جس کی ہمدردی کے سب کو بخار چڑھ رہے ہیں نا وہ ایک تھرڈ پرسن ہے، آپ لوگوں کا تعلق واسطہ مجھ سے ہے تو لازمی نہیں آپ لوگ میرے احساسات کو سمجھیں بھی اور مجھے اس کی قطعی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' وہ زور سے پھنکارا تھا اور نوریہ کی سراسیمگی کا گراف بڑھا دیا اس سے قبل کہ وہ مزید کوئی وضاحت پیش کرتی وہ بائیک کو کک لگائے زن سے نکلتا چلا گیا، نوریہ ملول سی وہیں کھڑی اڑتی دھول کو نم آنکھوں سے دیکھتی رہی، یہ حقیقت ہے کہ انسان جب خود ناآسودہ ہوتا ہے تو شعوری یا لاشعوری طور پہ وہ اپنے سے وابستہ لوگوں کو بھی زک پہنچانے کی سعی کرتا ہے، وہ بھی غلطی کر بیٹھی تھی، وہ اتنی بے دل ہوئی تھی کہ وہیں سے پلٹ جاتی اگر جو زینب آ کر اسے نہ تھام لیتی۔

''واؤ امیزنگ! تم پہلے سے سمجھ دار اور عقل مند نہیں ہو گئیں؟ میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے تمہیں بھائی کے پاس کھڑے ان سے بات کرتے دیکھا۔'' نوریہ نے نمناک نظروں سے دلگیری کے انداز میں اسے دیکھا مگر وہ اسی جوش بھرے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

''کیا کہہ رہے تھے وہ تم سے؟''

''تم اتنی خفا تھیں مجھ سے ملنے تک نہ آسکیں؟''

''او...... وف یہ کہا، یار عین ممکن ہے اب ان کے دل میں تمہارے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہو۔'' وہ بے ساختہ خوشی محسوس کر کے ہنسی تو نوریہ نے تاسف سے اسے گھورا تھا۔

''احمق ہو تم بھی، میں تم سے پوچھ رہی ہوں یہ؟'' وہ سخت جھلائی تو زینب نے منہ لٹکا لیا۔

''مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو، میری بات کا جواب دو نا۔''

''کچھ نہیں بلکہ مجھے لگ رہا ہے میں نے انہیں خفا کر دیا۔'' نوریہ کو پھر سے اضطراب نے آن لیا۔

''کیا کہا تم نے ان سے؟'' زینب کے سوال پہ نوریہ نے ساری بات بتائی تو زینب نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

''بالکل صحیح کہتے ہیں وہ، تمہیں ضرورت کیا ہے ایسی فضول باتوں کی۔'' وہ ناگواری سے بولی تو نوریہ نے ٹھنڈا سا سانس بھر لیا۔

''بہر حال وہ صحیح تو نہیں کر رہے جو کر رہے ہیں۔''

''تمہیں ہمدردی کا شوق کیوں چرا رہا ہے آخر؟ تم جیسی عاقبت نااندیش لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو خود اپنی راہوں میں کانٹے بچھا لیا کرتی ہیں اور پھر ساری عمر سر پکڑ کے رویا کرتی ہیں۔''

''مجھے تقدیر پہ یقین ہے زینی! مجھے شکوہ نہیں ہے، وہ اگر میرا نصیب ہوتے تو مجھ سے انہیں کوئی چھین نہیں سکتا تھا۔'' وہ صبر کی جانے کس منزل پہ کھڑی تھی زینب نے تحیر سے اسے دیکھا۔

''اگر ایسی بات ہے تو پھر بیمار کیوں پڑی رہی ہو، کیوں نہ تقدیر کے فیصلے کو قبول کر لیا، کیوں روتی ہو؟'' وہ پھٹ پڑی نوریہ متحمل سی مسکرائی۔

''انسان ہوں نا کم ہمتی میری فطرت میں شامل ہے جذبات رکھتی ہوں تو حادثات کا اثر تو لوں گی، مگر وقت کے ساتھ سنبھل بھی جاؤں گی۔''

''تمہاری منطقیں میری سمجھ سے باہر ہیں، کمپرومائز اور ایڈجسٹمنٹ ان لوگوں کی زندگی کا حصہ بنا کرتے ہیں جو کم ہمت اور بے حوصلہ ہوتے ہیں اور کسی حد تک بزدل بھی اور تم نے ثابت کیا کہ تم

کم ہمت بے حوصلہ ہی نہیں بزدل بھی ہو، معاذ بھائی کی مثال تمہارے سامنے ہے، سر اٹھا کے جینے والے لوگ کبھی حالات کے آگے ہتھیار نہیں ڈالا کرتے۔'' زینب کی جذباتی تقریر شروع ہو چکی تھی، وہ سرد آہ بھر کے رہ گئی۔

جواب اس کے پاس ابھی بھی بہت تھے مگر بحث کی ہمت ناپید تھی جبھی خاموشی اختیار کر لی جسے زینب نے اس کی ہار سمجھا اور نخوت سے اسے دیکھا اور پھر مسکرا دی، اسے ہمیشہ دوسروں کو اپنے آگے جھکا کر ہرا کر بہت تسکین ملا کرتی تھی۔

☆☆☆

فراق یار کی بارش ملال کا موسم
ہمارے شہر میں اترا کمال کا موسم
وہ اک دعا جو میری نامراد لوٹ آئی
زباں سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم!
بہت دنوں سے میرے ذہن کے دریچوں میں
ٹھہر گیا ہے تیرے خیال کا موسم
جو بے یقین ہوں بہاریں اجڑ بھی سکتی ہیں
تو آ کے دیکھ لے میرے زوال کا موسم
محبتیں بھی تیری دھوپ چھاؤں جیسی ہیں
کبھی یہ ہجر کبھی یہ وصال کا موسم

رات بارہ کے بعد کا عمل تھا، اس وقت سردی کی شدت بھی گویا عروج پہ تھی فضا میں تیرتا دھندلا غبار موسم کی شدت کا پتہ دیتا تھا، وہ ٹیرس پہ تھا اور ہونٹوں کے درمیان سلگتا ہوا سگریٹ تھا، عجب بے صبری کا عالم تھا کہ سگریٹ سلگ سلگ کر ختم ہونے کو ہو گیا تپش اس کے ہونٹوں کو سلگانے لگی مگر وہ گم صم کھڑا تھا، ایک منظر تھا جو نگاہ کے تمام پردوں پہ آ کر گویا ٹھہر گیا تھا، کتنی تپش تھی کتنی حدت اس ایک منظر میں کہ اس کی روح تک جل اٹھی تھی وہ خاک ہو رہا تھا راکھ ہو رہا تھا، فارن کمپنی سے آئے ڈیلیگیشن کے ساتھ اس کی میٹنگ فائیو اسٹار ہوٹل میں طے تھی لنچ اسے انہی کے ساتھ کرنا تھا، اپنے دھیان میں وہ ہوٹل کی انٹرینس سے داخل ہوا تھا اور سیل فون پہ کوئی میسج وصول کرتے اس کی نگاہ سرسری انداز میں سامنے اٹھی تھی اور اسے لگا تھا زمین آسمان اس کی نگاہ میں گھوم گئے ہوں، وہ یونیفارم پر بڑی سی شال میں اچھی طرح لپٹی ہوئی اپنے سامنے بیٹھے دراز قامت بے حد وجیہہ آدمی کی کسی بات پہ دھیمے سے مسکراتی ہوئی۔

یہ مسکراہٹ بیٹھنے کا پرسکون انداز اور گفتگو کی روانی صاف چغلی کھاتی تھی یہ شناسائی کتنی پرانی ہو سکتی ہے، زینب کے انداز و اطوار اسے اس سے پہلے بھی متعدد بار کھٹکا چکے تھے، مگر معاملہ اس حد تک آگے تک ہو گا یہ جہان کے گمان سے باہر کی بات تھی، وہ دونوں اتنے مگن تھے کہ جہان کا وہاں آنا ان کا دیکھ لیا جانا کچھ بھی محسوس نہیں کر پائی اور جہان کھولتے ہوئے اعصاب کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا، حالانکہ کتنا غیض اترا تھا اس کے اندر چند قدموں کا وہ فاصلہ مٹا کر اسے گھسیٹتے ہوئے ساتھ لے جانے کی خواہش اس کا منہ تھپڑوں سے سرخ کر دینے کی مچلتی ہوئی

تمنا، مگر اس نے اپنے اعصاب کو کنٹرول میں رکھا تھا وہ کسی فلمی ہیرو کی طرح سے ایکٹ کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اس کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں تھا کہ وہ زینب کو عزت دار گھرانے سے یوں سرعام کھیلنے کی اجازت بھی دے دیتا، شام کو وہ خلاف معمول بہت لیٹ آیا تھا اور آنے کے بعد اپنے کمرے میں گھس گیا تھا، چائے نہ کھانا وہ باہر ہی نہیں نکلا تو سب کو تشویش ہونے لگی، جہان کو خود کو سنبھالنا پڑا مگر خود کو نارمل کرنا بھی آسان نہیں تھا، خاص طور پہ معاذ کھٹکا تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں جے؟'' وہ اس کی سرخ آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''کچھ نہیں سر میں درد ہے۔'' جہان کو بہانہ بنانا پڑا۔

''ڈاکٹر سے جھوٹ بول رہے ہو۔'' معاذ کی گھوریوں نے اسے نروس کر دیا تھا۔

''میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔'' وہ نظریں چرا گیا، معاذ نے چپ سادھ لی مگر اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا جب وہ اپنے کمرے میں آیا وہ بھی چلا آیا تھا۔

''کیوں اپ سیٹ ہو؟''

''تم جان کو کیوں آ گئے ہو یار میں اپ سیٹ نہیں ہوں۔'' وہ جھنجھلا سا گیا۔

''جے مجھ سے بھی چھپاؤ گے۔'' معاذ خفا ہونے لگا۔

''ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں جو بتاؤں۔''

''میں مان ہی نہیں سکتا۔'' معاذ کا اعتماد قابل دید تھا، جہان نے چپ سادھے رکھی۔

''محبت کرتے تھے تم کسی سے یہ پکی بات ہے، شاید یہ دن سائٹ لو تھا آج اسی وجہ سے کوئی اور بات ہوئی ہے نا......؟''

ایسا اعتماد ایسا یقین اور ایسی قیاس آرائی، جہان تو دنگ رہ گیا جبکہ معاذ اس کے تاثرات سے اپنی کامیابی پا کر کھل اٹھا تھا۔

''دیکھا میں جانتا تھا، اب بتاؤ کون ہے وہ......؟'' وہ فٹافٹ اگلا مرحلہ طے کر لینا چاہتا تھا، جہان اسی قدر خائف ہو گیا۔

''معاذ پلیز لیو می الون۔'' وہ اتنا ملتجی ہو کر بولا کہ معاذ اسے دیکھتا رہ گیا۔

''کہہ دینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے جے!''

''جب کہنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو پھر لاحاصل ہے، بٹا ہوا غم نہ بٹے ہوئے غم سے زیادہ بوجھل کر دیا کرتا ہے، میں خود کو سنبھال لوں گا۔'' اس کی آنکھوں کی حدتیں بڑھ رہی تھیں۔

''ایسا کیوں سوچتے ہو پگلے ہم ایک دوسرے کی ذات کا حصہ ہیں، روشن خیال بنو مجھے دیکھو میرا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ بات جان کر میں تم سے الجھ جاتا غیرت کا مسئلہ بنا لیتا کہ ابھی کل ہی تو مما سے مجھے پتہ چلا ہے کہ پپا مستقبل میں زینب اور تمہارا سنجوگ کرنا چاہتے ہیں یہ بات مجھے بھی بہت بد آئی تھی جے، زینی کے لئے تم سے بہتر کوئی چوائس نہیں ہو سکتی مگر تمہیں من پسند شریک زندگی چننے کا حق سب کو ملنا چاہیے۔'' معاذ اپنے دھیان میں کہہ رہا تھا، زینب کے نام کے ساتھ جو اذیت جو کرب جہان کے چہرے پہ اترا معاذ اسے محسوس کرنے سے قاصر رہا تھا، جہان نے کسی کرب سے گزرتے ہوئے سختی سے آنکھیں بند کر لیں۔

''تم ٹھیک کہتے ہو معاذ مرضی سے زندگی گزارنے کا حق ہر کسی کو ملنا چاہیے، میں بھی اس امر

یہ سوچوں گا اور خود کو اتنا وسیع القلب کرنے کی کوشش کروں گا۔'' اس کی آواز جتنی مدھم تھی اس سے کہیں بڑھ کر بوجھل معاذ نے متحیر ہو کے اسے دیکھا۔

''واٹ یو مین یہ تم کسے اجازت دینے کی بات کر رہے ہو؟''

''ہے کوئی؟'' وہ خود اذیتی میں مبتلا ہو کر بولا تھا، معاذ نے اسے گھورا تھا۔

''میں تمہاری بات کر رہا تھا۔''

''مگر میں اپنی بات نہیں کر رہا تھا۔'' وہ تلخی سے جواب دے رہا تھا معاذ جھلاہٹ کا شکار ہو گیا۔

''کیا پہیلیاں بجھوا رہے ہو، سیدھی طرح سے بات کیوں نہیں کرتے۔''

''معاذ ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو پلیز آئی پرامس ود یو تمہیں کبھی نہ کبھی لازمی بتاؤں گا۔'' وہ اتنی عاجزی سے بولا تھا کہ معاذ کو ہار ماننا پڑی تھی۔

''او کے فائن! میں ماریہ کے ہاتھ تمہیں کچھ ٹیبلٹس بجھواتا ہوں کھا کر آرام کرنا صبح تازہ دم اٹھو گے۔'' وہ اس کا کاندھا تھپکتا چلا گیا، معاذ کی ہدایت پہ عمل کرنے کے باوجود وہ نیند کو ترستا رہا تھا اور اب آدھے گھنٹے سے مسلسل ٹیرس پہ کھڑا موسم کی سختی سہہ رہا تھا، معاً وہ چونک گیا، زینب کے کمرے کی لائٹ ابھی تک جل رہی تھی۔

''وہ جاگ رہی ہے کیوں؟'' وہ اضطراب کا شکار ہوا تھا کہ وہ تو ایگزیم کے دنوں میں بھی راتوں کو جاگ کر پڑھنے کی عادی نہیں تھی، اسے اپنی صحت خاص طور پہ اپنی آنکھوں کا بہت خیال رہتا تھا، شاید جبھی وہ اتنی حسین تھی ایک تو قدرتی طور پہ بے بہا ملنے والی خوبصورتی اس پہ اس کی بے انتہا کیئر اور ناز برداری شاہ ہاؤس میں اس کے مقابلہ کی کوئی اور لڑکی نہیں تھی، وہ کچھ دیر وہیں کھڑا لب بھینچے کچھ سوچتا رہا پھر جانے کیا دل میں سمائی کہ سلیپنگ سوٹ پہ گاؤن پہنتا ہوا راہداری عبور کر کے اس کے کمرے تک آ گیا، دستک دینے سے قبل وہ اندر سے ابھرتی اس کی مدھر ہنسی کی آواز سن کر اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس کرنے لگا تھا، دوسری احتیاط سے دی گئی دستک پہ دروازہ کھل گیا وہ ڈھیلے ڈھالے نائٹ ڈریس میں کھلے ریشمی سلکی بالوں کے ساتھ بنا دوپٹے کے چوکھٹ میں حیران پریشان اس کے سامنے کھڑی تھی، جہان نے شاید پہلی مرتبہ اسے یوں اپنے مقابل پایا تھا، اس کے وجود اور حسن کی چکا چوند کے آگے اسے اپنی نگاہیں خیرہ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، یوں جیسے جھلمل جھلمل کرتی ڈھیر ساری روشنیوں پہ نگاہ ٹھہر گئی ہو۔

''مجھے تم سے ایک اہم بات کرنی ہے۔'' پہلے اس نے نگاہوں کو جھکایا تھا پھر نخوت سے بولا، اس کا لہجہ بگڑا ہوا تھا، اس کے خوبصورت چہرے پہ ناگواری تھی۔

''اس وقت؟ خیر آیئے۔'' وہ دروازے سے ہٹ گئی جہان چند لمحوں کی الجھن تذبذب اور کشمکش کے بعد اندر داخل ہو گیا تھا، زینب کچھ حیران ضرور تھی مگر ظاہر نہیں کیا، وہ اس کی نگاہ کا اس پہ اٹھنا ٹھٹھک جانا محسوس کر چکی تھی، وہ خود آگاہ تھی اور آج پہلی مرتبہ اس نے جے کو اپنے آگے یوں بے بس پایا تھا، وہ جیسے اندر سے شانت تھی۔

''ایسی کون سی بات تھی جسے کرنے کو آپ کو اس وقت کا انتظار کرنا پڑا؟'' وہ اس کے سامنے بیڈ کے کنارے آ ٹکی، جہان نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا مگر اسے ہنوز دوپٹے سے بے نیاز

کر اگلے لمحے پھر نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

''جو باتیں پردے کی ہوں انہیں ایسے ہی وقتوں میں کرنا مناسب ہوا کرتا ہے شاید تاکہ ان کے اثر سے دیگر لوگ محفوظ رہ سکیں۔'' طنز اس کی عادت تھی نہ فطرت مگر آج معاملہ دوسرا تھا، وہ سرتا پا سلگ بھڑک رہا تھا، زینب اس کی بات کی گہرائی کو سمجھے بنا ناز سے مسکرائی۔

''اچھا ایسی کیا بات ہے؟''

''تم پہلے اپنا دوپٹہ لو پھر بات کرتے ہیں۔'' جہان سے رہا نہیں کیا نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ بے حد کڑا ہو گیا تھا، زینب پہ جیسے گھڑوں کے حساب سے پانی پڑ گیا، اس کی گلابی رنگت خفت سے انگارہ ہونے لگی۔

''سوری مجھے خیال نہیں رہا۔'' وہ سرعت سے اٹھ کر وارڈ روب کے آگے جا کھڑی ہوئی۔

''کچھ باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا پڑتا ہے ورنہ کسی بھی بگاڑ کا باعث بن سکتی ہیں۔'' وہ طنز نہیں کر رہا تھا انداز ناصحانہ اور ہارا ہوا سا تھا، مگر زینب کو آگ لگ گئی تھی، جہان کی بات کو اس نے سراسر مائنڈ کیا تھا، اس کے خیال میں وہ اس کی انسلٹ کر چکا تھا۔

''کیا یہ فرمان یا حد صرف خواتین پہ لاگو ہوتی ہے، مرد حضرات اس سے مستثنٰی ہیں؟'' وہ کاٹ دار انداز میں بولی تو جہان نے چونک کر اسے دیکھا اس کے ہاتھ جو دوپٹہ لگا تھا وہ گلابی رنگ کا تھا گہرے گلابی رنگ کا جسے اس نے عجلت میں اوڑھا تھا اس کے ریشمی بال کاندھوں پہ ڈھلک آئے تھے کچھ ریشمی لٹیں گردن اور چہرے پہ بھی جھول رہی تھیں جہان نے جانا دوپٹہ اوڑھ کر بھی اس کی سحر انگیزی طلسماتی کشش میں کچھ خاص فرق نہیں آیا، وہ ہنوز حواسوں پہ چھا رہی تھی۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔'' وہ سنبھل کر اور نظر چرا کر بولا۔

''اگر ایسا ہے تو پھر آپ کو رات کے اس پہر میرے کمرے میں آنے سے بھی اجتناب برتنا چاہیے تھا۔'' اس نے جیسے اپنا بدلا چکایا اور پرسکون ہو گئی، مقصد جہان کو شرمندہ کرنا تھا اور وہ کامیاب رہی تھی، وہ کتنی دیر اس خجالت سے باہر نہیں آ سکا۔

''آپ کچھ کہنا چاہتے تھے۔'' زینب کو ہی اسے احساس دلانا پڑا جہان نے دیکھا وہ تیکھے چتونوں سے اس کی سمت ہی متوجہ تھی۔

''تم اس وقت کیوں جاگ رہی تھیں؟''

''کیا اس پہ بھی کوئی پابندی ہے؟'' وہ جی بھر کے تلخ ہوئی اور جہان اسی قدر ہرٹ۔

''آج میں نے تمہیں ہوٹل میں دیکھا تھا، کس کے ساتھ تھیں تم؟'' سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ زینب کو سانپ سونگھ گیا، یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا اگر وہ پکڑی گئی کبھی تو کیا کرے گی، وہ بہت محتاط رہتی تھی مگر آج تیمور خان کی ضد کے سامنے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے، وہ وادی سے اسپیشلی اس سے ملنے کی خاطر یہاں آیا تھا اسے اپنا اصول توڑنا پڑا تھا۔

''کچھ پوچھا ہے تم سے میں نے؟'' جہان نے کسی قدر سختی سے استفسار کیا تو زینب نے خائف ہوتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''مم...... میں...... نہیں تو جے آپ کو غلط فہمی......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی جہان نے بہت سختی سے اس کا بازو دبوچ کر اپنے مقابل کیا اور اپنی سرد نگاہیں اس کی خوفزدہ آنکھوں میں گاڑھ

دیں۔

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی، تمہارے معاملے میں مجھے غلط فہمی کبھی نہیں ہو سکتی سمجھیں، میں صرف سچ سننا چاہوں گا، یاد رکھنا زینب اس گھرانے کی عزت یوں نیلام کرنے کی اجازت تمہیں ہر گز نہیں دی جاسکتی ہے۔" اس کی نگاہوں میں چنگاریاں اڑ رہی تھیں، لہجے میں اتنی سختی تھی کہ زینب کو اپنی جان ہوا ہوتی محسوس ہوئی مگر اس نے فی الفور بہت سرعت سے خود کو سنبھالا دیا تھا۔

جہان نے غم و غصے کی زیادتی میں سہی مگر اسے جس طرح سے پکڑا تھا، درمیانی فاصلے ایک طرح سے سارے مٹ گئے تھے، اس نے جو دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا وہ شیفون کا دوپٹہ تھا جسے سنبھالنے کو اس نے چہرے کے گرد ہالہ بنا کر ایک ہاتھ سے گردن سے باقاعدہ دبوچ رکھا تھا مگر جہان نے جب اس کا بازو پکڑا اس کے ہاتھ سے دوپٹے کی یہ گرفت چھوٹ گئی تھی اب صورت حال یہ تھی کہ سوائے بازو کا وہ حصہ جہاں جہان کی گرفت تھی اس کے سوا سارا دوپٹہ کاندھوں اور سر سے پھسل کر کارپٹ پہ ڈھیر ہو چکا تھا ریشمی بال کچھ پشت پہ لہرا رہے تھے کچھ کاندھے سے ڈھلک کر سینے پہ سیاہ مخمل کی مانند بکھرے ہوئے تھے اور اس حالت میں وہ کتنی سحر انگیز کس درجہ ہوش ربا لگ رہی تھی یہ وہ اچھی طرح اندازہ کر سکتی تھی، جبھی خوف کی جگہ ایک اطمینان اور بے نیازی نے لے لی تھی۔

"کیوں خاص طور پہ میری طرف سے کسی قسم کی غلط فہمی کیوں نہیں ہو سکتی آپ کو؟ اس کی کوئی خاص وجہ ہے بتائیں؟" وہ جس انداز میں بولی تھی جہان نے چونک کر اسے دیکھا اور جیسے اس آکورڈ پوزیشن کا خیال آتے ہی بدک کر فاصلے پہ ہوا اور باقاعدہ نظریں چرانے لگا، زینب جھک کر دوپٹہ اٹھانے کے بہانے اپنی مسکراہٹ چھپانے لگی۔

"تم نہیں بتاؤ گی اصل بات مجھے۔" جہان نے زچ ہو کر اسے دیکھا، وہ معصومیت کا تاثر دینے کو مسکرائی۔

"میں نے کہا نا جے آپ غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں؟"

"اچھا! وہ سب پھر میری نگاہوں کا دھوکہ ہوگا۔" وہ جیسے خود اپنا تمسخر اڑانے لگا۔

"ایسی بات نہیں ہے، ایکچوئلی وہ میرا کلاس فیلو ہے بہت عرصے سے پیچھے پڑا ہوا ہے محبت کا دعویدار ہے میں اس کو سمجھانے آئی تھی کہ وہ اس حماقت سے باز آ جائے، اتنی سی بات ہے میری ذاتی کوئی انوالومنٹ نہیں اس سے۔"

اس نے جو داستان سنائی وہ اتنی بودی تھی کہ جہان کی آنکھیں جل اٹھیں اس کا صاف مطلب تھا وہ اس سے اگلوانے میں ناکام رہا تھا، اسے ایک دم جیسے بہت سی تھکن نے آن لیا۔

"آپ کو میری بات کا یقین نہیں آیا جے؟" وہ بغور اسے دیکھ رہی تھی جہان نے سرد آہ بھری۔

"میں صرف ایک بات کہوں گا زینب لڑکیوں کی عزت آبگینے سے بھی نازک ہوتی ہے، ہلکی سی ٹھیس بھی اسے بکھیر دے تو پھر اسے سمیٹنے اور جوڑنے کی ہر کوشش رائیگاں جایا کرتی ہے، سو بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم او کے؟"

"او کے او کے اینڈ تھینکس۔" وہ دل آویزی سے اسے دیکھ کر مسکرائی تو جہان گہرا سانس بھرتے آہستگی سے پلٹ گیا، اس کی چال کا اضمحلال بہت واضح تھا، زینب اتنی آسانی سے جان

چھوٹ جانے پہ شکر گزارتی اپنے بستر پہ ڈھیر ہو گئی تھی۔

☆☆☆

غم زندگی نے لا کے ہمیں اس جگہ پہ مارا
جہاں اس طرف کنارا نہ اس طرف کنارا
یہاں کس کو اتنی فرصت کہ ہمارا حال پوچھے
یہ مزاج ہے سبھی کا نہیں ذکر بس تمہارا

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی، ہلکی نمی لئے بال کھلے تھے اور اس کے نازک وجود کو ڈھلک کر تقریباً پورا چھپا لیا تھا، ٹیپ ریکارڈر بج رہا تھا اور وہ جیسے خود سے کٹتی جا رہی تھی، دل کی کیفیت بھی کچھ ایسی تھی آنکھیں خوامخواہ بھیگنے لگیں، کتنا چاہتی تھی اس بے پناہ مغرور نقوش والے چہرے کو بھلا دے جس سے وابستہ کتنی اذیتیں تھیں ان سے بھی چھٹکارا مل جائے مگر وہ اس کوشش میں ہمیشہ ناکام ہو جاتی، کیا دیا تھا اس بندھن نے اسے سوائے بے مائیگی کے شدید احساس کے۔

کئی کام رہ گئے ہیں تیرے عشق کی وجہ سے
تیرے ساتھ بھی خسارہ تیرے بعد بھی خسارہ
یہ عجیب سا جہاں ہے یہاں سب ڈسے ہوئے ہیں
تیرے ساتھ بھی خسارہ تیرے بعد بھی خسارہ
تیرے ساتھ بیتے لمحے میری زندگی کا حاصل
تیرے بعد پھر کسی نے نہیں پیار سے پکارا

ثناء چائے بنا کر لائی تو اسے اس پوزیشن میں پایا جیسے چھوڑ گئی تھی، ٹیپ ریکارڈر بھی یونہی چل رہا تھا وہ گہرا سانس بھر کے آگے بڑھی اور چائے کا بھاپ اڑاتا مگ اس کے پاس رکھ دیا۔

"پری کہاں کھوئی ہو یار؟" وہ زور سے چیخی ساتھ ہی ٹیپ بند کر دیا، پرنیاں نے چونکے بنا سر اٹھایا ثناء کو اس کی آنکھیں بھیگی بھیگی لگیں۔

"تم پھر رو تی رہی ہو؟" وہ اسے گھور کر بولی۔

"ددا یاد آ رہے تھے۔" اس کے پاس بہت معقول جواز موجود تھا آنسوؤں کا۔

"تم لاکھ یہ بات کہو پری کہ تمہیں صرف یہی ایک دکھ ہے میرا وجدان مجھے کیوں وارن کر رہا ہے معاملہ کچھ اور بھی ہے۔" ثناء ایک بار پھر پیچھے پڑی، وہ اس کی روم میٹ ہی نہیں ایسی زبردستی کی سہیلی بھی تھی جس نے اس کی سمت آنے اور دوستی کے سارے تقاضے تن تنہا نبھائے تھے، وہ پرنیاں کی بے بہا اور بے تحاشا خوبصورتی پہ بری طرح فدا ہو گئی تھی اور اس کی تمام تر خشک مزاجی کے باوجود اس سے دوستی کر کے دم لیا تھا۔

"اور کیا بات ہو گئی، میری زندگی میں اور کچھ رہا ہی نہیں ددا کے بعد۔" وہ ہنوز اداس تھی۔

"اچھا اور وہ جو بہت سوبر اور ڈیشنگ سے انکل تمہیں ہر چوتھے دن ملنے آئے ہوتے ہیں وہ کون ہیں؟" ثناء نے فوراً اس پہ گرفت کی تھی۔

"وہ انکل ہیں بس۔" پرنیاں کے انداز میں فرق نہیں آیا۔

"ان کا کوئی ویسا ہی بانکا سجیلا جوان گھبرو بیٹا بھی تو ہو گا نا مائی ڈیئر۔" ثناء کی آنکھوں میں

شرارت ناچ رہی تھی، پرنیاں کی رنگت یکلخت پھیکی پڑ گئی، اس کے اندر ایک بے نام سی دحشت اتر آئی جو چبھن بن کر اسے چبھنے لگی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے تم فضول کے اندازے مت لگایا کرو۔" اسے اتنا ناگوار گزرا تھا یہ تذکرہ کہ اسے جھڑکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"افوہ چائے تو پی لو۔" ثناء نے ٹوکا مگر وہ ان سنی کیے دروازہ کھول کر باہر آ گئی سیڑھیاں اتر کر نیچے سرسبز لان میں بنے سنگی بینچ پہ بیٹھ گئی، شام ڈھل رہی تھی، دھوپ بہت آہستگی سے سمٹی جا رہی تھی، اس کا اضطراب ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھ رہا تھا، مستقبل کا خوف ابھی سے آکٹوپس بن کر چمٹنے لگا تھا۔

"پرنیاں حسیب وارڈن کا پیغام ہے آپ کے گھر سے کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔" وہ اپنی سوچوں میں گم بیٹھی تھی جب اس آواز نے اسے چونکایا، سامنے وارڈن کی ہیلپر کھڑی تھی وہ گہرا سانس بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی، ان دو ہفتوں میں غالباً پپا کا یہ اس کے پاس چوتھا یا پانچواں چکر تھا، شاید وہ بیٹے کی زیادتی کا ازالہ کرنے کی کوششوں میں تھے جب بھی آتے اس کے لئے ڈھیروں چیزیں ساتھ ہوتیں، وہ کبھی شرمندہ ہوتی کبھی جھنجھلا جاتی، پچھلی مرتبہ جب انہوں نے اس کی مٹھی میں ہزار ہزار کے کئی نوٹ تھمانے چاہے وہ کیسے بدک گئی تھی۔

"پلیز انکل مجھے ان کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں پیسہ تو ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے بیٹے!" ان کا لہجہ و انداز کتنا خاص کتنا مشفقانہ ہوا کرتا تھا اس کے ساتھ اس نے کبھی باپ کی محبت کو محسوس نہیں کیا تھا مگر جو رویہ جو سلوک انہوں نے اس کے ساتھ روا رکھا تھا اسے لگا تھا اگر اس کے بابا زندہ ہوتے تو لازمی ان کی محبت کا انداز اور رنگ اس محبت سے جدا ہرگز نہ ہوتا۔

"ہماری زمینیں ہیں نا، وہاں سے ہی پہلے بھی میری ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔" اس نے جیسے جتایا تھا، پپا کچھ دیر کو خاموش ہو گئے تھے۔

"بیٹے اب آپ کی ہر ذمہ داری ہماری ہے آپ ہماری فیملی کا حصہ ہو، یو نو نکاح کے بعد لڑکی والدین کی نہیں شوہر کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے اور وہ معاذ وہ بھلے برسر روزگار ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی سیلری مہینے کے چند دن ہی اس کا ساتھ دے پاتی ہے پھر وہ بھی مجھ سے ہی پیسے لیتا ہے بہت فضول خرچ ہے نا، کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ میں آپ پہ کوئی احسان کر رہا ہوں، باپ بیٹیوں پہ اپنی کمائی خرچ کر کے بہت سکون اور خوشی محسوس کرتے ہیں بیٹا! میں اس نالائق کے حوالے سے آپ کو دیکھتا ہی نہیں آپ میرے لئے زینب اور ماریہ کی طرح ہی ہو، اگر آپ نے یہ نہ لئے تو گویا آپ ایک باپ کو ہرٹ کریں گی اور میری بیٹی اتنی بے حس نہیں ہو سکتی۔" انہیں بات کرنے کا بہت سلیقہ تھا وہ قائل کرنے کے ہر انداز سے آگاہ تھے پرنیاں نے یہ بات اچھی طرح سے جان لی تھی وہ ان سے صرف ایک بات منوا سکی تھی، باقی ساری مانتی آئی تھی بھلے بعد میں دل پہ کتنا ہی بوجھ بڑھتا ہو۔

"السلام علیکم انکل!" وہ اندر آئی تو انہیں اخبار میں مصروف پایا اس کی آواز پہ متوجہ ہوئے اخبار ٹیبل پہ رکھ کر مشفقانہ مسکراہٹ سمیت اٹھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور باقاعدہ ٹوکا۔

"انکل نہیں پپا!" یہ ہر مرتبہ کی ٹوک تھی وہ جھینپ سی گئی۔

"آج میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہاں سے گزر رہا تھا سوچا آپ سے مل لوں، یہ آپ کی مما اور بڑی مما نے کچھ چیزیں آپ کو بھیجی ہیں۔" انہوں نے ہمراہ لائے بڑے شاپرز کی سمت اشارہ کیا وہ حیران رہ گئی۔

"ان میں کیا ہے؟"

"کھول کر دیکھ لیں چونکہ مجھے تو ان خواتین پہ کسی قسم کا شبہ نہیں تھا جبھی تو چیکنگ نہیں کی۔" ان کا انداز متبسم تھا وہ جھینپ کر ہنس دی۔

"اس تکلف کی کیا ضرورت تھی پپا! اینی ویز آپ انہیں میری طرف سے تھینکس کہہ دیجئے گا۔"

"نہ بھئی یہ اتنا بھاری بوجھ مجھ سے نہیں اٹھایا جاتا آپ کی مما تو آپ سے ملنے کو بے قرار تھیں میں خود ہی نہیں لے کر آیا ویسے اگر یہ تھینکس ضروری ہے تو ایک فون کال کر لیجئے گا، وہ بہت خوش ہوں گی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے تو پرنیاں بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھیے نا پپا میں آپ کے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

"نہیں بیٹے اس وقت لیٹ ہو رہا ہوں، ایک ضروری کام سے بھی جانا ہے، اپنا خیال رکھیئے گا، ٹیک کیئر۔" وہ اس کا سر تھپک کر چلے گئے، پرنیاں نے گہرا سانس کھینچا اور کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی پھر اٹھی تو نگاہ شاپرز پہ جا پڑی، اس نے تجسس میں مبتلا ہو کر شاپرز کے قریب آ کر جھانکا ایک میں موسم کی مناسبت سے خوشنما اور بے حد اسٹائلش اور نفیس قسم کے چار جوڑے تھے دوسرے میں چھوٹے بڑے ڈبوں میں مختلف چیزیں تھیں، دیسی گھی، پنجیری، خشک میوہ جات اور اسی قسم کی دوسری چیزیں، وہ عجیب سے احساسات میں گھری کھڑی رہ گئی، کسی ایک کی وجہ سے وہ اتنی ساری بے لوث محبتیں آخر کہاں تک نظر انداز کرتی، ایک شیشی میں خالص دیسی سرسوں کا تیل بھی تھا اسے یاد آیا مما نے حویلی میں دو دن کے قیام کے دوران اس کے سر کے بالوں کی مالش کی تھی۔

"اتنی لمف پڑھائی ہے سب سے زیادہ بالوں کا حشر ہوتا ہے، جب تک معاذ پڑھتا رہا ہر روز رات کو مجھ سے تیل کی مالش کروایا کرتا تھا وہ تو ماشا اللہ اس کے بال ویسے بھی گھنے ہیں کچھ اس کی کیئر جبھی سلامت رہ گئے، زیاد نے پرواہ نہیں کی جبھی ایک حصہ بال جھڑ گئے ہیں ابھی سے اس کے میرے چھننے کی بھی پرواہ نہیں اسے، مگر بیٹا آپ ضرور رات کو مساج کیا کرو، بال آپ کے جتنے پیارے ہیں کیئر لیس ہونے سے نقصان ہو سکتا ہے، خیر اب تو آپ ہمارے ساتھ چلیں گی تو میں خود یہ کام کر لیا کروں گی، زینب تو بہت چیختی ہے مساج سے مگر میں پرواہ نہیں کرتی۔" ان کی باتوں میں صرف معاذ کا ہی نہیں ان کے سب بچوں کا بار بار تذکرہ آیا کرتا تھا مگر ہر بار معاذ کے نام پہ اس کا دل گہرائیوں میں ڈوب کر بہت دیر سے ابھرتا، دونوں شاپر اٹھائے وہ اوپر اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور ہاتھ میں تیل کی شیشی اٹھائے گم صم کھڑی تھی جب ثناء کی ہنسی پہ چونکی۔

"یار اس میں ایسی کیا اٹریکشن ہے خالی خولی آئل ہی تو ہے، تمہارے کپڑے تو اتنے شاندار ہیں کہ لگ رہا ہے سسرال سے بری آئی ہو، انہیں دیکھو یار۔" ثناء اس کی ساری چیزیں پھیلائے بیٹھی تھی بلکہ کھانے والی ساری چیزیں تو وہ چکھ بھی چکی تھی، اس کی بات پہ پرنیاں کا رنگ پہلے بے

تحاشا سرخ ہوا پھر اتنا ہی پھیکا پڑ گیا۔

''بہت دیالو ہیں بھئی تمہارے انکل آنٹی وغیرہ، سگے انکل ہیں چچا یا ماموں؟'' ثناء بے حد متاثر تھی اس کے ایک سوٹ پہ جو بروشے کا تھا ڈل گولڈن لانگ اے لائن شرٹ ٹراؤزر اور آف وائٹ کلر کا خوب لمبا چوڑا دوپٹہ جس کی شیفون اتنی سک اور نفیس تھی کہ اکٹھی کر کے مٹھی میں بند کی جاسکتی تھی، دوپٹے کے چہار اطراف چار انگلی چوڑی گولڈن پٹی تھی جس پہ گولڈن ہی بہت نفیس موتیوں کا کام بنا ہوا تھا، ثناء کو بے حد پسند آیا تھا۔

''یوں تو سارے ہی سوٹ بہت اسٹائلش ہیں مگر اس کی تو را لگ ہے یار ایک ہفتہ قبل میں نے طارق روڈ پہ ایک بوتیک میں اسے دیکھا تھا، پندرہ ہزار کا ٹیگ دیکھ کر خواہش کو اندر ہی دبا لیا۔''

''تم لے لو۔'' پرنیاں نے سوٹ نہایت فراخدلی سے اس کی جانب بڑھا دیا۔

''پاگل ہوئی ہو، تمہیں ملا ہے یار میرا کہنے کا مقصد یہ تھوڑی تھا۔'' ثناء خفت زدہ ہوگئی۔

''دوستوں میں سب چلتا ہے ثناء رکھ لو یار۔''

''ہاں رکھ لوں تا کہ کل تمہارے انکل آئیں اور مجھے سوٹ پہنا دیکھ کر مجھ پہ کیس کر دیں۔'' وہ ہنسنے لگی۔

''سوٹ تو نہیں البتہ کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی تکلف نہیں برتوں گی ابھی سن لو۔'' ثناء نے صاف کہہ دیا، پرنیاں محض مسکرا دی تھی۔

''یار اپنی اتنی دیالو آنٹی کو ایک تھینکس کا فون ہی کر دو۔'' ثناء اسے بستر پہ دراز ہوتے اور کتابیں کھولتے دیکھ کر چیخی تو وہ تھم سی گئی، یہ بات تو پپا نے بھی کہی تھی، کچھ سوچ کر اس نے کچھ تذبذب سے شاہ ہاؤس کا نمبر ملا لیا، فون کی بیل ہونے تک اس کا دل جانے کیوں تیز تیز دھڑکتا رہا، رابطہ بحال ہونے پہ دوسری جانب سے آتی مردانہ بھاری مگر فریش آواز پہ وہ ایکدم ساکن ہوگئی۔

''ہیلو۔'' اس نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

''جی کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟''

''آپ...... آپ کون؟'' اس نے گھبراہٹ میں ایک بے تکا سوال کر دیا۔

''محترمہ تعارف کرانے کی ضرورت آپ کو ہے فون آپ نے کیا ہے، بہر حال میں معاذ حسن ہوں، اب فرمائیے؟'' ہلکی سی جھنجھلاہٹ لئے بھاری بھرکم آواز اس کے اوسان خطا کر گئی، سیل فون اس کے ہاتھ سے پھسل گیا تھا، وہ لمحوں میں پسینوں میں نہا گئی تھی گویا صد شکر کہ ثناء واش روم میں تھی ورنہ اس کی حالت پہ اس کی جان کو آ جاتی، اس نے بے ترتیب دھڑکنوں کے شور میں جھک کر بے چارگی سے سیل فون کو دیکھا جو اس کی گود میں گرا تھا کال ابھی چل رہی تھی اور اسپیکر سے معاذ حسن کی جھنجھلائی ہوئی ہیلو ہیلو کی مدھم آواز وہ سن سکتی تھی، اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون ڈسکنیکٹ کر دیا۔

''مائی گاڈ کیا ہو گیا تھا مجھے۔'' سر زور زور سے جھٹکتے ہوئے وہ گویا خود اپنے اوپر خفا ہو رہی تھی جب ثناء واش روم سے برآمد ہوئی۔

''ہو گئی تمہاری بات؟''

''آں ہاں ہاں ہو گئی۔'' اس نے یونہی بر سبیل تذکرہ پوچھا تھا مگر جواب میں اس کی بوکھلاہٹ پہ چونک اٹھی۔

''خیریت اتنی سراسیمہ کیوں ہو؟ آنٹی کی بجائے ان کے بیٹے سے بات ہوئی ہے کیا؟ اور وہ شکل وصورت میں ڈریکولا سے ملتا جلتا ہے۔'' ثناء کو شرارت سوجھ رہی تھی، پرنیاں محض اسے گھور کر رہ گئی۔

☆☆☆

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔'' وہ ڈائننگ ہال میں آیا تو پپا کو سامنے ہی موجود دیکھ کر زور دار طریقے سے سلام کیا لہجے میں تبسم کی شوخی اور کھنک تھی مقصد ان پہ اپنی آمد کو جتلانا ہی نہیں اپنے اعتماد کو واضح کرنا بھی تھا، انہوں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور کوئی تاثر دیئے بنا اپنی پلیٹ کی سمت متوجہ ہو گئے۔

''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔'' اس شوخی کا جواب بھی شوخی میں موصول ہوا تھا، ابن زیاد کی مسکراہٹ بہت خیر مقدمی اور فریش تھی۔

''کیا بنا ہے آج کھانے میں؟'' وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے جانے کسے مخاطب کر کے بولا تھا۔

''آپ کی فیورٹ سندھی بریانی اور رائتہ کوفتے میٹھے میں ٹرائفل ہے۔'' جواب مما نے دیا تھا اور بہت دلار سے۔

''یہ چاولوں کی ڈش دیجئے پلیز!'' وہ جس کرسی پہ بیٹھا تھا وہ پپا کے مد مقابل تھی اب اس نے جسے مخاطب کیا تھا وہ بھی پپا ہی تھے، ٹیبل کے گرد بیٹھے دیگر نفوس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی سب جانتے تھے وہ جتنا جذباتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر حساس غصے اور خفگی میں جتنی بھی بری طرح سے سامنے والے کو ہرٹ کر کے غصہ اترنے پہ جب تک ازالہ نہ کر لے اسے چین نہیں پڑا کرتا تھا، پپا نے اسی سپاٹ چہرے کے ساتھ بنا اسے دیکھے اس کی مطلوبہ ڈش اپنے سامنے سے اٹھا کر اس کے آگے رکھ دی۔

''جزاک اللہ!'' وہ بے پناہ مشکور ہوتا اپنی پلیٹ میں چاول نکالنے لگا۔

''بھائی آپ کی ٹکٹ کنفرم ہو گئے؟'' ماریہ نے اچانک سر اٹھا کے پوچھا، وہ چونک گیا۔

''ہاں پندرہ دن بعد کی فلائیٹ ہے، اس لئے جو بھی لوگ مجھ سے خفا ہیں انہی پندرہ دنوں میں مجھے منا لیں۔'' اس کے لہجے میں شرارت تھی، ڈائننگ ہال میں دبی دبی ہنسی پھیل گئی، کیا شان بے نیازی تھی اور تو اور پاپا جان بھی مسکرا دیئے تھے۔

''آپ سے ٹریٹ نہ لے لیں، ان پندرہ دنوں میں گفٹس نہ بٹور لیں۔'' ابن زیاد نے جواب دیا اور زینب نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

''بالکل بھائی یہ تو ہمارا حق بنتا ہے اتنی بڑی کامیابی ملی ہے آپ کو۔''

''تو میری محنت کی بدولت ملی ہے نا تمہارا کیا کمال او نہہ تحفے ٹریٹ۔'' وہ نخوت سے بولا تو ابن زیاد چیخا تھا۔

''صرف آپ کی محنت کا کمال نہیں ہے، ہماری دعائیں بھی رنگ لائی ہیں، ہم لازمی ٹریٹ لیں گے اور شاپنگ بھی کریں گے آپ کے پلے سے۔'' ماریہ بھی ساتھ مل گئی تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

''او کے او کے لے لینا بھئی۔'' تینوں نے جواباً نعرہ لگایا تھا، ڈائننگ ہال ان کی چہکاروں سے گونج اٹھا معاذ نے مسکراتے ہوئے نگاہ کا زاویہ بدل کر دیکھا پپا اسی سنجیدگی متانت سمیت کھانے سے فراغت کے بعد نیپکین سے ہاتھ پونچھ رہے تھے۔

''پپا آپ نے سنا پندرہ دن بعد میں ایک لمبے عرصے کے لئے بہت دور جا رہا ہوں۔'' اس نے جیسے انہیں چھیڑا مگر کامیابی نہیں ہوئی، مما بے چین ہو رہی تھیں۔

''فی امان اللہ! خدا کامیابیاں عطا فرمائے آمین!'' وہ کرسی دھکیل کر اٹھتے ہوئے بولے اور پلٹ کر باوقار انداز میں چلتے ڈائننگ ہال سے نکل گئے۔

''بس اور کچھ نہیں؟'' وہ ان کے پیچھے بھاگ کر آیا اور برآمدے اور راہداری کے درمیان انہیں جالیا۔

''جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو انہیں والدین سے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی ما سوائے۔'' وہ گہرا سانس بھر کے بولے تھے، معاذ نے سر کونفی میں جنبش دی۔

''مجھے آپ کی شفقت محبت اور سب سے بڑھ کر آپ کی مسکراہٹ بھی چاہیے، ود آپ کی معافی کے مجھے معاف کر دیں پپا اس دن سے میں نے بہت گستاخیاں کی آپ کے ساتھ۔'' وہ ایکدم سے ان سے لپٹ گیا، پپا کچھ دیر ساکن کھڑے رہے پھر اسے بازوؤں کے حلقے میں بھینچ لیا تھا مخصوص انداز میں پیشانی چومی اور پھر اس کے گھنے بال بکھیر دیئے۔

''میں خفا نہیں ہوں۔''

''تھینکس پپا!'' وہ بچوں کی طرح سے کھلکھلایا۔

''آپ کہیں گے تو آپ کی اجڈ پینڈو بہو کو رخصت بھی کرا لاؤں گا، واپس آ کر مگر میری شرط اپنی جگہ پہ قائم ہے، میں اپنی پسند کی شادی ضرور کروں گا، زندگی ایک بار ملتی ہے پپا!'' پپا کے چہرے کا نرم تاثر پل بھر میں زائل ہو گیا، انہوں نے سختی سے ہونٹ بھینچے تھے۔

''اس احسان کی ضرورت نہیں ہے، آج میں خود اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔'' انہوں نے سرد مہری سے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے، وہ کاندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''گاڑی تیار ہے بیگم صاحبہ!'' ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے بیٹھیں وہ اپنے گلے میں نازک سا نیکلس پہن رہی تھیں جب دروازہ ناک کرنے کے بعد مؤدب سی ملازمہ نے اطلاع دی۔

''او کے میں آ رہی ہوں ہنی جاگ گئی؟'' انہوں نے اٹھتے ہوئے اپنا براؤن لیدر کا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے اگلا سوال کیا تو ملازمہ کچھ گڑبڑا گئی کہ وہ ان کی ہدایت پہ ہر دس منٹ بعد ژالے کے کمرے میں جھانکنا بھول گئی تھی۔

''جج...... جی بیگم صاحبہ میں ابھی دیکھتی ہوں۔''

''واٹ نان سنس، سیلری کس کام کی ملتی ہے ہر ماہ تمہیں نکمی کام چور عورت، کام وام تم سے ہوتا نہیں ہے۔'' ان کے تاثرات ایکدم سے حقارت آمیز ہو گئے ملازمہ ان کے عتاب کو محسوس کرتی تھر تھر کانپنے لگی کہ ان کے وحشیانہ غصے سے وہ کیا سارے ملازمین خائف رہا کرتے تھے۔

''مم...... معاف کر دیں بیگم صاحبہ!'' وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

''ناؤ گیٹ لاسٹ۔'' انہوں نے دھاڑ کر کسی قدر تضحیک آمیز انداز میں کہا اور نازک ہیل کے جوتے پہن کر ایڑی کی ٹک ٹک کا سر تال بجاتی ہوئیں خود ژالے کے بیڈ روم کی سمت آ گئیں، ناب گھما کر دروازہ اوپن کیا تو کمرا دن کے دس بجے بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، انہوں نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تھی تمام کھڑکیاں مضبوطی سے بند تھیں اور الیکٹرک ہیٹر سست روی سے حدت چھوڑ رہا تھا، انہوں نے جہازی سائز بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹی ژالے کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کا بے پھیلا کمبل درست کرتے ہوئے سلکی بال سمیٹنے لگیں۔

''ژالے ہنی اٹھ جاؤ میری جان!'' وہ ذرا سا کسمسائی تھی مگر بولی نہیں۔

''آج پھر آپ نے کالج ٹائم مس کر دیا، بیٹا کم از کم گریجویشن تو کر لو۔''

''یعنی مزید دو سال کالج جاؤں مجھے نہیں منظور مما!'' وہ خمار آلود آواز میں بسوری تھی۔

''ایسے تو نہیں چلے گا مما کی جان!'' انہوں نے جھک کر نرمی سے اس کی پیشانی چومی تب ژالے نے پہلی بار آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا تھا، وہ انہیں کچھ ست کچھ نڈھال لگی۔

''ابھی تک بستر میں کیوں پڑی ہو؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' ان کے لہجے میں خدشات کی یلغار اور لرزش تھی، ژالے کے چہرے پہ زہر خند پھیلنے لگا۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

''مما آپ تو اسی خوف سے مجھے سونے بھی نہیں دیتیں کہیں مر نہ جاؤں۔'' اس کے لہجے میں صرف جھنجھلاہٹ نہیں تھی بے زاری اکتاہٹ اور تلخی بھی نمایاں تھی، مسز آفریدی کا کلیجہ جیسے کسی نے بے دردی سے بھنبھوڑ ڈالا، انہوں نے متغیر ہوتی رنگت کے ساتھ ڈوبتی نظروں سے ژالے کو دیکھا جو تمام تر نزاکت معصومیت اور دلربائی کے باوجود اکثر دل نوچ لیا کرتی تھی ان کا، پتہ نہیں وہ اتنی ہلاک کیوں تھی۔

''اگر تم ایسی باتوں سے باز نہ آئیں تو میرا ہارٹ لازمی کسی روز فیل ہو جائے گا کسی دن پھر روتی رہنا۔'' وہ جی بھر کے خفا ہوئی تھیں، ژالے ایکدم سے ہنس پڑی۔

''کم آن مما! رخصت تو آپ نے کرنا ہے مجھے رونا تو آپ نے ہے۔'' وہ بے حد بے رحمی سے کہہ کر اپنے لمبے گھنیرے بالوں کو سمیٹنے میں مصروف ہو گئی، مسز آفریدی کا دھواں دھواں ہوتے چہرے پہ نگاہ ڈالے بنا جو ضبط کھو کر ایکدم سے بلک اٹھی تھیں۔

''میں اسی خود فریبی میں مبتلا رہنا چاہتی ہوں مگر تمہیں یہ بھی گوارا نہیں، اتنی ظالم کیوں ہو جاتی ہو کبھی تم ژالے۔'' وہ ہچکیاں بھر بھر کے روتے ہوئے کہہ رہی تھیں، ژالے ہونٹ بھینچے انہیں دیکھ رہی تھی کچھ کہے بغیر ان کے گلے میں بازو حمائل کر دیئے، بہت دیر بعد جب وہ بولی تو اس کی

آواز بھیگ چکی تھی۔

''میں آپ کو حقیقت پسند بنانا چاہتی ہوں مما! تاکہ آپ کو میرے بغیر جینے کا ڈھنگ آ جائے۔'' وہ چھوٹی سی بہت دلکش سی لڑکی بہت بہادری سے مسکرا رہی تھی۔

''کینسر اب لاعلاج مرض نہیں رہا ہے ژالے! میں علاج کے لئے تمہیں باہر لے کر جاؤں گی سب ٹھیک ہو جائے گا، ایک بہت پیارا سا لڑکا ڈھونڈ کر میں تمہاری شادی کروں گی پھر اتنے ڈھیر سارے میرے نواسے نواسیاں ہوں گی۔'' وہ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی تھیں اور بھیگی آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں اور ژالے ہونٹ بھینچے جیسے کسی اذیت سے گزر رہی تھی۔

''کیوں کرتی ہیں ایسی باتیں جنہیں کبھی پورا نہیں ہونا؟ اس لئے بھی کہ میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔'' وہ آج جانے کیوں انہیں زچ کرنے اذیت دینے پہ آمادہ تھی، معمول سے کہیں زیادہ مایوس کہیں بڑھ کے دل گرفتہ، اس کی باتوں پہ مسز آفریدی کا رنگ پھیکا پڑتا چلا گیا تھا، حتیٰ کہ وہ اتنا پھیکا پڑ گیا کہ بڑے سے دریچے کی کھلی کھڑکی سے اندر آتی دھوپ ان کے چہرے کی رنگت کے مقابلے میں رنگین لگنے لگی، ضبط کی کوشش میں ہار کر ان کے ہونٹ تشنج زدہ مریض کی طرح کپکپانے اور لرزنے لگے، کچھ دیر ان کی یہی کیفیت رہی پھر وہ دھیرے دھیرے نارمل ہونے لگیں، خود کو سنبھال کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''ناشتہ تمہارا تیار ہے، ٹائم پہ کر لینا، میں اب چلتی ہوں، ٹیک کیئر۔'' پھر سے مغرور بے نیاز اور بے حس سی مسز آفریدی تھیں مشہور بزنس وومین، جن کا لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا کاروبار تھا۔

''آپ جا رہی ہیں؟ آپ کو معلوم ہے مما میں آپ کے بغیر ناشتہ نہیں کرتی۔'' ژالے کی آواز پہ ان کے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

''میں خود ہمیشہ آپ کے ساتھ ناشتہ کرنا چاہتی ہوں جانو! مگر آپ...... مگر ابھی تو آپ میری شادی اور بچوں کے خواب سجا رہی تھیں ساری عمر اپنے ساتھ رکھیں گی تو مل گئیں ایسی تعبیریں۔'' وہ ان کا دل بہلا رہی تھی، وہ بہرحال انہیں ہرٹ نہیں دیکھ سکتی تھی، اس کی کوشش ناکام نہیں گئی وہ واقعی ہی بہل گئی تھیں۔

''میں ایسا لڑکا ڈھونڈوں گی جو گھر داماد بن سکے۔'' وہ مسکراتے ہوئے جوش سے بولیں۔

''اور اگر وہ اس پہ آمادہ نہ ہوا تو......؟''

''کیوں نہیں ہوگا، یہ اتنی وسیع جائیداد دیکھ کر تو لوگ غلامی کو بھی تیار ہو جائیں گے۔''

''ایسے لالچی انسان سے شادی کرنے سے بہتر ہے یونہی کنوارا رہنا۔'' وہ جواباً منہ پھلا کر بولی تو مسز آفریدی نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

''تم جتنا مرضی بہانے گھڑ لینا مگر شادی میں ضرور کروں گی تمہاری، اتنی جائیداد بینک بیلنس کوئی وارث بھی تو ہونا چاہیے، ایک ہی بیٹی ہے ہماری!'' دلار سے بولیں تو ژالے ایک بار خاموش ہو گئی تھی، یہ موضوع طول پکڑ رہا تھا اور وہ اسے طول دینا نہیں چاہتی تھی، دو سال قبل وہ سولہ سال کی ہوئی تو تب اس پہ یہ جان لیوا انکشاف ہوا تھا کہ وہ بلڈ کینسر کی مریضہ ہے گو کہ بیماری آخری اسٹیج پہ نہیں تھی مگر جان لیوا ضرور تھی، وہ زندگی کی امنگوں سے بھرپور لڑکی صرف اس ایک انکشاف سے ہی تو زندگی سے دور نہیں ہوئی تھی، اسے اذیت پسند بے حس اور کٹھور بنا

ایک اور شرمناک حقیقت بھی تو تھی جس کے منکشف ہونے کے بعد اس نے یکدم لڑکپن سے بڑھاپے میں قدم رکھ دیا تھا، وہ ایکدم سے اپنی عمر کے پچاس سال پھلانگ گئی تھی، اس کے بعد وہ کبھی دل سے نہیں ہنس سکی تھی، اس کے بعد وہ راتوں کو کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکی تھی تو اس کی وجہ کوئی اور نہیں مسز آفریدی تھیں، اس پہ یہ جسم سے روح کھینچ لینے والا خود سے نگاہیں ملانے کے قابل نہ چھوڑنے والا انکشاف کرنے والی ہستی کوئی اور نہیں اس کی ماں مسز آفریدی ہی تھیں، یہی وجہ تھی کہ وہ ڈپریشن میں اپنے ساتھ انہیں بھی اذیت سے دوچار کر دیا کرتی تھی۔

☆☆☆

فلک تک چل ساتھ میرے
فلک تک چل ساتھ چل
یہ بادل کی چادر یہ تاروں کے آنچل
میں چھپ جائیں ہم پل دو پل
فلک تک چل ساتھ میرے
فلک تک چل ساتھ میرے

معاذ حسن کے ٹکٹ کنفرم ہو کر آئے تھے وہ سب باقاعدہ لٹھ لے کر اس کے پیچھے پڑ گئے، معاذ حسن کو ان کا قافلہ لے کر نکلنا پڑا تھا، ابن زیاد، پپا کی پراڈو کی چابی مانگ لایا تھا اور اب ڈرائیونگ سیٹ پہ اکڑ کر بیٹھا اپنی من پسند کیسٹ منتخب کر کے لگا چکا تھا۔

''پہلے ڈنر پھر شاپنگ اس کے بعد آئسکریم کھاتے ہوئے گھر واپسی۔'' پروگرام کو فائنل ٹچ بھی زیاد نے ہی دیا تھا۔

''آئسکریم کھاتے ہوئے نہیں جوتے کھاتے ہوئے، اتنے پیسوں میں، میں انگلینڈ پہنچ سکتا ہوں جتنے اماؤنٹ کا تم بل بنائے بیٹھے ہو۔'' معاذ نے اسے لتاڑ کے رکھ دیا تھا۔

''وہاں میموں کی زلفوں سے تبھی تو آپ ہی کھیلیں گے یہاں ذرا سا دل کو بڑا کر لیں۔''

''تم مجھے ایسا بہکا ہوا سمجھتے ہو؟ اور بڑا دل بیماری ہے احمق!'' معاذ نے پہلے آنکھیں نکال کر اسے گھورا پھر بدکا تھا۔

''وہ والا بڑا دل نہیں سخاوت والا اور آپ اتنے پرہیزگار کب سے ہو گئے جناب؟'' ابن زیاد پہ حیرانی کا دورہ پڑ گیا تھا۔

''جب سے پابند ہوئے ہیں۔'' اسی وقت جہان آیا تھا اس نے آخری بات سن کر لقمہ دیا، معاذ اس کی بات کی معنی خیزی کو پا کر یکایک سنجیدہ ہوا تھا۔

''سب سن لیں میرا موڈ خوشگوار ہی رہنے دیا جائے۔'' اس نے جیسے درپردہ تنبیہ کی بلکہ دھمکی دی مگر اس کا الٹا مطلب نکالا گیا۔

''پھر تو چرچ روڈ سے بیک ٹرن لے کر گرلز ہاسٹل سے بھابھی کو پک کرنا پڑے گا، وہیں ہوتی ہیں نا وہ پپا تو کئی بار ان سے ملنے بھی گئے ہیں نا۔'' معاذ کی خوفناک نظروں کو اپنے چہرے کا مرکز بنتے دیکھ کر وہ آخیر میں زبان کو لڑکھڑانے سے نہیں روک سکا۔

''جسٹ شٹ اپ۔'' وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ ابن زیاد دبک سا گیا جہان نے الگ اسے

نظروں ہی نظروں میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

''یہ تم لوگ ولیمے پہ نہیں جا رہیں جو ایسی سج دھج کی ضرورت تھی، چلو بیٹھو پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔'' ابن زیاد کا سارا نزلہ زینب اور ماریہ پہ نکلا تھا جو اسی وقت چادریں اوڑھے پورٹیکو میں آئی تھیں۔

''اتنی بھی دیر نہیں ہوئی ہے بھائی!'' زینب منمنائی۔

''نوریہ، حوریہ کو بھی لے لینا تھا۔'' معاذ کو کچھ خیال آیا تو اس نے زینب کو مخاطب کیا، زینب کے ساتھ ابن زیاد بھی کھل اٹھا۔

''آپ نے پہلے بتایا ہوتا اب وہ لوگ تیاری نہ ہونے کا بھلے بہانہ بنا دیں۔'' زینب جو گاڑی میں بیٹھ رہی تھی دوبارہ باہر آتے ہوئے بولی۔

''تو تم لوگوں کو نہیں پتہ تھا؟'' معاذ نے زینب کے اعتراض پہ اسے گھورا تو وہ کچھ کہے بغیر نوریہ کے گھر کی جانب بڑھ گئی، گیٹ سے اندر آئی تو نوریہ لان میں ہی ایزی چیئر پہ بیٹھی چائے سے شغل کرتی مل گئی۔

''چلو فٹافٹ حوری کو بلاؤ باہر گاڑی تیار ہے۔''

''یا وحشت کہاں لے جا رہی ہو اتنی افراتفری میں۔'' نوریہ اس کے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لینے پہ بوکھلائی۔

''ہم معاذ بھائی کے ساتھ ٹریٹ پہ چل رہے ہیں شاپنگ بھی انہی کے ذمے۔''

''تو جاؤ میں کس خوشی میں جاؤں؟''

''اس خوشی میں کہ معاذ بھائی نے بالخصوص تمہیں بلوایا ہے۔'' زینب کا جو انداز تھا اس نے نوریہ کے دل کی دھڑکنوں کو غیر معمولی حد تک بڑھا دیا۔

''واٹ؟'' وہ ششدر رہ گئی تھی۔

''یقین نہیں آ رہا نا، رئیلی یہ سچ ہے۔'' وہ مسکرائی تو نوریہ گم صم سی ہو گئی تھی، پھر اسے معاذ کا سامنا دشوار محسوس ہوتا رہا تھا، مگر معاذ جو ہر بات سے لاعلم تھا نارمل بی ہیو کرتا رہا، کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، معاذ نے مما کے ساتھ پپا، پپا جان اور مما جان کی پسند کا کھانا بھی پیک کروا لیا تھا، بھابھی اور جنید بھائی آج کسی تقریب میں انوائیٹڈ تھے۔

''بھائی آپ مجھے ڈریس کی بجائے گولڈ کی رنگ لے دیں نا۔'' زینب کی فرمائش نے معاذ کو چکرا کے رکھ دیا تھا۔

''لڑکی بالکل کنگال کر کے بھیجوں گی، وہاں پیسے واپسی پہ لا دوں گا، ابھی بس ڈریس لو۔'' وہ انہیں صدر لے آیا تھا، یہاں طارق روڈ کی نسبت قیمتیں مناسب تھیں، زینب کا موڈ آف ہو کر رہ گیا۔

''اپنی وائف کو بھی یہیں سے شاپنگ کروایا کیجئے گا، ساری کفایت شعاری بس ہمارے لئے رہے۔'' وہ بڑبڑا رہی تھی، وہ ساری بڑے سارے میں پھیل گئیں اور اپنی پسند کے کپڑے منتخب کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

''جے تم بھی دیکھ لو اپنے لئے کوئی ڈریس۔''

''مجھے تمہیں کنگال کرنے کا کوئی ارمان نہیں ہے۔'' وہ ہنسنے لگا، معاذ جھینپ کر رہ گیا۔

''اب ایسی بات بھی نہیں تم لے لو۔''

''چھوڑ دیار میں کوئی بچہ ہوں۔''

''مگر مجھے اچھا لگے گا۔'' معاذ کے جواب پہ جہان نے کاندھے اچکا دیئے، تب وہ مطمئن ہوا تھا، وہ مما اور مما جان کے لئے کوئی ڈریس دیکھنا چاہ رہا تھا مگر کچھ سمجھ نہیں آئی تو زینب کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں وہ کچھ فاصلے پہ نوریہ کے ساتھ بھاؤ تاؤ میں مصروف نظر آئی تو اشارے سے بلایا تھا۔

''جی بھائی!'' زینب سب کچھ چھوڑ کر اس کی جانب آ گئی۔

''مما کے لئے کوئی سوٹ دیکھو نا مجھے تو سارے عام سے لگ رہے ہیں۔'' وہ الجھ کر کہہ رہا تھا، یہی وہ لمحہ تھا جب وہ کوٹ کی جیب سے والٹ نکالتے ہوئے زینب سے بات کر رہا تھا اور ثناء کے ہمراہ اپنے دھیان میں کپڑے دیکھتی پرنیاں کے قدم اسے روبرو پا کے ٹھٹھک گئے، وہ یکلخت ساکن ہو گئی تھی، وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا اور یہ غنیمت تھا وہ اس کی نظروں میں آنے سے قبل وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی، جبھی ثناء کا ہاتھ دبوچا اور اسے اپنے ساتھ تقریباً گھسیٹتی ہوئی شاپ سے باہر جانے والے راستے پہ دوڑ پڑی، اسی افراتفری کا نتیجہ تھا کہ اپنے دھیان میں اسی سمت آتے حسان سے اس کی ٹکر بہت زوردار طریقے سے ہوئی تھی، حسان لڑکھڑایا مگر سنبھل کر معذرت کرنا چاہتا تھا مگر وہ اسے موقع دیئے بغیر آندھی طوفان کی طرح باہر نکلتی چلی گئی تھی، ثناء کی احتجاجی چیخوں پہ کان دھرے بغیر۔

(باقی اگلے ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

تیسری قسط کا خلاصہ

معاذ کی سرکشی اور بدلحاظی کے سامنے پپا کو گو ہار تسلیم کرنا پڑتی ہے، وہ اپنے اس موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں کہ پپا نے اس سے زیادتی کی ہے۔

نوریہ اس صدمے کی کیفیت میں مبتلا بیماری سے دوچار ہے، زیاد سب سے زیادہ اس کا خیال رکھتا ہے مگر نوریہ کو معاذ کے سامنے وہ گویا نظر ہی نہیں آتا اس پہ زینب کی باتیں وہ نوریہ کو بتاتی ہے معاذ کسی طور بھی پرنیاں کو بسانے والا نہیں، نوریہ کو پرنیاں سے ہمدردی ضرور ہے مگر وہ اپنی محبت کے آگے بھی بے بس ہے۔

جہان زینب کو ہوٹل میں تیمور خان کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس کے وجود میں بھونچال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، زینب سے استفسار پہ زینب صاف مکر جاتی ہے جہان کو ایک فرضی مگر نہایت بے ڈھنگی کہانی سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وجہ ابھی وہ گھر کے کسی بھی فرد پہ اس تعلق کو عیاں کرنے پہ آمادہ نہیں ہے۔

پرنیاں کو ہاسٹل میں پپا باقاعدگی سے ملنے جاتے ہیں، پرنیاں شعوری یا لاشعوری طور پہ معاذ کی پیش رفت کی منتظر ہے مگر ہر بار کی مایوسی اس کی آزردگی کا باعث بنتی ہے، پپا کے پاس مما پرنیاں کے لئے تحائف بھیجتی ہیں تو اس کی دوست اسے فون پہ تھینکس کہنے کا خیال دلاتی ہے پرنیاں کا فون معاذ اٹینڈ کرتا ہے، پرنیاں گھبراہٹ میں فون بند کر دیتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

چوتھی قسط

''لڑکی تو واقعی بہت حسین تھی، یار ذرا اس کے روکتے تو سہی ذرا بائیو ڈیٹا ہی معلوم ہو جاتا وہ حور پری کسی جنت کے گوشے سے بھٹک گئی تھی یا پرستان کی راہ بھولی تھی۔'' احسان کی کھی کھی کے جواب میں وہ اس مدہوشی کی کیفیت جس میں شوخی کا رنگ بھی چھلک رہا تھا وضاحتی انداز میں بولا۔

''یار جتنی بدحواس وہ تھیں اس کی وجہ کیا یہی نہیں ہو سکتی کہ وہ انسانوں کی دنیا سے نا آشنا تھی۔'' پھر ان کے بیچ شعوری یا لاشعوری طور پہ یہی موضوع چھڑ رہا تھا، ابن زیاد نے باقاعدہ ایک ایک کو پکڑ کر اس بات کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور بیک وقت حسان کی قسمت پہ رشک و حسد کا اظہار کرتا رہا۔

''کاش اس وقت میں سامنے ہوتا اور وہ مجھ سے ٹکراتی۔'' وہ مصنوعی آہیں بھر رہا تھا۔

''یار بس بھی کرو، کس فضول بات کے پیچھے پڑ گئے ہو؟'' معاذ نے عاجز ہو کر اسے ٹوکا تو اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

''آپ کی سماعت اگر صحیح کام کر رہی ہو تو ہم ایک حسین ترین لڑکی کی بات کر رہے ہیں۔''

''تو؟ چیونگم کی طرح کھینچو گے تو کوفت تو ہو گی۔'' معاذ ہنوز بے زار تھا۔

''آپ بدل گئے ہیں بھائی مان لیں اور اس کی وجہ......؟'' ابن زیاد نے جوش بھرے انداز میں باقاعدہ میز پہ زور سے ہاتھ مارا معاذ کی پیشانی ناگواری کی شکنوں سے پر ہونے لگی۔

''بس اس سے آگے کچھ نہیں، میں کوئی فضول بات نہیں سنوں گا۔''

''سچائی اور حقیقت سے فرار انسان کو جلد بڑھاپے کا شکار کر دیتا ہے۔'' جہان کا انداز شرارتی تھا، معاذ نے بے حد ناراضی سے اسے دیکھا۔

''میرے معمولی مذاق کی پپا نے کتنی کڑی سزا دی تمہارے سامنے ہے اور کچھ بھی نہیں ہے بس ذرا محتاط ہو گیا ہوں یار!'' وہ عاجز ہو کر وضاحت پیش کرنے پہ مجبور ہوا۔

''او محتاط، میں سمجھا پرہیز گار ہو گئے ہیں۔''

ابن زیاد کو سخت مایوسی ہوئی تھی گویا، ایسی ہی جملوں اور شوخیوں کے بیچ وہ شہر کی حسین اور خوبصورت سڑکوں پہ بے مقصد گاڑی دوڑاتے آوارہ گردی کرتے رہے اور جب رات کا ایک حصہ گزار کر واپس آئے تو پپا کی پراڈو کا سارا پٹرول ختم ہو چکا تھا، گاڑی گھر سے چند قدم کے فاصلے پہ آ کر آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئی تو دھکا لگا کر پورٹیکو تک پہنچانے والے بھی ابن زیاد اور حسان وغیرہ ہی تھے، معاذ نے صاف ہری جھنڈی دکھا دی تھی یہ کہہ کر لانگ ڈرائیو کا آئیڈیا اس کا نہیں انہی کا تھا۔

''اے اے محترمہ کدھر بھاگ رہی ہیں آپ؟'' نوریہ کو وہیں سے اتر کر نیچے گھر کا رخ کرتے دیکھ کر زیاد بلبلایا تھا۔

''جی!'' وہ حیران سی پلٹی۔

''واپس آؤ اور ہمارے لئے چائے بناؤ ابھی مزید معاذ بھائی کا سر کھائیں گے، موصوف دو سال کے لئے تو جا ہی رہے ہیں کیا پتہ یہ پروگرام لمبا ہو جائے کسی میم کے ہرے نیلے ڈیلوں یا سنہری گیسوؤں کا شکار ہو گئے تو بس ہم ترستے رہ جائیں گے ان کی شکل کو۔''

''خدا نہ کرے، اچھی بات منہ سے نکالیں زیاد بھائی! کوئی قبولیت کا وقت بھی ہوتا ہے۔'' اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اتنے ہی بے ساختہ تھے، جتنا اندر سے اٹھنے والا احساس، ابن زیاد نے چونک کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے مسکرایا۔

''اس کا مطلب تمہیں بھی پرنیاں سے ہمدردی ہے؟ وہ بھی انہیں دیکھے بنا۔''

''رشتے احساس کے ہوتے ہیں شکل صورت تو پہچان کا باعث بنا کرتا ہے۔'' وہ پتہ نہیں کیوں اداس ہو گئی تھی۔

''تمہارا ان سے ملنے کو دل کرتا ہے؟ میں نے بھی پپا سے کہا تھا ان سے ملنا چاہتا ہوں مگر مانے نہیں ہر بار اکیلے ہی جاتے ہیں وہاں، مما کو بھی ساتھ نہیں لے جاتے، شاید بھابھی خود ہم سے ملنا نہیں چاہتیں۔'' وہ الجھن اور مجمعے کا شکار قیاس آرائیاں کر رہا تھا، نوریہ نے جواباً کچھ نہیں کہا اور گہرا سانس بھر کے زینب کے کمرے کی جانب بڑھ گئی، پھر ابن زیاد اور حسان نے ہی جہان اور معاذ کو ان کے کمروں سے نکالا تھا۔

''آج ہم رتجگا چاہتے ہیں۔'' یہ ان کی ڈیمانڈ تھی، جہان نے تو اعتراض نہیں کیا مگر معاذ چڑا تھا۔

''پہلے کم تھکایا ہے مجھے اب کوئی کسر باقی ہے؟ ابھی میں ہوں نا کچھ دن یہ پروگرام کسی اور دن کے لئے اٹھا رکھو۔''

''ہرگز نہیں آج ابھی اسی وقت۔'' ابن زیاد نے جس شدت جس مان اور محبت سے کہا معاذ کو اسی مان کو توڑنا مناسب نہیں لگا تھا، جبھی وہ گہرا سانس کھینچتا اس کے ساتھ ہال کمرے میں چلا آیا، جہاں ہیٹر آن تھا اور زینب ہلکے پھلکے لوازمات کے ساتھ چائے بنا لائی تھی۔

''تمہارے پیٹ ہیں یا عمرو عیار کی زنبیل جس میں کچھ بھی ڈالتے جاؤ گے فرق نہیں پڑے گا۔'' معاذ جو خود اپنی اسمارٹنس کے چکر میں ہمیشہ کھانے پینے کے معاملے میں کانشس رہا کرتا تھا انہیں پھر سے پلیٹس بھرے دیکھ کر مذاق اڑانے لگا۔

''فکر آپ کریں اپنی باڈی آپ کی ایسی ہے کہ ذرا بے احتیاطی کی تو ریسلر صاحب کی توند نکل آئے گی ہم تو جتنا مرضی کھا لیں فرق نہیں پڑے گا۔'' جواب پھر زیاد کی طرف سے آیا تھا اور جس جلاپے میں آیا تھا اسے وہ اچھی طرح جانتا تھا جبھی کچھ کہے بغیر زور سے ہنس پڑا اور یہ ہنسی ہی زیاد کو خجالت سے دوچار کر گئی تھی۔

''میں نے سوچا ہے آج کی اس محفل کو ہم گیتوں سے سجا دیں، یادگار رات کے طور پہ، سب لوگ گانا سنائیں گے۔'' ابن زیاد نے فی الفور موضوع بدلا۔

''اور یہ کیا بات ہوئی ہمیں نہیں آتے گانے وانے۔'' سب سے زیادہ احتجاج لڑکیوں کی طرف سے ہوا تھا، جس کا زیاد نے فوراً ہی ٹکڑا توڑ جواب دیا، مختلف شادی بیاہ کی رسموں کے مواقع پہ ان کے گائے ہوئے گیتوں کا حوالہ دے کر۔

''یہ ضروری تو نہیں ہے کہ گانا ہی سنائیں۔'' زینب بسوری تھی، پھر بہت دیر یہ بحث چلتی رہی آخر اس بات پہ اتفاق ہوا جسے جو آتا ہے وہی سنا دیا جائے، آغاز حسان سے ہوا جس نے ''پری وہ

ایک پری'' گا کر اپنی جان مصیبت میں ڈال لی، ہر طرف سے اس پہ شوخ فقروں کی بوچھاڑ ہو گئی تھی۔

''کہیں تم اسی شاپ میں ٹکرانے والی لڑکی کے لئے تو نہیں گا رہے؟'' زیاد نے اسے گھورا تھا اور وہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

''لاحول ولاقوۃ الا باللہ! کچھ خوف خدا کریں بھائی، ابھی میں بچہ ہوں۔'' وہ بدکا تھا، مگر اس کی جان نہیں چھوڑی گئی، وہ تو معاذ نے زیاد کو ڈانٹا تب معاملہ ٹھنڈا پڑا، حسان کے بعد حوریہ اور ماریہ نے اپنی پسند کے جنید اور ہارون کے گانے سنائے تو زیاد جو نوریہ کی باری کا منتظر تھا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اس کا اشتیاق اور شوق کا عالم قابل دید تھا مگر نوریہ جان چھڑا رہی تھی۔

''مجھے تو اس وقت کچھ بھی یاد نہیں ہے ریئلی۔'' وہ معاذ کی موجودگی کے باعث بے حد نروس تھی۔

''یہ وعدہ خلافی اور دھاندلی ہے جو ہرگز نہیں چلے گی۔'' سب سے زیادہ احتجاج زیاد کی جانب سے ہوا اور پرزور اصرار بھی اور اسے خبر بھی نہ ہوئی یہ اس کا نوریہ کے لئے کتنا اہم خاص انداز ہے جس نے اس کے دل کا راز بہت غیر محسوس انداز میں معاذ کے ساتھ ساتھ جہان اور زینب تک منتقل کر دیا ہے زینب عجیب متضاد کیفیت کا شکار ہو گئی تھی، ادھر نوریہ کو ہتھیار ڈالنے پڑے تھے، اس نے لمحہ بھر کو نگاہ اٹھائی اور معاذ کو دیکھا، بلیو جینز پہ وائیٹ کھدر کا نفیس کڑھائی والا کرتا جس کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے، ایک آستین کہنی تک فولڈ تھی، گھنیرے بال ہلکی نمی لئے اس کی کشادہ صبیح پیشانی پہ بے ترتیب بکھرے ہوئے تھے، سحر طراز بڑی بڑی خوابناک آنکھوں میں نیند کا خمار تھا، صوفے پہ ڈھیر سارے کشنز اپنے اطراف میں بکھیرے وہ ایک طرح سے نیم دراز تھا اس گھریلو حلیے میں بھی وہ اپنی ٹھٹھکا دینے والی شخصیت کے ساتھ اتنا خاص اتنا اٹریکٹو اور اچھا ہوا لگ رہا تھا کہ وہ بس اسے دیکھتی رہ گئی، ستم کوئی ایک نہیں تھا وہ کسی اور کا بنا دیا گیا تھا اور اب ایک طویل عرصہ بیچ میں جدائی کا در آنے والا تھا، یعنی نقصان در نقصان، اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں تو دلی کیفیات نے الفاظ کے پیراہن پہن لیا۔

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں
ضروری بات کہنی ہو کوئی وعدہ نبھانا ہو
اسے آواز دینی ہو اسے واپس بلانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام میں
مدد کرنی ہو اس کی یار کی ڈھارس بندھانا ہو
بہت دیرینہ رستوں پہ کسی سے ملنے جانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں......!
بدلتے موسموں کی سیر میں دل کو لگانا ہو
کسی کو یاد رکھنا ہو کسی کو بھول جانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں......!

کسی کو موت سے پہلے کسی دکھ سے بچانا ہو
حقیقت اور تھی اس کو جا کے بتانا ہو
ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں

وہ خاموش ہوئی تو فضا پہ چھایا اس کے لہجے کا سوز و حزن کا تاثر بھی جیسے چھناکے سے بکھر گیا۔

''آئندہ کے لئے سبق لو اور کسی بھی اچھے کام میں دیر مت کرنا ہرگز بھی۔'' ابن زیاد نے سرگوشی کی تھی مگر وہ جس بے خودی اور بے خبری کے ساتھ زیاں کے احساس سے دوچار تھی الفاظ اسکے پلے نہیں پڑ سکے تھے۔

''اب زینی کی باری ہے، ٹنا فٹ کرو، مجھے بھی اپنا دل ہلکا کرنا ہے۔'' ابن زیاد نے ایک افراتفری سی مچانا چاہی تو زینب نے منہ بنا لیا۔

''پہلے آپ ہی سنا دیں۔''

ابن زیاد کو یہ آئیڈیا بہت بھایا جبھی اجازت طلب نظروں سے حاضرین کو دیکھا اور کسی کو اعتراض اٹھاتے نہ دیکھ کر گلا کھنکار کر شوخی سے گنگنایا۔

دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں
ہم نے مر کے ہجر میں پائی شفا
ایسے اچھے کا وہ ماتم کیا کریں
کر چکے سب اپنی اپنی حکمتیں
دم نکلتا ہے وہ ہمدم کیا کریں
دل نے سیکھا شکوہ بیگانگی
ایسے نامحرم کو محرم کیا کریں
تند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات
اور بھی برہم کو برہم کیا کریں
آئینہ ہے اور وہ ہیں دیکھیے
فیصلہ دونوں پہ باہم کیا کریں
کہتے ہیں اہل سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری ہم کیا کریں

وہ باقاعدہ ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا، معاذ کی ہنسی نکل گئی۔

''ایک دوسرے سے سبق سیکھو تم وقت برباد مت کرو اور تم ذرا دھیرے چلو، بہت افاقہ ہوگا۔'' اس نے مخصوص ڈاکٹرانہ انداز میں مشورہ دیا تھا۔

''تھینکس فار ایڈوائز اب محترمہ زینی صاحبہ آپ شروع ہو جائیں۔'' زیاد نے پہلے معاذ پھر زینب کو مخاطب کیا، زینب جو کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی چونک کر اسے دیکھنے لگی پھر گہرا سانس

بھرا۔

''دیکھیں بھئی مجھے بہت زیادہ شاعری وغیرہ یادنہیں رہتی بہت ذہن کو کنگالا تو یہ ایک غزل کے چند اشعار یاد آ گئے اب یہ لازما نہیں کہ تم لوگوں کی طرح حسب حال سناؤں۔'' وہ جانے کسے جتلا رہی تھی، زیاد نے اسے ہاتھ سے ہی سنانے کا اشارہ کیا وہ جانے کیوں مسکرائی تھی اور یونہی بے سبب جہان کی جانب دیکھا جو کچھ سنجیدہ تھا اور سر جھکائے کسی سوچ میں ڈوبا لگتا تھا۔

کہتے ہیں اسے شہر کے سب لوگ مسیحا
وہ شخص میرے درد سے انجان سا کیوں ہے
بے عدل ہی ہوتی رہی یہاں پیار کی تقسیم
اس ملک میں پیار کا فقدان سا کیوں ہے
اظہار کے بعد بھی وہ مجھ کو میسر نہیں تو پھر
سینے میں اس سے پیار کا طوفان سا کیوں ہے

ایک نگاہ ڈال لینے کے بعد وہ دانستہ جہان کو اگنور کر رہی تھی، پہلے وضاحت دینے کا مقصد ہی اس کو چونکانا اس کی توجہ حاصل کرنا تھا، جس میں اسے کامیابی بہر حال حاصل ہوئی تھی جہان کی نگاہ کا گاہے بگاہے اس کی جانب اٹھنا ایک اضطراب اور الجھن لئے اسے مسکراہٹ بخش رہا تھا۔

''مجھے نیند آ رہی ہے میں سونے جا رہا ہوں۔''

وہ جیسے ہی چپ ہوئی، معاذ جمائیاں لیتا ہوا اٹھا تھا ابن زیاد نے ہڑبڑا کر اس کا ہاتھ دبوچ لیا، جبکہ اس اچانک اٹھ کھڑے ہونے والے ہنگامے پہ جہان جیسے کسی ٹرانس سے باہر آیا تب بھی انداز کھویا کھویا سا تھا۔

''ہرگز نہیں آپ کی باری آئی تو بہانے شروع ہو گئے، آپ کو یاد ہو تو آپ کے اعزاز میں ہی یہ محفل بجی تھی۔'' ابن زیاد کا انداز صرف احتجاجی نہیں ہٹیلا اور غصیلا بھی تھا۔

''بلیو می یار میں اس وقت اتنا تھکا ہوا ہوں کہ تمہیں تھینکس کہنے کی بھی ہمت نہیں، کل کہہ دوں گا۔'' وہ ایک اور جمائی لیتا ہوا بے زاری سے بولا، باقی سب خاموش تھے۔

''یہ تھینکس آپ ساری زندگی بھی نہ کہیں گے تو مجھے شکوہ نہیں ہوگا، آپ بس ہمیں کچھ بہت اچھا سا سنا دیں۔'' ابن زیاد کا ایک ہی تقاضا جو ضد بنتے جا رہا تھا۔

''یار میں اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہوں ریئلی۔'' وہ اب کے جھنجھلایا تھا، مگر ابن زیاد پہ اثر ہونے والا نہیں تھا۔

''آپ بیٹھیں میں آپ کو اسٹرانگ چائے پلواتا ہوں، بہر حال ایسے آپ کی جان نہیں چھٹے گی، جاؤ نوریہ تم چائے بنا لاؤ۔'' اس نے معاذ کو اپنے پہلو میں کھینچتے ہوئے نوریہ کو حکم دیا تو وہ بے دلی سے اٹھی تھی۔

''ان کی بیٹری چارج ہونے تک آپ کچھ سنائیں بھائی۔'' ابن زیاد جہان کے سر ہوا تو وہ بوکھلا گیا تھا۔

''مم...... میں کیا سناؤں، مجھے کہاں کچھ آتا ہے۔''

''اب منتیں نہیں کروں گا میں، بڑے بڑے انکشاف ہوئے ہیں آپ کے بارے میں، میں ناش نہیں کرنا چاہتا بس مطالبہ پورا کر دیں۔'' وہ باقاعدہ دھمکی پہ اتر آیا جہان اسے گھورتا ہوا ہنس پڑا تھا۔

''بکو مت۔''

''نہیں بکتا بس آپ سنائیں۔'' وہ ہاتھ دھو کے پیچھے پڑا تو جہان خاموش ہو کر جیسے خود کو تیار کرنے لگا۔

نہ میں پاس اس کو بلا سکا نہ میں دل کی بات سنا سکا
وہ ہنسی ہنسی میں ہی چل دیا نہ میں ہاتھ اس کو ہلا سکا
نہ ہے دشمنی کسی دن سے نہ ہے دوستی کسی رات سے
ہے بچا ہی کیا جو وہ لے گیا مجھے چھین کر میری ذات سے
یہ مقام ہی تھا عجیب سا کہ میں خود کو بھی نہ بچا سکا
نہ میں اس کو پاس بلا سکا نہ میں دل کی بات سنا سکا

اس کی آواز نے حقیقتاً سماں باندھ دیا تھا، زینب پوری آنکھیں وا کیے اس کے ایک خاص نداز میں ہلتے ہونٹوں کی جنبش کو دیکھتی رہی، وہ اب بھی محتاط تھا یا بے خبر تھا، وہ اب بھی اسے نہیں یکھ رہا تھا مگر وہ خود کو اس کی ذات اور آواز کے سحر میں جکڑا ہوا محسوس کرنے لگی، چاہے یہ احساس تی سہی مگر یہ سچ تھا وہ اس پل مکمل طور پہ اسے ہی سوچ رہی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے وہ چلا گیا مجھے بند رستے پہ چھوڑ کر
یہ بھی ٹھیک ہے وہ نہ آئے گا کبھی بت انا کا توڑ کر
وہ جدا بھی ایسے ہوا کہ میں کوئی رسم تک نہ نبھا سکا
نہ پاس اس کو میں بلا سکا نہ وہ دل کی بات سنا سکا

اس کے خاموش ہونے سے بھی پہلے ابن زیاد اور معاذ نے زوردار تالیوں سے اسے بھرپور ادی تھی معاذ حسن کی نیند اڑ گئی تھی اور وہ بہت خوشگوار حیرت میں مبتلا مسکرا کر جہان کو دیکھ رہا تھا۔

''تم اتنا اچھا گاتے ہو جے یہ میرے لئے انکشاف ہی ہے، ویلڈن یار!'' اور جہان اتنی ر پور تعریف پہ جھینپ گیا تھا۔

''میں پھر تم سے پوچھوں گا وہ کون ہیں محترمہ؟''

''یار یہ محض ایک غزل تھی۔'' جہان گڑبڑانے لگا۔

''اگر اس میں تمہارے جذبوں کا رنگ نہ چھلکا ہوتا تو لازمی مان جاتے، آخر یہ پردہ داری یوں؟'' معاذ کو کرید لگ گئی تھی۔

''ایسی بات نہیں ہے تم بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔'' جہان نے ہاتھوں کے پیالے میں چہرا ائے اپنی جانب متوجہ زینب پہ ایک نگاہ ڈال کر بھرپور تردید کی، تب ہی نوریہ چائے بنا لائی تھی، ئے کے دوران وہ لوگ اسی بحث کا شکار رہے جس سے جہان عاجز اور زینب لطف اندوز ہو رہی ی، وہ دل سے خواہاں تھی جہان کے دل کا راز طشت از بام ہو مگر وہ چکنا گھڑا ثابت ہو رہا تھا پھر

www.paksociety.com

اس بحث سے انہی لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔

''آپ تیار رہیں بھائی؟'' ابن زیاد ہار مان کر معاذ کی سمت متوجہ ہوا تو اسے جواباً شرارت سوجھ گئی تھی۔

''ہاں سونے کو۔''

''آپ کی نیند کی ایسی کی تیسی۔'' زیاد نے آنکھیں نکالیں تو وہ ہنستا چلا گیا۔

''بھائی آپ مکر نہیں سکتے ہیں۔'' ابن زیاد کے ساتھ زینب ماریہ حوریہ بھی مل گئیں۔

''ارے نہیں یار میں سناتا ہوں، راحت کا گانا بہت پسند آرہا ہے مجھے اتنی بار سنا کہ یاد ہو کر رہ گیا۔''

''راحت، واؤ اس کے تو سبھی گانے مزے کے ہوتے ہیں۔'' حوریہ چہکی۔

''خیر سبھی تو نہیں مگر یہ واقعی اچھا ہے۔'' معاذ نے نفی کی تھی پھر گلا کھنکار کر قدرے شوخی سے بولا۔

''آئی تھینک میرا گانا اور میری آواز اس محفل کی تمام رعنائی لوٹ لے گی۔'' اپنی تعریف پہ وہ خود ہی گردن اکڑا کر گویا خود کو داد دینے کے بعد باقاعدہ شروع ہوا تھا۔

سریلی اکھیوں والے سنا ہے
تیری اکھیوں سے بہتی ہیں
نیندیں اور نیندوں میں سپنے

''مما نے بتائی ہوگی یہ راز کی باتیں۔'' ابن زیاد، زینب کے کان میں گھسا اور ہنسنے لگا۔

وہ اکثر و بیشتر اسے سنتے رہتے تھے اور اس کی آواز کے جادو کے معترف بھی تھے مگر اب اس سمے رات کے ان فسوں خیز لمحوں میں اس کی آواز کا سحر گویا کچھ اور بھی بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ سب باقاعدہ جھومنے لگے، نوریہ ساکن بیٹھی تھی، مدہوش اور بے خبر سی۔

جانے تو کہاں ہے

''گرلز ہاسٹل! مجھ سے پوچھ لیں۔'' ابن زیاد پھر ٹکڑا لگایا اور منہ چھپا کر کھی کھی کرنے لگا، جبکہ وہ مگن انداز میں گا رہا تھا۔

جانے تو کہاں ہے اڑتی ہوا یہ تیرے پیروں کے نشاں دیکھے
ڈھونڈا ہے زمین پر جانا ہے فلک پہ سارے آسماں دیکھے

''اتنے جتن کی کیا ضرورت ہے کہا نا گرلز ہاسٹل کا رخ کریں۔'' ابن زیاد کو مسلسل شرارت سوجھ رہی تھی اب کے زینب نے اسے گھورا تھا۔

''چپ کریں بھائی!''

ابن زیاد نے دیکھا جہان بھی زیرلب مسلسل گنگنا رہا تھا اور خلاف توقع آج اپنی اس مخصوص قسم کی سنجیدگی کے حصار سے باہر تھا، وہ مسکرا دیا۔

وہ خاموش ہو گیا اور خشک ہو جانے والے گلے کو تر کرنے کی غرض سے گلاس میں پانی انڈیل کر منہ سے لگاتے نگاہ ان کی جانب اٹھی تو ایکدم سے کھلکھلا کر ہنس پڑا، وہ سبھی ابھی تک جیسے کسی

ٹرانس میں تھے، اس کی ہنسی پہ چونکے او خفیف ہو کر خود بھی دانت نکالنے لگے۔

''دیکھا یہ تھا میری آواز کا چھایا ہوا سحر جس میں تم لوگ گرفتار ہو گئے تھے۔'' اسے گویا اپنی تعریفوں کا پھر موقع ہاتھ آ گیا تھا۔

''رئیلی امیزنگ بھائی! آپ تو راحت سے بھی کہیں زیادہ اچھا گاتے ہیں اگر اس کے مقابلے پہ گائیں تو راحت کو قسم سے کوئی بھی نہ پوچھے گا آپ اس کی ویلیو ڈاؤن کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔'' ابن زیاد نے کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کیا تو زینب نے بھی تائید بھی سر ہلایا تھا۔

''اب اتنی بھی تعریفیں نہ کرو کہیں دماغ گھومے اور موصوف اسپیشلائیشن کو خیر آباد کہہ کر سنگ میں نام کمانے کی طبع آزمائی شروع کر دیں۔'' جہان کے ٹوکنے پہ معاذ نے اسے گھورا۔

''خیر اب ایسی بھی بات نہیں پاگل ہوں میں کہ گویا بن بیٹھوں مجھے یہ فیلڈ بالکل پسند نہیں۔'' ناک چڑھا کر کہتا وہ جانے کو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اب اجازت ہے جا سکتا ہوں سونے؟'' اس نے ابن زیاد کو اجازت طلب نظروں سے دیکھا تو ابن زیاد نے شان استغنا سے سر ہلا دیا وہ اسے گھورتا ہوا پلٹا تھا۔

''رات بہت ہو گئی ہے میرا خیال ہے تو دونوں اب یہاں ہی سو جاؤ۔'' زینب نے حوریہ اور نوریہ کو مخاطب کیا جو جانے کی تیاری میں تھیں۔

''نہیں مما اکیلی ہوں گی۔''

''اچھا جے آپ انہیں چھوڑ آئیں پھر۔''

''بھائی کیوں؟ میں مر گیا ہوں کیا؟ اس کام کو کر سکتا ہوں۔'' ابن زیاد نے کلس کر کہا اور اپنی خدمات کچھ ایسے انداز میں پیش کی کہ جہان کی ہنسی نکل گئی، ان تینوں کے جانے کے بعد جہان اپنا سیل فون اٹھائے سیدھا ہوا تو زینب کو سینے پہ ہاتھ لپیٹے اپنی سمت متوجہ پایا تھا جہان اس کی نگاہوں کے ان گنت سوالوں کو پا کر بے اختیار نظر چرا گیا۔

''آپ بہت خوش ہیں آج وجہ پوچھ سکتی ہوں۔'' اس کا خدشہ صحیح ثابت ہوا تھا وہ اسے گھیر چکی تھی۔

''خوشی کے لئے کسی وجہ کا ہونا ضروری تو نہیں۔''

''ضروری ہے، یہ الگ بات کہ آپ کسی کو بتانا نہ چاہیں۔'' وہ ناک چڑھا کر نخوت سے بولی۔

''اگر میں کہوں ایسا ہے تو......؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا اور اس ایک لمحے کی اس کی اس نگاہ نے زینب کے اندر کی دنیا زیروزبر کر ڈالی تھی، مگر اس سے گہرا احساس توہین کا تھا جو اس کا چہرا سلگا گیا۔

''وہ ضرور کوئی ہے جسے آپ پسند کرتے ہیں، مجھے بتائیں کون ہے وہ؟'' اس کے لہجے میں انداز میں ہٹ دھرمی تھی زور زبردستی تھی، اس استحقاق بھرے انداز نے جہان کے دل میں ہلچل سی مچا ڈالی۔

''کس برتے پہ؟'' وہ پھر اس انا کے خول میں سمٹ کر سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

''میں نے کہا نا میں آپ کی ہیلپ کروں گی۔'' اس نے جیسے لالچ دیا، وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

''مجھے اس کی ضرورت نہیں۔''

''کیا وہ آپ کو پسند نہیں کرتی، یا پھر چھوڑ کر چلی گئی ہے؟''

''تم اپنے قیاس اپنے پاس رکھو سمجھیں۔'' وہ ڈانٹ کر بولا اور دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے، یہ توہین تھی سراسر توہین وہ اپنا جلتا چہرا لئے مٹھیاں بھینچے کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی یہاں تک کہ حوریہ نوریہ کو چھوڑ کر آتا ابن زیاد لائٹ آن دیکھ کر پھر وہاں آیا تھا اسے وہاں بت کی طرح ساکن دیکھ کر چونکا۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ جاؤ اپنے کمرے میں رات بہت ہو گئی ہے۔'' وہ ڈانٹ کر بولا تو زینب نے لائٹ آف کی تھی اور اپنے کمرے کی جانب جاتے اسے جتنی بھی گالیاں یاد تھیں اس نے کوئی دس بار انہیں جہان کے نام کیا تھا مگر دل میں لگی آگ پھر بھی نہیں بجھی تھی۔

☆☆☆

جب شام کے سائے ڈھلتے ہوں
کچھ پنچھی قطار میں اڑتے ہیں
کچھ رستہ کٹھن ہو ویسے بھی
کچھ دور افق پہ منزل ہو
اک پنچھی گھائل ہو جائے اور بے دم ہو کر گر جائے
تو رشتے ناطے پیارے سبھی
کب اس کی خاطر رکتے ہیں
اس دنیا کی ہے ریت یہی
جب ساتھ چلو تو ساتھ بہت
جو رک جاؤ تو تنہا ہو

وہ معمول سے کچھ زیادہ اداس تھی، اداسی کی وجہ جو بھی ہوا اس کا دل پڑھائی میں بھی نہیں لگ رہا تھا، جبھی کتابیں بند کیں اور آ کے بالکنی میں کھڑ ہو کر سڑک پہ رواں ٹریفک دیکھنے لگی، یہ شام کا وقت تھا اور آسمان پہ بادل چھاتے جا رہے تھے، اس کے دائیں بائیں بھی کمرے تھے بلکہ بائیں جانب ڈائنگ ہال اور اس سے پرے کچن تھا کچن میں خانساماں کے یہ کھانا بنانے کا ٹائم تھا فضا میں ٹریفک کے شور لڑکیوں کی ملی جلی آوازوں کے ساتھ برتنوں کی کھنک بھی شامل تھی، چند دن تھے پھر سرما کی تعطیل شروع ہو جاتیں اس سوچ نے اسے کئی دنوں سے اپ سیٹ کیا ہوا تھا، اب ددا نہیں تھے، ملازمہ کو بھی حویلی سے فارغ کر کے شاید ہمیشہ کو لاک کر دیا گیا تھا، اب وہ کہاں جاتی؟ اتنا بڑا سوالیہ نشان تھا جس نے لمحہ لمحہ اس کا اضطراب بڑھایا تھا، اسے لاشعوری طور پہ پپا کے اگلے فیصلے کا انتظار تھا مگر پپا تو شاید اسے بھول ہی بیٹھے تھے، ایک ہفتہ کیا دوسرا ہفتہ بھی ہونے کو آ رہا تھا مگر وہ پھر لوٹ کر نہیں آئے تھے، اس کے پاس ان کا ہی نہیں گھر کا ان کے آفس کا بھی نمبر تھا مگر وہ

خود سے کانٹیکٹ کرنا نہیں چاہتی تھی، ددا کے ایک جذباتی فیصلے نے اس کی زندگی میں کتنے وسوسے کتنے سوالیہ نشان چھوڑ دیئے تھے، اس روز وہ ثنا کی ضد پہ اس کے لئے کپڑے خریدنے ساتھ گئی تھی مگر پہلے ہی مقام پہ اس کا سامنا غیر متوقع طور پہ معاذ حسن سے ہو گیا تھا، پینٹ کوٹ میں اپنی بے حد نمایاں ہوتی ہائیٹ اور غضب کی اسمارٹنس کے ساتھ پہلی مرتبہ اسے پوری طرح دیکھ کر اسے اندازہ ہوا تھا وہ کتنا شاندار اور امپریسو نظر آتا ہے، اس سامنے سے جیسے اس کے وہ تمام زخم تازہ کر دیئے تھے، وہ ہرگز بھی اس اذیت انگیز تاثر کو دیر پا نہیں کرنا چاہتی تھی، جبھی الٹے قدموں وہاں سے بھاگی تھی، ثنا اس کی اس حرکت پہ کتنا الجھی تھی اس سے۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم پری! ایکدم سے آخر تمہیں ہوا کیا؟ وہ بندہ جسے تم دیکھ کر بدکیں اگر اتنا گڈ لکنگ اور اسمارٹ نہ ہوتا تو میں سمجھتی تم ڈر گئی ہو، وجہ کیا ہے صاف کہو؟'' اور وہ اسے ٹال ٹال کر ہارنے لگی تھی۔

''رئیلی یار میں تو حیران رہ گئی، اف اتنا ہینڈسم اور ڈیشنگ بندہ کم از کم میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا، میں تو سمجھی تھی تم ہی حسین ہو مگر اب مجھے اندازہ ہوا دنیا حسن سے بھری پڑی ہے۔''

وہ باقاعدہ اس کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی، پرنیاں کا دل جل کر خاک ہوتا رہا تھا۔

''کتنی پریٹی تھی نا وہ لڑکی جو اس کے ساتھ کھڑی تھی، پتہ نہیں بیوی تھی یا کزن وغیرہ، تمہارا کیا خیال ہے؟'' وہ اس کی رائے لینے کھڑی ہو گئی، اس کا جھلاہٹ سے برا حال ہو گیا۔

''مجھے کیا پتہ، مجھ سے تو ایسے سوال کر رہی ہو جیسے میں ان کے پڑوس میں آباد ہوں نا۔''

''جس طرح تم اسے دیکھ کر بدکیں امکان تو اس سے بھی کچھ آگے کا ہی ہے۔'' ثنا کے جواب نے اسے خائف کر دیا تھا، جبھی اس نے ہونٹ سی لیے تھے، ثنا اس سے اگلے کئی دن بھی اسی موضوع کو بار بار چھیڑتی رہی اور وہ خاص طور پہ کان لپیٹ لیتی۔

''واؤ، کتنا اچھا موسم ہو گیا ہے نا ایکدم۔'' وہ سوچوں میں کچھ ایسی گم ہوئی تھی کب بارش شروع ہوئی، وہ جان ہی نہ پائی، اس نے گردن موڑ کر دیکھا کئی لڑکیاں اپنے کمروں سے نکل کر بالکونی میں آ کھڑی ہوئی تھیں اور بارش انجوائے کر رہی تھیں۔

''اگر میری گاڑی ہوتی تو ایسے موسم میں لانگ ڈرائیو میں چلی جاتی۔''

''یار صرف لانگ ڈرائیو کا خالی خولی مزا نہیں آتا ساتھ میں حسین سا ساتھی بھی تو ہونا چاہیے، وہ بھی صنف مخالف میں سے۔''

لڑکیوں کی مخصوص چہلیں شروع ہو چکی تھیں پرنیاں پلٹ کر کمرے میں آ گئی تو ثنا کو بستر میں گھسے چھینکتے پایا۔

''افوہ زکام۔''

''ہاں یار موسم کا اثر، اگر تمہارے پاس جوشاندہ ہے تو مجھے ایک کپ چائے بنا دو۔''

''تھا تو میں دیکھتی ہوں، پین کلر بھی لے لینا کہیں طبیعت زیادہ نہ بگڑ جائے۔'' وہ اپنا بیگ کھنگال کر نصیحت کر رہی تھی، ثنا نے محض سر ہلا دیا، اس نے ثنا کو چائے کے ساتھ پین کلر دیں تو وہ بے حد ممنون ہو گئی تھی۔

''خدا تمہیں بہت ہینڈسم سا دولہا دے آمین۔'' اس کی آنکھوں میں شوخی تھی، مگر پرنیاں کا چہرا دھواں دھواں ہو گیا تھا، کچھ کہے بنا وہ رخ پھیرے تیزی سے باہر نکل گئی، لڑکیوں نے بالکونی میں ایک طوفان اٹھایا ہوا تھا مگر وہ کمرے میں جانا نہیں چاہتی تھی جبھی ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہو گئی۔

ثنا انجانے میں اس کے زخموں کے ٹانکے ادھیڑ گئی تھی وہ اسی کرب سے جانے کتنی دیر گزرتی رہی تھی جب ثنا جھنجھلائی ہوئی اس کا مسلسل بجتا سیل اٹھاتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔

''ایک تو تمہیں ایک جگہ پہ چین نہیں ہے یہ پکڑو تمہارا فون ہے۔'' پرنیاں نے سیل فون تھاما تو اسی پل میوزک بند ہو گیا، اسکرین پہ تاریک ندی کا منظر تھا جس پہ بڑا سا ریسور ڈول رہا تھا اور پر مسڈ کال کے الفاظ چمک رہے تھے، اس نے بے دلی سے سیل سویٹر کی جیب میں ڈالا مگر اسی پل پھر بیل زور و شور سے بجنے لگی، وہ سخت کوفت کا شکار ہو گئی، کچھ دیر کی بے اعتنائی اور بے حسی کے مظاہرے کے بعد اس نے اکتائے ہوئے انداز میں سویٹر کی جیب مین ہاتھ ڈال کر سیل فون نکالا، کال پپا کی تھی وہ چونکہ ان کی طرف سے کچھ شاکی تھی جبھی منجمند نظروں سے اسکرین پہ بلنک کرتے ان کے نام کو گھورتی رہی، پھر گہرا سانس بھر کے کال پک کر لی تھی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام بیٹے خیریت کہاں تھی آپ؟ میں تو پریشان ہو گیا تھا، مسلسل فون کر رہا ہوں۔''

''سوری میں باہر تھی۔'' اس نے مختصر جواب میں کام نپٹایا۔

''او کے، کیسی ہو آپ بیٹا!''

''فائن!'' ایک بار پھر مختصر جواب تھا دوسری جانب کچھ دیر کو خاموشی چھا گئی۔

''طبیعت ٹھیک ہے بیٹا جانی!''

''جی!'' وہ ہنوز اکتاہٹ میں مبتلا تھی۔

''اور موڈ......؟'' دوسری جانب وہ یقیناً کچھ کھٹک گئے تھے، وہ ذرا سنبھلی۔

''جی پپا! ٹھیک ہے سب۔''

''مگر مجھے کیوں لگ رہا ہے میری بیٹی مجھ سے کچھ خفا ہے۔'' اسے لگا وہ مسکرائے ہوں، وہ ایکدم خفت زدہ ہو گئی۔

''سوری بیٹے میں آپ سے غافل نہیں ہوا تھا بس دانستہ تجاہل برت رہا تھا خواہش تھی میری بیٹی خود مجھے یاد کرے مجھے پکارے مگر......'' ان کی وضاحت ان کے شکوے نے اسے عرق ندامت میں ڈبو دیا، وہ کیا کچھ نہ سوچ چکی تھی۔

''سوری پپا ایکچوئلی میں اسٹڈی میں بزی تھی۔'' وہ یہی کہہ سکی۔

''میں ایک دو دنوں میں آپ کو لینے آؤں گا، یہ بتائیں آپ کو چھٹیاں کب ہو رہی ہیں ونٹر سیزن کی یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک مشتاق ہے آپ سے ملنے کو مگر میں نے منع کر دیا یہ کہہ کر کہ ہم اپنی بیٹی کو یہاں لے آئیں گے، آئی نو بیٹے آپ نے اس نئے تعلق اور رشتے کے متعلق وہاں کچھ شو نہیں کیا، جبھی میں نے کسی کو وہاں آنے کی اجازت نہیں دی۔''

''تھینکس پاپا مگر میں وہاں......''

''ڈونٹ وری بیٹے مگران چند دنوں میں معاذ چلا جائے گا، اسٹڈی کے لئے انگلینڈ......'' اور وہ اسی ایک بات میں اٹک گئی تھی، مزید ڈھنگ سے نہ کچھ کہہ سکی نہ سن سکی، پپا نے شاید اس کی غائب دماغی کو محسوس کر لیا تھا جبھی بات مختصر کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

(جا رہے ہیں باہر...... اور میں......؟ میرے لئے کیا فیصلہ کیا، کیا میں ساری عمر یونہی خالی ہاتھ رہوں گی؟) کتنی دیر تک وہ گم صم کھڑی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

بہت تکلیف دیتا ہے کسی کو الوداع کہنا
دکھائی کچھ نہیں دیتا سنائی کچھ نہیں دیتا
فقط کچھ کپکپاتے لفظ جو ہونٹوں پر ٹھہر جائیں
ابھرتی ڈوبتی ڈھڑکن اسے آواز دیتی ہے
کوئی اپنا کہ جس کا نام اپنے دل پہ لکھا ہو
کہ جس کے واسطے دل سے دعائیں ہی نکلتی ہوں
بہت تکلیف دیتا ہے اس کو الوداع کہنا
جسے دل میں بسایا ہو بڑے ہی مان سے جس کو
کبھی اپنا بنایا ہو
بہت تکلیف دیتا ہے اس کو الوداع کہنا

وہ زینب کو اسی نظم کی عملی تفسیر نظر آ رہی تھی، تمام تر بہادری اور لاتعلقی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود وہ جانے کتنی مرتبہ چپکے چپکے روتی تھی کہ آنکھیں اس گریہ وزاری کی چغلی کھا رہی تھیں، آج معاذ کی فلائیٹ تھی اور وہ صبح سے بہانے بہانے جانے کتنے چکر لگا چکی تھی شاہ ہاؤس کے۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' معاذ حسن کے سوال نے اسے بوکھلا دیا۔

''ج...... جی...... جی مجھے کیا ہونا ہے۔'' وہ خواہ مخواہ ہنسی اس طرح کہ اسے ہنسی تو کہا ہی نہ جا سکتا تھا۔

''لگتا ہے کوئی اہم شے کھو گئی ہے، بے قراری سی نظر آتی ہے تمہاری آنکھوں میں۔'' ابن زیاد بھی اسے غور سے دیکھ رہا تھا، وہ لرز اٹھی اب تو ہرگز بھی عیاں ہونا نہیں چاہتی تھی جبھی الٹا سیدھا جواب دے کر وہاں سے بھاگ لی تھی۔

''مما سب کچھ دھیان سے رکھیئے گا، میری کوئی چیز یہاں نہ رہ جائے۔'' معاذ نے مما کو مخاطب کیا تھا، مگر شرارت ابن زیاد کو سوجھ گئی تھی۔

''سب سے اہم چیز تو یہیں چھوڑے جا رہے ہیں بھائی۔''

''کیا...... کیا؟ جلدی بولو مما ابھی بیگ میں رکھ دیں گی۔'' وہ شیو بنا رہا تھا یونہی مصروف رہ کر بولا تو زیاد کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''وہ بیگ میں رکھنے والی چیز نہیں ہے میں بھابھی کی بات کر رہا ہوں۔'' معاذ کی پیشانی پہ

برہمی اور ناگواری کا تاثر ابھرا البتہ کچھ کہنے کی بجائے اس نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''اتنے لمبے عرصے کے لئے جا رہے ہیں، کوئی میسج نہیں دیں گے ان کے لئے؟'' وہ شرارت کو طول دے رہا تھا معاذ نے سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''سمجھ دار کو اشارہ کافی ہوتا ہے، اگر میں نے ان ایک ڈیڑھ ماہ میں اسے ملنا گوارا نہیں کیا تو اس کا مطلب اس کی میرے نزدیک ذرا برابر بھی اہمیت نہیں ہے، اگر کبھی تمہاری اس سے ملاقات ہو جائے تو اسے کہہ دینا میرا انتظار لاحاصل ہو گا، بہتر ہو گا وہ اپنے لئے کوئی مناسب فیصلہ کر لے۔'' اس نے خود پر سکون رکھتے ہوئے بھی اپنے آس پاس جتنے بھی لوگ تھے انہیں گہرے صدمے اور اضطراب میں مبتلا کر دیا تھا، سب سے زیادہ تکلیف مما کو ہوئی تھی۔

''آپ اتنے بے حس تو کبھی نہیں تھے معاذ بیٹے! جب اپنے پپا کو معاف کر دیا ہے تو وہ تو سرے سے بے قصور ہے۔''

''مجھے آپ کی بات سے ہرگز اختلاف نہیں ہے مما، مگر میں اس سے کسی قسم کی ہمدردی دکھا کر عمر بھر کی مصیبت کا روگ گلے میں ڈالنے کا ہرگز قائل نہیں ہوں۔'' اس نے دوٹوک اور قطعی انداز میں جتلایا تو مما کی آنکھیں چھلک گئی تھیں۔

''آپ مجھے بہت دکھ دے رہے ہو بیٹے بہت زیادہ۔'' ان کے آنسو دیکھ کر وہ پگھلا تھا اور ان کے گلے میں بازو حمائل کر دیئے۔

''مجھے معاف کر دیں مما آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دیں، پپا کی اس دھونس زبردستی نے میرے اندر بہت سارا غصہ بغض اور نفرت کو بھر دیا ہے میں بے بس ہوں مما!'' وہ بہت لاچاری سے کہہ رہا تھا، مما کو خاموش ہونا پڑا اور جب وہ سب سے مل کر ڈیپارچ لاؤنج کی سمت بڑھ رہا تھا جانے کس خیال کے تحت جہان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''جے میں نے تم سے کہا تھا نا میں تمہارے دل کی بات کو پالوں گا۔''

''کیا مطلب؟'' جہان کے اوسان خطا ہونے لگے۔

''تم مجھے ہمیشہ بہت عزیز رہے ہو جے مگر جب تم زینی کو اپنے ساتھ بہت ساری خوشیاں دو گے تو یہ محبت اور بھی گہری ہو جائے گی، بیسٹ آف لک مجھے خوشی ہے کہ پپا کا فیصلہ صرف ان کا نہیں تمہارے اپنے دل کا بھی فیصلہ ہے۔'' اس کے لبوں پہ بہت دل آویز مسکراہٹ تھی، مگر جہان سن کھڑا تھا۔

''شادی کی جلدی مچانے کی ضرورت نہیں میری واپسی تک اس کام کو رکنا چاہیے اس لئے بھی کہ صرف زینی کے لئے ہی نہیں میرے دل میں اپنے سب سے پیارے دوست کے حوالے سے بھی بہت ارمان ہیں۔'' وہ اس کے بال بکھیر کر ہنسا اور پھر پلٹ کر قدم بڑھاتا دور ہوتا چلا گیا، جہان ہنوز شاکڈ تھا۔

☆☆☆

کوئی تو ہوتا میں جس کے دل کی کتاب بنتا
میں جس کی چاہت کا خواب بنتا

میں ہجر کے موسم کی لمبی راتوں میں یاد بن کے عذاب بنتا
کوئی تو ہوتا جو میری خواہش میں اٹھ کے
راتوں کو خوب روتا
دکھوں کی چادر لپیٹ کر ہجوم میں دنیا سے دور ہوتا
میں روٹھ جاتا تو مناتا مجھ کو کہ چاہے میرا قصور ہوتا
کوئی تو ہوتا میں جس کے اتنا قریب ہوتا
نہ پاس کوئی رقیب ہوتا میں تنہا اس کا حبیب ہوتا
یہ سلسلہ بھی عجیب ہوتا
کوئی تو ہوتا

اس نے لاشعوری طور پہ اس نظم کو لکھا تھا اور اس کیفیت سے نکل کر جب الفاظ پہ غور کیا تو ٹپ ٹپ کتنے آنسو بہتے چلے گئے، اسکا دل اتنا بھر آیا تھا کہ حد نہیں خوش فہمی کا انت تھا کوئی وہ چاہتی تھی جانے سے قبل وہ ایک بار اس کے پاس آتا، اس سے ملتا ہاں یہ وہ خواہش تھی جس سے اس نے خود ہمیشہ نگاہ چرائی تھی، وہ ایسی ہی انا پرست تھی مگر کہاں تھی انا پرست اس بندے کی اتنی کڑی سخت سست سن کر بھی وہ ہر رات اس کی وجہ سے اپنا تکیہ بھگویا کرتی تھی اس کی بے حسی لاتعلقی بے نیازی پہ، مگر کیا ہوا تھا کیا ملا تھا، وہ چلا گیا تھا، اس پہ اس کی اوقات بہت اچھی طرح سے واضح کر کے اس کے روم روم میں جیسے ناقدری بے مائیگی اور توہین کے احساس نے ببول اگا دیئے تھے، آج وہ خود سے ہار گئی تھی بلکہ اپنی اس لاشعوری خواہش سے بھی شرمندہ ہو گئی تھی، اس امید سے خفت زدہ بھی جو اس نے باندھ لی تھی، آج چھٹیاں ہو گئی تھیں لڑکیاں جوش و خروش سے اپنے گھروں کو جا رہی تھیں ثنا بھی جا چکی تھی، وہ کہاں جاتی اس کا تو کوئی بھی ٹھکانہ نہیں رہا تھا، بے دلی مایوسی اور دکھ کے احساس نے اسے اتنا نڈھال کیا کہ وہ آ کے بستر پہ لیٹ گئی۔

''پرنیاں حسیب میم پوچھ رہی ہیں آپ کے گھر سے ابھی تک کوئی آپ کو لینے کیوں نہیں آیا؟'' وارڈن کی ملازمہ اس کے سامنے کھڑی تھی، وہ ٹکر ٹکر اس کی صورت دیکھنے لگی۔

''مجھے نہیں پتہ۔''

''آپ کال کر کے پوچھیں نا۔'' وہ ذرا جھنجھلائی تھی۔

''نمبر بند ہے۔'' اس نے جان چھڑا لی اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی، ابھی لیٹے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے جب وہ پھر سر پہ آ سوار ہوئی۔

''اب اگر کوئی مجھے لینے نہیں آ رہا تو کیا وارڈن مجھے میرے سامان سمیت سڑک پہ بٹھا دیں گی؟'' وہ اتنا جھلائی کہ چیخ پڑی، ملازمہ مسکرا دی۔

''نہیں جی آپ غلط سمجھیں، آپ کے انکل آ گئے ہیں آپ کو لینے۔'' اس اطلاع نے بجائے پرسکون کرنے کے اس کے طیش کو بڑھا دیا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور پیروں میں سلیپر اڑستی راہداری عبور کر کے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے آئی اور وزٹنگ روم میں آ گئی۔

''السلام علیکم! سوری بیٹے میں کچھ لیٹ ہو گیا آپ کو پریشانی تو ہوئی ہو گی۔'' پپا کا انداز بے

حد معذرت خواہانہ تھا، وہ ہونٹ بھینچے کھڑی رہی۔

''آپ نے اپنی تیاری کر لی؟''

''کہاں کی؟'' وہ تلخی سے استفہامی لہجے میں بولی تو انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''بیٹے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آپ شاہ ہاؤس......''

''مگر مجھے وہاں نہیں جانا، جس شخص کی موجودگی میں، میں وہاں نہیں جا سکتی جبکہ اسی کے ساتھ میرا اصل تعلق بھی ہے تو اس کے بعد وہاں جانے کا جواز بالکل ختم ہو جاتا ہے، مجھے اپنی تحقیر کسی صورت بھی گوارا نہیں۔''

جانے کب کب کا لاوا تھا جو بہہ نکلا تھا اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا وہ کیا کہہ چکی ہے، اس پل وہ شدید قسم کی شکست سے دوچار تھی دل گرفتگی بیزاری اور بے مائیگی کا احساس اس کا دماغ ماؤف کر چکا تھا، ہر شے کو تہس نہس کرنے کی وہ جنونی خواہش جو پچھلے دو دنوں سے اس کا دماغ خراب کیے تھی اس وقت اسے پوری طرح سلگا چکی تھی، پپا تو اپنی جگہ پہ ہل کر رہ گئے تھے، جب لاوا نکلا تو خفت اور شرمندگی کے احساس نے گویا اسے زمین میں گاڑھ دیا، بس ایک دھند تھی جو دماغ سے ہٹ گئی تھی، منظر صاف ہوا تو وہ مر جانے والی حالت سے دوچار ہوتی الٹے قدموں پلٹ کر بھاگی، پپا بھی ہوش میں آ گئے تھے۔

''پرنیاں...... پرنیاں بیٹے!'' وہ اس کے پیچھے لپکے اور اسے دروازے پہ ہی جا لیا، انہوں نے بہت نرمی اور رسانیت سے اس کا بازو پکڑا تھا، اس کا وجود طوفان میں آئے پتے کی مانند لرزیدہ تھا، ان سے بازو چھڑا کر وہ وہیں دیوار کے سہارے زمین پہ بیٹھی اور گھٹنوں میں چہرا چھپائے گھٹ گھٹ کر روتی چلی گئی، پپا کچھ کہے بغیر اس کا سر تھپکتے رہے تھے، پھر کوٹ کی جیب سے رومال نکال کر اس کے سامنے کیا۔

''اپنا چہرا صاف کریں بیٹا!'' اس نے حکم کی تعمیل کی مگر نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھنے کی تاب اس میں نہیں تھی، شرمندگی اور خفت سے اس کا چہرا ہی نہیں آنکھیں بھی جل رہی تھیں۔

''اٹھیں چلتے ہیں۔'' انہوں نے سہارا دے کر اٹھایا وہ متذبذب تھی۔

''جائیں شاباش اپنا بیگ لے کر آئیں۔'' اس نے ہونٹ بھینچے اور سر جھکائے چلی گئی۔

''شیر گل تم آج بلکہ اسی وقت اپنی بیوی کے ساتھ فارم ہاؤس چلے جاؤ، اشرف کو میں فون کر کے پہلے ہی گیسٹ ہاؤس کی صفائی کا کہہ چکا ہوں، شام تک تم بھی پہنچ جانا نہیں تم مکمل تیاری کے ساتھ آنا اب تم وہیں رہو گے۔'' پرنیاں اپنے بیگ سمیت آئی تو پپا فون پہ مصروف تھے۔

''ہاں بہت خاص مہمان ہے، میرے دوست کی بیٹی ہے، وہیں رہے گی، ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا تمہارا اور تمہاری بیوی کی ذمہ داری ہے او کے اللہ حافظ۔'' پرنیاں جو چونک کر انہیں دیکھنے لگی تھی ان سے نگاہیں چار ہونے پہ فی الفور سر جھکا لیا۔

''اپنی بیٹی کی انا مجھے خود بھی بہت عزیز ہے، اب آپ اسی وقت شاہ ہاؤس آئیں گی جب وہ نالائق آپ کو تمام عزت و احترام کے ساتھ خود لے کر آئے گا۔'' انہوں نے نزدیک آ کر نہایت مشفقانہ انداز میں اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو اس کی آنکھیں پھر سے بھیگتی چلی گئیں۔

(اور ایسا شاید کبھی نہیں ہو گا۔)

''آئی ایم سوری پپا! میں ایسی نہیں ہوں کچھ دیر پہلے جو میں نے بکواس کی وہ، وہ پتہ نہیں کیسے منہ سے نکل گئی۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو وہ مسکرا دیے۔

''میں اپنی بیٹی کو جانتا ہوں سو ڈونٹ وری۔''

''میں شاہ ہاؤس جانے پہ بھی تیار ہوں پپا، مجھے صرف ایک رشتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔''

''یہ تو آپ نے مجھے ہمیشہ خوش رہنے والی بات کہہ دی۔'' وہ ہنسنے لگے تو پرنیاں بھی بھاری دل سے مسکرا دی تھی اور جب وہ سبزے میں گھرے فارم ہاؤس پہ اسے چھوڑ کے جا رہے تھے تو انہوں نے اس سے ایک بات کہی تھی۔

''شاہ ہاؤس کا ہر فرد آپ سے بہت محبت کرتا ہے بیٹے اور آپ کی وہاں آمد کا بہت خواہش مند بھی ہے وہ سب لوگ آپ کو نہ صرف اسی حوالے سے دیکھیں گے بلکہ مخاطب بھی کریں گے اور میں نہیں چاہتا میری بیٹی بار بار ہرٹ اور ڈپریس ہو، یہ شیر گل بہت نیک طبیعت اور شریف انسان ہے، اس کی بیوی اور بیٹی سے بھی آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی، پھر میں خود بھی اپنی بیٹی کے پاس چکر لگاتا رہوں گا۔''

اور وہ ان کی محبت اور شفقت سے اتنی ممنون اور مشکور ہوئی تھی کہ کچھ کہے بغیر بس نم آنکھوں سے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور جھک کر ایک عقیدت بھرا بوسہ ان کے ہاتھ پہ ثبت کر دیا تھا۔

☆☆☆

دلوں میں پھر سے نئی چاہتیں سجا بیٹھے
گلے ملے تو سبھی رنجشیں بھلا بیٹھے
وہ جس کو پیار کا مفہوم تک نہیں معلوم
اس کے در پہ ہی کیوں جان و دل لٹا بیٹھے
خبر بھی تھی کہ ہوائیں وفا نہیں کرتیں
انہی کے دوش پہ پھر کیوں دیئے جلا بیٹھے
یہ نین قرب میں بے اختیار روتے ہیں
جو بات دل نے چھپائی وہی بتا بیٹھے
جو پتھروں کے حوالے سے معتبر ہے بہت
ہم اس شہر میں شیشے کا گھر بنا بیٹھے

وہ پپا کے کمرے سے نکلا تو بہت مضطرب تھا، پریشانی کی بات یہ نہیں تھی کہ لاہور والی فیکٹری نقصان میں جا رہی تھی یا اس کے منیجر نے اب ہیر پھیر کرنا شروع کر دیا تھا، پپا نے اس سے پچھلے آدھے گھنٹے سے اسی موضوع کو ڈسکس کیا تھا اور مسلسل اس سے اس کا حل پوچھتے رہے تھے اور وہ انہیں کوئی ڈھنگ کا جواب نہیں دے پایا تھا تو وجہ پھر زینب ہی تھی، معاذ حسن نے جاتے سمے جو

بات اس سے کہی تھی وہ ایسی نہیں تھی کہ وہ ملول رہتا بلکہ اس کے دل کی کلی صحیح معنوں میں ائیر پورٹ سے واپسی تک کھل گئی تھی، راز کا کیا تھا یہ تو کبھی نہ کبھی کھلنا تھا معاذ پہ کھل گیا تو مطلب راز ہی رہنا تھا، البتہ یہ ڈھارس ضرور مل گئی تھی کہ اب زینب کہیں اور جانے والی نہیں تھی، معاذ اسکی خاطر بڑے سے بڑا ایکشن لینے کو بھی تیار ہو جاتا، دو دن پہلے جب معاذ کی شادی یعنی رخصتی کے موضوع پہ بات ہوتے ہوتے ایکدم جہاں کی طرف پلٹ گئی تھی تب پاپا جان نے کھلے اور صاف لفظوں میں کہا تھا، معاذ کی واپسی پہ زینب اور جہان کی بھی شادی معاذ کے ساتھ ہی کر دیں گے، جہان کا اطمینان کچھ اور بڑھا تھا مگر آج شام جب وہ آفس سے لوٹا تب زینب کو اس نے ٹیرس پہ ٹہلتے اور فون پہ بات کرتے پایا تھا، وہ وہی تھا جو اس روز ہوٹل میں بھی اس کے ساتھ تھا اور جسے اپنے طور پر زینب نے اپنی زندگی کا ساتھی منتخب کر لیا تھا، وہ اس سے منسوب تھی وہ جانتا تھا مگر زینب آگاہ نہیں تھی، زینب کی سوچ اور فیصلے نے اس کے اندر جو کھاڑ بچھاڑ کی تھی اس سے قطع نظر اس نے سوچا تھا کیا وہ اس صورت میں زینب کو قبول کر سکتا ہے جبکہ وہ اسے نہیں کسی اور کو سب کو سمجھتی ہے اور اس کی چاہت مند ہے۔

دل کا جواب جو تھا وہ حیران کن نہیں تھا، دل نادان تھا اس کے اندر جو دکھ اترا تھا وہ اتنا گہرا تھا کہ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا، یہ اضطراب اس کے سر میں شدید ٹیسوں کی صورت ابھرا تھا، پپا نے اسے فی الحال آرام کا مشورہ دیا تھا مگر شاید وہ بھی اس کے نصیب میں نہیں تھا جو زینب کے کمرے کے آگے سے گزرتے ہوئے زینب نے اسے پکار لیا تھا۔

''جے!'' وہ رکا ضرور تھا البتہ پلٹ کر دیکھنے کی اس کی ہمت نہیں تھی۔

''مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے، پلیز مجھے اپنا تھوڑا سا وقت دے دیں۔'' وہ ملتجی سی اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

''میری طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے زینب کیا ہم صبح بات نہیں کر سکتے؟'' وہ اس سے نگاہیں چار کیے بنا بہت عاجزی سے بولا تھا۔

''مجھے پتہ ہے آپ مجھ سے کترا رہے ہیں، مگر میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے جے بہت اہم بات ہے، ڈونٹ وری ہم ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر بات کریں گے۔'' اس نے اس کے گریز کو پتہ نہیں کن معنوں میں لیا تھا جو اپنے انداز میں تسلی دی، جہان کے پاس جیسے مزید کچھ کہنے کو باقی نہیں رہا تھا، زینب اس کی تقلید میں لاؤنج تک آئی تھی۔

''ہیٹر آن کر دوں؟'' جہان نے لائیٹس جلائیں اور صوفے پہ بیٹھ رہا تھا جب زینب کے استفسار پہ لمحہ بھر کو متوجہ ہوا، پنک سوٹ میں ہمرنگ دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے سلکی بالوں کو ڈھیلے جوڑے کی شکل میں لپیٹے وہ گلاب کی تر و تازہ اور شگفتہ کلی کی طرح ان چھوئی اور دل آویز لگ رہی تھی، مگر شاید وہ اس کا نصیب نہیں تھی، اس کی سوچ نے اس کا دل بے حد بوجھل کر دیا تھا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، تم بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟'' وہ کسی حد تک آگاہ تھا مگر شاید اس کے منہ سے سن کر خود اپنے حوصلے کو آزمانا چاہ رہا تھا۔

''میری ایک فرینڈ ہے شلا لے اس کی سسٹر کی شادی ہے، مجھے وہاں جانا ہے آپ پلیز مجھے

پیا سے اجازت لے دیں۔" جہان نے اس کے مطالبے پہ بے ساختہ چونک کر اسے دیکھا پھر الجھن آمیز انداز میں بولا تھا۔

"اس میں میری سفارش کی کیا ضرورت ہے؟ چاچو منع تھوڑی کریں گے۔"

"آپ سمجھے نہیں وہ آؤٹ آف سٹی ہوتی ہے، ویلی میں۔" اس کی وضاحت پہ جہان نے گہرا سانس بھر لیا۔

"کتنے دنوں کے لئے جانا چاہتی ہو؟ اور کیا بہت ضروری ہے، چاچو ان باتوں کو پسند نہیں کرتے۔"

"اسی لئے تو آپ سے کہا ہے، آپ قائل کریں گے تو مان جائیں گے، کم از کم ایک ہفتہ تو رہوں گی۔"

"ایک ہفتہ؟" وہ کچھ پریشان نظر آنے لگا۔

"شادی تو دو دنوں میں ختم ہو جاتی ہے۔"

"مگر مجھے وہ علاقہ دیکھنا ہے، بہت خوبصورت جگہ ہے وہ جے پلیز!" وہ بے حد ملتجیانہ انداز میں کہہ کر اسے دیکھنے لگی۔

"اوکے کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں جے مجھے ہر حال میں اجازت چاہیے، یہ میری شدید خواہش ہے پلیز!" جہان نے نگاہ بھر کے اسے دیکھا وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، جہان بھلا ان نگاہوں کی آس توڑ سکتا تھا، اب اسے کسی بھی طریقے سے سہی یہ کام کرنا تھا۔

☆☆☆

سنو ایسا نہیں کرتے
کہ جس دل میں بھی رہتے ہوں
اسے توڑا نہیں کرتے
بنا جس کے نہ جی پائیں
اسے چھوڑا نہیں کرتے
سنو کچھ دیر رک جاؤ
کوئی اعتبار کر لیں گے
جو خواب دیکھے ہیں
انہیں تعبیر کر لیں گے
بنا تیرے یہ جیون ہم
کہو کیسے بتائیں گے
قسم سے ٹوٹ جائیں گے
سنو جب یاد آؤ گے
بہت خود کو رلائیں گے

تمہیں کیسے بھلائیں گے
سنو جب درد ہو گا تو
تڑپ کر مر ہی جائیں گے
تمہیں نہ بھول پائیں گے

وہ ناشتے کے لئے ٹیبل پہ آئی تو مسز آفریدی آفس جا چکی تھیں، اس کی پہلی نگاہ ٹیبل پہ پڑے ریڈ روزز کے فریش بکے پہ پڑی تھی جس کے اندر وشنگ کارڈ رکھا پہلی نظر میں دیکھا جا سکتا تھا، اس نے احتیاط سے کارڈ کھینچا اور مسکراہٹ ضبط کرتے بکے اٹھا کر ناک کے قریب لے جا کر سونگھا اور نظریں کارڈ پہ لکھی نظم پہ ٹکا دیں، اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی، رات مسز آفریدی نے پھر اس سے اپنی وہی خواہش ظاہر کی تھیں جواب میں اس نے بھی ان سے ویسی ہی مایوسی کی باتیں کی تھیں اس کا مطلب مما نے ایک بار پھر اسے منا لیا تھا۔

"بے بی آپ ناشتے میں کیا لیں گی؟ کالج جانا ہے تو ڈرائیور سے گاڑی کا کہہ دوں؟" ملازمہ نے اندر کر اسے مخاطب کیا۔

"ہاں کالج جاؤں گی اور یہ پھول مما نے کب منگوائے؟" اس کا اب بھی پورا دھیان کارڈ پہ لکھی نظم میں تھا۔

سنو جب درد ہو گا تو
تڑپ کر مر ہی جائیں گے
تمہیں نہ بھول پائیں گے

"مما آئی وش خدا آپ کو بہت لمبی عمر عطا فرمائے۔" اس کے دل سے دعا نکلی تھی۔

"یہ بیگم صاحبہ نے نہیں منگوایا بے بی! یہ ابھی کچھ دیر پہلے کوریئر والا دے کر گیا ہے۔" ملازمہ کے جواب نے اسے ششدر کر دیا تھا۔

"کس نے بھیجا ہے؟"

"پتہ نہیں بے بی کارڈ پہ نام نہیں لکھا؟" ملازمہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا تو ژالے از سر نو کارڈ اٹھا کر الٹنے پلٹنے لگی۔

"نہیں کہیں نہیں ہے۔"

"بے بی آپ کا فون ہے۔" اس سے پہلے کہ ملازمہ جواب دیتی حسنہ کارڈلیس اٹھائے چلی آئی، حسنہ ژالے کی خاص ملازمہ تھی۔

"کون ہے؟" ژالے نے کچھ الجھ کر حسنہ کو دیکھا تھا۔

"پتہ نہیں جی کہہ رہی تھیں آپ سے بات کرنی ہے۔" حسنہ کے جواب پہ اس نے کچھ کہے بغیر کارڈلیس لے لیا۔

"ہیلو! ہیلو کون؟"

"معذرت کے ساتھ ہیلو کے منگیتر ہیں" میں آپ کی کسی بات کا یقین کروں؟ بائی دا وے آپ ہیں کون؟" اس نے کس قدر خفگی سے جواب دیا تھا، دوسری جانب کچھ دیر کو سناٹا چھا گیا پھر

بھر پور نسوانی قہقہہ بہت دیر تک گونجتا رہا، وہ ذرا کوفت کا شکار ہوئی۔

"مجھے یقین تھا تم صرف خوبصورت ہی نہیں ذہین اور بہت قابل بھی ہو گی۔" ادھر سے بہت وثوق سے کہا گیا ژالے کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

"اتنا جانتی ہیں مجھے تو میں آپ سے انجان کیوں ہوں؟"

"یہ بھی حالات کی ستم ظریفی ہے میری جان! ورنہ تمہارا مجھ سے جو قریبی تعلق اور رشتہ ہے کسی اور سے نہیں ہے، پھول پسند آئے؟"

"وہ آپ نے بھیجے ہیں؟ مگر آپ ہیں کون؟" وہ اب کے بری طرح سے جھلا گئی تھی۔

"ژالے میں نیلما بات کر رہی ہوں تمہاری......"

"کیوں فون کیا ہے؟ اور تمہاری یہ جرأت کیسے ہوئی کہ مجھ سے اس قسم کے رابطے کرو۔" وہ پہلے سناٹوں میں گھری تھی پھر جیسے آتش فشاں لاوے کی طرح سے پھٹ پڑی۔

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں ژالے۔"

"مگر میں تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی سنا تم نے؟ آئندہ کبھی مجھ سے کانٹیکٹ نہ کرنا۔"

"تم مجھ سے نفرت نہیں کر سکتیں ژالے میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ نفرت کا متقاضی ہو ہی نہیں سکتا۔"

"مجھے اس احساس اس تعلق سے بھی گھن آتی ہے جو میرا تمہارا ساتھ ہے، سن لیا تم نے۔" وہ حلق کے بل چیخی اور رابطہ منقطع کر دیا، اس کا پورا وجود جیسے مفلوج ہو گیا تھا، آنکھوں میں سرخی کے ساتھ بے تحاشا نمی پھیل گئی تھی، کچھ دیر وہ دانت بھینچے بیٹھی رہی پھر پھول اٹھا کر طیش کے عالم میں دور پھینک دیئے تھے اور خود ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر زار و قطار روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

"جے!" وہ آفس سے تھکا ماندا لوٹا تھا گھر آنے کے بعد ابھی فریش ہو کے واش روم سے نکلا ہی تھا جب زینب اس کے کمرے میں چلی آئی تھی وہ ٹھنڈا سانس کھینچ کر رہ گیا۔

"میرے کام کا کیا بنا؟" اس نے بغیر کسی تمہید کے مقصد کی بات کی تھی۔

"سوری زینی میں اتنا بزی رہا کہ بات کرنا یاد نہیں رہا۔" وہ واقعی شرمندہ تھا۔

"ایسی کون سی مصروفیات ہیں۔" وہ خفا نظر آنے لگی۔

"کچھ آفیشل پرابلم ہیں۔" تولیے سے گیلے بال خشک کرتا ہوا وہ لئے دیئے انداز میں بولا۔

"کب بات کریں گے؟ اور میں آپ کو بتا رہی ہوں، مجھے لازمی جانا ہے، شادی میں صرف دو دن ہیں۔"

"میں کل بات کروں گا انشاء اللہ۔"

"ابھی کر لیں نا، پپا آ گئے ہیں آفس سے۔"

"مناسب نہیں لگتا زینب! وہ تھکے ہوں گے۔"

"آپ نے کوئی کام تو نہیں کرانا ان سے، بات ہی کرنی ہے نا، آپ شاید خود نہیں چاہتے۔"

وہ عادت کے مطابق فوراً بدگمان اور بے لحاظ ہونے لگی۔

"کیا نہیں چاہتا؟" جہان نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

"یہی کہ میں وہاں جاؤں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی، بدگمانی کی حد تھی یعنی۔

"میں ایسا کیوں چاہوں گا زینب!" وہ عاجز سا ہوا۔

"تو پھر آپ ابھی ان سے اجازت لے کر دیں مجھے۔" وہ بسوری تو جہان کو اٹھنا پڑا تھا، پپا سے بات کرنے پہ اسے اندازہ ہوا کہ وہ اسے بھیجنے پہ آمادہ نہیں مگر چونکہ وہ سفارش لے کر گیا تھا جبھی انہیں ناچار ماننا پڑا مگر انہوں نے دو شرطیں ساتھ کر دی تھیں، جنہیں سن کر زینب کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

"کسی کو ساتھ لے کر جانے کا کیا مقصد ہے، پپا کو مجھ پہ ٹرسٹ نہیں ہے؟ اور ایک ہفتہ کوئی زیادہ مدت تو نہیں تھی جو انہوں نے چار دن کا کہہ دیا۔" وہ کلس رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی زینب! اگر مقصد انجوائے منٹ ہے تو آپ چار دن کیا چار گھنٹوں میں بھی کر سکتے ہیں اور رہی بات ٹرسٹ کی تو ایسی بات نہیں ہوتی، چاچو کی اس بات کا مقصد احتیاط ہے، انجانے لوگوں پہ آنکھیں بند کر کے کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔" وہ حتی الوسیع نرمی سے بات کر رہا تھا کجا وہ ہتھے سے اکھڑ جائے، اب بھی اس کے نقوش تنے تنے سے تھے۔

"او کے فائن، میں مان لیتی ہوں یہ بات اور چار دن میں واپس آ جاؤں گی مگر کسی کا دم چھلا میں ساتھ لگا کر نہیں لے جانے والی، ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے دنیا میں صرف ہم ہی شریف اور قابل بھروسہ لوگ نہیں رہ گئے ہیں۔" وہ تحمل سے بات کرتے کرتے آخر میں پھر بھڑک گئی تھی۔

"یہ سب مجھے نہیں پتہ جو چاچو نے مجھے کہا میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔" جہان کو اس کی بات سن کر غصہ آیا تھا مگر ضبط کر گیا مگر زینب نے ایسا کچھ نہیں سیکھا تھا کبھی بھی جبھی کچھ اور بھڑک گئی۔

"اتنا تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ ان سے جو بھی کہتے ہیں وہ اسے ہر صورت مانتے ہیں، آپ ان سے کہیں کہ میں وہاں اکیلی جانا چاہتی ہوں۔" اس مطالبے نے جہان کے چہرے پہ ناگواری بکھیر دی۔

"سوری میں ایسی فضول باتیں نہیں منوایا کرتا۔" اب کے وہ بھی برہمی سے بولا تھا، تب وہ ایکدم ڈھیلی پڑ گئی۔

"جے پلیز پلیز! مائی سیک!" وہ اس کا ہاتھ اچانک اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اتنی لجاجت سے بولی تھی کہ جہان چکرا کر رہ گیا۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

چوتھی قسط کا خلاصہ

معاذ جانے سے قبل پپا کی جانب پیش رفت کرتا ہے اور ان سے اپنی بدتمیزیوں اور گستاخی کی معافی طلب کرتا ہے، پپا اسے کچھ بھی جتلائے بنا فراخدلی سے معاف کر دیتے ہیں۔

نوریہ، معاذ کی جدائی کے خیال سے اپ سیٹ ہے، معاذ جاتے وقت ائیر پورٹ پہ جہان کے دل کا پوشیدہ راز اس پہ آشکار کر کے اسے حیران کر دیتا ہے، معاذ زینب سے اس کی انوالومنٹ کو دل سے پسند کرتا ہے اس کی خواہش ہے جہان زینب کا زندگی کا ساتھی بنے۔

جہان کی حیرت ختم ہوتی ہے تو پہلی بار ایک اطمینان اس کا گھیراؤ کر لیتا ہے، وہ زینب کو ہمیشہ کے لئے پا لینے کے خیال سے سرشار ہے۔

زینب جہان سے شلالے کی بہن کی شادی میں جانے کی بات کرتی ہے اور پپا سے اجازت دلوانے کا اصرار بھی جہان کو اعتراض تو ہوتا ہے مگر وہ زینب کی خواہش کا احترام کرتا ہے، زینب خوشی میں اپنی تیاری شروع کر دیتی ہے۔

پرنیاں کو اس کی خواہش پہ پپا شاہ ہاؤس کی بجائے فارم ہاؤس چھوڑ دیتے ہیں جہاں قابل بھروسہ ملازمین اس کی خدمت پہ مامور ہیں۔

پانچویں قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

"فضول ضد ہے زینی! بہرحال میں چاچو سے بات کروں گا۔" اس نے فی الفور اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا اور ذرا فاصلے پہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"تھینکس میں اپنی پیکنگ کر لوں پھر؟" وہ بے طرح خوش ہو گئی تھی اور ایسے وقت جب وہ مسکراتی اس کی خوبصورتی مزید بڑھ جاتی تھی، جہان نے دانستہ اسے دیکھنے سے گریز برتا، اس کے جانے کے بعد وہ بے دم سے انداز میں صوفے پہ گر گیا، معاً اس نے اپنا داہنا ہاتھ نگاہوں کے سامنے کیا جہاں ہتھیلی کی پشت پہ زینب کے گداز ہاتھ کا مہکتا ہوا لمس اترا تھا، وہ ابھی تک گویا اسی ایک لمحے کے حصار میں مقید تھا، ایک سنسنی کا احساس اس کے وجود میں سرسرایا تھا جسے اس کے ہونٹوں پہ جانے کس خیال نے مسکراہٹ بکھیر دی۔

(میں تمہیں بھی ضرور بتاؤں گا کہ میں نے کس لمحے تمہیں کتنا چاہا اور کتنا محسوس کیا، میں بھی تمہیں جذبوں کی ایسی شدت سے ضرور پوچھوں گا کہ تم عشق کی معراج کو چھو آؤ، اپنی ساری بے تابیاں تم پہ عیاں کرنے کے لئے مجھے اسی پل کا انتظار ہے صدیوں سے جب تم مکمل طور پہ میرے اختیار میں ہو گی۔)

اس کے سیل پہ ہونے والی مسلسل بیل نے اسے خیالات کی اس حسین نگری سے واپس کھینچا تھا، وہ چونک کر کسی حد تک ناگواری سے سیل فون کو دیکھنے لگا مگر اسکرین پہ بلنک کرتے نمبر کے ساتھ موجود نام نے اس کی ناگواری کو دور کر کے مسکراہٹ کو پھر سے ہونٹوں کی زینت بنا دیا تھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام جیتے رہو۔" جواباً معاذ شرارتاً ہنسا تو جہان نے بھی اپنی ہنسی کو شامل کر دیا تھا۔

"بہت خوش لگ رہے ہو؟"

"اللہ کا کرم ہے تم سناؤ؟"

"گڈ، یہاں سردی بہت ہے یار۔"

"ہاں وہ تو تمہیں پہلے بھی معلوم تھا۔" جہان ہنسنے لگا۔

"گھر میں سب خیریت ہے؟" چند اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد معاذ کے سوال پہ جہان نے اسے باری باری سب کی خیریت بتلا دی۔

"تم کچھ مسینگ کر رہے ہو جے!" معاذ کے سوال پہ وہ ٹھٹکا تھا۔

"کیسی مسینگ؟"

"پپا کی پینڈو بہو صاحبہ! یقیناً میرے جاتے ہی شاہ ہاؤس میں دندناتی پھرتی ہوں گی۔" وہ اتنی دور بیٹھ کر بھی اپنی جان جلا رہا تھا، جہان نے متاسفانہ سانس بھری تھی۔

"نہیں معاذ! وہ یہاں نہیں آئیں۔"

"واٹ؟" معاذ کو جھٹکا لگا تھا۔

"آئی کانٹ بلیو اٹ۔"

"اس میں یقین نہ کرنے والی کون سی بات ہے؟" جہان نے کچھ تلخ انداز میں ٹوکا۔

"پپا تو جیسے میرے جانے کے منتظر تھے۔"

"آئی تھینک بھابھی نے خود آنے سے انکار کیا ہے، وہ ہاسٹل میں ہوتی ہیں۔"

"احمق لڑکے آج کل ونٹر سیزن چل رہا ہے کالج، ہاسٹل بھی بند ہیں، وہ وہاں کیسے رہ رہی ہو گی؟"

"آئی ڈونٹ نو لیکن وہ یہاں نہیں آئیں۔" جہان نے جواباً کہا تو وہ جھلانے لگا تھا۔

"دماغ درست ہے اس کا؟ اتنی اکڑ کس بات کی ہے؟"

"تم بتاؤ تمہیں ان کی اتنی فکر کیوں ہے؟ وہ جہاں بھی رہیں۔" جہان کو بھی غصہ آنا شروع ہو گیا حد تھی مطلق الفسانی کی بھی۔

"وہ نکاح میں ہے میرے کیوں فکر نہیں ہو گی، اگر ایسی ہی من مانی کرنی ہے تو اس بندھن سے آزادی حاصل کر لے پہلے۔"

"ہاں تم تو خود یہی چاہتے ہو۔" جہان نے کچھ اور سلگ کر کہا۔

معاذ نے جھلا کر سلسلہ کاٹ دیا تھا، جہان نے تاسف سے سیل فون کو دیکھا پھر سر جھٹکنے لگا۔

☆☆☆

ہم نشیں کیسے بتاؤں جذبہ دل کیا ہے
خود بتائے گی محبت کہ محبت کیا ہے
عشق کو لوگ مسیحا کیوں سمجھ بیٹھے ہیں
گر نہیں عشق حقیقت تو حقیقت کیا ہے
آیا پروانہ گرا شمع پہ جل جل کے مرا
تو اب بھی سوچ رہا ہے کہ محبت کیا ہے
عشق کو بھول کے دنیا کو ہے جنت کی تلاش
عشق کی آگ اگر دوزخ ہے تو جنت کیا ہے

شام کا وقت تھا، وہ آفس سے لوٹا تو تھکن اس کے چہرے سے عیاں تھی، مما جان کو سلام کرتا ہوا وہ چائے کا کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ زینب جو اسی کی منتظر تھی سرعت سے اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔

"جے بات کی آپ نے پپا سے؟" اس کے عجلت بھرے انداز میں بے صبری تھی، اسے یہ بھی احساس نہیں تھا اسے یہ بات کرنے سے پہلے کم از کم جہان کو تھوڑا ریلیکس ہونے کا ٹائم دینا چاہیے، اسے ہمیشہ اپنی پرواہ رہی تھی، دوسروں کے حوالے سے وہ ایسی باتیں سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں کیا کرتی تھی، جہان کچھ خفیف سا ہو گیا، اسے ابھی زینب کے یاد دلانے پہ ذہن میں آیا تھا کہ کوئی کام زینب اس کے ذمے لگا چکی تھی۔

"میں آج بات کرتا ہوں چاچو سے۔" اپنے کمرے کا بند دروازہ کھول کر بریف کیس صوفے پہ رکھتے ہوئے اس نے لائٹس آن کی تھیں، زینب جو اس کے ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی کس قدر خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اس کا مطلب آپ کو یاد نہیں رہا، جے آپ کے نزدیک میری بات کی یہی اہمیت ہے؟"

کیا کچھ نہیں تھا اس شا کی لہجے میں، خفگی، جھنجلاہٹ، استحقاق، مان، جہان جو دل و جان سے اس کا اسیر تھا جیسے اس پل اس اپنائیت کے مظاہرے پہ گھائل ہو کر رہ گیا۔

''یہ بات نہیں ہے زینب! مصروفیت میں ذہن سے نکل گیا، میں بات کروں گا، چاچو آ گئے کیا؟'' مستقبل قریب میں اسے یہ سارے حقوق حاصل ہونے والے تھے جہان تو کب کا اسے یہ سارے مان سونپ چکا تھا، ایک ہی تو تھی جو دل و جان پر حکمران تھی، معاذ نے جو کچھ ائیر پورٹ پہ اس سے کہا تھا اس کے بعد جہان کے اندر جو غیر یقینی اور خدشات و واہمے سرسراتے رہتے تھے ایکدم سے چھٹ گئے تھے، اس دن کے بعد سے وہ خود کو بہت آسودہ اور سرشار محسوس کرتا تھا۔

''پپا تو کب کے آئے ہوئے ہیں، آپ کو نہیں پتہ؟'' زینب نے منہ بسور کر کہا تو جہان آہستگی سے مسکرایا۔

''نہیں میں میٹنگ میں تھا اور چاچو آفس میں، خیر میں جاتا ہوں ان کے پاس۔'' وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ہوا الٹے قدموں پلٹ گیا، زینب نے اسے فریش ہونے اور چینج کر لینے کا بھی موقع نہیں دیا تھا، اس کے جانے کے بعد زینب نے کاندھے اچکائے تھے اور اس کے بیڈ پہ نیم دراز ہو کر سرہانے پڑی کتاب اٹھالی، صفحہ موڑ کر ایک نظم کو خصوصی توجہ دی گئی تھی، وہ بے خیالی میں پڑھنے لگی۔

تجھ کو معلوم نہیں تجھ کو بھلا کیا معلوم
تیرے چہرے کے یہ سادہ سے اچھوتے سے نقوش
میرے تخیل کو کیا رنگ عطا کرتے ہیں
تیری آنکھیں، تیری زلفیں، تیرے عارض، تیرے ہونٹ
کیسی انجانی سی معصوم خطا کرتے ہیں
خلوت بزم ہو یا جلوت تنہائی ہو
تیرا پیکر میری آنکھوں میں ابھر آتا ہے

اس کے اندر ہلچل مچی، اتنے خوبصورت جذبے اتنے دلکش احساسات بھلا کس کے نام تھے؟ وہ جز بز اور بے چین ہوتی اٹھ کر بیٹھ گئی، بارہا لگا تھا کہ وہ اسے خاص نگاہ سے دیکھتا ہے، مگر اس کے انداز اتنے نارمل اتنے عام سے ہوتے تھے کہ اگلے پل زینب کو اپنی یہ خوش فہمی لگنے لگتی۔

''ارے جہان کدھر چلا گیا؟'' وہ اسی کشش و پنج میں ڈوبی ہوئی تھی کہ مما خود چائے کے بڑے مگ سمیت اندر چلی آئیں، جہان کو موجود نہ پا کر انہوں نے حیرانی سے استفسار کیا تھا۔

''پپا کے پاس گئے ہیں۔''

''کیوں؟ آتے ہی کون سا کام پڑ گیا تھا، چائے تو پی لیتا فریش ہو کے چلا جاتا، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ مجھے تو لگتا ہے تمہی نے اسے کسی کام کا کہا ہوگا۔'' مما نے اسے کڑی نظروں سے گھور کر دیکھا تو وہ بجائے خائف ہونے کے تنتنا اٹھی تھی۔

''آپ ہمیشہ میری طرف سے ہی مشکوک رہیے گا، میں نے کوئی پہاڑ کھودنے کا کام نہیں سر ڈال دیا موصوف کے، اسی گھر کے ایک کمرے تک گئے ہیں بس۔'' وہ چیخ کر کہتی پیر پٹختی وہاں سے

چلی گئی، مما نے گہرا سانس بھر کے چائے کے مگ کو دیکھا پھر خود بھی جہان کی تلاش میں کمرے سے نکل گئی تھیں۔

☆☆☆

''السلام علیکم چاچو!'' جہان کو وہ اپنے روم کی بجائے اسٹڈی روم میں ملے تھے، دروازہ تھپتھپا کر اندر قدم رکھتے اس نے انہیں مخاطب کیا تو انہوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''وعلیکم السلام! جیتے رہو بیٹے، آؤ۔''

گو کہ پورا دن آفس میں دونوں کا متعدد بار آمنا سامنا ہوتا رہا تھا مگر جہان کے ساتھ ان کی وابستگی لگاؤ اور محبت کا یہ عالم تھا کہ ہر مرتبہ اسے دیکھ کر وہ یوں کھل جاتے جیسے برسوں بعد ملے ہوں، خود جہان بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا، یہ اس کے مزاج کی فرمانبرداری، تابعداری اور عزت افزائی ہی تھی کہ وہ گھر کے تمام بزرگوں کا بیک وقت بے حد لاڈلا اور چہیتا تھا۔

''آپ بزی تو نہیں ہیں چاچو!'' وہ ذرا سا ہچکچایا، تو پپا مسکرا دیئے تھے۔

''نہیں جگر آؤ آپ، کوئی ضروری بات ہے جو آپ اتنی عجلت میں آئے ہیں؟'' اسے پینٹ کوٹ میں ملبوس دیکھ کر ان کی نگاہوں میں واضح حیرت تھی، وہ کچھ خفیف سا ہو گیا۔

''ایکچوئلی چاچو! مجھے زینب نے بہت دنوں سے کہہ رکھا تھا آپ سے بات کرنے کا مگر......''

''کون سی بات؟'' پپا کی حیرت کچھ اور بھی بڑھ گئی۔

''زینب کی کسی فرینڈ کی سسٹر کی شادی ہے، وہ شریک ہونا چاہتی ہے۔''

''تو بیٹے اس میں کیا ہے، چلی جائے، آپ اسے پک اینڈ ڈراپ کر دینا۔'' پپا نے کچھ حیرت بھرے انداز میں جواب دیا یوں جیسے کہہ رہے ہوں اس میں مجھ سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

''چاچو، زینب کی فرینڈ آؤٹ آف سٹی ہوتی ہیں، دہلی میں شاید۔'' اب کی مرتبہ جہان کا لہجہ و انداز کچھ ہچکچایا ہوا تھا، وہ خود بھی آگاہ تھا، شاہ ہاؤس میں بہر حال لڑکیوں کو اس قسم کی آزادی نہیں دی جاتی۔

''پھر تو وہاں کچھ دن رکنا بھی پڑے گا؟''

پپا نے بغور بھتیجے کو دیکھا، اتنا تو وہ بھی جان گئے تھے، وہ اگر ان کے پاس آیا ہے تو اس کا مطلب وہ زینب کی خواہش کے آگے گھٹنے ٹیک چکا ہے، وہ اس کے چچا تھے مگر کسی ماں کی طرح سے اس کے نزدیک تھے، اس کے دل کا وہ راز جو وہ خود پہ بھی آشکار کرنے میں متامل رہا کرتا تھا ان پہ منکشف ہو چکا تھا، وہ اتنا جانتے تھے اسے کہ اس کی اٹھتی نگاہ سے خواہش کی شدت اور گہرائی کا اندازہ کر لیا کرتے تھے، بیٹی کے لئے اس کے جذبوں سے آگاہی کے بعد ہی انہوں نے زینب کو اس سے منسوب کرنے کا فیصلہ کیا تھا، زینب جیسی اکھڑ اور بد دماغ لڑکی کے لئے ان کے خیال میں جہان جیسا متحمل مزاج، کول مائنڈڈ ساتھی بہترین شریک حیات ثابت ہو سکتا تھا۔

''میں جانتا ہوں بیٹے کہ آپ کو زینب کی کوئی بات ٹالنا مشکل لگتا ہے، مگر ہر بات ماننے والی بھی نہیں ہوتی، آپ جانتے ہو کہ اتنے دنوں کے لئے ہم اپنی بچی کو غیر لوگوں میں نہیں بھیج سکتے۔''

''آئی نو چاچو! میں نے زینب کو یہ بات سمجھائی تھی مگر......''

''مگر وہ آپ کو فورس کر رہی ہوگی اور آپ انکار نہیں کر سکے۔'' پپا نے گہرا سانس بھر کے کہا تو جہان کچھ جھینپ سا گیا اور ان سے نگاہیں چار کیے بنا آہستگی سے بولا تھا۔

''جانے دیں نا چاچو! میں نہیں چاہتا اس کی کوئی خواہش تشنہ رہ جائے۔'' وہ جیسے ملتجی ہوا تھا پاپا نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''او کے فائن! چلی جائے مگر اکیلی نہیں، اس کی مما یا پھر بھابی بیگم اس کے ساتھ جائیں گی، یہ بھی کمپرومائز میں اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ اس کی سفارش کرنے آئے ہو، اب جاؤ اور چینج کرو جا کے مجھے لگتا ہے اس نے تمہیں بیٹھنے بھی نہیں دیا، ہر بات اس کی مانو گے تو پھر تمہاری اپنی ذات بالکل پس پشت چلی جائے گی، زندگی کے سفر میں شریک سفر کے ساتھ توازن کا قائم ہونا ضروری ہے بیٹے! میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ تمہارے حقوق سلب کر لئے جائیں۔'' جہان کے چہرے پہ یکلخت روشنی چھا گئی، یہ پہلا موقع تھا کہ پپا نے براہ راست اس کے اور زینب کے مستقبل کے تعلق کے حوالے سے کوئی بات کی تھی، وہ خوشگواری کے احساس میں گھرتا بے اختیار مسکرا کر اور کچھ جھینپ کر انہیں دیکھنے لگا۔

''یہ بات اس کے باوجود آپ کہہ رہے ہیں کہ زینب بیٹی ہیں آپ کی؟'' جانے کیسے اس کے منہ سے پھسل گیا، انداز میں خفیف سی شوخی و شرارت کا رنگ تھا، پپا دھیمے سے مسکرائے اور اسے دیکھ کر بولے تھے۔

''ہاں اس کے باوجود کہہ رہا ہوں، کیونکہ صرف وہی نہیں آپ بھی میرے بیٹے ہو اور زینب کے مزاج کے سب رنگوں سے مجھے بہت اچھی طرح سے آگاہی ہے تبھی پہلے سے متنبہ کر رہا ہوں، پھر شکایت نہ کرنا۔'' اب کے انہوں نے دانستہ اسے چھیڑا تو جہان جھینپ کر ہنس پڑا تھا، وہ پپا کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا تو مما کچن سے نکل کر اس کی جانب آ رہی تھیں۔

''میں زینب سے بہت عاجز ہوں آتے ہی تمہیں اپنے کاموں میں الجھا لیا۔''

''ارے نہیں چچی جان! کام کیا تھا بھلا۔''

''مگر چائے تو ٹھنڈی ہو گئی نا۔'' وہ ہنوز خفا تھیں، جہان نے محبت سے ان کے گلے میں بازو حمائل کر دیئے۔

''چائے پھر گرم ہو جائے گی چچی جان! ڈونٹ وری۔''

''تم نے اسے زیادہ ہی کچھ سر پہ چڑھا رکھا ہے۔'' مما کو اس سے شکایت ہوئی تو وہ مسکرا دیا تھا۔

(کبھی ہم بھی سر چڑھیں گے محترمہ کے) ایک حسین سوچ اس کے چہرے کو مزید روشن کر گئی۔

''جاؤ چینج کرو میں چائے لاتی ہوں، پھر مجھے معاذ کا نمبر ملا کے دینا، اتنے دن ہو گئے بات نہیں کی۔''

''جی بہت بہتر۔'' وہ سعادت مندی سے سر ہلاتا اپنے کمرے میں آ گیا، زینب وہاں نہیں

تھی، اس نے فریش ہو کر لباس بدلا تب تک مما چائے لے آئی تھیں۔

''ابھی بات کریں گی؟ نمبر ملاؤں معاذ کا؟'' اس نے بال بنا کر برش ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ دیا۔

''ہاں بیٹے ملا دو، آج کل کی اولاد کو کہاں فکر کہ والدین کو ان کا خیال رہتا ہے۔'' وہ جانے کیوں آج ہر کسی سے ہی شاکی نظر آ رہی تھیں، جہان نے سیل فون اٹھاتے بغور انہیں دیکھا۔

''خیریت ہے نا؟ آپ کا موڈ آف لگ رہا ہے۔''

''پرنیاں کا خیال مجھے تو روہانسا کر رہا ہے بیٹے! اتنی شرمندگی محسوس کرتی ہوں بچی سے کہ اس کے سامنے کی تاب نہیں ہے مجھ میں، کیا سوچتی ہوگی کیسے دھوکے باز لوگ ہیں ہم۔'' وہ ایک دم روہانسی ہو گئیں، جہان نے نمبر ملانے کا کام موقوف کیا اور انہیں کاندھوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

''آپ فکر کیوں کرتی ہیں، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''جہاں وہ گیا ہے نا وہاں بہت رنگینی ہے اور گمراہی اس سے بڑھ کر، پھر وہ تو یہاں بھی پرنیاں کا نام سننا پسند نہیں کرتا تھا، وہاں جا کے تو بالکل بدل جائے گا، اتنا خوف آتا ہے کہ راتوں کو مانو نیند نہیں آتی۔'' ان کے آنسو بہنے لگے تھے، جہان خود بھی مضطرب ہونے لگا، ان کی گھبراہٹ اور تشویش کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔

''اللہ پہ بھروسہ رکھیں چچی جان! اللہ بہتر کرے گا۔'' اس نے ان کے آنسو پونچھے تھے پھر سیل فون اٹھا کر معاذ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''السلام علیکم!'' رابطہ ہونے پہ اسے معاذ حسن کی خوش باتیں فریش چہکتی آواز سنائی دی تھی۔

''وعلیکم السلام! کیسے ہو معاذ؟''

''ٹپ ٹاپ تم سناؤ کیا حال ہیں جناب کے؟'' وہ اسی فریش لہجے میں بولا تھا، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''چچی جان بات کرنا چاہ رہی ہیں تم سے۔''

''مما سے بھی بات کرتا ہوں یار تم سے پہلے ایک بات شیئر کرنی تھی یہاں ایک لڑکی ہے لیزا بری طرح سے مجھ پہ مرمٹی ہے، ہے بھی بڑی خوبصورت، کل مجھ سے کہہ رہی تھی، میں تمہارا اپارٹمنٹ شیئر کر سکتی ہوں۔'' وہ کھلکھلا کر بتا رہا تھا اور جہان کے اعصاب یکدم کشیدگی سمیٹ لائے تھے، اس نے ایک نظر بھیگی آنکھیں پونچھتی ہوئی مما کو دیکھا تھا اور چپ کا چپ رہ گیا۔

''کہاں گم ہو گئے ہو بولتے کیوں نہیں؟'' معاذ اس کی خاموشی پہ جھنجھلایا تھا، وہ جیسے کسی یاسیت کی کھائی سے ابھرا۔

''معاذ تم چچی جان سے بات کرو پہلے پھر میں تم سے بات کرتا ہوں۔''

''اُفوہ چلو ٹھیک ہے کراؤ بات۔'' وہ جیسے بدمزا سا ہو گیا تھا، جہان نے سیل فون مما کی سمت بڑھا دیا اور ساکن نظروں سے چائے کے مگ کو دیکھنے لگا جس پہ بالائی کی تہہ جمنا شروع ہو گئی تھی۔

''تم کب واپس آؤ گے معاذ؟'' رسمی علیک سلیک کے بعد مما نے جو سوال کیا تھا وہ معاذ کو متحیر

کر کے رکھ گیا۔

''ابھی تو آیا ہوں مما پڑھائی کے دو سال ہیں پورے، تب ہی آؤں گا، کیوں آپ اداس ہو رہی ہیں میرے بغیر......؟'' بات کے اختتام پہ وہ کچھ شریر ہو کر بولا تو مما نے یاسیت بھرا سانس کھینچا تھا۔

''پتہ نہیں کب ختم ہوں گے یہ دو سال۔''

''آپ اتنی اداس ہو رہی ہیں تو میں ابھی آ جاتا ہوں۔'' وہ جیسے ان کو بہلانے کی خاطر بولا تھا۔

''بات صرف میری ہی تو نہیں ہے نا بیٹے! تم یہاں کسی اور کو بھی اپنی ذات سے منسوب کر کے محو انتظار چھوڑ گئے ہو۔''

بات ایسی تھی کہ معاذ کا موڈ آف ہونا یقینی تھا، اس نے ناگواریت کے احساس سمیت ہونٹ بھینچ لئے۔

''میں یہ انتظار ختم کر دینا چاہتا تھا ہمیشہ کے لئے، آپ ہی آڑے آئی تھیں اگر یاد ہو تو۔'' وہ برہمی سے بولا مما نے سرد آہ بھری تھی۔

''آپ کو لگتا ہے آپ یہ کوئی اچھا کر رہے ہو؟ معاذ یہ بالکل غلط ہے۔'' انہوں نے اس کی برہمی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گویا اسے احساس دلانا چاہا تھا۔

''میرے ساتھ بھی بالکل غلط کیا گیا تھا مما! پلیز بہتر ہو گا آپ میرے ساتھ اس ٹاپک پہ بات مت کیا کریں، آپ سے بدتمیزی نا چاہتے ہوئے بھی کر جاتا ہوں میں، جو مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''تو ٹھیک ہے پھر تم مجھ سے بات ہی نہ کیا کرو، کیونکہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ٹاپک نہیں ہے تم سے بات کرنے کو۔'' انہوں نے کسی قدر تلخی و غصے سے کہا تھا اور فون بند کر دیا، انہیں معاذ کی بات بے حد بری لگی تھی، جہان نے مضطرب ہو کر انہیں دیکھا، شدت غیض اور ضبط سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''چچی جان پلیز! پلیز خاموش ہو جائیں۔'' جہان نے ان کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر بوجھل آواز میں انہیں تسلی دینا چاہی مگر وہ کچھ اور بھی بری طرح سے بکھر گئی تھیں۔

''اسے بتا دینا جہان اگر اس نے پرنیاں کے ساتھ کوئی زیادتی کی یا اس کا حق مارا تو میری مری ہوئی صورت دیکھے گا، کبھی معاف نہیں کروں گی اسے۔'' وہ زار و قطار روتی چلی گئی تھیں، جہان کے لئے انہیں سنبھالنا مشکل ہونے لگا، جبھی وہ سیل فون کی سمت توجہ نہ دے سکا تھا جو مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا اور اسکرین پہ معاذ کالنگ کے الفاظ بلنک کر رہے تھے۔

☆☆☆

کون ہو گا بھلا ہم سا تہی داماں لوگو!
لب میں حرف دعا ہے نہ ہتھیلی پہ حنا
نہ تبسم، نہ رفاقت، نہ کوئی لمحہ یاد

آنکھ ویران ہے اور دل خالی
ہونٹ نادم ہیں اور باہم پیوست
ان کہے حرف ہیں رنجور اور سماعتیں بے فیض
انگلیاں خشک چٹانوں کی طرح تزخی ہیں
کسی آنسو کی نمی ان کی زباں پر کبھی اتری ہی نہیں
آس جکڑی نہ تمنا کسی دوجے کو تھمائی ہم نے
عمر بھر تنہا رہے تنہا جیئے
کہنے کو کچھ لوگ تو تھے بہت اپنے
خودی کے زعم میں داؤ پہ لگایا جن کو
لیکن یہ گماں، ہاں صرف گماں!

اس نے سخت اکتا کر کتاب بند کر دی، ان چند دنوں کی جان لیوا تنہائی نے اسے یکا یک روہانسا کر ڈالا، جو حالات تھے وہ دل برداشتہ کر دینے کو کافی تھے، ساری زندگی کیسے گزرے گی؟ اس نے سوچا تھا اور اپنا دل ملول ہوتا محسوس کرتی سخت اضطراب کے عالم میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی، ملازمین سے وہ ایک حد سے بڑھ کر کیا بے تکلف ہوتی، حالانکہ گل خان کی بیوی اور بیٹی اس کا خصوصی خیال رکھتی تھیں، پپا اور پپا جان کے علاوہ مما جان نے بھی اس سے فون پہ بات کی تھی مگر وہ کسی طرح بھی خود کو بہلا نہ پا رہی تھی، ایک عجیب بے نام سا خوف ایک خدشہ مستقل دل میں گھر کر گیا تھا جب سے معاذ کے لندن جانے کا سنا تھا، حالانکہ وہ اس تعلق کو لے کر خوش فہم نہیں ہو سکتی تھی کہ معاذ کے جذبات اس تک بغیر لگی لپٹی کے پہنچ چکے تھے، پھر بھی وہ آس مند تو تھی یہ دوری یہ فاصلے اس آس کی کچی ڈوری کو تناؤ کا شکار کر رہے تھے، وہ اس تناؤ کے بڑھاؤ سے خائف تھی، اسے یاد آیا معاذ کی مما نے یا پھر اس کے کسی بہن بھائی نے بھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، کہیں وہ ان سب کے لئے بھی ان چاہی تو نہیں ہے۔

خوف کا عفریت واہمات کا روپ دھارے اسے پوری طرح سے اپنے پنجوں میں جکڑتا جا رہا تھا کتنا غیر محفوظ سا ہو گیا تھا اس کا مستقبل، ددا کے اس ایک فیصلے کی بدولت، اس کی آنکھیں کچھ اور نم ہوتی چلی گئیں، انہی سوچوں میں وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی، وہ انیکسی میں رہائش پذیر تھی، یہ کل دو کمرے تھے، اس کے علاوہ ایک ٹی وی لاؤنج تھا اور ایک کچن، اس انیکسی اور اصل رہائشی عمارت کے درمیان سفید پتھر کی ایک دیوار تھی، اس دیوار میں جگہ جگہ پتھر کی جالیاں تھیں اور ان جالیوں میں سے رہائشی عمارت کے لان کی جھلک نظر آتی تھی، رہائشی عمارت سے انیکسی میں آنے جانے کے لئے ایک دروازہ تھا، دروازے کے ایک تہائی حصے کو خوبصورت پھولوں کی بیل نے ڈھانپ رکھا تھا، وہ برآمدے میں کھڑی خاموشی سے جائزہ لیتی رہی، ٹھٹھرا ہوا سورج افق کی سرخ جھیل میں غوطہ زن ہونے جا رہا تھا، پرندے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے، سردی بہت تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی، وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر آگے بڑھ کر زینے طے کیے اور چھت پہ آ گئی۔

اوپر آتے ہی یخ بستہ خنک ہواؤں نے اس کا استقبال کیا تھا، اس کے کھلے ریشمی بال جو ایک

ترتیب کے ساتھ شانوں چہرے کے اطراف اور پشت پہ پڑے ہوئے تھے ہوا کی چھیڑ چھاڑ سے پیچھے کی سمت اڑنے لگے، وہ چلتی ہوئی چھت کی منڈیر سے آ لگی، سرسبز ماحول صاف ستھری فضا اطراف میں بے پناہ خوبصورتی سمٹی ہوئی تھی، باغات اور کھیتوں کا سلسلہ تاحد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا، جو ہلکی دھند اور شام کے سرمئی دھندلکوں میں دھیرے دھیرے ڈوبتا جا رہا تھا، اس نے گہرا سانس بھرا اور تقریباً ایک فرلانگ کی دوری پہ ٹیکسٹائل مل کی وسیع عمارت کو خالی نظروں سے دیکھنے لگی، پپا نے بتایا تھا یہ مل بھی دو تین سال پہلے انہوں نے یہاں لگائی تھی، اس علاقے کے بہت سے بے روز گار افراد کو یہاں روزگار میسر آ گیا تھا، رہائشی حصے اور مل کو ایک پرائیویٹ کشادہ سڑک ملاتی تھی، دائیں جانب کچھ فاصلے پر جی ٹی روڈ کے آثار نظر آتے تھے، کیکر اور دھریک کے گھنے درختوں کے اندر گھری سڑک پہ گاہے بگاہے کسی تیز رفتار گاڑی کا شیشہ چمک دکھلا کر اوجھل ہو جاتا تھا، دور افتادہ ہارن بھی سنائی دیتے تھے، وقت گزاری کو وہ پچھلے دو دنوں سے یہاں آ کر گھنٹوں کھڑی رہتی تھی، اس وقت بھی دیوار سے ٹیک لگا کر وہیں کھڑی ہو گئی، ہوا کی شدت میں تیزی آ گئی تھی اور سردی کی کاٹ میں بھی، مگر وہ بے حس بنی رہی، تیز چلتی ہوا سے اس کے ریشمی بالوں کی لٹیں بل کھا کھا کر اس کے رخساروں کو چومنے لگیں تب ہی زینے پہ قدموں کی آہٹ ابھری اس نے چونک کر گردن موڑی گل خان کی بیٹی فاطمہ کشمالے سرخ اوڑھنی میں سرخ دہکتے چہرے کے ساتھ اس کا سیل فون ہاتھ میں لئے اس کی جانب چلی آ رہی تھی۔

''بی بی صاحبہ آپ ادھر ہو، آپ کا ٹیلی فون کب سے بجے جا رہا تھا، ام آپ کو چائے دینے آیا تو دیکھا۔'' پرنیاں نے کچھ کہے بغیر سیل فون لے لیا، کسی انجان نمبر سے تین کالز آئی ہوئی تھیں، جنہیں سرسری انداز میں چیک کر کے وہ سیل فون اپنے سوئیٹر کی جیب میں رکھ رہی تھی کہ اس پل پھر رنگ ٹون بج اٹھی، پرنیاں نے حیرانی سے اسی نمبر کو دیکھا اور کال ریسیو کر لی۔

''پرنیاں بیٹے میں ہوں معاذ کی مما!'' اس کے ہیلو کے جواب میں مما نے چھوٹتے ہی کہا تھا وہ گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''کیسی ہو بیٹے! یہ جہان کا نمبر ہے، میں سمجھی تم کسی نئے نمبر کی وجہ سے کال پک نہیں کر رہیں۔''

''جی میں ٹھیک ہوں۔''

''آپ مجھ سے یقیناً خفا ہوں گی بیٹی کہ میں آپ سے ملنے نہیں آئی، میں...... آئی ایم ساری بیٹا میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے، سمجھ لیں ہار گئی ہوں میں......'' اس کے اختصار سے انہوں نے جانے کیا سمجھا تھا کہ وضاحت پیش کرتے کرتے ایکدم سے گھٹ گھٹ کر رونے لگیں، پرنیاں تو جیسے بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

''آنٹی...... آنٹی پلیز! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے ریئلی، پلیز کنٹرول یور سیلف۔'' اس جیسی حساس اور نرم خو لڑکی کے لئے یہ سچوئیشن مضطرب و بے چین کر دینے والی تھی، اسے قطعی سمجھ نہیں آئی تھی وہ کیا ردعمل پیش کرے، بس جو منہ میں آیا کہہ ڈالا، درحقیقت اسے یوں موضوع گفتگو دوسرے لفظوں میں تماشا بن جانا خفت زدہ کر گیا تھا، دوسری جانب ایک بھاری مردانہ آواز گونجی

تھی، وہ مما سے شاید کچھ کہہ رہے تھے، پھر فون بند ہو گیا، پرنیاں بوجھل دل سمیت کھڑی رہ گئی، اس پل جتنی بددلی تھی اس کا صحیح معنوں میں جی چاہا تھا اس اونچی چھت سے کود کر خودکشی کر لے، معاذ حسن سے پہلی مرتبہ اسے نفرت محسوس ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کی ذات تماشا بن کر رہ گئی تھی، وہ وہاں سے نیچے جانے کو پلٹی تو اس کی آنکھوں میں آنسو مچل رہے تھے۔

☆☆☆

کسی خود فریبی کی آڑ میں
بھلا کب تک
شب غم سے بھاگو گے دور موسیٰ کے طور تک
وہ جو چھپ کے بیٹھا ہوا ہے دل کے کواڑ میں
وہی دکھ کہیں نہ کہیں سے بجلی گرائے گا
وہ سیاہ رنگ پہاڑ ہے
وہ تو بولتا ہے، چل بھی سکتا ہے، بھاگ بھی
دل غمزدہ ذرا جاگ بھی
اسے جاگ جاگ کے جھومتے ہوئے دیکھ بھی
بڑی احتیاط سے غور کر
اسے چھاؤں بننے سے روک دے
ابھی ٹوک دے
وہ پہاڑ ہے
کوئی بے قرار سا شجر نہیں
دل غمزدہ یہ بھی یاد رکھ
تیرے پر نہیں

اس نے کچھ نفرت کچھ بے بسی کے عالم میں مسلسل بہتے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا مگر اگلے لمحے پھر چہرا آنسوؤں سے تربتر تھا، اس کی ہچکی بندھ گئی تھی، شدید غیض کے عالم میں اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا کرسٹل واز اٹھایا اور دیوار سے دے مارا، ایک چھناکا ہوا تھا اور کرچیاں اطراف میں بکھر گئیں، ضبط جواب دے گیا تھا وہ بلک پڑی تھی، تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر روتے ہوئے اس نے بیڈ روم کے بند دروازے پہ ایک افراتفری کی دستک اور ساتھ میں مسز آفریدی کی آواز سنی تھی جو شدید گھبراہٹ کے عالم میں مسلسل اسے پکار رہی تھیں۔

''ژالے ہنی! مما کی جان دروازہ کھولو۔''

''آپ چلی جائیے یہاں سے مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' وہ حلق کے بل چیخی تو آواز پھٹ گئی تھی۔

''ہنی جان ایسا نہیں کرتے، آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔'' وہ گڑگڑائی تھیں گویا۔

''ہونے دیں، ڈیم اٹ!'' وہ پھر چیخی۔

وہ اس وقت کسی کا بھی سامنا کرنے کی خواہش مند نہیں تھی، وہ دل برداشتہ تھی، اسے خود اپنے وجود سے بھی نفرت ہو رہی تھی، بس نہیں چلتا تھا خود کو شوٹ کر لیتی، کچھ انکشافات کتنے شرمناک ہوتے ہیں جو اگر منکشف ہو جائیں تو پھر انسان خود اپنے آپ سے بھی نگاہیں ملانے کے قابل نہیں رہتا، وہ بھی خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی، کاش مسز آفریدی نے جذبات میں آ کر اس پہ یہ حقیقت منکشف نہ کی ہوتی وہ ساری زندگی دھوکے میں گزار دیتی وہ زندگی جو بہت طویل تو نہیں رہ گئی تھی، شاید مسز آفریدی پلٹ کر چلی گئی تھیں، جبھی اسے پکارنے اور دستک دینے کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا، وہ نڈھال سی ہو کر تکیے پہ ڈھے گئی۔

''یہ میری ماں ہیں؟ نہیں مائیں ایسی نہیں ہوتیں، نشتر چبھو کر درد میں تڑپنے کو چھوڑ دینے والی۔'' اس کا دل کتنی دیر تک سسکتا رہا، شام کو وہ جب کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی تب بے دلی سے اٹھ کر باہر آئی تھی، مسز آفریدی آفس سے آ چکی تھیں، ٹی وی لاؤنج کے گلاس وال سے انہوں نے ستے ہوئے چہرے اور مضمحل نظر آئی، ژالے کو دیکھا تھا اور نمبر پش کرنے کا کام موقوف کر کے سیل فون سائیڈ پہ رکھا اور خود صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئیں، ارادہ اس کے پاس جانے اور بات کرنے کا تھا مگر کچھ سوچ کر تھم گئیں، ژالے وہیں کھڑی ہو کر ملازمہ سے شاید چائے بنانے کا کہہ رہی تھی، پھر پلٹ کر کمرے میں چلی گئی، انہوں نے گہرا سانس بھرا اور کچھ بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگیں۔

نیلما آج پھر ان کی ناگواری اور اتنے توہین آمیز سلوک کے باوجود ان سے ملنے آفس چلی آئی تھی، اس کی اپنی ضد اور مطالبات تھے جنہیں مسز آفریدی نے ہمیشہ جوتے کی نوک پہ رکھا تھا، مگر آج غضب یہ ہوا تھا کہ ژالے بنا اطلاع کے ان کے آفس چلی آئی تھی، سوئے اتفاق نیلما اسی وقت ان سے عزت افزائی کرا کے وہاں سے انہیں دھمکیاں دیتی واپس پلٹ رہی تھی، دونوں کا آمنا سامنا اتنا اچانک تھا کہ تینوں اپنی اپنی جگہ پہ ساکن ششدر اور مضطرب رہ گئی تھیں۔

''ژالے...... ژالے...... تم۔'' سب سے پہلے نیلما کا یہ سکتہ ٹوٹا تھا اور وہ اک وارفتگی، ایک بے تابی سے ژالے کی سمت لپکی تھی، تب ژالے بھی جیسے حواسوں میں لوٹ آئی تھی بدک کر فاصلے پہ ہوئی۔

''ڈونٹ ٹچ می، مجھے ہاتھ مت لگانا۔'' وہ اتنی نفرت اتنی بیگانگی سے بولی تھی کہ نیلما صدمے و رنج سے جیسے شق ہو کر رہ گئی، اس کے برعکس مسز آفریدی کو لگا تھا ان کے اندر ایکدم سے توانائی آ گئی ہو، وہ نیلما کی ساکن آنکھوں میں جھانک کر جتلاتے ہوئے متکبرانہ و تمسخرانہ انداز میں مسکرائی تھیں، نیلما کی سبز آنکھیں اس پل پانیوں سے بھر گئی تھیں، اس نے بے کسی، بے بسی کے عالم میں ژالے کو دیکھا تھا جو پلٹ وہاں سے جا رہی تھی۔

''ژالے!'' وہ تڑپ کر اس کے پیچھے بھاگی تھی، مسز آفریدی حقارت آمیز انداز میں چیخی تھیں۔

''رک جاؤ۔'' مگر نیلما رکی نہیں تھی، بدستور دیوانہ وار ژالے کے پیچھے بھاگی تھی۔

''ژالے میری جان! میری بات سنو، اس عورت نے تمہیں مجھ سے بدگمان کیا ہے، یہ جھوٹی

ہے یہ......''

''وہ تمہاری کوئی بات نہیں سن رہی اور اگر کبھی سن بھی لے نا، تو یقین نہیں کرے گی، اب دفع ہو جاؤ یہاں سے، آئندہ یہاں آنے کی غلطی مت کرنا، ورنہ میں شوٹ کر دوں گی تمہیں اور اسے محض دھمکی نہ سمجھنا، میری اپروچ کا تمہیں کچھ نہ کچھ اندازہ تو ہے ہی۔'' وہ ایک ایک لفظ پھنکار پھنکار کر کہتی ہوئیں نیلما کو ساکن کر گئی تھیں، نیلما تیز ہوتے تنفس اور شعلے برساتی نظروں سے کچھ دیر انہیں گھورتی رہی تھی پھر جب بولی تو اس کے لہجے میں آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔

''بڈھی خرانٹ جہنمی عورت تم نے کبھی بھی میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، مگر تمہارا یہ ظلم ایسی زیادتی ہے جسے میں نہ برداشت کر سکتی ہوں نہ ہی معاف، یاد رکھنا میں تمہیں اس کا مزا چکھاؤں گی، انتقام عورت کو بہت خطرناک بنا دیا کرتا ہے۔'' مسز آفریدی نے نفرت زدہ انداز میں سر جھٹکا تھا اور پلٹ کر اپنے آفس میں گھس گئی تھیں۔

''بیگم صاحبہ کھانا لگا دوں؟'' ملازمہ کی آواز پہ وہ اپنے خیالات سے چونکی تھیں۔

''ژالے کیا کہہ رہی تھی تم سے؟''

''جی انہوں نے کافی بنوائی ہے۔''

''کھانے کا نہیں پوچھا تم نے؟''

''پوچھا تھا جی! منع کر دیا۔'' ملازمہ نے کچھ خائف ہو کر جواب دیا کہ ان کی الٹی کھوپڑی کا پتہ نہیں چلتا تھا بے وجہ بھی برس پڑا کرتی تھیں۔

''تم کھانا لگاؤ میں ژالے کے ساتھ آتی ہوں۔'' ان کے جواب پہ ملازمہ کان لپیٹ کر کھسک گئی تھی، مسز آفریدی ژالے کے کمرے میں آئیں تو اسے دریچے کی سلائیڈ سے سر ٹیکے ہنوز ملول پایا تھا۔

''ہنی بیٹے کھانا کھا لو پہلے۔'' انہوں نے اندر گھستے ہی اس کا لاڈ اٹھایا، مگر ژالے کا موڈ ہنوز تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے آپ جائیں۔'' وہ بدمزگی سے بدلحاظی سے بولی۔

''بھوک کیوں نہیں ہے؟'' انہوں نے جرح کا آغاز کیا۔

''مما پلیز لیو می الون!'' وہ چڑنے لگی تھی۔

''پوری بات تو سنتے ہیں نا جان!''

''نو آرگومنٹ۔'' ژالے کا گلا بھرا سا گیا۔

''جان ماں پہ تو اعتبار کرتے ہیں نا۔'' انہوں نے اسے زبردستی اپنے ساتھ لگا لیا، پھر دلگیری و یاسیت لہجے میں دانستہ سمو کر بولی تھیں۔

''وہ اپنے کرتوتوں کو مجھے بتلانے آئی تھی، کل کی ساری رات اس نے ایک بدنام اور شرابی سیاستدان کی کوٹھی پہ مجرا کیا ہے، جام بھر بھر کے پلاتی اور پیتی رہی ہے اور بھی جو حرام کاری کی اس کی تفصیلات بھی سنا رہی تھی اب میں تمہیں کیا کچھ بتاؤں۔'' وہ بہت سرعت سے جھوٹ کے پلندے باندھ رہی تھیں، ژالے کا چہرا یکلخت زرد پڑ گیا تھا، ہونٹ نیلے ہو کر کانپنے لگے، وہ کھڑے

www.paksociety.com

سے ایکدم بیٹھ گئی، یوں جیسے بالکل بے جان ہوگئی ہو مگر اس پل اس کی تکلیف پہ تڑپ اٹھنے والی مسز آفریدی کو جیسے اس کی یکسر پرواہ نہیں تھی، کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے ہونٹ محض پھڑ پھڑا کر رہ گئے، آنکھوں میں اتنی ویرانی در آئی تھی کہ کسی قبرستان کا خیال آتا تھا، مسز آفریدی نے ان کی تباہ کن حالت کو دیکھا اور سرد آہ بھری۔

''کتنا روکا تھا کتنا باز رکھنا چاہا مگر اس کے نزدیک اپنی خواہشات سے بڑھ کر اور کچھ اہم نہیں، تم نہ میں اور نہ تمہارے والد مرحوم کی عزت اور نیک نامی۔'' وہ جیسے کف افسوس مل رہی تھیں، ژالے نے آہستگی سے گھٹنوں پہ سر رکھ لیا، اس کی آنکھیں بے آواز آنسو بہانے لگیں۔

''آؤ بیٹے کھانا کھالو، چاہے تھوڑا سا سہی، رات کو بھوکے پیٹ نہیں سوتے۔'' انہوں نے پھر اس سے ہمدردی جتلائی تھی، ان کے سارے تیر ہمیشہ کی طرح نشانے پہ جا کر لگے تھے۔

''مجھے بھوک نہیں ہے، آپ چلی جائیں یہاں سے، جائیں۔'' اب کی مرتبہ اس کی آواز پہ آنسوؤں کی نمی کا غلبہ تھا، مسز آفریدی نے کچھ دیر اسے دیکھا تھا، پھر آہستگی سے پلٹ گئیں، ان کے خیال میں اگر ژالے ایک وقت بھوکی بھی رہ لے گی تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی، ایک وقت کی بھوک سے بہر حال کوئی نہیں مرتا، وہ مطمئن تھیں۔

☆☆☆

ریزہ ریزہ سپنوں والے ٹوٹے چہرے آدھے لوگ
جانے والے کب آتے ہیں کیوں کرتے ہیں وعدہ لوگ
آس میں بیٹھی شہزادی کی مانگ میں چاندی جھانک چکی
اتنی دیر سے کیوں آتے ہیں آخر یہ شہزادے لوگ
پیار کی راہ پہ انگلی تھامے اندھا دھند چل پڑتے ہیں
ناسمجھی میں مر جاتے ہیں ہم سے سیدھے سادھے لوگ
ہم دونوں میں کون ہے مجرم یہ طے ہونا مشکل ہے
آدھا شہر تھا حامی اس کا ساتھ تھے میرے آدھے لوگ

زینب نے بآواز بلند اس کی ڈائری میں لکھی تازہ نظم کو پڑھا پھر زور دار آواز کے ساتھ ڈائری بند کر کے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

''تو یہ کرتوت ہیں تمہارے؟''

''کیا مطلب؟'' نوریہ بے طرح سے بوکھلائی تھی۔

''یعنی تم اب ساری زندگی بھائی کے نام پہ جوگ لینے کا ارادہ رکھتی ہو۔'' اس کے تیور کڑے تھے، نوریہ نے بے ساختہ نظریں چرالیں۔

''میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔''

''تو وہ کہہ دونا جو کہنا چاہیے۔'' زینب کی اگلی بات پہ نوریہ نے الجھن آمیز نگاہیں اٹھائیں۔

''کیا کہہ دوں؟''

''معاذ بھائی سے اپنی محبت کا راز۔'' نوریہ نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھنے پہ اکتفا کیا

اور ڈائری اس سے چھین کر الماری کے سب سے اوپری خانے میں رکھ کر دروازہ مقفل کر دیا تھا۔

''کچھ بولو نا۔''

''فضول باتوں کا کیا جواب دوں بھلا؟'' وہ زچ ہوئی تھی۔

''یہ فضول باتیں ہیں؟ میرے بھائی کی محبت فضول ہے تمہاری نظر میں؟'' وہ اس پہ چڑھ دوڑی، نوریہ نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''وہ شادی شدہ ہیں زینی!'' وہ جیسے اس کی عقل پہ ماتم کرتے ہوئے بولی تھی۔

''مگر وہ اس شادی سے خوش نہیں، تم جانتی ہو۔'' زینب کی بات پہ نوریہ نے سرد آہ بھر لی تھی۔

''ابھی دیکھا نہیں ہے نا پرنیاں کو اس لئے۔''

''کیوں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں محترمہ میں کہ دیکھتے ہی فدا ہو جائیں۔'' زینب کو اس ایک بات سے جیسے پتنگے لگ گئے تھے۔

''سب کہتے ہیں وہ بہت حسین ہے۔''

''سب کون؟ مما، مما جان، پپا، پپا جان، یار یہ سب بوڑھے لوگ ہیں اور اس عمر میں انسان کو کسی بھی شکل میں خامی نکالتے خدا کا خوف محسوس ہوتا ہے اس لئے۔'' اس نے اپنی رائے سامنے رکھی تھی نوریہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''تم اس موضوع کو چھوڑ دو پلیز!'' وہ جز بز ہوگئی تھی۔

''کیسے چھوڑ دوں تمہیں پتہ ہے مجھے تمہاری کتنی فکر ہے۔'' وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

''میری فکر چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، معاذ کے بعد اب ہمارے بزرگ یقیناً تمہارا اور جہان بھائی کا بیاہ کریں گے۔'' نوریہ نے اپنے دل کی حالت کے برعکس اسے مسکرا کر چھیڑا تو زینب نے خوفناک نظروں سے تادیبی انداز میں اسے گھورا تھا۔

''شٹ اپ! مجھے جے کے ساتھ انوالو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے سمجھیں۔''

''میں کہاں کر رہی ہوں، ہمارے بزرگ کر رہے ہیں۔'' نوریہ نے جتلایا تھا، زینب نے سر جھٹکا۔

جہان کے ذکر سے اسے یاد آیا تھا اس نے ابھی تک پپا سے جو بھی بات چیت ہوئی تھی اس تک نہیں پہنچائی تھی، اسے غصہ آنے لگا۔

(پتہ نہیں کیوں یہ شخص اتنا بنتا ہے، خود کو یوں مصروف ظاہر کرتا ہے جیسے سارا پاکستان اسی کے سہارے چل رہا ہوں۔)

''اب کہاں چل دیں؟ بیٹھو نا میں کھانا پکا رہی ہوں کھا کے جانا، بریانی بنا رہی ہوں۔'' نوریہ اسے اٹھتے دیکھ کر بولی تھی۔

''نہیں میرے لئے وہیں دے جانا ایک کام یاد آگیا ہے۔'' وہ عجلت بھرے انداز میں نکلتی چلی گئی، نوریہ نے گہرا سانس بھر لیا تھا۔

☆☆☆

الجھا رہی ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل

وہ آ بسا ہے مجھ میں کہ میں اس میں کھو گیا ہوں

جہان آج جلدی گھر واپس آیا تھا، پچھلے کئی دنوں سے وہ بے حد مصروف تھا اور چاہنے کے باوجود زینب سے بات نہیں کر سکتا تھا جس کی اسے شرمندگی بھی تھی، جبھی آج بہت سے کام پس پشت ڈال دیئے تھے تو وجہ زینب ہی تھی، وہ اسے اہمیت دینے پہ مجبور ہوا کرتا تھا، یہ دل کا تقاضا تھا جبھی وہ ہمیشہ اسے اس کی ہر بات کو اولیت و اہمیت دیتا آیا تھا، گھر آنے پہ ماریہ سے اس کے متعلق استفسار پہ اسے معلوم ہوا تھا کہ زینب نور یہ کے ہاں گئی ہوئی ہے، جہان پہلے فریش ہوا تھا پھر سیل فون اٹھائے ٹیرس پہ آ گیا، اسے معاذ سے بھی بات کرنی تھی، یہی بے تحاشا مصروفیت اسے معاذ سے بھی ڈھنگ سے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی، حالانکہ اس دن کی اس کی ادھوری بات نے کتنی وحشت بھرا اضطراب اس کے اندر بھر دیا تھا۔

''جہان بھائی یہ آپ کی کافی!'' معاذ یقیناً اس سے خفا تھا جبھی اس کی کال مسلسل کاٹ رہا تھا، اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی، معاذ کی ابھی تک کچھ عادتیں بالکل بچوں والی ہی تھیں۔

''تھینکس گڑیا!'' جہان نے ماریہ کے ہاتھ سے مگ تھام لیا، وہ مسکرا کر پلٹ گئی تھی۔

''کیا تکلیف ہے آخر تمہیں؟''

''تم وہی ہونا جو میری کال اول تو پک نہیں کرتے تھے یا پھر مختصر بات۔'' معاذ نے کال ریسو کر لی تھی اور چھوٹتے ہی لتے لینے شروع کر دیئے تھے، جہان بس ہنسے گیا تھا، معاذ نے دل کی بھڑاس اچھی طرح نکالی تب موڈ کچھ بحال ہوا۔

''بڑے دانت نکل رہے ہیں خیریت ہے؟''

''داد دو میرے حوصلے کو، تمہاری گالیاں سن کر بھی موڈ اچھا ہے۔'' وہ الٹا اس پہ احسان جتلانے لگا تو معاذ نے ہنکارا بھرا تھا۔

''کیوں فون کیا ہے؟''

''فون کیا کیا جاتا ہے، بات کرنے کو۔'' اس نے جیسے جتایا تھا۔

''میں بھی بات کرنے کو ہی کرتا رہا تھا۔''

''یار چھوڑو نا، دفع کرو، مصروف تھا اس لئے، ابھی تو تمہاری بہن صاحبہ نے بھی میری خبر لینی ہے اور بالکل رعایت نہیں کرتی، پتہ تو ہے تمہیں اس کے مزاج کا، سو تم ہی کچھ رحم کرو۔'' اس کا موڈ آج کل واقعی خوشگوار رہتا تھا جبھی یہ زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ اس قسم کی گفتگو کہہ رہا تھا تو وجہ پپا اور خود معاذ کی اس سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی ہی تھی۔

معاذ کو اس کے منہ سے یہ بات سن کر حیرت بھری خوشگواریت نے گھیر لیا، وہ ایکدم ہنس پڑا۔

''یہاں تو میں بھی اس کے ساتھ ہوں، تمہیں جرأت کیسے ہوئی ہمیں اگنور کرنے کی۔''

''اس بات کو چھوڑو، یہ بتاؤ اس دن کیا بک رہے تھے تم؟'' جہان نے ایکدم سے ٹون بدل لی، دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

''کس دن؟'' وہ الجھا تھا۔

''یہ لیزا کا کیا چکر ہے؟''

''چکر وکر کچھ نہیں، تمہیں پتہ ہے یہ گوریاں ہم ایشین مردوں پہ کیسے لپکتی ہیں۔'' وہ اترایا تو جہان نے برا سا منہ بنا لیا۔

''صرف گوریاں، اب تو یہاں کی لڑکیوں کا عالم بھی کچھ ایسا ہی ہے، یار بہت برے حالات ہیں۔'' وہ جیسے متاسف تھا۔

''کیوں کسی نے تمہیں پھر پرپوز کر دیا ہے؟'' معاذ ہنسنے لگا، جہان کی بے تحاشا ڈیشنگ پرسنالٹی کی وجہ سے اس قسم کے واقعات ہو چکے تھے، ایک امیر زادی تو کچھ اس طور پیچھے پڑی تھی کہ گھر تک پہنچ گئی تھی، تب سے جہان نہ صرف محتاط تھا بلکہ لڑکیوں سے بدلنے بھی لگا تھا۔

''تم مجھے لیزا کا بتاؤ؟'' جہان کی سوئی اسی جگہ پہ اٹکی ہوئی تھی، معاذ اسے تفصیل سے لیزا کی بے تابیاں، وارفتگی، بے باکی کے قصے سناتا رہا۔

''ایک دن پتہ کیا ہوا؟ میرے اپارٹمنٹ آ گئی، کہنے لگی میرے ساتھ ڈنر کرو، کھانا اپنے گھر سے بنا کے لائی تھی صوفے پہ بالکل میرے ساتھ جڑ کے بیٹھ گئی، مائی گاڈ! ایک تو اس کی ڈریسنگ قابل اعتراض اس پہ یہ قربت، رئیلی یار میرے تو پسینے چھوٹنے لگے تھے، بڑی مشکلوں سے جان چھڑائی اس خوبصورت بلا سے، اگر اس وقت مجھے پپا دیکھ لیتے تو وہ چھترول کرتے کہ سر گنجا ہو جاتا۔'' وہ ہنس رہا تھا، جہان تاسف سے سر جھٹکتا رہا۔

''اسے زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے ناصحانہ انداز میں کہا تو معاذ نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

''میں کہاں لگاتا ہوں، بتایا تو ہے خود ہی جان نہیں چھوڑتی، ہمارا تو وہ حساب ہے یار کہ ہم لوگ بڈھے بھی ہو جائیں یا ساری زندگی کیوں نہ باہر کے ملکوں میں گزار لیں مگر رہیں گے اندر سے پاکستانی کے پاکستانی ہی، کسی عورت یا لڑکی کے ساتھ مجبوراً بھی بیٹھ گئے تو بس یہ ہی سوچتے رہیں گے، گھٹنے سے گھٹنا ٹکرا گیا ہے، کندھے سے کندھا مل رہا ہے، یہ کیا ہو گیا؟ انگلی سے انگلی چھو گئی، یار لوگ بڑے بڑے انقلاب لا رہے ہیں، ہم بس شربت دیدار و نگاہ ناز اور چلمن و بادو در کے بارے میں ہی سوچتے رہے۔'' وہ سخت جھلا کر بدمزگی سے کہہ رہا تھا، جہان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''یہ خدا کا فضل اور تربیت کا اثر ہے جناب! یہ تو تم مانو گے جو لطافت دوری و حجاب میں ہے وہ قربت اور بے باکی میں نہیں وہ لطافت اس قربت میں نہیں وہ سارے یورپ میں نہیں۔'' جہان کی باتوں پہ معاذ سر دھننے لگا۔

''ہاں یہ تو ہے، یہاں آ کر اس بات کا قائل ہوا ہوں، ورنہ میری سوچ سے تو تم واقف ہی تھے، کل مجھے لیزا کہہ رہی تھی کچھ دنوں کو میرے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کرنا چاہتی ہے میں نے صاف انکار کر دیا، یار ان کیا پتہ کل بیڈ روم پرسوں بستر بھی شیئر کر لے۔'' وہ منہ بسور کر کہہ رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے چچی جان کس قدر اپ سیٹ ہیں؟'' جہان نے مطلب کی بات کی تھی۔

''کیوں کیا ہوا؟ کیوں اپ سیٹ ہیں۔'' معاذ کے لہجے میں بناوٹ نہیں تھی پھر بھی جہان جھلایا۔

''یار تمہاری وجہ ہے، تم کتنا پریشان کرو گے انہیں۔''

www.paksociety.com

''اوہ غالباً تم پھر وہی ٹاپک چھیڑنا چاہ رہے ہو، اوکے میں فون رکھتا ہوں میرا یہ اسٹڈی کا ٹائم ہوتا ہے۔'' وہ ایکدم سے روڈ ہو گیا، جہان نے عاجز ہو کر ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''معاذ پلیز تم انہیں تسلی تو دے سکتے ہو نا، دس از ناٹ فیئر۔''

''جھوٹی بات کہہ دوں۔'' وہ بھڑک اٹھا۔

''جھوٹی کیوں؟'' جہان کو غصہ آنے لگا۔

''میں اس محترمہ کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کروں گا۔'' جہان نے ہونٹ بھینچ لئے دونوں کے بیچ کچھ لمحوں کو مکمل خاموشی چھائی رہی۔

''میرا خیال ہے کہ تمہیں میرے ساتھ اس ٹاپک کو مزید ڈسکس کرنا ہی نہیں چاہئے، بھئی ہم کیوں ایک تھرڈ پرسن کے لئے اپنے تعلقات کو خراب کریں۔'' وہ کس قدر تاخیر سے کسی قدر نخوت زدہ آواز میں بولا تو جہان اس کی بے حسی پہ متاسفانہ انداز میں سر جھٹکنے لگا تھا، شاید وہ ٹھیک کہتا تھا اگرچہ اسے اتفاق نہیں تھا مگر اس کا خیال تھا کہ وہ کیا کوئی بھی معاذ کو اس امر پہ قائل کر سکتا تھا نا فورس، شاید واقعی پپا کے اس جذباتی اقدام نے معاملہ سلجھانے کے بجائے بگاڑ لیا تھا، معاذ ضد پہ اترا ہوا تھا، نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر وہ بس اپنی اکڑ اور ضد کو قائم رکھنا چاہ رہا تھا، جہان نے فون بند کیا تو اس کا انداز کسی قدر گم صم اور متفکر سا تھا، اس کی تلاش میں اس سمت آتی زینب نے اس کی کیفیت کو بہت دھیان سے دیکھا تھا اور اس کی توجہ حاصل کرنے کو دانستہ کھنکاری، جہان نے چونک کر اسے دیکھا البتہ خود کو فوری سنبھال نہیں سکا تھا۔

''صدر پاکستان مستعفی ہو رہے ہیں؟''

''کیا مطلب؟'' جہان نے متحیر ہو کر اسے دیکھا۔

''آپ جوان کی سیٹ سنبھالنے والے ہیں، ہم جیسے آپ کی نظر عنایت میں کہاں آتے ہیں بھلا۔'' اس کا لہجہ کاٹ دار طنز سموئے ہوئے تھا، جہان کچھ خفیف سا ہو گیا، اسے زینب کا یہ لہجہ و انداز کبھی برا نہیں لگا تھا، وہ اسے ہر رنگ ہر انداز میں بھاتی تھی، یہ محبت شاید ایسا ہی اندھا اور مجنونانہ جذبہ ہے، بالکل مت مار کے رکھ دیتا ہے، انسان کی۔

''سوری میں کچھ زیادہ ہی مصروف رہا۔''

''میرے کام کا کچھ بنایا اسی مصروفیت کی نذر ہو گیا، ویسے اس دن غالباً آپ پپا کے پاس میرے ہی کام کو گئے تھے۔'' وہ اس تلخ اور خفا انداز میں کہہ رہی تھی۔

''ہو گیا ہے آپ کا کام، البتہ چاچو آپ کو اکیلے نہیں بھیجنا چاہتے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ زور سے چونکی۔

''کہہ رہے تھے مما جان یا پھر چچی جان کو آپ کے ساتھ جانا چاہیے۔'' جہان نے اس کے چہرے پہ اتڈتی ناگواری کو دیکھا تھا، وہ یقیناً بھڑک اٹھنے کو تھی۔

''یعنی انہیں مجھ پہ اعتماد نہیں ہے؟'' اس کی توقع کے عین مطابق اس نے بات کو سمجھنے کی بجائے الٹا مطلب نکالا تھا۔

''یہ بھلا کیا بات ہوئی زینب! بات اعتماد کی نہیں تحفظات کی ہے، آؤٹ آف سٹی یکسر انجان

لوگوں میں ہم کیسے آپ کو اتنے دنوں کے لئے بھیج سکتے ہیں۔'' وہ نرمی سے جھنجلایا تھا، زینب نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا البتہ کچھ کہے بغیر ہونٹ بھینچے رکھے۔

''تمہیں اعتراض کیا ہے آخر؟ تمہارا مقصد شادی اٹینڈ کرنا ہے نا، مما جان تمہیں کیا کہیں گی۔'' جہان نے گویا اس کا موڈ بحال کرنا چاہا تھا۔

''میں وہاں انجوائے کرنا چاہتی تھی روک ٹوک کروانے نہیں۔'' وہ جی بھر کے تلخ ہوئی۔

''کیا وہ تمہیں روک ٹوک کرتی ہیں؟'' جہان ششدر رہ گیا تھا۔

''آپ کو نہیں پتہ؟ ہر وقت تو ڈانٹ پڑتی ہے مجھے، وہ تو آپ بچا لیتے ہیں، ورنہ مما زیاد بھائی اور معاذ بھائی کا تو بس نہیں چلتا مجھے پنجرے میں بند کر کے رکھ دیں۔'' وہ منہ پھلا کر کس قدر غصے سے بولی مگر جہان کو مسکراہٹ چھپانا پڑ گئی تھی۔

(ایسا بچاؤ میں ساری زندگی بہت شوق سے کرنے کو تیار ہوں، ایک بار میری پناہوں میں آ جاؤ، تمہیں بتاؤں گا زینی کہ کب کس پل کس لمحے میں نے کس درجہ شدت سے تمہارے لئے کیا محسوس کیا ہے۔)

''اڑا لیں میرا مذاق، میں نے بہت مزے کا جوک سنایا ہے نا آپ کو۔'' زینب نے اس کے ہونٹوں کی تراش میں مچلتی مسکان دیکھ لی تھی اس کی وجہ سمجھے بغیر اس پہ الٹ پڑی جہان گڑبڑا سا گیا۔

''افوہ میں مذاق کیوں اڑاؤں گا۔''

''اچھا چھوڑیں مجھے یہ بتائیں آپ شاپنگ کے لئے لے جائیں گے مجھے؟'' اس نے ایک دم سے موضوع تبدیل کر دیا، جہان نے سکھ کا سانس لیا تھا، ورنہ وہ جس بات کے پیچھے پڑتی تھی اگلوا کر دم لیا کرتی۔

''کب جانا ہے؟'' جہان نے اپنی چائے کا ٹھنڈا ہو جانے والا مگ اٹھایا۔

''کل چلے جائیں گے، مجھے شادی کے لئے ہی خریداری کرنی ہے، گفٹ بھی لینا ہے، سمجھ نہیں آ رہی کیا دوں؟ بھئی آپ بتائیں دلہن کے لئے کیا لینا چاہیے؟'' وہ ہمیشہ کی طرح بہت سہولت سے اپنی الجھن اس سے بیان کر گئی تھی۔

''گولڈ کا جیولری سیٹ لے لیں، اتنی دور سے آپ اسپیشلی شرکت کے لئے جا رہی ہیں ظاہر ہے وہ آپ کی بیسٹ فرینڈ ہی ہو گی۔''

''بیسٹ فرینڈ نہیں فرینڈ کی بہن ہے اور مجھے تو جیولری سیٹ پہ قطعی اعتراض نہیں سوچ لیں سارا بوجھ آپ کی جیب ہی پر پڑنا ہے، مما نے تو اتنے مہنگے گفٹ کا سن کر ہی مجھے ڈانٹنا شروع کر دینا ہے۔'' وہ ہنس رہی تھی اور جہان اس کی ہنسی کی جھنکار میں خود کو گم ہوتا محسوس کرنے لگا تھا۔

''ٹھیک ہے کل لے جاؤں گا میں تمہیں۔'' جہان نے چائے کا بھرا ہوا مگ اسے پکڑایا اور خود پلٹ کر کمرے کی جانب چلا گیا۔

''بھئی آپ کی چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے اور بنا کے لا دوں؟''

وہ آج جانے کس موڈ میں تھی کہ آفر کی تھی ورنہ وہ کہے ہوئے کام کو بھی خاص طور پہ اسے اگر

کوئی آس پاس نہ ہوتا تو صاف انکار کر دیا کرتی تھی۔

''اگر زحمت نہ ہوتو۔'' جہان نے اختصار سے کام لیا تھا۔

''جی بہتر ابھی لاتی ہوں۔'' وہ مگ اٹھاتے چلی گئی تھی، جہان کے چہرے پہ ایک مستقل مسکراہٹ تھی جو بے حد بھلی لگ رہی تھی۔

☆☆☆

یہ تمہیں بتا دوں میں
چاہتوں کے رشتوں میں پھر گرہ نہیں لگتی
اور لگ بھی جائے تو وہ کشش نہیں رہتی
ایک پھیکا پھیکا سا رابطہ تو ہوتا ہے
تازگی نہیں رہتی بات وہ نہیں رہتی
دوستی نہیں رہتی
لاکھ بار مل کے بھی دل دل سے نہیں ملتے
ذہن کے جھروکوں میں
تتلیوں کے رنگوں کے
پھول پھر نہیں کھلتے
اس لئے میں کہتی ہوں
اس طرح کی باتوں میں احتیاط کرتے ہیں
اس طرح کی باتوں سے
اجتناب کرتے ہیں

وہ جو کوئی بھی تھی فون پہ یقیناً اپنے لورز کو یہ نصیحت آموز کلام سنا چکی تو کھلکھلائی تھی، ژالے جو خود سے بھی اکتائی ہوئی تھی اور سکون کی تلاش میں اس گوشے میں آئی تھی، سبزے کی باڑھ کے پیچھے سے آتی اس آواز پہ قدموں کو زنجیر ہوتا محسوس کرتی وہیں تھم گئی تھی، لہجے و انداز کے برعکس الفاظ میں کوئی جیسے مقناطیسی کشش تھی، اس کے دل پہ اثر ہوا تھا آنکھیں جانے کس کس احساس کے تحت بھیگتی چلی گئیں، بیگ وہیں رکھ کر وہ گھاس پر بیٹھ گئی اور گھٹنوں میں چہرا چھپا لیا، کیا کچھ باتوں کو فراموش کر کے جینا ممکن ہے؟ اے کاش میری یادداشت سے ہر ناپسندیدہ یاد ختم ہو جائے۔

اس نے بے حد اضطراب کے عالم میں بے بسی سے سوچا تھا، مسز آفریدی کی کہی ہر بات کی تصدیق اس دن کے اخبار سے ہو گئی تھی، نیلما نے اس بدنام فطرت سیاست دان کے رہائش گاہ پہ اپنی دیگر ساتھی اداکاراؤں کے ساتھ مجرا کیا تھا، صرف مجرا نہیں اس کے علاوہ بھی ہر برا عمل کیا اس کے تعلقات صرف کسی ایک مرد کے ساتھ ہوں گے؟ آپ خود سمجھ دار ہیں۔

صحافی کے انڈر لائن فقرے ژالے کے وجود میں زہر میں بجھے کتنے خنجر اتار دیئے تھے یہ کوئی نہیں جانتا تھا، وہ اس ایک تعلق پہ جی بھر کے شرمندہ ہو گئی تھی، دنیا سے کیا خود سے بھی چھپتی پھرتی تھی اور جو کسی کو خبر ہو جاتی کہ وہ اسکینڈل کی زد میں ہر دم رہنے والی اداکارہ نیلما کی کچھ لگتی تھی

تو......

اس سے آگے وہ تصور بھی کوئی نہیں رکھتی تھی، وہ اس سے جتنی نفرت کرتی تھی اس سے بڑھ کر پتہ نہیں اس کے لئے جذباتی کیوں ہو جاتی تھی، کالج میں پچھلے دنوں جو ہنگامہ ہوا تھا، وہ اس کی جذباتیت اور حماقت کا بہترین ثبوت تھا، جب اس نے نیلما کے حوالے سے طیش میں آ کر جھگڑا، یہ مسز آفریدی کا خیال تھا، لوگوں کو الہام نہیں ہوتا کچھ بھی ہنی مگر تم انہیں چونکاتی ہوں تمہارا رویہ انہیں بہت کچھ قیاس کرنے پہ مجبور کرتا ہے اور ایسے لگا تھا وہ کچھ اتنا غلط بھی نہیں کہہ رہی تھیں۔

''جبکہ نیلما اس سے محبت کی دعویدار تھی، کیسے یقین کر لیتی وہ۔''

''اگر وہ مجھ سے محبت کرتی تھی تو پھر اسے میری عزت کا بھی خیال ہونا چاہیے تھا، اگر اس نے یہ خیال نہیں کیا تو پھر واضح ہے یہ بات کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہو سکتی، ہاں ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے نہیں جڑ سکتے، یہ مسخ ہو جائیں تو پھر ان کی بدصورتی کو ختم نہیں کیا جا سکتا، مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے تصور میں نیلما کے تصور کو مخاطب کر کے قطعی انداز میں خود کو اور اسے گویا باور کرایا تھا۔

☆☆☆

میرے بچھڑے ہوئے ساتھی
میں جذبہ ہوں ازل کی سرحدوں سے بھی کہیں آگے
اور ہمارا رابطہ تھا ابد کے گھور گھراؤں میں اترنے تک
میں تیری ذات کا حصہ رہوں گا
تیری نیندوں میں مہکوں گا
تیری تنہائی کا حصہ رہوں گا
مگر پھر بھی بیاض دل پہ میں
جب بھی تمہارا نام لکھتا ہوں
تمہیں گمنام لکھتا ہوں

اس دن کے بعد پرنیاں خاص طور پہ بالکل گم صم ہو کر رہ گئی تھی، جانے کیوں مما کا یوں رو دینا اسے گہرے تفکرات کا شکار کر گیا تھا، وہ مل چکی تھی ان سے، اس نے انہیں اتنا کمزور اور چھوٹے دل کا تو نہیں پایا تھا کہ معمولی بات پہ یوں پریشان ہو جائیں، مختلف سوچیں اور تفکرات وہ چند دنوں میں ہی ادھ موئی ہو گئی تھی گویا جانے کیوں ہر خیال معاذ سے شروع ہو کر معاذ پہ ہی کیوں ختم ہوتا تھا، سب سے جان لیوا جو سوچ تھی وہ اس کے انتہائی اقدام کی تھی۔

''اگر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا؟'' وہ سوچتی اور دل کو سوکھے پتے کی طرح سے لرزتا محسوس کرنے لگتی، کئی بار دل میں آئی خود انہیں فون کر کے صورتحال معلوم کرے اور کچھ نہیں کم از کم اس جاں کنی کی کیفیت سے تو نجات حاصل ہو مگر وہ تمام حوصلے مجتمع کرنے کے باوجود ایسا نہیں کر پائی تھی، کشمالہ اس سے کھانے کا پوچھ آئی تو اس نے صاف منع کر دیا۔

''بی بی صاحبہ آپ نے کل رات سے بالکل کچھ نہیں کھایا، بڑا صاحب ام سے فون پہ پوچھتا تو

ام کو جھوٹ بولنا پڑتا۔''

''ایک بار اور جھوٹ بول دینا۔'' وہ بے اعتنائی سے جواباً بولی تھی کہ مما کے ہمراہ اسی پل اندر داخل ہوتے پپا نے بے ساختہ ٹوکا۔

''اونہہ بہت بری بات بیٹے! جھوٹ کبھی نہیں بولتے۔'' ان کے لہجے میں فہمائش تھی مگر مسکراہٹ لئے ہوئے، پرنیاں نے ایک جھٹکے سے مڑ کر انہیں دیکھا کچھ پل کو وہ حیرت اور غیر یقینی کی کیفیت میں ساکن رہ گئی تھی پھر جانے کیا ہوا وہ ایک دم سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھی اور مما کے سینے سے لگتے ہی بے ساختہ و بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر روتی چلی گئی تھی، مما تو مما پپا بھی سٹپٹا گئے تھے، مما کو جہاں اس کی اس اپنائیت بھری محبت کے مظاہرے نے شانت کیا تھا وہاں اس کے یوں بے تابی سے رونے نے مضطرب و بے چین بھی کر دیا۔

''پرنیاں میری بچی میری جان کیا ہوا؟'' اسے نرمی سے خود سے الگ کر کے وہ اس کا چہرہ بار بار چومتے ہوئے آنسو پونچھنے لگیں، انداز میں اتنی اپنائیت ایسی توجہ و محبت تھی جو جکڑ لینے کا فن رکھتی تھی، پرنیاں جو اتنے دنوں کی شدید ٹینشن اور تنہائی کا شکار ضبط کھو بیٹھی تھی احساس ہونے پہ خود کو سنبھالنے کی سعی کرنے لگی۔

''آپ روئیں کیوں بیٹا! مجھے بتاؤ میرا دل ہول رہا ہے۔'' مما مضطرب سی ہو کر بولی تھیں، ان کی نگاہ اس کے کپکپاتے شنگرفی لبوں و بھیگ کر غضب ڈھاتی دراز ریشمی پلکوں پہ اٹک رہی تھی، پرنیاں کچھ خفیف سی ہوئی جو بات تھی وہ بتانے والی کہاں تھی۔

''کچھ نہیں ایسے ہی بس ذرا اداس ہو رہی تھی۔'' اسے کچھ تو وضاحت دینا تھی بہر حال، البتہ اپنی کمزوری پہ وہ اب جیسے خود سے بھی خفا تھی۔

''مجھے اپنی بیٹی کے دل کی خبر ہو گئی تھی جبھی آ گئی ہوں نا تمہارے پاس۔'' انہوں نے پھر سے اسے لپٹا کر کہا تو پرنیاں نے گہرا سانس بھر کے پپا کو دیکھا جو ساتھ لایا سامان سائیڈ پہ رکھ کے صوفے پہ بیٹھ چکے تھے، اس کے سلام کا متانت و شفقت سے جواب دے کر خیریت دریافت کرنے لگے۔

''میں چائے بنا کر لاتی ہوں آپ کے لئے۔'' وہ فوراً اٹھی، تو پپا نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا تھا۔

''رہنے دو بیٹے! گل خان آگاہ ہے ہماری آمد سے، چائے ابھی آ جائے گی، آپ بتاؤ کھانا کیوں نہیں کھا رہی تھیں آپ؟'' ان کا سوال اسے کچھ خائف کر گیا۔

''ایسے ہی پپا! بھوک نہیں محسوس ہو رہی تھی۔''

''بچی تو کہہ رہی تھی آپ کل رات سے کھانا نہیں کھا رہیں؟'' ان کی نگاہوں میں تشویش تھی، پرنیاں نے ہونٹ کاٹ لئے، پپا نے اس کے مضمحل انداز اور جھکے سر کو دیکھا تھا پھر رسانیت سے مما کو مخاطب کر لیا۔

''بیگم صاحبہ آپ ہماری بیٹی کو خود کھانا کھلائیں گی۔'' پرنیاں ان کی بات پر سٹپٹا کر رہ گئی۔

''نہیں پپا! میں خفا تھوڑی ہوں پلیز خود کھا لوں گی۔''

''تو پھر کھائیں، کم آن۔'' وہ اس کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہو کر مسکرائے تھے، مما ہنسنے لگیں، جبکہ پرنیاں کا شرمندگی سے برا حال ہو گیا تھا، پھر پپا اور مما کی سنگت میں وہ واقعی بہت بہل گئی تھی، رات کے کھانے کے بعد مما اپنا تکیہ اٹھائے اس کے کمرے میں ہی آ گئی تھیں، اس وقت وہ کشمالہ سے آتش دان میں ایندھن ڈلوا رہی تھی۔

''میں نے تمہارے پپا سے صاف کہہ دیا، آج میں اپنی بیٹی کے ساتھ سوؤں گی۔'' وہ اس کے بستر پہ بیٹھتے ہوئے اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں، پرنیاں ان کی محبت پہ آنکھوں کو نم ہوتا محسوس کرنے لگی۔

''مجھے اپنی بیٹی سے بہت ساری باتیں کرتی ہیں، ویسے اگر تمہاری جگہ پہ یہ بات میں معاذ سے کہتی نا تو اس بدتمیز نے کہنا تھا یہ ہمارے پپا کی سراسر حق تلفی ہے خاتون۔'' وہ اپنی بات کہہ کر خود ہی ہنسنے لگیں، جبکہ پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا تھا، جسے مما نے بغور دیکھا تھا پھر اس کا چہرا اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔

''اتنی سنجیدہ اور خاموش کیوں رہتی ہو بیٹے! ہنسا بولا کرو، تمہاری عمر کی لڑکیاں تو ہنستی بولتی ہی اچھی لگتی ہیں۔'' پرنیاں نے ایک نظر انہیں دیکھا اور محض سر اثبات میں ہلا دیا تھا، پھر کس قدر جھجک کر بولی تھی۔

''آ......آپ سے ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں بیٹے ضرور۔'' وہ جیسے فدا ہی ہو گئیں۔

''آپ اس دن فون پہ روئی کیوں تھیں؟'' اور مما نے صاف نظریں چرالی تھیں، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے، اسے اندازہ ہوا تھا اس کی بات کا جواب نہیں ملے گا۔

''اتنا بھرا پڑا گھر ہونے کے باوجود آپ یہاں اکیلی ہو بیٹے! بس یہ خیال مجھے اکثر افسردہ کر دیا کرتا ہے۔''

''میں ہمیشہ کے لئے یہاں تھوڑا ہی آتی ہوں۔'' اس نے اپنے تئیں اپنی تسلی دی جسے انہوں نے اپنے انداز میں لیا۔

''ہاں بیٹے اللہ نے چاہا تو بہت جلد آپ ہمارے ساتھ ہوں گی، بس معاذ کی تعلیم مکمل ہو جائے تو ہم پھر باقاعدہ رخصت کرالائیں گے اپنی بیٹی کو۔'' ان کی بات پہ پرنیاں کے چہرے پہ نا چاہتے ہوئے بھی زہر خند پھیل گیا تھا، اس کا جی چاہا اپنے اندر کی ساری نہیں تو کچھ نہ کچھ تلخی ضرور ظاہر کر دے مگر وہ اس بے قصور مہربان عورت کو ہرگز بھی مزید ٹینشن دینا نہیں چاہتی تھی، پھر سب سے اہم بات یہ اس کی انا کو یہ ہرگز گوارا نہیں تھا۔

''زینب اور ماریہ نے آپ کے لئے گفٹس بھیجے ہیں بیٹے کھول کر دیکھو نا۔'' انہیں اچانک خیال آیا تو اٹھ کر ایک بیگ اٹھا لائیں اور زپ کھول کر کچھ چھوٹے بڑے پیکٹ نکالے، پرنیاں کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی، کیا اس میں ہمت تھی کہ وہ اتنے سارے لوگوں کی محبتوں سے منہ پھیر لیتی، اس نے آنسوؤں سے دھندلی ہوئی نظروں سے گفٹس کے انبار کو دیکھا تھا جو گھر کے ایک ایک فرد کا نام لے کر مما اس کے سامنے ڈھیر کرتی جا رہی تھیں۔

''میں تو اسی دن آپ کے پپا کے ساتھ یہاں آنا چاہ رہی تھی مگر جب بچوں کو پتہ چلا تو روک دیا مجھے کہ وہ سب تمہیں گفٹ بھیجنا چاہتے تھے، ماریہ اور حوریہ تو آپ کو دیکھنے کو سخت بے چین تھیں بڑی مشکلوں سے انہیں سمجھا بجھا کر روکا ہے، کچھ پتہ نہیں کب وہ ہماری سنیں ہی نہ تمہارے سر پہ آ جمع ہوں۔'' وہ ہنس کر بتا رہی تھیں، پرنیاں کے ساتھ اور کتنی ہی باتیں کرتے رہنے کے بعد مما جب سو گئیں تو پرنیاں نے سارے گفٹ پیک سمیٹ کر سائیڈ پر رکھ دیئے اور خود بھی مما کے برابر لیٹ کر لائٹ آف کر دی تھی۔

''تو آج یہ طے ہوا معاذ حسن کہ تمہاری وجہ سے میں تمہارے رشتوں کے ساتھ مس بی ہیو نہیں کر سکتی، اگر تم میرے مجرم ہو تو پھر سزا بھی تمہیں ملنی چاہیے، اگر تقدیر نے مجھے اس کا موقع دیا تو میں اپنی اس توہین اور ناقدری کا احساس دلائے بغیر نہیں رہوں گی۔'' نیند کی آغوش میں جانے سے قبل اس نے معاذ حسن کے تصور سے مخاطب ہو کر گویا خود سے عہد باندھا تھا۔

☆☆☆

''صد شکر کہ آپ کی واپسی ہوئی، ورنہ میں تو سمجھی تھی چہتی بہو کو گھٹنے سے لگا کر بیٹھی رہیں گی۔'' زینب کالج سے لوٹی تو مما آ چکی تھیں اور اب مما جان اور اسما بھابھی کے ساتھ بیٹھیں پرنیاں کی ایک ایک بات پوری جزئیات سے بیان کر رہی تھیں، ان کے چہرے کی تمتماہٹ لہجے کا جوش ان کی محبت کا گواہ تھا، جب وہ پرنیاں کے حسن جہاں سوز کی قصیدہ خوانی میں لمبی تقریر کرتیں زینب کو از حد کوفت ہوا کرتی تھی، یہ سچ تھا کہ وہ بن دیکھے ہی پرنیاں سے چڑ محسوس کرنے لگی تھی، آج تک اس نے ہمیشہ اپنے حسن و جمال کی تعریفوں میں ہر کسی کو رطب اللسان پایا تھا، مگر جب سے پرنیاں کا نکاح معاذ سے ہوا تھا ہر طرف اس کے حسن کے چرچے پھیل گئے تھے اس چڑ کی اصل وجہ یہی تھی، اس جیسی خود پسند لڑکی کو یہ سب برداشت کرنا از حد مشکل تھا، اس پہ ستم یہ کہ مما کو پرنیاں کے لئے جہاں سب نے اپنی محبت اور شوق میں گفٹ بھیجے تھے تو مما نے زینب سے خود کہہ کر پرنیاں کو گفٹ دلوایا تھا، ساتھ ڈانٹ بھی پڑی تھی کہ جب وہ اپنی شاپنگ کرنے گئی پرنیاں کے لئے کیوں نہ کچھ خریدا۔

''زینب یہ جیولری سیٹ تم بھابھی کو بھیج دو، آپ کی دوست کے لئے میں کل دوسرا لا دوں گا۔'' جہان کا یہ کہنا ستم ہو گیا تھا، اس نے انتہائی خراب موڈ کے ساتھ اس وقت تو خاموشی سے وہ جیولری کیس مما کے حوالے کر دیا تھا مگر بعد میں جہان کی شامت ضرور آ گئی تھی، وہ اس پہ خوب ہی برسی تھی۔

''آپ کو کیا ضرورت تھی یہ سفارش کرنے کی آخر؟''

''اس میں حرج بھی کیا ہے آخر زینب۔'' جہان کو حیرانی ہوئی تھی۔

''وہ میری چیز تھی نا؟ میری مرضی ہوتی تو میں کسی کو دیتی نہ ہوتی نہ سہی، آپ نے کیوں کہا؟''

اور جہان اس کے دھڑلے اور دیدہ دلیری پہ خفت زدہ رہ گیا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

www.paksociety.com

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

پانچویں قسط کا خلاصہ

زینب کی ضد پہ جہان پپا سے اسے شادی پہ جانے کی اجازت دلاتا ہے مگر زینب، مما جان کو ساتھ لے جانے کے خیال سے بالکل خوش نہیں، وہ جہان سے اس بات پہ بھی الجھتی ہے مگر جہان اسے قائل کر لیتا ہے۔

مما فون پہ معاذ کو سمجھاتی ہیں مگر معاذ کا موڈ اس بات کو سنتے ہی خراب ہو جاتا ہے جس پہ مما غصے میں فون بند کر دیتی ہیں۔

جہان، زینب کو ہمیشہ کے لئے پالینے کے خیال سے خوش ہے جبکہ زینب ہنوز اس بندھن سے لاعلم ہے جو اس کے اور جہان کے بیچ اس کے بزرگ باندھ چکے ہیں۔

ژالے، نیلما کے تعلق سے آگاہی کے بعد بے حد اپ سیٹ ہے یہی اضطراب اور شرمندگی اسے اکثر و بیشتر جنون میں مبتلا کر دیتی ہے۔

مسز آفریدی کی شخصیت کی ساری پرتیں چھپی ہوئی ہیں، نیلما کو مسز آفریدی سے شدید نفرت ہے، وہ ژالے سے محبت کرتی ہے اور ژالے سے مل کر اسے کچھ حقیقتیں بتانا چاہتی ہے مگر ژالے اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہے۔

مما، پپا فارم ہاؤس پرنیاں سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو پرنیاں خود پہ ضبط کھو دیتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چھٹی قسط

کب لوٹ کے آؤ گے بتا کیوں نہیں دیتے
دیوار بہانوں کی گرا کیوں نہیں دیتے
تم پاس ہو میرے تو پتہ کیوں نہیں چلتا
تم دور ہو مجھ سے تو صدا کیوں نہیں دیتے
اک تیرے سوا اور کسی کو بھی نہ چاہا !
یہ بات تم دنیا کو بتا کیوں نہیں دیتے
باہر کی ہواؤں کا اگر خوف ہے اتنا
جو روشنی اندر ہے بجھا کیوں نہیں دیتے
راتوں کو جاگنے کی سزا دیتے ہو اکثر
تم ہم کو وفاؤں کا صلہ کیوں نہیں دیتے

اس نے تیمور خان کی بھیجی گئی غزل کو پڑھا اور مسکراتے ہوئے سیل فون سائیڈ پہ رکھ کر پھر سے پیکنگ کا کام نپٹانے لگی، بلیک خوبصورت سا سوٹ تہہ کر کے رکھتے ہوئے اس کی توجہ پھر بھٹکی، سیل فون کی اسکرین پر بلنک کر رہی تھی، اس نے نگاہ کا زاویہ بدل کر دیکھا، تیمور کی کال تھی، اس نے پلٹ کر پہلے دروازہ اندر سے لاکڈ کیا تھا پھر اس کی کال رسیو کی، وہ اس معاملہ میں ہمیشہ بہت محتاط رہتی تھی۔

''جی فرمائیے کیا بات ہے؟ بار بار کیوں تنگ کر رہے ہیں؟'' وہ ناز سے جھلائی تھی اور دوسری سمت تیمور خان سرد آہیں بھرنے لگا۔

''ابھی کہاں تنگ کیا ہے جناب! ایک بار ہاتھ تو لگیں اس لفظ کے معنی و مطالب خوب سمجھائیں گے آپ کو۔'' وہ ایسا ہی بے باک تھا اکثر پٹری سے اتر جایا کرتا، زینب بے تحاشا سرخ پڑ گئی۔

''بہت بدتمیز نہیں ہوتے جا رہے آپ! حالانکہ میں نے آپ کو کوئی چھوٹ بھی نہیں دی۔'' وہ کسی قدر خفگی سے بولی تو جواباً تیمور خان کا قہقہہ گونج اٹھا تھا۔

''بدتمیزی نہیں محترمہ! اسے رومانس کہتے ہیں اور چھوٹ کی بات آپ نہ کریں، آپ کے تمام جملہ حقوق ہمارے ہی نام محفوظ ہیں۔''

''ہیں...... ہیں، اتنا دھڑلا؟ مسٹر تیمور خان اگر آپ بھول رہے ہیں تو کیا یاد دلاؤں کہ ابھی آپ کا مجھ سے نکاح نہیں ہوا۔'' وہ تیکھے چتونوں سے بولی لہجے میں مصنوعی خفگی تھی خود اس کی بات اس کے مخالف تھی، بلاشبہ یہ اس کی ڈھیل اور چھوٹ تھی کہ تیمور خان کو اتنی جرأتیں نصیب ہوئی تھیں۔

''ہو جائے گا...... ہو جائے گا، ہمارا بس چلے تو ابھی پڑھا لیں یہ دو بول، وہ تو آپ ہیں کہ......'' وہ شاکی ہونے لگا تو روشانے نے موضوع بدلنا مناسب سمجھا۔

''میں پیکنگ کر رہی تھی۔''

''تمہیں تو ہفتہ پہلے آنا تھا۔'' تیمور کے پاس شکووں کا انبار جمع تھا، زینب نے ٹھنڈا سانس کھینچا۔

''ایک دن پہلے آ جاؤں نا وہ بھی غنیمت سمجھیے گا، مجھے تو اجازت مل گئی ہے یہ بھی معجزہ ہی ہے، میری جگہ اگر شاہ ہاؤس کی کوئی اور لڑکی ہوتی تو یہ اجازت بھی کبھی نہ ملتی۔'' وہ اسے حقیقت سے آشنا کر رہی تھی۔

''آپ کی ٹور ہی الگ ہے جناب! ایویں ہی تو ہم آپ کے اسیر نہیں ہو گئے۔'' تیمور خان ہنسنے لگا تھا مگر زینب کا منہ بن گیا۔

''خیر ایسی بات بھی نہیں ہے اب، ٹور میری نہیں جے کی الگ ہے، یہ میرا نہیں ان کا کارنامہ ہے۔'' تیمور اس کی بات سن کر قدرے چونکا۔

''کون جے؟''

''جہان! میرے کزن ہیں۔'' زینب کے انداز میں بے نیازی تھی مگر تیمور عجیب احساسات کا شکار ہوا تھا۔

''یہ کیسا نام ہے ''جہان۔'' اس کے لہجے و انداز میں محسوس کی جانے والی ناگواری کا تاثر تھا، زینب پرواہ کیئے بغیر ہنس دی۔

''اصل نام تو جہانگیر شاہ ہے، یہ تو سب پیار کے نام ہیں۔''

''پیار کے نام؟ آپ بھی اسے پیار سے پکارتی ہیں وائے؟'' تیمور کا لہجہ تپش بھری رقابت سمیٹ لایا جسے زینب نے انجوائے کیا تھا، بظاہر معصومیت کا تاثر دیا۔

''ہاں نا، بچپن سے عادت ہے۔''

''اپنی اس عادت کو اب بدل لیں زینب مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔'' تیمور یک بیک بے حد سنجیدہ ہو چکا تھا، زینب نے کاندھے اچکا دیئے۔

''عادتیں اتنی آسانی سے کہاں بدلتی ہیں تیمور! پھر آپ ابھی مجھ پہ اپنی حکمرانی قائم مت کریں پلیز۔'' وہ کسی قدر نخوت سے بولی تو دوسری سمت تیمور خان کا چہرہ لال بھبھوکا ہونے لگا تھا، کچھ کہے بغیر اس نے رابطہ منقطع کر دیا، زینب کے اعصاب کو اس کی حرکت پہ دھچکا لگا تھا، اس کے نازک مزاج احساسات بری طرح سے ادھڑ گئے کچھ لمحوں کو وہ اس زاویئے پہ ساکن رہ گئی تھی، تیمور کی اس حرکت نے اسے توہین کے احساس میں مبتلا کیا تھا، اس نے نہ صرف سیل فون پٹخا تھا بلکہ ٹھوکر مار کر بیگ بھی الٹ دیا جس میں ابھی کچھ دیر قبل وہ بہت خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے کپڑے رکھ رہی تھی۔

☆☆☆

چلو تم کو ملاتا ہوں میں اس مہمان سے پہلے
جو میرا جسم میری روح تھا میری جان سے پہلے
کوئی خاموش ہو جائے تو اس کی خامشی سے ڈر
سمندر چپ ہی رہتا ہے کسی طوفان سے پہلے

مجھے جی بھر کے اپنی موت کو تو دیکھ لینے دو
نکل جائے نہ میری جاں میرے ارمان سے پہلے
میری آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کا سلسلہ دیکھو
یہ مالا ٹوٹ جاتی ہے تیری مسکان سے پہلے
ہمدم ہوں میں تیرا ، یہ میرا فرض بنتا ہے
تجھے میں ہوشیار کر دوں تیرے نقصان سے پہلے

سرراہ چلتے اسے زوردار ٹھوکر لگی تھی، وہ گرتے گرتے بچی تھی، مگر کیا واقعی وہ بچ گئی تھی، اس کی ساکن نگاہوں نے ایک خوف اور وحشت کے عالم میں دوبارہ اس میگزین کو دیکھا جس کے چکنے چمکتے ہوئے رنگین ٹائٹل پہ وہ کسی اور کی نہیں نیلما کی تصویریں تھیں اور کس حد تک قابل اعتراض لباس میں بے باکی کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے تمام فضول پوز محفوظ کرائے گئے تھے، وہ ایک ہیجانی کیفیت کے زیر اثر آگے بڑھی اور سنہری ڈوری سے دوکان کے کاؤنٹر سے لٹکتے اس میگزین کو جھپٹنے کے انداز میں اتار کر اپنے ہاتھ میں اس انداز میں دبوچا کہ ٹائٹل پہ آویزاں تصویریں تو چھپ گئی مگر نئے نکور میگزین کی ہیئت بگڑ کر رہ گئی تھی۔

''انوہ میم اگر آپ کو یہ میگزین چاہیے تھا تو آپ ہمیں بتاتیں، شاپ کے اندر میگزین تھے، یہ تو پبلسٹی کے لئے باہر لگایا گیا ہے۔''

یقیناً اس کی یہ کارروائی گلاس ڈور کے ذریعے دوکان کے اندر موجود شاپ کیپر کی نگاہ میں آ چکی تھی جبھی تو لپک کر اس کے پاس آتے ہی کچھ ناگواری کچھ خفگی سے ٹوک کر بولا، اس کی ناپسندیدہ نگاہیں اس کے ہاتھ میں مڑے تڑے میگزین پہ تھیں جن میں اب تاسف میں در آیا تھا، ژالے نے چونک کر مگر وحشت بھری نظروں سے شاپ کیپر کو دیکھا تھا۔

''کیا کہا؟ اور بھی میگزین ہیں؟''

''جی میم! نیلما جی نے یہ جو فوٹو شوٹ کروایا ہے اس کی ہر طرف دھوم مچی ہوئی ہے، پوری مارکیٹ میں یہ میگزین صرف ہماری شاپ پہ ہی آپ کو ملے گا۔'' شاپ کیپر کے لہجے میں واضح طور پہ تفاخر تھا اسے جواب دینے کے بعد وہ آواز دے کر اپنے سیلز مین کو دوسرا میگزین باہر اسی انداز میں آویزاں کرنے کی تاکید کرنے لگا تھا ژالے کے اندر سرسراتی مجنونیت اور تلخی میں بے بسی بھی شامل ہونے لگی۔

''میری بات سنیئے پلیز۔'' شاپ کیپر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دبے ہوئے لہجے میں چلائی تھی۔

''مجھے یہ سارے میگزین خریدنے ہیں، آپ ان کی پیکنگ کر دیجئے پلیز۔'' وہ یقیناً اپنے حواسوں میں نہیں رہی تھی، شاپ کیپر پہلے ٹھٹک کر پھر تحیر سے اسے دیکھا، یوں جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ کا گماں ہوا ہو۔

''سوری میم! ہم سارے میگزین ایک ساتھ سیل نہیں کر سکتے۔'' شاپ کیپر کے انداز میں یکایک رکھائی اور بے اعتنائی در آئی، جبکہ اس کے برعکس ژالے روہانسی ہونے لگی تھی۔

''سر پلیز! دیکھیئے میں آپ کو اس کی ڈبل پے منٹ کرنے کو بھی تیار ہوں مگر......''

''آئی تھینک آپ انہیں اپنی شاپ پہ رکھ کر سیل کرنا چاہتی ہیں، میں آپ کی آفر قبول نہیں کر سکتا میں نے بتایا نا کہ یہ میگزین صرف ہماری شاپ پہ ہے اور اس کی بہت مانگ ہے اس وقت مارکیٹ میں۔'' شاپ کیپر جھلا کر بات کرنے لگا، ژالے جو شکل وصورت اور حلیے سے ہی کسی امیر کبیر گھرانے کی دکھائی دے رہی تھی یہی وجہ تھی کہ شاپ کیپر اس کے اس قسم کے مطالبے پہ اسے ابھی تک ڈانٹنے سے گریز کر رہا تھا ورنہ اس قسم کے چالاک گاہکوں کو وہ دھتکار کر رکھ دیا کرتا تھا۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب! ایسی بات نہیں ہے، میں انہیں بیچنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتی، چلیں میں آپ کو اس کے چار گنا منافع کے ساتھ پے منٹ کر دیتی ہوں مگر آپ......'' بات کے اختتام تک آنسوؤں نے اس کی آواز پہ واضح رقت طاری کر دی تھی اور یہی وہ پل تھا جب اسے گھبراہٹ اور پریشانی میں ڈھونڈتی ہوئیں مسز آفریدی کی نگاہ اس پہ پڑی تھی۔

''ژالے آپ کیا کر رہی ہو بیٹے یہاں پہ؟'' وہ لپک کر اس کے نزدیک آئیں اور حیرت بھرا استفسار کیا تھا، ژالے نے ایک سرسری نگاہ ان پہ ڈالی اور پھر سے شاپ کیپر کو ملتجی نظروں سے دیکھا تھا۔

''دیکھئے میڈیم یہ شاید آپ کی بیٹی ہیں، انہیں سمجھایئے ہمیں خوامخواہ فورس کر رہی ہیں کہ ایک ساتھ انہیں سارے میگزین سیل کر دیں۔'' جھلایا ہوا شاپ کیپر مسز آفریدی سے گویا اس کی شکایت پیش کرنے لگا، مسز آفریدی بے طرح چونکیں۔

''کون سا میگزین؟'' ان کی نگاہوں میں استفہام اتر آیا، جبکہ ژالے کا رنگ واضح طور پہ کچھ اور پھیکا پڑا تھا، اس نے غیر شعوری طور پہ ہاتھ میں پکڑے میگزین کو پشت کے پیچھے چھپایا جیسے اسے مسز آفریدی کی نگاہ سے بچانا چاہتی ہو، مگر اس کی یہ کوشش شاپ کیپر نے ناکام بنا دی، وہ اپنے سیل مین کے ہاتھوں سے پکڑ کر اسی میگزین کی دوسری کاپی مسز آفریدی کی نگاہوں کے سامنے لہرا کر بے نیازی سے بولا تھا۔

''یہ میڈیم نیلما کے فوٹو شوٹ کی تصویروں والا میگزین، فی الحال یہ صرف ہماری شاپ پہ اولے لیبل ہے۔'' اس کے لہجے میں وہی تفاخر تھا، ژالے کا زرد چہرہ بالکل سرسوں کے پھول کی طرح پیلا پڑتا چلا گیا، مسز آفریدی نے میگزین کے ٹائٹل سے نگاہ ہٹا کر ژالے کو دیکھا تھا جس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں ضبط کے باوجود موٹے موٹے آنسو لرز رہے تھے۔

''بیوقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ہنی! کوئی اسی طرح بھی کرتا ہے؟'' اسے زبردستی کھینچ کر گاڑی میں لا کر بٹھایا اور شاپنگ جس کی خاطر وہ آج بڑی مشکلوں سے ٹائم نکال سکی تھیں ادھوری چھوڑ کر واپس گھر کو آتے ہوئے انہوں نے ازحد متاسف ہو کر کہا تھا، ژالے کے آنسو پلکوں کی دہلیز پھلانگ کر سرعت سے گال بھگوتے چلے گئے، وہ جیسے مزید خود پہ ضبط نہیں کر سکی تھی، گاڑی کی خاموش بوجھل فضا میں اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں گونجنے لگیں۔

''پلیز ہنی! ٹیک اٹ ایزی۔''

''مجھے فی الحال کوئی نصیحت مت کریں، میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔'' ژالے پھٹ پڑی

تھی، اس کے یوں حلق کے بل چیخ کر دیتے جواب نے مسز آفریدی کا موڈ بری طرح آف کر دیا۔

''یہ ہرگز بھی کوئی اتنی بری بات نہیں ہے ژالے! لیکن تم ضرور اپنی حماقتوں سے لوگوں کو کچھ باور کرانے کی کوشش کرتی ہو۔'' مسز آفریدی بھی بے حد تلخ ہو کر رہ گئی تھیں۔

''ہاں ہوں میں احمق اور جذباتی، آپ کو اندازہ تو تھا میری حماقتوں کا پھر کیوں مجھ پہ اس بات کو عیاں کیا تھا؟'' وہ جس قدر ہرٹ ہوئی تھی جتنی مضطرب تھی اسی لحاظ سے زور سے چیخی تو مسز آفریدی نے اسے بے حد خفگی سے گھورا تھا۔

''ہاں یہ میری بہت بڑی غلطی ہے۔'' انہوں نے پھنکار کر جواب دیا تھا، البتہ یہ اعتراف اس کے سامنے بھی نہیں کیا کہ وہ بنا سوچے سمجھے کبھی کوئی کام نہیں کرتیں، نیلما اسے انہیں خطرہ لاحق ہو گیا تھا وہ جان گئی تھیں، وہ اب جلد یا بدیر ژالے سے رابطہ ضرور کرے گی اور اس پہ حقیقت کو آشکار بھی کرنے کی کوشش کرے گی، وہ حقیقت جو مسز آفریدی ہرگز نہیں چاہتی تھیں ژالے تک پہنچے جبھی انہوں نے خود اسے ہر بات بتائی تھی مگر اپنے انداز میں کچھ اس طرح کہ ژالے کے دل میں نیلما کے لئے محبت و ہمدردی نہیں نفرت بھر دی تھی، نیلما ایک بار پھر مسز آفریدی سے جیت نہیں سکتی تھی اور یہ ہار بہت بری ہار تھی۔

☆☆☆

''ہو گئی تمہاری تیاری مکمل؟'' نوریہ نے دستک دے کر اندر جھانکا زینب ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی چوٹی کو آخری بل دے کر ربڑ بینڈ میں جکڑ رہی تھی، اسے دیکھ کر کاندھے اچکائے۔

''ہو گئی، جے نے میرا سامان گاڑی میں تو رکھوا دیا ہے نا؟'' دوپٹہ اوڑھتے ہوئے اس نے عجلت میں پیروں میں سینڈل پہنے تھے۔

''ان بیچاروں کو تمہارے کاموں سے فرصت کہاں ملتی ہے، عارضی طور پہ جا رہی ہو اس کے باوجود مجھے ان کی آنکھوں میں اداسی صاف نظر آ رہی ہے۔'' نوریہ شرارت سے مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی تو زینب نے اسے باقاعدہ گھور کر دیکھا تھا۔

''ایک تو تمہیں فضول قیاس آرائیوں کا بہت شوق ہے۔'' اس کے ناک چڑھانے پہ نوریہ ہنسنے لگی تھی۔

''قیاس آرائی نہیں حقیقت، میں نے خود ان کی آنکھوں میں اداسی دیکھی ہے۔'' نوریہ اپنی بات پہ اٹکی ہوئی تھی اور پر یقین تھی۔

''اداسی یا تشویش، مجھے اکیلے بھیجنے پہ اپ سیٹ ہوں گے۔'' وہ پہلے طنز سے بولی پھر جیسے مزا لے کر کھلکھلائی تھی۔

''تشویش کس بات کی؟ تمہیں یاد ہو تو یہ جہان بھائی ہی تھے جن کی کوششوں سے یہ ممکن ہو پایا ہے۔'' نوریہ کے جتلانے پہ اس نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''مجھے معلوم ہے جناب! تم ان کے متعلق اتنی جذباتی مت ہوا کرو۔'' زینب کے چڑانے پہ نوریہ مسکرا دی تھی۔

''بیچارے اگر تم سے وابستہ ہوں گے تو ہمدردی ان کا حق بنتا ہے۔'' زینب نے چونک کر بلکہ

ٹھٹک کر اسے بغور دیکھا تھا۔

''کیا مطلب ہے؟'' نوریہ فی الحال سنبھلی مما سے اسے یہ بات سننے کو ضرور ملی تھی مگر ساتھ ہی یہ تاکید بھی ہوئی تھی ابھی کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں، احسان بھائی نے منع کیا ہے۔

''کچھ نہیں یار میں نے کہا تھا نا وہ تم میں انوالو لگتے ہیں۔'' نوریہ نے دانستہ لہجے کو سرسری بنا کر کہا تو زینب نے سر جھٹک دیا تھا۔

''تم غلط سلط اندازے مت لگایا کرو، ایسا کچھ نہیں ہے۔'' اس کا انداز دوٹوک تھا، نوریہ اسے دیکھ کر رہ گئی، وہ دونوں باہر آئیں تو گھر کے دیگر افراد لاؤنج میں جمع تھے یہاں تک کہ پھپھو اور حوریہ وغیرہ بھی اس کے جانے کا سن کر ادھر ہی چلی آئی تھیں، مما جان چونکہ زینب کے ساتھ جا رہی تھیں جبھی مکمل تیاری کے ساتھ گرم شال اوڑھے سامنے صوفے پہ بیٹھی تھیں اور وقفے وقفے سے چھینکتیں تھیں۔

''مجھے تو لگتا ہے مما جان کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ نے خوامخواہ انہیں مشقت میں ڈال دیا ہے۔'' زینب نے کسی قدر جھلا کر کہا تو جہان نے ایک خاموش نظر اس پہ ڈالی تھی، ٹی پنک جدید تراش خراش کے اسٹائلش سے لباس میں ہمرنگ بڑا سا دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے وہ کچھ خفا سی لگی تھی۔

''تم ایسے ہی جاؤ گی؟ چادر اوڑھ لو کوئی اتنی سردی ہے۔'' جہان نے اس کے بار بار سرکتے ریشمی دوپٹے سے نگاہیں ہٹا کر ایک طرح سے ٹوکا تھا، زینب نے کسی قدر خفگی سے اسے دیکھا۔

''گاڑی کا ہیٹر آن ہو گا ڈونٹ وری۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی تو مما نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا تھا۔

''جو کہا ہے تمہیں وہ کیا کرو زینی! تم سے وضاحت نہیں مانگی جاؤ اپنی شال لے کر آؤ۔'' زینب جیسے ایکدم روہانسی ہو گئی تھی، اس نے کھا جانے والی نظروں سے جہان کو گھورا تھا۔

''معاذ بھائی کی روح آپ میں بھی گھس آئی ہے، بس کمی محسوس نہ ہونے دیجئے گا ان کی۔'' وہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے گئی تھی، کچھ دیر بعد واپس آئی تو لاؤنج میں جہان کے سوا اور کوئی نہیں تھا وہ کچھ حیران سی ہو کر رہ گئی۔

''یہ سب لوگ کدھر غائب ہو گئے؟'' جہان چونکا پھر طویل سانس کھینچ کر بولا تھا۔

''پورٹیکو میں چلے گئے ہیں تم بھی جاؤ۔'' زینب نے نگاہ بھر کے اسے دھیان سے دیکھا، نوریہ کے بقول وہ واقعی معمول سے کچھ زیادہ خاموش اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا اس کے اندر فطری تجسس جاگ اٹھا۔

''آپ نہیں چلیں گے جے ہمیں چھوڑنے؟''

''یہ چند قدم کا تو فاصلہ ہے، خیر چلو میں چلتا ہوں ساتھ۔'' جہان آہستگی سے بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ چاہتے تو یہ سفر طویل بھی ہو سکتا تھا جے!'' وہ ایک دم بے حد گہری بات سرسری سے انداز میں کہہ گئی، جہان کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چلتے ہوئے رک کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگا، زینب نے دانستہ اپنے چہرے پہ لاتعلقی و بے نیازی سجالی۔

"مطلب آپ ہمیں وہاں چھوڑنے بھی تو جاسکتے تھے۔"

"ہاں مگر مجھے بہت ضروری کام ہے از حد لی یہاں ہے۔" وہ رسان سے بولا تو زینب اندر سے اس کے ایک بار پھر خود کو عیاں نہ ہونے دینے پہ جتنا بھی جھنجھلائی ہو بظاہر بے نیازی سے کاندھے جھٹک دیئے تھے۔

(تم پتھر ہو جے! اور میں احمق نہیں ہوں کہ ساری زندگی تم سے اپنا سر پھوڑوں)۔

"اپنا بہت خیال رکھنا، کانٹیکٹ میں رہنا او کے؟ میں خود بھی فون کرلیا کروں گا۔" اس کے خیالات اور سوچوں کے برعکس وہ اسے تاکید کررہا تھا۔

"آپ کے پاس اتنا ٹائم ہوگا کہ مجھے کال کرسکیں یا پھر میرا فون سن سکیں؟ میں تو حیران ہوں آپ اس وقت گھر پہ کیسے نظر آرہے ہیں؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی کاٹ تھی، جہان نے اس کے شکوے کو سمجھا تھا اور آہستگی سے مسکرا دیا تھا۔

(ایک وقت وہ بھی آئے گا جب میری توجہ کے تمام ارتکاز تمہاری جانب ہوں گے میری اتنی توجہ تمہیں بوکھلا دے گی مگر اس دن میں تمہیں ہر لحاظ سے حیران کروں گا۔)

"اب مسکرانا کیوں شروع کردیا میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہیں؟" وہ جل بھن اٹھی تھی، جہان نے سنبھل کر اسے دیکھا۔

"تمہارے درست قیاس پہ ہنسی آرہی ہے، ہوسکتا ہے تم فون کرو اور میں اتنا بزی ہوں کہ کال پک نہ کرسکوں۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا اور زینب کی جان جل کر خاک ہوگئی تھی۔

"جی نہیں میں اتنی فضول نہیں ہوں کہ آپ کو فون کرتی پھروں سمجھے آپ؟" اس نے تنک کر کہا اور تیز قدموں سے آگے بڑھ کر گاڑی میں جا بیٹھی، جہان وہیں برآمدے میں رک کے ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا اور زینب کی گاڑی کو اسٹارٹ ہونے کے بعد گیٹ سے باہر نکلتے دیکھتا رہا تھا، جانے کیوں جیسے جیسے گاڑی نگاہوں سے اوجھل ہوتی گئی جہان کا دل جیسے یاسیت کی گہری دھند میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

سفر چونکہ بے حد طویل تھا جبھی زینب نے مما جان کو سیٹ پہ لیٹنے کی تاکید کی تھی، ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی انہوں نے پس و پیش کیے بغیر یہ تجویز مان لی تھی، یہ پپا کی پراڈو تھی جسے ان کا قابل بھروسہ ڈرائیور چلا رہا تھا، زینب جو لاسٹ ٹائم فون پہ ہی تیمور خان سے سخت خفا ہوگئی تھی اس کی خوب منت سماجت کے بعد جا کے مانی تھی اور شادی میں شریک ہونے پہ آمادہ ہوئی تھی، تیمور خان تو اس بات پہ مصر تھا کہ وہ خود انہیں لینے کے لئے کراچی آئے گا مگر زینب جو اس سارے معاملے میں بے حد محتاط تھی اس کام کی تیمور کو ہرگز اجازت نہیں دے سکتی تھی، تیمور خان ایسا شخص تھا جو اس کی محبت سے بڑھ کر اس کا انتخاب تھا جسے وہ کسی بھی قیمت پہ کھونا نہیں چاہتی تھی اور وہ جانتی تھی اس کی ذرا سی بے احتیاطی معاملہ بگاڑ سکتی ہے تیمور خان میں وہ سب تھا جو زینب کے لئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کشش کا باعث تھا، اس کا سیل اس کے کوٹ کی جیب میں وائبریٹ کرنے لگا تھا اس نے ایک نگاہ مما جان کو دیکھا جو کروٹ بدلے لیٹی تھیں پھر کوٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر سیل فون باہر نکال لیا، تیمور کی کال تھی جسے اس نے ڈسکنکٹ کردیا تھا اور اس کے نمبر پہ ایک ٹیکسٹ بھیجا۔

"میں گاڑی میں ہوں، مما جان میرے ساتھ ہیں، فون پہ بات نہیں کرسکتی۔" اگلے لمحے تیمور کا جوابی ٹیکسٹ موصول ہوگیا تھا۔

"اوہ یہ پابندیاں، خیر میں تمہارا شدت سے منتظر ہوں، یہاں تمہارے استقبال کی سب تیاریاں مکمل ہیں۔" زینب نے میسج پڑھا اور کھل کر مسکرا دی۔

"زرالے کیسی ہے؟" اس نے پھر میسج کیا تھا، فراغت میں آخر کچھ تو کرنا تھا۔

"یہ تم زرالے سے پوچھنا، مجھ سے پوچھو میں کیسا ہوں؟" تیمور خان نے جوری پلائی دیا اسے پڑھ کر زینب کی مسکراہٹ گہری ہونے لگی۔

"چلیں بتائیں آپ کیسے ہیں؟" اس کے الفاظ سے شوخی کا رنگ چھلکا تھا۔

تم بن بے کل ، ادھورا ، اداس اور مضطرب
لڑکی اپنی ضد چھوڑ دو اور میری یہ تنہائیاں دور کردو

تیمور خان نے پھر اپنا تقاضا دہرایا اور زینب نے پھر وہی بے نیازی اوڑھ لی، اس نے سیل فون واپس کوٹ کی جیب میں ڈال دیا، پتہ نہیں کیوں اسے اس پل جہان کا خیال آگیا تھا، تیمور خان کے برعکس وہ جذبات کو آشکار کرنے میں کس درجے بے نیاز تھا۔

"اللہ جانے اس کے دل میں کیا ہے؟" اس نے ہزاروں بار کی سوچی بات کو سوچا۔

"کیا یہ کسی سے محبت بھی کرتا ہوگا؟ اور جب اس سے اظہار کرے گا تو......تو......" وہ کہیں دور گم ہونے لگی، گاڑی کو جھٹکا لگا تھا تب وہ چونکی اور گہرا سانس بھر کے سر جھٹک دیا۔

"زینی بیٹے! آپ بھی ذرا لیٹ جاؤ آرام کرلو گی تو سفر بھی آسانی سے کٹ جائے گا اور منزل پہ پہنچنے تک فریش بھی ہو جاؤ گی۔" مما جان نے کروٹ بدلی تھی اور اسے بیٹھے دیکھ کر تاکید کی، وہ کچھ چونک سی گئی۔

ہاں یہ فریش نس تو بے حد اہم تھی اس کے لئے آخر تیمور خان ہی نہیں اس کی پوری فیملی سے وہ ایک خاص حوالے سے ملنے والی تھی، تیمور خان اسے اپنی والدہ سے اپنی پسند کے طور پہ ملوانے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے تھا۔

"کرامت چچا آپ کو چائے چاہیے تو بتا دیں میں نکال دیتی ہوں مگ میں۔" اس نے کچھ سوچ کر ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا، انہوں نے نفی میں جواب دیا تھا تب زینب اپنی چادر اوپر پھیلا کر نیم دراز ہوگئی تھی، اس کا سیل کوٹ کی جیب میں بار بار وائبریٹ کرتا تھا مگر اس نے دانستہ تغافل برتے رکھا اور کچھ دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں جا پہنچی تھی، دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو مما جان جاگ چکی تھیں اور تھرموس سے خود چائے نکال کر پینے میں مصروف تھیں اسے اٹھتے دیکھ کر مسکرائیں تھیں۔

"تم تو بہت سوئیں سفر تقریباً ختم ہونے والا ہے، چائے کے ساتھ کچھ کھالو بھوک لگی ہوگی۔"

ان کی بات پہ زینب نے جمائی لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھا، پیچھے کی طرف بھاگتے درختوں کی قطاریں سرسبز بلند و بالا پہاڑ اور نیلا آسمان، باہر کی منظر ہی نرالا تھا، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے گاڑی کے بند شیشوں سے ٹکرا کر انہیں دھندلا کر رہے تھے، گاڑی اونچے نیچے راستوں سے گزرتی وادی کے قریب تر ہوتی جا رہی تھی، اس کا دل جانے کس کس سوچ اور خیال کے زیر اثر بے تحاشا دھڑک اٹھا، زینب نے کھڑکی کا شیشہ ذرا سا کھولا تو ٹھنڈی یخ بستہ مگر شفتالو اور خوبانیوں کی مہک سے لبریز ہوا کے جھونکے سرعت سے اندر گھس آئے، اس نے گہرا سانس بھر کے اس خوشبو کو جی بھر کے اندر اتارا اور مسکرا دی، اطراف میں ہر منظر پہلے سے بڑھ کر حسین اور گم کر دینے والا تھا، اونچے پہاڑ سے شور مچاتا ہوا چشمہ بہہ رہا تھا جو مختلف پتھروں سے ٹکرا کر منقسم ہو جاتا، تھوڑا سا فاصلہ طے ہوا تو پرشور ندی نے اس کی توجہ کھینچ لی، جس کے اوپر فضا میں جھولتا ہوا پل تھا جسے لکڑی کے تختوں کو رسی کی مدد سے مضبوطی سے باندھ کر بنایا گیا تھا، اس پہ چلنے کا تجربہ یقیناً بہت سنسنی خیز ثابت ہوتا، اس نے اسی وقت اس پل کو عبور کرنے کا بھی فیصلہ کیا تھا، وہ اسی طرح کھڑکی کے شیشے سے چہرا ٹکائے وادی کی خوبصورتی میں محو تھی جب ایک جھٹکے سے گاڑی رک گئی، اس نے چونک کر سامنے دیکھا، بلند و بالا پرشکوہ حویلی کی سرخ عمارت پوری شان سے اس خوبصورت ماحول میں سر اٹھائے ایستادہ تھی، مدھم ہوتا سورج اپنی تابناکی کھوتا حویلی کے عقب میں دھیرے دھیرے غروب ہو رہا تھا، اس کا نارنجی رنگ حویلی کو ہی نہیں پورے ماحول کو اپنے رنگ میں رنگ رہا تھا، عین اسی پل گیٹ کھل گیا تھا اور ایک مستعد ملازم لمبے تڑنگے وجیہہ و شاندار تیمور خان کی معیت میں پراڈو کی سمت آتا نظر آیا، زینب نے دیکھا تھا اور ایک تفاخر آمیز مسکان اس کے ہونٹوں پہ بکھرتی چلی گئی تھی، تیمور خان نے ان کے ڈرائیور سے کچھ کہا تھا اور گاڑی ایک بار پھر حرکت میں آ گئی اور کھلے گیٹ سے سبک رفتاری سے ڈرائیو وے پہ پھیلتی حویلی کے پورچ میں جا کر تھم گئی، گاڑی کے رکتے ہی تیمور خان جو تب تک خود بھی پورچ میں پہنچ چکا تھا گاڑی کے نزدیک آیا اور ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا، وہ مما جان کو سلام کرنے کے بعد بہت تعظیم سے ان کے آگے جھکا تھا، ان سے احوال دریافت کرتے سمے اس کی شوخ متبسم اور شرارتی نظریں زینب کی سمت اٹھی تھیں، ان نگاہوں میں اس درجہ معنی خیزی تھی کہ زینب کے چہرے پہ گویا اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اکٹھا ہو گیا۔

''شہزادہ عالم اپنی مستقبل کی ملکہ کو اپنی راج دھانی میں خوش آمدید کہتے ہیں۔'' مما جان سے علیک سلیک کے بعد وہ اس کی سمت متوجہ ہوا تو تمام تر شوخی سے اسے مخاطب کیا تھا گو کہ آواز سرگوشی سے مشابہہ تھی پھر بھی زینب نے سٹپٹا کر پہلے مما جان کو دیکھا پھر اسے خفیف سا گھورا تھا اور سر گھما کر اس کی حویلی کے وسیع و عریض اور شاندار لان کو ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''زرلالے کدھر ہے؟''

''کیا ہمارا استقبال آپ کو اپنے شایان شان نہیں لگا تو پھولوں کے ہار پہناؤں؟ ویسے یہ کام ہم نے شادی کے وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا۔'' اس کی نگاہیں بھی اس کے لہجے کی طرح بہکنے لگیں، زینب کچھ اور بھی جھینپ کر رہ گئی، مما جان کا ہاتھ تھامے وہ تیمور خان کی معیت میں اندرونی حصے کی جانب آئی تو اس کی نگاہوں میں واضح طور پہ پسندیدگی کی گہری جھلک تھی، تیمور خان کی حویلی اس

کی سوچ سے کہیں بڑھ کر شاندار تھی اور اس کے ٹھاٹ کے تو کیا ہی کہنے تھے، ایک وقت میں اس کے پورچ میں چار چار گاڑیاں کھڑی تھیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں، پراڈو، ایم بی ڈبلیو، مرسڈیز اور اوپن جیپ، زینب کو اپنے انتخاب پہ ایک اطمینان ایک فخر کا احساس دامن گیر ہونے لگا، خوبصورت منقش چوبی دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی زینب کو بے اختیار تھم جانا پڑا تھا، زرلالے خوشی سے چلائی ایکدم سے اس کے گلے آ لگی تھی۔

''مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا ہے زینی کہ تم آ گئی ہو؟'' زینب مسکرا دی۔

''یہ مما جان ہیں، میری تائی ماں!'' اس نے مما کا تعارف کروایا۔

''یوں کہو نا میرے لالہ کی ساسو ماں ہیں۔'' مما جان کو سلام کرنے کے بعد وہ اس کے کان میں گھس کر کھلکھلائی تو زینب نے جھینپ کر اسے دھپ لگا دی تھی۔

☆☆☆

کوئی تم سے پوچھے کون ہوں میں
تم کہہ دینا کوئی خاص نہیں
اک دوست ہے کچا پکا سا
اک جھوٹ ہے آدھا سچا سا
اک خواب ادھورا پورا سا
اک پھول ہے روکھا سوکھا سا
ک سپنا ہے بن سوچا سا
اک اپنا ہے ان دیکھا سا
اک رشتہ ہے انجانا سا
حقیقت میں افسانہ سا
کچھ پاگل سا، دیوانہ سا
سب ایک بہانہ اچھا سا
جیوان کا ایسا ساتھی ہے
جو دور ہو تو کچھ پاس نہیں
کوئی تم سے پوچھے کون ہوں میں
تم کہہ دینا کچھ خاص نہیں

اس نے ایک طویل سانس کھینچا اور فضا میں موجود خنکی کو محسوس کرتے ہوئے پلٹ کر انیکسی کے بند دروازے کو دیکھنے لگی، آج انیکسی کے کچن پہ کشمالہ اور اس کی ماں کی اجارہ داری تھی، کل جانے کس رو میں وہ ان کے سامنے اپنی سالگرہ کا تذکرہ کر بیٹھیں تھی اور ان دونوں سادہ دل اور پرخلوص خواتین نے آج اس کی سالگرہ پہ اہتمام کرنے کا سوچ لیا تھا، وہ ان کی یکسر اجنبی اور بیگانے لوگوں کی محبتوں کی بھی مقروض ہوتی جا رہی تھی، صبح کشمالہ نے اسے ڈھیر سارے پھول دے کر وش کیا تھا اور بہت فرمائش کر کے اس کی وارڈ روب سے اپنی پسند کا سوٹ اس کے لئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

منتخب کیا تھا، پرنیاں اس کا دل توڑنے کا حوصلہ نہیں کر پائی تھی، حالانکہ وہ سفید رنگ بہت کم پہنتی تھی، کشمالہ نے جو سوٹ اس کے لئے نکالا تھا وہ سفید رنگ کا ہی تھا جس کی شرٹ پہ سفید ہی موتی موتیوں کا بہت نفیس کام بنا ہوا تھا، باتھ لینے کے بعد اس نے لباس بدلا تھا اور خود دھوپ میں بیٹھنے کی غرض سے لان میں چلی آئی تھی، آج سے پہلے اس کی زندگی میں یہ دن ہمیشہ بہت اہمیت کا حامل رہا تھا، اس کی سالگرہ چونکہ چھٹیوں میں آتی تھی جبھی اس نے دادا کے ساتھ بہت اہتمام سے سیلبریٹ کی تھی، دادا ہر مرتبہ اسے بہت خاص گفٹ سے نوازا کرتے، پچھلے سال انہوں نے اپنی تمام زمینی جائیداد اور حویلی اس کے نام کر دی تھی اور جب ان تمام ڈاکومنٹس کی فائل دادا نے اپنی بے غرض دعاؤں کے ساتھ اسے پیش کی تھی تو وہ ان سے جھگڑنے لگی تھی۔

"یہ کیا کیا ہے آپ نے؟ میں کہیں بھاگی جا رہی ہوں؟"

"تم نہیں مگر مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے بیٹے! تم اٹھارہ سال کی ہوگئی ہو اور مجھے اس وقت کا انتظار تھا کب سے، کاش اب اپنی زندگی میں ہی تمہیں بیاہ بھی دوں تو سکون سے مروں گا۔" ان کی بات پہ پرنیاں کی خفگی دلگیری اور اضطراب میں بدل گئی تھی۔

"آج کے دن اگر آپ ایسی باتیں کریں گے دادا تو میں رونے لگوں گی۔"

"یہ تو خوش آئند باتیں ہیں دادا کی جان! دیکھنا تمہارا دولہا کتنا خوبصورت ہوگا تم سے بھی زیادہ۔" انہوں نے اسے بہلانا چاہا تھا اور اس نے منہ بسور لیا تھا۔

"میرے نزدیک خوبصورتی سے زیادہ خوب سیرتی اہم ہے دادا، یہ کیا کہ بندہ خوبصورت ہی ہو خالی خولی اور خوبی نام کو نہ ہو، ایسے لوگ اپنے حسن کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتے ہیں اکثر۔" اس کی بات سے دادا متفق نہیں ہوئے تھے۔

"میری پوتی اتنی حسین ہے کہ کوئی اسے دیکھ کر محبت کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا۔" کیسا یقین تھا ان کے لہجے میں تب جو بری طرح سے ٹوٹ گیا تھا، پرنیاں نے نم آنکھوں کو صاف کیا اور اس بات سے یکسر انجان رہی کہ اپنے دھیان میں گاڑی پورٹیکو میں روک کر اس سمت آتے جہان نے اسے دیکھا ہے اور ٹھٹک کر تھم گیا ہے، سفید لباس نے اس کے شعاعیں بکھیرتے خیرہ کن حسن کی تابناکی کو کچھ اور بھی اجاگر کر دیا تھا، کرسی کی پشت سے نیچے تک جاتا اس کے سیاہ ریشمی بالوں کا مہکتا آبشار ڈوبتے سورج کی نارنجی روشنیوں میں کچھ اور بھی حسین نظر آ رہا تھا، وہ ترچھے زاویے سے بیٹھی تھی اور سنگ مرمر کے ایک حسین مجسمے کی مانند ساکن تھی، جہان نگاہوں میں الجھن لئے بے اختیار آگے بڑھ آیا تھا، وہ جانے کس سوچ میں تھی کہ جہان کو اسے متوجہ کرنے کو باقاعدہ کھنکھارنا پڑا تھا، وہ چونکی تھی اور پھر گھبرا کر ایک دم سرو قد کھڑی ہوگئی اور جیسے اس کے سراپے کی تمام خوبصورتی آشکار ہوگئی، اسی پل ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس کے کھلے بال پیچھے کی سمت اڑنے لگے، جہان تو اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

جہان کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا، اسے محض ایک لمحہ لگا تھا سمجھنے میں کہ وہ پرنیاں ہے، وہ ان سب تعریفوں سے کہیں بڑھ کر دلکش اور متاثر کن حسن کی مالک تھی جو وہ اس کے متعلق سن چکا تھا، اس کی نگاہوں میں واضح ستائش تھی۔

"السلام علیکم!" جہان نے مسکرا کر خوشدلی اور اپنائیت آمیز انداز میں اس پہ سلامتی بھیجی تھی، پرنیاں نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام! آئی ایم ساری میں آپ کو......؟" اس نے دانستہ فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا، اتنا تو بہر حال وہ سمجھ گئی تھی آنے والے کا تعلق شاہ ہاؤس سے ہے۔

"جہان! آئی مین جہانگیر شاہ، آپ پرنیاں بھابھی ہیں میں جانتا ہوں۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا جبکہ پرنیاں اپنے نام کے ساتھ بھابھی کا اضافہ ہوتا دیکھ کر کچھ خاموش سی رہ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر اور اسے پلیز ایک رسمی جملہ نہیں سمجھیئے گا۔" اس کے لہجے و انداز کی اپنائیت و خوشدلی کا وہی عالم تھا، پرنیاں نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ایک نظر اسے دیکھا۔

"پلیز تشریف رکھیئے، میں چائے لاتی ہوں آپ کے لئے۔" پرنیاں کو خود کو سنبھالنا پڑا تھا، جہان بہت دھیان سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا۔

"یہاں سردی بہت زیادہ ہے، میں آپ کے ساتھ اندر چلتا ہوں۔" جہان نے اسی بے تکلفی سے کہا تھا جو کم از کم وہ پہلی ملاقات میں کسی سے بھی برتنے کا عادی نہیں تھا مگر پرنیاں کی بات الگ تھی، وہ معاذ کے حوالے سے اس کے لئے بے حد اہمیت اختیار کر گئی تھی، پھر بعد کے جو حالات تھے وہ پرنیاں کے لئے اپنے دل میں بہت نرم گوشہ اور دلی ہمدردی محسوس کرتا رہا تھا۔

"شیور! پلیز آیئے۔" پرنیاں نے اس کا خیر مقدم کیا تھا اور وہاں سے پلٹ کر انیکسی کی جانب آگئی، جہاں کچن سے کشمالہ شاید فارغ ہو چکی تھی، جہان کو دیکھا تو بہت تپاک سے سلام کیا تھا، جہان نے مسکرا کر نرمی و خوشدلی سے جس طرح سلام کا جواب دیا اور اس کی خیریت پوچھی اس سے پرنیاں نے اندازہ کیا تھا وہ اکثر وہاں آتا جاتا رہا تھا۔

"بہت اچھا کیا صاحب آپ آگئے آج تو ہم بی بی صاحبہ کی سالگرہ منا رہے ہیں۔" کشمالہ کی بات پہ جہاں پرنیاں گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھی وہاں جہان نے خوشگواریت کے احساس میں مبتلا ہو کر بے ساختہ پرنیاں کو دیکھا جس کے سپاٹ چہرے پہ کچھ خاص تاثر نہیں تھا، جبکہ جہان بے ساختہ مسکرا دیا تھا اس حسین اتفاق پہ کیونکہ آج ہی معاذ حسن کی بھی برتھ ڈے تھی اور وہ اس دن کو ہمیشہ کی طرح پھر بھول گیا تھا، وہ تو معاذ نے اس کا ہمیشہ کی طرح دماغ کھا کر زبردستی خود کو وش کروایا تھا اور پھر اس سے گفٹ کا تقاضا کرتا رہا تھا۔

"میں بھلا اتنی دور سے اب تمہیں کیا گفٹ دوں؟" وہ اس کے مطالبے پہ حیران ہونے لگا تھا۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہے اگر دینا چاہو تو، مگر تم ازل سے ہی کنجوس ہو۔" اور جہان اس کی اس الزام تراشی پہ ہنستا رہا تھا۔

"یہ تو میرے لئے سرپرائز ہے، امیزنگ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ کے لئے گفٹ لے کر آتا، بہر حال، بہت مبارک ہو آپ کو، آپ کا گفٹ مجھ پہ ڈیو رہا۔" جہان نے بہت خلوص اور محبت سے کہا تھا، پرنیاں جیسے مروتاً مسکرائی۔

''ارے آپ کن تکلفات میں پڑ رہے ہیں بھائی صاحب! میں سیلبریٹ تھوڑی کر رہی ہوں۔'' اس کا لہجہ و انداز پر تکلف تھا، جہان کی اتنی اپنائیت اور خلوص کے باوجود وہ جیسے ایک خول میں بند تھی، جہان کو اس کے گریز کی وجہ بہت اچھی طرح سے پتہ تھی، وہ جس کیفیت سے گزر رہی تھی وہ بہت کرب آمیز تھی، اپنے مستقبل کے حوالے سے وہ پر یقین نہیں تھی، جہان کو اس نازک سی لڑکی کے حوصلوں، بردباری اور وقار بھرے انداز نے از حد متاثر کیا تھا۔

''تکلف کیسا؟ آپ کا گفٹ تو بنتا ہی تھا، سالگرہ کا نہ سہی منہ دکھائی کا سہی، معاذ سے بڑا ہوں تو جیٹھ ہوا آپ کا۔'' اس نے دانستہ گفتگو کی نوعیت بدلی تھی مگر پرنیاں کے چہرے پہ لرزتے تاریک سایوں کو دیکھتے اسے اپنی غلطی کا احساس بھی ہو گیا تھا، وہ اتنا متاسف ہوا کہ ہونٹ سختی سے بھینچ لئے، پرنیاں نے اسی خاموشی کے ساتھ چائے کے ساتھ دیگر لوازمات جو اس نے تیار کیے تھے اس کے سامنے چن دیئے، تب وہ چونکا تھا اور ایک بے حد محتاط نگاہ اس کے بے حد دلکش و دلربا چہرے پہ ڈالی تھی۔

''آپ چائے نہیں لیں گی؟'' جہان نے حیرت سے ایک مگ میں چائے دیکھی، تو پرنیاں چونکی۔

''میں دن میں ایک بار چائے پیتی ہوں اور وہ آج ناشتے میں پی لی ہے۔'' اس کے جواب پہ جہان کے چہرے پہ مایوسی چھا گئی۔

''اچھا!'' وہ بے دلی سے بولا۔

''مجھے تو اکیلے چائے پینا اچھا بھی نہیں لگتا۔''

''اچھا یہ بات تھی تو پھر آپ مجھے پہلے بتا دیتے بھائی! اگین سوری مجھے خیال نہیں رہا۔'' پرنیاں واقعی ہی شرمندہ ہو کر رہ گئی تو جہان مسکرایا تھا۔

''چلیں خیر آپ محسوس نہ کریں میں یہ چائے پی لوں تو پھر بیکری سے کیک لے کر آتا ہوں۔'' اس کی اگلی بات پہ پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''شام بہت گہری ہو رہی ہے جہان بھائی! آپ کہاں معمولی بات کے لئے خوار ہوتے پھریں گے۔'' جہان نے چائے کا مگ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کچھ دھیان سے مگر شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اس کا مطلب تو یہ ہوا آپ مجھے اپنی برتھ ڈے کا کھانا کھلائے بغیر ہی ٹرخانا چاہتی ہیں؟'' وہ منہ بنا کر بولا تو پرنیاں بوکھلائی تھی۔

''ایسی بات کب کی میں نے بھائی؟'' اس کی سٹپٹاہٹ پہ جہان نے مزا لیا تھا اور بے ساختہ ہنسنے لگا۔

''دیکھا ڈر گئی نا آپ! سسرالی رشتوں کو غالباً آپ بھی خونخوار سمجھتی ہیں۔'' جہان کی اس لفظی چھیڑ چھاڑ نے پرنیاں کو جھینپ کر سرخ کر ڈالا، خفت اور حیا کی لالی نے اس کے چہرے کا حصار کیا تو شرم کا حسن اس کی خوبصورتی کو دو آتشہ کر گیا، جہان نے اس مبہوت کر دینے والے منظر سے سرعت سے نگاہ چھڑائی۔

(تیری خیر نہیں ہے معاذ پتر! مجھے لگتا ہے تو اپنی ضد اور اپنی باتوں پہ پچھتانے والا ہے عنقریب) اسے پکا یقین ہوا تھا۔

''میں چلتا ہوں بھابھی! ایک آدھ گھنٹے تک واپس آ جاؤں گا، مجھے رات یہیں گزارنی ہے پھر آپ سے باتیں ہوں گی، ایکچوئلی یہاں آفیشلی کام کی غرض سے آیا تھا میں۔''

''جی ٹھیک ہے، کھانا یہیں کھائیے گا بھائی میں ویٹ کروں گی آپ کا۔'' پرنیاں نے بھرپور خلوص کا مظاہرہ کیا اور اس آدھے گھنٹے کی اس ملاقات میں یہ احساس پہلی مرتبہ جہان نے محسوس کیا تھا جبھی اسے خوشگوار قسم کے احساس نے چھوا تھا۔

''مائی پلیژر!'' وہ دل آویز انداز میں مسکرایا اور ذرا سا جھکا اور اسے تعظیم دی تھی پرنیاں کچھ خفیف سی ہو گئی، جہان فارم ہاؤس سے باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تو جانے کس خیال کے تحت اس نے معاذ حسن کا نمبر ڈائل کرنا چاہا تھا کہ اس پل معاذ کا فون آ گیا۔

''کیسے ہو جان من!'' وہ چہکا تو معاذ حیران رہ گیا تھا۔

''خیریت بڑا خوشگوار موڈ ہے۔''

''الحمدللہ تم سناؤ کیسے یاد کیا، یو نو میں تمہیں ہی کال کرنے لگا تھا۔'' اس اطلاع نے معاذ کو جیسے کچھ اور بھی حیرانی میں مبتلا کر دیا۔

''اب تمہاری خوشی میں کوئی شک نہیں رہا مجھے، وجہ بتاؤ جے!'' معاذ کی بات پہ جہان دل سے ہنسا تھا اور کتنی دیر ہنستا رہا، پھر کسی قدر شوخی سے بولا تھا۔

''ضروری تو نہیں میری خوشی تمہاری خوشی کی بھی وجہ ہو۔''

''یہ کیا بات ہوئی بھلا؟'' معاذ نے اسے ڈانٹا تھا۔

''ہے نا، تم کوئی اور بات کرو اس موضوع پہ میں تم سے بات نہ کرنے کا عہد کر چکا ہوں۔'' جہان نے اب کے دانستہ نخوت سے کہا تو معاذ اسی پل کھٹک گیا تھا۔

''کون سی بات؟ بتاؤ مجھے؟''

''کچھ نہیں یار! میں فارم ہاؤس آیا ہوا ہوں۔''

''خیریت سے؟''

''ہاں مل کے لیبرز کو سیلری بھی دینا تھی نا آج کچھ حساب کتاب بھی کرنا تھے۔''

''وہ ابھی تک وہیں ہو گی؟'' معاذ نے سرد لہجے میں استفسار کیا تو جہان نے گہرا سانس کھینچا تھا۔

''کون بھابھی؟ ہاں ان کی چھٹیاں ہیں نا ابھی، بہت ہٹ دھرمی اور اکڑ ہے پپا کی منتخب کردہ محترمہ میں، اگر میں یہاں ہوتا تو ایک بار ذرا دماغ درست کر دیتا لازمی۔'' وہ پھنکارتے ہوئے بولا تھا۔

''خیر مجھے ہمیشہ یہاں تو نہیں رہنا، آ کے پوچھوں گا، سارا کروفر ناک کے رستے باہر نہ نکال دیا تو کہنا اور تمہیں منع بھی کیا تھا اسے بھابھی کہنے کی ضرورت نہیں۔'' آخر میں اس کا لہجہ غراہٹ زدہ ہو گیا تھا۔

”یہ تو وقت بتائے گا بچو کہ کون کس کا کروفر نکالتا ہے، مجھے تو ابھی سے تم پہ رحم آ رہا ہے۔“ جہان نے جیسے مزا لیا مگر معاذ کو تپ چڑھ گئی تھی۔

”آج بھابھی کی بھی برتھ ڈے ہے، میں انہیں وش کر چکا ہوں، سیلبریشن کرنے کا بھی ارادہ ہے۔“ جہان کی بات سن کر معاذ جیسے سناٹے میں گھر گیا۔

”دماغ درست ہے تمہارا؟ کوئی ضرورت نہیں ہے اسے اتنی اہمیت دینے کی سمجھے؟ اور تم اس سے ملے کیوں؟“ وہ ضبط کھو کر چیخ پڑا تھا، جہان نے تحمل سے اس کی بات سنی تھی۔

”تم کیا انہیں شرعی پردہ کرانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ٹھیک ہے میں اب ان سے نہیں ملتا۔“

”جے...... جے! میں بری طرح پیش آؤں گا کوئی ضرورت نہیں اسے سر چڑھانے کی۔“ وہ کلس کلس کر کہنے لگا، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

”معاذ وہ میرے لئے بے حد قابل احترام ہیں، تم سننا نہیں چاہتے ورنہ میں تمہیں بتاتا کہ وہ کس درجہ ڈیسنٹ اور......“

”انف جے! پلیز دس از ٹو مچ۔“ وہ بھینچے ہوئے لہجے میں بولا تھا اور اگلے ہی لمحے سلسلہ منقطع کر دیا، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا، بے حد خوبصورت، چمک دار اور روشن صبح اسے خوش آمدید کہہ رہی تھی، کل انہیں پہنچتے شام ہو گئی تھی پھر اس کے بعد سب سے ملنا ملانا اور ان کی بہترین ضیافت زینب نے یہ بات واضح محسوس کی تھی کہ اسے اور مما جان کو تمام مہمانوں سے بڑھ کر خصوصی پروٹوکول سے نوازا جا رہا تھا تو وجہ محض زرلالے نہیں تھی تیمور کا اپنا حوالہ تھا، گو کہ ان کے ہاں مردانہ اور زنان خانہ الگ الگ تھا مگر اس کے باوجود تیمور خان کل سے بہانے بہانے کتنے چکر زنان خانے کے لگا چکا تھا اور ہر بار اس کی نگاہیں زینب کے چہرے کا ہی طواف کرتی رہی تھیں، کھانے کے بعد زینب کا ارادہ سونے کا تھا مگر زرلالے اسے اپنے ساتھ گھسیٹ لے گئی تھی، مایوں کی رسم کی ادائیگی کے دوران وہ اسے اپنے سب رشتہ داروں سے بھی متعارف کراتی رہی تھی، پھر وہ اسے ہاتھ پکڑ کر جب اپنی اماں کے کمرے میں لائی تو زینب اس کی والدہ کو دیکھ کر حیران ہو گئی تھی، جب وہ لوگ حویلی پہنچے تھے تب تیمور کے ساتھ اس کے بابا نے بھی انہیں خوش آمدید کہا تھا اور وہ تیمور کی طرح دراز قد اور بے حد وجیہہ پرسنالٹی کے مالک تھے ان کے برعکس زرلالے کی والدہ نہ صرف اس کے بابا سے دگنی عمر کی تھی بلکہ بے حد خاموش اور ملول سی نظر آئی تھیں۔

”اماں جان یہ زینب ہے۔“ جس پل زرلالے اس کا تعارف ان سے کروا رہی تھی تیمور خان بھی وہاں چلا آیا تھا۔

”یہ وہی زینب ہے اماں جانی جس کے متعلق میں نے آپ کو بتایا تھا۔“ تیمور خان کے تعارف مکمل کرنے پہ زینب کی گردن میں کچھ اور اکڑ پیدا ہو گئی تھی، وہ اپنی خوبصورتی سے بہت اچھی طرح سے آگاہ تھی پھر یہاں تو اسے خصوصی طور پہ منتخب کیا گیا تھا۔

”جیتی رہو، خوش رہو۔“ انہوں نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اس کے سر پہ رکھ دیا تھا تو زینب کی نگاہ

تیمور کی سمت اٹھی تھی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا نگاہ چار ہوتے ہی بھرپور انداز میں مسکرایا، زینب کچھ جھینپ گئی تھی، تیمور نے اپنا پہلا وعدہ پورا کر دیا تھا کہ تیمور کی والدہ نے اپنی رسم کے مطابق اپنے ہاتھ سے اپنا خاندانی زیور کا ایک کنگن اتار کر اس کی کلائی میں پہنا دیا تھا، گویا انہوں نے اسے بطور بہو تسلیم کر لیا تھا، زینب کی پلکوں پہ حیا آمیز لرزش اتر آئی تھی، پھر وہ زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہیں پائی تھی، اسے تیمور خان کے سامنے اس کی شوخ نگاہوں پہ اپنا وجود موم بن کر پگھلتا محسوس ہوا تھا، وہ مما جان کے پاس اس کمرے میں آئی جہاں انہیں ٹھہرایا گیا تھا تو اس نے وہ کنگن اتار کر اپنے بیگ کی اندرونی جیب میں رکھ دیا تھا، پھر وہ جلد ہی سونے کو لیٹ گئی تھی، گو کہ اجنبی جگہ تھی مگر اس نے بہت پرسکون نیند لی تھی، شاید وہ ہر لحاظ سے مطمئن تھی جبھی اجنبیت کا احساس زائل ہو گیا تھا، صبح اس کی آنکھ جہان کی کال سے کھلی تھی، اس کے سرہانے پڑا سیل فون تسلسل سے بج رہا تھا۔

”ہیلو جے ہاؤ آر یو؟“ اس کی آواز پہ اس وقت تک بھی نیند کا غلبہ تھا۔

”تم ابھی تک سو رہی تھیں؟“ جہان حیرانی سے بولا تھا۔

”کیوں اس وقت تک سونے پہ پابندی ہے کیا؟“ اس کے انداز میں نروٹھا پن در آیا۔

”اس کا مطلب تم نے نماز نہیں پڑھی، شاہ ہاؤس سے دور ہوتے ہی تم نے سب سے پہلے نماز ترک کی ہے پپا جان کو پتہ چلے تو کتنی ڈانٹ پڑے تمہیں؟“

”افوہ جے میرا موڈ خوشگوار ہی رہنے دیں۔“ اس نے ٹوکا تو جہان کچھ لمحوں کو خاموش سا رہ گیا تھا۔

”خیریت ہے نا؟ کیسے فون کیا؟“ اس نے بڑی سی جمائی لے کر پوچھا تھا۔

”تمہاری خیریت دریافت کرنا ہی مقصد تھا، لیکن آئی تھنک میں تمہیں ڈسٹرب کر چکا ہوں۔“ وہ یکایک سنجیدہ ہوا تھا۔

”خیر اب تو کر دیا۔“ وہ شان بے نیازی سے بولی مگر وہ بھی جہان تھا، انا پرست اور بے حد محتاط رہنے والا۔

”نہیں تم آرام کرو، پھر بات کر لیں گے۔“ مما جان کو میرا سلام کہہ دینا، خدا حافظ، اس کی مزید سنے بغیر وہ سلسلہ کاٹ چکا تھا، زینب سلگ کر رہ گئی۔

(تمہاری یہی حرکتیں ہیں کہ میں کچھ اور فیصلے کرنے پہ مجبور ہو گئی ہوں، ورنہ کمی تو تم میں بھی کوئی نہیں تھی) اس نے تلخی سے سوچا اور ایک جھٹکے سے بستر چھوڑ کر واش روم میں گھس گئی، تولیے سے منہ پونچھتی باہر آئی تو مما جائے نماز لپیٹ کر رکھ رہی تھیں، اسے اشارے سے پاس بلا کر حسب سابق اس کے چہرے پہ پھونک ماری پھر نرمی سے بولی تھیں۔

”جہان کا فون تھا؟“

”جی!“ اس نے اسی بگڑے موڈ کے ساتھ جواب دیا تھا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہو کر بال سنوارنے لگی۔

”کیا کہہ رہا تھا؟“ انہوں نے اس کے بے اعتنا انداز کو دیکھتے ہوئے مخصوص نرمی سے سوال کیا۔

"آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور خیریت دریافت کر رہے تھے۔" زینب کا انداز جواب دینے کا لٹھ مار قسم کا تھا۔

"بچے میں تجھے نماز کے لئے بھی جگاتی رہی اور یہ ناشتہ بھی اتنی صبح لوگ کر لیتے ہیں؟ ملازمہ دو بار پوچھنے آچکی ہے۔"

"آپ کو کرنا تھا تو کہہ دیتیں مجھے تو فی الحال بھوک نہیں۔" وہ بدمزگی سے کہتی کمرے سے نکل گئی تھی، باہر کا ماحول اتنا دلکش اور رعنائی لئے ہوئے تھا کہ وہ کچھ دیر قبل کی تلخی فراموش کرنے لگی، درختوں کی شاخوں میں چھپے پرندوں کی چہچہاہٹ سے فضا مترنم تھی، وہ دروازے سے کچھ قدم آگے بڑھ آئی، گول ستونوں والا طویل برآمدہ تھا جس کا سفید پینٹ چمک رہا تھا، گہرے آتشی پھولوں کی بیل بہت خوبصورتی سے ہر ستون سے لپٹی ہوئی تھی، اس سے آگے انیکسی کا دروازہ تھا، انیکسی پینٹ ہاؤسز کی طرز پہ بنائی گئی تھی، اس کی چھت متوازی تھی اور تین اطراف میں اخروٹ کی لکڑی کی دیدہ زیب گرل لگی ہوئی تھی، جس سے سامنے کا حصہ برآمدے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

ایک طرف دو کرسیاں اور چھوٹی سی میز پڑی ہوئی تھی، دوسری طرف کین کا جھولا لٹک رہا تھا، برآمدے کی سیڑھیوں کے دونوں جانب آرائشی لیمپ لگے ہوئے تھے، انیکسی کے لئے ایک چھوٹا اور خوبصورت سا گیٹ اور پورچ بھی بنائے گئے تھے، دائیں طرف گھاس کا چھوٹا سا قطعہ تھا، جسے سنٹرل لان سے الگ کرنے کے لئے درمیان میں باڑھ لگا دی گئی تھی، اس قطع کے کونے میں چھوٹے قد کا ایک درخت تھا جس پر سفید اور زرد پھولوں کے کچھ گچھے لٹک رہے تھے اور اس کے نیچے اخروٹ کی لکڑی کی ایک اسٹائلش سی بینچ نصب تھی، یہ حویلی چہار اطراف سے بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی تھی، حویلی کے سامنے پختہ سڑک تھی، جو پرسکون ندی کی طرح بہتی تھی اور اس پہ شاہ بلوط کے پتے اڑتے پھرتے تھے، یہاں سب کچھ تیمور شاہ سمیت بے حد کشش اور ستائش کا باعث تھا، بلاشبہ اس کا انتخاب ہر لحاظ سے قابل دید تھا، وہ خود کو ایک بار پھر داد دینے لگی اور وہ اس کام میں اتنی محو تھی کہ تیمور خان کی آمد کب ہوئی اسے ہرگز بھی خبر نہیں ہو سکی تھی، وہ اس کے سامنے آ کے سینے پہ بازو لپیٹ کر جب مسکرایا تب وہ نہ صرف چونکی بلکہ قدرے جھینپ بھی گئی تھی۔

"صبح بخیر زندگی!" اس کا لہجہ اس صبح کی طرح فریش اور خوبصورت تھا۔

"صبح بخیر! کیسے ہیں آپ؟" زینب نے لمحہ بھر کو نگاہ بھر کے اسے دیکھا، اس کے اونچے لمبے شاندار سراپے کے سامنے وہ بالکل کسی نازک سی گڑیا کی طرح ہی دکھائی دیتی تھی۔

"میرا جواب اب بھی وہی ہے، تمہارے بنا ادھورا اور نامکمل، زینب پلیز اب اس انتظار کو ختم کر دو۔" وہ خفیف سا اس کی جانب جھکا اور شوخی سے بولا تھا، زینب کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی۔

"تیمور پلیز مجھے تنگ مت کریں۔" وہ جیسے ہی کترا کر جانے لگی تیمور نے اس کا راستہ روک لیا تھا، تیمور کی گہری پرتپش نگاہ اس کی داہنی کلائی پہ تھی جس میں وہ کنگن نہیں تھا جو کل رات والدہ نے اسے پہنایا تھا، تیمور نے ہاتھ بڑھایا اور کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی مرمریں

کلائی تھام لی گویا ریشمی تھان ہاتھ آ گیا تھا، جہاں زینب پوری جان سے کانپ اٹھی وہاں تیمور خان نے بھی استفہامی اور کسی حد تک آنچ دیتی نظروں سے اس کی لرزتی پلکوں کو دیکھا تھا۔

"وہ کنگن کہاں ہے؟"

"مم...... میں نے اتار دیا ہے۔"

"وائے؟" اس کا لہجہ سخت احتجاجی ہو گیا۔

"زینب میں کیا سمجھوں تمہاری اس حرکت سے؟" اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت دیتی تیمور نے ایک اور سوال داغ دیا تھا۔

"کچھ بھی غلط مت سمجھیں تیمور! مما جان میرے ساتھ ہیں، میں ابھی سب کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی، آپ جانتے ہیں نا یہاں آپ کے اس خاندانی زیور کو میرے پاس دیکھ کر سب کیا سمجھیں گے؟"

"میں یہی تو سب لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہوں زینب!" وہ کس قدر غصے سے بولا تھا، زینب نے عاجز ہو کر اسے دیکھا۔

"پلیز تیمور ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔"

"کب آئے گا وہ وقت؟" تیمور نے بھرپور ناراضی سے اسے دیکھا تھا، وہ ہنس پڑی۔

"صبر کریں نا، مجھے ماسٹرز تو مکمل کرنے دیں۔"

"میرا دل چاہتا ہے ابھی تمہیں واپس نہ جانے دوں، تم اتنی لمبی جدائی کی بات کرتی ہو۔" اس کی آنکھیں گستاخ ہونے لگیں، بے باک اور بہکی ہوئی، زینب کے چھکے چھوٹنے لگے۔

"اوہ پلیز اب مجھے جانے دیں۔" وہ ملتجی ہوئی تو تیمور خان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

"وہ کنگن مجھے پہن کے دکھاؤ، رات تو میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں تھا پہنا ہوا۔" عجیب فرمائش ہوئی تھی، زینب گھبرا سی گئی۔

"ابھی نہیں تیمور کہا نا پھر کبھی۔"

"کچھ میری بھی مانو گی لڑکی یا ساری منواؤ گی، ویلی کا سردار بننے والا ہوں مگر تم مجھے اپنے آگے کچھ گردان ہی نہیں رہی ہو۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو زینب بے ساختہ کھلکھلائی تھی۔

"عشق کے دربار میں ہے شاہ بھی گدا، یہ تو سنا ہو گا نا آپ نے۔"

"میں پھر وہی کہوں گا، ایک بار ہتھے لگ جاؤ سارے بدلے ایک ساتھ چکا لوں گا۔" اس کی آنکھیں اس کا لہجہ پھر بہکنے لگا اور زینب کی جان پہ بن کر آنے لگی۔

"تیمور جائیں کوئی دیکھ لے گا نا، کب سے کھڑے ہیں آپ یہاں۔"

"تو دیکھ لے، میں کسی سے نہیں ڈرتا۔" وہ نخوت سے بولا تو زینب نے اسے بے دریغ گھورا تھا۔

"اپنا نہیں میرا خیال کر لیں، میں ہرگز بھی کوئی اسکینڈل نہیں چاہتی۔"

"آج یا پھر کل میں تمہیں ویلی کی سیر کے لئے لے جاؤں گا، تیار رہنا اوکے؟"

"اوکے...... اوکے...... ابھی تو آپ جائیے۔" زینب نے زچ ہو کر کہا تو تیمور پلٹ کر چلا گیا

تھا، زینب مسکراتے ہوئے پلٹی تو اس کا موڈ بے حد خوشگواری سمیٹ لایا تھا۔

☆☆☆

اثر دل پہ کرے شکوہ شکایت ہو تو ایسی ہو
گلے لگ کر کوئی رو کے ندامت ہو تو ایسی ہو
یہی محسوس ہو جیسے کئی صدیاں گزاری ہیں
فقط اک پل کی فرقت میں اذیت ہو تو ایسی ہو
مجھے کانٹا چبھے اور اس کی آنکھوں سے لہو ٹپکے
تعلق ہو تو ایسا ہو محبت ہو تو ایسی ہو

اس کے لبوں کے درمیان سلگتا ہوا سگریٹ تھا اور وہ پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل موسم کی سختی سہتا سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا، کیا تھا ایسا زینب کے انداز میں لہجے میں کہ اس کے اندر اتنی اذیت بھر گئی تھی، وہ تو ازل سے ایسی تھی، خود پسند و لاپرواہ، بے نیاز اور تھوڑی سی بے حس، ہاں یقیناً وہ اپنی حد سے شاید نکل رہا تھا، اس نے سوچا اور گہرا طویل سانس بھرا پچھلے کچھ دنوں سے اس سے اچھی خاصی بے احتیاطیاں سرزد ہو گئی تھیں، اس نے نئے سرے سے خود کو سرزنش کی تھی اور سگریٹ کا آخری گہرا کش لے کر سگریٹ گھاس پہ پھینکا اور جوتے سے مسل دیا، سر اٹھایا تو سامنے پرنیاں کو موجود پایا تھا، میرون شال کا اڑتا ہوا پلو اور حیران آنکھیں، جہان کچھ خفیف سا مسکرایا۔

''آپ اسموکنگ کرتے ہیں بھائی؟'' وہ پتہ نہیں اتنی معمولی سی بات پہ اتنی حیران کیوں تھی۔

''کبھی کبھار کر لیتا ہوں۔'' وہ نظریں چرا کر بولا۔

''میں کچن میں جا رہی تھی، سوچا آپ سے پوچھ لوں ناشتے میں کیا لیں گے، مگر آپ کمرے میں نہیں تھے۔'' وہ گہرا سانس بھر کے وضاحت دے رہی تھی۔

''ہاں میں چہل قدمی کے لئے یہاں نکل آیا تھا، ناشتے کے لئے کانشش نہ ہوں بھابھی، میں کھانے پینے کے معاملے میں نخرے نہیں کرتا، آپ جو اپنے لئے بنائیں وہی میں کھا لوں گا ڈونٹ وری۔''

''ایک بات کہوں آپ سے بھائی اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو......؟'' پرنیاں کی ہچکچاہٹ کو محسوس کر کے جہان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''جی بھابھی ضرور بلاتوقف کہیے پلیز۔''

''پپا نے مجھے اپنی بیٹی بنایا ہے پلیز مجھے بھابھی مت کہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' جہان ایک دم ساکن ہو گیا تھا، اس نے دیکھا تھا ہزار ہا ضبط کے باوجود اس نازک اور بے حد پیاری سی لڑکی کی آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو رہی تھیں، وہ پلٹی تھی اور تیز قدموں سے وہاں سے چلی گئی۔

جہان بہت مشکل سے خود کو سنبھال سکا تھا، اسے پرنیاں کی کیفیت اور اس کیفیت کی اذیت کا احساس بوجھل کرنے لگا، وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس جیسی ایک دم اکیلی رہ جانے والی لڑکی جو حقیقت کی سفاکی کو بہت ہمت سے سہہ رہی تھی، فیصلے کی صلیب پہ پر لٹکتے ہوئے کس تکلیف سے دوچار ہو سکتی تھی اور اس صورت تو اور بھی مشکل ہو رہی تھی کہ کسی فیصلے کا اختیار بھی اس کے پاس نہیں تھا، یقیناً وہ

اپنے وجود میں خدشات واہمات کا ایک ہجوم دبائے پھر رہی تھی، ایک ایسا رشتہ جس کے حوالے سے اس کے پاس کوئی خوشگوار یاد حسین تصور نہیں تھا جس کے قائم رہنے کے بارے میں وہ خود شبہات اور شکوک کا شکار تھی، بلاشبہ اس کا احساس دلایا جانا اس کے لئے خوشگواریت کا باعث نہیں ہو سکتا تھا، جہان کو صحیح معنوں میں صورتحال کی گمبھیرتا کا احساس ہوا تو اس کا پہلے سے بوجھل دل کچھ اور بھی افسردگیاں سمیٹ لایا، اس میں ہرگز بھی شک نہیں تھی پرنیاں کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی، معاذ کا رویہ قابل اعتراض تھا مگر اس سے بھی زیادہ افسوناک امر یہ تھا کہ پرنیاں معاذ کے سارے شدید ری ایکشن سے آگاہ ہو گئی تھی، اس کی نسوانی وقار کی دھجیاں تو بکھری تھیں، وہ بے حد نازک سی لڑکی جو اپنے نازک سراپے کے برعکس بے پناہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی یہ اس کی شرافت ہی نہیں اس کے پندار کا وقار تھا کہ وہ حرف شکایت زبان پہ لائے بغیر بہت ہمت سے سب کچھ برداشت کر رہی تھی، کل جب معاذ کا فون بند ہوا تو اس پل اس کے سیل پہ پپا کی کال آ گئی تھی، انہوں نے اس سے بزنس کے ٹاپک پہ ہی ساری بات چیت کی تھی پھر جیسے کچھ خیال آنے پہ اچانک بولے تھے۔

''جہان بیٹے آپ پرنیاں سے ملے؟'' اور جہان چونکہ پرنیاں سے مل کر بے حد پر جوش تھا جبھی اس قدر خوشی کا اظہار اس نے بے لاگ انداز میں ان کے سامنے کیا تھا۔

''جی چاچو! اور یقین کریں مجھے صحیح معنوں میں بیک وقت معاذ کی قسمت پہ رشک بھی آیا اور تاسف بھی محسوس ہوا۔''

''وہ گدھا ہے، تم دیکھ لینا ایک دن وہ پچھتائے گا۔'' ان کی بات سن کر جہان بے ساختہ نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

''نہیں چاچو خدا نہ کرے، میرے دل سے ان دونوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں، خدا کرے پرنیاں بھابھی کے ساتھ سب کچھ بہت اچھا ہو، آج میں ان سے ملا ہوں تو وہ مجھے بالکل اپنی چھوٹی بہن کی طرح ہی لگی ہیں۔'' وہ ہنس کر بتا رہا تھا، پپا کا جیسے سیروں کے حساب سے خون بڑھ گیا تھا۔

''مجھے تم سے یہی توقع تھی بیٹے! تم اس سے قریب ہونے کی کوشش کرو، وہ رشتوں اور محبتوں کو ترسی ہوئی بچی ہے، میں چاہتا ہوں تم صحیح معنوں میں ہر قدم پہ اس کے لئے بڑے بھائی کا کردار ادا کرو، کرو گے نا؟''

''آپ فکر کیوں کرتے ہیں چاچو! وہ مجھے ہمیشہ بہت عزیز رہیں گی انشاءاللہ۔''

''گڈ، جیتے رہو بیٹے!'' وہ خوش ہو کر بولے تو جہان کو جیسے یاد آیا تھا۔

''چاچو آج پرنیاں بھابھی کی برتھ ڈے ہے، یو نو آج ہی معاذ کا بھی برتھ ڈے ہے، یہ کتنا حسین اتفاق ہے نا چاچو!'' وہ اس پل بچوں کی سی معصومیت سے خوش ہو کر بتانے لگا تھا، پپا ہنس دیئے تھے۔

''امیزنگ! یہ تو واقعی بہت مزے کا انکشاف ہوا ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا تو ہم بھی وہاں پہنچ جاتے، اینی ویز آپ میری بیٹی کو بہت اچھے سے وش کرنا اور ذرا سیلبریشن بھی کر لینا۔''

''جی پپا ڈونٹ وری میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں اور اس وقت ان کے لئے گفٹ لینے جا رہا ہوں۔''

''او کے بیٹا!'' انہوں نے اسے دعاؤں سے نواز کر رابطہ منقطع کر دیا تھا اور جب وہ شام کا نکلا رات گئے واپس فارم ہاؤس لوٹا تو پرنیاں کچھ پریشانی کے عالم میں اس کے انتظار میں ٹہل رہی تھی۔

''کہاں رہ گئے تھے آپ بھائی! میں پریشان ہو گئی تھی۔'' اسے دیکھتے ہی وہ سرعت سے لپک کر اس تک آئی تھی جہان کے ہونٹوں کی تراش میں دل آویز مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی، اسے پرنیاں کی یہ تشویش بہت بھائی تھی۔

''کچھ کام تھا ضروری بس دیر ہو گئی۔'' وہ اس کی ہمراہ اندرونی حصے کی جانب بڑھتے ہوئے نرمی سے جواب دے رہا تھا۔

''پپا نے مجھے بتایا تھا یہاں زیادہ رات کے وقت نکلنا مناسب نہیں ہے نا اس لئے۔''

''لیکن ابھی زیادہ رات تو نہیں ہوئی، یہ بتائیں آپ نے کانا کھا لیا؟'' وہ اس کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں آ چکا تھا، ہاتھوں میں موجود دونوں شاپرز اس نے ٹیبل پہ رکھ دیئے تو پرنیاں نے پہلی باران پہ نگاہ کی تھی۔

''نہیں آپ کے انتظار میں تھے، آپ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں۔''

''بھابھی!'' جہان نے پلٹ کر دروازے سے نکلتی پرنیاں کو بے ساختہ پکارا تھا، وہ جیسے چونکی اور مڑ کے اسے دیکھا۔

''پہلے آپ کیک کاٹ لیں، کشمالہ وغیرہ کو بلا لیں، پھر کھانا کھا لیں گے۔''

''اوہ!'' پرنیاں نے ایک نگاہ شاپر میں موجود کیک کے ڈبے کو دیکھا تھا پھر اسے دیکھتے ہوئے گہرا سانس بھر کے بولی تھی۔

''میں نے آپ کو اس تکلف میں پڑنے سے منع بھی کیا تھا۔''

''اور میں آپ کے اس غیریت کے مظاہرے پہ خفا بھی ہو سکتا ہوں۔'' جہان کی اپنائیت آمیز برجستگی پہ پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔

''ایز یو وش!'' وہ آہستگی سے بولی تھی، جہان نے اس کے اس انداز کو بہت شدت سے محسوس کیا تھا، اسے پپا کی بات یاد آئی، اسے لگا وہ رشتوں کی محبتوں کو ترسی ہی نہیں رشتوں کے اعتماد سے بھی نا آشنا ہے، لے دے کے ایک دادا کا ہی تو رشتہ تھا، اسے پرنیاں سے اپنائیت کے ساتھ ہمدردی بھی محسوس ہوئی تھی، پھر کیک کاٹا گیا تھا اور کھانا گل خان کی فیملی کے ساتھ کھایا گیا، جہان نے جب پرنیاں کو بے حد خلوص سے از سرے نو وش کرتے ہوئے گفٹ پیش کیا تو پرنیاں کچھ خفت زدہ نظر آنے لگی تھی۔

''اس کی کیا ضرورت تھی بھائی! اس روز مما اور پپا اتنے سارے تحائف لائے تھے نا۔''

''آپ کھول کر دیکھیں اسے، آئی تھنک آپ کو بہت پسند آئے گا۔'' اس کے اصرار پہ پرنیاں نے خوبصورت چکنا پیپر ہٹا کر پیکٹ کھولا تو ایک خوبصورت سے پن سیٹ کے ساتھ محسن نقوی، فرحت عباس شاہ اور پروین شاکر کی کتابیں اس کے سامنے تھیں، اس نے بے اختیار خوشگوار تاثرات کے ساتھ جہان کو دیکھا تھا وہ اسی کی سمت متوجہ تھا نگاہ چار ہونے پہ بھنوؤں کو دوستانہ انداز

میں جنبش دے کر مسکرایا تھا پرنیاں کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''تھنکس اے لاٹ بھائی! آپ کا گفٹ مجھے بہت پسند آیا ہے، ریئلی!'' اس کے لہجے میں معصومیت بھرا جوش تھا، جہان کو وہ بے حد پیاری لگی تھی، وہ اس سے کتنی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا تھا، تب ہی پپا کا فون پرنیاں کے سیل پہ آ گیا تھا، انہوں نے جب اسے برتھ ڈے وش کیا تو وہ پہلے حیران ہوئی تھی پھر جہان کو دیکھ کر گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''کہاں تک خبریں پہنچا دیں ہیں آپ نے؟'' پپا سے فون پہ بات کر لینے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئی تو مسکراہٹ دبا کر بولی تھی۔

''انگلینڈ تک۔'' وہ جواباً شرارت سے بولا تھا اور پرنیاں اس پل ہی پھر سے جیسے سنجیدہ ہو گئی تھی، وہ اسے شاہ ہاؤس کے ایک ایک مکین کی متعلق بتاتا رہا تھا جب پرنیاں کی بات پہ ایکدم حیران ہو گئی۔

''شاہ ہاؤس میں اب آپ کے بعد اگر میں کسی سے سب سے زیادہ ملنے کی شائق ہوں تو وہ زینب ہیں۔''

''صرف زینب کیوں؟ جبکہ ماریہ اور حوریہ تو آپ سے ملنے اور دیکھنے کو سخت بے چین ہیں۔'' جہان کے سوال پہ پرنیاں کے ہونٹوں پہ معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''آپ کو جو دیکھ لیا ہے۔''

''تو......؟''

''مجھے دیکھ کر زینب سے ملنا ضروری کیوں ہو گیا؟'' اس کی آدھی ادھوری بات نے جہان کی حیرت دو چند کر دی۔

''اس لئے کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم جو ہیں، مما نے مجھے بتایا تھا زینب آپ سے منسوب ہیں۔'' وہ شرارت بھرے انداز میں بولی تھی اور جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا، البتہ اس کے چہرے کی تمتماہٹ ضرور بڑھ گئی تھی۔

''آپ اگلی بار آئیں تو زینب کی تصویر لائیے گا۔'' اس کے اصرار پہ جہان بوکھلا اٹھا تھا۔

''آپ خود شاہ ہاؤس آ کر ان سے مل لینا۔'' وہ جیسے صاف کترایا تھا۔

''نہیں آپ انہیں یہاں لے آیئے گا۔'' وہ مصر رہی تھی جہان نے کاندھے اچکا دیئے تھے، رات وہ کتنی مطمئن تھی مگر بظاہر، رات تک تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کل وہ پھر سے مضطرب ہو جائے گا، ایسا کیا تھا زینب کے لہجے میں؟ مجھے یہ سب اتنا برا کیوں لگا؟

وہ ایک بار پھر سوچوں سے خود کو ہلکان کر رہا تھا جب پرنیاں کی پکار پہ وہ چونک کر متوجہ ہوا، وہ انیکسی کے دروازے پہ کھڑی اس کی سمت متوجہ تھی۔

''ناشتہ کر لیں بھائی ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' جہان نے سر جھٹکا تھا اور اس کے ہمراہ کچن میں آ گیا، قیمہ بھرے پراٹھے، مٹر کارائتہ چائے اور ابلے ہوئے انڈوں کے ساتھ چیز سینڈوچ، اس نے اچھا خاصا اہتمام کیا ہوا تھا، جہان کو شرمندگی نے آن لیا۔

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

''اُفوہ بھا......'' وہ ایکدم زبان دبا گیا اور خائف سی نگاہ پرنیاں پہ ڈالی تھی وہ نارمل تھی۔

''اِٹس اوکے!'' جہان نے بے ساختہ ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''آپ کو اتنا اہتمام نہیں کرنا چاہیے تھا، خوامخواہ تکلیف کی۔''

''اب آپ غیریت کا مظاہرہ کر رہے ہیں بھائی!'' وہ شاکی ہوئی تھی، جہان کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی اس کے ہی الفاظ لوٹانے پہ، جہان نے بہت خوشگوار موڈ میں اس کے ساتھ ناشتہ کیا تھا پھر جب وہ اس سے رخصت ہو کر آ رہا تھا تو پرنیاں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔

''میری اگر کوئی بات بری لگی ہو تو مجھے......''

''کیسی باتیں کرتی ہیں؟ آپ میری بہن ہیں چھوٹی، اول تو کوئی غلط بات آپ نے کی نہیں بالغرض کبھی ایسا ہوا تو بھی مجھے برا ہرگز نہیں لگے گا۔''

جہان کی محبت کے اس مظاہرے نے پرنیاں کی آنکھیں بھگو ڈالی تھیں، جہان اس کے پاس سے لوٹا تو اس کا دل صرف اپنے لئے نہیں پرنیاں کے لئے بھی بوجھل ہو رہا تھا، واپسی کا راستہ طویل تھا جو خاموشی سے کٹتا اگر معاذ کی کال نہ آ جاتی۔

''کیسے ہو؟'' وہ ہمیشہ پچھلی تلخی بھلا کر بات کیا کرتا تھا، جہان کو اس کی یہ بات بہت پسند تھی۔

''فائن تم کیسے ہو؟'' وہ خود کو کوشش کے باوجود نہیں سنبھال سکا۔

''کہاں ہو تم زینب سے بات کراؤ میری؟''

''میں گھر پر نہیں ہوں۔''

''پھر کہاں ہو وہیں فارم ہاؤس؟'' وہ چونکا۔

''نہیں واپس آ رہا ہوں خیریت؟'' اس سے پہلے کہ جواب دیتا گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے اس نے ایکدم بریک لگائے مگر کوئی نسوانی وجود اس کی گاڑی سے ٹکرا کر کئی فٹ دور اچھل کر جا گرا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

چھٹی قسط کا خلاصہ

اور تیمور خان کی زینب سے جہان کے حوالے سے فون پر تکرار ہوئی ہے جس کی وجہ سے زینب تیمور سے خفگی کے اظہار کرتی ہے شادی میں شریک ہونے سے انکاری ہو جاتی ہے، تیمور کو معذرت کر کے اسے منانا پڑتا ہے، تیمور خان کی حویلی میں زینب کو جو پذیرائی ملتی ہے وہ تیمور کی وجہ سے ہے، جسے پاکر زینب خود پہ نازاں ہے۔

ژالے مارکیٹ میں نیلما کی قابل اعتراض تصاویر والا میگزین دیکھ کر ایک بار پھر خود پہ ضبط کھو دیتی ہے، مسز آفریدی اس کی اس عادت سے بہت نالاں ہیں۔

جہان کا پرنیاں سے فارم ہاؤس پہ سامنا ہوتا ہے، وہ پہلی ہی ملاقات میں پرنیاں کے لئے دل میں نرم گوشہ محسوس کرتا ہے، خود پرنیاں جہان کے لئے بہت اپنائیت محسوس کرتی ہے، وہ جہان کو زینب کے حوالے سے بات کر کے حیران کر دیتی ہے۔

فارم ہاؤس سے واپسی پہ جہان کی گاڑی کو حادثہ پیش آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

ساتویں قسط

جہان کے اعصاب ایک دم سے کشیدہ ہو کر رہ گئے، سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس کی گود میں گرا تھا، اس نے تنے ہوئے چہرے کے ساتھ گردن موڑ کر کھڑکی کے شیشے کے پار دیکھا، پختہ سڑک سے ایک فٹ کے فاصلے پہ کچی زمین پہ گرا ہوا وہ نسوانی وجود تھا، جہان نے سیل فون اٹھا کر سائیڈ پہ رکھا اور خود دروازہ کھول کر عجلت میں گاڑی سے باہر نکلا، دھول مٹی میں اٹا نسوانی وجود اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی مگر شاید کھڑے ہونے کی ہمت نہیں تھی۔

''آر یو آل رائیٹ؟''

وہ نزدیک آ کر قدرے جھک کر خفت زدہ آواز میں بولا، نیلما جو سر جھکائے ٹخنہ دبوچے کراہ رہی تھی اس گمبھیر تر لہجے کی سحر انگیزی پہ بے ساختہ سر اٹھا کر متوجہ ہوئی جہان کی پر تشویش نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں آف وائیٹ قیمتی سوٹ میں میرون ٹائی لگائے آنکھوں پہ سن گلاسز تھے بے حد شاندار اور وجیہہ پرسنالٹی کا مالک اس کی شخصیت میں کچھ ایسی مقناطیسی کشش ایسی دلکشی وقار اور رعب و دبدبہ تھا کہ نیلما تو بس اسے دیکھتے رہ گئی؟ اندر کی کڑواہٹ نکالنا کسے یاد رہنا تھا، جہان کو اس کی نگاہوں کے اس انداز نے کوفت میں مبتلا کیا تھا، وہ لوگوں کے اس قسم کے رویوں کا عادی نہیں ہو پاتا تھا جو اس کی غیر معمولی وجاہت میں کھو کر رہ جایا کرتے تھے، ناگواری دبا کر وہ قدرے زور سے کھنکارا اور کسی قدر بے اعتنائی سے بولا تھا۔

''غلطی آپ کی تھی سراسر آپ اچانک میرے راستے میں آ گئی تھیں۔''

''میں چل نہیں سکوں گی، کیا تم مجھے سہارا دے سکتے ہو؟'' اس فرمائش نے جہان کو سٹپٹا دیا، وہ قدرے جزبز ہوا تھا اور یوں اِدھر اُدھر دیکھا جیسے یہ ذمہ داری کسی اور کے سر ڈالنے کا خواہش مند ہو مگر سڑک ہی نہیں پورا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔

''کہاں سے آئی ہیں آپ اور کیسے؟'' جہان کو اسے تنہا دیکھ کر فطری حیرت نے آن لیا تھا۔

''یہ مت پوچھو مجھ سے، کہاں جانا ہے وہاں پہنچا دو مہربانی۔'' اب کے وہ بے اعتنائی سے بولی اور یوں اسے دیکھنے لگی جیسے ہاں یا ناں میں جواب کی منتظر ہو، جہان کچھ اور متذبذب ہو گیا تھا۔

''مجھے لگتا ہے تم نے مجھے پہچانا نہیں، بہرحال اچھی بات ہے اور فکر نہ کرو میرا چڑیلوں کے قبیل سے کوئی تعلق نہیں۔'' اس کے گریز کو وہ اپنے انداز میں لے کر تسلی کرا رہی تھی، جہان نے چونک کر اسے دیکھا پھر کسی قدر خفیف سا ہو کر رہ گیا تھا۔

''کہاں جانا ہے آپ کو؟'' وہ اسے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے رسانیت سے بولا تھا لہجے میں مخصوص ٹھہراؤ در آیا تھا۔

''ویسے تو لاہور میں ہوتی ہوں، کوئی ایک مستقل ٹھکانہ تھوڑی ہے۔'' وہ اٹھی تھی اور اپنا ہاتھ سہارے کو اس کی جانب بڑھایا جسے جہاں نے بے حد تامل اور ہچکچاہٹ کے بعد پکڑا تھا مگر اس پل اس کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی تھی جب اگلے لمحے نیلما نے درمیانی فاصلہ از خود مٹا کر اپنے وجود کا سارا بوجھ ایک طرح سے اس کے اوپر ڈال دیا تھا، جہان اسے چھوڑ کر بدک کر فاصلے پہ ہوا اسے یکلخت جیسے کسی نے جلتے شعلوں میں دھکیل دیا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' اس نے اسے ایسی نظروں سے گھور کر دیکھتے ہوئے ڈانٹا جیسے قتل کر دینا چاہتا ہو، ایک پل لگا تھا محض جہان کو اس کی غلیظ سوچ کی اتھاہ میں پہنچنے تک۔

''اوہ میں شاید گرد میں لتھڑ گئی ہوں اور تمہارا ڈریس خراب ہو گیا ہے نا؟'' وہ لڑکھڑا کر سنبھل چکی تھی اور اب کھسیائے بغیر وضاحت پیش کر رہی تھی، جہان کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا اس نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا اور زور سے سر جھٹکا۔

''ارے سنو مسٹر ڈیشنگ......!'' جہان بھنا کر کچھ کہے بغیر پلٹ کر تیز قدموں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا، وہ اسے پہچانا تو نہیں تھا البتہ اس سے متنفر ضرور ہو گیا تھا۔

''دیکھو ایسا غضب مت کرنا، میں اس ویران علاقے میں زخمی حالت میں بے یار و مددگار سردی سے مر بھی سکتی ہوں، پلیز ہیلپ می!'' جہان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہی تو نیلما کی آہ و بکا پہ اس نے خار کھائی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''کیا تکلیف ہے آخر تمہیں؟'' وہ پھنکارا تھا۔

''پلیز مجھے روڈ تک ڈراپ کر دو پلیز۔'' وہ ملتجی ہوئی تھی۔

''بیٹھو گاڑی میں، مجھ سے یہ توقع مت رکھنا کہ تمہیں سہارا دوں گا۔'' وہ جیسے مجبوراً بولا تھا مگر لہجہ و انداز بے حد کڑا رہا تھا۔

نیلما نے کچھ حیرانی سے اس خشک مزاج انسان کو دیکھا تھا، ورنہ وہ ایسا جادو اثر حسن و جمال رکھتی تھی کہ مرد اس کی محض ایک جھلک پہ پاگل ہو اٹھتے تھے، لاکھوں دیوانے تھے اس کے، خاندانی نام و نصب والے امیر کبیر جو اس کے پیروں کے تلوے چاٹا کرتے تھے، یہ کیسا عجیب انسان تھا جو تنہائی میں بھی اس کے حسن جہاں سوز کے آگے بہکنا تو درکنار اس کی ذرا سی بے تکلفی پہ بھپر اٹھا تھا، وہ لنگڑاتی ہوئی آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی، پچھلی سیٹ پہ وہ گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی کہ فرنٹ ڈور اوپن کرنے کو اس کا بڑھتا ہاتھ دیکھ کر ہی جہان نے بہت سخت لہجے میں اسے پیچھے بیٹھنے کا آرڈر کیا تھا، اس نے نگاہ بھر کے ایک بار پھر اس یوسف ثانی کو دیکھا اور جیسے اس کی وجاہت کی رعنائیوں میں گم ہونے لگی، قدرت نے ایسے بہت فیاضی سے حسن کی دولت سے نوازا تھا صرف وجاہت نہیں وہ باوقار اور مغرور بھی تھا شاید اسی وجہ سے کچھ انوکھا محسوس ہوتا تھا اور انسانی فطرت ہے ناقابل رسائی شے کی مانند لپکنا اس کی خاطر تڑپنا، وہ خود بے حد حسین تھی مگر جہان میں کچھ تو ایسا تھا کہ وہ پہلی نگاہ میں ہی اپنا دل پہلو سے سرکتا محسوس کرنے لگی تھی، اس نے خود کو یہ سوچ کر تسلی دے لی تھی کہ وہ نفاست پسند ہو سکتا ہے اور میرا حلیہ اس وقت خراب ہو رہا ہے، گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تب وہ اپنے خیالات سے چونکی تھی۔

''مین روڈ آ گیا ہے محترمہ، پلیز تشریف لے جائیے۔'' جہان نے جیسے مارے بندھے ہی اسے مخاطب کیا تھا، نیلما ٹھنڈا سانس کھینچ کر رہ گئی، یہ سفر کتنی جلدی اختتام پذیر ہو گیا تھا جبکہ وہ ابھی ڈھنگ سے اس سے کوئی بات بھی نہیں کر سکی تھی۔

''بہت شکریہ جناب! آپ مجھے اپنا نام بتا سکتے ہیں؟'' وہ کس قدر شائستگی سے بولی تھی مگر جہان کی صبیح پیشانی پہ بل پڑنے لگے۔

''میں اجنبی لوگوں سے راہ و رسم بڑھانا پسند نہیں کرتا، آپ گاڑی سے اتریں گی۔'' بے حد روکھا لہجہ پر نخوت انداز نیلما کے حوصلے پست کرنے کو کافی ثابت ہوا۔

''میں نیلما ہوں، لاہور ڈیفنس میں ہوتی ہوں، کبھی فرصت ملے تو تشریف لایئے گا، آپ کی خدمت کرنے سے مجھے روحانی تسکین حاصل ہو گی۔''

اس کے الفاظ نے جہان کو بھک سے اڑا دیا تھا، ''نیلما'' فلم ایکٹریس، مشہور ماڈل، بدنام شہرت اور اسکینڈلز کی زد میں رہنے والی اس کے قدم نیچے رکھتے ہی جہان نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھائی تھی، نیلما نے سرد سی آہ بھری اور لنگڑاتی ہوئی فٹ پاتھ پہ چلنے لگی۔

☆☆☆

میرا ہاتھ ، تیرا ہاتھ ، لمبی سڑک اور یہ دسمبر
گم صم مثالیں ، سنہری راتیں اور یہ دسمبر
بھیگے دن مدھم سورج ہلکے بادل اور یہ دسمبر
بہتی ندیا گاتے پنچھی اڑتی دھند اور یہ دسمبر
کافی بستر تیری محبت اور یہ دسمبر
تنہا میں تنہا چاند میرا کمرا اور یہ دسمبر
میری آنکھیں میری نیند تیرا خواب اور یہ دسمبر

پجارو دھیرے دھیرے ڈھلوانی سڑک پہ آگے بڑھ رہی تھی، خوبصورت مناظر متحرک تھے ایسے میں من پسند ساتھی کی قربت اور اس کا سحر انگیز لہجہ سماعتوں میں رس گھول رہا تھا، زینب تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی، تیمور خان اسے اپنی حویلی دکھانا چاہتا تھا اور زینب کے منع کرنے پہ بھی مصر تھا مگر زینب اس موقع پہ جبکہ حویلی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی لوگوں کو خود پہ انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی سہولت سے انکار کر دیا تھا۔

''مجھے ساری عمر آپ کے ساتھ اسی حویلی میں رہنا ہے، تیمور پھر کبھی دیکھ لوں گی نا، ابھی نہیں ضد نہیں کرتے۔''

''مگر کیوں؟'' تیمور خان خفا ہونے لگا تھا۔

''بتایا تو تھا آپ کو پھر بھول گئے؟'' زینب نے آنکھیں نکالیں تو وہ جھنجلا گیا تھا۔

''فضول کی باتیں ہیں، کسی میں جرأت نہیں کہ تم پہ انگلی اٹھائے۔''

''تیمور، مما جان ساتھ ہیں میرے، انہیں یہاں ہمارے تعلق کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے، میں نہیں چاہتی آپ کا پروپوزل آئے تو کوئی ایشو اٹھے، آپ جانتے ہیں میں کس حیثیت سے یہاں آئی ہوں۔''

''او کے فائن، مگر میں تمہیں حویلی کی سیر ضرور اپنے ساتھ کراؤں گا اور آج ہی، مہندی کی تقریب تو رات کی ہے نا تم میرے ساتھ آج دوپہر کو چلنا۔''

''یہاں کے لوگ رعایا ہیں ہماری، کسی میں جرأت نہیں کہ تیمور خان کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ لے، آئی سمجھ؟'' وہ اس کا سر تھپک کر بولا تھا اور پھر اسے دوپہر کے کھانے کے بعد اپنے ساتھ لے

کر نکل آیا تھا، زرلالے نے اسے مما جان کی طرف سے اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ انہیں سنبھال لے گی کوئی بھی فرضی کہانی سنا کر اور اب وہ تھی اور تیمور خان کی سنگت، زندگی کا تمام حسن جیسے انہی لمحوں میں سمٹ آیا تھا۔

ابھی کچھ دیر قبل بارش ہوتی رہی تھی، مگر اس وقت بارش تھمی ہوئی تھی، دھند یکلخت چھٹ گئی تھی البتہ ہوا میں خنکی کا احساس شدید تھا، ہر چیز دھل کر صاف شفاف اور نکھری ہوئی نظر آ رہی تھی، بڑے بڑے ناریل اور صنوبر کے درخت ہوا سے جھوم رہے تھے، سڑک شفاف آئینے کی طرح چمکتی اور بل کھاتی ہوئی دور تک جا رہی تھی، راستے میں پھسلن کی وجہ سے تیمور بہت احتیاط سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''زینی تم بھی کچھ سناؤ نا مجھے؟'' تیمور خان کی فرمائش پہ زینب کچھ کنفیوژ سی ہو گئی۔

''میں......! مجھے تو کچھ بھی اس وقت یاد نہیں آ رہا۔''

''اتنی حسین جگہ پہ اس قدر خوبرو ہمسفر کے ہمراہ بھی تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا؟'' تیمور کو حیرانی نے آن لیا، زینب ہنسنے لگی، تیمور نے پجارو روک دی تھی، زینب نے مبہوت ہو کر اس جگہ کو دیکھا، سامنے پہاڑوں کے درمیان سے گرتا ہوا آبشار فضا کو جلترنگ بنا رہا تھا، ٹھنڈی ہواؤں کے سرسراتے جھونکے زینب کے شال کے پلو اور ریشمی بالوں کو پیچھے کی جانب اڑانے لگی، وہ بے اختیار ہو کر آبشار کی جانب بڑھی تو تیمور نے اسے ٹوکا تھا۔

''سنبھل کے زینب، یہاں پتھروں پہ پھسلن بہت ہوتی ہے۔'' زینب مسکرا دی، آبشار کا پانی چھوٹے بڑے پتھروں پہ گرنے کے بعد اڑ کر اس کے چہرے کو بھگو رہا تھا، وہ قدم جما کر چلتی ایک سفید پتھر پہ آ کر بیٹھ گئی، ساری فضا دھلی دھلی اور نکھری نکھری تھی، زینب نے اپنے بیگ سے ہنڈی کیم نکالا اور اس حسین منظر کو محفوظ کرنے لگی۔

''اگر اتنی شدید سردی نہ ہوتی تو میں لازمی اس آبشار کے نیچے کھڑی ہو کر بھیگتی۔'' وہ مچل کر بولی تھی، تیمور خان جو اسے ہی دیکھ رہا تھا بے اختیار ہنس پڑا۔

''تم تو پاگل ہو رہی ہو زینی! صرف خود نہیں مجھے بھی پاگل بنا رہی ہو۔'' وہ اس کے نزدیک آیا اور سرگوشی سے مشابہہ آواز میں بولا زینب نے اس کی گرم سانسوں کو اپنی گردن پہ محسوس کیا تو سرعت سے فاصلے پر ہوئی تھی، تیمور خان کی بڑی بڑی سحر طرز آنکھوں میں سرخی اور اس کی قربت کی پیاس ہمک رہی تھی، اس کے چہرے پہ تمتماہٹ تھی، وہ اس تنہائی اور قربت میں یقیناً گستاخ ہو رہا تھا، زینب کو اسی پل اس سے خوف محسوس ہوا، اس کی نگاہوں میں ایسا ہی مجنونانہ سا تاثر چھلک رہا تھا۔

''مجھ سے ڈر رہی ہو زینی! میری بیوی بننا ہے نا تمہیں۔'' وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا نازک وجود اپنی ایک مضبوط آہنی بازو کے حصار میں مقید کر چکا تھا، اس کی پرشور سانسوں کا پرتپش تنفس زینب کے وجود میں انگارے بھر گیا وہ محض پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔

''چھوڑیں مجھے تیمور! یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' وہ ایکدم سے روہانسی ہو گئی تھی، اس مضبوط مرد کے سامنے اس کی حیثیت کسی پر کٹی چڑیا سے زیادہ نہیں تھی، خوف کا شدید احساس اس کا دل بند

کرنے لگا۔

"پیار...... پیار کررہا ہوں نا...... کتنا تڑپاتی ہو مجھے زینی! یونو میں کسی کی خاطر اتنا انتظار نہیں کرتا۔" وہ کچھ اور بھی بہکا تھا، زینب کی جان ہوا ہونے لگی، کیا یہ تھا اس کی اڑان کا نتیجہ؟ اس کے اندر غضب کا طیش اور غیض ابھرا تھا، اسی غیض اور طیش میں اس نے بھرپور مزاحمت کی تھی اور تیمور کی گرفت سے ایک جھٹکے سے نکل گئی۔

"دماغ ٹھیک ہے آپ کا تیمور؟ کیا سمجھا آپ نے مجھے، مفت کی چیز یا پھر اپنے مزارع کی کوئی بے بس لڑکی۔" وہ پھٹ پڑی تھی اور جیسے مرنے مارنے پہ تل گئی تھی، تیمور جیسے حواسوں میں لوٹ آیا۔

"میں اپنے مزارع کی لڑکیوں سے ایسی حرکتیں کرتا پھرتا ہوں؟" وہ ناگواری سے بولا تھا زینب نے پھنکارتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور چیخ کر بولی تھی۔

"مجھے کیا پتہ میں آپ کے ساتھ ساتھ نہیں پھرتی۔"

"آئی ایم ساری یار، میں شاید کچھ بے قابو ہو گیا تھا، بہت محبت کرتا ہوں تم سے رئیلی، بس ذرا اظہار میں احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھا۔"

زینب کے تتے تنے سرخ چہرے پہ للچائی ہوئی نظریں جمائے وہ اس کا موڈ بحال کرنے کی کوشش میں مصروف ہوا تھا، زینب اپنے اندر سے اٹھتی کسی تند لہر لب بھینچے دبا رہی تھی ایک گھٹی گھٹی سانس بھرتے ہوئے جھک کر اپنا ہینڈی کیم اٹھاتے ہوئے بیگ کاندھے پہ ڈال کر واپس چلنے کو تیار ہو گئی تھی۔

"زینی کچھ بولو نا...... خفا ہو ابھی تک، یار کر رہا ہوں نا ایکسکیوز، سارا قصور میرا کہاں ہے تم لگ بھی تو اتنی حسین رہی ہو، میں فرشتہ تو ہوں نہیں محبت میں بے بس عام سا انسان ہوں۔" وہ اس کا موڈ بحال کرنے کو بے حد لجاجت سے کہہ رہا تھا۔

"شادی کے بعد تو یہ پابندی نہیں ہو گی نا میم! ورنہ ہم تو بے موت مر جائیں گے۔" وہ جس طرح بولا تھا زینب اسے خفیف سا گھور کر رہ گئی۔

"اب واپس چلیں۔"

سامنے پہاڑ کے پیچھے آسمان اب دھیرے دھیرے غروب ہونے لگا تھا، آسمان کا رنگ شفق رنگ ہو رہا تھا کچھ شفق رنگ کرنوں نے زینب کے چہرے کو چھوا تو اس کا کندنی روپ گویا جگمگا اٹھا، تیمور اس میں کھونے لگا اس کا دل آج بغاوت پہ آمادہ تھا، مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ زینب کو خفا نہیں کرنا چاہتا تھا جبھی کاندھے اچکا کر اس کے ہمراہ ہو لیا تھا۔

☆☆☆

ہوا بن کے بکھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے
میرے جینے یا مرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے
اسے تو اپنی خوشیوں سے ذرا فرصت نہیں ملتی
میرے غم کے ابھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے

وصی اس شخص کی یادوں میں تم روتے رہو لیکن
تمہارے ایسا کرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے

جہان آفس سے لوٹا تو معمول سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا، مما جان کو جو لان میں موجود تھیں سلام کرتا ہوا وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا، ٹائی اتار کر رکھتے ہوئے اس نے کوٹ اتارا تھا پھر ریسٹ واچ کھولنے کے بعد بے حد تھکے ماندے انداز میں وہیں بستر پہ بیٹھ گیا، زینب کو گئے ہوئے آج تیسرا دن تھا، اس دوران اس نے ایک بار بھی جہان کو کال نہیں کی تھی، حالانکہ وہ پل پل منتظر رہا تھا، دھیان کے تمام ارتکاز ہر پل اس کی جانب لگتے رہتے، پتہ نہیں کیا بات تھی کیسا احساس تھا جو اسے مضطرب کیے رکھتا، کسی ہونے والے نقصان کا خوف رگوں کو بھینچے جاتا تھا، وہ کبھی تو ہم پرستی میں مبتلا نہیں ہوا تھا مگر اب طرح طرح کے وہم اسے جکڑے رکھتے، وہ اپنے جذبوں کو آشکار کرنے کے معاملے میں ہمیشہ بہت سخت اصولوں پہ کاربند رہا تھا مگر اب جیسے ان تمام احتیاطوں سے منکر ہونے کو دل چاہ رہا تھا، وہ زینب پہ اپنی بے چینی منکشف کر کے اسے اپنے لئے اپنا آپ سنبھالنے کی تلقین کرنے کا خواہش مند تھا اور یہ خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ اس کے آگے خود کو بے بس محسوس کرنے لگا تھا اور خائف بھی، وہ اس بات پہ یقین رکھتا تھا جو نصیب میں درج ہے وہ ملے بغیر نہیں رہ سکتا مگر محبت کے اپنے تقاضے اپنے مطالبات اور بے بسی ہوتی ہے، وہ محبتوں کی انہی زور آوریوں اور ہٹ دھرمیوں سے خائف تھا۔

"جہان یہ تمہاری چائے، آتے ہی کمرے میں گھس گئے ہو طبیعت ٹھیک ہے نا؟" مدھر سروں میں دروازہ ناک کر کے اسما بھابھی اندر آئی تھیں اور بھاپ اڑاتا چائے کا مگ اس کے پاس رکھتے ہوئے فکرمندی سے بولیں تو جہان خود کو سنبھال کر دانستہ مسکرایا تھا۔

"جی الحمد للہ بالکل ٹھیک ہوں بس کچھ تھک گیا تھا۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، بھابھی نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"مجھے تو تھکن کے ساتھ ساتھ اداسی بھی محسوس ہو رہی ہے، زینب نہیں ہے نا گھر پہ۔" ان کے لہجے میں شرارت تھی، جہان خفیف سا ہو گیا، وہ جانتا تھا اب یہ بات بزرگوں سے نکل کر پورے شاہ ہاؤس میں گردش کرنے لگی ہے۔

"خیر اب ایسی بات بھی نہیں ہے، باقی سب تو ہیں نا یہاں صرف اس کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" چائے کا مگ اٹھانے کے بہانے خفیف سا جھک کر اس نے گویا اپنے چہرے کے تاثرات چھپائے۔

"فرق تو پڑتا ہے دیور جی، یہی تو دن ہوتے ہیں جب ایک دوسرے کے بغیر محفل سونی لگتی ہے، شادی کے بعد تو بیویاں بیچاری بوجھ لگنے لگتی ہیں۔" بھابھی شرارت کے موڈ میں تھیں شاید جبھی بات کو طول دینے لگیں۔

"یہ آپ اپنا تجربہ بیان کر رہی ہیں، ضروری نہیں ہر کوئی آپ کے شوہر نامدار جیسا ہو۔" جہان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے گفتگو کا رخ ان کی جانب موڑ دیا مگر بھابھی بھی ایک کائیاں تھیں۔

"اس کا مطلب تم زینب کو ہمیشہ یونہی اہمیت دیتے رہو گے؟" جہان نے نچلے ہونٹ کا کونہ

دبا کر لمحہ بھر کو سنجیدگی کی نگاہ سے انہیں دیکھا۔

''آنے والے وقت کے بارے میں میں قبل از وقت کوئی بات کہنے سے گریز کیا کرتا ہوں۔'' وہ سنجیدہ ہو چکا تھا، بھابھی نے ٹھنڈا سانس بھر کے اسے عاجز ہو کر دیکھا۔

''تم بہت گہرے ہو جہان! زینب سے تمہاری نسبت طے ہے، تم نے کبھی خود کو عیاں نہیں کیا، خوش بھی ہو نا اس رشتے سے؟'' اس سوال پہ جہان نے گہرا طویل سانس بھر کے خالی مگ انہیں تھمایا اور خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''مجھے اپنے بزرگوں کے کسی فیصلے پہ سر جھکا کر ہمیشہ خوشی ملتی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے تم خوش ہو؟'' بھابھی ہنسی۔

''ابھی اس فیصلے پہ عمل درآمد نہیں ہوا، ابھی کچھ کیسے کہہ دوں۔'' وہ جواباً ہنسا تو بھابھی نے کھسیا کر اس کے شانے پہ مکا مارا تھا۔

''چکنے گھڑے ہو جہان تم بھی بس۔'' وہ ہنستے ہوئے اٹھ کر وارڈ روب کے آگے جا کر اپنے کپڑے نکالنے لگا تھا جب اس کے سیل فون کی بیل زور سے بج اٹھی، جہان کا دل ایکدم بہت زور سے دھڑکا اس نے گردن موڑ کر ٹیبل کے گلاس پہ وائبریٹ کرتے سیل فون کو دیکھا تھا، بھابھی جا چکی تھیں اس نے وارڈ روب کا دروازہ کھلا چھوڑا اور جا کے سیل فون اٹھایا، اسکرین پہ معاذ کا نمبر دیکھ کر اس کا سارا جوش و خروش ایکدم سے مدھم پڑ گیا جبھی بولا تو اس کا لہجہ بجھا ہوا محسوس کر کے معاذ نے تشویش ظاہر کی تھی۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟''

''کیوں مجھے کیا ہونا ہے؟'' وہ جھلانے لگا۔

''یار اتنی مری ہوئی سی آواز ہے تمہاری اب میں اور کیا سمجھوں۔'' معاذ کی جوابی جھنجھلاہٹ پہ وہ کھسیا کر ہنسنے لگا تھا۔

''کیسے یاد کر لیا مجھے؟ بلکہ یہ کہنا چاہیے تمہیں اور کوئی کام ہی نہیں ہے، پڑھتے کس وقت ہو؟'' وہ اسے خوامخواہ لتاڑنے لگا، معاذ نے بہت سکون سے اس کی ساری بات سنی تھی پھر اسے کلسانے کو بولا تھا۔

''تمہیں فون کرنے، لنرا کی سنہری زلفوں سے کھیلنے، کھانے سونے ڈرنک کرنے اور کلب میں انجوائے کرنے سے جتنا بھی ٹائم بچتا ہے رئیلی سارا پڑھائی میں صرف کرتا ہوں۔'' جہان نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا اور تاسف سے بولا۔

''تم نہیں سدھر سکتے۔''

''اور تم بگڑ نہیں سکتے، ہک ہا۔''

''سنو کل کیا ہوا تھا، تم نے مجھے ڈرا دیا تھا، کوئی ایکسیڈنٹ ہوا تھا تمہارا؟ غائب ہی ہو گئے جہان کے چہرے پہ ان لمحات کی یاد نے تناؤ بھر دیا۔

''تھنگ چھوڑو اس بات کو۔''

''چل چھوڑ دیا مجھے یہ بتا جے کہ تم نے زینب کو اس کی فرینڈ کے ہاں ویلی جانے کی اجازت

پپا سے کیوں دلوائی؟'' وہ جتنی سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا جہان نے اس قدر ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا، وہ معاذ کی ناگواریت اور خفگی کے گراف کو پا سکتا تھا اور یقیناً اب اسے معاذ کی سخت ناراضگی کا سامنا کرنا تھا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''اس فضول بات کو چھوڑو مجھے صرف یہ بتاؤ تم نے یہ حماقت کیوں کی ہے جے؟''

''یار چھوڑ جانے دے نا۔''

''چلی تو گئی ہے تیری مہربانی سے، مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو......تو میں......تم زینب کو جانتے نہیں ہو جے وہ......'' معاذ کی جھنجھلاہٹ اور خفگی اس کے بے ربط لہجے سے اچھی طرح سے عیاں تھی۔

''میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بات مانوں جبکہ یہ اس کی شدید خواہش بھی تھی۔''

''ہر بات ماننے والی نہیں ہوتی ہے جے! زینب ہے بھی بہت بے وقوف!''

''الس او کے معاذ کم آن یار!'' معاذ بامشکل خود کو کنٹرول کیا تھا، پھر چند اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد جب اس نے فون بند کیا تو جہان قدرے گم صم سا ہو کر رہ گیا تھا۔

(اس کا مطلب ہے کچھ واقعی ایسا ہے، جو صرف مجھے محسوس نہیں ہو رہا ہے) وہ کپڑے اٹھائے واش روم میں گھسا تو ذہن پہلے سے کہیں بڑھ کر پراگندہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

میرے باہر جنگل تھا
اور میرے اندر آگ
آگ نکالوں
سب جل جائے
آگ چھپا لوں
خود جل جاؤں

اسے اپنی آنکھوں میں اپنے چہرے پہ شدید جلن محسوس ہو رہی تھی، پورا وجود یوں جل اٹھا تھا جیسے کسی نے برزخ میں دھکیل دیا ہو، اتنی توہین، اتنی ذلت، کتنی مشکلوں سے اس نے خود کو کنٹرول کیا تھا ورنہ جس انداز میں شہ لالے نے اسے ڈی گریڈ کیا تھا وہ اس کا منہ نوچ لیتی وہ بارات کا دن تھا اور زینب زرلالے کی تلاش میں شہ لالے کے کمرے میں آئی تھی، وہ ناشتے کے لوازمات اپنے سامنے رکھے بیٹھی تھی بالکل اکیلی۔

''میں زرلالے کو دیکھنے آئی تھی وہ......''

''کیوں کیا کام ہے تمہیں زرلالے سے؟ کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ بھی دیا کرو۔'' وہ بھڑک کر بولی تھی بلکہ اس کے گلے پڑ گئی تھی، پہلے تو زینب کو یقین نہیں آ سکا تھا، یہ سب اس نے اس کو کہا ہے، وہ متحیر سی ہو کر اسے دیکھنے لگی تو شہ لالے کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں نکلنے لگی تھیں۔

''آنکھیں پھاڑ کر منہ کھول کے حیرت اور معصومیت کا تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہو تو میں

تمہیں بتا دوں کہ مجھ پہ یہ تمہاری منحوس ادائیں اثر انداز ہونے والی نہیں ہیں، یہ لالہ ہی ہیں احمق اعظم جنہیں تم نے آسانی سے الو بنالیا یا پھر زرلالے، میرا شمار ان میں مت کرنا۔''

کتنی تضحیک تھی اس کے انداز میں اور اس سے بڑھ کر تلخی، زینب کب ایسے رویئے کو سہا تھا وہ جھلس کر رہ گئی تھی، غصے اور توہین کی لہر اس کے اندر سے اٹھی تھی مگر وہ اتنی منجمد اور شاکڈ تھی کہ فوری طور پہ کوئی ردعمل نہیں دے سکی تھی، شہ لالے کی اتنی سنگ دل اور اس درجہ ذلت پہ وہ جیسے دو دھاری تلوار سے خود کو کٹتا محسوس کرنے لگی، غم و غصے کی زیادتی سے دماغ ماؤف ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا، وہ اس کی پوری بات سنے بغیر سرعت سے پلٹی تو دروازے میں پتھر بنی زرلالے پہ نگاہ پڑی تھی، وہ اسے نظر انداز کیے آندھی طوفان کی طرف دروازے سے نکلی اور طویل راہداری عبور کرتی انیکسی کی سمت آ گئی، ایک کرب تھا جو رگ رگ کو کاٹتا ہوا گزر رہا تھا، اگر جواب میں وہ بھی شہ لالے کا منہ توڑ جواب دیتی تو شاید یہ اعصابی تناؤ اتنا نہ بڑھتا، زرلالے اس کے پیچھے لپکی تھی مگر وہ اس کی سنے بغیر بھاگتی ہوئی حویلی کا پچھلا دروازہ پار کر گئی تھی، اسے خود احساس نہیں تھا وہ کیا کر رہی ہے، اس کا منہ جس سمت اٹھا تھا وہ چل پڑی تھی، آنسو ایک تواتر کے ساتھ اس کے گال بھگو رہے تھے، اتنی سبکی اور توہین کا اس کے آس پاس تصور بھی نہیں تھا، اگر اسے ذرا سا بھی اس قسم کی صورتحال کا اندازہ ہوتا تو وہ کب کی تیمور کی جائیداد دولت سمیت اس پہ لعنت بھیج چکی ہوتی، باہر شدید ٹھنڈ تھی، وادی میں زندگی بے دار ہو چکی تھی، لوگ موٹے کپڑوں میں خود کو لپیٹے کام میں لگ گئے تھے، مگر ان راستوں پہ چلنا ابھی خطرے سے خالی نہیں تھا، اونچے نیچے پھسلن زدہ راستوں پہ اس کا دو مرتبہ پیر پھسلا تھا اور متعدد بار اسے ٹھوکر لگی مگر وہ رکی نہیں تھی، بوندا باندی پھر سے ہونے لگی جس نے ہواؤں کو کچھ اور بھی سرد کر کے فضا میں دھندلا غبار بڑھا دیا تھا، ایک بار پھر اس کا پیر پھسلا اور وہ کچھ دور تک پھسلنے کے بعد سنبھلی تو تھک کر وہیں بیٹھ گئی، پیر سہلاتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر دائیں بائیں دونوں اطراف نگاہیں دوڑائیں اور راستے کا تعین کرنے لگی، اسے مما جان کا خیال آیا، غصے میں وہ انہیں کچھ بتائے بغیر نکل آئی تھی، یہ مسئلے کا حل بہر حال نہیں تھا، اسے واپس جانا چاہیے تھا، میں جے کو فون کرتی ہوں، اب میں ایک پل بھی یہاں نہیں ٹھہروں گی، آج ہی واپس جاؤں گی۔

اس نے دل میں عہد باندھا اور اٹھ کر واپسی کے رستے پہ ہوئی تو چند لمحوں کے اندر ہی یہ انکشاف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ بھر گیا تھا کہ وہ راستہ بھٹک چکی ہے، وہ اس علاقے سے انجان تھی اس وقت وہ جہاں تھی وہاں ہر سو ہو کا عالم تھا، برسات کی وجہ سے چھوٹے بڑے نالے پانی سے بھرے ہوئے تھے، وہ کچھ لمحے متفکر سی کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر اندازے سے دائیں جانب مڑ گئی اور تیزی سے چلنے لگی مگر راستہ انجانا تھا اور سنسان تھی جو کسی ذی روح کے استعمال میں لگتی ہی نہ تھیں، سڑک کے اطراف ٹوٹی پھوٹی چھوٹی کھائیاں تھیں، جن میں نگاہ غلطی سے بھی پڑتی تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا، وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تو جانے کیسے قدم پھسل گئے، اس نے لاکھ سنبھلنا چاہا مگر وہ گرتی چلی گئی تھی، اس کے حلق سے نکلنے والی دل خراش چیخوں کی آواز کچھ دیر تک فضا میں گونجتی رہی پھر فضا بھی ساکن ہو گئی تھی۔

زرلالے، زینب کے پیچھے حویلی سے باہر نہیں جا سکتی تھی، ان پہ پابندیاں اتنی سخت تھیں کہ وہ یہ جرأت کرنا بھی چاہتی تو نہیں کر پاتی، وہ کچھ دیر پریشان کن نظروں سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی زینب کو دیکھتی رہی پھر پلٹ کر شہ لالے کے کمرے میں آئی تھی، اسے اطمینان سے ناشتہ کرتے پا کر زرلالے کو گویا آگ لگ گئی۔

''آپ کو احساس ہے آپ نے کیا کیا ہے ادی؟'' وہ پھنکاری تھی، شہ لالے نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور نخوت زدہ انداز میں کاندھے جھٹک دیئے۔

''اب بات لالہ تک پہنچے گی اور ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا، آپ کو لالہ کے غصے کا پتہ ہے نا؟'' زرلالے بے حد خائف نظر آ رہی تھی۔

''مجھے بالکل پرواہ نہیں، ایسی عورتوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے جو کسی کا حق مارنا چاہتی ہوں۔'' شہ لالے نے ٹرے کو غصے میں دور سرکایا اور چیخی۔

''آپ کو کیسے سمجھاؤں، زینی نے کسی کا حق نہیں مارا، لالہ خود اسے اس راستے پہ لائے ہیں، لالہ کا قصور آپ زینب کے سر کیوں تھوپ رہی ہیں؟'' زرلالے سلگی تو شہ لالے نے تیز نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''مردوں پہ کون انگلی اٹھا سکتا ہے، وہ بھی یہاں کے مردوں پہ، مگر میری زندگی اس تمہاری دوست کی وجہ سے تنگ ہونے جا رہی ہے، مجھے اس سے نفرت ہے۔'' اس کا لہجہ ویسا ہی شدید تھا زرلالے نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''وہ غصے میں حویلی سے باہر چلی گئی، پچھواڑے کے گیٹ سے اور آپ جانتی ہیں اس طرف کا علاقہ کتنا خطرناک ہے، اف میری بھی عقل سلب ہو کر رہ گئی، مجھے لالہ کو یہ بات بتانا چاہیے تھی۔'' زرلالے اپنی عقل کو کوستی اٹھ کر بھاگی تھی، پھر اسی کے ذریعے یہ خبر تیمور خان تک پہنچی اور اس نے لمحوں میں طوفان اٹھا دیا تھا۔

''شہ لالے سے تو میں واپس آ کے پوچھتا ہوں اور تم اب بتا رہی ہو مجھے؟'' تیمور خان کی کشادہ روشن پیشانی پہ اضطراب اور ناگواری بے حد نمایاں تھی اس نے بلا دریغ زرلالے کو بھی ڈانٹ کے رکھ دیا تھا، جو اس کے غصے سے خائف ہونٹ بھینچے خاموش کھڑی تھی۔

''زینی کی مما جان کو اس معاملے کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے او کے۔'' وہ اسے تاکید کرتا ہوا خود بڑے بڑے ڈگ بھرتا پورٹیکو کی جانب چلا گیا تھا، آندھی طوفان کی رفتار سے جیپ گیٹ سے نکال کر وہ انہی راستوں پہ ہو لیا تھا جن کے بارے میں زرلالے نے اسے بتایا تھا، اونچے نیچے ناہموار راستوں پہ جیپ جھٹکے کھاتی اچھلتی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی، ایک جگہ اس نے جیپ کو روکا تھا، یہاں دائیں بائیں دو سڑکیں تھیں اس نے ایک جانب کو جیپ موڑ دی مگر وہ جیپ پہ سفر مزید نہیں کر سکتا تھا، وہ راستے ناہموار اور ٹوٹے پھوٹے تھے، اس نے جیپ کو سڑک کنارے روکا اور خود نیچے اتر آیا، اسی سڑک پہ متلاشی نگاہوں کو دوڑاتا وہ خاصا آگے نکل آیا تھا جب اس کی نظر سڑک کے کنارے چھوٹی مگر کم گہری کھائی میں اٹکی تھی جس میں اگی خودرو جھاڑیوں میں سفید کپڑے کی جھلک نظر آتی تھی، تیمور چونک گیا، اسے یاد آیا زینب نے کل رات سفید سوٹ ہی پہنا

ہوا تھا، اس کا دل زور سے دھڑکا، پھسلن زدہ راستوں پہ مضبوطی سے قدم رکھتا وہ تیزی سے اسی جانب لپکا تھا، اس کا شک یقین میں بدل گیا، وہ زینب ہی تھی اور کھائی میں کانٹے دار جھاڑیوں میں الجھی بے سدھ پڑی تھی، تیمور نے بے تابی سے اسے آوازیں دی مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تو تیمور خان نے ہاتھ بڑھا کر گہری تشویش میں مبتلا ہوتے اس کی نبض ٹٹولی تھی، اسے زندگی کی حرارت سے معمور پا کر وہ قدرے ریلیکس ہوا تھا اس کے کپڑے کیچڑ سے داغدار تھے اور جسم پہ مختلف جگہوں پہ گہری خراشیں نظر آ رہی تھیں، تیمور نے پہلے خاردار جھاڑیوں کو ہٹایا تھا پھر نرمی واحتیاط سے اپنے ہاتھوں پہ اٹھا کر بازوؤں میں بھر لیا، مضبوط قدم اٹھاتا ہوا وہ واپس جیپ تک آیا تو ضبط اور غصے کی شدت سے اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے، زینب کی کی قربتوں سے بے خبر ہنوز بے سدھ تھی، تیمور نے اسے جیپ کی پچھلی سیٹ پہ لٹایا تھا، پھر اپنے شانوں سے گرم مردانہ شال اتار کر اس کا سرد وجود لپیٹ دیا، حویلی کی جانب جیپ کا رخ پھیرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے حدت اور سرخی کچھ اور بھی گہری ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

کچھ اس ادا سے آج وہ پہلو نشیں رہے
جب تک ہمارے پاس ہم نہیں رہے
یا رب کسی کے راز محبت کی خیر ہو
دست جنوں رہے نہ رہے آستیں رہے
درد غم فراق کے یہ سخت مرحلے
حیراں ہوں میں پھر بھی تم اتنے حسیں رہے
جا اور کوئی ضبط کی دنیا تلاش کر
اے عشق ہم تو اب تیرے قابل نہیں رہے
اللہ رے چشم یار کی معجز بیانیاں
ہر ایک کو رہے گماں کہ مخاطب ہم رہے

جہان نے گہرا سانس بھرا تھا اور کھڑکی کا پٹ بند کر دیا، لان میں زیاد، حسان، حوریہ اور ماریہ نے کرکٹ کھیلتے ہوئے ایک طوفان مچا رکھا تھا، وہ آفس سے آنے کے بعد کچھ دیر ستانے کو لیٹا تھا کہ آنکھ لگ گئی، ان کے شور سے ہی آنکھ کھلی تھی، وہ فریش ہونے کو واش روم کا رخ کر چکا تھا، جب دروازہ ناک ہوا تو، اس نے پلٹ کر دیکھا جنید بھائی تھے۔

''آیئے بھائی!'' وہ ایکدم مؤدب ہوا۔

''یار تمہارے لئے چاچو کا پیغام لایا ہوں، بلا رہے ہیں تمہیں، میں اسے آئسکریم کھلانے لے جا رہا ہوں۔'' انہوں نے گود میں اٹھائے اپنے بیٹے اسامہ کی سمت اشارہ کیا۔

''اتنی سردی میں آئسکریم کھلائیں گے تو گلا خراب ہو جائے گا۔'' جہان کی تنبیہ پہ انہوں نے سرد آہ بھری۔

''کوئی مانے بھی نا میرے یار۔''

''بچہ ہی ہے، چاکلیٹ دلا کر بہلا لیں۔'' جہان کی نصیحت پہ وہ سر ہلاتے پلٹ گئے تھے، جہان نے عجلت میں منہ پہ چند پانی کے چھپاکے مارے اور شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بالوں کو ہاتھوں سے ہی سنوار کر باہر آ گیا تھا۔

''جہان کیا زینب نے آپ کو فون کیا؟'' مما شاید اس کی جانب آ رہی تھیں، اسے دیکھ کر بولیں۔

''جی نہیں، ویسے خیریت؟'' وہ بے طرح چونکا تھا۔

''بہت لاپرواہ ہے یہ لڑکی! دیکھو بھلا تیسرا دن ہے گئے ہوئے، پچھلوں کی خیر خبر لینے کی ضرورت ہی نہیں ہم فون کریں تو کریں، بھابھی بیگم کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی مجھے ان کی الگ فکر ہو رہی ہے۔'' ان کو بھی زینب سے شکائتیں تھیں جہان کیا کہتا بس سر جھکا کر رہ گیا تھا۔

''مجھے نمبر ملا کے دو بیٹے اس کا پوچھوں کب آئے گی، شادی تو غالباً آج ہو چکی۔''

''جی بہتر میں اپنے کمرے سے سیل فون لے آؤں۔''

وہ وہیں سے پلٹا تھا سیل فون سمیت واپس آیا تو مما وہیں صوفے پہ بیٹھی تھیں نزدیک ہی بھابھی بیٹھیں کسی بات پہ ہنس رہی تھیں، جہان نے زینب کا نمبر ڈائل کیا، بیل جاتی رہی مگر اس نے کال ریسو نہیں کی تھی، جہان نے بار ہا مرتبہ ٹرائی کیا تھا اور عجیب سے احساسات کا شکار ہو کر رہ گیا کہ اس کے بعد ناٹ رسپانسنگ کا ریکارڈ میسج آنے لگا، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ سیل فون پہ اس کے ہاتھ کی گرفت سخت ہو کر رہ گئی۔

(وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی، وائے؟)

اس کے اندر سوالوں کا ادھم مچنے لگا تھا جب مما نے اسے حیرانی سے مخاطب کیا تھا۔

''کیا نہیں فون جہان بیٹے؟'' وہ ان کی آواز پہ یوں چونکا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو۔

''اس کا نمبر بند ہے چچی جان! غالباً چارجنگ ختم ہو گئی ہو گی، سیل کی۔''

وہ بہرحال اپنے خدشات میں انہیں نہیں شامل کرنا چاہتا تھا، مما سخت کوفت زدہ ہو کر بڑبڑانے لگیں، انہیں زینب کی اس درجہ لاپرواہی پر اور غصہ چڑھنے لگا تھا۔

''میں کچھ دیر بعد ٹرائی کروں گا چچی جان! آپ پریشان نہ ہوں۔'' وہ انہیں تسلی سے نواز کر خود پپا کے کمرے کی جانب آ گیا، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ خود بہت زیادہ مضطرب ہو کر رہ گیا تھا۔

''آؤ بیٹے بیٹھو، مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

''جی چاچو!'' وہ ان کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ کر سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا تو انہوں نے پہلے گلا کھنکارا تھا پھر آہستگی سے بولے تھے۔

''بیٹے میں چاہتا ہوں آپ کے اور زینب کے تعلق کو باقاعدہ کوئی نام دے دیا جائے، کوئی چھوٹی موٹی رسم ادا کر دی جائے شادی معاذ کی واپسی پہ کر دیں گے، بلکہ میں تو کہتا ہوں شادی بھی کر دیتے ہیں معاذ کچھ دنوں کی چھٹیاں لے سکتا ہے۔''

اتنی اہم بات اتنے اچانک انہوں نے کہی تھی کہ جہان تو ٹپٹا کر رہ گیا تھا۔

''چاچو اتنی جلدی کیا ہے، ابھی تو زینب کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی۔''

''بیٹے اس نے رخصت ہو کر کہیں اور تھوڑی جانا ہے، گھر والی بات ہی رہے گی، پڑھتی رہے بعد میں بھی یا تمہیں اس کی بعد میں تعلیم پہ کوئی اعتراض ہوگا؟'' بات کے اختتام پہ انہوں نے کچھ شریر سے انداز میں سوال اٹھایا تو جہان جھینپ کر رہ گیا تھا۔

''میں بھلا کیوں اعتراض کروں گا چاچو!'' وہ سرخ پڑ گیا تھا، پپا نے بہت دلچسپی سے اس کا یہ انداز دیکھا تھا پھر مسکرا دیئے۔

''کیا خیال ہے پھر کر لیں ایسا کوئی فنکشن ارینج؟'' جہان نے گہرا سانس بھرا پھر آہستگی سے بولا تھا۔

''آپ زینب کی رائے تو لیں نا پہلے چاچو!''

''تم میں کیا کمی ہے بیٹے جو وہ انکار کرے گی، ماشاءاللہ تم ایسے ہو کہ کوئی بھی لڑکی تمہاری سنگت میں فخر سے سر اٹھا کر زندگی گزار سکتی ہے۔'' ان کی بے ساختہ تعریف پہ جہان خفیف سا ہو گیا۔

''چاچو آپ زینب کو واپس آ لینے دیں، ان سے رائے لے لیں پھر جو آپ کی مرضی ہو کر لیجئے۔'' وہ آہستگی مگر قطعی انداز میں بولا تو پپا نے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا اور موضوع بدل دیا۔

''ہماری لاہور کی جو گارمنٹ فیکٹری ہے وہاں کچھ مسائل پیدا ہو رہے ہیں بیٹے! مجھے ابھی کچھ دیر قبل مینجر کا فون آیا تھا، بتا رہا تھا کہ کوئی بزنس وومین ہیں وہ ہماری فیکٹری خریدنے کے معاملے میں دلچسپی رکھتی ہیں اور ہر قیمت پر اسے خریدنا چاہتی ہے۔''

''آپ کا ارادہ ہے اسے بیچنے کا؟'' جہان متحیر ہو کر بولا تھا، پپا رواداری سے مسکرائے۔

''ایسی بات نہیں ہے بیٹے! اسی فیکٹری کا مال تو ہم بیرون ملکوں میں بھیجتے ہیں، میں یہ چاہ رہا ہوں کہ تم کچھ دنوں کو وہاں چلے جاؤ، وہاں وہ جو بھی خاتون ہیں بات کرو ان سے اور سمجھاؤ انہیں، ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے، مینجر نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دوگنی قیمت دے کر بھی فیکٹری خریدنے پہ تیار ہیں۔''

''چاچو جب ہمارا ارادہ نہیں ہے تو وہ زبردستی تو نہیں کر سکتیں نا۔'' وہ کس قدر غصے سے بولا تھا پپا آہستگی سے مسکرا دیئے تھے۔

''بالکل زبردستی نہیں کر سکتیں اور یہ بات ان محترمہ کو میرا جینئس بیٹا سمجھائے گا۔''

''اب جاؤ کچھ دیر آرام بھی کر لیا کرو۔'' انہوں نے پیار سے اس کا کاندھا تھپکا تو جہان ان کی شفقت بھری توجہ پہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا تھا، اپنے کمرے تک آتے اس نے پھر سے زینب کا نمبر ٹرائی کیا تھا مگر اس کا نمبر ہنوز آف جا رہا تھا، جہان کے اعصاب کی کشیدگی پھر سے بڑھنے لگی تھی۔

☆☆☆

جب نیند سے آنکھیں بوجھل ہوں
اور اپنے آنکھ سے اوجھل ہوں

پھر نیند بھلا کب آتی ہے
جب دل میں بسنے والے بھی
اور ساتھ میں ہنسنے والے بھی
دور کہیں وہ بستے ہوں
کسی اور کے ساتھ وہ ہنستے ہوں
پھر نیند بھلا کب آتی ہے
جب بات ادھوری ہو
اور اس میں یاد بھی تیری ہو
نہ دل میں کوئی اجالا ہو
پھر نیند بھلا کب آتی ہے

اس نے کراہ کر آنکھیں کھولیں تو ساتھ ہی گرم سیال بھی بہہ کر کنپٹیاں بھگونے لگا، آج شہ لالے کی بارات تھی اس نے ایک لمحے کے لئے بھی بستر نہیں چھوڑا تھا زرلالے کی منت سماجت کے باوجود وہ کسی تقریب میں شریک نہیں ہوئی نہ کسی کی بات سنی تھی، وہ تو چوٹیں ہی کچھ اس طرح آئی تھیں کہ وہ فوری واپسی پہ ضد نہیں کر سکی اس پہ یہ احتیاط بھی کہ مما جان کو کسی بات کی بھنک نہ پڑے، وہ کیسے اس کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی تھیں، تیمور خان نے انہیں صرف یہی بتایا تھا کہ وہ پھسل کر گر گئی ہے باقی کوئی بات ان تک نہیں پہنچی تھی، زینب نے ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلے جہان کا نمبر ملانا چاہا تھا مگر اس کا سیل آف تھا شاید چارجنگ ختم ہو گئی تھی، اس نے زرلالے سے اسے چارج کرنے کا کہا تھا مگر پھر اسے سیل فون ملا ہی نہیں تھا، پتہ نہیں دل کا یہ کیسا تعلق تھا جہان سے کہ وہ ہر خوشی ہر غم ہر الجھن اور غرض کے وقت اسی کی جانب متوجہ ہوا کرتی تھی اور اسے خود اس بات کا احساس تک نہیں تھا، تیمور خان نے اس سے خصوصی معذرت کی تھی مگر زینب کے اندر سرسراتا توہین و خفت اور تذلیل کا احساس ختم نہیں ہوا تھا۔

''زینب کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟'' تیمور خان کی بھاری بھرکم آواز پہ زینب جو آنکھیں موندے پڑی تھی چونک اٹھی، اسے روبرو پاتے ہی اس کی روشن پیشانی پہ ناگواری کی شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔

''میرا سیل فون کہاں ہے؟'' وہ مختصراً بولی اور اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی مگر درد میں ڈوبا جسم ساتھ نہ دے سکا تو کراہ کر رہ گئی تھی، تکلیف سے زیادہ بے بسی کے احساس نے آنکھوں کو بھگو دیا تھا، تیمور خان نے بے اختیار آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھام لیا۔

''لیٹی رہو زینی!'' زینب نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے تھے اور خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''پلیز مجھے ہاتھ مت لگائیں۔''

''زینی پلیز مجھ سے کیوں خفا ہو؟'' اس کا لہجہ سخت احتجاجی ہوا تھا۔

''اس لئے کہ وہ آپ کی بہن ہے، جس نے مجھے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا۔'' وہ پھنکاری تو

تیمور خان نے ہونٹ بھینچ کر ضبط سے سرخ ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''وہ اس گستاخی کی سزا بھگت چکی ہے، میں ساری زندگی کے لئے اس سے اپنا تعلق توڑ چکا ہوں۔'' زینب نے چونک کر تیمور خان کو دیکھا اس کے سرخ وسفید چہرے پہ آہنی سختی تھی۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا بھلا؟'' وہ طنز سے بولتی تو تیمور خان کی نگاہوں میں شا کی پن اتر آیا۔

''یہ بات تم مجھ سے پوچھ رہی ہو زینی! میں محبت کرتا ہوں تم سے اور جو تمہیں ہرٹ کرے گا میں اس سے یہی سلوک کروں گا، میرے پاس تمہیں کھونے کا کوئی تصور نہیں ہے زینی پلیز اس خفگی کو ختم کرواب۔'' وہ اتنی لجاجت اتنی بے بسی سے کہہ رہا تھا کہ زینب کچھ ثانیوں کو اسے دیکھتی رہ گئی تھی، یہ بات تو زرلالے بھی اسے بتا چکی تھی کہ لالہ نے ادی کی بہت توہین کی ہے، اپنی شادی کے دن بھی لالہ کی ڈانٹ پڑی ہے انہیں اور ایسا صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے زینی ورنہ لالہ کی ادی سے محبت مثالی تھی، زینب کو تب زرلالے کی بات کا اعتبار نہیں آسکا تھا مگر تیمور خان کے سنگلاخی لب ولہجے اور چہرے کی سختی نے اس پہ اس کے ارادے اور بات کی سختی کو واضح کیا تھا گویا، زینب کو ایک دم اپنا آپ بہت اہم بہت خاص لگا تھا۔

''خاموش کیوں ہو زینی! میری بات کا جواب دو نا؟'' تیمور خان کی بے چینی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، زینب کو یک گونہ سکون محسوس ہوا۔

''آپ فی الحال تو مجھے میرا سیل فون دیں نا، میں بس ابھی گھر جانا چاہوں گی۔'' وہ اتنی آسانی سے اسے معافی کا اشارہ نہیں دینا چاہتی تھی، کچھ توہین کا احساس باقی تھا کچھ اس کی فطرت میں بھی شامل تھا سامنے والے کی آتش شوق کو بڑھانا۔

''تمہارے سیل کا زرلالے کو پتہ ہوگا، تم اس پر بات کرلو، جسے بھی فون کرنا ہے۔'' تیمور خان نے اپنا بے حد قیمتی سیل فون جیب سے نکال کر اس کے آگے کیا جسے زینب نے کس قدر تذبذب اور تامل سے تھاما تھا۔

''جے کو کال کرنی تھی، اللہ جانے اس کا نمبر بھی صحیح سے ذہن میں ہے کہ نہیں۔'' وہ بڑبڑائی تو تیمور خان نے کچھ دھیان سے اس کا چہرا دیکھا تھا۔

''جے یعنی جہانگیر؟ تم اپنے بھائی کو کال کرلو اس کا نمبر تو یاد ہوگا۔''

''نہیں میں جے کو ہی کال کروں گی، زیاد بھائی کا نمبر تو مجھے سرے سے یاد نہیں۔'' وہ بے نیازی سے کہہ کر نمبر پش کرنے لگی، تیمور خان کے اندر سے تناؤ کی ایک لہر اٹھی البتہ اس نے کچھ کہنے سے گریز ہی کیا تھا۔

''ہیلو جے میں زینب بات کر رہی ہوں۔''

''میں ٹھیک ہوں، میرے سیل کی بیٹری ڈاؤن تھی اس لئے دوسرے نمبر سے آپ سے بات کر رہی ہوں۔''

''اوکے مما جان کیسی ہیں؟''

''مما جان تو ٹھیک ہیں، میں ٹھیک نہیں ہوں۔'' وہ اسے بتانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی مگر

جانے کیسے منہ سے پھسل گیا، تیمور خان جز بز ہو گیا تھا جبکہ اس کے برعکس جہان اسی لحاظ سے مضطرب ہو اٹھا تھا۔

''خیریت ہے نا زینب! کیا ہوا ہے؟''

''گر گئی تھی کچھ چوٹیں آ گئی ہیں، میں واپس آنا چاہتی ہوں جے آئی مس یو۔'' اس کا گلہ بھرا سا گیا تھا، جہان نے جیسے اس کا آخری فقرہ سنا ہی نہیں۔

''کیسے گری ہو تم؟ چوٹیں زیادہ تو نہیں لگیں؟'' اس کی بے چینی اس کے لہجے سے عیاں تھی، وہ جو ہمیشہ معتدل رہتا تھا، خاص طور پہ زینب کے معاملے میں اس پل کسی طرح بھی خود پہ کنٹرول نہیں کر سکا۔

''آپ پریشان نہیں ہوں جے! میں ٹھیک ہوں، بس آپ مجھے لینے آ جائیں۔''

''اوکے زینب میں کچھ کرتا ہوں۔'' جہان نے خود کو سنبھال کر اسے تسلی دی۔

''آپ پاپا یا مما کو کچھ مت بتایئے گا ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گے۔''

''ڈونٹ یو وری، ریلیکس۔'' جہان نے اسے پھر تسلی سے نوازا تھا۔

''زینب آپ کو انہیں پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا اور کیا میں آپ کو واپس نہیں چھوڑ کے آتا؟ یہ بات کچھ عجیب نہیں لگتی کہ آپ کا ڈرائیور بھی یہیں ہے پھر بھی آپ نے یہ بات جہانگیر صاحب سے کہہ دی۔'' تیمور خان کے لہجے سے اس کی ناپسندیدگی و ناگواری کا واضح تاثر ملتا تھا مگر زینب نے قطعی پرواہ نہیں کی اور بے اعتنائی سے بولی تھی۔

''میں جے سے ہر بات نہ بھی کہنا چاہوں تو کہہ جاتی ہوں پتہ نہیں کیوں؟'' تیمور خان نے بغور اس کی شکل دیکھی تھی اور کچھ کہے بغیر ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

☆☆☆

''یہ کیا بات ہوئی بھلا کوئی ضرورت نہیں ہے جہان کو یہاں بلانے کی، منع کرو بیٹے اسے خوامخواہ پریشان ہوگا۔'' مما جان نے سنا تو زینب کو سرزنش کی تھی، زینب نے منہ لٹکا لیا۔

''میں نہیں کر رہی منع آپ خود کر دیں۔''

''ٹھیک ہے کرتی ہوں، نمبر ملا کے دو اس کا۔'' ان کا لہجہ و انداز بے حد قطعیت لئے ہوئے تھا، زینب نے آف موڈ کے ساتھ جہان کا نمبر ملا کے فون ان کے ہاتھ میں دے دیا، مما جان جہان سے بات کرتی رہی تھیں، وہ یقیناً پریشان تھا اور وہاں آنے پہ اصرار کر رہا تھا، مما جان نے خاصی مشکلوں سے اسے قائل کیا۔

''ہم آج ہی واپس آ رہے ہیں بیٹے! تم پریشان کیوں ہوتے ہو، زینب بھی بالکل ٹھیک ہے، بات کرلو اس سے۔'' مما جان نے سیل فون اس کی طرف بڑھایا تو وہ کچھ دیر خفگی سے دیکھتی رہی پھر فون لے لیا تھا۔

''ہیلو۔''

''زینب مما جان منع کر رہی ہیں۔''

''تو آپ ہو جائیں منع۔''

''تم خفا ہو؟''

''آپ کو پرواہ نہیں ہونی چاہیے اس کی۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی تو جہان نے ٹھنڈا سانس بھرلیا۔

''زینب تم مجھے پریشان کررہی ہو۔''

''آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں جے! مما جان نے بتایا نا میں ٹھیک ہوں، باقی کی بات آپ سے واپس آکے کرلوں گی۔''

''کون سی بات ہے۔'' جہان زور سے چونکا۔

''بتاؤں گی نا۔'' وہ مسکرادی تھی۔

''اوکے فائن! میں انتظار کروں گا، اپنا خیال رکھنا اور مما جان کا بھی۔''

''مما جان بتارہی تھیں کہ آپ لاہور جارہے ہیں؟''

''ہاں جاتو رہا ہوں مگر ہمیشہ کے لئے تھوڑی جاؤں گا۔''

''اوکے آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔'' زینب نے خدا حافظ کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تو مما جان جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں گہرا سانس بھر کے بولی تھیں۔

''چلو بس اب نکلنے کی کرو ڈرائیور کو فون کردو۔''

''جی بہتر!'' زینب نے آہستگی سے کہا، جس وقت زینب اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی زرلالے اپنی والدہ کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی، ساتھ میں دو ملازمائیں بھی تھیں، جن کے ہاتھوں میں موجود بڑے بڑے تھال تھے جو ریشمی رومالوں سے ڈھکے ہوتے تھے۔

''بہن آپ نے کیوں تکلیف کی ہم خود آپ سے ملنے آتے۔'' مما جان نے اٹھ کر انہیں سہارا دے کر بیٹھنے میں مدد دی اور رواداری سے بولیں تھیں۔

''بہن یہ آپ کے اور بچی کے لئے کچھ تحائف ہیں، قبول فرمایئے ہماری روایت ہے یہ۔'' زرلالے کی والدہ کے لہجے میں محبت اور مخصوص انکساری تھی، وہ بہت مشفق اور نرم خو خاتون معلوم ہوتی تھیں، مما جان تحائف میں زیورات اور مہنگے کپڑے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

''یہ اتنے قیمتی تحائف! پلیز میں انہیں قبول نہیں کرسکتی۔'' انہوں نے رواداری سے منع کیا تھا، زینب البتہ خاموش تھی، اس نے استفہامی نگاہوں سے زرلالے کو دیکھا تو وہ اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی میں بولی تھی۔

''بھئی یہ خاص لوگوں کے لئے خاص تحائف ہیں، اماں اپنی ہونے والی بہو کو پہلی بار یہاں آنے پر شاندار طریقے سے رخصت کرنا چاہتی ہیں۔'' زرلالے کی بات پہ زنیب جزبز ہوکر رہ گئی۔

''یار منع کرو انہیں پلیز! ابھی مما جان کو نہیں معلوم ہونا چاہیے۔''

''یہ کیا بات ہوئی زینی! میرے لالہ جتنے بے چین ہیں تم اس قدر تغافل برت رہی ہو۔'' زرلالے کے اعتراض پہ زینب نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''میں نے تمہیں اور تمہارے لالہ دونوں کو یہ بات سمجھائی تھی کہ میری تعلیم جب تک مکمل نہیں ہوتی ایسا کوئی سلسلہ شروع نہیں کیا جائے گا۔''

''چاہے اس دوران تمہیں کوئی اور لے اڑے؟ لالہ کو یہی فکر ہے۔''

''ایویں ہی لے اڑے، میری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔'' زینب نے تیوری چڑھا کر کہا تو زرلالے نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا تھا۔

''یہ بات تم لالے کو سمجھانا، یہ سب انہی کی ایما پہ ہورہا ہے۔'' زرلالے نے بات ہی ختم کر دی تو زینب گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھی۔

☆☆☆

''عاصم صاحب میں اس الجھن اور بحث میں مزید نہیں پڑنا چاہتا، اگر وہ خاتون آپ کو پھر فورس کرنے کی کوشش کریں تو آپ ان کی مجھ سے بات کرادیجئے گا۔'' جہان نے جھنجھلا کر کہا تھا اور گویا موضوع ختم کردیا، پھر وہ حساب کتاب کی فائلز اور نئے آرڈر چیک کرنے کے کام میں لگ گیا یہ کام بھی بہت ٹائم مانگتا تھا اگلے تین گھنٹے تک وہ سر نہیں اٹھا سکا تھا اس کے بعد اس نے تمام اسٹاف کے ساتھ میٹنگ رکھی تھی، اسے وہ تمام نمونے دیکھنے تھے جو مختلف شہروں سے انہیں مال کے آرڈر کے ساتھ ملے تھے۔

''سر آپ لنچ باہر کریں گے یا یہیں منگوالوں؟'' سکریٹری انٹر کام پہ اس سے مخاطب تھی، جہان نے چونک کر وال کلاک کی سمت دیکھا، آج صبح ہی وہ لاہور آیا تھا اور صبح سے آفس آنے کے بعد سے بے حد مصروف تھا، صبح وہ بہت عجلت میں نکلا تھا ناشتہ بھی ڈھنگ سے نہیں کرسکا، اس وقت بھوک تو واقعی اسے بہت لگی ہوئی تھی۔

''نو تھینکس! میں باہر جارہا ہوں، آدھے گھنٹے تک آجاؤں گا، تمام اسٹاف کو میٹنگ کے لئے الرٹ کر دیجئے۔'' وہ اپنی بات مکمل کرکے انٹر کام کا رسیور رکھتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوگیا، قریبی ریسٹورنٹ میں آکر اس نے لنچ آرڈر کیا تھا اور پندرہ منٹ بعد وہ کھانے سے فارغ بھی ہوچکا تھا، اس نے ٹائم دیکھا ابھی دس منٹ باقی تھے، پانچ منٹ کی ڈرائیو تھی، وہ کافی پی سکتا تھا، یہی سوچ کر اس نے کافی آرڈر کردی تھی، ابھی کافی کا اس نے پہلا گھونٹ لیا تھا جب اس کے کوٹ کی جیب میں موجود سیل پہ وائبریشن ہونے لگی تھی، اس نے کافی کا مگ ٹیبل پہ رکھا اور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل فون نکالا، آفس کا نمبر تھا اس نے کال فوری پک کی تھی۔

''سر مسز آفریدی آفس میں آئی ہوئی ہیں اور آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔'' سکریٹری کی بات سن کر اس کے چہرے پہ الجھن سمٹ آئی۔

''کون مسز آفریدی؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ان سے کوئی اپائنٹمنٹ نہیں ہے میرا۔''

''سر یہ وہی خاتون ہیں جو فیکٹری کو خریدنے کے معاملے میں انٹرسٹڈ ہیں۔'' جہان کے ماتھے پہ بل پڑ گئے، اس کا موڈ آف ہوا تھا۔

''آپ نے انہیں بتایا نہیں میٹنگ کا؟''

''بتایا تھا سر! وہ پھر بھی آپ سے ملنے پہ مصر ہیں۔'' جہان کو کچھ اور بھی غصہ آیا تھا، یہ اچھی زبردستی تھی، اس نے اسی وقت محترمہ کی طبیعت صاف کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

''اوکے فائن! انہیں روکیں میں آرہا ہوں پانچ منٹ میں۔'' جہان نے بھرا ہوا کافی کا مگ

یونہی چھوڑا اور اٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

سکریٹری نے ریسور کریڈل پہ رکھا تو مسز آفریدی جو اسی کی سمت متوجہ تھیں سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

''میم سر آ رہے ہیں، آپ ویٹ کر لیں پلیز، میں کافی منگواؤں آپ کے لئے یا چائے۔''

''کافی مگر جب میں آپ کے سر سے ملوں گی تب، ویسے کیا نام ہے ان کا؟''

''جہانگیر حسن شاہ۔'' سکریٹری نے رسانیت سے نام بتایا تھا اور پھر فائلوں میں محو ہو گئی، مسز آفریدی نے ٹائم گزاری کو اخبار اٹھا لیا تھا اور شوبز کا پیج کھول کر کسی خاص خبر کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگیں ان کے نزدیک ہر خاص خبر نیلما سے متعلق ہی ہوا کرتی تھی، مگر فی الوقت ان کی نگاہوں کو مایوسی ہوئی نیلما کے حوالے سے کوئی خبر نہیں تھی، ان کا دماغ تپنے لگا، انہوں نے اسی وقت نظامی کی طبیعت صاف کرنی چاہی تھی مگر یہ موقع بالکل مناسب نہیں تھا، انہوں نے سر جھٹکا اور اس فیکٹری کے مالک جہانگیر حسن شاہ کے متعلق سوچنے لگیں، ان کا ذہن سرعت سے کچھ ایسا سوچنے میں محو تھا جس سے وہ اپنا کام نکلوا سکیں، وہ ہر قیمت پر یہ فیکٹری خریدنا چاہتی تھیں تو وجہ اس فیکٹری کے بنے کپڑے کی مارکیٹ میں مانگ نہیں تھی، انہیں یہ جگہ پسند آ گئی تھی، وہ فیکٹری کی عمارت کو گرا کر اس جگہ پہ فائیو اسٹار ہوٹل بنانے کا سوچ چکی تھیں اور وہ جو سوچ لیا کرتی تھیں پھر اسے ویسا کروایا بھی کرتی تھیں، انہیں خود پہ اپنی صلاحیتوں پہ بہت زعم رہا تھا ہمیشہ، انٹر کام کی بیل پہ انہوں نے سر اٹھایا۔

''او کے سر میں بھیجتی ہوں۔'' سکریٹری نے مودب انداز میں کہا تھا پھر انہیں دیکھ کر بولی تھی۔

''میم سر آ گئے ہیں، آپ مل سکتی ہیں ان سے۔''

مسز آفریدی نے اخبار رکھ دیا اور اپنا بیگ اٹھا کر بائی ہیل کا سر تال بجاتیں بہت اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ جہان کے آفس میں داخل ہوئی تھیں، جہان نے فائل کا فیتہ کھولتے ہوئے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''ہیلو ینگ مین!'' ان کے لہجے میں خوشدلی اور دوستانہ گرمجوشی تھی۔

''ہیلو، پلیز سیٹ ڈاؤن!'' جہان نے اسی سنجیدگی و متانت سمیت انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا جو اس کی شخصیت کا خاصا اور اس کے پرسنالٹی کو چار چاند لگاتی تھی، مسز آفریدی نے قدرے دھیان سے اس بے حد خوبرو، بے نیاز اور باوقار لڑکے کو دیکھا تھا جو ان کی شخصیت سے ذرا سا بھی متاثر نظر نہیں آتا تھا، بلکہ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ خود پہلی نگاہ میں کسی سے اتنا امپریس ہوئی تھیں۔

''کیا لیں گی آپ، چائے یا کافی؟'' جہان نے انٹر کام کا ریسور اٹھاتے ہوئے انہماک سے اپنا جائزہ لینے میں مصروف مسز آفریدی کو چونکایا۔

''کافی۔'' وہ ہڑبڑا سی گئیں تھیں البتہ ان کا لہجہ پر اعتماد تھا، جہان نے کافی آرڈر کی پھر فرصت سے ان کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

''جی میم فرمایئے کس سلسلے میں ملنا چاہ رہی تھیں آپ مجھ سے؟''

''آپ کے مینجر اور سکریٹری نے بتایا تو ہو گا آپ کو؟'' مسز آفریدی کو اس کا اعتماد اس کی بے نیازی سب بری طرح سے چبھ رہے تھے اپنے تئیں انہوں نے اسے کنفیوژ کرنا چاہا تھا، جہان نے تیکھی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''جی وہ مجھے بتا چکے ہیں میں آپ کے منہ سے سننا چاہتا ہوں، مجھے حیرت اس بات کی ہے، آپ کسی کو ایسے کام کے لئے فورس کیوں کر رہی ہیں جسے وہ کرنا نہیں چاہتا۔'' اس نے اپنی ناگواری و خفگی کو دبانے کی بالکل ضرورت نہیں سمجھی تھی، مسز آفریدی کو اس کا دبنگ لہجہ خار بن کر چبھا مگر ہونٹ بھینچے بیٹھی رہی تھیں۔

''آپ کو یہ بھی بتایا گیا ہو گا کہ میں دوگنی کیا چار گنا..........''

''آپ کو کیا لگتا ہے میم ہمارے پاس دولت کی کمی ہے جو آپ کی یہ آفر قبول کر لیں گے، اس معاملے پہ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنی ہے تو بتائیں۔'' جہان نے جیسے بات ہی ختم کر دی، مسز آفریدی توہین اور خفت کے احساس سے ساکن رہ گئیں، آج تلک کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ ان سے کوئی اس لہجے میں بات کر سکے بزنس کے حلقے میں تو بالکل بھی نہیں، کاروباری حلقے میں ان کا ایک نام ایک شناخت اور دبدبہ تھا، وہ ہمیشہ جیتتی آئی تھیں مگر جہان نے پہلے ہی مقام پہ ان کی ذات کی ان کی بات کی بری طرح سے نفی کر دی تھی، شاید اس وقت اگر جہان کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ اس سلوک پہ اب تک پچھتاوے کا شکار ہو چکا ہوتا کہ وہ سامنے والے کی گوشمالی بھی بہت اچھی انداز میں کرنا جانتی تھیں، مگر جہان کی شخصیت میں کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ وہ اپنی تلخی اپنی کڑواہٹ نہیں نکال سکیں اور اندر ہی اندر غصے سے تلملا کر بل کھا کر رہ گئیں تھیں، جب تک کافی آئی وہ جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی تھیں، جہان نے رسمی انداز میں انہیں کافی کے لئے روکنا چاہا تھا مگر وہ تلملاتی ہوئی وہاں سے چلی آئی تھیں۔

☆☆☆

حاکم شہر بتا!
وقت کے شکنجوں نے
خواہشوں کے پھولوں کو
نوچ نوچ توڑا ہے
کیا یہ ظلم تھوڑا ہے
درد کے جزیروں نے آرزو کے جیون کو
مقبروں میں ڈالا ہے
ظلمتوں کے دریا میں
لوگ سب لیٹرے ہیں
موت روٹھی بیٹھی ہے
ذات ریزہ ریزہ ہے

تار تار آنچل ہے
درد درد جیون ہے
شبنمی سی پلکیں ہیں
قرب ہے نہ دوری ہے
زندگی ادھوری ہے
اب یقین آیا ہے
کہ موت بھی ضروری ہے

اس کی کراہ کر کروٹ بدلی اور تکیے میں منہ دے کر سسکنے لگی، اس کی طبیعت صبح سے خراب تھی مگر وہ خود اذیتی کا شکار ہوتی اپنے کمرے میں بند رہی تھی، وہ مسز آفریدی کو نہیں بتانا چاہتی تھی، اسے ان کی ہمدردی بھری محبت سے چڑ ہونے لگی تھی، پتہ نہیں یہ اس کی بے زاری کا کوئی رنگ تھا یا پھر حقیقت جو بھی تھا وہ اکتا گئی تھی ان سے یہاں تک کہ اس زندگی سے بھی، مگر موت بھی تو اتنی جلدی مہربان نہیں ہوتی، درد اس کا ضبط آزمانے لگا وہ برداشت کی آخری حد سے گزر رہی تھی جب اس کے روم کا دروازہ ناک ہونے لگا۔

''کون ہے؟'' کتنی دیر نظر انداز کرنے کے بعد وہ چیخی تو حلق میں بھینچی ہوئی آواز ہی نکلی تھی۔

''چھوٹی بی بی جی، بیگم صاحبہ آپ کو کھانے کے لئے بلاتی ہیں۔'' ملازمہ کی آواز تھی جو اسے اکتاہٹ کا شکار کر گئی۔

''انہیں کہہ دو مجھے بھوک نہیں ہے اور پلیز مجھے بار بار ڈسٹرب مت کرنا۔'' اس نے بامشکل کہا تھا اور پھر سے منہ تکیے میں چھپا لیا تھا، کچھ دیر سکون رہا پھر دستک ہونے لگی، ژالے کو یہ آواز اعصاب پہ ہتھوڑوں کی مانند محسوس ہوئی تھی، اس نے ہونٹ بھینچے اور کمبل ہٹا کر بیڈ سے اتر آئی، ناب گھما کر دروازہ کھولا تو ملازمہ شکل پہ بیچارگی سجائے کھڑی نظر آئی۔

''بی بی صاحبہ، بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں، بھوک نہیں بھی ہے تب بھی تھوڑا سا کھا لیں۔'' ملازمہ کچھ خائف سی ہو کر بولی تو ژالے نے جلتی ہوئی آنکھوں کو زور سے میچ کر پھر سے کھولا۔

''تم جاؤ آ رہی ہوں میں۔'' وہ پلٹ کر کمرے میں آئی، لمبے سلکی بالوں کو سمیٹ کر کیچر میں جکڑا اور دوپٹہ اٹھا کر شانے پہ ڈالتے ہوئے سلیپر پہن کر کمرے سے نکل آئی۔

''بکواس مت کرو نظامی! تمہیں بس پیسے کھانے کی عادت پڑ گئی ہے کام وام تو تم بس جیسا کر رہے ہو سب جانتی ہوں میں۔'' وہ سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں آئی تو انہیں رخ پھیرے بیٹھے فون پہ مصروف پایا تھا۔

''آج کے اخبار کو دیکھا تم نے؟ خاک بھی نہیں ہے اس میں، مجھے کام چاہیے نظامی ورنہ تم جیسے بہت ملتے ہیں۔'' دوسری جانب سے شاید کوئی صفائی یا پھر وضاحت پیش کی گئی تھی جس کے جواب میں وہ پھنکاریں۔

''ٹھیک ہے، یہ میرا نہیں تمہارا ہیڈک ہے، سمجھے۔'' وہ پھر پھنکاریں اور رابطہ منقطع کر دیا، ژالے تب تک سیڑھیاں اتر کر ان کے سامنے آ گئی تھی، وہ اس کے چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی ایکدم

سرو قد کھڑی ہو گئیں۔

''ژالے آر یو او کے؟'' اس کا ستا ہوا چہرہ اور شدت ضبط سے سرخ ہوتی آنکھیں ان کے ضبط اور حوصلوں کا امتحان تھیں گویا۔

''کیوں مجھے کیا ہونا ہے؟ ابھی زندہ ہوں، پھر بھی آپ پریشان رہتی ہیں جب مر جاؤں گی تب تو رونا ہی ہے آپ کو......'' وہ تلخی سے کہہ کر ڈائننگ ہال کی سمت بڑھ گئی تو مسز آفریدی جو ششدر سی کھڑی تھیں اس کے پیچھے لپکیں۔

''ہنی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور تم نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔'' وہ اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھیں، ان کا انداز بری طرح سے ہار ہوا تھا۔

''میں نے کہا نا مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔'' وہ پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر تلخی سے بولی تو مسز آفریدی نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''تم جانتی ہو تمہارا یہ رویہ مجھے کتنا ٹینس کرتا ہے ہنی پلیز رحم کھاؤ مجھ پہ۔'' وہ سخت عاجز ہوئی تھیں، ژالے نے ایک نظر انہیں دیکھا مگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلاتی چلی گئی تھیں، مسز آفریدی نے ایک دم سے کھینچ کر اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''مما آپ سے بہت محبت کرتی ہیں جانو، ٹرسٹ می۔''

''نہیں کر سکتی ٹرسٹ، آپ نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے، میں اب کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔'' وہ ان سے لپٹی ہوئی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی مسز آفریدی نے والہانہ انداز میں اس کے سر پہ بوسے ثبت کیے تھے۔

''آئی پرامس ود یو ہنی میں آپ کو آپ کی سب سے بڑی خوشی دوں گی۔''

''مجھے کچھ نہیں چاہیے اب۔'' وہ چیخی اور کچھ اور شدتوں سے رو دی۔

''ایسا نہیں کہتے ہنی، انسان کی ترجیحات اور ضروریات وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔''

''اتنا وقت نہیں ہے میرے پاس نہ میری سوچ بدلنے والی ہے۔'' وہ ان سے الگ ہو کر قطعیت سے بولی اور ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھ ڈالے، مسز آفریدی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اس کی بات سے متفق بھی تھیں۔

☆☆☆

جہان ہاتھ لے کر واش روم سے باہر آیا تو نیم تاریک کمرے میں اس کے وائبریٹ کرتے سیل فون کی اسکرین بے حد واضح تھی، جہان نے ایک ہاتھ سے تولیہ گلے سے نکالا دوسرے سے فون اٹھایا تھا، اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی، زینب کی کال تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ خوشدلی مگر رسان سے بولا تھا۔

''وعلیکم السلام کہاں ہیں آپ جے؟'' وہ چھوٹتے ہی بولی تو جہان کے لبوں کی تراش میں موجود مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہو کر دلکشی سمیٹ لائی۔

''لاہور...... ویسے خیریت؟''

وہ اس سے ملے بغیر چلا آیا تھا، رات کو وہ لیٹ نائٹ گھر پہنچا تو طویل سفر سے آ کر تھکی ہوئی

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے

زینب سو رہی تھی تب وہ پہلے ٹائم نکل آیا تھا جبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

''آپ کو پتا تھا ہے مجھے چوٹیں لگی ہیں، پھر بھی آپ میری خبر گیری کیے بغیر یہاں چلے آئے۔'' وہ سخت خفا ہو کر کہہ رہی تھی، جہان کو اس کی یہ اپنائیت پہ شکوہ بہت اچھا لگا تھا۔

''آئی ایم سوری زینب بس یہ کام بہت ضروری تھا۔''

''کام اگر انسانوں اور رشتوں سے بڑھ کر اہمیت اختیار کر جائیں نا ہے تو پھر محبت کمزور پڑنے لگی ہے، بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم۔'' زینب حد سے زیادہ سنجیدہ ہو کر ناصحانہ انداز میں بولی تو جہان کچھ لمحوں کو خاموش سا رہ گیا تھا۔

(تم کیا جانو زینی تم میرے لئے کتنی اہم ہو، کبھی تم یہ تمہاری اہمیت واضح کروں گا، لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے)۔

''آپ کب تک واپس آ رہے ہیں؟'' زینب کو اس جذباتی گفتگو کے بعد بھی اس کی خاموشی کھلی تھی، پتہ نہیں وہ کچھ پھوٹ کے کیوں نہیں دیتا تھا، اسے سخت جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

''ایک دو دن تک، کیوں خیریت؟''

''مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔''

''ہاں تو کرو۔'' جہان قدرے چونکا تھا اس کے لہجے کے غیر معمولی پن سے۔

''نہیں آپ واپس آ جائیں گے تب، او کے گڈ بائے۔'' اس کی مزید کچھ بھی سنے بغیر زینب نے سلسلہ کاٹ دیا تھا، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، کبھی وہ مہربان سایہ دار بادل کی طرح ہوتی تھی کبھی کڑی دھوپ بن جاتی، جہان اسے آج تک سمجھنے سے قاصر ہی رہا تھا گویا۔

''اب پتہ نہیں کیا بات ہو گی؟''

اسے ایک نئی پریشانی نئی فکر نے گھیر لیا، سیل فون رکھ کر وہ ڈائننگ ٹیبل کی سمت آ گیا برش اٹھا کر بال بنانے شروع کیے ہی تھے کہ اس کے سیل پہ پھر سے کال آنے لگی، اس مرتبہ نمبر انجان تھا، جہان نے جبھی کال رسیو کرنے میں کسی قسم کی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، پہلے اطمینان سے بال بنائے تھے پھر فون کی سمت متوجہ ہوا۔

''السلام علیکم!'' اس نے اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

''وعلیکم السلام! جہان صاحب نیلما بات کر رہی ہوں، کیسے ہیں آپ؟''

(باقی آئندہ ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

ساتویں قسط کا خلاصہ

نیلما اتفاقی و حادثاتی طور پہ جہان سے ٹکراتی ہے، مگر جہان اس کی حرکات وسکنات کی وجہ سے پہلی ملاقات میں ہی اس سے بدظن ہو جاتا ہے۔

زینب وادی میں تیمور خان کی حویلی میں مختلف رویوں کا سامنا کرتی ہے، پہلے تیمور کی اوباش فطرت کا ایک رنگ اس پہ آشکار ہوتا ہے پھر اس کی بہن شہ لالے ایک معمولی بات کو بنیاد بنا کر زینب کی بے حد تذلیل کرتی ہے جس کے نتیجے میں زینب حویلی سے باہر نکل کر حادثے کا شکار ہو جاتی ہے، تیمور ایسے لمحات میں اسے اپنی محبت اور ساتھ کا یقین دلا کر اس کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کرتا ہے جس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہتا ہے۔

پپا، جہان سے زینب کی منگنی اس سے کرنے کی بات کی مگر جہان یہ کہہ کر انہیں منع کر دیتا ہے کہ ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ زینب کی رائے کو اہمیت دیں۔

مسز آفریدی، جہان انڈسٹری کو ہر صورت میں خریدنا چاہتی ہیں وہ اس جگہ پہ فائیو اسٹار ہوٹل بنانے کا ارادہ کر چکی ہیں مگر جہان ان کے سارے خواب لمحوں میں مٹی میں ملا دیتا ہے، مسز آفریدی جہان سے دوبدو مقابلے کی بجائے اپنی مکاری سے شکست دینے کا ارادہ باندھ چکی ہے۔

زینب فون پہ جہان سے جلدی واپس آنے کا کہتی ہے تو جہان پریشان ہو جاتا ہے۔

نیلما، جہان سے رابطہ کر کے جہان کو ششدر کر دیتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

آٹھویں قسط

''کون نیلما؟''

جہان نے کچھ اچنبھے میں گھر کر استفسار کیا تھا، دوسری جانب چند لمحوں کو سناٹا چھا گیا، پھر وہ ایکدم سے کھلکھلائی تھی۔

''کم آن جہانگیر حسن شاہ اب یہ بے نیازی کو چولہ اتار بھی پھینکیں حد ہوتی ہے کسی بات کی۔'' بے تکلفی کی حدیں پھلانگتا ہوا لب ولہجہ اور انداز جہان کے ماتھے پہ ناگواری کی شکنیں ڈال گیا، اسے ایک یکسر انجان خاتون کا یوں خوامخواہ کمبل ہو جانا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

''واٹ نان سینس! کون ہیں آپ؟ تمیز سے بات کریں۔'' وہ ازحد نخوت سے ٹوک کر بولا، تو دوسری سمت نیلما نے ٹھنڈا سانس بھر کے جیسے اس کے سامنے شکست تسلیم کر لی تھی۔

''آپ واقعی مجھے بھول گئے ہیں؟'' اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی غیر یقینی کو پا کر جہان کچھ اور بھی کوفت کا شکار ہو گیا۔

''محترمہ اگر آپ اپنا تعارف کروا دیں تو مہربانی ہوگی، اپنے ساتھ آپ میرا ٹائم بھی ویسٹ کر رہی ہیں۔'' اس کی آواز سے بیک وقت سرد مہری اور تلخی چھلک پڑی تھی۔

''کیا تعارف کرواؤں، میں تو بس نیلما ہی ہوں، اس دن آپ کو دیکھا تھا نا...... کیا چیز ہیں آپ جہانگیر صاحب قسم لے لیں جو ایک پل کو بھی آپ ذہن سے محو ہوتے ہوں، میں تو بری طرح سے عاشق ہو گئی ہو آپ پہ۔'' الفاظ تھے یا سنگریزے، جہان کو اپنی سماعتیں بے کار ہوتی محسوس ہوئیں، محض ایک پل لگا تھا اسے وہ ناگواری کا احساس بخشتی ہوئی ملاقات یاد آنے میں، وہ اتنا بھنایا کہ مزید کچھ سنے بغیر فون بند کر دیا۔

''ربش! اسے میرا نمبر کس نے دے دیا اور نام بھی جان گئی۔'' وہ کوفت زدہ سا سر جھٹک رہا تھا، اسی پل پھر اس نمبر سے کال آنے لگی، جہان نے نظر انداز کیا تھا اور خود پلٹ کر کمرے سے نکل گیا، اس کا موڈ چائے پینے کا ہو رہا تھا۔

☆☆☆

اشک گرتے ہیں میری سانس سنبھل جاتی ہے
دے کے اک درد نیا شام نکل جاتی ہے
تجھ کو دیکھوں تو میرے درد کو ملتا ہے سکوں
تجھ سے بچھڑوں تو میری جان نکل جاتی ہے
عشق کچھ ایسے مٹاتا ہے نشان ہستی
جیسے ہر رات اجالے کو نگل جاتی ہے
زخم بھرتا ہی نہیں تیری جدائی کا مگر
پھر تیری یاد نیا درد اگل جاتی ہے
تو اگر دل پہ میرے ہاتھ ہی رکھ دے فراز
ٹوٹتی سانس بھی کچھ دیر سنبھل جاتی ہے

اس نے تیمور خان کی بھیجی ہوئی غزل کو متبسم نظروں سے پڑھا تھا اور بے نیازی سے شانے

جھٹک دیئے وہ آج کل دانستہ اس سے تغافل برت رہی تھی تو وجہ تیمور خان کا بڑھتا ہوا اصرار تھا۔

اس وقت وہ کالج میں تھی اور کلاس بنک کر کے کینٹین آئی تھی، سینڈوچ اور کوک آرڈر کر رہی تھی جب اس کے سیل پہ بیپ ہونے لگی، اس نے بوکھلا کر جلدی سے کال منقطع کی اور تیمور کو ایک لیکسٹ لکھا تھا۔

''کال یو لیٹر تیمور! میں کالج میں ہوں۔''

''نہیں تم کسی بھی طرح مجھ سے بات کرو، بہت ضروری ہے۔''

اگلے ہی لمحے اسے تیمور کا میسج موصول ہو گیا تھا، اس نے ٹھنڈا سانس بھرا اور اپنا آرڈر لے کر کال پک کی۔

''خیریت ہے نا تیمور؟ اس ایمرجنسی کی وجہ۔''

''اس سے بڑھ کر بھی کوئی ایمرجنسی ہو سکتی ہے کہ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔'' وہ مزے سے بولا جبکہ زینب کا موڈ خراب ہونے لگا تھا۔

''میں چاہے یہاں سب کی نظروں میں مشکوک ہو جاؤں، آپ کو میری ریپوٹیشن کی پرواہ نہیں ہے؟''

''زینی! میں اسی وجہ سے چاہتا ہوں نا ہماری شادی ہو جانی چاہیے، ہر طرح کے خوف ختم ہو جائیں گے۔'' تیمور کا لہجہ ایکدم بے حد سنجیدگی سمیٹ لایا، زینب نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''اب بولتی کیوں نہیں ہو؟'' تیمور اس کی طویل خاموشی پہ جھنجھلایا۔

''کیا بولوں؟ آپ سمجھتے کہاں ہیں میری مجبوری۔'' وہ عاجز ہوئی اور تیمور خان ہنسنے لگا۔

''تم سمجھتی ہو بھلا؟ کیسے بے قرار ہوں تمہاری خاطر، محترمہ کو پرواہ تک نہیں۔'' اس کے بے باک اظہار پہ زینب کا چہرا سرخ پڑنے لگا۔

''یار تم بات کو سمجھتی نہیں ہو، بات تو چلنے دو، پتہ نہیں تمہارے گھر والوں کو منانے کو مجھے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، اس کام میں بھی ہو سکتا ہے ٹائم صرف ہو۔''

''پاپڑ کیوں بیلنے پڑیں گے؟ میں ساتھ دوں گی نا آپ کا۔'' زینب چونک کر حیرانی سے بولی۔

''زینب میں نے سنا ہے اکثر سید فیملی کے لوگ اپنی کاسٹ سے باہر رشتہ داری نہیں کرتے۔'' تیمور کی وضاحت پہ زینب ایکدم ریلیکس ہوئی تھی۔

''کم آن تیمور ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے، معاذ بھائی کی شادی ہوئی ہے نا، وہ لوگ بھی ہماری کاسٹ کے نہیں ہیں۔''

''گڈ یہ تو پھر بہت اچھی بات ہے۔'' تیمور واقعی مطمئن ہوا تھا۔

''تیمور پلیز فون بند کریں، کچھ لڑکیاں اسی سمت آ رہی ہیں، ہم پھر بات کریں گے، اللہ حافظ۔'' اس نے خود عجلت میں سلسلہ منقطع کر دیا تھا، تیمور سے تو اس پہ بات کہہ دی تھی مگر یہ حقیقت تھی کہ تیمور کے رشتے پہ گھر میں ایک طوفان اٹھنے کے امکان تھے، خاص طور پہ اسے معاذ سے اختلاف کا خدشہ لاحق تھا، اس نے اسی روز نوریہ کے ذریعے یہ بات مما تک پہنچانے کا سوچا اور

کسی حد تک ہلکی پھلکی ہو گئی، مگر اسے بات کرنے کی نوبت نہیں آسکی تھی اس سے پہلے ہی مما نے خود اس سے بات چھیڑ دی تھی جہان کے حوالے سے۔

اس وقت وہ سو کر اٹھی تھی اور چائے بنانے کے ارادے سے کچن میں آئی تھی جب مما اسے ڈھونڈتی ہوئی وہیں آ گئی تھیں۔

''تمہارے ایگزیم کب ہو رہے ہیں زینب!''

''ابھی ایک دو ماہ ہیں، مگر پڑھائی بہت ٹف ہے مما مجھے آپ سے یہی کہنا تھا کہ اب ذرا کچن کے کاموں سے مجھے چھٹکارا دیں تاکہ میں توجہ سے پڑھائی کر سکوں، ایک تو جے بھی وہاں جا کے بیٹھ گئے ہیں مجھے اسٹڈی میں مشکل پیش آ رہی ہے ان کے بغیر۔''

''تو تم زیاد سے ہیلپ لے لیا کرو، جہان کی جان کو اور تھوڑے کام ہیں، جو تم بھی اس کے سر پہ سوار ہو جاتی ہو۔'' مما کے ٹوکنے پہ زینب نے کسی قدر ناراض سے انہیں دیکھا تھا۔

''آپ بتائیں کہ آپ کو میرا جے سے ہیلپ لینا اچھا نہیں لگتا تو میں نہیں کیا کروں گی، ویسے اطلاعاً عرض کر دوں مجھے جے کے علاوہ کسی کا پڑھانے کا اسٹائل پسند نہیں، معاذ بھائی اور زیاد بھائی پڑھاتے کم اور ڈانٹتے زیادہ ہیں، مجھے نالائق ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، جیسے خود بہت عالم فاضل ہوں نا۔'' وہ سخت جھلا کر کہہ رہی تھی مما نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

''مجھے کیوں برا لگے گا بیٹے! میں تو صرف جہان کے پاس ٹائم کی کمی کی وجہ سے کہہ رہی تھی تمہارا ابھی حرج ہوتا ہے، مجھے تو بلکہ اچھا لگ رہا ہے کہ جہان کے ساتھ تمہاری اتنی انڈراسٹینڈنگ ہے، اچھی انڈراسٹینڈنگ ہو تو زندگی بہت سہولت سے گزرتی ہے، ویسے وہ کیسا لگتا ہے آپ کو؟''

مما کی طویل وضاحت کو جہاں زینب نے سرسری انداز میں سنا تھا، وہاں آخری کسی قدر مسکرا کر پوچھے گئے سوال نے ٹھٹکا رکھ دیا، اس نے قدرے چونک کر بغور انہیں دیکھا تھا۔

''کیا مطلب کیسا لگتا ہے؟ جیسے وہ ہیں ویسے ہی مجھے بھی لگیں گے نا۔''

''ہے تو وہ بہت گڈ لکنگ اور کیئرنگ۔'' مما کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

''ہاں تو مجھے انکار تھوڑی ہے۔'' اس نے دانستہ لہجے و انداز میں بے نیازی کو سمویا۔

''بیٹے میں دوسرے حوالے سے بات کر رہی ہوں، آپ کو پتہ ہے، آپ کے پپا بہت پہلے سے آپ کو جہان سے منسوب کر چکے ہیں، اب وہ باقاعدہ جب اس رشتے کو کسی بندھن میں باندھنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ کی رضامندی ضروری تھی۔''

مما کی بات سن کر زینب ایک سکتے کی کیفیت میں گھر گئی تھی، مما نے ایک نظر ساس پین کے کناروں سے ابل کر باہر آتی چائے کو دیکھا تھا دوسری زینب کے پتھرائے ہوئے چہرے کو۔

''زینب آر یو آل رائیٹ بیٹے!'' انہوں نے پہلے چولہا بند کیا تھا پھر کسی قدر تشویش میں گھر کر اسے پکارا تھا، زینب نے متغیر ہوتے چہرے کے ساتھ لمحہ بھر کو انہیں دیکھا اور بامشکل خود کو ذرا سا سنبھالا تھا۔

''آپ یہ بات اب بتا رہی ہیں مجھے؟'' اس کے لہجے میں تپش اور تلخی در آئی تھی، مما نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''کیوں؟ اب کیا ہو گیا؟''

''(آپ کو کیا پتہ اب کیا ہو گیا ہے؟)۔'' وہ بری طرح سے جھنجلائی مگر جب بولی تو اس کا لہجہ اس جھنجلاہٹ سے پاک البتہ سرد مہری لئے ہوئے تھا۔

''جے کو پتہ ہے اس بات کا؟''

''ہاں مگر ابھی چند دن پہلے ہی تمہارے پپا نے اسے بھی یہ بات بتائی ہے، جہان کے کہنے پہ ہی تم سے تمہاری رائے لی گئی ہے۔'' مما نے سادگی سے اصل بات بتا دی تھی مگر زینب کو پتنگے لگ گئے تھے۔

''بہت شکریہ اس نوازش کا، ورنہ اگر وہ نہ کہتے تو آپ نے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرنی تھی ہے نا؟'' اس کا لہجہ صرف شاکی ہوتا تو مما کو برا نہ لگتا مگر وہ تو باقاعدہ طنز کر رہی تھی انداز طعنے دینے والا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے زینب بیٹا! خوامخواہ معمولی بات کو ایشو نہیں بناتے۔''

''ایشو میں بنا رہی ہوں؟ ہرگز نہیں، اصل ایشو کوئی اور ہے، یو نو جے نے ایسے ہی مجھ سے میری رائے لینے کا نہیں کہہ دیا ہے۔'' وہ زور سے پھنکاری تھی، مما ششدر ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا اس بات سے؟'' انہوں نے ناگواریت میں مبتلا ہو کر پوچھا تھا، زینب نے سلگتی آنکھوں سے انہیں گھور کر دیکھا۔

''وہ میرے کاندھے پہ بندوق رکھ کر چلانا چاہتے ہیں مما!'' اس سراسر کے الزام نے مما کو لمحے میں بھر دیا تھا، وہ جہان کے لئے اس قسم کی بات سن کر ایک دم بھڑک اٹھیں۔

''بدتمیزی مت کرو زینب! میں جہان کے لئے کوئی فضول بات نہیں سنوں گی۔''

''کیوں نہیں سنیں گی؟ اس لئے کہ انہوں نے آپ پہ اپنی اچھائی اور فرمانبرداری کا بہت اچھا اثر قائم کیا ہوا ہے؟'' وہ آنکھیں نکال کر چیخی تو مما نے اسے ڈانٹ کر رکھ دیا تھا۔

''چیخو مت زینب! اور فی الحال یہاں سے جاؤ، ابھی میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، تمہیں جہان پہ جو بھی اعتراض ہے وہ اس وقت کہنا جب تمہارے پپا شام کو گھر آ جائیں گے۔''

''مجھے کوئی عار نہیں ہے، بہتر ہو گا کہ آپ جے کو بھی شام کو گھر بلا لیجئے تاکہ ان کے سامنے بات ہو۔'' زینب نے کسی قدر بدتمیزی سے کہا اور پیر پٹختی ہوئی کچن سے نکل گئی، مما ہونٹ بھینچے کھڑی تھیں۔

☆☆☆

خزاں کے موسم کی سرد شامیں
سراب یادوں کے ہاتھ تھامے
کبھی جو تم سے حساب مانگیں
اداسیوں کا حساب مانگیں
بے نور آنکھوں سے خواب مانگیں
تو جان لینا کہ خواب سارے

مایوسیوں کے نصاب سارے
میری حدوں سے نکل چکے ہیں
تمہاری چوکھٹ پہ آرکے ہیں
مسافتوں سے تھکے ہوئے ہیں
غبار راہ سے اٹے ہوئے ہیں
تمہاری نگری میں اجنبی ہیں
اسی لئے کچھ ڈالے ہوئے ہیں
سوالی نظروں سے تک رہے ہیں
تمہاری چوکھٹ نہ جانے کب سے

اس نے قلم رکھ دیا اور گھٹنوں میں سر چھپا کر دھیرے دھیرے سسکنے لگی، زندگی جبر مسلسل کا نام ہوگئی تھی، سب کچھ وہ ہورہا تھا جس سے اسے نفرت تھی، نیلما کی کالز بار بار آتی تھیں، وہ اسے پتہ نہیں کیا بتانے پہ کمر بستہ تھی، یہ جانے اور سمجھے بغیر کہ اسے سننے میں دلچسپی ہے بھی کہ نہیں، اس نے کتنی بار اسے بری طرح سے دھتکارا تھا مگر اس کے استقلال میں مجال ہے فرق آیا ہو، جبکہ ژالے کا وہ حال تھا کہ جب جب بھی اسے دھتکارا بدتمیزی سے بات کی دل پہ ایک انجانے بوجھ کا سنگ گراں محسوس ہونے لگتا، نفرت بے زاری اپنی جگہ، مگر بلاشبہ اس سے بے حد قریبی تعلق تھا، خون کا تعلق جو نفرت سے ختم ہوتا ہے، نہ بے اعتنائی و بے زاری کو پا کر آلودہ۔

''کیا میرے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ موجود ہے؟'' اس نے خود سے سوال کیا تو اور خود اپنے آپ سے خوفزدہ ہوگئی، اتنی خائف کہ دل کی گواہی لینے کی تاب بھی نہیں رہی جبھی اس نے خود کو دانستہ مصروف کرلیا تھا، اس کے امتحانات قریب آرہے تھے مگر وہ پڑھائی کی جانب توجہ اور دھیان نہیں لگا پاتی تھی، نیلما کے تسلسل سے فون آنے کی وجہ سے اس نے اپنا فون آف کردیا تھا، مسز آفریدی کو عادت تھی دن میں کئی کئی بار کال کر کے اس کی خیریت دریافت کرنے کی، جب سیل فون پہ رسپانس نہیں ملا تو ان کی پریشانی فطری تھی۔

''کوئی فالٹ نہیں ہے، میں نے خود بند کیا ہوا ہے۔'' ان کے استفسار پہ اس نے سرسری سے انداز میں جواب دیا تھا مگر ان کی تسلی اتنی آسانی سے کہاں ہو پاتی تھی۔

''خود کیوں بند کیا ہے بیٹے آپ جانتی ہو مجھے کال کرنی ہوتی ہے۔''

''تو آپ لینڈ لائن پہ کرلیا کریں نا۔'' اس کے پاس ہر بات کا جواب تیار تھا، یوں جیسے پہلے سے سوچ کر رکھا ہوا ہو۔

''اب اس جھمیلے میں کون پڑے، اتنا ٹائم کہاں ہوتا ہے میرے پاس۔''

''تو نہ کیا کریں، ضرورت بھی کیا ہے جھمیلوں میں پڑنے کی۔''

وہ جتنی آج کل بدلحاظ اور زرد و رنج ہورہی تھی اسی حساب سے اسی طرح کا جواب دے سکی تھی، مسز آفریدی کو چپ لگی تھی انہوں نے تنگ پڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

''موڈ کیوں خراب ہے؟'' اب کی مرتبہ ژالے نے جواب نہیں دیا، ہونٹ بھینچے ریموٹ سے

چینل سرچنگ کرتی رہی، مسز آفریدی نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا پھر کچھ غصے سے بولی تھیں۔

''کرلو جتنا تنگ مجھے کرنا ہے، میں بھی تمہاری شادی کرنے کا سوچ رہی ہوں، اپنے بچے ہوں گے پھر پتہ چلے گا ماؤں کی بے بسی کا۔''

ژالے نے سخت غصے کے عالم میں انہیں دیکھا اور کچھ کہے بغیر ریموٹ پٹخ کر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی، مسز آفریدی بعد میں بھی بہت دیر تک بڑبڑاتی رہی تھیں۔

☆☆☆

جہان بہت عجلت میں آفس کے لئے تیار ہورہا تھا، صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی تھی، خانساماں اس سے ناشتے کا پوچھنے آیا تو جہان نے اسے منع کردیا تھا۔

''نہیں بابا! میں آفس میں کرلوں گا۔'' وہ سر ہلا کر پلٹ گیا مگر کچھ دیر بعد پھر دروازے پہ آہٹ ہوئی تھی، جہان نے ٹائی کی ناٹ لگاتے ہوئے ذرا کی ذرا گردن موڑی۔

''صاحب کوئی خاتون ہیں، آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔'' خانساماں کی بات پہ وہ حیرانی میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔

''مجھ سے؟ کون ہیں، آپ نے نام پوچھا؟'' اس کے ذہن میں فوری طور پہ مسز آفریدی کا خیال آیا تھا، مگر وہ بھلا کیوں یہاں ملنے آئیں گی۔

''مجھے خیال نہیں رہا صاحب! میں پوچھ کر آتا ہوں۔'' خانساماں نے کھسیا کر کہا اور تیزی سے پلٹا تو جہان نے ٹوک دیا تھا۔

''رہنے دیں بابا! میں خود دیکھ لیتا ہوں۔'' خانساماں نے سر ہلایا اور کچن کی سمت چلا گیا، جبکہ جہان کی تیاری مکمل ہوچکی تھی، سیل فون، گاڑی کی چابی اور والٹ اٹھاتا ہوا وہ اندرونی حصے سے نکل کر باہر آیا تھا، پورچ کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی نگاہ اٹھی اور کچھ غیر واستعجاب کے عالم میں وہیں ساکن رہ گئی تھی، وہ جو کوئی بھی تھی قیامت خیز حسن کی مالک تھی، سرخ شیفون کی ساڑھی میں اپنے سراپے اور حسن کو نمایاں کرنے کو ایڑھی چوٹی کا زور لگایا گیا تھا، فل ہائی ہیل میں اس کا لچکتی ڈال کی مانند بل کھاتا سراپا نگاہ کو ٹھٹکانے کا باعث بن رہا تھا۔

''مجھے پتہ تھا تم مجھے دیکھ کر یونہی مبہوت رہ جاؤ گے؟'' وہ ناز سے اٹھلائی اور جہان کے ماتھے پہ تیوری چڑھنے لگی تھی۔

''کیا مطلب؟ کون ہو تم؟ اور یہاں آمد کا مقصد؟'' اس کے الفاظ نے جیسے جہان کو سرتاپا سلگا کر رکھ دیا تھا، جبھی اندر کی ناگواری چھپانے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، جبکہ اس کے بات پہ نیلما جیسے صدمے اور رنج سے شق ہو کر رہ گئی تھی۔

''تم نے واقعی مجھے نہیں پہچانا۔'' اس نے غیر یقینی سے آنکھوں کو پھاڑا تو جہان کے ذہن میں جیسے ایکدم سے جھماکا ہوا تھا اور ساتھ ہی اس کے ماتھے کی شکنوں اور آنکھوں میں موجود ناگواری میں اضافہ ہونے لگا۔

''تم؟'' وہ پھنکارا تھا۔

''کیا کرنے آئی ہیں یہاں؟'' اس کے لہجے میں بے حد نخوت اور تلخی تھی، مگر وہ بد دل ہونے

والوں میں سے کہاں تھی۔
''تم سے ملنے، یہ ممکن تھا کہ تم یہاں لاہور میں ہو اور میں تمہارے دیدار کا چانس مس کر دوں۔'' وہ کھلکھلائی جبکہ جہان کا چہرا سرخ پڑ گیا تھا، اسے اس خطرناک عورت سے پہلی مرتبہ خوف محسوس ہوا۔
''دیکھیے محترمہ آپ کو میرے بارے میں شدید قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے، میں آپ کی کسی توقع پہ پورا اترنے سے قاصر ہوں، آپ کو کہیں اور کوشش کرنی چاہیے۔''
''ایکسکیوز می میں آفس سے آل ریڈی لیٹ ہو چکا ہوں۔'' وہ کترا کر نکلنا چاہ رہا تھا کہ نیلما نے سرعت سے بڑھ کر پھر اس کا راستہ روک لیا اور اس کی برہمی و ناگواری کو خاطر میں لائے بغیر سکون سے بولی تھی۔
''میں نے آپ کے بارے میں ہر اندازہ بالکل صحیح لگایا ہے شاہ صاحب! آپ صوم وصلوۃ کے پابند نیک شریف اور دیانیدار انسان ہیں اور ایسے انسان پہ تو کوئی بھی لڑکی فریفتہ ہو سکتی ہے نا۔'' وہ بات کے اختتام پہ کھلکھلائی تھی، جہان نے غصے سے دہک اٹھنے والی آنکھوں سے اسے دیکھا اور سرد مگر دکھ بھری آواز میں جنلاتے ہوئے بولا تھا۔
''مجھے آپ سے اپنی شرافت کا پرمٹ حاصل کرنے کی خواہش نہیں ہے، آپ کی نسوانیت کی وجہ سے میں اب تک آپ کا بہت لحاظ کر چکا ہوں، آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ یہاں سے تشریف لے جایئے ورنہ مجھے ذلیل کر کے نکالنے کے طریقے بھی آتے ہیں۔''
''مائی پلشیر رجناب! آپ کے ہاتھوں تو ہم ذلیل ہو کر بھی اپنے لئے عزت افزائی سمجھیں گے۔'' اس کی بات نے جہان کا دماغ بالکل گھما کے رکھ دیا تھا، اس نے رخ پھیر کر زوردار آواز میں چوکیدار کو پکارا تو نیلما بوکھلا اٹھی تھی۔
''ناراض کیوں ہوتے ہیں جہان صاحب! میں جا رہی ہوں، پھر ملاقات ہوتی ہے آپ سے۔'' وہ اسے ہاتھ ہلاتی مسکراتی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ہوا ہو گئی، جہان کلستا ہوا اپنی گاڑی تک آیا تھا اور دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔
''آئندہ یہ محترمہ یہاں آئیں تو اندر بھی گھسنے مت دیجئے گا۔''
اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے قبل گیٹ کھولے منتظر کھڑے چوکیدار کو گویا تاکید کی تھی اور اگلے لمحے گاڑی گیٹ سے نکال لی تھی، اس کا موڈ بے حد خراب تھا ایسے میں زینب کی کال پک کرنے کا اس کا قطعی ارادہ نہیں تھا جبھی اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی تھی، یقیناً زینب بہت مائنڈ کرتی مگر اس نے دھیان نہیں دیا تھا، آفس میں بھی اس کا موڈ ایسا ہی جھنجھلاہٹ زدہ رہا تھا، جبھی اس نے بھوک ہونے کے باوجود لنچ نہیں کیا، دو بجے تک جب وہ آج کے دن کا کام کسی حد تک مکمل کر چکا تھا اس کے سیل پہ پپا کی کال آنے لگی تھی، زینب کی طرح وہ ان کی کال ڈراپ نہیں کر سکتا تھا۔
''السلام علیکم چاچو!'' اس نے شعوری کوشش سے لہجے میں بشاشت پیدا کرنی چاہی جس میں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔

''وعلیکم السلام جیتے رہو بیٹے! کیسی طبیعت ہے؟''
''الحمدللہ چاچو! آپ کیسے ہیں؟'' وہ ان کی احوال دریافت کرنے لگا۔
''میں بھی ٹھیک ہوں بیٹے، آپ کا ادھر کا کام کب تک مکمل ہو جائے گا۔''
''خیریت ہے چاچو؟'' وہ ان کے لہجے و انداز میں کچھ غیر معمولی پن محسوس کر کے چونک اٹھا۔
''ہاں بہت ضروری بات ہے، فون پہ نہیں ہو سکتی، آپ گھر آ جائیں۔'' جہان کا ماتھا ٹھنکا تھا، ان کے لہجے سے ہی وہ کھٹک کر رہ گیا تھا۔
''جی بہتر میں حاضر ہو جاؤں گا۔''
''آج آ جاؤ تو زیادہ مناسب ہو گا۔'' پپا نے کہا تو جہان کی تشویش یکلخت کچھ اور بڑھ گئی۔
''اوکے چاچو! انشاء اللہ میں آج شام تک آپ سے ملتا ہوں۔'' اس نے رسانیت سے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا تھا، گو کہ آج اس کی بے حد اہم میٹنگ تھی مگر اس نے سب کچھ پس پشت ڈال دیا تھا، وہ جانتا تھا پپا کبھی یوں کسی کو پریشان یا ڈسٹرب نہیں کیا کرتے، یقیناً کوئی خاص وجہ تھی، اس نے پہلے فون کر کے سکریڑی کو آج کی کسی بھی فلائیٹ سے سیٹ کنفرم کرانے کی تاکید کی تھی پھر کچھ سوچ کر زینب کا نمبر ملایا تھا، بیل جاتی رہی مگر وہ کال ریسو نہیں کر رہی تھی، جہان بھی ڈھیٹ بن گیا مگر اس وقت اس نے ہونٹ بھینچ لئے تھے جب زینب کا سیل آف ہوا تھا، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے جب جہان شاہ ہاؤس میں پہنچا تھا، لان میں مدھم ہوتی دھوپ میں زینب کرسی پہ بیٹھی مل گئی تھی، جہان سیدھا اسی کی طرف آیا تھا۔
''خیریت ہے نا تم میری کال کیوں پک نہیں کر رہی تھیں؟'' سلام کے بعد اس نے پہلا سوال ہی اس سے یہ کیا تھا، زینب نے سلام کا جواب بھی لٹھ مار انداز میں دیا تھا اور منہ پہ خفگی اور لاتعلقی کے زاویئے سجائے ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے جا رہی تھی جب جہان کے سوال پہ جیسے آگ بگولہ ہو کر اسے گھورنے لگی۔
''آپ جو کچھ کریں اس پر کوئی دفعہ نہیں لگتی ہے نا؟'' وہ غرائی تھی مگر جہان کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔
''سوری فار دیٹ، اب بتاؤ کیوں فون کر رہی تھیں؟ چاچو نے بھی ایمر جنسی میں بلوایا ہے، اچھا خاصا پریشان ہو کر رہ گیا ہوں۔''
''یہ پریشانی آپ کی اپنی خریدی ہوئی ہے، انسان کے اعمال ہی اس کے لئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی تھی جبکہ جہان کچھ حیران کچھ پریشان سا ہو کر اسے دیکھنے لگا تھا۔
''کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟''
''پپا آ جاتے ہیں تو آپ سے وہی بات کریں گے، مجھ سے کچھ مت پوچھیں۔'' وہ پھنکاری اور تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی، وہ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اندرونی حصے کی جانب جا رہے تھے جب مما اپنے دھیان میں اس سمت آئی تھیں اسے لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ دیکھا تو چونکیں مگر لان میں جہان کو موجود پا کر وہ گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھیں۔

''کیسے ہو بیٹے! یہاں کیوں کھڑے ہو اندر چلو نا۔'' وہ اس کے پاس آ گئی تھیں تب جہان انہیں دیکھ کر جیسے چونک کر سلام کر گیا تھا، جس کا شفقت و محبت سے جواب دے کر انہوں نے اسے ساتھ لگا کر پیشانی چومی تھی۔

''جی چلیں۔'' وہ ان کے ساتھ ہو لیا، مما نے بغور اس کے کسی حد تک گم صم سے انداز کو دیکھا تھا۔

''اس نے آتے ہی آپ کو بھی پریشان کر دیا نا بیٹے! بہت بے وقوف ہے، آپ اس کی باتوں پہ دھیان مت دو۔'' انہوں نے اپنے تئیں اسے تسلی دی تھی مگر وہ یہ جان کر کچھ اور بھی اپ سیٹ ہوا تھا کہ جو بھی معاملہ ہے اس کی وجہ کچھ اور نہیں خود زینب ہے۔

''کیا بات ہے چچی جان! پلیز ٹیل می!'' وہ جیسے اس سے زیادہ خود پہ ضبط نہیں کر سکا تھا، دماغ کی طنابیں شدید تناؤ کا شکار ہو چکی تھیں۔

''پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے میری جان! آپ فریش ہو جاؤ میں چائے بنا کر لاتی ہوں، بھابھی بیگم کو آپ کے آنے کا بتاتی ہوں، وہ تو اتنے دنوں میں بہت اداس ہو گئی ہیں رئیلی۔'' انہوں نے دانستہ لہجے کا ہلکا پھلکا بنا کر اسے بتایا مقصد اسے ریلیکس کرنا تھا مگر وہ خود کو کسی طرح بھی اضطراب سے نہیں نکال سکا، اپنے کمرے میں آنے کے بعد اس نے ہر کام انتہائی بے دلی سے کیا تھا، فریش ہونے سے لے کر لباس تبدیل کرنے تک، کوئی انجانا خدشہ مسلسل اس کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا رہا تھا، وہ مما جان کے پاس آیا تو پپا جان بھی آ چکے تھے اور جنید بھائی بھی، سب لاؤنج میں جمع تھے، اس کا سب نے یونہی استقبال کیا گویا حج کر کے لوٹا ہو، سب ہی خوشگوار موڈ میں اس سے بات کرتے رہے تھے مگر اس کے باوجود وہ ماحول میں تناؤ محسوس کر رہا تھا، جیسے زیاد کی چہلیں اور حسان کے جوک بھی اس کا خیال نہیں بٹا سکے، اس نے صاف محسوس کیا تھا کہ جو بات بھی تھی وہ بڑوں کے درمیان تھی نوجوان پارٹی اس معاملے سے بے خبر رکھی گئی تھی، یقیناً کچھ بہت اہم معاملہ تھا مگر کیا؟ اس کا اضطراب بڑھنے لگا۔

اسما بھابھی اور نوریہ، حوریہ کے ساتھ ماریہ نے بھی آج شام کی چائے پہ اس کی وجہ سے خصوصی اہتمام کیا تھا مگر وہ ان سب کے اصرار کے باوجود سوائے چائے کے کچھ اور نہیں لے سکا، چائے بھی اس کے حلق میں جیسے پھنسنے لگی تھی، نوریہ اور ماریہ کے بار بار زینب کو بلانے پہ بھی وہ نہ تو سب کے ساتھ چائے میں شریک ہوئی نہ وہاں آ کر بیٹھی تھی، جہان کے خدشات بڑھانے کو اس کا رویہ کافی تھا، پپا آئے تھے اور اس سے سابقہ محبت و گرمجوشی سے ملنے کے بعد اپنے کمرے میں چلے گئے، اسے ڈھونڈے سے بھی ان کے کسی انداز سے کوئی غیر معمولی بات نہیں ملی تھی مگر وہ پھر بھی ریلیکس نہیں ہو پا رہا تھا، جب یہ بے چینی کچھ اور بھی بڑھ گئی تب جہان اٹھ کر ان کے کمرے میں آ گیا تھا، مما تو بھابھی اور نوریہ، ماریہ کے ساتھ کچن میں بزی تھیں اور یہ پپا سے بات کرنے کا بہترین موقع تھا۔

''چاچو آپ بزی تو نہیں ہیں؟'' اس نے دروازہ تھپتھپا کر پوچھا تھا، جواب میں ان کی آواز کی بجائے دروازہ کھلا تھا اور وہ اس کے سامنے کھڑے تھے۔

''آؤ بیٹے!'' انہوں نے سامنے سے ہٹ کر اسے راستہ دیا۔

''مجھے لگتا ہے آپ بہت پریشان ہو گئے ہو۔'' وہ اندر آ کر صوفے پہ بیٹھا تو پپا نے بغور اسے دیکھ کر کہا تھا، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا، اب وہ اپنی کیفیت انہیں بھلا کیسے بتاتا۔

''سب خیریت ہے نا چاچو؟''

''ایسی کوئی پریشان کن بات نہیں ہے بیٹے! وہ زینب کا آپ کو پتہ ہے بیوقوف ہے۔'' ان کا انداز سرسری تھا مگر جہان کی نگاہوں میں ہزاروں سوال اتر آئے تھے۔

''مسئلہ کیا ہے چاچو مجھے بتایئے؟''

''بیٹے تمہاری چچی جان نے زینب سے اس انگیج منٹ کی بات کی تھی، آئی مین تمہاری اور اس کی انگیج منٹ کی، زینب نے پہلے تو اس کا برا مانا ہے کہ اب تک اس سے یہ بات کیوں چھپائی گئی پھر اسے تم پہ اعتراض ہوا ہے۔'' پپا نے بات کے اختتام پہ مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ بھونچکا رہ گیا تھا اس مسکراہٹ کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوتا۔

''مجھ پہ؟'' اس نے حیرانی سے اپنے سینے کی سمت انگلی اٹھائی۔

''ہاں بقول اس کے تم کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو۔'' اب کے ان کے مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی تھی جبکہ جہان کی حیرت کچھ مزید بڑھ گئی۔

''یہ بات زینب نے کہی ہے؟''

''ہاں نا، یہ بتاؤ آپ مجھے، آپ کے پاس کسی لڑکی کی تصویر بھی ہے؟ زینب کا دعوا ہے اس نے آپ کے پاس کسی لڑکی کی تصویر دیکھی ہے اور ڈائری میں کسی کے لئے کچھ لکھا ہوا بھی پڑھا ہے۔'' جہان بے ساختہ کھسیا کر نظریں چرا گیا، اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

(اُف، وہ سب دیکھ چکی ہے زینب، مگر تصویر تو کوئی نہیں تھی اور چاچو کو بتانے کی کیا تک تھی احمق)۔

''بیٹے اس قسم کی کارروائیاں گھر کی خواتین کی نظروں سے بچاتے ہیں، او کے بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم۔'' پپا نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھ کر متبسم لہجے میں کہہ کر چھیڑا تو جہان پہ جیسے گھڑوں کے حساب سے پانی پڑ گیا تھا، وہ نظریں نہیں اٹھا سکا۔

''وہ غلط فہمی کا شکار ہے، آپ اس کی غلط فہمی کو دور کر دینا، ڈیئٹ سیک اور ہاں اب میں اس کام میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتا، چاہے آپ منع کیوں نہ کریں، زینب کسی حد تک احمق ہے اور میں اسے اپنے بے حد جینکس بیٹے کی سنگت میں دے کر اسے تھوڑی سے عقل مند ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے بات کے اختتام پہ اسے دیکھا تھا گویا اس کی تائید چاہی مگر وہ اتنا جھینپا ہوا تھا کہ جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ پایا تھا۔

☆☆☆

دل و نظر سے کچھ دیر بھی جدا رکھوں
یہ میرے بس میں نہیں کہ تجھے خفا رکھوں
نہیں ہے کچھ بھی میرے ذہن میں سوا اس کے

میں تیری یاد بھلا دوں تو یاد کیا رکھوں
کبھی جو مجھ سے کوئی پوچھ لے میری مرضی
تو اپنا نام محبت تیرا وفا رکھوں

جہان نے اس غزل کو ٹائپ کیا تھا اور زینب کے نمبر پہ سینڈ کر دیا، گو کہ اس کا ارادہ تو صبح اسے منانے کا تھا مگر دل کچھ اسی طور مچلا تھا کہ وہ اپنے کچھ نہ کچھ احساسات اس تک پہنچانے سے خود کو باز نہ رکھ سکا، کتنا خوشگوار احساس تھا یہ کہ وہ ہمیشہ کے لئے اس کی بنائی جا رہی ہے، پھر وہ اس کے سارے گلے شکوے دور کر دے گا، جب وہ اسے بتائے گا ان تمام بے تاب جذبوں کا مرکز و محور اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو کیسا ردعمل ہو گا اس کا؟

وہ اسی تصور میں گم ہو رہا تھا جب اس کے بیڈ روم کے دروازے پہ مدھری دستک ہوئی تھی جو پہلے تو جہان کو اپنا وہم ہی لگی تھی، دوسری مرتبہ جب پھر اسی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ناک کیا گیا تب وہ کچھ حیران ہوتا اٹھ کر دروازے تک آیا تھا۔

''زینب تم؟'' وہ اسے روبرو پا کے حیران ہوئے بنا نہیں رہ سکا۔

''مجھے اندر آنے کی اجازت مل سکتی ہے؟'' وہ نخوت سے سوال کر رہی تھی جہان نے ایک نظر وال کلاک کی سمت دیکھا، یہ وقت بالکل بھی اس کی یہ بات ماننے کو مناسب نہیں تھا کہ جہان کو صرف اپنی نہیں اس کی پوزیشن کا بھی احساس تھا مگر شام ہی اس کے ساتھ اچھی خاصی تلخ کلامی ہو چکی تھی، وہ اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا، جبھی کاندھے اچکا کر سائیڈ پہ ہو گیا، زینب نے اس کا کھلا چھوڑا ہوا دروازہ بند کیا تھا، پھر اسی بند دروازے سے کمر ٹکا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''آپ کو یاد ہے جے ایک رات آپ بھی میرے کمرے میں آئے تھے اسی طرح؟''

''بیٹھ جاؤ زینی! بیٹھ کر اطمینان سے بات کر لو۔'' جہان کے رسانیت سے کہنے پہ اسی نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

''اٹس او کے میں ٹھیک ہوں، جے آپ کو یاد ہے آپ آئے تھے؟''

''ہاں یاد ہے، مسئلہ کیا ہے اب؟'' جہان نے بغور اس کے بے حد سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''تب آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا تھا، یہ بھی یاد ہے؟'' جہان ٹھٹکا، اس نے اب کے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا البتہ سر کو اثبات میں جنبش دی تھی، وہ یکایک بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا، کوئی گرہ تھی جو کھلنے کو تھی، کوئی بھونچال تھا جو آنا چاہتا تھا، اس کی چھٹی حس مسلسل اسپارک کرنے لگی۔

''گھر میں آپ کو پتہ تو چل گیا ہو گا کیا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، میں ایسا کچھ بھی پسند نہیں کرتی ہوں جے؟ پلیز ہیلپ می جے!'' وہ بے حسی و خود غرضی اور مفاد پرستی کے سب سے اونچے مینار پہ چڑھ گئی تھی، جہان ساکن کھڑا رہا، طوفان آیا تھا اور گزر گیا تھا، جہان کو اپنی ہستی کے تاراج ہونے کی خبر تک نہ ہو سکی۔

''اس وقت میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا جے، صرف تیمور خان نہیں میں بھی اسے بہت پسند کرتی ہوں جے میں صرف تیمور خان سے شادی کرنا چاہتی ہوں، مجھے خبر نہیں تھی کہ پپا مجھے آپ سے منسوب کر چکے ہیں، اینی ویز آپ کو اب اس کام کو کرنا ہے، یہ بھی یاد رکھیئے گا جے اگر

میری تیمور سے شادی نہ بھی ہو سکتی تب بھی میں آپ سے شادی نہیں کروں گی، مجھے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہنا۔''

وہ اس پہ ایک گہری مگر تنبیہی نگاہ ڈال کر جیسے خاموشی سے آئی تھی خاموشی سے پلٹ گئی، جہاں کسی طوفان کی زد پہ آئے ہوئے پتے کی طرح اپنے وجود کو بے سہارا بے آسرا ڈولتا لرزتا محسوس کرتا، بے جان قدموں سے وہیں بیٹھ گیا، اس میں اتنی ہمت بھی ناپید تھی کہ اٹھ کر دروازہ بند کر دے، جسے زینب جاتے ہوئے کھلا چھوڑ گئی تھی۔

☆☆☆

ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں
دل کے نازک خانوں میں چبھتی رہیں
سورج اندھے کنویں میں پڑا روتا رہا
پھول خاک میں اٹے رہے
رنگوں کا حسیں قافلہ
دن دہاڑے لٹتا رہا
شہر آرزو پر خون
دھبوں کی صورت بکھرتا رہا

وہ اگلی صبح منہ اندھیرے کسی کو بھی کچھ بتائے بغیر واپس لاہور کے لئے نکل آیا تھا، فلائیٹ کے لئے اس نے کوشش نہیں کی تھی، بذریعہ ٹرین اتنا طویل سفر کر کے وہ اگلے دن رات گھر پہنچ سکا تو وجود صرف سفر کی تھکان سے تو نہیں ٹوٹ رہا تھا، اضطراب اور وحشت ایسی کہ پورے وجود میں حشر برپا تھا، اگر وہ یاد نہ بھی کرنا چاہتا تب بھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا کہ جانے کتنی بار اس دوران غم سے نڈھال ہو کر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور وہ خود پہ ضبط کھوتا رہا تھا، کیسا کڑا امتحان تھا، بھلا وہ کمپوژر رکھ پاتا اپنے آپ کو اپنوں کے بیچ، اس نے اسی وجہ سے وہاں سے چلے آنے کو ترجیح دی تھی اور ہر قسم کی وضاحت سے بچنے کی غرض سے سیل فون بھی آف کر دیا تھا، اس میں فی الحال کسی کا بھی سامنا کرنے کی تاب نہیں تھی، ابھی اسے خود کو سنبھالنے کی خاطر بہت وقت درکار تھا۔

''صاحب میں نے آپ کے لئے سوپ تیار کیا ہے، تھوڑا سا پی لیں اور ڈاکٹر کو فون کر دوں؟'' وہ پورا دن اور رات بھر بخار میں پھنکتا رہا تھا، اسے اپنی اتنی ہمتوں کی اس درجہ کمزوری پہ حیرت ہوئی تھی، کتنا کمزور اعصاب کا مالک نکلا تھا وہ محض اسے گنوانے کے خیال سے تمام حوصلے کھو بیٹھا تھا، اس نے خود پہ ہنسنا چاہا مگر جلتی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی تھیں۔

(اس کی اس درجہ پاکیزہ اور خاص محبت اس قابل تھی کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا)۔

اس کے دل سے گویا ہوک سی اٹھنے لگی مگر وہ دانستہ ہر احساس سے آنکھیں موندے پڑا رہا تھا جب خانساماں نے آ کر مداخلت کی تھی۔

''سوپ لے آئیں بابا! اور ڈاکٹر کو فون کرنے کی ضرورت نہیں، میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے خود کو سنبھال کر رسانیت سے کہا تھا، سوپ پینے کے بعد اس نے سر درد کی گولیاں لی تھیں اور پھر سے

لیٹ گیا تھا مگر زینب کی روح میں شگاف ڈالتی ہوئی آواز بازگشت بن کر اس کے آس پاس سرسرانے لگی تو اس نے کسی کرب میں مبتلا ہوتے اپنے بال مٹھی میں جکڑ کر تکیے پہ سر پٹخا تھا۔

رہے گا عشق تیرا خاک میں ملا کے مجھے
کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے
بغیر موت کے کسی طرح کوئی مرتا ہے
یقیں نہ آئے تو وہ دیکھ جائے آ کے مجھے
ہر ایک شخص کو حاصل جدا ہے کیفیات
جفا کے لطف تجھے ہیں مزے وفا کے مجھے

☆☆☆

اسے بارش پسند ہے
مجھے بارش میں وہ
اسے ہنسنا اچھا لگتا ہے
مجھے ہنستے ہوئے وہ
اسے بولنا پسند ہے
مجھے بولتے ہوئے وہ
اسے سب کچھ پسند ہے
اور مجھے بس وہ

زینب نے تیمور خان کے گمبھیر لہجے میں پڑھی نظم کو سنا تھا اور کھلکھلا دی تھی، اسے ہمیشہ تیمور خان کا خود کو بے حد اہمیت دینا بہت اچھا لگتا تھا، مگر اس پل تیمور خان کا موڈ کچھ خفا خفا سا تھا۔

''تم نے میری بات کا کوئی اثر بھی لیا ہے؟''

''کیوں نہیں میں نے جے کو سب کچھ بتا دیا ہے۔'' وہ مدھم سروں میں پھر ہنسی۔

''جے کو کیوں؟'' تیمور خان کو جہان سے اتنی ہی چڑ محسوس ہوتی تھی جتنا زینب کی گفتگو میں اس کا تذکرہ زیادہ ہوتا تھا۔

''وہیں منائیں گے نا پپا کو، یو نو پپا جے کی ہی ہر بات مانتے ہیں۔'' وہ بڑے گر کی بات اسے بتا رہی تھی۔

''گڈ! اگر یہ بات ان کی وجہ سے بن جائے تو موصوف کا اسپیشل تھنکس ادا کریں گے۔'' تیمور خان کا موڈ بلاآخر خوشگوار ہو گیا تھا۔

''آپ بالکل بے فکر رہیں، انشا اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، جیسے ہی ادھر حالات بحال ہوئے میں آپ کو بتا دوں گی، آپ اپنے گھر والوں کو بھیج دیجئے گا۔''

اب معاملہ صرف محبت اور خوابوں کی تعبیر کا نہیں رہا تھا، زینب جیسی لڑکی کے لئے اپنی عزت نفس اور پھر اس انسلٹ کا بدلہ لینے کا خیال بہت اہم تھا، وہ شہ لالے کو نیچا دکھانا چاہتی تھی ہر صورت۔

تیمور خان کا فون بند کر کے وہ تین دن بعد خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے کمرے سے باہر آئی تھی، بھابھی کچن میں مصروف تھیں، اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

''اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟''

مما نے اس کے احتجاج کو کسی پہ ظاہر نہیں کیا تھا اور اس کے کمرے میں بند ہونے کی وجہ طبیعت کی خرابی بتائی تھی، مقصد خوامخواہ بات نہ پھیلانا تھا، ان کے خیال میں زینب محض بے وقوفی کر رہی تھی اور خود ہی ٹھیک بھی ہو جائے گی۔

''ہوا کیا تھا تمہیں؟ مجھے تو لگتا ہے سب جہان سے بچنے کا بہانہ تھا، مگر بے فائدہ کمرا نشین رہیں، وہ تو اس سے اگلے دن صبح ہی لاہور واپس چلا گیا تھا، اکٹھے تو پل بڑھ کر جوان ہوئے ہو مگر شرم تو پھر بھی آتی ہے نا۔'' بھابھی ہنس کر چھیڑ رہی تھیں، زینب نے اس انکشاف پہ چونک کر انہیں دیکھا۔

''کیا واقعی جے واپس چلے گئے ہیں؟''

''تمہیں شک ہے کوئی؟'' بھابھی نے الجھ کر اسے دیکھا تو زینب نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، گھر میں گردش کرتی اس کی منگنی کی خبر اور جہان کا منظر سے غائب ہونا اسے مضطرب ہی نہیں کر گیا تھا طیش سے بھی بھر گیا، کچھ بھی کہے بغیر اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچا تھا اور پلٹ کر کچن سے نکل گئی، اپنے کمرے میں آ کر اس نے جہان کا نمبر ڈائل کیا تھا، مگر اس کا نمبر مسلسل آف جا رہا تھا، زینب کے اعصاب شدید تناؤ کا شکار ہو کر رہ گئے۔

''اگر آپ میرے ساتھ کوئی ڈبل گیم کھیلنا چاہتے ہیں تو مجھ سے آپ کو کچھ نہیں ملنے والا، سوائے نفرت کے۔'' اس کی تمام سوچیں جیسے زہر آلود ہوتی جا رہی تھیں، اس نے بے حد طیش کے عالم میں سیل فون پٹخ دیا تھا۔

☆☆☆

میرے لئے یہ سانسیں بھی
اتنی مشکل کیوں ہیں
میری آنکھوں کے آگے
اتنی دیواریں کیوں ہیں
میرے پیروں میں اتنی
زنجیریں کیوں ہیں
میرے ماتھے پر ایسی
تقدیریں کیوں ہیں

وہ ایک نئی مصیبت میں پڑ گیا تھا، صبح وہ خانساماں کے منع کرنے کے باوجود آفس جانے کو تیار ہو گیا تھا، حالانکہ اس کی طبیعت سنبھلی نہیں تھی، مگر وہ اس سوگ میں مبتلا ہو کر کام تو نہیں چھوڑ سکتا تھا، اسی وجہ سے وہ ان کی بات پہ کان دھرے بغیر نکل آیا تھا، دماغ کہیں اور تھا تبھی وہ اتنا شدید ایکسیڈنٹ اسی سے ہو گیا تھا جس میں سراسر قصور اس کی بے دھیانی اور بے خیالی کا ہی تھا اس کی

پچارو اس کی گاڑی کے آگے سبک رفتاری سے چلتی مرسڈیز پہ بے قابو بیل کی طرح جس وقت چڑھتی چلی گئی تھی اس پل بھی اس کے ذہن میں زینب کے الفاظ اپنی تمام تر سفاکی سمیت سنسا رہے تھے، دھماکہ بہت زوردار تھا، جہان کی گاڑی کی ونڈ اسکرین بھی ٹوٹ کر کرچیوں کی صورت بکھر گئی تھی، چوٹیں تو اسے بھی آئی تھیں مگر معمولی، صبح کا وقت تھا اور سڑکوں پہ بلا کا رش گویا ایک دم اس کے اعصاب مفلوج ہو کر رہ گئے تھے، وہ سرعت سے نیچے اترا تھا، آس پاس گاڑیوں، موٹر سائیکلوں پہ سوار لوگ اس حادثے کی وجہ سے اسی سمت متوجہ ہو گئے تھے کچھ تو اپنی سواری چھوڑ کر صورتحال کی گمبھیرتا کا جائزہ لینے مسخ ہو جانے والی گاڑی کے اطراف بھی اکٹھے ہو گئے تھے، جہان جیسے ہی باہر نکل کر آیا، اس پہ ہر سمت سے لعنت ملامت اور بے حسی کے مظاہرے پہ نشتر زنی ہونے لگی، جسے اگنور کیے وہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر جھکے ڈرائیور کو متوجہ کرنے لگا جو بلند آواز سے روتا ہوا احتجاج بلند کر رہا تھا۔

''اوہ خانہ خراب کا بچہ اماری مالکن نے تو ام کو جان سے مار دینا ہے، ایک ہی لاڈلا بیٹی ہے اس کا، اگر اسے کچھ ہو گیا جو کہ ام کو لگتا ہے سو فیصد لگتا ہے ہو ہی گیا ہے ام کو ساری عمر جیل میں سڑے گا، ام گریب آدمی اے، اماری بات کا کون یقین کرے گا کہ امارا کوئی قصور نہیں ہے۔'' وہ اپنا سر پیٹ رہا تھا۔

''خان صاحب آپ ہٹیئے مجھے دیکھنے دیجیے پلیز۔'' جہان نے متانت سے کہا تھا، جو لاپرواہی ہو چکی تھی ہو چکی تھی اب اس کے اعصاب ایکدم الرٹ تھے جبھی اس نے ڈرائیور کو اپنا تعارف ضروری نہیں سمجھا تھا ورنہ عبث نہیں تھا وہ وہیں اس کا گریبان پکڑ لیتا، ڈرائیور اسے دعائیں دیتا آنسو پونچھتا ہوا سائیڈ پہ ہوا تو جہان نے جھک کر گاڑی کے دروازے سے اندر کا جائزہ لیا اور جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، بالوں کی سادہ سی موٹی چوٹی بنائے سفید یونیفارم میں ملبوس وہ نوعمر سی نازک لڑکی بری طرح سے زخمی گویا اپنے ہی خون میں نہائی جا رہی تھی، جہان نے کچھ سٹپٹا کر اس کی سیٹ سے لٹکتی ہوئی بازو کو پکڑ کر نبض ٹٹولی جو بے حد مدھم محسوس ہو رہی تھی۔

''مائی گڈنیس۔'' وہ بڑبڑایا۔

اسے ہاسپٹل لے جانا ضروری تھا، فوری طبی امداد سے شاید بگڑتی صورتحال کنٹرول میں آ سکتی، وہ عجلت بھرے انداز میں اسے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ منتقل کرنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی گاڑی کا رخ ہاسپٹل کی جانب کر چکا تھا۔

☆☆☆

مسز آفریدی مکمل تیاری کے بعد ناشتے کی ٹیبل پہ آئی تھیں، مستعد ملازمہ نے نہایت سلیقے سے ان کے سامنے ناشتے کے لوازمات چننے شروع کیے۔

''ژالے اٹھ گئی ہے تو اسے بلا کر لاؤ، بریک فاسٹ کر لے۔'' اخبار پہ سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے ملازمہ کو ایک اور کام سونپا تھا۔

''مگر بیگم صاحبہ چھوٹی بی بی تو کالج بھی چلی گئی ہیں۔''

''کالج چلی گئی؟'' مسز ششدر ہو کر ملازمہ کو دیکھنے لگیں۔

''عجیب لڑکی ہے، رات میں نے پوچھا تو صاف منع کر دیا تھا، خیر ناشتہ کیا تھا اس نے؟'' وہ ...ت سے نکلیں تو کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تھا، انہیں ژالے کے کسی بھی نارمل رویئے سے ہمیشہ ...ی محسوس ہوا کرتی تھی، اخبار تہہ کر کے سائیڈ پہ رکھ کر وہ ناشتے کی سمت متوجہ ہو گئیں، سلائس پہ ...سن لگاتے ہوئے انہیں محسوس ہوا ان کے ہینڈ بیگ میں موجود ان کا سیل فون وائبریٹ کر رہا ...، انہوں نے اگنور کیا تھا اور اطمینان سے ناشتہ کرتی رہیں مگر فون کرنے والا مستقل مزاج واقع ...ا تھا، ان کے آفس سے کسی بہت ایمرجنسی کی صورت ہی انہیں کال کرنے کی اجازت تھی ورنہ کسی ...ی اتنی ہمت نہیں ہوا کرتی تھی، انہوں نے جوس کا جار رکھا اور بیگ کی زپ کھول کر سیل فون نکالا، ...رین پہ کوئی نیا نمبر بلنک کر رہا تھا، انہوں نے سخت کوفت کے عالم میں کال ریسیو کی تھی، مگر دوسری ...ب ان کے لئے ہرگز اچھی خبر نہیں تھی، ہاسپٹل سے فون تھا ژالے کے ایکسیڈنٹ کے بابت ...نے کے لئے، وہ جیسے جیسے سنتی گئی تھیں ان کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا تھا، پھر جب وہ بولی تھیں ان کے لہجے میں غم و غصے کے ساتھ سرد غراہٹیں بھی در آئی تھیں۔

''کیسے ہوا یہ ایکسیڈنٹ، تم پہچان سکتے ہو اسے جابر خان؟''

''وہ تمہارے ساتھ ہے، وہی ہاسپٹل لے کر گیا ہے؟ گڈ اسے جانے مت دینا، میں آ رہی ...ی او کے۔'' انہوں نے فون بند کر کے مٹھی میں دبوچا اور تیز قدموں سے چلتی باہر نکل گئی تھیں۔

☆☆☆

...ا بھانپ لیتے ہیں
...ے ترازو پر
...ی کا غم کہاں تک ہے
...تک کہاں تک ہیں
...عزیز لوگوں سے
...ھنا تو پڑتا ہے
...ی کل محبت کی
...ں کہاں تک ہیں

جہان ہاسپٹل کی شفاف راہداری میں اضطرابی کیفیت کے زیر اثر مسلسل ٹہل رہا تھا، جب ...یور نے اس کا سیل فون لا کر اس کے سامنے کیا۔

''یہ اپنی فون لے لو صاحب! آپ کی کوئی فون بار بار آتی ہے صاحب!''

''بتا دیا تم نے اپنی مالکن کو؟'' جہان چونک کر متوجہ ہوا تھا اور اس سے بے حد اہم سوال کیا۔

''جی بتا دیا صاحب! مالکن بہت غصے میں لگتا، ام کو محسوس ہوتا وہ آپ کو بخشے گا نہیں، ام نے ...ا وہ اپنا بیٹی سے بہت پیار کرتا ہے۔''

''کیا وہ آ رہی ہیں یہاں پہ؟'' جہاں کی بات منہ میں رہ گئی اس کا سیل فون زور و شور سے ...لگا، جہان نے چونک کر اسکرین پہ نگاہ کی زینب کا فون تھا، تیز میوزک والی بیل تھی، ہاسپٹل

کے پرسکون ماحول میں زبردست رخنہ پڑا تھا، جہان نے گھبرا کر کال منقطع کر دی اور موبائل کو سائلنٹ پہ لگانے لگا، اسی وقت پھر زینب کا فون آنے لگا تھا، جہان نے پھر کال کاٹی تھی اور گہرا سانس بھر کے سیل فون کو کوٹ کی جیب میں رکھا، وہ جس قسم کی سچویشن کا شکار تھا، زینب سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، چاہے وہ کچھ بھی سوچتی اس کے متعلق۔

''صاحب مالکن آ گیا ہے۔'' اسے سوچوں سے ڈرائیور کی گھگھیائی ہوئی آواز نے نکالا تھا، وہ چونک کر متوجہ ہوا اور اگلے لمحے وہ مسز آفریدی کو سرخ چہرے اور کڑے تیوروں سمیت اسی سمت آتے دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹک سا گیا، اگر وہ نوخیز لڑکی ان کی بیٹی تھی تو بڑی حیرت کی بات تھی، ساٹھ کے لگ بھگ تھیں وہ کم از کم یقیناً وہ لڑکی ان کے بڑھاپے کی اولاد تھی۔

''جبر خان کہاں ہے ڑالے؟ اور تم اندھے تھے جو تمہیں نظر نہیں آیا تھا، اگر میری بچی کو کچھ ہوا تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔'' وہ آتے ہی پھنکاری تھیں، جبر خان کا رنگ پیلا پڑتے دیکھ کر جہان تیزی سے آگے بڑھا تھا۔

''ایکسکیوزمی میم! آپ کے ڈرائیور کا کوئی قصور نہیں ہے اور جہاں تک آپ کی بیٹی کی طبیعت کی بات ہے ڈونٹ یو وری، وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔'' مسز آفریدی جو اسے دیکھتے ہی پہچان چکی تھیں اور پہچان کر بری طرح سے نظر انداز کر چکی تھیں اس مداخلت پہ خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پھنکار کر بولی تھیں۔

''تم اس بات کے چشم دید گواہ تھے؟ مائنڈ اٹ میں تم سے نہیں اپنے ملازم سے بات کر رہی ہوں۔'' ان کے اس درجہ بدلحاظی اور تلخی پہ جہان چند لمحوں کو کچھ کنفیوژ ہوا تھا، مگر اگلے لمحے وہ خود کو سنبھال چکا تھا جبھی جب بولا تو اس کا ازلی اعتماد اس کے ساتھ تھا۔

''جی میں چشم دید گواہ ہوں بی کوز یہ ایکسیڈنٹ مجھی سے ہوا ہے۔'' اس نے سرد مہری سے جتلا کر کہا تو مسز آفریدی کے اعصاب کو جیسے دھچکا لگا تھا۔

''تم؟'' وہ دانت بھینچ کر اسے گھورنے لگیں چہرا ایکدم سے سرخ پڑ گیا تھا یوں جیسے وہ اسے بس نہ چلتا ہو مار ڈالیں۔

''میری بیٹی کو ہلکی سی گزند بھی پہنچے میں ایسا کرنے والے کو کڑی سے کڑی سزا دیا کرتی ہوں، بخشوں گی تو میں تمہیں بھی نہیں یاد رکھنا۔'' وہ پھنکاریں تھیں اور ہائی ہیل کی ٹک ٹک بجاتیں ڑالے کے کمرے میں جا گھسیں، جہان جو حیران سا ان کا شدید اور کسی حد تک جاہلانہ انداز ملاحظہ کر رہا تھا گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

☆☆☆

آؤ!
ہم اپنے دلوں کو
اپنی اپنی مٹھیوں میں
اتنی زور سے جکڑ لیں
کہ شریانوں میں پھوٹنے والا کرب

یہیں کہیں گم ہو جائے

اس کی آنکھیں بند تھیں اور گلا غم سے رندھا ہوا، وہ بے حد عجیب احساسات کا شکار تھی، اتنا زخم زخم وجود میں نہیں تھا جتنا اس کے دکھے ہوئے دل میں، پتہ نہیں یہ حادثہ ہونا بھی چاہیے تھا یا نہیں۔

برباد ہونے کے تو اور بھی راستے تھے
نہ جانے مجھے محبت کا خیال ہی کیوں آیا

اس کے لبوں پہ شکستہ مسکان بکھر گئی، عجیب سنگم تھا اس کے چہرے پہ آنسوؤں اور مسکراہٹ کے ساتھ جب مسز آفریدی نے دروازے سے اندر قدم رکھا تھا۔

''مہنی میری جان کیسی ہو؟'' وہ لپک کر اس تک آئی تھیں اور بے قراری بے تابی سے اس کی صبیح پیشانی کو چومنے لگیں، ژالے بس آنکھیں کھولے انہیں دیکھے گئی۔

''پورے پانچ بکرے صدقہ کیے ہیں، چار دیگیں بہترین کھانے کی غریبوں میں بٹوائی ہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے میری بیٹی کی جان بچ گئی، مگر جنہوں نے اس حال کو پہنچایا ان کی ناک سے لکیریں نکلواؤں گی دیکھنا، جبر خان کی دو ماہ کی تنخواہ ہی کاٹی ہے مگر اس پھنّے خان کو حوالات کی ہوا لگوا کر دم لوں گی۔'' ان کے پھنکارتے لہجے میں نفرت کی کاٹ تھی، ژالے نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا۔

''کس کی بات کر رہی ہیں؟''

''وہی جہانگیر حسن شاہ! جہان انڈسٹری کا اونر، اونہہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، بات یوں اکڑ کر کرتا ہے جیسے ساری دنیا اس کی ملکیت ہو، مجھ سے پنگا لیا تھا اس نے مجھ سے۔'' ان کے لہجے سے جیسے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں، ژالے کی رنگت کچھ متغیر ہونے لگی۔

''یہ جہانگیر کون ہے مما، وہی جن کی گاڑی سے یہ حادثہ ہوا؟'' اس نے تصدیق ضروری سمجھی تھی، مسز آفریدی نے تنفر سے سر جھٹکا۔

''ہاں وہی۔'' ان کے اثبات میں دیئے گئے جواب پہ ژالے نے بے ساختہ ہونٹوں کو بھینچا تھا کچھ دیر خاموش رہی پھر کتراتے ہوئے انداز میں مگر مدھم آواز میں بولی تھی۔

''آپ انہیں کچھ نہیں کہیں گی مما۔'' مسز آفریدی کو شاک لگا تھا انہوں نے یوں اسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا ہو۔

''کیوں؟ مرتے ہوئے بچی ہو تم، میں تو کبھی اسے معاف نہ کروں، کیس کروں گی اس پر۔''

''مما!'' وہ سخت عاجز ہوئی۔

''پلیز لیو دیس، مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگے گا، دیکھیں نا انہوں نے مجھے ہاسپٹل پہنچایا تھا، ان کا یہ احسان نہیں ہے، ہم پہ؟''

''میں ایسے احسانوں پہ سر جھکانے والی نہیں، ایکسیڈنٹ بھی اسی نے کیا تھا تمہارا، اللہ جانے اس وقت پی رکھی تھی کمینے نے۔'' وہ بری طرح بھڑکیں تو ژالے کی نگاہوں میں خفگی اتر آئی۔

''ایک بات یاد رکھیے گا مما، اگر آپ نے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو میں آپ سے کبھی

بات نہیں کروں گی۔'' اس نے قطعیت سے کہا اور کروٹ بدل کر چہرا دوسری جانب کر لیا، مسز آفریدی کے اعصاب کو شدید دھچکا لگا تھا، وہ کتنی دیر تک غیر یقینی سے ژالے کی پشت کو گھورتی رہی تھیں، پھر خود کو سنبھالا اور گہرا سانس بھر کے اس کے بیڈ کے گرد گھوم کر اس کے عین سامنے آ گئی تھیں۔

''ایک تو میں تمہاری اس نرم دلی سے سخت عاجز ہوں، خیر بے فکر ہو جاؤ، میں کچھ نہیں کہوں گی اسے، ویسے مجھے دکھ ہوا تم نے اپنی ماں پہ ایک یکسر غیر اجنبی انسان کو فوقیت دی ہے۔'' ان کے خفگی بھرے انداز پہ ژالے جانے کیوں اس پل ان سے نظریں چرا گئی تھی۔

''بات یہ نہیں ہے مما، اصول کی ہے ظاہر ہے انہوں نے جان بوجھ کر یہ ایکسیڈنٹ تو نہیں کیا ہوگا، پھر جس طرح وہ موقع سے فرار ہوئے بغیر مجھے ہاسپٹل لے کر گئے اور آپ کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا اس سے ان کی شخصیت کے سبھی مثبت پہلو ہی نمایاں ہوئے ہیں۔''

مسز آفریدی نے اب کی مرتبہ اسے کچھ نہیں کہا تھا، بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھیں، ژالے ان کی نظروں سے خائف ہوئی تھی اور جز بز بھی، کتنی گہری اندر تک کا بھید پا لینے والی نظریں تھیں۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟'' اس کا اعتماد بری طرح زائل ہوا تھا جبھی کچھ خفگی سے بولی۔

''تم نے دیکھا ہے اسے؟'' ان کی نظروں کی طرح سے ان کا لہجہ بھی کھوجتا ہوا سا تھا۔

''کسے؟'' ژالے سمجھ تو گئی تھی پھر بھی دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا اور نظریں چرائیں۔

''جہانگیر حسن شاہ کو؟''

اس براہ راست سوال پہ ژالے اچھی خاصی گڑبڑا گئی، حالانکہ بات کچھ ایسی بھی غیر معمولی نہیں تھی مگر اب بن چکی تھی، وہ اپنے دل کی اس بغاوت پہ ہی ابھی تک ششدر تھی، بے بس حیران، اچانک کہیں واردات ہوئی تھی، ابھی تو وہ اپنے نقصان پہ ہی حیران تھی، ابھی تو وہ خود اپنے آپ سے اس اعتراف سے گریزاں تھی ہرگز نہیں چاہتی تھی، انہیں اس بات کی بھنک بھی پڑے، جبھی صاف منکر ہو گئی تھی۔

''نہیں میں نے کہاں دیکھا، کیوں پوچھ رہی ہیں آپ؟'' اس نے پوری کوشش کی تھی اپنے لہجے کو بے نیاز لاتعلق اور سرسری بنانے میں جس میں وہ پتہ نہیں کس حد تک کامیاب ہوئی تھی۔

''ایسے ہی، وہی ہاسپٹل لایا تھا نا تمہیں اس لئے۔'' وہ بھی اسی کی ماں تھیں، بات بدل گئیں، ژالے نے گہرا سانس بھرا۔

''میں بے ہوش تھی تب، البتہ جبر خان سے معلوم ہوا تھا یہ مجھے۔''

''او کے فائن، تم آرام کرو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں اپنی بیٹی کے صدقے معاف کر چکی ہوں اسے۔'' انہوں نے احسان جتلانے والے مگر متکبر انداز میں کہا تھا اور اس کا سر تھپکتی ہوئی باہر چلی گئیں، ژالے نے ٹھنڈا سانس بھر کے آنکھیں موندیں تھیں کہ اسی پل جہان کا اونچا لمبا وجیہہ و شاندار سراپا تمام تر دلکشی سمیت اس کی نگاہوں میں اتر آیا تھا، ژالے نے ایکدم گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور یوں سر جھٹکا جیسے اس کے خیال سے

نجات حاصل کرنا چاہتی ہو، مگر ایسا ممکن کب تھا، اس کی یادداشت کے پردے پہ وہ منظر لہرانے لگا، جب اسے ہوش آیا تھا، ڈاکٹرز اس کی مرہم پٹی کر چکے تھے ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ بہت تکلیف محسوس کر رہی تھی۔

''مسٹر جہانگیر آپ فکر مت کریں پیشنٹ کی حالت خطرے سے باہر ہے۔'' یہ یقیناً ڈاکٹر کی آواز تھی جو اس نے ہوش میں آنے کے بعد سنی تھی اور بے اختیار ہی اس کی نظریں اسی سمت اٹھ گئی تھیں، ڈاکٹر کے ساتھ بلیک ٹو پیس میں پیشانی پہ بکھرے بالوں اور آنکھوں میں گہری تشویش کا عکس لئے ہوئے کھڑا وہ بے حد امپریسو شخصیت کا مالک تھا، اپنی نمایاں ہوتی ہائیٹ بے حد دلکش ساحرانہ نقوش سمیت وہ پتہ نہیں تھا ہی اتنا خاص یا اسے لگا تھا کہ وہ یک ٹک اسے دیکھتی چلی گئی تھی۔

''آپ چاہیں تو چلے جائیں، ان کی والدہ کو ہم فون پہ اطلاع دے چکے ہیں، اگر وہ چاہیں گی تو ہم آپ سے ملوا دیں گے۔'' ڈاکٹر جہانگیر کو مخاطب کر کے بہت رسان سے کہہ رہا تھا، جہان نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''نہیں ڈاکٹر صاحب ہی بالکل مناسب نہیں ہے، جب تک پیشنٹ کو ہوش نہیں آتا، میں یہیں رکوں گا۔'' وہ بولا تو ژالے کو احساس ہوا تھا اس کی شخصیت کی طرح سے اس کا لہجہ بھی ازحد متاثر کن ہے۔

''یہ لیجئے آپ کی پیشنٹ کو ہوش آ گیا۔'' ڈاکٹر کی نگاہ ژالے پہ پڑی تو وہ اس کی سمت لپکتے ہوئے جہان کو بھی خوشخبری سنانے لگا تھا، ژالے نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا کہ اب وہ لازماً اس کی سمت متوجہ ہوتا۔

''آر یو اوکے مس!'' ڈاکٹر اس کا چیک اپ کرنے میں مصروف تھا، جب جہان نے بہت شائستگی و ملائمت کے ساتھ اسے مخاطب کیا تھا، ژالے نے اپنے پورے وجود میں اس پل اس کی توجہ پا کر روشنی بکھرتی محسوس کی تھی، اس نے جواب میں کچھ کہنا چاہا مگر آواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی، ژالے کو بے تحاشا شرمندگی نے آن لیا، ڈاکٹر نے اس کا سر تھپکا تھا۔

''ریلیکس بے بی، آپ انشاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔''

وہ کچھ کہے بغیر بھیگی آنکھوں کو جھپکتی ہونٹ کچلتی رہی تھی، جہان نے بھی اسے تسلی سے نوازا تھا، وہ اسے بار بار دیکھتا رہا تھا، اس کی نگاہوں میں سوائے ہمدردی اور تاسف کے ژالے کو کوئی اور جذبہ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا تھا اور اس کے اندر لمحوں میں صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی، اس نے کتنی یاسیت سے سوچا تھا، کیا ضروری تھا کہ اسے زندگی کے اس مقام پہ اتنی اچانک اور شدید محبت ہوتی جب زندگی میں درد کے سوا کچھ نہیں تھا، پھر اتنی حسرتوں میں اس ایک اور حسرت کا شامل ہونا اتنا ضروری تو نہیں تھا، وہ بہت دیر تک آنسو بہاتی ہوئی سوچتی اور سسکتی رہی تھی۔

☆☆☆

میری نیند مجھ سے بچھڑ گئی میرے خواب مجھ سے جدا ہوئے
یہ بڑا ہی غم کا مقام ہے ذرا لوٹ آ میں اداس ہوں
کوئی پھوٹ پھوٹ کے رو پڑا ہے ابھی تلک مری ذات میں

میرے دل میں اک کہرام ہے ذرا لوٹ آ میں اداس ہوں
تیرے دم سے زندہ ہیں آج بھی تو ہی زندگی کی امید ہے
تیرے بعد جینا حرام ہے ذرا لوٹ آ میں اداس ہوں
میری زندگی میری بندگی میری خواہش میری چاہتیں
میری ہر خوشی تیرے ساتھ ہے ذرا لوٹ آ میں اداس ہوں

وہ دریچے میں کھڑا لان میں اترے اندھیرے کو دیکھ رہا تھا، خاموش ویران اور گم صم وہ خود اپنے آپ سے بھاگتے بھی تھک گیا تھا، آج پپا کا فون بھی آیا تھا، وہ اسے واپس بلا رہے تھے، ان کا ارادہ وہ جانتا تھا وہ اب منگنی کی رسم کرنا چاہتے تھے اور جہان سخت مشکل میں گھرا ہوا تھا، کیسے انکار کرتا وہ بھلا، زینب کی تیمور کے متعلق پسندیدگی سے گھر والوں کو آگاہ کرنے کا مقصد تھا زینب کو زیر عتاب لانا، جو وہ اس کی تمام بے حسی بے اعتنائی کے باوجود بھی اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کر سکا تھا، محبت کرنے والے ایسا کر ہی نہیں سکتے خاص طور پہ اس کے ساتھ جس سے محبت کی ہو، انتقام اور بدلہ تو بہت عجیب لفظ تھے، اس کے نزدیک اس نے پپا کو بڑی مشکلوں سے ٹالا تھا، وہ اس کی پس و پیش پہ کچھ حیران ہوئے تھے البتہ انہوں نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا اور خاموشی اختیار کی تھی، وہ بھلے اسے اپنا بیٹا کہتے تھے مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ بہرحال وہ بیٹی کے باپ تھے اور جہان کے لئے یہ زندگی کا بہت کٹھن مرحلہ تھا، باپ سے بڑھ کر مشفق اور پیار کرنے والے چچا کو اس طرح سے مایوس کر دینے کا خیال ہی بہت تکلیف دہ تھا، وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی گویا خود کو مجرم تصور کرنے لگا تھا، ابھی وہ اس کرب بھرے احساس سے نہیں نکل سکا تھا کہ بہت دنوں بعد معاذ کا فون آ گیا تھا۔

''جے یہ کیا سن رہا ہوں میں؟'' اس نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

''کیا سن رہے ہو؟'' جہان نے دانستہ تغافل برتا تھا تو معاذ خفا ہونے لگا تھا۔

''تم منگنی سے منع کر رہے ہو، میں تو اتنا ایکسائیٹڈ ہو رہا تھا، آج مما سے بات کی تو انہوں نے بتایا واٹس یور پرابلم یار۔''

''کوئی پرابلم نہیں ہے۔'' اس نے دانستہ لہجے کو روکھا اور خشک کر لیا تھا، کسی کی خامی چھپانے کو اب اسے خود برا بننا تھا، یہ ضروری ہو گیا تھا اب، معاذ کو اس کی توقع کے عین مطابق حیرانی نے آن لیا تھا۔

''اگر پرابلم نہیں ہے تو بات تو صحیح طرح سے کرو جے!'' معاذ نے اسے فوراً ٹوک دیا تھا، جہان نے ہونٹ بھینچ رکھے، معاذ نے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں بھی کی تھیں مگر جہان نے اسے دانستہ اوندھے سیدھے جواب دیئے، لہجے سے بے اعتنائی بدلحاظی چھلکتی رہی تھی، معاذ نے اس دن اس سے بہت طویل بات چیت نہیں کی۔

''آئی تھینک تمہارا موڈ ٹھیک نہیں ہے، جے ہم پھر بات کر لیں گے۔'' معاذ نے سہولت سے کہا تو جہان نے اسے خدا حافظ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا، اس کا فون بند ہوا ہی تھا کہ اس وقت ہی زینب کی کال آنے لگی، جہان کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرا گیا، اس نے کچھ لمحوں تک

اسکرین پہ بلنک کرتے اس کے نام کو دیکھا، اس کے چہرے وآنکھوں میں جیسے اذیت رقم ہونے لگی تھی، اس نے دل کڑا کرتے ہوئے اس کی کال ریسو کی، وہ اسے اگنور کرنے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔

''ہیلو جے کہاں ہوتم؟'' وہ چھوٹتے ہی بولی تھی، جہان نے بھینچے ہوئے لبوں کو کھولا اور خود کو جبراً سنبھال کر آہستگی سے بولا تھا۔

''لاہور تم جانتی تو ہو۔'' اس نے لاشعوری کوشش کی تھی اپنا لہجہ وانداز نارمل رکھنے کی۔

''کیوں بھاگ رہے ہو حقیقت سے جے! تم کیا سمجھتے ہو اس طرح تم حاصل کرلو گے مجھے؟ بہت غلط خیال ہے تمہارا، یاد رکھنا جے اگر میرے ساتھ زبردستی کی گئی تو میں خودکشی کرلوں گی۔'' وہ بول نہیں رہی تھی گویا لفظ چبا رہی تھی، اس کے ایک ایک لفظ سے تلخی چھلک رہی تھی، جانے کب کا غبار تھا جواب نکلا جارہا تھا وہ پھٹ پڑی تھی، جہان دانت بھینچے متغیر چہرے کے ساتھ خاموش کھڑا رہا۔

''بولتے کیوں نہیں ہیں جے۔'' وہ زور سے چیخی۔

''تم کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو زینب! میں تم سے بھاگ نہیں رہا ہوں، بزنس کے سلسلے میں یہاں ہوں اور بہت بزی ہوں، فضول قسم کی باتوں اور سوچوں کے لئے بھی میرے پاس وقت نہیں ہے، یہ ہمارے بزرگوں کا فیصلہ تھا جس پہ میں نے اعتراض ضروری نہیں سمجھا تھا، میرے خیال میں شادی ایک بنیادی ضرورت ہے جو کسی سے بھی ہوجائے زندگی ہی گزارنی ہوتی ہے نا، وہ تم ہوتیں یا کوئی اور، مجھے اس سے قطعی کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ بولا تھا اور جیسے اندر کا سارا غبار نکال دیا، اپنے پندار اور وقار کی حفاظت کرتے اسے اپنے الفاظ کی سختی کا بہرحال خیال نہیں رہا تھا، وہ بہت انا پرست تھا، اس نے اس وقت اس راز کو افشا نہیں ہونے دیا تھا، جب امید کے سارے جگنو اس کی مٹھی میں روشن تھے، پھر اب وہ اپنے انمول جذبوں کی پامالی کیسے برداشت کرلیتا جبکہ ایسا کوئی چانس باقی نہیں بچا تھا، دوسری جانب زینب یقیناً بری طرح سے پزل ہوئی تھی جب ہی کچھ ثانیوں کو بالکل خاموش رہ گئی، پھر معاً اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

''گڈ! مجھے آپ سے ایسی ہی سمجھ داری کی توقع تھی، ویسے بھی محبت آپ جیسے بزدل انسان کو کرنے کا کوئی حق بھی نہیں ہے، جو محبت کے جذبے کو دل میں دبا کر اسے شرمندہ ہونے پہ مجبور کردے۔'' زینب نے اپنی کھسیاہٹ اپنے تیکھے طنزیہ لہجے کے ذریعے نکال دی تھی، جہان کے چہرے پہ زخمی مسکان بکھر گئی، وہ یوں گہرے سانس بھرنے لگا جیسے گہری تھکن اور پشیمانی کا شکار ہوا ہو۔

''پھر آپ منع کردیں پپا کو۔''

''کردوں گا ڈونٹ وری۔'' جہان کا لہجہ خشک تھا۔

''کب؟ کیا کہیں گے؟'' وہ بے صبرے پن سے بولی تو جہان کے ماتھے پہ تیوری چڑھ گئی تھی۔

''یہ میرا ہیڈک ہے۔'' وہ بیگانگی بے مروتی سے بولا، زینب کچھ خجل ہوگئی۔

''میرا مطلب ہے تیمور کا ذکر نہیں آنا چاہیے، آپ سمجھ رہے ہیں نا؟''

''ڈونٹ وری۔'' جہان اس سے زیادہ اس بے رخی سے بات نہیں کرسکا۔

''تھینکس جے! ویسے وہ ہے نا کوئی جس کی یادیں آپ نے ڈائری میں محفوظ کی ہیں۔'' مطلب نکل گیا تھا، اب وہ پھر اس سے اسی انداز میں بات کررہی تھی، جہان کو اس کی بے حسی کے مظاہرے نے کوفت زدہ کردیا تھا۔

''ہاں ہے۔'' وہ زخمی انداز میں مسکرایا، کیسا عجیب دوراہا تھا، وہ اعتراف کررہا تھا مگر اس طرح کہ نہیں کرنا چاہیے تھا، زینب کچھ لمحوں کو بالکل خاموش ہوگئی۔

''تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا، گڈ، کون ہے وہ اب تو بتادیں؟'' وہ بولی تو لہجے سے پہلے کی سی بشاشت مفقود تھی مگر جہان خود اذیت کے پل صراط سے گزر رہا تھا اس تبدیلی پہ دھیان نہیں دے سکا، البتہ اس کے الفاظ نے اسے جیسے برزخ میں دھکیل دیا تھا، اتنا طیش آیا کہ وہ آپے سے باہر ہوکر رہ گیا۔

''تمہیں نہیں لگتا زینب کہ تم کچھ زیادہ ہی پرسنل ہورہی ہو؟'' اس کے اندر آگ تھی مگر اس کا لہجہ اس قدر سرد تھا، زینب پہ گویا گھڑوں کے حساب سے پانی پڑ گیا۔

''اوہ سوری، اٹس اوکے۔'' وہ خفت زدہ سی بولی تھی، جہان نے جواب میں کچھ کہے بغیر ہونٹ بھینچے رکھے تھے، زینب کے فون کرنے پہ وہ سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

جہاں اس نے پلٹ کر شاہ ہاؤس میں قدم رکھنا خود پر حرام کرلیا، پپا کے فون مما، مما جان کے بلاؤں اور پاپا جان کے اصرار کے باوجود بھی نہیں گیا تو پپا جان خود اس کے پاس چلے آئے تھے، کچھ پریشان اس سے بڑھ کر متفکر وہ ان سے نظریں چرانے لگا۔

''آپ نے کیوں زحمت کی پاپا جان میں اک دو دنوں میں آنے کا سوچ رہا تھا۔''

''میں نے سوچا میں بھی لاہور جاکر تو دیکھوں ایسا کیا ہے یہاں کہ جس نے میرے بیٹے کو مجھ سے چھیننے کی سازش شروع کردی ہے۔'' وہ خجل سا ہوکر رہ گیا پھر آہستگی سے بولا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے پاپا جان!''

''میرا تو خیال ہے منگنی کی بجائے شادی کردیں تمہاری، یہاں اکیلے ہو تم بیوی کے ساتھ سہولت ہوجائے گی۔''

''نہیں پاپا جان پلیز میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ جتنی بے چینی سے گڑبڑا کر بولا پاپا جان نے بغور اسے دیکھا تھا اور بہت دیر تک دیکھا۔

''شادی ہی نہیں کرنی جہان یا پھر زینب سے نہیں کرنی؟ تم کہیں اور تو انوالو نہیں ہوگئے ہو؟ اگر ایسی بات ہے پھر بھی ہمیں بتادو؟'' پپا کے الفاظ نے اسے گنگ کردیا تھا، اس کے لئے رہا ہموار ہوگئی تھی، وہ انکار کرسکتا تھا مگر الفاظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہو پارہے تھے، وہ ساکن بیٹھا رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

نئے آخری جزیرہ ہو

أم مریم

آٹھویں قسط کا خلاصہ

گھر میں زینب کی منگنی جہان سے ہونے کا پلان بنتا ہے تو زینب بوکھلا اٹھتی ہے، وہ جہان کے سامنے تیمور خان سے تعلق کا اعتراف کرتے ہوئے اسے پیچھے ہٹنے کا کہتی ہے۔

جہان اس انکشاف پہ خود کو بے حد اپ سیٹ محسوس کرتا ہے، زینب سے بچھڑنے کا خیال اسے پاگل کرنے لگتا ہے، اس اضطراب کی کیفیت میں اس سے حادثہ ہوتا ہے جس میں ژالے بری طرح سے زخمی ہو جاتی ہے، مسز آفریدی جہان کے لئے خطرناک عزائم سوچے ہوئے ہیں جو ژالے پہ آشکار ہوتے ہیں تو ژالے انہیں مجبور کرتی ہے مسز آفریدی اسے ذرا برابر بھی نقصان نہیں پہنچائیں گی، مسز آفریدی کو ژالے کی بات ماننا پڑتی ہے۔

ژالے پہلی ملاقات میں ہی جہان کی شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو جاتی ہے مگر وہ اس احساس کو پا کر بالکل خوش نہیں ہے۔

زینب، جہان کو اس بات پہ آمادہ کر لیتی ہے کہ وہ اس سے دستبردار ہو جائے گا اور الزام بھی زینب کے سر نہیں آنے دے گا، جہان کے پاس اس کی بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

جہان کی منگنی سے پس و پیش کو پا کر پاپا جان جہان سے دو ٹوک بات کرتے ہیں جس کے نتیجے میں جہان خود کو مشکل میں گرفتار محسوس کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

نویں قسط

لینے لگتا کتنا جھٹکنا چاہا تھا اس نے اس کے خیال اور تصور کو، مگر لگتا تھا وہ ذہن کی ہر رگ پہ نقش ہو گیا تھا، جس روز وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو رہی تھی کتنی عجلت میں آیا تھا وہ وہاں۔

''آئی ایم ساری مس! میں پھر آپ کی خبر گیری کو نہیں آسکا، یہ نہیں تھا کہ میں آپ کے لئے ٹائم نہیں نکال سکا، بس میری ذہن سے ہر بار نکل جاتا تھا، ایک تو میں اپنی یاداشت سے بڑا عاجز ہوں۔'' اس کا لہجہ شرمسار تھا، ژالے اسے دیکھتی رہی تھی، اس پل اس کے ذہن میں کبھی کے پڑھے اشعار تازہ ہو گئے تھے۔

وہ مجھ کو بھول بیٹھا ہے نہیں حیرت ہوئی سن کر
وہ اپنی عام سی چیزوں کو اکثر بھول جاتا ہے

اس نے سرد آہ بھری تھی اور نگاہوں کا زاویہ بدل لیا، ورنہ دل کی خواہش اسے جی بھر کے دیکھنے کی تھی، وہ دل کے کہے چلنے پہ آمادہ نہیں تھی، دوسری اہم بات اسے ہرگز بھی گوارا نہیں تھا کہ وہ اس کی نگاہ کے کسی تقاضے سے آگاہ ہو، یہ احتیاط ضروری تھی، اسے اپنے اس بے بس کر دینے والے احساس کی ہرگز کسی کو خبر نہیں ہونے دینی تھی، یہی بہتر تھا اس کے خیال میں۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' جہان نے فریش روزز کا بکے اس کے سرہانے رکھتے ہوئے جب اسے مخاطب کیا تو ژالے کے چہرے پہ مضمحل سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''آج ڈسچارج ہو رہی ہوں، آپ کو تھینکس کہنا تھا آپ نے اپنے قیمتی وقت سے میرے لئے ٹائم نکالا۔''

''ارے......'' وہ بے حد خجالت آمیز تاثرات سمیت اسے دیکھ کر خفت سے مسکرایا۔

''آپ تو شرمندہ کر رہی ہیں، میں تو آپ کا مشکور ہوں کہ آپ کی وجہ سے مسز آفریدی نے مجھے اتنی آسانی سے معاف کر دیا ورنہ اب تک شاید میں سلاخوں کے پیچھے ہوتا۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا مگر ژالے کے اعصاب شدید تناؤ کا شکار ہو گئے تھے، اس نے ٹھٹک کر جہان کو دیکھا تھا۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں؟'' اس کا رنگ صحیح معنوں میں پھیکا پڑ گیا تھا۔

''آپ تو پریشان ہو گئیں، جسٹ ریلیکس! میں مذاق کر رہا تھا، ایکچوئلی پہلے روز انہوں نے بہت شدید ردعمل دیا تھا، پھر وہ ایکدم سے نارمل ہو گئیں۔

''میں سمجھا آپ نے سفارش کی ہو گی۔''

''آپ بالکل غلط سمجھے ہیں، میری مما اتنی خونخوار تو نہیں ہیں، ہاں البتہ غصہ کچھ زیادہ آتا ہے انہیں، پھر مجھ سے محبت بھی بہت کرتی ہیں جبھی آپ کو یہ فیل ہوا ہو گا۔'' وہ کسی قدر نخوت سے بولی تھی، وجہ ہرگز بھی اپنی کمزوری اس پہ آشکارا نہ کرنا تھا اور جہان جس نے اس روز ان کی ساری گفتگو پوری جزئیات سے سنی تھی کہ درجہ حیرانی سے اسے دیکھتا رہا تھا، وہ نازک سی لڑکی جو اس کے نزدیک ابھی بچی ہی تھی کس درجہ صفائی سے اپنا اور اپنی ماں کا بھرم قائم کر رہی تھی، جہان کو اس کا یہ وقار یہ انا بہت خاص محسوس ہوئی تھی، وہ گھڑی پہ نگاہ پڑتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''چلتا ہوں، آئی وش کہ آپ بہت جلدی بالکل صحت مند تندرست ہو جائیں آمین۔'' وہ اسے وش کرنے کے بعد پلٹ کر چلا گیا، جس پل وہ دروازے سے نکل رہا تھا ژالے نے تھک کر

پاپا جان نے اس خاموشی پہ کس قدر خفگی میں مبتلا ہو کر جہان کو گھورا تھا۔

''مجھے اپنی بات کا جواب چاہیے جہان!''

''پاپا جان آپ لوگوں نے اگر یہ بات اپنے دل میں سوچی تھی تو کم از کم مجھے ضرور بتاتے اب میں کیا کروں جبکہ......'' اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی، جو پاپا جان کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوئی تھی، انہوں نے چونک کر مگر کچھ غیر یقین اور خوف کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو جہان؟ بات مکمل کرو اپنی۔''

''پپا جان میں کسی لڑکی کو پسند کرتا ہوں، زینب کا خیال غلط نہیں ہے، اس سے میری کمٹمنٹ ہے، میں اگر زینب سے شادی کر بھی لوں تو اسے خوش نہیں رکھ پاؤں گا، پپا جان آئی تھنک آپ ایسا نہیں چاہیں گے وہ بھی اس صورت کہ......'' پاپا جان جو ساکن متحیر اور شاکڈ بیٹھے تھے ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، ضبط کی کوشش میں ان کا چہرا بے تحاشا سرخ ہو رہا تھا، اس قدر گہرے اضطراب میں مبتلا کہ انہیں جہان کے چہرے پہ رقم اذیت نظر نہیں آئی۔

''دس از ٹو مچ جہانگیر حسن شاہ!'' وہ بولے تو ان کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا، انہوں نے سر جھکائے بیٹھے جہان کو دیکھا اور سر زور سے جھٹکا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو، ہمیں اس صورت یہ کام نہیں کرنا چاہیے، آج سے تم اس بندھن سے آزاد ہو، اپنے لئے ہر فیصلہ کرنے میں مکمل طور پہ آزاد......'' اپنی بات مکمل کر کے وہ رکے نہیں تھے، جہان نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا، اس وقت وہ ضبط کی آخری حد کو چھو رہا تھا، ذرا سی ٹھیس بھی اسے بکھیر سکتی تھی مگر، وہ بکھرنا نہیں چاہتا تھا۔

☆☆☆

یہ اکیلے پن کی اداسیاں یہ فراق لمحے اداس سے
کبھی دشت دل میں بھی آ رکیں تیری چاہتوں کے قافلے
میں ہوں تجھ کو جاں سے عزیز تر یہ میں کیسے مان لوں اجنبی
تیری بات لگتی ہے وہم سی تیرے لفظ لگتے ہیں خواب سے
یہ جو میرا رنگ ہے روپ ہے یونہی بے سبب نہیں دوستو
میری خوشبوؤں سے ہیں سلسلے میری نسبتیں ہیں گلاب سی

ٹیپ ریکارڈ دھیمے سروں میں بج رہا تھا، وہ آنکھیں موندے بالکل ساکن پڑی تھی، مگر تخیل کے پردے پہ رنگ تھے روشنی تھی، ہر رنگ میں اس کا عکس تھا، ہر روشنی میں اس کا حسن تھا، وہ جتنا حسین تھا اس قدر بے نیاز تھا، وہ جس قدر دلکش تھا، اس سے بڑھ کے اجنبی تھا، ژالے کی آنکھیں بھیگنے لگیں، پامالی کا احساس اس کا دل رگیدنے لگا، ایک ان چاہا شکوہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی خدا سے کر جاتی۔

''کیا یہ ضروری تھا؟''

ہر بار وہ اس بے اختیاری پہ جتنا خوفزدہ ہوتی اس سے بڑھ کر اضطراب اس کے اندر کروٹیں

آنکھیں موند لی تھی، گلابوں کا گلدستہ اٹھا کر اس نے اپنی گود میں رکھ لیا تھا، جس کے پھولوں کی پنکھڑیوں میں اس کا لمس محسوس کرتی وہ جیسے خود سے بھی بیگانہ ہو چکی تھی جب مسز آفریدی اس کے پاس چلی آئی تھیں، اس کی اس بے خودی کی کیفیت کو انہوں نے اچنبھے میں گھر کر دیکھا تھا، پھر اسے متوجہ کرنے کو دانستہ کھنکاری تھیں، ژالے نے چونک کر نہیں گھبرا کر آنکھیں کھولی تھیں، یوں جیسے چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔

''ریلیکس بیٹا کیا ہو گیا ہے؟'' مسز آفریدی نے اسے ٹوکا وہ کھسیا کر مسکرا دی، پھر پھول احتیاط سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیئے۔

''کوئی آیا تھا؟'' اس سوال کو پوچھتے مسز آفریدی کی نگاہیں اس کے چہرے پہ فوکس تھیں۔

''جی جہانگیر صاحب آئے تھے۔''

''اس کے علاوہ؟'' مسز آفریدی کا لہجہ ہنوز تھا۔

''اور تو کوئی نہیں، خیریت؟''

''یہ پھول جہانگیر لایا تھا؟'' ژالے کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، اس نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

''پتہ نہیں شاید کوئی پہلے سے لایا ہو، میری تو ابھی نظر پڑی تھی، کتنے پیارے ہیں ناں مما!''

''ہاں ہے تو وہ بہت پیارا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا، شاید اپنے حسن کا گھمنڈ ہے اسے۔'' ان کا لہجہ خشک اور انداز تلملایا ہوا تھا، ژالے کا رنگ بالکل پھیکا پڑ گیا تھا۔

''میں پھولوں کی بات کر رہی تھی، مجھے کسی سے کیا لینا دینا۔'' اس نے سخت لہجے میں کہہ کر جتلایا تو مسز آفریدی نے کتنی ہی دیر تک بغور اسے دیکھا تھا، یہاں تک کہ وہ جز بز ہونے لگی۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟'' وہ جھنجھلائی تھی۔

''تم نے اس کی سفارش کی تھی ناں مجھ سے، ورنہ وہ اب تک جیل میں بیٹھا ہوتا۔''

''یہ آپ کسی بھلے انسان کے ساتھ سراسر غلط کرتیں جو مجھے ہرگز پسند نہیں تھا مما! میں نے انسانیت کے ناطے یہ کہا تھا۔'' اس نے جیسے ہی اپنی صفائی پیش کی تھی، مسز آفریدی جانے کیوں مسکرائیں۔

''یہ انسانیت کا تعلق کیا، صرف جہانگیر سے ہی محسوس ہوا تھا تمہیں ژالے؟''

''کیا مطلب؟'' ژالے بدک گئی تھی۔

''میرا مطلب سویٹ ہارٹ! جبر خان کو میں نے بنا غلطی و قصور کے سزا دی تھی، دو ماہ کی تنخواہ ضبط کر کے اور یہ بات میں نے تمہیں بتائی بھی تھی آپ نے شاید دھیان بھی نہیں رہا ہے ناں؟''

اور ژالے کو لگا تھا کسی نے اسے بے حد طاقتور بارود سے اڑا دیا ہو، وہ فق چہرے کے ساتھ انہیں پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی تھی، اس کی غلطی یہ تھی کہ وہ اپنی ماں کی شاطرانہ فطرت کو فراموش کر گئی تھی۔

''کیا ہوا؟ میرا مقصد تمہیں پریشان کرنا تو نہیں تھا۔'' مسز آفریدی مسکرا کر بولیں اور ژالے کو خود کو سنبھالنا پڑا تھا۔

''آئی ڈونٹ نو کہ آپ کا کیا مقصد تھا اس بات کو جتلانے کا، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تو میں نے جہانگیر صاحب کے ساتھ جابر خان کی بھی آپ سے سفارش کی تھی۔'' وہ بے حد غصے میں آ گئی تھی، مسز آفریدی رسان سے ہنسی تھیں پھر ایکدم اسے گلے لگا لیا۔

''سویٹ ہارٹ غصہ تھوک دو، میں تو ایسے ہی ایک بات کر رہی تھی۔'' انہوں نے اسے منایا اور وہ ہمیشہ کی طرح اکڑی نہیں کہ اس وقت وہ خائف لگی اگر وہ زیادہ جز بز ہوتی ان کا شک گہرا ہوتا جو اسے ہرگز گوارا نہیں تھا، مسز آفریدی نے گھر آ جانے پہ بھی اس کی بہترین کیئر کی تھی اتنا خیال رکھتیں کہ وہ خود سے شرمندہ ہونے لگتی، سیل فون کی بیپ پہ اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا، اس نے گردن موڑ کر بلنک کرتے سیل فون کی اسکرین کو دیکھا تھا، کسی انجان نمبر سے کال تھی اور وہ خود بھی کسی دھیان میں تھی جبھی بغیر کسی پس و پیش کے کال اٹینڈ کر لی تھی۔

''ژالے میری جان کیسی ہو؟ مجھے ابھی پتہ چلا ہے کہ تمہارا بہت شدید ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔'' دوسری جانب نیلما تھی، اپنے ازلی فکرمند پرخلوص محبت چھلکاتے ہوئے لہجے میں بات کرتی ہوئی جس کی تمام صداقتیں ژالے کے لئے اپنی وقعت و اہمیت کھو گئی تھیں۔

''کیوں فون کیا ہے؟'' اس نے تنفر زدہ لہجے میں پھنکار کر پوچھا تھا دوسری جانب نیلما کو اسکی اس درجہ بے حسی نے مضطرب کر دیا۔

''کیا اب بھی نہ کرتی؟'' وہ جیسے رو دی ہو۔

''ہاں کبھی نہیں میں تو اگر مر بھی جاؤں تو تمہیں اجازت نہیں ہو گی کہ میرا منہ بھی دیکھ لو۔'' ژالے کا چہرا ضبط اور غصے کی زیادتی سے سرخ پڑنے لگا تھا۔

''خدا نہ کرے ژالے! مریں تمہارے دشمن، خدا تمہاری عمر دراز فرمائے آمین۔'' وہ جیسے تڑپ اٹھی تھی، ژالے حواسوں میں ہوتی تو اس کی آواز میں اتری نمی اور وحشت کو ضرور محسوس کرتی۔

''میری دشمن تو تم ہو۔'' ژالے نے جتایا تھا اور نیلما سناٹے میں آ گئی تھی۔

''اگر ایسا ہے ژالے تو پھر مجھے موت آ جائے، مگر تم ہزاروں سال جیو، ہمیشہ خوش رہو۔'' وہ سسک کر گویا ہوئی تھی اور ژالے اتنا بھنائی کہ پوری بات سنے بغیر فون کاٹ دیا، اس کی مٹھی میں موجود سیل فون پہ پھر کال آنے لگی، اس نے سوئچ آف کا بٹن دبایا اور موبائل بستر پہ پھینک دیا، ضبط کی کوشش میں ہلکان ہونٹ بھینچے کھڑی تھی جب مسز آفریدی اپنے دھیان میں اندر آئی تھیں اسے دیکھ کر حیران ہوئیں۔

''خیریت؟'' ژالے کو خود کو سنبھالنا دشوار ہوا تھا، اس نے محض سر ہلانے پہ اکتفا کیا، مسز آفریدی نے بغور اسے دیکھا تھا پھر اس کے بستر پہ پڑے سیل فون کو اور جیسے معاملے کی تہہ تک جا پہنچیں تھیں۔

''تمہیں کہا بھی تھا انجان نمبرز سے کال اٹینڈ نہ کیا کرو۔'' ژالے نے جواباً خاموشی اختیار کیے رکھی تو انہوں نے گہرا سانس کھینچا تھا۔

''خیر لعنت بھیجو، میں تمہارے پاس ایک زبردست نیوز کے ساتھ آئی ہوں، آئی ایم شیور

تمہیں سننا اچھا لگے گا۔'' ان کا لہجہ بے حد خوشگوار تھا پر جوش انداز لئے ہوئے، ژالے کی سرسری کی نگاہ لمحہ بھر کو اٹھی تھی، انداز کی بے دلی بے حد واضح تھی، جسے مسز آفریدی نے محسوس کرنے کے باوجود نظر انداز کر دیا۔

''میں تمہاری صحت مندی کی خوشی میں ایک گرینڈ پارٹی کا اہتمام کر رہی ہوں، سب کو بلاؤں گی، تمہارے لئے ایک زبردست سرپرائز بھی ہوگا، جو میری بیٹی کو خوش کر ڈالے گا۔'' انہوں نے لگاوٹ بھرے انداز میں کہہ کر اس کا گال چٹا چٹ چوما، ژالے کی اکتاہٹ میں کچھ اور اضافہ ہو گیا اس نے عاجز ہو کر انہیں دیکھا تھا۔

''پلیز مما! مجھے یہ پسند نہیں، آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی، میں نے تو کارڈ بھی چھپنے کو دے دیئے اور پھر وہ سرپرائز......''

''مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ہے اب......'' وہ بے حد ناگواری سے بولی تو مسز آفریدی معنی خیزی سے مسکرائی تھیں۔

''تمہاری یہی بے زاری تو ختم کرنا چاہتی ہوں میری جان! میں چاہتی ہوں میری بیٹی نارمل زندگی جیئے، خوش مطمئن اور بھرپور...... میں تمہیں مکمل دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''ایسے خواب دیکھنا چھوڑ دیں، جن کی تعبیر نہ ملتی ہو۔'' وہ بے زار ہوئی تھی اور کس حد تک کٹھور بھی۔

''کیوں تعبیر نہیں ہوگی؟ خبردار جو کچھ غلط سوچا بھی، میں حالات کو اپنے بس اور قابو میں رکھنا چاہتی ہوں بے بس اور لاچار اور لوگ ہوتے ہیں۔'' ان کا متکبرانہ لہجہ گستاخانہ حد تک قابل اعتراض تھا، ژالے لرز کر رہ گئی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں مما! خدا کا خوف کریں، معافی طلب کریں اپنے گناہ کی، آپ کس کو جتلانا چاہتی ہیں یہ اُف مائی گاڈ! آپ کی بے اختیاری اور بے بسی میری بیماری کی شدت سے عیاں ہے، تڑپ سکتی ہے آپ مگر میرے لئے کچھ کر نہیں سکتیں۔'' ژالے کو جتنا خوف اور غصہ آیا تھا وہ اتنے ہی شدید لہجے میں انہیں ٹوکتے ہوئے بولی تھی، مسز آفریدی نے کاندھے جھٹکے اور خفیف سا مسکرائیں۔

''تم نے غلط سمجھا، میں کچھ اور کہہ رہی تھی۔'' ژالے محض متاسفانہ نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

''اینی ہاؤ بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم۔''

''او کے میری ملانی بیٹی! تم پارٹی کی زبردست تیاری رکھنا اور میرے سرپرائز کا ویٹ کرنا او کے؟'' وہ ایک بار پھر اس کا گال چوم کر مسکراتی ہوئیں باہر نکل گئیں، ژالے ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی تھی۔

☆☆☆

حکم تیرا ہے تو تعمیل کیے دیتے ہیں
زندگی ہجر میں تحلیل کیے دیتے ہیں

تو وصل کی خواہش یہ بگڑتا کیوں ہے
راستہ ہی ہے چلو تبدیل کیے دیتے ہیں
آج سب اشکوں کو آنکھوں کے کنارے پر بلا
آج اس ہجر کو تکمیل کیے دیتے ہیں
ہم جو ہنستے ہوئے اچھے نہیں لگتے تم کو
حکم تیرا ہے سو آنکھ جھیل کیے دیتے ہیں

اس نے طویل کش بھر کے دھواں بکھیرا اور اپنی جلتی آنکھوں کو آہستگی سے بند کر لیا، سرد ہواؤں کی شوریدہ سری عروج پہ تھی، گویا ہڈیوں میں موجود گودے کو بھی جما دینے کے درپے مگر وہ تو جیسے ہر احساس سے عاری تھا، کیسا لگتا ہے بھلا اپنے پیاروں کو خود اپنے ہاتھوں نا چاہتے ہوئے بھی دکھی کر دینا، محض کسی ایک کی خوشی کی خاطر مغلوب ہونا اتنا سہل نہیں تھا، یقیناً حوصلے کا کام تھا یہ، کل پاپا جان واپس کراچی چلے گئے تھے، انہوں نے مزید اسے کچھ نہیں کہا تھا مگر ان کے ہر انداز سے بے دلی ناراض اور دکھ چھلکتا تھا، جہاں نے جب انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''کیا کروں گا یہاں رک کر، یہاں تمہارے پاس ٹائم بھی تو نہیں ہوتا۔''

اور جہان جو واقعی ان سے کترانے کی وجہ سے انہیں کمپنی نہیں دے رہا تھا خاموش کھڑا رہ گیا تھا۔

(پتہ نہیں یہ آزمائش کب ختم ہوگی، میں ان بے حد خاص رشتوں کو پھر سے ویسا پا سکوں گا یا نہیں؟ زینب شاید تمہیں احساس نہیں ہوگا تم نے مجھ سے بہت بڑا اخراج وصول کیا ہے)۔

اس کے اندر صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی، سگریٹ کی تپش سے اس کی انگلیاں جھلسی تھیں تب وہ ذرا سا چونکا تو جیب میں موجود سیل فون کی وائبریشن بھی محسوس ہوئی تھی، اس نے بے دلی سے سیل فون نکال کر کال ریسیو کی۔

''ہاؤ آر یو ینگ مین!'' مسز آفریدی کی کھنکتی آواز سن کر اس کے اعصاب کچھ اور کشیدگی سمیٹ لائے۔

''فائن!'' وہ مختصراً بولا تھا، مسز آفریدی کی کال نے اسے کھٹکا سا دیا تھا۔

''جہانگیر حسن شاہ صاحب میں اپنی بیٹی کی صحت یابی کی خوشی میں سیلبریشن کر رہی ہوں، آپ بھی انوائیٹڈ ہیں، آج انویٹیشن کارڈ بھی آپ کو مل جائے گا مگر میں نے فون اسے لئے کیا ہے کہ آپ کو یاد دہانی کرا دوں۔'' جہان ششدر سا رہ گیا، یہ خیر سگالی کا قدم اسے کچھ کنفیوژ کر گیا تھا، جہاں تک اس نے مسز آفریدی کو سمجھا تھا وہ اسے کچھ خاص پسند نہیں آئی تھیں وہ بہت گہرا مشاہدہ رکھتا تھا، اس کے لوگوں کے متعلق قائم کیے گئے اندازے بہت حد تک درست ثابت ہوا کرتے تھے، مگر مسز آفریدی کا رویہ اسے ہر مرتبہ حیرانی میں مبتلا کر جایا کرتا تھا۔

''آپ کو آنا ہے جہانگیر! میں ویٹ کروں گی۔'' مسز آفریدی کے آواز پہ وہ چونک کر متوجہ ہوا اور گہرا سانس کھینچا تھا۔

"جی بہتر میں کوشش کروں گا۔" وہ اختصار سے بولا تو ان کے لہجے میں بے چینی در آئی۔

"نو کوشش نہیں کرنی آپ نے ہر حال میں آنا ہے، او کے؟" وہ دھونس میں بولیں تو جہان کے چہرے پہ سخت و برہمی ایک ساتھ چھلکی تھی۔

"جی بہتر!" اس نے مختصراً کہا اور فون بند کر دیا تھا، اسی پل زینب کا فون آ گیا تھا، اس نے ہونٹ بھینچ کر سیل فون کو دیکھا تھا، پھر کال ریسیو کر لی، وہ اسے نظر انداز کر کے اس کے غلط اندازوں کو صحیح سمجھنے کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جے کیسے ہیں؟" اس کا فریش کھنکتا ہوا لہجہ آرے کی مانند جہان کے دل کو دولخت کر کے رکھ گیا۔

اس نے پھر میرا حال پوچھا ہے
کتنا مشکل سوال پوچھا ہے
ہچکیوں کا عجیب عالم تھا
بات کو ٹال ٹال پوچھا ہے

جہان ہونٹ بھینچے خود پہ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ پڑنے لگا۔

"خیریت کیوں فون کیا ہے؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ روڈ ہونے لگا۔

"کیا اب آپ مجھ پہ یہ پابندی بھی لگائیں گے؟ میں آپ کو فون نہیں کر سکتی جے؟" معصومیت خفگی اور تلخی کا عجب امتزاج تھا، جہان نے گہرا سانس بھرا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ جیسے خفا ہوا تھا۔

"آپ تو یوں ری ایکٹ کر رہے ہیں جے جیسے میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہو، آپ کا تو راستہ صاف ہوا ہے، آپ اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔" وہ نخوت سے کہہ رہی تھی اور جہان کو خود پہ ضبط محال ہونے لگا۔

"آپ کس سوچ میں پڑے ہوئے ہیں، سب گھر والوں کے سامنے اس پردہ نشین کی نقاب کشائی کر ڈالیں۔" وہ چیخ کر بولی تو جہان نے ناگواری سے ٹوکا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟ اور سنو تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔" وہ پھنکارا تھا اور زینب مشکوک ہونے لگی۔

"آپ بہت ٹیپکل ری ایکشن دے رہے ہیں جے! حالانکہ آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے، آف کورس جو ریزن آپ نے سب کے سامنے رکھا ہے اب اس کے مطابق آپ کو اپنا پروپوزل وہاں بھیجنا چاہیے۔"

"ابھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔" وہ رکھائی سے بولا زینب جھنجھلا گئی تھی۔

"بٹ وائے؟"

"وہ لڑکی جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں اس کی فیملی کی کچھ پرابلمز ہیں، ابھی میں پروپوزل نہیں بھجوا سکتا۔" اس نے بڑی مشکل سے خود کو کمپوز کر لیا، وہ اپنا بھرم کسی بھی حال میں کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"کیا پرابلمز ہیں مجھے بتائیں؟" زینب کی بات پہ جہان کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہونے لگیں تھیں۔

"زینب آپ اس قدر انٹرفیئر مت ہوں میرے پرسنلز میں پلیز۔"

"آپ پھر خوامخواہ ایموشنل ہو رہے ہیں جے! میرا مقصد صرف پرابلمز حل کرنا ہے، آف کورس جب تک آپ کا معاملہ کھل کر سامنے نہیں آتا میرا کام کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ تنک کر بولی اور جہان کے اندر جیسے بھالا اتار دیا گیا تھا، اس نے کسی کرب سے گزرتے ہوئے اتنی سختی سے دانتوں سے ہونٹ کو کاٹا کہ منہ میں خون کا ذائقہ گھل کر رہ گیا۔

"جے پلیز نیور مائنڈ! آپ خود سوچیں اگر آپ نے کسی کام کا بیڑا اٹھایا ہے تو اسے تکمیل تک تو پہنچائیں گے نا۔" اس کے اس کا لہجہ و انداز قدرے دھیما تھا مگر جہان کی اذیت و کرب میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

"میری وجہ سے آپ اپنے کام کو مت اٹکائیں، تیمور سے کہیں وہ اپنا پروپوزل بھیج دے، ہاں بھیج دے، تاکہ پپا فٹ سے انکار تو کر دیں۔" وہ چیخی تو جہان نے سرد آہ بھری تھی۔

"ڈونٹ یو وری! میں سنبھال لوں گا سب، البتہ جس روز انہیں آنا ہو مجھے پہلے سے آگاہ کر دیجئے گا۔" وہ رسانیت سے بولا تو زینب نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

"نہیں اتنی جلدی یہ سب کچھ اگر ہوا تو اس کا مطلب یہی ہو گا یہ سب میں نے کرایا ہے، شاہ ہاؤس کے مکین اتنے احمق نہیں ہیں بہرحال۔"

اور جہان اس کی جہاندیدہ سوچ پہ قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا، اضطراب دکھ اور صدمے نے اس کی اپنی عقل تو سلب کر کے رکھ دی تھی۔

"یہاں آپ کا انکار پہنچ چکا ہے، مما اور پپا کو تو کوئی خاص ردعمل نہیں ہے، البتہ زیاد بھائی کا موڈ ضرور آف ہے۔" وہ اسے بے نیازی سے بتا رہی تھی، جہان کے چہرے پہ ایک سایہ آ کر گزر گیا اس نے کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا، بہرحال وہ اس سے بڑھ کر اپنے ضبط کا امتحان نہیں لے سکتا تھا۔

☆☆☆

"مجھے اتنی حیرت ہو رہی ہے کہ یقین کرنا بھی چاہوں تو نہیں کر سکتی۔" نوریہ اس کے سامنے بیٹھی تھی، اس تک ابھی ابھی جہان کی کسی اور میں انوالومنٹ اور زینب سے شادی کے انکار کی خبر پہنچی تھی، زینب نے اپنے احساسات چھپانے ضروری سمجھے تھے۔

"اور تم بکواس کیا کرتی تھیں وہ مجھ میں انوالو ہے۔" اس نے دانت کچکچائے۔

"ہاں مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ معاذ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہیں۔" وہ ایک دم موضوع بدل کر خود ترسی کا شکار ہوئی تو زینب نے زور سے سر جھٹکا تھا۔

"خیر اب ایسی بھی بات نہیں ہے، بھائی کے معاملے میں تمہارا اندازہ غلط ہے۔"

زینب پہ اگرچہ معاذ کا نوریہ کے لئے صاف انکار والی بات کھل چکی تھی اس کے باوجود وہ نوریہ کو اس چکر سے نکالنا نہیں چاہتی تھی، اس کی بات پہ نوریہ کے چہرے پہ تمسخر پھیل گیا، اس نے

گہرا سانس بھرا اور سر جھکا لیا۔

"مجھے تو جہان بھائی پہ حیرت ہے، تم دونوں کی جوڑی بے حد لاجواب تھی، پتہ نہیں انہیں کیا سوجھی۔" اس کے تاسف کی کوئی حد نہیں تھی، زینب ڈرائی فروٹ کی پلیٹ سے کاجو چنا اور منہ میں رکھا تھا پھر کاندھے جھٹک کر بے نیازی سے گویا ہوئی تھی۔

شیر کی اپنی خدائی
ریچھ کے اپنے ضوابط
بھڑیے کا اپنا ہی قانون
ان پر حرف گیری کا کسی کو حق نہیں
مچھروں کو حکم ہے
وہ اپنی بھیں بھیں سے غرض رکھا کریں

"اس نظم کا عنوان جنگل ہے، سمجھ تو گئی ہو گی تم؟" اس کے بے نیاز لہجے میں بھی ہلکی سی کاٹ تھی، نوریہ جو جھکا سر اٹھا کر حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی کس قدر غیر مطمئن کیفیت میں سر کو نفی میں جنبش دینے لگی۔

"تم اپنے آپ کو مچھروں سے تشبیہ دے رہی ہو؟" زینب نے اس گستاخی پہ گھور کر اسے دیکھا اور ڈرائی فروٹ کی پلیٹ اپنے سامنے سے سرکا دی۔

"نان سنس! میں نے تمہیں کہا ہے مچھر!" وہ کہہ کر خود ہی ہنسنے لگی، نوریہ نے کچھ اور بھی حیرت میں مبتلا ہو کر اس کے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

"تمہاری اس نظم سے مجھے بھی ایک نظم یاد آ گئی ہے جو میں تم سے شیئر کرنا چاہوں گی۔" زینب نے یوں کاندھے اچکائے جیسے کہہ رہی ہو "مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے" نوریہ نے گہرا سانس بھرا تھا۔

ہر جانب پر کترے طوطے
چوری کے چکر میں گم ہیں
اپنے اپنے پنجروں میں گردن اکڑائے
چھن چھن کرتے گھوم رہے ہیں
دنیا کو الجھا رکھا ہے
اپنی لاحاصل ٹیں ٹیں میں

زینب نے گھور کر اور کسی قدر ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھا تو جواباً وہ ہنس پڑی تھی۔

"اس کا عنوان ہے "گفتار کے غازی" اور محترمہ زینب حسن شاہ ایک بات غور سے سن لیں، آپ جس قدر بھی گفتار کی غازی ہوں مگر یہ بھی حقیقت ذہن میں رکھا کریں کہ آپ کے سامنے والا بھی بے وقوف اور بالکل عقل سے پیدل نہیں ہے۔"

"کیا مطلب ہے اس بات سے؟" زینب نے بے حد ناگواری میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"زینب مجھے دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ تم نے اتنے اچھے پیارے جہان بھائی کو ٹھکرا کر ایک بے مہر غیر آدمی پہ بھروسہ کیوں کر لیا، بہرحال تم دونوں کا سنجوگ خدا کو منظور ہی نہیں ہو گا، دکھ کی بات ہے زینی کہ تم نے اپنا سارا جرم سارا گناہ جہان بھائی کے کھاتے میں منتقل کر دیا، ایک بے حد صاف گو انسان کے ساتھ کیا یہ سراسر زیادتی نہیں؟"

الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ زینب کو لگا تھا وہ بیٹھے بیٹھے سن پڑ گئی ہو، حیران ششدر اور مضطرب، نوریہ نے اسے تاسف کی نگاہ سے دیکھا تھا اور یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اٹھ کر ایک جھٹکے سے پلٹ رہی تھی جب زینب نے اس سکتے کی کیفیت سے نکل کر اسے دیکھا تھا۔

"تت...... تم...... کیسے جانتی ہو یہ سب؟" آواز اس کے حلق سے پھنس کر نکلی تھی، نوریہ کو لگا وہ کسی پل بھی رو پڑے گی، جیتی ہوئی بازی ہار جانے کا خیال اسے ہراساں کرنے لگا تھا۔

"کل جب تم فون پہ تیمور سے بات کر رہی تھیں یہ اتفاق تھا یہ سب باتیں میں نے سن لیں، آئندہ اس سے بات کرتے اتنی مگن مت ہو جانا کہ اطراف کی خبر نہ رہے۔" وہ کس قدر تلخی و غصے سے بولی تھی، زینب کی گرفت اس کے ہاتھ پہ کچھ اور بھی سخت ہو گئی۔

"تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی نوریہ پلیز پلیز!" وہ اتنی لجاجت اتنی بے بسی سے کہہ رہی تھی کہ نوریہ کو لگا وہ کسی پل بھی رو پڑے گی مگر اسے اس پہ رحم آیا نہ ہمدردی محسوس ہوئی۔

"ڈونٹ یو وری زینی! میں ایسا کر کے تمہارے ساتھ نہیں جہان بھائی کے ساتھ زیادتی کروں گی، دوسرے لفظوں میں، میں ان کی قربانی ضائع نہیں کر سکتی مگر ایک بات یاد رکھنا زینب مجھے اس بات کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے تمہیں تمہارے اس عمل کی سزا نہ مل جائے، کسی کی محبت کا خراج وصول کرنا میری نگاہ میں تو سراسر زیادتی ہے۔" اس کا لہجہ بھینچا اور سرد تھا، زینب کا چہرہ کچھ اور بھی متغیر ہو گیا۔

"کیا مطلب ہے؟ کس کی محبت کا خراج وصولا ہے میں نے؟" وہ پھٹ پڑی۔

"جہان بھائی کی، زینب میرا اندازہ ہرگز غلط نہیں تھا، ورنہ وہ کبھی تمہارے خاطر یہ سب کچھ نہ کرتے۔" وہ زینب کو ششدر چھوڑ کر اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑاتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

☆☆☆

فریب ذات سے نکلو جہاں کے سانحے دیکھو
حقیقت منکشف ہو گی کبھی تو آئینے دیکھو
وہی اک اجنبی جس سے تعلق سرسری سا تھا
ہمارے دل میں ہوتے ہیں اس کے تذکرے دیکھو
لکھا ہے وقت نے یہ بھی عجب اپنے مقدر میں
پلٹنا ہے نہیں جس نے اسی کے راستے دیکھو
ہمیں سمجھو نہ خوش اتنا لبوں کی مسکراہٹ سے
ہماری آنکھ میں پہلے ہزاروں حادثے دیکھو!
تھکے ہارے سے بیٹھے تھے مگر تیری صدا سن کر
شکستہ پا چلے آئے ہمارے حوصلے دیکھو

آج اس کی صحت یابی کا جشن تھا اور محفل عروج پہ تھی، وہ جو ہمیشہ ایسی محفلوں سے کتراتی تھی آج شریک تھی تو وجہ یہ نہیں تھی کہ یہ بالخصوص اس کے لئے سجائی گئی تھی، وجہ وہ ستمگر تھا جس کے متعلق مسز آفریدی نے اس سے سرسری انداز میں تذکرہ کیا تھا کہ وہ بھی شریک ہونے والا ہے، یہ پھر بے اختیاری اور لاشعوری احساس تھے کہ اس کی عام سی تیاری خاص الخاص ہوتی چلی گئی تھی اتنی خاص کہ اس پہ اٹھنے والی ہر نگاہ ٹھٹک کر تھم جاتی رہی تھی، وہ جو ہمیشہ سادہ رہتی تھی، جس کا سجنے سنورنے کا کبھی جی چاہا تھا نہ کبھی خیال آیا تھا، مگر آج وہ کسی کی اٹھنے والی نگاہ میں ستائش کی طلبگار تھی، کیسی انوکھی خواہش تھی نا جس کا اسے خود بھی بھرپور طریقے سے احساس نہیں ہو سکا تھا، پھر وہ ہر آہٹ پہ چونکتی رہی تھی، اس کی نگاہ ہر آنے والے کی سمت امید لے کر اٹھتی اور مایوسی سمیٹ لاتی، وہ ایک بار پھر اس کو اہمیت دینا بھول گیا تھا، تقریب کے اختتام تک جہاں مایوسی انتہا کو پہنچی وہاں اس کی آنکھیں اسی انتظار لاحاصل کے کرب سے بھیگ چلی تھیں، وہ اپنے کمرے میں آئی تھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے قد آدم آئینے میں اپنا ہوش ربا عکس دیکھتی ایک ایک آرائشی چیز کو نوچ کر اتارتے جیسے ایک دم سے چونک اٹھی تھی، اس نے اپنے اضطراب اپنی افسردگی کی وجہ کھوجی تھی اور جیسے لمحوں میں سرد پڑنے لگی، اسے چپ لگی تھی اور حواس سلب ہونے لگے تھے، کیا وہ صرف اس کی خاطر...... اس سے آگے اس کی سوچ منجمد ہو کر رہ گئی۔

''نہیں مجھے اس راستے پہ اور آگے نہیں بڑھنا، یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے اور میرے پیر پہلے ہی فگار ہیں۔''

اس نے جیسے خود کو سمجھایا تھا اور تھکے ماندے انداز میں وہیں بیٹھ گئی تھی، کچھ لمحوں کے اس جان لیوا سکوت کے بعد دروازہ ناک ہوا تھا، اس نے سر اونچا نہیں کیا، دروازہ وا ہوا اور پھولوں کا بے حد بڑا اور کسی حد تک آرٹسٹک گلدستہ اٹھائے ملازمہ اندر داخل ہوئی تھی، اس نے ژالے کے اس لٹے پٹے سے انداز کو کسی قدر حیرانی سے دیکھا تھا۔

''بی بی جی یہ آپ کو لئے پھول آئے ہیں۔'' ملازمہ کی آواز پہ ژالے نے چونک کر سر اونچا کیا، اگلے لمحے اس کا دل بہت زور سے دھڑک اٹھا تھا، اس کے تصور میں ہاسپٹل کے روم کا منظر گھوم گیا، جب جہان نے اسے پھول پیش کئے تھے، اس کا مطلب وہ اسے بھولا نہیں تھا، وہ جو ابھی کچھ لمحے قبل خود کو اس راستے پہ چلنے سے ٹوک رہی تھی اپنی جگہ چھوڑ کر سرعت سے اٹھی، لمحوں میں اس کے چہرے کی کیفیت بدل گئی تھی، بے دلی د مایوسی اور لاچاری کی جگہ جوش تمتماہٹ اور اشتاق نے لے لی، اس نے پھول ملازمہ کے ہاتھوں سے بے صبری سے لئے تھے اور اس کی ریپنگ ہٹا کر ننھا سا وشنگ کارڈ نکالا تھا۔

''سویٹ ہارٹ! ہاؤ آر یو؟ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری خوشیوں میں شریک نہیں ہوں، تم مجھے بھلے ایکسپٹ نہ کرو مگر جان من میں ہمیشہ تمہیں اپنی محبتیں اپنی دعائیں سونپتی رہوں گی، مے یو لیو لانگ!'' اس کے تمام ارمانوں پہ اوس گر گئی تھی، گو کہ سینڈر نے اپنا نام نہیں لکھا تھا مگر وہ اچھی طرح سے جانتی تھی، اس نے آہستگی سے پھول سائیڈ پہ رکھ دیئے اور ہونٹ بھینچ کر آنسو ضبط کرنے لگی۔

☆☆☆

حیران ہوں یہ کون سا دستور وفا ہے
تو مثل رگ جان ہے تو کیوں مجھ سے جدا ہے
تو اہل نظر ہے تو نہیں تجھ کو خبر کیوں
پہلو میں تیرے کوئی کب سے کھڑا ہے
لکھا ہے میرا نام سمندر پہ ہوا نے
اور دونوں کی فطرت میں سکوں ہے نہ وفا ہے
اٹھتے ہیں جو پہلو میں میرے درد کی لہریں
بے تاب سمندر کوئی سینے میں دبا ہے
اے زیست کے دوزخ سے گزرتے ہوئے لمحو
سوچا ہے کبھی تو نے کہ جینا بھی سزا ہے

تیمور خان کی آواز میں ایک سحر تھا مگر وہ ہمیشہ کی طرح ہمہ تن گوش نہیں تھی، اتنے میلوں کی دوری کے باوجود تیمور نے اس کی بے توجہی کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

''زینی!'' وہ پکارا اور وہ چونک اٹھی تھی۔

''ہاں!''

''کہاں ہو تم یار! میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' وہ بے طرح جھلایا اور زینب سنبھل سی گئی۔

''جانتی ہوں کیا کہہ رہے ہو۔''

''کیا؟'' تیمور نے پرکھا اور وہ کھسیا اٹھی تھی۔

''افوہ تیمور پیچھے مت پڑا کریں۔'' تیمور کی انا پہ چوٹ پڑی تھی اس نے ایکدم سلسلہ منقطع کر دیا تب صحیح معنوں میں زینب کی جان پہ بن آئی تھی، اس نے بوکھلا کر تیمور کا نمبر ڈائل کیا جو اس نے تیسری مرتبہ ٹرائی کرنے پہ اسے اچھی طرح بدحواس کرنے کے بعد ریسیو کیا تب بھی اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

''آپ نے مائنڈ کیا تیمور؟ ایم سوری رئیلی ویری سوری۔'' وہ گڑبڑا کر اگر معذرت پہ معذرت کر رہی تھی تو اس کی وجہ یہی تھی کہ راز افشا ہو جانے کے بعد وہ اب تیمور کو خفا کرنے کا تصور بھی نہیں رکھتی تھی۔

''میں اپنی تنہائیوں کے قصے اور بے بسی کے باب سنا رہا ہوں تمہیں اور تم...... پتہ نہیں کس کی یادوں میں الجھی ہوئی ہو۔'' تیمور کے جتلانے پہ زینب کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، اس میں شک نہیں تھا کہ وہ جہان کی وجہ سے کچھ مضطرب تھی، ہمیشہ اس ایک بات کی کھوج میں رہی تھی وہ اور اب جبکہ معلوم ہوا تھا تو موقع ایسا تھا کہ صورتحال کچھ کی کچھ ہو کر رہ گئی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے تیمور، میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ گھر میں آپ کے حوالے سے بات کیسے شروع کروں؟''

''کیوں؟ وہ ہے نا تمہارا کزن جہانگیر! اس سے کہو، بقول تمہارے تمہارا ہر مسئلہ چٹکیوں میں حل کرتا ہے۔'' زینب نے تو جان چھڑانے کو کہا تھا مگر الٹا پھنس کر رہ گئی، جہان کے نام پہ اس کا

رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"تم پھر خاموش ہوگئی ہو وائے؟" زینب ہڑبڑا سی گئی۔

"ہاں کہوں گی، ڈونٹ وری۔" تیمور کا فون بند کر کے وہ خود کھڑکی میں آ کر کھڑی ہوگئی، موسم کے تیور اچھے خاصے خراب تھے، بارش کے آثار نظر آتے تھے، مست و شوخ ہوائیں جانے کس دیس سے بادلوں کو گھیر لاتی تھیں، ٹکڑیوں کی صورت نیلے گگن پر تیرتے سرمئی بادل بہت تیزی سے اکٹھے ہو رہے تھے اور شام سے پہلے ہی سرمئی ملگجا پھیلتا جا رہا تھا، فقط پہلی بوند گرنے کی دیر تھی کہ پھر بادلوں نے چھما چھم برستے دیر نہ کی اور تند ہواؤں نے بارش کے ساتھ مل کر طوفان کھڑا کر دیا، پودے تو کیا درخت تک لگتا تھا جڑ سے اکھڑ جائیں گے، وہ ساکن کھڑی تیز بارش میں نہاتی سڑک کو دیکھتے گئی تھی، اسے چند سال قبل کا وہ دن یاد آ گیا تھا، جب ایسے ہی موسم میں وہ اور نوریہ کالج سے واپسی پہ گھر آتے ہوئے بھیگ گئی تھیں، نوریہ تو مزے سے فائل کی آڑ کیے بھیگتی ہوئی چلتی رہی تھی مگر اس نے شور مچا دیا تھا۔

"اس قدر خراب موسم اوپر سے پوائنٹ میں مجھے تو لگتا ہے میں اس بارش میں گھل جاؤں گی۔" اس نے جب دسویں بار اس جملے کی تکرار کی تو نوریہ چڑ گئی تھی۔

"کیا ہے زینی! بچوں کی طرح سے ریں ریں لگا رکھی ہے، کوئی سیلاب نہیں آ گیا کہ تم دریا کنارے ڈوب رہی ہو، اتنا تو رومینٹک موسم ہو رہا ہے انجوائے کرو، اس طرح کے مواقع زندگی میں کبھی کبھار ہی آتے ہیں۔"

"تم کرو انجوائے میں تو وہاں کھڑی ہو رہی ہوں، بارش تھمے گی تو گھر جاؤں گی، ایک تو فون بھی نہیں ہے، بندہ وقت ضرورت استعمال کرے، نہیں ہمارے گھر والوں کو ہم پہ اعتبار ہی نہیں ہے۔" کلسنا، کڑھنا، بدگمانی پالنا اس کی فطرت تھی، نوریہ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی کہ اس کی وضاحت کسی کام نہیں آتی تھی، زینب اس کا ہاتھ دبوچے سڑک کراس کر کے سامنے دوکان کے شیلٹر کے نیچے کھڑی ہونے کے ارادے سے آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ ڈرامائی طور پہ جہان کی گاڑی نے ان کا راستہ روک لیا تھا، سڑک پہ تیزی سے جمع ہوتے پانی میں اس کی گاڑی کے ٹائروں کی تیز چرچراہٹ گونجی اور ان کے پہلے سے بھیگے کپڑے کچھ اور بھی داغدار ہو گئے، زینب کو گالیوں کو سنوں کو کھلنے والا منہ وائیٹ کرو لا کے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان جہان کو دیکھ کر مارے خوشی کے کچھ اور بھی کھل گیا۔

"اوہ جے آپ! فٹافٹ دروازہ کھولیں مجھے بیٹھنا ہے۔" وہ خوشی میں بالکل بچوں کی طرح سے اچھلی تھی، جہان نے دروازہ اوپن کیا تو وہ عجلت کی ماری فرنٹ سیٹ پہ براجمان ہو گئی، جہان نے خود اتر کر نوریہ کے لئے گاڑی کا پچھلا دروازہ ان لاکڈ کیا تھا، گاڑی کا ہیٹر پہلے سے آن تھا جسے زینب کو کپکپاتے دیکھ کر جہان نے کچھ اور تیز کیا تھا۔

"میری سردی ختم نہیں ہو رہی ہے جے! اپنی جیکٹ اتار کر دیں مجھے!" اس فرمائش پہ جہاں جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا نوریہ نے پیچھے سے اسے ٹہوکا دینا ضروری سمجھا مگر اسے پروا کب تھی۔

"بہت سردی لگ رہی ہے مجھے لگتا ہے مر جاؤں گی یہیں۔" اس نے جہان کو ہاتھ کے اشارے سے جیکٹ اتارنے کا کہا تھا جہان نے دیکھا اس کے ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے، کچھ ایسی ہی حالت نوریہ کی بھی تھی مگر اس نے زینب کی طرح واویلا نہیں مچا رکھا تھا، جہان نے جیسے ہی اسے جیکٹ اتار کر دی، زینب تب تک اپنا گیلا دوپٹہ اتار کر سائیڈ پہ رکھ چکی تھی، جہان کی بے دھیانی میں اٹھنے والی نگاہ سٹپٹا کر فی الفور پلٹی جبکہ وہ اس بے نیازی اور اطمینان بھرے انداز میں جیکٹ پہننے میں مصروف رہی تھی پھر اس نے صرف یہیں تک اکتفا نہیں کیا تھا۔

"جے یہ دیکھیں مجھ سے اس کا زپ بند نہیں ہو رہا۔" وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار تھی، کانپتے ہاتھوں کی انگلیوں کی لرزش زدہ گرفت سے زپ کی ہک بار بار پھسلتی تھی، جہاں نوریہ خفت زدہ ہوئی وہاں جہان جیسے آزمائش میں پڑ گیا تھا۔

"ہاں تو رہنے دو، کیا ضرورت ہے زپ بند کرنے کی۔" نوریہ نے ڈانٹا تھا مگر وہ اس پہ غصے میں الٹ پڑی تھی۔

"کیوں بند نہ کروں، سردی ختم کیسے ہوگی؟ اس لئے تو جیکٹ نہیں پہنی تھی۔"

"اوہ جھگڑا ختم کرو، لاؤ بند کر دیتا ہوں میں۔"

جہان نے انہیں آپس میں الجھتے دیکھ کر صلح کا جھنڈا لہرایا اور جس پل وہ گاڑی روک کر جیکٹ کی زپ بند کر رہا تھا، زینب کو اچانک شوخی سوجھ گئی تھی، اس نے اپنے یخ بستہ ہاتھوں میں جہان کا چہرا تھام لیا تھا، جہان نے چونک کر اسے دیکھا تھا وہ آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر شرارت بھرے کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"پتہ چلا کتنی ٹھنڈی ہو رہی ہوں میں۔"

اور جہان جو اس کے طلسمی سحر میں گم ہونے لگا تھا خود کو بمشکل سنبھال کر سیدھا ہوا تھا اور گاڑی کا اسٹیئرنگ دوبارہ سے سنبھالتے اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اترنے لگی تھی۔

"جے مجھے کافی لے کر دیں شاید میری سردی کو فرق پڑ جائے۔" وہ زپ کا کالر تک کھینچ کر بند کرتے ہوئے ایک نئی فرمائش داغ چکی تھی، گاڑی اس وقت ایک کافی پارلر کے آگے سے گزر رہی تھی جہان نے گہرا سانس بھر کے گاڑی کو بریک لگا دیئے تھے، جہان نے وہیں سے کافی آرڈر کی تھی۔

"تھینکس جے، یو آر سو سویٹ!" مگ کو ہونٹوں سے لگا کر گرما گرم کافی کا سیپ کہتے ہوئے وہ اس کی ممنون ہو گئی تھی۔

"بیوقوف اپنوں میں تھینکس نہیں چلتا۔"

تب اس نے کتنی اپنائیت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ زینب کا سر تھپک کر کہا تھا اور زینب نے کندھے اچکا دیئے تھے، ہوا کی شوریدہ سردی کے باعث دریچے کا پٹ زور دار آواز سے بند ہو کر کھلا اور ساتھ ہی بوچھاڑ اسے بھگونے لگی تب وہ چونک کر ماضی سے حال میں لوٹی تو اس کی آنکھیں جانے کس جذبے کے تحت بھیگ رہی تھیں۔

"آپ تو میرے لئے ہمیشہ ہی اتنے کیئرفل تھے جے مگر وہ نوری کہتی ہے آپ مجھ سے محبت

کرتے ہیں، آپ نے ہمیشہ مجھے باقی سب پہ فوقیت دی مجھے ہمیشہ سینت سینت کر رکھا، اسی جذبے کے تحت؟"

"کیا آپ مجھے اپنے لئے سنبھالتے تھے؟" وہ خود سے سوال جواب کر رہی تھی تبھی دروازہ ناک ہوا وہ چونک کر پلٹی، ماریہ ہاتھ میں چائے کا مگ لئے کھڑی تھی۔

"بجو آپ کی چائے!"

"تھینکس!" اس نے ممنونیت سے کہا اور مگ تھام لیا، ماریہ وہیں سے پلٹ گئی تھی، اس نے اپنا سیل فون اٹھایا اور جہان کو "پلیز کم بیک" کا ایک ٹیکسٹ بھیجا تھا، جسے لاہور میں اپنے کمرے میں بخار میں پھنکتے جہان نے پڑھا تھا اور اگلے لمحے اس کی انگلی کی ایک جنبش سے وہ ٹیکسٹ ضائع ہو چکا تھا، مسلمان ہونے کے ناطے وہ ایک ہی بل سے دوسری مرتبہ ڈسنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆

یونہی اداس ہے دل بے قرار تھوڑی ہے
مجھے کسی کا کوئی انتظار تھوڑی ہے
نظر ملا کے بھی تم سے گلہ کروں کیسے
تمہارے دل پہ میرا اختیار تھوڑی ہے
مجھے بھی نیند نہ آئے اسے بھی چین نہ ہو
ہمارے بیچ بھلا اتنا پیار تھوڑی ہے
خزاں ہی ڈھونڈتی رہتی ہے دربدر مجھ کو
میری تلاش میں پاگل بہار تھوڑی ہے
نہ جانے کون یہاں اپنا بنا کے چھوڑ دے پھر
یہاں کسی کا کوئی اعتبار تھوڑی ہے

کتنا اچھا ہوا تھا اس نے اپنے سارے جذبات کسی مناسب وقت کے لئے سنبھال رکھے تھے، جو سنبھالے ہی رہ گئے تھے، اس کے چہرے پہ زہر خند پھیلا، ہجر کی داستان فراق کا سوز اور دوری کا پر درد احساس سب کچھ اس کی سانسوں پہ محیط محبت کے اندر شام غریباں کا سوز در آیا تھا، اس غضب کی سردی میں بھی وہ پسینوں میں نہانے لگا، بے سکونی نے مسلسل جسم و جاں میں پنجے گاڑھ لئے تھے، یہ محبت بھی اس کے لئے کسی آسیب سے کم ثابت نہیں ہوئی تھی، بربادی کا سلسلہ تھا کہ لامتناہی ہوتا چلا جا رہا تھا، اس اعصابی جنگ نے اسے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ وہ خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا، اس وقت بھی وہ شدید ٹمپریچر محسوس کر رہا تھا، جبھی آفس بھی نہیں جا سکا، آرام کرنے کی غرض سے لیٹا ہوا تھا کہ اس کے سیل پہ پپا کی کال آ گئی تھی، اس نے خود کو مشکل میں گرفتار محسوس کیا، اب وہ دانستہ خود کو تمام رشتوں سے دور کر رہا تھا، مگر محبتیں اتنی آسانی سے کہاں چھوڑی جا سکتی ہیں۔

"جہان بیٹے اگر مجھے پتہ ہوتا لاہور ہم سے ہمارا بیٹا چھین لے گا تو میں کبھی آپ کو لاہور نہیں جانے دیتا، بزنس جاتا بھاڑ میں۔"

رسمی سلام دعا کے بعد انہوں نے جس طرح چھوٹتے ہی اس محبت اپنائیت اور شفقت بھرے انداز میں کہا تھا وہ ایکدم سے خفت زدہ ہو گیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے چاچو میں انشاءاللہ جلد چکر لگاؤں گا۔"

"ہماری ہونے والی بہو یہیں لاہور میں رہتی ہے کیا؟"

کچھ توقف کے بعد ہونے والے سوال نے اسے گنگ کر دیا تھا، ان کے لہجے و انداز سے بالکل بھی ایسا کوئی احساس نہیں ملتا تھا کہ وہ زینب کو ٹھکرا چکا ہے، یہ انداز جوان کی گفتگو کا تھا تھوڑا سا شریر تھوڑا سا شوخ ایک باپ کا تھا جو اپنے بیٹے کو ایسے کسی بھی موقع پہ چھیڑنے کے لئے اختیار کر سکتا ہے، جانے کس کس احساس کے ساتھ جہان کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں، وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"چاچو آئی ایم ساری، میں سمجھتا ہوں میں آپ کی محبتوں کے قابل نہیں رہا، مجھ میں آپ کا سامنا کرنے چچی جان سے ملنے کا حوصلہ نہیں ہے۔"

"یہ آپ کی سعادت مندی اور فرمانبرداری ہے بیٹے! ورنہ ایسا کچھ نہیں ہے، آپ نے جو فیصلہ کیا یقیناً وہی بہترین تھا اور وقت کی ضرورت بھی، میری جان مجھے آپ سے ہرگز بھی کوئی شکوہ نہیں، شکوہ اس وقت ہوگا جب آپ اس معمولی بات کی وجہ سے یہاں آنے سے گریزاں رہو گے اور ہاں بیٹے ہماری ہونے والی بہو جہاں بھی رہتی ہے آپ بس اس اتنا بتا دیں کہ ہم اسے آپ کی دلہن بنا کر جلدی سے شاہ ہاؤس لانا چاہتے ہیں، تاکہ ہمارا بیٹا جو شاہ ہاؤس کا راستہ بھول گیا ہے پھر سے بھاگ بھاگ کر وہاں آنا شروع کر دے۔" انہوں نے اسی ملائمت سے کہا تھا پھر چند مزید باتوں کے بعد جب ان کا فون بند ہوا تو جہان کے دل کا بوجھ بجائے کم ہونے کے مزید بڑھ گیا تھا اور یہ عمر بھر کی بات تھی۔

"کاش زینب تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔"

وہ نا چاہتے ہوتے بھی شاکی ہو گیا تھا جانے کتنی دیر وہ یونہی ساکن پڑا رہا تھا، خود سے بھی خفا سا جب اس کا دروازہ بجا کر واچ مین نے اندر جھانکا۔

"صاحب آپ سے کوئی خاتون ملنے آئی ہیں۔"

"مجھ سے؟" وہ حیران ہوا تھا پھر اس کی پیشانی پہ ناگواری کی شکنیں پھیلیں نیلما کا خیال اس کا موڈ بری طرح سے غارت کر گیا تھا، ابھی وہ واچ مین کو کچھ کہنے کو منہ کھول ہی رہا تھا کہ ادھ کھلے دروازے میں کھڑے واچ مین کے پیچھے جہان کو مسز آفریدی کی جھلک نظر آئی تھی اور وہ حیران پریشان سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"خیریت ینگ مین! مجھے لگتا ہے آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟" مسز آفریدی چلتی ہوئیں اس کے روبرو آ کھڑی ہوئیں، جہان نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا انہیں اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر بھی حیرت تمام نہیں ہو رہی تھی۔

"وہ بھلا اس کے پاس کیوں آئی تھیں؟"

"جی بس...... آپ تشریف رکھیے نا؟" اس نے بوکھلا کر کہا پھر واچ مین کو جانے کا اشارہ

کرتے ہوئے ایکدم کچھ یاد آنے پہ مسز آفریدی کو دیکھا۔

''کیا لیں گی میم آپ چائے یا کافی؟''

''اس تکلف میں مت پڑھو مائی سن! میں تو آپ کے آفس فون کرتی رہی تھی، پتہ چلا آپ خرابی طبیعت کے باعث نہیں آئے میں نے سوچا کھڑے کھڑے احوال دریافت کرلوں، ژالے میرے ساتھ ہے میں اسے گاڑی میں چھوڑ کر آئی ہوں۔'' ان کے جواب پہ جہان نے اپنا بستر چھوڑ دیا تھا۔

''آپ بیٹھیں میں انہیں لے کر آتا ہوں، یہ بات تو بالکل مناسب نہیں ہے کہ آپ پہلی بار تشریف لائی ہیں اور مجھے میزبانی کا شرف بخشے بغیر چلی جائیں۔'' وہ رسانیت اور آہستگی سے کہتا خود کمرے سے باہر نکل گیا، مسز آفریدی جوارے ارے کررہی تھیں اس کے باہر نکلتے ہی بے ساختہ بھرپور طریقے سے مسکرا رہی تھیں، ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا، وہ بڑی ترنگ میں صوفے پہ بیٹھی تھیں، جہان اندرونی حصے سے نکل کر پورچ میں آیا تو واچ مین اس کے ساتھ ساتھ تھا۔

''صاحب! خانساماں سے چائے کا کہہ دوں؟''

''ہاں بالکل بلکہ ان سے کہیے گا چائے پہ اہتمام کرلیں۔''

وہ انہیں تاکید کرتا ہوا پورٹیکو میں آیا تو اسی پل ژالے جواپنے سیل فون پہ مصروف تھی متوجہ ہوئی تھی اسے روبرو پا کے وہ اتنی حیران ہوئی کہ ششدر رہ گئی تھی، جہان نے اس کی جانب کا دروازہ کھولا تھا تب وہ ہڑبڑائی۔

''کیسی ہیں آپ؟'' بلیک جینز پہ وہائیٹ شرٹ میں ہلکی بڑھی شیو اور پیشانی پہ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ وہ اس گھریلو اور عام سے حلیے میں بھی بے حد خاص اور امپریسو نظر آرہا تھا اس قدر کہ اسے نگاہیں جھکانا پڑیں۔

''آئی تھنک آپ مجھ سے خفا ہیں، سوری ایکچوئلی اس روز بھی میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔'' اس کی خاموشی سے اس نے اپنے تیئں جو سمجھا تھا اسی لحاظ سے وضاحت پیش کی، ژالے گڑبڑا کر رہ گئی۔

وہ ہرگز بھی اس قابل خود کو نہیں پاتی تھی کہ کوئی وضاحت پیش کرسکتی، مسز آفریدی نے آج خود اسے کالج سے پک کیا تھا اور یہاں کسی کام کا کہہ کر خود اندر چلی گئی تھیں، اس کے گمان تک بھی نہیں تھا کہ چند لمحوں کے بعد وہ اس چہرے کا سامنا کرنے والی ہے جو پوری کائنات میں سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر گیا تھا۔

''آیئے پلیز!'' جہان نے اسے پھر سے مخاطب کیا تھا وہ جیسے مسمرائز سی گاڑی سے نکل کر اس کی سنگت میں جب اندر آئی تو مسز آفریدی نے بہت دھیان سے اس کے تاثرات ملاحظہ کیے تھے اور جیسے اتنے دنوں کی کشمکش سے نکل کر جیسے کسی حتمی نتیجے پہ پہنچ گئیں۔

''کب سے ہے آپ کی طبیعت خراب؟'' انہوں نے جہان کو مخاطب کیا، جو ژالے کی نسبت نارمل اور بے نیاز نظر آتا تھا۔

''معمولی ٹمپریچر ہے۔''

جہان دوبارہ اپنے بیڈ پہ ٹک گیا تھا، ژالے سر جھکائے اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو گھورتے جا رہی تھی۔

''آپ اتنے بڑے گھر میں اکیلے ہوتے ہو جہانگیر! آئی مین آپ کی فیملی۔'' جہان جو سر اٹھا کر انہیں خاموش نظروں سے دیکھنے لگا تھا گہرا سانس کھینچ کر رہ گیا۔

''ہم لوگ کراچی میں ہوتے ہیں، میں بزنس کے سلسلے میں یہاں ہوں۔''

''گڈ! بزنس کے علاوہ کیا مصروفیات ہیں؟'' مسز آفریدی نے جیسے ہی انٹرویو کا آغاز کیا وہ اپنی جگہ پہ بری طرح سے جزبز ہونے لگی تھی۔

''بزنس کے علاوہ تو کوئی اور مصروفیات نہیں ہے۔'' جہان جو اس سوال جواب کے سلسلے پہ کچھ حیران نظر آرہا تھا، اسی حیرانی سے بولا تھا۔

''بہن بھائی میں آپ کے؟''

''نہیں میں اکلوتا ہوں، میرے والدین کی میرے بچپن میں روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہوگئی تھی، میں اپنے دو چچاؤں کے ساتھ رہتا ہوں، ماشاءاللہ میرے چاچو اور چچیاں بہت پیار کرتے ہیں مجھ سے، میرے کزنز کے ساتھ میرا بہن بھائیوں والا ہی ریلیشن ہے۔'' جہان نے اب کے خود تفصیلی جواب سے نوازا شاید وہ اس کے بعد ان سے کسی اس متعلق مزید سوال کی توقع کررہا تھا، ژالے کی خفت کچھ اور بڑھ گئی تھی، اس دوران ملازم چائے کی ٹرالی لے آیا تھا، ذرا سی دیر میں اچھا خاصا اہتمام چائے کے ساتھ کرلیا تھا، جہان انہیں چائے کے ساتھ اسنیکس لینے پہ اصرار کرنے لگا۔

''گڈ! آپ یہ بتاؤ بیٹا کہ آپ انگیجڈ تو نہیں ہو نا؟'' وہ بے تکلفی کی ہر حد پھلانگے مسکرا کر دوستانہ انداز میں گویا ہوئیں تو اس سے جہان کی حیرت سے پوری وا ہو جانے والی آنکھوں میں ایک لمحے کو بھی نہیں دیکھا نہیں گیا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔

''چلیے مما! پلیز اٹھیں۔'' اس کا چہرہ ضبط کی کوشش میں بے تحاشا سرخ پڑ گیا تھا، جہان نے خاموش مگر نافہم نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ارے بیٹھو بیٹا! ابھی چائے......'' اس نے ان کی پوری بات نہیں سنی تھی اور باہر نکلتی چلی گئی، مسز آفریدی نے کھسیاہٹ زدہ مسکان سے جہان کو دیکھا تھا اور اس سے معذرت کرتیں ژالے کے پیچھے لپکی تھیں جہان نے کاندھے جھٹک دیئے، اسے مسز آفریدی کے رویئے نے ہی نہیں ژالے کے انداز نے بھی الجھایا تھا۔

☆☆☆

گویا انداز شاہانہ ہے امیروں جیسا
میرے اندر کا انساں ہے فقیروں جیسا
ہم نے چہرے پہ سجا رکھی ہے رونق لیکن
دل کا عالم ہے کہ ویران جزیروں جیسا
اس کے اوصاف و خصائل نے مجھے جیت لیا

میرے مریدوں میں اک شخص تھا وہ پیروں جیسا
اس سے پہلے تھی اسیری تھی رہائی جیسی
اب کہ آزادی میں ہے حال اسیروں جیسا
اس کو گنوا کے ہیں اب تک خسارے تابش
وہ اک شخص جو میرے ساتھ تھا پیروں جیسا

جہان شاہ ہاؤس آیا تو سب اس سے ویسے ہی ملے تھے جیسے کوئی بیچ میں بات ہوتی ہی نہ ہو، وہ خود اپنے آپ سے شرمندہ ہونے لگا تھا اس وقت مکمل طور پہ وہ خود کو سخت مشکل میں گرفتار محسوس کرتا جب جب بھی اس انجانی لڑکی کے متعلق کسی نے بھی اس سے سوال کیا تھا، اسے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا وہ کیسی مشکل میں گرفتار ہو کر رہ گیا ہے، سب سے زیادہ اسے زینب کے سامنے سے الجھن محسوس ہوئی تھی جواب تک نہیں ہوا تھا، ماریہ کے ذریعے اسے پتہ چلا تھا کہ وہ کالج سے ہی اپنی کسی فرینڈ کی طرف چلی گئی تھی جس کی آج برتھ ڈے تھی، جہان اس وقت اپنے کمرے میں تھا جب زینب شام ڈھلے گھر لوٹی اور ماریہ نے اسے جہان کی آمد کی اطلاع دی تھی، زینب کے چادر اتار کر رکھتے ہاتھ کچھ لمحوں کو اس زاویے پہ ساکن رہ گئے تھے، اس نے گہرا سانس بھر کے خود کو سنبھالا تھا۔

''کیسے ہیں جے!'' شام کی چائے پہ زینب کا سب کے بیچ اس سے سامنا ہوا تھا، وہ اسے پہلے سے ویک اور خاموش محسوس ہوا حالانکہ وہ سب سے ہنس بول رہا تھا، اسے دیکھ کر بھی بالخصوص مسکرایا تھا۔

''الحمد للہ آپ کیسی ہیں زینب؟''

''آپ کے سامنے ہوں، آپ بتائیں کیسی ہوں؟'' اس نے ہمیشہ والا جواب دیا تھا مگر وہ ہمیشہ کی طرح جواباً نہ مسکرا سکا نہ ہی اس کا آنکھوں میں جھانک کر جواباً یہ کہہ سکا تھا۔

''مجھے تو بالکل ٹھیک لگ رہی ہو، بلکہ پہلے سے کچھ موٹی نہیں ہو گئیں؟'' وہ مصنوعی حیرت سے کہہ کر ساتھ بیٹھیں مما، مما جان اور پھر اسما بھابھی سے پوچھا کرتا اور وہ چیخنے لگتی تھی مگر اب جواب میں خاموشی تھی وہ ساکن تھا اور لاتعلق، وہ اب کسی اور کی سمت متوجہ ہو گیا تھا، زینب جتنی دیر وہاں رہی تھی، اسے دیکھتی اسے پرکھتی رہی مگر اس کی کسی حرکت کسی ادا سے اسے اس یقین کی ڈوری تھمانے کا حوصلہ نہ ہو سکا، جو نوریہ نے اسے تھمانا چاہی تھی، پھر جب وہ رات کھانے کے بعد اپنے کمرے میں سونے کی غرض سے جا رہا تھا، زینب نے راہداری کے موڑ پہ اچانک اس کا راستہ روک لیا تھا، مدھم روشنی میں شفاف راہداری کے پلر سے ٹیک لگائے وہ اتنی پرسکون نہیں تھی، جتنا خود کو ظاہر کر رہی تھی، جہان نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''سوری فار واٹ؟''

''اتنا کچھ میرے لئے کرنے پہ جے آپ نے میری خاطر ایک جھوٹا الزام اپنے سر لے لیا مجھے اس بات کی شرمندگی تو......''

''ایسا کچھ نہیں ہے زینب! وہ ایک حقیقت ہے، ہاں مجھے اس اعتراف میں عار نہیں کہ میں بزدلی کا مظاہرہ کر جاتا اگر تم مجھے تیمور کے بارے میں نہ بتاتیں، میں اپنے بزرگوں کے سامنے احسان بندی کے باعث انکار کر جرأت نہیں رکھتا تھا، اب میں نے تمہارے لئے سہی مگر اپنے حق میں اچھا کیا ہے، سو ڈونٹ وری تم پہ میرا کوئی احسان نہیں ہے۔'' اس کا اندازہ اس قدر نارمل تھا کہ زینب متحیر رہ گئی تھی۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے جے! اگر یہ سچ ہے تو پھر آپ اس لڑکی کو سامنے کیوں نہیں لاتے؟'' وہ متذبذب تھی جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

''میں نے بتایا تھا نا کہ کچھ پرابلمز ہیں اس کی فیملی کی اور جہاں تک یقین کی بات ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں اس کے سوا کہ جب وہ سب کے سامنے آئے گی تو تمہیں بھی یقین آ جائے گا میری سچائی کا۔'' وہ اتنی بے نیازی اور اعتماد سے بولا تھا کہ زینب پھیکے پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''تم اب تیمور سے کہتی کیوں نہیں ہو کہ وہ اپنے گھر والوں کو بھیجے؟'' وہ اب کے ذرا سا جھنجلایا تھا، زینب نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ مجھے یہاں سے اتنی جلدی کیوں نکالنا چاہتے ہیں؟''

''ایک کام جسے ہونا ہی ہے پھر وہ اپنے وقت پہ کیوں نہ ہو جائے، تیمور سے کہنا اپنے گھر والوں کو بھیج دے اب۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ آگے بڑھ گیا تھا، زینب ساکن کھڑی تھی، یقین و بے یقینی کے درمیان ڈولتی ہوئی جہان کی باتوں اور اس کی حالت میں یکسانیت نہیں تھی، وہ جو کہتا تھا وہ اس کی آنکھوں کی زبان سے کیوں میل نہیں کھاتا تھا، وہ ہونٹ بھینچے کاندھے جھٹک کر پلٹ گئی تھی، اس نے اس مسئلے پہ مزید نہ سوچنے کا فیصلہ کیا تھا۔

☆☆☆

[رنجشوں] کے موسم میں دل کی سرزمینوں پر
[گر]د کیوں بکھرتی ہے
[پھو]ل کیوں نہیں کھلتے
[...]ک کیوں نہیں ملتے
[کی]وں یہ فقط تنہائی ساتھ ساتھ رہتی ہے
[کی]وں بچھڑنے والوں کی یاد ساتھ رہتی ہے
[...] تیز بارش سے دل کے آئینے پر سے
[...]س کیوں نہیں ڈھلتے
[...] کیوں نہیں سلتے
[...] کیوں نہیں آتی
[رنج]شوں کے موسم میں
[...] کیوں برستی ہے
[...]ک کیوں نہیں تھمتے

بارشوں کے موسم میں لوگ کیوں نہیں ملتے

اندھیری رات کے دامن میں دودھیا چاندنی ٹیرس پہ پھیلی ہوئی تھی، اسی چاندنی کے فسوں خیز ماحول میں وہ بے خیال سی ٹیرس پہ نکل آئی تھی، چاند بڑی تمکنت کے ساتھ ستاروں کے جھرمٹ میں جلوہ گر تھا جسے دیکھتے ہوئے وہ جانے اس جانے پہچانے شخص کو کیوں سوچنے لگی، شاید وہ بھی اس چاند کی طرح تھا، اکیلا مگر بے حد اٹریکٹو، جس کی کشش میں سحر طاری کر دینے والی بے خودی تھی، وہ بھی اسی سحر میں جکڑ لی گئی تھی نا چاہتے ہوئے بھی، مگر بے وقوف تھی نا اس راز کو چھپا لینا چاہتی تھی جو خوشبو کی مانند پھیل کر اپنا احساس بخش جاتا ہے، اسے مسز آفریدی پہ غصہ تھا، کیوں بھلا انہوں نے اس روز جہان سے اس قسم کی باتیں کیں کہ وہ ان کی جانب سے مشکوک ہو جائے، وہ اتنی حساس تھی نہیں چاہتی تھی کوئی اس کے حوالے سے ذرا سا بھی غلط سوچے، مسز آفریدی پہ اس نے اپنا غصہ اپنی خفگی اس طرح سے ظاہر کی تھی کہ ان سے بات کرنا ان کے سامنے آنا ترک کر دیا تھا، مسز آفریدی اس کے اس احتجاج سے واقف تو تھیں مگر عادی نہیں ہو پاتی تھیں وہ ہمیشہ اپنی خفگی یونہی ظاہر کیا کرتی تھی، شاید اپنے متعلق ان کی محبت اور بے تابی سے آگاہ تھی جبھی انہیں اس انداز میں سزا دینا ٹیز کرنا چاہتی تھی، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ بے حس یا کٹھور تھی وہ صرف حساس ہی نہیں بہت پیارا دل رکھنے والی نازک سی لڑکی تھی جسے سب کے احساسات کی ہمیشہ بہت پرواہ رہا کرتی تھی، بس مسز آفریدی کے لئے وہ کچھ کٹھور ہو گئی تھی تو وجہ وہ انکشافات تھے جو ژالے کے خیال میں اگر اس پہ نہ بھی کیے جاتے تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا مگر مسز آفریدی کی تنگ سوچ کے باعث یہ بات کھلی تھی اور ژالے پہ اس کی زندگی کے اذیت انگیز پہلو عیاں ہو گئے تھے۔

''ژالے! کیا کر رہی ہو بیٹے یہاں؟ پتہ ہے نا کتنی سردی ہے، اندر چلو۔'' وہ اس قدر مگن تھی کہ خبر نہیں ہو سکی کب وہ اس کے سر پہ آ پہنچی تھیں، ان کی آواز سن کر اس نے محض ایک نگاہ انہیں دیکھا تھا پھر ہونٹ بھینچتے ہوئے نگاہ کا زاویہ بدل لیا، انداز میں لاتعلقی و بے نیازی اور بیگانگی تھی، مسز آفریدی نے عاجز ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''ژالے تم سن رہی ہو کیا کہہ رہی ہوں میں؟'' انہوں نے اب کے کسی قدر خفگی کا مظاہرہ کیا۔

''سن لیا ہے، میں اپنی مرضی سے یہاں ہوں، جب جی چاہے گا روم میں چلی جاؤں گی، برائے کرم میری اتنی فکر کرنا چھوڑ دیں۔'' وہ کس قدر غصے میں آ کر بولی تو مسز آفریدی کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے ژالے! ماں ہوں تمہاری، پتہ نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں ہر گزرتے دن کے ساتھ بے رحم کیوں ہو رہی ہو۔'' ژالے نے محض انہیں دیکھا تھا عاجزی سے بے بسی اور دکھ سے با اور وہ جیسے ہارنے لگی تھیں اس کے آگے۔

''کیوں خفا ہو جان؟'' انہوں نے اس کے گلے میں بازو حمائل کرتے ہوئے خود سے قریب کیا، ژالے بے حس سی بنی کھڑی رہی۔

''واٹس یور پرابلم سویٹی؟''

''آپ اس روز مجھے جہانگیر شاہ کے ہاں کیوں لے کر گئی تھیں؟''

''بتایا تو تھا مجھے اس سے کچھ کام تھا۔'' انہوں نے معصومیت کا تاثر دیا۔

''میں ساتھ ہوں تو اپنے آفشیلی کاموں سے گریز کیا کریں پلیز۔''

''او کے جان! اور کچھ؟ ویسے کیا آپ کو اس بات پہ غصہ ہے کہ میں نے اس روز آپ کو تھوڑا سا اگنور کر کے جہانگیر کو توجہ دی تھی؟'' انہوں نے اسے گدگدا کر مسکراتے ہوئے پوچھا گویا اس کا موڈ بحال کرنا چاہا۔

''مجھے غصہ اس بات کا نہیں تھا مام! آپ کو کیا ضرورت تھی ان سے اس قدر پرسنل سوال پوچھنے کی، کیا سوچتے ہوں گے وہ۔'' اس نے نروٹھے پن سے کہا تو مسز آفریدی مسکرا دی تھیں پھر اسے دیکھ کر معنی خیزی سے بولیں۔

''وہ کچھ نہیں سوچتا ہو گا بلکہ وہ عادی ہو گا، جوان حسن لڑکیوں کی ماؤں کے منہ سے اس قسم کے سوال سننے کا۔'' ژالے نے پہلے چونک کر پھر اضطراب بھرے انداز سے انہیں دیکھا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ پلیز آپ خود کو اس لسٹ میں شامل مت کریں۔'' اس کا لہجہ ناگواریت اور تلخی لئے ہوئے تھا، مسز آفریدی نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''کیوں میری بیٹی جوان اور حسین نہیں ہے کیا؟''

''مما پلیز! مجھ سے اس قسم کی باتیں مت کیا کریں۔'' وہ ضبط کھو کر چیخ پڑی۔

''اب بھی نہیں؟'' انہوں نے رسانیت آمیزی سے کہتے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو ژالے کی آنکھیں مارے تحیر و وحشت کے پھیل کر رہ گئیں۔

''اس بات سے کیا مطلب ہے آپ کا؟ اب کیا ہو گیا ہے، یا تبدیلی آئی ہے۔'' شدت ضبط کے باوجود اس کی آواز اس کے حلق سے گھٹ کر نکلی تھی اور نمناک تھی، مسز آفریدی نے دانستہ گریز برتا ایک لمحہ لگا تھا انہیں صورتحال سمجھنے میں، وہ جان سکی تھیں وہ کیوں گریزاں ہے۔

''ژالے جہانگیر ایسا لڑکا ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس کے سنگت میں پورے تفاخر سے زندگی گزار سکتی ہے، بھرپور اور طمانیت آمیز۔''

''کوئی بھی لڑکی! مگر وہ ژالے نہیں ہو سکتی، میں نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔'' اس کا گلہ بھرانے لگا تھا، اس نے کچھ توقف کیا تھا پھر انہیں دیکھے بغیر بولی تھی۔

''آپ آئندہ اس قسم کی بات نہیں سوچیں گی، کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔'' اس کا لہجہ دوٹوک اور قطعی تھا، مسز آفریدی نے جواباً کچھ نہیں کہا، ژالے پلٹ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

(میں تمہاری بات ماننے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہوں میری جان! اس لئے نہیں کہ مجھے جہانگیر شاہ جیسا کوئی دوسرا لڑکا نہیں مل سکتا، اس لئے کہ مجھے جہانگیر کی طرح تمہاری آنکھوں میں کسی اور کے لئے محبت کا جذبہ نظر نہیں آئے گا، تم اپنی آرزو کو اپنی بے حسی کی بھینٹ چڑھانا چاہتی ہو جو مجھے گوارا نہیں، مجھے تمہارا بچہ چاہیے اس جائیداد کا وارث، تمہارا نعم البدل، تا کہ اگر تم مجھ سے بچھڑ جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ تو مجھے زندگی گزارنے کے لئے کوئی سہارا میسر ہو)۔

ان کی سوچ ان کی خود پسندی اور خود غرضی کی عکاس تھی، وہ بہت شد و مد سے آنے والے وقت کی پلاننگ کر رہی تھیں، آنے والا وقت جس کے بارے میں سوائے اللہ کے کسی کو آگاہ ہی نہیں آنے والا وقت جو انسانوں کے لئے کسی اندھیر تاریک غار کی طرح ہے جس کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔

☆☆☆

یوسف نہ تھے مگر سر بازار آ گئے
خوش فہمیاں یہ تھیں کہ خریدار آ گئے
ہم کج ادا چراغ کہ جب بھی ہوا چلی
طاقوں کو چھوڑ کر سر دیوار آ گئے

وہ اوندھے منہ تکیوں میں سر دیئے لیٹا تھا بالکل ساکن، اسے لاہور آئے ہوئے آٹھ ماہ ہونے کو آئے تھے اور ان آٹھ مہینوں میں اس نے شاید آٹھ چکر بھی شاہ ہاؤس کے نہیں لگائے تھے، کتنا مشکل لگنے لگا تھا اسے وہاں سب کا سامنا، خاص طور پہ زینب کا، اس کی نظریں کسی کھوج میں مبتلا محسوس ہوا کرتیں پھر معاذ حسن تھا، اس تک یقیناً ابھی تلک اس طرح کی کوئی خبر نہیں پہنچی تھی جبھی وہ ابھی تک اسی ایک بات کے لئے اس کے کان کھایا کرتا۔

''تیرا منگنی کا ارادہ نہیں ہے نا؟ سیدھی سیدھی شادی کرے گا؟''

اور وہ خاموشی میں عافیت سمجھا کرتا اگر پاپا نے اسے نہیں بتایا تھا تو یقیناً پیش نظر کوئی مصلحت تھی، اس جیسا جذباتی انسان جس کی کھوپڑی بھی الٹی تھی کچھ بھی کر سکتا تھا، اس نے کروٹ بدلی اور سرد آہ بھری، درد نارسائی ایک بار پھر ٹسکنے لگا، یہ زخم بھرتا ہی نہ تھا، یہ خیال کہ وہ ٹھکرا دیا گیا ہے اسے پل پل سلگاتا، اس نے شدید اضطرابی کیفیت میں سگریٹ نکال کر سلگایا اور یکے بعد دیگرے کی تسلسل کش لئے۔

پھر اس طرح ہوا کہ مجھے مقتل میں چھوڑ کر
سب چارہ ساز جانب دیوار آ گئے
اب دل میں حوصلہ نہ سکت ہے بازوؤں میں
اب کے مقابلے میں میرے یار آ گئے

سنگر کی پر درد آواز ماحول پہ چھائی یاسیت اور سوگواری کو کچھ اور بڑھانے لگی، اس کے سیل فون کی اسکرین اندھیرے میں بلنک کرنے لگی، اس نے سرسری نگاہ کی، انجان نمبر تھا اس نے دانستہ نظر انداز کیا، انجان نمبر سے اسے ہمیشہ نیلما کال کیا کرتی تھی اور وہ اس لڑکی سے ناک تک بے زار تھا، بلکہ اس وقت کو کوسا کرتا جب وہ حادثاتی طور پہ اس سے ٹکرا گئی تھی، کل پھر پاپا کا فون آیا تھا۔

''بیٹے آپ خوامخواہ کیوں دیر کر رہے ہو، ہمیں بچی کا ایڈریس دو نا ہم بات آگے بڑھاتے ہیں، خوامخواہ کسی کو اتنی دیر تک لٹکانا مناسب نہیں ہے۔''

اور وہ بے بس سا یہ بات سنتا رہا تھا، وہ کس کا ایڈریس دیتا جب ایسی کوئی بات بھی نہیں تھی،

کل ہی زینب نے اسے فون پہ تیمور خان کی فیملی کی آمد کے متعلق بتایا تھا۔

''وہ لوگ اس ہفتے آ رہے ہیں جے! اب آپ کو یہ بات سنبھالنی ہے، سنیں انکار نہیں ہونا چاہیے۔'' اس نے در پردہ گویا اس کا وعدہ یاد دلایا تھا، جہان کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی، دل کی جو بھی حالت تھی اس پہ اس نے توجہ دینا دانستہ ضروری نہیں سمجھی تھی، اس نے گہرا سانس بھرا اور سر جھٹک کر دھیان بٹانا چاہا تو مغنی کی آواز پہ دھیان گیا تھا۔

آواز دے کے چھپ گئی ہر بار زندگی
ہم ایسے سادہ دل تھے کہ ہر بار آ گئے
سورج کی دوستی پہ جنہیں ناز تھا فراز
وہ بھی تو زیر سایہ دیوار آ گئے

اس نے آگے بڑھ کر ٹیپ آف کیا اور پھر ادھ جلا سگریٹ ایش ٹرے میں اچھال دیا تھا۔

''مجھے اب خود کو اس افسردگی سے نکالنا ہے، میں اب مزید سب سے نہیں بھاگ سکتا۔''

''صاحب آپ کی چائے؟ ساتھ میں کچھ کھانے کو بھی لے آؤں؟'' خانساماں چھوٹی ٹرے میں چائے کی مگ لے کر آیا تھا، جہان نے مگ اٹھایا اور سر کے اشارے سے نفی میں جواب دیا تھا، ابھی پہلا سپ لیا تھا کہ اس کے سیل پہ معاذ کی کال آنے لگی تھی، جہان نے مگ سائیڈ پہ رکھ کر اس کی کال ریسیو کی تھی۔

''کیسے ہو معاذ؟'' اس نے شعوری کوشش سے لہجے کو بشاش بنانا چاہا تھا۔

''اس بات کو چھوڑو، بتاؤ میں کیا اول فول سن رہا ہوں؟'' وہ بے حد کڑے لہجے میں بولا تھا جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''جے تم زینب سے شادی سے انکاری ہو وائے؟''

''جس نے تمہیں یہ بات بتائی اس نے وجہ بھی بتائی ہو گی۔'' جہان نے دانستہ رکھائی کا مظاہرہ کیا تھا مگر معاذ چیخ پڑا تھا۔

''میں ایسی بکواس باتوں پہ یقین نہیں کرنے والا میں تم سے پوچھتا ہوں جے مجھے سچ بتاؤ۔''

''یہی سچ ہے۔''

''یہ محض ایک بکواس ہے جے مجھے اصل بات بتا دو ورنہ......؟''

''ورنہ کیا......؟'' جہان کا لہجہ و انداز بے حد پرسکون تھا مگر دوسرے فریق کو آگ لگا دینے والا۔

''ورنہ یہ کہ میں حقیقت معلوم کرنے کو خود پاکستان چلا آؤں گا، یہ بھی سن لو کہ زینب کی شادی تمہارے علاوہ اور کسی سے نہیں ہو گی انڈر اسٹینڈ۔''

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

نویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی، ژالے کی آنکھوں میں موجود حسان کے لئے پسندیدگی کے جذبے کو دیکھتی ہیں تو یکلخت جہان سے اپنا رویہ بدل لیتی ہیں، وہ جہان کو ژالے کی صحت مندی کی خوشی دی گئی پارٹی میں انوائیٹ کرتی ہیں مگر جہان اپنی مصروفیت کی بناء پر جا نہیں پاتا۔

ژالے جہان کی منتظر رہتی ہے مگر آس جب نراش میں بدلتی ہے تب اسے احساس ہوتا ہے جہان اس کی زندگی میں کس درجہ اہمیت اختیار کر گیا ہے مگر وہ مسز آفریدی کی جہان کی ذات میں دلچسپی کو پسند نہیں کرتی اور ان سے ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔

نوریہ پہ زینب کا راز افشا ہو جاتا ہے، نوریہ، زینب سے ناراضگی کا اظہار کرتی ہے اور زینب کو احساس دلانے کی کوشش بھی کہ اس نے جہان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی ہے، زینب پہ اس بات کا وقتی اثر ہوتا ہے۔

مسز آفریدی، جہان کو ژالے کے لئے اپنے طور پہ منتخب کر چکی ہیں مگر جہان کے انداز انہیں ناگواری میں مبتلا کرتے ہیں، وہ دانستہ اسے ژالے کی سمت متوجہ کرنے کے جتن میں مصروف ہونا چاہتی ہیں۔

معاذ پہ جہان کے شادی سے انکار کی بات کھلتی ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے وہ جہان سے سچ اگلوانا چاہتا ہے اس کے گریز پہ وہ اسے بتاتا ہے کہ وہ پاکستان آ رہا ہے جہان حیران رہ جاتا ہے۔

دسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

''تم میری بات سن رہے ہو جے!'' اس کی خاموشی سے عاجز ہو کر معاذ نے کسی قدر ناراض سے اسے پکارا تھا، وہ چونکا اور جیسے حواسوں میں لوٹ آیا، اس خوش کن خیال سے جو معاذ کی دھمکی نے اجاگر کر گیا تھا، کیا تھا اگر وہ خود کو بے بس ظاہر کرتا ذرا سا ڈھیٹ بن جاتا، پھر وہ اس کی ہوتی، وہ جس کو اس نے روح کی تمام گہرائیوں سے چاہا تھا، عشق کی حد تک عقیدت رکھی تھی، مگر نہیں یہ جبر ہی تو ممکن نہیں تھا، وہ محبت کی بجائے خیرات کا حقدار کیسے بن جاتا، یہ اس کی محبت کی ہی نہیں اس عقیدت کی بھی سخت توہین کے مترادف تھا جو اسے بہر حال گوارا نہیں تھی۔

''معاذ حسن آئی تھنک یہ میرا انتہائی پرسنل میٹر ہے، جس میں کسی کو انٹر فیئر کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا، کسی کو بھی نہیں معاذ تم سمجھ سکتے ہو نا؟ ذرا سوچو اگر تمہیں یہ حق حاصل ہو سکتا ہے تو مجھے کیوں نہیں؟ تم اگر نکاح کے بعد اپنی منکوحہ سے لاتعلقی اور بے زاری کا اظہار کر سکتے ہو صرف اس بنا پر کہ تمہارے نزدیک اپنی پسند کی اہمیت ہے تو پھر میرا معاملہ تو بہت معمولی نوعیت کا ہے، یہاں تو محض ایک بات تھی بڑوں کی سوچی ہوئی، میں امید رکھوں گا کہ آج کے بعد ہمارے درمیان یہ موضوع زیر بحث نہیں آئے گا۔''

وہ چیخا تھا نہ پھنکارا تھا اس کے باوجود اس کے سرد لہجے میں اتنی تھی سفا کی اس درجہ بیگانگی تھی کہ دوسری جانب معاذ جیسے صحیح معنوں میں سناٹے میں گھر گیا، اگلے کئی ثانیوں تلک ان کے درمیان سناٹا طاری رہا تھا، معاذ جیسے اپنی جگہ پہ ساکن تھا اور ایک عالم تحیر میں گم۔

''یہ تم ہو جے! تم اتنا کیسے بدل سکتے ہو؟'' خاصی تاخیر سے معاذ کچھ بولنے کے قابل ہوا تو اس کی آواز میں ہنوز غیر یقینی کا غلبہ تھا۔

''میں نے کہا نا معاذ اس کے علاوہ بات کرو۔'' جہان نے اسی سرد مہری اور بیگانگی و سفا کی سے جواب دیا تو معاذ نے گہرا طویل سانس کھینچا تھا۔

''مجھے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرنی جے!''

''تو پھر ٹھیک ہے میں فون بند کرتا ہوں، گڈ بائے۔''

اگلے لمحے وہ سلسلہ کاٹ چکا تھا، کچھ دیر تک ہونٹ بھینچے ساکن بیٹھا رہا، صرف زینب کی وجہ سے اس نے بنا سوچے اپنا ایک اور نقصان کیا تھا، عظیم اور بڑا نقصان، شدت ضبط کی کوشش میں صرف اس کا چہرہ نہیں سرخ ہوا آنکھوں سے بھی جیسے لہو چھلکنے لگا، وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا، اب پتہ نہیں اسے کتنی دیر لگنی تھی خود کو سنبھالنے میں۔

☆☆☆

بنا گلاب تو کانٹے چبھو گیا اک شخص
ہوا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اک شخص
تمام رنگ میرے اور سارے خواب میرے
فسانہ تھے کہ فسانہ بنا گیا اک شخص
میں کس ہوا میں اڑوں کس فضا میں لہراؤں
دکھوں کا جال تو ہر سو بچھا گیا اک شخص

کھلا یہ راز کہ آئینہ خانہ ہے یہ دنیا
اور اس میں مجھ کو تماشا بنا گیا اک شخص

وہ بے کل تھا اور بے مقصد گاڑی سڑکوں پہ دوڑائے پھرتا تھا، وحشت کا کوئی انت تھا نہ کوئی انتہا، بے چینی ایسی کہ کسی پل قرار نہیں تھا، عشق کی اس آزمائش نے اس کے اعصاب شکستہ کر ڈالے تھے، اس نے ایک طویل گہرا سانس لیا اور گاڑی ایک جھٹکے سے روک دی، نگاہ کے سامنے اب فائیو اسٹار ہوٹل تھا، وہ اپنا غم غلط کرنا چاہتا تھا مگر طریقہ نہیں آتا تھا، حلق میں پیاس نے گویا کانٹے بچھا دیئے تھے، وہ گاڑی سے اترا تھا اور چلتا ہوا اندر آ گیا، ایک ٹیبل منتخب کی اور بیٹھ کر فریش جوس آرڈر کیا، سگریٹ سلگاتے ہوئے اس کی غیر ارادی نگاہ سامنے شفاف دیوار پہ آویزاں پینٹنگ میں الجھ گئی تھی، بلند و بالا پہاڑ سفید برف کی چادر میں چھپے ہوئے تھے تاحد نگاہ برف کی اجارہ داری نظر آتی تھی، اس منظر میں ایک ہٹ تھا جس کے ادھ کھلے دروازے میں ایک لڑکی اپنے ساتھی مرد کے شانے پہ سر ٹکائے اس کی سہارے کھڑی کسی بات پہ مسکرا رہی تھی، جھینپی ہوئی حیا آمیز مسکان اس کے عام سے چہرے کو بھی انوکھی دلکشی بخش رہی تھی، اس منظر میں کھوئے جہان کی ذہنی رو بہک گئی تھی، جنید بھائی شادی کے بعد ہنی مون کے لئے شمالی علاقہ جات جا رہے تھے، ساتھ میں نوجوان پارٹی کو بھی تیاری کا کہہ دیا، اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، وہ سب بڑھ چڑھ کر گویا جنید بھائی اور بھابھی سے بھی زیادہ جوش و خروش سے تیاری کرنے لگے، زینب سب سے آگے آگے تھی، مما کے ڈانٹنے سمجھانے پہ نوریہ زیاد اور حسان ماریہ وغیرہ تو آرام سے بیٹھ گئے مگر اس کے کان پہ جوں بھی نہیں رینگی تھی۔

''وہاں آج کل برف باری ہو رہی ہو گی، میں لانگ شوز لانگ کوٹ اور گلاوز وغیرہ آج مارکیٹ سے لاؤں گی تاکہ مشکل نہ ہو۔'' زینب نے ناشتے کی ٹیبل پہ اعلان کیا تھا تو مما نے بے دریغ گھورا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے حماقت کرنے کی، آرام سے گھر بیٹھو، وہ لوگ ہنی مون پہ جا رہے ہیں کہ تمہارا ٹرپ لے کر۔'' مما کے غصیلے لہجے پہ زینب کا منہ بن گیا تھا۔

''اس میں ٹرپ لے جانے کی کیا بات ہے، وہ مناتے رہیں اپنا ہنی مون، ہم اپنا الگ سے انجوائے کر سکتے ہیں۔''

''ضرور الگ انجوائے کرنا مگر شادی کے بعد۔'' زیاد نے اسے چھیڑا تھا مگر اس نے جیسے کان نہیں دھرا۔

''مجھے نہیں پتہ میں جا رہی ہوں بس۔'' وہ اپنا فیصلہ سنا کر دھپ دھپ کرتی وہاں سے چلی گئی تو وجہ اسے جنید بھائی اور بھابھی کی پوری سپورٹ حاصل تھی مگر شام کو جب جہان آفس سے واپس آیا تو اس کی آنکھیں شدت گریہ سے بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں۔

''کیا ہوا تمہیں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''مما مجھے بھائی کے ساتھ نہیں جانے دے رہیں۔''

''ٹھیک ہے، کوئی تک بھی نہیں بنتی۔'' اس کے کاندھے اچکا کر دی گئی رائے پہ زینب نے

اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر دیکھا تھا۔

''جے کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو مجھے چھوڑ کر میا کا ساتھ دینے کی، میں نے بتا دیا ہے۔''

وہ اس پہ ہمیشہ یونہی جارہ داری قائم رکھا کرتی تھی، وہ جو بات عام سے انداز میں دھونس سے کہہ دیا کرتی تھی جہان کی دھڑکنوں میں دنوں نہیں ہفتوں ہلچل مچائے رکھتی، جہان کے چہرے پہ ہلکی سی سرخی چھا گئی، اس نے ترچھی نگاہ سے اسے دیکھا تھا پھر مسکراہٹ دبائی۔

''اس کے باوجود کہ تم غلط ہو؟'' زینب نے اس سوال پہ اسے ناراضگی سے دیکھا تھا اور نروٹھے پن سے بولی تھی۔

''اول تو میں غلط ہوتی نہیں ہوں، لیکن اگر کبھی میں غلط ہوئی بھی تب بھی آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا جے! بی کوز آپ میرے سب سے اچھے دوست جو ہیں۔'' وہ کھلکھلائی تھی پھر اسے دیکھ کر اسی دھونس بھرے انداز میں بولی تھی۔

''مجھے ہر صورت مری جانا ہے، اس لئے بھی کہ مجھے مما نے ٹرپ کے ساتھ بھی نہیں جانے دیا تھا۔''

''زینی بھائی جان بھابھی کے ساتھ جا رہے ہیں، اپنی شادی کے بعد پہلی مرتبہ، مناسب نہیں لگتا نا، ہم سب پھر کبھی پروگرام بنا لیتے ہیں اکٹھے چلیں گے۔''

''میں آپ کے وعدوں پہ اعتبار کرنے والی نہیں، مجھے بس ابھی جانا ہے، آپ مما کو منائیں پلیز۔'' اس نے سچ مچ ضد باندھ لی تھی پھر ہمیشہ کی طرح جیت اسی کی ہوئی تھی۔

''ٹھیک ہے چلی جاؤ مگر اکیلی نہیں، تم بھی چلے جاؤ، جہان بیٹے ورنہ یہ انہی دونوں کے سر پہ سوار رہے گی۔'' مما کو نئے نویلے دلہا دلہن کا بے حد خیال تھا جن کی پرائیویسی ان کی بدتمیز بیٹی کی وجہ سے خراب ہونے والی تھی۔

''میں اکیلا؟'' جہان واقعی سٹپٹا گیا تھا۔

''اکیلے کہاں؟ یہ ہوگی نہ ماسی مصیبتے آپ کے ساتھ۔'' زیاد نے زینب کی جانب اشارہ کر کے اسے چھیڑا تھا، مگر جہان یونہی متذبذب رہا تھا۔

''معاذ تم بھی چلو نا یار۔'' اسے اور کچھ نہ سوجھا تو معاذ کی منت کی تھی جو فوراً رد کر دی تھی اس نے۔

''نان سنس، ایسی جگہوں پہ اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ جایا جاتا ہے، یہ زینب تو پاگل ہے۔'' اس نے نخوت سے کہا تھا اور جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، پھر وہ ہمیشہ کی طرح وہاں بھی اسے عاجز کرتی رہی تھی اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں اور فرمائشوں کی وجہ سے، اس روز بھی وہ لوگ جب مال پہ چہل قدمی کر رہے تھے ہاتھوں میں کافی کے مگ لئے باتوں میں مصروف اچانک زینب کو رائیڈنگ کا شوق چرا گیا تھا۔

''جنید بھائی مجھے گھوڑے پہ بیٹھنا ہے۔'' جے نے گہرا سانس بھرا تھا، جبکہ جنید بھائی کچھ گھبرا گئے۔

''نہیں گڑیا تم پہلے کبھی بیٹھی نہیں ہو نا، میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔''

''کیوں کیا اس کے لئے بھی ایکسپرنس کی ضرورت ہوتی ہے؟''

''بالکل ہوتی ہے، گھوڑا ابدک بھی سکتا ہے، میں چچی جان کو ان کی صحیح سالم بیٹی لوٹانا چاہتا ہوں۔'' جنید بھائی نے ہنس کر بات ٹال دی تھی اور جہان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا اس وقت خاموشی اختیار کر لینے والی زینب اپنی ضد کی پکی نکلے گی اور ان میں سے کسی کو آگاہ کیے بغیر اپنے دل کی کرے گی، اگلے دو دن بہت شدید برف باری ہوتی رہی تھی، اتنی کہ وہ لوگ بھی ریسٹ ہاؤس کے کمروں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے، جہان ابھی سو کر اٹھا ہی تھا اور باتھ لینے کا سوچ رہا تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر بدحواس سے جنید بھائی اندر آئے تھے۔

''جہان میرے ساتھ چلو زینب کو ڈھونڈنے جانا ہے۔'' اس نے سراسیمہ ہو کر جنید بھائی کو دیکھا جن کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''کیا مطلب؟ کہاں گئی ہے وہ؟'' آواز اس کے حلق سے پھنس کر نکلی تھی، جواب میں جنید بھائی نے اسے سارا واقعہ سنا دیا تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ زینب خودسری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رائیڈنگ پہ گئی تھی، گھوڑے کے مالک کے آگاہ کرنے کے باوجود کہ گھوڑا سرکش ہے دوپہر کے بعد کسی دوسرے گھوڑے کو فراہم کر دے گا مگر زینب نے اس کی بات نہیں مانی تھی اور اسی گھوڑے پہ بیٹھ گئی تھی، خدشہ سچ ثابت ہوا تھا گھوڑا ابدک گیا تھا اور بے قابو ہو کر برف زاروں میں اتر گیا تھا، جنید بھائی تفصیل سناتے ہانپ گئے تھے، جبکہ جہان کو لگا تھا کہ اس کے وجود پہ چیونٹیاں رینگنے لگی ہوں، وہ پریشان اور متفکر سا باہر آیا تو گھوڑے کے مالک سے اس کی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں ہی سامنا ہو گیا تھا، وہ ریسٹ ہاؤس کا ملازم تھا اور گھوڑے رینٹ پہ دینے کا کام بھی کرتا تھا، زینب کل سے اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی اور بالآخر اسے مجبور کر کے اپنی ضد پوری کر لی تھی، منحنی سے غریب آدمی نے ہاتھ جوڑے روتے ہوئے گویا اپنی صفائی پیش کی تھی۔

''صاحب آپ یقین کرو، ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، بی بی صاحبہ کو ہم نے بہت منع کیا وہ نہیں مانی تھیں۔'' جہان اس کی پوری بات سنے بغیر آگے بڑھ گیا تھا، جنید بھائی اس کے ساتھ ساتھ تھے، ریسٹ ہاؤس سے باہر آتے ہی سرد ہواؤں میں اڑتے برف کے ذروں نے ان کا استقبال کیا تھا، ہر سو برف کا راج تھا ہولناک سناٹا جس میں موت کی ٹھنڈک تیرتی تھی، جہان کے اعصاب خوف سے سلب ہونے لگے، برف باری اتنی شدید تھی کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی سطح زمین سے بلند ہو رہی تھی، زینب جہان کہیں بھی تھی اسے ڈھونڈنا ڈھونڈنا گویا صحرا میں سوئی تلاش کرنے کے مترادف تھا۔

''بھائی آپ اس سمت جا کر دیکھیں میں ادھر تلاش کرتا ہوں۔'' ہواؤں کی تیزی کے باعث اسے چیخ کر اپنی بات کہنی پڑی تھی پھر وہ ان کا جواب سنے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا، وہ اس کی تلاش میں پاگلوں کی طرح سرگرداں تھا اور یہ سراسر پاگل پن ہی تھا، سراسیمگی وحشت میں ڈھل رہی تھی وہ ہر صورت اسے زندہ سلامت ڈھونڈنا چاہتا تھا، جب اس نے اپنے پیچھے کسی ذی روح کی موجودگی محسوس کی تھی وہ چونک کر پلٹا اسے اسی گھوڑے والے کی شکل نظر آئی تھی۔

''صاحب گھوڑا اس طرف سے واپس آ رہا ہے وہ دیکھیں، آپ بی بی کو اس سمت تلاش

کریں۔'' جہان نے اس کی انگلی کی جانب سر گھمایا، وہ جگہ نسبتاً ہموار تھی، مگر برف وہاں بھی کثرت سے موجود تھی، جہان اندھا دھند اسی سمت بھاگا تھا، اسے راستے میں گھوڑے کے قدموں کے نشان برف کی نرم چادر میں دھنسے نظر آئے تھے، وہ انہی قدموں کے نشان پہ آگے بڑھا تھا اور اگلے لمحے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، جہان تیزی سے اس جانب لپکا تھا، اس کی نیلی پڑتی رنگت اور سختی سے بند آنکھیں اور جامد وجود جہان کی وحشت کو انتہا تک لے گیا تھا، اس نے اسی وحشت بھرے انداز میں اسے شانوں سے تھام کر زور سے جھنجھوڑا تھا۔

''ذینی آنکھیں کھولو زینی!'' وہ چیخ اٹھا تھا مگر زینب کی پلکوں میں خفیف سی جنبش کا احساس بھی باقی نہیں تھا، جہان نے گھبراہٹ میں مبتلا ہو کر اس کی نبض ٹٹولی پریشانی کی وجہ سے اسے بالکل تھمی ہوئی محسوس ہوئی تھی، اس نے ہونٹوں کو بھینچا تھا اور اسے جھک کر اپنے بازؤں میں اٹھا کر واپسی کے راستے پہ دوڑ پڑا، شدید برف باری کی وجہ سے ریسٹ ہاؤس کے باہر راہداری تک سونی پڑی تھیں، بھابھی پریشانی کے عالم میں برآمدے میں ٹہلتی ہوئی مل گئی تھیں اسے زینب کو اس طرح اٹھائے آتے دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب آئیں۔

''جہان یہ...... یہ...... زینب ٹھیک تو ہے نا؟'' ان کے لہجے میں ہی نہیں آنکھوں سے بھی خوف چھلک رہا تھا، جہان نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ انہیں ایک نظر دیکھا اور یونہی زینب کو اٹھائے اس کمرے میں آ گیا جہاں وہ قیام پذیر تھی۔

''بھابھی اگر بھائی کے پاس سیل فون ہے تو انہیں زینب کے ملنے کا بتا دیں۔'' زینب کو بیڈ پہ لٹانے کے بعد اس پہ کمبل برابر کرتا ہوا وہ خود آتش دان جلانے لگا، اس کام سے فراغت کے بعد اس ریسٹ ہاؤس کی انتظامیہ سے رابطہ بحال کر کے صورتحال بتا کر ڈاکٹر کو بھیجنے کا کہا تھا۔

''بھابھی آپ زینب کو مصنوعی تنفس دے سکتی ہیں؟ ڈاکٹر کو آنے میں کچھ وقت لگے گا جبکہ یہ بے ہوشی بہت خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔'' وہ بے حد پریشانی کے عالم میں اسما بھابھی سے مخاطب ہو کر بولا تو وہ جو گھبراہٹ زدہ انداز میں زینب پہ اپنے کمرے سے بھی کمبل لا کر اسے ڈال رہی تھیں اس کی بات سن کر گھبراہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

''مم...... میں کوشش کرتی ہوں، تمہارے بھائی کو بھی فون کیا ہے بس آتے ہی ہوں گے۔'' انہوں نے جواب دیا تھا پھر جہان کی ہدایت کے مطابق زینب کو تنفس دینے لگیں مگر زینب کی سانسیں ہر لمحہ ڈوبتی جا رہی تھیں، جہان نے انہیں ہٹا دیا تھا، اس جھجک اور گریز میں اگر پڑا رہتا تو یقیناً وہ اسے موت کے حوالے کر دیتا اور ایسا وہ ہرگز نہیں کر سکتا تھا اور جس پل وہ اس کے یخ بستہ ہونٹوں سے اپنے ہونٹ ملائے اپنی تمام ہمتیں مجتمع کیے اس کی سانسیں بحال کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھا جنید بھائی اور ڈاکٹر ریسٹ ہاؤس کے مینجر کے ساتھ اندر داخل ہوئے تھے، ڈاکٹر نے جہان کی اس بروقت اپنائی گئی حکمت عملی کو سراہا تھا زینب کو ٹریٹمنٹ دینے میں مصروف ہو گیا تھا۔

''پریشانی کی بات نہیں ہے اب، انہیں کچھ دیر میں مکمل ہوش آ جائے گا، ہاں اگر یہ ان کا تنفس بحال نہ کرتے تو پھر ضرور پرابلم ہو سکتی تھی۔''

جنید بھائی کے زینب کے متعلق استفسار پہ ڈاکٹر نے تسلی سے نوازتے ہوئے جہان کو ایک بار

پھر سراہا تھا۔

''انہیں فی الحال زیادہ ہیٹ میں رکھیں، چند گھنٹوں میں بالکل نارمل ہوں گی۔'' جنید بھائی نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا تھا اور انہیں چھوڑنے باہر تک ساتھ گئے تھے، جہان وہیں کھڑا زینب کے چہرے کو یک ٹک دیکھتا رہا تھا، اس کے اعصاب ابھی تک تنے ہوئے تھے۔

''ریلیکس جہان! کہا ہے نا ڈاکٹر نے اب خطرے والی کوئی بات نہیں۔''

جنید بھائی واپس کمرے میں آئے تھے اسے ہنوز مضطرب پا کر رسانیت بھرے لہجے میں تسلی دی تھی۔

''یہ ٹھیک ہو تو آج ہی اسے واپس لے کر چلوں گا، جان نکال کے رکھ دی ہے ہماری۔'' اس نے خود پہ قابو پا کر اب قدرے خفگی کا مظاہرہ کیا تو جنید بھائی مسکرائے تھے۔

''کم آن یار بچی ہے ابھی! تم اب کسی اور سے ذکر مت کرنا ورنہ سب سے ڈانٹ پڑے گی بیچاری کو۔'' جنید بھائی کی سفارش پہ وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا مگر اس کی ان کی بات پہ عمل کرنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا، لیکن جب وہ مکمل حواسوں میں لوٹنے کے بعد بھابھی سے ساری تفصیل جان چکی تو ٹھہرا سانس بھر کے جہان کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

''جب گھوڑے کی پشت پہ میں پھسل کر گری تھی تب مجھے یقین تھا جے مجھے اس مشکل سے نکال لیں گے، ایسا ہی ہوا ہے نا، دیکھ لیں میرے اندازے غلط ثابت نہیں ہوا کرتے۔'' اور جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا اور اس کی بات پر۔

''مشکل میں مدد کرنے والی اللہ کی ذات ہی ہوتی ہے زینی! میں تو بس سبب بنایا گیا تھا۔''

''چاچو سے تمہاری شکایت لگانے کا پکا ارادہ کر چکا ہو۔'' جنید بھائی نے مسکرا کر کہا تو زینب نے چونکے بنا جہان کو دیکھا تھا۔

''امپاسبل! مجھے پتہ ہے جے ایسا کچھ نہیں کریں گے کبھی جس سے مجھے تکلیف ہو، ہے نا جے!'' اس کے لہجے کے مان اور یقین نے جہان کو جکڑ لیا تھا وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

ویٹر نے جوس لا کر اس کے سامنے رکھا تب وہ ہڑبڑا کر واپس حال میں لوٹا تھا مگر اس طرح کہ سماعتوں میں ہنوز زینب کی آواز کی بازگشت گونجتی تھی، اس کے ہونٹوں پہ زخمی مسکان بکھر گئی۔

(تم صحیح کہتی تھیں زینب! تم مجھے مجھ سے بڑھ کر جانتی تھیں شاید، اور میں اپنا سب کچھ گنوا کر تمہاری خواہش تمہاری توقع پوری کر دی ہے۔)

اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں، اس نے جوس کا سیپ لیتے ہوئے رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھا تھا، شام کے ساتھ بج رہے تھے، جاتی گرمیوں کی یہ قدرے خوشگوار شام تھی مگر اس کے اندر غضب کی حدتیں اتری ہوئی تھیں اس نے جوس ختم کیا تھا پھر بل پے کرتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر اٹھا تھا، واپسی کو قدم اٹھاتے ہوئے وہ اپنی دھن میں تھا کہ سیکنڈ فلور کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ایکدم ٹھٹکا، بلاشبہ وہ ژالے تھی لڑکھڑاتی چال کے ساتھ شفاف لابی عبور کر کے سیڑھیوں کی سمت آتے وہ تیسری مرتبہ زور سے ڈگمگائی تھی، جہان ششدر کھڑا ہو کے اسے دیکھنے لگا، سیکنڈ فلور میں وہ بھی جانتا تھا ہر ناجائز کام بڑے دھڑلے سے کیا جاتا تھا، ڈرنک سے لے کر کال گرلز سے ملاقات اور

آگے کے تمام مراحل تک، وہ اسی سمت سے آ رہی تھی، اس کی لڑکھڑاتی چال اس کی مدہوشی کی ازخود چیخ کر گواہی دیتی تھی، وہ بھونچکا کھڑا تھا کہ وہ اسی بے خودی کی کیفیت میں اس مرتبہ زور سے لڑکھڑائی تھی اور یقیناً سنبھلے بنا سر کے بل سیڑھیوں سے نیچے فرش پہ گرتی مگر جہان بروقت ہوش میں آ گیا تھا، اس نے جانے کس جذبے کے تحت آگے بڑھ کر اسے سنبھالا دیا تھا، جہان اسے دوبارہ کھڑا کر دینا چاہتا تھا مگر وہ اس کے بازوؤں میں بے جان شے کی مانند جھول کر رہ گئی تھی، جہان کے اعصاب ایکدم سے پراگندہ ہو کر رہ گئے، اس نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ قہر ساماں تاثرات سمیت اسے ناگواری سے دیکھا وہ مکمل طور پہ حواسوں سے باہر تھی، یہ تو نیکی گلے پڑنے والی بات ہو گئی تھی، وہ صحیح معنوں میں اس آکورڈ سچوئیشن پہ بوکھلا اٹھا تھا، طوعاً و کرہاً وہ اسے یونہی اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے سیڑھیوں سے اترا تھا مگر اس طرح کہ چہرے سے اندرونی کیفیت صاف ظاہر تھی، تبھی ریسپشن پہ موجود لڑکی لپک کر اس کی جانب آئی تھی۔

''خیریت سر! ان کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' ریسپشنٹ کی نظریں ژالے کی ڈھلک جانے والی گردن پہ تشویش زدہ انداز میں ٹھہری تھیں۔

''ٹھیک ہوتیں تو اس حالت میں ہوتیں؟'' جہان جواباً بے حد درشتی سے بولا تھا پھر اسے کچھ فاصلے پہ موجود کاؤچ پہ لٹانے کے بعد کوٹ کی جیب سے سیل فون ٹٹول کر نکالا اور مسز آفریدی کا نمبر پش کیا تھا۔

''آپ کو فوری یہاں آنا ہو گا، مس ژالے کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہے۔'' رابطہ بحال ہونے پہ اس نے بغیر اسلام دعا کے بڑے روڈ انداز میں ہوٹل کا نام بتا کر گویا اطلاع دی تھی جبکہ وہ دوسری سمت اسی قدر پریشان اور مضطرب ہو کر اس سے سوال پہ سوال کرنے لگیں۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ زور سے چلائیں تو جہان نے یوں ناگواری سے سیل فون کو گھورا تھا گویا وہ ہی مسز آفریدی ہو۔

''یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے عین اس وقت انہیں دیکھا جب وہ بے ہوش ہو کر گر رہی تھیں، آئی ڈونٹ نو کہ انہیں کیا ہوا ہے؟'' جہان نے جیسے مجبوراً صورتحال کی گمبھیرتا کو ان پہ آشکار کیا تھا، مسز آفریدی جیسے سناٹے میں گھر گئیں۔

''جہانگیر بیٹے پلیز ہیلپ می! آپ ژالے کو اپنی گاڑی میں ہمارے گھر لے آئیں گے؟ پلیز انکار مت کیجئے بیٹے ایچو لی میں اس وقت ٹریفک میں پھنسی ہوئی ہوں کچھ نہیں کہہ سکتی مجھے یہاں سے نکلنے میں کتنی دیر لگی ہے جبکہ ژالے کی طبیعت ٹھیک نہیں اسے فوری ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے، میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں وہ تب تک گھر پہنچے گا۔'' انہوں نے کسی قدر عجلت میں اپنا مدعا بیان کیا تو جہان سخت تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔

''لیکن میم......!''

''پلیز...... پلیز بیٹے آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔'' وہ فون پہ ہی سسک اٹھی تھیں، جہان کے چہرے پہ ایک دم تغیر چھانے لگا۔

''اوکے میں کرتا ہوں کچھ، ڈونٹ یو وری۔'' اس نے سیل فون کان سے ہٹا کر گہرا سانس بھرا

تھا، ژالے کو وہاں سے اٹھا کر گاڑی تک لے جانے کا مرحلہ از حد ناگواری و مجبوری لئے ہوئے تھا جسے اس نے ہونٹ بھینچ کر بے زار کن تاثرات کے ساتھ انجام دیا تھا، اطراف میں بہت سی حیران کن اور متجسس نگاہیں جنہیں یکسر نظر انداز کیے وہ پارکنگ میں موجود اپنی گاڑی تک پہنچا تھا، کوٹ کی جیب سے چابی نکال کر گاڑی کا پچھلا دروازہ ان لاکڈ کیا تھا اور اسے کسی ناگوار بوجھ کی طرح ہی اپنے بازوؤں سے ہاتھوں اور ہاتھوں سے سیٹ پہ منتقل کر کے سکون کا لمبا سانس کھینچا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، ایک بار بھی پلٹ کر اس کی سمت دیکھے بغیر وہ بڑے سرد تاثرات سمیت جب آفریدی ہاؤس کے وائٹ گیٹ کے سامنے ہارن بجا رہا تھا اسی پل مسز آفریدی کی بلیک اکارڈ بھی اس کی گاڑی کے برابر آن کر رکی تھی، جہان نے ایک نگاہ غلط انداز ان پہ ڈالے بغیر گاڑی کھلے گیٹ سے اندر داخل کر دی۔

''انہیں اندر لے جائیں مجھے واپس بھی جانا ہے۔''

مسز آفریدی گاڑی پورچ میں رکتے ہی بے تابانہ اس کی سمت لپکی تھیں اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بے سدھ پڑی ژالے پہ جھک کر اس کا گال تھپتھپا کر اسے آوازیں دے رہی تھیں جب جہان نے اپنی جگہ سے حرکت کیے بنا سرد و سپاٹ چہرے کے ساتھ نہیں مخاطب کیا تھا، مسز آفریدی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ایکدم سیدھی ہو گئیں۔

''آئی ایم ساری بیٹا مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو بہت زحمت دے چکی ہوں مگر جہاں اتنا احسان کیا ہے پلیز ہنی کو اس کے بیڈروم میں پہنچا دو، میں اکیلی کیسے لے جا سکتی ہوں اسے۔'' ان کے اگلے مطالبے نے صحیح معنوں میں جہان کو چکرا کے رکھ دیا تھا۔

''آپ اپنی کسی ملازمہ کی مدد سے یہ کام کر لیں، آئی ایم ساری میں آپ کی مزید کوئی مدد نہیں کر سکتا۔'' اسے جتنی ناگواری محسوس ہوئی تھی اس لحاظ سے اس نے صاف لفظوں میں بہت واضح انکار کیا تھا، مسز آفریدی کا رنگ واضح طور پر پھیکا پڑ گیا۔

''دیکھو بیٹے میرے گھر میں کوئی فی میل سرونٹ نہیں ہے، مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو یہ سب اچھا نہیں لگ رہا مگر میں اپنی جوان بچی کو غیر مردوں کے حوالے بھی تو نہیں کر سکتی، پلیز بیٹے!'' وہ عاجزی اور دلگیری کا کچھ ایسا مظاہرہ کر رہی تھیں کہ جہان نے ہونٹ بھینچ کر تپتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا ایک پل کو جی تو چاہا تھا جتلا دے کہ میرے حوالے اگر بخوشی کر رہی ہیں تو مجھے اس کا محرم سمجھتی ہیں کیا؟ مگر اسے یہ بات مناسب محسوس نہیں ہوئی تھی، جبھی خاموشی سے ان کی بات پہ عمل کر گیا، اس کے خیال میں اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا، اگر وہ یہاں تک ان کی مدد کر چکا تھا تو پھر اس بات پہ اڑ جانا کچھ معنی نہیں رکھتا تھا، اسے ایک مرتبہ پھر ژالے کو اٹھانا پڑا تھا مگر غصے اور بے بسی کے احساس سمیت دماغ کی شریانیں گویا پھٹ رہی تھیں، وہ اس قدر نزدیک تھی کہ جہان جس قدر بھی نگاہ چرانا چاہتا یہ ممکن نہیں تھا، وہ قدرت کی صناعی کا بہترین نمونہ تھی گویا، معصومیت، جاذبیت اور دلکشی کا مکمل پیکر اس کے بے حد ریشمی سیاہ گھنے بال جہان کے بازو سے لپٹ گئے تھے اور ریشمی پلکیں عارضوں پہ ساکن پڑی تھیں سیڑھیاں چڑھ کر اس کے بیڈروم تک آتے جہان کو کسی عجیب احساس نے گھیرا تھا، یہ احساس احساس گناہ کے سوا تھا یقیناً جس پل وہ ژالے کو اس کے بیڈ

پہ لٹا رہا تھا اس کے جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے، مسز آفریدی اس سے کچھ توقف سے اندر داخل ہوئی تھیں، وہ انہیں ژالے میں مصروف چھوڑ کر تیر کی مانند وہاں سے نکلا تھا، اپنی گاڑی کو واپسی کے راستوں پہ دوڑاتے ہوئے بھی اس کے اعصاب شدید تناؤ کا شکار تھے، وہ ابھی خود کو مکمل طور پہ سنبھال نہیں پایا تھا جب اس کے سیل پہ زینب کی کال آنے لگی تھی، جہان نے دوبار اس کی کال منقطع کی تھی مگر وہ پھر بھی باز نہیں آئی تو جہان کو اس سے بات کرنا پڑی۔

''یہ آپ جو کچھ بھی میرے ساتھ کرنے لگے ہیں جے آپ کو اس کا اندازہ ہے؟'' وہ چھوٹتے ہی اس پہ برس پڑی تھی۔

''ٹو دی پوائنٹ بات کرو زینب پلیز!'' وہ کسی طرح بھی اعصاب کی کشیدگی پہ قابو نہیں رکھ سکا جبھی زینب کو آگ لگ گئی تھی۔

''دس از ٹو مچ جے انف!'' وہ چیخ پڑی جہان نے ہونٹوں کو باہم بھینچا تھا۔

''اب کیا ہو گیا ہے؟'' وہ عاجز ہو گیا۔

''تیمور کی فیملی آئی تھی، مگر پپا نے انہیں صاف انکار کر دیا ہے۔'' وہ جیسے رو دینے کو تھی جہان کے اعصاب ایکدم اضطراب سمیٹ لائے۔

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا؟'' وہ بولا۔

''آپ کال اٹینڈ کرتے ہیں میری! کیسے بتاتی؟'' وہ پھر برسنے لگی۔

''مائی گڈنیس!'' جہان نے اپنی پیشانی کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

''تیمور کا موڈ بے حد خراب ہے، انسلٹ ہوئی ہے ان بھلے لوگوں کی۔''

''آئی ایم ساری زینب مم...... میں کچھ کرتا ہوں، تم تیمور سے کہو وہ ایک بار پھر اپنے گھر والوں کو بھیجے۔'' وہ کوشش کے باوجود اپنا لہجہ متعدل نہیں رکھ پا رہا تھا۔

''آپ فی الفور یہاں آئیں، پپا سے بات کریں جے!'' اب کے وہ بولی تو اس کا لہجہ کسی حد تک قابو میں تھا۔

''اوکے ڈونٹ یو وری! میں آؤں گا۔''

''کب آئیں گے، آج ہی آئیں ابھی۔'' زینب نے ہمیشہ کی طرح دھونس زور زبردستی کا انداز اپنایا تھا اور جہان میں ہمیشہ کی طرح ہمت نہیں تھی کہ انکار کرتا۔

''اوکے آ رہا ہوں۔'' اس نے سلسلہ منقطع کیا اور اسی وقت سیٹ کنفرم کرانے کے لئے فون پہ نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔

☆☆☆

تم گئے دنوں میں جو ساتھ تھے
میرے قلب و جاں کا ثبوت تھے
یہ بلاوجہ تیرا روٹھنا
میری زندگی کو مٹا نہ دے
تیرے سامنے میرے ہمسفر میری دھڑکنوں کی بساط کیا
تیرا اس طرح مجھے دیکھنا میری عمر کو گھٹا نہ دے
تجھے علم ہے اے طبیب جاں!
تیرا پیار میری حیات ہے
میں مریض ہوں تیرے قرب کا مجھے دور جا کے دوا نہ دے
یہاں سب اندھیر پرست ہیں
یہاں روشنی کی مجال کیا
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے
کوئی آتے جاتے بجھا نہ دے

جس وقت وہ شاہ ہاؤس پہنچا، وہاں کے مکیں ناشتے کی ٹیبل پہ موجود تھے، اسے روبرو پا کے وہ بھی غیر متوقع گویا ایکدم ہلچل سی مچ گئی تھی۔

''کیسے ہو زیاد؟'' چونکہ سب سے پہلے زیاد نے اسے دیکھا تھا جبھی اس کی جانب آ گیا، مگر زیاد کی نگاہوں میں سرد مہری تھی نخوت تھا، وہ ہمیشہ کی طرح اس کا پرجوش استقبال کر سکا نہ تپاک سے گلے گا۔

''لوگوں کی بے حسی اور بے اعتنائی کے باوجود اللہ کا بہت شکر ہے، سر اٹھا کر جی رہے ہیں۔'' اس کی آنکھوں کی طرح اس کا لہجہ بھی سرد تھا اور جہان اس سرد پن کے باعث ٹھٹکا رہ گیا تھا، جبکہ زیاد ناشتہ ادھورا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

''پاگل ہے وہ بالکل! تم اس کی بیوقوفی کی وجہ سے ٹینس مت ہونا۔'' جنید بھائی نے اٹھ کر اسے گلے لگاتے ہوئے رسانیت اور بڑے پن سے جواب دیا تھا جہان کے چہرے کی پھیکی پڑی رنگت پھر بھی بحال نہیں ہو سکی۔

''باقی سب کہاں ہیں؟'' جہان نے ٹیبل پہ پپا جان پاپا اور مما جان کے ساتھ مما کی غیر موجودگی کو نوٹس کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

''یار تم کچھ لیٹ ہو گئے ہو، چاچو اور پاپا جان ابھی کچھ دیر پہلے آفس کے لئے نکلے ہیں، چچی جان زینب اور ماریہ کے ساتھ کچن میں ہیں، اسما بلاؤ انہیں کہو جہان آیا ہے۔'' جنید بھائی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ساتھ ہی بیوی کو بھی کام سے لگایا تھا، مما اور مما جان ہمیشہ کی طرح اسے دیکھ کر خوشی سے کھلی نہیں تھیں، مما جان تو اسے گلے لگاتے ہی آبدیدہ ہو کر رہ گئیں۔

''میرا بچہ مہمان ہو کر رہ گیا، کبھی کبھار صورت دکھاتا ہے۔''

وہ بار بار اس کی پیشانی چوم رہی تھی، جہان نے بڑی مشکلوں سے ان کا دھیان بٹایا، مما کسی قدر خاموش اور گم صم نظر آئی تھیں، وہی ان سے کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا، اس دوران اس نے شدتوں سے زینب کی نگاہوں کی تپش کو محسوس کیا تھا مگر اس نے خود پہ اس کی سمت دیکھنا گویا حرام قرار دیا تھا۔

''مما جان کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہتی ہیں، بالکل اجنبی لگنے لگے ہیں۔'' جیسے ہی ٹیبل پہ زینب کو اس کے ساتھ تنہائی میسر آئی اس نے ناشتے میں مصروف کسی قدر ریزروڈ نظر آتے جہان کو دیکھ کر

جتلانے کے انداز میں کہا تھا، جہان نے جواباً ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا۔

''اب پہلے والی بات رہنی بھی نہیں چاہیے، تم پرائی ہونے جا رہی ہو، ہمیں ہر قدم سوچ کر اٹھانا ہوگا، کیا پتہ کون سی بات تمہارے ہونے والے شوہر کو بری لگ جائے۔'' اس نے شعوری کوشش سے لہجے میں بے پروائی اور توازن کو قائم رکھا تھا، زینب نے دھیان سے اسے دیکھا۔

''بہت پرواہ ہے میرے شوہر کی؟'' وہ سلگی تھی۔

''تمہاری وجہ سے ہی ہے، تمہیں تو اچھی لگنی چاہیے۔'' وہ ہنوز پرسکون تھا، زینب کچھ اور سلگی۔

''اطلاعاً عرض ہے ابھی میں یہاں اپنے باپ کے گھر پہ ہوں۔''

''کب تک؟ محض چند ماہ، جب ایک کام کرنا ہی ہے تو اسے کیوں نہ کر لیا جائے۔'' جہان نے اسے جتلایا تھا اور کرسی گھسیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''پھر تو مجھے بھی محتاط ہو جانا چاہیے، آپ بھی تو کسی اور کے ہو چکے ہیں، آپ کی ہونے والی بیوی کو بھی کچھ برا لگ سکتا ہے۔'' وہ چیخ گئی تھی اس کے لہجے میں کانچ کی تڑخ تھی، جہان نے گہرا سانس کھینچا تھا۔

''یہی تو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں تمہیں احمق لڑکی!'' اب کے وہ دانستہ مسکرایا تھا، مقصد اسے سلگانا تھا اور وہ کامیاب رہا تھا۔

''آپ کی یہ بھول ہے، میں کسی سے خائف ہونے والی ہوں نہ دینے والی، اونہہ ہونے والی بیوی۔'' وہ تلخی ونفرت سے پھنکاری، جہان نے اسے دیکھا اس کی گلابی مائل بے تحاشا سفید رنگت سرخ پڑ چکی تھی۔

''میں کچھ دنوں کو یہاں ہوں، تم کوشش کرنا، تیمور کی فیملی کو انہی دنوں دوبارہ بلوا لو۔''

''جے میں آپ کو بتا رہی ہوں، میں ہرگز بھی آپ سے اپنی دوستی ختم نہیں کروں گی نہ میں آپ کی اس ہونے والی سے ڈرتی ہوں سمجھے ہیں نا آپ، مجھے آپ کی دوستی بے حد عزیز ہے۔''

اس نے جہان کی بات جیسے سنی ہی نہیں تھی، جہان جو جانے کے لئے قدم بڑھا چکا تھا کچھ لمحوں کو اسی زاویئے پہ ساکن ہو گیا، اس نے سر جھٹکا تھا اس کے ہونٹوں پہ عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی، جس میں غم پنہاں تھا اذیت تھی بے بسی اور اضطراب تھا، اس کے ذہن میں کبھی کی پڑھی نظم کے الفاظ تازہ ہو گئے۔

وہی عادت ہے بچوں سی
کہ جس طرح کوئی بچہ
کھلونا مانگتا ہے
کھیلتا ہے
پھینک دیتا ہے
اسی طرح وہ مجھ سے ہی
مجھی کو مانگتا ہے
کھیلتا ہے

پھینک دیتا ہے
مگر جب دوسرا کوئی
مجھے آ کر اٹھائے تو
وہ آ کر حق جتاتا ہے
کہ یہ میرا کھلونا ہے
اسے کیسے میں سمجھاؤں؟
کسی سے
پیار سے
جذبوں سے
یوں کھیلا نہیں کرتے
مگر کیسے وہ سمجھے گا؟
ابھی اس شخص کی شاید
وہی عادت ہے بچوں سی

وہ اپنی حیثیت کا یقین کر سکتا تھا، وہ پسندیدہ کھلونے سے بڑھ کر اہمیت نہیں رکھتا تھا، وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو اس کی چال کی تھکن اور آنکھوں کی جلن میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔

☆☆☆

کبھی رات بھر کے جھگڑے، کبھی چاہتوں کی باتیں
وہی آپ ہی قصے وہی آپ ہی کی باتیں
وہ ملا ہے مجھ کو اکثر سر راہ چلتے چلتے
وہی اجنبی نگاہیں وہی بے رخی کی باتیں
نہ سمجھ سکا جہاں میں کوئی میرا درد یارو
میرے غم کو لوگ سمجھے میری شاعری کی باتیں
کوئی ہم کو یہ بتائے یہ جنوں نہیں تو کیا ہے
ملیں جب بھی ہم کسی سے کریں آپ ہی کی باتیں
میرے حال پہ وہ یونہی کچھ ایسے مسکرایا
میں سنا رہا ہوں جیسے کسی اجنبی کو باتیں

دھیمے سروں میں چلتے ٹیپ کی آواز کمرے کی فضا میں گونجتی تھی، سنگر کی آواز میں ایک سوز تھا جو دلوں کو جکڑنے کا فن رکھتا تھا، ژالے کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں، عجیب حالات ہوتے جا رہے تھے، اختیار سے باہر، اس نے کب یہ چاہا تھا یہ بات کسی پہ کھلے، اس نے تو مسز آفریدی تک سے چھپایا تھا اور کھلی بھی بات تو کس پہ، جہانگیر پہ، اس کا دل درد سے بوجھل ہونے لگا۔

''نیلما کی ایک ہی ضد تھی، مجھ سے ملو۔''

وہ پتہ نہیں اس سے ایسی کون سی ضروری بات کرنا چاہتی تھی، مگر ژالے اس بات سے ... ہر

شدید غصے میں آ گئی تھی، یہ اس کا طیش اور اشتعال ہی تھا کہ اس نے فون پہ اس سے ملنے کی حامی بھر لی تھی۔

''کیا کہنا ہے تمہیں؟''

''سویٹ ہارٹ فون پہ نہیں کر سکتی نا بات؟''

''اور میں نہیں مل سکتی ہوں تمہیں۔'' وہ صاف انکاری ہونے جا رہی تھی کہ نیلما باقاعدہ منتوں پہ اتر آئی تھی۔

''دیکھو ژالے میری جان! بہت اہم باتیں ہیں جو میں ہر صورت تم سے شیئر کرنا چاہتی ہوں، جتنے لوگ میری جان کے دشمن ہو چکے ہیں نا، مجھے اپنی زندگی کا بالکل بھروسہ نہیں رہا۔'' اس کے لہجے میں جس قدر یاس تھی اس سے بڑھ کر مایوسی اور کرب اتر آیا تھا یہی کرب ژالے کے دل کو پگھلانے کا باعث بنا تھا، وہ جتنی بھی خفا تھی اس سے مگر رشتہ تو خون کا تھا نا، جو کشش مارتا تھا اس کے دکھ پہ تکلیف وہ بھی محسوس کرتی تھی۔

''آپ چھوڑ دیں یہ سب کچھ پلیز!'' اس نے شاید زندگی میں پہلی بار اس سے اس انداز میں بات کی تھی مگر فرمائش ایسی تھی کہ نیلما ڈھنگ سے خوش بھی نہیں ہو پائی تھی۔

''کیسے چھوڑ دوں یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے۔''

''کیوں آسان نہیں ہے؟ دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔'' ژالے نے بھرپور انداز میں تردید کی تو نیلما نے ٹھنڈا سانس بھر کے بات بدلنی چاہی تھی۔

''اس بات کو چھوڑو، تم مجھے بتاؤ مجھ سے مل سکتی ہو؟''

''ہاں میں ملوں گی، میں جاننا چاہوں گی، وہ کون سی مجبوریاں تھیں جو تمہیں اس قدر غلط راستے پہ لے گئیں۔'' ژالے کی آواز میں ٹوٹتے کانچ کی چبھن در آئی تھی۔

''تمہیں تمہاری والدہ محترمہ نے کچھ نہیں بتایا؟'' نیلما کے لہجے میں طنزیہ کاٹ اتر آئی۔

''میں تم سے سننا چاہوں گی، وہ جو سچ ہے۔''

''کیسے یقین کرو گی کہ میں نے سچ کہا یا جھوٹ؟''

''ویسے جیسے مما کے جھوٹ کا پتہ چل گیا، زبان جھوٹ کہے تو آنکھیں انکاری ہو جایا کرتی ہیں، یہ دل کا آئینہ ہوتی ہیں اور دل ہمیشہ شفاف ہوتا ہے اگر خدا وہاں موجود ہو تو......'' اس کا انداز ناصحانہ ہونے کے باوجود دلگیری لئے ہوئے تھا، نیلما نے پہلی بار اس سے اتنی طویل بات کی تھی وہ اس کے الفاظ کی سنجیدگی اور لہجے کی گہرائی میں کھو کر رہ گئی تھی، پھر فون پہ ہی ملنے کی جگہ اور ٹائم طے ہوا تھا، جس روز ژالے نے نیلما سے ملنا تھا اس کی طبیعت صبح سے بہت خراب تھی، اس نے ٹریٹمنٹ لی تھی مگر بگڑتی کیفیت میں کچھ بہتری نہیں آ سکی تھی، کوئی اور موقع ہوتا تو وہ کبھی گھر سے نکلنے کی حماقت نہیں کرتی مگر اب ایسا نہیں کیا جا سکتا تھا، جبھی اس نے اس جانب دھیان نہیں رہا تھا، بلیک بے حد نفیس سوٹ میں اس کی شفاف رنگت یوں اجلی محسوس ہو رہی تھی گویا تاریک رات میں چاند روشن ہو، سوٹ کا ہم رنگ چادر نما دوپٹہ اس نے بہت سلیقے سے اوڑھا تھا اور مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے ہوٹل کی لابی میں پہنچ گئی تھی، وہاں رنگ و بو کا ایک سیلاب امڈا ہوا تھا، اس نے کسی قدر حیرانی میں مبتلا ہو کر وہاں آزاد شراب کے استعمال کو دیکھا تھا، کچھ مزید خفیہ سرگرمیاں بھی اس نے محسوس کی تھیں، جبھی وہ سٹپٹا کر رہ گئی تھی، فوراً ہی اس نے ٹیبل سے اٹھتے ہوئے شفاف راہداری کو پار کیا تو موڑ پہ اس کا ٹکراؤ کسی دیوہیکل آدمی سے ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔

''اوہ ایکسکیوز می میم!'' وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھی تو وہ سرعت سے اس کے پیچھے لپکا تھا، ژالے کی گھبراہٹ دوچند ہو کر رہ گئی۔

''آپ میرے ساتھ کچھ وقت گزاریں گی؟'' وہ مسکرا کے گویا ہوا تھا ایسے میں وہ کچھ اور بھی خوفناک لگنے لگا تھا، ژالے ایک ساتھ کئی سیڑھیاں پھلانگی تو وہ آدمی اس کی گھبراہٹ وسراسیمگی کو دیکھ کر کچھ حیران ہوتا واپس ٹھہر گیا تھا، ژالے فق چہرے پہ بے تحاشا دھڑکتے دل اور مضطرب سانسوں کے ساتھ پلٹ پلٹ کر اسے دیکھتی سیڑھیاں اتر رہی تھی، خوف نے اس کے حواس سلب کر لئے تھے، طبیعت تو خراب ہی تھی مگر یہ سچویشن اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر گئی تھی، آنکھوں میں بار بار اندھیرے چھپٹ رہے تھے، اسی سراسیمگی بدحواسی میں مبتلا اس کی جہان پہ نگاہ پڑی تھی، وہ اس سے کچھ فاصلے پہ تھا، ژالے کے دل میں اسے سامنے پا کر ذرا سی ڈھارس اتری تھی گر اسی پل جانے کیا ہوا تھا، درد کی نوکیلی پھانس اس کے وجود میں پھیلی تھی اور وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی تھی، اگلے کئی دن تک اس کی طبیعت نہیں سنبھل سکی تھی، اسے اس بات کا دکھ تھا نیلما نے اسے اتنی غلط جگہ پہ کیوں بلوایا؟ یہی شکوہ اس نے نیلما سے بات ہونے پہ اس سے بھی کیا تھا جسے سن کر وہ ہنس پڑی تھی۔

''فسٹ فلور تم جیسے شریف لوگوں کے لئے ہے، میں اگر وہاں تمہارے ساتھ ہوتی اور مجھے کوئی تمہارے ساتھ دیکھ لیتا تو اگلے دن اخبار میں اتنی بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ تمہاری تصویریں چھپی ہوتیں، کیا تم یہ اسکینڈل افورڈ کر سکتی تھیں؟'' اور ژالے نے اتنی سختی سے ہونٹ کاٹے تھے کہ منہ میں خون کا ذائقہ محسوس ہونے لگا تھا۔

''اس روز تم مجھ سے ملے بغیر کیوں چلی آئی تھیں؟''

''وہ جگہ اس قابل تھی کہ میں وہاں تھوڑی دیر بھی ٹھہر جاتی، دس از ناٹ فیئر!'' شکوہ کرتے اس کی آواز ابھرانے لگی تھی، اس نے مزید کوئی بات کیے بغیر فون بند کر دیا تھا، مسز آفریدی نے اسے بتایا تھا جہان اسے وہاں سے لے کر آیا تھا اور اس کی جان کو ایک نئی فکر لگ گئی تھی۔

''وہ کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں؟ میں کوئی غلط لڑکی ہوں؟'' اضطراب اس کے سینے میں وحشت کے احساس کے ہمراہ پہلو بدلتا تھا اور اسے بے کل کیے رکھتا، اس نے ہاتھ بڑھایا اور ٹیپ آف کر دیا، کمرے میں یکلخت خاموشی کا بسیرا ہو گیا، تبھی مسز آفریدی اندر داخل ہوئی تھیں، اس کی پیشانی سے بال ہٹا کر بوسہ لیا پھر ساڑھی کی فال درست کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

''اب کیسی طبیعت ہے سویٹ ہارٹ!''

''مچ بیٹر!'' ژالے نے بے دلی سے جواب دیا تھا۔

''جہان نے آج کال کی تھی مجھے پتہ ہے کیوں؟'' انہوں نے بڑے ڈرامائی انداز میں بات

کا آغاز کیا تو ژالے جو بے زاری سی لیٹی ہوئی تھی چونکتے ہوئے ان کی سمت متوجہ ہوئی تھی، انداز میں بھرپور توجہ اور تجسس تھا، مسز آفریدی بھرپور انداز میں مسکرائیں، مقصد اس کی توجہ حاصل کرنا اور اکتاہٹ دور کرنا تھا اور وہ کامیاب رہی تھیں۔

''تمہاری طبیعت پوچھ رہا تھا، کل بھی کال کی تھی۔''

''آپ نے انہیں بتایا تو نہیں کہ میں......؟'' ژالے نے مضطرب ہو کر سوال کیا تھا اگر اس کا ذہن فوری طور پہ اس سوال میں نہ اٹکتا تو وہ لازماً ہمیشہ کی طرح ان کی آنکھوں میں جھانک کر اس بات کی سچائی کو پرکھنے کی کوشش ضرور کرتی۔

''پاگل تھوڑی ہوں میں جو یہ بات بتاؤں، میں نے کہہ دیا ٹائیفیڈ بگڑ گیا ہے۔'' ان کے جواب نے ژالے کو ایک دم مطمئن کر دیا تھا، وہ ہرگز بھی اپنی بیماری لوگوں کو بتا کر ان کی ہمدردانہ نگاہوں کو سہنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی جبھی بہت کتراتی تھی اس انکشاف سے۔

''ایک بات تم نے محسوس کی ہے بیٹا؟'' انہوں نے اپنے انداز کو پرسوچ اور لہجے کو رازدارانہ بنا کر پھر ادھوری بات کی ژالے جو کسی سوچ میں گم تھی، چونک کر سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''مجھے لگتا ہے جہانگیر تم میں انٹرسٹڈ ہے۔'' ژالے کا دل زور سے دھڑکا اور دھڑکتا چلا گیا، مسز آفریدی نے اس کا سرخ پڑتا چہرا دیکھا تھا اور بات کو جاری رکھا۔

''تم نے کچھ ایسا محسوس کیا؟ دیکھو نا اس روز وہ خود بھاگا بھاگا تمہیں چھوڑنے آیا، حالانکہ میں نے منع بھی کیا تھا کہ گاڑی سے تمہیں نکال کر میں خود بیڈ روم تک لے جاتی ہوں، مگر مانا نہیں، کہنے لگا آپ سے تمہیں گر گرا نہ جائیں، یہاں بیڈ روم میں خود اٹھا کر تمہیں لایا، بعد میں بھی کچھ دیر تک بیٹھا رہا تھا حالانکہ میں چاہ رہی تھی وہ فوری چلا جائے تو تم جانتی ہو میں اس کے سامنے ڈاکٹر نادیہ سے کنسلٹ نہیں کر سکتی تھی۔'' ژالے متحیر ششدر اور غیر یقینی سی بیٹھی تھی، یوں جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔

''ہنی بیٹے مجھے یہ بتاؤ آپ کو جہانگیر اچھا لگتا ہے؟'' وہ اس کی گال تھپک کر بے حد اپنائیت سے بولیں تو ژالے اس فیز سے نکل کر بے حد کنفیوز نظر آنے لگی اس نے شدید اضطرابی کیفیت میں ہونٹ کچلنے شروع کیے تھے، منہ زور جذبے خواہش تھی کہ لبوں سے اظہار کو بے تاب مگر اس نے ان پہ پہرے بٹھا دیے تھے۔

''آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' وہ بہت دیر بعد بولی تو کس قدر جھنجلاہٹ کا شکار تھی، یوں جیسے خود اپنی خواہش کے آگے ہار رہی ہو اور ہارنا نہ چاہتی ہو۔

''بیٹے بتایا تو ہے مجھے جہانگیر کا انٹرسٹ لگتا ہے، اگر وہ مجھ سے اس حوالے سے کچھ کہے مجھے تمہاری رائے تو معلوم ہونی چاہیے نا۔''

''آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی مام! مجھے نہیں لگتا اس کی نوبت آئے۔'' اس نے خاصی تاخیر سے بے حد مدھم لہجے میں کہا تو مسز آفریدی کا چہرا غصے کی سرخی سے دہک اٹھا، انہیں اپنی ساری پلاننگ فیل ہوتی محسوس ہوئی تو جھنجلاہٹ اعصاب پہ قابض ہونے لگی، مگر انہوں نے خود کو

کمپوز کیا تھا اور لگاوٹ بھرے انداز میں بولی تھیں۔

''مجھے تو ایسا نہیں لگتا، مجھے یقین ہے وہ مجھ سے ایسی بات ضرور کرے گا۔''

''تو پھر آپ انکار کر دیجئے گا صاف انکار، آپ جانتی تو ہیں میں شادی نہیں کرنا چاہتی ہوں۔'' ژالے نے بھینچے ہوئے لہجے میں کہا تھا اور ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی، وہ جانتی تھی یہ بات اس طرح ختم ہو سکتی ہے، مسز آفریدی نے ضبط کی کوشش میں سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

(ایسا تو ہو گا ژالے آفریدی اور ضرور ہو گا، میں تمہیں تمہاری خوشی سے دستبردار نہیں ہونے دوں گی، زبردستی اسے تمہاری جھولی میں ڈالوں گی پھر تم اس کی اہمیت سے آگاہ ہو گی۔)

ٹیرس کی ریلنگ کے سہارے کھڑی ژالے ہوا کے دوش پہ اڑتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے آنکھوں پر آئی نمی کو پلکیں جھپک جھپک کر اندر اتار رہی تھی، مسز آفریدی کی یہ بات سن کر اس کے درویش صفت دل میں بھی محبت کو پانے کی خواہش جاگ اٹھی تھی، ایسی محبت جو صرف اس کے لئے ہو، جس میں بیگانگی کا شائبہ تک نہ ہو اور بے اعتنائی کی آنچ نہ ہو، دل ملتجی تھا کہ ہاتھ پھیلاؤ اور ساری محبت سمیٹ لو، مگر وہ تشنہ تھی اور تشنہ رہنے پہ مجبور تھی، جبھی دل کے اندر دھواں بھرنے لگا تھا وہ شخص جو بے حد خاص تھا مگر اس کی آنکھوں میں محبت کا کوئی عکس بند تھا، اس کی یہ بے گانگی ہی تو تھی جو اسے پیچھے رہنے اور مزید پیچھے ہٹنے پہ اکسائی تھی، وہ مسز آفریدی جیسی عورت کی کسی بات پہ بہرحال آنکھیں بند کر کے یقین بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆

جس گھڑی دل کے میرے زخم نمائی ہو گی
ساری خلقت ہی مجھے دیکھنے آئی ہو گی
کیسے چپ چاپ جلا ریشمی خوابوں کا بدن
تیری نفرت نے کہیں آگ لگائی ہو گی
جسے برباد کیا پہلی محبت نے سحر
پھر اسے دوسری بھی راس نہ آئی ہو گی

جہان کف لنکس بند کرتا ہوا اپنے دھیان میں سیڑھیاں اتر کے نیچے ہال میں آیا تو سب سے پہلا سامنا زینب سے ہوا تھا، وہ نظر انداز کیے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ زینب جو اس کے راستے میں کھڑی تھی ایک دم اپنا بازو پھیلا کر گویا اس کا راستہ روکا، جہان چونکا تھا اس کی متحیر نگاہ اس کے ہاتھ سے پھسل کر سفید دودھیا سڈول کلائی میں شعاعیں بکھیرتے نازک سے بریسلٹ میں لمحہ بھر کو اٹکی تھی پھر اس کے چہرے پہ آن ٹھہری۔

''آپ کو کچھ یاد آیا؟'' اس کے خفا خفا سے انداز میں گہری چبھن اور کاٹ سمٹی ہوئی تھی۔

''کیا مطلب؟ کیا یاد آنا چاہیے مجھے۔'' وہ حیران ہوا تھا اور جز بز بھی۔

''اس بریسلٹ کو دیکھ کر بھی نہیں؟'' وہ اب کے اور جھلائی۔

''یہ بریسلٹ غالباً گولڈ کا ہے۔'' وہ خود بھی جھنجلا گیا تھا کسی قدر خفگی سے بولا مگر زینب چیخ

پڑی تھی۔

''جے یہ بریسلٹ آپ نے لاسٹ ائیر مجھے برتھ ڈے پہ گفٹ کیا تھا اور آپ کا گفٹ ہی ہمیشہ سب سے ایکسپنسو نہیں ہوا کرتا تھا آپ سب سے پہلے مجھے خود برتھ ڈے وش کیا کرتے تھے، جے آپ بدل گئے ہیں ابھی سے، ابھی سے جبکہ نہ ابھی آپ کی شادی ہوئی ہے نہ میری۔'' وہ صحیح معنوں میں روہانسی ہو گئی تھی، جہان نے ایک نگاہ اس کی چھلک پڑنے کو بے قرار نین کٹوروں کو دیکھا تھا پھر گہرا سانس بھر کے کس قدر آہستگی و نرمی سے بولا۔

''میں آج شام واپسی پہ تمہارا گفٹ لیتا آؤں گا ڈونٹ وری؟''

''صرف گفٹ جے مجھے کیا آپ سے صرف گفٹ چاہیے ہوتا ہے کیا؟'' اس کی شکایت پہ جہان نے ہونٹ بھینچ کر سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں یاد ہے میں نے اس روز تمہیں کیا نصیحت کی تھی؟ بے وقوف لڑکی اب بچوں والی حرکتیں چھوڑ دو شادی کے بعد ان کی گنجائش بالکل ختم ہو جایا کرتی ہے۔'' کوشش کے باوجود بھی وہ اپنے لہجے میں تلخی کو گھلنے سے بچا نہیں سکا تھا۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں تیمور اتنے ٹپیکل ہوں گے؟'' جہان کے چہرے پہ واضح اضطراب پھیل گیا، دل میں موجود نارسائی کا درد جیسے اس پل انتہا کو چھو کر اس کا ضبط آزمانے پہ تل گیا۔

''یہ بات مجھے نہیں تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کیسا ہے، راستے سے ہٹو میں آل ریڈی لیٹ ہو گیا ہوں۔'' وہ کس قدر بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتا ہوا کترا کر نکل گیا تھا، زینب نے پیر پٹخ کر دور ہوتے جہان کو دیکھا پھر سلگتی آنکھوں کے ساتھ ہونٹ بھینچ لئے، وہ اپنی کیفیت خود سمجھنے سے قاصر تھی، بس اسے جہان کا بدل جانے والا رویہ تکلیف دے رہا تھا، حالانکہ اگر وہ غور کرتی تو اس سے پہلے وہ خود بدلی تھی اور اس سے بھی پہلے اس کی راہیں بدلی تھیں، جہان کا رویہ تو اس کے عمل کا ردعمل تھا جو اسے سراسر زیادتی محسوس ہو رہا تھا، عجیب بات تھی نا، جب کسی طرح بھی وہ خود کو سنبھال نہیں سکی تو یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی تھی، پنکھے چلا کر اس نے کھڑکیاں کھولیں اور پردے ہٹا دیئے، سورج کی کرنیں نیم تاریک کمرے کو روشن اور ہوا دار بنانے لگیں، اس نے بکھرا ہوا کمرہ سمیٹنا شروع کیا تھا، بیڈ شیٹ کی شکنیں درست کیں اور کارپٹ پہ ڈھیر کتابیں جھک کر اٹھا رہی تھی جب نوریہ نے اندر جھانکا تھا اسے موجود پا کر بے تکلفی سے اندر آ گئی۔

''آؤ مزے کرتے ہیں۔'' اس کے ہاتھ میں باؤل تھا جس میں مناسب شیپ میں کٹے ہوئے تربوز کے قتلے تھے۔

''نمک اور کالی مرچ چھڑک کر لائی ہوں اتنے مزے کے ہیں۔'' نوریہ نے ایک قاش اٹھا کر منہ میں رکھتے گویا اس کی معلومات میں اضافہ کیا، زینب کے دھیان نہ دینے پہ اس نے بھنویں اچکائی تھیں۔

''خیریت منہ کیوں سوجھا ہوا ہے؟''

''کیا تمہیں بھی میرا برتھ ڈے یاد نہیں ہے؟'' وہ اسے گھورنے لگی نوریہ نے کاندھے اچکائے

تھے۔

''کیوں یاد نہیں، برتھ ڈے ہی تو سیلبریٹ کرنے آئی ہوں۔''

''مگر جے کو یاد نہیں تھا، نوری وہ بہت بدل گئے ہیں۔'' اس نے جیسے نوریہ کے آگے جہان کی شکایت لگائی، نوریہ نے چند ثانیے اسے بغور دیکھا تھا پھر گہرا سانس بھر کے تربوز کے ٹکڑے منہ میں رکھ کر کھانے میں مصروف ہوئی تو زینب کو تپ چڑھ گئی تھی۔

''میں بکواس کر رہی ہوں تمہارے خیال میں کیا؟'' اس کے ہاتھ سے باؤل چھینتے ہوئے وہ چیخ پڑی تھی۔

''ذینی دس از ٹو مچ، انف!'' وہ عاجز ہوئی تو زینب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''انگلش سے نابلد لگتی تو نہیں ہو، خیر میں ٹرانسلیشن کر دیتی ہوں کہ......''

''نوری میں جان نکال دوں گی تمہاری، انسانوں کی طرح بات کرو مجھ سے۔'' وہ آنکھیں نکال کر غرائی تو نوریہ نے سرد آہ بھر لی تھی۔

''وہ بدل گئے ہیں تو تمہیں کیوں شکوہ ہے تمہیں نہیں لگتا ایسا کرنے پہ تم نے انہیں مجبور کیا ہے، زینی تمہیں پرواہ کیوں ہے اب؟''

''کیا نہیں ہونی چاہیے؟'' زینب نے الٹا اس سے سوال کیا تو نوریہ عاجز سی ہو گئی تھی۔

''بالکل نہیں ہونی چاہیے، ایک ایسا انسان جس کے بغیر اب زندگی اطمینان سے گزار سکتے ہوں اس کے بدل جانے سے کیا فرق پڑتا ہے زندگی کو۔''

''تم معاذ بھائی کے بغیر خوش ہو؟'' زینب کو جانے کیا سوجھی تھی اس پہ وار کر دیا تھا، نوریہ کے چہرے پہ یکلخت زرد رنگ پھیل گیا۔

''یہاں اس بات کا کیا ذکر؟'' وہ جب بولی تو اس کی آواز میں ضبط کے باوجود اضطراب در آیا تھا۔

''ذکر ہے، جیسے تمہاری زندگی میں معاذ بھائی کی اہمیت تھی ویسے ہی میرے لئے جہان ہیں اس انداز میں نہ سہی مگر اہمیت تو رکھتے ہیں نا، مجھے ان کا یہ بدلاؤ بہت تکلیف......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی، اس کا سیل فون زور و شور سے بجنے لگا تھا، نوریہ نے ایک نظر اس کے سیل فون کی اسکرین کو دیکھا دوسری زینب کو، وہ جہاں بیٹھی تھی سیل فون وہیں چھوٹی ٹیبل کے اوپر رکھا ہوا تھا، فون تیمور خان کا تھا، نوریہ نے کچھ کہے بغیر سیل فون اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔

''اس بات پہ کڑھنے کی بجائے یہاں اپنا معاملہ کلیئر کرو ڈیئر! آئی تھنک مسٹر تیمور نے آپ سے انکار کی وجہ پوچھنے کی ہی کال کی ہو گی۔''

اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں تھی اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی، زینب نے گہرا سانس بھر کے کال اٹینڈ کی۔

''زینب!'' تیمور خان نے جیسے تصدیق چاہی تھی۔

''جی! کیسے ہیں آپ؟'' زینب نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تمہارے انکار کے بعد کیسا ہو سکتا ہوں؟ زینب دس از ناٹ فیئر!"

"میرے نہیں میرے گھر والوں کے انکار...... تیمور پلیز آپ ایک بار پھر بھیجنا ان لوگوں کو۔"

"اتنی انسلٹ کے باوجود، پھر کیا گارنٹی ہے کہ وہاں سے اب انکار......"

"نہیں ہوگا انکار تیمور اور جہاں تک انسلٹ کی بات ہے اسے رہنے دیں، انسلٹ تو آپ کے ہاں میری بھی کی گئی تھی نا۔" اس نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر جتلایا تھا، تیمور خان نے سرد آہ بھری تھی۔

"اسی وجہ سے خود پہ ضبط کیے ہوئے ہوں ورنہ...... زینی کیا میں سمجھوں کہ اس انکار کی وجہ اس توہین کا بدلہ......"

"اُف تیمور...... اتنا گرا ہوا نہ سمجھیں مجھے! میں نے کہا تو تھا کہ ہمارے ہاں کاسٹ سے باہر شادیاں نہیں کی جاتیں، یہ مرحلہ بہر حال مشکل تھا ہی۔" غصے میں آ جانے کے باوجود زینب نے وضاحت دی تھی، تیمور جواباً کچھ نہیں بولا تو زینب نے گویا اسے باقاعدہ پکارا تھا۔

"پھر اب کیا ارادہ ہے آپ کا؟"

"میں کیا چاہتا ہوں یہ تم سے ڈھکا چھپا نہیں ہے زینب شاہ! شادی تو بہر حال مجھے تم سے ہر صورت کرنی ہے اگر یہ سید زادے نہ مانے تو اٹھا کر لے جاؤں گا تمہیں، سمجھا کیا ہے انہوں نے تیمور خان کو۔" وہ مذاق نہیں کر رہا تھا اس کے باوجود زینب ہنس پڑی تھی۔

"اچھا فضول نہیں بولیں جے آئے ہوئے ہیں یہاں، میں نے ہی بلوایا ہے، بہتر ہوگا آپ انہی کی موجودگی میں دوبارہ ان لوگوں کو بھیج دیں، پھر وہ معاملہ ہینڈل کر لیں گے، پہلے بھی کام خراب اسی وجہ سے ہوا کہ جے یہاں نہیں تھے۔"

"اگر وہ بندہ اتنا پاورفل ہے تو تم نے اسے پہلے کیوں نہیں بلوا لیا، ہماری توہین تو نہ ہوتی کم از کم۔" اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی چبھن تھی وہ یقیناً طنز کر رہا تھا مگر زینب کے پاس دھیان دینے کا وقت نہیں تھا۔

"کہاں ہوتے ہیں یہ جہانگیر صاحب!"

"لاہور میں بھی ہمارا کچھ بزنس ہے نا، یہ ادھر ہی آفس میں ہوتے ہیں۔"

"کب تک ہے شاہ ہاؤس میں؟"

"تین چار دن تو ہیں یہاں؟"

"او کے پھر میں بابا سے بات کرتا ہوں، کل یا پھر پرسوں امکان ہے کہ آ جائیں، بہر حال میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔" تیمور خان نے گفتگو سمیٹی تھی کہ زینب کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔

"تیمور آپ نے مائینڈ تو نہیں کیا؟" جواباً تیمور خان زور سے ہنس پڑا تھا، عجیب ہنسی تھی اس کی۔

"اگر کر بھی لوں تو کسی کا کیا بگڑے گا، مائی ڈیئر فی الحال کس کا یہاں کچھ نہیں بگڑے گا، سو ڈونٹ وری۔" زینب نے گہرا سانس بھر کے کاندھے اچکا دیئے تھے، پھر کسی قدر خفگی سے بولی تھی۔

"آج میرا برتھ ڈے ہے تیمور آپ نے مجھے وش تک نہیں کیا۔"

"اوہ سوری جان تیمور! وش تو تب کرتا اگر تم مجھے بتاتیں خیر چھوڑو، مبارک ہو تمہیں ایسے ہزاراوں جنم دن تیمور خان کی سنگت میں، آمین ثم آمین۔" وہ اپنی بات کے اختتام پہ خود ہی محفوظ ہو کر ہنسا تو زینب گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھی۔

☆☆☆

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سو
میں اسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا
آج اس نے دکھ بھی اپنے علیحدہ کر لئے
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ رویا نہ تھا

جہان نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے دزدیدہ نگاہوں سے پہلے زینب کو پھر دیگر افراد خانہ کو دیکھا تھا، رات تیمور خان کے بابا کا پھر فون آیا تھا کہ وہ کل آ رہے ہیں، پپا تو حیران رہ گئے تھے بلکہ مما پہ برس پڑے کہ انہوں نے تب ہی انہیں صاف منع کیوں نہ کر دیا۔

"میں کیسے صاف منع کر سکتی تھی، آپ بات کر لیجئے گا نا ان سے۔"

"بھئی آپ صاف کہہ دیں کہ اگر رشتہ کے لئے آ رہے ہیں تو آنے کی ضرورت نہیں، ہاں مہمان بن کر آئیں تو سو بسم اللہ ہمارا دروازہ کھلا ہے۔" مما جان نے بھی دیور کی ہاں میں ہاں ملائی تھی، اس وقت ناشتے کی ٹیبل پہ یہی موضوع چھڑا ہوا تھا اور زینب کی بے چینی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، اس سے آخر رہا نہیں گیا تو ٹیبل کے نیچے سے جہان کے پیر پہ اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی تھی، گویا اسے بولنے پہ اکسایا، وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"آپ نے انہیں بتایا نہیں کہ ہم کاسٹ سے باہر شادیاں نہیں کرتے۔" زیاد نے سلائس پہ مکھن لگاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"بتایا کیوں نہیں، بتایا ہے بیٹے۔" مما عاجز ہوئیں۔

"چاچو اگر لڑکا اچھا ہے فیملی اچھی ہے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے، شریعت میں حب اس بات کی ممانعت نہیں ہے تو پھر ایک بے بنیاد بات کی اتنی پکڑ کرنا فضول ہے۔" جہان نے گلا کھنکار کر بات کا آغاز کیا تھا، زیاد جو کہ سلائس کا بائٹ لے کے چائے کا مگ منہ سے لگا چکا تھا، انتہائی ناگواریت سے اس کی سمت متوجہ ہوا۔

"آپ براہ کرم اس معاملے میں انٹرفیئر نہ ہوں تو بہتر ہے، یہ ہمارا بے حد ذاتی معاملہ ہے، یہ آپ ہی کا کیا دھرا ہے کہ آج ہم اس صورتحال سے دو چار ہیں۔" وہ اس قدر اہانت آمیز انداز میں پھنکار کر بولا تھا کہ جہان تو جہان وہاں ٹیبل پہ موجود باقی سب کو بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا، زینب جو موضوع کو چھڑتے ہی خود اٹھ کر چلی گئی تھی بہر حال جہان کی اس تذلیل سے آگاہ نہیں ہو پائی تھی۔

"واٹ نان سنس زیاد؟ بات کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے۔"

سب سے پہلے پپا سنبھلے تھے اور زیاد کو بری طرح سے جھڑکا، انہوں نے محض لمحہ بھر کو جہان کے چہرے کو دیکھا تھا جو خفت سبکی اور ضبط کی کوشش میں دہک کر انگارہ ہو چکا تھا۔

''جہان بڑا بھائی ہے تمہارا، بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم! معافی مانگو فوراً جہان سے۔'' مما نے بھی ڈانٹا تھا، زیاد ہونٹ بھینچے انہیں تلخ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''کس بات کی معافی؟'' وہ غرایا تھا۔

''اس بات کی کہ انہوں نے ہماری انسلٹ کی ہے۔'' اب کے اس کا لہجہ نمناک ہو گیا تھا تمام تر ضبط کے باوجود۔

''زیاد آپ بہت فضول بول چکے، میں نے کہا نا سوری کریں جہان سے، آپ کے اعجکشن بے جا ہیں، اپنی مرضی سے زندگی گزارنے اور اس کا فیصلہ کرنے کا حق یہاں سب کے پاس ہے۔'' پپا کا لہجہ و انداز بے حد کڑا تھا، زیاد کو بے حد بری و ناراضی سے گھور رہے تھے، زیاد خاموش رہا، البتہ اس کے تاثرات سے تنفر اور بغاوت چھلک رہی تھی۔

''زیاد کیا کہہ رہا ہوں میں؟ سوری کریں جہان سے، آپ چھوٹے ہیں آپ کو یہ حق بالکل نہیں کہ بڑوں سے بدتمیزی کریں۔'' اب کے پپا کا لہجہ بلند تھا اور غصیلا پن لئے ہوئے بھی، یوں لگتا تھا ان کے تیور دیکھ کر گراں بھی زیاد نے ان کی بات پوری نہیں کی اور جہان سے سوری نہ کی تو ان کا ہاتھ زیاد پہ اٹھ جائے گا، جبکہ زیاد کے تاثرات میں ہٹ دھرمی تلخی اور نفرت کا احساس ہنوز تھا، جہان کے لئے یہ صورتحال بے حد تناؤ اور کشیدگی کا باعث بنی تھی، اس نے آہستگی و نرمی کے ساتھ اپنا ہاتھ پپا کے ہاتھ پہ رکھ دیا تھا، وہ چونک پڑے، زیاد کو تنبیہی نظروں سے دیکھتی ان کی نگاہیں جہان کی سمت اٹھی تھیں اور جیسے بے بس سی ہو کر رہ گئیں کہ اس کی نظروں میں خاموش جو التجا تھی اسے وہ رد کرنے کا حوصلہ کہاں سے لاتے۔

''ٹیک اٹ ایزی چاچو! فارگیٹ اٹ، زیاد کچھ اتنا غلط بھی نہیں کہہ رہا، اس معاملے میں مجھے بولنے کا حق نہیں ہے۔''

''بالکل صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔'' زیاد انہیں گھورتے ہوئے پھنکارا اور ایک جھٹکے سے کرسی گھسیٹ کر اٹھا تھا اور مما کی تادیبی پکار کو بری طرح سے نظر انداز کرتا ایک جھٹکے سے باہر نکلتا چلا گیا، مگر اس کے پیچھے ماحول میں تناؤ اور کشیدگی پھر بھی موجود رہی تھی۔

''بہت بدتمیز ہو گیا ہے یہ، میں اس کا دماغ درست کر کے رکھ دوں گا۔'' پپا پھر کنٹرول سے کھونے لگے، جہان نے نرمی سے ان کا ہاتھ تھپکا تھا۔

''سوری چاچو مجھے شاید یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔'' وہ بے حد شرمسار سا بولا، پپا نے اضطراب بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا، پھر گہرا سانس بھر کے پپا جان کی سمت دیکھ کر بولے تھے۔

''بھائی جان آج وہ لوگ آئیں تو انہیں انکار نہیں بھیجئے گا، بلکہ اس رشتہ پہ رضامندی ظاہر کر دیجئے، اگر وہ لوگ شادی کی تاریخ مانگیں تب بھی۔'' انہوں نے ایکا ایکی فیصلہ سنایا اور وہاں سب کو ششدر چھوڑ کر خود پلٹ کر باہر نکلتے چلے گئے تھے۔

☆☆☆

''یہ ہرگز جذباتی فیصلہ نہیں ہے، نہ میں جہان کی بات کو برتر ثابت کرنا چاہ رہا ہوں سمجھے آپ۔''

تیمور خان کے گھر والوں کو ہاں میں جواب دیا گیا تھا اور ایک ہفتہ بعد کی تاریخ منگنی کی طے ہوئی تھی، زیاد کو رات تک یہ خبر ملی تھی تو وجہ یہی تھی کہ وہ گھر لیٹ پہنچا تھا، وہ دندناتا ہوا پپا کے پاس آیا تھا اور اس فیصلے پہ احتجاج کرتے ہوئے جہان کو فوقیت دینے پہ اپنا غم و غصہ ظاہر کیا تھا کہ پپا نے کس قدر سرد آواز میں جواب دیا مگر زیاد کا غصہ اور بدگمانی پھر بھی ختم نہیں ہو سکی تھی۔

''آپ کے نظریات اور ارادے یکا یک کیسے تبدیل ہو گئے، آپ نے ہمیشہ جہان بھائی کو ہم سب پہ فوقیت دی، آپ کے اس فیصلے نے تو گویا آپ کی اس بات پہ مہر لگا دی ہے، پپا مجھے آپ کا یہ فیصلہ ہرگز قبول نہیں ہے۔''

''تو نہ کرو ایکسیپٹ، جاؤ کر لو جو کرنا ہے، آئی ڈونٹ کیئر۔'' انہوں نے نخوت سے کہا تھا اور زیاد شاکڈ رہ گیا تھا، وہ کچھ دیر ساکن نظروں سے انہیں دیکھتا رہا تھا پھر کچھ دیر بغیر ایک جھٹکے سے پلٹا تھا، اس کی رنگت مارے تذلیل اور غصے کے دہک اٹھی تھی، جبکہ ادھر پپا کے بیڈروم میں باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنیں مما زیاد کے تاثرات سے ایکدم خائف ہو اٹھی تھیں، جبھی پپا سے الجھ گئیں۔

''یہ کیا طریقہ تھا بھلا بات کرنے کا، بچہ ہے اور جذباتی بھی، آپ نے اسے بدگمان کرنے میں کوئی کسر چھوڑی ہے۔''

''تو جائیے آپ جا کر محترم کی بدگمانی دور کر دیں، میرے پاس ان کاموں کی فرصت نہیں ہے۔'' ان کا اپنا موڈ سخت آف تھا، جبھی بدمزگی کی انتہا کر دی، مما نے تاسف سے انہیں دیکھا تھا۔

''سارا کام ہی خراب ہو کر رہ گیا، انجانے لوگ ہیں، میرا تو دل ڈرتا ہے، اوپر سے اس لڑکی کا مزاج اتنا نازک۔'' وہ ہول کر کہہ رہی تھیں۔

''آپ پہ ہی پڑے ہیں آپ کے سارے بچے، ایک سے بڑھ کر ایک نمونہ ہے ماشاء اللہ۔'' انہوں نے انہیں بھی رگید لیا تو مما نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا تھا، البتہ کچھ کہنے سے گریز کیا۔

''احسان مانیے جہان کا، بات نہیں کھلنے دی ہے، یہ آپ کی بیٹی کا کیا دھرا نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ ہر طرف سے اسی کو زیر عتاب کیا ہے، اس پہ آپ کا خیال ہے کہ میں جہان کی بات نہ مانوں؟ او نہہ اب بھی اگر میں نہ مانتا نا یہ بات تو مجھے یقین ہے وہ اپنے منہ سے کہتی یہ سب۔'' وہ بری طرح بھڑک اٹھے تھے، مما لب سیئے بیٹھی رہی تھیں، کل رات زیاد کی طرح انہوں نے بھی کچھ ایسے ہی الفاظ میں احتجاج کیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش مگر طنزیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا پھر بھینچے ہوئے سرد لہجے میں بولے تھے۔

''آپ کو پتہ ہے بیگم صاحبہ جہان کے ساتھ میں نے زینب کی نسبت کیوں طے کی تھی جہان کی زینب سے محبت کی وجہ سے، یہ انکار جہان کا نہیں درپردہ زینب کا ہے، اس بات پہ مجھے شک تو

پہلے بھی نہیں تھا مگر جب تیمور کا پروپوزل آیا تب اس میں بالکل کوئی شبہ نہیں رہا، اس بات کی کڑیاں کہاں ملتی ہیں جہاں زینب شادی اٹینڈ کرنے گئی تھی، آپ کو ابھی بھی میری بات پہ یقین نہیں تو جا کر زینب سے تصدیق کرا لیں، یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ جہان اس طرح ہمارا بیٹا نہیں بن سکا۔'' ان کے لہجے کے یقین نے نہیں مما کو زینب کے اطمینان اور سکوں نے یقین دلایا تھا، جہان نے جب انکار کیا تھا اگر وہ غور نہ بھی کرتیں تب بھی انہیں اچھی طرح سے یاد تھا ان دنوں زینب کے رویے نے انہیں الجھن میں گرفتار کیے رکھا تھا، وہ خاص طور پہ ان دنوں زینب کا سکون اور اطمینان ملاحظہ کر کے خود حیران ہوتی رہی تھیں، وہ پپا سے اس پل نظریں نہیں ملا سکی تھیں۔

''زیاد کو آپ اپنے الفاظ میں سمجھا دیجئے گا، مجھے جہان سے اس کی بدتمیزی بالکل پسند نہیں آئی، آئندہ اگر اس نے کوئی ایسی حرکت کی تو میں ہرگز کوئی لحاظ نہیں کروں گا، اس احمق لڑکے کو حقیقت معلوم نہیں ہے، ورنہ جہان کے سامنے اکڑنے کی بجائے نظریں اٹھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔'' وہ بے حد نڈھال سے ہو کر کہہ رہے تھے، زینب کی اس حرکت نے جیسے انہیں اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا، گو کہ انہوں نے جہان پہ اپنی اس آگاہی کو آشکار نہیں کیا تھا، اس کے باوجود وہ شرمندگی کے باعث اس سے نگاہ ملانے سے بھی کترانے لگے تھے۔

''آپ فکر نہ کریں، میں زیاد کو سمجھا دوں گی، ویسے بھی جہان ماشاءاللہ سے سمجھ دار بچہ ہے۔''

''ہاں یہی سمجھ دار اور ضبط اس کے نقصان کا باعث بن گیا۔'' پپا نے مضطرب ہو کر کہا تھا، مما کے پاس ایسے الفاظ نہیں تھے کہ ان کا حوصلہ بڑھا سکتیں سو خاموشی میں ہی عافیت جانی تھی۔

☆☆☆

اجنبی شہر کے اجنبی راستے
میری تنہائی پہ مسکراتے رہے
میں اکیلا بہت دیر چلتا رہا
تم بہت دیر تک یاد آتے رہے
اجنبی شہر کے اجنبی راستے ....

وہ بے خیال ساتھ ٹیرس پہ ٹہلتے ہوئے واقعات کے الجھاؤ میں گم ہو رہا تھا، واقعات جو بے حد مایوس کن ہوتے جا رہے تھے، ہوا کے دوش پہ اڑتی سنگر کی پر درد آواز گویا اس کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے لگی، وہ کل ہی واپس لاہور آ گیا تھا، زیاد کو آتے ہوئے اس نے مسکرا کر جب خدا حافظ کہا تھا تو زیاد نے اسی تنک انداز میں چہرے کا رخ پھیر لیا تھا۔

''میں منافق نہیں ہوں کہ دل میں نفرت رکھتے ہوئے آپ سے ہاتھ ملا کر دانت نکال کر گڈ بائے کہہ دوں۔'' جہان نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، وہ کچھ کہے بغیر کوئی وضاحت دیئے بغیر چلا آیا تھا اور یہی اس نے صحیح کہا تھا۔

کل کچھ ایسا ہوا میں بہت تھک گیا
اس لئے سن کے بھی ان سنی کر گیا
کتنی یادوں کے بھٹکے ہوئے کارواں

دل کے زخموں کے دار کھٹکھٹاتے رہے
اجنبی شہر کے اجنبی راستے
میری تنہائی پہ مسکراتے رہے

اندر کمرے میں اس کا سیل فون مسلسل گنگنا رہا تھا، اس نے قدموں کا رخ موڑا اور آ کر معاذ کی کال اٹینڈ کی۔

''کیسے ہو معاذ؟'' اس نے سلام کے بعد اس کی خیریت پوچھی تھی۔

''جے تم لاہور والی کوٹھی میں ہی ہو نا؟''

''ہاں کیوں خیریت؟'' جہان اس غیر متوقع سوال پہ حیران رہ گیا۔

''گھر پہ ہو؟'' معاذ نے اس کا سوال نظر انداز کر کے پوچھا تھا۔

''ہاں مگر......''

''تو ٹھیک ہے، باہر نکل کر ٹیکسی کا کرایہ دینا میرے پاس کھلا نہیں ہے۔'' اس کی بات پہ جہان ششدر رہ گیا تھا۔

(جاری ہے)

اگست کا شمارہ ''عید نمبر'' ہے جس میں ہم نے قارئین کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سروے ترتیب دیا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس سروے میں ضرور شرکت کریں، ہمیں دلی خوشی ہوگی۔ شکریہ

سروے کے سوالات:

۱۔ چاند رات اور عید کی تیاریوں کا احوال لکھیے، اس عید پر آپ نے عید منانے کے لئے کیا خاص پروگرام بنایا ہے؟

۲۔ عید ہمارا مذہبی تہوار ہے کیا آپ کی زندگی میں کوئی ایسی عید آئی جس کی یاد آج بھی خوشی سے آپ کو سرشار کر دیتی ہو؟

۳۔ ایسی کوئی خاص ڈش جو عید پر آپ سے فرمائش کر کے بنوائی جاتی ہو ہمیں اس کی ترکیب لکھیں؟

۴۔ آپ کو اپنی مرضی سے عید منانے کا اختیار دیا جائے تو کیسے منائیں گے؟

۵۔ عہد کے حوالے سے کوئی شعر، نظم یا خوبصورت جملہ؟

۶۔ عید کا دن آپ کس سیاسی شخصیت کے ساتھ گزارنا چاہیں گی؟

ان سوالوں کے جوابات اس طرح بھجوائیں کہ ہمیں 10 اگست تک موصول ہو جائیں۔

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

دسویں قسط کا خلاصہ

جہان کے لئے ، زینب سے دستبرداری کا مرحلہ جان لیوا ثابت ہو رہا ہے، ایسی ہی کیفیت میں ایک بار پھر اس کا سامنا ژالے سے ہوتا ہے، جس کی بے ہوشی کی صورت جہان کو اسے اس کے گھر تک اپنی گاڑی میں چھوڑنا پڑتا ہے تو اس کی وجہ مسز آفریدی بھی ہیں جو جہان کو اس کام پہ مجبور کرتی ہیں، مسز آفریدی جہان کے حوالے سے جھوٹی سچی داستانیں ژالے کو سنا کر ژالے کو جہان کی طرف راغب کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر ژالے چونکہ ان پہ اعتماد نہیں رکھتی جبھی مشکوک رہتی ہے۔

زینب، جہان کو بتاتی ہے کہ تیمور کے گھر والوں کو رشتہ سے انکار کر دیا گیا ہے، وہ تیمور کو شاہ ہاؤس لوٹنے اور اس معاملے کو سنبھالنے کا کہتی ہے، جہان انکار نہیں کر پاتا، مگر وہاں اس موضوع پہ بات کرنے سے زیاد اس بات کو انا کا مسئلہ بنا لیتا ہے، پپا زیاد کی بات کو سرے سے اہمیت نہیں دیتے اور زینب کے رشتے کے لئے تیمور کے گھر والوں کو ہاں کہہ دیتے ہیں جس پہ زیاد جہان کے ساتھ ساتھ پپا سے بھی خفا ہو جاتا ہے۔

معاذ، جہان کو فون کر کے اپنے پاکستان آنے کی اطلاع دیتا ہے جہان اس بات کو سن کر چکرا کر رہ جاتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

گیارھویں قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM

جہان بھونچکا رہ گیا تھا، اس نے کمرے سے ٹیرس پہ آکر کوٹھی کی بیرونی دیوار کے پار نگاہ کی تو معاذ اسے گیٹ کے سامنے ٹیکسی سے اپنا سامان نکالتا نظر آ گیا تھا، بلیک ٹو پیس سوٹ میں اس کی دراز قامت اور غضب کی اسمارٹنس لئے شاندار سراپا بے حد نمایاں تھا، وہ سرعت سے پلٹا تھا اور سیڑھیاں اتر کر تیز قدموں سے چلتا ہوا گیٹ کی سمت آ گیا۔

''معاذ...... تم؟ خیریت ہے نا سب؟'' وہ ہکا بکا اس سے سوال جواب کرنے کھڑا ہو گیا تھا، اس سے ملنا تک بھلا کر۔

''اگر خیریت ہوتی تو اس طرح افراتفری میں کیوں آتا۔'' اس نے کرایہ ادا کر کے والٹ جیب میں رکھتے ہوئے لمحہ بھر کو جہان کو دیکھا اور واچ مین کو اپنا بیگ اٹھانے کا اشارہ کرتا گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔

''مجھے بتاؤ معاذ! ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' جہان بھاگ اس کے پیچھے آیا تھا اور اس کا بازو پکڑ کر روکا۔

''اتنی ایمرجنسی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، بھابھی کو رخصت کرانے کا تو ارادہ نہیں؟'' معاذ نے اس شگفتہ مزاجی کے جواب میں اسے سنجیدگی و متانت اور کسی حد تک خفگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

''تمہیں رخصت کرانے کے لئے آیا ہوں فی الحال، تم میرے ساتھ شاہ ہاؤس چل رہے ہو۔'' جہان نے ٹھٹھک کر اس کی شکل دیکھی تھی، پھر گہرا سانس بھر کے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ دونوں چلتے ہوئے ہال کمرے میں آ گئے تھے، جہان نے خانساماں کو پکار کر چائے کا کہا تھا ساتھ ہی کھانے پہ اہتمام کرنے کی تاکید کر رہا تھا جب معاذ نے ٹوک دیا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے جے! میں یہاں رکنے کو نہیں آیا ہوں، تم میرے ساتھ چلو بس۔''

''وائے جب تک تم مجھے وجہ نہیں بتاتے میں کیسے احمقوں کی طرح اٹھ کر تمہارے ساتھ چل پڑوں، ہے کوئی بات کرنے کی۔'' اب کے جہان کا لہجہ صرف کڑا نہیں تھا کسی حد تک تلخی بھی سموئے ہوئے تھا یہی وجہ تھی کہ معاذ کا غصہ عود کر آیا تھا، آنکھیں شدت غیض سے دہک اٹھیں۔

''تم کیا سمجھتے ہو تم مجھ سے اس طرح روڈلی بات کرو گے اور میں دب جاؤں گا یا پیچھے ہٹ جاؤں گا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے، جے! میں کسی بھی صورت تمہیں یہ حماقت نہیں کرنے دوں گا جو تم کرنے جا رہے ہو، اس بات کا اندازہ تمہیں اس طرح بھی لگانا چاہئے کہ میں اپنے ایگزیم کی پرواہ کیے بغیر یہاں چلا آیا ہوں، میں ایک طوفان برپا کر دوں گا جے مگر زینب کی شادی تمہارے علاوہ کسی اور سے نہیں ہونے دوں گا، سنا تم نے؟'' وہ چیخ اٹھا تھا اتنی شدت سے اتنے اشتعال سے کہ جہان کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہونے لگے، مگر معاذ کی بات نے اس کے چہرے پہ بے اعتنائی اور سختی بکھیر دی تھی۔

''تم کون ہوتے ہو مجھ پہ زور زبردستی کرنے والے، میں اپنی مرضی کا مالک ہوں مائنڈ اٹ۔'' وہ تنفر سے بولا تھا، وہ بنا بنایا کام معاذ کی جذباتیت کی نذر نہیں کر سکتا تھا اس کے باوجود کہ یہ لمحات بہت کڑے تھے، اس کے باوجود کہ معاذ کے سامنے خود کو کمپوزڈ ظاہر کرنا بہت مشکل تھا مگر یہ انا محبت اور بھرم کی جنگ تھی، اگر کسی کی محبت بچانا تھی تو اپنی انا اور بھرم کو بھی۔

''شٹ اپ جے جسٹ شٹ اپ! میں جانتا ہوں تم زینب سے محبت کرتے ہو، یہ سب کیوں ہوا کس وجہ سے ہوا میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا، مجھے صرف اتنا پتہ ہے کہ میں نے تمہیں بچانا ہے عمر بھر کی بربادی سے محبت کی بقا ضروری ہے جے!'' اب کے اس کے لہجے میں اشتعال کی بجائے لاچاری تھی، جہان نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اسے دیکھا اور پھر زہر خند سے ہنس پڑا۔

''تمہارا اندازہ غلط تھا معاذ! میں نے اس وقت تمہاری غلط فہمی دور کرنی تھی مگر موقع نہیں مل سکا۔'' معاذ نے اس وضاحت پہ تھم کر تیز ہوتے تنفس کے ساتھ اسے دیکھا تھا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر تنک کر بولا تھا۔

''میں نے کہا نا جے! تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے، کیوں کر رہے ہو ایسا؟'' زینب نے فورس کیا ہے تمہیں؟'' اور جہان تھرا کر رہ گیا تھا، اس کے بے ساختہ نظریں چرا جانے پہ معاذ نے کسی کرب میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''مجھے پتہ تھا یہی بات ہو سکتی ہے، ورنہ تمہیں سکری فائز پہ اور کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔'' میں زینب کو شوٹ کر سکتا ہوں مگر اسے یہ حماقت نہیں کرنے دوں گا، وہ پھر ضبط کھو کر چیخنے لگا، جہان پھیکی ہنسی ہنسا تھا۔

''تم بہت بے وقوف ہو معاذ! مفروضے گھڑ رہے ہو میں نے کہا نا......''

''انف جے پلیز انف! اگر تم نے سچ نہ اگلا تو یاد رکھنا میں ابھی اسی وقت اس لڑکی کو طلاق دے دوں گا جس سے مجھے رتی برابر بھی دلچسپی نہیں ہے، سنا تم نے؟ بہت ہمدردی ہے نا تمہیں اس سے؟'' جہان نے ٹھٹک کر غیر یقین نظروں سے اسے دیکھا تھا اور جیسے ایکدم ہمتیں ہار گیا، وہ اگر اس کی جنونی حرکتوں سے واقف نہ ہوتا تو اس انداز میں خائف نہیں ہو سکتا تھا۔

''حقیقت جان کر کیا کر لو گے تم، یہ تو طے ہے معاذ حسن کہ ہوگا وہی جو زینب کی خواہش ہے۔''

''تو یہ زینب کی ایما پہ ہو رہا ہے۔'' معاذ نے بے حد ہرٹ ہو کر اسے دیکھا تھا جہان نظریں چرا گیا۔

''میں کسی قیمت پر اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا جان سے مار سکتا ہوں مگر......''

''معاذ محبتوں میں زبردستی اور چھینا جھپٹی نہیں ہوتی، پھر میں کون سا اس کے عشق میں مبتلا تھا کہ اس سے بچھڑا تو مر جاؤں گا۔'' وہ زہر خند سے ہنسا تھا، معاذ ہونٹ بھینچے سلگتی نظروں سے اسے دیکھے گیا، پھر کچھ کہے بغیر ایکدم اس کے گلے لگ گیا تھا۔

''کسی سے بچھڑ کر کوئی نہیں مرتا جانتا ہوں مگر جے جینے کا انداز بدل جاتا ہے۔'' اس کی آواز بے حد بوجھل ہو کر رہ گئی تھی، جہان نے خود کو پل صراط پہ محسوس کیا تھا۔

''کیا ملا تمہیں معاذ یہ سب کر کے، میں نے کہا تھا نا بٹا ہوا غم چھپائے ہوئے غم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔'' وہ جیسے سسکا تھا اور اس کے شانے سے اپنی بھیگی نم آنکھوں کو رگڑا جن میں بلا کی تمازت اور حدتیں سمٹ آئی تھیں، بالآخر وہ ٹوٹ گیا تھا، بکھر گیا تھا، شاید وہ معاذ سے یہ بات

نہیں چھپا سکتا تھا۔

''تم خود برے بن گئے ہو جے یہ کہاں کی محبت ہے اور کیسی؟ تمہارے ساتھ سراسر زیادتی ہو رہی ہے جو مجھے بہر حال پسند نہیں۔'' جی بھر کے کڑھنے کے بعد وہ پھر سے مشتعل ہونے لگا۔

''تم ایسا کچھ نہیں کرو گے معاذ! پلیز مجھ سے پرامس کرو کہ تم اس بنے ہوئے کھیل کو ہرگز نہیں بگاڑو گے۔'' جہان اس سے الگ ہوا تھا اور اس کا چہرا ہاتھوں میں تھام لیا۔

''میں تم سے کوئی فضول عہد نہیں کر سکتا، تم پاگل ہو، خود کو برباد کرنے پہ تلے ہو۔'' وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر بے حد غصیلے انداز میں پھنکارا جہان نے عاجز ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''اسے نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کیا جا سکتا ہے معاذ!''

''آئی تھینک تم نے اپنا نصیب خود بگاڑنے میں کسر نہیں چھوڑی۔'' وہ برہم ہوا۔

''معاذ میں زینب کے ساتھ کسی طرح بھی زبردستی نہیں کر سکتا، میں صرف اس کی خوشی چاہتا ہوں۔''

''یہ کیسی محبت ہے؟'' معاذ کو اس کی بات سے اختلاف ہوا تو جہان زخمی انداز میں مسکرایا تھا۔

''یہی محبت ہے؟۔'' اس کا لہجہ پرزور تھا، معاذ نے زور سے سر جھٹکا۔

''میرے نزدیک یہ محض حماقت ہے۔'' اس کے تنفر پہ جہان نے گہرا سانس بھرا تھا، پھر وہ اگلے تیس منٹ مسلسل اسے قائل کرنے کی کوشش میں لگا رہا تھا کہ وہ زینب تو کیا کسی سے بھی اس حوالے سے کوئی بات نہیں کرے گا، مشکل سے سہی مگر وہ معاذ کو منانے میں کامیاب رہا تھا مگر اس طرح کہ معاذ کا موڈ بری طرح سے خراب ہو گیا تھا۔

''میں چائے نہیں پیوں گا، رہنے دو۔'' وہ خفا خفا سا بولا۔

''کھانا منگواؤں؟'' جہان نے رسانیت سے پوچھا، وہ اس کا موڈ بحال کرنا چاہ رہا تھا۔

''مجھے زہر منگوا دو، اسے پھانک لوں، پھر شوق سے ساری دنیا کے لئے قربانیاں دیتے پھرنا۔'' وہ انتہائی بدمزاجی سے بولا اور دھپ دھپ کرتا ہوا اٹھ کر اس کے بیڈروم میں چلا گیا تھا، جہان وہیں سر تھامے بیٹھا رہا۔

عشق تجھ سے برا نہیں کوئی
ہر بھلے کو برباد کیا تو نے

☆☆☆

لفظ محدود ہیں میرے
سوچتا ہوں کہ اپنی ہر الجھن
زندگی کے سفر کی ساری تھکن
اپنے دکھ کی تمام تصویریں
ہجر کے غم کی ساری زنجیریں
اپنی تنہائیوں کے اشکوں کو
اتنا لکھوں کہ داستاں کر دوں

ہاں مگر ہے یہ مجبوری
لفظ تھوڑے ہیں زخم زیادہ ہیں

جہان مضطرب سا ٹیرس پہ ٹہل رہا تھا، ہونٹوں کے درمیان سلگتا ہوا سگریٹ تھا، اس کے اضطراب کی گویا کوئی حد نہیں تھی، وہ جانتا تھا معاذ پہ ایک نہ ایک دن اسے کھلنا ہے کہ ان کی کوئی بھی بات ایک دوسرے سے کبھی پوشیدہ نہیں رہی تھی اس کے باوجود کہ وہ رکھنا چاہیں بھی تو، اتنا ہی جانتے اور سمجھتے تھے وہ دونوں ایک دوسرے کو یہی وجہ تھی کہ اس کے بنا کہے ہی معاذ نے اس کے کرب کو محسوس کیا تھا اور اپنا کیریئر داؤ پہ لگا کر چلا آیا تھا، جہان نے اسے سب اتنی جلدی معلوم ہو جانے پہ دل کو بوجھل اور افسردہ محسوس کر رہا تھا، ان لایعنی سوچوں سے چونکانے کا باعث ملازم کی مداخلت تھی، جو اس کا سیل فون لئے اس کی تلاش میں ٹیرس پہ آیا تھا۔

''صاحب آپ کا فون آ رہا ہے۔'' جہان نے چونکتے ہوئے پہلے اسے پھر سیل فون کو دیکھا، اسکرین پہ نام نہیں ہندسے جل بجھ رہے تھے، اس نے سیل لیا اور ایک لمحے کے توقف سے کال ڈسکنکٹ کر دی، پھر اس نے سیل فون کو سوئچ آف کیا تھا اور کوٹ کی جیب میں لاپرواہی سے ڈال دیا۔

''صاحب کھانا لگاؤں؟'' ملازم کے استفسار پہ اس نے خالی نظروں سے اس دیکھا تھا پھر سر کو نفی میں جنبش دینے لگا۔

''معاذ اپنے کمرے سے نہیں نکلا ابھی تک؟''

''نہیں صاحب! شاید وہ سو رہے ہیں۔''

''او کے تم جاؤ۔'' جہان نے اس سے فارغ کیا پھر ادھ جلا سگریٹ پھینک کر جوتے سے اسے مسلا اور خود پلٹ کر معاذ کے کمرے کی جانب آ گیا، دروازہ بند تھا اور کمرا نیم تاریک معاذ بستر پہ اوندھا لیٹا ہوا تھا کان سے فون لگا ہوا تھا، جہان خاموشی سے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

''کب کے کنفرم ہوئے تمہارے ٹکٹس؟'' معاذ نے سیل رکھا تھا اور پھر سے تکیے میں سر گھسیڑ لیا تھا جب جہان اس کے پاس آ کر آہستگی سے بولا تھا۔

''کوشش کر رہا ہوں کل صبح کی فلائیٹ مل جائے۔'' معاذ نے اس کی موجودگی کو محسوس کر کے چونکتے ہوئے مگر جیسے بادل ناخواستہ جواب دیا تھا، جہان متحیر ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب! تم شاہ ہاؤس نہیں جاؤ گے؟ کسی سے ملو گے نہیں؟''

''ضرور ملتا اگر تم میری بات مان لیتے۔'' معاذ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کس قدر نروٹھے پن سے جواب دیا تو جہان کے چہرے پہ ایک سایہ آ کر گزر گیا، معاذ نے کچھ دیر تک اس کی جانب سے جواب کا انتظار کیا تھا پھر جھلا کر متوجہ ہوا تو اسے ہونٹ بھینچے سر جھکائے جیسے خود اپنے ضبط سے نبرد آزما پا کر جیسے نئے سرے سے اذیت کا شکار ہونے لگا تھا۔

''کچھ تو بولو؟''

''معاذ کیا بہتر نہیں ہو گا کہ ہمارے درمیان یہ موضوع کبھی زیر بحث نہ آئے۔'' اس مرتبہ معاذ

کو جیب لگی تھی، جہان نے کچھ لمحے توقف کیا تھا پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر محبت نرمی اور آہستگی سے تھپتھپائے تھے۔

''میری فکر مت کرو معاذ مجھے اپنا نقصان کر کے بھی جینے کے ڈھنگ آتے ہیں، یہ دکھ اس صورت میں کربناک ہوتا اگر وہ جان گئی ہوتی، میں اپنی انسلٹ سے بچ گیا ہوں یہ کم تو نہیں ہے، میں نے کہا نا محبت میں زبردستی ہوتی ہے نہ چھینا جھپٹی......''

''میں تمہاری اس منطق سے متفق نہیں ہوں جے سوری میری اپنی الگ سوچ ہے میں زبردستی کا قائل نہیں مگر اپنے ساتھ مجھے پپا کی منتخب کردہ لڑکی پسند نہیں تو صاف کہہ دیا، یار شادی زندگی میں ایک مرتبہ ہوتی ہے پپا کی زبردستی کی وجہ سے مجھے اب دو مرتبہ کرنی پڑے گی تو لوگ برا مجھ کہیں گے پپا کی غلطی کوئی نہیں نکالے گا مگر آئی ڈونٹ کیئر!'' وہ بے حد غصے میں آ کر بولنے لگا تو جہان کے چہرے پہ بھولی بھٹکی مسکراہٹ لمحہ بھر کو آ کے ٹھہری تھی۔

''ٹھیک ہے تم کر لینا دوسری شادی، تمہیں کوئی برا نہیں کہے گا۔'' اس جواب پہ معاذ نے غیر یقین نظروں سے اسے دیکھا پھر کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''تم کل کی بجائے پرسوں کی فلائیٹ سے چلے جانا معاذ! اب آئے ہو تو گھر والوں سے مل کر جاؤ یار انہیں پتہ چلے گا تو کتنا ہرٹ ہوں گے وہ لوگ؟''

''انہیں ملنے کا مطلب ہے زینب کا سامنا اور گر میں اسے ملا تو یاد رکھنا جے وہ ضبط چھلک جائے گا جو میں نے تمہاری وجہ سے کیا ہے فی الحال میں اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔'' وہ ایک بار پھر ہتھے سے اکھڑنے لگا تو جہان کو کمپرومائز کرنا پڑا۔

''او کے فائن! پھر میں کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ تم یہاں آئے تھے۔''

''ہاں تمہارے اپنے حق میں بھی یہی بہتر ہے۔'' معاذ نے جواباً سرد آہ بھر کے کہا تو جہان نے ایک بار پھر ہونٹ بھینچ لئے تھے اور کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

☆☆☆

سوگوار لہجے میں پیڑ خشک پتوں سے
کہہ رہے ہیں پت جھڑ ہے دوریاں مقدر ہیں

اس کے خیالات بے ربط ہو رہے تھے، الجھے ہوئے گنجلک سروں کا وہ ایک کونہ پکڑتی تو دوسرا ہاتھ سے چھوٹ جاتا، اس کے کمرے میں پڑے الیکٹرک کیٹل میں کافی کا پانی ابل رہا تھا، مگر وہ بے دھیان تھی، اس کی فائل میں لگی اسائمنٹ ادھوری تھی اور اس کی توجہ کی طالب مگر اسے خیال تک نہ رہا تھا۔

''لڑکی کسی کے خیالوں میں گم ہو؟''

''دانیال اسد کے؟'' ثناء اس کے قریب آ کر زور سے چیخی وہ تب ہڑبڑا گئی تھی اور توجہ کیٹل کے پیندے میں خشک ہوتے پانی پہ جا پڑی مگر ثنا کی بات نے اس کی صبیح پیشانی پہ ناگواری کی شکن بھی پیدا کی تھی۔

''میرا دماغ خراب نہیں ہے ابھی۔'' اس نے بے حد رکھائی سے کہا اور کافی کے خشک بھورے

سفوف پر ابلتا پانی ایک دھار سے گرانے لگی، ثنا نے اس کے انداز کی اکتاہٹ اور تلخی کو چونک کر مگر گہری نگاہ سے دیکھا تھا۔

''اس کے باوجود کہ وہ بہت ہنڈسم ہے؟''

''تو ہوا کرے۔'' وہ اسی ناگواری سی بولی تھی، ثنا نے گہرا سانس کھینچا اور جیسے تائیداً سر ہلایا۔

''ہاں بھئی تم کہہ سکتی ہو، خود جو بے شاندار دلکش اور پریٹی ہو۔''

''ایک ہم ہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔'' اس کے لہجے میں مصنوعی حسرت تھی پرنیاں نے اس کی بات کا دھیان نہیں دیا اس کی پرسوچ نگاہیں مگ کے کنارے آ ٹھہرنے والے میٹالے جھاگوں پہ مرکوز تھیں۔

''یار وہ تم میں انٹرسٹڈ ہے اور سنیئر بھی لگتا ہے۔''

ثناء کا انداز قائل کرنے والا تھا، پرنیاں نے ان سنی کی تھی اور ایک ہاتھ میں نم ہوتا بھاپ اڑاتا مگ تھامے کھڑکی میں آن رکی، ہوسٹل کے کمرے کی عمارت کے پچھواڑے کھلنے والی اس کھڑکی سے شہر کراچی کی زندگی متحرک تھی، گول گھماؤ والے چوک کے اوپر ایستادہ جیومٹریکل ڈیزائن کا خوبصورت نقش سیمنٹ کے دائرے کو گھیرے میں لئے ہوئے تھا، وہ بے خیال سا کن کھڑی رہی کتنی دیر گزری مگر اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں بھرا تھا، فضا میں کچھ دیر پہلے پھیلی کافی کی سوندھی باس اب بجھ کر رہ گئی تھی، مرغولوں کی شکل میں مگ سے اٹھتے بھاپ کے گیلے جھونکے فضا میں تحلیل ہو کر غائب ہو چکے تھے، تو ایک اضطراب اس کے ذہن میں کل کا وہ واقعہ پھر سے ریپیٹ ہونے لگا۔

''دانیال سحر!'' جو مائیگر ہو یٹ کر اس کالج میں آیا تھا بے حد وجیہہ اسی قدر امپریسو بیک گراؤنڈ اس کی شخصیت کے چارم سے زیادہ اس کی کشش کا باعث اس کی بے حد شاندار ڈریسنگ اور آئے دن بدلنے والی گاڑی کا ماڈل تھا، پوری جامعہ میں اس وقت وہ مقناطیسی کشش کا حامل تھا لڑکیاں تو لڑکیاں لڑکے بھی اس سے دوستی کے خواہاں تھے مگر اس کی نگاہ انتخاب پرنیاں پہ آ کر ٹھہری تھی تو شاید وجہ صرف اس کی دلکشی اور جاذبیت ہی نہیں تھی اس کا لیا دیا انداز اس کی وہ نظر اندازی تھی جو بلاشبہ پرنیاں نے بالخصوص اس کے لئے نہیں اپنائی تھی اس کا مزاج ہی ایسا تھا وہ صنف مخالف سے خاص طور پہ فاصلے سے ملنے کی قائل تھی وہ بھی بے حد ضرورت کے موقع پہ ورنہ وہ ہمیشہ محتاط رویہ اپنائے رکھتی اور مرد کی فطرت ہے وہ ہمیشہ رسائی سے باہر شے کی جانب مچلتا ہے، دانیال کے لئے بھی پرنیاں بے حد کشش کا باعث ٹھہری تھی، وہ اس سے محبت کا دعوے دار تھا کل اتفاقاً جب کینٹین میں پرنیاں اکیلی تھی تو وہ اس کے پاس آ دھمکا تھا اور اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کرتے ہوئے اس کر پرپوز کر ڈالا، پرنیاں کے تو صحیح معنوں میں پسینے چھوٹ گئے تھے وہ اس کی پوری بات سنے بغیر وہاں سے بھاگ آئی تھی مگر اب کالج جانے سے اسی وجہ سے خائف تھی کہ اسے دانیال کا سامنا دشوار لگ رہا تھا، اس افتاد نے صحیح معنوں میں اسے روہانسا کر ڈالا تھا، وہ خود کو بے حد تنہا محسوس کرنے لگی تھی، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی اس قسم کی صورتحال میں اسے کیا کرنا چاہیے۔'' اس کے خیالات ایک چھناکے سے ٹوٹے تھے، اس نے گردن موڑ کر دیکھا اس کے بستر کے سرہانے پڑا اسیل فون ایک تسلسل سے بجتا جا رہا تھا، اس نے بے پروائی سے اسے دیکھا

ایک بار دو بار تیسری بار جب بیل اسی تواتر سے ہوتی چلی گئی تو ثناء جو باہر ٹیرس پہ کتاب پکڑے پڑھنے میں مصروف تھی جھلا کر اندر آئی۔

''یار کیا مصیبت ہے، بند کر دو اسے اگر بات نہیں کرنی۔''

فون کرنے والا یقیناً ڈھیٹ اور مستقل مزاج واقع ہوا تھا، پرنیاں نے کچھ کہے بغیر سیل فون اٹھالیا، کوئی نیا نمبر تھا، کیونکہ اسکرین پہ نام نہیں ہندسے جگمگا رہے تھے اس نے گہرا سانس بھر کے کال ریسو کی۔

''کیسی ہو پرنیاں؟ کہیں باہر تھیں کیا؟''

''کون ہو تم؟'' اس درجہ بے تکلف لہجے پر وہ بھونچکی رہ گئی تھی جواباً اس کا مخاطب جیسے ہرٹ ہوا تھا۔

''آپ نے پہنچانا نہیں مجھے؟ دانیال بات کر رہا ہوں، کل آپ نے میری بات کا جواب بھی نہیں دیا۔'' اس نے شاکی ہو کر کہا تھا، پرنیاں کا چہرا غصے سے سرخ پڑنے لگا۔

''مسٹر دانیال جواب اس بات کا دیا جاتا ہے جسے کوئی سننا پسند کرے سمجھے ہیں آپ؟'' وہ چیخ کر بولی تھی، گویا جتنا غصہ تھا سب کا سب نکال دیا، دوسری جانب دانیال شاکڈ ہوا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں آپ کو.........''

''خاموش ہو جائیں آپ! مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔'' پرنیاں نے بری طرح ڈانٹا تھا، اسے دانیال کی جراتیں بے حد تشویش میں مبتلا کر رہی تھیں۔

''کیوں نہیں سننی؟ آپ کو ایک بات بتا دوں میں مس پرنیاں آپ مجھے پسند آئی ہیں اور دانیال اسد کو جو چیز پسند آئے وہ اسی کی ہوتی ہے، میرے ڈیڈ منسٹر ہیں، میں چاہوں تو کھڑے کھڑے اس پورے شہر کراچی کو خرید سکتا ہوں، آپ نے مجھے سمجھا کیا ہے آخر؟'' وہ شرافت کا جامہ اتار کر اپنی اصلیت پہ آ گیا تھا، پرنیاں کی رنگت شدت ضبط سے دہک اٹھی کچھ کہے بغیر اس نے پہلے کال ڈراپ کی تھی پھر سیل فون کو سوئچ آف کیا، اس کے اندر کا اضطراب یکلخت بڑھ گیا، بے بسی کے شدید احساس نے آنکھوں کو گیلا کر دیا تھا، جتنی بھی بہادر شو کرتی تھی وہ خود کو مگر بہر حال لڑکی تھی، کمزور دل کمزور اعصاب اور جلدی خائف ہو جانے والی، اس کا دل بہت دیر تک سہمے ہوئے انداز میں رک رک کر دھڑکتا رہا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ سکی تھی اسے کیا کرنا چاہیے، دانیال جیسے آدمی سے وہ کسی اچھائی کی توقع نہیں رکھ سکتی تھی۔

''کیا مجھے پپا سے بات کرنی چاہیے؟'' ٹہلتے ٹہلتے رک کر اس نے اضطراب بھری سوچ سوچی۔

''نہیں وہ بہت پریشان ہو جائیں گے اور شاید مجھے کالج سے اٹھالیں، شاہ ہاؤس لے جائیں۔'' جو بہر حال گوارا نہیں تھا اسے۔

اس نے خود ہی اپنی سوچ کو رد کیا، معاً اسے جہان کا خیال آیا تھا، دوستانہ مسکراہٹ اور اپنائیت آمیز تاثرات کا مالک وہ تھا اس قابل کہ وہ اس پہ بھروسہ کر سکتی، اس نے محض لمحہ بھر کو کچھ سوچا تھا اگلے لمحے وہ اس کا نمبر ڈائل کر رہی تھی، کھڑکی کے پار ٹریفک کا اژدہام ہنوز تھا، سامنے

والی سڑک کے کنارے دودھ دہی کی دکان تھی، جس کا ملازم بار بار ریفریجٹر کا دروازہ کھولتا اور اپنا کام کرنے کے بعد بہت زور دار آواز سے فریج کا دروازہ بند کرتا تھا، اتنی زور سے کہ ٹریفک کے اتنے شور میں بھی یہ آواز بہت واضح سنائی دیتی تھی۔

''السلام علیکم! جہانگیر بھائی کیسے ہیں آپ! پرنیاں بات کر رہی ہوں، میں نے سوچا خود بات کر لوں آپ کو تو شاید خیال نہیں آئے گا۔'' وہ جس قدر اپ سیٹ تھی اس قدر اس کا لہجہ مضطرب اور بے ربط تھا، وہ بدحواس تھی اور اس طرح نارمل انداز میں کبھی شکوہ نہ کرتی یقیناً مگر وہ شاید اسے اس کی کوتاہی کا احساس دلانا چاہتی تھی، دوسری جانب یکلخت سناٹا چھا گیا تو اس نے بے تابی سے پکارا تھا۔

''جہان بھائی! آپ نے پہچانا نہیں مجھے؟'' اس کا گلا بری طرح سے بھرا گیا تھا۔

''جہان ہوتا تو لازماً پہچانتا میں اس کا کزن ہوں معاذ حسن، ویسے محترمہ آپ اس کی ایسی کون سی بہن ہیں جسے میں نہیں جانتا؟''

باقاعدہ گلا کھنکار کر کس قدر طنزیہ لہجے میں کہا گیا تھا، انداز کی بے نیازی صاف گواہ تھی کہ وہ اسے پہچاننے سے قاصر رہا ہے، پرنیاں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا، بولنا تو درکنار اس میں حرکت کرنے کی تاب نہیں رہی تھی، حیرت، غیر یقین، رنج، تاسف، ملال، کتنی کیفیات تھیں جن کا وہ شکار ہوئی تھی، کتنی دیر تک وہ یونہی شاکڈ رہی پھر بے بسی کی انتہا کو چھوتے ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر بے کلی سے روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

کوئی دیوار ہے نہ در سائیں
ہم فقیروں کا کیا ہے گھر سائیں
آبلے پڑ گئے ہیں پیروں میں
ختم ہوتا نہیں سفر سائیں
کون رہتا ہے اس خرابے میں
ڈھونڈتی ہے کسے نظر سائیں
اک قیامت گزر گئی مجھ پہ
اور تجھ کو نہیں خبر سائیں
اک بھٹکے ہوئے مسافر کو
اور ہونا ہے در بدر سائیں

جہان چینج کرنے کے بعد ڈریسنگ روم سے باہر آیا تو معاذ ہاتھ میں اس کا سیل فون لئے کھڑا تھا، چہرے پہ الجھن کے آثار نمایاں تھے جبھی جہان نے سرسری انداز میں استفسار کیا۔

''خیریت کس کا فون تھا؟''

''تمہاری کسی منہ بولی بہن کا، یار اب تو مجھے تمہاری شرافت پہ بالکل شبہ نہیں رہا۔'' سیل فون واپس رکھتے ہوئے وہ ان چوبیس گھنٹوں میں پہلی بار مسکرایا تھا، ڈریسنگ ٹیبل سے ہیر برش اٹھا کر

بال بناتے ہوئے جہان نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''یار اتنے شاندار ہو، پھر بھی ہر لڑکی کو منہ اٹھا کر بہن بنا لینے کی تک مجھے سمجھ نہیں آئی، پھر وہ لڑکیاں...... وہ بھی احمق ہوں گی یقیناً جیسے یہ محترمہ پرنیاں صاحبہ! واہ کیا بھلا نام ہے۔'' وہ کاندھے جھٹک کر جتنے لاتعلق بے نیاز اور مگن انداز میں کہہ رہا تھا جہان کو اسی قدر زور کا جھٹکا لگا تھا اس نے ٹھٹھک کر معاذ کو دیکھا۔

''پرنیاں کا فون تھا؟''

''کیا کہہ رہی تھیں؟'' معاذ نے اس کی اس بے چینی کو حیرانی کی نگاہ سے دیکھا پھر منہ بگاڑ کر بولا تھا۔

''مجھ سے شاید کچھ کہنا محترمہ کو گوارا نہیں تھا جبھی بات نہیں کی۔''

''اب ضروری تو نہیں فون تمہارا ہے تو کال بھی لازمی تمہی اٹینڈ کرو۔'' وہ بدمزاجی سے کہہ رہا تھا، جہان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا تھا اور اسی وقت سیل فون اٹھا کر پرنیاں کا نمبر ڈائل کرنے لگا انداز میں جو پریشانی تھی جو خاصیت تھی اس نے معاذ کو متحیر کر کے رکھ دیا۔

''اُف ان کا سیل آف جا رہا ہے۔'' جہان نے اضطراب بھری الجھن کے ساتھ کہا تو معاذ نے جواباً کچھ کہے بنا بس اسے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

''کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے یہ محترمہ ہیں کون؟'' معاذ کو پھر سے کوئی نمبر ملانے میں مصروف دیکھ کر وہ کسی قدر کلس کر بولا تھا، وہ دونوں ایئر پورٹ کے لئے نکل رہے تھے، معاذ کی فلائیٹ میں صرف ایک گھنٹہ تھا ابھی کچھ دیر پہلے جہان کو اس سے زیادہ دیر ہو جانے کی فکر تھی مگر اب وہ جیسے یکسر اس بات کو بھول چکا تھا، جہان نے چونک کر اسے دیکھا پھر گہرا سانس بھر کے آہستگی مگر تاسف بھرے لہجے میں بولا تھا۔

''پرنیاں یعنی یور وائف! معاذ تم ہر بار انہیں کیوں بھول جاتے ہو؟'' معاذ کے چہرے پہ ایک دم سے تناؤ چھا گیا۔

''اس لئے کہ میں اسے یاد رکھنا نہیں چاہتا۔'' وہ گویا پھنکارا تھا۔

''پتہ نہیں کیوں معاذ مجھے لگتا ہے تمہارا یہ غرور بہت جلد ٹوٹنے والا ہے۔'' اب کی مرتبہ جہان نے مسکرا کر گویا اسے چھیڑا تھا، معاذ کا موڈ اسی لحاظ سے بگڑ گیا۔

''بکواس مت کرو، یہ بددعا نہیں لگنے والی مجھے۔''

''چلو دیر ہو رہی ہے۔'' جہان نے بات کو طویل نہیں دیا، پھر وہ گاڑی میں بھی ڈرائیو کے دوران بار بار پرنیاں کا نمبر ٹرائی کرتا رہا تھا اور اسے بند پا کر اس کی پریشانی دیکھنے والی تھی، معاذ اسی لحاظ سے کلس رہا تھا۔

''تم مجھے بھاڑ میں جھونکو اور جا کر اس کی خبر لو، اتنی ہی سگی ہے نا تمہاری؟'' اسے جس حساب سے غصہ آیا تھا اسی قدر زور سے پھنکارا تو جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''یا کیا بیویوں کی طرح فوراً جیلس ہونا شروع کر دیتے ہو، میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ

بھابھی نے خود مجھے کبھی فون نہیں کیا، خیریت ہو ان کی طرف۔''

''ہاں اور تم تو ہو نا سب کی مدر ٹریسا، تمہیں لازماً بتانا ہے۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا تو جہان اسے بغور دیکھتا آہستگی سے مسکرایا تھا۔

''تمہیں بھی بتا سکتی تھیں، اگر تم یہ مان انہیں دیتے۔''

''مجھے معاف رکھو، مجھے کوئی شوق نہیں ہے ایسے مان لینے کا۔'' معاذ نے بدک کر کہا تھا۔

''تو پھر جیلس کیوں ہو رہے ہو۔'' جہان نے مسکرا کر گویا اسے بھڑکا ڈالا تھا۔

''یہ جو تم دیکھ رہے ہو میرا، اسے بھی پرواہ نہیں ہے سمجھے۔'' اس نے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کے ساتھ کہا تھا جہان متاسفانہ سانس بھر کے رہ گیا۔

☆☆☆

ہوا بن کے بکھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے
میرے جینے یا مرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے
اسے تو اپنی خوشیوں سے ذرا فرصت نہیں ملتی
میرے غم کے ابھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے
وصی اس شخص کی یادوں میں تم روتے رہو لیکن
تمہارے ایسا کرنے سے اس کیا فرق پڑتا ہے

اس نے ان گزر جانے والے دو دنوں میں متعدد بار پرنیاں کا نمبر ڈائل کیا تھا جو ہنوز بند ملتا تھا جہان کی پریشانی بڑھ چکی تھی، اس نے پپا کو کال کر کے پرنیاں کی خیریت دریافت کرنے کا کہا تھا جواب میں انہوں نے اسے آنے کا کہہ دیا۔

''تم آ جاؤ اب بیٹے! تمہاری چچی جان پرنیاں کو شاہ ہاؤس بلوانے پہ بضد ہیں، مجھے تو حوصلہ نہیں بچی سے یہ بات کہنے کا، میرا خیال ہے تم آ کر یہ معاملہ سنبھالو۔''

اس بھاری ذمہ داری نے جہان کو کچھ بے چین کر دیا تھا، وہ زینب کے سامنے سے خائف تھا وہ ابھی تک خود کو اتنا مضبوط نہیں کر پایا تھا کہ ان لمحات میں اس کا سامنا کرتا اور خود کو کمپوژڈ بھی رکھتا، اس نے پپا کو تسلی سے نواز کر فون بند کر دیا تھا مگر ایک دن گزر جانے کے باوجود وہ وہاں جانے کا حوصلہ نہیں پیدا کر سکا تھا، ابھی وہ اسی اضطراب اور کشمکش کا شکار تھا، جب زینب نے خود اسے کال کر لی تھی۔

''جے آپ کب آئیں گے واپس آخر؟''

''ابھی کچھ بزی ہوں، ایک دو دن تک آ جاؤں گا۔'' اس نے لہجے کو سرسری بنایا تھا۔

''ایک دو دن، یعنی عین منگنی کے دن؟'' وہ حیران ہو گئی۔

''نہیں پہلے، آ جاؤں گا۔''

''یہاں سب محترمہ پرنیاں صاحبہ کو لانے پہ بضد ہیں مما خاص طور پہ۔''

''تمہیں اعتراض ہے کیا؟'' جہان نے اس کے لہجے کی ناگواری کو محسوس کیا تھا۔

''جب لالے کو یہ پسند نہیں تو......''

''تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔'' جہان نے اس کی بات کاٹ کر تلخی سے جتلایا تھا، زینب نے اس کے لہجے کی کاٹ کو محسوس کیا۔

''آپ کو ان کا ہمیشہ بہت خیال رہتا ہے، غالباً مل چکے ہیں ان سے، سب خیریت ہے نا؟'' طنز آمیز شک آلود اور جلا بھنا انداز جہان کو چکرا کے رکھ گیا، وہ زینب تھی اس سے کسی بھی بات کی توقع رکھی جا سکتی تھی، پتہ نہیں وہ اپنے نام کے اتنی برعکس کیوں تھی حالانکہ تاریخ گواہ ہے اسی نام کی عظیم المرتبت ہستی نے کیسے صبر برداشت اور حوصلے کا عظیم الیشان مظاہرہ کیا تھا۔

''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم میرے لئے وہ چھوٹی بہن کی طرح محترم ہیں۔'' اس نے تڑپ اٹھنے والے انداز میں کہنے پہ زینب زور سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''گڈ، چلیں پھر مجھے بتائیں کب آ رہے ہیں؟''

''آ جاؤں گا جب دل چاہا، مجھے ایک اور ضروری کال کرنی ہے، اللہ حافظ۔'' اسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر جہان نے خود سلسلہ منقطع کر دیا تھا مگر اس کے کتنی دیر بعد بھی زینب کے الفاظ اس کے دماغ میں تیروں کی طرح سنسناتے رہے تھے کچھ دیر بعد اس نے خود پہ قابو پا کر پھر سے پرنیاں کا نمبر ٹرائی کیا، جانے کیوں ایسے یونہی لگتا تھا پرنیاں نے بلاوجہ اسے کال نہیں کی، وہ یقیناً بہت پریشان ہو گی کسی وجہ سے، خوش قسمتی سے پرنیاں کا نمبر آن تھا اور بیل جا رہی تھی، وہ ایکدم کانشش ہوا مگر اگلا لمحہ اس کے اعصاب کو شدید دھچکے سے دوچار کر گیا تھا، اس کا فون کاٹ دیا گیا تھا، جہان پہلے متحیر ہوا پھر دوبارہ اس کا نمبر ڈائل کیا مگر اسے شاک لگا تھا، پرنیاں نے نمبر بند کر دیا تھا، جہان سیل فون ہاتھ میں لئے کتنی دیر کو ساکن کھڑا رہ گیا، وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''کیا بات ہوئی ہو گی اس دن معاذ کے ساتھ ان کی۔'' وہ سوچنے پہ مجبور ہوا، پھر کچھ سوچ کر اس نے اسی وقت کراچی جانے کا ارادہ باندھ لیا تھا۔

پہلے فون پہ اس نے مینجر اور سیکرٹری کو بریف کیا تھا اس کے بعد سیٹ کنفرم کرائی اور اپنی پیکنگ میں مصروف ہو گیا اپنی ضرورت کی چیزیں بیگ میں ڈال کر وہ زپ بند کر رہا تھا جب اس کے سیل پہ مسز آفریدی کی کال آنے لگی تھی، ان کا نمبر دیکھ کر اسے حیرت نے آن لیا تھا، وہ ان سے مروتاً احترام سے بات کرتا تھا مگر ان کی شخصیت میں کچھ ایسا ضرور تھا جو جہان کے لئے ناپسندیدگی کی وجہ بن چکا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے بے دلی سے کال ریسو کی تھی۔

''السلام علیکم! کیسے ہیں جہانگیر بیٹے!'' جواب میں ان کی خوش مزاجی اور خوش اخلاقی کمال تھی۔

''الحمد للہ! آپ کیسی ہیں؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں اور ژالے بھی خیریت سے ہے۔'' انہوں نے خوشی سے کھلتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹی کی بھی خیریت بتائی تھی، جہان ہنکارا بھر کے رہ گیا۔

''بیٹے میں نے آپ کو انویٹیشن دینے کے لئے کال کی ہے، ایکچوئلی ژالے کی برتھ ڈے ہے اور آپ کو لازمی آنا ہے، پچھلی بار کی طرح میں ہرگز کوئی بہانہ نہیں سنوں گی۔''

ان کے اس زور زبردستی والے دھڑے نے جہان کی سنجیدگی کو بڑھاوا دیا تھا، وہ آہستگی سے کھنکارا گویا در پردہ انہیں ان کی بے تکلفی کا احساس بخشنا چاہا مگر وہ ان باریکیوں کو سمجھنے والی نہیں تھیں جبھی سرے سے نظر انداز کر دیا اور مسلسل لازمی شرکت پہ زور دیتی رہی تھیں اس کی حیل و حجت کے باوجود، اسے ہی ہار ماننا پڑی تھی۔

''کب ہے برتھ ڈے! دیکھیئے آج تو میں کراچی جا رہا ہوں، ہمارے گھر میں بھی تقریب ہے، آف کورس میں............''

''ڈونٹ وری بیٹے آپ لازمی وہاں جاؤ، ژالے کی برتھ ڈے میں تو ابھی ایک ہفتہ ہے۔'' انہوں نے فراخ دلی سے کہا تھا جہان جو واقعی جان چھڑانا چاہ رہا تھا گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''او کے فائن!''

''میں برتھ ڈے کی شام بھی آپ کو کال کر کے یاد دلا دوں گی او کے؟'' انہوں نے مسکرا کر کہا تھا جہان اب کے ان کے اس درجہ اہمیت اور خلوص کے مظاہرے پہ کچھ خفیف سا ہو کر رہ گیا۔

''نو میم مجھے یاد رہے گا۔'' اس نے کھسیا کر کہا تھا جواباً مسز آفریدی خوشدلی سے ہنستی چلی گئی تھیں۔

''فون سیل پہ ریمانڈر سیٹ کرو گے کیا؟ اور سنو بیٹے مجھے میم نہیں آنٹی کہا کرو، مجھے اچھا لگے گا۔'' جہان کو ان کے عجیب سے احساس نے چھوا وہ ہنسی میں ان کا ساتھ نہیں دے سکا، مسز آفریدی کے فون بند کر دینے کے کتنی دیر بعد بھی وہ اسی الجھن آمیز کیفیت کے زیر اثر سیل فون کان سے لگائے ساکن کھڑا تھا، پھر گہرا سانس کھینچا اور سیل فون اپنے بستر پہ اچھالتا وارڈ روب سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گیا، باتھ لینے کے بعد تولیے سے سر کے بال خشک کرتا اپنے دھیان میں باہر آیا تھا کہ واچ مین کو گلابوں کا بے حد خوبصورت مہکتا گلدستہ لئے اندر آتے دیکھ کر چونکا۔

''صاحب یہ آپ کے لئے کوئی دے گیا ہے۔''

''رکھ دو۔'' جہان نے تولیہ صوفے پہ پھینکتے ہوئے کہا اور خود ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا ہو کر بال بنانے لگا، مگر نظریں بکے پہ جمی ہوئی تھیں، آج اس کی برتھ ڈے تھی جو وہ کبھی خود سلیبریٹ نہیں کرتا تھا وہ تو اس کے پیارے تھے جو ہمیشہ اس دن کو یاد رکھتے تھے اور اسے وش کرتے ہوئے تحفوں سے نوازا کرتے، مگر آج کے دن پتہ نہیں کیوں سب بھول گئے تھے، خاص طور پہ زینب اور معاذ، ورنہ اسے زینب اور معاذ ہی ہمیشہ پہلے وش کیا کرتے تھے، بلکہ دونوں میں باقاعدہ مقابلہ ہوا کرتا، دونوں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں رہا کرتے، ایک بار زینب معاذ سے جیت گئی تھی، اس نے صبح فجر کی نماز کے وقت ہی جہان کو وش کر دیا تھا اور خوشی سے تالیاں بجاتی اچھلنے لگی تھی۔

''لالہ ہار گئے اور میں جیت گئی، ہے نا جے؟'' اس نے خوشی سے چمکتے چہرے کے ساتھ کہا تھا، جبکہ معاذ کا منہ لٹکا ہوا تھا وہ سارا دن دانت کچکچاتا رہا تھا، عجیب تھا یہ معاذ بھی، زندگی کا ہر مقابلہ ہر دوڑ جیت لینے کا متمنی اور ہار اسے جنونی بنا دیا کرتی تھی، اس دن معاذ نے جہان کو وش بھی نہیں کیا تھا، جہان اسے منا منا کر ہارنے لگا تھا۔

''یار کیا بچکانہ حرکت ہے بھلا، کیا فرق پڑتا ہے۔''

''کیوں نہیں پڑتا، مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا میری جگہ کوئی اور لے۔''

''چاہے وہ تمہاری بہن کیوں نہ ہو؟'' جہان نے چھیڑا تھا۔

''چاہے وہ میری اولاد کیوں نہ ہو۔'' معاذ نے منہ پھلا کر نروٹھے پن سے مگر شدت سے کہا تھا اور اس سے اگلے سال وہ رات بارہ بجے تک صرف اس وجہ سے جاگا تھا کہ زینب اس سے پہلے وش نہ کر دے، بارہ بجتے ہی اس نے جہان کو وش کیا تھا اور زینب کو چڑا چڑا کر کتنا ہنسا تھا۔

''صرف وش کرنے سے ہی تو کچھ نہیں ہوتا، اصل بات محبت ہوتی ہے اور مجھے پورا یقین ہے جے آپ سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، کیوں جے؟''

تب وہ صرف میٹرک کی طالبعلم تھی اور عقل کی ویسے بھی بقول مما موٹی تھی جبھی تو بنا سوچے یہ بات کہہ دی تھی جس نے جہان کو گڑبڑا یا تھا تو معاذ کو خفت و خجالت سے سرخ کر دیا تھا۔

''بکومت اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' معاذ نے اسے ڈانٹا تھا اور وہاں سے بھگا دیا تھا، مگر جہان پھر بھی کتنے دن معاذ سے نظریں نہیں ملا سکا تھا، وہ ایسا ہی تھا، جھینپو اور کسی حد تک شرمیلا، جبکہ معاذ اس بات کو بھول بھال بھی گیا تھا اور زینب وہ تو شاید محسوس کیے بنا منہ میں آئے الفاظ کہہ چکی تھی جن کی گمبھیرتا کا خود اسے بھی احساس نہیں تھا، معاذ تو اس کے جہان کو اپنی طرح جے کہنے سے بھی چڑتا تھا اور کئی بار اسے ڈانٹ کر تنبیہ بھی کر چکا تھا۔

''تم کیوں جے کہتی ہو، بھائی کہا کرو، بہت بڑا ہے تم سے۔''

''آپ بھی تو کہتے ہیں لالے! میں بھی کہہ لوں گی تو کیا فرق پڑے گا، ویسے بھی مجھے جے کہنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔'' وہ خود سر تھی اس کے الفاظ سے بھی اکثر خود سری چھلکا کرتی، مما کا خیال تھا اسے عقل نام کی نہیں، ہمیشہ بے سوچے سمجھے بولتی ہے۔

''نان سنس وہ میرا دوست ہے میں اس لئے کہتا ہوں، تم مقابلہ کرو گی میرا؟'' معاذ کو کتنا غصہ آیا تھا اس کی بات سن کر۔

''وہ میرے بھی دوست ہیں، میں آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کر رہی، ہر دوست کی اپنی الگ اہمیت اور جگہ ہوتی ہے، ہے نا جے؟'' اس نے اسی اطمینان سے کہا تھا اور معاذ دانت بھینچ کر رہ گیا تھا، جبکہ جہان نے امڈ آنے والی مسکراہٹ بامشکل معاذ کی نظروں سے پوشیدہ رکھی تھی، ورنہ اس کا اشتعال کچھ اور بڑھ جانا تھا۔

''جے تم سمجھاؤ اس گدھی کو، لڑکیاں لڑکوں سے دوستی نہیں کر سکتیں۔'' معاذ نے جہان کو جھنجلا کر مخاطب کیا تھا۔

''بیٹے بھائی سے بحث نہیں کرتے، وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' کب سے ان کی بحث خاموشی سے سنتیں مما جان نے زینب کو سمجھایا تھا، زینب تب تو خاموش ہو گئی تھی مگر بعد میں جہان کے سر ہو گئی تھی۔

''جے آپ کو بھی مجھ سے دوستی پہ اعتراض ہے؟'' اور جہان مشکل میں پڑ گیا تھا۔

''معاذ کچھ غلط نہیں کہتا، اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان اس تعلق کی گنجائش نہیں۔'' اس

کا انداز ناصحانہ تھا، زینب مضطرب ہو گئی تھی۔

''لیکن جے آپ تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں، میں آپ کو کبھی کھونا نہیں چاہتی۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی تھی۔

''اگر کھونا نہیں چاہتی تو پھر بجو جہان بھائی سے شادی کر لو، یہ ہمیشہ کے لئے تمہارے نام ہو جائیں گے اسلام میں بھی شوہر سے دوستی تو کیا محبت پہ بھی اعتراض نہیں۔'' حسان نے لقمہ دیا تھا اور اپنی بات پہ کھلکھلایا تھا، جہان کے چہرے پہ یکلخت سنجیدگی چھا گئی تھی اس نے زینب کو دیکھا وہ کچھ کھسیا کر رہ گئی تھی۔

''سوری! وہ ابھی بچہ ہے نا، تم اس کی بات پہ دھیان نہ دینا۔'' جہان نے حسان کو وہاں سے سرزنش کے بعد بھیجا تو پھر اس سے مخاطب ہوا تھا، زینب سر جھٹک کر مسکرائی۔

''کم آن جے! اب ایسی بھی بات نہیں، وہ کچھ اتنا غلط بھی نہیں کہہ رہا تھا، اس پوائنٹ پہ میں کیوں نہ سوچ سکی۔'' اور جہان نے چونکتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا، اس کے نوخیز چہرے پہ ہلکی سی سرخی تھی، جہان ایکدم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''زینی! آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں، ان باتوں کی بجائے اسٹڈی پر دھیان دیا کرو، او کے۔'' اس کا انداز تادیبی تھا اور زینب نے بڑی فرمانبرداری سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا، پھر بات بدلتے ہوئے اپنی اسٹڈی کے متعلق اس سے گفتگو کرنے لگی تھی اس کے بعد جب وہ اس کے پاس سے جانے کے لئے اٹھی تو اسی سنجیدگی و متانت سمیت بولی تھی۔

''جے ابھی تو میں چھوٹی ہوں مگر جب بڑی ہو جاؤں گی پھر حسان کی بات پہ دھیان دے سکتی ہوں؟ بی کوز میں واقعی آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔'' جہان نے چونک کر سر اونچا کیا تو اسے شرارت سے مسکراہٹ دباتے دیکھ کر وہ اسے مارنے کو دوڑا تھا مگر وہ کھلکھلاتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

''اگر آپ مجھے اجازت نہ بھی دیں نا جے میں تب بھی ایسا کروں گی لالے کو پھر اعتراض نہیں رہے نا ہماری دوستی پہ...........''

جہان واپس آ کر اپنی جگہ پہ بیٹھا تو زینب نے دروازے سے سر اندر ڈال کر اسی شوخ و شنگ انداز میں کہا تھا اور اس کی شکل پہ بکھرتی بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کو محسوس کرتی ہنستی چلی گئی تھی۔

جہان کو لگا زینب کی ہنسی کی وہ جھنکار ابھی تک اس کی سماعتوں میں باقی ہے، اس نے گہرا سانس بھر کے خود کو کمپوز کیا تھا اور ہیر برش رکھ کر ننگے تلے قدم اٹھاتا بکے کی سمت آ گیا، پھول بے حد تر و تازہ اور شبنمی اوس سے بھیگے ہوئے تھے، جہان نے ملائمت سے انہیں چھوا پھر چکنا کاغذ ہٹا کر وش کارڈ کو انگوٹھے اور انگشت شہادت کی مدد سے کھینچ کر باہر نکال لیا، اس کی نظروں سے بہت آہستگی سے کارڈ پہ بکھرے موتیوں جیسے لفظوں کو چھوا تھا۔

کوئی رات میرے آنگن میں مجھے یوں بھی تو نصیب ہو
نہ خیال ہو لباس کا تو اتنا میرے قریب ہو

پروین شاکر کی پوری غزل تحریر تھی، جسے وہ پوری نہیں پڑھ سکا، الفاظ کی بے باکی نے اس کے وجود کو دہکا کے رکھ دیا تھا، غیر شعوری طور پر ہی وہ ننھا سا کارڈ جس پہ بھیجنے والے کا نام تحریر نہیں تھا

اس کی مضبوط ہتھیلی میں چرا مرا گیا، واچ مین سے انٹر کام پہ رابطہ کرنے کے بعد اس نے پھول لانے والے کے متعلق استفسار کیا تھا۔

''صاحب وہ کوریئر سروس کا نمائندہ نہیں تھا، کوئی لوکل آدمی تھا بس مجھے پھول تھمائے اور اڑن چھو ہو گیا یہ کہہ کر کہ جہانگیر صاحب کو پہنچا دوں۔'' واچ مین کے جواب نے جہان کی الجھن اور اضطراب کو یکلخت بڑھا دیا۔

''کون ہو سکتا ہے؟'' وہ کتنی دیر تک یہی ایک بات سوچتا رہا تھا مگر کوئی سرا پھر بھی ہاتھ آ کر نہیں دیا تھا۔

☆☆☆

کہیں کوئی سمندر ہو
کہیں کوئی کنارہ ہو
کہیں قربت کے منظر کا
کوئی دلکش نظارہ ہو
کہیں بھیگی سی بدلی نے
کوئی موسم سنوارا ہو
کوئی سندر سا موتی ہو
کوئی روشن ستارہ ہو
کسی چشمے میں قدرت نے
دھنک سے رنگ اتارا ہو
کہیں جگنو چمکتے ہوں
یا پھولوں کا گہوارہ ہو
اس لمحے صنم میرے
مجھے تم یاد آتے ہو
یہ کہنا ہے مجھے تم سے
مجھے تم یاد آتے ہو

کھڑکی کی شاخوں سے پرے شہتوت کی شاخوں میں الجھا چاند بھی گویا اسے نہیں بھا رہا تھا، ابھی کچھ دیر میں اس کا سفر مکمل ہو جاتا وہ اپنی روشنی بکھیرنے زمین کے کسی اور حصے پر چمکے گا، روشنی جو ایک امید کی علامت ہے، مگر اس کے پاس نہیں تھی، کیسے سفر کا آغاز کر دیا تھا اس کے دل نے جس کا کوئی اختتام ہی نہیں تھا، منزل کا تعین نہ ہو تو سفر بے معنی ہی ہوا کرتے ہیں، وہ بھی لاحاصل سفر پہ چل نکلی تھی، چکور کی مانند صدیاں بھی چاند کے گرد طوافی انداز میں پھیرے لگاتی تب بھی نامراد نارسا ہی رہتی، اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں، اپنی بے بسی پہ، دل کا وہ ننھا سا لوتھڑا جو پورے وجود پہ بڑے دھڑے سے حکمرانی کیا کرتا ہے، اسے بھی اپنے سامنے بالآخر لاچار کر گیا تھا، وہ ایک ایسے اجنبی کی محبت میں تن من دھن ہار بیٹھی تھی جس کے ملنے کی آس بھی حماقت تھی، وہ خود

سے بھاگتے تھک گئی تو شکست تسلیم کر لی تھی مگر اضطراب تھا کہ حد سے سوا، وہ یہ چند روزہ زندگی اسی من پسند قربت میں گزارنے کی خواہش پہ بند نہیں باندھ سکی تھی، کتنی لاچاری محسوس ہو رہی تھی اسے دل کے آگے اور مسز آفریدی جو اس کی ایک ایک جنبش کو بغور دیکھا کرتی تھیں اس کے اضطراب کی وجہ کو پا گئی تھیں، جبھی تو انہوں نے جہان کو پھر سے گھیر گھار کر اس کے روبرو لانے کا ایک منصوبہ بنا لیا تھا، اگلے دن ناشتے کی ٹیبل پہ انہوں نے ژالے کی مضمحل صورت کو ایک نظر دیکھا تھا اور لہجے کو حتی الوسیع سرسری بنا کر بے نیازی سے بولی تھیں۔

''اگلے ہفتے جہانگیر ہمارے ساتھ کھانے میں انوائیٹڈ ہے۔''

''واٹ؟ کس سلسلے میں؟'' ترچھی نگاہ سے اسے دیکھتیں مسز آفریدی نے ژالے کی ساری کسلمندی کو لمحوں میں اشتیاق آمیز حیرت کے پردے میں چھپتے دیکھا اور معنی خیزی سے مسکرا دیں۔

''میں کچھ عرصے سے فیل کر رہی ہوں وہ تم میں واقعی انٹرسٹڈ ہے، کل اس نے خود مجھے کال کی اور تمہاری ڈیٹ آف برتھ پوچھی، میں نے دانستہ غلط بتا دی، مجھے لگا تھا وہ تمہاری برتھ ڈے میں شریک ہونے کا متمنی ہے، ہفتے کو آئے گا کوئی ضرورت نہیں اسے یہ کہنے کی کہ اس روز تمہارا برتھ ڈے نہیں ہے۔'' مسز آفریدی نے اسے جزبز ہوتے اور چہرے سے اختلاف آمیز تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے اسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر ہی سرزنش کر دی تھی۔

''بٹ دس از ناٹ فیئر مما! جب انہیں اصل بات پتہ چلے گی تو کتنا غلط امیج پڑے گا ان پہ اور دوسری اہم بات یہ کہ آپ کی سوچ سراسر غلط ہے، مجھے ایسا کبھی نہیں لگا۔'' دل میں ہونے والی دھڑکنوں کی سرتال پہ اس نے دانستہ دھیان نہیں دیا جو ان کی بات پہ یقین نہ آنے کی باوجود اپنا انداز بدل چکی تھیں، مسز آفریدی اس کی بات سن کر مسکرائی تھیں، پھر اس کا گال بڑے لگاوٹ بھرے انداز میں چوما اور معنی خیز مسکان کے ساتھ بولی تھی۔

''جہانگیر آج کل کے نوجوان لڑکوں سے یکسر مختلف ہے بیٹے! وہ بہت ڈیسنٹ ہے، غلط انداز میں کوئی حرکت آئی مین چھچھور پن سے اظہار کی بجائے اس نے بڑا سیدھا راستہ اختیار کیا ہے، مجھے وہ تمہارے لئے بہت پسند آیا ہے، میری جان تم انکار نہیں کرو گی۔'' ژالے جو بغور ان کے چہرے کو دیکھتی گویا سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی کوشش میں مصروف تھی کسی قدر لجا کر پلکیں جھکا کر میز کی سطح ناخن سے کھرچنے لگی، مسز آفریدی نے اپنی بات کے اثرات اس کے چہرے پہ واضح نوٹ کیے تھے اور دل میں گویا کلیاں چٹختی ہوئی محسوس کرنے لگیں۔

''آئی کانٹ بلیو دس! مجھے پتہ نہیں کیوں یقین نہیں ہوتا مما! وہ اتنے گڈ لکنگ ہیں، اتنی امپریسو ہے ان کی پرسنالٹی، میں تو ان کے سامنے ایکدم دب سی جاتی ہوں، مجھ میں بھلا ایسا کیا خاص ہے کہ وہ مجھے لائیک کریں گے۔'' وہ کچھ متذبذب سی تھی، خوشی کے ساتھ الجھن کا احساس بھی شدید تھا، اب کے مسز آفریدی نے خاصی سے زیادہ خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کیسی فضول باتیں شروع کر دیں، تم نے یقیناً کبھی خود کو غور سے نہیں دیکھا، خوبصورتی مجسم ہو کر تمہارے سراپے میں آن سمائی ہوئی ہے، جو تمہیں ایک بار دیکھتا ہے مانو تمہارا دیوانہ ہو کر رہ جاتا ہے حالانکہ اکثر لوگوں کو تمہاری بیماری کا علم ہے پھر بھی آئے دن انہی لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی

تمہارا پرپوزل لے کر میرے پاس آیا ہوا ہوتا ہے۔''

ژالے ان کی اتنی لمبی تقریر پہ تاسف آمیز دکھ سے مسکرائی تھی، پھر سرد آہ بھر کے تلخی سے جواب دیا تھا، اس کی وجہ میرا حسن جہاں سوز نہیں آپ کی یہ بے تحاشا دولت ہے جس پہ یہ لالچی لوگ قبضہ کرنا چاہتے ہیں ایک مرتی ہوئی لڑکی سے شادی رچا کر، اونہہ میں تو جیسے جانتی نہیں ہوں نا، جہانگیر صاحب کا بھی پتہ کرا لیں اسی کیٹگری میں ان کا بھی شمار نہ ہوتا ہو۔

اس نے اپنے ہی دل کی خفگی کی پرواہ کیے بغیر آخری بات بھی اس تلخی سے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی ایک بار پھر ان کی سیٹنگ تلخی اور بدمزگی پہ ختم ہوئی تھی، مسز آفریدی ہونٹ بھینچے گویا اپنا غصہ ضبط کر رہی تھیں۔

☆☆☆

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
و ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی

وہ آنکھیں موندے نیم دراز تھا، کمرے میں دھیمے سروں میں بجتے میوزک نے ماحول کر گمبھیرتا اور اداسی کو کچھ اور بڑھا دیا تھا، وہ ابھی کچھ دیر قبل شاہ ہاؤس پہنچا تھا، زینب پارلر گئی ہوئی تھی اسما بھابھی کے ساتھ جبکہ زیاد سے اس کے تعلقات اب خوشگوار نہیں رہے تھے، پپا اور پپا جان معمول کے مطابق آفس میں تھے جبکہ باقی افراد نے خوشدلی اور ہمیشہ کی محبت سے اس کا استقبال کیا تھا، مما البتہ اس بار اس کے گلے لگ کر کتنی دیر تک سسکتی رہی تھیں، کیوں؟ وجہ وہ جانتا تھا، وہ ہمیشہ اسے اپنے بچوں سے بڑھ کر اہمیت دیتی آئی تھیں بڑھ کر محبت سے نوازا تھا اور جب کبھی وہ اسے اور زینب کو ایک ساتھ دیکھتیں تو ان کی آنکھوں کی چمک یکلخت کئی گنا بڑھ جایا کرتی تھی، وہ سپنے جو انہوں نے اس کے اور زینب کے حوالے سے دیکھے تھے ٹوٹ کر کرچیوں کی صورت آنکھوں کو زخمی کر گئے تھے، یہ تاسف یہ رنج اور ملال اسی نقصان کا باعث تھے اور جہان مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بن گیا تھا، وہ جلتی آنکھوں سمیت گہرا سانس بھر کے کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا، مگر سکون کہاں تھا، گلوکارہ کی آواز میں اس کے دل کا کرب رچا ہوا تھا۔

عداوتیں تھیں تغافل تھا رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی

دروازہ دھیمے سروں میں بجا تھا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، مما دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہی تھیں۔

''آپ نے کیوں تکلیف کی چچی جان! مجھے چائے کی ابھی طلب نہیں تھی۔''

''ایسی باتیں مت کیا کرو بیٹے، مجھے فاصلوں کا گمان ہونے لگتا ہے، یہ فاصلے بہت ظالم ہوتے ہیں رشتوں میں دراڑیں ڈال دینے والے، میرے بچے کبھی انہیں اپنے بیچ نہ آنے دینا۔''

بات کے اختتام تک ان کا گلا بری طرح سے بھرا گیا تھا، جہان نے گھبرا کر انہیں دیکھا پھر آہستگی سے نرمی و محبت سے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

''میری بات سے اگر آپ کو تکلیف پہنچی ہے چچی جان تو مجھے معاف کر دیں۔''

''معافی تو ہمیں مانگنی چاہیے بیٹے! ہم تو گویا تم سے نظریں چار کرنے کے قابل بھی نہیں رہے، زینب کی سرکشی اور ضد سے ایویں تو مجھے خوف نہیں آتا تھا۔'' وہ اب کے بری طرح سے بلک اٹھی تھیں جبکہ جہان تو شاکڈ رہ گیا تھا، اسے گمان تک نہیں تھا وہ اصل بات سے آگاہ بھی ہو سکتی ہیں، اس صحیح معنوں میں خود کو سنبھالنا شوار محسوس ہو رہا تھا۔

''چچی جان پلیز! ٹیک اٹ ایزی، کنٹرول یور سلیف۔'' خاصی تاخیر سے وہ خود کو سنبھال پایا تو بجھے ہوئے لہجے میں آہستگی سے بولا تھا، اس کے لئے یہ اعصاب شکن انکشاف تھا کہ معاذ ہی نہیں مما اور پپا بھی زینب کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں، اس کے باوجود اس نے زینب کے دفاع کی اور پوزیشن کلیر کرنے کی کوشش کرنی چاہی تھی۔

''آپ غلط سمجھ رہی ہیں چچی جان! ایسا کچھ نہیں ہے، زینب تو..........'' مما نے آنسو بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا پھر اس کے ہونٹوں پہ اپنا لرزیدہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''اس کی اتنی بے جا حمایت مت کرو جہان! اس نے صرف تمہارے نہیں ہمارے بھی دلوں کو دکھایا ہے، میں اگر مجبور نہ ہوتی تو لازمی اس کو سرزش کرتی مگر..........''

''آپ اس چیپٹر کو اب ہمیشہ کے لئے کلوز کر دیں پلیز۔'' جہان کے آہستگی سے کہنے پہ مما نے بھینچا ہوا سانس کھینچا تھا اور کچھ دیر ملول سی سر جھکائے بیٹھی رہیں۔

''پرنیاں بھابھی سے ملنے گئی تھیں آپ؟'' جہان نے دانستہ اگلی بات چھیڑ کر انہیں اس کیفیت سے نکالنا چاہا۔

''پرنیاں کو اس تقریب میں شریک ہونا چاہیے نا جہان؟''

''جی بالکل ہونا چاہیے۔''

''مگر تمہارے چاچو کہہ رہے ہیں وہ پرنیاں سے یہ بات نہیں کریں گے، دوسرے لفظوں میں وہ اسے فورس کرنا نہیں چاہتے میں نے کہا میں خود لے آتی ہوں اسے، مگر کہتے ہیں جہان لائے گا، تم کب لاؤ گے؟'' جہان نے گہرا سانس بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''جب آپ کہیں۔''

''وہ آتو جائے گی نا؟۔'' ان کا خدشہ زبان پہ آ گیا، جہان آہستگی سے مسکرا رہا تھا، پھر اپنا بازو ان کے شانے پہ دراز کرتے ہوئے رسانیت سے بولا تھا۔

''ڈونٹ یو وری چچی جان! خوش قسمتی سے آپ کی بہو صاحبہ بہت روادار اور فرمانبردار ہوا قع ہوئی ہیں، مجھے نہیں لگتا وہ آپ کی کوئی بات ٹال سکیں، آپ تو چلیں گی نا میرے ساتھ انہیں لینے۔'' مما نے بے ساختہ سر کو نفی میں جنبش دی تھی، پھر دلگیری سے بولیں۔

''جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ہے وہ ہرگز بھی اس لائق نہیں کہ اب ہم اس پہ یہ حق استعمال کر سکیں، بیٹے میں اسے خود جا کر مشکل میں گرفتار نہیں کرنا چاہتی، شاید اس صورت وہ انکار نہ کر سکے،

تم چلے جاؤ اور اس سے زبردستی ہرگز نہ کرنا۔''

''تقریب کل ہے، کل نہ چلا جاؤں؟''

''نہیں بیٹے، عین وقت پہ بلانا مناسب نہیں لگتا، وہ گھر کے فرد کی حیثیت رکھتی ہے۔''

''اوکے فائن، میں چاچو سے بات کر لوں پھر چلا جاؤں گا۔'' جہان نے گفتگو سمیٹی تھی اور چائے کا مگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا، مما خاموش اور کسی سوچ میں گم بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

کون سا ہو گا ہم سا تہی داماں لوگو
جیب میں حرف دعا ہے نہ ہتھیلی پہ حنا
نہ تبسم نہ رفاقت نہ کوئی لمحہ یاد
آنکھ ویران ہے اور دل خالی
ہونٹ نادم ہیں اور باہم پیوست
ان کہے حروف ہیں رنجور اور ساعتیں بے فیض
انگلیاں خشک چٹانوں کی طرح تڑخی ہیں
کسی آنسو کی نمی ان کی زباں پہ کبھی اتری ہی نہیں
آس جکڑی نہ تمنا کسی دوجے کو تھمائی ہم نے
عمر بھر تنہا رہے تنہا جیئے
کہنے کو کچھ تو تھے بہت اپنے
خودی کے زعم میں داؤ پہ لگایا جن کو
لیکن یہ گماں
ہاں صرف گماں

وہ نہانے گھسی ہوئی تھی گیلے بال تولیے میں لپیٹے باہر نکلی تو ثنا جو اسی کی منتظر تھی اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر کڑے تیور ڈھیلے کر کے گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھی۔

''میں پوچھتی ہوں آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں؟''

پرنیاں تم لمبے بال جھٹک کر انہیں برش سے سلجھانے میں مصروف ہوئی تھی اسے نظر انداز کیے جب ثنا کے تیور پھر سے سختی سمیٹ لائے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟'' پرنیاں نے اپنے کام میں محو رہ کر بے نیازی سے استفسار کیا تو اسے تپ چڑھنے لگتی۔

''میم یہ آپ مجھے بتائیں گی کہ کیا ہوا ہے آپ کو، کیوں مجھ سمیت کالج کا بھی بائیکاٹ کر رکھا ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں، بس ذرا طبیعت اچھی نہیں تھی تو..........''

''پری! تم جانتی ہو تمہاری اسٹڈی کا کتنا حرج ہو چکا ہے، پھر وہ دانیال...... تمہیں روز غائب پا کر میرا سر کھاتا ہے، آج تو تمہیں ملنے کو یہاں آنے کا بھی کہہ رہا تھا۔'' ثنا نے کہا تھا اور پرنیاں

کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا، ہیر برش ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پہ جا گرا وہ ساکن کھڑی تھی، ثنا نے متحیر ہو کر اس کی حالت ملاحظہ کی تھی۔

''خیریت پرنیاں! کہیں تم دانیال سے ہی تو خائف نہیں ہو؟'' ثنا نے محض ایک اندازہ لگایا تھا مگر پرنیاں کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

''اس ذلیل کمینے آدمی کو کہو میرا پیچھا چھوڑ دے، ورنہ یا تو میں اسے شوٹ کر دوں گی یا پھر خود کو۔'' ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر ہچکیوں سے روتی ہوئی وہ پھیپھڑوں کی پوری طاقت صرف کر کے چیخی تھی، ثنا تو صحیح معنوں میں بھونچکی رہ گئی تھی۔

''پری...... پرنیاں...... ٹیک اٹ ایزی، ریلیکس جانو۔'' ثنا نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا اور تھپکنے لگی۔

''دانیال نے کچھ کہا ہے تم سے؟'' پرنیاں خود کو سنبھال کر بھیگی آنکھیں رگڑتی اس سے الگ ہوئی تب ثنا نے بے حد رسانیت سے سوال کیا تھا، پرنیاں کچھ نہیں بولی اور ہونٹ کچلتی رہی، ثنا نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تھے۔

''تم مجھ پہ بھروسہ تو کر سکتی ہو پرنیاں!'' اس کے لہجے میں محبت تھی، اپنائیت تھی اور خلوص تھا، پرنیاں بے بس ہونے لگی، پھر دل کا بوجھ بھی کتھارسس مانگتا تھا۔

''وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہے، مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے ثنا، تم جانتی ہو نا میں اکیلی ہوں۔''

''دھمکیاں کیوں دیتا ہے؟'' ثنا نے سب سے اہم سوال کیا تھا، پرنیاں کا اضطراب کچھ اور بڑھا۔

''پرنیاں......!!!'' ثنا نے اس کا کاندھا ہلایا تو وہ جیسے چونکی تھی۔

''شادی کرنا چاہتا ہے۔''

''یہ تو اچھی بات ہے یار، اگر وہ..........''

''بے حد کرپٹ انسان ہے وہ پھر میں تو آل ریڈی..........'' وہ جیسے بے اختیاری کی کیفیت میں کہتے کہتے یکلخت سنبھلی اور ہونٹ باہم سختی سے بھینچ لئے، ثناء نے اس کی اس حرکت کو بالخصوص نوٹس کیا تھا۔

''کیا تم تو آل ریڈی......''

''ثنا وہ بندہ تمہیں میرے قابل لگتا ہے؟ اس قسم کے تھرڈ کلاس عاشق قدم قدم پہ ملتے ہیں، ہر کسی کی آفر تو نہیں قبول کی جاتی۔'' وہ بہت خوبصورتی سے بات بدلتے وہ تلخی سے جواب دے رہی تھی، ثنا اسے دیکھ کر رہ گئی، مطلب واضح تھا وہ اس بات کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔

''ٹھیک ہے تم اسے منع کر دو۔''

''کہا نا وہ فضول دھمکیاں دے رہا ہے مجھے۔''

''کسی کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر چپ کے بیٹھ جاؤ گی، تم اپنے انکل کو کیوں نہیں بتاتی ہو؟''

''مس پرنیاں آپ کو کوئی ملنے آیا ہے، وزیٹنگ روم میں آ جائیں۔'' اس سے قبل کہ پرنیاں جواباً کچھ کہتی وارڈرن کی ہیلپر اس کے لئے پیغام لے کر چلی آئی، پرنیاں کے چہرے پہ جیسے ہوائیاں

اڑنے لگیں۔

''ک...... کون ہے،...... آ...... آپ نے دیکھا تو ہوگا۔'' اس نے ہکلا کر پوچھا تھا جواباً وہ درمیانی عمر کی عورت بھی معنی خیزی سے مسکرائی تھی۔

''یہ تو آپ کو پتہ ہوگا جی کون ہے، ویسے ہے بہت ہی پیارا، انگریزی فلموں کا ہیرو لگتا ہے دیکھنے میں تو۔'' پرنیاں کا رنگ اڑ سا گیا اس نے سہمی ہوئی نظروں سے ثنا کو دیکھا تھا۔

''مجھے لگتا ہے وہی منحوس آن ٹپکا ہے، تم بتا رہی تھیں نا کہ...... میم نے اسے یہاں گھسنے کیسے دیا۔'' وہ ثنا کے ساتھ لگ کر سرگوشی میں بولی ثنا نے اس کے وجود کی خفیف کپکپاہٹ کو محسوس کیا تھا اور جیسے ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی۔

''ٹھیک ہے آپ چلیں ہم آ رہی ہیں۔'' ثنا نے خاتون کو فارغ کیا تھا پھر اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

''پری بالکل احمق ہو تم، ہاتھ پیر منٹوں میں چھوڑ دیتی ہو، نان سنس، آخر یہاں کے کچھ رولز ہیں وہ جتنا بھی لفنگا سہی مگر اس طرح یہاں نہیں گھس سکتا، عین ممکن ہے تمہارے ڈیسنٹ انکل کا کوئی بیٹا آیا ہو اس مرتبہ تم سے ملنے، آؤ میں دیکھتی ہوں تمہارے ساتھ۔'' ثنا اس کے گریز اور خوف کو خاطر میں لائے بغیر ایک طرح سے گھسیٹ کر ساتھ لائی تھی، وزیٹنگ روم کے دروازے پہ رک کر پرنیاں نے اپنے حواس بحال کیے اور خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر گویا خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی پھر محتاط انداز میں ثنا کی معیت میں اندر داخل ہوئی تو اپنے روبرو جہان کو دیکھ کر وہ ایکدم ساکن رہ گئی تھی۔

''السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟'' جہان اسے دیکھ کر اٹھا تھا اور مسکرا کر گفتگو کا آغاز کیا۔

''وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں کیسے آنا ہوا آپ کا؟'' پرنیاں کے چہرے کے تاثرات ایکدم سے تبدیل ہوگئے تھے خوف کی جگہ نخوت سے سختی نے لے لی، جہان نے محسوس کیا تھا اور گہرا سانس کھینچ کر خفیف سا مسکرایا۔

''آئی تھنک چاچو کی بجائے مجھے دیکھنا آپ کو اچھا نہیں لگا۔''

پرنیاں نے اس مرتبہ جواب نہیں دیا اور آہستگی سے ایک صوفے پہ بیٹھ گئی، جہان نے اس محتاط نظروں سے دیکھتے ہوئے کھنکار کر گلا صاف کیا تھا۔

''میں آپ کو لینے آیا ہوں۔'' اب کی مرتبہ پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور کچھ دیر تک مضطرب سی کیفیت میں مبتلا دیکھتی رہی۔

''آپ کے لئے چائے لاتی ہوں۔''

''نہیں پرنیاں میں..........''

''میں چائے بنا کے لاتی ہوں۔'' ثنا جو تب سے جہان کو دیکھ رہی تھی ہڑبڑا کر بولی اور کچھ مزید سنے بغیر اٹھ کر چلی گئی، جہان جیسے ایکدم ریلیکس ہوا تھا۔

''آئی تھنک آپ نے یہاں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔'' اس نے ایک اندازہ ظاہر کیا تھا جسے سمجھتے ہوئے پرنیاں کے چہرے پہ موجود سنجیدگی اور خفگی میں گراں قدر اضافہ ہوگیا۔

''آپ ٹھیک سمجھے ہیں اور میں بتانا بھی نہیں چاہوں گی، بہتر ہوگا آپ بھی خیال رکھیں۔''

''ڈونٹ وری، ویسے آپ مجھ سے کیوں خفا ہیں؟'' وہ کچھ دکھ میں مبتلا ہو کر بولا۔

''آپ کو محسوس ہوا ہے؟''

''مجھے کبھی کچھ غلط محسوس نہیں ہوتا مائی سس۔''

''میں آپ کی ناراضگی کی وجہ سمجھ سکتا ہوں، سوری اس روز میں آپ کی کال پک نہیں کر سکا مگر بعد میں آپ نے اپنا نمبر......''

''آپ کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''کون سا جھوٹ؟'' جہان نے حیران ہو کر اسے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں مچلتی نمی کو محسوس کر کے شرمندہ ہونے لگا تھا۔

''وہ جھوٹ نہیں سچ ہے، معاذ محض دو دن کے لئے میرے پاس لاہور آیا تھا، یقین کریں وہ شاہ ہاؤس کے کسی مکین سے بھی نہیں ملا بلکہ کسی کو علم بھی نہیں ہے۔''

''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے، آپ مجھے کیوں لینے آئے ہیں یہ بتائیں آپ کو پتہ ہے میں......''

''مجھے چچی جان نے بھیجا ہے، زینب کی انگیجمنٹ ہو رہی ہے، آپ سمجھ سکتی ہیں آپ کی شرکت کس قدر ضرور ہے، چچی خود آپ کو لینے آتیں مگر وہ سب لوگ آپ سے بہت شرمندہ ہیں۔''

''زینب کی انگیج منٹ ہو رہی ہے یعنی آپ کی، مبارک ہو بھائی۔'' وہ سب کچھ بھول بھال کر یا دانستہ نظر انداز کیے اسے جوش بھرے انداز میں وش کرنے لگی جہان کی اذیتیں محسوس کیے بغیر، وہ خاموش رہ گیا تھا، تبھی ثنا چائے سمیت اندر آئی تھی، چائے کے دوران تقریباً خاموشی چھائی رہی تھی۔

''آپ چل رہی ہیں نا میرے ساتھ؟'' جہان نے خالی کپ جھک کر میز پہ رکھتے امید افزا نظروں سے اسے دیکھا تھا، پرنیاں نے جھکی پلکیں اٹھا کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر گہرا سانس بھر کے سر کو اثبات میں جنبش دی تھی۔

''گڈ......'' جہان جیسے ہلکا پھلکا ہوا جیسے سر سے بھاری بوجھ اتارا ہو۔

''آپ اپنا ضروری سامان لے لیں پھر چلتے ہیں۔'' رسٹ واچ پہ نگاہ ڈالتے ہوئے جہان نے پہلو بدلا تو پرنیاں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔

''آپ نے میم سے بات کی مجھے ساتھ لے جانے کی؟'' اس نے وارڈن کا حوالہ دیا تھا جہان نے کاندھے اچکا کر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

''ان سے چاچو بات کر چکے ہیں، آپ کیا سمجھتی ہیں ایویں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔'' پرنیاں محض مروتاً مسکرائی تھی پھر وہاں سے پلٹ کر باہر نکلی تو اس کا دل ہی نہیں اٹھتے قدم بھی بوجھل ہو رہے تھے، اگر دانیال والا معاملہ بیچ میں نہ آچکا ہوتا تو شاید نہیں یقیناً وہ یہ مفاہمت ہرگز نہ کرتی مگر اب ان حالات میں سے ان لوگوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا تو اس کی مجبوری تھی زندگی میں ہر جگہ ہر مقام پہ صرف انا کو نہیں دیکھا جاتا، اس نے سرد آہ بھری تھی اور بے دلی سے سیڑھیاں چڑھنے

لگی۔

''اب مجھے سمجھ آئی تم بیچارے دانیال کو گھاس کیوں نہیں ڈال رہی تھیں، یار اتنا ڈیشنگ بندہ...... اف رئیلی میں تو اسے دیکھتی رہ گئی، اوپر سے نام بھی کیا شاندار ہے۔''

''بکو مت یہ بھائی ہوتے ہیں میرے، خبردار جو کچھ ایسا ویسا سوچا بھی تو، اپنی منگنی کی تقریب میں بلانے آئے ہیں مجھے۔'' پرنیاں نے اسے گھور کر سب سے اہم اطلاع پہنچائی تو ثنا کا منہ لٹک گیا تھا۔

''یار دو گھڑی کو خوش ہی ہو لینے دیتیں، بندہ جتنا کمال ہے نا تیرے ساتھ بہت سوٹ کرتا، چل تو نے بھائی کہہ دیا تو میرا ٹانکہ فٹ کرانے کی کوشش کرتی مگر نہیں تمہیں اتنی فکر ہوتی تو ایک سال پہلے نہ پھوٹی ہوتی منہ سے۔'' پرنیاں نے اس کی باتوں پہ دھیان نہیں لگایا تھا اور اپنا ایک آدھ جوڑا بیگ میں رکھ کر ثنا کو خدا حافظ کہتی جہان کے پاس آئی تو وہ جیسے اس کا منتظر تھا۔

''مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے جہان بھائی کہ زینب آپ سے منسوب ہو رہی ہے، مما نے بتایا تھا مجھے کہ بچپن سے آپ کی ان سے بہت دوستی رہی ہے، انڈر اسٹینڈنگ بھی کمال تھی، ایسے پیئر بہت خوشگوار اور کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔'' اس نے اپنی وہ ناراض یقیناً ختم کر دی تھی جبھی گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھتے ہی وہ کسی قدر خوشدلی سے بولی تھی، جہان کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ لہرا کر معدوم ہو گیا تھا اس نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی اور اپنے ہونٹ کا زیریں کنارہ بے دردی سے دانتوں سے دبایا تھا اور خود پہ جبر کر کے آہستگی سے بولا تھا۔

''زینب کی انگیج منٹ تیمور خان سے ہو رہی ہے پرنیاں، چچی جان نے جو کچھ آپ سے کہا تھا وہ کسی شدید غلطی فہمی کا نتیجہ تھا، اینڈ دیٹ سیک۔'' جہان بظاہر جتنا نارمل نظر آ رہا تھا اندر سے اسی قدر مضطرب تھا اور پرنیاں تو جیسے اس انکشاف کی زد پہ متحیر ششدر اور بھونچکی رہ گئی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

معاذ ہر طرح سے جہان کو فورس کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر جہان محبت میں زبردستی کا قائل نہیں، یہی بات وہ معاذ کو بھی سمجھاتا ہے جس سے متفق نہ ہونے کے باوجود معاذ اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے، مگر وہ زینب سے اتنا خفا ہے کہ کسی سے بھی ملے بغیر واپسی کا قصد کر لیتا ہے۔

پرنیاں کالج میں نئے مائیگریٹ ہو کر آنے والے دانیال اسد کی اپنی ذات میں دلچسپی لینے سے پریشان ہے، دانیال اسے پرپوز کرتا ہے پرنیاں کے سختی سے انکار پر وہ دھمکیوں پر اتر آتا ہے جس سے خائف ہوئی پرنیاں کچھ نہ سمجھ آنے پہ جہان کو سارا معاملہ بتانے کو کال کرتی ہے مگر اس کی بات جہان کی بجائے معاذ سے ہوتی ہے معاذ کا رویہ پرنیاں کو مزید ہرٹ کر جاتا ہے۔

مسز آفریدی، ژالے کو جہان کے حوالے سے خود ساختہ سٹوری سنا کر ہر صورت اسے جہان سے شادی پہ آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہے، ژالے متذبذب ہے مگر اس کا دل جہان کی جانب کھنچتا ہے جہان کو اس کی سالگرہ کے دن کسی انجان شخصیت کی طرف سے پھول ملتے ہیں کارڈ پہ لکھی نظم پڑھ کر جہان کا موڈ آف ہو جاتا ہے۔

جہان زینب کی منگنی میں شرکت کی غرض سے شاہ ہاؤس پہنچتا ہے، تو مما اسے پرنیاں کو لانے کا کہتی ہیں، پرنیاں جہان سے خفگی ظاہر کرتی ہے مگر جہان کی باتوں کے سامنے وہ اس ناراضگی کو برقرار نہیں رکھ سکتی اور اسے منگنی کی مبارک باد دیتی ہے، جہان اسے یہ بتا کر شاکڈ کر دیتا ہے کہ زینب کی منگنی تیمور شاہ سے ہو رہی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

بارھویں قسط

پرنیاں اس شاک سے نکلی تو سوالیہ نگاہیں جہان کے چہرے پہ آن رکی تھیں، جو خود کو کسی حد تک سنبھال چکا تھا، مگر بھینچے ہوئے ہونٹ اس کے ضبط کے گواہ تھے، وہ خاموش بیٹھی رہ گئی کچھ تو تھا کہ ایسا جو اس نے محسوس کیا تھا اور خود کو کسی سوال کرنے سے باز رکھا، دونوں کے درمیان گمبھیر اور بوجھل سناٹا چھایا رہا، گاڑی پررونق سڑکوں جلتے بجھتے سائن بورڈز اور بلند و بالا عمارتوں کو پیچھے چھوڑتی سرعت سے اپنی منزل کی جانب بڑھتی رہی یہاں تک کہ وائٹ عمارت کے سیاہ گیٹ کے سامنے آن رکی، جس کی پیشانی پہ شاہ ہاؤس کے حروف رات کے اندھیرے میں بھی جگمگاتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور جس پل ان کی گاڑی پورچ میں آن کر رکی اسی لمحے ایک اور گاڑی بھی پورچ میں داخل ہوئی تھی اور ایک جھٹکے سے رک گئی، پرنیاں جو کچھ مضطرب اور گریزاں سی بیٹھی تھی اس سمت متوجہ ہوئی تھی، گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا تھا اور ایک نازک اندام بے حد دلکش سی لڑکی گاڑی سے باہر نکل آئی، معاً اس کی نگاہ بیچارو سے نکل کر پچھلا دروازہ ان لاکڈ کرتے جہان پہ پڑی تھی اور اس کی آنکھیں ایکدم چمک اٹھیں۔

"جے آپ!" وہ خوشی و انبساط سے چیخی تھی اور لپک کر اس کی جانب آ گئی جہان بھی متوجہ ہوا تھا مگر جہان کا انداز نارمل تھا۔

"کب آئے آپ؟ پتہ ہے مجھے سب سے زیادہ آپ کا ویٹ تھا۔"

"او کے! تم اب آئی ہو پارلر سے، اتنے گھنٹے لگا کر؟" جہان نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا، پھر پرنیاں کی سمت متوجہ ہوا۔

"آئیے پلیز!" اس کا لہجہ و انداز بے حد مؤدب تھا، پرنیاں نے گہرا سانس بھرا اور جھجکتے ہوئے اتری تھی اس کی نگاہ پھر اس لڑکی کی سمت اٹھی تھی جو حیران پریشان سی گویا آنکھیں پھاڑے غیر یقینی سے اسے گھور رہی تھی، پھر اس نے اس حیرت پہ قابو پائے بغیر جہان کو ٹہوکا دے کر اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"جے کون ہے یہ لڑکی؟" اس کا انداز کڑا تھا بے حد ناپسندیدگی لئے ہوئے پرنیاں فطری طور پہ کنفیوژ ہوئی۔

"زینب یہ پرنیاں بھابھی ہیں، میں انہیں ہاسٹل سے لے کر آ رہا ہوں۔" جہان کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں رسانیت آمیز نرمی تھی، زینب نے ٹھٹک کر پہلے جہان پھر پرنیاں کو دیکھا تھا اور کچھ لمحوں کو حیرت کی زیادتی سے اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا، جدید تراش خراش کا آتشی گلابی سوٹ ہر رنگ بے حد اسٹائلش دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے میک اپ سے مبرا سحر انگیز چونکا دینے کی حد تک دلکش نقوش کی مالک پرنیاں کا حسین چہرا اتنی جاذبیت اس قدر اٹریکشن لئے ہوئے تھا کہ زینب ہر پلکیں جھپکے بنا اسے دیکھتی چلی گئی تھی، مما وغیرہ کی تعریفوں پہ کان نہ دھرا تھا، پرنیاں واقعی اتنی من موہنی شخصیت اور وقار اپنے اندر رکھتی تھی کہ پہلی نگاہ میں ہی دل میں اتر جانے کی صلاحیت سے مالا مال تھی۔

"افوہ زینب کیا ہو گیا ہے تمہیں، بجائے سلام دعا کرنے کے تم انہیں گھورے جا رہی ہو۔" جہان نے پرنیاں کو نروس ہوتے محسوس کیا تو زینب کو ڈانٹا تھا جو واقعی اس پل احمق اعظم لگ رہی تھی

جہان کی بات پہ سنبھل کر کھسیانی ہنسی ہنسی تھی اور جھینپ کر پرنیاں کا ہاتھ مصافحے کے انداز میں تھام کر گرم جوشی سے دبایا۔

"نائس ٹو میٹ یو بھابھی صاحبہ! اور اسے محض رسمی جملہ نہ سمجھئے گا، ریئلی جے کے بعد سب سے پہلے آپ سے ملنے اور دیکھنے کا شرف حاصل کر کے میں صحیح معنوں میں خود پہ فخر کر سکتی ہوں۔" اس نے بے ساختہ اسے گلے لگایا تھا پھر اسی بے تکلفی سے اس کا گال چوما، پرنیاں خجالت خفت اور شرم سے بالکل سرخ پڑ گئی، زینب کے والہانہ انداز نے اس کے چھکے چھڑا کے رکھ دیئے تھے، اس نے چونک کر جہان کو دیکھا وہ زیر لب مسکان کے ساتھ بے بسی سے کاندھے جھٹک کر رہ گیا تھا، اس پل پپا اور مما جان کی معیت میں ایک بڑا سا قافلہ اندرونی حصے سے لان کی جانب اور پھر پورچ میں آ گیا، پھر تو گویا پرنیاں کوئی سیاسی لیڈر تھی جس نے کئی مصافحے اور معانقے تن تنہا بھگتائے تھے سب کی محبت اور جوش و خروش دیکھنے لائق تھا، اسے باقاعدہ تیل کی دھار گرا کر گھر کی دہلیز پار کرائی گئی تھی، اس قدر والہانہ گرمجوش استقبال نے جانے کس کس سوچ اور خیال کے ساتھ پرنیاں کی آنکھیں نم کر ڈالی تھیں، اسما بھابھی نے منٹوں میں چائے پہ ڈھیروں اہتمام کر لیا اور چائے کے دوران اس اتنے بڑے شرارتی ٹولے سے اس کا تعارف ہوا تھا کروانے والا زیاد تھا اور اس کا انداز اتنا مزاحیہ تھا کہ پرنیاں کی بار بار ہنسی چھوٹتی رہی تھی، اس کے بعد زینب سب کو پرنیاں کے حوالے سے اپنی فیلنگ بتانے لگی جو کچھ دیر پہلے پرنیاں کو دیکھ کر اس پر وارد ہوئی تھی۔

"امیزنگ اگر زینب صاحبہ کا یہ حال ہوا ہے تو لالے کی بھی خیر نہیں، واضح رہے دونوں کی پسند ہی نہیں مزاج اور سوچیں بھی یکساں ہیں، سو بی کیئرفل بھابھی جی!" زیاد نے بے حد شوخی سے پرنیاں سے چھیڑ چھاڑ کی، پرنیاں کے چہرے کی رنگت ایک دم سے پھیکی پڑ گئی تھی جسے مما نے محسوس کرتے ہی زیاد کو تادیبی نظروں سے دیکھ کر اس کو کیئرفل ہونے کا سگنل دیا تو وہ منہ بسور کر بیٹھ گیا تھا، وہ سب لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے جب پپا جہان کے ساتھ وہاں آئے تھے، پرنیاں انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی، انہوں نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومی تھی اور خیریت دریافت کرنے لگے۔

"سرکش بے باک بیٹے کی سعادت مند اور باحیا بیوی! جوڑ تو خاصا بے ڈھنگا نہیں ہے۔" زیاد نے اس منظر کو دیکھا تھا اور نزدیک بیٹھی معمول سے کچھ زیادہ خاموش نظر آتی نوریہ کی سمت جھک کر سرگوشی کی وہ چونکی تھی اور زخمی انداز میں مسکرانے کے بعد سرگوشی میں پرزور انداز میں تنبیہ دی۔

"نہیں یہ پرفیکٹ کپل ہو گا، پرنیاں ہی ہر لحاظ سے معاذ کے قابل ہیں، اسٹائلش شاندار اور بے حد پیاری۔"

"میں شکر ادا کر رہا ہوں اللہ کا کہ پرنیاں بھابھی کا تعلق صنف مخالف سے نہیں ہے ورنہ میرا ان سے لازمی پنگا ہو جاتا۔" جواباً وہ شوخی سے آنکھیں نچا کر بولا تو نوریہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب؟ آپ کیوں پنگا لیتے ان سے؟"

"تم اس بری طرح سے ان پہ فریفتہ جو ہوگئیں تھیں۔" بات چونکا دینے والی تھی سب ... لئے مگر نوریہ کا دھیان ہی تو بٹ گیا تھا دل میں جیسے کوئی پھانس آن چبھی تھی۔

"ان پہ کہاں فریفتہ ہوئی ہوں، فریفتہ کر دینے والا تو ان کا نصیب ہے۔" اس کے ... لہجے میں نارسائی کی سلگن تھی مگر زیاد کہاں سمجھتا تھا، کاندھے اچکا کر بولا تھا۔

"اب ایسے بھی شہزادے گلفام نہیں ہیں لالے۔"

"آپ کی رائے پہ کان کون دھرتا ہے، سب جانتے ہیں آپ شروع سے ان کی ذ... پرسنالٹی سے جیلس ہیں۔" نوریہ جو خود کو سنبھالنا چاہ رہی تھی اسے چھیڑ کر بولی تو زیاد نے سرد آہ بھر لی تھی۔

"یہ تم لالے کا نام کیوں لیتی ہو، ہماری طرح لالہ کیوں نہیں کہتی؟"

زیاد کے سوال پہ نوریہ کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا، اس نے ہونٹ بھینچے اور نگاہ کا زاویہ بدل کر دوسری جانب دیکھنے لگی زیاد جواب کا منتظر تھا۔

"بولتی کیوں نہیں ہو؟"

"کچھ خاص نہیں شروع سے عادت نہیں ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی وہ کمرے سے باہر جا رہی تھی جب زینب کی نگاہ اس پر پڑی اس پل بھی وہ پرنیاں کے ساتھ جڑی بیٹھی تھی اور اسی سے باتوں میں محو تھی لمحہ بھر کو متوجہ ہوئی تھی پھر پرنیاں سے کوئی بات کرنے لگی جب وہ لوگ کھانا کھانے میں مصروف تھے جہان کی کسی بات پہ زیاد نے اختلافی نقطہ اٹھایا تھا اور بلاوجہ بات کو طول دے کر تلخ ہوتا چلا گیا، پپا نے اسے بلادریغ ڈانٹ دیا تھا جس کے نتیجے میں زیاد ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھانا ادھورا چھوڑ گیا، سب سے زیادہ متاثر پرنیاں ہوئی تھی، کسی حد تک حراساں و متوحش پپا نے اس کے سر پہ دست شفقت رکھا تھا۔

"ریلیکس بیٹا! ٹیک اٹ ایزی!" پرنیاں کو تسلی دینے کے بعد پپا نے باقی سب کو کھانے کا اشارہ کیا تھا، نوریہ بے حد ڈسٹرب ہو چکی تھی، صورتحال کی گمبھیرتا کو وہ اچھی طرح سے سمجھ چکی تھی باقی سب کی طرح سے اسے بھی زیاد کو جہان کو خوامخواہ ڈی گریڈ کرنا پسند نہیں آیا تھا، سب سے پہلے جہان ہی کھانے کی ٹیبل سے اٹھا تھا پھر پپا اور ان کے بعد اٹھنے والی نوریہ تھی، برآمدے میں آ کر کچھ دیر تک مضمحل سی کھڑی رہی، انرجی سیور لیمپ کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا کتنے جل کر گر چکے تھے، بھلوریں کانچ سے ٹکراتے پروانوں کے حسین وجود کی ہلکی کھنک سے فضا بوجھل تھی اس نے گہرا سانس کھینچا پھر گویا زیاد سے بات کرنے کا فیصلہ کرتی کچن میں آ گئی ٹرے میں کھانا نکالا تھا اور اٹھاتے ہوئے زیاد کے کمرے کی جانب آئی تو وہ اسے ٹیرس پہ ٹہلتا ہوا مل گیا تھا۔

"کھانا کھا لیں زیاد بھائی!" اس نے جتنے رسان سے کہا تھا زیاد نے اسی قدر تلخی سے اسے گھورا۔

"مجھے نہیں کھانا، تم کیوں آئی ہو اس ہمدردی کے ساتھ......؟" وہ چیخ پڑا۔

"کس کی ہمدردی؟" نوریہ نے استعجابی نظریں اس کے چہرے پہ جما کر اسے گھورا زیاد حیران ہوا تھا۔

"آپ کو غلط فہمی ہے کہ میں آپ کی ہمدردی میں آئی ہوں۔"

"مجھے یہ خوش فہمی لاحق نہیں ہے۔" اس کا موڈ بگڑا تھا جبھی پھنکارا۔

"میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہم مانا جاؤں، یہ سب تو جہان صاحب کے حسین و جمیل چہرے کے لئے مختص ہے نا۔" وہ بے تکان تلخ ہو چکا تھا اس کے لہجے میں اتنی تپش تھی کہ نوریہ نے خود کو جھلستا محسوس کیا۔

"زیاد بھائی بسا اوقات حقیقت اپنی تمام تر بے رحمی اور بدصورتی سمیت دانستہ دفنانا پڑتی ہے تاکہ اس کی کڑواہٹ اور تلخی سے سارا ماحول نہ خراب ہو، میری آپ سے صرف اتنی ریکویسٹ ہے آپ جہان بھائی کے ساتھ الجھنا چھوڑ دیں۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری یہ بات مان لوں گا؟"

"پپا نے سب کے سامنے مجھے ڈانٹا اور پرنیاں بھابھی کا بھی خیال نہیں کیا، کیا عزت رہی ان کے سامنے میری۔" وہ تڑخ کر بولا تھا نوریہ نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا اور گہرا سانس بھر کے بولی تھی۔

"اس لئے کہ ماموں آپ کی طرح سے حقیقت سے آنکھیں نہیں چرائے ہوئے۔"

"حقیقت...... حقیقت...... کیا ہے آخر یہ حقیقت؟ جس سے ساری دنیا آگاہ ہے ماسوائے میرے۔" وہ پھر چیخا اس کا ضبط جواب دے چکا تھا، نوریہ نے اس مرتبہ دانستہ تجاہل برتا تھا، زیاد جو سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے آنکھیں پھیر جانے پہ مشتعل ہو کر رہ گیا۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہو؟ بتاؤ مجھے کیوں کیا ہے جہان نے ایسا؟"

"میں نے کہا نا کچھ حقیقتیں ہرگز بھی قابل اعتراف نہیں ہوتیں ان کا عیاں نہ ہونا ہی......"

"تم اپنا یہ گمبھیر فلسفہ اپنے پاس رکھو سمجھیں، مجھے اصل بات بتاؤ۔" اس نے نوریہ کا بازو اسی غصیلے انداز میں پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا تھا کہ وہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"چھوڑیں مجھے زیاد بھائی!"

"وہ تکلیف کے احساس سے نم آنکھوں سمیت کراہی۔"

"میں نے کہا نا مجھے میری بات کا جواب دو۔" معاذ نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے پھنکار کر کہا تھا، نوریہ اب کے کچھ خائف ہوئی تھی، بہرحال وہ زینب کا راز طشت ازبام بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میرا ہاتھ درد کرنے لگا ہے بھائی پلیز چھوڑیں مجھے۔" اب کے وہ سسک اٹھی تھی مگر لفظ بھائی نے گویا زیاد کے طیش کو کچھ اور بڑھا دیا۔

"کتنی مرتبہ کہوں بھائی وائی نہ کہا کرو مجھے۔" اس نے آنکھیں نکال کر غصیلے پن سے کہا تھا، نوریہ شاکڈ ہو کر رہ گئی، اس سے قبل کہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں آتی مما اپنے دھیان میں اندر داخل ہوئی تھیں ان دونوں کو ایک ساتھ اور اس طرح دیکھ کر حیرت کی زیادتی سے وہیں دروازے میں تھم کر رہ گئیں۔

"کیا ہو رہا تھا یہ؟" گو کہ زیاد، نوریہ کو چھوڑ کر فاصلے پہ ہو گیا تھا اس کے باوجود انہوں نے

خاص ناگواری و خفگی سمیت بیٹے کو دیکھا تھا، وہ بے ساختہ خفت زدہ انداز میں نظریں چرا گیا۔
"کیا پوچھ رہی ہوں زیاد؟" انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ کڑے انداز میں استفسار کیا تو زیاد منمنا کر بولا تھا۔
"یہ میری بات نہیں مان رہی تھی۔"
"کون سی بات؟ بھائی نہ کہنے والی؟" مما نے اپنے ساتھ لگی کھڑی نوریہ کے آنسو نرمی و محبت سے پونچھ کر بیٹے کو ملامت کی، زیاد کی خجالت کا کوئی انت نہیں رہا تھا۔
"ہاں ٹھیک ہے آپ بھی مجھے ہی ڈانٹیں۔" وہ جھنجھلا کر انہی پہ الٹ پڑا۔
"جب تم غلط ہو تو تمہیں ہی ڈانٹ پڑے گی نا۔"
"ہاں جہان صاحب تو حج کر کے لوٹے ہیں، تمام گناہوں سے مبرا۔" وہ حلق تک کڑواہٹ بھر کے بولا، مما نے اسے دیکھا تھا پھر خفگی کے اظہار کو رخ پھیر لیا۔
"یہ کیا بات ہوئی بھلا مما! میں احمق نظر آتا ہوں شکل سے آپ کو؟ مجھے کوئی کچھ کیوں نہیں بتاتا؟"
"اس لئے مائی سن کہ بتانے کو قابل فخر ایسا کچھ نہیں اور آپ ٹھہرے بلا کے جذباتی۔"
"کیا مطلب؟ جہان بھائی نے باہر شادی وادی تو نہیں کر رکھی۔"
"کاش ایسا ہی ہوتا ہمارے سر تو اس بچے کے سامنے نہ جھکتے۔" مما کی آنکھیں ہی نہیں کا بھی بھرا گیا، زیاد نے الجھ کر انہیں دیکھا تھا۔
"میں سمجھا نہیں مما!"
"یہ منگنی زینب کی ایما پہ ہو رہی ہے، بس سن لیا اب بھی جا کے اکڑو جہان کے سامنے جا کر، ارے وہ بچہ اپنی شرافت کی وجہ سے خاموش ہے اور آج کے دور میں کسی کی شرافت کو اس کی کمزوری ہی سمجھا جاتا ہے۔" انہوں نے دکھ بھری افسردگی سے کہا اور بھیگی آنکھیں پونچھتی ہوئیں باہر چلی گئیں زیاد ساکن کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

تجھ کو شاید نہیں خبر سائیں
عشق کرتا ہے معتبر سائیں
تیرے قدموں میں رکھ دیا خود کو
اب جو چاہے سلوک کر سائیں
اپنے صدمے سے مار دیتا ہے
عشق ملتا نہیں اگر سائیں
تجھ کو چاہا نہیں خدا کی قسم
تجھ کو پوجا ہے عمر بھر سائیں
بھول جاؤں میں کس طرح سب کچھ
زور چلتا ہے عشق پر سائیں

ساحلوں کی ہوا ہوں آج مجھے
اپنی مٹھی میں قید کر سائیں

اس نے گہرا سانس کھینچا اور بجھتا ہوا سگریٹ ٹیرس سے نیچے اچھال دیا، ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ اسٹیج وغیرہ کے کاموں سے فراغت کے بعد اپنے روم میں آیا تھا اور یادوں سے چھٹکارا پانے کی غرض سے ٹیرس پہ ٹہلنے لگا تھا، کل کی تقریب کا سارا انتظام لان میں کیا گیا تھا، وادی سے یہاں تک کا سفر طے کر کے آنے والوں کے آرام کا ہر لحاظ سے خیال کیا گیا تھا ان لوگوں کو اسی روز چونکہ واپس بھی جانا تھا جبھی رات کی بجائے دن میں ہی تقریب ہونا تھی انتظام بے حد اعلیٰ پیمانے پہ کیا گیا تھا اور جہان نے ہر کام میں پیش رہ کر، معاذ کی غیر موجودگی اور زیاد کی لاپرواہی کے باعث اس نے پپا کے بیٹا ہونے کا حق ادا کر کے دکھایا تھا دل کی حالت کو یکسر نظر انداز کیے خود کو سنبھال لینے کے باوجود پتہ نہیں کیوں وہ ان لمحات میں پھر کمزور پڑ رہا تھا حالانکہ یہی نہیں چاہتا تھا وہ، اس نے بے چینی سے اپنی پیشانی کے بال مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیا اور اپنی جلتی ہوئی آنکھیں بند کر لیں، زینب کو ہمیشہ کے لئے کسی اور کو سونپ دینے کا احساس اتنا تکلیف دہ تھا کہ اسے اپنا وجود دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا محسوس ہونے لگا، بھیگتی رات کے نم جھونکے اس کے حدت سے بھرے وجود کو چھو چھو کر گزرنے لگے، اسے اپنے قریب ہلکی آہٹ محسوس ہوئی تھی، اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اپنے روبرو زینب کو پا کر متحیر رہ گیا تھا۔
"تم! تم کب آئیں؟"
"جب آپ بہت پریشان ہو رہے تھے۔"
"کیا ہوا جے؟" وہ کتنی ہمدردی سے پوچھ رہی تھی جہان کا کرب دوچند ہو گیا۔
"تم اس وقت کیوں آئی ہو خیریت؟" جہان نے اس کا پہلا سوال نظر انداز کر دیا تھا، زینب نے کاندھے اچکا دیئے۔
"آپ کو وش کرنے، آپ کا برتھ ڈے ہے نا آج۔" اس نے خوبصورت ریپر میں لپٹا گفٹ آگے کر کے اسے خوبصورت لفظوں میں وش کرنا شروع کیا تھا، جہان ساکت و صامت کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔
"آئی ایم ساری جے میں اس مرتبہ لیٹ ہو گئی ہوں، ایک وجہ تو یہ تھی آپ یہاں نہیں تھے اور......"
"اب اس قسم کے چونچلوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں، میں نے سمجھایا بھی تھا کہ......؟"
"پلیز جے! لیو اٹ۔"
"میں خود کو پابند نہیں کر سکتی اور سکری فائز میری نیچر میں نہیں ہے میں نے بھی کہا تھا نا کہ مجھے آپ کو نہیں کھونا۔" وہ جواباً چیخ کر بولی تھی، جہان ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا، اس کی اتنی سنجیدگی کو دیکھ کر زینب مسکرائی تھی، پھر شوخی سے آنکھیں نچا کر بولی۔
"مجھے سنجیدہ مزاج مرد بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

''زینب جاؤ یہاں سے۔'' جہاں نے سرد مہری سے جواب دیا تھا مگر اس پہ قطعی اثر نہیں ہوا۔

''کیوں بھئی! میں تو سیلبریٹ کرنے آئی ہوں، آئیں میرے ساتھ اندر اور کیک کاٹیں۔''

اس نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو جہان نے نہایت درشتی سے اپنا بازو پشت پہ کرلیا تھا۔

''تم دو کشتیوں کی مسافر ہو رہی ہو زینب اور ایسی حماقت کرنے والا ہمیشہ نقصان اٹھایا کرتا ہے۔''

''نو ایڈوائز جے پلیز! اس طرح آزادی کے ساتھ یہ میں آخری سالگرہ منا رہی ہوں آپ کی، پھر پتہ نہیں نصیب میں کیا لکھا ہوگا، میں نے خود کیک بیک کیا ہے۔'' وہ ملتجی ہو کر کہتی اداس نظر آنے لگی جہان کو ہمیشہ کی طرح ہتھیار اس کے سامنے پھینکنے پڑے تھے۔

''مجھے کچھ سنائیں نا جے!''

جب وہ کیک کاٹ چکا زینب نے ایک نئی فرمائش کردی تھی جو اس کے انکار کے باوجود زور پکڑتی گئی تھی اور جہان نے یہاں بھی اس کی مان لی تھی اور گلا کھنکار کر اس سے نگاہیں چار کیے بنا سنجیدگی کے ساتھ ساتھ تنبیہی انداز میں کہنے لگا۔

اتنا ہی یاد رکھ مجھے
جیسے کسی کتاب میں
بیتے دنوں کے دوست کا
اک خط پڑا ہوا ملے
لفظ مٹے مٹے سے ہوں
رنگ اڑا اڑا سا ہی
لیکن وہ اجنبی نہ ہو
اٹھ کر تیرے گلے لگے
بھولے ہوئے تمام سکھ
بیتے دنوں کی سب کتھا
تجھ سے کہے اور رو پڑے
اتنا ہی یاد رکھ مجھے
بیتے دنوں کے دوست کا
جیسے کوئی خط ہوں میں
رکھا ہوا کتاب میں

نظم ختم کرنے کے بعد جہان نے اسے دیکھا تو وہ گھٹنوں پہ چہرا ٹکائے اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''میں آپ کی بات ماننے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔'' اس نے جہان کو گویا چھیڑا تھا، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''چلو اب جاؤ رات بہت ہوگئی ہے، پرنیاں بھابھی سو گئیں؟''

''ہاں کب کی؟ حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا اس سے باتیں کرنے کا، جے معاذ بھائی انہیں دیکھ کر کیا ری ایکشن دیں گے بھلا؟'' جہان چونکہ بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا جبھی کاندھے اچکانے پہ اکتفا کیا۔

''رئیلی وہ تو ہماری سوچوں سے کہیں بڑھ کر خوب صورت نکلی ہیں۔''

''مجھے حیرانی اس بات کی ہے تمہیں ان کی خوب صورتی سے جیلسی کیوں نہیں فیل ہوئی۔''

جہان اس کی تعریفوں پہ واقعی ہکا بکا تھا ورنہ زینب وہ تھی کہ اپنے آگے کسی اور کی تعریف ہضم نہیں کر سکتی تھی، کجا پرنیاں کے خود قصیدے پڑھے جا رہی تھی، جہان کی اس بات پر خجل ہو کر ہنس دی۔

''وہ بھابھی ہیں میری، لالے کی مسز، ان سے کیوں جیلس ہوں گی بھلا۔''

''اوکے فائن! اب جاؤ سو جاؤ جا کے۔'' جہان نے اپنا سیل فون اٹھایا جس کی بیل اچانک ہی زور و شور سے بجنے لگی تھی۔

''یہ اس وقت آپ کو کس کا فون آ گیا دکھائیں، کوئی ضرورت نہیں سننے کی۔'' زینب کو یہ مداخلت ناگوار گزری تھی، جبھی سیل جہان سے اچکنا چاہا مگر جہان نے ہاتھ پیچھے کرلیا تھا، زینب نے مشکوک ہو کر اسے دیکھا۔

''معاذ کا فون ہے۔'' جہان نے کال پک کرنے سے قبل اسے بے اختیار وضاحت دی، زینب ایکدم خوش ہوئی تھی۔

''میری بات کرائیے گا۔''

''کون ہے تمہارے ساتھ جے؟'' معاذ تک یقیناً زینب کی آواز پہنچ گئی تھی جبھی اس نے سوال کیا تھا۔

''کوئی نہیں ہے، تم نے اس وقت کیسے کال کی خیریت؟''

''تمہیں وش کرنا تھا یار! سوری میں لیٹ ہوگیا۔'' وہ معذرت کر رہا تھا اور جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، واقعی وہ زینب جیسا مزاج اور عادات رکھتا تھا۔

''کیا گفٹ بھیجوں تمہیں یہاں سے؟''

''میں بچہ تھوڑی ہوں یار؟'' جہان نے ٹوکا تھا تب ہی زینب نے اس کے ہاتھ سے سیل فون چھین لیا، جہان پہلو بدل کر رہ گیا۔

''لالے کیسے ہو آپ؟ آپ پھر مجھ سے ہار گئے ہیں، میں آپ سے پہلے جے کو وش کر چکی ہوں۔'' وہ کھلکھلا رہی تھی جبکہ معاذ کے اعصاب گویا ایک دم سے تناؤ سمیٹ لائے تھے۔

''تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی اس زحمت میں پڑنے کی سمجھیں؟ جو کچھ تم کر چکی وہ کافی نہیں ہے کیا، زینب اگر میں یہ کہوں کہ تم سے بڑا احمق اور کوئی نہیں تو یقیناً میں غلط نہیں ہوں گا، ایک بات یاد رکھنا زینب تم نے جہان کا انتخاب نہ کرکے خود اپنے آپ سے زیادتی کی ہے اور اس کا احساس تمہیں وقت کے ساتھ ہو جائے گا۔'' غم و غصے کی زیادتی سے بپھر اٹھا تھا اور جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا، زینب کے چہرے کے بدلتی کیفیت سے جہان نے صورت حال کا اندازہ کیا تھا اور بے چین ہو کر اس کے کان سے لگا سیل فون ہٹا کر سلسلہ منقطع کر دیا، وہ دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ کچھ

دیر اسے دیکھتی رہی تھی پھر منہ پہ ہاتھ رکھے پلٹ کر بھاگتی اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئی، جہان پریشانی کے عالم میں اس پکارتا پیچھے آیا مگر وہ جا چکی تھی۔

☆☆☆

مجھے وہ لاکھ تڑپائے مگر اس شخص کی خاطر
میرے دل کی اندھیروں میں وفائیں رقص کرتی ہیں
اسے کہنا کہ لوٹ آئے سلگتی شام سے پہلے
کسی کی خشک آنکھوں میں صدائیں رقص کرتی ہیں
خدا جانے یہ کیسی کشش ہے اس کی آنکھوں میں
میں اس کا ذکر چھیڑوں تو ہوائیں رقص کرتی ہیں

اس نے بیڈ کے کنارے ٹک کر نگاہ کا زاویہ بدل کر جائزہ لیا، بھاری پردے تمام سہولیات سے مزین لگژری بیڈ روم میں اے سی کی کولنگ سرسرا رہی تھی، بے حد خوابناک ماحول تھا، معاً اس کی نگاہ ساکن ہو کر رہ گئی سامنے دیوار پہ معاذ حسن کی انلارج شدہ تصویر تھی، گاؤن پہنے ڈگری ہاتھ میں پکڑے بااعتماد انداز میں مسکراتا ہوا وہ کچھ اور بھی پرکشش لگتا تھا اتنا کہ دل اپنی دھڑکن کی رفتار بدل لے، اس نے گھبرا کر ان بولتی ہوئی شوخ آنکھوں سے نظر چرائی اور بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی، دیوار گیر شیشے کی الماری میں معاذ کی شیلڈز میڈل اور ٹرافیز سجی ہوئی تھیں جو اس کے شاندار اکیڈمک ریکارڈز کی گواہ تھیں، اب اس میں شک کی گنجائش باقی نہیں بچی تھی کہ یہ بیڈ روم معاذ حسن کا تھا اور یہاں رات گزارنے کے خیال سے ہی اسے وحشت ہونے لگی، جوتے پیروں میں پھنسا کر وہ باہر جانے کو تھی کہ اسی پل کوئی اندر آ گیا، اس نے بوکھلا کر دیکھا اسما بھابی تھیں، اس کے متوجہ ہونے پہ اپنائیت آمیز انداز میں مسکرائیں۔

''کیا ہوا پرنیاں خیریت؟''

''یہ..... مم میں زینب یا پھر ماریہ کے ساتھ سو جاتی ہوں بھابی!'' کچھ کہتے جھجک کر اس نے اپنا مدعا کچھ اور الفاظ میں بیان کیا، بھابی نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''یہ زینی اور ماریہ کی ہی شرارت ہے تمہیں معاذ کے روم میں بھیجنے کی، ان کا خیال ہے جب اصل ٹھکانہ یہی ہے تو پھر.....'' انہوں نے کسی قدر شرارتی انداز میں فقرہ ادھورا چھوڑا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک سایہ لہرانے لگا، اس کے نام پہ دل پہ جیسے کسی نے مضراب مارنا شروع کر دیا تھا، ایک دھیمی آنچ جو ہر پل سلگاتی تھی یکا یک بھڑک اٹھی۔

''میں یہاں ان کمفرٹیبل فیل کروں گی بھابی!'' اس نے رسانیت سے جواب دیا تھا مگر بھابی کو جواباً شرارت سوجھنے لگی تھی۔

''بھئی وضاحت دو کیوں دیور صاحب کی عدم موجودگی کے باعث یا پھر.....'' پرنیاں کا رنگ واضح طور پر پھیکا پڑ گیا، اس نے آنکھوں میں شدید جلن محسوس کی تھی، کچھ کہے بنا ہاتھ کی انگلیاں چٹخاتی وہ اندر کی ناگواری کو دبانے لگی۔

''چلو آؤ میں تمہیں زینب کے بیڈ روم میں چھوڑ آؤں، ویسے میں سوچتی ہوں معاذ نے تمہیں نہیں دیکھا تو ایک طرح سے بہت اچھا ہوا، ورنہ اس نے ہر کام ٹھپ کر دینا تھا، اپنی پڑھائی بھی اور تمہاری تعلیم بھی، تم اتنی ہی پیاری ہو کہ بندہ سب کچھ بھول جائے، پھر معاذ تو ہے بھی بہت حسن پرست!'' اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے دباتے ہوئے وہ اپنے مخصوص شوخ و شنگ لہجے میں بولی تھیں، پرنیاں کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑنے لگی، بھابی نے بہت دلچسپ نظروں سے اسے جھینپ ہوئے دیکھا تھا۔

''شرماتی ہوئی تو عام سی لڑکی بھی بہت پیاری لگتی ہے، تمہاری تو بات ہی الگ ہے، معاذ تو تمہیں دیکھ کر ہی دیوانہ ہو جائے گا، مجھے صاف لگتا ہے۔'' اس کا گال سہلا کر انہوں نے اسے بے ساختہ سراہا تھا، پرنیاں کچھ اور بھی خفت زدہ ہو کر رہ گئی۔

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے بھابی!'' اس نے کنفیوژ ہو کر کہا تھا۔

''میں نے کہا نا شکر کرو معاذ یہاں نہیں، ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے تمہیں لڑکی!'' انہوں نے پھر معاذ کا حوالہ دیا پرنیاں کی لمبی ریشمی پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔

''تم بیٹھو میں تمہارے لئے دودھ لے کر آتی ہوں، مجھے لگتا ہے زینب سو گئی ہے۔'' وہ اس کے ہمراہ زینب کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا لائیٹ آن کرنے پہ زینب سر تک چادر تانے لیٹی نظر آئی تو بھابی نے تبصرہ کیا تھا۔

''نو تھینکس بھابی میں دودھ نہیں پیئوں گی پلیز۔''

''میری جان تکلف نہیں کرتے، پھر یہ تو تمہارا اپنا گھر ہے۔'' انہوں نے پیار سے اس کا گال سہلایا۔

''نہیں میں رات کو دودھ پینے کی عادی نہیں ہوں اس لئے۔'' اس نے بڑی مشکلوں سے انہیں ٹالا پھر زینب کے برابر لیٹی تو اس کے احساسات بے حد عجیب ہو رہے تھے، دل گداز تھا جیسے بہت سارا رونا چاہتا ہو، وہ ایسے شخص کے گھر پہ اس کے حوالے سے موجود تھی جو اسے بری طرح سے دھتکار چکا تھا، وقت اور حالات کی ستم ظریفی اس کی انا کو زخمی کرتی چلی جا رہی تھی، ان سب لوگوں کی بے پناہ چاہت اور اہمیت بھی اس کے دل میں موجود معاذ کے ناروا سلوک کے زخموں کو بھرنے سے قاصر تھی بلکہ یوں اتنی اہمیت پا کر ان زخموں سے گویا درد رسنے لگتا تھا، اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں ایک ہی بیڈ کے دونوں سروں پہ موجود دونوں نفوس اپنی اپنی کیفیات کے سنگ آنسو بہانے میں مصروف تھے اور وجہ ایک ہی شخص تھا ''معاذ حسن'' زینب کو اس کے الفاظ نے گویا ادھیڑ کے رکھ دیا تھا، اس کے لئے یہ انکشاف کس قدر دل شگاف تھا، زمین میں گاڑ دینے والا کہ جو بھی بات اس کے اور جہان کے بیچ تھی اس سے معاذ آگاہ ہو چکا تھا، کیوں کیسے؟ اس سوچ پہ آ کر اس کا دماغ الجھ کر پھٹنے کے قریب ہونے لگا، ساری رات وہ بے حس و حرکت ساکن پڑی رہی تھی اور صبح نماز فجر کے وقت جب پرنیاں نے بستر چھوڑا اس کی آنکھ لگی تھی، نماز کے بعد اس نے دعا کو ہاتھ پھیلائے تو نم آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں، مستقبل کے عدم تحفظ کا خوف اس کے سر کی ننگی تلوار تھی گویا، بہت دیر تک رب کی بارگاہ میں جھکے رہنے اور بہتری مانگنے کے بعد وہ جائے نماز تہہ کرتے

ہوئے اٹھی تو زینب کے چہرے پہ اس کی نگاہ بھٹک گئی تھی، مغرور تیکھے نقوش میں معاذ حسن کی جھلک نمایاں تھی، ویسی ہی نمایاں ہوئی غلافی آنکھیں اور تراشیدہ گلابی ہونٹ، صبح کی ساری تازگی اور نکھار گویا اس کے چہرے میں آن سمایا تھا، اس کی گھنیری پلکیں ہلکی نمی لئے ساکن تھیں، پرنیاں اس کی شب بیداری ہی کی نہیں گریہ زاری کی بھی گواہ بنی تھی مگر ایک الجھن تھی جو بڑھ گئی تھی، کچھ تھا ایسا جو واضح نہیں تھا، اس کا دل مضمحل ہونے لگا۔

''زینب اٹھیں نماز پڑھ لیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر زینب کا کاندھا ہلایا اور بیدار کرنے کی کوشش کی، وہ نیند میں کسمسائی تھی۔

''زینب......!''

''جے...... جے! لالے کو کس نے بتایا؟ وہ سب کچھ کیسے جان گئے ہیں مجھے بتائیں، انہوں نے مجھے ڈانٹا ہے۔'' وہ نیند میں بڑبڑائی تھی اور اضطرابی کیفیت میں تکیے پہ سر پٹخا، پرنیاں ایکدم ساکن ہو گئی تھی، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ وہ بے ساختہ پیچھے ہوئی تھی، پھر پلٹ کر کھڑکی کی جانب آ گئی، پردہ ہٹا کر دریچہ وا کیا تو صبح کی ہوا کے خوشگوار جھونکے اس کے چہرے کو فرحت بھرا احساس بخش کر کمرے میں بکھرنے لگے، ایک روشن صبح شاہ ہاؤس کے در و دیوار پہ اترتی جا رہی تھی، کوٹھی کی بیرونی آتش پھولوں کی بیل سے ڈھکی دیوار کے پار شفاف سڑک پہ ہوا خشک پتے اڑاتی تھی، دونوں اطراف بنگلوں کی قطاریں دور تک جاتی تھیں، یہ پوش علاقہ تھا یہاں سب صاحب حیثیت لوگ رہائش پذیر تھے، ہر بنگلے کے پورچ میں قیمتی گاڑیاں کھڑی تھیں گیٹ پہ واچ مین مستعد نظر آتا تھا مگر یہاں کے لوگ ایک دوسرے سے صدیوں کے فاصلوں پہ نظر آتے ہیں، جن کے اپنے دکھ اور اپنے سکھ الگ الگ ہوا کرتے تھے، شاہ ہاؤس کے وسیع و عریض لان میں تقریب کے مطابق سب تیاری تقریباً مکمل تھی، اس کی نگاہ آرائشی لیمپ کے پاس کھڑے جہان پہ پڑی، سلگتا ہوا سگریٹ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کے بیچ پھنسا ہوا تھا جسے وہ وقفے وقفے سے ہونٹوں سے لگا کر کش لیتا تھا، وہ جتنا گریس فل اور امپریسو نظر آتا تھا اس کا ہر انداز اس سے بڑھ کر دلکشی سمیٹے ہوئے تھا، پرنیاں کو سگریٹ پھونکتے مرد کبھی اچھے نہیں لگے تھے مگر جہان اسموکنگ کرتے ہوئے بھی باوقار نظر آتا تھا، اس نے گردن موڑ کر ایک نظر زینب کو دیکھا جو ہنوز گہری نیند میں تھی پھر جہان کی جانب وہ وہیں کھڑا تھا اور کسی ملازم کو شاید کچھ ہدایات دے رہا تھا پرنیاں کا دل چاہا وہ جہان کے پاس جائے اور زینب کے حوالے سے بات کرے مگر یہ کسی طور بھی مناسب بات نہیں تھی، یہ اس کا سسرال تھا اور یہاں اس کا پہلا دن تھا قیام کا، اس نے گہرا سانس بھر کے خود چیئر پہ گرا دیا، ٹیبل پہ پڑا میگزین اٹھا کر ورق گردانی کر رہی تھی جب آہٹ پہ چونکی تھی، مما کچھ ہاتھ میں کچھ سامان لئے بھابھی کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھیں، پرنیاں نے میگزین رکھ کر اپنا دوپٹہ سنبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو بیٹے بیٹھو! مجھے اسما نے بتایا آپ زینب کے کمرے میں ہو، یہ زینی ابھی تک اٹھی نہیں، بہت لاپرواہ ہے یہ لڑکی۔'' انہوں نے زینب کو دیکھ کر جیسے ٹھنڈا سانس بھرا تھا پھر صوفے پہ شاپنگ بیگ رکھ کر پرنیاں کو مخاطب کیا۔

''بیٹے آپ ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو!''

پرنیاں جیسے چونکی اور اسی خاموشی سے ان کے قریب آ گئی انہوں نے اس کا سبک گلابی ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھایا تھا پھر بیگ سے ایک جیولری باکس کھول کر اس کے آگے رکھ دیا۔

''میں چاہتی ہوں میری بیٹی آج یہ جیولری اور یہ لباس پہنے۔'' ان کی فرمائش پہ پرنیاں شپٹا سی گئی تھی، پنک کلر کا کامدانی بے حد بھاری مگر اسٹائلش لباس تھا اور اسی سے میچ کرتی کندنی جیولری۔

''مم مگر میں......''

''بیٹے پلیز انکار نہیں کرنا، آج یہاں سب آپ سے اس گھرانے کی بہو کے حوالے سے متعارف ہوں گے، سب کو پتہ ہے کہ ہم نے معاذ کا نکاح کر دیا ہے، یہ لباس میں نے خاص طور پہ اس دن کے لئے بنوایا ہے۔'' مما کی وضاحت نے اس کے چہرے پہ ایک ٹھہراؤ سا اتار دیا، اس کی نگاہیں جیولری کی چمک اور تابناکی پہ ساکن ہو کر رہ گئی تھیں۔

''ایکچوئلی چچی جان تمہیں دلہن بنے نہیں دیکھا نا ابھی تک اسی لئے اچھا ہے پہن لو پہلے ہی ایسا بھاری لباس اور زیور آنے والے وقت کی پریکٹس بھی ہو جائے گی۔'' بھابھی نے اپنی عادت کے مطابق شگفتہ انداز میں چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا، مگر پرنیاں کے چہرے پہ خوش رنگ جذبے نہیں جھلملائے بلکہ ایک اذیت بھری بے کلی کا احساس بکھر گیا۔

''پرنیاں بچے کیا سوچ رہی ہو میری جان! کیا یہ سب پسند نہیں آیا؟ سوری بیٹے بس مجھے خیال نہیں رہا تمہیں ساتھ لے جا کر شاپنگ کرا دیتی مگر تمہاری......''

''آپ غلط سوچ رہی ہیں مما پلیز، ایسی بات نہیں ہے۔'' اس نے گڑبڑا کر ان کی بات کاٹی تھی تو مما نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''پھر کیا بات ہے بیٹے؟''

''میں نے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا ہے تو......''

''یہ وقت کا تقاضا ہے میری جان! یہ تو صرف ریہرسل ہے اصل کام تو دیور صاحب کی واپسی پہ ہو گا۔'' بھابھی نے پھر لقمہ دیا تھا، پرنیاں کے چہرے پہ پھر تاریک سایہ لہرایا، مما اس کی کیفیات و احساسات سے آگاہ تھیں انہوں نے بے ساختہ اسے ساتھ لگا کر چوما تھا۔

''سب ٹھیک ہو گا میری بچی! اللہ پہ بھروسہ رکھو۔'' ان کی تسلی پہ پرنیاں کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں، سر جھکائے وہ آنسو ضبط کرنے لگی، اسی لمحے دروازہ کھول کر زیاد تیزی سے اندر آیا تھا۔

''مما آپ کے لئے لالے کا فون ہے۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا اسیل فون مما کو تھمایا، پرنیاں نے بنا دیکھے بھی بھابھی کی شوخ نگاہوں کو محسوس کیا۔

''ارے اسے پتہ تو نہیں چل گیا کہ مما اس وقت پرنیاں کے ساتھ ہیں، مما کا تو بہانہ ہے وہ اپنی زوجہ سے بات کرنا چاہ رہا ہو گا۔''

بھابھی پتہ نہیں تھیں ہی ایسی چلبلی یا ابھی ہو رہی تھیں جو بھی تھا مگر پرنیاں کے لئے ان کی یہ لفظی چھیڑ چھاڑ اذیت کا باعث بن رہی تھی۔

''ہاں بیٹے کیسے ہو؟'' اس کا دھیان نا چاہتے ہوئے بھی مما کی جانب ہوا جو اسی دشمن جان

سے محوِ کلام تھیں، مما بات کرتی رہی تھیں اور جب سیل فون واپس زیاد کو دیا تو ان کے چہرے پہ پریشانی تھی۔

''سب خیریت ہے نا چچی جان!'' بھابھی نے استفسار کیا تھا، مما چونکیں۔

''ہاں بیٹے اللہ کا شکر ہے۔''

''معاذ کیا کہہ رہا تھا؟''

''زینب کی منگنی کے حوالے سے ہی بات کر رہا تھا، ڈر تو ہوتا ہے نا اپنی بچی کو غیر ہاتھوں میں سونپتے۔'' وہ مضطرب سی بولی تھیں۔

''بھر جائی آپ کہاں بڈھوں کی محفل میں پھنسی ہوئی ہیں آئیں میرے ساتھ ناشتہ اکٹھے کرتے ہیں۔'' زیاد نے مسکرا کر پرنیاں کو دیکھا مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی، بھابھی ہنس پڑیں۔

''اسے ابھی عادت نہیں ہے نا بھابھی کہلوانے کی جبھی ایسا ہوا ہے۔'' بھابھی نے زیاد کو چھیڑا تھا، اس نے کاندھے اچکا دیئے۔

''پڑ جائے گی عادت جب ہر طرف سے بھر جائی کی ہی صدا ابھرے گی تو۔''

''کیوں بھر جائی کی ہی کیوں؟ بیگم اور بیوی کی کیوں نہیں، کچھ حقوق اس کے بیچارے کے بھی رہنے دینا جس کی وجہ سے تم کچھ لگے ہو۔'' بھابھی نے پھر چھیڑا تھا زیاد زور سے ہنس پڑا، پرنیاں کی رنگت دہک اٹھی۔

''اجی ہم تو فرضی لوگ ہیں اصل حقدار تو وہی ہوں گے موصوف۔'' زیاد بھی گویا ان کے ساتھ مل کر بات کو طول دینے لگا تھا۔

''خیر اتنے بھی معصوم نہ بنو کوئی تو تمہارے لئے بھی ہوگی جس کے سب کچھ تمہی ہو گے۔''

''کیوں نہیں جی انشاء اللہ وہ وقت بھی دور نہیں، آپ کے منہ میں گھی شکر۔'' جواباً زیاد لہک کر ترنگ میں آ کر بولا تو اس انداز پہ پرنیاں بھی آہستگی سے مسکرا دی تھی، اسی طرح ہر ہر جگہ پہ خصوصی اہمیت سے نوازا جاتا رہا جو پرنیاں کے اندر موجود تھکن کو گہرا کرتی رہی تھی، مما اور پپا نے بالخصوص اسے ہر جگہ معاذ کے حوالے سے متعارف کرایا تھا اور گویا ستائش وصول کی تھی، دلربائی تو یوں بھی اس پہ ختم تھی مگر اس دن تو گویا اس کی چھب ہی نرالی تھی۔

''پوری اور مکمل دلہن لگ رہی ہو، بس ایک دولہا کی کمی ہے، کیا خیال ہے بلا نہ لیں لالے کو؟''

جب وہ تیار ہونے کے بعد سب کے سامنے آئی تھی تو جہاں مما اور مما جان نے اس کی بے ساختہ بلائیں لے کر پیار کیا تھا، زینب کو اسے چھیڑنے میں مزا آنے لگا تھا۔

''تم خود دلہن ہو لہٰذا آرام سے بیٹھو، سیانے کہتے ہیں زیادہ بولنے سے روپ اڑ جاتا ہے۔'' اسما بھابھی نے لقمہ دیا تو زینب نے منہ بگاڑ لیا تھا۔

''یہ ایسا حسن تھوڑی ہے جو اس طرح اڑ جائے، قدرتی چیز کی نور ہی الگ ہوتی ہے جناب بیوٹی پارلر کا کمال نہیں ہے۔'' شبہ لالے نے زینب کو لپٹا کر پیار کیا تھا اور گویا اس کا دفاع کیا تھا، تقریب کے اختتام پہ سسرالی مہمانوں کی رخصتی کے بعد جب زینب ڈل گولڈن کلر کا شرارہ ذرا سا

اٹھائے اپنے کمرے میں جا رہی تھی راہداری کے موڑ پہ اس کا غیر متوقع سامنا جہان کے ساتھ ہو گیا تھا، بلیو نو پیس سوٹ میں ملبوس بے حد وجیہہ بے حد شاندار نظر آتا ہوا جہان جلدی میں تھا یا اس پہ یہ عجلت ظاہر کی تھی جو ایک نگاہ تک اس پہ ڈالے بنا کترا کر نکل جانا چاہتا تھا مگر زینب کو بھلا یہ گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ اسے نظر انداز کر جائے۔

''جے ون اے منٹ۔'' وہ لپک کر اس کے راستے میں آ گئی تھی جہان اگر بروقت ایک جھٹکے سے تھم نہ جاتا تو تصادم یقینی ہو جاتا اس نے جھلا کر زینب کو دیکھا تھا، صبیح پیشانی پہ نازک سی بندیا بھی تھی جو اس کی دمک اور دلکشی کو بڑھا رہی تھی، کانوں میں آگے پیچھے جھولتے بڑے بڑے آویزے اور پوری توجہ سے کیا گیا میک اپ وہ تو سادگی میں بھی غضب ڈھایا کرتی تھی یہ روپ تو حواسوں پہ چھا جانے والا تھا جہان کی آنکھیں کیا پورا وجود جانے کس کس احساس کے تحت سلگ اٹھا۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے، لالے کے متعلق۔'' جہان کے نظریں چرا جانے اور چہرے کا رخ پھیر لینے کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی وہ زہرخند سے بولی تھی۔

''جو بھی بات کرنی ہے بعد میں کرنا فی الحال میں بہت اہم کام سے جا رہا ہوں۔'' جہان نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا اور اس پہ مزید نگاہ ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا زینب تلملا کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

نہ بجھا چراغ دیار دل نہ بچھڑنے کا تو ملال کر
تجھے دے گی جینے کا حوصلہ میری یاد رکھ لے سنبھال کر
یہ بھی کیا کہ ایک ہی شخص کو کبھی سوچنا کبھی بولنا
جو نہ بجھ سکے وہ دیا جلا جو نہ ہو سکے وہ کمال کر
غم آرزو میری جستجو میری سمت کہ آ گیا روبرو
یہ سکوت مرگ ہے کس لئے میں جواب دوں تو سوال کر
تو بچھڑ رہا ہے تو سوچ لے تیرے ہاتھ ہے میری زندگی
تیرا روٹھنا میری موت ہے میری بے بسی کا خیال کر
میرے دل کو میرے ضبط کا میری بے بسی میرے صبر کا
جو یقین نہ آئے تو دیکھ لے تو ہوا میں پھول اچھال کر

اس کے وجود پہ گہرا سکوت طاری تھا، سرسبز لان میں رنگین چھتری کے نیچے چیئر پہ بیٹھا وہ جیسے خود سے بھی غافل تھا، بارش ایک تواتر سے برس رہی تھی اور ٹین کی چھت پہ اس کی آواز کا ردھم بہت خوبصورت انداز میں گونجتا تھا، ماحول میں خوشگوار ٹھنڈک تھی، بدلتا موسم اپنے ہمراہ بے پناہ رنگینی سمیٹ کر لایا تھا مگر اس کے اندر ویرانیاں بسیرا کر چکی تھیں، فضا میں باربی کیو کی مہک رقص کرتی تھی اور اس کے ساتھ بارش میں نہاتے لیموں کے پودے کی ترش باس بھی، لان کی امریکن اسٹائل گھاس بھیگ کر کچھ اور بھی سرسبز اور شفاف نظر آنے لگی تھی، وہ ساکن بیٹھا اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھا ہوا تھا، معاذ نے کہا تھا۔

''لا حاصل محبت دراصل انسانی وجود کو ایک قبرستان بنا دیا کرتی ہے، جس میں انسان اپنی تشنہ خواہشات اور نامکمل آرزوؤں کی قبر پر تاعمر روتا رہتا ہے، جے میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکوں گا۔'' اور تب اس نے کتنے یقین سے اسے حوصلہ دیا تھا، خود اپنے تمام درد چھپا کر، حالانکہ جس قدر ریزہ ریزہ اس کی ذات ہو رہی تھی خود اسے حوصلے کی ضرورت تھی مگر وہ کب جانتا تھا محبت میں ابھی اور بھی آزمائش باقی ہیں، جب وہ واپس آرہا تھا زیاد اس کے گلے لگ گیا تھا خفت زدہ انداز میں معذرت کرتا ہوا۔

''میں نے بہت بدتمیزی کی تھی نا آپ سے اور پیا ٹھیک کہتے ہیں آپ واقعی بہت گہرے ہیں بہت خاص اور اس قدر عظیم۔'' اور جہان بوکھلا اٹھا تھا۔

''اتنا نہ چڑھاؤ مجھے یار، چا چو تو محبت میں کچھ زیادہ ہی تعریفیں کر جاتے ہیں۔''

''زیادہ نہیں کم کرتے ہیں، انہیں زیادہ کرنی چاہیں جتنے اچھے آپ ہیں۔'' اس نے دیکھا تھا زیاد کی آنکھوں کے گوشے نم تھے اور جہان کے دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا، پتہ نہیں اس کی تمام تر رازداری کے باوجود یہ بات پھیل کیوں گئی تھی، اسے زینب کا زہر خند انداز یاد آیا تو چہرے پہ زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''آپ ایک کھلی کتاب ہیں یا پھر شکل سے اتنے مسکین لگتے ہیں کہ لوگ خود بخود آپ کو جرائم کی لسٹ سے خارج کر دیتے ہیں۔'' کتنا طنز تھا اس کے لہجے میں اس سے بڑھ کر تنفر۔

''یہی تھا آپ کا ظرف ہے! مجھے ساری زندگی اس بات کا افسوس ختم نہیں ہوگا کہ میں نے آپ پہ بھروسہ کیا اور آپ سے مدد مانگی، لعنت ہے مجھ پہ، اب خاموش کیوں ہیں؟ دیں نا کوئی فضول وضاحت۔''

اسے لعن طعن کرنے کے بعد وہ پیر پٹختی چلی گئی تھی اور جہان کے اندر سناٹے اتر آئے تھے، صرف اس کی خوشی کی خاطر اس نے خود اپنے ہاتھوں خود کو برباد کر دیا تھا اور وہ اسے خوشی نہیں دے سکا تھا، اسے کوئی تیز نوک دار شے اپنے وجود کو کاٹتی محسوس ہوئی تھی۔

''صبر کرنے اور صبر آ جانے میں فرق ہوتا ہے، اپنے دل پہ جبر کر کے اپنا حوصلہ آزما کر چپ سادھ لینا جبکہ رو رو کہ اپنا غم منا کر آنکھوں میں آنسوؤں کی قلت ہو جانے کے بعد خاموشی اختیار کر لینا موخرانہ کر کے زمرے میں آتا ہے، صبر کوئی کوئی کرتا ہے، صبر ہر ایک کو آ جاتا ہے، جے تمہیں صبر نہیں آئے گا کیونکہ تم نے صبر کو کرنے کی کوشش کی ہے، وقت نے اگر تمہارے دل پہ حوصلہ مندی اور برداشت کی پرت چڑھا بھی دی تو زینب کا بار بار کا سامنا اس پرت کو توڑتا پھوڑتا رہے گا جو مجھے گوارا نہیں۔''

کتنا سمجھایا تھا اس رات معاذ نے اسے، کتنا سر پٹخا تھا مگر اس کی ایک نہ کو ہاں میں نہیں بدل سکا تھا۔

''صاحب چائے لیں۔'' خانساماں سلیقے سے ٹرے سجائے کھڑا تھا، بار بی کیو و چلی ساس اس نے گہرا تاسفانہ سانس کھینچ کر جلتی آنکھیں لمحہ بھر کو بند کیں اور صرف چائے کا مگ اٹھایا۔

''صاحب آپ!''

''بابا مجھے فی الحال کسی شے کی طلب نہیں۔'' اس نے ہاتھ سے ٹرے واپس لے جانے کا کہا تو خانساماں کے کچھ کہنے پہ پھر ٹوک دیا۔

خانساماں بد دلی سے ٹرے اٹھا کر پلٹ گیا، جہان نے مگ ہونٹوں سے لگا کر پہلا گھونٹ لیا تھا جب اس کے سیل پہ وائبریشن ہونے لگی تھی، اس نے چونک کر ٹیبل پہ پڑے وائبریٹ کرتے سیل فون کو دیکھا اور مسز آفریدی کا نام اسکرین پہ بلنک کرتا دیکھ کر کسی قدر جزبز ہوا تھا۔

''کیسے ہو جہانگیر بیٹے!'' اسے کال ریسو کرنا پڑی تھی، ان کا لہجہ بے حد خوشگواری لئے ہوئے تھا۔

''فائن آپ......''

''میں بھی ٹھیک ہوں سوچا آپ کو یاد کروا دوں کہ آپ کل ہماری طرف انوائیٹڈ ہو۔'' اس یاد دہانی پہ جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا، اسے افسوس ہوا اسے کال پک نہیں کرنی چاہیے تھی، کبھی کبھار مروت اور لحاظ بھی انسان کو بے زار کر سکتا ہے۔

''خاموش کیوں ہو بیٹے، آپ لاہور واپس تو آ گئے ہو نا؟'' ان کے لہجے میں بے چینی سمٹ آئی۔

''جی آ گیا ہوں۔'' وہ کسی طرح بھی اپنی اکتاہٹ نہ چھپا سکا۔

''کزن کی منگنی تھی نا تمہاری؟ کیسی رہی تقریب؟''

''میم اس وقت بزی ہوں آپ مائنڈ نہ کریں پلیز۔'' اس نے اکتاہٹ آمیز سرد مہری سے کہا تو مسز آفریدی نے خفت کا شکار ہوتے بھی اسے کل لازماً آنے کی تاکید کرنے کے بعد فون بند کیا تھا، جہان کا اگلے دن ان کے ہاں جانے کا ہرگز بھی ارادہ نہیں تھا مگر انہوں نے تو گویا اس کا پیچھا ہی لے لیا تھا، بار بار بہانے بناتے وہ خود خفت زدہ ہو گیا تو ازلی مروت کے ہاتھوں پھر ہار گیا تھا، اسے ہاں کرتے ہی بنی تھی، ناچار اسے آفس سے اٹھنا پڑا تھا۔

☆☆☆

بات چلی تیری آنکھوں سے اور جا پہنچی پیمانوں تک
کھینچ رہی ہے تیری الفت آج مجھے مے خانے تک
عشق کی باتیں غم کی باتیں دنیا والے کرتے ہیں
کس نے شمع کا دکھ دیکھا کون گیا پروانے تک
عشق نہیں ہے تم کو مجھ سے صرف بہانے کرتے ہو
یونہی بہانے قائم رکھنا تم میرے مر جانے تک

اس نے پلٹ کر آئینے میں دکھائی دیتے اپنے عکس کو ایک نگاہ دیکھا، پیازی کلر کی فراک جس کے دامن پہ بے حد جھلملاتا ہوا بہت خوبصورت بارڈر تھا، کھلے بالکل سیدھے سلکی سیاہ بال اٹھتی گرتی لمبی ریشمی پلکوں کے ساتھ وہ کرسٹل کی گڑیا کی طرح نازک اور حسین نظر آ رہی تھی، اس نے گہرا سانس بھرا اور پھر سے کھڑکی کی سمت دیکھنے لگی، اسے صرف مسز آفریدی کا انتظار نہیں تھا، اسے جی جان سے جہان کا انتظار تھا جہان جو اتنا پر وجاہت اور اس قدر وجیہہ تھا کہ اس کے دل پہ گریز کے

سارے پردے خود بخود ہٹتے چلے گئے تھے، وہ اس سے محبت کرنے پہ مجبور ہو کر رہ گئی تھی، کس قدر تمکنت تھی اس کے بھی تیوروں میں کس درجہ خود اعتمادی کتنی خصوصیات کا حامل تھا وہ اور اسی قدر پرکشش، ژالے کو اس کی شان بے نیازی کی ادا نے ہی تو اسیر کر لیا تھا، اس کے ہر انداز میں ایک انجانا سا غرور تھا جو اس کے چہرے کا احاطہ کیے رکھتا اس کی بے تاثر نگاہ پہ بھی دل جان لٹانے پہ مائل ہونے لگتا تھا، ایک ازلی تمکنت نہ صرف اس کے لہجے میں محسوس ہوتی تھی بلکہ اس کے چہرے آنکھوں سے بھی اس کا احساس ہویدا تھا، کتنی کوشش کی تھی شعوری کوشش کہ وہ اس دیوانگی پر قابو پا لے، وہ سامنے آئے تو اس کی جانب نہ دیکھے، نگاہ میں وہ دیوانگی وہ وارفتگی نہ امڈے جو اس کے حوالے سے اسے مشکوک کر دے مگر وہ بے اختیار ہوتی چلی جا رہی تھی، کتنا بے خود بے بس کر دیا تھا اس محبت نے اسے، شاید وہ شخص تھا ہی اس قابل کہ اسے ٹوٹ کر تن من دھن وار کر چاہا جاتا، اس کی پرتاثر شخصیت میں بے تحاشا سحر تھا بے پناہ کشش تھی، وقار اور بے نیازی کی آن شان تھی مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس سفر لاحاصل نے اسے تھکا دیا تھا، وہ آغاز میں ہی تھک کر ہانپنے لگی تھی، اس کی بے اعتنائی کو سہنا اتنا سہل نہیں تھا وہ شاید پتھر تھا اس میں وہ جونک نہیں لگا سکتی تھی، مگر مسز آفریدی اسے ہارنے نہیں دے رہی تھیں، ان کی باتیں ان کی تسلیاں۔

''میں جان گئی ہوں ژالے تم اسے چاہتی ہو اور بے حد، یہ اس کی محبت ہی تھی جو ڈاکٹرز کے دعوے دھرے رہ گئے تم ان کے دیئے وقت سے چھ ماہ اوپر جی گئی ہو، وجہ جانتی ہو؟ وہ آس جو جہانگیر کی محبت نے تمہارے اندر پیدا کی اپنی ول پاور کو استعمال کیا اور بیماری کے خلاف یہی امید اور ول پاور اہم کردار ادا کرتی ہے، میری جان وہ بھی تمہیں محبت کرتا ہے، وہ خود اظہار کرے گا تم سے دیکھنا اور جب وہ بتائے گا تو تمہاری بیماری شکست مان جائے گی تمہارے سامنے یو نو من پسند مرد کا اظہار اس کا والہانہ پن وہ اسم ہوتا ہے جو عورت کے وجود کو روئی کے گالے میں ڈھال دیتا ہے اور عورت تمام تفکرات سے آزاد ہو کر ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے اور گویا فضاؤں میں تیرنے لگتی ہے بادل کے ٹکڑوں کی طرح، پانی کی نازک لہر بن کر بہنے لگتی ہے اور یہ ایک ایسا دلفریب احساس ہوتا ہے جس کا کوئی نعم البدل ہو ہی نہیں سکتا، جہانگیر تمہارے ہر جذبے ہر احساس میں برابر کا شریک ہو اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی دولت ہو سکتی ہے؟'' انہوں نے رک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا ژالے جو کنفیوژ اور حجاب میں مبتلا تھی نگاہیں اٹھا کر انہیں نہیں دیکھ سکی تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر محبت سے کہا تھا۔

''میں اپنی بیٹی کو اس دولت سے سرفراز دیکھنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے کہا تھا، ژالے کے چہرے پہ مسکراہٹ سورج کی پہلی کرن بن کر چمکی، اس نے گہرا سانس بھرا اور بے تاب نظروں سے پھر کھڑکی کے پار دیکھا، کھڑکی کے باہر شہر لاہور شور مچا رہا تھا، دھواں چھوڑ رہا تھا، کہیں کہیں بے ترتیب اور کم صورت تھا مگر یہاں بے حد حسین اور چمک دار نظر آتا تھا، بلند و بالا عمارتیں تھیں اور خوشحال بے فکر چہروں کے مالک لوگ، معاً اس کی نگاہ ساکن ہوئی اور دل بہت زور سے دھڑک اٹھا، جہانگیر کی گاڑی آفریدی پیلس کے گیٹ پہ آن کر رک گئی تھی واچ مین گیٹ کھول رہا تھا، مسز آفریدی سے پہلے وہ آ گیا تھا اس کا مطلب تھا اب اسے ہی جہان کا استقبال کرنا تھا، وہ بوکھلا کر

پیچھے ہوئی اور تیزی سے دھڑکتے دل کو سنبھالے پلٹ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

جہان ملازم کی معیت میں اندرونی حصے کی جانب آیا تھا اور بے حد حیران تھا، ملازم سے اسے پتہ چل چکا تھا مسز آفریدی ابھی گھر نہیں پہنچیں، گھر کی پرسکون فضا میں کسی ہلچل کا احساس نہیں تھا۔

''کوئی بھی نہیں ہے گھر پہ؟'' اس کی حیرت پہ غصہ غلبہ پانے لگا تو ملازم سے استفسار کیا۔

''نہیں صاحب چھوٹی بی بی ہیں، بلکہ یہ لیں وہ آ گئیں۔'' ملازم نے جواب دیتے ایکدم جوش سے کہا تو جہان کی نگاہ اس کے ہاتھ کے اشارے کی سمت بے ساختگی میں گھومی اور کچھ لمحوں کو ساکن رہ گئی تھی، اپنے پیروں تک آتے نفیس ملبوس کو اس نے چٹکیوں میں پکڑ کر خفیف سا اوپر اٹھا رکھا تھا اس عمل سے فراک کی فرل پر ایک ہلکی سی لہر پیدا ہو رہی تھی تمکنت سے اٹھی ہوئی صراحی دار گردن کمر تک آتے سلکی بالوں کا آبشار اور سر پہ موجود نازک سا تاج وہ گویا قدرت کا حسین اور دلکش شاہکار تھی اور جس لمحے جہان نے سنبھل کر نگاہ کا زاویہ بدلا اسی پل ژالے اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی، نگاہ کا یہ تصادم بس لمحے بھر کا تھا، مگر ژالے کے دل میں اک جوت سی جگا گیا۔

''السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟'' وہ مسکرائی تو گویا چہرے پہ روشنی چھا گئی، گالوں میں پڑتے ڈمپل میں جہان کی نگاہ لمحہ بھر کو الجھی۔

''میم نہیں آئیں ابھی تک؟ حیرت ہے میں تو سمجھا تھا وہ میری منتظر ہوں گی۔'' سلام کا جواب دے کر جہان نے کسی قدر رعونت سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی، ژالے خجل سی ہو گئی۔

''سوری مما کو شاید کچھ کام پڑ گیا تھا ضروری، آپ بیٹھیں میں انہیں کال کرتی ہوں۔'' وہ تیزی سے پلٹی مگر جہان نے ٹوک دیا تھا اور اطراف میں نگاہ دوڑا کر کسی قدر متحیر ہو کر بولا۔

''انہوں نے مجھے پارٹی میں انوائیٹ کیا تھا مگر یہاں......''

''جی ایکچوئیلی میں یہ برتھ ڈے وغیرہ سیلبریٹ کرنے کو پسند نہیں کرتی مگر مما کی ضد ہوتی ہے نا تو بس......''

''تو کیا آپ نے کسی کو نہیں بلایا؟'' جہان کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں، ژالے نے اس کے چہرے کی ناگواری کو محسوس کیا اور ملول ہوتے دل کے ساتھ سر جھکا لیا۔

''جی کسی کو نہیں۔'' اس نے کاندھے سے سرکتے دوپٹے کو سنبھالتے مجرمانہ انداز میں گویا اعتراف جرم کیا، جہان نے چونک کر اس کے بجھتے چہرے کو دیکھا تھا اور جیسے اپنے خشک رویئے کا احساس جاگ اٹھا۔

''یہ آپ کا گفٹ ہے، سوری مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا آپ کی چوائس کا۔'' اب کے اس کا لہجہ معتدل اور پرسان تھا، ژالے نے چونک کر سر اٹھایا وہ اس کی سمت ایک مخملیں کیس بڑھائے ہوئے تھا، ژالے نے حیرت بھرے انداز میں مگر کس قدر جھجک کر وہ ایک فٹ لمبا اور تین انچ چوڑا سیاہ مخملیں کیس لیا تھا جس کے اطراف سنہری ڈوری کا گھیرا اور سنہرا ہی نازک سا لاک تھا، یہ لمحے بہت پرفسوں اہم اور دلربا تھے جب وہ بے تحاشا دھڑکتے دل کے ساتھ کیس کو کھول کر اس کنڈی زنجیر اور اس میں جھولتا ہوا ننھا سا موتی حیرت بھری خوشی اور جگر جگر چمکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، ہونٹوں کو باہم بھینچے اس نے فرط مسرت سے جہان کی سمت دیکھا اس ایک ساعت میں اس کے

دل کی کتنی ڈھیروں خوش فہم امیدیں باندھ لیں کتنے سنہرے خواب سجا لئے، اسے مسز آفریدی کی ہر بات سچ محسوس ہونے لگی تو جیسے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا۔

''تھینکس فادر دس پریزنٹ! یہ بہت خوبصورت ہے کیا میں ابھی پہن لوں؟'' وہ بے ساختہ کھلکھلائی تو جہان جو اپنے دھیان میں سگریٹ سلگا رہا تھا چونک کر متوجہ ہوا اور سادگی بھری مسکان کے ساتھ اس نے کاندھے اچکا دیئے تھے، ژالے خالی کیس ٹیبل پہ رکھا اور چین کا ہک کھول کر اسے اپنے بال ہٹا کر گردن کے گرد لپیٹنے لگی، مگر کچھ لمحوں بعد وہ بے حد پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''خیریت کیا ہوا؟'' جہان سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑ کر سیدھا ہوا تو اسے بالوں اور چین میں الجھے پا کر بے ساختہ استفسار کیا تھا۔

''یہ...... یہ میرے بالوں میں اٹک گئی ہے شاید، مجھے ڈر ہے کھینچنے سے ٹوٹ نہ جائے۔'' ژالے اس کی سمت متوجہ ہوئے بغیر یونہی الجھی ہوئی مگر مضطرب سی بولی، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''لائیں میں آپ کی ہیلپ کرا دیتا ہوں۔'' اسے وہ باربی ڈول جیسی ننھی سی لڑکی کسی حد تک معصوم اور قابل رحم لگی تھی، اس کا انداز بھی سادگی لئے ہوئے تھا وہ اٹھ کر خود اس کے پاس آیا اور ریشمی بالوں میں کہیں الجھی چین کو بغیر کسی دقت کے نکال دیا، مگر اتنی آسانی سے سرانجام پا جانے والا اس کا بے ریا دل کے ساتھ کیا گیا یہ کام اس کو ایک ان دیکھے جال میں پھانس جائے گا یہ اس کے گمان میں ہوتا تو کبھی یہ غلطی نہ کرتا، اس کے نزدیک وہ چھوٹی سی لڑکی تھی جس کے یوں قریب آ جانے کا اس نے اتنا خاص تردد یوں نہ کیا تھا کہ ژالے اسے ہمیشہ ماریہ حوریہ کی طرح ہی لگتی تھی معصوم چھوٹی سی اور بے ضرر، جبکہ اس کے برعکس ژالے کے احساسات یکسر مختلف تھا، وہ چند لمحے کتنے پرفسوں تھے اس کی پوری زندگی پہ محیط ہو گئے تھے گویا، وہ اسی فسوں اسی سحر میں جکڑی کھڑی تھی اس کے ہاتھ نے اسی کے بالوں کو کتنے انوکھے انداز میں اپنا لمس بخشا تھا کہ اس کے اندر نئے اسرار کھل گئے تھے زندگی کتنی خوبصورت ہو گئی تھی یکا یک، یہ سب کتنا انوکھا اور دلنشین تھا، وہ نئے احساس اور تجربے کو دل سے محسوس کر کے شاداں فرحاں تھی، اس پہ ہمیشہ جہان کا رعب حسن اتنا چھا جاتا تھا کہ وہ خود کو اس کے سامنے سرنگوں محسوس کرنے لگتی، کبھی اس پہ اپنی شخصیت کا مکمل اعتماد ظاہر نہیں کر پائی تھی، وہ اتنی ہی مرعوب تھی اس سے، یہ محض چند لمحے تھے مگر اسے مالا مال کر گئے تھے گویا، التفات کے اس انداز نے اس کے پیاسے دل کی دھرتی کو گویا یکلخت سیراب کر دیا تھا، قربت کے یہ سارے رنگ اور احساس حسین ترین تھے، اسے لگا ماحول میں محبت کا رقص ہے، ایک جادو سا ہر سو پھیل گیا تھا، فضا میں ایک نشہ تھا، جہان کی گرم سانسوں نے اس کے چہرے اور گردن کو جھلسایا تھا اس کی جان جیسے حلق میں اٹک گئی تھی، وہ جیسے عالم بے خودی کی کیفیت سے باہر نہیں نکل سکی اسکا دوپٹہ کب شانے سے پھسل کر اس کے قدموں میں گر گیا اسے خبر ہی نہ ہو سکی، جہان نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا، پھر دانستہ کھنکھار کر اور خود فاصلے پہ ہو گیا، ژالے بدحواس ہوئی تھی اور تیزی سے جھک کر دوپٹہ اٹھانے لگی تو سیاہ ریشمی بالوں کا آبشار ڈھلک کر اس کے شانوں اور جہان کے قدموں کو ڈھانپ گیا، جہان سرعت سے پیچھے ہوا تھا اور صوفے پہ جا بیٹھا۔

''مسز آفریدی پتہ نہیں کب آئیں، میں لیٹ ہو رہا ہوں۔'' اس نے رسٹ واچ پہ نگاہ کرتے کسی قدر اکتاہٹ سے کہا تھا، اسی پل ملازمہ لوازمات سے لدی پھندی ٹرالی لئے چلی آئی، ژالے کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اس کے لئے چائے بنانے کو اٹھی تو جہان نے منع کر دیا تھا۔

''میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے، پلیز نیور مائنڈ، ایکچوئلی میری بہت ضروری میٹنگ ہے۔'' وہ ایکدم سے اٹھ کھڑا ہوا تو اسے روکنے کی کوشش میں ژالے کے ہونٹ نیم وا ہو کر رہ گئے، وہ اس کے ساتھ ہی پورچ تک آئی تھی، تبھی مسز آفریدی کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوتی نظر آئی۔

''مما آ گئی ہیں۔'' ژالے نے جیسے جہان کو اطلاع دی تھی، جہان نے گردن موڑ کر دیکھا مسز آفریدی گاڑی سے نکل کر تیزی سے اس کی جانب آئی تھیں۔

''آئی ایم سوری بیٹے میں کوشش کے باوجود لیٹ ہو گئی۔''

''نو مینشن اٹس آل رائیٹ، بٹ میں اب چلوں گا۔''

''لیکن کیک تو ابھی...... ژالے آپ نے کیک کاٹ لیا ہوتا بیٹے۔'' انہوں نے جہان کے بعد ژالے کو مخاطب کیا اور کسی قدر سرزنش کی تو ژالے حیران ہوئی تھی۔

''ارے ایسی بھی بات نہیں اب، میں ضرور رکتا مگر میٹنگ کینسل نہیں کی جا سکتی۔'' جہان نے رواداری سے مسکرا کر کہا اور پھر مسز آفریدی کی معذرت اور اصرار کے باوجود رکنے پہ آمادہ نہیں ہوا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا، مسز آفریدی کے چہرے پہ پراسرار مسکان پھیلتی چلی گئی۔

(بچ کر نہیں جا سکتے اب جہانگیر حسن شاہ یہ یاد رکھنا، ایک بار یہ جنگ تم سے جیت لوں، بس ایک بار یہ بازی میرے ہاتھ آ جائے، میری بیٹی کا مستقبل محفوظ ہو جائے پھر تمہیں قابو کرنا مشکل نہیں ہوگا، یہ اکڑ یہ نخوت ایک منٹ میں نکال باہر کروں گی۔)

''چلو بیٹے اندر چلتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی کامیابی کی حد بھی تو ملاحظہ کرنی تھی ابھی، بیٹی کے سرشار چہرے پہ دھیان دینے کی بھی ابھی ان کے پاس فرصت نہیں تھی، انہیں کچھ وقت گزرنے کا انتظار تھا جب وہ اپنا کام کر سکیں۔

☆☆☆

تمہاری یاد کے منظر کبھی کھونے نہیں دیتے
تمہاری یاد کے سائے ہمیں سونے نہیں دیتے
یہ بادل پھول اور خوشبو بہت بے تاب کرتے ہیں
اگر رونا بھی چاہیں ہم کبھی رونے نہیں دیتے
ہم اپنی سانس دے کر روک لیتے جانے والوں کو
ہمارا بس اگر ہوتا جدا ہونے نہیں دیتے
نظر میں دید کی حسرت لئے چپ چاپ بیٹھے ہیں
وہ ہم سے دور ہو کر بھی ہمیں سونے نہیں دیتے

اس کی نظریں معاذ حسن کی تصویر پہ تھیں اور آنکھوں میں آنسو، اس کا جو خیال تھا گزرتا وقت ان زخموں پہ مرہم رکھ دے گا وہ اسے اپنا ہی تمسخر اڑاتا محسوس ہو رہا تھا اسے گئے دو سال ہونے کو

آئے تھے کل مما جان خوش ہو کر بتا رہی تھیں۔
''صحیح کہتا تھا معاذ چٹکیوں میں وقت گزر جائے گا اور گزر گیا۔''
مگر کوئی اس کے دل سے پوچھتا اس کے ہجر زدہ دل نے یہ دو سال دو صدیوں کی طرح کاٹے تھے دید کی حسرت لئے آنکھیں دن رات جلتی تھیں، کیسا احمق تھا اس کا دل اور اس سے بڑھ کر ضدی، سب جان کر بھی اپنا وہی راگ الاپتا تھا، بربناں سے مل کر بھی مایوس نہ ہوتا تھا نہ صبر کرتا تھا، اس نے ٹھنڈا سانس بھرا اور ایک بار پھر ہونٹ بھینچ لئے، دل بھی گویا اپنے وجود کی راجدھانی کا شہزادہ ہوا کرتا ہے، وجود کو محکوم سمجھ کر اس پہ اپنا تسلط جمائے رکھتا ہے مگر جب اس پہ انکشاف اپنی حدت کے پہاڑ گراتا ہے تو اس کے نیچے دب کر کچل کر مچلنے کا عمل روک دیتا ہے، ایڑیاں رگڑنا بند کر دیتا ہے، پھر پتہ چلتا ہے شہزادہ صرف لٹا نہیں بے موت مارا بھی گیا، باقی بچا ہے تو لٹا پٹا ناکارہ وجود یا پھر برباد کا درد، جو رگوں میں پنجے گاڑھ لیتا ہے، مگر اس کا دل انوکھا شہزادہ تھا، لٹنے برباد ہونے کے بعد بھی اپنی ضد سے باز نہیں آیا تھا، درویش بن کر کاسہ پھیلائے آس مندانہ نظروں سے دیکھتا تھا، کبھی سوال کر کے کبھی خاموش رہ کر، ہاں اس کا دل پہلے بھی شہزادہ تھا مگر اب تو فقیر تھا، نارسائی کے دکھ میں ڈوبا ہوا فقیر، پہلے تو ایک آس تھی زینب کے ساتھ کی آس مگر وہ تو ایسے نظریں پھیر گئی تھی جیسے کبھی اس راز سے واقف ہی نہ ہو، وہی بے تکلفی وہی محبت مگر بس ایک یہ ذکر معدوم ہو گیا تھا جو ندریہ کے دل کی ڈھارس تھا، اوپر اوپر سے وہ کتنی مضبوط بنی تھی مگر دل تو ایک پھپھولا تھا جو ہر وقت رستا تھا۔
''پھپھو نے بتایا تم یہاں ہو میں یہیں آ گیا، کیسی ہو لڑکی اور مجھے بتاؤ مجھ سے کیوں چھپی پھرتی ہو؟'' دستک دے کر زیاد اندر گھس آیا تھا اور بے حد کڑے تیوروں سے اسے گھورنے لگا، نوریہ نے خائف ہو کر اس کے پیچھے بند ہو جانے والے دروازے کو دیکھا تھا۔
''آپ باہر چلے جائیں پلیز۔'' اس کی آنکھوں میں ہراس تھا اور وہ حلق کے بل چیخی تھی، زیاد کے چہرے پہ تغیر پھیل کر رہ گیا تھا، زینب کی منگنی کے دن جو کچھ ان کے بیچ ہوا تھا وہ نوریہ کو اس سے بہت بدگمان کر گیا تھا، اس کے بعد کتنی مرتبہ زیاد نے اسے وضاحت دینی اور غلط فہمی کو دور کرنا چاہا تھا مگر وہ اسے موقع کہاں دیتی تھی، اسے دیکھ کر یوں سر پہ پیر رکھ کے بھاگتی جیسے خدانخواستہ عفریت دیکھ لیا ہو، خود زیاد اپنی پڑھائی میں بہت مصروف ہو گیا تھا اس کا فائنل ائیر تھا ہاؤس جاب چل رہی تھی، اس کے باوجود اس نے نوریہ سے بارہا مرتبہ بات کرنا چاہی تھی مگر نوریہ نے ہر مرتبہ کوشش ناکام بنا دی اور وہ یہ سوچ کر ہمیشہ مسکرا دیتا کہ وہ جب اس پہ اپنے جذبے آشکار کرے گا تو اس کی ساری غلط فہمی دور ہو جائے گی مگر اب نوریہ کے رویئے نے اسے صورت حال کی گمبھیرتا کا احساس دلایا تھا تو پریشانی تفکر میں ڈھلنے لگی۔
''دیکھو نوری تم مجھے بہت غلط سمجھی تھیں میں تو تم سے......''
''نو آرگومنٹ، نو آرگومنٹ اوکے؟ آپ چلے جائیں یہاں سے ورنہ میں شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی۔'' نوریہ نے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کے ساتھ چیخ کر کہا تو زیاد کو ذہنی دھچکا لگا تھا۔

''نوریہ......!'' وہ ششدر رہ گیا۔
''جائیں آپ یہاں سے پلیز۔'' ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر وہ بے ساختہ رو پڑی تو زیاد کے چہرے پہ تغیر سمٹ آیا تھا ہونٹ بھینچے وہ ایک جھٹکے سے پلٹا تو اس کا ذہن بے حد پراگندہ ہو رہا تھا، اسے لگا معاملہ اس کے ہاتھ سے مکمل طور پہ نکل گیا ہے، اسے مما سے بات کرنی چاہیے تھی، اسی سوچ کے ساتھ وہ لمبے ڈگ بھرتا شاہ ہاؤس پہنچا تھا اور مما کی تلاش میں ہال کمرے میں آ گیا، وہاں زینب کی حالیہ طے ہونے والی شادی کا موضوع زیر بحث تھا، وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔
''کیا بات ہے زیاد بیٹے؟'' مما نے اس کی پریشانی کو نوٹس کیا تو اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔
''زینب کی شادی میں ابھی ایک مہینہ ہے نا مما۔''
''ہاں تو......'' اس کی ادھوری بات پہ وہ الجھ کر رہ گئیں۔
''ایک کی بجائے اگر شاہ ہاؤس میں دو شادیاں ہوں تو......؟''
''ہم تو خود ہی چاہتے تھے بیٹے مگر جہان ہے تو وہ ہاتھ نہیں آتا اور معاذ بھی مرضی کا مالک ہے، آنے والا تو ہے واپس دیکھو کیا چاند چڑھاتا ہے۔'' مما اس موضوع کے چھڑتے ہی حسب سابق جذباتی اور دکھی نظر آنے لگیں جبکہ وہ بے زار ہوا تھا۔
''اف مما کیا صرف وہی دونوں شادی کے قابل ہیں موصوف؟ میں بھی غالباً اب بڑا ہو گیا ہوں۔'' وہ جس قدر جھنجھلایا تھا مما کو اسی قدر ہنسی اور پیار آیا اس پہ۔
''میرے چاند میں جانتی ہوں آپ بھی ماشاءاللہ جوان ہو گئے ہو، مگر ان دونوں بڑوں کو چھوڑ کر آپ کا پہلے کیسے کر دیں پھر اب لڑکی بھی تو دیکھیں گے نا۔''
''کہاں دیکھیں گی؟ خاندان میں بھی تو ہیں نا؟'' وہ بے اختیاری میں کہہ گیا مگر مما کو چونکتے اور اسے حیران ہو کر دیکھنے پہ نظریں چرا کر خجل نظر آنے لگا تھا۔
''کس کی بات کر رہے ہو؟'' وہ جیسے ایکدم پر جوش ہوئیں، پہلا خیال نوریہ اور حوریہ کی جانب ہی گیا تھا۔
''مما مجھے نوریہ بہت پسند ہے مگر......'' وہ ان کے شانے سے چہرا اٹکا کر منمنایا اور جھجک کر تھم گیا، مما نے اسے دھیان سے مگر مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا۔
''مگر وہ تمہیں بھائی کہتی ہے اور تمہارے منع کرنے کے باوجود باز نہیں آئی۔'' انہیں بھی سال پرانی بات یاد تھی زیاد کی خجالت دیکھنے کے لائق تھی۔
''وہ تو خیر خود بخود باز آ جائے گی مگر معاملہ کچھ اور ہے۔'' سر کھجا کر اس نے اصل بات کی جانب دھیان لگایا۔
''کیا بات ہے بتائیں نا بیٹے!''
''مما وہ شاید مجھے پسند نہیں کرتی یا پھر غلط سمجھتی ہے، اس روز میں بہت خفا ہو رہا تھا نا اس پہ بس غصے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔'' زیاد نے وہ پورا واقعہ شرمسار سے انداز میں سنایا تو مما نے گہرا سانس بھرا تھا۔
''اسی لئے تو غصے کو حرام قرار دیا گیا ہے بیٹے! یہ ہمیشہ بے وقوفی سے شروع ہو کر شرمندگی پہ ختم

ہوتا ہے۔'' ان کا انداز ناصحانہ تھا زیادہ کچھ اور بھی شرمندہ نظر آنے لگا۔

''اب کیا کرنا ہے مما، ایک سال ہوگیا ہے اس بات کو مگر وہ اپنی خفگی ختم نہیں کر رہی۔''

''ٹیک اٹ ایزی بیٹا! میں آپا سے بات کرنے سے پہلے تمہارے پپا اور بھائی جان سے اور بھابھی بیگم سے مشورہ کرلوں پھر آپ کے لئے نوریہ کو مانگیں گے تو بچی کی ناراضگی خود بخود ختم ہو جائے گی۔''

''رئیلی مما!'' وہ بچوں کی طرح خوش ہوا تو مما نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا تھا۔

☆☆☆

وسعت دشت ہجر دیکھ کے ڈر جاتا ہوں
تجھ سے آگے کا سفر دیکھ کے ڈر جاتا ہوں
شام کو یاد کے آنگن میں اتر جاتا ہوں
اور اس بزم سے پھر وقت سحر جاتا ہوں
میں تو قائم ہوں فقط تیری کشش کے باعث
تیری سرحد سے جو نکلوں تو بکھر جاتا ہوں
گنبد ذات سے جو صدا آتی ہے
شب کی تنہائی میں جو سنتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں

پتہ نہیں کیسی قسمت تھی اس کی پریشانیوں اور الجھنوں نے جیسے اس کی ذات کا گھیراؤ کرلیا تھا شاید یہ پریشانیاں اس کی خود ساختہ تھیں وہ خود اپنے آپ کو دکھوں اور اذیتوں کے جال سے نکالنے کا خواہش مند نہیں تھا، ورنہ سال بھر سے زینب کی ناراضگی پہ اب مٹی ڈال چکا ہوتا، اگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا تو یہ دل کی بے بسی تھی دل جو محبت میں سب کھو کر بھی واپسی کے راستے پہ چلنے کا روادار نہیں تھا، زینب سے اب اسے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے دل کو سروکار تھا، جبھی تو وہ آسودہ نہیں ہو پاتا تھا، اس کے سیل کی بیپ ہونے لگی تو وہ چونکا، معاذ کا فون تھا اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ہی کال ریسو کی۔

''کیسے ہو جان من!'' معاذ کا موڈ یقیناً اچھا تھا، وہ بے دلی سے مسکرایا۔

''فائن تم کیسے ہو؟''

''ٹپ ٹاپ جناب! سنو میں پاکستان واپس آرہا ہوں، پپا کو میرا میسج دے دینا اپنی پسند نہ ہو کا داخلہ اب شاہ ہاؤس میں ممنوع کردیں، بی کاز شہزادہ عالم اپنی ریاست میں ناپسندیدہ لوگوں کو پسند نہیں فرمائیں گے۔''

زینب کی منگنی پہ پرنیاں کی آمد کا اسے علم ہوگیا تھا، وہ اتنا خفا ہوا تھا کہ زینب کی منگنی کی مووی اور تصاویر تک دیکھنے سے صاف انکار کردیا تھا۔

''مگر کیوں؟'' جہان کو اس کی یہ منطق ہرگز سمجھ نہیں آئی تھی۔

''میں جانتا ہوں پپا اور مما نے محترمہ کو ہر جگہ آگے رکھا ہوگا ہر تصویر میں ہوگی وہ سجی ہوئی مجھے

امپریس کرنے کی فرسودہ چال چلی ہے ان لوگوں نے مگر میں کامیاب ہونے نہیں دوں گا، یو نو پارلر سے تو اگر چڑیل کو بھی توجہ سے میک اپ کرالیا جائے تو وہ بھی پری نظر آسکتی ہے پھر ڈیجیٹل کیمرے کا کمال مگر میں 1970ء کی فلموں کا کوئی ہیرو نہیں ہوں جو اس چکر میں پھنس جاؤں اونہہ۔'' اور جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا ایک سال بعد بھی اس کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

''کب آرہے ہو تم؟'' جہان نے اسے سمجھانے کا ارادہ ترک کر کے پوچھا۔

''یہ سرپرائز ہے جناب، نہیں بتا سکتا۔''

''ٹھیک ہے اکیلے خوار ہو کر گھر پہنچنا پروٹوکول ضروری نہیں۔''

''سرپرائز الگ نور ہے۔'' وہ اپنے موقف سے نہیں ہلا تھا کچھ مزید باتوں کے بعد جب معاذ نے فون بند کیا تو اسی پل پھر بیل بجنے لگی تھی جہان نے گہرا سانس بھر کے مسز آفریدی کے نمبر کو دیکھا اور جیسے طوعاً کرہاً کال ریسو کی۔

''جہانگیر بیٹے اس وقت مجھ سے ملنے آسکتے ہو، بہت اہم بات کرنی ہے۔'' خلاف معمول انہوں نے بات کو طول نہیں دیا تھا۔

''اس وقت؟'' جہان حیران ہوا وہ آفس سے واپس گھر جا رہا تھا۔

''ہاں زیادہ وقت نہیں لوں گی آپ کا سو پلیز۔'' جہان نے کچھ سوچا پھر آمادگی ظاہر کر کے سیل بند کیا اور گاڑی کا رخ بدل دیا تھا۔

''جی فرمائیے۔'' وہ ان کے سامنے بیٹھا تو بے حد سنجیدہ تھا۔

''آپ کو ژالے کیسی لگتی ہے؟'' ان کے سوال نے اسے ایک دم چونکا دیا وہ حیران سا انہیں دیکھنے لگا تھا اور کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ انہوں نے اگلی بات کہہ کر گویا اسے شاکڈ کر ڈالا۔

''میں چاہتی ہوں ژالے کی شادی آپ سے کر دوں۔''

(جاری ہے)

ام مریم

بارھویں قسط کا خلاصہ

زیاد یہ جب زینب کی حقیقت کھلتی ہے تو وہ جہان سے معذرت کرنے میں دیر نہیں لگاتا مگر اس غلط فہمی کے چکر میں نوریہ اس سے بدگمان ہو جاتی ہے، جہان چاہنے کے باوجود خود کو سنبھال رکھنے کی کوشش میں ناکام ہے، اس پہ معاذ حسن کی خفگی جب زینب پہ ظاہر ہوتی ہے تو زینب اپنا سارا غصہ جہان پہ نکال کر اس کے اضطراب میں اضافہ کر دیتی ہے۔

پرنیاں شاہ ہاؤس کے مکینوں کی محبتیں اور اہمیت پا کر بھی خود کو ادھورا محسوس کرتی ہے، معاذ حسن کے حوالے سے مستقبل کا خوف اسے پریشان کیے ہے۔

مسز آفریدی اپنے منصوبے کے مطابق جہان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتی جا رہی تھی، جہان ژالے کی سالگرہ پہ جاتا ہے تو اسے گھر میں ژالے ہی ملتی ہے مسز آفریدی اس وقت پہنچتی ہیں جب وہ واپس آ رہا ہوتا ہے، جہان کو ان کی اس حرکت پہ غصہ ہے۔

معاذ کی اسٹڈی کمپلیٹ ہو جاتی ہے تو وہ واپس آنے کا جہان کو بتاتا ہے ساتھ ہی پرنیاں کے حوالے سے دل شکن باتیں بھی کرتا ہے جو جہان کو پسند نہیں آتیں۔

زیاد، نوریہ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہے مگر جواب میں اس کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، زیاد اپنا مسئلہ مما سے بیان کر کے نوریہ سے شادی کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیرھویں قسط

جہان اسے منجمد کر دینے والی حیرت اور شاک سے نکلا تو طیش اور غیض سے اس کی آنکھیں سرخ ہو کر انگاروں کی طرح سے ہی دہک اٹھی تھی، مسز آفریدی کا تحکمانہ انداز اور رعونت بھرا لہجہ اسے سراسر توہین آمیز لگا تھا جبھی وہ بپھر کر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ شاید اپنے کسی زعم میں مجھے حکم دے رہی ہیں مگر میں آپ کی غلط فہمی دور کر دینا چاہوں گا کہ میں حکم تو کیا اگر آپ گزارش بھی کرتیں تو میں اسے بھی رد کر دیتا، بی کوز میں نہ تو آپ کا غلام ہوں اور نہ ہی آپ کے وسیع و عریض بزنس سے متاثر ہونے والا آدمی، اب چلتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ آپ مجھ سے دوبارہ اگر کبھی ملیں بھی تو ایسی بات نہیں کریں گی۔"

وہ نہ چیخا تھا نہ پھنکارا تھا، اس کا ٹھہراؤ لئے لہجہ اپنے اندر ایک خاص قسم کا دباؤ لئے ہوئے تھا اور مسز آفریدی جو بلاشبہ اس کے انداز اس کی چال ڈھال میں اور بات کرنے کے انداز میں اسی خاص متانت ٹھہراؤ اور تمکنت کی شائق تھیں اس پل بڑے طنز بھرے انداز میں مسکرائیں اور آگے بڑھ جانے والے جہان کا سرعت سے اٹھ کر ہاتھ پکڑ کر جہالت بھرے انداز میں کھینچ کر گویا اسے روکنا چاہا، جہان پہ ان کی شخصیت کا ایک اور رنگ واضح ہوا تو چہرے پہ موجود تاسف میں اضافہ ہو کر رہ گیا، اس نے ایک جھٹکے پہلے اپنا ہاتھ ان کی گرفت سے نکالا تھا پھر رسان بھرے مگر سرد لہجے میں بولا تھا۔

"ایکسکیوزمی، مجھے کسی بدتمیزی پہ آمادہ مت کریں، آپ کو کم از کم اتنا تو خیال کرنا چاہیے کہ آپ خاتون ہیں اور عمر میں میری والدہ کے برابر۔"

مگر مسز آفریدی پہ اس کے کاٹ دار طنز کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا تھا، انہوں نے سلگتی نظروں سے کچھ دیر اسے گھورا پھر زہر خند سے بولی تھیں۔

"مجھے سب کچھ یاد ہے البتہ تمہیں وہ بھولی باتیں ضرور یاد کرانا چاہوں گی جنہیں تم بڑی آسانی سے فراموش کر گئے ہو، مگر میں نہیں کر سکتی جوان بیٹی کی ماں ہوں نا، پتہ ہے نا عورت کی عزت کتنی نازک ہوتی ہے۔" ان کے الفاظ کی معنی خیزی اور سنگینی نے جہان کو حیران ہی نہیں کیا وہ ٹھٹھک بھی گیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"تم شادی کرو گے ژالے سے بس؟"

وہ اس کی ان سنی کئے اپنی بات دہرا کر بولیں تو جہان کا دماغ جیسے الٹ کر رہ گیا تھا۔

"آر یو میڈ؟" وہ چیخ گیا تھا شاک کی مانند۔

"او کے فائن!" انہوں نے اطمینان سے مسکرا کر اپنا بیگ اٹھا کر اس کی زپ کھولی پھر ایک لفافہ کھول کر اس کی جانب بڑھا دیا۔

"اس میں تمہاری وہ امانت میرے پاس جو تمہارے بات مان لینے کی صورت میں اتنی خطرناک نہ رہتی جتنی اب ہو جائے گی، اس کی مزید کاپیاں میرے پاس ہیں تم نے اگر انہیں دیکھنے کے بعد بھی اپنا فیصلہ نہ بدلا تو یہ اسی روز شاہ ہاؤس کے مکینوں کے پاس پہنچ جائے گا، بہت مان اور بھروسہ ہے نا انہیں تم پہ، تمہاری کزن نے تمہیں اپنے حق میں استعمال کیا اور تمہاری شرافت پھر بھی

مشکوک نہیں ہوئی مگر سویٹ ہارٹ اب یہی شرافت دھجیوں میں بکھر جائے گی بلاشبہ۔"

جہان جوان کی باتوں کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا مگر ان کی اس درجہ درست معلومات نے اسے ہکا بکا کر کے رکھ دیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" اس کا سکتہ ٹوٹا تو ساتھ ہی طنطنہ بھی ٹوٹ گیا تھا جسے محسوس کر کے مسز آفریدی تفاخر سے مسکرائیں وہ پوری طرح معاملہ نہیں بھی سمجھا تھا مگر اتنا تو اندازہ کر سکتا تھا یہ شاطر عورت اسے بلیک میل کرنا چاہ رہی ہے۔

"اپنے گھر جا کے اطمینان سے دیکھ لینا جلدی کیا ہے سویٹ ہارٹ!"

وہ بے حد پرسکون نظر آئی تھیں گویا انہیں اپنی فتح کا یقین کامل ہو، جہان نے اب کے تردد نہیں کیا تھا اور وہ سفید بھاری منہ بند لفافہ ان سے لیا تو اس کے مضبوط آہنی ہاتھ کی گرفت کمزور تھی اور ہاتھ میں بہت واضح کپکپاہٹ اتر آئی تھی، مسز آفریدی کی مکروہ مسکراہٹ اس کی آنکھوں میں اندھیرے سمیٹ رہی تھی، بے حد اپ سیٹ سا جب وہ گھر پہنچا تو سورج مکمل طور پہ غروب ہو چکا تھا، جاتی گرمیوں کی یہ ایک خوشگوار شام تھی مگر اس کے اندر بلا کا حبس تھا، کوٹ کی جیب میں پڑا وہ بند لفافہ اسے سانپ بچھو کی طرح زہریلا محسوس ہو رہا تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا مسز آفریدی اس حد تک گھٹیا پن پہ اتر آئیں گی، اس نے صرف تصویریں ہی دیکھی تھیں مووی دیکھنے کا وہ خود میں ہرگز حوصلہ نہیں پا تا تھا، پہلی تصویر جو اس کے ہاتھ میں آئی تھی وہ ان لمحوں کی تھی جب جہان نے مسز آفریدی کے پیچھے پڑ جانے پہ بیزاری سے سہی مگر بے ہوش ژالے کو بانہوں میں اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچایا تھا، کتنے مختلف پوز تھے، ژالے کو بانہوں میں لئے بیڈ پہ لٹاتے ہر ہر جگہ یہ وہ اس کے اتنا نزدیک تھا گویا فاصلوں کا گمان ختم ہو گیا تھا، پھر باقی کی تصویریں سالگرہ کے موقع کی تھیں وہ ژالے کے پیچھے کھڑا تھا حالانکہ وہ زنجیر کو چھڑا رہا تھا مگر دیکھنے میں یوں لگتا تھا وہ اسے لاکٹ پہنا رہا ہوں، ژالے کا دوپٹہ اس کے پیروں میں پڑا تھا اور وہ جھکی ہوئی اپنا دوپٹہ اٹھا رہی تھی، یہ تصویر دیگر تصاویر سے بھی کہیں بڑھ کے معنی خیزیت لئے ہوئے تھی، جہان کے ماتھے پہ پسینہ پھوٹ نکلا پورا وجود یوں جلنے لگا جیسے یکلخت کسی نے اسے الاؤ میں دھکیل دیا ہو، اس نے ایک وحشت کے عالم میں ہر تصویر کے ٹکڑے کیے تھے اور سی ڈی ڈسک کو توڑ کر پھینک دیا پھر بھی اس کے اندر سرسراتی وحشت میں کمی نہیں آئی تھی تو بنا سوچے سمجھے گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل آیا، جس وقت وہ آفریدی پیلس کے گیٹ کے باہر کھڑا تھا مسز آفریدی کی گاڑی زن سے اس کے پاس آن رکی۔

"ہیلو ینگ مین!" وہ اسے دیکھ کر شوخی سے ہنسی تھیں، جہان نے جواباً کھا جانے والی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"خرانٹ بڑھیا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ وہ سب فضولیات میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔" وہ مرنے مارنے والے تاثرات سمیت آگے بڑھا اور کھڑکی کے کھلے شیشے سے ہاتھ اندر داخل کر کے ان کی گردن دبوچ لی، مسز آفریدی نے بدحواس ہو کر اس کی شکل دیکھی جہاں جنوں خیزی اور وحشت کا بسیرا تھا، وہ یقیناً حواسوں میں نہیں رہا تھا، تنے ہوئے ابرو اور

دھونکنی کی مانند چلتا سانس وہ بولا تھا تو اس کی آواز بھی بدلی ہوئی تھی، جب تک واچ مین اور ڈرائیور جہان تک پہنچے وہ مسز آفریدی کی اچھی خاصی حالت بگاڑ چکا تھا، آنکھوں سے بہتا پانی اور بری طرح بکھرے بالوں کے ساتھ کھانستیں ہوئیں وہ ایک تحیر ایک خوف کے عالم میں واچ مین اور ڈرائیور سے تن تنہا جہان کو نبرد آزما دیکھنے لگیں، وہ لڑائی بھڑائی کا شوقین شرپسند لڑکا نظر آ رہا تھا جو غصے اور اشتعال سے بپھر کر بے حد خطرناک ہو گیا تھا، بنے کٹے مرد اس کے آگے گویا پلاسٹک کے پتلے تھے، جنہیں وہ بڑی آسانی سے ساتھ اٹھا اٹھا کر پٹخ رہا تھا اور اس کا غصہ تھا کہ پھر بھی ختم نہیں ہوتا تھا، اچھا خاصا تماشا بن کر رہ گیا تھا، آس پاس کے گھروں کے چوکیدار اور کرکٹ کھیلتے بچے بھی متوجہ ہوئے تب مسز آفریدی جیسے چونکیں اور خود کو سنبھال کر گاڑی سے اترنے کے بعد آگے بڑھ کر واچ مین اور شوفر کو اس سے بامشکل چھڑا کر اندر بھیجا تھا پھر اس کی سمت دیکھ کر پھنکار کر بولی تھیں۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم اپنے لئے کتنا خطرہ مول لے چکے ہو، جو کام مجھے ذرا تاخیر سے کرنا تھا وہ آج ابھی اسی وقت کروں گی، میں چاہتی تھی تم انسانوں کی طرح ری ایکٹ کرو مگر شاید شرافت تمہارے اندر ہے ہی نہیں، ہوگا تو وہی جو میں چاہوں گی، تمہیں عزت سے منظور نہیں ذلت سمیت کرنہ تو یونہی سہی۔" ان کی یہ دھمکی جہان کے اعصاب تھرا کے رکھ گئی، طیش اور اشتعال پہ بے بسی نے لمحوں میں غلبہ پایا اور وہ جیسے بھربھری مٹی کی مانند بیٹھتا چلا گیا، ان کے انداز میں خطرناک عزائم تھے، جہان کو لگا تھا وہ کھڑا نہیں رہ سکے گا، مسز آفریدی تنتناتی ہوئیں اندر جا چکی تھیں وہ واپس جانے کی بجائے ان کے پیچھے جانے کو لپکا تو اس سے عزت افزائی کرا لینے کے باوجود واچ مین نے کڑک دار آواز میں اسے ٹوکا تھا۔

"اک قدم بھی آگے نہ بڑھانا بابو ورنہ امارا بندوق گولی داغ دے گا۔" جہان نے تھم کر سرخ لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اپنی میم صاحبہ سے کہو مجھ سے بات کریں پلیز۔" وہ اپنا سارا طنطنہ بھلائے مدھم آواز میں جس وقت کہہ رہا تھا مسز آفریدی شعلہ جوالہ بنی اندر سے باہر آئی تھیں اسے روبرو پا کر جیسے آتش فشاں لاوے کی طرح سے پھٹ پڑیں۔

"جابر خان اسے اٹھا کر باہر پھینکو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گی۔" وہ حلق کے بل غرائیں تھیں، جہان ان کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر ان کے پاس چلا آیا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"مگر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی، میں ابھی کراچی روانہ ہو رہی ہوں، تمہارے کالے کرتوت تمہاری فیملی کو دکھانے پھر انکار کر کے دکھانا مجھے۔" وہ چنگھاڑیں اور جہان لمحوں میں سرد پڑ گیا تھا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی پلیز، میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں سنیں تو۔۔۔" وہ یکایک ان کے سامنے سارے ہتھیار پھینک کر شکست تسلیم کر گیا تھا تو بے محبت کے بعد اب شاہ ہاؤس سے وہ اپنی عزت گنوانے کے حق میں ہرگز نہیں تھا، کیا وہ یقین والا سکتا تھا کسی کو یقیناً نہیں، وہ یوسف نہیں تھا کہ اس کے لئے گواہی اتر آتی، اسے ہار ماننا ہی تھی، اس کے وجیہہ چہرے پہ

اندرونی کرب اور بے بسی کا واضح اظہار چھلکتا تھا وہ ٹوٹا ہوا شکستہ خوردہ نظر آتا ہوا جہان مسز آفریدی کی انا کی تسکین بن گیا انہوں نے گہرا سانس بھر کے مگر نخوت سے اسے دیکھا۔

"اندر چلو کرتے ہیں بات اس موضوع پہ۔" انہوں نے رعونت سے اکڑی گردن کو کچھ اور اکڑا کر اپنا رخ پھیر لیا، جہان نے متذبذب سا وہیں کھڑا رہا۔

"میں آپ کی بات مان رہا ہوں نا ابھی فی الحال مجھے جانے دیں۔" اس کے اندر جو شکست و ریخت اتری تھی اس کے بعد تنہائی ہی اس کی بہترین ساتھی ہو سکتی تھی۔

"احمق سمجھ لیا ہے مجھے اندر چلو میرے ساتھ، اونہہ زبانی بات مان لی اور میں یقین کر لوں۔" وہ چڑ کر تلخی سے بولتی چلی گئیں تو جہان نے جلتی آنکھوں سمیت انہیں دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟ میں سمجھا نہیں؟"

"اندر چلو میں سمجھاتی ہوں۔" انہوں نے نخوت زدہ تاثرات سمیت کہا اور خود بے نیازی سے آگے بڑھ گئیں جہان کو ان کی تقلید میں قدم اٹھانے پڑے تھے۔

"تمہارا نکاح آج ہی ہو گا اور ابھی، تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ مجھے اب تم پہ تمہاری زبان پہ اعتبار نہیں ہے۔" ان کے الفاظ نے جہان کو بھک سے اڑا دیا تھا، پیروں تلے سے زمین کھینچ لینے کے بعد ان کا ارادہ سر سے آسمان کھینچ لینے کا بھی تھا، یوں لگتا تھا ان کی ذہنی حالت بگڑ سی گئی ہو، جہان یوں ساکن تھا جیسے پتھر کا ہو گیا ہو، کمرے میں دو نفوس موجود تھے مگر خاموشی ایسی تھی کہ وحشت کا گمان ہونے لگتا۔

"تم خاموش کیوں ہو، اپنا فیصلہ سناؤ مجھے، بلکہ فیصلہ تو تم ہو چکے میرے حق میں ہے نا؟"

جہان نے بے بسی اور اضطراب بھری ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھا اسے اپنی زندگی کا یہ مقام بے حد کٹھن اور بے رحم محسوس ہوا تھا۔

"میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہوں آپ میری فیملی سے۔۔۔"

"مجھے کسی سے نہیں ملنا، مجھے تم پسند آئے ہو بس، ثرالے کی شادی مجھے تمہارے ساتھ کرنی ہے سمجھے!" مسز آفریدی کا انداز اس مرتبہ توہین آمیز اور دھتکارنے والا تھا جہان کا چہرا سرخ پڑ گیا، مسز آفریدی نے اسے بڑی جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"ایسا کرو فی الحال نکاح کرا لو رخصتی بعد میں کرا لینا اپنی فیملی کو اعتماد میں لینے کے بعد، تم کہو تو میں ان لوگوں پہ تمہارا نکاح بھی ظاہر نہیں کروں گی نو مینشن! مگر میں تمہیں یہاں سے نکاح کے بغیر نکلنے نہیں دوں گی۔" وہ بڑے غصے سے بولی تھیں، جہان کے پاس ان کی بات مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

☆☆☆

پھر دامن امید وہ پھولوں سے بھر گیا
جادو بھری نگاہ سے جادو سا کر گیا
بس دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل گئی
کچھ سوچتے ہی سوچتے چہرا اتر گیا

بے تاب بے قرار تھا پہلو میں دل بہت
پھر آپ کا آنا اور بھی بے تاب کر گیا
اک بے خودی کا نام محبت ہے دوستو
چاہت میں کس کو ہوش کہ کیا کیا گزر گیا
کچھ بھی پتہ نہیں ہے محبت میں اے محسن
کب رات صبح بن گئی کب دن گزر گیا

وہ پچھلے دو گھنٹوں میں یونہی ساکن بیٹھی تھی، مدہوشی و سرشاری کی عجب کیفیت تھی جس نے سب کچھ فراموش کرا دیا تھا، ایک نیا جہان تھا دھنک رنگوں سے سجا، گنگناتی ہوائیں متبسم مہکی فضائیں اور سنہرے پروں کے ہمراہ اس کا اڑتا ہوا وجود، اس کے اندر کتنی کیف آگئیں سرشاری اتر آئی تھی، وہ شخص جسے دیکھنے سے بھی وہ گریزاں رہا کرتی تھی، کہ دل سوالی بن کر آنکھوں میں آبیٹھتا تھا، کتنی حسرت زدہ خواہش تھی، اس کو پانے کی، وہ تو کبھی ڈر کے مارے اسے پانے کی دعا بھی رب سے نہ مانگ سکی تھی کہ اس نے کبھی خود کو اس بے انتہا شاندار شخص کے قابل سمجھا ہی نہ تھا، وہ جو زندگی میں پہلی بار اسے ملا تھا مگر اس کی زندگی کو نئے راستے پہ ڈال گیا تھا، نیندیں گروی رکھ کر، وہ بس اسے سوچا کرتی آنکھ کو اس سے کیا غرض کہ وہ ملتا ہے یا نہیں، پرایا ہے یا سگا وہ تو جس چہرے میں کھو جاتی ہے اسی کی ہو کر رہ جاتی ہے، بے بس دل کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اس خاص چہرے کو اپنے نہاں خانوں میں سجا لے، اس نے مردوں کے بہت سے روپ دیکھے تھے، مگر یہ روپ انوکھا تھا، کھڑی ستواں ناک اس کے ازلی غرور کو دوام دیتی محسوس ہوتی تھی، سحر طراز غلافی آنکھیں گویا پورے چہرے پہ حکمرانی کرتی تھیں اور یہی آنکھیں دوسری آنکھوں میں اپنے خواب سجانے کی صلاحیت بھی بھرپور رکھتی تھیں، خدایا اس ایک چہرے میں اتنی خوبصورتی کیوں بھر دی، تب پہلی بار اس نے اس شخص کے سامنے پوری طرح ہارتے ہوئے اپنے مالک سے کتنی بے بسی میں مبتلا ہو کر کہا تھا۔

وہ جب بھی اس کی دراز پلکوں سے مزین آنکھیں دیکھتی گویا نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری ہونے لگیں، وہ بھلا اتنی بے اختیار کب سے ہو گئی تھی، جیسے کسی مکڑی کے جالے میں پھنستی جا رہی ہو، وحشت اور بے اختیاری کا سفر غیر یقینی حالات میں طے کرنا بہت مشکل ہوا کرتا ہے، اس کے خیمہ دل میں جیسے کوئی جگنو ٹھہر گیا تھا، نارسائی کا احساس الگ جان لیوا تھا کہ اچانک محبت و نارسائی کے اس چلچلاتے صحرا میں ابر رحمت چھائی اور معجزہ ہو گیا، یہی معجزہ ہی تو ہوا تھا، وہ جس کا تصور بھی اس کے آس پاس نہیں تھا، بھلا جہانگیر جیسے آدمی کو بھی کوئی لڑکیوں کی کمی تھی جو وہ خود سے اس کا طلبگار ہوتا اور وہ بھی اتنی عجلت میں اتنی افراتفری کے عالم میں کہ فوری نکاح کا تقاضا کر دیتا، کتنا حیران ہوئی تھی وہ مسز آفریدی کے منہ سے یہ بات سن کر اس کی غیر یقینی اور تمسخر کو دیکھ کر ہی مسز آفریدی مسکرائی تھیں، پھر نرمی و محبت سے اس کا گال تھپکا تھا اور رسان سے بولی تھیں۔

''جہان کی تو یہ کب کی خواہش ہے، وہ کئی بار مجھ سے یہ خواہش ظاہر کر چکا تھا، میں ہی ذہنی مائنڈ رکھی بیٹا، انجو لی اس کی فیملی میں کچھ پرابلم ہے، وہ جہانگیر کی شادی خاندان سے باہر نہیں کرنا

چاہتے جبکہ جہان کو تم اتنی پسند آگئی تھیں کہ وہ ہر صورت تم سے شادی کا خواہاں تھا، میں چاہتی تھی کہ وہ اپنی فیملی کو لے کر آئے پرپوزل کے لئے......'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی، ژالے کے چہرے پہ دھنک کے رنگ تھے مگر ساتھ ساتھ وضاحت تجسس اور شوق کی کیفیت بھی واضح تھی۔

''کیا اب ان کے پیرنٹس مان گئے ہیں؟'' ژالے نے نگاہیں جھکا لی تھیں، اس پل اسے خود سے بھی بہت نوٹ کر حیا آ رہی تھی تو مسز آفریدی کا سامنا بھلا کیسے کرتی اور یہیں وہ مات کھا گئی تھی، مسز آفریدی کے لئے اسے دھوکہ دینا اتنا مشکل نہیں تھا اس صورت میں تو بالکل نہیں وہ نظر ملا کے ان سے بات بھی نہ کر سکے۔

''جہان کے پیرنٹس نہیں ہیں، وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ رہتا ہے اور چچا کی خواہش اسے اپنا داماد بنانے کی ہے، ظاہر ہے اتنا شاندار لڑکا کون ہاتھ سے گنوانا چاہے گا۔''

اس طرح کی اور بیشتر باتیں اور ژالے ان کی باتوں میں آگئی تھی، نکاح جتنی عجلت میں ہوا تھا اس میں کسی دھوم دھڑکے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، مسز آفریدی نے بتایا تھا جہان کسی کام کے سلسلے میں ملک سے باہر جا رہا ہے، جانے سے قبل وہ یہ اہم کام کرنا چاہتا ہے، بھلا ژالے کے لئے اس اعزاز سے بڑھ کر بھی کچھ اہم تھا، وہ تو اس پل سب کچھ بھول گئی تھی، جہان کی بے اعتنائی سے لے کر اس کی نگاہ کے سرسری پن تک کو، اسے یاد رہ گیا تھا تو وہ جھوٹ کا سنہرا پن جو مسز آفریدی نے بہت خوبصورتی سے اس کی نگاہوں کے سامنے پھیلایا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی جس کا اسے فی الحال احساس تک نہ ہو سکا تھا، نکاح کے بعد اس کے اندر خوش فہمیوں کے لاتعداد قافلے آسمان ٹھہرے تھے، جبھی تو وہ جہان سے کسی مزید پیش رفت کی منتظر تھی، مگر شام رات میں بدل گئی مگر وہ اس کے پاس نہیں آیا، حالانکہ وہ ہر آہٹ پہ چونکی اور دل کو سمیٹ کر آنکھوں میں اترتے دیکھتی رہی تھی، دروازہ کھلا اور وہ ایک بار پھر دل و جان سے متوجہ ہوئی تھی مگر چوکھٹ پہ مسز آفریدی کو ایستادہ پایا تھا۔

''شاہ چلے گئے مما!'' اس کی آس مندانہ نظریں ان کی جانب لمحہ بھر کو اٹھی تھیں، وہ مسکرائیں اور آگے بڑھ کر والہانہ انداز میں لپٹا کر اسے پیار کیا تھا۔

''ہاں کچھ جلدی میں تھا، ملنا چاہ رہا تھا تم سے مگر ایمرجنسی کی وجہ سے جانا پڑ گیا، اب وہ تمہارا ہے میری جان سر سے لے کر پیر تک، جہاں بھی چلا جائے تمہارا ہی رہے گا۔'' انہوں نے اس کی بلائیں لیتے ہوئے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ ژالے بری طرح سے بلش ہو کر رہ گئی تھی، گلابی چہرا سرخ ہونے لگا اور ریشمی لرزتی پلکیں اس پل حیا کے بوجھ سے اٹھنے سے انکاری ہو گئیں مسز آفریدی نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا پھر رخ مندی کے بھرپور احساس سمیت مسکرائی تھیں۔

''یہ دیکھو جہان تمہارے لئے دے کر گیا ہے، کہہ رہا تھا تمہیں دے دوں۔'' انہوں نے ہاتھ میں موجود مخملیں کیس اس کے سامنے کیا، ژالے کی نگاہیں حیرانی سے اٹھی تھیں، سرخ مخملیں کیس میں طلائی جڑاؤ کنگن اپنی خیرہ کن چمک دمک سے نگاہوں کو چندھیا گئے تھے۔

''کہہ رہا تھا، نکاح کی خوشی میں حقیر سا تحفہ ہے ابھی پہن لو۔'' ژالے جیسے مسرائز ہو گئی تھی، اس نے ہاتھ بڑھا کر کیس تھام لیا، شنگرفی ہونٹوں کی تراش میں دل آویز حد ہوش کن مسکان مچل گئی

تھی تو چہرے کے خدوخال میں اہمیت و چاہت کے احساس نے خفیف سی سرخی دوڑا دی مگر دل شاید کچھ کمی محسوس کر رہا تھا، جبھی اس کے لبوں سے نا تمام حسرت الفاظ کی صورت مچل گئی تھی۔

''ایسی کون سی ایمرجنسی تھی، وہ خود بھی تو دے سکتے تھے نا مجھے۔''

''افوہ، اب اس معمولی سی بات کو لے کر ہرٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بنی! ابھی رخصتی تھوڑا ہی ہوئی ہے، ابھی وہ اپنے گھر والوں کو منائے گا پہلے۔'' ان کی بات پہ ژالے نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، سر جھکائے کنگن کے نفیس ڈیزائن پہ انگلی پھیرتی رہی۔

''میری بیٹی خوش ہے نا، میں جانتی تھی جہان کو تم پسند کرتی ہو، جبھی تو اسے انکار نہیں کیا؟'' انہوں نے آگے بڑھ کر ژالے کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے کر شریں لہجے میں کہا تو ژالے چونکی پھر بے طرح جھینپ گئی تھی، اس کا سرخ پڑتا چہرا دیکھ کر مسز آفریدی بے ساختہ ہنس پڑیں۔

''تم نے مجھے نہیں بتایا تو کیا فرق پڑا، میری جان میں ماں ہوں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔''

ژالے کی خفت اور حیا میں کچھ اور اضافہ ہوا تو ہونٹ کچلتے ہوئے آہستگی سے رخ پھیر لیا، مسز آفریدی چند ثانیے اسے یونہی دیکھتی رہیں پھر پلٹ کر گئیں تو اسے کھانے کے لئے ٹیبل پہ آنے کا کہہ گئی تھیں، ژالے کچھ دیر یونہی کھڑی رہی تھی پھر اس نے کیس سے کنگن نکالے تھے اور بہت آہستگی سے سجاؤ کے ساتھ اپنی کلائی میں پہن لئے، مرمریں سفید کلائی ایک دم سے جیسے اس آرائش کے بعد جگمگا اٹھی مگر اس سے کہیں بڑھ کر اس کی آنکھوں میں چمک تھی، ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے خود کو بے حد آسودہ محسوس کیا تھا، پھر جانے کس جذبے کے تحت جھک کر کلائی میں بہار دکھاتے کنگن پہ اپنے ہونٹ رکھ کر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

تتلیوں کے موسم میں نوچنا گلابوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے
دیکھ کر پرندوں کو باندھنا نشانوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے
گفتگو ہنر اس کا خامشی میرا شیوہ
میری بے گناہی کو لوگ کب مانیں گے
بات بات پر جبکہ مانگنا حوالوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے
تم ابھی نئے ہو نا اس لئے پریشان ہو
آسمان کی جانب اس طرح مت دیکھو
آفتیں جب آتی ہوں تو ٹوٹنا ستاروں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے

اس نے سگریٹ کا طویل کش لیا اور جلتی آنکھیں کچھ لمحوں کو موند لیں، اس کے پورے وجود

میں جیسے بھانبڑ جل اٹھے تھے، زینب کے بعد مسز آفریدی اور ژالے نے اسے ناقابل تلافی نقصان اور شکست سے دوچار کیا تھا، اسے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی سے نفرت محسوس ہوئی تھی، مسز آفریدی کے ساتھ ساتھ ژالے سے بھی، وہ دکھ اور حیرت میں مبتلا یہ سوچتا رہا تھا کوئی اپنے مفاد کو حاصل کرنے کی خاطر اس حد تک بھی گر سکتا ہے، اگر دیکھا جاتا تو جو کچھ کیا گیا تھا اس میں رسوائی اور ذلت کا سامان صرف جہان کے لئے ہی تو نہ تھا، ژالے لڑکی تھی وہ اس سے زیادہ بدنامی اور رسوائی پاتی مگر یہ احساس تو اس صورت میں ہوتا اگر غیرت وحمیت زندہ ہو.... وہ کس درجہ غیرت مند تھیں یہ وہ اسی لمحے جان گیا تھا، اسے تاسف وملال تھا تو اس بات کا وہ مسز آفریدی کو پہلی نگاہ میں ناپسندیدگی کا درجہ دے کر بھی ان کی جانب سے محتاط کیوں نہ رہا، آخر وہ اتنا آسان ہدف کیوں ثابت ہوا ان کے لئے رنج اور تاسف وملال تھا کہ ڈھلتا ہی نہ تھا، غم وغصے اور جھنجھلاہٹ کا وہ عالم کہ وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے اپنے کمرے میں مقید تھا، سیل فون آف تھا کھانا پینا موقوف بس سگریٹ پہ تکیہ تھا، نفرت وانتقام کی آگ اسے سرتاپا جلا کر خاکستر کیے دے رہی تھی۔

میری ذات ذرۂ بے نشاں
میری ذات ذرۂ بے نشاں

اس نے درد سے پھٹتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بھینچتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ زور سے سر جھٹکا تھا کھلی کھڑکی سے ہوا کے دوش پر لہراتی سُر کی آواز اس کی سماعتوں میں اتر کر اس کی بے بسی اور اذیت میں اضافہ کرنے لگی۔

میں وہ کس سے کروں بیاں جو کیے گئے ہیں ستم یہاں
سنے کون میری وہ داستاں کوئی ہم نشیں ہے نہ راز داں
میری ذات ذرۂ بے نشاں میری ذات ذرۂ بے نشاں

یکلخت اس کی آنکھوں کی جلن اور سر کے درد میں اضافہ ہونے لگا، اسی پل دروازے پہ ملازم کی دستک اور آواز سنائی دی تھی، جہان چونکا اور کچھ ثانیوں کو خالی نظروں سے بند دروازے کو دیکھتا رہا، پھر آگے بڑھ کر بالٹ گرا کر پٹ وا کیا تھا۔

''صاحب! شاہ ہاؤس سے بڑے صاحب کا فون ہے، وہ آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔'' جہان نے ٹھنڈا سانس بھرا اور آگے بڑھ کر راہداری میں آ گیا، ٹیلی فون سیٹ کا ریسور کچھ فاصلے پہ رکھا تھا، اس نے تھکے ماندے انداز میں ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھایا۔

''کیسے ہو بیٹے! خیریت ہے نا آپ کا سیل بھی آف ہے اور...'' اس کے سلام کا جواب دیتے بابا نے پریشان کن لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔

''سوری چاچو شاید چارجنگ ختم ہو گئی تھی، میں دیکھتا ہوں۔''

''بیٹے ملازم بتا رہا تھا آپ کل سے کمرے میں بند ہو کچھ کھایا پیا بھی نہیں، طبیعت ٹھیک ہے نا آپ کی؟'' ان کے لہجے و انداز کی تشویش ہنوز تھی، جہان کے چہرے پہ عجیب سا کرب پھیل گیا، (کوئی نہیں جانتا ہے چاچو میں کس گرداب میں پھنس گیا ہوں، اذیت کا کوئی انت ہی نہیں، کب تک چھپا سکوں گا یہ صورتحال اور اس متوقع شرمندگی کا خیال مجھے موت جیسے احساس سے ہمکنار کر

رہا ہے۔)

''ٹھنگ چاچو آپ ٹینس مت ہوں، بس معمولی سا فلو ہے۔''

''میں فیل کر رہا ہوں جہان آپ یہاں سے جانے کے بعد اپنی طرف سے بہت کیئرلیس ہو گئے ہو، بس پہلی فرصت میں سب چھوڑ کر واپس آ جاؤ، یہ فیکٹری منیجر ہی سنبھالے گا، تمہاری چچی اور مما جان مجھ سے خفا ہیں کہ میں نے ان سے ان کے بیٹے کو دور کر دیا ہے، میں سمجھتا ہوں ان کا شکوہ کچھ اتنا بے جا بھی نہیں ہے۔'' ان کا لہجہ ہنوز تھا، محبت سے لبریز، فکرمند اور کیئرنگ، مگر جہان کے چہرے پہ آنکھوں میں موجود اذیت کا رنگ گہرا ہونے لگا تھا۔

(آپ کو کیا پتہ چاچو میں کس قدر بڑا خمیازہ بھگت چکا ہوں، کیسا ناقابل تلافی نقصان ہو گیا ہے میرا، کاش میں یہاں نہ آیا ہوتا، کاش میری زندگی میں مسز آفریدی اور ژالے کے عفریت نہ آئے ہوتے۔) اس کی پور پور میں تھکان اترنے لگی۔

''کہاں کھو گئے ہو بیٹے! آپ کب واپس آ رہے ہو؟'' پپا کی پکار پہ وہ چونک کر متوجہ ہوا تھا، اور گہرا سانس کھینچا۔

(یہ راستے تو میرے لئے دلدل بن گئے ہیں چاچو! میں چاہوں بھی تو اب اس دلدل سے نہیں نکل سکتا، مجھے تو یہ خوف مارے ڈال رہا ہے جب میں آپ کی آنکھوں میں بدگمانی اور دکھ کو دیکھوں گا، آپ زینب کو جانتے تھے، جبھی آپ نے مجھ پہ کوئی الزام نہیں آنے دیا آپ مسز آفریدی کی شاطرانہ فطرت سے آگاہ نہیں ہیں، آپ کو میری بے گناہی اور پارسائی کا یقین کون دلائے گا۔) اس کا دل جیسے ریزہ ریزہ ہو کر وجود میں بکھرنے لگا۔

''میں آ جاؤں گا چاچو آپ پریشان نہ ہوں۔'' اس نے خود کو سنبھال کر انہیں تسلی دی۔

''محترم کے بارے میں کچھ پتہ ہے کب تشریف لا رہے ہیں؟ ایجوکیشن تو کمپلیٹ ہو گئی ہے نا، آگے کے کیا ارادے ہیں؟'' پپا کے لہجے میں معاذ کے ذکر کے ساتھ ہی خفیف سی خفگی بھی خود بخود در آئی تھی۔

''جی چاچو ایجوکیشن کمپلیٹ ہو گئی ہے، کہہ رہا تھا اب آ جاؤں گا، آنے کی ڈیٹ تو نہیں بتائی سرپرائز دینا چاہتا ہے۔'' جہان نے لہجے کو بامشکل کنٹرول کر رکھا تھا، ورنہ وہ جانتا تھا پپا اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ سے اس کے مزاج اور موڈ کو پا جایا کرتے تھے، اتنی ہی گہرائی سے جانتے تھے وہ اسے چند مزید ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے ریسور رکھا ہی تھا کہ اسی پل پھر زور و شور سے بیل بجتی چلی گئی، جہان نے اکتاہٹ آمیز نظروں سے فون سیٹ کو دیکھا اور بے زاری سے ریسور اٹھایا تھا۔

''ہیلو!''

''ہیلو کے بچے کدھر غائب ہو، کل سے تمہارا سیل ٹرائی کر رہا ہوں، نمبر تو چینج نہیں کر لیا؟'' دوسری طرف معاذ تھا اپنے مخصوص فریش بے فکر اور بے تکلف انداز کے ساتھ جہان نے بے اختیار گہرا سانس کھینچا تھا۔

''نہیں نمبر وہی ہے، تم سناؤ کب آ رہے ہو؟''

''یہ تمہیں کیوں بتاؤں، سرپرائز کا مزا کرکرا تھوڑی کرنا ہے، تم کراچی کب جا رہے ہو؟''

''ابھی تو نہیں شاید کچھ دن لگ جائیں۔'' جہان نے مختصر جواب دیا تھا تو دوسری طرف جانب معاذ معنی خیزی سے ہنسنے لگا۔

''خیریت ہے نا جے! مجھے تو لگتا ہے یہاں کا معاملہ گڑبڑ ہے کسی حسینہ مہ جبینہ سے عشق وشق تو نہیں ہو گیا؟'' معاذ نے محض ایک تکا لگایا تھا مگر جہان کو لگا کسی نے تاک کر اس نے زخمی دل پہ خنجر دے مارا ہو، اس کا وجود ایکدم دہک اٹھا۔

''جے! کدھر کھو گئے پیارے، مجھے تو لگتا ہے واقعی یہی بات ہے، ہے نا؟'' اب کے وہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ شوخی سے مخاطب تھا جہان نے بے دردی سے ہونٹ کچلے تھے۔

''تم ہمیشہ فضول مفروضے مت گھڑا کرو سمجھے، فون رکھو مجھے ضروری کام سے باہر جانا ہے۔''

''اور وہ ضروری کام ہماری ہونے والی بھابھی صاحبہ کے دیدار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، ہے نا؟'' وہ کھلکھلا رہا تھا، جہان نے سختی سے دانت بھینچے اور ایکدم ریسور کریڈل پہ ڈال دیا تھا، اس کا چہرا بھاپ چھوڑنے لگا تھا، آنکھوں میں بے بسی رقم تھی، بیل پھر بج رہی تھی، جہان نے ریسور اٹھا کر سائیڈ پہ رکھا اور یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں جا گھسا تھا۔

☆☆☆

بہت بے کیف لمحے ہیں
بہت بوجھل سے سپنے ہیں
نہ غم سے دل بہلتا ہے
نہ خوشیاں راس آتی ہیں
نہ جانے زندگی ہم کو کیوں ایسے آزماتی ہے
بہت تکلیف میں بھی ہم
ضبط سے مسکراتے ہیں
غموں سے دوستی کر کے وفا ایسے نبھاتے ہیں
عجب سی زندگی ہے یہ عجب ہی سوز آتے ہیں
میری آنکھوں کے سب آنسو صرف اس کو بلاتے ہیں

پرنیاں نے اسائمنٹ بناتے ہوئے نگاہوں کی تپش پہ بے اختیار سر اونچا کیا تھا، نیہاں اسی پلر کے ساتھ ٹیک لگائے اسی کی سمت متوجہ تھی، ہونٹوں پہ عجیب مسکان تھی، پرنیاں نے بغیر کسی تاثر کے نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

''یہ پھر آ گئی کمینی، مجھے سمجھ نہیں آتی اسے آخر تم سے پرخاش کیا ہے؟'' ثناء نے بھی نیہاں کی جتاتی ہوئی مسکراہٹ دیکھ لی تھی، جبھی کلس کر بولی، نیہاں چند ماہ قبل ہی مائیگریٹ کروا کے یہاں آئی تھی، جب سے آئی تھی پرنیاں سے ایک بیر باندھ لیا تھا، وہ بے حد مالدار اور حسین تھی، ماڈرن اور طرحدار تھی، پوری یونیورسٹی کی لڑکیاں اس سے مرعوب تھیں اور لڑکے تو تھے ہی اس کا دم بھرتے،

مگر وہ پرنیا سے خار کھاتی تھی کلاسز کے دوران بھی وہ ایسی حرکات کر گزرتی جس سے پرنیاں کو نیچا دکھانا مقصود ہوتا مگر اس کی یہ حرکات اکثر خود اسی کو شرمندہ کروایا کرتی تھیں، پرنیاں ریزرو ڈ تھی اور اسے نظر انداز کرنے کے فارمولے پہ عمل پیرا، حالانکہ ثنا کو اکثر غصہ آیا کرتا، وہ پرنیاں کو اکسایا بھی تھی کہ ذرا نیہاں کے دماغ درست کر دے مگر پرنیاں خوانخواہ کسی سے دشمنی لینا پسند نہیں کرتی تھی وہ بھی اس صورت جبکہ دانیال کی دوستی بھی نیہاں سے ہو چکی تھی اور نیہاں کے اس سے خار کھانے کی اصل وجہ بھی یہی تھی کہ دانیال سے اس کے ساتھ ہو کر بھی ان پل نیہاں کو بھول جاتا تھا جب اسے کہیں آس پاس پرنیاں کی جھلک بھی نظر آ جایا کرتی تھی، دانیال کی پرنیاں کے متعلق پسندیدگی سے وہ یہاں آتے ہی آگاہ ہو چکی تھی، پرنیاں کا ٹھنکا دینے والا حسن بھی تھا، وہ جتنا بھی خود کو یہ سمجھاتی باور کراتی کہ وہ پرنیاں سے زیادہ حسین ہے مگر خود کو یقین دلانے سے قاصر رہا کرتی تھی اس میں شک نہیں تھا کہ پرنیاں ہر لحاظ سے اس سے بڑھ کر دلکش اور حسین تھی، نیہاں نے اپنی بے کار کی باتوں کو حسد اور کینہ کی بنیاد بنا کر اس بے نفرت اپنے دل میں پال لی تھی، اس کی چند ایک بے حد فضول حرکتوں کی وجہ سے ثناء اتنا تلملائی تھی کہ پرنیاں کو اکساتی رہی تھی کہ وہ اپنے انکل کے بیٹے (جہان) سے بات کر کے یہ معاملہ ختم کرائے مگر پرنیاں آمادہ نہیں ہوتی تھی، جس پہ ثنا کو بہت جھنجھلاہٹ نے آن لیا تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی پری کہ تم آخر اتنی ریزرو ڈ کیوں ہو، تمہارے انکل اتنے پر خلوص ہیں پھر بھی تم ایسے غیروں جیسا رویہ اپنائے پھرتی ہو۔''

''یہ بات نہیں ہے ثناء! جہان بھائی لاہور میں ہوتے ہیں، پھر میری ان سے اتنی بے تکلفی بھی نہیں ہے کہ پرسنلز شیئر کرتی پھروں اور نیہاں والی بات درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے، میں ان سے ایک فضول بات کیوں کہوں جس کا کوئی سر پیر نہیں۔''

''اور وہ جو تمہیں خوانخواہ عاجز کیے رکھتی ہے وہ ....؟ چلو خیر تم پرنسپل صاحب سے ہی شکایت کر دو۔'' ثناء کی جرح پہ پرنیاں عاجز ہو گئی تھی۔

''ہم یہاں مقصد لے کر آئے ہیں ثناء وہ پورا ہو رہا ہے، یہ درسگاہ ہے میں اسے سیاست کا میدان نہیں بنانا چاہتی، پھر میں کسی اسکینڈل کو ہرگز افورڈ نہیں کر سکتی؟''

''نیہاں کے ساتھ بنے گا تمہارا اسکینڈل؟'' ثناء کی ہنسی نکل گئی تھی، مگر پرنیاں کی سنجیدگی، متانت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

''نیہاں کی پشت پہ دانیال بھی ہے واضح رہے۔'' وہ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بولی تو ثناء نے جواباً ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''یار جتنی تم شریف اور بے ضرر ہو نا ایسے لوگوں کو دنیا لمحوں میں تر نوالہ سمجھ کے نگل جاتی ہے۔ اب تمہیں میں صرف یہی دعا دے سکتی ہوں کہ تمہیں کوئی بے حد اسٹرانگ اور شاندار قسم کا کیئرنگ ساتھی مل جائے جو تمہیں ہر لمحہ اس دنیا سے بچا کے اپنی محفوظ پناہوں میں اس طرح سمیٹے کہ دنیا کی گرم ہوا تم تک پہنچ ہی نہ سکے۔''

ثناء کے خلوص پہ اسے کوئی شک نہیں تھا مگر اس کے الفاظ نے اس کے زخموں کے گویا ٹانکے

توڑ ڈالے تھے، معاذ حسن کی تمام تر بے اعتنائی اور ستم ظریفی یاد آ کر اس کے وجود میں سوئیاں سے سرے سے گاڑ ھنے لگی، تو تکلیف کے احساس سے اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں، جنہیں اس نے رخ پھیر کر ثناء کی نظروں سے اسے بچایا تھا۔

☆☆☆

کبھی اس طرح میرے ہم سفر
کبھی چاہتیں میرے نام کر
گر ہو سکے تو کبھی کہیں
میرے نام بھی کوئی شام کر
میرے دل کے سائے میں آ ذرا
میری دھڑکنوں میں قیام کر
یہ جو میرے لفظوں کے پھول ہیں
تیرے راستے کی یہ دھول ہیں
کبھی ان سے سن میری داستاں
کبھی ان کے ساتھ کلام کر

اس کے چہرے پہ الوہی مسکان تھی، اس کی آنکھوں میں زندگی دمکنے لگی تھی، داہنے ہاتھ کی موہی انگلیاں بہت بے اختیاری کیفیت میں بائیں کلائی میں کھنکتے کنگنوں سے یوں مس ہو رہی تھیں جیسے لاشعوری طور پہ کسی لمس کو پانے کی جدوجہد میں مصروف ہوں، کتنے دن ہو گئے تھے ان کے نکاح کو مگر جہان نے اس سے کسی قسم کا کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، حالانکہ وہ دل و جان سے منتظر تھی، اگر وہ ملنے نہیں بھی آیا تھا تو کم از کم ایک کال تو کر سکتا تھا جو محبت کرتے ہیں وہ تو بہانے ڈھونڈا کرتے ہیں، پھر وہ اتنا غافل کیوں تھا، اس کے اندر عجیب سی بے مائیگی اترنے لگی تھی مگر وہ اس احساس کو کبھی خود پہ حاوی نہیں ہونے دیا کرتی تھی، جو کچھ اسے ملا تھا وہ اس کی توقع سوچ سے کہیں بڑھ کے تھا، وہ ہر سوچ کو جھٹک کر بس اس احساس کو محسوس کیا کرتی اور سرشاری اس کے اندر خوشنما پھول کھلاتی چلی جاتی، اسے احساس تک نہ ہو سکا تھا ان چند دنوں میں آسودگی اور طمانیت کے بھرپور احساس نے اسے کس درجہ حسین اور دلکش بنا دیا ہے، حسین تو وہ پہلے بھی تھی مگر اب تو گویا اس کے جھلملاتے روپ پہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی، اس وقت بھی مسز آفریدی نے اسے دیکھا تو چند لمحوں کو یونہی تھم کر اسے دیکھتی چلی گئی تھیں، انہیں اپنا فیصلہ بروقت اور دانشمندانہ لگا، جہان کا رویہ انہیں اب سیٹ ضرور کرتا تھا مگر انہیں خود پہ بہت زعم تھا وہ حالات کو اپنے قابو میں رکھنے کے فن سے آگاہ تھیں، جبھی کسی ٹینشن کو خود پہ سوار نہیں کیا کرتی تھیں، جہان کو بھی انہوں نے زیر کر لیا تھا، گو کہ وہ اسے ایک حد سے زیادہ استعمال نہیں کر سکی تھیں کہ وہ ان کے لئے وہ سرکش اور بدکا ہوا گھوڑا ثابت ہو رہا تھا جسے لگام ڈال کر بھی قابو کرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے، جس کی پشت پہ سواری زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوتی ہے مگر انہیں مشکل کام کرنے میں ہی لطف محسوس ہوا کرتا تھا، جبھی وہ بہت مہارت سے اپنا کھیل کھیل رہی تھیں، ڑالے کے متوقع

سوالوں سے بچنے کی خاطر انہوں نے خود اسے یہ کنگن دیئے تھے اور نام جہان کا لے دیا تھا جیسے ابھی انہوں نے اس سے ایک اور جھوٹ بولنا تھا۔

''اوہ مما! آیئے نا۔'' ژالے اپنے دھیان سے نکلی تو انہیں روبرو پا کے چونک گئی تھی۔

''میں تو آفس کے لئے نکل رہی تھی، مگر جہان کا فون آگیا، مجھے ڈنر پہ انوائیٹ کر رہا تھا، تمہارا بھی پوچھا تھا میں نے کہا خود بات کرلو، کہتا ژالے شاید پسند نہ کریں۔'' ژالے حیران ہوگئی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے مما!'' وہ کنفیوژ ہو چلی تھی۔

''بیٹے تو وہ یہی سمجھتا ہے نا کہ تمہاری طرف یہ پسندیدگی نہیں ہے، میں نے اسے ذرا سا بھی اشارہ نہیں دیا، خیر یہ اتنی اہم بات نہیں، تم خود اسے کال کرلو، میرا تو خیال ہے اسے بہت اچھا لگے گا۔'' انہوں نے ایک بار پھر ترپ کر پتہ پھینکا، اپنی کامیابی کا انہیں سو فیصدی یقین تھا، ژالے ان کی توقع کے مطابق گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

''نہیں مما! اچھا نہیں لگتا۔''

اور مسز آفریدی مسکرا دی تھیں، طمانیت آمیز مسکراہٹ، ابھی کل ہی جہان سے ان کی بات ہوئی تھی، اس کے تیور بے حد بگڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ وہ ان کا لحاظ تک کھو چکا تھا، بدتمیز و گستاخ لہجے میں وہ فون پہ چنگھار رہا تھا۔

''آپ سمجھ لیں محترمہ کہ آپ اس سے زیادہ مجھے بلیک میل نہیں کر سکتیں، آپ کا داؤ بس یہیں تک چلنا تھا۔''

''میں آپ کو بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔''

''اس کے باوجود کہ وہ موویز اور پکچرز میرے پاس موجود ہیں؟'' ان کا لہجہ طنزیہ تھا، وہ ناگن کی طرح سے پھنکاری تھیں۔

''مائی فٹ، آپ بھلے سینڈ کر دیں وہ سارا کچھ میری فیملی کو، اب اگر آپ اپنی پارسا بیٹی کو میری نام نہاد بیوی بنا ہی چکی ہیں تو اس رشتے میں یہ سب بہت معمولی بات ہے۔'' اس کا زہرخند لہجہ مسز آفریدی کی ساری اکڑ لمحوں میں نکال گیا تھا۔

''تمیز سے تو بات کرو مجھ سے جہانگیر! رشتوں کا احترام کرنا بھی سیکھا ہے کہ نہیں؟'' وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھیں پینترا بدل کر بولیں تو جہان زہرخند سے ہنستا چلا گیا تھا۔

''گن پوائنٹ پہ زبردستی قائم کیے رشتوں میں نہ محبت کا کمل دخل ہوا کرتا ہے نہ احترام کا، معذرت کے ساتھ مسز آفریدی میں آپ کی توقع پہ پورا نہیں اتر سکتا؟'' بدلحاظی کے اس اعلیٰ وارفع مظاہرے نے مسز آفریدی کے چودہ طبق روشن کر کے رکھ دیئے تھے، انہوں نے عرق ریز پیشانی کو نقت زدہ انداز میں پونچھا تھا۔

''اس وقت تم حواسوں میں نہیں ہو، آئی تھنک مجھے بعد میں بات کرنی چاہیے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے، بی کوز میرے حواس اب کچھ اس قسم کا کام کریں گے واضح رہے۔'' اس کا لہجہ و انداز ہنوز تھا، مسز آفریدی نے ہونٹ بھینچ کر کال ڈراپ کر دی تھی، حقیقت یہ تھی کہ انہیں صحیح معنوں میں تشویش نے آن لیا تھا، چند لمحوں کو تو ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرے

چھا گئے تھے، زندگی میں بہت مرتبہ انہوں نے اپنی مرضی کی بساط بچھائی تھی اور مجال ہے جو کوئی مہرہ ان کی منشا کے خلاف آگے پیچھے ہوا ہو، ہمیشہ وہی فتح یاب ٹھہری تھیں مگر یہاں پہلے ہی مقام پہ ان کے سامنے اپنی فتح مشکوک ہونے لگی تھی، جہان ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر شارپ اور جینئس تھا شاید کہ وقتی طور پہ جال میں پھنس جانے کے باوجود وہ مجروح ہو کر مقید نہیں ہوا تھا، اس نے جال کو اگر کترا نہیں تھا تو اپنی قوت طاقت سے جال کو اپنے ساتھ اڑا لیا تھا اور وہ شاید ہاتھ ملنے والوں میں شمار ہو کر رہ گئی تھیں، انہوں نے ژالے کی زندگی اور خوشی کی خاطر یہ قدم اٹھایا تھا مگر اب انہیں لگ رہا تھا وہ زیادہ عرصہ اسے یہ بہلاوہ نہیں دے سکیں گی یہی سوچ تھی جو انہیں پریشان کر رہی تھی، شاید اب انہیں کسی نئی سازش تیار کرنی پڑتی تھی اور وہ کیا ہوگی ان کی سوچ کا محور مرکز یہی تھا۔

☆☆☆

نہ کوئی نہ ہاتھوں پہ حنا تیرے بعد
میں مکمل ہی سیاہ پوش ہوا تیرے بعد
لے کے جاتا رہا ہر روز پھول اور چراغ
بس یہی میں نے کیا جتنا جیا تیرے بعد
میرے ہونٹوں سے تیرا نام نکل جاتا تھا
جس نے اپنایا مجھے چھوڑ دیا تیرے بعد
ساری دنیا نے مجھے مال غنیمت سمجھا
جس نے بھی چاہا مجھے لوٹ لیا تیرے بعد
فیصلہ لکھ کر قلم توڑ دیا مصنف نے
پھر محبت کی نہ دی کوئی سزا تیرے بعد

اس نے بوجھل سانس کھینچا اور ڈائری بند کر دی، کمرے کی فضا میں گھٹن تھی مگر وہ بے حس بنی بیٹھی رہی، یہاں تک کہ روشندان سے اس پر پڑتی سورج کی کرنوں کا رنگ مدھم پڑتا بالکل اندھیرے میں بدل گیا مگر اس کی پوزیشن میں فرق نہیں آیا تھا، مما نے اس کے سامنے زیاد کے پرپوزل کا ذکر کیا تو نوریہ نے پوری بات سنے بغیر ہی صاف انکار کر دیا تھا، مما تو مما خود حوریہ بھی ششدر رہ گئی تھی، نوریہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی تو حوریہ اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔

''کیوں آئی ہو تم؟ مجھے تنہا چھوڑ دو پلیز۔'' اس کا ضبط جواب دے گیا تھا جبھی وہ چیخ اٹھی تھی۔

''بجو آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ مما اتنی پریشان ہو گئی ہیں آپ کے اس اپنی ٹیوڈ کی وجہ سے۔''

''اور جو میں اپ سیٹ ہوں اس کی کسی کو پرواہ ہے کہ نہیں؟'' وہ بھڑک اٹھی تھی، حوریہ کچھ ہراساں سی ہونے لگی۔

''آپ کیوں اپ سیٹ ہیں؟ کچھ بتائیں گی تو پتہ چلے گا نا بجو۔'' وہ کسی قدر آہستگی سے بولی تو نوریہ کی آنکھوں کی جلن ایکدم کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

''بس تم مما سے کہہ دو، مجھے ہرگز بھی زیاد سے شادی نہیں کرنی۔'' وہ ضبط کھو کر چیخ اٹھی،

نوریہ نے حیرانی سے [illegible] دیکھا۔

''کل بڑے ماموں اور چھوٹے ماموں یہ بات اسپیشلی آکر مما سے کہہ کر گئے ہیں، زیاد بھائی کی خواہش بھی شامل ہے، بجو کیا خرابی ہے زیاد بھائی میں اتنے تو ہینڈسم ہیں۔''

(تم نے معاذ کو دیکھا ہے پھر بھی یہ بات کہتی ہو حوری! پھر اس ستم گر کی موجودگی میں میں کیسے کوئی نیا رشتہ اور اس کے تقاضے نبھا سکوں گی، میں مر جاؤں گی حوری) وہ ایکدم سے سسک اٹھی تو حوریہ کی پریشانی و بوکھلاہٹ دوچند ہونے لگی۔

''مما سے کہو ماموں کو انکار کر دیں، اس کے علاوہ وہ جہاں بھی کہیں گی مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔'' اس کے بھیگے لہجے میں اتنی عاجزی اس درجہ بے چارگی تھی کہ دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑا زیاد ساکن ہو کر رہ گیا تھا، تبھی حوریہ کی نگاہ اس پہ پڑی تو اس نے ششدر ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''زید بھائی آپ!'' نوریہ نے چونک کر نظریں اٹھائیں، وہ اسی کی سمت دیکھ رہا تھا، کیا تھا ان نظروں میں رنج و کرب ملال، شکایت، نوریہ نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، زیاد اس کے کج ادا انداز پہ مزید زخمی ہو کر رہ گیا۔

''حوریہ تم میرے لئے ایک کپ چائے بنا کے لا سکتی ہو؟'' اس نے قدم بڑھاتے ہوئے گویا حوریہ کو وہاں سے ٹرخایا تھا، وہ سر ہلاتی اگلے لمحے دروازہ سے باہر تھی۔

''اتنا برا ہوں میں نور کہ تم میرے علاوہ کسی بھی انجانے شخص کو قبول کرنے کو تیار ہو۔'' اس کے شاکی لہجے میں بے مائیگی کا کرب سمٹ آیا تھا۔

''میں اس موضوع پہ آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، آپ براہ کرم یہاں سے تشریف لے جائیں۔'' وہ جس قدر بیگانگی اور تنفر سے بولی تھی زیاد اسی قدر ہرٹ ہوا تھا۔

''اتنی خفا ہو؟ حالانکہ میرا قصور اتنا بڑا نہیں تھا اور میں معافی بھی مانگ چکا۔'' زیاد نے متاسفانہ انداز میں کہہ کر اسے دیکھا تو نوریہ نے زور سے سر جھٹکا تھا۔

''سب سے پہلے تو آپ یہ خیال اپنے دل سے نکال دیں کہ میں آپ سے خفا ہوں۔''

''پھر اس انداز گفتگو کو کیا سمجھوں گا؟'' زیاد جھلا اٹھا تھا۔

''آپ کو یوں مجھ سے پوچھے بغیر اپنا پرپوزل نہیں بھجوانا چاہیے تھا۔'' وہ تڑخ اٹھی، زیاد چونک کر اسے بغور دیکھنے لگا پھر ایکدم ہنس دیا۔

''اوہ جناب اس وجہ سے خفا ہیں کہ پہلے آپ یہ نیک ارادہ ظاہر کیوں نہیں کیا، چلیں میں ابھی یہ کام کر لیتا ہوں۔'' وہ شوخی سے ہنسا پھر ایک گھٹنہ کو زمین پر ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھا اور اس کے آگے اپنا بائیاں ہاتھ بہت ڈرامائی انداز میں پھیلا کر مسکراتے ہوئے کھنک دار لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''مائی سویٹ ہارٹ دل یو میری مس پلیز۔'' نوریہ ایک پل کو تو ہونق ہوئی تھی مگر اگلے لمحے جیسے اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ یہ کیا بیہودگی ہے زیاد بھائی!'' زیاد کا مسکراتا چہرا روشن آنکھیں ایکدم بجھ کر رہ گئیں اس نے پہلے تحیر سے پھر ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا تھا، پھر خود کو سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئی تھنک اس موضوع پہ ہم پھر کبھی بات کریں گے، او کے؟''

''میں کبھی بھی اس موضوع پہ بات نہیں کرنا چاہوں گی، سنا آپ نے۔'' وہ چیخ کر بولی تو زیاد نے یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ چند لمحے اسے دیکھا تھا۔

''کسی کو ٹھکرانے کے دو اہم وجوہات ہوا کرتی ہیں نوریہ! یا تو آپ کسی اور میں انوالو ہوں یا پھر آپ ٹھکرانے والے کو پسند نہ کرتے ہوں، ان دونوں میں سے کون سی وجہ ہے یہ مجھے بتانا پڑے گا تمہیں؟'' نوریہ جو پہلی وجہ کو سن کر ہی نظریں چرا گئی تھی، اس کی بات سرے سے نظر انداز کئے یونہی ساکن کھڑی رہی۔

''تمہیں میری بات کا جواب دینا ہو گا نوریہ۔''

''یہ کوئی زبردستی نہیں ہے۔'' وہ درشتی سے بولی تو جواباً زیاد نے اسے بے حد عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔

''تم میری محبت ہو نوریہ! اور تم سے میں صرف اس صورت دستبردار ہو سکتا ہوں کہ تم کسی اور کو چاہتی ہو، بتاؤ ایسا ہے؟'' نوریہ کے جسم میں جیسے کسی نے بھالا اتار دیا تھا، زندگی کا یہ کیسا مقام تھا کہ وہ اس درجہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔

''آپ یہاں سے نہیں جائیں گے تو ٹھیک ہے میں چلی جاتی ہوں۔'' وہ ایکدم سلگی اور جھٹکے سے پلٹ کر واش روم میں گھستے ہی بالٹ چڑھا دیا، زیاد ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا، وہ پلٹا تو اس کے قدموں سے اضمحلال لپٹا ہوا تھا۔

☆☆☆

یہ اداس دن میری تنہائی کو
ایسے عروج بخشتے ہیں
کہ مجھے اک وہی
پھر وہی
بس وہی شخص یاد آتا ہے

وہ گم صم بیٹھی تھی جب زینب نے اس کے سامنے بھاپ اڑاتا کافی کا مگ رکھا، اس نے چونک کر معاذ کی تصویر سے نگاہ اٹھائی تو ایکدم خفیف ہو گئی، پتہ نہیں کیوں وہ اتنی غیر محتاط ہو جاتی تھی، زینب کی گہری نظریں خود پہ مرتکز پا کے اس نے خجل ہوتے ہوئے سوچا تھا۔

''کافی لو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' زینب کی نگاہیں ہنوز اس پہ تھیں، نوریہ نے کچھ کہے بغیر مگ اٹھا لیا۔

''شاپنگ کمپلیٹ ہو گئی تمہاری؟'' وہ اپنی کنفیوژن ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی جبھی اس کا دھیان بٹانا چاہا۔

''نہیں ابھی کچھ رہتی ہے، کل تم کیوں نہیں آئی تھیں، کیا فرق پڑ جاتا اگر ساتھ چلی چلتیں؟'' زینب کا لہجہ شاکی تھا، نوریہ نے نگاہ چرا لی۔

''بس یونہی پھر سہی۔''

''اب ہے تو شاید میرے ساتھ نہ جانا چاہیں، ہر بار زیاد بھائی ہی ہوں گے، تم ہر بار بہانے بناؤ گی کیا؟'' زینب کا بات کرنے کا مخصوص انداز تھا، بے لچک، بدلحاظ اور کھوجتا ہوا، نوریہ کا رنگ ایکدم سے پھیکا پڑ گیا، اس سے کافی کا بھرا ہوا گھونٹ حلق سے اتارنا مشکل ثابت ہونے لگا۔

''میرے بھائی میں کوئی کمی نہیں ہے نوریہ، ان کا دل بھی بہت خالص ہے، سو بی کیئر فل۔'' وہ ہنوز اسی لہجے میں گویا تھی، نوریہ کی آنکھوں میں یکلخت نمی بھرنے لگی، اگر وہ بدلحاظ اور بے شرم ہوتی تو لازمی پوچھتی، کون سا بھائی، معاذ کہ زیاد، ابھی کل تک وہ معاذ کا نکاح ہو جانے کے باوجود اسے معاذ سے اظہار کر دینے پہ اُکساتی رہی تھی اور اب زیاد کے لئے کنونس کر رہی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' زینب نے ایکدم سے اٹھ کر جاتی نوریہ کا ہاتھ کسی قدر بدحواسی کے عالم میں پکڑ کر کھینچا تھا۔

''مجھے چھوڑ دو زینی پلیز۔'' اس کا گلا بھرانے لگا تھا، وہ بامشکل بولی تھی۔

''دِس از ناٹ فیئر نوری۔'' زینب جھنجی ہوئی تھی، نوریہ نے آنسوؤں سے دھندلاتی نظروں سے لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔

''فیئر تو وہ بھی نہیں ہے زینی جو میرے ساتھ ہو رہا ہے، میں انسان ہوں کھلونا نہیں ہوں۔'' ہاتھوں میں چہرا چھپا کر وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

''سوری میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا، پلیز ریلیکس۔'' زینب گھبرا کے اسے چپ کرانے لگی۔

''تم جانتی تو ہو معاذ بھائی انگیجڈ ہو چکے ہیں، سمجھداری کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس بات کو ایکسپٹ کر لو۔''

''زینی میں نے اس صورتحال کو اگر تمہیں یاد ہو تو تم سے پہلے ایکسپٹ کیا تھا، میں غاصب نہیں تھی نہ ہوں، مجھے دکھ صرف اس بات کا ہے کہ پرنیاں کو دیکھ کر تم......'' وہ خوددار تھی اور اس کی خودداری کو یہ شکایت اور شکوہ گوارا نہیں تھا جبھی بات ادھوری چھوڑ دی، زینب نے ہونٹوں کا نچلا کنارہ دانت سے دبا لیا تھا۔

''سوری یار وہ دراصل میں پرنیاں کو دیکھ کر حیران ہی کچھ اس قدر رہ گئی تھی کہ تمہیں پتہ ہے میں کس درجہ حسن پرست ہوں۔''

حسب سابق شرمندہ ہوئے بغیر وہ بڑی ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہی تھی، نوریہ نے ساکن نظروں سے اسے دیکھا تھا پھر جانے اسے کیا ہوا کہ وہ زہرخند سے کہہ گئی تھی۔

''نہیں مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم حسن پرست ہو، میں کیسے یہ بات سمجھ سکتی تھی زینی اگر ایسا ہوتا تو تم کبھی بھی جہان بھائی کو چھوڑ کر تیمور خان کا چناؤ نہ کرتیں، بہرحال یہ بات تو تم بھی جانتی ہو کہ تیمور خان جہان بھائی کے مقابلے میں......'' اس کی بات ادھوری اس طرح رہ گئی تھی کہ اس کی نگاہ اسی پل ہال کمرے کے دروازے پہ آن رکنے والے جہان پہ جا پڑی تھی، جس کے کاندھے پہ لٹکا بیگ بتلاتا تھا کہ وہ ابھی ابھی لاہور سے شاہ ہاؤس پہنچا ہے، جہان کے چہرے پہ جو تاثرات تھے وہ چیخ کر بتا رہے تھے کہ وہ یہ آخری بات پوری جزئیات کے ساتھ سن چکا ہے نوریہ تو سُن ہی تھی،

زینب کی شرمندگی کا عالم ابھی دیکھنے والا تھا، جہان چند لمحے ٹھٹکنے کے بعد الٹے قدموں دروازے سے ہی پلٹ گیا تھا، نوریہ نے گھبرا کر ساکن کھڑی زینب کو دیکھا جس کے چہرے پہ زلزلے کے آثار بے حد نمایاں تھے۔

''آئی ایم ساری زینی میرا مقصد......''

''تمہارا مقصد جو بھی تھا نوریہ بہرحال تم نے مجھے اس کم ظرف انسان کے آگے دو کوڑی کا کر کے رکھنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔'' وہ حواسوں میں لوٹی تو بھپری گئی تھی، نوریہ ہونٹ بھینچے شرمندہ سی کھڑی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

سب امتحان عشق کے اپنے کڑے رہے
ہم کوزہ گر کے چاک پہ برسوں پڑے رہے
ان کی نگاہیں شوخ تھیں ہم تھے حیا پسند
مشتاق وہ ہم اپنے کہے پہ اڑے رہے
بیٹھے رہے ہم رات کی راہوں کے خواب اگر
دن مرحلہ دید میں حائل کھڑے رہے

وہ باتھ لے کر نکلا تو مما خود چائے بنائے بانفس نفیس اس کی منتظر تھیں، وہ باہر آیا تو بے اختیار لپک کر اسے سینے سے لگایا، پیشانی چومی اور کتنی دیر اس کا چہرا ہاتھوں میں لئے نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہیں، ان نگاہوں کی حسرت سے وہ بخوبی آگاہ تھا، صرف پپا ہی نہیں خود مما کی بھی شدید خواہش تھی کہ وہ زینب کے حوالے سے ہمیشہ کے لئے ان کا ہو جائے مگر قدرت کو یہ منظور نہیں ہوا تھا تو ان کے دل کو قرار نہیں آتا تھا، تمام حسرت اکثر ان کو مضطرب کرنے لگتی تھی۔

''معاذ کب آ رہا ہے کچھ بتایا آپ کو؟'' جہان ان کا دھیان بٹانے کو بولا تھا، مما نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں رگڑیں اور سر کو نفی میں ہلایا۔

''نہیں کچھ نہیں بتایا، پتہ نہیں کیوں میرا دل ہولتا رہتا ہے، راتوں کو بھی نیند نہیں آتی، اگر وہاں کسی لڑکی کے دام میں پھنس گیا تو پھر......؟ وہاں کا تو ماحول بھی ایسا ہے۔'' ان کے مخصوص خدشات تھے، بال بناتے جہان کے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہو گئے، اس نے آئینے میں دکھائی دیتے مما کے پرملول عکس کو دیکھا۔

(کسی کو دام میں الجھانے کے لئے جگہیں ماحول اور خطے کا مخصوص ہونا ضروری تو نہیں ہے پیاری جان! معاذ تو شاید صحیح سالم لوٹ آئے پر تو میرے کاٹ دیئے گئے، اس قدر شرمندہ ہوں اپنی اس بے دھیانی پہ کہ خود کو معاف نہیں کر پاتا، اسلام نے یونہی تو حد بندیاں نہیں لگائیں، میں اس کا غیر محرم تھا، پھر کیوں کسی مجبوری کے تحت بھی اسے اٹھایا تھا، کیوں اتنا نزدیک گیا تھا کہ اس طرح جال میں پھنس گیا، یہ مجھے سزا ملی ہے اللہ کی حدوں کو پھلانگنے کی۔)

''جہان بیٹے آپ کے چاچو اور پاپا چاہتے ہیں کہ آپ کی بھی شادی جلد کر دی جائے اگر آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے تو بتا دیں ورنہ پھر...... دراصل زیاد نوریہ کے لئے کہہ رہا ہے تمہارے چاچو

زیادہ سے پہلے تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' وہ وحشت زدہ سوچوں میں بتلا تھا جب مما کی آواز پہ چونک کر متوجہ ہوا اور خالی نظروں سے انہیں دیکھتا چلا گیا، مما نے کچھ حیرانی سے اس کی اس گم صم کیفیت کو دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے! آپ پریشان کیوں ہو گئے ہو؟'' جہان نے ہونٹوں کو کسی اذیت سے گزرتے ہوئے سختی سے باہم بھینچ لیا۔

''پھپی جان پلیز آپ لوگ مجھے کچھ وقت دیں۔'' اس کا لہجہ ملتجی نہیں کسی حد تک بھینچا ہوا تھا، مما نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا پھر اٹھ کر نرمی اور محبت سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا تھا۔

''آپ جیسا چاہو گے نا بیٹے ویسا ہی ہوگا، ڈونٹ یو وری۔'' مما اسے تسلی دے کر خود باہر چلی گئیں جہان یونہی ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا تھا۔

(میں جو جو چاہتا تھا ویسا کچھ بھی نہیں ہوا، یہی تو المیہ ہے، مگر میں وہ بھی نہیں ہونے دوں گا جو میں نہیں چاہتا، جن لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ سے ٹکر لی ہے اب ان کو بھی مجھے بتانا ہے کہ میں درحقیقت وہ نہیں ہوں جو نظر آتا ہوں۔) اس کے اندر سلگتی آگ یکا یک بھڑک اٹھی تھی۔

''السلام علیکم! کیسے ہیں جے؟'' وہ سر جھکائے سگریٹ سلگا رہا تھا جب دھڑ دھڑ سیڑھیوں میں دستک دینے کے بعد وہ اس کے روبرو آکھڑی ہوئی تھی، جہان کے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن نہیں ہوئے تھے، اس کا دل اس کا وجود اس کا رواں رواں ساکن ہو کر رہ گیا تھا، چند ثانیوں کو وہ اپنی کیفیت پہ خود بھی ششدر ہو کر رہ گیا۔

(کیا ابھی بھی اس لہجے اس آواز میں اتنی پاور اتنا طلسم اور کشش ہے کہ میں اسے سنوں اور باقی سب فراموش کر دوں، اس نے خود سے سوال کیا تھا اور کوئی اس کے اندر تمسخرانہ انداز میں ہنستا چلا گیا تھا، اب...... اب کیا ہوا؟ وہ کسی اور کی ہو رہی ہے، تم کسی اور کے نام کر دیئے گئے جہانگیر حسن شاہ تو کیا محبت کے تقاضے اس کے اصول اور لوازمات بدل گئے؟ نہیں...... اگر تم اس بھول میں ہو تو اس فریب سے نکل آؤ۔)

تسکین محبت کے بس دو ہی طریقے تھے
یا دل نہ بنا ہوتا ، یا تم نہ بنے ہوتے

''آپ بھی خفا ہیں لالے کی طرح مجھ سے؟'' اس نئے سوال پہ جہان کے ہونٹوں پہ نافہم سی مسکان بکھر گئی۔

''معاذ کے بارے میں میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔''

''اور اپنے بارے میں؟'' وہ سوالیہ نشان بنی کھڑی تھی، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کے جھکے سر کو مزید جھکا کر چائے کا مگ اٹھا لیا۔

''میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں زینب یہ باتیں اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔'' اس کے اس کا لہجہ، انداز کسی قدر کڑا تھا، زینب نے جواباً خاموش جانچتی نظروں سے اسے کتنی ہی دیر تک دیکھا تھا اور جہان خود کو کمپوزڈ رکھنے کو بھرپور جدوجہد میں مصروف ہوا تھا۔

''اب بھی اس خاص الخاص ہستی کی رونمائی نہیں کرائیں گے جے۔'' سوال تھا یا کوئی بم

بلاسٹ ہو گیا تھا، جہان کے زخم بری طرح ادھڑے۔

''میں ایک بے حد غیر اہم ہستی ہوں زینب! تم کیوں آخر اس قدر متجسس ہو؟'' وہ اب کے زچ ہوا تھا، زینب آہستگی سے ہنس دی۔

''چلیں جانے دیتی ہوں، فی الحال آپ یہ بتائیں لالے نے کب آنا ہے؟''

''اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔'' جہان نے مگ سے آخری گھونٹ بھر کے خالی مگ بے خیالی میں اس کی جانب بڑھا دیا جسے زینب نے کسی قدر تردد کے بعد تھاما تھا۔

''میں جانتی ہوں مجھ سے خفا ہیں، ساری دنیا آپ کے سوا مجھ سے خفا ہو گئی ہے۔'' وہ ایکدم روہانسی ہونے لگی، جہان نے ہونٹ بھینچ لئے۔

(کاش میرے بس میں ہوتا میں بھی تم سے خفا ہو سکتا۔) اس نے سرد آہ بھری۔

''جے اگر لالے نے ناراضگی میں شادی میں بھی شرکت نہ کی تو......؟'' پتہ نہیں کیوں وہ اس حد تک حساس ہو رہی تھی، جہان نے محض لمحہ بھر کو اسے دیکھا اور چاہنے کے باوجود اسے دل شکنی کے احساس سے دوچار نہ کر سکا۔

''ایسا نہیں ہوگا، وہ آ جائے گا، ڈونٹ وری۔''

''اور آپ برنیاں کو کب لائیں گے؟'' اگلا سوال بھی بے حد اہم تھا، جہان نے کچھ تحیر و استعجاب میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔

''ضروری تھوڑی ہے کہ انہیں میں ہی لے کر آؤں گا۔''

''ضروری ہے نا، پیا ہر اہم کام آپ جناب سے ہی کراتے ہیں۔'' وہ اسے دیکھ کر خصوصیت سے مسکرائی، جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

(ہاں جیسے تمہارے حوالے سے اک حسین خواب بھی تو دیکھا تھا انہوں نے میرے لئے، مگر ہر کام ہر بات پوری ہونے کے لئے تھوڑا ہوتی ہے۔)

وہ جانے کیوں پھر سے خودترسی خود اذیتی اور بے تحاشا کرب کا شکار ہو رہا تھا، زینب اس کی سوچوں کے تسلسل سے بے خبر اپنی دھن میں مگن کہہ رہی تھی۔

''آپ اسے کچھ دن پہلے لے آئیے گا، میں کچھ شاپنگ اس کے ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔'' اب کی مرتبہ جہان نے کچھ کہنے کی بجائے محض سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا، اپنی سوچوں اور خیال کے باعث وہ اتنا نڈھال ہو رہا تھا کہ خود میں بولنے کی ہمت بھی نہیں پاتا تھا، زینب نے اس کی کیفیت کو نوٹ کیا تو کاندھے اچکا کر بولی تھی۔

''آئی تھنک آپ تھک گئے ہیں، آرام کر لیں۔'' وہ پلٹ کر چلی گئی تو جہان گرنے کے انداز میں صوفے پہ بیٹھ گیا تھا، اس کے چہرے پہ جانے کیا کچھ کھو دینے کا ملال گہرا مزید گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔

٭٭٭

اس نے گہرا سانس کھینچا اور ہاتھوں کو اٹھا کر چہرا تھپتھپایا، پھر پلکیں جھپک جھپک کر آنسو اندر اتارنے کی کوشش کی تھی، ابھی کچھ دیر قبل اس نے کس درجہ فضول حرکت کی تھی، بظاہر معمولی بات پہ

وہ ثنا پہ اتنا برسی تھی کہ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی چلی گئی، پھر اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی شرمندگی اور خفت نے یکبارگی پرنیاں پر حملہ کر دیا تھا، اسے خود احساس ہو گیا تھا اس نے ثنا کے ساتھ زیادتی کی ہے، پتہ نہیں کیوں پچھلے کچھ دنوں سے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لوگوں سے خوامخواہ الجھنے لگی تھی، وجہ کیا تھی؟ وہ اچھی طرح آگاہ تھی، زینب کی شادی میں محض چند دن رہ گئے تھے اور وہ اکثر شاپنگ پہ جاتے ہوئے زبردستی اسے بھی گھسیٹ لیا کرتی، یہ زینب کی محبت تھی اور مان تھا مگر وہ اس مان اور محبت کے ساتھ درماندگی اور بے مائیگی کے شدید سے دوچار ہونے لگتی تھی... وہ بھی جانتی تھی ان چند دنوں میں معاذ کی آمد متوقع ہے، پھر اس کے بعد..... یہاں پہ آ کے اس کی سوچیں بھی مفلوج ہونے لگتی تھیں، حقیقت یہ تھی کہ وہ اس کی آمد پہ خوش ہونے کی بجائے، فکرمند اور مضطرب تھی، وہ اچھی طرح سے اس کے نزدیک اپنی اہمیت سے آگاہ تھی، ایک طوفان تھا جو رکا ہوا تھا، مگر اب اس کے بہاؤ کا بند ٹوٹ رہا تھا، منجدھار میں ڈولتی کشتی کو بہرحال ڈوب جانا تھا، وہ احمق تھی نہ خوش فہم کہ سنہرے خواب سجا کر بیٹھ جاتی اور یہی خوف یہی وہم اسے پاگل کرتا تھا تو وہ اپنے سے وابستہ لوگوں کو بھی ہرٹ کر جاتی۔

”تمہیں پتے تمہاری ہاسپٹل میں ڈیوٹی ہے، دو بج چکے ہیں۔“ وہ ابھی وحشتوں کے صحراؤں میں سرگرداں تھی کہ ثنا کی آواز پہ چونک گئی، اس کا لہجہ و انداز نارمل تھا، جبکہ پرنیاں شرمندگی کی اتھاہ میں پھر سے اترنے لگی، ضبط کی کوشش میں ہار کر اس کے ہونٹ کانپنے لگے اور آنکھیں ہزار ہا ضبط کے باوجود پھر سے نیر بہاتی چلی گئی تھیں، وہ سخت بے بس کھڑی رو دی، ثنا نے ہی پیش قدمی کی تھی پھر اسے گلے لگا کر کتنی دیر تھپکا، کچھ پوچھے بغیر نرمی سے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دھیان بٹایا اور ہاسپٹل روانہ کیا تھا، مگر پرنیاں کے دل کا بوجھ کم نہیں ہو رہا تھا، وہ آن ڈیوٹی بھی غیر حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتی رہی تھی جس پہ سر واثق سے اسے دوبارہ ڈانٹ بھی سننی پڑی تھی۔

”ڈاکٹر پرنیاں آپ کا دھیان کدھر ہے، آپ سمجھتی ہیں ایک ڈاکٹر کو اتنا غیر حاضر دماغ ہونا سوٹ کرتا ہے؟“ اور وہ گڑبڑا گئی تھی، جھجکی معذرت کرنے لگی۔

”اٹس او کے، وارڈ نمبر الیون کے بیڈ نمبر فور کے جو پیشنٹ ہیں آپ ان کا بی پی نوٹ کریں مکمل چیک اپ کے بعد رپورٹ تیار کریں میں ابھی چیک کرتا ہوں۔“ انہوں نے رسان سے کہہ کر اسے کام سے لگایا تھا اور وہ شکر کا کلمہ پڑھتی اپنا اوور آل بیگ اور اسٹیتھو سنبھالے مطلوبہ وارڈ کی جانب بڑھی تھی کہ ایک دم افراتفری سی چھا گئی، ایکسیڈنٹ کا کیس تھا یقیناً شور مچاتی ایمبولینس سے مریض کو اسٹریچر پر منتقل کر کے بالکل میل نرس ایمرجنسی وارڈ کی سمت لے جا رہے تھے، پرنیاں جو صورتحال جاننے کو دانستہ وہاں رک گئی تھی ایک پل میں جیسے اپنے قدموں تلے سے زمین کھسکتی محسوس کرتی بے اختیار دل تھام کر وہیں بیٹھتی چلی گئی، اسٹریچر پہ بے سدھ خون میں نہایا وجود کسی اور کا نہیں معاذ حسن کا تھا، اس ایک چہرے کو خاک و خون میں مل جانے کے باوجود بھی وہ ایک لمحے میں شناخت کر گئی تھی اس نے دہشت کے حصار میں گھرتے گردن موڑ کر دیکھا ایمرجنسی وارڈ کی شفاف راہداری اس کے وجود اور دل کی طرح سناٹے کی زد پہ آئی ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

نئے آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

تیرھویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتی ہیں اور جہان کو اپنے دام میں پھانس کر ژالے سے نکاح پر مجبور کر لیتی ہیں، جہان کے متعلق وہ ژالے کو بھی غلط معلومات پہنچا کر جہان کی طرف سے مطمئن رکھتی ہیں، ژالے اس بات میں خوش ہے کہ اس کی خواہش پوری ہو گئی ہے۔

جہان شدید قسم کے اضطراب اور کرب کا شکار ہے، ایک وقت میں بیک وقت دو محاذوں پہ شکست فاش اسے غم و غصے اور اذیت سے پاگل کیے دے رہی ہے، پرنیاں کالج میں ٹیگر یٹ ہو کر آنے والی وہ حسین اور مالدار لڑکی ہے جو دانیال کی وجہ سے پرنیاں سے پرخاش اور نفرت محسوس کرتی ہے اور اکثر پرنیاں سے بغیر کسی وجہ کے الجھ کر پرنیاں کے مسائل کو بڑھاتی رہتی ہے۔

زینت کی شادی طے ہو گئی ہے، زیاد کا پروپوزل نوریہ کے لئے آتا ہے مگر نوریہ انکار کر دیتی ہے زیاد اس انکار کا جواب مانگنے آتا ہے مگر نوریہ اس سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتی، وہ معاذ کی وجہ سے ہرگز بھی زیاد سے شادی پر آمادہ نہیں۔

پرنیاں ہاسپٹل میں زخمی ہو کر آنے والے معاذ کو دیکھ کر اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی محسوس کرتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چودھویں قسط

ایک قیامت تھی جو اس مختصر سے دورانیے میں اس پر بیت گئی تھی، اسے لگا تھا کسی پل بھی اس دہشت و خوف کے احساس سمیت وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گی، تسلسل سے بہتی آنکھوں اور لرزیدہ بدن کے ساتھ اس کی حالت خاصی سے زیادہ قابل رحم تھی جب اس پہ جونیئر ڈاکٹر شہلا کی نگاہ پڑی تھی تو وہ اگلے پل لپکتی ہوئی اس کی جانب آئی تھیں۔

''ڈاکٹر پرنیاں آر یو او کے؟'' پرنیاں نے سر اٹھایا نہ اسے دیکھا، وہ یونہی بدحواس سی سسک سسک کر رو رہی تھی، وہ تو اس کے فیصلے سے خائف تھی، تو یہ کبھی بھی نہیں چاہا تھا کہ وہ اس طرح اس نوبت کو پہنچ جائے، وہ اس کے لئے خاص تھا وہ جانتی تھی مگر وہ اس کے لئے اس درجہ اہم اور اسی جذباتی وابستگی ہے وہ ہرگز نہیں جانتی تھی، اس کی تکلیف کا احساس تھا یا اسے کھو دینے کا خوف کہ وہ اپنی حیثیت و مقام تک فراموش کر گئی تھی۔

''واٹ ہیپنڈ پرنیاں! کیوں رو رہی ہیں؟'' شہلا نے اسے تھام کر سہارا دیئے صوفے تک لائی پھر پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تھا۔

''سب خیریت ہے نا؟'' شہلا کی تشویش کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی اور پرنیاں نے ہچکیوں سسکیوں کے درمیان اسے معاذ کے متعلق بتایا تھا۔

''وہ آپ کے ریلیٹو ہیں؟ کزن وغیرہ؟''

اگلے سوال نے پرنیاں کو نہ صرف نگاہ چرانے بلکہ سنبھل جانے پہ بھی اکسایا تھا، شہلا نے حیرانی سے اس کی جامد خاموشی کو دیکھا، پھر اسے تسلی و دلاسے سے نوازنے کے بعد خود اٹھ کر معاذ کے حوالے سے تازہ صورتحال جاننے کو وہاں سے چلی گئی تھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں پرنیاں! معاذ صاحب کو اندرونی و بیرونی چوٹیں ضرور آئی ہیں مگر ان کی حالت خطرے سے باہر ہے، ابھی انہیں طبی امداد دی جا رہی ہے، کچھ دیر بعد آپ انہیں دیکھ سکیں گی۔''

تقریباً پندرہ منٹ بعد شہلا واپس آئی تو اس کے پاس تسلی بخش خبر تھی، جس نے صحیح معنوں میں پرنیاں کے اعصاب کو کنٹرول کیا تھا مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کی پریشانی اور گھبراہٹ ہنوز تھی، شہلا کے جانے کے بعد اس نے اپنی نم پلکیں ہاتھ کی پشت سے پونچھ کر صاف کی تھیں اور سر جھکا کر بیگ سے سیل فون نکالا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اس حادثے کی خبر شاہ ہاؤس میں سے کسے دے، بہت سوچنے کے بعد اس کا ذہن جہان کے نام پہ ہی مطمئن ہو سکا تھا، جہان کا نمبر پش کرتے اس کی انگلیوں کی خفیف سی لرزش کچھ اور بھی واضح ہونے لگی تھی۔

''السلام علیکم! کیسی ہیں پرنیاں آپ؟'' چند لمحوں کے توقف سے اس کی سماعتوں میں جہان کا مخصوص ٹھہراؤ لئے گمبھیر لہجہ اترا تھا۔

''وعلیکم السلام جہان بھائی! آپ پلیز اسی وقت ہاسپٹل آ جائیں۔'' اس کے رقت آمیز لہجے کو جہان نے محسوس کیا تھا یا اس کے بوجھل آواز کو کہ وہ ایکدم چونک اٹھا تھا۔

''خیریت ہے نا بھابھی! مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' پریشانی اور تشویش محسوس کی جانے والی تھی، اتنے فاصلے کے باوجود وہ لمحوں میں اس کے انداز کی تبدیلی کو پا گیا تھا تو یہ اسی

کی حساسیت اور اپنائیت ہی تھی، پرنیاں کو ایک دم ہی وہ کسی سایہ دار شجر کی طرح محسوس ہوا تھا، اس کے دل کی گھبراہٹ بڑھنے لگی۔

''انہیں آج پاکستان آنا تھا بھائی؟''

''کسے؟ معاذ...... کی بات کر رہی ہیں؟'' جہان نے ٹھٹک کر سوال کیا تھا۔

''جی! ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ان کا، آج ہاسپٹل میں ہی ڈیوٹی تھی میری، پلیز آ جائیں جلدی۔'' ہزار ضبط کے باوجود پھر اس کی آواز پہ نمی نے اپنا غلبہ پا لیا تھا جبھی اس نے ہونٹ بھینچے اور سیل فون کان سے ہٹا کر سلسلہ منقطع کر دیا، وہ جانتی تھی جہان کس درجہ پریشان ہوا ہوگا مگر وہ یہ بھی جانتی تھی اب اگر ایک لفظ بھی وہ مزید بولی تو خود پہ قابو نہ رکھ سکتی اور وہ بھرم کھونا نہیں چاہتی تھی، دل کا اضطراب اس درجہ بڑھا تھا کہ وہ بنا سوچے سمجھے اٹھ کر چلتی ہوئی وہیں آ گئی تھی، جس روم میں معاذ کو منتقل کیا گیا تھا، ہاسپٹل کے مخصوص لباس میں اس کا لمبا چوڑا مضبوط وجود بیڈ پہ ڈھیلے انداز میں ڈھیر تھا، مغرور کھڑی ناک، کشادہ پیشانی پہ بکھرے بال اور بے تحاشا روشنیاں سمیٹے رکھنے والی آنکھیں بند تھیں، نرس اسے انجکشن لگانے کے بعد دروازے سے نکل رہی تھی، پیشانی اور بازو پہ بندھی پٹیاں نظر آ رہی تھیں، ڈرپ کے ذریعے قطرہ قطرہ دوا اس کے وجود میں اتر رہی تھی، وہ ساکن کھڑی اسے دیکھتی رہی، یہاں تک کہ آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا گئیں۔

''آپ جتنے بھی کٹھور اور ستمگر سہی مگر میں آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتی۔''

درمیانی فاصلہ سمیٹ کر وہ اس کے نزدیک آئی تھی پہلے اس کے آہنی بازو پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی پہ بکھرے بال سمیٹے اور اس کے بعد سسکتے ہوئے جانے کس جذبے کے آگے ہار کر اس کے بیڈ سے سر ٹکا کر گھٹ گھٹ کر روتی چلی گئی تھی، یہ خیال یہ احساس سوہان روح تھا کہ ''اسے کچھ ہو جائے گا'' اس کی رگ جان میں وحشت بھرنے لگا تھا، اسے لگ رہا تھا پوری دنیا میں اس پل وہ تنہا ہے، ہر سو اندھیرا ہے گھٹا ٹوپ اندھیرا بس ایک معاذ حسن کا ساتھ ہے اگر وہ کھو گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے وحشت کے صحراؤں میں سر پٹختی پھرے گی، یہ احساس اتنا قوی تھا کہ باقی سب کچھ وہ فراموش کر چکی تھی، اس کی بے اعتنائی کج ادائی اور لگائے ہوئے لفظوں کے نشتر۔

وہ سامنے آئے تو عجب سانحہ ہوا
ہر حرف شکایت نے خودکشی کر لی

جانے کتنی دیر وہ یونہی بلکتی رہی تھی کہ دوبارہ اندر آنے والی نرس کی مداخلت پہ وہ ایکدم حواسوں میں لوٹ آئی۔

''یہ ٹھیک ہیں، مسکن دواؤں کے زیر اثر نیند میں ہیں، آپ کو بہر حال اتنا پریشان نہیں ہونا چاہیے۔'' نرس کی نگاہوں میں حیرانی کے ساتھ ساتھ معنی خیز سی مسکان بھی تھی، جس نے پرنیاں کو اتنا خجل کیا کہ وہ ایک لمحہ مزید وہاں ٹھہرے بغیر سرعت سے پلٹ کر باہر آ گئی، سات بج رہے تھے، اس وقت تک اسے ہاسٹل واپس پہنچ جانا چاہیے تھا، مگر وہ ہاسٹل تو کیا ہر احساس کو بھلا گئی تھی، یاد رہ گیا تو معاذ حسن!

اسے نئے سرے سے نرس کی آنکھوں کی معنی خیزیت یاد آئی تو خفیف سی جھنجھلاہٹ اعصاب پہ سوار ہو گئی، ہر کوئی کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے، پھر پتہ نہیں میرا دماغ کیوں خراب ہوا جا رہا تھا، اس نے سر جھٹک کر سوچا اور اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر مسلسل وائبریٹ کرتے سیل فون کو باہر نکالا، ثناء کالنگ کے الفاظ چمکتے دیکھ کر اس نے کال ریسو کی تھی۔

''کہاں ہو پری تم؟ وارڈن کے سخت ترین اصولوں کو بھول گئی ہو؟''

''سوری میں ہاسپٹل میں ہوں، آج لیٹ ہو گئی، تم وارڈن کو بتا دینا او کے۔''

جہان کو بدحواسی اور پریشانی و تشویش کے سب آثار چہرے پہ سجائے اسی سمت آتے دیکھ کر اس نے مختصر بات کر کے کال منقطع کر دی تھی، تب تک جہان اس کے پاس آن ٹھہرا تھا۔

''کہاں ہے معاذ! خیریت ہے نا؟ میرا تو سانس بند ہوا جا رہا ہے سن کر، چاچو تک کو نہیں بتایا میں نے۔'' وہ پھولے سانسوں کے درمیان بولا تھا، پرنیاں نے ایک نظر اسے دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔

''چوٹیں آئی ہیں لیکن تشویش کی بات نہیں ہے، آپ چلے جائیں اندر۔'' پرنیاں نے ہاتھ سے اس کے روم کی سمت اشارہ کیا تو جہان نے قدم بڑھاتے ہوئے جیسے ایکدم کسی خیال کے تحت اسے پلٹ کر دیکھا تھا، اس کی متورم آنکھوں اور نم آلود گلاب چہرے پہ نگاہ لمحہ بھر کو پڑی۔

''آپ واپس جا رہی ہیں؟''

''جی! میری ڈیوٹی کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔''

''آپ رکیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس کی بات پر پرنیاں عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

''تھینکس بھائی! میں ہر روز اسی طرح جانے کی عادی ہوں۔''

''پلیز بھابھی مناسب نہیں لگتا، میں ابھی آ رہا ہوں۔'' وہ اسے پابند کرتا آگے بڑھ گیا، معاذ ہنوز دواؤں کے زیر اثر نیند کی آغوش میں تھا، جہان نے اس کی چوٹوں کا جائزہ لیا تھا پھر خود ڈاکٹر سے بات کی تھی، اس کے بعد بہت سجاؤ سے اس نے پپا کو کال کی تھی، اس کے اتنے رسان سے بتلانے کے باوجود پپا سنتے ہی دل تھام کر رہ گئے تھے۔

''چاچو میں اس کے پاس ہوں، وہ ٹھیک ہے، معمولی چوٹیں ہیں، آپ دیکھ لیں آ کر اسے، مگر اکیلے مت آیئے گا، زیاد کو ساتھ لے لیجئے گا پلیز۔'' مزید کچھ دیر انہیں تسلی دلاسہ دینے کے بعد وہ ایک بار پھر معاذ کو دیکھنے لگا۔

(تو یہ آپ کا سرپرائز تھا محترم! ہاتھ پیر تڑوا کر بستر پہ لیٹنے کا)۔ ہلکی سے مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں سے چھوا تھا پھر پلٹ کر باہر آ گیا، پرنیاں اسی کے انتظار میں پلر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی، جہان کو دیکھ کر گہرا سانس بھرتی سیدھی ہو گئی۔

''چلیں۔'' جہان نے کوٹ کی جیب ٹٹول کر چابی کی موجودگی کا یقین کرتے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو کسی قدر متذبذب تھی۔

''آ...... آپ انہیں اکیلے چھوڑ کر جا رہے ہیں بھائی!'' جہان نے چونک کر اسے دیکھا، اسے

فکر مند اور مضطرب پا کر جہان کے ہونٹوں پہ اس ٹینشن کے باوجود مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی۔

''مجھ سے پہلے تو آپ اسے اکیلا چھوڑ کر جا رہی ہیں۔''

خلاف مزاج، خلاف عادت اس نے اس پہ گرفت کی تھی اور کسی قدر برجستگی بھری شوخی سے پرنیاں نے پہلے متحیر ہو کر پھر کسی قدر خفگی سے اسے دیکھا تھا، البتہ کچھ کہنے سے گریز کیا، جہان دھیرے سے ہنس دیا۔

''سوری اگر آپ نے مائنڈ کیا تو، ویسے میں چاچو کو بتا چکا ہوں، ان کا آفس یہاں سے تھوڑے فاصلے پہ ہے، پانچ سات منٹ میں پہنچ جائیں گے، ڈونٹ یو وری۔'' وہ پھر اسی مخصوص سنجیدگی متانت اور باوقار انداز میں گویا تھا، پرنیاں نے پرسکون ہو کر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

محبت میری جاں
تذبذب کی بے فیصلہ ساعتوں میں
اچھالا گیا کوئی سکہ نہیں
جس کے اک رخ پر ''ہے'' دوسرے پر ''نہیں'' ہو
یونہی خالی اوقات میں رنگ بھرنے کا
جیون کی پھیلی ہوئی ریت پر
چند شکلیں بنانے کا اک شغل بے کار کب ہے
محبت وظیفہ ہے
ایسا فریضہ ہے جو کام سارے بھلا کر نبھانا ہے
یہ جنگلوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ نہیں
من پہ کن من سی گرتی ہوئی
نرم کومل پھواروں کی رم جھم میں
اندر تلک بھیگنا ہے
سمندر کے سرگم پہ مدہوش وارفتگی ہے
جو میٹھے سروں سے زمانوں کو مسحور کرتی رہی ہے۔
محبت میری جاں
جاں سے گزرنے کا رستہ ہے
منزل نہیں
ایک نقطے کی جانب سفر ہے
جہاں ''میں'' پگھلتا ہے
اور ''تو'' کے سانچے میں ڈھلتا ہے
آساں نہیں ہے میری جاں محبت

وہ جہاں جیسے کھڑی تھی وہ ویسے ہی بیٹھتی چلی گئی، اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ گئی

تھی، جو صورتحال تھی اس میں اس پہ دھیان کس نے دینا تھا، جس کا جیسے بھی انتظام ہوا بس ہاسپٹل دوڑنے کی کی تھی، یہاں تک کہ حوریہ بھی مما کے ساتھ ہی گھس کے چلی گئی تھی، پیچھے وہ رہ گئی تھی واہموں اور خدشات سے ڈولتا ہوا دل لئے۔

''آپ کو کچھ نہیں ہونا چاہیے معاذ حسن آپ کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔'' ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے وہ سسک سسک کر تڑپ کر رو رہی تھی جب زینب بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

''تم نے...... تم نے سنا کچھ نوری لالے کو......؟'' وہ بات مکمل نہیں کر سکی اور ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے، نوریہ کی حالت تو پہلے ہی غیر ہو رہی تھی، وہ اٹھی تھی اور ایکدم اس کے گلے لگ گئی، دونوں زور و شور سے رونے میں مصروف تھیں جب زیاد اندر داخل ہوا تھا انہیں یوں روتا پا کر بری طرح سے جھلا گیا۔

''واٹ نان سنس، یہ کیا حماقت ہے۔'' وہ بدمزگی سے چیخا تھا، نوریہ سہم کر زینب سے الگ ہو گئی۔

''بھائی لالے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، پتہ چلا آپ کو؟'' زینب گھٹی ہوئی آواز میں بولی تو زیاد نے ٹھنڈا سانس کھینچا۔

''وہیں سے آ رہا ہوں میں الحمدللہ خطرے کی بات نہیں ہے۔''

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' زینب نے غیر یقینی نظروں سے اسے دیکھا تو زیاد کا موڈ خراب ہونے لگا تھا۔

''میں جھوٹ کیوں بولوں گا بھلا؟''

''تھنک گاڈ! ورنہ میں تو بہت ڈر گئی تھی۔'' نوریہ کے حواس بحال ہونا شروع ہوئے تھے، زیاد نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اچھا! اگر یہ خوف والی بات ہو تو اللہ سے مدد مانگنے کی بجائے رونا شروع کر دیا جاتا ہے؟ آپ کے خیال میں آنسو مسئلے کا حل ہوتے ہیں؟'' اس کا لہجہ و انداز کاٹ دار تھا، نوریہ نے ہونٹ بھینچ لئے، زینب صورتحال کی گمبھیرتا کو محسوس کر کے دانستہ کھنکاری تھی۔

''بھائی آپ ہمیں بھی تو لے چلیں ناں وہاں، مجھے بھی لالے سے ملنا ہے پلیز۔''

''مما پاپا کو آ لینے دو پھر جہان کے ساتھ چلی جانا، میں تو ابھی آیا ہوں۔'' وہ رکھائی سے کہتا پلٹ کر دھپ دھپ کرتا چلا گیا، نوریہ سرخ چہرا لئے کھڑی تھی۔

''اپنے بھائی کی طرف سے میں معافی مانگ لیتی ہوں۔'' معاذ کے حوالے سے پریشانی کم ہوئی تھی تو اس کا موڈ خود بخود خوشگوار ہو گیا تھا، نوریہ نے ہاتھ باندھے مسکراہٹ دبائی زینب کو جلتی نظروں سے دیکھا۔

''اس کی قطعاً ضرورت نہیں، ہاسپٹل جاؤ تو مجھے لیتی جانا۔'' وہ نخوت سے کہہ کر دروازہ پار کر گئی، زینب گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

☆☆☆

وہ آنکھیں کھول کر کتنی دیر چھت کو دیکھتا رہا، اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر خود

سے غافل رہا ہے، چھت کو دیکھتے اچانک اس کا ذہن بیدار ہوا، اچانک اسے محسوس ہوا کوئی اس کے دائیں طرف موجود ہے، اس نے بے اختیار گردن گھمائی تھی، دونوں ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے جہان کرسی کی بیک سے ٹیک لگائے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا، نگاہ چار ہونے پہ آہستگی و نرمی سے مسکرا دیا۔

''آر یو او کے ناؤ۔'' معاذ نے جواب میں کچھ کہے بغیر بس خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا تھا، جہان قدرے چونکا۔

''خیریت معاذ!''

''کیا مجھے بہت زیادہ چوٹیں آئی ہیں؟'' اس کا لہجہ سپاٹ تھا، جہان حیران رہ گیا یہ کیسا سوال تھا۔

''نہیں معمولی......تم پریشان نہ ہو، انشا اللہ کل تک ڈسچارج ہو جاؤ گے، میری ڈاکٹر سے بات ہو گئی ہے۔''

''پپا، مما کسی کو نہیں بتایا تم نے؟'' معاذ نے اپنے اطراف میں نگاہ ڈالی تو نظر کونے میں جائے نماز بچھائے رکوع کی حالت میں کھڑی مما سے جا ٹکی، اسی پل دروازہ کھول کر پپا اور پپا جان ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے، اسے ہوش میں دیکھ کر پاپا جان لپک کر نزدیک آئے تھے اور بہت جذباتیت بھرے انداز میں اس کا سر سینے سے لگانے کے بعد پیشانی کو بار بار چوما۔

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، اللہ نے بہت کرم کیا؟ کیسا ہے میرا ببر شیر؟''

''الحمدللہ! میں نے آپ کو پھر تنگ کیا نا پاپا جان؟ جبھی پپا مجھ سے خفا لگتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں نا چاہتے ہوئے بھی شاکی پن در آیا، جس نے اسی پل سلام پھیر کر اس کے پاس آئی مما کو تڑپا کے رکھ دیا تھا۔

''ایسا بالکل نہیں ہے میری جان! آپ کے پپا آپ سے بالکل بھی خفا نہیں ہیں، آپ ایسی باتیں مت سوچیں۔'' انہوں نے اس کے سرہانے بیٹھ کر سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اس کے لاڈ اٹھانے شروع کیے تھے ساتھ ہی شوہر کو کٹیلی نظروں سے دیکھ کر انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں معاذ کی دلجوئی کا کہا تھا۔

''آپ ہمیں بتا تو سکتے تھے کم از کم آنے کا۔'' پپا بولے بھی تھے تو کیا، مما کا غصہ کچھ اور بڑھنے لگا جبکہ جہان اور بڑے پاپا جان نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

''سوری پپا! میں آپ سب کو اچانک آ کر حیران کرنا چاہتا تھا۔'' وہ خجل سا بولا۔

''یہ الگ بات ہے کہ حیران کرنے کی بجائے آپ نے ہمیں پریشان کر دیا، ماشا اللہ آپ کس سمجھداری کو تو داد دینی چاہیے۔'' وہ ہنوز اسی لہجے میں بولے تھے، معاذ نے شاکی نظروں سے مما کو دیکھا اور منہ بنا لیا۔

''یہ جج کی غلطی ہے اسے آپ کو بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا، میں ایک آدھ دن میں ٹھیک ہو کر ہی ملتا آپ سے۔'' اس نے نروٹھے پن سے کہا، شاہانہ مزاج ذرا سی ڈانٹ پہ ہی بگڑ گیا تھا، پپا نے جتلاتی نظروں سے مما کو دیکھا گویا کہہ رہے ہوں تیور ملاحظہ کیے صاحبزادے کے، مگر

مما نے ان سے نگاہ چار نہیں کی تھی، اس سے پہلے کہ کوئی کچھ بولتا زیاد کے ہمراہ زینب اور نوریہ چلی آئیں، زینب تو آگے بڑھ کر معاذ سے لپٹ گئی تھی، البتہ نوریہ وہیں جھجک کر کھڑی رہ گئی، اسے لگا تھا جیسے صدیوں سے جلتی آنکھوں میں تراوٹ اتر آئی ہو، کتنی مدت بعد وہ اس خوبرو چہرے کو دیکھ رہی تھی جس پہ خفگی اور جھنجلاہٹ کا غلبہ تھا، اس نے زینب کو سخت بے زار کن انداز میں خود سے الگ کیا تھا۔

''ابھی مرا تو نہیں ہوں، صد افسوس زندہ ہوں، یہ رونے دھونے کا شغل ایسے وقت کے لئے بچا رکھو۔'' زینب کا چہرہ ایکدم دھواں دھواں ہو گیا، مما نے تڑپ کر معاذ کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھا تھا جبکہ پپا سرد آہ بھرتے ہوئے ہونٹ بھینچ چکے تھے، جہان نے زینب کی آنکھوں میں مچلتی نمی کو مضطرب نظروں سے دیکھا، وہ بے طرح ہرٹ ہوئی تھی، خوبصورت ریشمی بال دوپٹے کے اطراف سے نکل کر چہرے کے گرد لٹوں کی صورت جمع تھے لیکن اس بے ترتیبی میں بھی کمال درجے کا حسن تھا، وہ محبت کی فاتح ٹھہری تھی اور یہ احساس اسے ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید حسین بنا رہا تھا۔

''دس از ٹو مچ بیٹے! بہن ہے آپ کی؟'' پاپا جان نے ہی ٹوکا تھا مگر بہت نرمی و ملائمت بھرے انداز میں پھر بھی معاذ کے سپاٹ چہرے کے پتھریلے پن میں فرق نہیں آیا تھا، پپا اسی خاموشی سے پلٹ کر باہر نکل گئے، جہان ساکن بیٹھا تھا، کمرے کی فضا میں اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود تکلیف دہ خاموشی در آئی تھی جب کھلے دروازے پہ مدھر سروں میں دستک دیتے ڈاکٹر واثق چلے آئے ساتھ میں ان کے جونیئرز ڈاکٹرز تھے انہی میں پرنیاں بھی تھی، لمبی پلکیں جھکائے بے حد کنفیوژڈ سی، نوریہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھنے لگی۔

''اب کیسی طبیعت ہے ینگ مین!'' ڈاکٹر واثق اس کا معمول کے مطابق چیک اپ کر رہے تھے، وہ خاموش لیٹا رہا، مما اس کے سرہانے سے اٹھ چکی تھیں۔

''یہ ڈرپ اتار دیں پلیز۔'' معاذ نے بے زار کن انداز میں ڈاکٹر واثق کو مخاطب کیا تھا، انہوں نے مسکرا کر گویا اسے تسلی دی پھر اپنے پیچھے کھڑی پرنیاں کو ڈرپ اتارنے کا اشارہ کیا تھا، وہ قدرے سٹپٹائی تھی اور جھجک کر آگے بڑھی، مما مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں، زینب جہان کے علاوہ نوریہ کی نگاہوں کا مرکز بھی وہی تھی تو وجہ ان کے مابین رشتے کی معنی خیزی تھی، اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا کام سرانجام دیا تھا، جھکنے سے وہ معاذ کے سراپے سے بے حد نزدیک آ گئی تھی اور یہی قربت اس کی گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کا باعث تھی، نوریہ نے دیکھا تھا اس کے جھکنے سے اس کے چادر نما دوپٹے کے اندر سے اس کے بالوں کی چند موٹی لٹیں اس کے گالوں پر اٹھکیلیاں کرنے لگی تھیں، پرنیاں نے نگاہوں کی تپش پہ ہی نظروں کو اٹھایا تھا اور ایک لمحے کو جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، معاذ حسن پوری آنکھیں وا کیے پوری طرح سے اسی کی سمت متوجہ تھا، توجہ کا یہ ارتکاز اتنا گہرا تھا کہ وہ اس کے متوجہ ہونے پہ بھی نہیں ٹوٹا، پرنیاں کی ہمتیں یہیں تک تھیں، بے اختیار نیڈل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی، وہ گھبرا کر یکدم پیچھے ہٹی تھی، اسے اپنے رخسار دہکتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، پھر وہ جتنی دیر وہاں مجبوراً کھڑی رہی تھی نگاہیں اٹھائے بغیر بھی وہ معاذ کی گرم نگاہوں سے اپنا چہرا جلتا محسوس کرتی رہی، کمرے سے باہر آتے ہی اس نے سکھ کا سانس بھرا

تھا اور تیز قدموں سے راہداری عبور کر کے کمپاؤنڈ کی سمت جا رہی تھی، جب اس نے اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آہٹ سنی تو چونک کر مڑ کے دیکھا تھا، شفاف راہداری میں بھاگتی ہوئی زینب اس کے برابر آتے ہی شرارتی مسکراہٹ سے اسے دیکھنے لگی۔

"جے بتا رہے تھے کل بھی آپ کی اسی ہاسپٹل میں ڈیوٹی تھی اور آپ نے ہی انہیں کال کر کے لالے کے متعلق بتایا تھا۔" وہ اس کے چہرے پہ نظریں گاڑھے شوخ شرارتی لہجے میں بولی، پرنیاں نے جواب میں کچھ کہے بغیر اسے ایک نظر دیکھا تھا۔

"لالے کو ہوش تو ابھی آیا ہے نا، ویسے آپ کو دیکھ کر کچھ گم صم نہیں ہو گئے وہ۔" زینب نے مسکراہٹ دبائی تھی، پرنیاں کا چہرا جانے کس احساس کے تحت تپنے لگا۔

"میں چلتی ہوں زینب! ورنہ سر سے ڈانٹ پڑے گی۔"

"اوہ شیور!" اس کی سنجیدگی و متانت کے آگے زینب کو بھی اپنی شوخی سمیٹ کر ایک طرف رکھنی پڑی، پرنیاں باوقار انداز میں چلتی آگے بڑھ گئی تھی، پھر جب وہ آدھا گھنٹہ وہاں گزارنے کے بعد جہان کے ساتھ واپس جا رہی تھی تو معاذ کی بے اعتنائی کے باوجود بے حد ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی۔

"جے کیا آپ کو ابھی ایسا لگا کہ جب پرنیاں لالے کے پاس سے ہو کر گئی ان کی نگاہیں بار بار دروازے کی سمت اٹھتی رہی ہیں؟ مجھے لگا، ریئلی وہ ہر آہٹ پہ چونک رہے تھے۔" وہ کھلکھلا کر اپنا تجزیہ پیش کر رہی تھی جس پہ زیاد کو سخت کوفت ہوئی تھی۔

"آپ اتفاق کریں گے جہان بھائی کہ یہ لڑکیوں کی قوم انتہائی خوش فہم قوم ہوتی ہے۔" وہ کلسا تھا جہان نے سنجیدگی سے دونوں کو دیکھا۔

"پرنیاں بھابھی نہیں چاہتی ہیں کہ معاذ سے ان کا تعارف اس حوالے سے کرایا جائے، کل انہوں نے خصوصی طور پر مجھ سے ریکویسٹ کی تھی، سو بی کیئر فل او کے؟" جہان کی بات پہ جہاں زیاد اور نوریہ چونکے تھے وہاں زینب اسی قدر پرجوش ہو گئی تھی۔

"دیٹس امیزنگ! اب لالے کی بے خبری سے ہم خوب لطف اٹھائیں گے، خبردار کسی کو ضرورت نہیں ہے ان سے کچھ کہنے کی۔" وہ گھر پہنچ کر بھی ایک ایک کو پکڑ کر تاکید کرتی رہی تھی، زیاد سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا
جانے کیوں آج تیرے نام پہ رونا آیا
یوں تو ہر شام امیدوں میں گزر جاتی ہے
آج کچھ بات ہے جو شام پہ رونا آیا
کبھی قسمت کا ماتم کبھی دنیا کا گلہ
منزل عشق میں ہر گام پہ رونا آیا
جب ہوا ذکر دنیا میں محبت کا آکاش

مجھ کو اپنے دل ناکام پہ رونا آیا

وہ بہت تھک گیا تھا جبھی طویل باتھ لینے گھس گیا، نہا کر بھی طبیعت کا اضمحلال جوں کا توں قائم تھا، تھکان جسمانی نہیں روحانی تھی، اس کے اندر وحشت ہر لمحہ اپنے پنجے گہرائی سے گاڑھتی جا رہی تھی، معاذ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر گھر آ چکا تھا، صدقہ خیرات کے علاوہ قرآن خوانی اور محفل نعت کا بھی اہتمام ہوا تھا، وادی سے زینب کے سسرالی معاذ کی عیادت کو بالخصوص آئے تھے، ایسے میں زینب کے چہرے پہ ہوتی رنگوں کی برسات جہان کے لئے کس آزمائش سے کیا ہی کم تھی اور جس پل وہ اضطراب کا شکار خود سے جنگ میں مصروف تھا معاذ کی گہری نگاہوں کو محسوس ہی نہ کر سکا، وہ باتھ روم سے نکلا تو معاذ کو اپنے کمرے میں موجود پا کر ٹھٹکا تھا۔

"تم یہاں؟ خیریت ہے نا معاذ!" وہ حیران ہو کر اس کے پاس آیا تھا، اس کا چہرا جانے کس احساس کے تحت سرخ ہو رہا تھا۔

"جے مجھے اتنا غصہ آ رہا ہے کہ تم پہ کہ بس نہیں چل رہا زینب کا گلہ دبا دوں یا پھر تمہیں شوٹ کر دوں۔" جہان نے بے ساختہ نظریں چرا لیں۔

"یہ کیا پاگل پن ہے معاذ! عقل سے کام بھی لیا کرو۔"

"تم ہو نا عقل سے کام لینے کو، مجھے بس یہ بتاؤ کہ اگر کسی قربانی کا حوصلہ نہیں تھا تو کیوں......؟" اس کی آواز شدت غم سے پھٹ سی گئی تو بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ بھینچ لئے، جہان نے اسے کچھ دیر دیکھا تھا، پھر آگے بڑھ کر کچھ کہے بنا اسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

"میرا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے معاذ! تم ہو نا میرے ساتھ، چاچو ہیں...... پلیز ریلیکس۔" وہ جس قدر جذباتی حساس اور شدت پسند تھا جہان جانتا تھا جبھی خود کو کمپوزڈ کر کے اسے سنبھالنے لگا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو، تم اب ساری زندگی جھوٹ ہی بولتے رہو گے جے! کاش تم نے خود کو یہ دھوکہ نہ دیا ہوتا۔" وہ یونہی اس کے ساتھ لگا ہوا گھٹی ہوئی آواز میں بولا، اب کی مرتبہ جہان نے کچھ کہنے کی بجائے محض اسے تھپک کر اس کا حوصلہ بڑھایا تھا، وہ اسے اس پل کسی روٹھے ہوئے مگر ضدی بچے کی طرح لگ رہا تھا جو شدید نقصان کے بعد ہراساں ہو کر ماں سے آ چمٹتا ہے۔

"واؤ بڑا رومینٹک سین چل رہا ہے مگر ترتیب بہت غلط ہے، جناب آپ اپنی اپنی وائف تک رسائی حاصل کریں جا کر؟" زیاد اپنے دھیان میں دروازہ کھول کر اندر آیا مگر ان پر نگاہ پڑتے ہی بڑی شگفتگی سے کھلکھلایا تھا، دونوں نے خود کو سنبھالا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

"لالے آپ کی خاطر آئے ہیں لوگ اتنی دور سے اور جناب غائب، مما بلا رہی ہیں۔" زیاد نے معاذ کو مخاطب کیا تھا، جہان غیر محسوس انداز میں رخ پھیر گیا، زیاد کی مذاق میں کہی بات بھی اس کے دل پہ جا کر تیر کی طرح لگی تھی، معاذ کے حوالے سے پرنیاں سے سب آگاہ تھے مگر اس پہ کیا افتاد ٹوٹی تھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا، گو کہ یہ معمول کی عام باتیں تھیں مگر آج کل اسے وہی ہتھوڑے بن کر لگنے لگی تھیں۔

"تم جاؤ آ رہا ہوں میں۔" معاذ رسان سے بولا تھا، زیاد نے فی الفور سر کو نفی میں جنبش دی۔

"نہیں آپ بھی چلیں، مما سے ڈانٹ پڑوائیں گے مجھے۔" معاذ نے جھلا کر اسے دیکھا تھا

پھر اسی جھلاہٹ میں ایک جھٹکے سے پلٹ کر چلا گیا۔

''سچ بتائیں کیا پوچھ رہے تھے یہ آپ سے؟'' زیاد کا انداز رازدارانہ تھا، جہان کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔

''کیا مطلب؟'' وہ ٹھٹکا تھا۔

''مطلب پرنیاں بھابھی کے متعلق ہی پوچھ رہے تھے نا؟ انہیں سن گن تو نہیں مل گئی؟'' وہ سخت متجسس تھا، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، یعنی حد ہو گئی تھی۔

''بندہ خدا ایسی کوئی بات نہیں تھی، سو ڈونٹ وری۔'' وہ خفیف سا مسکرا کر بولا تو زیاد کھسیا کر سر کھجاتا باہر نکل گیا تھا، جہان نے سر جھٹکا اور تولیہ گلے سے نکال کر ٹیرس پہ جا کے ریلنگ پہ پھیلانے کے بعد ہیر برش اٹھا کر بال سنوار رہا تھا جب اس کے سیل فون کی گنگناہٹ کمرے کی فضا میں ارتعاش برپا کرنے لگی تھی، اس نے آگے بڑھ کر سیل فون اٹھایا، اسکرین پہ الفاظ کی بجائے ہندسے چمک رہے تھے، اس نے کچھ تذبذب کے بعد کال ریسو کی۔

''السلام علیکم!'' اس کا پرسان دھیما گمبھیر لہجہ بے حد مہذبانہ تھا۔

کہنے کو رہتے ہو دل میں
پھر بھی کتنی دور کھڑے ہو
کون سی بات ہے تم میں ایسی
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو

جواباً چھوٹتے ہی لہک کر کہا گیا، نسوانی شوخ مچلتی آواز، جہان کی تیوری چڑھ گئی۔

''واٹ نان سنس! کون ہیں آپ؟''

''ہائیں، یعنی آپ ہمیں بھول بھی گئے، حد ہے آپ کی بے پروائی سے، ورنہ قسم سے ہم وہ ہیں کہ لوگ ایک جھلک دیکھنے کو ترستے ہیں، آپ الٹا ہمیں ترسا رہے ہیں۔'' اس کے من چلے انداز میں فرق نہیں آیا تھا، بے باکی نقطہ عروج پہ تھی، جہان نے ایک جھٹکے سے کال ڈسکنکٹ کی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات قہر ساماں ہو رہے تھے۔

''جی چاچو!'' اس نے آگے بڑھ کر انٹرکام کا ریسور اٹھایا اور سیل فون کو سائلنٹ پہ لگایا تھا کہ وہ بلا پھر کال کر رہی تھی۔

''بیٹے آج سے شادی کی تقریبات شروع ہو رہی ہیں، آپ ابھی جا کے پرنیاں کو لے آؤ۔''

''چاچو میں تو اس روز بھی لینے گیا تھا مگر وہ گریزاں ہیں، شاید معاذ کی وجہ سے۔'' وہ جھجک کر بولا تھا، جواباً ان کا گہرا سانس سنائی دیا تھا۔

''میں نے بچی کو سمجھا دیا ہے، آپ لے آئیں اسے، پرنیاں کو میں صاحبزادے کی وجہ سے اس اہم تقریب سے بے دخل تو نہیں کر سکتا نا۔'' ان کا شدید موڈ آف ہونے لگا تھا۔

''جی چاچو معاذ نے انہیں پہچانا نہیں ہے، پھر ادھر سب کا خیال ہے کہ معاذ سے یہ بات چھپائی جائے گی، آپ کیا کہتے ہیں؟''

''ہوں کوئی حرج نہیں ہے، محترم کے تیور بھی کھل جائیں گے اس طرح، خیر آپ پہلی فرصت

میں بچی کو لے آئیں۔''

''جی چاچو!'' اس نے سعادتمندی سے کہا تھا اور انٹرکام کا ریسور رکھ دیا۔

جہان نے گہرا سانس بھر کے اپنے سیل فون کو دیکھا، جس پہ مسز آفریدی کی کال تسلسل سے آ رہی تھی نا چاہتے ہوئے بھی اسے کال ریسو کرنی پڑی۔

''ہیلو۔''

''تم میری کال ریسو نہیں کرنا چاہتے ہو نا؟'' وہ پھٹ پڑی تھیں، جہان کے کشادہ پیشانی پہ ناگواری کی شکن ابھری۔

''میں بزی تھا، آپ نے کیوں زحمت کی؟'' اس کا موڈ اس کے الفاظ کی رکھائی سے بخوبی خرابی کا اعلان کر رہا تھا۔

''ظاہر ہے ہم تو زحمت کریں گے ہی، تمہیں تو اپنی کسی ذمہ داری کا احساس نہیں ہو گا۔'' وہ چیخ گئی تھیں گویا، جہان نے ناگواریت سے سیل فون کو دیکھا۔

''ذمہ داریوں کو اگر زبردستی لادا جائے تو بوجھ بن جایا کرتی ہیں اور بوجھ معمولی ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ناگواریت کا احساس دلایا کرتا ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا! کیا بکواس کر رہے ہو؟'' حسب عادت وہ لمحہ بھر میں ایٹی کیٹس پھلانگ کر سطحی پن پہ اتر آئیں، جہان کے ہونٹوں پہ زہرخند بکھر گیا۔

''مائنڈ یور لنگویج میڈم اینڈ لسن میں جو کہہ رہا ہوں آپ اچھی طرح جانتی ہیں، جان بوجھ کر نظریں چرانا چاہیں تو الگ بات ہے۔'' وہ جتنا بھی خفا سہی لہجے کو کنٹرول میں رکھا ہوا تھا جو اس کی تہذیب اور شائستگی کا گواہ تھا۔

''جہانگیر آپ فضول کی باتوں میں الجھا کر مجھے مطمئن نہیں کر سکتے بہرحال۔'' وہ پھر انگارے کی طرح سے چیخی تھیں، جہان کو کچھ اور بھی غصہ آیا تھا۔

''مطلب کیا ہے آپ کا؟ کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' اس نے برہمی سے دریافت کیا تو مسز آفریدی نے ہنکارا ابھرا تھا۔

''آپ کی فیملی میں اتنی اہم تقریب ہے، آپ نے جھوٹے منہ بھی ہمیں انوائیٹ کرنا پسند نہیں کیا۔'' مقصد واضح ہوا تو جہان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

''کیا مطلب؟ آپ میری فیملی کی تقریب میں بھلا کیوں شریک ہوں گی، آپ جانتی ہیں میں نے کسی پہ بھی اس نئی صورتحال کے متعلق ابھی کوئی بات نہیں کھولی۔'' وہ بری طرح سے بگڑنے لگا۔

''یہ میرا نہیں آپ کا مسئلہ ہے، آپ اس گھر کے اہم فریق ہیں، میری بیٹی کا آپ کے حوالے سے جانا جانا ازحد ضروری ہے مجھے بس اتنا پتہ ہے۔'' وہ اپنے مخصوص ہٹ دھرم ضدی لہجے میں بولیں تو جہان کو تاؤ آنے لگا تھا۔

''دیکھیے محترمہ آپ کے مقاصد ضرور پورے ہوں گے آف کورس آپ نے ایویں تو یہ قدم نہیں اٹھایا مگر دھیرج چلیں ورنہ سب کچھ درہم برہم بھی ہو سکتا ہے۔'' اب کے وہ کسی طرح بھی اپنا

غصہ کنٹرول نہیں کر سکا اور پھٹ پڑا تھا۔

''تمہاری اس بات کا مقصد کیا ہے؟'' وہ چیخیں تھیں، جہان کی توقع کے مطابق وہ چلبلا گئی تھیں۔

''آپ اتنی معصوم نہیں ہیں کہ میں اس بات کا مطلب سمجھاؤں، میرا مشورہ ہے آپ کو اب مجھے کسی بھی معاملے میں فورس نہ کریں، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں، آپ اس سے بڑھ کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، مجھے کسی بھی انتہائی قدم اٹھانے پہ مجبور نہ کریں، آپ کے نقصان کا انتہائی قدم کیا ہو سکتا ہے یہ بھی آپ کو اندازہ تو ہو گا۔'' اس کا لہجہ جتنا سرد تھا اس سے کہیں بڑھ کر سفاک اور سنگین تھا، جبھی مسز آفریدی کی ساری اکڑ اور طنطنہ لمحوں میں جھاگ بن کر اڑ گیا تھا۔

''تم نے تو مائینڈ ہی کر لیا جہانگیر بیٹے! میرا مقصد یہ تو نہیں تھا۔'' منا ہمانہ لہجہ کھسیاہٹ آمیز انداز وہ لمحوں میں بھیگی بلی بن گئی تھیں، جہان کے اندر زہر خند پھیل گیا، اس قسم کسی نیچر کے لوگوں سے وہ خوب آگاہ تھا، یہ ڈرنے والوں کو ڈرانے سہانے اور کچلنے کو پسند کرتے ہیں، مگر جیسے ہی کوئی اپنے سے زیادہ تند خو نظر آتا ہے یہ اس کے قدموں میں لوٹنے میں بھی ایک منٹ کی تاخیر نہیں کرتے۔

''آپ کا مقصد جو بھی ہو، آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات مت کیجئے گا، ورنہ نتائج کی ذمہ داری آپ کی ہو گی۔'' جواباً اس کا لہجہ تنفر سے بھرپور تھا، فون بند کر کے اس نے انتہائی خراب موڈ کے ساتھ بستر پہ اچھالا اور خود پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

وہ سخت مضطرب سی کھڑی تھی، بے خیال اداس اور کسی حد تک فکر مند، ثنا کی نظریں اسی پہ تھیں، وہ زور سے کھنکاری تب پرنیاں چونکی تھی اور اسے دیکھ کر گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آج تمہارے انکل کی بیٹی کی شادی کی تقریب میں شریک ہونے والی ہو تم۔'' پرنیاں نے آنکھیں چرا لیں۔

''یار بولو نا؟''

''تمہیں پتہ ہے تو، پھر اس سوال کا مقصد؟'' وہ جھنجلائی۔

''اللہ کی بندی مانا مولا کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے حسن و دلکشی کی دولت سے مالا مال کیا ہے مگر حسین لوگوں کو بھی اپنی کیئر تو کرنی پڑتی ہے، ایک چکر پارلر کا ہی لگا لیا ہوتا۔''

''تمہیں پتہ ہے مجھے پارلر جانا پسند نہیں۔'' اس کا لہجہ سخت تھا، ثنا نے ٹھنڈا سانس کھینچا۔

''مگر ہو سکتا ہے تمہارے جو ''ان'' ہوں انہیں یہ آرائش بھاتی ہو۔'' پرنیاں کا چہرہ یکدم پھیکا پڑ گیا، ابھی کچھ دیر قبل جہان نے فون کر کے اسے اپنی تیاری رکھنے کا کہہ کر بتایا تھا کہ وہ اسے لینے آ رہا ہے، تب سے اس کا اضطراب لامتناہی حدوں تک پھیل گیا تھا، اتنے سارے لوگوں کے بیچ معاذ حسن کا سامنا کرنے کا خیال اسے پسینوں میں نہلا رہا تھا، پتہ نہیں اس کا ردعمل کیا ہوتا، وہ جانتی تھی وہ اسے پہچان نہیں سکا مگر کب تک......؟ پھر اس کے بعد اس کا جو رویہ ہوتا، شاید وہ برداشت نہ کر پاتی، دل صرف غمزدہ نہیں تھا، متوقع تذلیل کے احساس سے اسے الگ رہا تھا کوئی ابھی اسے کند

چھری سے کاٹ رہا ہو، بے بسی سے بے بسی تھی وہ اس آزمائش سے کنارہ بھی نہیں کر سکتی تھی، اسے ہر صورت مقتل گاہ سے گزرنا تھا، کاش اے کاش دادا نے تب ایک انتہائی جذباتی فیصلہ نہ کیا ہوتا، اس کے اندر پھر سے ملال اور تاسف اپنی جڑیں مضبوط کرنے لگا۔

''پری تمہارے وہ بے حد ڈیشنگ سے کزن نما بھائی آ گئے ہیں تمہیں لینے۔'' ثناء نے ہانک لگا کر اسے سوچوں کی عمیق کھائی سے کھینچ کر باہر نکالا تو پرنیاں کا دل سہمے ہوئے انداز میں دھڑکنے لگا۔

''شکل پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' اسے چادر اوڑھتے اور بیگ اٹھاتے دیکھ کر ثنا نے اس کے انداز کی بے دلی کو شدت سے محسوس کیا تھا۔

''مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آئے گی ثناء۔'' وہ ایک دم اس کے گلے لگ کر بولی، رونے کو تو بہانہ چاہیے تھا گویا، ثناء تو ششدر رہ گئی تھی۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا لڑکی! کیوں میرا کریکٹر مشکوک کروا رہی ہو، شوہر نہیں ہوں میں تمہارا۔'' اسے کھینچ کر خود سے الگ کرتی وہ مصنوعی خفگی سمیت کڑے تیوروں سے بولی مگر پرنیاں پہ ذرا سا جو اثر ہوا ہو، اس کی آنسوؤں میں مزید روانی آئی تھی۔

''مسئلہ کیا ہے آخر تمہارے ساتھ پری! مجھے تو لگ رہا ہے تم کسی چیز سے خوفزدہ ہو۔'' اب کے ثناء واقعی الجھ گئی تھی، اس کی آنکھوں سے تشویش جھانکنے لگی، پرنیاں نے خود کو بامشکل سنبھالا اور ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھ دیئے۔

''کچھ نہیں بس دل اداس ہے۔'' وہ کمزور سی توجیہہ دے کر جانے کو اٹھی تھی، ثنا اسے جانچتی پرکھتی نظروں سے دیکھ رہی تھی گویا اندر کا بھید پانے کی متمنی ہو۔

''دل کبھی بھی یونہی اداس نہیں ہوتا، خیر تم واپس آ جاؤ، کرتی ہوں تم سے دو ہاتھ، غضب خدا کا اتنی پرانی ہو گئی، ہماری دوستی مگر تمہیں مجھ پہ اعتماد کرنا نہیں آیا۔'' ثنا نے اچھا خاصا برا منایا تھا، پرنیاں نے خاموشی میں عافیت سمجھی اور کان لپیٹ کر نکل آئی، جہان سے بھی اس نے بے حد سرسری سی بات چیت کی تھی پھر خاموشی سے گاڑی میں اس کے ہمراہ آ بیٹھی تھی، جہان نے چند ایک بار اس کے متفکر انداز گم صم کیفیت اور مضطرب آنکھوں کو دیکھا تھا اور اس کے دکھ کو اپنے دل میں محسوس کرتا رہا تھا، اس کے پاس اس نازک اور بے حد پیاری لڑکی کے لئے ایک بھی حرف تسلی نہیں تھا۔

''چاچو کہہ رہے تھے آپ کو پہلے مارکیٹ لے چلوں۔'' جہان نے احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے بہت آہستگی سے اسے مخاطب کیا تھا، پرنیاں زور سے چونکی۔

''مارکیٹ کیوں؟''

''آپ کو شاپنگ نہیں کرنی؟'' جہان نے اس کو سوالیہ نگاہوں کو دیکھ کر وضاحت کی تو پرنیاں نے بے اختیار سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''نہیں بھائی مجھے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں، ایکچوئلی زینب مجھے کئی بار ساتھ لے کر گئی تھیں انہوں نے ہی اتنی شاپنگ کرا دی تھی میری وہی زائد از ضرورت ہے۔'' وہ جواباً اتنے رسان سے بولی تھی کہ جہان کے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہی، پھر جہان نے اس کا دھیان بٹانے کو ادھر

ادھر کی بات کی بھی تھی تو وہ اتنی الجھی ہوئی تھی کہ ہوں ہاں سے زیادہ جواب نہیں دے سکی، گاڑی شاہ ہاؤس کے بلند آہنی گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور سرخ روش پہ چلتی گول ستونوں والے پورٹیکو کے نیچے جا رکی، زینب اور ماریہ جانے کب سے اس کی منتظر تھیں، دونوں نے بے تابی سے باری باری اسے گلے لگایا تھا۔

"آپ اندر چلیں میں چائے بنا کے لاتی ہوں۔" ماریہ نے کہا تھا اور وہیں اس کا ساتھ چھوڑ دیا، وہ زینب کے ہمراہ اندرونی حصے کی جانب آئی تھی، ہال کمرے میں اوپری منزل کو جاتا گول چکر دار زینہ تھا جس سے تولیے سے سر کے بال خشک کرتا، وہ معاذ ہی تھا جو اپنے دھیان میں سیڑھیاں اترتا تیزی سے ان کے سامنے آیا تھا، بلیو جینز پہ بنیان پہنے شرٹ سے بے نیاز اس کا مضبوط آہنی وجود پوری طرح چھا جانے کی صلاحیت رکھتا تھا، وہ یکدم بوکھلائی، یہ تو وہ بات ہوئی تھی وہ جس سے سب سے زیادہ خائف تھی اسی سے ٹکراؤ ہوا وہ بھی اتنا ال منیرڈ اور اچانک طریقے سے یہ اس کی بوکھلاہٹ ہی تھی کہ تیزی سے گزر جانے کی کوشش میں وہ بری طرح توازن کھو بیٹھی تھی، معاذ جو کہ اسے دیکھ کر جانے کیوں سکتے میں آ گیا تھا ایکدم سنبھلا، اگلے لمحے پرنیاں کا خوشبودار نازک وجود معاذ حسن کے مضبوط توانا ورزشی بازوؤں میں سمایا ہوا تھا اور ستم یہ بھی کہ وہ محض جینز اور بنیان میں ملبوس تھا، کیا ہی بجلی کی رفتار ہوگی جس طرح وہ تڑپ کر اس کے حصار سے نکلی اور بجلی کی رفتار کے ساتھ اس کی گھن گرج بھی اپنا ثانی نہیں رکھتی، سو وہ گرجی بھی اور برسی بھی، معاذ تو گھبراہٹ و بوکھلاہٹ میں وضاحت دینے کو منہ کھولتا ہی رہ گیا، آج سے پہلے تو کسی نے اسے اس قدر وضاحت سے مشرقی و مغربی روایات کے درمیان فرق نہیں سمجھایا تھا، نہ ہی اختلاقیات روایات شرم و حیا یہ یوں لیکچر دیا تھا۔

"ہا میں یعنی کہ میں......" وہ سمجھ نہیں پایا ان سب باتوں کا یہاں کیا تذکرہ، مگر پرنیاں اس کسی وضاحت کا موقع دیئے بغیر دھڑ دھڑ کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی، معاذ نے چلبلا کر زینب کو دیکھا جو ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں لال بھبھوکا چہرا لئے حال سے بے حال کھڑی تھی، اس کے پیچھے سیڑھیوں کے آغاز پہ جہان تھا، حیران ششدر غیر یقین، معاذ کو کچھ اور بھی خجالت نے آن لیا۔

"کون ہے یہ محترمہ! پھنے خان کی جانشین۔" وہ بری طرح سے جھنجھلایا تھا۔

"میری فرینڈ ہیں لالے! شادی میں شریک ہونے کو آئی ہیں، پلیز آپ مائنڈ مت کیجئے گا ان کی بات کو۔" زینب منمنائی تھی، اس نے بڑی دقت سے خود پہ سنجیدگی طاری کی تھی ورنہ حقیقتاً اس کے پیٹ میں بگولے اڑ رہے تھے، معاذ نے زور سے سر جھٹکا تھا اور بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا، زینب نے پلٹ کر جہان کو دیکھا اور جیسے ہنسی کا فوارہ چھوٹ گیا تھا۔

"جے آپ نے دیکھا پری کو؟ مجھے تو لگتا ہے لالے کی کم بختی شروع ہو گئی ہے۔" وہ یونہی ہنستے ہوئے بولی تھی، جہان نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور پپا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا، زینب کمرے میں آئی تو پرنیاں خاندان بھر کی لڑکیوں کے درمیان گھری بیٹھی تھی، زینب نے جاتے ہی تمام تازہ ترین صورتحال مزے لے لے کر حاضرین کے گوش گزار کی تھی، پرنیاں کے خجل اور مضطرب تاثرات سے سجے چہرے کو یکسر نظر انداز کیے۔

"مائی گاڈ! پری کیا کانفیڈنس تھا، میں تو عش عش کر اٹھی، لالے کو آگے سے بات نہیں آ رہی تھی ریئلی، یار یہ ہمیشہ لڑکیوں کے چھکے چھڑاتے رہے ہیں، تم نے انہی کے چودہ طبق روشن کر دیئے۔" پرنیاں کی آنکھیں نم ہو کر چھلکنے کو بے قرار ہو گئیں، اسے یوں موضوع گفتگو بننا پسند نہیں آیا تھا، وہ تو ابھی پہلے جھٹکے سے نہیں سنبھلی تھی، وہ تو خود حیران تھی معاذ حسن کے تو وہ سامنے سے ہی حراساں تھی کجا یہ سب کچھ پھر اس کے بعد اس کے منہ سے کیا نکلا تھا، اسے خود خبر نہ ہو سکی تھی، شعوری نہیں البتہ لاشعوری طور پہ وہ اس سے شاکی تھی خفا تھی اور یہی خفگی سامنے اس طرح آ گئی تھی جس میں اس کا کوئی ذاتی اختیار نہیں تھا۔

"کدھر جا رہی ہو؟" زینب کے معنی خیز لہجے میں بلا کی شرارت بھری ہوئی تھی۔

"مم...... میں مما سے مل لوں۔" اسے کچھ تو کہنا تھا زینب زور سے ہنسی۔

"دھیان سے یار میرے لالہ کے حال پہ اب رحم کرنا، بیچارے کہیں پھر ٹکرا گئے تو......"

پرنیاں کا چہرا ایکا یک سرخ ہو کر دہک گیا، وہ بے اختیار واپس اپنی جگہ پہ بیٹھی تھی، وہ سب اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے ہنسنے لگیں، پرنیاں نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے، اس سے قبل کہ کوئی کچھ کہتا مما کے ساتھ مما جان، پھپھو اور نوریہ اسی وقت وہاں چلی آئیں، تینوں بزرگ خواتین نے اسے محبت و شفقت سے گلے لگا کر پیار کیا تھا، مما کا انداز کچھ خصوص اہمیت ملا تھا، اندر ہی اندر وہ بھی معاذ کے رویے سے خائف تھی مگر پرنیاں کے بے تحاشا حسن کا لاشعوری طور پہ انہیں زعم بھی تھا اور اعتماد بھی کہ جیسے ان کا بیٹا اس حسین چہرے کے آگے ضرور ہی مات کھا جائے گا۔

"اب مکمل ہوئی ہے میری فیملی، میں تو کتنے دنوں سے آپ کے پپا سے کہہ رہی ہوں پرنیاں کو لے آئیں، آپ بالکل ریلیکس ہو بیٹے، یہ آپ کا اپنا گھر ہے، معاذ سے خائف ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے جس انداز میں لاڈلی بہو کو ڈھارس دی اس پہ ایک اجتماعی قہقہہ پڑا تھا اور جو ہا ہو کار مچی وہ الگ وہی واقعہ نئے سرے سے بڑے جوش و خروش سے دہرایا گیا۔

پرنیاں کی خفت محسوس کئے بنا اسے شاباشی کی تھپکیاں ملی تھیں، مما جہاں حیران ہوئیں وہاں خوش فہم نہیں زیادہ...... اسی ہنسی مذاق میں شام ڈھل گئی تھی، مما اسے اپنے ہمراہ کمرے میں لے آئیں۔

"میں نے اپنی بیٹی کے لئے خود شاپنگ کی ہے، آپ اپنی چیزیں سنبھال لو پہلے، پھر اب تو مہمانوں کی آمد شروع ہو گی تو مجھے کہاں ہوش رہ جائے گا۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی مما! زینب نے بھی اتنا کچھ خرید کے میرے ساتھ کر دیا تا، وہ بھی لے کر آئی ہوں۔" وہ گریز پا سے کہہ رہی تھی۔

"میری جان ضرورت کیوں نہیں ہے، ابھی تو ضرورت ہے، ہو تو آپ پیاری ہی مگر پہن اوڑھ کر تو شہزادی لگنے لگتی ہو اور میں چاہتی ہوں میری بیٹی اتنی پیاری لگے کہ معاذ کی ساری اکڑ نکل جائے اسے دیکھ کر۔"

ان کی وہی روایتی سوچ تھی، پرنیاں کا چہرا متغیر ہو گیا، اسے یہ بات ہرگز اچھی نہیں لگی تھی، وہ بہرحال اپنے حسن کی نمائش لگا کر معاذ کی توجہ حاصل کر کے اپنی نسوانیت کا وقار کھونا نہیں چاہتی تھی،

مگر وہ ماں تھیں وہ ان کے جذبات بھی سمجھتی تھیں جبھی ہونٹ بھینچ خاموش بیٹھی رہ گئی تھی۔

''یہ بندیا دیکھو کتنی حسین ہے، ایسا نہیں لگتا میری بیٹی کے لئے ہی بنی ہے۔'' مما نے گولڈ کے سیٹ کی گلابی سوٹ کے ہمرنگ موتیوں سے مزین نازک سی بندیا کیس سے نکال کر اس کی پیشانی سے لگا کر محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر وہ ان کا دل رکھنے کو بھی مسکرا نہیں سکی تھی، اس کی آنکھوں میں مچلتی نمی نے ضرور مما کو مضطرب کر دیا تھا۔

''میری بات بری لگی میری چندا؟ سوری بیٹا شاید مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، میں جانتی ہوں آپ عام لڑکیوں جیسی نہیں ہو، بہت انا پرست اور خودار ہو مگر میری جان میری دلی خواہش ہے آپ بھی خوش رہو، آپ کا دامن بھی سچی خوشیوں سے بھر جائے۔'' اس کے ہاتھ پکڑ کر وہ ایکدم آبدیدہ ہو گئیں تو پرنیاں کچھ کہے بغیر ان کے گلے لگ گئی تھی۔

☆☆☆

بہت امید رکھنا اور پھر بے آس بھی ہونا
بشر کو مار دیتا ہے بہت حساس بھی ہونا
سنو اک کان سے اور دوسرے سے پھینک دو باہر
بہت تکلیف دہ ہے صاحب احساس بھی ہونا
یونہی تو ابر رحمت کی طلب کرتا نہیں کوئی
ضروری ہے مقدر میں ذرا سی پیاس بھی ہونا
بہت سے قلب رک جاتے ہیں خوشیوں کی خبر پا کے
ہمیں تو خوب جچتا ہے غموں کا راس بھی ہونا

اس کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر زینب نے اسے اپنی نگرانی میں بیوٹیشن سے خود سے بھی پہلے تیار کرایا تھا، ٹی پنک کامدانی شرارے اور کام سے بوجھل ہاف سلیو چولی میں میچنگ کے طلائی زیورات سے سجی وہ آسمان سے اتری حور سے مشابہہ لگنے لگی، یہ سج دھج یہ نگاہوں کو چندھاتا ہوا روشنیاں بکھیرتا روپ جس نے بھی دیکھا بے ساختہ بلائیں لی تھیں۔

''ماشاءاللہ چشم بددور!'' مما نے اس کی نظر اتاری اور اس پہ آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک ماری۔

''مما اپنے بیٹے کی بھی خیر یت خدا سے نیک مطلوب چاہ لیں، آج تو بے موت مریں گے۔'' زینب کھلکھلائی تھی، پرنیاں کا دھواں ہوتا چہرا دیکھ کر مما نے زینب کو بے دریغ گھورا تھا۔

''مما تسم سے مجھے ہرگز عادت نہیں ہے ایسے لباس پہننے کی۔'' وہ واقعی الجھن محسوس کر رہی تھی۔

''پڑ جائے گی عادت، بیٹے کچھ تقاضے نبھانے پڑتے ہیں۔'' وہ کچھ سننے پہ آمادہ نہیں تھیں، پرنیاں سرد آہ بھر کے رہ گئی۔

''یہاں کیوں گھس کے بیٹھ رہی ہو؟ جاؤ نا باہر گھومو پھرو۔'' اسے وہاں صوفے پہ ٹکتے دیکھ کر زینب نے دہائی دی تھی، پرنیاں نے ان سنی کر دی اس کا ہرگز ارادہ نہیں تھا باہر نکلنے کا، وہ سب زیادہ معاذ کے سامنے سے گریزاں تھی۔

''آپ کو مما بلا رہی ہیں۔'' ماریہ کچھ دیر بعد ہی پیغام کے ساتھ چلی آئی، جہاں پرنیاں گھبرائی تھی وہاں زینب کھی کھی کرنے لگی۔

''مجھے لگ رہا ہے میں نہیں چل سکوں گی اس ڈریس میں، اگر گر گئی؟'' وہ بدحواس سی بولی تو زینب کو چٹکلا سوجھ گیا تھا۔

''ڈونٹ وری لالہ ہیں نا گھر پہ، سپر مین کی طرح اڑتے ہوئے آئیں گے جہاں بھی ہوئے آپ کو سنبھالنے کو۔'' پرنیاں کے چہرے پہ سائے سے لرز گئے کچھ کہے بغیر وہ پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔

''ماریہ مما کس سائیڈ پہ ہیں؟'' اس نے ہمراہ چلتی ماریہ سے سوال کیا تھا۔

''اس وقت تو نیچے تھیں ہال کمرے میں، آپ ڈھونڈ لیجئے گا نا۔'' ماریہ کسی کی پکار پہ اس سمت لپک گئی، پرنیاں کو یونہی حیران کھڑا چھوڑ کر، وہ ابھی کچھ طے نہیں کر پائی تھی کہ کیا کرے کہ اسی پل راہداری کا پہلا دروازہ کھلا اور وائیٹ کاٹن کے کڑکڑاتے سوٹ میں معاذ باہر نکل آیا، پرنیاں نے سرسری طور پہ نگاہ اٹھائی تھی اسے روبرو پاتے ہی فی الفور نہ صرف نگاہ کا زاویہ بدلا بلکہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگ جانا چاہتی تھی کہ معاذ اس کا ارادہ بھانپتا ہوا سرعت سے لپک کر اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

''آں آں...... دھیرج میم! یہ بے احتیاطی اچھی بات نہیں، پھر اگر میں سہارا بھی دوں گا تو آپ کو یہ جسارت گستاخانہ لگے گی اور آپ......''

''پلیز اسٹاپ اٹ، راستہ دیجئے مجھے۔'' پرنیاں جو اس کی اس حرکت پہ اعصاب شل ہوتے محسوس کر رہی تھی چیخ کر رہ گئی۔

''شیور وائے ناٹ مگر پلیز اک بات کا جواب دے دیں پہلے۔'' وہ دیوار بنا کھڑا تھا، لہجہ پرفسوں اور گھمبیر تھا، پرنیاں کو بے طرح جھنجھلاہٹ نے آن لیا، اس کی صبیح پیشانی پہ کئی شکنیں پڑ گئی تھیں، اسے معاذ کا یہ رویہ نہ تو سمجھ میں آیا تھا نہ ہی پسند، اس کی بے اعتنائی اور ستم رسیدگی کے زخم ابھی بھی تازہ تھے۔

''آپ جنت سے بھٹک کر یہاں کیسے آ گئیں، رئیلی میں نے تو آپ کو ہمیشہ خوابوں میں دیکھا تھا۔'' وہ سرگوشی سے مشابہہ آواز میں بولا تھا، پرنیاں کا چہرا ہی نہیں پورا وجود جل اٹھا، اس نے بے دردی سے ہونٹ کاٹے تھے، خفت اور سبکی سے اس کا فشار خون بڑھنے لگا، تو آنکھیں یکلخت چھلکنے کو تیار ہو گئیں، یہ وہ اس کے ساتھ کون سا نیا کھیل کھیلنے لگا تھا، اس نے سن رکھے تھے اس کی رنگین مزاجی کے قصے، توہین کا احساس اسے روہانسا کر گیا تھا، جبکہ معاذ اس کے پرفسوں حسن کے آگے مسحور سا کھڑا تھا، پرنیاں کترا کر تیزی سے نکلتی چلی گئی تھی، معاذ نے سر پہ ہاتھ پھیر کر کھسیاہٹ دور کی پھر گہرا سانس بھر کے خود بھی نیچے آ گیا، پرنیاں مما کے پاس کھڑی تھی، پھر جب جب بھی پرنیاں کی نگاہ اٹھی وہ اسے اپنی سمت ہی متوجہ نظر آیا تھا، آنکھوں میں شوخ سی چمک لئے اور شوق کا اک جہان آباد کیے، اس بات کو صرف اس نے ہی نہیں سب نے محسوس کیا تھا، یقیناً اور پرنیاں کو یہی بات کھل رہی تھی، تقریب کے اختتام تک وہ خود سے جنگ کرتی نڈھال ہو گئی تھی،

آج مایوں تھی لڑکیاں ایک دوسرے پہ ابٹن پھینک رہی تھیں، وہ اس ماحول سے جان چھڑا کر زینب کے کمرے میں آ گئی، اس کا قیام وہیں تھا، زیورات اور لباس سے نجات حاصل کر کے اس نے بوجھل دل سے وضو کیا تھا، واش روم سے باہر آئی تو حوریہ اسے ہی بلانے کو وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

''ارے آپ نے چینج بھی کر لیا، ابھی تو تقریب ختم نہیں ہوئی۔'' وہ سخت حیرانی سے بولی تھی۔

''میں تھک گئی تھی حوریہ، پھر مجھے نیند بھی آ رہی تھی۔'' وہ جائے نماز بچھاتے نرمی سے کہہ گئی۔

''آپ نماز پڑھ لیں، میں آپ کو چائے پلواؤں گی، ممانی جان کہہ رہی ہیں آپ بھی باہر آ کر بیٹھیں۔'' پرنیاں نے بحث سے بچنے کی خاطر محض سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔

''پری کیوں نہیں آئی؟'' زینب نے حوریہ کو تنہا آتے دیکھ کر سخت اعتراض کیا تھا اور چپکے سے معاذ کو دیکھا جو بظاہر جہان سے بات کر رہا تھا مگر زینب کو صاف لگ رہا تھا، وہ پرنیاں کی غیر موجودگی سے بدمزا ہے۔

''وہ نماز پڑھ رہی ہیں، نماز پڑھ کر آئیں گی۔'' حوریہ جواب دے کر ڈھولک بجاتی لڑکیوں کے درمیان بیٹھ گئی۔

''تم تھک تو نہیں گئی ہو زینب؟'' بھابھی نے کچھ خیال آنے پہ زینب کو مخاطب کیا تھا، اس نے فی الفور سر کو نفی میں جنبش دی تو کانوں میں بڑے موتیے کے بڑے بڑے بالے ہلکورے کھانے لگے، لمبی ریشمی پلکوں کا مرتعش سایہ شنگرفی ہونٹ جہان کی نگاہ غیر ارادی طور پہ اٹھی تھی اور اضطراب سمیٹ لائی تھی۔

''چلو بے ہم سوتے ہیں چل کر۔'' معاذ سے جہان کی نگاہ کا اٹھنا وحشت سے بھرنا اور پھر تھک کر جھک جانا مخفی نہیں رہا تھا وہ اس کے اضطراب سے آگاہ تھا جبھی قطعیت سے کہتا ایک جھٹکے سے اٹھا۔

''نہیں لالے پلیز ابھی تو ہم نے آپ سے گانا سننا ہے، پلیز بیٹھیں نا ابھی۔'' زیاد نے باقاعدہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''جی بالکل اور ابھی تو پری پھر سے محفل کا حصہ بنیں گی۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟ یہ بات تم مجھے کیوں خصوصی طور پہ بتا رہی ہو، کیا سمجھتی ہو میں تمہاری دوست کے حسن کا اسیر ہو گیا ہوں۔'' زینب کا معنی خیز انداز معاذ کو سلگا کر آپے سے باہر کر کے رکھ گیا تھا، ماحول ایکدم ہی گمبھیرتا اور سنگینی سمیٹ لایا، جہاں زینب سٹپٹائی وہاں جہان بھی گڑبڑا گیا تھا۔

''دس از ٹو مچ معاذ کیا ہو گیا ہے یار؟'' جہان نے اس کا ہاتھ دبایا تھا، معاذ سرخ چہرے کے ساتھ دہکتی آنکھیں لئے دانستہ دوسری جانب دیکھتا گہرے سانس بھر کے خود پہ قابو پاتا رہا، کہیں کا اشتعال کہیں نکلا تھا، زینب تو بالکل حواس باختہ ہو گئی تھی، سب کے سمجھانے کے باوجود اس کا موڈ بحال نہیں ہوا تھا اور وہ اسی طرح وہاں سے چلا گیا تھا۔

''زینب تمہیں ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔'' بھابھی کے کہنے پہ وہ چونک اٹھی تھی۔

''نہیں مجھ پہ جس بات کا غصہ ہے نا وہ کھل کر وہی نکال لیں، یہ کوئی بات کرنے کی۔'' وہ سخت برہم ہوئی تھی، ماحول ایکدم خراب ہو گیا تھا، محفل برخاست کرنی پڑی تھی، زینب اپنے کمرے میں آئی تو پرنیاں صوفے پہ لیٹی سو رہی تھی، زینب نے دوپٹہ نوچ کر اتارا پھر پھولوں کے زیور توڑ کر دور اچھال دیئے، لمحہ بھر کو اس کی نگاہ پرنیاں کے نم رخساروں پر ٹھہری تھی، صاف لگتا تھا وہ سونے سے پہلے تک جی بھر کے روتی رہی ہے۔

''میں آپ کو کیا کہوں لالے! آپ کو یہ لڑکی خود ہی سیدھا کر لے گی۔'' اس کے جلتے بھڑتے دل پہ جیسے چھینٹے پڑ گئے تھے۔

☆☆☆

اگلے دن وہ سو رہا تھا جب جہان نے آ کر اس کے اوپر سے چادر کھینچی تھی، اس کے ہمراہ زیاد بھی تھا۔

''اٹھ جائیں لالے! مما آپ کا ناشتے پہ ویٹ کر رہی ہیں۔''

''ناشتہ کوئی بہت اسپیشل ہے جو ویٹ کر رہی ہیں، اٹھوں گا تو کر لوں گا یار۔'' اس پہ کسلمندی طاری تھی، زیاد جھنجھلایا۔

''مجھے نہیں پتہ اسپیشل ہے یا نہیں، بس آپ یہ سستی چھوڑ دیں اور اپنا بیگ کھولیں یار دو سال بعد آئے ہیں ہمارے گفٹس تو نکالیں ذرا۔'' زیاد نے اصل بات اگل ہی دی تھی، معاذ نے سخت تاسف سے اسے دیکھا۔

آنکھیں کسی کے حسن تصور میں بند ہیں
دنیا سمجھ رہی ہے ابھی نیند میں ہوں میں

وہ چچ چچ کرتا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، زیاد نے حیرت کی زیادتی سے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔

''خیریت ہے نا؟ مجھے تو لگتا ہے وہیں کسی میم شیم کو دل دے آئے ہیں۔''

''میموں میں کون سے اضافی لال لگے ہوتے ہیں، اصل حسن تو پاکستان میں ہے میرے بھائی۔''

''حیا، وقار اور نسوانی انا کے بغیر حسن کتنا پھیکا ہے تم کیا جانو۔'' وہ جواباً لہک کر بولا تو زیاد جھوم جھوم گیا تھا۔

''ماشا اللہ خوب ریسرچ کی ہوئی لگتی ہے، مجھے تو ہوا لگا دیں کون ہیں محترمہ؟'' معاذ نے کاندھے جھٹکے تھے اور اٹھ کر شرٹ جھٹک کر اطمینان سے پہننے لگا جہان نے بے چینی سے اسے دیکھا۔

''بتا نہیں نا کون ہے وہ۔'' اس کا ضبط چھلکا تو ملتجی ہو گیا تھا، معاذ آہستگی سے مسکرا دیا۔

اس کا تعارف صرف اتنا ہے کہ وہ لفظوں کی طرح گہری، اپنے لہجے کی طرح بے نیاز اور اپنی باتوں کی طرح خوب صورت ہے، شیشے کی طرح صاف شفاف آئینے کی طرح سچی، ہواؤں کی طرح ٹھنڈی اور راحت بخش وسورج کی طرح چمکتی ہوئی روشن روشن، آنکھیں ایسے جیسے اندھیرے میں شمع جلتی ہے، ٹمٹماتی لو دیتی یا جیسے طاق میں رکھا ہوا دیا، جو وقفے وقفے سے لو دیتا ہے اور پھر ایسے

بھڑکتا ہے جیسے دنیا کو روشن کر دے گا، میرا اور اس کا تعلق خواب کا سا ہے، میں نے اس پہلی بار خواب میں دیکھا، یار قسم سے وہ میرے بے حد نزدیک تھی، مجھے زندگی کی سمت بلاتی ہوئی، مگر پھر جب میں نے اسے حقیقت میں دیکھا تو وہ بالکل برعکس تھی، نہ وہ مہربانی نہ التفات نہ لگاؤ وہ انا پرور اور مغرور ہے مگر مجھے اچھی لگتی ہے، میں اس سے اگر بات کروں تو میرا مخاطب ہونا اسے اچھا نہیں لگتا شاید، خالص مشرقی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں نا زیاد غیر محرم سے سخت لہجے میں بات کرنے والی ان کی سمت جھکاؤ نہ رکھنے والی وہ ایسی ہے کہ اس کی عزت کرنے کو دل چاہتا ہے، میں اس کی بہت عزت کرتا ہوں۔'' وہ خاموش ہوا تو جہان جیسے کسی ٹرانس سے باہر آیا تھا، وہ ششدر سا معاذ کو دیکھتا رہ گیا، معاذ نے اس کی کیفیت کو نوٹ کیا اور آہستگی سے کھسیاہٹ بھرے انداز میں ہنس دیا۔

''تمہیں یقین نہیں آ رہا نا؟''

''کیسے آ سکتا ہے، آپ تو پورے شاعر ہو گئے ہیں، ویسے ہیں کون وہ؟'' جہان اب بھی بس اسے دیکھ رہا تھا اسی خاموشی سے جبکہ زیاد کو کھد لگ چکی تھی۔

''جے تم بتاؤ یار، یہ عشق اتنی تیزی سے انسان کو نکما کیوں کر دیتا ہے، ریئلی ساری رات نہیں سو سکا۔'' وہ منہ بسور کر کہہ رہا تھا، زیاد کی کھی کھی پھر شروع ہو گئی۔

''جے تم نے کبھی منگولیا کے درختوں پہ اتری سورج کی اولین کرنوں اور ان سے چھن کر آتی روشنی کو دیکھا اور محسوس کیا ہے؟ وہ کتنی اجلی ہوتی ہے، منگولیا کے دودھیا سفید شگوفوں اور ان پر اترے ملائم اجالوں کو دیکھا ہے؟ وہ ایسی ہی لگتی ہے جیسی وہ کرنیں اجلی شفاف اور حسین، اس کا وجود چاند کے نور سے تراشا ہوا لگتا ہے۔'' وہ جیسے پھر کہیں کھو گیا، زیاد کا تو منہ کھلا رہ گیا تھا۔

''لالے تو گئے کام سے، مجھے تو ان پہ بری طرح رحم آ رہا ہے، ان سے پوچھیں انہیں ایسا شاعرانہ عشق کس سے ہو گیا آخر؟'' زیاد نے بلبلا کر کہا تھا، جہان کی ہنسی چھوٹ گئی، معاذ نے منہ لٹکا لیا تھا۔

''دفع ہو جاؤ تم یہاں سے، مذاق اڑا رہے ہو میرا۔'' وہ زیاد پہ چڑھ دوڑا تھا، وہ ہنستا ہوا بھاگ گیا۔

''آپ کی حرکتیں ہی ایسی ہیں۔'' اس نے دروازے سے سر نکال کر ہانک لگائی تھی، معاذ نے شاکی نظروں سے جہان کو دیکھا۔

''تمہیں بھی یقین نہیں آ رہا؟''

''نہیں خیر مجھے کسی حد تک تم سے اس بات کی توقع تھی۔'' جہان کے پر رسان اور پر وثوق انداز نے معاذ کو ہونق کر دیا۔

''کیا مطلب ہے یار غار تو تم نے مجھے بھی حیران کر دیا۔''

''چھوڑو اس بات کو، یہ بتاؤ کون ہے وہ لڑکی؟''

''وہ زینب ہے نا اسی کی نک چڑھی سہیلی پری، یار قسم سے اسم بامسمیٰ ہے بالکل۔'' وہ آہ بھر کے کہتا آخیر میں پھر پرجوش ہو گیا تھا، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، معاذ کو اس کی نگاہوں سے الجھن ہوئی تھی۔

''تم ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟''

''تم سیریس ہو معاذ؟'' جہان کی نگاہیں کھوجتی ہوئی تھیں۔

''تمہیں کوئی شک ہے کیا؟ میں نے کب اتنے فلرٹ کیے ہیں یار۔'' معاذ کو جانے کیا برا لگا تھا۔

جہان نے دانستہ چپ سادھ لی، اگر پرنیاں بالخصوص اسے منع نہ کر چکی ہوتی تو اس پل وہ معاذ پہ اس اہم پوائنٹ کو اوپن کر کے اسے غلط فہمی سے نکال سکتا تھا مگر اب وہ پابند تھا۔

''تم خاموش کیوں ہو گئے ہو جے؟''

''تھنک تمہیں چاچو بلا رہے تھے، ناشتہ کر لو تو ان کی بات سن لینا، اس موضوع کو بھی انہی سے ڈسکس کرنا۔'' جہان نے اپنی رائے محفوظ کر لی تھی، معاذ نے کاندھے جھٹکے اور واش روم میں گھس گیا، ناشتے کے بعد وہ پپا کے پاس چلا آیا تھا۔

''آپ نے بلایا تھا مجھے پپا!'' وہ اس وقت اسٹڈی میں تھے اور کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف، گھر کے شور شرابے سے دور وہ اپنے گوشہ عافیت میں تھے۔

''جی! بیٹھیں۔'' پپا نے کتاب بند کر کے رکھ دی تھی، معاذ کو ان کے موڈ کی گمبھیرتا کا احساس ہوا۔

''آپ کو پتہ ہے آپ کے نکاح کو ڈھائی سال ہو چکے ہیں۔''

''پتہ نہیں یہ واقعہ میرے لئے اتنا خوشگوار نہیں تھا کہ یادداشت میں محفوظ رکھتا۔'' معاذ کا موڈ جس قدر بگڑا تھا اسی لحاظ سے الفاظ منتخب کیے تھے اس نے۔

''میں چاہتا ہوں زینب کی بارات کے دن بچی کی رخصت کرانے کی رسم بھی ادا کر دی جائے اگر آپ چاہیں تو۔'' پپا کی سوالیہ نگاہیں اس پہ آن ٹھہری تھیں، معاذ کے چہرے پہ کرختگی چھا گئی۔

''میں اس معاملے میں کوئی رائے دینے سے قاصر ہوں میری طرف سے اسے آج ہی رخصت کرا لائیں، چاہے مزید دو سال بعد، میں آج بھی اپنی بات پہ قائم ہوں مجھے اپنی پسند کی شادی کرنی ہے؟'' وہ بولا تو اس کا لہجہ مخصوص قسم کی بے مروتی اور نخوت لئے ہوئے تھا، پپا نے اس تقاضے پہ چونک کر اسے دیکھا تھا، وہ چہرا جس پہ قطعی کسی قسم کی گنجائش نہیں تھی، جہان جو وہاں اسی وقت آیا تھا ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا،

وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، یعنی وہ واقعی پرنیاں کو جاننے پہچاننے سے قاصر رہا تھا، البتہ پپا کا موڈ اس کی ضد ہٹ دھرمی اور تقاضے نے بری طرح سے بگاڑ ڈالا تھا۔

''ٹھیک ہے آپ اپنی پسند کی شادی کرتے پھریں، وہ بچی اتنی بے مایا نہیں ہے کہ آپ کی بے رغبتی کے باوجود یہاں چلی آئے۔'' ان کا لہجہ بھڑکا ہوا تھا، جہان ساکن رہ گیا، معاملہ کچھ اور گمبھیر ہو گیا تھا۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

● اُم مریم ●

چودھویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی، جہان کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتی ہیں مگر ناکامی کی صورت میں انہیں جھنجلاہٹ گھیر لیتی ہے، جہان ان سے سخت بدگمان ہے جہان کو نیلما کا رویہ طیش میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔

معاذ کے ایکسیڈنٹ کی خبر شاہ ہاؤس کے مکینوں کے شدید اضطراب کا باعث بنتی ہے، وہیں ہاسپٹل میں معاذ پہلی بار پرنیاں کو دیکھتا ہے مگر جہان کی توقع کے عین مطابق اسے پہچاننے سے قاصر رہتا ہے، پرنیاں کا تعارف زینب کی دوست کے حوالے سے معاذ تک پہنچتا ہے تو اس کی وجہ پرنیاں خود ہے، وہ ہرگز بھی اصل تعارف کے ساتھ خود کو اس کے سامنے پیش کرنے پہ راضی نہیں شاہ ہاؤس کے مکین اس کے جذبات کی قدر کرتے ہیں، معاذ پرنیاں کا اسیر ہو چکا ہے اور اسی بات کا اظہار ببانگ دہل ہر کسی سے کرتا ہے، پرنیاں زینب کی شادی پہ شاہ ہاؤس معاذ کی موجودگی میں پہلی بار آئی ہے تو قدم قدم پہ معاذ کا سامنا اس کے جذبات کو مجروح کرتا ہے، معاذ کے حوالے سے وہ شدید غلط فہمیوں کا بھی شکار ہے۔

معاذ زینب سے خفا ہے اور یہ خفگی بار بار عیاں بھی ہوتی ہے زینب کی شادی کی تو جب میں پپا معاذ سے پرنیاں کو رخصت کرا کے لانے کا ارادہ کرتے ہیں مگر معاذ تنفر بھرے انداز میں انہیں جواب دیتا ہے جس پہ پپا کو شدید غصہ آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

پندرھویں قسط

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

''سوری پپا! آپ نے میری بات کو مائنڈ کیا، چلیں میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، بٹ پپا ہمارے درمیان یہ بات طے ہو چکی تھی نا۔''

معاذ کو شاید خود بھی صورتحال کی گمبھیرتا کا احساس ہو گیا تھا، یا پھر وہ ہمیشہ کی طرح اپنی زیادتی اور رویئے کی بدصورتی کا خیال آتے ہی ازالے کی جانب پیش رفعت کر چکا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے برخوردار! آپ اپنے الفاظ واپس نہ لیں، اپنی پسند کی شادی کریں جب آپ کا دل چاہے گا مگر مجھ سے کسی قسم کے تعاون کا خیال دل سے نکال دیجئے۔'' وہ پوری طرح سے خفا ہو چکے تھے، معاذ نے عاجز ہو کر انہیں دیکھا پھر جہان کو ٹہوکا دیا تھا، گویا معاملا سنبھالنے پہ اکسایا، جہان بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''جہان بیٹے میں آپ کے لئے بھی کوئی فیصلہ کرنا چاہ رہا ہوں، یوں سمجھ لیں اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے کا خواہش مند ہوں، بہتر ہوگا آپ مجھے اس سلسلے میں گائیڈ کر دیں۔'' ان کا روئے سخن اپنی جانب مڑتا دیکھ کر جہان کی پیشانی عرق آلود ہو کر رہ گئی۔

''اتنی جلدی کیا ہے چاچو! پلیز ابھی کچھ وقت دیں مجھے۔'' وہ واقعی ہی گڑبڑا گیا تھا، معاذ جو ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا، ان کی بے اعتنائی کو دیکھتا بھرپور خفگی کے مظاہرے کو اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا، پپا نے بغیر کچھ کہے جہان کو پرسوچ نظروں سے دیکھا اور محض آہستگی سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

مجھ کو پڑھنے بیٹھے ہو تو آنکھیں ہاتھ پر رکھ لو
کبھی ہنستا ہوا تم نے کبھی بادل کو دیکھا ہے
کبھی بجلی کے دامن سے مہک پھوٹی ہے آنگن میں
سمندر ڈوب جانے کو کبھی دامن میں اترا ہے
مجھے پڑھنے اگر بیٹھو تو پرچھائیوں کو مت دیکھو
نہ بجھتے انگاروں کی بھوبھل کو
کہ ان ہاتھوں سے شعلوں کی تمازت حرف بنتی ہے
میرے ہونٹوں سے مردہ منظروں کو لفظ ملتے ہیں
میری آہٹ کو سن کر بادباں خواہش سفر پہنے
مگر میں کون ہوں؟
آنکھیں کہ صحرا اباد بے رونق
بدن پر آبرو کی کہنگی کا رنگ ٹھہرا ہے
قدم شوریدگی کی دلدلوں میں زخم خنداں ہیں
مجھے پڑھتے ہوئے ہاتھوں پہ رکھی آنکھ بہہ نکلے
تو ہنس دینا

وہ سخت وحشت زدہ سی آئینے کے آگے کھڑی اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھیں طوفان

کی زد میں آئے سمندر کا عکس پیش کرنے لگیں اور تنا ہوا چہرا خطرناک حد تک سرخ پڑ گیا، اس نے محبت کی تھی اور محبت کرنے والا تو محبوب کے دھڑکتے دل، اس کی پلکوں کی جنبش تک پہ نگاہ کیے رکھتا ہے، اسی لئے تو اس کے انداز و اطوار اور نگاہ میں آئے فرق کو سب سے پہلے محسوس کر جاتا ہے، وہ بھی بدلے ہوئے معاذ کو دیکھ رہی تھی، جس کی بے نیازی رخصت ہو چکی تھی، وہ پرنیاں کو دیکھتا تھا تو اس کی نگاہیں لو دینے لگتی تھیں، وہ اطراف کو بھول کر صرف اسی میں کھونے لگتا تھا، ہاں یہی تو محبت تھی، وہ اپنے مابین رشتے سے انجان تھا تو یہ حال تھا اگر اسے سب خبر ہو جاتی تب اس کے استحقاق کا کیا عالم ہوتا، اس نے سوچا اور خود کو بھڑ بھڑ جلتا محسوس کرنے لگی، یہ کہہ دینا کہ میں سہہ لوں گا اور وقت آئے پہ اس تکلیف کو سہنے میں زمین آسمان کے برابر فرق ہے، نوریہ کو خود اپنے وجود کے لئے یہ اذیت ناقابل برداشت لگ رہی تھی، کہاں تک برداشت کرتی اور کس حد تک، معاذ تو جیسے دیوانہ ہونے کو تھا، پھر وہ تھی جو ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو اس کے حوالے سے کچھ بھی شبہ ہو، جبھی وہ گھر میں گھس گئی تھی، مگر اس طرح بچت کہاں ہوتی تھی، پرنیاں سے بھی وہ چاہنے کے باوجود ویسا بے تکلف اور اپنائیت آمیز رویہ نہیں رکھ پا رہی تھی جو باقی سب کا تھا، پتہ نہیں پرنیاں نے کس حد تک محسوس کیا تھا، اسے عجیب وغریب سی سوچیں پشیمان کرتی جا رہی تھیں، کچھ بس نہ چلا تو ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر رو دی، اب اس میں کیا کیا جا سکتا تھا، سارا کھیل ہی نصیبوں کا تھا، کچھ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں، ہر جگہ وہ آئی پی اہمیت پاتے ہیں، یہاں بھی انتہائی مغرور معاذ کے دل پہ اسی کی حکمرانی ہو گئی تھی، جبکہ وہ ہمیشہ سے اس کی نگاہوں کے سامنے رہی تھی مگر معاذ نے کبھی اسے کسی اور نگاہ سے دیکھا ہی نہ تھا۔

☆☆☆

یہ محفل جو آج سجی ہے اس محفل میں ہے کوئی ہم سا
ہم سا ہو تو سامنے آئے ہم سا ہو تو سامنے آئے

زیاد نے ڈھولک بجاتی حوریہ اور ماریہ سے ڈھول چھین لیا تھا اور خود تھاپ دیتے ہوئے تان اڑائی تو ایکدم ہاہو کار مچ گئی تھی۔

آنکھ اٹھا کر ہم جو دیکھیں پتھر کا بھی دھڑکے سینہ
آنچ ہمارے حسن کی پا کر شعلوں کو آتا ہے پسینہ
پھول سے ہم نے خوشبو چھینی سیپ سے ہم نے موتی پائے
ہے کوئی ہم سا ہو تو سامنے آئے ہم سا ہو سامنے آئے

''لو وہ آ گئے سامنے بلکہ مقابلے پہ...... اب بات کریں۔'' معاذ اور جہان ایک ساتھ وہاں آئے تھے، حوریہ اور ماریہ نے تالیاں بجا کر گویا زیاد کو تاؤ دلایا۔

''خاموش حد ادب گستاخ لڑکیو!'' زیاد نے بری طرح جھڑکا مگر اسے سب نے مل کر بری طرح ہوٹ کیا تھا، جنید بھائی اور بھابھی بھی ساتھ شامل ہو گئی تھیں۔

''تمہاری یہی سزا ہونی چاہیے اور یہ بدلہ تو اللہ نے چکایا ہے، دو شہزادوں کو بھیج کر۔'' جنید بھائی ہنس رہے تھے، زیاد کھسیا گیا۔

''کیا ہوا خیریت؟'' معاذ متوجہ ہوا تھا وہ صورت حال سے بے خبر تھا، جبھی ساری بات بتلائی گئی، اس نے پہلے کالر اکڑایا پھر منہ لٹکا لیا تھا۔

''کیا ہوا جناب؟'' بھابھی کی نگاہ بالخصوص اسی پہ تھی۔

''فائدہ تو جب ہے اس بے مثال وجاہت کا اگر کوئی خاص انسان ملے، ارے غیروں کا کیا ہے۔'' اس کی ترچھی نگاہیں زینب کے ہمراہ کھڑی پرنیاں پہ جا ٹھہری تھیں، جو ان کی سمت متوجہ ہرگز نہیں تھی، جاننے والوں نے جانا اور سمجھنے والوں نے سمجھا اور معنی خیز قہقہے بکھر گئے۔

''آپ کی نیا تو اللہ ہی پار لگائے۔'' زیاد نے دو ویشانہ انداز میں دعا دی تھی، معاذ نے لپک کر اس کا منہ چوم لیا۔

''افوہ یہ لاڈیاں چھوڑیں، پہلے ہمارے تحفے تو دیں نا۔'' زیاد کی تان ایک ہی جگہ پہ ٹوٹ رہی تھی، معاذ نے اسے اپنا بیگ لینے دوڑا دیا تھا۔

''جاؤ زینب کو بھی بلا لاؤ۔''

''سیدھی طرح کہو، ان کی سہیلی کو بلا لاؤ۔'' بھابھی نے چھیڑا تھا وہ کہاں شرمندہ ہونے والا تھا، کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''جب آپ کو اتنا خیال ہے تو پھر بلا لیں نا، میں بیچارا مشرقی لڑکا۔'' اس نے شرمانے کی ایکٹنگ کی تھی، محفل گل وگلزار بن گئی، اسی ہنسی مذاق میں زینب کو بلایا گیا تھا ساتھ دست بدستہ عرض پرنیاں کو بھی کی گئی تھی، وہ جیسے مارے بندھے آ کر بیٹھی تھی، ہر انداز میں واضح گریز پائی تھی، معاذ نے بغور اس کے ہر انداز کو دیکھا تھا، اس نے پڑھا تھا عورت جب کسی مرد سے محبت کرتی ہے تو اس کے جسم کی ساری خوبصورتی خود بخود ظاہر ہونے لگتی ہے، لیکن ناپسندیدہ مرد کے لئے عورت اپنی جسمانی خوبصورتیاں اس سے پوشیدہ کر لیتی ہے، وہ ایسا کسی شعوری کوشش کے تحت نہیں کرتی بلکہ ایسا خود بخود ہو جاتا ہے، وہ گم صم ہونے لگا تھا، پرنیاں نے اس سے جھجکنا ہی نہیں گریز کرنا اور اپنا آپ چھپانا بھی شروع کر دیا تھا، وہ ہر اس جگہ سے راہ فرار ڈھونڈتی تھی جہاں اس کی آمد کا امکان بھی ہوتا، یہ گریز دوسرے لفظوں میں ناپسندیدگی ہی تھی، یہ بہت ذلت آمیز سا احساس تھا، اسے اپنے مساموں سے آگ پھوٹتی محسوس ہونے لگی تھی، محفل پھر جم گئی تھی، وہ وہاں موجود ہو کر بھی جیسے نہیں رہا تھا، زیاد کا دھیان پھر تحفوں سے ڈھولک کی طرف چلا گیا تھا۔

سوہا رنگ ای پراندے دا
گورا رنگ کالا ہو گیا ویر کالج جاندے دا

حوریہ ڈھولک بجا رہی تھی، ماریہ گلا پھاڑ کر گانے میں مصروف سب سے زیادہ تکلیف حسان کو ہوئی تھی بے تحاشا اعتراض کے ساتھ جبھی فوراً ٹوکا۔

''کیا ویر دھوپ کی چمنی میں بیٹھ کر کالج جاتا ہے؟ نان سنس۔'' ایک زبردست قہقہہ پڑا تھا، حسان کا سرخ چہرا کچھ اور سرخ ہونے لگا تھا اس اجتماعی مذاق پہ۔

''نہیں کالج کے سامنے چھابڑی لگاتا ہوگا۔'' زیاد نے ہانک لگائی تھی حسان نے زور سے [illegible] نے گھورا اور نئے سرے سے گانے لگی۔

چڑی بیٹھ گئی سوتر تے
ساری جنج سائیکلاں تے
میرا ویر کبوتر تے

''اوئے ہوئے...... ویر ہے یا دوشیزہ کا رقعہ، جد کبوتر کی چونچ میں لٹک کر بارات کے ساتھ چل پڑا۔'' حسان کے ساتھ اب کے زیاد نے بھی زبردست احتجاج کیا تھا، ماریہ گڑبڑائی اور جلدی سے کاپی کھول کر پھر سے ٹپے کی عبارت پہ نگاہ ڈالی تھی پھر کھسیا کر تصحیح کی۔

چڑی بیٹھ گئی سوتر تے
ساری جنج سائیکلاں تے
میرا ویر سکوٹر تے

''اب سکوٹر پرانے ہو چکے، اپنے ویر کو مرسڈیز پجارو میں بٹھاؤ، بلکہ پوچھ کر بٹھاؤ، بتائیں لالے کس میں بیٹھ کر جنج میرا مطلب ہے بارات لے کر جائیں گے؟'' زیاد نے اپنی گفتگو میں اچانک معاذ کو گھسیٹا، وہ خلاف عادت خاموش تھا، خفیف سا چونکا اور ایک غیر ارادی نگاہ پرنیاں پہ ڈالی، چادر نما بڑا سا کاسنی دوپٹہ وہ اس انداز میں اوڑھے ہوئے تھی کہ سر کا ایک بال بھی نظر نہیں آتا تھا، ترچھے زاویے سے ایک طرح سے اسی سے رخ پھیرے وہ بے حد ریزاوڈہ ہو کر نظر آتی تھی، اس نے ہونٹ بھینچ کر نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

چھلنی وچ چھان لیا
لوکاں دے ویر گھر بیٹھے
ساڈا باندری نچان گیا

لڑکیوں نے یقیناً اب کے جان بوجھ کر ہوٹنگ کی تھی، وہ سب زبردست احتجاج کرنے لگے، جنید بھائی سمیت جہان کے چہرے پہ بھی خفیف سی مسکان بکھری تھی، بس وہی تھا جو بے حد سنجیدہ رہا تھا۔

''بھائی ہم نے کون سا خود بنائے ہیں ٹپے قسم سے ایسے ہی لکھے ہوئے ہیں۔'' حسان کی زبردست ڈانٹ پہ ماریہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''اونہہ جب بھائیوں کی باری آئی تو رنگ کالا، سکوٹر، باندری اور کبوتر رہ گئے، جب ماہیا گاؤ گی تو گورا رنگ پھول گجرے پتہ نہیں کیا کچھ خود بخود شامل ہو جائے گا۔'' حسان کا غصہ کم نہ ہو رہا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر آپ خود کچھ گا لو۔'' حوریہ کو بھی غصہ آ گیا تھا اس لعن طعن پہ، ڈھول اس کی سمت لڑھکا دیا، جسے حسان نے بے صبری سے دبوچا تھا اور بھانڈوں کے انداز میں تان دے کر گانے میں دیر نہیں لگائی۔

ساڈے بوہے اگے کیکری اے
چیچو مینوں الارا لا کے فیر بار نہ نکلی اے

''اونہہ بہت اچھا گا لیا، فضول گھٹیا شاعری۔'' حوریہ نے نخوت سے ناک چڑھا کر بدلہ چکایا،

حسان نے کان نہیں دھرا تھا۔

''یار کچھ گانا ہے تو ڈھنگ کا گالو نا...... یہ کیا فضولیات ہیں۔'' زیاد کے بھی ٹوکنے پہ حوریہ نے زور سے ہنستے ہوئے گویا اس کا مضحکہ اڑایا تھا۔

''کیا گاؤں کچھ خاص یاد نہیں آرہا۔'' حسان نے بیچارگی سے کہا۔

''لالے آپ کچھ سنائیں نا۔'' زیاد نے بالکل اچانک فرمائش کر دی، معاذ چونک کر متوجہ ہوا، اس نے دیکھا پرنیاں جزبز ہوئی ہے، وہ جو انکار کرنے لگا تھا ایکدم ارادہ بدل دیا۔

''شیور، تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔'' وہ دل آویزی سے مسکرایا، پرنیاں کو بغور دیکھ کر۔

ان سب کو کہاں اس سے اتنی آسانی سے آمادگی کی توقع تھی، خوشی کے اظہار کو باقاعدہ شور مچنے لگا، پھر یہ شور تھما تو معاذ گلا کھنکار کر باقاعدہ جم کر محفل میں اتر آیا۔

تو جانے نہ تو جانے نہ تو جانے نہ
مل کے بھی ہم نے ملیں تم سے نہ جانے کیوں
میلوں کے ہیں فاصلے تم سے نہ جانے کیوں
انجانے میں سلسلے تم سے نہ جانے کیوں
سپنے ہیں پلکوں تلے تم سے نہ جانے کیوں
کیسے بتائیں کیوں تم کو چاہیں یارا بتا نہ پائیں
باتیں دلوں کی دیکھو سمجھا نہ پائیں تو جانے نہ

عاطف اسلم کا یہ سانگ اسے خود بھی بہت پسند تھا اور جانے کتنی مرتبہ اس نے اپنے سیل پہ اسے سنا تھا مگر کبھی یہ گمان تک نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی اس کے لئے یہ گانا گائے گا اور وہ کوئی بھی معاذ حسن...... اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا، نگاہیں اٹھائے بنا بھی وہ اس کی نظروں کا خود پہ ٹھہرنا محسوس کر رہی تھی اور ہر لمحہ سن ہوتی جا رہی تھی، اس میں شک نہیں تھا کہ معاذ حسن کی آواز میں دلکشی اور رچاؤ تھا، اس پل محفل پہ سکوت طاری تھا بس اس کی آواز کا زیر و بم تھا جو ماحول کو پوری طرح طلسم زدہ کر رہا تھا۔

یہ محض گانا ہی تو نہ تھا، لہجے و آواز میں جذبوں کی لپک، احساس کا رنگ غالب تھا، جو دل پذیر ہو سکتا تھا، ہر طرف ونس مور کی صدائیں اٹھ کھڑی ہوئیں، معاذ مسکراتا رہا۔

پرنیاں ساکن و سامت رہ گئی تھی، معاذ کی آنکھوں میں توصیف کی پرشور لہریں واضح طور پہ دکھائی دے رہی تھیں، وہ اپنی سحر انگیزی سے آگاہ تھا، آواز انداز اور شخصیت کو بھی اسے تو یہ تک احساس تھا کہ صبح کے ہلکے شکن آلود ان کپڑوں میں بھی اس کی شخصیت کی دلکشی ماند نہیں ہوئی بلکہ یہ بے پرواہی اور سادگی اس کی شخصیت کو چارم اور انوکھا حسن بخش رہی ہے، اس کی ساری حسیات پرنیاں کو سامنے پاتے ہی شوریدہ سر جذبوں میں بدل جانے لگی تھیں، اس کی آنکھوں میں پرنیاں کو دیکھتے ہی جو پسندیدگی کے جذبات ابھر آتے تھے وہ اب کسی سے بھی ڈھکے چھپے نہیں تھے، صحیح طور پرنیاں کے لئے اس کے انداز و اطوار پریشان کن تھے، وہ مضطرب ہونے کے ساتھ ششدر بھی

تھی، بھلا اس کی دیوانگیوں کا رخ اس کی طرف کیسے ہو گیا، وہ جانتی تھی وہ خود سر ضدی اور مغرور انسان ہے اور الٹی کھوپڑی کا بے حد جذباتی بھی، اس کے مقابل پرنیاں نے خود کو ہمیشہ بے بس محسوس کیا تھا اور اب یہی بے بسی اسے اندر سے کاٹنا شروع کر چکی تھی، اسے اپنا آپ بے چارگی کی انتہا پہ لگ رہا تھا، وہ جانتی تھی شاہ ہاؤس کے سب مکینوں کے لئے معاذ کا یہ انداز یہ روپ بے حد طمانیت آمیز ہے مگر وہ اپنی اس انا کا کیا کرتی جو بے چارگی اور بے مائیگی کے احساس میں مبتلا سسک رہی تھی، معاذ حسن نے اپنی منکوحہ کو قبول نہیں کیا تھا، وہ ایک ایسی لڑکی کے لئے دیوانہ ہوا جا رہا تھا جو اسے حسین لگ گئی تھی، ورنہ حقیقت تو اس حد تک کربناک اور سفاک تھی کہ اسے اپنی منکوحہ کا نام تک یاد نہیں تھا، کبھی کوئی اس سے بڑھ کر انسلٹنگ بات، اس کا حلق کڑوا ہونے لگا، جبکہ وہ اسی شد و مد سے کہہ رہا تھا، سب کے اصرار پہ اس نے دل کے جذبوں کو ایک دوسرے گانے میں سمونا شروع کیا تھا۔

خوابوں بنا نگاہیں میری جی رہی تھیں
کوئی نہ تھا یہ اکیلی تھی میری زندگی
خاموش تھا ہونٹوں پہ باتیں نہیں تھیں
کوئی نہیں تھا اکیلی تھی میری زندگی
تم ملے تو ملا یہ جہاں تم ملے تو ہر پل ہے نیا
تم ملے تو سب سے ہیں فاصلے
تم ملے تو جادو چھا گیا تم ملے تو جینا آ گیا
تم ملے تو میں نے پایا ہے خدا

اس کا لہجہ پرفسوں اور گمبھیر تر تھا، مگر پرنیاں کی صبیح پیشانی پر شکنیں پڑتی جا رہی تھیں، گو کہ اس کے جذبے اب ڈھکے چھپے نہ رہے تھے مگر پرنیاں کے دل پر اس کی ستم رسیدگی کے زخم تازہ تھے، مزید ستم اس کی بیانگ و دہل اپنی منکوحہ سے جتائی گئی بے زاری و لاتعلقی کے ساتھ اکتاہٹ کا اندازہ تھا، زینب بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لینے کے بعد ہی اس کے قریب جھکی تھی۔

''میرے لالہ فدا ہو رہے ہیں تم، یار ایک مسکراہٹ سے ہی نواز دو۔'' اس کا لہجہ شوخ و شنگ تھا، پرنیاں کا رنگ یکلخت پھیکا پڑ گیا، اسے لگا تھا کسی نے اسے دار پہ چڑھا دیا ہو، اس جیسی حساس عزت نفس اور وقار کو مقدم رکھنے والی لڑکی کے لئے یہ فرمائش یا تقاضا ایسا ہی ہو سکتا تھا، وہ باوقار زندگی اور حقوق کی طالب تھی، معاذ کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہ تو دل میں کھٹک پیدا کر چکی تھی کہ اگر وہ اس جیسی عام سی لڑکی کو دیکھ کر یوں اس پر دیوانہ وار نثار ہوا جا رہا ہے تو دو سال انگلینڈ جیسے ملک میں اس کی رنگین مزاجی کا کیا عالم رہا ہو گا، یعنی بدگمانی کی بھی حد نہیں تھی مگر وہ یہ سب سوچ رہی تھی اور روہانسی ہوتی جا رہی تھی، معاذ کے خوبصورت الفاظ کے پیراہن میں مغلوف عیاں ہوتے جذبے اس کو ہوا میں سرسراتے سانپ بچھو لگ رہے تھے جو اسے نگلنے اور ڈسنے کو بے قرار تھے، جبکہ وہ اس کے احساسات و جذبات سے بے خبر اسی جذب سے گویا تھا۔

تم ملے تو میں نے پایا ہے خدا

وہ جیسے ہی خاموش ہوا جیسے ہر سو چند ثانیوں کو سناٹا چھا گیا، پھر زور دار تالیاں پیٹ کر اسے سراہا گیا، زینب نے پرنیاں کی جھکی نگاہوں اور غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کر کے اس کی پسلی میں اپنی کہنی ماری تھی۔

''اتنی خاموش کیوں ہو؟'' وہ چونکی اور ایکدم اٹھ کر کھڑی ہو گئی، معاذ حسن وہ بیگ کھول چکا تھا، جس میں اس کی ساری فیملی کے لئے گفٹس تھے، اب وہ کسی قیمت پہ بھی یہاں رکنے پہ آمادہ نہیں تھی، زینب کے روکتے معاذ کے ٹھٹکنے کی پرواہ کیئے بنا وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

☆☆☆

اب تیری یاد سے وحشت نہیں ہوتی مجھ کو
زخم ملتے ہیں اذیت نہیں ہوتی مجھ کو
اب کوئی آئے چلا جائے میں خوش رہتا ہوں
اب کسی شخص کی عادت نہیں ہوتی مجھ کو
ایسے بدلا ہوں تیرے شہر کا پانی پی کر
جھوٹ بولوں تو ندامت نہیں ہوتی مجھ کو
ہے امانت میں خیانت سو کسی کی خاطر
کوئی مرتا ہے تو حیرت نہیں ہوتی مجھ کو
اتنا مصروف ہوں جینے کی ہوس میں محسن
سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہوتی مجھ کو

اس نے کتاب بند کر کے رکھ دی، چہرے پہ اضمحلال بھری مسکراہٹ تھی تو آنکھوں میں بے تحاشا سرخیاں، اسے سمجھ نہیں آئی وہ اس طرح سے آخر خود کو کیوں سمجھا اور سنبھال رہا ہے، ہاں دل نادان ہے، وہ تڑپتا ہے، اس وقت پہ جو بند مٹھی سے ریت کی مانند سرکا جاتا تھا، ہر گزرنے والا لمحہ اسے لگتا قیامت کے نزدیک تر کر رہا ہے، وحشت کا کوئی سرا تھا بھلا، یہ خیال ہی بہت اذیت انگیز تھا کہ وہ اس کی نہیں رہی، یہ تو دیوانگی کی آخری سرحد تک لے جانے والا احساس تھا کہ وہ کسی اور کی ہو جائے گی، کیا پھر وہ بھی فرحت شاہ کی طرح دیواروں سے سر ٹکرا کر التجائیں کرتا پھرے گا یاد سے کہ اس شہر نہ جا، جہاں آنکھوں کے پپوٹوں پہ سجے بوسوں سے دم گھٹتا ہے، خیال کا وحشت بھرا سلسلہ تو ختم نہ ہونے والا تھا، محبت کو بیگانے کے پاس دیکھ کر محسوس کر کے ایسی تڑپ سے مچلتا ہے کہ کیا مرغ بسمل...... وہ کیسے برداشت کرے گا، کیا وہ پاگل ہو جائے گا اسے سوچیں وحشت زدہ کرنے لگیں۔

''خدایا کیا کروں؟'' اس نے اپنا سر ہاتھوں پر گرا لیا تھا، آنکھوں کی نمی قطرہ قطرہ ہتھیلیاں بھگونے لگیں، وہ ایک بار پھر ضبط کھو گیا تھا، وہ ایک بار پھر ہار گیا تھا۔

☆☆☆

بس یہی نا کہ رات تڑپ کر گزری
تم نہیں آئے تو کیا سحر نہ ہوئی

معاذ نے اپنے بستر پہ کروٹ بدلی اور تکیہ منہ پہ رکھ لیا۔

''آپ ہر روز اتنی دیر تک کیوں سونے لگے ہیں؟'' زیاد اس کے کمرے میں آ گھسا تھا، معاذ نے اسے غصے سے گھورا تھا۔

''تمہیں تکلیف......؟''

''سیدھی طرح مان لیں خواب دیکھتے ہیں سپنے سجاتے ہیں۔'' وہ شرارتی ہونے لگا، معاذ نے سرد آہ بھری۔

''کہتے تو تم ٹھیک ہو، مگر تم نے کام خراب کر دیا مداخلت کر کے، بقول شاعر۔''

انہیں مجھ سے محبت ہو رہی تھی
نہ کھلتی آنکھ تو بس ہو ہی گئی تھی

زیاد کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا، معاذ ٹھنڈی آہیں بھر کر رہ گیا۔

''یار یہ ساری پاکستانی حسین لڑکیاں اتنی پراؤڈی کیوں ہوتی ہیں؟'' معاذ نے اہم سوال اس کے سامنے رکھا، زیاد اچھل پڑا تھا۔

''صرف پاکستانی کیوں؟ حسین لڑکیاں ساری ہی پراؤڈی ہوتی ہیں۔''

''نہیں نا، وہاں انگلینڈ میں بیسیوں لڑکیاں مرتی تھیں میری وجاہت پہ مگر یہاں......''

''یہاں بھی تو مرتی ہیں، کالج و یونیورسٹی کا دور بھول گئے لالے، پھر ابھی شادی پہ بھی لڑکیاں آپ کو اور جہان بھائی کو ہی رال ٹپکا کے دیکھتی ہیں ہمیں تو بس گھاس بھی نہیں ڈالتیں، آپ بس پرنیاں کی بات کریں کہ وہ لفٹ نہیں کراتیں۔'' زیاد ہنسا تھا، معاذ کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ وہ اتنی روڈ کیوں ہے؟'' اب کے معاذ کا لہجہ دھیما تھا کس حد تک آنچ دیتا ہوا۔

''خالص مشرقی اور مذہبی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں شاید۔'' زیاد نے مسکراہٹ دبائی، دل میں ابال تو بہت آیا کہ اسے بتا دے مگر پھر جو اس کی شامت آنی تھی۔

''یار میرے دل میں اک خیال آ رہا ہے، اتنی پیاری لڑکی ہے، کہیں انگیجڈ نہ ہو۔'' معاذ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تو زیاد نے بامشکل اپنا قہقہہ دبایا تھا۔

''آپ پوچھ لیجئے گا نا ان سے، میں تو زیادہ نہیں جانتا۔'' اس نے گویا معاذ کو محاذ پہ روانہ ہونے کا سبق پڑھایا تھا، ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں اس کا چہرا سرخ ہوا جا رہا تھا، معاذ اپنے مسئلے میں الجھا ہوا تھا بری طرح ورنہ اس کے چہرے سے کچھ نہ کچھ اخذ تو ضرور کرتا، معاذ نے گہرا سانس کھینچا تھا، اس کے تصور میں پرنیاں کا نکھرا نکھرا تر و تازہ سراپا لہرانے لگا، وہ بالکل چاند کی طرح چمکیلی اور صبح جیسی اجلی لگا کرتی تھی۔

''آپ سے کلیئر بات تو کرنی پڑے گی مس پرنیاں!'' وہ اس کے تصور سے مخاطب ہو کر گنگنایا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گیا، ناشتہ اس نے اپنے کمرے میں ہی کیا تھا پھر پرنیاں کی تلاش میں زینب کے کمرے کی جانب چلا آیا تھا، پپا کے دوٹوک انداز کے بعد وہ اب اپنی راہیں

خود ہموار کرنا چاہتا تھا، سب سے پہلے اس کے خیال میں پرنیاں سے بات کرنا مناسب تھا۔

''یہ محبت نہیں اذیت کا دوسرا رخ ہے زینب، ایسی محبتیں قوس وقزح کی مانند ہوتی ہیں، چند گھڑیوں کے لئے حسین ودلکش اور خیرہ کن پھر دل کے آسمان سے یوں گم ہو جاتی ہیں جیسے کبھی تھیں ہی نہیں اور دل اس قوس وقزح کو ڈھونڈنے میں دیوانہ ہو جاتا ہے، مگر وہ پھر ہاتھ نہیں آتیں، محبت بارش میں اگنے والی کھمبیوں کی طرح ہوتی ہے جو دیکھنے میں خوشنما اور زہریلا پھل ہے، اس کو چکھنے والا عمر بھر تڑپتا رہتا ہے، نہ جیتا ہے اور نہ ہی مرتا ہے۔'' معاذ کے قدم دروازے کی چوکھٹ پہ ٹھٹکانے والی پرنیاں کی ہی آواز تھی، وہ زینب کی کسی بات کا جواب بے حد سنجیدگی سے دے رہے تھی، معاذ کو اس کے محبت کے بارے میں خیالات جان کر دانتوں پسینہ آنے لگا۔

''تو پھر یہ محبت آخر ہے کیا؟ کیوں اس کا اتنا چرچا ہے، یہ دلوں کو کیسے اور کیونکر جکڑ لیتی ہے، کیوں دل سے نہیں نکل جاتی؟'' زینب نے ہنستے ہوئے بے فکرے پن سے سوال کیا تھا، معاذ وہیں کھڑا رہ کر پرنیاں کا جواب سننے کا منتظر ہو گیا۔

''محبت تو بہت پیارا جذبہ ہے مگر اس کا خوش کن سلسلہ کسی بھی غیر محرم رشتے سے نہیں جڑتا، نامحرم سے ہونے والی محبت بے جڑ اور بے زمین پودے کی مانند ہوتی ہے کسی بھی تیز آندھی اور مخالف ہوا سے اکھڑ جانے والا پودا، محبت وہی بھرپور ہوتی ہے جو عورت کو اپنے محرم مرد سے ملتی ہے، اپنے بچوں سے ملتی ہے اور یہی محبت عورت کو مکمل بناتی ہے، اس کے نسوانی وقار اور پاکیزگی کو قائم رکھتی ہے، اسے آسودہ رکھتی ہے، یہ راستوں میں آنے والے کچے سائبان ہیں جو کبھی عورت کو تحفظ اور آسودگی نہیں دے سکتے، یہاں ٹھہرنا عبث ہے گزر جانا عقلمندی ہے، یہ سراب ہے، جو بہر ہے جو ہر گزرنے والے کو جکڑنا چاہتا ہے، میں اپنے دل کو نفس کے منہ زور سیلاب میں تنکے کی طرح بہنے کی اجازت نہیں دے سکتی، یونو نفس منہ زور بے لگام گھوڑے کی مانند ہوتا ہے، اس کی مانو تو یہ منہ کے بل گراتا ہے۔'' معاذ کے ہونٹوں پہ بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی، اسے اپنے انتخاب پہ فخر محسوس ہونے لگا۔

''مگر پری لالے تمہیں چاہنے لگے ہیں اور عورت کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے چاہنے والے مرد کی بڑی سے بڑی خطا کو بھی فراخ دلی سے معاف کر دیتی ہے۔'' زینب کا لہجہ و انداز ملتجیانہ تھا، معاذ کو حیرت ہوئی تھی کہ زینب پرنیاں کو اس کے لئے ہموار کر رہی تھی اسے بے اختیار زینب پہ پیار سا آنے لگا۔

''مرد عورت کی اس خامی سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہا ہے، کبھی کھوکھلے لفظوں سے کبھی جھوٹے حیلے بہانوں سے اسے ہمیشہ ٹریپ کرتا رہا ہے۔'' پرنیاں کا جوابی لہجہ سرد اور سپاٹ ہو گیا تھا، معاذ کو اپنے اعصاب تڑختے محسوس ہوئے، وہ آخر اس سے اتنی بدگمان کیوں تھی۔

''میں جانتی ہوں مرد اور عورت ہر معاملے میں برابری نہیں کر سکتے، عورت کو مرد کی دوستی بہت مہنگی پڑتی ہے، مرد صرف گنہگار ہوتا ہے جبکہ عورت ساتھ رسوا بھی ہوتی ہے، اس کا نسوانی وقار اور پاکیزگی مجروح ہوتی ہے، سو مجھے محتاط رہنا پسند ہے۔''

معاذ کے اندر برداشت ختم ہو گی، وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا اور سیدھا جا کر پرنیاں

کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''ماشاءاللہ آپ کے خیالات بہت روشن ہیں، مجھے خوشی ہوئی ہے جان کر، مگر ضروری تو نہیں ہے کہ آپ ہر مرد کو ایک ہی پیمانے میں تولیں۔''

پرنیاں کو تو اس کی آمد کی توقع نہیں تھی کجا اس کا براہ راست اسے مخاطب کر لینا، اس کا اعتماد بری طرح سے زائل ہوا تھا، بوکھلا کر وہ یکلخت اٹھ کر کھڑی ہو گئی، معاذ کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا، تاہم چہرے اور آنکھوں میں بے تابیاں اور وارفتگیاں سمٹ آئی تھیں اور یہی رنگ پرنیاں کو ہراساں کیا کرتے تھے، اس وقت بھی وہ شدید گھبراہٹ کی زد میں آئی تھی۔

''ک... کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب مجھے آزمائیں، یہ آزمائش ہی شرط ہو گی۔'' معاذ نے ایک مخموری سانس بھری تھی اور اسے یوں دیکھنے لگا جیسے نگاہوں کے رستے دل میں اتار رہا ہو، لہجہ معنی خیز تھا، پرنیاں کے وجود پہ گہرا سکوت طاری ہو کر رہ گیا، اعصاب کھنچے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

''آپ ایٹی کیٹس سے اس قدر بے بہرہ ہیں، مجھے ہرگز معلوم نہیں تھا، اینڈ لیسن مجھے ہرگز اس قسم کی گفتگو پسند نہیں، ایکسکیوزمی......'' وہ حواس میں لوٹی تو پھٹ پڑی تھی، اگلے لمحے وہ سائیڈ سے نکل کر باہر چلی گئی، معاذ سر تھام کر وہیں گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا، زینب نظریں چرا رہی تھی۔

''کیا میں نے اسے اور زیادہ خفا کر دیا ہے۔'' کچھ تاخیر سے خیال آنے پہ وہ فکرمند سا زینب کو دیکھنے لگا، زینب کو ہنسی آنے لگی۔

''پتہ نہیں لالے شاید...... ویسے آپ کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا اور کیا آپ ہماری باتیں سن رہے تھے؟'' آخر میں اس کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی طنزیہ ہوا تو معاذ کھسیا کر سر کھجانے لگا۔

''محترمہ بہت فصاحت و بلاغت سے محبت کے موضوع پہ تقریر کر رہی تھیں میں فیض یاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔''

''بری بات ہے لالے ویسے بھی کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے کہ۔''

ادب پہلا قرینہ ہے
محبت کے قرینوں میں

زینب کی نصیحت پہ معاذ نے سرد آہ بھری تھی اور سر کو اثبات میں جنبش دی۔

''جس قسم کی باادب باملاحظہ قسم کی محترمہ کی پرسنالٹی ہے، خیال تو کرنا پڑے گا۔''

''گڈ، ویسے لالے آپ خفا تھے نا مجھ سے، میں پرنیاں کی مشکور ہوں کہ اس کی وجہ سے آپ نے مجھے بھی معاف کر دیا۔'' زینب کی آواز ایکدم بھرا گئی تھی، معاذ نے بوکھلا کر اسے دیکھا۔

''پاگل ہو بالکل، بھول جاؤ سب کچھ، خدا تمہیں آگے بہترین زندگی نصیب کرے آمین۔''

معاذ نے اس کا سر تھپکا تو زینب بے اختیار ہو کر اس کے کاندھے سے لگ گئی تھی۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ جے سے بہت محبت کرتے ہیں، سب کا خیال ہے میں نے جے سے زیادتی کی ہے، مگر لالے انہیں کوئی فرق نہیں پڑا، انہیں مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔'' وہ سسکی تھی

پتہ نہیں کیوں، معاذ دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اترنے لگا۔

(بجے بھی بھی مجھے لگتا ہے تم نے اپنے جذبوں کو ہر کسی سے پوشیدہ رکھ کر اپنا بہت بڑا نقصان کرلیا، زینب کم عقل تھی وہ میری اور پپا کی طرح تمہاری آنکھوں کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپے اپنے لئے جذبے نہ پہچان سکی، تمہاری ہار نے مجھے سبق دیا ہے کہ میں خاموش محبت سے باز رہوں۔)

''جوڑے آسمانوں پہ بنتے ہیں زینی! تمہارے لئے تیمور ہی اتارا گیا تھا، پھر یہ تمہارا اپنا انتخاب ہے، بس یہ یاد رکھو، باقی سب بھول جاؤ۔'' وہ بے اختیار ہو کر زینب کو ڈھارس دے رہا تھا، جہان اسے بہت عزیز تھا، مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ زینب اس کی ماں جائی تھی، اسے بے حد پیاری، جبکہ زینب کے ذہن سے جیسے کوئی بوجھ اتر کے نہ دیتا تھا، وہ بے حد زخمی انداز میں مسکرادی تھی۔

☆☆☆

تاکتے رہتے تجھے کو سانجھ سویرے
نینوں میں بسیاں جیسے تین یہ تیرے
تیرے مست مست دو نین
میرے دل کا لے گئے چین
میرے دل کا لے گئے چین
تیرے مست مست دو نین

زیاد ہال کمرے میں ڈیک آن کیے سلو بھائی کے انداز میں ہی رقص پیش کر رہا تھا، نوجوان پارٹی جمع تھی اور تالیاں بجا کر ساتھ ساتھ ہی داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جا رہے تھے، معاذ نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھا تھا اور گہرا سانس بھر کے کھڑکی سے ہٹ جانے کو تھا کہ اس کی نگاہ صوفے پہ بیٹھی پرنیاں پہ جا ٹھہری، جو مما اور حوریہ کے درمیان بیٹھی کسی بات پہ بے تحاشا ہنس رہی تھی، اس کا ریشمی دھانی آنچل بار بار اس کے سر سے سرکتا تھا جسے وہ سنبھالنے کی کوشش میں مصروف تھی اور معاذ اسے دیکھنے میں۔

گردن اور گالوں کے گرد اٹھکیلیاں کرتیں موٹی لٹوں کو سمیٹ کر پھر سے کیچر میں جکڑتے ہوئے پرنیاں کی اچانک نگاہ اٹھی تھی، معاذ کو اطراف سے بیگانہ ہو کر اپنی ذات میں گم پا کر پرنیاں کا دل دھک سے رہ گیا تھا، پیشانی سے بے اختیار پسینہ پھوٹ نکلا، اس کی جذبے لٹاتی نظروں سے دل سہمنے سا لگا، اس کے ہاتھ بے اختیار پہلوؤں میں گر گئے، بدحواسی کے عالم میں اس نے دوپٹہ اچھی طرح اوڑھا تھا اور ہونٹ بھینچے تیزی سے اٹھی ارادہ کمرے میں جانے کا تھا مگر کمرے سے نکلتے ہی اس کا سامنا پھر معاذ سے ہوا تھا، وہ یقیناً وہیں آ رہا تھا، تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔

''دھیان سے میم! پھر آپ مجھے ہی لعن طعن کریں گی۔'' اس کے انداز میں شرارت تھی، وہ جھلس کر رہ گئی، غصے اور توہین کی لہر پرنیاں کے اندر سے بہت سرعت سے اٹھی، کچھ کہے بغیر اس نے معاذ کو سرد نظروں سے دیکھا تھا، اس کے دیکھنے کے انداز میں گو کہ ناگواری و خفگی اور فہمائش تھی مگر معاذ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بہت دل آویزی سے مسکرایا تھا۔

''آپ کو کیسا لگتا ہوں، ویسے سب لوگ تو یہی کہتے ہیں میں بہت اسمارٹ ہوں۔'' بالوں

میں ہاتھ پھیر کر وہ بڑی ادا سے بولا تھا، پرنیاں کو لگا اسے یکلخت کسی نے جلتے شعلوں میں دھکیل دیا ہو۔

''آپ کو شرم آنی چاہیے یہ ساری فضول ٹین ایجر حرکتیں کرتے ہوئے۔'' اس کا لہجہ گو کہ دھیما تھا مگر اس میں نرمی نام کو نہیں تھی، معاذ ایکدم سنجیدگی کی لپیٹ میں آ گیا۔

''سوری میں مذاق کر رہا تھا۔''

''میرا آپ سے مذاق کا کوئی تعلق ہے؟'' بہت چبھتی ہوئی نظریں تھیں، معاذ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا، وہ تنتناتی ہوئی چلی گئی تھی۔

زیاد چوکھٹ سے کاندھا ٹکائے سر تال ملا رہا تھا، معاذ نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور ایک جھٹکے سے مڑ گیا۔

اوکھے پینڈے لمبیاں نے رواں عشق دیاں
کدی نہ مکدیاں سخت سزاواں عشق دیاں

راہداری عبور کر جانے تک زیاد کی آواز اس کا پیچھا کرتی رہی تھی اور اس نے بے حد تلخی سے سوچا تھا۔

(میری محبت حوض کا مقید پانی نہیں ہے بلکہ ایک رواں پر جوش دریا ہے اور میں دیکھتا ہوں اس رواں دریا میں تمہاری سرد مہری کیسے نہیں ڈوبتی۔)

☆☆☆

مہندی کی تقریب میں خلاف عادت معاذ کی سنجیدگی قابل دید تھی، ایش گرے عام سے کھدر کے کرتا شلوار میں ہلکی بڑھی شیو کے ساتھ وہ جہان کے ساتھ انتظامات سنبھالتا پھرتا رہا تھا، رسم کے موقع پہ بھی وہ آگے نہیں آیا تھا، بلکہ جہان کا سایہ بنا رہا تھا، حالانکہ زیاد وغیرہ نے اسے بہتیرا اپنے ساتھ ہلے گلے میں شریک کرنا چاہا تھا مگر اس کی سنجیدگی میں فرق نہیں آ سکا، پرنیاں نے مہندی کی مناسبت سے گرین کلر کا جدید تراش خراش کا لباس پہنا ہوا تھا، ساتھ میں بے حد نفیس ہلکی پھلکی جیولری، رسم کے لئے جب زینب کو اسٹیج پہ لایا گیا تو ایک طرف سے بھابھی کے ساتھ وہ زینب کو سہارا دیتے ہوئے تھی اور ایسے سمے بار بار پھسلتے دوپٹے کو سنبھالتے وہ کس درجہ حسین لگ رہی تھی یہ ہر دیکھنے والی آنکھ جانتی تھی، معاذ نے اسے دور سے دیکھا تھا مگر بغیر کسی پابندی کے دیکھا تھا، یہ لڑکی صرف دل کی طلب نہیں تھی، یہ تو اس کی مردانگی کا چیلنج بنتی جا رہی تھی، وہ یکایک اس کے لئے جنونی ہونے لگا تھا، خود کو ناقابل تسخیر بنا کر پیش کرنے والی لڑکیاں اسے کبھی اٹریکٹ نہیں کرتی تھیں، وہ جانتا تھا ایسی لڑکیاں محض توجہ حاصل کرنے کو یہ حربے استعمال کرتی ہیں اور بہت جلد ان کا یہ خول اتر جاتا ہے اسے یہ دیکھنا تھا پرنیاں کا یہ رنگ کتنا پکا ثابت ہوتا ہے، یہی وجہ تھی کہ وہ اسے عاجز کر دینے پر اتر آیا تھا، رسم کے بعد ہی اصل محفل جمی تھی، زینب کی فرمائش تھی سب کچھ نہ کچھ سنائیں، سب سے پہلے اس نے معاذ سے ہی گذارش کی تھی، معاذ نے کاندھے اچکا دیئے، وہ سب ہمہ تن گوش ہوئے تو معاذ کو شرارت سوجھ گئی تھی۔

شعر عرض ہے پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

بچے دو ہی اچھے بیویاں چاہے چار رکھ

وہ سب پہلے ہونق ہوئے تھے پھر اسے گھورنے لگے۔

''لالے دس از ناٹ فیئر۔'' زیاد نے احتجاج بلند کیا۔

''کیوں یہ شعر نہیں ہے؟'' معاذ نے آنکھیں دکھائیں۔

''آپ کے روشن خیالات کا کچھ اندازہ تو تھا ہمیں مگر اس حد تک سنا کی...... ایک ایک بیوی سے ایک ایک بچہ بھی ہو تو چار تو بنتے ہیں نا۔'' زیاد نے کھل کر رائے دی، معاذ گڑبڑا سا گیا۔

''ایڈیٹ کیوں میرا امیج خراب کرنے پہ تلے ہو، یہ تمہیں نصیحت کی تھی میں نے۔'' وہ دانت کچکچانے لگا، زیاد نے قہقہہ لگایا تھا، پھر جنید بھائی نے یہ فضول بحث ختم کر کے اصل بات کی سمت توجہ دلائی تھی، معاذ کھنکار کر گلا صاف کرنے لگا تو زیاد نے پھر چھیڑا۔

''کلام معیاری ہونا چاہیے۔'' معاذ نے اسے محض گھورنے پہ اکتفا کیا تھا۔

''ویسے سنائیں گے کیا؟'' زیاد کو ٹوہ لینے میں مزا آیا۔

''مجھ پہ تازہ تازہ انکشاف ہوا ہے کچھ لوگوں کی آنکھیں بہت حسین ہیں، انہی کو خراج پیش کرنا چاہوں گا۔'' معاذ نے بالخصوص اسی پل بھابھی کی معیت میں وہاں آتی پرنیاں کو دیکھا۔

پتہ نہیں اس نے سنا نہیں یا جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا، زینب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیا، وہ جز بز بھی مگر خاموش اور کترائی ہوئی، معاذ کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ وہاں موجود تھی، وہ دانستہ کھنکارا اور پھر گمبھیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

گلاب آنکھیں شراب آنکھیں
یہی تو ہیں لا جواب آنکھیں

معاذ نے لمحہ بھر کو توقف کیا اور پرنیاں کی آنکھوں میں زبردستی جھانکنے کی کوشش کی، دیکھنے کا انداز بڑا مدہوش کن اور دل نشین تھا، وہ جانتا تھا لڑکیاں اس کی کن اداؤں پر جان دیتی ہیں، وہ ہر دل آویز حربہ اس پہ آزما رہا تھا مگر پرنیاں نے نگاہ نہ اٹھانے اسے نہ دیکھنے کی گویا قسم کھا لی، وہ دانستہ سیل فون پہ مصروف ہوئی تھی، اس کا ہر حربہ ناکامی سے دوچار کرنے کو معاذ کے اندر جھنجھلاہٹ اترنے لگی۔

عجب تھا گفتگو کا عالم
سوال کوئی جواب آنکھیں

اس کے لہجے میں جذبوں کی شدید لپک تھی، پرنیاں کا رنگ سرخ پڑنے لگا، جتنے بھی خود پہ پردے گرائی، اس میں شک نہیں تھا کہ وہ بہت پہلے سے اسے اسیر کر چکا تھا، عجیب صورتحال تھی کہ وہ اس پہ یوں فریفتہ ہوا جا رہا تھا، پرنیاں کو اس کی نظروں کی تپش سے اپنا وجود پگھلتا محسوس ہونے لگا، وہ مضطرب ہو کر اٹھی مگر زینب نے بروقت اس کا ہاتھ تھام لیا تھا، پرنیاں نے جلتی آنکھوں سے زینب کو دیکھا اس کی نگاہوں میں التجا تھی، پرنیاں کو اپنا تماشا بننا پسند نہیں تھا مگر وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی۔

نہ یوں جلیں نہ یوں ستائیں

کریں تو کچھ یہ خیال آنکھیں

معاذ کے جتلاتے انداز پہ پرنیاں نے ٹھٹک کر پلکیں اٹھائیں، جذبوں سے لو دیتی آنکھیں اسی پہ فوکس تھیں، اس کے متوجہ ہوتے ہی وہ بھرپور انداز میں مسکرایا، یعنی وہ اس کی کیفیات سے پوری طرح آگاہ تھا، پھر بھی زچ کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا، وہ ایکدم روہانسی ہو کر رہ گئی۔

آخری مصرعہ اس نے مصنوعی خفگی سے کسی قدر بسور کر کہا تھا، محفل زعفران زار بن گئی، داد و تحسین، سیٹیاں، تالیاں، پرنیاں کا ضبط جواب دے گیا، وہ بڑے فخر سے داد وصول کر رہا تھا، پرنیاں کو لگا سراسر اس کا تمسخر اڑایا جا رہا ہو، یہ اگر محبت تھی تو کیسی؟ یہ اگر احساس تھا تو کتنا عجیب وہ ایکدم اٹھ کر بھاگی مگر اگلے لمحے ٹھٹک گئی، معاذ نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا تھا، وہ ششدر سی ہو گئی، وہ مسکرایا تھا۔

ابھی تم بیٹھ جاؤ نا
بہت سی بات باقی ہے
میرے حالات باقی ہیں
میرے جذبات باقی ہیں
میری تو ہر خوشی تم سے میری ہر آرزو تم سے
مجھے تم کیوں ستاتے ہو مجھے کیوں چھوڑ جاتے ہو

اس کا لہجہ ہلکی سی شرارت کا رنگ لئے دھیما اور پر اثر تھا، لبوں کی تراش میں مبہم سی مسکراہٹ رقصاں تھی، پرنیاں سکتے کے عالم میں اسے یک ٹک دیکھتی رہی پھر جانے کیا ہوا کہ ہاتھوں میں چہرا چھپا کر وہیں بیٹھ کر زار و قطار روتی چلی گئی تھی، معاذ تو بوکھلا ہی تھا، وہ سب بھی جواب تک جیسے کسی ٹرانس میں تھے ہوش میں لوٹ آئے، جنید بھائی اور بھابھی نے معاذ کو حسب توفیق ڈانٹا پھٹکارا تھا، باقی سب کو پرنیاں کی پڑی ہوئی تھی، جو ان کے سنبھالنے کے باوجود بکھرتی ہی جا رہی تھی، معاذ حیران پریشان کھڑا تھا، پرنیاں کا ردعمل اس کی توقع کے بالکل برخلاف تھا۔

''لالے یہاں سے کھسک جائیں، آپ کی فی الحال بہتری اسی میں ہے۔'' زیاد اس کے کان میں گھس کر بولا تھا، معاذ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں مائنڈ اٹ۔''

''گڈ، تو پھر جائیں آپ جا کر انہیں گلے لگا کر دلاسہ دیں شاید آپ کے الفاظ اثر دکھا جائیں۔'' زیاد نے کچھ اس طرح جل کر کہا تھا کہ معاذ کا چہرا خفت سے سرخ پڑ گیا۔

''نان سنس، بہت بدتمیز ہو۔'' وہ جھینپا تھا۔

''افوہ، آپ اور شرم...... امیزنگ۔''

''بکواس بند کرو، مجھے تو لگتا ہے تم لوگوں کی میرے متعلق اس قسم کی باتوں نے اسے مجھ سے اتنا بدگمان کیا ہے۔'' وہ جھنجھلایا تھا اور ایک نظر پرنیاں کو دیکھا جو بھابھی کے ساتھ لگی ہچکیاں بھر رہی تھی، اس نے سر جھٹکا اور پلٹ کر باہر چلا گیا، زیاد نے ساتھ باقی سب نے بھی سکھ کا سانس بھرا تھا۔

☆☆☆

اگلا دن بارات کا تھا صبح سے ہی ایک افراتفری ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی، معاذ فریش ہونے کے بعد مما کو پکارتا کچن میں ہی چلا آیا مگر وہاں بھابھی اور مما کے ساتھ پرنیاں کو بھی موجود پا کر وہ ایکدم ٹھٹکا تھا۔

"اس میں بھلا زحمت یا پریشانی کی کیا بات ہے بیٹے! بس آپ ناشتہ کر لو پھر میں جہان سے کہہ دیتی ہوں، وہ لے جائے گا آپ کو۔" مما بہت دلار بھرے انداز میں کرسی پہ بیٹھی پرنیاں سے مخاطب تھیں جس کے آگے ناشتے کے لوازمات موجود تھے اور چہرے پہ تردد کی کیفیت، وہ اسے رخ دوسری جانب ہونے کی بدولت فوری دیکھنے سے قاصر رہی تھی۔

"میرے پاس ہیں اور بھی ڈریسز میں انہی میں سے کوئی پہن لوں گی، آپ فکر نہ کریں۔"

"بیٹے آپ غیریت برت رہی ہو اور یہ آپ کا انداز مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔" مما پتہ نہیں کیوں اس قدر جذباتی ہو گئی تھیں، اس سے قبل کہ پرنیاں جواب میں کچھ کہتی معاذ کھنکارتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا، مما اور بھابھی کے ساتھ پرنیاں نے بھی چونک کر اسے دیکھا، پرنیاں ایکدم ریزروڈ ہوئی تھی، جبکہ مما نے خوشدلی سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"آؤ بیٹے ناشتہ کرو گے؟"

"جی! اگر آپ کے پاس ہم جیسے عام لوگوں کے لئے وقت ہو تو......؟" پرنیاں پہ گہری نگاہ ڈال کر وہ جتلانے والے انداز میں بولا تھا، مما اس کا طنز سمجھے بغیر نرمی سے ہنس دیں۔

"کیوں ٹائم نہیں ہو گا بیٹے! آج زیاد، ماریہ حسان اور نوریہ، حوریہ سب نے زینب کے ساتھ ناشتہ کیا ہے، زیاد سے کہا تھا آپ کو بھی جگا لے۔"

"اوہ اسی لئے ان کی سہیلی یہاں اکیلی نظر آ رہی ہیں، چلیں انہیں میں جوائن کر لیتا ہوں، اکیلے کچھ کھانا پینا بہت مشکل کام ہے نا مما!" اس کی سنجیدگی میں بھی بلا کی شوخی اور شرارت کا رنگ تھا، مما ہنس دی تھیں جبکہ پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، معاذ کرسی گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھ چکا تھا۔

قیامت خیز ہیں آنکھیں تمہاری
تم آخر خواب کس کے دیکھتے ہو

پرنیاں کی جھکی پلکوں والی آنکھوں کو نشانہ بناتے ہوئے وہ معنی خیزی سے مگر بہت مدھم سا گنگنایا تھا۔

"تم آخر اس بیچاری کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو، بلکہ آنکھوں کے پیچھے۔" بھابھی نے اسے سرزنش کی تھی، پرنیاں کرسی چھوڑ کر اٹھ کر گئی، مما بوکھلانے لگیں۔

"ناشتہ تو کرو بیٹے!"

"میں اس وقت صرف چائے لیتی ہوں۔" اس نے جیسے مما کو مطمئن کیا تھا، معاذ خوامخواہ کھانسا۔

"تو یہ بات آپ کو مما کو پہلے بتانی چاہیے تھی، ویسے اظہار نہ کریں تو الگ بات ہے حقیقت یہ

ہے کہ آپ میری وجہ سے ناشتہ چھوڑ کر جا رہی ہیں۔" اس کے پرتپش لہجے میں بلا کی حدت تھی، پرنیاں نے تلملا کر سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ لوگوں کو اپنے متعلق حد سے زیادہ خوش فہمی لاحق ہوتی ہے، اطلاعاً عرض ہے مجھے آپ کے ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔" وہ کچھ اس طور پھٹی کہ بھڑک کر بولتی چلی گئی، مما تو حق دق رہ گئی تھی جبکہ بھابھی نے سر تھام لیا تھا۔

پرنیاں نے اس کی دہائی پوری بھی نہیں سنی تھی اور پلٹ کر کچن سے نکل گئی۔

بہت مغرور بنتے جا رہے ہو
محبت میں کمی کرنی پڑے گی

وہ بڑبڑایا تھا، مما نے دکھ کی کیفیت میں گھر کر اسے دیکھا۔

"دس از ناٹ فیئر مائی سن! آپ کو نہیں لگتا آپ اپنے راستے دشوار کر رہے ہو؟" معاذ نے چونک کر انہیں دیکھا پھر ایکدم خوشگواریت میں گھر گیا۔

"آپ کو بھی یہ پسند آئی ہے نا مام! آپ میرا ساتھ دیں گی نا؟" جھک کر کہتا وہ ان سے پلٹ کر منمنایا تھا، مما کچھ کہنے کو منہ کھول رہی تھیں کہ بھابھی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دبایا اور آنکھ سے خاموشی اختیار کرنے کا اشارہ دیا تھا، مما کچھ الجھ گئیں تھیں البتہ بولیں نہیں کچھ، معاذ ناشتہ کرنے کے بعد کچن سے گیا تب ان کی سوالیہ نگاہیں بھابھی پہ آن ٹھہریں تھیں۔

"یہ معاذ...... مجھے لگ رہا ہے کچھ مسنگ ہے۔" بھابھی مسکرا دی تھیں۔

"جی چچی جان! معاذ نے پرنیاں کو دیکھا ہی کب تھا، اس وقت کی غلطی اب بھگت رہا ہے، سب مل کر بے وقوف بنا رہے ہیں اسے، پرنیاں کا اس کے لئے بس تعارف اتنا تھا کہ وہ زینب کی دوست ہے، وہ پاگل ہو رہا ہے اس کے پیچھے......" مما نے پوری بات سنی اور ایکدم فکر مند ہو گئی تھیں۔

"یہ تو بہت غلط بات ہے بیٹے! آپ کو معاذ کی نیچر کا پتہ ہے نا، وہ علم ہونے پہ اک طوفان اٹھا دے گا۔" ان کی تشویش کسی حد تک درست تھی جب بھابھی نے بتایا کہ وہ پرنیاں خود بھی اس تعارف سے گریزاں ہے تو انہیں چپ سی لگ گئی تھی۔

"میں پرنیاں کو سمجھاؤں گی، حقیقت سے فرار ہمیشہ نقصان جھولی میں ڈالا کرتا ہے۔" وہ مضطرب ہو کر بولی تھیں، انہیں معاذ کی طرف سے دوسرا خطرہ تھا کہ اگر پرنیاں پسند نہ آئی اسے تو کیا ہو گا، مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہو گیا تھا۔

☆☆☆

ابھی ضد نہ کر دل بے خبر
کہ پس ہجوم ستم گراں
ابھی کون تجھ سے وفا کرے
ابھی کسی کو فرصتیں اس قدر
کہ سمیٹ کر تیری کرچیاں

تیرے حق میں خدا سے دعا کرے
ابھی ضد نہ کر دل بے خبر
کہ تہہ غبارِ غم جہاں
کہاں کھو گئے تیرے چارہ گر
کہ راہ حیات میں رائیگاں
کہاں کھو گئے تیرے ہمسفر
ابھی غم گساروں کی چوٹ سے
ابھی کچھ نہ سن ابھی کچھ نہ کہہ
ابھی ضد نہ کر دل بے خبر

کمرے میں نیم تاریکی تھی، وہ بیڈ کے وسط میں بیٹھی تھی، گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے انہی بازوؤں میں سر دیئے، لمبے گھنیرے ریشمی بالوں نے اس کے نازک وجود کو تقریباً ڈھانپ لیا تھا، کچھ دیر پہلے وہ نہا کر نکلی تھی، لیکن مہندی کی تقریب کا جوڑا نہیں پہنا تھا، معاً دروازہ کھلا اور کوئی تیزی سے اندر آیا۔

''ارے زینی! اتنا اندھیرا، تم نے لائٹ کیوں بند کر رکھی ہے۔'' بھابھی نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی، ان کے ہاتھ میں اس کے پہلے جوڑے کا ہینگر تھا۔

''اٹھ کپڑے بدل لو۔'' بھابھی نے اس کی پوزیشن میں فرق نہ آتے دیکھ کر کہا، زینب نے محض سر ہلایا تھا، بھابھی اسے جلدی کی تاکید کرتیں پلٹ کر پھر چلی گئیں، آج وہ ضرورت سے زیادہ مصروف تھیں، خاصی تاخیر سے زینب نے سر اونچا کیا اس کے چہرے پہ ان بازوؤں پہ صرف وہ نمی تو نہیں تھی جو اس کے نم بالوں کے ڈھلک آنے کا باعث اس کے لباس کے ساتھ چہرے کو بھی گیلا کر گئی تھی، اس نے کچھ دیر ساکن اور منجمد نظروں سے اس لباس کو دیکھا، جو آج کی تقریب میں اسے پہننا تھا، یہ جوڑا بہت خوبصورت اور مہنگا تھا مگر اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں جاگا، وہ ہمیشہ مہنگی اور شاندار چیز پا کہ ہی سرشار ہوا کرتی تھی، معاً وہ چونکی تھی اور اٹھ کر کھڑکی تک آئی، کھلی کھڑکی سے لان کا منظر واضح تھا، تقریب کا اہتمام وہیں تھا، اس وقت لان کی آرائش دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، کتنے چہرے تھے، مگر اس کی نگاہ اک جگہ پر ساکن ہو گئی تھی، پرنیاں تھی، ساتھ میں زیاد اور تیسرا ہنستا مسکراتا چہرا جہان کا تھا، سفید کلف دار کرتا شلوار میں تک سک سے تیار، اپنی وجاہتوں اور شاندار قامت کے ساتھ، وہ گویا پورے ماحول پہ چھایا ہوا لگتا تھا، پرنیاں کچھ گریزاں اور نروس نظر آئی تھی، زیاد نے کچھ کہا تھا، جہان زور سے ہنسا، ہنستے ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی، یہ جھلملاتی روشنیاں اسے خار بن کر چبھی تھیں، اس نے ہونٹ بے دردی سے کچلے۔

''یار تم تیار نہیں ہوئیں، ممانی جان ڈانٹ رہی ہیں۔'' نوریہ اس کے پیچھے آ کر چیخی تھی، وہ چونکی اور بے اختیار تیزی سے رخ پھیرا۔

''کیوں دیر کر رہی ہو؟'' نوریہ کا موڈ خراب ہوا تھا۔

''دیر تو ہو چکی۔'' نوریہ نے اس کی خود کلامی سنی اور حیرت سے اسے دیکھا۔

''ابھی نہیں ہوتی، فٹافٹ کرو۔'' نوریہ نے اس کے کپڑے اٹھا کر ڈریسنگ روم میں خود رکھے تھے، زینب ہونٹ بھینچے کھڑی تھی، نوریہ نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''کیا مسئلہ ہے؟'' نوریہ کو غصہ سا آیا۔

''تم جاؤ فی الحال مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' اس کا لہجہ سرد تھا آنکھوں میں بیگانگی کا تاثر، نوریہ کی حیرت غیر یقینی اور تاسف میں بدل گئی۔

''تم پاگل ہو زینی!'' نوریہ چیخ پڑی تھی۔

''ہاں ہو گئی ہوں پاگل تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' جواب میں اس سے بڑھ کر وحشت سے چلائی۔

''چچی جان کہہ رہی ہیں رسم کو جلدی آؤ، ہاں سب ویٹ کر رہیں ہیں۔'' دروازے پہ دستک دے کر جہان اہم پیغام کے ساتھ موجود تھا، زینب نے جلتی بلتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

''آپ کو سب سے زیادہ جلدی ہے مجھے گھر سے نکالنے کی، ہے نا۔'' وہ جیسے تنک کر اس کے سامنے آئی، جہان جو اسے دیکھنے سے بھی خائف تھا چونک کر متوجہ ہوا، ستا ہوا چہرا، سرخ آنکھیں اور بھیگی نم پلکیں، وہ حد سے زیادہ اپ سیٹ لگی تھی اسے۔

''نوریہ چچی جان ویٹ کر رہی ہیں آپ لوگوں کا۔'' جہان نے اس کی بجائے نوریہ کو مخاطب کیا اور زینب کو آگ لگ گئی تھی کچھ اس انداز میں بپھری کہ لپک کر اس کا گریبان دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر زوردار جھٹکا دیا تھا۔

''کیوں آتے ہو یہاں، چلے جاؤ، ورنہ میں مار ڈالوں گی تمہیں۔'' چہرے پہ وحشت، آنکھوں میں بے تحاشا نمی، زینب کا یہ روپ شاکڈ کر گیا تھا، جہان کو وہ جیسے سناٹوں کی زد پہ آیا تھا۔

''زینی!'' نوریہ جو متحیر سی حیرت کا شکار کھڑی تھی لپک کر اس تک آئی اور ایکدم اسے خود سے لپٹا لیا۔

''اسے کہو، یہ یہاں سے چلا جائے، میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ سسکیاں بھرتی کہہ رہی تھی، نوریہ اسے تھپکے گی گویا یہ سکون کرنے کی کوشش تھی، جہان سرخ چہرا لئے پلٹ گیا تھا۔

☆☆☆

''کدھر جا رہے ہیں محترمہ!'' وہ جیسے اسی تاک میں تھا جیسے ہی جہان کو گاڑی کی چابی سمیت پورٹیکو کی جانب جاتے دیکھا لپک کر اس کا راستہ روک لیا۔

''شاپنگ آرکیڈ!''

''شاید پرنیاں کا ڈریس پریس کے دوران جل گیا تھا چچی جان کہہ رہی ہیں ان کے ساتھ جا کر شاپنگ کرا لاؤں۔'' جہان کا لہجہ دھیما اور انداز متحمل تھا، معاذ کو وہ پھر اسی اضطراب کا شکار محسوس ہوا۔

''لاؤ چابی مجھے دو، تم نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا نا، جاؤ ناشتہ کرو۔'' جہان نے چونک کر اسے دیکھا پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔

''اتنا خیال ہے میرا؟ جناب ناشتہ میں کر چکا ہوں، آپ سیدھی طرح کہیے کہ یہ کام خود کرنا

چاہتے ہیں۔''

''واؤ تم تو اچھے خاصے جینئس ہو، لاؤ چابی دو۔'' معاذ نے دانت نکالتے ہوئے کہا تو جہان پھر سے سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''ان سے پوچھ تو لو جانے پہ راضی ہیں تمہارے ساتھ؟''

''ان کی مرضی کی ایسی کی تیسی، میں نپٹ لوں گا۔'' وہ باتیں کرتے ہوئے پورچ میں آ گئے تھے، جہان نے پراڈو کی چابی معاذ کے حوالے کر دی تھی، معاذ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا، جب لائٹ آسمانی سوٹ میں ملبوس وائیٹ چادر اوڑھے پرنیاں مما کے ساتھ وہاں آئی تھی، جہان کے ساتھ معاذ کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ موجود سنجیدگی یکلخت بڑھ گئی تھی۔

''آپ نہیں جا رہے ہو جہان بیٹے؟'' مما نے معاذ کو گاڑی کے اندر دیکھ کر جہان سے سوال کیا تھا اور ایک محتاط سی نگاہ پرنیاں پہ ڈالی۔

''نہیں چچی جان! مجھے کچھ کام تھا تو میں نے......''

''جہان بھائی میرا جانا اتنا ضروری تو نہیں ہے، اٹس او کے۔'' پرنیاں نے پھر سے رستے تڑانے چاہے تھے، معاذ کو سخت اہانت کا احساس جاگزیں ہوا تھا۔

''مما بتا چکی ہیں نا آپ کو آپ کی شاپنگ کتنی ضروری ہے، پھر بار بار انکار کیوں کر رہی ہیں یا پھر آپ کو میرے ساتھ جانے پہ اعتراض ہے؟'' اس کا چٹختا ہوا لہجہ اور لمحہ بہ لمحہ سرخ ہوتی آنکھیں اس کے موڈ کی غماز تھیں، مما اس کی ماں ہو کر بھی اس کے موڈ سے خائف رہا کرتی تھیں جبھی ایکدم گو بڑا ئیں۔

''بیٹے ریلیکس! پرنیاں چل رہی ہیں آپ کے ساتھ، چلو بیٹے جاؤ پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔'' مما نے خود دروازہ کھول کر پرنیاں کو جلدی سے اندر بٹھایا تھا، پرنیاں شاید ناگواری محسوس کرنے کے باوجود محض مما کی وجہ سے خود پہ جبر کر گئی تھی، اس نے محض ایک نظر معاذ کو دیکھا تھا مگر اس ایک نظر میں ہی وہ جان گئی تھی کہ معاذ کے تنے ہوئے چہرے پہ کیسی فتح مندی چھلکی تھی، اس کی آنکھوں میں جو سرد مہری اور نخوت تھا اس کی جگہ ایک چمک نے لے لی تھی، پرنیاں کو توہین کا شدید احساس اپنا آپ سلگاتا ہوا محسوس ہوا تھا، اس کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی کی تھی یقیناً جسے اس شخص نے جب چاہا تھا جیسے چاہا تھا استعمال کیا تھا اور کرتا تھا، جب ٹھکرانا چاہا ٹھکرا دیا جب اپنانا چاہا اپنا لیا، کیا اس کی ذاتی پسند، مرضی اور احساسات نہیں تھے، اس کو اپنی بے مائیگی اور بے یار و مددگاری رلانے لگی۔

تم اداس اداس سے لگتے ہو
کوئی ترکیب بتاؤ منانے کی
میں زندگی گروی رکھ سکتا ہوں
تم قیمت بتاؤ مسکرانے کی

وہ خواب آسا لہجے میں اس سے مخاطب تھا، پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا مگر اگلے لمحے نگاہ کا زاویہ بدل لیا، وہ بہت خاص بولتی اور شوخ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

بس تین ہی چیزیں دے گئیں مجھ کو فریب
زلف برہم، مست آنکھیں اور چاند سا چہرا

وہ پھر گنگنایا تھا اور ٹشو کیس سے ایک ساتھ کئی ٹشو کھینچ کر اس کی جانب بڑھائے، تب پرنیاں کو احساس ہوا اس کے گال بھیگ چکے ہیں، رخ پھیرتے ہوئے وہ خفت اور شرمندگی کی اتھاہ میں اتر گئی تھی۔

''آپ مجھ سے اتنا خفا کیوں ہیں اور یوں اتنا بار بار رو کیسے لیتی ہیں؟'' پرنیاں کے آنسو کچھ اور روانی سے بہنے لگے، معاذ کا تاسف بڑھ گیا۔

''قسم سے میں آپ کو منانا چاہتا تھا، آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں، مگر آپ تو اور بھی خفا اور بدگمان ہو رہی ہیں۔'' معاذ کے لہجے میں واقعی بے چینی تھی، پرنیاں کو جھٹکا لگا۔

''کیوں منانا چاہتے ہیں آپ مجھے؟ کیا تعلق ہے جو آپ ایسا کریں گے؟'' وہ پھٹ پڑی تھی، اسے جیسے معاذ کے الفاظ نے آگ لگا دی تھی۔

''میں محبت کرنے لگا ہوں آپ سے پرنیاں اور تعلق تو بنانے سے بنتے ہیں، آپ مانیں تو میں آج آپ سے......''

''چپ ہو جائیں، فار گاڈ سیک خاموش ہو جائیں۔'' وہ چیخ اٹھی تو معاذ ٹھٹک کر رہ گیا، اس نے نافہم نظروں سے بری طرح بلکتی پرنیاں کو دیکھا، وہ پتہ نہیں ہر لحاظ سے اتنی عجیب کیوں واقع ہو رہی تھی۔

''کتنی لڑکیوں کو اس طرح بے وقوف بنا چکے ہیں اس سے پہلے، مگر میں بے وقوف نہیں بننا چاہتی سمجھے آپ، بہتر ہو گا اپنی انرجی کہیں اور ویسٹ کریں، کب دیکھا آپ نے مجھے اور محبت بھی ہو گئی پاگل سمجھا ہے مجھے؟'' معاذ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا، اس کی آنکھیں ہی نہیں چہرا بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا، لہجے میں غصے کا تاثر سموئے وہ اسے گھورتی رہی تھی، لحظہ بھر کو معاذ کا چہرا اہانت کے احساس سے لال بھبھوکا ہو گیا، ایک منٹ میں اس نے اپنے اعصاب کھنچتے محسوس کئے تھے مگر دوسرے لمحے خود کو کنٹرول کرتا متاسفانہ سانس بھر کے رہ گیا۔

''کتنا جانتی ہیں آپ مجھے؟'' اس نے خاص تاخیر سے سوال کیا تھا، پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا مگر اسی پل نظر چرالی تھی، معاذ کے ہونٹوں پہ شکستہ مسکان بکھر گئی۔

ملتے ہی نظر ہم سے چرا لیتے ہو آنکھیں
کیا خوب سمجھتے ہو نگاہوں کی زباں تم

پرنیاں جز بز تو تھی ہی کچھ اور ہو گئی، معاذ نے گہرا متاسفانہ سانس بھرا۔

''جواب نہیں دیا آپ نے میری بات کا۔''

''میرے پاس کسی بھی فضول بات کا جواب نہیں ہے، آپ چلیں دیر ہو رہی ہے۔'' اب کہ اس کا لہجہ کڑا تھا، انداز بدمزگی لئے ہوئے تھا، جب بھی وہ اس سے اس طرح بات کر لیتی پھر خود ہی حیران بھی رہ جاتی، بھلا کبھی اس نے سوچا تھا وہ معاذ حسن کے مقابل اس طرح ٹھہر سکے گی، اسے اچھی طرح یاد تھا جب پہلی بار اس کی معاذ سے فون پہ بات ہوئی تھی اور جب اس نے مارکیٹ

میں اس کی ایک جھلک دیکھی تھی تو کیسے بوکھلاہٹ سوار ہوئی تھی اس پہ، مگر اب وہ اسی معاذ کو ایسے جواب دیتی تھی کہ اکثر وہ حق دق رہ جایا کرتا تھا، معاذ نے گاڑی خاموشی سے آگے بڑھا دی تھی، البتہ اس کے موڈ کی برہمی کا اندازہ اس کے بھینچے ہوئے ہونٹوں سے بخوبی ہو رہا تھا، وہ اسے کراچی کے بے حد مہنگے اور مشہور شاپنگ آرکیڈ میں لایا تھا، پرنیاں نے آتے ہوئے احتیاطاً اپنا پرس چیک کیا تھا، پانچ چھ ہزار تھے، مگر یہاں کا کوئی بھی سوٹ پندرہ بیس ہزار سے کم کا نہیں لگ رہا تھا، جبھی وہ ہر سوٹ اسی بنیاد پہ رد کرتی چلی گئی تھی۔

''میم آپ کو کس قسم کا ڈریس چاہیے پلیز اپنی چوائس تو بتائیں؟'' سیلز گرل بے حد شائستگی سے گویا ہوئی تھی۔

''نہیں میں دیکھ چکی ہوں، کچھ خاص نہیں لگ رہے ہیں، کہیں اور دیکھ لیتے ہیں ہم۔'' اس نے بے اعتنائی سے کہا اور آگے بڑھ گئی تو معاذ جو تب سے خاموش یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا مزید خاموش نہیں رہ سکا۔

''رکیں پرنیاں، یہ ڈریس شاید آپ نے نہیں دیکھا، سو بیوٹی فل آپ پہ بہت سوٹ کرے گا یہ کلر۔''

معاذ نے ڈل گولڈن اور پنک کلر کا بے حد اسٹائلش سوٹ نکالا تھا اور اس کے سامنے پھیلایا، پرنیاں نے جواباً سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''لیکن مجھے نہیں پسند۔'' اس کے لہجے و انداز میں نخوت لاتعلقی اور برہمی تھی، معاذ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر وہ ڈریس ہینگر سمیت سیلز گرل سمت بڑھا دیا۔

''پلیز اسے پیک کر دیں۔'' پرنیاں کو تو جیسے آگ لگ گئی تھی، استحقاق کے اس اعلیٰ ترین مظاہرے پہ۔

''واٹ نان سنس، میں نے کہا نا مجھے نہیں پسند پھر آپ......''

''میں کون ہوتا ہوں نا یہ سب کرنے والا، ہے نا، اب نہیں ہوں کبھی نہ کبھی تو ہو جاؤں گا نا، سو ڈونٹ وری اور آپ کو نہ سہی مجھے تو پسند ہے نا۔'' پرنیاں کے بے تحاشا غصے کے باوجود وہ تحمل اور نرمی سے بولا تھا، اس کے لبوں کی تراش میں خفیف سی مسکراہٹ تھی تو لہجہ خواب آگئیں، پرنیاں کی پلکیں بے اختیار جھک گئیں، وہ ایک بار پھر اس کے سامنے ہار سی گئی تھی، یہ حقیقت تھی کہ وہ اس کے مقابل ٹھہر ہی نہ پاتی تھی، یہ دھونس، خفگی غصہ یہ سب تو بس کسی عمل کا رد عمل تھا اور بس...... یا پھر وہ اپنے پندار کی حفاظت کرتے ہلکان تھی، وہ نہیں جانتی تھی معاذ کے دل میں کیا تھا، وہ سیماب فطرت آدمی تھا، اس سے کب منہ پھیرے اسے خبر نہیں تھی، وہ جانتی تھی وہ اس اہم تعلق اور رشتے کے حوالے سے آگاہ نہیں ہے، کیا خبر وہ اس سے بھی ٹائم پاس کر رہا تھا، اس کا دل مختلف خیالات کے زیر اثر یاسیت میں گھرتا چلا گیا اور جس بل کاؤنٹر پہ اس نے اپنے اسی پندار کو بچانے کی غرض سے پے منٹ کرنی چاہی تھی، معاذ نے کسی قدر خفگی سے اسے دیکھا تھا اور اس کا وہ ہاتھ میں میں نوٹ تھے اس نے اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی مٹھی بند کر دی تھی، پرنیاں کو لگا تھا اس کا لمس پاتے ہی جیسے کوئی برقی رو پورے وجود میں سرائیت کر گئی ہو، وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بلاک کے فاصلے

ہوئی، معاذ جو اسی کی سمت متوجہ تھا مبہم سا مسکرایا تھا، اس کی گہری نظروں کے جواب میں پرنیاں کی لمبی پلکوں پہ لرزش اتر آئی تھی۔

''بس اب گھر چلیں، مجھے اور کچھ نہیں لینا۔'' معاذ کو جیولر شاپ کے آگے رکتے دیکھ کر وہ بے اختیار بولی تھی۔

''اس روز جب میں سب کو گفٹ دے رہا تھا، آپ وہاں سے چلی کیوں گئی تھیں؟'' وہ سگریٹ سلگاتے ہوئے رسان سے بولا تو پرنیاں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کیا فضول سوال ہوا بھلا؟''

''آپ کو لگا ہوگا میں آپ کو کچھ نہیں دے سکوں گا، پرنیاں میں آپ کو اپنی طرف سے کچھ گفٹ کرنا چاہتا ہوں پلیز۔'' پرنیاں چند لمحوں کو ساکن ہو کر رہ گئی تھی، جانے کس کس خیال کے تحت اس کا دل رو اٹھا تھا۔

''صد افسوس آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آ سکی کہ میں اس قسم کی لڑکی نہیں ہوں۔'' اس کے خوبصورت چہرے پہ ازحد ناگواری در آئی تھی، اس کا لہجہ بری طرح سے بگڑ گیا تھا، معاذ نے خاموشی سے اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر پارکنگ میں اس کے ساتھ آیا تھا، کوٹ کی جیب سے چابی نکال کر دروازہ ان لاکڈ کیا اور اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا، پرنیاں کے نقوش سے ہنوز برہمی مترشح تھی اس نے بیٹھنے کے بعد ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا تھا۔

''پلیز سیٹ۔'' وہ کھڑکی پہ جھک کر مسکرایا اور پھر پلٹ کر مارکیٹ کی جانب چلا گیا، پرنیاں جھلس کر رہ گئی تھی، آدھے گھنٹے بعد واپس لوٹا تو ہونٹوں کے درمیان سگریٹ سلگ رہا تھا۔

''آئس کریم کھائیں گی؟'' اسے دیکھ کر وہ دوستانہ انداز میں بدلا ہونٹوں میں سگریٹ ہونے کی وجہ سے لہجہ تھوڑا سا غیر واضح ہو رہا تھا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے اور ناگواری دبا کر سر کو نفی میں جنبش دی۔

''یہ آپ کے لئے ہے۔'' وہ رخ پھیر کر ابھی باہر کے نظارے کو دیکھ بھی نہ پائی تھی کہ معاذ کی بات پہ بے ساختہ حیرانی سے مڑی، اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں ایک فٹ لمبا تین انچ چوڑا بلیک مخملیں کیس تھا، یقیناً اندر جیولری تھی، پرنیاں کی پیشانی پہ ایکدم شکنیں نمودار ہوئیں۔

''واٹ از دس؟'' اس کا لہجہ تلخ تھا اور بے حد برہم۔

''کھول کر دیکھ لیں، میں نے کہا تھا نا میں نے سب کو گفٹ دیئے اور آپ کو بھی دینا چاہتا ہوں۔'' معاذ بے حد ریلیکس اور پرسکون نظر آ رہا تھا، پرنیاں نے تپتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''سب کو کن کو؟ شہر کراچی کے سارے مکینوں کو؟ اگر بالغرض انہیں دیئے بھی ہیں تو میں پھر بھی نہیں لے سکتی، سمجھے آپ؟'' وہ ایک دم بھڑک اٹھی، اتنا غصہ آ رہا تھا کہ حد نہیں، آخر وہ کیا سمجھ کر اس پہ اپنے التفات کی بارشیں برسا رہا تھا۔

''دیکھیں آپ خوانخواہ خفا ہو رہی ہیں، میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آپ مجھے اچھی......''

''اس سے آگے ایک لفظ مت بولئے گا آپ، اینڈ لیسن اتنا ہی شوق ہے نا آپ کو فیاضی دکھانے کا تو اپنی منکوحہ پہ دکھایئے، غالباً نکاح ہو چکا ہے نا آپ کا؟'' وہ بولی نہیں پھنکاری تھی،

ایک ایک لفظ سے آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں، اصل دکھ ہی اس کا یہی تھا کہ وہ اسے فراموش کیے اپنے جذبے ادھر ادھر ضائع کر رہا تھا، اس کی بے اعتنائی کے زخم اتنے گہرے تھے کہ توجہ کے یہ چند سکے وہ بھی بغیر رشتے کی پہچان کے اس پہ مرہم نہیں رکھ سکتے تھے، معاذ تو چند لمحوں کو اس کے تیوروں کی وجہ سے سکتے میں آ گیا تھا، پھر سنبھلا تو ایکدم ہنستا چلا گیا، پرنیاں نے جلتی آنکھوں سے اسے یوں قہقہے لگاتے دیکھا تو اس کی دماغی حالت پہ شبہ محسوس ہوا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! اوہ مائی گاڈ چ اب مجھے سمجھ آئی آپ مجھ سے اتنی تنفر کیوں ہیں، تو آپ جیلس ہو رہی ہیں کہ میں ایک منکوحہ بھی رکھتا ہوں مگر میم یقین کریں میں نے ابھی تک اس کی رونمائی نہیں کی، کیا بھلا سا نام ہے سوری ذہن سے نکل جاتا ہے تو اس سے میرے پپا نے میرا نکاح اچھی خاصی جذباتی قسم کی صورتحال کری ایٹ کر کے کیا تھا، لیکن میں تب ہی انہیں واضح کر چکا تھا کہ میں شادی اپنی مرضی سے کروں گا۔" اس کی گھورتی پھنکارتی نظروں کے جواب میں جانے وہ واقعی گھبرا کر وضاحتیں اور صفائیاں پیش کرنے لگا تھا یا پھر مذاق اڑا رہا تھا، جو بھی تھا جیسے بھی تھا، پرنیاں کو اپنا آپ حقیر تنکے سے بھی زیادہ بے مایا لگا تھا، یہ تھی اس کے نزدیک اس کی اوقات، جانے کتنی لڑکیوں کو جن جن سے ان دو سالوں میں اس نے معاشقے لڑائے تھے یہ ساری حقیقت تمسخرانہ انداز میں سنائی ہو گی، اس کا چہرا دھواں دھواں ہوا تو آنکھیں سمندر بن گئیں، معاذ نے گھبرا کر اس کے سکتہ زدہ وجود اور پتھرائے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

(اف پھر کوئی بات بری لگ گئی) اس نے سر تھام لیا تھا۔

"آپ اس طرح بات بات پہ مائنڈ کیوں کرتی ہیں پلیز یہ بتا دیں بس۔" وہ سخت عاجزی سے پوچھ رہا تھا، پرنیاں کے اندر سناٹے در آئے تھے، وہ ایک لفظ نہیں بول سکی معاذ نے انتظار سے عاجز ہو کر جھلاتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

☆☆☆

"یہ اپنا ڈریس تو لے لیتی، میرے گفٹ کو تو آپ نے شاید اس قابل نہیں سمجھا ہو گا۔" زینب پارلر جا چکی تھی، پرنیاں نہا کر باہر آئی تھی جب دروازے پہ دستک دیتا معاذ اندر چلا آیا۔

وائٹ پینٹ کوٹ میں وہ تیار ہو چکا تھا یقیناً، غضب کی ہائٹ اور شاندار کسرتی وجود کے ساتھ وہ ماڈل نظر آ رہا تھا، شاندار باوقار وجیہی، پرنیاں کے بال تولیے میں لپٹے ہوئے تھے اور دوپٹہ سرے سے غائب تھا، اس کی پیشانی پہ ایکدم ناگواری در آئی، معاذ نے اس کی عجلت و افراتفری میں دوپٹہ اوڑھتے ہاتھوں کو مسکراہٹ دبا کر دیکھا تھا، پھر شاپنگ بیگ بیڈ پہ ڈال کر قدم موڑے ہی تھے کہ اس کی مداخلت پہ حیرانی سے پلٹا۔

"میں اس ڈریس کی ادائیگی کروں گی، ورنہ آپ اسے واپس لے جائیں۔" وہ جھک کر اپنے بیگ سے پیسے نکال رہی تھی، معاذ کا چہرا بے تحاشا سرخ ہو گیا۔

"آپ میری توہین کر رہی ہیں پرنیاں۔" وہ بری طرح سے سلگا تھا۔

"آپ جو مرضی سمجھیں، اگر آپ یہ پیسے لے رہے ہیں تو سوٹ رہنے دیں ورنہ......"

"میں ایسا نہیں کروں گا۔" معاذ اس کی پوری بات سنے بغیر ہی بھرپور تلخی مگر قطعیت سے بولا

تھا۔

"تو ٹھیک ہے، وہ سوٹ لے جایئے، میری بلا سے جسے مرضی دیں۔" وہ پھنکار اٹھی۔

"چاہے اپنی منکوحہ کو؟" معاذ کو ایکدم سے شرارت سوجھ گئی، پرنیاں نے ٹھٹک کر اسے دیکھا پھر ایکدم نگاہ چرالی۔

"وہ تو بہت خوش ہو گی، آپ کی طرح یقیناً ضدی اور مغرور نہیں ہو گی۔"

"شٹ اپ، میں جیسی ہوں آپ کو غرض نہیں ہونی چاہیے۔" وہ بھرپور تلخی سے چیخ اٹھی، جواباً معاذ کی آنکھیں لو دینے لگی تھیں۔

رخ یار پہ یہ زلفیں یوں پھسل رہی ہیں ایسے
کبھی دن نکل رہا ہے کبھی رات ہو رہی ہے

وہ آہستگی سے مگر متبسم لہجے میں بولا۔

"عرض ہے نا دل ابھی زلفوں میں کہیں اٹک گیا ہے۔" اس کی نظریں بے حد گہری تھیں، پرنیاں حواس باختہ ہو گئی، اس کے سر سے تولیہ ڈھلک گیا تھا، مشکوہ نم بال پشت اور کاندھوں پہ ہی نہیں چہرے پہ بھی بکھر گئے تھے، وہ اتنی جھنجھلاہٹ کا شکار تھی کہ اس بے اختیار کی طرف توجہ نہ دے سکی مگر اب بوکھلا کر بالوں کو پھر سے سمیٹتے ہوئے سر پہ آنچل سنوارا تو معاذ کے ہونٹوں پہ ذومعنی مسکان بکھر گئی تھی۔

چوم لیتی ہیں مچل کر کبھی رخسار کبھی لب
تم نے زلفوں کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

پرنیاں کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، دروازے پہ اسما بھابھی کھڑی تھیں، پرنیاں ان کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکی، اس کا بس نہیں چلا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے بظاہر تو بہت اکھڑ دکھاتی تھی وہ، صورتحال سے بے خبر بھابھی نے کیا اندازہ لگایا ہو گا اس کے بارے میں اس کا دل مارے شرمندگی اور کرب کے ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا۔

"حد ہے تم سے معاذ، اتنی برمحل اور حسب حال شاعری کیسے کر لیتے ہو تم؟" وہ ہنس رہی تھیں۔

"آپ میری حاضر دماغی کی تعریف بھی کر سکتی تھیں مگر نہیں کیا ضرورت ہے۔" وہ انہیں دیکھ سنبھل گیا تھا منہ پھلا کر بولا بھابھی ہنستے چلی گئیں۔

"تمہاری یہ صلاحیت حسین لڑکیوں کو دیکھ کر ہی کیوں بیدار ہوتی ہے۔"

"خیر اب ایسی بھی بات نہیں، امیج خراب نہ کریں میرا۔" وہ انہیں گھورتا باہر نکل گیا، بھابھی پرنیاں کو جلدی تیار ہونے کا کہنے لگی۔

"بھابھی یہ ہر لڑکی کے ساتھ اسی طرح افیئر کرتے ہیں؟" پرنیاں نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

◇◇◇ اُم مریم ◇◇◇

پندرھویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں، زینب کی شادی کے سلسلے میں شاہ ہاؤس میں ہے، معاذ کی دلچسپی اس کی ذات میں بڑھتی ہے، جو پرنیاں کو بجائے مطمئن یا آسودہ کرنے کے مضطرب اور بے چین کرنے کا باعث بنتا ہے، وہ معاذ کی جانب سے غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار ہونے لگی ہے، جبکہ شاہ ہاؤس کے مکین معاذ کی بے خبری سے لطف اٹھا رہی ہے۔

زینب کی مہندی کی تقریب میں زینب کی ذات کا اک اور رنگ جہان اور نوریہ پہ ظاہر ہوتا ہے، جو دونوں کو ششدر کر دیتا ہے۔

معاذ مما کے کہنے پہ پرنیاں کو شاپنگ کے لئے لے کر جاتا ہے مگر وہاں دونوں کی تلخ کلامی ہوتی ہے، پرنیاں کی بے زاری اور کتاہٹ کو محسوس کرتا معاذ قدم قدم پہ ہرٹ ہو رہا ہے، مگر اس کی ذات کا مہذبانہ پن بھی محسوس کرنے والا ہے، جس پہ پرنیاں کی بہر حال توجہ نہیں ہے۔

سولویں قسط

اب آپ آگے پڑھئے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھابھی جو واپسی کو دروازے تک جا چکی تھیں اس سوال پہ چونک کر حیرانی سے پلٹیں اور تحیر سے بھری ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا، جس کی نگاہوں میں سلگتے سوال تھے، سنگریزے تھے۔

''ارے تم نے یہ سوال کیوں کیا پری؟ سویٹ ہارٹ معاذ ایسا نہیں ہے، تم نے بہت غلط اندازہ قائم کیا ہے اس کے متعلق، مذاق کی عادت ہے اس کی، وہ تو ایسا ہے کہ خاندان میں شادی سے بھی منع کر دیا تھا۔'' بھابھی اس کے علاوہ بھی جانے کیا کیا وضاحتیں دیتی رہی تھیں مگر وہ گم صم بیٹھی تھی۔

(وہ ایسا نہیں ہے، کیسا؟ مذاق کی عادت ہے، جو وہ مجھ سے کر رہے ہیں یہ مذاق ہے، مذاق میں وہ کسی کی دل جان ہستی داؤ پہ لگا دیں، یہ مذاق ہے، خدایا خدایا)۔ وہ بے مائیگی کے شدید احساس سمیت بے ساختہ و بے اختیار روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

اس موڑ پہ شروع کریں آ پھر سے زندگی
ہر شے جہاں حسین تھی اور ہم تھے اجنبی

جہان نے ایک بار پھر خود کو زندگی کے کٹھن مرحلے سے دوچار پایا تھا، ایک بار پھر اسے اپنا حوصلہ اور ضبط آزمانا تھا، ہوٹل کے وسیع سبزہ زار پہ تقریب کا اعلیٰ پیمانے پہ اہتمام تھا، وہ ہر کام میں پیش پیش تھا مگر اندر سے جیسے ڈھتا جا رہا تھا، پہلے بارات آنے کا شور اٹھا تھا وہ معاذ پیا اور زیاد کے ہمراہ خاندان کے دیگر مردوں کے ساتھ بارات کا استقبال کرنے لگا سرخ و سفید رنگت اور تیکھے نقوش کا مالک دراز قامت تیمور خان شیروانی اور سر پہ صافہ باندھے واقعی شاندار اور وجیہہ لگ رہا تھا، جہان نے روایت کے مطابق اس کے گلے میں پھولوں کی مالا پہنائی تھی، تیمور خان نے اس کی پہنائی مالا کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا تھا جو اس سے پہلے پہنائی گئی، دیگر کا اسی پل اتار کر اپنے ملازم کے ہاتھ میں تھما دی تھی جو سائے کی طرح ساتھ لگا ہوا تھا اور ہر پل یقیناً اس کی خدمت پہ معمور رہتا ہوگا، جہان کو محض ایک پل لگا تھا تیمور خان کی فطرت کے تکبر اور غرور و نخوت کو پانے میں، تیمور خان سے یہ اس کی پہلی باضابطہ ملاقات تھی، اس کے چہرے کے متکبرانہ تاثرات صاف جتلاتے تھے کہ وہ خود کو تمام لوگوں سے بلند اور اہم سمجھتا ہے، جہان نے ساکن نظروں سے تیمور خان کو اپنے سسرالی عزیزوں سے سرسری انداز میں گلے ملتے دیکھا تھا، نہ چہرے پہ بزرگوں کا احترام نہ نگاہ میں کسی رشتے کا لحاظ یہ تھا زینب شاہ کا انتخاب...... اسے عجیب سے تاسف نے آن لیا، پھر جیسے وہ تیمور خان سے واقف ہوتا گیا یہ تاسف یہ ملال یہ رنج بڑھتا چلا گیا تھا، رسم کے مطابق ماما جان اسے اسٹیج پہ بیش قیمت طلائی زنجیر تحفے میں دینے آئی تو زنجیر اس کے گلے میں پہنا کر وہ اسے لاک کرنے سے قاصر رہی تھیں، کچھ صحت کی ناتوانی کے باعث ہاتھوں کا رعشہ کچھ بینائی کی کمزوری کی بدولت وہ بہرحال خود سر نخریلے داماد کے سامنے ویسے ہی کچھ نروس تھیں، مگر تیمور خان کو ان کی مشکل آسان کرنے کا خیال نہیں آیا، چین اس کے گلے سے پھسل کر کاندھے پہ کاندھے سے صوفے سے نیچے ریڈ کارپٹ پہ جا گری، جسے مما جان خود جھک کر اٹھا رہی تھیں تب حسان آگے بڑھا تھا اور زنجیر کیس میں رکھ کر دیگر تحفوں کے ساتھ سامنے ٹیبل پہ رکھ دیا، نکاح کے

بعد زینب کو لا کر تیمور خان کے ساتھ بٹھایا گیا تب وہ اپنی فیملی کے علاوہ اگر کسی سے بات کر رہا تھا تو وہ زینب تھی، زینب کی شرمیلی مسکان تیمور خان کے بلند قہقہے بہت ساری نظروں نے ناگواریت سے دیکھے تھے، یہ اس گھرانے کی روایت نہیں تھی مگر بہت ساری روایتیں ٹوٹ گئی تھیں پھر ایک یہ بھی سہی، اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ تیمور خان سجی سنوری زینب کو ہمراہ رخصت کرا کے لے گیا، مگر جہان کی جلتی آنکھوں کا کرب کئی گنا بڑھ گیا تھا۔

اکیلے پن سے ڈرتا تھا جدا ہونے سے ڈرتا تھا
میری آنکھیں بتاتی ہیں کہ میں سونے سے ڈرتا تھا
میر انگلی پکڑ لینا مجھے تنہا نہیں کرنا
یہ دنیا ایک میلہ تھا تمہیں کھونے سے ڈرتا تھا
میں ہنستا ہوں تو آنکھوں کے یہ گوشے بھیگ جاتے ہیں
تمہیں معلوم ہے میں اس طرح رونے سے ڈرتا تھا
جب سے یہ خواب دیکھا تھا مجھے تم چھوڑ جاؤ گے
میں ڈرتا تھا خوابوں سے میں پھر سونے سے ڈرتا تھا

☆☆☆

میرا سوچنا تیری ذات تک
میری گفتگو تیری بات تک
نہ تم ملو جو کبھی مجھے
میرا ڈھونڈنا تجھے پار تک
میں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا
تیری زلفوں سے پیار تک
کبھی فرصتیں جو ملیں تو آ
میری زندگی کے حصار تک
میں نے جانا کہ میں کچھ نہیں
تیرے پہلے سے تیرے بعد تک

معاذ ایزی چیئر پہ نیم دراز تھا، سامنے کھڑکی کھلی تھی، سیاہ آسمان میں بے شمار چمکتے ستاروں کے جھرمٹ میں پوری تاریخوں کا چاند نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا، کھڑکی سے آگے ٹیرس پر رکھے ہوئے پودوں کی مہک اس کے اندر سرشاری بھر رہی تھی، اس نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں بکھیرا اور چاند کو بغور دیکھا تھا تو دھیرے دھیرے پرنیاں کا عکس چاند میں ابھرنے لگا، آج اس نے آتشی گلابی رنگ کا ہاف آستین کا لباس پہن رکھا تھا جو اس کے پیروں تک جاتا تھا، اس کے گلے اور آستیوں پہ کوئی جھلملاتا ہوا کام بنا ہوا تھا، وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ معاذ کو اس پر سے نگاہیں ہٹانا مشکل لگنے لگا تھا، کیا تھی وہ...... واقعی کیا ساحرہ جس نے منتر پڑھ کر پھونکا اور اس کا تن من دھن سب جلا کر خاکستر کر دیا، اسے پرنیاں کے سوا سب بھول گیا تھا، پہلی بار اس نے نیم

غنودگی کی کیفیت میں اسے ہاسپٹل میں دیکھا تھا، وہ خواب تھا یا خیال یا پھر حقیقت......وہ آج تک اس سوچ میں الجھتا رہتا تھا، جس انداز میں وہ وہاں اس کے قریب آ گئی تھی حقیقت میں وہ اس سے یکسر مختلف تھی، ہاں وہ اس کا خیال تھا، پھر جب وہ ہاسپٹل میں حقیقت میں اسے نظر آئی معاذ کو لگا تھا کسی ساحر نے اس منظر پر منتر پڑھ کر پھونکا ہو اور ہر شے ساکت ہو گئی ہو، وہ اس طلسمی منظر سے کئی لمحے آزاد نہ ہو پایا تھا، شاید کبھی ہو بھی نہیں سکتا تھا، مگر وہ اس سے بدگمان تھی، پتہ نہیں اس کے نکاح کی وجہ سے...... ہوتی ہیں کچھ لڑکیاں جو اپنے شریک حیات کے لئے بہت پوزیسو ہوتی ہیں، وہ ہرگز نہیں چاہتیں جوان کا ہو وہ کسی اور کے نام سے نام بھی جوڑے، اس نے سوچا اور مسکرا دیا، آج جب وہ ہوٹل میں اس کے ہمراہ پہنچا تھا تو پورا میرج ہال لوگوں سے بھرا ہوا تھا، آج پھر وہ دھوکے سے سہی مگر اسے اپنی ہمراہی میں ہوٹل لایا تھا، وہ اس کی قربت حاصل کرنے کو باقاعدہ ایک ایک لمحے کے لئے جتن کیا کرتا تھا، کتنی عجیب بات تھی، کیسی شدید محبت میں مبتلا کر دیا گیا تھا وہ، اسے ہنسی بھی آئی اور دکھ بھی محسوس ہوا۔

میرج ہال میں ان کے اندر داخل ہوتے ہی وہاں موجود لوگوں کی ستائشی نگاہیں ایک ساتھ ان پہ آن ٹھہری تھیں، وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے یقیناً بہت پرفیکٹ لگتے تھے، تب معاذ کے دل نے عمر بھر کے لئے اس کی سنگت اور ہمراہی کی چاہ کتنی شدت سے کی تھی، مگر وہ دوران تقریب اس سے بدکتی کتراتی رہی تھی، اس کی نگاہوں کے والہانہ پن پہ وہ کتنا جھنجھلا رہی تھی، معاذ کے ذہن میں اس کا ہر روپ ہر ادا پوری جزئیات کے ساتھ محفوظ تھی۔

''ہاہ کتنا تنگ کرتی ہو تم، ہر وقت غصہ خفگی۔'' معاذ کے ذہن کے پردے پر اس کا نوخیز چہرا لہرانے لگا۔

''دیکھنا میری قربت میں آ کر سب سے پہلے انہی کا خاتمہ ہو گا، محترمہ آپ کو ہمارے لئے با اخلاق اور خوش مزاج بننا ہے، معاذ حسن جس کو چاہے اسے بھی معاذ کو چاہنا ہے، یہ کنفرم ہے۔''

تجھ سے درکار محبت ہے محبت کے عوض
میں نہیں چاہتا تجھ پہ میرا احسان رہے

معاذ نے بے ساختہ لب دانتوں تلے داب کر اپنی سوچوں میں پھیلنے والی مسکراہٹ کو روکا، اس کا برہم بگڑا بگڑا چہرا تصور کے پردے پر لہرا رہا تھا اور جب اس نے تقریب کے اختتام پہ کسی قدر شرارت سے اس کی جانب جھک کر چھیڑنے کی غرض سے کہا تھا۔

بتاؤ اب کہاں ملو گے تم
تمہیں اک پھول دینا ہے
تم سے اک عہد لینا ہے
تمہیں اب چاند کہنا ہے
تمہیں دل دھڑکن اور جان کہنا ہے
جو ہمیں جدا کرنے کی ہیں سازشیں
انہیں بے جان کرنا ہے

اور جواب میں وہ اسے تند نظروں سے گھورتی اسما بھابھی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی تھی، معاذ نے بجھتے سگریٹ سے نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے بھینچا ہوا سانس کھینچا اور سگریٹ کا ٹوٹا ایش ٹرے میں مسلا، تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی تھی، معاذ نے چونک کر دیکھا، وہاں ماریہ کھڑی تھی۔

''آؤ گڑیا!''

''لالے وہ آپ ذرا آ کے پرنیاں جی کا پاؤں دیکھ لیتے۔''

''کیا مطلب خیریت ہے؟'' وہ چونک اٹھا تھا۔

''وہ سیڑھیوں سے پھسل گئی ہیں، بہت پین ہے انہیں۔''

''اوہ! آپ چلو میں آ رہا ہوں۔'' معاذ نے پہلے سگریٹ بجھایا تھا پھر سیلپنگ سوٹ پہ گاؤن پہن کر زینب کے کمرے کی جانب چلا آیا تھا، رات کے بارہ بج رہے تھے اس وقت دن بھر کی تقریب سے تھکے تقریباً سبھی میٹھی نیند کی آغوش میں تھے، پرنیاں کب گری تھی اور کتنی چوٹ اسے آئی وہ اس قسم کی کسی بھی بات سے یکسر لاعلم تھا، اس نے اندر داخل ہونے سے قبل دستک دی تھی۔

''آ جائیں زیاد بھائی دروازہ کھلا ہوا ہے؟'' اس نے پرنیاں کی مدھم مگر بوجھل آواز سنی تھی اور چند لمحوں کے توقف کے بعد دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، پرنیاں سامنے ہی بستر پہ نڈھال سی بیٹھی تھی، اس کے سرخ چہرے پہ تکلیف کے آثار بے حد نمایاں تھے اسے روبرو پاتے ہی وہ بری طرح چونکی۔

''آ......آپ!...... میں نے ماریہ سے زیاد بھائی......''

''میں جانتا ہوں میرے علاوہ کسی پہ بھی بھروسہ کر سکتی ہیں، مگر آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ماریا نے یہ زحمت مجھے دی ہے۔'' نرم گرم تمام جذبے اس کی مردانہ انا پر پڑنے والی چوٹ کے باعث لمحوں میں سرد مہری کی دبیز چادر تلے جا چھپے تھے، پرنیاں کا چہرا ایک لمحے کو پھیکا پڑ گیا، اس نے ہونٹ بھینچ کر سر جھکایا تھا۔

''کون سا پیر ہے؟ ادھر سامنے کریں، چوٹ کب لگی آپ کو؟'' اس کی ناک اور آنکھوں کے پپوٹوں پر اترتی سرخی اور آنکھوں کے بھیگے گوشے معاذ کی نگاہ سے چھپے نہیں رہ سکے تھے، جبھی وہ لہجے کی تلخی اور کرختگی پہ قابو پا کر کس قدر نرمی سے بولا تھا۔

''تقریباً ایک گھنٹہ پہلے سیڑھیوں سے پھسلی ہیں، مما پپا کو کسی کو بھی نہیں پتہ، مجھے بھی ابھی بتایا ہے جب درد بہت زیادہ بڑھا ہے، جس دوائی کا نام یہ لے رہی تھیں مجھے میڈیکل باکس سے نہیں ملی، جبھی آپ سے کہا جا کر۔'' ماریہ جو گرم دودھ کا گلاس لے کر آئی تھی پرنیاں کے لئے، خود معاذ کی بات کا تفصیلاً جواب دیا، معاذ نے مختص ہنکارا بھرا تھا اور پرنیاں کے پیر کا معائنہ کرنے لگا، اجلا اجلا گلابی مخمل جیسا شفاف پیر معاذ کے سامنے تھا جسے پرنیاں نے جھجکتے ہوئے ذرا سا آگے پھیلایا تھا، معاذ نے اس کا پیر متاثرہ جگہ سے دبایا تو پرنیاں کے حلق سے بے ساختہ کراہیں نکلتی چلی گئیں تھیں، معاذ نے نگاہ بھر کے اسے کسی قدر طنز سے دیکھا۔

''آپ بھی ڈاکٹر ہیں غالباً! اتنا نازک مزاج ہے آپ کا، معمولی تکلیف برداشت نہیں کر

سکتیں؟“

”میں......“ پرنیاں نے کچھ کہنا چاہا مگر آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں۔

”ہڈی محفوظ ہے، گوشت اندر سے پھٹ گیا ہے، آپ کو ذرا احتیاط کرنا پڑے گی، ماریہ اس مرہم کا مساج کر دینا اور یہ پین کلر دے دینا، اگر درد زیادہ ہو تو ایک اور ٹیبلٹ لے لیجئے گا۔“ وہ سنجیدگی اور متاسف سے گویا تھا، ساری توجہ میڈیکل باکس سے دوا نکالنے پہ مرکوز تھی، پرنیاں جو لاشعوری طور پہ اس سے مخصوص شوخی اور بے باکی کی توقع کرتے ہوئے اندر ہی اندر خائف تھی کچھ حیرانی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟ میرے کردار کے ساتھ قابلیت اور ڈگری پہ بھی ڈاؤٹ ہے آپ کو؟“ اپنے کام سے فراغت کے بعد وہ سیدھا ہوا تو پرنیاں کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے سرد لہجے میں بولا تھا، پرنیاں نہ صرف بوکھلائی بلکہ بے تحاشا خفت کا بھی شکار ہو گئی، معاذ نے سر جھٹکا تھا اور کمرے سے نکل آیا، اپنے کمرے کی سمت بڑھتے اس کے قدم جہان کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر تھم سے گئے۔

”کیا وہ اس وقت تک جاگ رہا تھا؟“ وہ حیران ہوتا اس کے روم کی جانب چلا آیا، دروازہ یونہی آدھ کھلا تھا معاذ نے دھکیلا تو بے آواز کھلتا چلا گیا، وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا، بے شکن بستر اس کی شب بیداری کا گواہ تھا، معاذ کی متلاشی نگاہیں سکتے کے عالم میں رہ گئیں تھیں، جائے نماز پہ حالت سجدہ میں پڑے جہان کا پورا وجود ہچکیوں سسکیوں سے لرز رہا تھا، کیوں...... وہ وجہ جانتا تھا، اس کے واپسی کو لوٹتے قدم بے تحاشا تھکن افسردگی اور اضمحلال سے بوجھل تھے۔

☆☆☆

کجھ شوق سی یار فقیری دا
کجھ عشق نے در در مار دیتا
کجھ سجناں کسر نہ چھڈی سی
کجھ زہر رقیباں گھول دیتا
کجھ ہجر فراق دا رنگ چڑھیا
کجھ درد ماہی انمول دیتا
کجھ سڑ گئی قسمت میری
کجھ پیار وچ دھوکہ ڈھول دیتا
کجھ اوچ دی راہواں اوکھیاں سن
کجھ گل وچ غم دا طوق وی سی
کجھ شہر دے لوگ وی ظالم سن
کجھ سانوں مرن دا شوق وی سی

معاذ کی نگاہیں جہان کے زرد چہرے پہ جمی ہوئی تھیں، جو بخار میں بری طرح سے پھنک رہا تھا، رات جس کیفیت میں وہ اسے چھوڑ گیا تھا، پھر نیند اس کی آنکھوں سے بھی روٹھ گئی تھی، جس

اضطراب اور بیکلی میں وہ رہا تھا وہ بہرحال جہان کی بیکلی کے آگے کچھ بھی نہیں تھی، فجر کی اذان ہو رہی تھی جب اس کی آنکھ لگی تھی اور صورتحال سے بے خبر مما نے اسے معمول سے بھی کچھ جلدی جگا دیا تھا۔

”سوری بیٹے مجھے یاد نہیں رہا مگر یہ آپ کی ڈاک کل سے آئی پڑی تھی، دیکھ لینا۔“ اس نے سرسری نگاہ سے دیکھنے کے بعد لفافہ دراز میں ڈال دیا، میڈیکل ڈگری کالج سے اسے لیکچرر شپ کی آفر تھی خصوصی پیکج اور پر کشش سیلری کے ساتھ، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا، بیرون ملک سے اسپیشلائز اسپیشلائزیشن ڈگری ہولڈر ایسی آفرز تو اب اسے مختلف جگہوں سے ملنے والی تھیں ہی، شاور لے کر وہ ڈائننگ ہال میں آیا تو مما سیل فون پہ زینب سے بات کرنے میں مصروف تھیں، تب اسے زیادکی زبانی جہان کی طبیعت کی خرابی کا پتہ چلا تو اسی پل اٹھ کر وہاں آ گیا تھا، سب اس کے کمرے میں سب جمع تھے، پاپا جان مما جان اور پاپا کے علاوہ پھپھو بھی۔

”لیجئے ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے۔“ پھپھو اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

”کیا ہوا جے؟“ وہ مضطرب سا اس کی جانب بڑھ آیا تھا۔

”معمولی ٹمپریچر ہے یار! آپ سب لوگ اتنے پریشان ہو رہے ہیں کہ مجھے تو شرمندگی ہونے لگی ہے۔“ جہان کی تمام تر توانائیاں زائل ہو گئی تھیں وہ بے حد نحیف آواز میں بولا تھا۔

”ایک سو تین بخار ہے تم اسے کچھ گردان ہی نہیں رہے ہو؟“ معاذ نے اسے خفگی سے دیکھا تھا، پھر نوریہ اور ماریہ کو بلا کر ان کو ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے کا کہا تھا۔

”حسان سے کہو یار! انہیں واپس بھیج دو۔“ معاذ نے پپا وغیرہ کو اس کی جانب سے مطمئن کرنے کے بعد واپس بھیج دیا تھا، تب جہان نے کہا تھا۔

”مجھے پتہ ہے بہن اور کزن سے یہ کام کراتے تمہاری غیرت پہ حرف آتا ہے، سر پہ ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو کر ہی رکھنا ہے، خیر میں خود کر لیتا ہوں۔“ معاذ خود آگے بڑھ کر باؤل میں برف کے کیوبز اور پانی ڈال کر کاٹن کا ٹکڑا کاٹ کر بھگونے کے بعد اس کی پیشانی پہ رکھنے لگا تو جہان نے جلتی ہوئی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

”تم بہت اچھے ہو معاذ! خدا تمہاری ہر جائز دلی خواہش کو پورا فرمائے آمین۔“ خاص تاخیر کے بعد وہ بولا تو اس کی آواز پہ ہلکی سی نمی کا غلبہ تھا، معاذ نے ایکدم ہونٹ بھینچ لئے، وہ کچھ لمحوں کو کچھ بولنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔

”لیکن تم بالکل اچھے نہیں ہو جے! تم نے اپنے ضبط اور حوصلے سے بڑھ کر خود کو آزمایا ہے، دس از ناٹ فیئر یار! دس از ٹو مچ۔“ معاذ کا اپنا گلا بھرا گیا تھا، جہان نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے، دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے، دونوں ہی کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔

”نہیں معاذ! خدا کا وعدہ ہے خدا اپنے بندوں کو اس کے ضبط اور برداشت سے بڑھ کر دکھ نہیں دیتا۔“

”تو پھر تم سنبھل کیوں نہیں جاتے ہو؟“ معاذ ضبط کھو کر چیخ پڑا تھا، جہان زخمی انداز میں مسکرایا۔

"سنبھل جاؤں گا، ڈونٹ وری۔"

"تم فوری شادی کرلو جے!" معاذ نے ایکدم اس کے ہاتھ تھام لئے، جہان نے چونک کر اسے دیکھا پھر کرب آمیز انداز میں مسکرایا۔

"تم سمجھتے ہو شادی ہر مسئلے کا حل ہے؟ ایسا نہیں ٹرسٹ می۔"

"کیا سمجھوں میں کہ تم اس اذیت سے باہر آنا نہیں چاہتے۔" معاذ کو سخت غصہ آنے لگا۔

"میں نے یہ کب کہا؟" جہان نے نظریں چرالیں۔

"جے ماضی کی سوگواری سے انسان کو اتنی گہری وابستگی نہیں ہونی چاہیے، انسان کو پیچھے نہیں ہمیشہ آگے دیکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے، ایک دیا بجھ گیا تو اسے مقدر کیوں سمجھا جائے، آگے ہر قدم پہ دیا جلایا جا سکتا ہے، جب منزل ڈھونڈنے کے اتنے مواقع موجود ہوں تو کوئی اتنا احمق کیوں بنے کہ کولہو کے بیل کی طرح ساری زندگی بجھے ہوئے دیئے کا طواف کرتا رہے، تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔" جہان نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے، اپنا ہاتھ تسلی آمیز انداز میں اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا تھا۔

(میں اب سنبھل جاؤں گا معاذ! آج کی رات سب سے کٹھن تھی، مجھے لگتا تھا نارسائی کے ساتھ وحشت کا احساس مجھے دیوانگی میں مبتلا کر دے گا، میں نے اللہ کے دربار میں خود کو پیش نہ کیا ہوتا تو تمہارے سامنے اس پل حواسوں میں نہ ہوتا۔)

"گذ میں خود کوئی بہت اچھی لڑکی ڈھونڈوں گا تمہارے لئے، جو تم سے بہت محبت کرے، بہت قدر کرے تمہاری، وہ تمہارے قابل نہیں تھی جے؟" معاذ نے اس کے گلے لگتے ہوئے کہا تو جہان نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"آئندہ ایسا مت کہنا معاذ پلیز۔" وہ کس درجہ ملتجی ہو کر بولا تھا اور معاذ کرب آمیز ہنسی ہنس دیا تھا، دروازے پہ ہونے والی دستک کی آواز پہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور غیر محسوس انداز میں اپنی اپنی آنکھیں پونچھیں۔

"مجھے زیاد بھائی سے پتہ چلا تھا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، خیریت ہے نا؟" جہان کے اجازت دینے پہ پرنیاں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی، اس کی چال میں کس قدر لنگڑاہٹ تھی، جہان نے محسوس کرتے ہی اپنی پریشانی ظاہر کی تھی۔

"مجھے تو آپ خود بھی ٹھیک نہیں لگتیں، ٹانگ کو کیا ہوا؟" پرنیاں جو معاذ کو وہاں موجود پا کر ٹھٹکی تھی ایکدم کچھ کنفیوژڈ نظر آنے لگی۔

"پاؤں میں چوٹ آ گئی تھی، اب بہتر ہوں۔" آہستگی سے جواب دیتی وہ بیڈ سے کچھ فاصلے پر پڑی معاذ کی خالی کی کرسی پہ بیٹھ گئی، معاذ خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا، پرنیاں کے لئے اس کا یہ رویہ یہ خاموشی اچنبھے کا باعث تھی، اس کی ساکن پلکیں کئی ثانیوں تلک ہلتے پردے کو دیکھتی چلی گئی تھیں۔

"گھر میں دو دو ڈاکٹر ہیں، آپ نے انہیں زحمت کیوں نہیں دی۔" جہان کی بات سن کر پرنیاں خفیف سے انداز میں چونکی پھر آہستگی سے مسکرا دی۔

"رات بہت زیادہ پین تھی، مار یہ زبردستی زحمت دے چکی تھی۔"

"زیاد کو؟" جہان نے بغور اسے دیکھا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا۔

"نہیں انہیں۔" جہان کچھ کہے بغیر آہستگی سے نگاہ کا زاویہ بدل گیا تھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں پرنیاں آپ معاذ کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہیں، وہ بے حد کیئرنگ اور پیارے دل کا مالک ہے، آپ یقین کریں وہ ہرگز بھی ویسا نہیں ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے نا کہ کسی بہت اچھے انسان کا امیج اسی قدر غلط انداز میں پڑ جاتا ہے، ضروری نہیں فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن کے مقولے کو مدنظر رکھ لیا جائے۔" پشت پہ تکیہ رکھ کر ذرا سا ریلیکس انداز میں بیٹھتے ہوئے جہان نے اپنے اوپر پھیلی چادر کو از سر نو درست کیا تھا، پرنیاں کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا، کچھ لمحوں کو وہ سر جھکائے ہاتھ مسلتی رہی تھی پھر جب بولی تھی تو کچھ اور "آپ کل تک تو اچھے بھلے تھے بھائی! ایکدم کیسے طبیعت خراب ہو گئی؟"

(کل کی رات پل صراط پہ سفر کی رات تھی، اس میں سفر جاری نہیں رکھ سکتا تھا، بار بار کٹ کٹ کر جہنم میں گرنے جلنے اور سلگنے کا عمل ناقابل برداشت ہوتا ہے، وہ رب ہی ہے جس نے مجھے سنبھالا دیا اور تھام لیا، بلاشبہ خدا کی یاد میں ہر دلوں کا سکون پوشیدہ ہے)

"آپ نے شاید میری بات کو مائنڈ کیا، سوری ٹو سے۔" وہ دونوں ہی اپنے اپنے اذیت انگیز موضوعات سے کترا رہے تھے، جبھی اصل بات کا جواب گول ہو جاتا تھا، پرنیاں خفیف سا مسکرائی۔

"نہیں بھائی! میں آپ کی کسی بات کا برا نہیں مان سکتی، یہاں جو رشتے مجھے ملے ہیں ان میں سے جن کے اخلاص اور محبت پہ مجھے شبہ کا گمان تک بھی نہیں ہوتا ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے؟" اس کے لہجے کی عقیدت سچائی اور محبت بے حد خاص تھی، جہان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور اس درجہ خلوص نے اس کے دل کو بے ساختہ گداز کر دیا تھا۔

"ان پرخلوص محبتوں والی لسٹ میں معاذ کا نام شامل ہے یا نہیں؟" جہان نے دانستہ شرارت کی تھی، پرنیاں بے تحاشا سرخ پڑ گئی۔

"اب آپ بھی مجھے زچ کریں گے؟ واضح رہے آپ ان کے فرینڈ جبکہ میرے بھائی ہیں۔"

جہان بے ساختہ ہنستا چلا گیا، اس نازک پیاری سی لڑکی کے مان بھرے انداز نے اس کی تکلیف سے پیش دیتے وجود پہ اپنی بے ریا محبت کے پھاہے رکھ کر کیسے شانت کر ڈالا تھا، بلاشبہ یہ رشتے ناطے اور ان کی خوبصورتی اس خدا نے انسان کی ڈھارس حوصلہ اور جینے کا آسرا ہی تو بنائے ہیں، جہان کو یوں ہنستے دیکھ کر اپنے دھیان میں اندر آتا معاذ بے ساختہ ٹھٹکا تھا، اس نے جہان کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر پرنیاں کو دیکھا جس کے چہرے کی مسکان اسے روبرو پاتے ہی سکڑتے سمٹتے بالآخر غائب ہو گئی۔

"خیریت کون سا جوک سن لیا کہ دانت نکل رہے ہیں، میرے سامنے تو مستقل سڑی بسی شکل بنا کر بیٹھے رہے تھے۔" وہ جتنا کلسا تھا اس سے بڑھ کر تپش تھی اس کے لہجے میں، جو پرنیاں کو کڑی اور خفگی بھری نگاہوں سے دیکھا وہ الگ، جہان پہ کیا اثر ہونا تھا وہ اس کی جلن محسوس کر کے اور بھی زیادہ ہنسنے لگا۔

''بس جل گئے، یار ایک تو تم میں جیلسی بہت زیادہ ہے۔''

''مم...... میں چلتی ہوں۔'' پرنیاں معاذ کے تیور دیکھ کر سہم گئی تھی، کرسی دھکیل کر اٹھی اور شپٹائی ہوئی سی سرعت سے باہر نکل گئی، جہان نے متاسفانہ نظروں کو معاذ کے چہرے پہ جمایا۔

''پڑ گئی تمہیں ٹھنڈ، ڈرا کے رکھ دیا بیچاری کو۔''

''ہاں، ڈریکولا سے ملتی ہے نا میری شکل جو محترمہ ڈر گئیں اور تم جتنے پرنس ہو نا یہ بھی جانتا ہوں میں۔'' وہ اتنا جھلایا ہوا تھا کہ باقاعدہ لڑنے کھڑا ہو گیا تھا۔

''تمہیں اتنا غصہ کس بات پہ آ رہا ہے آخر؟'' جہان نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

''ساری دنیا یہ بات کہتی تھی کہ تم مجھ سے تھوڑا سا زیادہ ہینڈسم ہو مگر میں کبھی مان کر نہ دیا مگر آج مجھے بھی یقین آ گیا، یار یہ لڑکی بھی......''

''خبردار، خبردار معاذ جو کچھ غلط سوچا، پرنیاں بہن ہے میری۔'' جہان نے بے اختیار اسے ڈانٹ کے رکھتے ہوئے آنکھیں نکالیں تو معاذ نے تھم کر اسے غیر یقینی اور ناراض سے دیکھا تھا، پھر بے اختیار گہرا پرسکون سانس بھرا اور سر جھٹکا۔

''پہلے نہیں بک سکتے تھے، چلو شکر ہے تمہیں بھی کسی نے اس نظر سے دیکھا۔'' وہ ہنسنے لگا۔

''مجھے ہرگز نہیں پتہ تھا تم اتنا فضول سوچو گے، اطلاعاً عرض ہے کہ ہر لڑکی فضول نہیں ہوتی۔'' جہان نے لتاڑا تو جواباً وہ دانت نکالنے لگا تھا۔

''ہاں محترمہ کے اصول وضوابط کتنے کڑے ہیں جانتا ہوں، مجھ سے کیا دشمنی ہے تمہاری ڈیئر سسٹر کی ذرا پتہ کر کے تو بتاؤ۔'' وہ سر کھجا کر کہتا اسے ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''غیرت مند بھائی اپنی بہنوں سے اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے احمق لڑکے۔'' جہان نے ہری جھنڈی دکھائی تو معاذ نے بے دریغ اسے گھورا تھا۔

''یعنی حد ہے بے وفائی کی ظالم! ٹھیک ہے میں جب اسے پٹا لوں گا نا تب وہ تمہیں پہچانے گی بھی نہیں۔'' معاذ نے منہ پہ ہاتھ پھیر کر جس طرح کہا جہان پھر سے ہنسنے لگا تھا، معاذ سب کچھ بھول کر بس اسے ہنستے ہوئے دیکھے گیا تو جہان نے ایکدم ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟''

''میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ ایسے ہی ہنستے رہو جے۔'' جہان نے بے ساختہ نظریں چرا لیں۔

(تم اگر جان لو معاذ یہ دعا نہیں بد دعا ہے تو تم لرز اٹھو، یہ ہنسی دل کی خوشی کا نام نہیں ہے بھرم اور ڈھکوسلہ ہے، جب بھی دعا مانگو ہمیشہ کامل دعا مانگو۔)

''خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا سوچ رہے ہو۔'' معاذ نے اس کا دھیان بٹایا تھا، جہان مجروح سے انداز میں مسکرایا۔

''کل صبح ٹائم ہمیں جانا ہو گا نا، میرے پاس ولیمہ کے لئے کوئی ڈھنگ کا سوٹ نہیں، سوچ رہا ہوں آج مارکیٹ کا چکر لگا آؤں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی، نہ مارکیٹ نہ ولیمہ پہ۔'' اس کی قطعیت بھرے انداز پہ جہان نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''مطلب؟ کیا کہنا چاہتے ہو معاذ؟'' جہان کی ساحرانہ نگاہوں میں الجھن اور اضطراب کا رنگ گہرا ہو گیا تھا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے جے! پھر میں نہیں چاہتا تم وہاں جا کر مزید ٹینس ہو۔'' معاذ کی بات سن کر جہان کے چہرے پہ مجروح سی مسکان نے لمحہ بھر کو قیام کیا تھا۔

''پاگل ہو تم معاذ! میں اتنا نازک نہیں ہوں کہ......''

''یہ تمہاری بہادری اور مضبوطی ہے کہ اب بستر سنبھالے پڑتے ہو، کوئی ضرورت نہیں ہے خود کو کسی ٹریجک مووی کا ہیرو ثابت کرنے کی اوکے؟'' حسب عادت وہ جلدی غصے میں آ کر بھڑک اٹھا تھا۔

''یہ تم مجھے آرڈر کر رہے ہو کہ میں وہاں نہیں جا سکتا؟'' جہان کا لہجہ جتنا عجیب تھا معاذ کو اسی حد تک تکلیف دہ محسوس ہوا، اس نے جہان کا چہرا اپنے ہاتھوں میں لے کر بے قراری سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کیسی باتیں کرنے لگے ہو تم جے۔'' اس کے لہجے میں انداز میں کچھ ایسی وحشت اور کرب تھا جہان خود ہی شرمندگی محسوس کرنے لگا۔

''وہ تمہارے جذبات اور تمہاری محبت سمجھ سکتا ہوں معاذ! مگر یہ بھی تو دیکھو نا کہ اس طرح کتنے لوگ اس فیصلے کی زد میں آئیں گے، چاچو، چچی جان، پاپا جان، مما جان تم کیا سمجھتے ہو کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے، ایسا نہیں ہے معاذ میری اتنی احتیاط کے باوجود جانے کیسے سب ہی باخبر ہو گئے اور......''

''اٹس اوکے، اب جانے دو یار۔'' معاذ نے اس کے ہاتھ کو تھپکا۔

''اگر میں نہ گیا تو......''

''چلے جانا جے، چلے جانا، مجھے تم سے اگر کوئی گلہ ہے تو یہی کہ کبھی تو اپنے متعلق بھی سوچ لیا کرو، ہمیشہ دوسروں کو نوازنا دوسروں کا بھلا چاہنا تو خدائی صفت ہے۔'' وہ عاجز ہوا تھا جہان بردباری سے مسکرا دیا۔

''خدا اپنی صفات اپنے بندوں میں دیکھنا پسند فرماتا ہے معاذ! لیکن یہ تم سے کس نے کہا کہ میں ایسا ہوں، میں تو اک بے حد عام انسان ہوں یار!'' اس کی عاجزی اس کی انکساری کا وہی عالم تھا، معاذ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

ہمارے لہجے میں یہ توازن
بڑی ہی محنت کے بعد آیا
کئی مزاجوں کی دشت دیکھے
کئی رویوں کی خاک چھانی

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھی وہ اپنے لمبے بے حد گھنیرے بال سلجھانے میں مصروف تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی تھی، اس نے جلدی سے دوپٹہ سر پہ اوڑھا تھا اسی دوران

دروازہ کھول کر مما اندر چلی آئیں، پرنیاں گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

''مما آپ! مجھے بلالیا ہوتا۔'' کھڑے ہونے سے اس کے سر سے ریشمی آنچل ڈھلک گیا اور سینے پہ کسی آبشار کی طرح گرتے مخملیں بال لہرانے لگے، مما نے مسکرا کر اپنی بے حد حسین شہزادی جیسی آن بان والی بہو کو دیکھا تھا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگا کر پیار سے پیشانی چومی۔

''میرا دل کر رہا تھا اپنی بیٹی کو دیکھنے کو باتیں کرنے کو تو چلی آئی، یہ بتاؤ آپ کو یہاں کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟'' ان کے لہجے میں انداز میں اپنائیت محبت اور بے حد خاصیت کا احساس تھا، پرنیاں نے اپنی ماں کا لمس ان کا پیار نہیں دیکھا تھا، مگر جب سے وہ مما سے ملی تھی اس نے جانا تھا ایک ماں کا یہی روپ یہی محبت ہو سکتی ہے، وہ گھنیری چھایا تھیں، ٹھنڈا جھرنا تھیں اور ایک پرسکون احساس تھیں۔

''نہیں مما جانی! آپ کے پاس آ کر میں ہمیشہ خود کو پرسکون اور مکمل محسوس کرتی ہوں۔'' پرنیاں نے پہلی مرتبہ پوری سچائی اور خلوص کے ساتھ ان پہ اپنے جذبوں کو آشکار کیا تھا، مما کے چہرے پہ روشنیاں سی چھا گئیں۔

''بیٹے عورت مکمل اپنے مرد سے ہوتی ہے، پھر اس کے بچے سے، خدا تمہاری یہ تکمیل مکمل اور بھرپور کرے، میں تو جب معاذ کی تمہارے لئے بے تابی دیکھتی ہوں تو تشکر کے احساس سے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، سر سجدے سے اٹھانے کو جی نہیں کرتا، ورنہ ہر لمحہ ان دو سالوں میں میرا خون خشک ہوا ہے۔'' مما بھیگی آنکھوں کو صاف کر رہی تھیں اپنی دھن میں تھیں جبھی پرنیاں کے چہرے پہ لرزاں تاریک سائے نہ دیکھ سکی تھیں، معاً انہیں اس کی جامد خاموشی کا احساس ہوا تو چونک کر دیکھا تھا پھر ایکدم کچھ خفت زدہ ہو گئیں۔

''سوری بیٹے شاید آپ کو میری آخری بات کچھ اچھی نہیں لگی۔'' پرنیاں نے مجروح نظروں سے انہیں دیکھا اور پھر آہستگی سے بولی تھی۔

''حقیقت سے فرار چاہیں بھی تو ممکن نہیں ہوتا مما!''

''بیٹے عقلمند وہی ہوتا ہے جو ماضی کے کربناک حالات سے دامن چھڑا کر آگے دیکھے، یہ مت سمجھنا کہ میں معاذ کی ماں ہوں اس لئے آپ کو یہ کہہ رہی ہوں، بیٹے آپ مجھے معاذ سے بھی زیادہ عزیز اور پیاری ہو، بیٹیاں حساس اور نازک ہوتی ہیں، میں تمہاری ماں ہونے کے ناطے تمہیں شوہر کی اس ستم ظریفی کو بھلانے کا مشورہ دے رہی ہوں، وہ اس وقت سراپا محبت ہے، اس کے لئے محبت بن جاؤ، آپ بیوی ہو اس کی، وہ شدت پسند اور جذباتی ہے برا انسان نہیں ہے، مجھے بتاؤ آپ کو معاذ سے کوئی شکایت ہے اب بھی؟''

''مما انہیں اپنی منکوحہ کے جذبات و احساسات کی پرواہ تک نہیں ہے، انہیں اس کا نام تک یاد نہیں، وہ اسے بسانے کا اب بھی نہیں سوچتے۔'' وہ روہانسی ہوگئی تھی، مما اس کی بچکانہ سوچ پہ مسکرا دی تھیں۔

''تمہارے لئے تو یہ سب سوچتا ہے نا؟ پھر تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' ان کی بات پر پرنیاں نے مضطرب ہو کر انہیں دیکھا تھا۔

''لیکن اگر وہ میرے علاوہ کسی اور لڑکی کے لئے یہ سوچتے تو پھر......؟'' اس کا لہجہ سخت احتجاجی قسم کا تھا مما کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا اور معاذ کی قسمت پہ رشک اس جیسے موڈی بے پرواہ اور ضدی انسان کو خدا نے کیسے خالص کھرے اور سچے جذبات کی حامل لڑکی سے نوازا تھا۔

''سوچا تو نہیں نا، ہوا تو نہیں نا، اور یہ مقام شکر ہے بیٹے! دیکھو مرد کے عورت سے چار سب سے اہم رشتے استوار ہوتے ہیں، پہلے ماں کا پھر بہن کا اس کے بعد بیوی کا اور بیٹی کا، مرد ان سب پہ اپنی اجارہ داری قائم کرتا ہے مگر جو شدت اس کے رویئے میں ماں اور بیوی کے لئے ہوتی ہے، وہ بہن اور بیٹی کے لئے نہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان دونوں رشتوں کو اسے بالآخر غیر ہاتھوں کو سونپنا ہوتا ہے، مگر وہ ماں سے اور بیوی سے اپنی ہر بات ہر ضد اور خواہش پوری کرانا اپنا حق سمجھتا ہے، بیٹے میں معاذ کے مزاج عادات سے بہت اچھی طرح آگاہ ہوں، وہ ضدی بھی ہے اور جذباتی بھی، ضد اور جذبات میں وہ اکثر اپنا سب سے زیادہ نقصان کرتا رہا ہے، میں نے ساری زندگی اس کی پل پل حفاظت کی ہے، آپ یقین کرو میں معاذ کے مقابلے میں تمہارے پپا کو بھی اگنور کرتی رہی ہوں، میں اس کی فطرت سے آگاہ تھی اور ہرگز نہیں چاہتی تھی اس کی شخصیت میں میری توجہ کی کمی کوئی بگاڑ یا کمی چھوڑ جائے، اب اس کی زندگی میں آپ آ گئی ہو، اس کی توجہ کا مرکز مجھ سے ہٹ کر آپ پہ مرکوز ہو گیا ہے، اب وہ ہر توقع آپ سے پوری کرنا چاہے گا بیٹے مجھے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میری بیٹی میں یہ ایبلٹی ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر نرمی سے کہتے اسے گلے لگا لیا تو پرنیاں کے اندر یکلخت سناٹے اتر آئے تھے، وہ ان سے کیا کیا امیدیں جوڑ بیٹھی تھیں۔

''ان کے رویے میں بہت شدت پسندی ہے مما! ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں، بلیو می مجھے ان سے ڈر لگتا ہے وہ اگر اچھے موڈ میں ہیں تب بھی اس کی شدت مجھے ہولاتی ہے اگر ان کا موڈ بگڑے تو پھر تو سمجھیں میری جان نکلنے لگتی ہے، رات بغیر کسی وجہ کے اتنے خفا تھے مجھ سے پھر اب بھی۔'' وہ ان کے ساتھ لگی لگی ہی بولنے لگی، لہجے میں گھبراہٹ کے ساتھ جو خفیف سا حیا کا رنگ تھا مما کو وہی بہت پیارا لگا تھا جبھی مسکرا دیں۔

''اچھا مجھے آپ یہ بتاؤ آپ کیوں یہ چاہتی ہو کہ معاذ کو پتہ نہ چلے جس لڑکی پہ وہ بری طرح سے فدا ہو گیا ہے وہ اس کی منکوحہ ہی ہے۔'' مما کے سوال پہ پرنیاں کا چہرا پہلے حیا آمیز سرخی سے دہکا تھا پھر سپاٹ ہو گیا۔

''میں چاہتی ہوں وہ اس لڑکی کو اس عزت و احترام سے قبول کریں جسے انہوں نے کبھی بہت زعم اور بے اعتنائی سے رد کیا تھا، میری انا اور وقار مجروح ہوئے ہیں مما!'' وہ پھر سے روہانسی ہو گئی تھی، مما نے اسے گلے لگا کر محبت اور نرمی سے تھپکا۔

''ڈونٹ وری بیٹے! خدا نے چاہا تو ایسا بھی ضرور ہوگا، اللہ آپ کی تمام جائز دلی خواہشات کو پورا فرمائے۔'' پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ ایکدم گھبرا کر اٹھ گئیں۔

''مجھے دیکھو ذرا، جہان سے کچھ کھانے کا پوچھنے آئی تھی، میں دیکھوں اس نے دوا بھی لی کہ نہیں۔''

''کچن میں کچھ کام ہے تو مجھے بتا دیں میں کرلوں گی۔'' پرنیاں نے ان کے تھکے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا، پچھلے کئی دنوں سے ان پہ کاموں کا لوڈ بہت بڑھا ہوا تھا۔

''ارے نہیں بیٹے! سب ٹھیک ہے۔'' وہ مسکرائی تھیں اور دروازے کی سمت بڑھیں کہ اسی پل دستک ہونے لگی تھی، مما نے دروازہ کھولا تو نک سک سے تیار معاذ کی صورت نظر آئی تھی۔

''آپ یہاں کیسے؟ بجو آپ کی بہن کی کل شادی ہوگئی ہے غالباً۔'' مما نے اسے ایکدم چھیڑا تھا اور جس وجہ سے وہ سمجھ سکتا تھا جبھی بری طرح جھینپا۔

''مگر ان کی فرینڈ تو یہیں ہیں نا۔''

''تو آپ کا اس سے کیا کام؟'' مما ترکی بہ ترکی بولیں تھیں معاذ گڑبڑا سا گیا۔

''وہ ایکچوئلی ہم مارکیٹ جا رہے تھے، سوچا ان سے پوچھ لوں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔'' مما نے مسکراہٹ ضبط کی پھر پرنیاں کی جانب رخ پھیرا تھا۔

''کیوں پرنیاں بیٹے کچھ چاہیے آپ کو تو بتا دیں، میرے بیٹے کو آج کل خدمت خلق کا شوق ہو رہا ہے۔'' پرنیاں نے مما کے چہرے پہ کھیلتی مسکان کو دیکھا اور بامشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

''نہیں شکریہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے دانستہ نخوت سے جواب دیا تھا، معاذ کے چہرے پہ مایوسی چھا گئی۔

''اوہ اچھا! ویسے آپ کا پیر کیسا ہے اب؟ لگتا ہے آپ نے ریسٹ نہیں کی۔'' پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا، وہ اس کے بجائے بلیک چوڑے اسٹیپ والے ہینڈل میں مقید اس کے گلابی پیر کو دیکھ رہا تھا۔

''مچ بیٹر! تھینکس۔'' پرنیاں کے الفاظ کی نسبت اس کا لہجہ روکھا تھا، معاذ نے ایک نظر اس کی سمت دیکھا، خوبصورت چہرے پر دلکشی ملاحت کے ساتھ بے رخی اور بے اعتنائی بھی تھی۔

''پین کلرز لیتی رہیے گا اور مرہم کا مساج بھی شام تک دو تین مرتبہ ضرور کر لیجئے۔'' وہ اس کی بے رخی کے باوجود اسی خاص انداز میں نصیحت کر رہا تھا، مما مسکراہٹ دباتے باہر نکلی تھیں جو اس کی نظروں میں آ گئی، جبھی وہ ان کے سر ہوا تھا اور ان کے پیچھے بھاگا آیا۔

''کیوں ہنسی ہیں آپ؟''

''مجھے اپنے ڈاکٹر بیٹے کا پیشنٹ سے خاص رویہ خوشی دے رہا تھا۔'' انہوں نے بات بنائی مگر وہ مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔

''ہرگز یقین نہیں کر سکتا، آپ کی مسکراہٹ مشکوک تھی۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا تو مما کی ہنسی نکل گئی۔

''میں اپنے بیٹے کو بدلا ہوا پا رہی ہوں، بس اس لئے۔'' معاذ نے گہرا سانس کھینچا پھر گہری نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''آپ کو اچھا لگ رہا تھا؟'' اب کے وہ خود مشکوک ہوا۔

''کیوں نہیں بیٹے! لڑکی اتنی پیاری ہے۔''

''اس کے باوجود کہ میں آپ کی لاڈلی بہو کو چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے خوار ہو رہا ہوں۔'' اپنی بات کہہ کر اس نے بغور ان کے تاثرات جانچے۔

''مجھے اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے۔'' مما نے نرمی سے دوٹوک انداز میں جواب دیا تو معاذ نہایت خوشی سے ان کے گلے لگ گیا تھا۔

''تھینکس مام! اب اپنے ہزبینڈ کو بھی یہی بات سمجھائیے گا پلیز۔'' مما نے اسے خفیف سا گھورا تھا۔

''شرم تو نہیں آتی آپ کو معاذ! میرے شوہر آپ کے بھی کچھ ہوتے ہیں۔''

''جی جی میرے تو ہوتے ہی ہیں مادام میں چاہتا ہوں آپ انہیں مس پرنیاں کے سسر صاحب بنا دیں۔'' وہ دانت نکال کر بولا تو مما نے اس کے سر پہ چپت لگائی تھی، پھر اسی سمت آتے جہان کو دیکھ کر فکر مند ہوتے ہوئے بولی تھیں۔

''بیٹے آپ کیوں اٹھ گئے ہو؟ طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو؟''

''کم آن چچی جان! الحمدللہ میں ٹھیک ہوں، آپ سب کی دعائیں اور یہ دو ڈاکٹرز ہیں نا مجھے دواؤں کی ترسیل کرنے کو۔'' وہ ہنس رہا تھا، مگر آنکھوں میں ایک مستقل سکوت ٹھہر گیا تھا جس میں درد گھات لگائے بیٹھا تھا، مما کے اندر اضطراب سا سمٹنے لگا، ان کا بس نہ چلا اسے ننھے بچے کی طرح بانہوں میں سمیٹ کر گلے سے لگا لیں، ہر دکھ ہر تکلیف اپنی پوروں سے چن لیں، مگر وہ کتنی بے بس تھیں، ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''بیٹے آرام ضروری ہے، تھکان سے پھر طبیعت بگڑ سکتی ہے خدانخواستہ۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا رخسار تھپتھپایا تھا، جہان ان کی تشویش محسوس کر کے نرمی سے مسکرایا۔

''آپ فکر نہ کریں چچی جان میں ٹھیک ہوں، مارکیٹ تک جا رہا ہوں، آپ کو کچھ منگوانا ہے؟''

''ہو گئے لاڈ شروع دونوں کے جے کے سامنے آپ کو سب بھول کیوں جاتا ہے مام!'' معاذ کے لہجے میں مصنوعی خفگی تھی، دونوں ہی مسکرا دیئے، معاذ نے منہ بسور لیا تھا، معاذ جانتا تھا اس کی باتیں اس کی ہنسی مل کر بھی جہان کو اس کیفیت سے نہیں نکال رہی وہ اسی خیال سے مضطرب ہو رہا تھا، مارکیٹ میں بھی وہ جہان کے ساتھ بے خیال سا پھرتا رہا تھا۔

یوسف مصر تمنا تیرے جلووں پہ نثار
میری بے تابی کو خواب زلیخا نہ بنا

جہان سوٹ کے ساتھ کی میچنگ ٹائی ڈھونڈ رہا تھا جب کوئی اچانک اس کے پاس آ کر چہکنے کے انداز میں بولا، جہان کچھ اس طرح بے خبر تھا کہ ایکدم اپنی جگہ پہ اچھل کر رہ گیا، اس کے ساتھ ساتھ معاذ بھی چونکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تھا، بلو بے حد خوبصورت کڑھائی کا گہرے گلے کا سلیولیس ٹاپ اور کاٹن کے ییلو پھولوں والا سفید سکرٹ پہنے نیلما اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور بے باکی کے ساتھ اس کے روبرو جذبے لٹاتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، جہان کا چہرا یکلخت یوں بگڑ گیا جیسے منہ میں کونین گھل گئی ہو۔

''کیسے ہیں جناب! بہت سنگدل ہیں آپ؟ کبھی خدمت کا موقع ہی نہیں دیتے۔'' وہ پیاسی نظروں سے جہان کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

''چلو معاذ!'' جہان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچا تو نیلما سرعت سے لپک کر راستہ روک کر کھڑی ہوگئی۔

''ارے ارے اتنی خفگی اور یہ کون ہیں، ماشاءاللہ خدا نے انہیں بھی کیا خوب بنایا ہے۔'' اب اس کی نظروں کا فوکس معاذ پہ تھا، انداز کی بے باکی کا وہی عالم تھا، نظروں میں ستائش اور ہونٹ تو چیکھی انداز میں سکڑے ہوئے۔

''کون ہے یہ؟'' معاذ نے جہان کے ساتھ باہر آتے ہوئے پلٹ کر ایک نظر نیلما کو دیکھا جو تیزی سے ان کے پیچھے ہی لپکی آرہی تھی۔

''ایسے لوگوں کا تعارف بھی حاصل نہیں کرنا چاہتے، لعنت بھیجو اس پہ۔'' جہان کے لہجے و انداز میں اس درجہ حقارت تھی کہ معاذ ٹھٹک گیا تھا، اس نے آج تک جہان کو کبھی کسی کے لئے اس انداز میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

''پھر بھی یار کچھ پتہ تو چلے، مجھے لگ رہا ہے جیسے کہیں دیکھا ہے محترمہ کو اور تم اتنا ڈر کیوں رہے ہو، کھانے سے تو رہی۔'' معاذ کو واقعی اچنبھا ہوا تھا، جہان کے اس درجہ گریز پہ۔

''یہ کی نا آپ نے خالص مردوں والی بات، کھانے سے تو رہی، ویسے آپ صرف خوبصورت نہیں ہیں، باتیں بھی مزے کی کرتے ہیں۔'' اس اثنا میں نیلما ایک بار پھر دونوں کے برابر آپہنچی تھی اور نثار ہونے والے انداز میں معاذ کو دیکھنے لگی، اس نے معاذ کا آخری فقرہ ہی سنا تھا، معاذ نے گردن موڑ کر تیکھے چتونوں سے اسے دیکھا۔

''آپ کی تعریف؟''

''تعریف تو مجھے اس خدا کی کرنی چاہیے جس نے آپ کو بنایا، ہم تو جہان صاحب کو ہی دیکھ کر دل تھامے بیٹھے تھے، آپ کو دیکھ کر خدا کی صناعی پہ رشک کر رہے ہیں۔'' معاذ کا منہ کھل گیا تھا، اس نے ایسی بے باکی کے مظاہرے انگلینڈ میں تو دیکھے تھے، پاکستان میں پہلی بار ایسا ہوا تھا۔

''ہوگئی تسلی؟ اب چلو ورنہ اگر ان سے تمہارے بات کرنے کی بھنک بھی پرنیاں کو ہوگئی نا تو ساری عمر بھی وضاحتیں دیتے رہے تو وہ مشکوک ہی رہے گی۔'' جہان نے دانت کچکچا کر اس کے تقریباً کان میں گھس کر کہا تھا مگر نیلما کی سماعت قابل رشک تھی اس نے چونکتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔

''پرنیاں؟ بیوی ہے ان کی؟'' اس کا لہجہ بے حد عجیب تھا، جہان نے اس کے سوال کا جواب دینا گوارا نہیں کیا تو نیلما نے سرد آہ بھری۔

قربان ہو جاؤں اس شخص کے ہاتھوں کی لکیروں پر
جس نے تجھے مانگا بھی نہیں اور اپنا بنا لیا

وہ متاسفانہ انداز میں ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی، جہان قہر بھری نگاہ اس پہ ڈالتا گاڑی میں بیٹھا اور اگلے ہی ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی تھی، معاذ کو نہایت عجلت میں اندر بیٹھ کر دروازہ بند کرنا

پڑا، جہان کا سرخ چہرا دیکھ کر وہ بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

''اف ہے! اتنا غصہ۔''

''حرکتیں دیکھی ہیں محترمہ کی؟'' جہان ہنوز کلس رہا تھا۔

''یار اچھی خاصی حسین و جمیل لگیں مجھے تو۔'' معاذ کے انداز میں شرارت تھی۔

''میں پرنیاں کو بتاؤں گا۔'' جہان نے جس طرح دھمکی دی تھی معاذ نے مکھی اڑانے والے انداز میں ہاتھ ہلا دیا۔

''بتا دینا میری بلا سے، اسے بڑا کوئی فرق پڑنا ہے، بلکہ بتا ہی دینا شاید فرق پڑ جائے۔''

جہان کے گھورنے پہ وہ ہنستا رہا تھا۔

☆☆☆

تجھے کیا خبر میرے حال کی
میرے درد میرے ملال کی
یہ میرے خیال کا سلسلہ
کسی یاد سے ہے ملا ہوا
اسے دیکھنا اسے سوچنا
میری زندگی کا ہے فیصلہ
یہ اسی کی پلکوں کے سائے ہیں
میری روح میں جو اتر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
مجھے اس مقام پہ چھوڑنا
ہے یہ بے وفائی انتہا
یہ قفس ہو جیسے کھلی فضا
یہی سکھ کا سانس میں لوں سدا
جنہیں تیری دید کی پیاس تھی
وہ کٹورے نینوں سے بھر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

لکڑی کی ریلنگ سے کاندھا ٹکائے وہ آنسو بھری آنکھوں سے شاہ ہاؤس کے سرسبز لان کی طرف دیکھتی رہی وہ اسے کہیں نظر نہیں آرہا تھا اور جب نظر آتا تو ساری توجہ سارا دھیان پرنیاں کی سمت ہوتا، کیسا اذیت انگیز تھا یہ سب، دل یہ برداشت نہیں کر پاتا تھا اور نگاہوں کا تقاضا دیدار یار تھا، وہ نا چاہتے ہوئے بھی کن راستوں کی مسافر بن گئی تھی، اس کا دل رو اٹھا، شاہ ہاؤس کے لان میں سناٹا تھا، ہوا خشک پتے اڑا رہی تھی، جبکہ آسمان پر سرمئی کالے اور سفید بادل آنکھ مچولی کھیلنے میں

مصروف تھے، اس نے سرد آہ بھری اور جلے پیر کی بلی کی مانند پورے گھر میں بھٹکتے پھری، کبھی اس کمرے میں کبھی اس کمرے میں پھر تھک کر برآمدے کی سیڑھیوں تک آ گئی اور ستون سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں، بند آنکھوں کے پیچھے وہی تھا، جو دل کے اضطراب کا باعث تھا، وہ بے اختیار کلائی مسلتی سیدھی ہو بیٹھی، پانچ مضبوط بھاری انگلیوں کے نشان ابھی بھی ثبت تھے، دکھائی نہ دیتے تھے محسوس ہوتے تھے، وہ ان پر ہاتھ پھیرتی لمس کو محسوس کرتی تھی، ان پوروں کی حرارت ابھی تک اس کی نبضوں میں اترتی اور اس کے پورے وجود کو دل بنا کر دھڑکاتی تھی اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی کہ قصد اور عہد کچھ اور تھا، دل جن راہوں کا مسافر تھا وہ اس رستے پہ چلنا نہیں چاہتی تھی، معاذ نے کبھی اسے خاص نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، اس کا چھونا عام سا انداز تھا، وہ اگر اس کے سامنے سیڑھیوں سے سلیپ نہ ہوتی تو یقیناً وہ یہ بے اختیاری سہارا ابھی نہ دیتا، مگر وہ پاگل تھی اسی ایک لمحے میں جی رہی تھی، آنسو اس کی نگاہوں کو دھندلانے لگے۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو اتنی گرمی میں؟'' بیرونی گیٹ کھول کر زیاد اندر آیا تھا، سیڑھیاں چڑھ کر اندرونی حصے کی جانب جاتے جاتے اسے ٹوکا اور آگے بڑھ گیا، وہ ان سنی کیے بیٹھی رہی پھر جانے دل میں کیا سمائی کہ پائپ لگا کر پودوں کو پانی دینے لگی، زیاد کچھ دیر بعد واپس آیا تو چیخ پڑا تھا۔

''پاگل ہوئی ہو نوری! اتنی دھوپ میں پانی دے رہی ہو، ناس ہو جائے گا سب کا۔'' اس نے جلدی سے بڑھ کر پہلے نل بند کیا تھا پھر پائپ اس کے ہاتھ سے لے کر دور اچھالا، نوریہ نے گھاس کے قطع پہ دیوار کے نزدیک لگے نل پہ ہاتھ دھوئے کپڑوں سے گھاس اور مٹی جھاڑی اور اسی خاموشی سے اندر جانے کو قدم بڑھائے تھے کہ زیاد جو تب سے اس کی کاروائی دیکھ رہا تھا بے اختیار پکار لیا۔

''کہاں جا رہی ہو؟ بیٹھو نا کچھ دیر میرے ساتھ یہاں۔''

''مجھے گرمی لگ رہی ہے، نہاؤں گی۔'' انداز صاف کترایا ہوا تھا، وہ اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی، زیاد نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''چلو فریش ہونے کے بعد ادھر آ جانا، تمہاری تیاری تو مکمل ہے نا؟''

''میں ولیمہ پہ نہیں جا رہی ہوں۔'' اس کا لہجہ و انداز قطعی اور دو ٹوک تھا، زیاد کو جھٹکا لگا۔

''کیوں؟'' وہ سخت احتجاجی انداز میں بولا تھا، نوریہ کے چہرے پہ موجود سرد مہری میں اضافہ ہو گیا۔

''میری مرضی ہے نا جو چاہوں کروں۔'' زیاد نے یکلخت جل اٹھنے والی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

''تم کچھ زیادہ ہی مرضی کے تابع نہیں ہوتی جا رہیں۔''

''یاد ہے کچھ پوچھا تھا تم سے؟''

''فضول کا انتظار ہے، میں کسی کو پابند نہیں کرنا چاہتی۔''

''نوریہ ذرا سی بھی گنجائش نہیں نکال سکتیں تم میرے لئے؟'' وہ ایکدم مضطرب ہو کر رہ گیا تھا۔

''نہیں، کہا نا۔'' نوریہ نے نخوت و درشتگی سے کہا تھا اور بے اعتنائی سے آگے بڑھ گئی، زیاد

چند لمحوں کو ٹھہرا سا گیا تھا، وہاں سے لوٹا تو اس کا چہرا اندرونی خلفشار سے تمتمایا ہوا تھا، معاذ نے دھیان سے اسے دیکھا تھا۔

''خیریت؟ لالے نوریہ ولیمہ پہن نہیں جا رہی۔'' اس نے بوجھل آواز میں اہم اطلاع دی۔

''کیوں؟ طبیعت ٹھیک ہے اس کی؟'' معاذ کو فطری سی تشویش ہوئی تھی۔

''جی فزیکلی تو ہے مینٹلی نہیں۔'' زیاد نے اب کے قدرے غصے سے جواب دیا تھا، معاذ کی نگاہوں کا سوالیہ رخ پا کر گہرا سانس بھرا۔

''وہ مجھ سے خفا ہے لالے! میرا پرپوزل بھی قبول نہیں کر رہی۔''

''واٹ؟ تم نے کوئی حماقت تو نہیں کی؟'' معاذ نے جتنا حیران ہوا تھا اسی لحاظ سے مشکوک تھی، زیاد کے نظریں چرانے پہ معاذ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، زیاد کے مختصر تفصیل پہ معاذ نے اسے بے دریغ گھورا تھا۔

''یار کیا ضرورت تھی ہیرو بننے کی؟''

''ہیرو تھوڑی ہی بنا تھا، بس مجھے تب غصہ تھا، ذرا سا ڈانٹ دیا مگر وہ مائنڈ زیادہ کر گئی، آپ بتائیں کچھ کر سکتے ہیں؟''

''کس قسم کا تعاون چاہتے ہو؟'' معاذ نے بھنوؤں کو اچکا کر سوال کیا تو زیاد کی باچھیں چر گئی تھیں۔

''ہر قسم کا، ولیمہ پہ جانے سے لے کر میری اس سے شادی ہونے تک۔''

''بہت فاسٹ ہے تو کاکے! خیر آج لینے کا دینا ہے، ذرا اپنی ہونے والی بھابھی سے میرا معاملہ ابھی تو سیٹ کرانا میں بھی کچھ کرتا ہوں۔''

''پرنیاں کی بات کر رہے ہیں؟ آپ کا کام تو اللہ نے خود کر دیا ہے جی۔'' جواباً وہ ہنسنے لگا تو معاذ نوری مشکوک ہو گیا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا وضاحت کرو۔''

''مطلب آپ اتنے ہینڈسم ہو اتنے پڑھے لکھے ہو لالے کوئی لڑکی احمق ہی ہو گی جو اگر آپ کو رد کرے۔'' وہ فی الفور سنبھلا اور گڑبڑا کر وضاحت دی، معاذ نے سرد آہ بھر لی۔

''تو وہ پوری نہیں تو کس حد تک احمق ضرور ہے، الٹی کھوپڑی کی، اسے نہ میری شکل صورت نظر آ رہی ہے نہ اعلیٰ ڈگریاں......''

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

زیاد گنگنایا تھا، معاذ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

☆☆☆

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر اک دن حضور ہم سے

اس وقت ذرا فراغت تھی اور زیاد کو تو ملے گلے کا کریز تھا، سب کی تیاری مکمل تھی کل انہیں فرسٹ ٹائم وادی جانے کو نکلنا تھا، زیاد اس وقت پھر ڈھولک کی شامت لے آیا تھا، نوریہ کو معاذ خود

باخصوص بلا کر لایا تھا ڈانٹ ڈپٹ کر۔

''تمہارا کیا خیال ہے تمہاری دوست چلی گئی تو تمہارا ہم سے تعلق ختم ہوگیا؟ خبردار جو ایسا سوچا بھی اسی طرح آیا کرو سمجھیں۔'' اور نوریہ وہ تو اس حکم پہ اس انداز پہ حواس کھونے لگی تھی، پھر کہاں کی ضد اور انا وہ سر کے بل چل کر آئی تھی، بھلا تھی تاب کہ انکار کر سکے، اب وہ چائے بنا کر لائی تو ساتھ پرنیاں بھی تھی۔

تب زیاد نے ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ لاگ الاپا، صرف اپنے دل کی نہیں گویا معاذ کے دل کی بھی کیفیت عیاں کی تھی، چائے کے مگ میں چینی حل کرتے پرنیاں کے ہاتھ میں لرزش اتر آئی، معاذ کی پرکشش نگاہوں کا حصار تمام تر معنی خیزیت کے ہمراہ اسی کے گرد بندھتا جا رہا تھا۔

دامن بچانے والے یہ بے رخی ہے کیسی
کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے
ہم چھوڑ دیں گے تم سے یہ بات چیت کرنا
تم پوچھتے پھرو گے اپنا قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے یہ نشان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

اس کی بدلتی نظروں کا ہی اعجاز تھا کہ پرنیاں کا اعتماد بری طرح متزلزل ہوا تھا، اس نے باری باری سب کو چائے پیش کی تھی اس کا کپ زیاد کی سمت بڑھا دیا۔

''بھائی یہ دے دیں۔''

''کس کو؟'' زیاد نے معصومیت وانجان بنے کی انتہا کر دی۔

''انہیں۔'' پرنیاں کی آنکھیں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔

''انہیں کنیں؟'' زیاد معاذ کو آنکھ مار کے مسکرایا، گویا اپنا عہد نبھانے کا آغاز کر دیا، معاذ نے اشارے سے ہی اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، پرنیاں نے اس جرح پہ حیران ہو کر زیاد کو دیکھا۔

''اپنے بھائی کو اور کنیں۔'' وہ جھلائی تھی اور سرگوشی سے ذرا ہی بلند آواز میں جواب دیا، معاذ دانستہ اپنی نگاہیں اسی پل دوسری سمت کر چکا تھا مگر دھیان کے سارے ارتکاز ادھر ہی تھے گویا۔

''سوری میں اتنے بھاری احسان نہیں لادا کرتا کسی پہ، آپ خود دے دیں نا، آپ کی لڑائی ہے ان سے؟'' نروٹھے پن سے کہتا وہ آخر میں کچھ رازداری سے بولا تھا، پرنیاں نے پہلے حیرانی پھر شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا اور لب بھینچے اٹھ کر مگ معاذ کی سمت بڑھا دیا۔

سونی راتوں کی چاندنی میں کبھی نہ تم بے نقاب آنا
میں دل پہ قابو تو رکھ سکوں گا نگاہ شاید گناہ کر دے

وہ دھیرے سے گنگنایا تھا، پرنیاں جو اس کی قربت میں آ کر ہی بوکھلائی ہوئی تھی اس پہ یہ گوہر افشانی، بوکھلاہٹ عروج پہ پہنچی تھی اور مگ سے چائے چھلک کر معاذ کے لباس کو داغدار کر گئی، زیاد کی دبی دبی ہنسی چھوٹ گئی تھی، پرنیاں کچھ اس طور بدحواس ہوئی کچھ اس درجہ سٹپٹائی کہ گھبرا کر اپنے دوپٹے سے جلدی سے اس کی شرٹ کی آستین صاف کرنے کی کوشش کی تھی، خود معاذ بھی جیسے سکتے

میں آ گیا۔

وہ حواسوں میں لوٹا تو کسی قدر بے چارگی سے بولا تھا، پرنیاں کو شدت سے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی چہرا بے تحاشا سرخ پڑ گیا تھا، معاذ کی ہنسی میں بے تحاشا دلکشی خمار اور آسودگی کا رنگ تھا، جبکہ وہ سب کے سب مسکراہٹ دبائے بیٹھے تھے۔

اسی عشق سے اسی چاہ سے
اسی مان سے اسی پیار سے
مجھے چند لمحے ادھار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں

تیزی سے باہر جاتی پرنیاں کو دیکھ کر معاذ نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی، زیاد قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

''دیکھا کہا تھا نا میں نے، آپ ہارنے کو نہیں بنے۔'' زیاد نے جوش بھرے انداز میں اس کا کاندھا ٹھونکا تھا۔

''یار میں نے تو سنا تھا کڑی ہنسے تو پھنستی ہے۔'' وہ مسمی شکل بنا کر پوچھ رہا تھا، زیاد نے گھورا۔

''آپ تو سارے مرحلے ابھی سر کر لینا چاہتے ہیں، اتنے فاسٹ مت بنیں لالے۔''

''یار محفل سونی ہو گئی ہے، کوئی جائے اسے لائے۔'' معاذ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر نیم دراز ہو گیا، انداز میں شرارت رقم تھی، نوریہ جو تب سے ساکن کھڑی یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی، پھیکے چہرے کے ساتھ جلتی آنکھوں کا رخ پھیر لیا، وہ اس کے بلانے پہ آئی تھی مگر بلانے والا اسے فراموش کر چکا تھا، وہ جا رہی تھی تو تب بھی اسے خبر نہیں ہو سکی تھی۔

☆☆☆

موسم بہت حسین ہو رہا تھا، آسمان ایکدم صاف شفاف گہرا نیلا تھا اور اس پر جگمگاتے لاتعداد ستاروں کے درمیان روشنی بکھیرتا چاند بے حد حسین لگ رہا تھا، دھیرے دھیرے چلتی پرنم ہوا نے ماحول کو سحر انگیز بنا دیا تھا، یہ ان کے سفر کا آغاز تھا، جو فجر کی نماز کے بعد ہوا تھا، بڑی کوسٹر میں یہ سفر شروع ہوا تھا اور پورا خاندان اس وقت ایک ہی بس میں سوار تھا جس کی سیٹیں بے حد آرام دہ تھیں، پرنیاں کو تو ابھی تک نیند کے جھونکے آ رہے تھے مگر اس کے دائیں بائیں بیٹھیں ماریہ اور حوریہ اسے ہرگز سونے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں، نوریہ نے ہاٹ لائن کھول کر ناشتہ سرو کرنا شروع کیا تو اسماء بھابھی بھی اس کی مدد کو اٹھ گئی تھیں، پرنیاں ضرور ہیلپ کرا دیتی مگر کل کی حماقت اور بے وقوفی کا اثر ابھی بھی زائل نہیں ہوا تھا، وہ حیران تھی اسے آخر ہو کیا گیا تھا، خوامخواہ تماشا بنا کر رکھ دیا تھا، معاذ کی پرتپش نگاہوں کا پھر سے تصور اس کے رخسار سلگانے لگا۔

ہم چلے تو ہمارے سنگ سنگ نظارے چلے

زیاد نے ہانک لگائی تھی اور نوریہ سے مگ لیتے ہوئے جان بوجھ کر چائے چھلکا دی، نوریہ نے دیکھا تھا اور نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی، جہاں زیاد کھسیایا تھا وہاں معاذ اور جنید بھائی کا مضحکہ

اڑاتا قہقہہ چھت اڑانے لگا، سب حیران ہو کر ان کی سمت متوجہ ہوئے البتہ کسی نے وضاحت طلب نہیں کی۔

''بچو کوئی نیا طریقہ ایجاد کرتے نا لڑکی پٹانے کا۔'' جنید بھائی نے اسے دھپ لگائی تھی۔

''پٹانے کو کیوں؟ میں کوئی فلرٹ تھوڑی کر رہا ہوں۔'' زیاد نے اچھا خاصا برا منہ بنا لیا تھا، معاذ نے ہمدردانہ انداز میں کاندھا تھپکا۔

''چلو بھئی ڈھولک نکالو گانے شانے گاتے ہیں۔'' ناشتے کے بعد جنید بھائی نے انگڑائی لے کر محفل جمانا چاہی۔

''ہاں ہاں نکالو انہوں نے وہ والا گانا گانا ہے، ابھی تو میں جوان ہوں۔'' معاذ کی بات پہ اجتماعی قہقہہ پڑا تھا، جنید بھائی بغلیں جھانکنے لگے۔

''جس طرح تمہارا معاملہ اٹکا ہوا ہے ناپتر میری جتنی عمر کو پہنچ کر بھی کنوارے رہنے کا خدشہ لاحق ہے مجھے۔'' انہوں نے بدلہ چکانا چاہا مگر وہ معاذ تھا اثر لئے بنا ہنستا رہا، پھر اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تھی جہان کی تلاش میں وہ اسے پپا کے ساتھ اگلی سیٹوں میں سے ایک پر نظر آیا۔

''جے یہاں آکر بیٹھو نا میرے پاس۔''

''گھاس کھا گئے ہو ڈاکٹر، یہ جہان ہے پرنیاں نہیں۔'' جنید بھائی نے پھر اسے گھسیٹنا چاہا تھا، معاذ نے براہ راست انہیں دیکھا۔

''اف اتنا غصہ، چلیں آپ پرنیاں کو لا کر میرے پاس بٹھا دیں اگر اتنے اداس ہو رہے ہیں۔'' وہ بھی ان کی طرح آواز دانستہ نیچی کر کے بولا تھا، جنید بھائی کے دانت کچکچانے پر وہ پھر جلانے والے انداز میں ہنسے گیا۔

''کچھ سناؤ نا معاذ! کیا لایعنی بحث ہے۔'' بھابھی نے ٹوکا تھا، سب نے ہاں میں ہاں ملائی، معاذ کی نگاہیں پھر بھٹکیں، پرنیاں اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی، بھابھی نے اس کی نگاہوں کا بھٹکنا محسوس کیا اور اسے ہاتھ کے اشارے سے پرنیاں کی سمت کا بتایا تھا، وہ بے ساختہ مسکرایا اور سر کو نفی میں جنبش دی۔

''نہیں یہاں بلائیں اسے کسی بہانے سے۔''

''بری بات ڈاکٹر صاحب! اپنے مقصد کو انسان کو خود جدوجہد کرنی چاہیے۔'' بھابھی نے جواباً سرگوشی کی تو معاذ انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا، پھر کاندھے اچکا دیئے۔

''حسان پانی لاؤ میرے لئے۔'' اس نے اسی رو میں آخری سیٹ پہ بیٹھے حسان کو پکارا تھا، حسان پانی لینے گیا تو معاذ نے اس کی جگہ سنبھال لی تھی۔

''یہ تو فاؤل ہے۔'' بھابھی نے چھیڑا، معاذ نے انہیں گھورنے پہ اکتفا کیا تھا، اسی پل جہان بھی پپا کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔

معاذ نے اسے اپنے ساتھ جگہ دی تھی پھر اس کی سمت جھک کر سرگوشی میں بولا تھا۔

''میں تمہاری بہن کو چھیڑنے لگا ہوں کچھ کر سکتے ہو تو کر لو۔'' جہان پہلے تو ہونق ہوا تھا پھر اتنا کھسایا کہ اسے دو تین گھونسے اکٹھے دے مارے تھے۔

''بہت بدتمیز ہو تم اور کبھی نہیں سدھر سکتے یہ لکھ کے رکھ لو میری بات۔'' جہان کی خجالت کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی، پرنیاں جو میگزین کے صفحے پلٹ رہی تھی، انہیں ایک دوسرے سے گتھا ہوتے کچھ حیرت سے دیکھا، دونوں ہی سنبھل کر شرافت کے جامے میں آئے تھے۔

''یار سنا بھی دو ڈاکٹر! تمہارے نخرے ہی آسمان پہ چڑھتے جا رہے ہیں۔'' جنید بھائی نے پھر دہائی دی تو معاذ نے انہیں مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

''گانا سننے کی طلب تو آپ کو ایسے ہو رہی ہے جیسے گانا نہ ہوا ڈرگس ہو گئے، بھابھی ان کا چیک اپ کرائیں نشہ وشہ تو نہیں کرنے لگے، مطلب عشق کا نشہ۔'' بھابھی کی گھوریوں پہ اس نے فی الفور ٹریک بدلا تھا۔

''اچھا بس کرو کچھ سنا دو، ورنہ میں زیاد سے کہتا ہوں۔'' جنید بھائی نے دھمکی دی تو معاذ نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''ہاں تو سن لیں نا زیاد سے، آئی ڈونٹ کیئر۔''

''اور جو تمہارے کسی تک جذبات نہیں پہنچیں گے، سوچو کتنا نقصان ہوگا۔'' جنید بھائی نے پچکار کر کہا تو اس کی اٹھن کچھ کم ہوئی تھی۔

''آپ نے کبھی پتھر کو پگھلتے دیکھا ہے بھلا؟'' اس کی ترچھی نگاہوں کا مرکز پرنیاں جو از حد کنفیوژڈ ہو چکی تھی۔

''گانا سناؤ گانا، فلسفہ بگھارنے کی ضرورت نہیں۔'' معاذ نے چہرے پہ بے چارگی طاری کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا، پھر گلا کھنکارتے ہوئے خصوصی طور پر پرنیاں کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔

''اجازت ہے؟'' پرنیاں بری طرح چونکی اور گھبرا کر متحیر نظروں سے اسے دیکھنے لگی جبکہ باقی سب بھی اس کی حرکت پہ حیران رہ گئے تھے۔

''ظاہر ہے یہ آپ کو ہی ڈیڈی کیٹ ہوگا تو اجازت تو چاہیے نا آپ کی؟''

شوخ رنگ آنکھیں، متبسم شریر تبسم کا لہجہ اور توجہ و انداز کی خاصیت پرنیاں کے تو چھکے چھوٹنے لگے تھے، وہ لمحوں میں پسینوں میں نہا گئی، شنگرفی ہونٹ کپکپانے لگے، جہان نے معاذ کو کالر سے پکڑ کر پیچھے کھینچا تھا اور اسے تادیبی نظروں سے دیکھا، پرنیاں کا رنگ فق تھا اور آنکھوں میں نمی لہرانے لگی تھی، وہ ایکدم اٹھی اور وہاں سے جانے کو آگے بڑھی تھی کہ بھابھی نے بروقت اسے تھام کر واپس بٹھایا اور اپنے ساتھ لگا لیا، وہ دھیرے دھیرے کپکپا رہی تھی، معاذ کی اس درجہ شوخی اور کھلم کھلا جسارت نے اسے سراسیمہ کر دیا تھا، اسے یوں اپنا تماشا بننا کبھی بھی اچھا نہیں لگتا تھا، مگر جب سے معاذ سے اس کا سامنا ہوا تھا، وہ قدم قدم پہ اسے تماشا بنا رہا تھا، اس کے اندر خالی پن بکھرنے لگا، اس کی حالت کی وجہ سے ہی معاذ پہ ہر طرف سے نقطہ چینی ہونے لگی۔

''حد ہوتی ہے مذاق کی بھی معاذ! اور تم نے ہرٹ کیا ہے نا پرنیاں کو چلو اب مناؤ اسے۔'' بھابھی نے بھی اس لعن طعن میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا، وہ پرنیاں کے آنسو بڑی توجہ سے سمیٹ رہی تھیں۔

''میں ہرگز مذاق نہیں کر رہا تھا، اور منانے کی آپ نے خوب کہی، ٹیل می کیا مجھے اختیارات حاصل ہیں کہ منانے کا مرحلہ سر کر سکوں؟ آپ کو ہی پھر شکایت ہوگی بنا کسی پرمٹ کے ان کے قریب آ جانے کے، بی کوز مجھے تو منانے کا ایک ہی طریقہ آتا ہے گلے لگا کر آنسو پونچھنے کا۔'' اس کی آنکھوں میں ہنوز شرارت مچل رہی تھی، زیاد کو زبردست اچھو لگا تھا، بھابھی کلس کر رہ گئیں، پرنیاں نے بے اختیار جلتے چہرے کا رخ سرعت سے پھیرا تھا۔

''بہت اونچا نہیں اڑنے لگے ہیں آپ؟'' بھابھی جل کر بولی تھیں، باقی سب ہنسی ضبط کر رہے تھے۔

''کہاں اڑ رہا ہوں جناب! میرے تو پر کٹے ہیں، ورنہ اتنا بے بس ہوتا؟'' اس کی آنکھوں میں ہونٹوں پہ تبسم کی شوخی تھی، پرنیاں کا وجود اس کی پرتپش فقرے بازی سے جل اٹھا تھا، بات کہاں سے کہاں جا پہنچی تھی۔

''مطلب کی بات کرو صاحبزادے۔'' جنید بھائی نے بڑے پن سے ڈانٹا مگر وہ ذرا جوان کے رعب میں آیا ہو۔

''مطلب کی بات یہ ہے کہ میں اپنی چیزوں سے کبھی دستبردار نہیں ہوا کرتا، چاہے کیسے ہی ناموافق حالات کیوں نہ ہوں، سب سن لیں۔'' اس نے پہلے پرنیاں پھر بہت فاصلے پہ بیٹھے پپا کو گویا سنایا تھا، لہجے میں خودسری، ہٹ دھرمی، سرکشی کے علاوہ سرد مہری بھی تھی، پرنیاں دہل سی گئی، اس نے سہم کر بھابھی کو دیکھا، جانے کیوں اس پل اسے لگا تھا معاذ اس حقیقت سے آگاہ ہے جسے اپنے تئیں وہ چھپا ہوا سمجھ رہے ہیں، بھابھی نے بے اختیار اسے ساتھ لگا کر تھپکا گویا تسلی سے نوازا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟'' بھابھی نے گویا پرنیاں کے دل کی بات کی تھی۔

''مقصد یہ کہ میں اپنی زندگی کا فیصلہ اپنی مرضی سے کروں گا، چاہے پپا کتنے ہی خفا کیوں نہ ہوں؟'' اس نے ایک بار پھر پرنیاں کو دیکھ کر خصوصیت سے جتلایا۔

''میں انہی محترمہ سے شادی کروں گا چاہے یہ بھی کتنا ہی اکڑیں۔'' اس نے اب کے مخصوص پرنیاں کو ہی سنایا تھا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، وہ رخ پھیرے ہوئے تھی، معاذ اس کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا اس کے باوجود پرنیاں کو اس کی نظروں سے اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ سنانے کی زد پہ تھی، اسے معاذ سے بہرحال اتنی ہٹ دھرمی اور جرأت کی توقع نہیں تھی۔

(جاری ہے)

''سانحہ ارتحال''

ہماری قاری نرگس سحر جو حنا کے مستقل سلسلوں میں شرکت کرتی ہیں گزشتہ دنوں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا، ادارہ حنا نرگس کے غم میں برابر کا شریک ہے اللہ تعالیٰ ان سب گھر والوں کو صبر عطا کریں اور مرحومہ کے درجات کو بلند کریں آمین۔

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

سولہویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں، معاذ کے التفات پہ مضطرب ہے، اسے ہرگز سمجھ نہیں آتی معاذ کی یہ توجہ اور چاہت کے مظاہروں میں کس درجہ سچائی اور اخلاص ہے دوسری جانب معاذ کو پرنیاں کا یہ سپاٹ اور ترش رویہ کبھی ہرٹ بھی کرتا ہے مگر وہ مستقل مزاجی کے ساتھ اس کا دل جیتنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

ہجر و نارسائی کے ساتھ رقابت کی آگ جہان کو جلا کر خاکستر کیے دے رہا ہے، معاذ یہ اس کی وضاحتیں آشکار ہوتی ہیں تو اس کا اضطراب اور ملال ایکدم بڑھ جاتا ہے مگر وہ لاچاری محسوس کرنے کے سوا کچھ کرنے سے قاصر ہے۔

زیاد، نوریہ کی بے اعتنائی کو محسوس کرتا پریشان ہے اور معاذ سے بالخصوص مدد کی درخواست کرتا ہے، معاذ اس کی مدد کا وعدہ کر لیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

سترھویں قسط

''اچھا یار چھوڑو نا یہ بحث، تم ہمیں گانا سنا رہے تھے۔'' جنید بھائی نے نرمی سے کہہ کر ماحول کی گمبھیرتا کو پھر سے خوشگواری میں بدلنا چاہا۔

''میرے الفاظ اب بھی وہی ہیں، میں یہ سانگ انہیں ہی ڈیڈیکٹ کروں گا۔'' معاذ کے لہجے کی مضبوطی اور رسان میں فرق نہیں آیا تھا، زیاد کھانسا۔

''لالے آپ کو یاد ہو تو پرنیاں جی نے آپ کو اجازت نہیں دی۔''

''نہ دیں اجازت، میں اپنی مرضی کا مالک ہوں اور بھائی یہ آپ کیسے بیٹھیں ہیں، لوگوں کو گھیر گھار کر، فاصلے پہ ہوں، ان پہ صرف آپ کی اجارہ داری نہیں ہے۔'' اس کی بے باکی کا گراف دھیرے دھیرے اونچا ہوتا جا رہا تھا، زیاد کسی طرح بھی اپنے قہقہے کا گلا نہیں گھونٹ سکا، جہان نے پرنیاں کے احساسات کی پرواہ کرتے ہوئے معاذ کے بازو کو دبوچ کر تنبیہ انداز میں دبایا تھا۔

جو بھی آتا ہے تیرے پہلو میں جگہ مانگے ہے
ہم کہاں تک تیرے پہلو سے سرکتے جاویں

اس کا لہجہ ابھی بھی احتجاجی تھا مگر شرارت کا رنگ لئے ہوئے، بھابھی کو گھوریوں میں گراں قدر اضافہ ہوا، معاذ نے ان کے سامنے ہاتھ باقاعدہ جوڑے تب وہ ذرا سا پرنیاں کے سامنے سے سرکی تھیں، معاذ کو اس کے چہرے کا محض ایک رخ نظر آ سکا، جو بے تحاشا سرخ ہو رہا تھا وہ دل آویزی سے مسکرایا پھر باقاعدہ گانے کا آغاز کیا تھا۔

جان وے جان لے حال دل
جان وے بول دے حال دل

ماحول ایک دم پرسکون ہو گیا، بس اس کی آواز کا بھاری پن تھا، دور افق پہ پھوٹتی شفق کی لالی کھڑکی کے باہر تیزی سے بدلتے مناظر اور وہ خود جس کا دل متضاد کیفیات کا شکار تھا، معاذ کی اہمیت دل کو بھا رہی تھی تو اس کا یہ چلبلا پن، وہ کیا کہتی تھی شاید اسے خود خبر نہ تھی۔

آ جا تیرے سینے میں سانس سانس پگھلوں میں
آ جا تیرے ہونٹوں سے بات بات نکلوں میں
تو میری آگ سے روشنی چھانٹ لے
یہ زمیں آسماں جو بھی ہے بانٹ لے
جان وے جان لے حال دل
جان وے بول دے حال دل

پرنیاں کو لگا اس کا دل اس کی آواز کے ساتھ کھینچ رہا ہو، ایک جادو تھا، ایک سحر جو اس پہ چھاتا جا رہا تھا، یا شاید وہ خود ساحر تھا جو منتر پڑھ رہا تھا اور سب کچھ اپنے لئے ہموار کرتا جا رہا تھا، وہ گم صم بیٹھی تھی، جیسے خود کو بھی فراموش کیے۔

آ جا تیرے ماتھے پہ چاند بن کے اتروں میں
آ جا تیری آنکھوں سے خواب خواب گزروں میں
جان وے جان لے حال دل

جان وے بول دے حال دل

اس کی آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ وہ سب جھوم رہے تھے، معاذ کو گانے میں ملکہ حاصل تھا یہ سب مانتے تھے، مگر اب یہ رنگ پرنیاں پہ بھی یقیناً چڑھا تھا، اس نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا تھا، وہ جو بے حد حسین تھی اتنی کہ دیکھنے والا مبہوت ہو جاتا تھا، شہد آگیں بڑی بڑی آنکھیں جن میں حزن و ملال بسیرا کیے رکھتے تھے، کھلے گلاب جیسے عارض جو کبھی گلابی ہو کے کبھی سرخ چھوٹی سی ستواں ناک، جو کبھی اسے مغرور ظاہر کرتی کبھی بے نیاز، مگر بلاشبہ اس کے حسن میں تمکنت تھی وقار تھا اتنی چھوٹی عمر میں لڑکیاں عموماً بے وقوف اور حد درجہ شوخ ہوتی ہیں مگر وہ ہمیشہ پروقار نظر آتی تھی، یہی وقار اس کے حسن کو مزید نکھارتا تھا، وہ لاکھوں کے مجمع میں بھی منفرد نظر آیا کرتی، اس کے انداز میں ایک شان اور تمکنت تھی کہ معاذ یوں بہت کم کسی سے متاثر ہوا تھا مگر وہ اسے لمحوں میں اپنا اسیر بنا گئی تھی اس وقت بھی وہ دل کی تمام شدتوں سے اس کے لئے اپنے جذبے آشکار کر رہا تھا۔

آ جا تجھے ہاتھوں پہ قسمتوں سا لکھ لوں میں
آ جا تیرے کاندھے پہ عمر بھر کو چنکوں میں
جان وے بول دے حال دل

وہ خاموش ہوا تو اس کو زبردست انداز میں سراہا گیا تھا، پرنیاں نے چونک کر سر اونچا کیا تھا، وہ دل و جان سے اسی کی سمت متوجہ تھا، نگاہیں چار ہوتے ہی نہایت عجلت میں سلیوٹ مارا تھا، پرنیاں نے گڑبڑا کر نگاہوں کا زاویہ بدل ڈالا، معاذ نے گہرا سانس کھینچا۔

''میں نے کہا تھا نا یہ پتھر ہے بے اثر ہے سب کچھ۔'' اس نے جیسے جہان سے شکایت لگائی تھی، وہ اپنے کسی خیال سے چونکا۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

زیاد نے جانے کب کا بدلہ چکایا تھا، معاذ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکا، اس کا سیل بجنے لگا وہ اس سمت متوجہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆

جس وقت وہ لوگ وادی پہنچے دن آدھے سے زیادہ سفر کر چکا تھا، حویلی تک پہنچے سے قبل خواتین نے اپنے میک اپ اور بال از سر نو سنوارے تھے، وادی کے آغاز کے ساتھ ہی سرسبز راستے کو بھی انہوں نے اشتیاق بھری نظروں سے دیکھا تھا، جیسے جیسے سرسبز علاقہ وادی کی جانب جا رہا تھا، ماحول کی خنکی بڑھتی جا رہی تھی، سورج کی تپش نہ ہونے کے برابر تھی گویا تیمور کا دوران سفر ایک بار فون آیا تھا زینب البتہ کئی بار کال کر کے پوچھ چکی تھی، گاؤں سے باہر پختہ سڑک حویلی تک جاتی تھی جس پہ وادی کا کوئی اور باشندہ پاؤں رکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا تھا، سڑک کے دونوں اطراف صنوبر کے درخت تھے جن کے سوکھے پتے تارکول کی سڑک پہ ہوا سے اڑتے تھے، پوری حویلی دن کے وقت بھی جلتے بجھتے رنگ برنگے برقی قمقموں سے دہک رہی تھی، ان کی گاڑی پھاٹک تک پہنچنے سے بھی قبل گیٹ کھول دیا گیا تھا، پورٹیکو میں مزید کئی گاڑیاں کھڑی تھیں، وہ سب ایک ایک کر کے نیچے اترنے لگے، پرنیاں نے کھڑکی سے باہر وسیع و عریض سرسبز لان پہ اپنی نگاہیں جما

دیں، دن روشن تھا مگر سرمئی بادلوں سورج کی تپش چھین لی تھی، گہرے بادل یہاں وہاں اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے تھے، حویلی کے اندرونی حصے سے تیمور خان اپنے والد اور دیگر مرد حضرات کے ساتھ اسی سمت تیزی سے آتا ہوا نظر آیا، وہ باری باری سب کے گلے مل رہا تھا، جبکہ خواتین کا استقبال تیمور خان کی بہنوں نے کیا تھا، کوٹھی کیا تھی وسیع و عریض محل تھا، جدید اور قدیم کے زبردست تقابل کے ساتھ، ہر جگہ خصوصی آرائش نظر آ رہی تھی، زنان خانے میں ہر سو خواتین کا بسیرا تھا، سرسراتے آنچل، کھنکتے قہقہے، دمکتی نگاہیں، شور ہنگامہ، حویلی کا کونہ کونہ بھرپور مہک سے معطر تھا، انہیں تیمور خان کی بہن زرلالے اپنی معیت میں زینب کے کمرے تک لائی تھی، زینب جیسے انہی کی شدت سے منتظر تھی، والہانہ انداز میں ایک ایک سے گلے ملی، ہلکے پنک سوٹ پہ بھاری کامدار دوپٹہ میں سونے کے بیش قیمت مگر نفیس زیورات سے سجی وہ قیامت خیز حد تک حسین لگ رہی تھی، چھت سے نکلتے فانوس کی چمک دمک بھی گویا اس کے سامنے ماند پڑ گئی تھی۔

''کیسی ہو پری؟ میرے لالے کے ساتھ صلح ہوئی تمہاری؟'' پرنیاں سے گلے ملتے ہوئے اس نے شوخی سے آنکھیں نچائی تھیں، پرنیاں کے گلابی رخساروں پہ لہو چھلک آیا، اس نے بے ساختہ ہونٹ کاٹے تھے۔

''یار مانا تم بہت حسین ہو، مگر لالہ بھی کسی سے کم نہیں، کیا تمہیں میری بات سے اتفاق نہیں۔'' زینب نے اس کی کیفیت نوٹ کی تھی جبھی قائل کرنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی، پرنیاں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی تھی، زینب کو اس سے دھیان ہٹانا پڑا کہ مما اور مما جان آگے بڑھ کر اس سے ملنے لگی تھیں۔

زینب کے لئے شہر سے ہی بیوٹیشن کو بلوایا گیا تھا، میرون کلر کے خوب گھیر دار پشواز میں ولیمہ کی دلہن بن کے اس پہ ایسا نکھار آیا تھا کہ گلاب بھی اس کے چہرے کی تازگی کے آگے ماند پڑ گئے تھے، زینب کی بات بے بات ہنسی اس کی طمانیت اور آسودگی کی گواہ تھی، فوٹو سیشن کے لئے جب تیمور خان وہاں آیا تب نوریہ نے پہلی بار دونوں کو بغور دیکھا تھا، وہ واقعی بہت شاندار جوڑی تھی، مگر پھر بھی کچھ تھا ایسا کہ وہ جہان سے کم لگتا تھا، وہ لب بستہ کھڑی تھی جب زینب نے اسے اشارے سے اپنی طرف بلایا تھا۔

''تم کہاں چھپی ہوئی تھیں؟ اب نظر آئی ہو مجھے۔''

''میں سب کو ہمیشہ بعد میں ہی نظر آتی ہوں، اس میں تمہارا نہیں شاید میری قسمت میرے چہرے کا قصور ہے۔''

نوریہ جس فرسٹریشن کا شکار تھی اسی قسم کا جواب دے سکتی تھی، راستے بھر معاذ کی شوخ جسارتوں اور بے لگام ہوئی نظروں نے اسے کیسے کیسے خودترسی کا شکار نہیں کیا تھا، وہ خود کو لاکھ بے نیاز ثابت کرتی رہی تھی مگر اذیت تھی کہ پنجے گاڑھے جاتی تھی اس کے اندر، زینب نے بے حد حیران ہو کر اسے دیکھا تھا، پھر ایکدم اسے گلے سے لگا لیا۔

''نوری کیا ہو گیا ہے جان! ٹیک اٹ ایزی۔''

یہ بھی شکر تھا کہ اس وقت سب لوگ کھانا کھانے کے لئے جا چکے تھے، فوٹو سیشن بھی ختم ہو چکا

تھا، کمرے میں وہ دونوں تنہا تھیں، نوریہ تو جیسے کسی ایسے سہارے کی ہی منتظر تھی، بری طرح سے بلک اٹھی۔

''تمہیں کیا ہو گیا تھا اسی رات؟ مجھ سے بھی تم پہچانی نہ گئی تھیں، میں بدل گئی تو کیا ہوا؟'' معاً وہ تھمی اور کچھ اور شدت سے بلکنے لگی۔

''میں نہیں ہو سکتی ایزی زینی! میں نہیں سنبھال سکتی خود کو، قسم سے مر جاؤں گی اگر یہی صورتحال رہی وہ میرے سامنے آ جاتے ہیں تو مجھے نہیں پتہ مجھے کیا ہو جاتا ہے، میں خود کو بھول جاتی ہوں میری بصارتیں میری سماعتیں میری رگ رگ میرے اعصاب جیسے کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں رہتا، میں بے بس ہو جاتی ہوں۔''

وہ زار و قطار رو رہی تھی، زینب ششدر تھی، وہ تو اسے چپ کرانا بھی بھول گئی تھی جیسے، یہی وہ لمحے تھے جب پرنیاں اپنے دھیان میں اندر آئی تھی مگر زینب سے لگ کر بری طرح سے بلکتی نوریہ کو دیکھ کر اس پہ حیرانی گھبراہٹ اور پریشانی نے ایک ساتھ حملہ کیا تھا، زینب بھی قدرے گڑبڑائی تھی، نوریہ تو حواسوں میں ہی نہیں تھی۔

''کیا ہوا نوریہ؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟''

پرنیاں جس کے قدم گویا زمین نے جکڑ لئے تھے خود کو سنبھال کر تیزی سے ان کی جانب آ گئی تھی، نوریہ نے آنسوؤں سے جل تھل آنکھوں سے اسے دیکھا اور کچھ کہے بغیر زینب سے الگ ہو کر آنکھیں اور چہرا رگڑ کر صاف کرنے لگی، پرنیاں کا سوال اس نے یکسر نظر انداز کر دیا تھا، پرنیاں نے حیرانی سے اس کا یہ انداز دیکھا تھا پھر اس کی سوالیہ استعجابی نظریں زینب کی جانب اٹھی تھیں۔

''انہیں کیا ہوا ہے زینب؟'' قدرے محتاط انداز تھا اب اس کا شاید وہ نوریہ کے ساتھ زینب کے بھی گریز کو پا گئی تھی۔

''کچھ نہیں پری! مجھ سے بہت دوستی ہے نا اس کی ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے کے خیال سے پریشان ہے۔'' زینب پھیکے سے انداز میں کہہ رہی تھی مگر اس کے چہرے پہ صاف صاف جھوٹ لکھا ہوا تھا، پرنیاں کچھ نہیں بولی، گاہے بگاہے اس کی نگاہ نوریہ پہ اٹھتی تھی جس کی ناک اور آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہو رہی تھیں، اسے یاد تھا شاہ ہاؤس کے دیگر مکینوں کی طرح نوریہ نے اس سے نہ تو بے تحاشا محبت و اپنائیت کا اظہار کبھی کیا تھا نہ ہی کبھی اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش، بلکہ پچھلے ایک ہفتے سے وہ شاہ ہاؤس میں تھی اور اس کی جھجک بھی قدرے کم ہو چکی تھی تو باقی سب کے ساتھ ساتھ پرنیاں نے نوریہ سے بھی گھلنے ملنے کی کوشش کی تھی مگر نوریہ کے رویے کی وجہ سے یہ کوشش ہر بار ناکامی کا شکار ہوتی رہی تھی، پرنیاں نے زیادہ غور اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی تھی شاید نوریہ فطرتاً کم گو اور ریزروڈ نیچر کی مالک ہو، مگر پھر اسے کچھ کلک ہونے لگا تھا، جو اسے سمجھ آ رہی تھی وہ اتنا خوشگوار نہیں تھا، جبھی وہ قدرے گم صم ہو کر رہ گئی تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو پری؟'' نوریہ واش روم میں منہ ہاتھ دھونے کی غرض سے گئی تو زینب نے اسے پکارا تھا، پرنیاں نے خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا یوں جیسے اس کی بات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہی ہو۔

''تمہیں کیسے لگے تیمور اور ہماری حویلی؟'' وہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی، پرنیاں خود کو سنبھال کر رسان سے مسکرائی۔

''سب کچھ بہت اچھا ہے، خدا تمہارا نصیب اچھا کرے۔''

''تیمور کہہ رہے ہیں تم لوگوں کو یہاں کچھ دن روک لیں گے، دیلی کا وزٹ کرنا، بہت رومنٹک جگہ ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے اس جگہ صرف انہی لوگوں کو آنا چاہیے جو سنگل نہ ہوں تم لالے کے ساتھ پہلی بار آئی ہو، آئیڈیل جگہ ہے، انجوائے یور سیلف۔'' پرنیاں کے چہرے پہ ایکدم سنجیدگی چھا گئی تھی۔

''میری اسٹڈی کا بہت حرج ہو رہا ہے زینب، پھر سہی، یہ فائنل ائیر ہے میرا، یونو پچھلے تین سالوں کا بھی یہی نچوڑ ہے۔'' اس نے صاف دامن چھڑایا تھا، زینب نے سر جھٹک دیا۔

''ایک دو دنوں سے کچھ فرق نہیں پڑے گا، ایسا وقت بار بار نہیں آیا کرتا، تم لوگوں کے لئے تیمور نے انیکسی میں قیام کا انتظام کیا ہے، الگ تھلگ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''

اب کے پرنیاں نے کچھ جواب نہیں دیا، یہ بحث لایعنی تھی، یہاں اس کی نہیں بڑوں کی مرضی چلنی تھی۔

''لالہ اور جے کیسے ہیں؟''

''یہ آپ نے ان سے ہی لالہ کا کیوں پوچھا؟'' بھابھی کے ساتھ حوریہ اور ماریہ بھی کھانے کے بعد کمرے میں آ گئی تھیں، ماریہ نے اس کا فقرہ اچکا۔

''لالہ کا تو پرنیاں سے ہی پوچھوں گی نا، البتہ زیاد بھائی کا میں نے نوری سے احوال دریافت کرنا ہے۔'' واش روم سے برآمد ہوئی نوریہ کو شوخ نگاہوں کی گرفت میں رکھ کر زینب نے فقرہ چست کیا تھا اس کا رنگ متغیر ہوا تھا، پرنیاں کی نگاہ لحہ بھر کو اس کے چہرے پہ ٹھہری تھی اور پھر جھک گئی۔

''مجھ سے کیوں؟ میں نے تمہارے بھائی کا حساب کتاب نہیں لکھ رکھا۔'' نوریہ بری طرح سے تڑخی تھی، زینب نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔

''مگر انہوں نے تو رکھا ہوا ہے نا۔''

''شٹ اپ زینی!'' وہ ضبط کھو کر چیخ پڑی تھی۔

''ریلیکس جانو کام ڈاؤن۔'' بھابھی نے بروقت نوریہ کو اٹھ کر سنبھالا، وہ شدت غیض سے جیسے کانپ رہی تھی۔

''خود کو سنبھالو نوری کیا ہو گیا یار۔''

''سب کو سمجھا دیں، آئندہ مجھ سے ایسی بات کوئی نہ کرے، نہیں پسند مجھے۔''

وہ یونہی وحشت زدہ سی چیخ گئی تھی، بھابھی نے اسے زور سے اپنے ساتھ بھینچ لیا، پرنیاں بھونچکی رہ گئی تھی۔

''ٹیک اٹ ایزی نوری! کوئی نہیں کہے گا، ریلیکس۔'' بھابھی اسے یونہی ساتھ لگائے تھپکے گئی تھیں، وہ لمحوں میں نڈھال ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ولیمہ کے اگلے دن بھی زینب کے سسر نے انہیں واپس آنے کی اجازت نہیں دی تھی، انداز میں اتنا خلوص اور اصرار تھا کہ انکار کی گنجائش نہیں بچی تھی، انیکسی میں ان کے قیام کا انتظام تھا، کھانے کے بعد وہ لوگ وہاں آئے تو زیاد کا موڈ پھر جا گنے اور باتیں کرنے کا تھا۔

''یار سارا دن اپنوں کی شکلیں دیکھنے کو ترس گئے، عجیب قوانین ہیں حویلی والے پٹھانوں کے۔'' اس کی نرم لو دیتی نگاہیں جس خاص انداز اور زاویہ سے نوریہ پہ اٹھی تھیں ان کی اپنی ہی ایک زبان تھی، جسے دل والے بخوبی سمجھتے تھے مگر نوریہ تو اسے خصوصی طور پر نظر انداز کرتی تھی۔

''پٹھانوں کے جیسے بھی قوانین ہیں بات اس وقت اتنی ہے دیور جی کہ آپ یہاں سے کھسکیں ہمیں سونا ہے، اتنے طویل سفر سے تھکے ہوئے ہیں۔''

سب خواتین ایک کمرے میں تھیں، لڑکے دوسرے کمرے میں تھے، بھابھی کی بات پہ زیاد کا منہ لٹک گیا تھا، اس نے سخت شاکی ہو کر انہیں دیکھا۔

''یعنی آپ ظالم سماج بن رہی ہیں۔'' بھابھی نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، پھر وہاں آئی ملازمہ سے بیٹی کا فیڈر تیار کرنے کا کہتی بہانے سے باہر آ گئیں، زیاد ان کے پیچھے تھا۔

''خیریت جناب! آپ کے انداز مجھے مشکوک لگ رہے ہیں۔''

''نوریہ کی طبیعت ٹھیک ہے نہ ہی موڈ، بہتر ہوگا تم بھی جا کر سو جاؤ۔''

''کیا ہوا ہے اسے؟'' وہ فوری طور پر پریشان ہونے لگا۔

''تھنگ اسپیشل! شاید کچھ اپ سیٹ ہے، ٹھیک ہو جائے گی ڈونٹ وری۔'' بھابھی کے کہنے پہ وہ گہرا سانس بھر کے رہ گیا پھر کچھ خیال آنے پہ بولا تھا۔

''میں خیریت پوچھ لوں اس کی۔''

''ہرگز نہیں، لڑکے تحمل کے ناخن لو، بتایا ہے نا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔''

بھابھی نے تادیبی نظروں سے گھورا بتانے والی بات بھی نہیں تھی کہ موڈ کس وجہ سے خراب تھا، زیاد نے سرد آہ بھری اور واپسی کو پلٹا تھا، اسی پل ملازمہ کی معیت میں زینب اس سمت آتی نظر آئی، ڈیپ ریڈ جدید تراش خراش کا سوٹ بالوں کا خوبصورت سا اسٹائل بنائے، دونوں کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں اور نفیس سا سونے کا سیٹ پہنے وہ ایک نئی چھب، دلکش سے روپ میں سامنے تھی، زیاد کو دیکھ کر بھاگنے کے انداز میں قریب آتے ہی اس سے لپٹ گئی۔

''کب سے ویٹ کر رہی تھی آپ کا، مجھ سے ملنے آئیں گے مگر آپ کو تو شاید احساس تک نہیں تھا، اتنی جلدی بھول گئے ہیں مجھے۔'' شکوے شکایتیں آنسو، زیاد تو بوکھلا گیا تھا، جبکہ دروازے سے نکلتا جہان اسی زاویے پہ ساکن رہ گیا تھا۔

''کیسے ملنے آتے بھئی، آپ کے سسرالیوں نے پابندیاں ہی اتنی سخت لگا رکھی ہیں۔'' زیاد صفائی پیش کرنے لگا۔

''پپا اور لالہ کدھر ہیں؟ مجھے ملنا ہے ان سے بھی، حسان وغیرہ۔'' وہ آنسو پونچھتی اس سے

الگ ہوئی، جہان جیسے اس ٹرانس سے نکل آیا اور غیر محسوس انداز میں قدم موڑے اور دوسرے دروازے سے وہاں سے باہر نکل آیا تھا، وہ خود میں ہرگز ہرگز بھی اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں پاتا تھا، کمرے سے باہر آنے کے بعد اس نے اضطرابی کیفیت میں سگریٹ سلگایا تھا اور کئی گہرے گہرے کش لئے، جس جگہ وہ کھڑا تھا وہ ایک وسیع مستطیل طرز کی لابی تھی، جس میں ہلکے براؤن رنگ کا دبیز قالین بچھا ہوا تھا، سامنے بڑی سی الماری کے عقب میں براؤن کلر کے شنیل کے وسیع صوفے تھے، وہ لمبے ڈگ بھرتے ہوئے لابی عبور کر آیا، یہ حویلی کا عقبی حصہ تھا جہاں اب وہ کھڑا تھا، یہ حصہ بھی قابل دید تھا، سرسبز ہموار اور تروتازہ لان، مرکزی لائیٹوں کی روشنیوں میں نگاہوں کے سامنے تھا، دور تک سبز مخملیں فرش کی چادر بچھی تھی جس کے کنارے کنارے تین اطراف محرابی طرز کی چھوٹی اینٹوں کی قطاریں خوش نما کیاریاں تیار کی گئی تھیں، جن میں نہایت خوبصورت پھولوں کے پودے اپنی بہار دکھا رہے تھے، وہ مضطرب تھا حویلی کی خوبصورتی اور طرز تعمیر پہ اس کی نگاہ نہیں تھی، اسے تو یہ بھی خبر نہیں تھی اس کے قدم کس سمت اٹھ رہے ہیں، معاً گھنگھروؤں کی جھنکار اور میوزک کے سرتال پہ وہ اپنے خیالات اور سوچوں سے چونک اٹھا تھا، جہاں وہ اس وقت کھڑا تھا یہ یقیناً مردانے حصے کا ہی کوئی گوشہ تھا، یہ کمرے کا پچھواڑہ تھا جس کی بڑی بڑی کھڑکیوں کی سلائیڈز کھلی ہوئی تھیں، میوزک اور گھنگھروؤں کی یہ آواز انہی کھلی کھڑکیوں سے باہر آ رہی تھی، اندر کون تھا اور کیا ہو رہا تھا اس سے اسے دلچسپی نہیں تھی، اس نے واپسی کو قدم موڑے تھے کہ نسوانی ہنسی کی جلترنگ نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا، جانے کیوں اسے یہ آواز کس قدر شناسا لگی تھی، وہ قدموں کو زنجیر پا محسوس کرتا وہیں تھما رہ گیا، اس نے گردن موڑ کر دیکھا، کھڑکیاں اتنی بلند نہیں تھیں اگر وہ قریب جا کر ذرا سی کوشش کرتا تو اندرونی منظر تک رسائی پا سکتا تھا، پھر جانے وہ کون سا جذبہ تھا جس نے اسے آگے بڑھنے اور کھڑکی سے جھانکنے پہ مجبور کر دیا تھا، حالانکہ گانے کے واہیات بول اس کے چہرے پہ سرخی پیدا کرنے کا باعث بنے تھے۔

''تم آہن اور فولاد سے بنے ہو تیمور خان! قسم سے تمہارے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ ایک بار مجھے بانہوں میں جکڑتے ہو تو تمام ہڈیاں اپنی جگہ سے ہل جاتی ہیں۔''

نیلما تیمور خان کی قربتوں میں کھلکھلا رہی تھی، یہ منظر اتنا شرمناک تھا کہ جہان کا پورا وجود تھرا اٹھا تھا اسے لگا تھا پورا وجود جل کر لمحوں میں خاکستر ہو گیا ہو، اس کی آنکھوں میں اترتے اندھیروں میں زینب کا چہرا ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا، وہ ساکن سا کھڑا اپنے اندر گونجتے سناٹے کو سن رہا تھا۔

☆☆☆

نہ کوئی فکر لاحق ہے
نہ کوئی یاد ہے باقی
مگر یہ آخری مصرعہ
ذرا سا جھوٹ لگتا ہے

اس نے کروٹ بدلی تو بے اختیار کراہ اس کے منہ سے نکل گئی تھی، کل کی ساری رات اس نے

ٹیرس پہ ٹہلتے سگریٹ نوشی کرتے گزاری تھی، اک آگ تھی جو اس کے وجود میں سلگ اٹھی تھی، چند لمحوں کو تو ایسا مجنونانہ احساس اندر سے اٹھا تھا کہ تیمور خان کو قتل کر دینے کی خواہش نے اسے پاگل سا بنا دیا تھا، وہ تھا زینب کے قابل؟ اس نے کتنی نفرت سے سوچا تھا، مگر اگلا لمحہ بے بسی کا لمحہ تھا، ہاں آگاہی اور شعور اگر ہر وقت ملیں تو حقیقت کی سفاکی کند چھری کی مانند ذبح کرتی ہے اور ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا کرتی، اس کے اندر بھی سارے سرکش جذبے اپنی موت مرنے لگے تھے، وہ کوئی حق محفوظ نہیں رکھتا تھا اس باز پرس کا، یہ زینب کا اپنا انتخاب تھا، اس کی تو حیثیت ہی ثانوی ہو کر رہ گئی تھی، اس کی آنکھیں جانے کس کس احساس کے تحت جلنے لگیں، جو کچھ زینب نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد اسے بھی غرض نہیں ہونی چاہیے تھی مگر وہ چاہ کر بھی بے حس نہیں بن سکتا تھا، یہ اس کا درد ہی تو تھا جس نے جہان کی آنکھوں سے نیند چھین لی تھی، صبح دم جب وہ کمرے میں آ کر معاذ کے برابر لیٹ رہا تھا معاذ کی اسی وقت آنکھ کھلی تھی۔

''تم اب تک جاگ رہے ہو جے؟'' اس نے نیند سے بوجھل سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا تھا، جہان نظریں چرا گیا، ستم سہتی لہو رنگ آنکھیں اور متغیر چہرے کے ساتھ وہ اس قابل نہیں تھا کہ کسی کا سامنا کر پاتا، اس نے جواب نہیں دیا تھا، معاذ کو جواب کی ضرورت بھی نہیں تھی، وہ نیند میں تھا کروٹ بدل کر پھر سو گیا، جہان کو قرار نہیں تھا، اس کے لئے نرم گرم بستر بھی کانٹوں سے بھری شعلوں سے اٹی ہوئی بے آرام جگہ تھی گویا، اسی بے قراری سے کروٹیں بدلتے جانے کب اس کی آنکھ لگی تھی کہ کچی نیند پھر ٹوٹ گئی اس کی نیند بھی پرسکون نہیں تھی، کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور تازہ پرنم ہوا کے جھونکے نئی نویلی روشن دھوپ کے ساتھ کھڑکی کے رستے اندر آ رہے تھے، انیکسی کے لان میں بہار دکھاتے صنوبر کے درختوں کا عکس گلاس وال سے ٹکراتا پانی میں ڈولتے عکس کی طرح لرزاں تھا، اس نے گہرا سانس بھر کے کمرے میں نگاہ ڈالی، تمام بستر سمیٹے ہوئے تھے، کمرے میں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا، اس نے تکیے کے نیچے ہاتھ مارا اور سگریٹ کیس تلاش کیا، لائٹر اور سگریٹ کیس تکیے کے نیچے سے اسے مل گئے تھے مگر سگریٹ کیس معاذ کا تھا، وہ بہت مہنگے برانڈ کی سگریٹ استعمال کرتا تھا، جہان نے ایک سگریٹ نکالا اور لائٹر سے اسے شعلہ دکھایا، اڑتے دھوئیں میں ایک دلکش پیکر کے خدوخال نمایاں ہونے لگے، جہان گھبرا کر اٹھ گیا، مگر اسے جھٹکا لگا تھا، وہ واقعی دروازے کے پاس کھڑی تھی، سفید شب خوابی کے ڈھیلے ڈھالے لباس میں ہمیشہ کی طرح بے حد حسین دلکش حواسوں کو چھین لینے کی حد تک دل آویز، جہان ساکن پلکوں سے اسے دیکھتا جیسے حقیقت اور الوژن میں فرق محسوس کرنے لگا۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جے۔'' وہ یاسیت سے مسکرائی تھی، جہان کے اعصاب کو جھٹکا لگا، اس نے بے ساختہ نظریں جھکا لی تھیں اور سگریٹ اٹھتے ہوئے ایش ٹرے میں مسل دیا۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' اس کا لہجہ کڑا اور انداز میں برہمی تھی، زینب نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''آف کورس آپ سے ملنے، آپ مجھ سے بھاگ کیوں رہیں ہیں جے؟'' وہ شاکی ہو کر کہہ رہی تھی، جہان نے لمحہ بھر کو سرخ آنکھیں اٹھائیں۔

''میں کیوں بھاگوں گا؟'' اس کی صبیح پیشانی پہ شکنیں اُمڈ آئی تھیں۔

''اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کل سے مجھے ملے کیوں نہیں۔'' وہ دو بدو بولی تھی، جہان نے زور سے سر جھٹکا پھر اسے دیکھے بغیر قطعیت سے پر انداز میں بولا تھا۔

''زینب تم جاؤ یہاں سے۔''

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے اور میں کیوں جاؤں، ملنے آتی ہوں نا آپ سے۔'' زینب کے انداز میں غیر معمولی طور پہ ضد اور غصہ تھا، جہان نے عاجز ہو کر اسے دیکھا۔

''میں فضول باتوں کے جواب نہیں دیا کرتا، اینڈ لسن زینب تم بچی نہیں ہو کہ ہر بات سمجھانی پڑے، یہ سسرال ہے تمہارا اور ابھی تم ان لوگوں کے مزاج اور عادات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکی ہو، ہر قدم تمہیں یہاں چونک کر رکھنا چاہیے، مگر تمہاری یہ لاپرواہی......''

''آپ کا مطلب ہے کوئی شک کرے گا مجھ پہ وائے، آپ کزن ہیں میرے جے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر برہمی سے بولی تھی، جہان کا دماغ گھومنے لگا، اس کے چہرے کے زاویوں میں سخت کھنچاؤ آ گیا تھا، اس سے قبل کہ وہ سخت ترین الفاظ استعمال کرتا معاذ ہاتھ میں کیمرا لئے اپنے دھیان میں گنگناتا ہوا اندر آیا تھا، ان دونوں کو اس طرح مقابل کھڑے دیکھ کر ٹھٹکا۔

''خیریت زینی! تم اتنی صبح صبح یہاں؟''

''میں جے سے ملنے آئی تھی کل ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی نا۔'' وہ بغیر کنفیوژ ہوئے اسی اعتماد سے بتا رہی تھی، معاذ نے ایک نظر جہان کے سرخ پڑتے چہرے اور سختی سے بھینچے ہونٹوں کو دیکھا پھر رسان سے زینب کو مخاطب کیا تھا۔

''تیمور کہاں ہے؟ جے سے ملنا اتنا ضروری تھا کہ تم یوں بے قراری سے اٹھ کر بھاگ اٹھیں، زینب عقل کے ناخن لو اب، میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تیمور اتنا براڈ مائینڈڈ ہوگا کہ تمہیں اس سب کی اجازت دے اور کوئی تک بنتی بھی نہیں ہے سو بی کیئر فل اوکے۔'' زینب کا چہرا ایکدم سے پھیکا پڑ گیا، اسے شاید اب معاذ سے اس قسم کے رویے کی امید نہیں تھی، منہ پہ ہاتھ رکھے وہ یکدم پلٹی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے چلی گئی، جہان لب بھینچے کھڑا تھا، معاذ نے زور سے سر جھٹکا۔

''نان سنس، پتہ نہیں کب عقل آئے گی اسے۔'' اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا، کیمرہ اس نے غصے میں بستر پہ اچھال دیا تھا۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے اب جے؟'' جہان اس کی آواز پہ چونکا تھا اور سر آہستگی سے اثبات میں ہلا دیا، معاذ اسے سرخ آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

''رات پھر تمہیں ٹمپریچر تھا، جے تم باز نہیں آؤ گے، سوچنے سے۔'' وہ عاجز سا ہو کر کہہ رہا تھا۔

''تمہیں لگتا ہے معاذ کہ زینب خوش ہے؟''

''مجھے نہیں لگتا۔''

جانے کیسے اس کے لبوں سے پھسل گیا تھا، معاذ نے بے طرح چونک کر اسے دیکھا، جہان کے چہرے پہ ہی نہیں آنکھوں میں بھی ان دیکھی اذیتیں رقم تھیں، ایک لمحے کو معاذ کو اپنے اعصاب کھنچتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس کے سامنے آن رکا۔

''کچھ کہا ہے ابھی زینب نے تم سے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا، انداز بگڑا ہوا اور تند تھا، جہان نے آنکھیں چرا لیں۔

''بولو جے کیا کہا ہے زینی نے تم سے؟'' وہ چیخ اٹھا تھا، اس کی آنکھیں ہر لمحہ سرخ تر ہوتی جا رہی تھیں، جہانے خائف سے انداز میں اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں اس نے کچھ نہیں کہا۔''

''پھر تمہیں الہام ہو گیا ہے ہاں؟'' معاذ نے لہجے میں غصے کا تاثر سموئے اسے گھورا۔

''زینب نے کچھ نہیں کہا معاذ بلیو می، مجھے خود محسوس ہوا۔'' اس کا لہجہ اس کا انداز صدیوں کی تھکن سمیٹ لایا تھا، معاذ کچھ دیر تک بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھتا رہا پھر ایکدم اسے گلے لگا لیا تھا، جہان کے اندر جیسے لامتناہی کرب پھیل گیا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جے! ایسا کچھ نہیں ہے ریلیکس، بس اب تم بھول جاؤ اسے۔'' وہ اسے تھپک رہا تھا، گویا اس کا دھیان بٹا رہا تھا، جہان مجروح انداز میں مسکرا کر رہ گیا۔

تجھے بھول جاؤں تو کس طرح
ابھی چاہتوں کا شعور ہے
ابھی فاصلوں میں سرور ہے
ابھی حوصلوں میں غرور ہے
تجھے بھول جاؤں تو کس طرح
ابھی سوچ ہے تیری ذات تک
ابھی یاد ہے تیری یاد تک
ابھی بدگمانی گمان ہے
ابھی خواہشوں میں عروج ہے
ابھی جسم میں ابھی جان ہے
تجھے بھول جاؤں تو کس طرح

☆☆☆

ابھی وہ لوگ ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حسان اس کے پاس چلا آیا۔

''آپ کو جہان بھائی بلا رہے ہیں؟'' پرنیاں نے حیرت سے پہلے حسان پھر حاضرین کو دیکھا تھا، مما اور مما جان کسی اہم موضوع پہ بات کر رہی تھیں متوجہ نہیں تھیں البتہ بھابھی نے نوٹس لیا تھا مگر اتنا خاص نہیں۔

''ہاں تو چلی جاؤ، سن لو بات۔'' انہوں نے عام سے انداز میں کہا تھا، پرنیاں اپنا دوپٹہ سنبھالے حسان کے ساتھ ہو لی۔

''مجھ سے کیا کہنا ہے جہان بھائی نے اور ہیں کہاں وہ؟'' حسان کی معیت میں وہ حویلی سے باہر جانے والے راستوں پہ آئی تو کسی قدر حیرانی سے استفسار کیا تھا۔

''پتہ نہیں آپ انہی سے پوچھ لیجئے گا۔'' حسان نے لاعلمی کے اظہار کو کاندھے اچکا دیئے

تھے، پھر وہ اسے وسیع پورچ میں چھوڑ کر خود وہیں سے پلٹ گیا۔

"گرے پجارو میں ہیں وہ، آپ چلی جائیں۔" حسان نے اشارے سے کچھ فاصلے پہ موجود سیاہ شیشوں والی پجارو کی سمت اشارہ کیا تھا تو یہ پرنیاں کی حیرت دو چند ہو گئی تھی، جہان کے اس عمل نے اسے متحیر کر دیا تھا، وہ الجھن بھرے انداز میں قدم اٹھاتی گاڑی تک آئی تھی اور رخ پھیرے جہان کو بے ساختہ پکارا۔

"جی جہان بھائی! خیریت ہے آپ نے یہاں کیوں بلایا مجھے؟"

"جہان کیوں بلائے گا، ہمیں ان کا معتبر حوالہ مجبوراً استعمال کرنا پڑا، تشریف رکھیے میم!" رخ اس کی سمت موڑ کر معاذ نے کسی قدر معنی خیزی سے جواب دیا تھا، پرنیاں کے سر پہ تو جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا، اس کے اعصاب جیسے سن ہو گئے، وہ حواس باختہ سی ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔

"بہت خوشی ہوئی نا مجھے روبرو پا کے، کیا کروں میں حسین ہی اتنا ہوں ماشا اللہ۔" وہ بڑی والہانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، بلکہ جذب کر رہا تھا، لبوں کی تراش میں بہت مسحور کن مسکراہٹ تھی اپنی ذات کا غرور اور زعم تھا، پرنیاں کے چہرے پہ ناگواریت کے ساتھ ساتھ تلخی بھی سمٹ آئی۔

"واٹ نان سنس، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ......" سر جھٹک کر بات ادھوری چھوڑ کر وہ ایک جھٹکے سے پلٹنے کو تھی کہ معاذ نے سرعت سے بڑھ کر اس کے بازو کو گرفت میں لے لیا تھا، پرنیاں کا اوپر کا سانس اوپر رہ گیا، اس نے تھرا کر اسے دیکھا، معاذ بھی یکا یک سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھیں پلیز۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں شائستگی بھی تھی مگر پرنیاں کے اندر تو آگ دہک اٹھی تھی۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" مزاحمت بے کار جاتی دیکھ کر وہ دبے ہوئے لہجے میں چیخی تھی، معاذ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں پرنیاں! مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی، سوری میرا طریقہ کچھ غلط تھا، میں نے آپ کو ہرٹ کیا اگین سوری۔" گاڑی کا دروازہ کھولے وہ بہت ملتجی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، پرنیاں ہونٹ سختی سے بھینچے ساکن کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں بے تحاشا نمی سمٹ آئی تھی، جو ٹپ ٹپ رخساروں پہ پھسلی یوں جیسے کرسٹل کے موتی نرم مخمل پہ بکھر جائیں۔

"مجھے پتہ ہے آپ کو مجھ پہ اعتماد نہیں ہے، شاید اس حرکت کے بعد آپ کا اعتماد مزید مجروح ہوا ہے، ٹھیک ہے آپ واپس اندر چلی جائیں۔" نظریں پھیرے چہرے کا رخ موڑے وہ بہت دیر بعد بہت بوجھل انداز میں بولا تھا، پرنیاں نے ایک نظر اسے دیکھا تھا، وہ اپنے خوبصورت بلند و بالا سراپے کے ساتھ یکا یک کتنا مضطرب اور نڈھال نظر آنے لگا تھا، پرنیاں کو عجیب سے احساس نے گھیر لیا، ہاتھ کی پشت سے گیلے رخسار پونچھ کر اس نے ایکا ایکی فیصلہ کیا تھا اور کھلے دروازے سے سیٹ پہ بیٹھ گئی تھی، دروازہ بند ہونے کی آواز پہ معاذ کچھ چونک کر متوجہ ہوا اور حیرت سے مجمد سا ہو کر کئی ثانیوں تلک وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا، پھر یہ حیرت تمام ہوئی تو اس کی آنکھوں میں

مدھم مسکراہٹ در آئی تھی۔

"تھینکس فار دس آنر مائی لیڈی۔" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد وہ اس پہ گہری نگاہ ڈال کر متبسم لہجے میں بولا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"کسی خوش فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں، میں آپ سے کلیر بات کر کے اس معاملے کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ بگڑا ہوا تھا، معاذ کھل کر مسکرایا۔

"تو کریں نا کلیئر بات، مائی پلشرر۔" اس کے لبوں کی تراش میں خفیف سی مسکراہٹ بکھری لہجہ خواب آگہیں تھا، پرنیاں جھنجھلا گئی۔

"میں کیا بات کروں، آپ بتائیں کیوں اس طرح پیچھے پڑ گئے ہیں میرے؟"

ہم کو ہی کیوں دیتے ہو پیار کا الزام
کبھی خود سے بھی تو پوچھو
اتنے حسین کیوں ہو

یہ اس کے سوال کا جواب تھا جو معاذ نے بڑے جذب کسی قدر شوخی اور ناز سے دیا تھا، پرنیاں کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، اس نے دانستہ اپنی توجہ باہر کی سمت مبذول کی تھی، گاڑی اونچی نیچی بل کھاتی سڑک پہ سرعت سے دوڑ رہی تھی، اطراف میں سرسبز مناظر نگاہوں پہ سحر طاری کر رہے تھے، آفتاب پہاڑوں کے اوپر چمک رہا تھا، ہلکی برف سورج کی حرارت سے تیزی کے ساتھ پگھل کر سڑک کو گیلا کر رہی تھی، درختوں کی ڈالیوں سے بھی اوس کے قطرے وقفے وقفے سے گرتے تھے، پہاڑوں کی زندگی ایسے موسموں اور قدرتی نظاروں کی دیوانی تھی، وہ جیسے معاذ سے بیگانہ ہو کر اسی سحر میں کھو گئی، برف پگھل رہی تھی اور زندگی میں حرارت کا احساس ہو رہا تھا، ہر شے کا حسن دو گنا ہو چکا تھا، معاذ کھنکارا گویا اس کی توجہ حاصل کرنا چاہی، پرنیاں چونکی تھی البتہ اس کو دیکھنے سے گریز کیا۔

او بے خبر تجھے کیا خبر
تیری آنکھ میں کیا جمال ہے
تجھے دیکھ لے جو اک نظر
اس کی آنکھوں میں پھر یہ سوال ہے
مجھے نیند سے کیوں جگا دیا
مجھے خواب کیسا دکھا دیا
کوئی ادا ہے کوئی نشہ ہے
کوئی سادگی کی مثال ہے
میری ہر نظر میں بسا ہے تو
میرے ہر قلم میں لکھا ہے تو
تجھے سوچ لوں تو غزل مری

نہ لکھ سکوں تو خیال ہے

''پلیز اسٹاپ اٹ، اس سب کا مقصد کیا ہے، کیوں کر رہے ہیں آپ مجھے اس طرح زچ۔'' پرنیاں کا ضبط جواب دے گیا تو چیخ پڑی، معاذ نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی، پھر اسے پرسکون انداز میں دیکھا تھا۔

''اتنی تفصیلی وجہ بتانے کے باوجود یہ سوال کر رہی ہیں؟'' وہ بے انتہا دلکش اور دل موہ لینے والی مسکان کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا، پرنیاں نے کھا جانے والی نظروں سے اس کا متبسم چہرا دیکھا۔

''آپ کی زندگی میں جو لڑکیاں آئی ہوں گی وہ ان فضول حرکتوں پہ خوش ہوتی ہوں گی، مائنڈ اٹ میرا شمار ان لڑکیوں میں نہیں ہوتا۔'' اس کی نگاہوں میں سلگتی چنگاریاں تھیں، لہجے میں زہر ہی زہر تھا، معاذ نے ایک گہری اور بھنچی بھنچی سانس بھر کے اس کے تنے ہوئے نقوش والے چہرے کو دیکھا تھا۔

''آپ میرے متعلق اتنا بدگمان ہو کر کیوں سوچتی ہیں؟'' وہ سخت عاجز ہو کر سوال کر رہا تھا۔

''کیا یہ غلط ہے کہ آپ میرڈ ہیں اور یہ کہ......''

''ایک منٹ پرنیاں! میں میرڈ نہیں ہوں، میرا صرف نکاح ہوا تھا، وہ بھی پپا کی ضد پہ، ان کے کسی عزیز کی......'' پرنیاں کے چہرے پہ آگ دہک اٹھی تھی، اس نے ہاتھ اٹھا کر جیسے معاذ کو کچھ کہنے سے روکا، اس کے انداز میں کچھ ایسا غیر معمولی پن تھا کہ معاذ فی الفور خاموش ہی نہیں ہوا بلکہ اس کی سمت سوالیہ نگاہوں سے بھی دیکھنے لگا تھا۔

''آپ اس لڑکی کو پسند نہیں کرتے آئی مین، اپنی منکوحہ کو؟'' اس نے جیسے خود پہ بہت ضبط کر کے اس سے یہ سوال کیا تھا۔

''پسند کرنے کا کیا سوال؟ میں نے اسے دیکھا تک نہیں ہے۔'' معاذ نے جیسے اپنی طرف سے صفائی پیش کی تھی، پرنیاں کا رنگ یکلخت پھیکا پڑ گیا۔

''کیوں نہیں دیکھا؟ وہ آپ کو اپنے قابل نہیں لگتی؟'' اس کے چہرے کے ساتھ اس کی آواز بھی جیسے اپنا اثر کھونے لگی تھی۔

''کہہ سکتی ہیں۔'' معاذ نے بے اعتنائی سے کاندھے جھٹکے تھے، پرنیاں کے چہرے پہ تاریک سائے لرزنے لگے، ہونٹ تشنج کے مریض کی طرح سے رنگ بدل چکے تھے، اسے لگا تھا کسی نے یکلخت اسے دہکتے الاؤ میں پھینک دیا ہو، اس کا دل رنج سے شق ہونے لگا، اتنی تذلیل ایسی بے مائیگی آنسو اس کے حلق میں آ کر کانٹوں کی طرح اٹک گئے۔

''آپ کو اس سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ میں آپ کو پسند کرتا ہوں، آپ سے شادی کا خواہاں ہوں میں آج آپ سے یہی بات کرنے کے لئے ساتھ لے کر آیا ہوں۔'' معاذ نے کہتے ہوئے اس کے جانب دیکھا اور چونک اٹھا، ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ ہمرنگ دوپٹے میں وہ گلابی پھول جیسی لڑکی کا چہرا لمحوں میں نچڑ گیا تھا، سرسوں کے زرد گلاب کی طرح پیلی رنگت اور غیر متوازن تنفس، وہ حیران رہ گیا۔

''واٹ ہپنڈ آر یو او کے؟'' وہ کسی قدر گھبراہٹ میں مبتلا ہو کر بولا تھا، پرنیاں کی ساکن ہو جانے والی پلکیں لرزیں اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا جس کی شخصیت بے حد سحر انگیز تھی تو پرفسوں لہجہ سننے والے پہ سحر طاری کر دیا کرتا تھا، وہ اس کی شخصیت سے مرعوب تھی بلاشبہ اس کی شخصیت میں مسحور کر لینے والی قوت تھی، اس کا دل رو اٹھا وہ کتنی سہولت، کتنی بے نیازی اور زعم سے اس کی ذات کی کرچیاں بکھیر چکا تھا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے وہ کچھ کہنے کے قابل کہاں رہی تھی، معاذ نے مضبوطی سے اسٹیئرنگ پہ جمے ہاتھ اٹھائے اور اپنا کوٹ اتار کر اس کے کاندھوں پہ ڈال دیا۔

''آپ کو شاید سردی لگ رہی ہے، رات کے کسی حصے یہاں برف باری ہوئی تھی، کتنا تضاد ہے نا یہاں اور کراچی کے موسم میں۔'' معاذ کے انداز میں دوستانہ بے تکلفی تھی، اس کی نگاہ ونڈ اسکرین کے پار نظر آتے گھروں پہ تھیں، جن کی چھتوں پہ برف ابھی بھی موجود تھی، پہاڑوں پر پھیلے چھوٹے بڑے عمودی چھتوں والے گھر جن میں سے اکثر لوگوں کی چھتیں ٹین کی تھیں اور کچھ ٹین ہی کی چھتوں پر سیمنٹ اور ریت کا گارا ڈال کر محفوظ کیا گیا تھا، اس کے باوجود موسم کی شدت روکنے میں ناکام تھے، پرنیاں نے اس سے نگاہ ہٹا کر اپنے کاندھوں پہ موجود اس کے گرے کوٹ کو دیکھا تھا، جس سے اٹھتی پرفیوم اور خود اس کے وجود کی مسحور کن مہک لمحوں میں اس کے حواسوں پہ چھا چکی تھی، کچھ کہے بغیر اس نے کوٹ اپنے وجود سے الگ کر کے اپنے اور معاذ کے بیچ خالی جگہ سیٹ پہ رکھ دیا، اس کے اندر ایک بے نام سے وحشت اتر آئی تھی جو چبھن بن کر مضطرب کرنے لگی تھی، معاذ نے سنجیدہ مگر ساکن نظروں سے سائیڈ پہ پڑے اپنے کوٹ کو دیکھا، ایک توہین آمیز سا احساس اس کے رگ و پے میں سرائیت کرنے لگا تھا۔

''آپ نے مجھے بہت غلط سمجھا مسٹر معاذ حسن! محبت اگر راہ چلتے ملنے لگتی تو دنیا میں فریب کھائی عورتیں دکھائی دیتیں نہ درندہ صفت مرد، یہ بہت شفاف جذبہ ہے، اسے کسی بھی نامحرم کی آنکھوں میں تلاش نہیں کرنا چاہیے، یہ قدرت کی طرف سے تحفے کے طور پہ ملتی ہے، دل بازار نہیں گھر ہے، پاکیزہ گھر جس کا دروازہ اس دستک پہ کھلنا چاہیے جو اس کا جائز حقدار ہے جسے ہم نہیں تقدیر ہمارے لئے چنتی ہے، میں حیران ہوں خدا کا منتخب کیا ہوا ساتھی آپ کی زندگی میں آ چکا اور آپ پھر بھی بھٹکتے پھر رہے ہیں، اپنے اصل کو پہچانیے، اسی کی سمت لوٹیے مجھے واپس جانا ہے، مجھے آپ سے اور کچھ نہیں کہنا۔''

معاذ کا پورا وجود سکتے کی کیفیت میں تھا، معا اس کی ساکن پلکوں میں جنبش ہوئی اور پرنیاں کے چہرے پہ آن ٹھہریں، جہاں ازلی سرد مہری اور آنکھوں میں بیگانگی اور نفرت کا بسیرا نظر آیا تھا، معاذ کو شاہانہ فطرت پہ یہ بہت سفاک اور کاری چوٹ تھی، وہ گویا ایک عالم تحیر میں گم ہو گیا تھا، وجود میں بڑھتا خون کا فشار دماغ میں ٹھوکریں مارنے لگا۔

(یہ لڑکی شاید اپنے حسن پہ بے تحاشا گھمنڈ کرتی ہے۔)

اس کی نگاہیں شعلہ ہونے لگی تھیں، ورنہ اس جیسے شاندار اور مکمل انسان کو ٹھکرانا ہرگز آسان کام نہیں تھا اس کی مردانہ انا پہ زبردست چوٹ پڑی تھی، اس نے ہونٹ بھینچے اور جھٹکے سے گاڑی

آگے بڑھا دی، گاؤں کے اونچے نیچے ٹوٹے پھوٹے راستوں پہ گاڑی بار بار ہچکولے کھا جاتی گو کہ وہ بہت اچھی ڈرائیونگ کرتا تھا مگر یہاں کے راستے اور کچھ اس کی ذہنی حالت پرنیاں کا دو مرتبہ سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے بچا ایک مرتبہ چھت سے جا کر ٹکرایا،، اس نے سخت احتجاجی نظروں سے معاذ کو دیکھا مگر اس کے چہرے پہ جو تاثرات تھے وہ اس درجہ خوفناک تھے کہ وہ کچھ بولنے اور کہنے کی ہمت نہیں کر سکی، جس وقت وہ حویلی لوٹے سر پہر ڈھل چکی تھی، ڈھلتی دھوپ پھاٹک سے لے کر لان میں پھیلی ہوئی تھی، مگر جگہ جگہ خوش نما جھاڑیوں کے شیڈ کے باعث سائے کا احساس غالب تھا، گاڑی رکتے ہی معاذ یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا اور ارادہ یقیناً اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ جانے کا تھا مگر پورٹیکو میں موجود سرخ مرسڈیز کا دروازہ کسی نے بہت عجلت میں کھولا اور گاڑی اسٹارٹ چھوڑ کر نیلما نے بہت سرعت سے لپک کر آگے جاتے معاذ کا راستہ روک لیا تھا۔

''ہائے ہینڈسم پریٹی بوائے! تم یہاں، واٹ اے سرپرائز یار، کیسے ہو؟'' اس سے قبل کہ معاذ کچھ سمجھتا، نیلما بے حد بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے گلے کا ہار بن گئی تھی، ستم یہی نہیں تھما تھا بلکہ چٹا چٹ اس کے گال کا بوسہ بھی لے ڈالا، یہ سچوئیشن اس قدر اچانک تھی کہ معاذ سٹپٹاتا بوکھلاتا رہ گیا۔

''ہٹو چھوڑو مجھے نان سنس!'' وہ اسے جھٹک کر تڑپ کر فاصلے پہ ہوا تھا اور بوکھلا کر پرنیاں کو دیکھا جو ابھی تک گاڑی میں بیٹھی تھی، ساکن اور ششدر سی اسے دیکھتی ہوئی، معاذ کا سرخ چہرا جذبات کی شدت سے دہک اٹھا، اہانت اور سبکی کے احساس نے اسے ادھ موا کر کے رکھ دیا تھا، پرنیاں بھی جیسے حواسوں میں لوٹ آئی، خود کو سنبھال کر گاڑی کا بند دروازہ کھولا اور نپے تلے قدم اٹھاتی ان کے نزدیک سے گزر کر اندرونی حصے کی جانب چلی گئی۔

''یہ پرنیاں ہے نا۔'' پرنیاں نے پورٹیکو سے نکلتے نیلما کی آواز سنی تھی، جو وہ معاذ سے ہی مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی، اس کی آنکھیں ایکدم جل اٹھیں، پتہ نہیں معاذ نے کیا جواب دیا تھا، وہ پاگلوں کی طرح دوڑنے لگی، راہ میں ٹکراتے ملازموں نے اسے حیرت کی نگاہ سے دیکھا تھا مگر وہ رکی نہیں

''پرنیاں پرنیاں......'' معاذ یقیناً اس کے پیچھے بھاگ کر آیا تھا جبھی سانس پھول رہی تھی مگر اس نے سنا ہی نہیں۔

''ادھر کہاں جا رہی ہو، یہ راستہ مردان خانے کی سمت جاتا ہے۔'' وہ زبردستی مداخلت کرتا ہوا ٹوک کر بولا، پرنیاں نے گالوں پہ بہتے آنسو صاف کیے۔

''مجھے راستہ بھول گیا ہے، مجھے نوریہ اور زینب کے پاس چھوڑ دیں۔'' وہ یونہی روتے ہوئے بولی تھی، معاذ اس سے نگاہ نہیں ملا پا رہا تھا، کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ لیا گویا رہنمائی کرنا چاہی مگر پرنیاں نے نہایت تنفر انداز میں اپنا ہاتھ اگلے ہی لمحے چھڑوا لیا، معاذ کے گویا دل پہ چوٹ پڑی تھی مگر وہ کچھ کہے بنا اس کے آگے ہو لیا تھا۔

''یہاں سے اندر چلی جائیں آپ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ جائیں گی۔'' وہ ایک جگہ جا کے تھم گیا

تھا، یہ ریڈ کارپٹ سے ڈھکی شفاف راہداری تھی، جس کے اختتام پہ بند دروازہ تھا، پرنیاں نے قدم بڑھائے تو معاذ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''جو کچھ آپ نے دیکھا......''

''میں کسی کو نہیں بتاؤں گی ڈونٹ وری، آپ خود بھی اپنا گال صاف کر لیں تو بہتر ہو گا۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ طنز آمیز تلخی سے بولی تھی اور انگلی سے اس کے چہرے کی جانب اشارہ کیا تھا جہاں نیلما کی بے باکی لپ اسٹک کے نشان کے ساتھ ثبت ہو گئی تھی، اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں تھی لمبے ڈگ بھرتے آگے بڑھتی چلی گئی تھی، معاذ کو لگا تھا وہ جاتے جاتے اسے برزخ میں دھکیل گئی ہے، اس نے جھنجھلا کر اپنا گال رگڑ ڈالا تھا۔

☆☆☆

طبیب بن کر جو آ گئے ہو میں نیم جاں تھا تو تم کہاں تھے
تمہاری الفت کی بے حسی پہ میں نوحہ خواں تھا تو تم کہاں تھے
ہر ایک گل تھا خزاں رسیدہ کہ آگ ہر سو لگی ہوئی تھی
بہار آئی تو آ گئے ہو میں نوحہ خواں تھا تو تم کہاں تھے
لہو سے دیئے جلائے ہیں تو پھر کہیں یہ سحر بھی آئی
اندھیرا جب تک طویل راہوں کا حکمراں تھا تو تم کہاں تھے
شعور گفتار آ گیا ہے نہ میرے لہجے میں زہر گھولو
مجھے اب اپنی زباں ملی ہے میں بے زباں تھا تو تم کہاں تھے

اس نے چہرے پہ تیزی سے بہتے آنسوؤں کو ہاتھ سے رگڑ کر خشک کیا اور کھڑکی سے باہر دیکھا اس کی نظر کیاریوں میں لگے پودوں پہ ٹھہر گئی، جن کے سائے بے ہنگم انداز میں دیوار پر پڑ رہے تھے، اس منظر پہ کوئی اور منظر اپنا غلبہ پانے لگا، جس نے اس کی بینائی میں خراشیں ڈال دی تھیں کتنا تکلیف دہ تھا اس کے لئے یہ سارا کچھ، وہ تو پہلے ہی مشکوک تھی اس کی جانب سے مگر صرف شک تھا نا، نیلما جیسی عورت سے اس کی شناسائی تو جیسے تابوت میں کیل ٹھونک دی تھی، اتنی بے تکلفی اور بے باکی، اف وہ لرز گئی، حجاب کے احساس سے آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔

(تو یہ ہے تمہاری حقیقت معاذ حسن! ایک بدکردار بدنام عورت سے بھی تعلق ہے تمہارا)۔ اس کا دل سسک سسک کر تڑپ تڑپ کے رویا مچل مچل کر سسکا۔

(کیا تم ہو میرے سچے خالص اور ان چھوئے جذبوں کے قابل؟ نہیں)۔ اس نے ہچکی بھری تھی، دل میں مما کی باتوں سے اور اس کے اپنے التفات کے مظاہروں سے جو گنجائش پیدا ہوئی تھی ایک بار پھر سرد مہری اور تلخی کی نذر ہونے لگی، اسے معاذ کی بوکھلاہٹ یاد آئی تو چہرے پہ زہر خند پھیل گیا۔

(تم خوفزدہ ہو کہ میں تمہارا بھید نہ کھول دوں؟ آہ سیانے کہتے ہیں، تن سے چادر ہٹانے سے اپنا وجود ہی عریاں ہوتا ہے، یہ قسمت کی ستم ظریفی ہے معاذ حسن کہ تم میرے وجود کی چادر قرار پائے ہو، تمہارا عیب ظاہر کرنا گویا میری اپنی ذات کی عریانیت ہے جو بہر حال مجھے مر کے بھی گورا

نہیں ہوگی، سوڈونٹ وری، ہاں لیکن اب تم میری نظر میں کبھی سر بلند نہیں ہو سکتے، میں اگر باکردار ہوں تو یہ میرا حق تھا کہ تم بھی میرے لئے شفاف اور باکردار رہتے میں نے اگر کبھی کسی غیر محرم کو ہاتھ بھی نہیں تھامنے دیا تو تمہاری بے باکیاں کیسے برداشت کرلوں، طے ہوا معاذ حسن تم میرے معیار پہ پورے نہیں اتر سکتے۔)

''پرنیاں یوں اندھیرے میں کیوں کھڑی ہو؟'' سب لوگ زینب کے پاس حویلی میں تھے صرف وہی عیاں نہ ہونے کے چکر میں انیکسی میں تھی اپنے خیالات میں اتنی محو تھی غرق تھی کہ کب اندھیرا کمرے میں اتر آیا اسے خبر ہی نہ ہو سکی، وہ تو خود کو بھولے ہوئے تھی۔

''معاذ کہاں لے کر گیا تھا تمہیں؟ کیا کیا باتیں ہوئیں؟'' بھابھی لائیٹس آن کر چکی تھیں، اپنی سوئی ہوئی بیٹی کو بستر پہ لٹاتے ہوئے بے حد تجسس سے بولیں، ان کے لہجے کی خفیف سی شوخی اور اشتیاق نے پرنیاں کو جیسے کوڑا سا مارا تھا، وہ جو پہلے ہی مضطرب اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا تھی، بھابھی کے مذاق کو سہہ نہ سکی، اس پہ جیسے شدید قسم کا ہسٹریائی اٹیک ہوا تھا۔

''وہ مجھے دھوکے سے لے کر گئے تھے، مجھے اگر ذرا سا بھی حسان کے بیان پہ شبہ ہوتا تو کبھی بھی ساتھ نہ جاتی اور میری ان سے ہرگز بھی اتنی بے تکلفی نہیں ہے کہ خوش گپیاں کرتی پھروں۔'' وہ بھڑک کر دبے ہوئے لہجے میں چیختی چلی گئی تھی، بھابھی جو بچی کو لٹا کر سیدھی ہو چکی تھیں حیرت رنج اور غیر یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئیں، اس کی سرخ ہو کر دہکتی آنکھیں ستا ہوا چہرا اس کے اضطراب کا گواہ تھا مگر اس کا رویہ بے حد تکلیف دہ تھا مگر انہوں نے خود کو بیک وقت سنبھال لیا تھا۔

''سوری پری! تمہیں برا لگا شاید، میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا، آئی ایم سوری۔'' انہوں نے آہستگی و نرمی سے مگر بوجھل آواز میں کہا تھا اور پرنیاں جو اپنے رویئے کی بدصورتی کا احساس ہوتے یہ متاسف اور خائف ہو گئی تھی، ایکدم چہرا ہاتھوں میں ڈھانپ کر رونے لگی تھی، بھابھی تو بری طرح سے سٹپٹاتے ہوئے اس کی جانب لپکیں۔

''سوری پری گڑیا! مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہیں......''

''مجھے معاف کردیں بھابھی! مجھے معاف کردیں، میں پتہ نہیں کیسے آپ سے اتنی بدتمیزی کر گئی، مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے، ایکچوئیلی میرے سر میں بہت درد ہے۔'' اچانک ان سے لپٹ کر وہ کچھ اور شدتوں سے مچل مچل کر روتی جا رہی تھی، بھابھی کی سمجھ میں نہیں آیا اسے کیا تسلی دی، کیسے چپ کرائیں۔

''پری میری جان! چپ ہو جاؤ، سر میں درد ہے پہلے کیوں نہیں بتایا، میں ابھی معاذ کو بلاتی ہوں آئی تھینک تمہارا بی پی شوٹ کر گیا ہے۔'' انہوں نے اس کے آنسو پونچھتے تھے پھر اسے پچکار کر نرمی سے بیڈ پہ بٹھایا۔

''آپ نے مجھے معاف کر دیا؟'' وہ سراسیمہ سی انہیں دیکھ رہی تھی، بھابھی مسکرا دیں۔

''کم آن پری! اس قدر کانشس کیوں ہو رہی ہو؟'' پرنیاں کے چہرے پہ بے بسی چھا گئی۔

''میں معاذ کو بلاتی ہوں اور چائے کا بھی کہتی ہوں تمہارے لئے۔''

''بھابھی پلیز! آپ بس مجھے چائے کے ساتھ پین کلر دے دیں۔'' اس نے معاذ کا نام سن کر

بدلے ہوئے انداز میں گزارش کی، اندر داخل ہوتے معاذ نے اس کا فقرہ سنا تھا اور گہرا سانس بھرا۔

''خیریت بھابھی کیا ہوا؟'' اس کی نظریں پرنیاں کے چہرے پہ جم گئی تھیں، سیاہ ہلکے کام کے سوٹ میں ملبوس وہ چودہویں کے چاند کی طرح دمک رہی تھی، اسے روبرو پاتے ہی پرنیاں نے ناگوار تاثرات سمیت چہرے کا رخ پھیر لیا تو معاذ کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرا گیا تھا۔

''طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پرنیاں کی، تم ذرا دیکھنا میں چائے کا کہتی ہوں۔'' بھابھی جیسے ساری ذمہ داری اس کے کاندھوں پہ ڈال کر خود باہر نکل گئی تھیں، پرنیاں نے گھبرا کر دروازہ سے غائب ہوئیں بھابھی کو دیکھا اور سراسیمہ ہو گی، اوڑھے ہوئے دوپٹے کو اس نے اضطراری کیفیت کے زیر اثر پھر سے درست کیا تھا، معاذ نے اس کی ہر حرکت کا بہ نظر غائر جائزہ لیا تھا اور جیسے بے اعتباری کے اس مظاہرے پہ سرتا پا جھلس کر رہ گیا۔

''کیا ہوا ہے آپ کو؟'' خود پہ بامشکل ضبط کرتا ہوا وہ دھیمے مگر پرتپش لہجے میں بولا تھا۔

''جو بھی ہوا ہو، آپ براہ کرم یہاں سے تشریف لے جائیں۔'' وہ از حد رکھائی اور بدتمیزی سے بولی تو معاذ کسی طرح بھی خود پہ قابو نہیں رکھ سکا۔

''پرنیاں!'' اس کے سرد لہجے میں تنبیہ بھی تھی اور دھاڑ بھی۔

''ڈونٹ شاؤٹ اوکے، یوں چیخ کر چلا کر عیبوں پہ پردہ نہیں پڑ جایا کرتا۔'' پرنیاں خائف ہوئے بغیر پھنکاری، تو معاذ کا چہرا اہانت کے احساس سے لال بھبھوکا ہو گیا۔

''جسٹ شٹ اپ، کون سے عیب، ہاں بولو۔'' وہ غصے اور سبکی سے جیسے دیوانہ ہونے لگا، اسے کاندھوں سے پکڑ کر شدتوں سے جھنجھوڑ ڈالا، پرنیاں چند ثانیوں کو تو جیسے سہم سی گئی، مگر اگلے لمحے اس نے بپھر کر اس کے ہاتھوں کو جھٹک ڈالا۔

''ڈونٹ ٹچ می، اوکے، مجھے گھن آ رہی ہے آپ سے۔'' آخری فقرہ اس نے جیسے روتے ہوئے ادا کیا تھا، معاذ نے جلتی آنکھوں اور بے اوسان سانسوں کے ساتھ اسے دیکھا تھا، اس کا ہاتھ پرنیاں پہ اٹھتا اٹھتا رہ گیا تھا۔

''کھاتی رہو گھن مجھ سے، آئی ڈونٹ کیئر، سنا تم نے آئی ڈونٹ کیئر، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہارے آگے صفائیاں پیش کرنے کی، جہنم میں جاؤ تم، پتہ نہیں خود کو سمجھنے کیا لگی ہو۔'' وہ جیسے جنونی کیفیت میں بولتا ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا، پرنیاں سکتے میں آ گئی، یہ سکتہ ٹوٹا تو معاذ کے ایک ایک لفظ نے اسے بے مایا کیا تھا وہ شدتوں سے بلک بلک کر روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

کبھی آ میرے آنگن میں ذرا شام کے بعد
مل کے مانگیں گے محبت کی دعا شام کے بعد
جن کی تقدیر میں خواب نہیں نیند نہیں
اوڑھ لیتے ہیں ستاروں کی ردا شام کے بعد
آؤ مل بیٹھ کے کچھ وقت اکٹھا گزار لیں

میں سنوں تجھ کو تو اپنی سنا شام کے بعد
وہ مجھے چھوڑ گیا شام سے پہلے پہلے
یہ نہ پوچھو میرا کیا حال ہوا شام کے بعد
وہ یہاں تھی تو ہر اک شام سجی رہتی تھی
اب تو لگتا ہے شام ہوتی ہی نہیں شام کے بعد

اس کی کشادہ آنکھوں میں سرخ ڈورے بے حد نمایاں تھے، صبیح پیشانی پہ اضطراب کی مظہر رگ بار بار ابھر کر پھڑکتی تھی، جہان نے جتنی بار بھی اسے دیکھا اس کی اضطراب میں پہلے سے اضافہ ہی پایا تھا، وہ پوچھ پوچھ ہار گیا مگر منہ سے کچھ پھوٹتا بھی نہیں تھا، گاڑی ذیلی سڑک سے نکال کر مین روڈ پہ ڈال کر جہان نے پھر اسے دیکھا اور گہرا سانس بھرا، اس وقت تارکول کی لمبی سڑک آسمان پر جا بجا بادلوں کی ٹولیوں کی وجہ سے دھوپ چھاؤں حصوں میں بٹی ہوئی تھی، گاڑی کے بند شیشوں کی وجہ سے گو اس کا احساس نہیں ہو رہا تھا مگر گاڑی سے باہر گزرنے والے درختوں کی ایک طرف کو جھکی شاخوں اور پودوں کو دیکھ کر پتہ چل رہا تھا کہ باہر اچھی خاصی ہوا بھی چلنے لگی ہے، ہوا آسمان پر بکھرے بادلوں کو یہاں سے وہاں دھکیل کر زمین پر پھیلی دھوپ چھاؤں کو بار بار اپنی جگہ بدلنے پر مجبور کر رہی تھی، وہ اس منظر کو دیکھ کر صحیح معنوں میں قدرت کی کاریگری کا قائل ہوا تھا، سڑک کے جن حصوں پہ دھوپ تھی وہاں چمکیلا سنہرا پن تھا اور جہاں بادلوں نے سایہ کر رکھا تھا وہاں نیلگوں اداسی پھیلی ہوئی تھی، ایک ہی منظر میں دو متضاد کیفیات کو یکجا کر دینا صرف اس خالق کائنات کی ہی صلاحیتوں کا معمولی کام تھا۔

''معاذ تم کچھ پھوٹو گے منہ سے یا میں تمہیں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں، نری ٹینشن۔'' جہان کا ضبط جواب دے گیا تو وہ پھٹ پڑا تھا۔

''دوسری تجویز زیادہ بہتر ہے۔''

معاذ کی بدمزاجی نقطہ عروج پہ جا پہنچی تھی، جہان نے عاجزانہ نظروں سے اسے دیکھا اور گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی۔

''معاذ کیا ہو گیا ہے یار؟''

''تم مجھے صرف یہ بتاؤ یہ لڑکیوں کی ساری قوم اتنی احمق اور بدگمان کیوں ہوتی ہے یار۔''

''کیا ہوا ہے؟'' جہان کا ماتھا ٹھنکا تھا، معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر کے کھڑکی سے باہر اپنی توجہ راستوں پہ لگے بلند قامت اشتہارات اور بورڈز پر لگا دی، لیکن جب تک اس کے ہجے مکمل ہوتے گاڑی سبک رفتاری سے آگے بڑھ جاتی، وہ آہستگی سے جہان کو ساری بات بتاتا چلا گیا، جسے سننے کے بعد جہان کی تشویش اور پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''یہ نیلما......'' وہ دانت کچکچا کر رہ گیا، پھر کسی قدر غصے سے اسے دیکھا۔

''اور تم...... بجائے ان کی غلط فہمی دور کرتے الٹا جھگڑا کرنا شروع کر دیا۔''

''پھر کیا کرتا، یار وہ مجھے اتنا غلط کیوں سمجھتی ہیں؟'' معاذ پھر بھڑ کنے لگا۔

''تو پھر ٹھیک ہے، رہنے دو ان کی غلط فہمی برقرار۔'' جہان نے کٹیلے انداز میں کہا تو معاذ نے

اسے بے دریغ گھورا۔

''اگر مجھے یہی سب کرنا ہوتا تو تمہیں انوالو نہ کرتا، محترمہ مجھے دیکھ کر ہی منظر سے غائب ہونے لگی ہیں، کیسے وضاحت دوں، کوئی سننے پر بھی تو آمادہ ہو۔'' اس پہ جھنجھلاہٹ سوار ہونے لگی تھی، جہان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''ہنسے کیوں تم؟'' وہ مرنے مارنے پہ تل گیا۔

''سوری سوری، ویسے تم وہی ہو نا جس نے ہمیشہ لڑکیوں کو اپنے پیچھے دوڑایا تھا اور کبھی تمہارے مزاج نہیں ملتے تھے، مجھے یقین نہیں آ رہا محترم معاذ حسن پرنیاں کے پیچھے پاگل ہو چکے ہیں۔''

''ہاں اڑا لو مذاق، تمہارا حق بنتا ہے، بہن ہیں نا محترمہ تمہاری، بجائے میری کوئی سفارش کرنے......'' معاذ کے چہرے سے بے بسی چھلکی، جہان کو سنجیدہ ہونا پڑا۔

''اوکے...... اوکے میں کچھ کرتا ہوں۔'' جہان کی تسلی پہ معاذ نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

دکھ دے کر سوال کرتے ہو
تم بھی غالب کمال کرتے ہو
دیکھ کر پوچھ لیا حال میرا
چلو کچھ تو خیال کرتے ہو
شہر دل میں اداسیاں کیسی
یہ بھی مجھ سے سوال کرتے ہو
مرنا چاہیں تو مر نہیں سکتے
تم بھی جینا محال کرتے ہو
اب کس کس کی مثال دوں تم کو
ہر ستم بے مثال کرتے ہو

وہ سب کے درمیان ہو کر بھی جیسے اکیلی تھی، اپنے دکھوں کربناک سوچوں اور خود اذیتی کے ساتھ، زینب کسی بات پہ زور سے ہنسی تب وہ چونکی تھی، صرف زینب نہیں باقی سب بھی ہنس رہی تھیں، اس نے خود کو ہونق محسوس کیا تھا۔

''دیوانگی کا مت پوچھو تیمور کی مجھے ساتھ آنے بھی نہیں دے رہے تھے، اتنی مشکلوں سے منایا ہے، تب بھی دو دن کی اجازت دی، کل آ جائیں گے مجھے لینے۔'' زینب کے شنگرفی ہونٹوں پہ مسکراہٹوں کی کلیاں چٹک رہی تھیں، اس کی آسودگی اس کے چہرے و آنکھوں سے عیاں تھی، وہ عجیب سی حسرت سے اسے دیکھے گئی۔

''تم اتنی خاموش کیوں ہو پری؟'' زینب نے اچانک اسے مخاطب کر لیا تھا، وہ چونک کر سنبھلی۔

''نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں۔''

''مما کیا کہہ رہی ہیں تم آج ہی ہاسٹل جا رہی ہو؟ اک دن تو رک جاؤ نا کل مجھے بھی چلے جانا ہے۔''

''میں نے ایک ہفتے کی چھٹیاں لی تھیں، آج دس دن ہو گئے ہیں، اسٹڈی کا بہت حرج ہو رہا ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی تھی۔

''کچھ نہیں ہوتا نا یار! اک دن سے کیا فرق پڑ جائے گا۔'' زینب مصر تھی، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے، اب وہ کیا بتاتی کہ معاذ حسن کی وجہ سے وہ اک لمحہ بھی اب یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی، حالانکہ جب مما سے اس کی بات ہوتی تو اس کے ہاسٹل جانے کا سنتے ہی وہ بیکل ہو اٹھی تھیں۔

''پرنیاں بیٹے! اب کیا ضرورت ہے ہاسٹل جانے کی، آپ یہاں رہو نا، میں چاہتی ہوں آپ اور معاذ زیادہ سے زیادہ وقت ایک ساتھ گزارو تاکہ انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہو آپ کے بیچ، میں چاہتی ہوں جلد آپ کی رخصتی بھی ہو جائے۔'' پرنیاں کی جان پہ بن آئی ان کی باتیں اور ارادے سن کر۔

''مما میری اسٹڈی کا ابھی ایک سال باقی ہے، اس کے بعد ہاؤس جاب بھی ہوگا۔'' اس کے انداز کی سراسیمگی کو مما نے مسکرا کر دیکھا تھا۔

''معاذ آپ کو پڑھنے سے ہٹائیں گے تھوڑی، میرا بیٹا بھی ڈاکٹر ہے بھئی۔'' ان کے لہجے میں خفیف سی شرارت تھی مگر وہ مسکرا بھی نہ سکی تھی۔

''میں جب تک اسٹڈی کر رہی ہوں مجھے ہاسٹل میں رہنے دیں مما۔'' اس نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے بے چارگی سے کہا تھا، مما کچھ دیر تک اس کے چہرے کے تذبذب کو گہری نگاہ سے دیکھتی رہی تھیں پھر اس کا گال تھپک دیا تھا گویا تسلی سے نوازا تب کہیں جا کر اس کی جان میں جان آئی تھی، اگلے دن تیمور خان زینب کو لینے چلا آیا تھا، اس وقت پرنیاں ہی لان میں تھی، اس کا سامنا ہی تیمور سے ہوا تھا، وہ اس کے سامنے یہ سخت جز بز ہو گئی، تیمور سے اس کی جان جاتی تھی، عجیب تھا اس کا دیکھنے کا انداز، اندر تک اترتی ایکسرے کرتی ہوئی آنکھیں، وہ رشتوں کا بھی لحاظ کرنے والا انسان نہیں تھا۔

''زینب اندر ہیں تیمور بھائی، آیئے اندر چلتے ہیں۔'' اسے لان میں ہی اپنے مقابل کرسی پہ بیٹھتے دیکھ کر پرنیاں بدحواس ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اسے معاذ کی وہ خفگی یاد آئی تھی جو تیمور کے سامنے یہ اسے سہنا پڑی تھی، وہ ولیمہ کا دن تھا اور پرنیاں اس دن عام دنوں سے زیادہ اچھی لگ رہی تھی، بلیک سوٹ میں اس کی شفاف گردن اور کلائیاں بے حد نمایاں تھیں، اچھی طرح دوپٹہ لینے کے باوجود وہ ایسا سحر انگیز حسن رکھتی تھی کہ دیکھنے والی نگاہ ٹھٹھک جاتی تھی اور تیمور کی نگاہ زینب کے پہلو میں بیٹھ کر بھی پرنیاں کے وجود کا بار بار حصار باندھنے لگی تھی، جسے اور کسی نے محسوس کیا ہو یا نہیں معاذ نے ضرور کر لیا تھا اور جب وہ زینب کے کہنے پہ اسٹیج پہ پہنچی تو تیمور نے اسے زینب کے ساتھ بیٹھتے ہی باتوں میں الجھا لیا تھا، اس کی گفتگو اس کی نظروں کی طرح معنی خیز تھی، پانچ منٹ بعد ہی وہ گھبرا کر اٹھ کر نیچے آ گئی تھی تو اس میں معاذ کو گھورتی خفا نظروں کا کمال زیادہ تھا۔

''اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں آپ؟ ابھی اور وہاں بیٹھنا تھا نا۔'' وہ اس پہ چڑھ دوڑا تھا، وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی چیزوں رشتوں اور احساسات کے متعلق بھی بہت جذباتی ہوتے ہیں، گو کہ وہ اس کے حوالے سے اپنے اہم رشتے سے آگاہ نہیں تھا صرف اسے خاص نگاہ سے دیکھتا تھا اس کے باوجود اتنا پوزیسو ہو رہا تھا اگر رشتے کا استحقاق معلوم ہو جاتا تو جانے یہ اجارہ داری کس حد تک جا پہنچتی۔

''کمرے میں جائیں، کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں بیٹھنے کی۔'' تیمور خان کی اس کے تعاقب میں سفر کرتی نظروں کو دیکھ کر وہ غصیلی آنکھوں سے پرنیاں کو گھورتے ہوئے بھینچتے ہوئے لہجے میں بولا تھا، اس بات پر پرنیاں ضرور اس سے ضد لگاتی اگر وہ خود تیمور کی نظروں سے ناپسندیدگی اور ناگواری کے احساس سے دوچار نہ ہوتی جبھی کچھ کہے بنا وہ اسی پل ہی انیکسی میں آ گئی تھی۔

''آپ کے پیرنٹس نہیں ہیں نا، مجھے پتہ چلا ہے، آپ کا نکاح بھی معاذ کے ساتھ بالکل اچانک ہوا ہے، ظاہر ہے آپ کی مرضی تو شامل نہیں ہوگی۔'' تیمور خان اس کے ہمراہ اندرونی حصے کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے چہرے پہ نگاہ کا فوکس جمائے بولا تو پرنیاں کی رنگت ایک لمحے کو متغیر ہوئی تھی، اس کے تاثرات اس درجہ ذاتی سوال پہ درشتی اور تلخی سمیٹ لائے۔

''کس نے کہا ہے آپ سے بہرحال جس نے بھی یہ اطلاع دی ہے بالکل غلط ہے، آپ بیٹھیے میں زینب کو بلا کر لاتی ہوں۔'' تیمور کو ڈرائینگ روم میں چھوڑ کر وہ سختی سے کہتی الٹے قدموں پلٹ گئی، پھر اس کے بعد کمرے میں آ کر وہ اپنا بیگ تیار کرنے لگی تھی، ملازمہ اسے کھانے کو بلانے آئی تو اس نے بھوک نہ ہونے کا عذر تراش کر کھانے سے انکار کر دیا تھا، ورنہ حقیقت یہ تھی کہ وہ تیمور کے سامنے سے خائف تھی، مما کچھ دیر بعد خود اس کے پاس چلی آئیں۔

''کھانا کیوں نہیں کھایا بیٹے اور جا رہی ہو؟''

''جی مما! جا رہی ہوں، مجھے بھوک نہیں تھی۔''

''چلو کچھ پھل لے لینا ساتھ میں دودھ کا گلاس بھیجتی ہوں اور بیٹے اب چکر لگاتی رہنا یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔'' وہ اسے گلے لگا کر آبدیدہ ہو گئیں، پرنیاں آہستگی سے مسکرائی تھی۔

(جاری ہے)

''دعائے صحت''

طبیعت کی ناسازی کے باعث فوزیہ غزل اس ماہ ''وہ ستارہ صبح امید کا'' کی قسط نہیں لکھ پائیں، قارئین سے فوزیہ غزل کی صحت یابی کے لئے دعا کی اپیل ہے۔

سترھویں قسط کا خلاصہ

ولیمہ میں شرکت کی غرض سے شاہ ہاؤس کے مکین حویلی میں ہیں اور اپنی اپنی جگہ سب اذیت و کرب اور ٹینشن کا شکار، معاذ پرنیاں سے بات کرنے کے غرض سے اسے اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے جہاں اک بار پھر دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوتی ہے، حویلی واپسی پہ رہی سہی کسر نیلما سے ہونے والا سامنا پوری کرتا ہے، اس کی بے باکی کا مظاہرہ پرنیاں کو معاذ سے بدگمانی کی آخری حد تک لے جاتا ہے۔

جہان ولیمہ کی رات زینب سے سامنا نہ کرنے کی خاطر حویلی کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر جہاں پہنچتا ہے وہاں تیمور اور نیلما کی بے تکلفی کا مظاہرہ اسے شاکڈ کر کے رکھ دیتا ہے۔

نوریہ زیاد کے جھکاؤ اور معاذ کی بے اعتنائی کو سہتی شدید ہیجانی و ذہنی تناؤ کا شکار ہے اور اس ٹینشن میں وہ پرنیاں کو اپنی طرف سے مشکوک کر کے ٹھکاتی ہے۔

جہان کو یقین کامل ہے، کہ زینب خوش نہیں ہے، یہ ادراک و یقین اسے شدید ہیجان میں مبتلا کر چکا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

اٹھارویں قسط

"آپ فکر نہ کریں مما میں آتی رہوں گی۔" اس نے تسلی دی تھی، زینب کو جانا تھا جبھی مما اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں، پرنیاں نے اپنی تیاری مکمل کی اور پپا کے کمرے کی جانب چلی آئی، مقصد ان سے اجازت لینا تھا، ان کے کمرے کے دروازے سے ابھی چند قدم کے فاصلے پہ تھی جب معاذ حسن اپنے دھیان میں دروازہ کھول کر باہر آیا، دونوں ایک دم ایک دوسرے کے مقابل آ گئے تھے، پرنیاں نے نگاہ چرائی جبکہ معاذ نے جم کر اسے دیکھا تھا۔

"پپا کے کمرے میں جانے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں؟ آپ کون ہوتے ہیں مجھ پر پابندیاں لگانے والے۔" وہ درشتی و نخوت سے اسے دیکھ کر کوئلے کی طرح چٹخی تھی۔

"وہاں تیمور ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہارا اس سے سامنا ہو، آئی سمجھ کہ نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرد مہری سے بولا اور اسے واپس مڑنے کا اشارہ کیا تھا، پرنیاں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ضروری سمجھا۔

"مجھے کام ہے ان سے، واپس جانا ہے مجھے۔" وہ چڑ کر بولی تھی، معاذ نے چونک کر اسے دیکھا، بڑی چادر میں لپٹی وہ جانے کو ہی تیار تھی۔

"آپ اندر چلیں مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" معاذ نے ایکدم کسی نتیجے پر پہنچ کر کہا تھا، پرنیاں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ چڑ کر بے حد تلخی سے بولی تھی اور پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی، معاذ وہیں کھڑا اس کے اکھڑے ہوئے سرد انداز کو دیکھتا کسی متفکرانہ سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

ہم ذوق نظر ذوق تماشا نہ کریں گے
وہ سامنے آئیں بھی تو دیکھا نہ کریں گے
ہر حال میں رکھیں گے بھرم اپنی وفا کا
ہم ان سے کبھی وفاؤں کا تقاضا نہ کریں گے
یہ زخم وفا حاصل ارباب وفا ہے
مر کے بھی کبھی اس کا مداوا نہ کریں گے
ہر تمنا نے دیئے ہیں داغ تمنا
اب تو یہ تہیہ ہے کہ تمنا نہ کریں گے
اخلاص کے پردوں میں ہر شخص نے لوٹا
اب ہر گز بھی کسی پہ بھروسہ نہ کریں گے

☆☆☆

پچھلے چار دن کی ٹھیک ٹھاک بیماری کاٹ کر وہ پورے پندرہ دن بعد کالج آئی تو ثنا کے بقول واقعی ہی وہاں کا ماحول یکسر بدل چکا تھا، تعلیمی ادارے کی بجائے وہ کوئی فیشن فیسٹول لگتا تھا جہاں ہر کوئی دوسرے سے سبقت لے جانے کو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا، ثناء پچھلے چار دنوں سے نئے

تقرر ہونے والے سر کا تذکرہ جوش و خروش سے کرتی رہی تھیں، ان کا ہیر اسٹائل ان کی ہائیٹ، ان کی شاندار باڈی سے لے کر دیکھنے کے اسٹائل تک ان چار دنوں میں لڑکیوں کو از بر ہو چکے تھے، خود ثنا بھی کچھ کم متاثر نہ تھی مگر اس کا حال بہر حال ویسا نہ تھا جو دیگر بے وقوف لڑکیوں کی دیوانگی تھی، وہ سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ نہیا صالحہ بھی دانیال کو ہری جھنڈی دکھا کر سر کے آگے پیچھے پھرتی ہے، اپنی دولت اور حسن کی پوری پوری نمائش لگا کر۔

کل ہی ثنا نے یہ سب سے اہم اطلاع اسے فراہم کی تھی۔

"یار پری رئیلی وہ اتنے ہنڈسم ہیں کہ انہیں دیکھ کر دل کو کچھ کچھ ہونے لگتا ہے، مجھے تو لگتا ہے تم بھی ضرور اسیر ہو جاؤ گی۔" آخری بات اس نے شرارت میں اسے چھیڑنے کو کہی تھی اور پرنیاں نے اسے گھورنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا۔

"شرم تو نہیں آتی ہے ثناء، استاد بھی باپ کے درجے پر فائز ہوتا ہے۔"

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔" ثناء نے بے اختیار کانوں کو ہاتھ لگائے اور ہنستے ہوئے لال پیلی ہونے لگی۔

"باپ!" اس کی ہنسی نہیں تھمنے میں آ رہی تھی۔

"تم نے ابھی دیکھا نہیں ہے نا انہیں، رئیلی ہم سے چند سال ہی بڑے ہوں گے، باپ کدھر سے ہو گئے؟"

"لڑکیاں تو لڑکیاں ان کی شاندار پرسنالٹی سے تو لڑکے بھی بری طرح متاثر ہو چکے ہیں، رئیلی یار ان کی سحر انگیز شخصیت کا تاثر اول روز سے ہی سب پہ اپنا تسلط جما چکا ہے، یہ سچ ہے کہ میں نے بھی پہلی بار انہیں دیکھا تو سحر زدہ سی ہو کر رہ گئی تھی، مجھے حیرت ہوتی ہے انہیں دیکھ کر کوئی اتنا شاندار بھی ہو سکتا ہے؟"

ثناء کو پھر سے تعریفوں میں رطب اللسان ہوتے دیکھ کر پرنیاں تاسف سے سر جھٹکتی رہی تھی، مگر کالج آنے کے بعد لڑکیوں کے بدلے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اسے ثناء کی بات کی صداقت کا یقین نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑا تھا ثناء نے اسے بتایا تھا نئے آنے والے سر کا آخری پریڈ ان کا ہوتا ہے یعنی ابھی کلاس میں بہت ٹائم تھا، پرنیاں ثناء کے ہمراہ کینٹین چلی آئی تھی، آرڈر کرنے کے بعد وہ دونوں کرسیوں پہ آ کر بیٹھ گئیں۔

"تم فکر کیوں کرتی ہو سب ٹھیک ہو جائے گا جان من، اگر وہ بہت خاص ہیں تو کمی تو مجھ میں بھی کوئی نہیں۔" یہ آواز نہیاں کی تھی، وہ شاید ان سے پچھلی ٹیبل پر بیٹھی کسی سے فون پہ محو گفتگو تھی۔

"یہ بھی یقیناً سر کا ذکر خیر کر رہی ہے۔" ثناء نے اس کی سمت جھک کر رازداری سے کہا تھا، پرنیاں نے توجہ نہیں دی اور مینگو جوس کے ٹن کے سیل توڑنے میں مصروف ہو گئی۔

"کیسے کہیں یہ مت پوچھو، ان کی تعریف تو گویا سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہو گی، ہم تو گئے کام سے۔" نہیاں کھلکھلا رہی تھی، ثناء نے معنی خیز نظروں سے پرنیاں کو دیکھا اور پھر کھنکاری مگر وہ بدگرا انجوائے کرتی رہی، اس نے اپنے طور پہ طے کر لیا تھا کہ ان احمق لڑکیوں کی طرح کسی قسم کا تبصرہ نہیں کرے گی، اسے ویسے یہ چھچھور پن بالکل پسند نہیں تھا۔

''تم خود سوچو مجھے کوئی ایسا ویسا بندہ اٹریکٹ اور پھر دیوانہ کر سکتا ہے ناممکن بس وہی ہے جو دیکھنے میں ساحر لگتا ہے، سورج کی اولین کرنوں میں نہا کر آیا ہوا یونانی دیوتا، مجسم وجاہت و خوبروئی، یا پھر نظر کا دھوکا، میں نے جب انہیں پہلی مرتبہ دیکھا تو اتنا مبہوت ہوئی تھی کہ حد نہیں اب بھی جب وہ سامنے آجاتے ہیں یار میں سانس تک لینا بھول جاتی ہوں۔'' اس درجہ بے حجابی اور بے باکی سے کی گئی تعریف پہ پرنیاں کی پیشانی پہ پسینہ اُمڈنے لگا، ثناء اسے جتلاتی نظروں سے دیکھتی کبھی شروع کر چکی تھی، پرنیاں کھڑی دیکھتی کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کہاں؟'' ثناء نے اسے بیگ کاندھے پہ ڈالتے دیکھ کر استفسار کیا تو پرنیاں نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''سر واثق کی کلاس شروع ہونے والی ہے، جلدی اٹھو۔''

''اُف سر واثق اور انکا بور مضمون، سوری ڈیئر اس سے کہیں مزے کی نیہاں کی گفتگو ہے، آؤ نا مزا کرتے ہیں۔'' ثناء نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھاتے ہوئے آنکھ ماری تو پرنیاں نے اسے بے حد غصے سے گھورا تھا۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے ثناء تمہارا، چلو اٹھو۔''

''نہ جی میں نہیں جانے کی، سر درد کر رہا ہے قسم سے۔'' پرنیاں کے خوفناک نظروں کو دیکھتے وہ بسوری تھی، پرنیاں نے متاسفانہ سانس بھر کے سر جھٹکا۔

''ٹھیک ہے مری رہو یہاں، میں جا رہی ہوں۔''

''جاؤ اللہ کرے تمہارا سر سے ٹاکرا ہو جائے اور پھر تمہیں ان سے بڑی بری طرح سے محبت ہو جائے، یار اتنا ہینڈسم بندہ تمہارے جیسی لڑکی ہی سوٹ کرتی ہے، ورنہ انہیں نیہاں نے اپنے دام میں پھنسا لینا ہے جو مجھے تو کم از کم پسند نہیں آنی بات۔''

ثناء نے پتہ نہیں دعا دی تھی یا بددعا، پرنیاں نے غصے میں سے اپنا جرنل کھینچ مارا تھا اور کلستی ہوئی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی، ثناء کی وجہ سے وہ پانچ منٹ لیٹ ہو چکی تھی، جب ہی بہت عجلت میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جب دوسری سمت سے آتا معاذ بھی کچھ تیزی میں تھا کہ موڑ مڑتے ہوئے دونوں کا زبردست تصادم ہوا تھا، پرنیاں کی تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا، ایک تو ماتھے پہ لگنے والی چوٹ اس پر غیر متوقع طور پہ ہونے والا معاذ حسن سے سامنا، وہ صحیح معنوں میں چکرا کر رہ گئی تھی۔

''سوری...... آر یو اوکے؟ ویسے میں حیران ہو رہا ہوں، آپ یہاں......؟ امیزنگ۔'' اس کے برعکس معاذ حسن خوشگواریت بھری حیرت کا شکار تھا، نگاہوں کی سرشاری اور تبسم بے حد وضاحت سے اس حسین حادثے کا انبساط چھلکا رہا تھا، ایک پل کو تو پرنیاں کو بھی لگا تھا کائنات کی گردش رک گئی ہو، مگر محض ایک پل کو اگلے لمحے وہ اس سے ایکسکیوز کیے بغیر اپنی کتابیں اس کے ہاتھ سے چھینتی جو اس تصادم کے نتیجے میں چھوٹ کر گر گئی تھیں اور معاذ نے ہی اٹھائی تھیں، آگے بڑھ گئی، حالانکہ اسے بھی اپنی دھڑکنیں معمول پہ لانے میں وقت لگا تھا کہ معاذ حسن کی سحر بھری مقناطیسی آنکھوں میں اس پل اپنے لئے بہت واضح نرم جذبے دکھائی دیے تھے، جن میں سچائی اور

خلوص تھا، اس کے ہونٹوں پر کتنی دلکش مسکراہٹ تھی، شرارت سے بھرپور، اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا تھا، وہ اتنا گھبرائی تھی کہ ہونٹ بھینچے آگے بڑھتی چلی گئی، اپنی ازلی خود ساختہ بے نیازی کے ساتھ، اس کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر پذیرائی کیے بغیر، تیز تیز باقی ماندہ سیڑھیاں پھلانگ گئی تو موسم میں اتنی تبدیلی آجانے کے باوجود وہ سرتا پا پسینے میں نہا گئی تھی، اس کے لئے یہ بہت غیر متوقع تھا، معاذ حسن کی آنکھوں میں اپنے لئے محبت کا رنگ محسوس کرنا، یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، زینب کی شادی کی ہر تقریب میں اس کی توجہ کے ارتکاز اور شوخ جسارتوں کے مظاہروں کو جب جب محسوس کیا تھا تو اس کی بھنورا صفت فطرت سے مسکور کر کے وہ اس سے بدگمان ہی ہوتی رہی تھی، مگر اب وہ کچھ الجھ گئی تھی، بے یقین سی بے یقین تھی، وہ جو کچھ ابھی دیکھ کر آئی تھی کیا وہ سچ تھا، وہ چکراتے ذہن کے ساتھ کشمکش و پیچ میں مبتلا تھی، جبکہ اس نظر اندازی پہ معاذ حسن کا چہرا خفت سے سرخ ہو چکا تھا، لب بھینچے اس نے سلگتی نظروں سے سیڑھیوں کے آخری سرے پہ اس کی لہراتے آنچل کو جھلک دکھلا کر غائب ہوتے دیکھا تھا، وہ ہمیشہ سراہا گیا تھا، پسند کیا گیا تھا، یہاں کالج میں آنے کے بعد تو یہ ستائش انتہا کو پہنچتی دیکھی تھی اس نے، وہ تو تسخیر کرنے والوں میں سے تھا، مگر پرنیاں کا رویہ اسے بے تحاشا ہرٹ کر گیا تھا، اس نے بہت تلخ انداز میں سر جھٹک دیا، وہ اس کے متعلق پہلی بار بہت شدت پسندی سے اور متنفرانہ انداز میں سوچنے پہ مجبور ہوا تھا۔

☆☆☆

کسی سے اس لئے دشوار ہے خفا ہونا
منانے آئے گا ہم کو بھی یار مشکل ہے
خزاں رسیدہ چمن میں بہار مشکل ہے
تمہارے بعد کہیں اعتبار مشکل ہے
عجب راز جنوں تھا جو میرے دل پہ کھلا
تیری گلی میں بھی آ کر قرار مشکل ہے
ہمارا کون ہے اہل وفا کی بستی میں
ملے گا کوئی ہمیں غم گسار مشکل ہے
کہاں چلے ہو محبت خریدنے محسن
بغیر سود کے ملنا ادھار مشکل ہے

وہ ساکن سی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر دیکھ رہی تھی، تیمور خان کی سیاہ جیپ تیزی سے برف اڑاتی دور جا رہی تھی، اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے اسٹیرنگ پہ جمے ہوئے تھے، نگاہیں سامنے بل کھاتی سڑک پر مرکوز تھیں، اطراف میں حسین مناظر پھیلے تھے مگر وہ کس درجہ بے نیاز رہتا تھا، ایکدم کول، اس کی اس سرد مہری نے تو زینب کے تمام جذبوں کو بھی ٹھٹھرا دیا تھا، وہ دیوانی تھی ایسے موسموں کی قدرتی مناظر کی مگر تیمور نے اسے حویلی میں قید کر کے رکھ دیا تھا، وہ جو مہکتے تر و تازہ گلابوں جیسی نظر آیا کرتی تھی ہر گزرتے دن کے ساتھ مرجھاتی جا رہی تھی، محض شادی سے ایک ماہ بعد ہی، وہ اندر سے ختم ہونا شروع ہو چکی تھی، شاید ٹوٹے سپنوں کی کرچیاں آنکھوں میں چبھتی ہیں تو

یونہی آنکھوں میں اندھیرے بھر جاتے ہیں، وہ خود کو جوڑتے تھکنے لگی تھی، گولڈن فریم کے اطالوی طرز کے قد آدم آئینے میں اس کا عکس بے حد نمایاں تھا، ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں میرون خوبصورت سی شال اوڑھے اس کا چہرا مضمحل تھا، اس کو پہلا دھچکا شادی کی پہلی رات ہی سہنا پڑا تھا، جب تیمور خان اس کے پاس آنے کی بجائے طوائفوں سے دل بہلاتا اور جام پہ جام اپنے اندر انڈھلتا رہا تھا، جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے بیوی اور داشتہ کے بیچ کا بنیادی اور اہم فرق بھول چکا تھا، ڈرنک کرنے کے بعد اس نے زینب سے جو تعلق استوار کیا تھا اس میں اذیت اور سبکی کے سوا کچھ نہیں تھا، مگر وہ یہ سب خاموشی سے سہنے پہ مجبور ہوگئی تھی، کس سے کہتی کہ یہ سب اس کا اپنا کیا دھرا تھا، وہ پہلے تو ہنستا رہا تھا، پھر معذرت کرنے لگا، مگر زینب کے رویئے کی شدت پسندی نے اسے پھر سے ال مینرڈ کر دیا تھا، وہ غیر شائستہ زبان میں اس کے لئے استعمال کر رہا تھا۔

''بہت پارسا ہو تم، یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو مجھے، اونہہ، ایک بات یاد رکھنا زینب بیگم کہ تم بیوی ہو میری اور ہمارے ہاں بیویوں کو سر پہ نہیں رکھا جاتا، خوش قسمت ہو تم کہ میں نے نکاح کیا ہے تم سے...... ورنہ تم جیسی لالچی عورتوں کو پیسے سے خریدنا ہمارے لئے مشکل کام نہیں ہے۔''

کتنی حقارت تھی اس کے لہجے میں اور زینب وہ تو جیسے اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی تھی، پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ جیسے ہزاروں ٹن برف کے نیچے اپنا وجود مسخ ہوتا محسوس کر رہی تھی، اس کے بعد تیمور خان سے الجھنے کی کبھی غلطی نہیں کی تھی، زینب نے دوسرے لفظوں میں اسے اپنی ذلت گوارا نہیں تھی، مگر تیمور خان کو شاید اس سے واقعی محبت تھی کہ وہ اس کی خاطر خود پہ کچھ نہ کچھ ضبط کرنے لگا تھا، سب سے پہلے اس نے جو اپنی عادت میں تبدیلی پیدا کی وہ شراب سے دوری تھی، جب وہ زینب کے پاس آتا بالخصوص ڈرنک سے پرہیز کیا کرتا تھا۔

''اتنی خاموش اور اداس کیوں رہنے لگی ہو زینی! تم مجھے ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو۔'' اسی رات وہ بیڈ پہ اس کے مقابل لیٹتے ہوئے اس کے ریشمی بالوں سے کھیلتے ہوئے جذبات سے بوجھل آواز میں بولا تھا، وہ جواباً کچھ نہیں کہہ پائی تھی، تیمور کو اس کی خاموشی نے تکلیف پہنچائی تھی۔

''کیا خیال ہے ہنی مون کے لئے سوئزلینڈ چلیں؟'' وہ اسے ہر قیمت پہ بہلانا چاہتا تھا، زینب حیران رہ گئی تھی اس مہربانی پہ۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' وہ جوش میں اٹھ کر بیٹھ گئی، اس میں شک نہیں تھا کہ اس نے تیمور خان سے محبت نہیں کی تھی، مگر سمجھوتہ ضرور کیا تھا، تیمور اس کی آنکھوں میں چمک اٹھنے والے ستاروں کو دیکھتا نرمی سے مسکرا دیا، ان ستاروں کی حقیقت کو جانے پہچانے بغیر۔

''ہاں بھئی! شادی کے بعد ہم کہیں گھومنے نہیں گئے، تو وہیں سہی۔''

''میں ضرور چلوں گی، مجھے بہت شوق ہے وہاں جانے کا تیمور، جب میں چھوٹی تھی تو لالے سے کہا کرتی تھی مجھے سوئزلینڈ دکھا کر لائیں، وہ ہر بار مجھے ڈانٹ دیتے اور بے ج ہمیشہ مجھے تسلی دیا کرتے کہ وہ مجھے لے کر چلیں گے مگر جب میں بڑی ہو جاؤں گی۔'' تیمور خان نے اس کے جگمگاتے چہرے پہ اپنوں کی یاد کی حسرت کو سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا پھر گہرا سانس بھرا۔

''تمہارا یہ کزن جہان بہت قریب رہا ہے تم سے؟ ہے بھی بہت امپریسو پرسنالٹی اس کی۔''

زینب کو جیسے دھچکا لگا تھا، وہ نہ صرف خاموش ہوئی تھی بلکہ کچھ سہم کر اسے دیکھنے لگی، شاید تیمور کو اس کے منہ سے جہان کا تذکرہ اچھا نہیں لگا تھا، وہ درست قیاس کرنے سے سخت قاصر رہی تھی، اسے یاد تھا شادی سے پہلے بھی ایک بار تیمور نے ایسی بات کہی تھی مگر تب زینب نے اتنا دھیان نہیں دیا تھا اور اس کی بات اڑا دی تھی، مگر اب یہ بے نیازی وہ چاہ کر بھی نہیں برت سکتی تھی۔

''مجھے ایسا لگتا ہے اس کی انوالومنٹ بھی تھی تم میں۔'' تیمور کے اگلے سوال نے زینب کا خشک حلق کانٹوں سے بھر دیا تھا، اس نے گھبرائی ہوئی متحیر نگاہوں سے تیمور کو دیکھا۔

''ایسا تو کچھ نہیں ہے تیمور! آپ کو شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وضاحت پیش کرتی وہ روہانسی ہو چکی تھی، جب تیمور نے ہنستے ہوئے لاپرواہی سے کاندھے جھٹک دیئے تھے۔

''اوکے بابا! میں تو ایسے ہی ایک بات کر رہا تھا، تم پریشان کیوں ہو جاتی ہو۔'' وہ اسے ساتھ لگا کر تھپک کر بولا تھا مگر زینب کی اتھل پتھل ہو جانے والی دھڑکنیں جلد اعتدال پہ نہ آسکیں، پھر ان کے ٹکٹ کنفرم ہو کر آئے تو زینب کی طبیعت اس دن اچانک خراب ہوگئی تھی، قے پہ ہونے والی قے نے اس کا اندرونی نظام درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا، اس دن زرلالے بھی آئی ہوئی تھی، زرلالے کی شادی بھی ان کے ساتھ ہی ہوئی تھی، اس کی حالت دیکھ کر وہ معنی خیزی سے مسکرائی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا تم ہنی مون پہ جاسکو۔''

''کیوں اب ایسی بھی خراب نہیں ہے میری طبیعت۔'' زینب کو یہ بات سخت ناگوار محسوس ہوئی تھی جبھی فوراً ٹوک دیا تھا۔

''یار غصہ کیوں کر رہی ہو، مجھے لگتا ہے میں پھپھو بننے والی ہوں، بڑے تیز نکلے لالہ، اتنی جلدی تمہیں ان چکروں میں ڈال دیا۔'' زرلالے نے آنکھیں نچا کر بے حد شوخی کا مظاہرہ کیا جو زینب کو ایک آنکھ نہیں بھا سکا تھا۔

''خدا نے کرے ابھی ایسی بات ہو، میں ہرگز ابھی ان جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتی۔'' اس نے تھرا کر کہا تھا اب کی مرتبہ اس کی بات نے زرلالے کو ناگواری بخش دی تھی۔

''سوچ سمجھ کر تو بولا کرو زینب! تیمور لالہ ہمارے اکلوتے بھائی ہیں، ان کے بیٹے نے ہی آگے چل کر ہماری وسیع جاگیروں کو سنبھالنا ہے، خبردار جو آئندہ ایسی بات منہ سے نکالی، اور سنو ہمیں لالہ کے بہت سے بچے چاہیے، اپنے فگر کی فکر میں کوئی حماقت کرنے کی ضرورت نہیں۔''

یہ وہ زرلالہ تھی جو اس کی بے حد پیاری دوست تھی، مگر رشتوں کی تبدیلی نے دوستی کے رشتے کو بری طرح مسخ دیا تھا، زینب جس نے کبھی بہت زعم سے شہہ لالہ کی بدتمیزی پہ اسے سبق سکھانے کا عہد کیا تھا اب شہہ لالہ کے ساتھ ساتھ زرلالے کی بھی بدسلوکی کو سہنے پہ مجبور تھی تو وجہ تیمور خان ہی تھا، جو اس کی ناز برداری ضرور کرتا تھا مگر اسے کبھی بھی خود پہ اپنے رشتوں پہ اپنے فیصلوں پہ حاوی نہیں ہونے دیتا تھا اور پھر وہی ہوا تھا جس کا اسے خدشہ تھا، وہ پریگنٹ تھی اور تیمور نے اس خبر کو سنتے ہی ہنی مون کینسل کر دیا تھا۔

''دس از ناٹ فیئر تیمور! ہم نے پلین سے ہی سفر کرنا تھا نا کچھ نہیں ہوتا۔'' وہ کس درجہ ملول

ہوئی تھی، جبھی تیمور کو قائل کرنا چاہا تھا اور جواب میں اس کی جھڑکیاں سننی پڑیں۔

"تم پاگل ہو زینب! میرا پہلا بچہ ہے، اماں کہتی ہیں پہلی بار ماں بننے کے مرحلے میں عورت کو بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ہر احساس سے انجان ہوتی ہے تو خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔"
زینب خاموش ہو گئی تھی، البتہ اس کی آنکھوں میں لرزتے آنسو دیکھ کر تیمور پگھل گیا تھا۔

"زینب جانم بچہ پیدا ہو جانے دو میں تمہیں سوئزلینڈ تو کیا پوری دنیا گھما لاؤں گا، ساری دنیا کو تمہارے قدموں میں نثار کر سکتا ہوں مگر پلیز میری خاطر تھوڑا سا کمپرومائز کر لو نا۔" اور زینب کو ہی پھر کمپرومائز کرنا پڑا تھا ہمیشہ کی طرح۔

"دلہن بڑی بیگم کہہ رہی ہیں دودھ پی لیں۔" ملازمہ کی آواز پہ وہ چونک کر متوجہ ہوئی جو دودھ کا گلاس ٹیبل پہ رکھ رہی تھی، جب سے وہ پریگنٹ ہوئی تھی اس کی بے حد بوڑھی اور بیمار ساس خود اس کی خوراک کا خیال رکھنا شروع کر چکی تھیں۔

"پی لوں گی تم جاؤ۔" اس نے بے زاری اور اکتاہٹ آمیز نظروں سے اسے دیکھا، ملازمہ متذبذب تھی۔

"دلہن بیگم صاحبہ کا حکم ہے ابھی دودھ پی لیں۔" زینب نے جھلا کر گلاس اٹھا لیا اور بے دلی سے گھونٹ بھرا، ملازمہ مطمئن ہو کر نکلی تھی، زینب نے گلاس دوبارہ ٹیبل پہ رکھ دیا، موسم اچانک بدل گیا تھا اور پوری وادی اور اطراف کے علاقوں میں برف باری شروع ہو گئی تھی، ننھے منے سفید گالے گرنا شروع ہوتے تو مکان سڑکیں درخت تاروں کے کھمبے سب کچھ سفیدی میں بھر جاتے، اتنی شدید بے موسم کی برف باری زینب کو پریشان کر چکی تھی، اسے کراچی جانا تھا اور سارے راستے تیزی سے بلاک ہو رہے تھے، اضطراب سے ہاتھ مسلتی وہ دریچے سے پار گرتی برف کو دیکھنے لگی، معاً سیل فون کی گنگناہٹ پہ وہ چونکی تھی، اس نے دریچے سے ہٹ کر سیل فون تک رسائی حاصل کی تھی، جلتی بجھتی اسکرین پہ جہان کا نام جگمگایا تھا، اس کا دل جانے کس جذبے کے تحت ایکدم بے تحاشا دھڑک اٹھا، اس نے بہت بے تابی سے کال ریسو کی تھی۔

"السلام علیکم! بج کیسے ہیں؟ آج میری یاد کیسے آئی آپ کو؟" نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ مچل گیا تھا۔

"جہان نہیں میں ہوں زینب! تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا تو جہان سے کہا تھا تمہارا نمبر ملا دے، کیسی ہو بیٹا؟" مما کی رسانیت آمیز آواز پہ جانے کیوں اس کا گلا آنسوؤں سے رندھنے لگا، مگر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں مام! بس طبیعت اپ سیٹ رہتی ہے، یہاں دل بھی نہیں لگتا، بہت اداسی اور ویرانی ہے۔"

"ابھی آپ وہاں نئی ہو نا بیٹے! آہستہ آہستہ دل لگ جائے گا، طبیعت تو ان دنوں ایسی ہی رہا کرتی ہے، عورت ان کٹھن آزمائشوں سے گزر کر ہی بلند درجے پہ فائز ہوا کرتی ہے، خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔" انہوں نے دل سے دعا دی تھی پھر بھی جانے کیوں زینب کو لگتا تھا مما کے انداز میں وہ بے ساختگی نہیں ہے، اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"آپ ابھی تک مجھ سے خفا ہیں نا مام! میں نے آپ سب کا بہت دل دکھایا ہے۔" دلگیری اداسی اسے خود احتسابی میں مبتلا کرنے لگی تھی، مما بوکھلا کر رہ گئیں۔

"کیسی باتیں کرتی وہ زینی بیٹا! ماں بھی کبھی اولاد سے خفا ہوتی ہے، ایسا مت سوچا کرو، آپ کی حالت ایسی نہیں ہے، اپنا خیال نہیں رکھو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"پپا اور لالہ بھی مجھ کبھی کال نہیں کرتے، کیا بج سے شادی نہ کر کے میں نے ان دونوں کو سب سے زیادہ ہرٹ کیا ہے۔" وہ ہنوز اسی کیفیت کے زیر اثر تھی، مما مضطرب ہونے لگیں۔

"ایسی باتیں کیوں سوچنے لگی ہو آپ زینب بیٹے! آپ کے پپا کی مصروفیت کا تو آپ کو پتہ ہی ہے پھر بھی آپ فکر نہ کرو وہ آپ کو کال کریں گے اور معاذ......"

"لالہ کو تو غالباً آج کل پرنیاں کے سوا کچھ نہیں سوجھ رہا ہوگا ہے نا! ان کے ساتھ یہ خوب رہی ہے۔" وہ سب کچھ بھلا کر ہنسنے لگی، مما بھی مسکرائی تھیں۔

"اچھا ہے ذرا اس کی بھی اہمیت محسوس ہو، قدر کرے گا میری بچی کی، اتنا ستایا بھی تو اسی نے ہے۔"

"ویسے مما ہے تو یہ زیادتی ہی لالے کے ساتھ، مگر خیر یہ بتائیں نوریہ کیسی ہے؟"

"نوریہ تو تمہاری شادی کے بعد سے بالکل گم صم ہو کر رہ گئی ہے، ادھر بھی بہت کم چکر لگاتی ہے وہ بھی معاذ کے ڈانٹنے پہ اللہ جانے ہنستی کھیلتی بچی کو کیا ہو گیا؟" مما پریشانی میں مبتلا ہو کر کہہ رہی تھیں، زینب نے گہرا سانس بھرا تھا۔

"مما بج ہیں آپ کے پاس؟" اس نے موضوع بدل دیا تھا۔

"ہاں بیٹے! ابھی آیا ہے، شاید جا رہا ہے کہیں، تمہیں بات کرنی ہے؟"

"جی مما میری ان سے بات کرا دیں۔" زینب کے کہنے پہ مما نے اثبات میں جواب دیا تھا، پھر کچھ توقف سے اسے جہان کی مخصوص دھیمی پر تاثیر مگر بے حد گمبھیر ٹھہری آواز سنائی دی تھی، وہ اس کا حال دریافت کر رہا تھا۔

"آپ بھی مجھے بھول گئے ہیں نا بج! لالے اور پپا کی طرح؟" وہ شاکی ہو کر بولی تھی، دوسری سمت کئی ثانیوں کو سناٹا چھایا رہا تھا، یہاں تک کہ اس کے سانس لینے کی بھی آواز نہیں تھی، ایک پل کو تو لگا تھا زینب کو جیسے سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔

"بج!" وہ گھبرا کر پکاری تھی۔

"زینب آئی تھینک آپ گھر والوں کے لئے اداس ہو گئی ہو، ایسا کرو تیمور کے ساتھ آ کر سب سے مل جاؤ۔" وہاں سے مشورہ حاضر تھا، وہ شاید ایسا مشورہ ہی دے سکتا تھا، پتہ نہیں زینب کے کون سے ارمانوں پہ اوس پڑی تھی پتہ نہیں وہ اس سے کیا سننا چاہتی تھی، جو اس روکھے پھیکے جواب پہ آنکھیں نم ہوتی چلی گئی تھیں۔

"یہاں بہت برف پڑ رہی ہے بج! راستے بند ہوتے جا رہے ہیں، میں نہیں آ سکتی۔" وہ روہانسی ہو کر بتا رہی تھی۔

"چند دن ویٹ کر لو، موسم ٹھیک ہو جائے پھر آ جانا، تیمور کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں کہیں باہر گئے ہیں، آپ بزی ہیں؟" زینب نے بے دلی سے جواب دیا تھا پھر اس کی مختصر بات چیت سے خیال آنے پہ پوچھا تھا۔

"ہاں میں آفس جانے کو نکلا ہوں، ڈرائیو کر رہا ہوں، حسان ساتھ ہے میرے بات کرو گی؟"

"نہیں میں پھر بات کرلوں گی حسان سے، آپ جائیں۔" اسے پتہ نہیں کیا اتنا برا لگا تھا، اگلے پل سلسلہ کاٹ دیا، سیل فون واپس ٹیبل پہ رکھتے اس کی آنکھوں کی نمی گالوں پہ پھسل آئی تھی، زیر روڈ اور محتاط تو وہ ہمیشہ سے رہتا تھا مگر اب وہ اس کے ہر انداز میں ایک بے گانگی اور تکلف بھی محسوس کرنے لگی تھی اور یہی اس کے لئے تکلیف دہ تھا، اس نے کہا تھا وہ جہان کو اپنا دوست مانتی ہے اور دوست کو وہ کھونا نہیں چاہتی مگر اسے لگ رہا تھا اس نے جہان کو کھو دیا تھا، اس نے اپنا دوست کھو دیا تھا، اس کی آنکھ سے پھر وہی آنسو گرے جو غم کی شدت سے بہے تھے جن کا مفہوم اور مقصد آج بھی واضح نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆

کافی عرصہ بیت گیا ہے جانے اب وہ کیسا ہوگا
وقت کی ساری کڑوی باتیں چپکے چپکے سہتا ہوگا
اب بھی بھیگی بارش میں وہ
بن چھتری کے چلتا ہوگا
مجھ سے بچھڑے عرصہ بیتا
اب وہ کس سے لڑتا ہوگا
اچھا تھا جو ساتھ ہی رہتا
بعد میں اس نے سوچا ہوگا
اپنے دل کی ساری باتیں خود سے خود ہی کہتا ہوگا
کافی عرصہ بیت گیا ہے
جانے اب وہ کیسا ہوگا

جہان نے سگریٹ کا گہرا کش لیا تھا اور ڈھیروں ڈھیر دھواں اپنے آگے پھیلا لیا، وہ اپنی آنکھوں میں زبردستی پھیلتی نمی سے خائف تھا، زینب کا پچھتاوا اس کے دل کا روگ بننے جا رہا تھا، وہ اپنی حماقت کی وجہ سے اپنا بہت نقصان کر بیٹھی تھی۔

(اور میں کتنا احمق تھا اسے کنویں میں چھلانگ لگاتے دیکھتا رہا۔) اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔

(کیا معاف کرسکوں گا میں خود کو اس جرم کی پاداش میں، نہیں) اذیت اس کے وجود میں تند خیز موجوں کی طرح سر پٹخنے لگی۔

(معاذ صحیح کہتا تھا میں نے صرف اپنے ساتھ نہیں زینب کے ساتھ بھی زیادتی کر ڈالی ہے) اس نے پیشانی کے بال مٹھی میں جکڑ کر ہونٹ بے دردی سے کاٹے، زینب کا مایوس کن لہجہ، آواز سے چھلکتی افسردگی، اس کے رگ جان میں سرسرانے لگی تھی۔

''السلام علیکم جہان بھائی!'' اس کو سوچوں سے زیاد کی آواز نے نکالا تھا، جو اسی وقت دروازہ کھول کر اندر آیا تھا، مگر کمرے میں بھرے دھویں سے کھانستا ہوا خائف سے انداز میں بولا تھا۔

''اُف آپ تو پکے پکے چین اسموکر لگنے لگے ہیں بھائی! ڈاکٹری نقطہ نظر سے سگریٹ نوشی کی زیادتی بے حد خطرناک ہے پلیز بی کیئرفلی۔'' وہ آگے بڑھ کر آفس کی کھڑکیاں کھولنے لگا، کھڑکیاں کھلتے ہی ٹریفک کا شور بڑی فراخدلی سے دفتر کے پرسکون ماحول کو درہم برہم کر گیا، جہان نے سگریٹ بجھا دی تھی۔

''سوچ رہا ہوں جاب کی تلاش میں مزید جوتے چٹخانے سے بہتر ہے میں بھی آفس جوائن کر لوں، اب میں لالے کی طرح تو ہوں نہیں کہ ادھر ڈگری ہاتھ میں آئی ادھر آفرز پٹا پٹ گرنے لگیں، نوکری اور چھوکری ساتھ ساتھ......'' وہ آہ بھر کے کہہ رہا تھا، ڈیڑھ سال کی خواری نے اسے اچھا خاصا مایوس کر کے رکھ دیا تھا۔

''مایوسی کفر ہے زیاد! اللہ سے ہمیشہ اچھی امید رکھتے ہیں، چائے پیئو گے یا کافی؟'' جہان نے وال کلاک پہ نگاہ ڈال کر انٹرکام کا ریسور اٹھاتے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''نہ چائے نہ کافی! آپ بتائیں آپ نے کیوں بلایا ہے مجھے؟'' وہ کھڑکی سے ہٹ کر کرسی پہ آ کر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

''چل جاتا ہے پتہ آؤ میرے ساتھ۔'' جہان نے انٹرکام کا ریسور واپس جمایا اور اپنا کوٹ اٹھاتے ہوئے اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا تو زیاد بوکھلا سا گیا تھا۔

''ہیں ہیں کہاں لے جا رہے ہیں مجھے؟ کہیں چپکے سے میرا نکاح تو نہیں پڑھانا چاہ رہے ہیں آپ۔'' وہ مصنوعی انداز میں آنکھیں پھاڑتا اس کے پیچھے بھاگا آیا تھا، جہان نے لفٹ میں داخل ہونے سے قبل مطلوبہ منزل کا بٹن دبایا تھا، پھر اسے اندر داخل ہونے کا اشارہ کرتا آہستگی سے مسکرایا۔

''بہت شوق ہے نکاح پڑھنے کا، یہ مرحلہ بھی دور نہیں ڈونٹ وری۔''

''آپ مجھے باتوں میں لگا کر اصل جواب گول کر گئے ہیں، بتائیں نا کہاں جا رہے ہیں ہم؟''

''فی الحال تو اتنا جان لو کہ ہم معاذ کے کالج جا رہے ہیں، وہاں سے اسے پک کرنا ہے۔''

''صرف انہیں؟ پرنیاں بھابھی کو نہیں؟ وہ بھی تو وہیں ہوتی ہیں، واہ سبحان اللہ کیا سنہرے نصیب ہیں لالے کے...... رومینس کے اتنے مواقع دھڑا دھڑ مل رہے ہیں ایک ہم ہیں......'' وہ بیک وقت معاذ پہ رشک اور خود پہ ترس کھانے میں مشغول تھا، جہان کو ہنسی آنے لگی، اس کی ایسی ہی باتوں کے دوران وہ لوگ کالج کے سامنے آن پہنچے تھے، جہان نے گاڑی پارکنگ میں روکی تھی پھر معاذ کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

''تم فری ہو معاذ!''

''ہاں بس نکل رہا تھا، کیوں خیریت؟''

''آ جاؤ پھر فٹافٹ ہم کالج کے باہر ویٹ کر رہے ہیں تمہارا۔'' اس کی بات نے معاذ کو حیران

کر دیا تھا۔

''ہم سے مراد؟ اور کون ہے؟''

''یہ تم آ کے دیکھ لینا یار ابھی جلدی نکلو۔'' جہان نے فون بند کر دیا، زیاد کھڑکی کا شیشہ نیچے کیے ایک شوق کی کیفیت میں کالج گیٹ سے نکلتی لڑکیوں کو دیکھنے میں مصروف تھا، جہان کو اسی کی محویت نے مسکرانے پہ مجبور کر دیا، معاً بلیک ٹو پیس میں ملبوس معاذ حسن بیگ اپنے کاندھے پہ لٹکائے بے نیاز اور باوقار چال چلتا ہوا اپنی سمت آتا نظر آیا، زیاد نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا تھا۔

''ریلیکس لالے، چلتے ایسے ہیں قسم سے جیسے یہ ساری دنیا انہی کی ملکیت ہے اور باقی سارے ان کی رعایا، اُؤ کیا شان بے نیازی ہے، ہاہاہا انہی کے لئے کہا گیا ہے گویا۔''

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

''انہیں بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے ان کی کیا ٹور ہے، ورنہ میرے جیسا بندہ نہیں برتتا اتنی حسین لڑکیوں سے بے رغبتی۔'' زیاد نے باقاعدہ آہ بھر کے کسی قدر حسرت زدگی سے کہا تھا، اسے واقعی معاذ کی بے اعتنائی پہ حیرانی ہوئی تھی، اس وقت کالج کے باہر چھٹی ہو جانے کے باعث لڑکیوں کا جم غفیر جمع تھا اور اکثر کی توجہ اس نے خود معاذ کی سمت مبذول دیکھی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے یہ پرنیاں بھابھی کے ڈر کی وجہ سے اتنے پرہیز گار ہو گئے ہیں ورنہ اتنے شریف ہرگز نہیں تھے۔'' اب کے زیاد نے باقاعدہ اس کی تائید چاہی تھی، جہان مسکراہٹ دبائے رہا تھا۔

''خیریت ہے نا ج؟ تم لوگ کیوں یہاں آ گئے ہو؟'' قریب آ کر معاذ نے گاڑی کی کھڑکی پہ جھکتے ہوئے جہان سے استفسار کیا تھا۔

''ہمیں بہت باخبر ذرائع سے اطلاع ملی تھی کہ آپ پرنیاں صاحبہ کو زبردستی اغواء کرانے والے ہیں میں بھاگم بھاگ پہنچے ہیں جی کچھ نہ پوچھیں، یہیں پڑھتی ہیں نا وہ؟'' زیاد کی اپنی بکواس تھی، معاذ نے بدمزگی سے اسے دیکھا پھر سوالیہ نگاہوں کو جہان کی سمت موڑا تو جہان نے رسان سے جواب دیا تھا۔

''تم دونوں کو چاچو نے بلوایا ہے، سمجھ لو سرپرائز ہے تمہارے لئے، بیٹھ جاؤ گاڑی میں۔''

''یہ پپا ہر بات ہمیں چھوڑ کر تم سے ہی کیوں شیئر کرتے ہیں آخر؟'' معاذ نے بڑے پتے کا سوال کیا تھا پھر چابی اس کی آنکھوں کے آگے لہرا کر بولا۔

''میں اپنی گاڑی میں تمہیں فالو کرتا ہوں، دیکھ لیتے ہیں سرپرائز بھی۔''

''فالو کرتے وقت یہ بات دھیان میں رکھیئے گا کہ یہ جہان بھائی کی گاڑی ہے پرنیاں صاحبہ کی نہیں۔'' زیاد نے پھر چٹکلا چھوڑا تھا، معاذ اسے گھورتا ہوا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

''آپ بتائیں نا ذرا کیا سرپرائز ہے؟ آپ نے مجھے تو ہوا بھی نہیں لگنے دی۔'' زیاد خیال آنے پہ جہان کے سر ہوا تھا۔

''یار لگ جائے گی ہوا بھی بس تھوڑا سا ویٹ۔'' جہان اس کے کہاں دام میں آنے والا تھا،

زیاد اسے دیکھ کر رہ گیا، ان کی گاڑیاں آگے پیچھے جس جگہ جا کے رکیں یہ علاقہ نیو کراچی کا ایریا تھا، جہاں نئی اسکیموں کے تحت نو آباد بستیاں زیر تعمیر تھیں، اس وقت شام ڈھل رہی تھی وائٹ اور گولڈن مرمر سے بنی تین منزلہ پر شکوہ عمارت جس کی پیشانی پہ حسن شاہ ہاسپٹل کے سنہرے حروف دھوپ میں لشکارے مارتے اپنا تعارف کروا رہے تھے، اپنے نام کی طرح عمارت بے حد شاندار تھی، چار اطراف میں سبزے سے گھرا ہوا وسیع لان تھا، جیسے چھوٹے چھوٹے قطعوں کی شکل دے دی گئی تھی، پھولوں کے تختے مخملیں گھاس پر اس خوبصورتی سے سجے تھے کہ دور سے دیکھنے پر یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے سبز قالین پر ڈیزائن کڑھا ہو، اس وقت لان اور عمارت کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں، مگر فوارے چل رہے تھے، فواروں کے بیرونی کناروں میں بالز جیسے آرائشی بلب روشن تھے جن کی دودھیا روشنی میں پانی پر اسرار انداز میں جھلملا رہا تھا، پودوں کے تختوں پر جگنو ہی جگنو تھے جو چمکتے تو یوں لگتا جیسے پھولوں پر چراغاں ہو رہا ہو اور ننھے دیے ٹمٹما رہے ہوں، زیاد تو مبہوت بے یقین سا کھڑا یہ سب دیکھتا رہ گیا تھا، سامنے والا گلاس ٹیرس بھی لان کی طرح بے حد خوبصورت تھا، وہاں مریضوں کے ٹہلنے اور بیٹھنے کے لئے بھی سنگی بینچ نصب تھے، یہ ٹیرس بہت نمایاں تھا خاص طور پہ بڑی سی گلاس ونڈو کے چاروں طرف سفید اور سیاہ گلابوں کے چھوٹے چھوٹے گملے جو ونڈو کے چاروں طرف ڈیکوریشن پیس سز کی طرح نصب تھے اتنے چمکیلے تھے لگتا تھا مٹی اور پارے سے بنے ہیں، ہاسپٹل کی عمارت کے سامنے اس وقت خوب گہما گہمی تھی، چوبی دروازے کو بند کرنے کے بعد اس کے آگے چمکیلی پٹی لگائی گئی تھی، گویا آج افتتاح بھی ہونا تھا، پھر جانے کس کونے سے پپا اور بابا جان ایک ساتھ چلتے ہوئے ان کی جانب آئے تھے اور بہت والہانہ انداز میں انہیں باری باری گلے لگا کر پیشانی چومی تھی۔

''اپنے ڈاکٹر بیٹوں کے لئے یہ ایک معمولی سا تحفہ ہے۔'' پپا کے کہنے پہ جہاں معاذ کے چہرے پہ دھیمی دل آویز مسکراہٹ بکھری تھی زیاد کی آنکھیں اس درجہ محبت اور اہمیت پہ جھلملا گئی تھیں، وہ بے اختیار پھر ان سے لپٹ گیا تھا۔

''تھینکس پپا یو آر گریٹ۔''

''گریٹ تو بس خدائے کریم کی ذات ہے بیٹے! یہ اللہ کا ہی احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس مقام پہ پہنچایا ہے اور اس نعمت سے سرفراز فرمایا، اپنے دل اپنی زبان پہ خدا کے ذکر اور شکر کے جاری ہونے کی دعا مانگو اور اس عہدے سے سرخروئی کی بھی، میری آپ لوگوں کو بس ایک ہی نصیحت ہے کہ اپنے منصب کو پہچانیں اور فی سبیل اللہ اس کے بندوں کی مسیحائی کریں، یہ علاقہ ابھی اتنا فیس ہے نہ ہی مہنگا مگر میرا یہاں ہاسپٹل بنانے کا مقصد ہی یہاں کے لوگوں کو علاج کی سہولتیں مہیا کرنا ہے، یہ صدقہ جاریہ کی نیت سے کیا گیا کام ہے بیٹے اس میں کبھی اغراض کی الائش کو شامل نہ ہونے دینا، خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، یہاں ہر شعبہ ہے، اسٹاف بھی ہائر کر لیا گیا ہے، آج سے چارج سنبھال لیں، یہاں کے اسٹاف میں ہمارے ملک کے بہت سینئر اور ماہر سرجن نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں جن کا میں بے حد مشکور ہوں۔''

بابا جان نے افتتاح کرانے کے بعد پپا نے ہاسپٹل کے سبزہ زار پہ عارضی طور پہ بنائے گئے اسٹیج کے ڈائس پہ آ کر چھوٹی سی تقریر کی تھی، اس کے بعد مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مہمانان خصوصی نے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا اور یوں یہ تقریب کھانے کے بعد اختتام پذیر ہوئی تھی تو زیاد کے دل میں پپا کے اس اقدام نے ان کی محبت اور قدر دانی نے گراں قدر اضافہ کر دیا تھا۔

☆☆☆

اسے بارش پسند ہے
مجھے بارش میں وہ
اسے ہنسنا اچھا لگتا ہے
مجھے ہنستے ہوئے وہ
اسے بولنا پسند ہے
مجھے بولتے ہوئے وہ
اسے سب کچھ پسند ہے
مجھے بس وہ

کالج کے سیکنڈ فلور کے ٹیرس پہ کھڑا تھا وہ اس کی نگاہیں گراؤنڈ میں پھیلی ہنستی کھیلتی لڑکیوں کے بیچ صرف پرنیاں پہ جمی ہوئی تھیں، وہ اپنی دوست کے ساتھ تھی اور کسی بات پہ ہنس رہی تھی، ہنستے ہوئے اس کے داہنے گال پہ ڈمپل پڑتا تھا اور ٹھوڑی میں بھنور جو اس کی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ کر جاتا تھا، اس کے دودھیا چہرے پہ ہوا کی سر سے بکھرتی لیٹیں بے حد حسین لگ رہی تھیں، وہ محو ہو کر اسے دیکھنے لگا، بارش شروع ہو چکی تھی، ہوا میں ہلکی پھلکی خنکی کے ساتھ نمی بھلی معلوم ہو رہی تھی، پرنیاں اب آئسکریم کھا رہی تھی، وہ شیڈ کے نیچے تھی اور بارش سے محفوظ بھی، آئسکریم کھاتے ہوئے وہ بار بار اپنا ہاتھ پھیلا کر گلابی ہتھیلی پہ بوندوں کو جمع کرتی اور پھر شرارت بھرے انداز میں ثناء کی سمت اچھال کر ہنسے جاتی، معاذ کو کالج جوائن کیے ایک ماہ ہونے والا تھا اس ایک ماہ کے دوران معاذ نے اس کی سمت کوئی پیش رفت نہیں کی تھی، پرنیاں کا تو معاملہ ہی الگ تھا، وہ اسے سرے سے اگنور یوں کیے ہوئے تھی جیسے کبھی شناسائی ہی نہ رہی ہو، کبھی کبھی اس کا یہ رویہ معاذ کو بہت تکلیف دیتا تھا، وہ جانتا تھا وہ بدگمان ہے اس سے، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کے جذبوں سے بے خبر نہیں پھر بھی اگر وہ اسے کسی قابل نہیں گردانتی تھی تو معاذ کے لئے اس سے بڑھ کر توہین کی بات کوئی نہیں ہو سکتی تھی، وہ جس زاویے سے کھڑا تھا وہاں سے اسے نہیں دیکھا جا سکتا تھا جبھی وہ بہت ریلیکس انداز میں اسے دیکھتا رہا تھا مگر اب جیسے وجود میں نارسائی اور بے مائیگی کے احساس نے آگ سلگا دی تھی، لب بھینچے ہوئے وہ پیچھے ہوا اور پلٹ کر سیڑھیاں اترتا نیچے آ گیا، اس کا رخ بیرونی گیٹ کی جانب تھا لڑکیاں ابھی بھی اپنے اپنے شغل میں مصروف تھیں، کچھ بھیگ رہی تھیں کچھ برآمدوں میں کھڑیں محض نظارہ کرنے میں مصروف تھیں، البتہ وہ جہاں سے گزرتا اسے خصوصی اہمیت سے نوازتے نہ صرف جگہ دی جاتی بلکہ یہ ہنسی اور قہقہوں کے طوفان بھی تھم جاتے، وہ اس سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھتے یکلخت تھم گیا، وہ پرنیاں ہی تھی جسے دوسری لڑکی بہت

جارحانہ انداز میں کھینچتی دھکیلتی برآمدے سے گراؤنڈ تک لا رہی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات جتنے غصیلے تھے آنکھوں کی نفرت اس سے کہیں بڑھ کر زور آور تھی۔

''کیا سمجھتی ہو تم مجھ سے جیت جاؤ گی؟ یہاں بھی جیت جاؤ گی، ہرگز نہیں، اب ایسا نہیں ہوگا پرنیاں بیگم! دیکھنا اب تمہارا تماشا پوری دنیا دیکھے گی۔'' اس نے پہلے پرنیاں کے گرد لپٹی چادر کو کھینچا تھا پھر اسے زوردار دھکا دیا، چادر کا جو آخری کونہ پرنیاں کے کاندھے پہ رہ گیا تھا اس دھکے سے وہ بھی سرک گیا، وہ لڑکھڑا کر سبزے کی باڑھ پہ گری تھی، یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ خود معاذ بھی حیرانی اور غیر یقینی سے ساکت کوئی ایکشن نہیں لے سکا، لرزتی کانپتی پرنیاں کی حالت بے حد غیر ہو چکی تھی، سبکی خفت شرمندگی کے احساس نے اسے ادھ موا کر کے رکھ دیا تھا۔

''واٹ نان سنس؟ یہ بدتمیزی کیوں کر رہی ہیں آپ؟'' معاذ حسن بھڑک اٹھا تھا، اس کا خطرناک حد تک بڑ جانے والا سرخ چہرا اس کے شدید غیض کا مظہر بن گیا تھا، اس لڑکی جس کے چہرے پہ عجب دیوانگی کا تاثر تھا اسے دیکھتے ہی جیسے ٹھنڈی پڑ گئی۔

''کیا حرکت تھی؟ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو کر آپ اس قدر ایٹی کیٹس سے بے بہرہ ہیں مجھے افسوس ہو رہا ہے۔'' بے پناہ غصے کے باوجود وہ شائستگی کے دائرے سے باہر نہیں نکلا تھا، تو یہ اس کے عہدے کا ہی تقاضا تھا ورنہ وہ اس وقت سراپا قہر بنا ہوا تھا، ثناء نے پرنیاں کو کھڑا ہونے میں مدد دی تھی اور اسے اس کی چادر اوڑھائی، پرنیاں کی وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو، معاذ نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا اس کی آنکھیں بے حد خاموشی اور تسلسل سے بہہ رہی تھیں، وہ بے اختیار اس کی سمت بڑھ آیا۔

''کہیں چوٹ تو نہیں آئی آپ کو؟'' پرنیاں نے چونکتے ہوئے نگاہ اٹھائی تھی، اس کی آنسوؤں سے دھندلاتی آنکھیں لمحہ بھر کو اس کی پر تشویش متفکر نگاہوں سے ٹکرائی تھیں پھر جھک گئیں، اس نے محض سر کو نفی میں جنبش دینے پہ اکتفا کیا تھا، جبکہ معاذ کی نگاہ اس کے اجلے روئی کے گالے جیسے سفید ہاتھ سے بہتے خون پہ جم گئی تھی جس پہ گہری کھرونچ پڑ چکی تھی۔

''آپ دونوں پرنسپل کے آفس چلیں ہری اپ۔'' وہ آرڈر کرنے کے بعد خود نپے تلے قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا تو جیسے تب سے چھایا طلسم بکھر گیا، لڑکیاں حیران ششدر، کبھی پرنیاں کو تو کبھی لمحہ بہ لمحہ پرنسپل کے آفس کی جانب بڑھتے سر معاذ حسن کو دیکھ رہی تھیں جو کتنی دیر بارش میں کھڑے ہو کر ایک معمولی بات کے لئے بھیگے تھے، کیوں؟ ہر آنکھ میں یہ سوال معنی خیزیت لئے ہوئے تھا اور نگاہ خود بخود پرنیاں کی سمت اٹھ گئی تھی، جس پہ اسٹون مین معاذ حسن کی دوران کلاس بے خودی میں اٹھتی نگاہوں کی ایک دنیا گواہ ہو چکی تھی، پرنیاں کچھ اور بھی روہانسی ہو گئی، اس نے بے بس نظروں سے ثناء کو دیکھا جو اسے ہاتھ پکڑ کر پھر سے شیڈ کے نیچے لے آئی تھی۔

''اب کیا ہوگا ثناء؟ وہ یقیناً معاملے کی نوعیت پوچھیں گے۔'' وہ سخت ہراساں تھی، بھلا تھی کوئی بات بتانے کی نیہاں کی اس جھگڑے اور نفرت کی وجہ کوئی اور نہیں خود معاذ حسن تھا، دیگر لڑکیوں کی طرح اس نے بھی معاذ حسن کی توجہ اس کی سمت بڑی شدتوں سے محسوس کی تھی، یہ وہی معاذ حسن تھا جس پہ وہ اپنی ہر ادا کا جادو ناکام ہوتا دیکھ چکی تھی، پھر وہ بھلا پرنیاں کے لئے کیوں موم بن گیا تھا،

اس خیال نے نیہاں جیسی خود پسند لڑکی کو پاگل کر دیا تھا اس کے لئے کبھی بھی کسی سے پنگا لینا مشکل نہیں رہا تھا، پھر پرنیاں تو بہت آسان ہدف تھی اس کے لئے کہ اس کی اکثر زیادتیوں کے جواب میں اس کی خاموشی نے نیہاں کے حوصلے بڑھا دیئے تھے، پھر اب جب کہ معاذ اپنے خیال میں سب سے محفوظ رہ کر پرنیاں کو دیکھ رہا تھا وہ یہ نہیں جان سکا تھا کہ نیہاں جس کا دھیان صرف اسی پہ لگا رہتا ہے اس کی اس حرکت سے جل کر خاکستر ہو گئی ہے، معاذ ٹیرس سے ہٹا تو وہ تن فن کرتی پرنیاں کے پاس چلی آئی تھی، اس کے نزدیک سے گزرتے ہوئے وہ جان بوجھ کر پرنیاں سے ٹکرائی تھی اور اپنا پرس پرنیاں کے پاس گرا دیا تھا، اس کے بعد اس کا تقاضا تھا کہ پرنیاں اسے پرس اٹھا کر دے پرنیاں کے انکار پر وہ آپے سے باہر ہو کر یہ سارا فساد برپا کر چکی تھی، مگر شومئی قسمت کہ اب معاملہ معاذ کی وجہ سے پرنسپل کی عدالت میں پیش ہو چکا تھا۔

''جو سچ ہے وہ بتا دینا تم۔'' ثناء کے مشورہ پہ پرنیاں نے گھبرا کر اسے دیکھا گویا کہہ رہی ہو وہ ہے اس قابل بات کہ دہرائی جائے، ثناء اس سے اکثر یہ بات ڈسکس کر چکی تھی، وہ پورے دعوے سے کہتی تھی کہ سر معاذ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں اور پرنیاں ہر بار اس کو پورے یقین سے جھٹلا لی تھی، ان کے درمیان بہت مرتبہ یہ بحث ہو چکی تھی جس کا اختتام پرنیاں کے جھگڑے اور پھر خفگی پہ ہوتا تھا، وہ جتنا اس موضوع سے کتراتی تھی ثناء کو اتنا ہی اسے طول دے کر لطف آیا کرتا۔

''میری جان قسم سے پورے کالج میں اگر سر معاذ کے ساتھ کوئی لڑکی سوٹ کر سکتی ہے تو وہ تم ہو؟''

''میں کچھ نہیں بتاؤں گی ثناء چاہے ساری بات مجھ پہ آ جائے۔'' پرنیاں نے اپنی چادر پیشانی پہ آگے کھینچتے ہوئے پرنسپل کے آفس کی جانب بڑھتے حتمی انداز میں کہا تھا، ثناء نے آہ بھر کے اسے دیکھا۔

''یہی تو وجہ ہے کہ وہ تمہارے سر پہ چڑھ کے ناچنے لگی ہے، مجھے پتہ نہیں کیوں لگتا ہے سر معاذ تمہارے منتظر ہیں۔'' وہ پھر قیاس کے گھوڑے دوڑانے لگی، پرنیاں ان سنی کیے پرنسپل کے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

تنہا کہیں ملو تو بیان آرزو کریں
ہم اتنی بھیڑ بھاڑ میں کیا گفتگو کریں
تجھ تک رسائی کے لئے اک عمر چاہیے
سب کچھ خواب و خیال ہے کیا جستجو کریں
ہم ایسے پاکباز کہاں ہیں کہ روز و شب
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں
قاصد کو درمیان سے ہٹایا ہے اس لئے
جو بات ہم کریں تیرے روبرو کریں

معاذ نے ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا جس کا چہرا غم و یاس کی ہی نہیں بے بسی کی بھی

تصویر بنا ہوا تھا، پرنسپل صاحب آفس میں نہیں تھے اور وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا اور اب خواہش مند تھا کہ پرنیاں اسے ساری بات بتائے، پرنیاں کے دماغ خراب نہیں تھا کہ اپنے ہاتھوں اپنی شامت کو آواز دے اس کے ہونٹوں پہ لگی خاموشی کی مہر نہیں ٹوٹی تھی، اس کی طرف منتظر سوالیہ انداز میں دیکھتی معاذ کی نظروں سے جھلاہٹ جھلکنے لگی۔

''تو آپ نہیں بتائیں گی مجھے کچھ بھی؟ اوکے فائن میرا خیال ہے مجھے گاڑی ہاسٹل کی بجائے گھر کی طرف موڑ دینی چاہیے مما آپ سے خود پوچھ لیں گی۔'' وہ اتنا جھنجھلایا تھا کہ گاڑی میں ثناء کی بھی موجودگی کو فراموش کر گیا، خراب موسم کی وجہ سے معاذ انہیں خود ہاسٹل ڈراپ کرنے جا رہا تھا، ایک استاد کی حیثیت سے یہ بات اتنی معیوب بھی نہیں تھی اور پرنیاں دوٹوک انکار کر کے ثناء کو مشکوک نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اب معاذ کی دھمکی پہ وہ سراسیمہ ہوگئی تھی۔

''سر پلیز! یہ پرنسپل کی ٹیبل پہ بیٹھ کر حل ہونے والا مسئلہ ہے آپ اسے گھر تک کیوں لے جانا چاہتے ہیں، پھر جو کچھ ہوا اور اتنا معمولی تھا میں ہرگز بھی کوئی ایشو نہیں چاہتی۔'' اس نے گڑبڑا کر تیزی سے بات ختم کرنا چاہی تھی، اس کے لہجے و انداز میں واضح طور پہ عاجزی اتر آئی تھی، معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

''مس نیہاں کو آپ سے بہت شکایتیں ہیں، وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ ان سے ہر مقام پہ خوامخواہ الجھتی ہیں وائے؟''

''آف کورس آپ کی فیملی بھی آپ کو ان فضولیات کی اجازت نہیں دے گی۔'' معاذ نے اسٹیرنگ پہ جمے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے لمحہ بھر کو بیک مرر میں اسے دیکھا تھا، وہ سخت کنفیوژ نظر آ رہی تھی۔

''ایسا نہیں ہے سر! نیہاں غلط بیانی کر رہی تھیں، پرنیاں نہیں وہ خود پرنیاں سے ہر مقام پہ الجھتی ہے اور اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔''

پرنیاں کی خامشی ثناء کو بری طرح کھلی تھی جبھی اس نے اس دوران پہلی بار لب کشائی کی، معاذ نے چونک کر ثناء کو دیکھا تھا البتہ اس کی نگاہ مضطرب ہوتی پرنیاں پہ بھی ٹھہری تھی۔

''وہ ایسا کیوں کرتی ہیں مس ثناء۔'' اس بنیادی سوال پہ ثناء کی بھی بولتی بند ہوئی تھی، وہ پہلے پرنیاں پھر معاذ کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

''ٹیل می مس ثناء۔'' اب کے معاذ نے کسی قدر سرد پن سے اسے دیکھا تھا، ثناء کے چھکے چھوٹنے لگے، پرنیاں کا خوف نہ ہوتا تو اسے اصل بات بتانے میں بھی کوئی تامل نہیں تھا۔

''ششش...... شاید سر وہ...... وہ پرنیاں سے جیلس ہے۔'' وہ ہکلا کر بولی تو معاذ ایک دم ہنس دیا تھا۔

''اچھا!...... گڈ'' اس کا لہجہ ذو معنی تھا۔

''یعنی آپ بھی لڑکیوں کی نوے فیصد قوم کی طرح اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ دوسرے آپ سے جیلس ہیں۔'' ثناء کے ساتھ ساتھ پرنیاں کا بھی چہرا خفت سے سرخ پڑ گیا، پرنیاں کا تو بس نہیں چلتا تھا کہ ثناء کا یا پھر معاذ حسن کا ہی سر پھاڑ دے۔

''مس ثناء مجھے امید رکھنی چاہیے کہ آپ لوگ آئندہ جامعہ کے تقدس کا احترام کریں گی اور آئندہ اس قسم کی سچوئیشن کری ایٹ نہیں ہوگی؟''

اس سے ایڈریس پوچھ کر گاڑی ہوسٹل کے آگے روکتے ہوئے معاذ نے کسی قدر تیکھے لہجے میں کہا تھا، ثناء نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کے محض سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا اور گاڑی سے اترتے ہی پلٹ کر دیکھے بنا دوڑ لگا دی تھی، پرنیاں نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا مگر وہ ایک سے دوسرا قدم نہیں اٹھا سکی، اس کے دوپٹہ کا کونہ معاذ حسن کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا، پرنیاں نے ٹھٹک کر اسے دیکھا تھا۔

''آپ شاہ ہاؤس کب آ رہی ہیں؟ مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے؟''

پرنیاں کا دل پھیلا سکڑا اور رگوں میں خون کی جگہ انگارے دوڑنے لگے، نگاہوں کا یہ تصادم لمحے بھر کا تھا مگر معاذ حسن کی نظروں سے لپکتی شوق کی شعاعیں اس کے اندر تک اترتی چلی گئی تھیں، اس کے یوں دیکھنے پر پرنیاں نے بے اختیار خود میں سمٹ کر نظریں چرائیں، وہ جب بھی معاذ کی گہری آنکھوں میں اپنے لئے جذبوں کے پرشوق بھرتے مچلتے طوفان دیکھتی ایک ہراسگی سی اس پہ چھا جاتی تھی، کچھ کہے بغیر اس نے ایک جھٹکے سے اپنا دوپٹہ چھڑایا تھا اور راستے میں کھڑے بارش کے پانی کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتی ہاسٹل کے کھلے گیٹ سے اندر گھس گئی معاذ کے اندر آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔

(تمہیں اندازہ نہیں ہے پرنیاں کہ تم اپنے لئے کتنی مشکلات بڑھا رہی ہو، چھوڑنے والا نہیں ہوں میں تمہیں) وہ توہین اور سبکی کے احساس سے جل جل اٹھا تھا۔

☆☆☆

محبت امر رہتی ہے
اگر دل ٹوٹ بھی جائے
صنم گر روٹھ بھی جائے
کسی کا ہاتھ ہاتھوں سے
کبھی جو چھوٹ بھی جائے
محبت مٹ نہیں سکتی محبت مر نہیں سکتی
محبت امر رہتی ہے کبھی یادوں کی صورت میں
کبھی باتوں کی صورت میں اداس راتوں کی صورت میں
یہ برساتوں کی صورت میں محبت امر رہتی ہے
محبت کرنے والوں کی انوکھی ریت ہوتی ہے
محبت ہار بھی جائے تو اس میں جیت ہوتی ہے
محبت چیز ایسی ہے کبھی جو مٹ نہیں سکتی

اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا، خاموش ملگجا ابر آلود دن اس کے ساتھ تھا، وہ جالی کا دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر آ گئی، جھولے پر کل کی آندھی سے ٹوٹ کر بکھرے ہوئے پتوں کی ڈھیری

تھی، جھولا بالکل ساکت تھا، اس نے ہاتھ سے پتے جھاڑے اور جھولے پہ بیٹھ گئی، جھولا دھیرے دھیرے ہلنے لگا، وہ کسی سوچ میں گم ہونے لگی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز پہ چونک کر دیکھا اگلے لمحے میں حیرت کی زیادتی سے ایکدم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی، زینب نے مسکراتے ہوئے آ کر اسے گلے لگایا تب وہ گہرا سانس بھر کے اسے چھو کر دیکھنے لگی تھی۔

''یقین نہیں آ رہا ہے نا میرے آنے کا؟'' زینب ہنسی تھی، نوریہ مسکرا بھی نہ سکی۔

''کیسی ہو تم؟'' نوریہ کے ساتھ ہی وہ بھی جھولے پہ بیٹھ گئی اور بے حد حیرانی سے لان کا جائزہ لینے لگی جہاں پچھلی رات کے طوفان نے بہت تباہی مچائی تھی، آسمان ابھی بھی گرد آلود تھا۔

''تمہارا لان اتنا گندا کیسے ہو رہا ہے بھئی۔'' زینب کی حیرت بالآخر ظاہر ہوگئی تھی، وہ اس کی پودوں کے متعلق جذباتی وابستگی سے بخوبی آگاہ تھی، نوریہ کچھ شرمندہ نظر آنے لگی۔

''آؤ اندر چلتے ہیں، یہاں بہت گرد ہو رہی ہے۔''

''تو کیا ہوا؟ میں غیر تھوڑی ہوں۔'' زینب مسکرائی تھی۔

''اندر مما اور حوری سے بھی تو ملو گی نا تم۔'' نوریہ اٹھی تو زینب نے اس کی تقلید کی تھی۔

''تمہارا کوئی پروپوزل آیا ہوا ہے؟'' زینب کے سوال پہ نوریہ نے ہونٹ بھینچ لئے تھے پھر دانستہ بات کو پلٹا۔

''تم کب آئیں؟ مجھ خبر ہی نہ ہو سکی۔''

''ابھی ایک گھنٹہ پہلے آئی ہوں، مما سے کہا ہے پرنیاں کو بھی بلا لیں، تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟'' زینب کی سوئی ایک ہی جگہ پہ اٹکی ہوئی تھی، پھر نوریہ کے چہرے پہ نگاہ جما کر بولی تھی۔

''نوری میرے بھائی کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے، پلیز کچھ تو خیال کرو۔''

''کوئی کسی کے بغیر نہیں مر جاتا، میری مثال سامنے ہی تمہارے۔'' وہ کس قدر پھنکاری، زینب نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، پھر جتنی دیر وہ بیٹھی رہی نوریہ اس سے کترائی ہوئی رہی تھی۔

''آؤ نا میرے ساتھ چلو ادھر۔'' زینب جانے کو اٹھی تو اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، جسے نوریہ نے اگلے لمحے نہایت رکھائی سے چھڑا لیا۔

''میرے لئے اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے، زینب سو پلیز مت فورس کرو مجھے۔'' زینب اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

کوئی پل وہ تیرے ساتھ کا
میری عمر بھر کو سمیٹ لے
میں فنا بقا کے سبھی سفر
اسی ایک پل میں گزار دوں

پرنیاں اپنے دھیان میں لائبریری سے بک ایشو کروا کے نکلی تھی کہ اس سمت آتے معاذ حسن سے سامنا ہو گیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' اسے روبرو پاتے ہی معاذ کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں، نیوی بلیو پینٹ کوٹ میں وہ اپنی ٹھٹکا دینے والی مردانگی کے ساتھ ماحول کی خوبصورتی میں گراں قدر اضافے کا سبب بن رہا تھا، جس رخ سے وہ کھڑا تھا سورج اس کے بالکل مدمقابل آ گیا تھا، سورج کی کرنیں اس کی سنہری رنگت سے یوں لپٹ گئی تھیں کہ اس کا وجود گویا جگمگا اٹھا تھا، یوں لگتا تھا یہ روشنی اس کے وجود سے خارج ہو رہی ہو، پرنیاں کو لاشعوری طور پہ ہی سہی مگر اس کی خوبصورتی نے چند لمحوں کو سحر زدہ ضرور کر دیا تھا۔

اسے اعتراف کرنا پڑا تھا کہ اس سے قبل اس نے کسی پہ بلیو کلر کو اتنا جچتا ہوا کبھی نہیں دیکھا تھا، ہمیشہ اس کو دیکھ کر نظریں جھکا لینے والی پرنیاں بھی اس پل اس کو دیکھتی رہ گئی تھیں اول روز کا اس کی ذات پہ چھایا معاذ حسن کی شخصیت کا سحر مزید گہرا ہو گیا تھا، معاذ نے اس کی اس غیر شعوری محویت کو پہلے حیرانی کی نگاہ سے دیکھا تھا پھر جیسے اپنی ذات کے غرور کے احساس سمیت زعم سے مسکرا دیا اسی مسکراہٹ نے پرنیاں کا یہ طلسم توڑا تھا اور اگلے لمحے ناگواری کے احساس سے دوچار کر دیا تھا۔

''آپ کی مجھ سے کسی قسم کی کوئی شناسائی ہے اس بات کو یہاں کوئی نہیں جانتا ہے، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ مجھے اس طرح سر راہ مخاطب کرنا چھوڑ دیں، بہرحال میں کوئی اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتی ہوں۔'' اس کا تند خیز لہجہ تنا ہوا چہرا اس کے شدید غصے کا غماز تھا، پرنیاں کے اندر اس دن کی لگی آگ نہیں بجھی تھی جب وہ معاذ کے زبردستی کے نتیجے میں اس کی گاڑی میں ہاسٹل آ گئی تھی، کیسا ناک میں دم کیا تھا ثناء نے اپنے سوالوں سے اس کا، وہ ایک ایک نقطہ پوری جزئیات سے اٹھائی تھی اور پھر اس پہ طویل بحث کرتی رہی تھی۔

''سر نے بالخصوص تمہیں اتنی اہمیت کس چکر میں دی، پھر وہ اپنی مما اور گھر کا بھی حوالہ دے رہے تھے وائے پرنیاں وائے؟'' اور پرنیاں کو اس جیسی ذہین زیرک لڑکی کے سامنے جان چھڑانے کو ایک ہزار ایک جھوٹ بولنے پڑے تھے مگر وہ اس کی نگاہوں کے شکوک پھر بھی ختم کرنے سے قاصر رہی تھی، یہی نہیں اس روز جتنی لڑکیوں نے بھی انہیں معاذ حسن کے ساتھ گاڑی میں جاتے دیکھا تھا، سب کی نگاہوں میں اس کے لئے رشک و حسد بیک وقت ڈولتا رہتا تھا، وہ پرنیاں کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگی تھیں اور پرنیاں کو یہی بات کھا گئی تھی۔

''اپنا لہجہ درست کریں پرنیاں! میں ہرگز آپ کی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا، حد ہوتی ہے کسی بھی بات کی؟ آپ خود کو سمجھتی کیا ہیں؟'' اس ہتک نے اسے آتشیں کر دیا، اس کی تذلیل کرنے والا آنکھیں دکھانے والا کوئی پیدا نہیں ہوا تھا اسی لئے وہ ایک منٹ سے بھی کم دورانیے میں بھڑک اٹھا، شدید غیض سے اس کی آنکھیں دہک اٹھی تھیں، وہ جیسے سب کچھ فراموش کر کے مرنے والے انداز میں اس کی جانب بڑھا تو پرنیاں سراسیمہ ہو کر بے اختیار کئی قدم پیچھے سرکی، اسے ایکدم اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، کالج آف ہو چکا تھا اور کالج کا یہ حصہ یکسر سنسان تھا، وہ اس پل وہاں اس کے ساتھ اکیلی تھی اور گویا اس کے رحم و کرم پہ معاذ کی پیش قدمی کے نتیجے میں وہ یونہی الٹے قدموں پیچھے ہٹتی دیوار سے جا لگی۔

''سس...... سوری سر! مجھے آپ سے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا، آئی ایم رئیلی ویری سوری پلیز۔''

مفاہمتی انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے، وہ گڑگڑاتی کچھ اتنی عاجزی سے بولی تھی خوف کے شدید احساس سے آنکھیں چھلک پڑنے کو بے قرار ہوگئیں، معاذ کا دماغ میں ٹھوکریں مارتا جنونی غصہ سرد پڑنے لگا، اس نے نگاہ بھر کے اس کے چہرے کو دیکھا، سر سے دوپٹہ سرک جانے کے باعث کچھ لٹیں چہرے پہ ڈھلک آئی تھیں، معاذ کی نگاہیں اس کے چہرے کی دلکشی اور سحر انگیزی سے خیرہ ہونے لگیں، اس نے ہونٹ بھینچ لئے بلاشبہ یہی وہ چہرا تھا جس نے اس کے ہوش وحواس چھین لئے تھے، اسے کسی بھی انتہا سے واپس لانے کو بھی یہی چہرا جادواثر صلاحیت رکھتا تھا، وہ جیسے ہارنے لگا، خود اپنے آگے بھی۔

''آئندہ مجھ سے اس بدتمیزی سے بات نہیں کرنا پرنیاں ورنہ انجام کی تمام تر ذمہ داری آپ کی ہوگی۔'' اس کے سہمے ہوئے چہرے پہ نگاہ ڈالتا ہوا وہ تنبیہ کے انداز میں جتلا کر بولا تھا، پرنیاں کے حواس اس قدر مختل تھے کہ بے اختیار سر ہلا کر گویا عہد کرلیا تھا یا پھر وہ اس سے جلد از جلد جان چھڑانا چاہتی تھی، معاذ کو دوسری سوچ زیادہ صحیح محسوس ہوئی تھی۔

''زینب آئی ہوئی ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے، میں گاڑی میں آپ کا ویٹ کررہا ہوں پانچ منٹ کے اندر آئیں۔'' اس سے فاصلہ بڑھاتا ہوا وہ وہاں سے مڑتے ہوئے اس کی سماعتوں میں صور پھونک کر اسے دہشت کے حصار میں دھکیل گیا تھا، اس نئے آرڈر پہ پرنیاں کی روح فنا ہوگئی تھی، چند لمحوں کو تو اس پہ سکتہ طاری ہوگیا، پھر وہ حواسوں میں آکر سراسیمہ ہوتی اس کے پیچھے بھاگی آئی تھی۔

''سر...... سر پلیز! مم...... میرے پاس زینب کا سیل نمبر ہے، میں انہیں کال کرلوں گی، اور اگر آنا ہوا تو خود ہی......'' باقی کا فقرہ اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گیا تھا، معاذ حسن نے دیکھا ہی اسے ایسے خونخوار انداز میں تھا کہ وہ پھر سہم گئی تھی۔

''شٹ اپ پرنیاں! میں نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا، آرڈر کیا ہے آپ کو، آرڈر کا مطلب سمجھتی ہیں، پانچ منٹ ہیں آپ کے پاس۔'' کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ نگاہ ڈال کر وہ سرد آواز میں پھنکارا تھا اور اس کے فق ہوتے چہرے پہ نخوت بھری نگاہ ڈال کر آگے بڑھ گیا تھا، بے چارگی اور بے مائیگی کے احساس نے پرنیاں کو مغلوب کرکے توڑ پھوڑ ڈالا تھا، اس کے پاس کوئی راستہ نہیں بچا تھا راہ فرار کا، اس کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، وہ شکست خوردہ سی آکر اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تو چہرے سے بے بسی کا تاثر بے حد واضح تھا۔

''یہاں آیئے محترمہ! میں آپ کا ڈرائیور نہیں ہوں۔'' اسے پچھلا دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ انہی سخت تیوروں سے بولا تھا، پرنیاں کچھ اور بھی بے جان سی ہوگئی، ناچاہتے فرنٹ سیٹ پہ اس کے برابر بیٹھ کر وہ بے دردی سے ہونٹ کچلنے لگی تھی، معاذ حسن نے آگے کی سمت جھک کر بازو بڑھا کر خود اس کا کھلا چھوڑا ہوا دروازہ نہایت جارحانہ انداز میں بند کیا تو پرنیاں کی اس کے بگڑے تیوروں سے جان نکلنے لگی تھی۔

(بھلا یہ اب مجھے جہاں مرضی لے جائیں، اتنے تو غلط انسان ہیں) اس کی نگاہوں میں نیلما والا منظر پھر روشن ہوا، اس نے چور نگاہوں سے اسے ایک نظر دیکھا اور جیسے خدشات کی یلغار سے

خود پہ قابو نہ رکھ سکی، ٹپ ٹپ کتنے آنسو ایک ساتھ بہے تھے، معاذ نے حیران ہوکر اس بن بادل برسات کو دیکھا تھا۔

''کیوں رو رہی ہیں؟'' وہ بے حد خراب موڈ کے ساتھ غرایا، پرنیاں کے پاس جواب نہیں تھا نہ آنسوؤں پہ اختیار، یہ خاموشی اور شدت سے بہتے آنسو معاذ کے غضب کو دعوت دے رہے تھے۔

''مجھے پتا ہے آپ کو مجھ پہ اعتماد نہیں ہے۔'' وہ کوئلے کی طرح چٹخا، آنکھیں توہین کے احساس سے جل اٹھی تھیں، پرنیاں کی ہراسگی یکلخت بڑھ گئی۔

''نا...... نہیں نہیں...... مجھے آپ پہ اعتماد ہے۔'' وہ گھبرائی ہوئی تھی، بے اختیار یقین دہانی کرانے لگی، معاذ نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کی حالت کو سمجھا تو ایکدم چند لمحوں کو چپ ہوگیا تھا۔

''تو آپ کو مجھ پہ اعتماد ہے، گڈ، کتنا؟'' وہ دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا، آنکھوں کے گوشوں میں مسکراہٹ در آئی تھی مگر وہ اتنی حواس باختہ تھی کہ عقل گویا رخصت ہوگئی تھی۔

''بہت اعتماد ہے آپ بہت اچھے ہیں سر۔'' اپنی بات کے اختتام تک وہ سسک اٹھی تھی، معاذ نے دھیان سے اسے دیکھا۔

''سر کیوں کہہ رہی ہیں؟ یہ کالج نہیں ہے۔'' اس نے بظاہر سختی سے ڈانٹا تھا، پرنیاں آنسو بھری آنکھوں سے ہونٹ کچلتے اسے دیکھنے لگی۔

''رو کیوں رہی ہیں؟ رونا بند کریں۔''

تجھ سے محبت کرتا ہوں تیری میں جان لے لوں گا
اگر ان جھیل آنکھوں کو کبھی پرنم کیا تو نے

اگلا آرڈر جاری ہوا تھا بڑے شاہانہ انداز میں اس پہ جھک کر وہ خواب آسا لہجے میں گنگنایا تھا، پرنیاں کے مختل حواس بڑی سرعت سے کام کرنے لگے، اس نے خود کو بے اختیار پیچھے کی جانب سرکایا۔

کتنی منہ پھٹ ہیں تمنائیں میری
جیسے بچے امیر لوگوں کے

اس نے سرد آہ بھری اور اس کے آنسو پونچھنے کو بڑھا اپنا ہاتھ درمیان سے ہی واپس کھینچ لیا اور ٹشو کیس سے ٹشو کھینچ کر اس کی گود میں پھینک دیئے۔

''چہرا صاف کروا لینا میں نہیں چاہتا کوئی میری طرف سے مشکوک ہو۔''

خود پہ بے حسی لاتعلقی اور بے نیازی کا خول چڑھاتے ہوئے وہ کس قدر تنک کر بولا تھا، پرنیاں نے بغیر کسی بحث کے حکم کی تعمیل کی تھی، گاڑی شاہ ہاؤس کے آہنی گیٹ کے آگے ٹھہری تھی، معاذ نے ہارن پہ ہاتھ رکھ دیا، چند لمحوں کی تاخیر سے گیٹ کھلتا چلا گیا تھا، پرنیاں کی عجیب سی کیفیات ہوگئیں، سب کا سامنا کرنے کے خیال وہ بھی معاذ کے ساتھ اسے عجیب سی خفت اور شرمندگی سے دوچار کرنے لگا، کب سے سوئے جاگے احساسات پوری طرح بیدار ہوچکے تھے، ورنہ معاذ نے تو کچھ اس انداز میں پریشرائز کیا تھا کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی بیکار ہوتی محسوس کررہی تھی، مگر

اب یہ صلاحیتیں پھر سے بیدار ہوگئی تھیں، اسے شاہ ہاؤس کے مکینوں کے متوقع تاثرات مضطرب کرنے لگے۔

"(بھلا کیا سوچیں گے وہ سب میرے متعلق!)۔" اسے اپنی پوزیشن بے حد آکورڈ لگنے لگی۔

معاذ نے گاڑی پورٹیکو میں روکی پھر اس کی سمت توجہ ہوا تھا، مگر وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی، معاذ نے شرارت آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر کھانس کر متوجہ کیا۔

"کیا آپ شرما رہی ہیں؟ مگر ابھی میں آپ کو شادی کر کے تو نہیں لایا، یہ ساری جھجک اور گریز اس وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔" پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا، اس کی نگاہوں سے ٹپکتی شرارت اور معنی خیز تبسم اسے جلا کر خاکستر کر گیا، کچھ کہے بغیر وہ تپتے چہرے کے ساتھ رخ پھیر کر گاڑی سے اترنے کو دروازہ کھولنے لگی تھی کہ معاذ نے پھر پکار لیا، پرنیاں کا ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگیا تھا گویا ہمہ تن گوش ہوگئی مگر پلٹ کر اس کی جانب نہیں دیکھا مگر وہ بھی معاذ تھا، ضدی اور ہٹیلا۔

"ادھر دیکھیں میری طرف۔" پرنیاں لازمی اڑی دکھاتی اگر جو وہ کچھ دیر قبل اس کا طنطنہ اچھی طرح توڑ نہ چکا ہوتا، اس نے اپنا رخ معاذ کی سمت پھیر لیا تھا مگر چہرا اور نگاہیں ہنوز جھکی تھیں، تاثرات سے عجب بے بسی چھلک رہی تھی جو اس کی واضح ہار تھی، معاذ کو اس کی کیفیت نے انوکھا لطف دیا، مگر اسے زچ کرنے ستانے کا ارادہ موقوف نہیں کیا۔

"اک گزارش کر سکتا ہوں؟" اس کا لہجہ مدھم اور گمبھیر تھا، پرنیاں نے ہونق ہو کر اس کی شکل دیکھی تھی۔

"جج...... جی۔"

"میں نے کہا ایک ریکوسٹ کرلوں؟" وہ بظاہر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا مگر لبوں کے گوشوں میں مسکراہٹیں مچل رہی تھیں، توجہ کے اس درجہ ارتکاز نے پرنیاں کی پلکوں پہ لرزش اور گالوں پہ سرخی دوڑا دی۔

"حکم کیجئے۔" اس کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی طنزیہ ہوگیا، اسے تو اس کیفیت پہ ہی تاؤ آنا شروع ہوگیا تھا کہ وہ کس درجہ اسے سراسیمہ کر کے الو بنا چکا تھا، معاذ نے اس کے انداز کی تبدیلی کو محسوس کیا اور حظ لیتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"از یو وش! آپ حکم سمجھ لیں۔"

"حکم یہ ہے کہ۔"

اک کام کرنا
چاند سے کچھ مٹی لینا
اس سے پیار کے دو مجسمے بنانا
اک تم جیسا
اک مجھ جیسا
پھر ان کو تم توڑ دینا

پھر ان سے دو اور بنانا
اک تم جیسا
اک مجھ جیسا
تا کہ یہ دوری مٹ جائے
تم میں کچھ میں رہ جاؤں
مجھ میں تم کچھ رہ جاؤ

پرنیاں کے سارے جسم کا خون سمٹ کر اس کے چہرے کی جانب آ گیا تھا، کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑتی وہ بھاپ چھوڑتے چہرے کے ساتھ گاڑی سے نکل کر اندھا دھند اندرونی حصے کی سمت بھاگی تھی، اس پل اپنی گاڑی سے نکلتے پپا نے پہلے اسے پھر اس کے پیچھے گاڑی سے باہر آتے معاذ کو حیرانی سے دیکھا تھا، وہ اتنے حیران تھے کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے تھے، معاذ بڑی ترنگ میں تھا مگر انہیں دیکھ کر فوری طور پر خود پہ سنجیدگی طاری کرلی۔

"یہ پرنیاں...... آپ کے ساتھ ہی آئی ہیں؟" پپا کی غیر یقین نظریں اس پہ آن رکیں، وہ دل آویزی سے مسکرایا۔

"جی پپا اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے، اسٹوڈنٹ ہے میری، آپ سے میں نے بات کی تھی نا پپا یہی وہ لڑکی ہے جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں پلیز۔" وہ ملتجی ہو کر کہہ رہا تھا، پپا چونکے تھے اور پھر ایکدم ساکن ہوگئے، انہیں گویا جھٹکے پہ جھٹکے لگ رہے تھے۔

☆☆☆

زندگی بھر اداس رہنا ہے
سوچتا ہوں تو مسکراتا ہوں

وہ عجیب سے امتحان سے دوچار ہوا تھا، زینب اس کے ساتھ تھی، اپنی تمام تر بے نیازی، لاتعلقی اور بے خبری کے ساتھ اور وہ نارسائی قرب اور آگاہی کے ساتھ بے بسی کی آگ میں جل جل کر خاکستر ہو رہا تھا، وہ آفس سے اٹھ رہا تھا جب اس کے سیل پہ زیاد کی کال آئی تھی۔

"جہان بھائی کہاں ہیں آپ؟"

"گھر جا رہا ہوں خیریت؟" اس نے اپنی ٹیبل کے اہم دراز کو لاک کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"تھنک گاڈ کہ آپ گھر نہیں گئے، پلیز زینب کو پک کر لیجئے گا، مجھے ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا ہے۔" زیاد نے ہاسپٹل کا نام بتا کر عجلت میں فون بند کر دیا تھا، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے اس آزمائش میں مبتلا ہونے کو حوصلے مجتمع کرتا مطلوبہ ہاسپٹل کے راستے پہ گاڑی ڈال چکا تھا، زینب کل سے آئی تھی، تیمور اسے چھوڑ کر خود واپس چلا گیا تھا، زینب کو چیک اپ کرانا تھا، یقیناً وہ اسی سلسلے میں ہاسپٹل میں آئی تھی، ہاسپٹل کی پارکنگ میں گاڑی روک کر جہان نے فون پہ اس سے رابطہ کیا تھا اور اسے باہر آنے کا کہا۔

"جی فارغ تو میں ہوگئی ہوں مگر مجھے تو زیاد بھائی نے پک کرنا تھا۔" جہان نے جواب میں

زیاد کا عذر پیش کیا تھا، زینب نے اسے انتظار کرنے کا کہہ کر رابطہ کاٹ دیا، اگلے دس منٹ میں وہ اس کے ساتھ تھی۔

''تھینک گاڈ! اسی بہانے آپ کی شکل تو نظر آئی۔'' وہ شاکی ہوگئی تھی، جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آکر گزر گیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ اس سے گریزاں رہا تھا تو وجہ اس پہ کسی بھی کمزور لمحے کی زد میں آکر عیاں ہونے سے خائف تھا۔

''اتنے خاموش کیوں رہنے لگے ہیں جے!'' جہان پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا اور سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''تمہارا وہم ہے۔''

''میرا وہم نہیں ہے۔'' زینب نے اپنی بات پہ زور دیا تھا، اس سے پہلے کہ جہان جواب میں کچھ کہتا اس کا سیل فون گنگنا اٹھا تھا، وہ چونک گیا، اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر اس نے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالا تھا مگر اسکرین پہ مسز آفریدی کا نام دیکھ کر اس کا رنگ لمحہ بھر کو متغیر ہوا تھا اگلے لمحے اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی تھی ساتھ ہی سیل فون کو سائلنٹ پہ کر کے واپس کوٹ کی جیب میں ڈال دیا، زینب نے اس کی اس حرکت اور چہرے کے زاویوں کو بغور دیکھا تھا اور فوری گرفت کر لی تھی۔

''کس کی کال تھی؟''

''کچھ نہیں رانگ نمبر تھا۔'' جہان نے سرسری سا انداز اپنایا۔

''رانگ نمبر تھا یا خاص نمبر تھا کہ آپ نے میرے سامنے بات کرنا مناسب نہیں سمجھی، ہے نا جے؟'' اس کے انداز میں یکدم تلخی اتر آئی تھی، جہان کے چہرے پہ یکلخت گمبھیرتا پھیل گئی، اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

''جے اس لڑکی کا کیا بنا جس کی تصویر آپ کے پاس تھی، اب تو مان لیں آپ نے محبت کی تھی؟'' زینب نے گھوم پھر کے پھر اسی الجھے ہوئے ریشم کا سرا ڈھونڈنا چاہا، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''اب کیا تبدیلی آگئی کہ تسلیم کر لوں؟ خیر تمہیں اس وقت غلط فہمی ہوئی تھی زینب۔'' اس کا لہجہ رسان آمیز تھا، وہ ایک بار پھر پردہ ڈال رہا تھا، زینب کو یہی بات بری لگی تھی، وہ ہونٹ بھینچ کر نگاہ کا زاویہ بدل گئی۔

''تو آپ نہیں مانیں گے؟'' وہ کچھ دیر بعد نروٹھے پن سے بولی تھی، جہان عاجز سا ہو گیا۔

''تو زینب شاہ آپ کہہ لیں، میں بزدل ہوں، کم ہمت ہوں، محبت سے وفا کے تقاضوں سے خائف ہوں، جبھی محبت سے سو کوس دور بھاگا ہوں ہمیشہ۔'' ہونٹوں پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے وہ زینب سے زیادہ خود کو دھوکہ دے رہا تھا، زینب نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، اس کے چہرے پہ خفگی سمٹ آئی تھی، معاوہ ایکدم اچھل سی پڑی۔

''جے گاڑی روکیں پلیز گاڑی روکیں۔'' جہان نے کچھ بوکھلا کر یکلخت بریک پہ پیر رکھ دیا، گاڑی زبردست جھٹکے سے رکی، بھاری انجن غرا کر رہ گیا۔

''کیا ہوا خیریت؟'' وہ کسی قدر گھبرا اسے دیکھنے لگا مگر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

''مجھے گول گپے کھانے ہیں۔'' سڑک کنارے گول گپوں کے اسٹال کی سمت اشارہ کرتی وہ ہنستے ہوئے بولی تھی، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''حد ہے تم سے بھی زینی! اب یہاں بیٹھ کر کھاؤ گی، عجیب لگتا ہے، ایسا کرتا ہوں پیک کرا لیتا ہوں۔'' وہ جھجک کر کہہ رہا تھا، وجیہہ چہرے پہ تذبذب کے آثار تھے، زینب ٹھنک سی گئی۔

''نہیں جے پلیز! مجھے یہیں کھانے ہیں، آپ گاڑی میں منگوا لیں نا۔''

اور جہان کو اس کی خواہش کے آگے سر جھکانا پڑا تھا، چند لمحوں بعد ہی اس کے آرڈر پر دوکان کا چھوٹو جو ہر کام بھاگ بھاگ کر کر رہا تھا اس کے لئے ٹرے میں بھرائی والے گول گپے اور کھٹا پانی لے آیا تھا، صد شکر برتن صاف ستھرے تھے، زینب نے بڑی رغبت سے کھانے شروع کیے تھے، پھر اسے ہاتھ پہ ہاتھ رکھے دیکھ کر دعوت دی تھی۔

''آپ بھی لیں نا جے! ریئلی اتنے مزے کے ہیں۔'' اس کا منہ بھرا ہوا تھا، شفاف چہرے پہ بچوں کی سی معصومیت اور خوشی کا رنگ تا، لمبے بے حد سلکی بال جو جوڑے کی شکل میں لپیٹے گئے تھے اب کھل کر دائیں شانے پہ بکھر کر سیاہ بالوں کا آبشار سینے پہ پھیلتا گود میں گر رہا تھا، بائیں طرف آوارہ لٹیں ہوا کی لے پر ہولے ہولے لہرا رہی تھیں۔

جہان کی نگاہ اٹھی تھی تو وہ اسے بہکنے سے روک نہیں سکا تھا، زینب نے کھانے میں مصروف رہ کر اسے دیکھا تب وہ ایکدم سنبھلا تھا۔

''ایسے اس لئے دیکھ رہے ہیں نا کہ میں ندیدی ہو رہی ہوں۔'' وہ کچھ خجل ہو کر ہنسی تھی، جہان نے دانستہ مسکراہٹ ہونٹوں پہ بھینچ تان کر سجائی۔

''چلو یہی سمجھ لو۔''

''بہت دل کر رہا تھا، اس حالت میں کسی نہ کسی شے کو ایسے دل مچل ہی جاتا ہے اکثر۔'' وہ کھسیا کر وضاحت دیتی ہوئی گویا صفائی پیش کر رہی تھی۔

''کیسی حالت میں؟'' جہان بے خیال سا تھا، بے ارادہ کہہ بیٹھا، پھر زینب ہی نہیں خود وہ بھی بے ساختہ نظریں چرا گیا تھا، ایک ان دیکھا خنجر تھا جو اس کے رگ جاں میں اترا تھا، زینب کھسیانی سی ہنسی ہنس رہی تھی۔

''آپ کو نہیں پتہ، حویلی کا وارث دنیا میں تشریف لانے والا ہے۔'' جہان کا چہرا جانے کس احساس کے تحت دہک کر انگارہ ہونے لگا، کچھ کہے بغیر اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی، زینب نے سیٹ کی بیک سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں، گاڑی کی فضا میں بوجھل اور تکلیف دہ سناٹے کا راج قائم ہو گیا تھا۔

(باقی آئندہ)

ام مریم

اٹھارویں قسط کا خلاصہ

معاذ، لیکچرار کی حیثیت سے جس کالج میں تعینات ہوا ہے پرنیاں وہیں پڑھتی ہے، نیہاں کے ساتھ وہاں ہر لڑکی معاذ حسن کی وجیہہ وشاندار پرسنالٹی پہ دل و جان سے فدا ہے، جبکہ پرنیاں اس قدر بے زار خائف اور کھڑی ہوئی، معاذ کو اس کا یہی رویہ تکلیف دیتا ہے، نیہاں، معاذ کی توجہ پرنیاں میں محسوس کر کے بپھر اٹھتی ہے اس کی یہی رقابت پرنیاں سے شدید جھگڑے کی صورت معاذ کے سامنے آتی ہے اور ثناء معاذ کی پرنیاں کے لئے اتنی حساسیت محسوس کر کے چونک اٹھتی ہے اور اس کے سوالات پرنیاں کے ٹینشن بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔

زینب، تیمور کے ساتھ سمجھوتے کی زندگی گزارنے میں مصروف خود کو پردوں میں لپیٹ کر اپنوں کے سامنے پیش کرتی ہے مگر جہان جو اس کی رگ رگ سے واقف ہے اس کے اندر کا بعید پا کر اس قدر اذیت و کرب کا شکار ہے۔

نوریہ کا پروپوزل آنے پہ زیاد اپ سیٹ ہے مگر نوریہ زیاد کے ساتھ زینب کی بھی سننے پہ آمادہ نہیں۔

زینب چیک اپ کی خاطر ہاسپٹل جاتی ہے واپسی پہ جہان کو اسے پک کرنا پڑتا ہے اور یہ سامنا جہان کی اذیت و کرب میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

انیسویں قسط
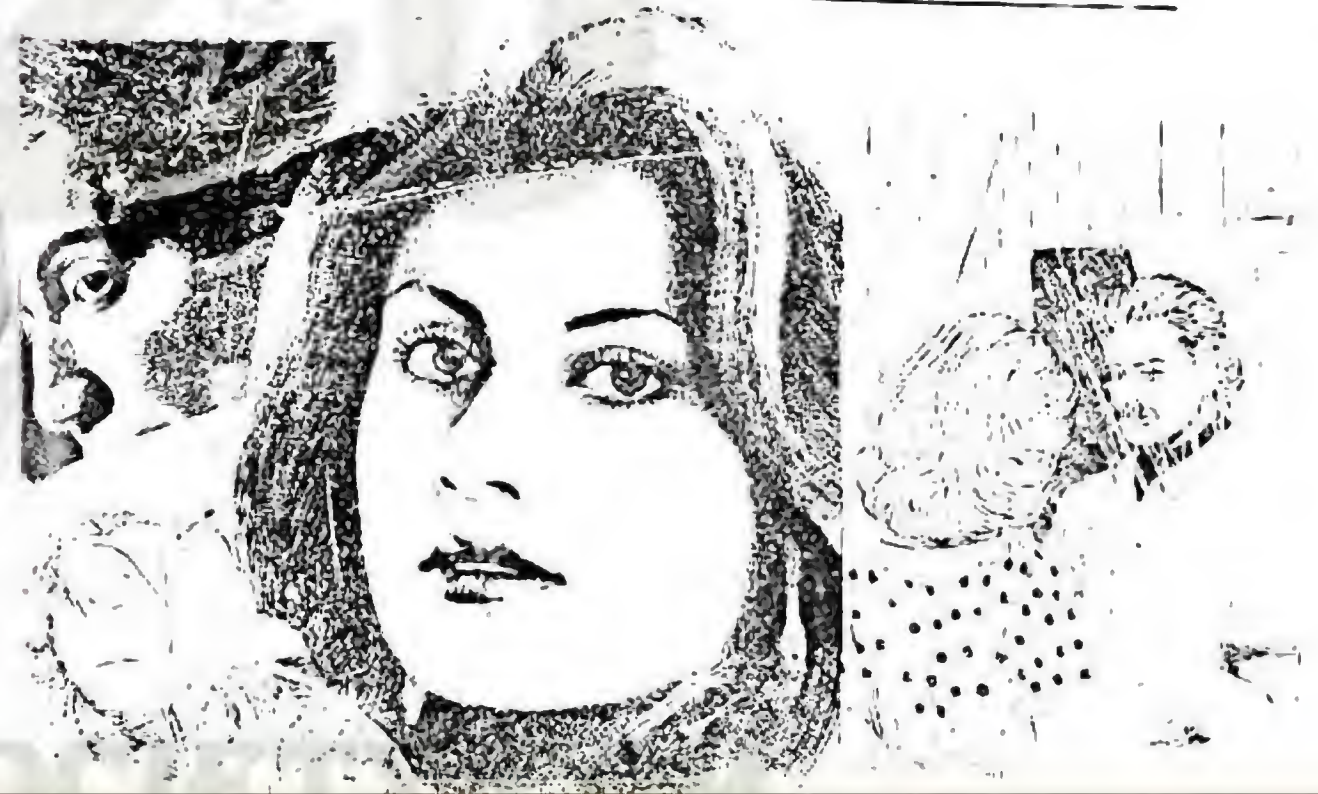
اس کی توقع اور خدشے کے عین مطابق جس نے بھی اسے دیکھا ایکدم حیران رہ گیا تھا اور وہی سوال کیا تھا جس سے وہ سب سے زیادہ خائف تھی۔

''کس کے ساتھ آئی ہو؟''

یہ الگ بات کہ اس سوال میں جوش محبت اور خوشی بھی شامل تھی مگر وہ اتنی زود و رنج ہو رہی تھی کہ ان باقی اہم باتوں کو فراموش کر دیا تھا۔

''بے حد اداس ہو رہی تھیں زینب کے لئے، میں نے کہا مل آؤ۔'' معاذ جب ہال کمرے میں پہنچا تھا اپنے مخصوص ازلی بے نیاز بر اعتماد انداز میں جواب دیا تھا، ان سب کی حیران اور متبسم شرارتی نگاہیں پرنیاں کی سمت اٹھ گئی تھیں۔

''ماشا اللہ پھر تو مبارک ہو، آپ کی تو اچھی انڈراسٹینڈنگ ہوگئی ہے لالے سے۔'' ماریہ اس سے لپٹ کر جوش سے بولی تو پرنیاں کا ضبط جواب دے گیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ مما سے لپٹ کر کچھ اس طرح سے روئی کہ ان کے ساتھ دیگر حاضرین بھی بوکھلا سے گئے، معاذ البتہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

''کیا ہوا بیٹے! کچھ بتاؤ تو؟ کچھ کہہ دیا ہے معاذ نے؟'' مما کی جان پہ بن آئی تھی، ماریہ بھاگ کر پانی لینے باہر دوڑی، بھابھی جلدی سے نزدیک سرک آئیں حوصلہ دینے کو، غرض ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔

''زبردستی لے کر آئے ہیں مجھے، اتنا ڈانٹا بھی ہے، مما پلیز آپ انہیں کہیں اس جاب سے ریزائن کر دیں، یا پھر میرا کہیں اور مائیگریٹ کرا دیں۔'' وہ یونہی روتے ہوئے اصل مسئلہ بیان کر رہی تھی، بھابھی کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری اور مما گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھیں، ماریہ نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

''معاذ سے کوئی اچھی امید رکھنا ہی عبث ہے۔'' مما جھنجھلا کر کہہ رہی تھیں۔

''بھئی وہ ٹیچر ہے اب تمہارا، کسی غلطی پہ تو ڈانٹ سکتا ہے نا؟'' بھابھی نے معاذ کا دفاع کرنا چاہا، پرنیاں نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''اور وہ جو اتنا تنگ کرتے ہیں مجھے۔''

''تنگ......؟ اس کا مطلب جانتی ہیں، کیسا ان لمیٹڈ قسم کا لفظ ہے یہ اور اس سے بڑھ کر معنی خیز، ویسے کس قسم کا تنگ کرتے ہیں، وہ ہاتھ پکڑتے ہیں یا جسارت اس سے بھی کہیں آگے تک جا پہنچی ہے؟''

اس پل زینب اندر آئی تھی، اس کا آخری فقرہ ہی سنا تھا اور اسی کو لے کر رگید ڈالا تھا، انداز کی شوخی و شرارت اور معنی خیزی ایسی کہ پرنیاں کانوں کی لوؤں تلک سرخ پڑ گئی، سب کے بیچ اتنی خفت محسوس ہوئی تھی کہ اس کا زمین میں گڑ جانے کا جی چاہا تھا، اس کی نظریں نہیں اٹھ سکتی تھیں، مما نے زینب کو گھورا تھا اس نے ہنستے ہوئے پرنیاں کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور زبردستی گلے لگا لیا۔

''افوہ اتنا کیوں غصہ کر رہی ہو؟ یار شوہر ہیں وہ تمہارے۔'' زینب کو اس کا چہرہ دیکھ کر ہنسی آئے جا رہی تھی، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا، پرنیاں نے خود کو سنبھال کر اسے سلام کیا تھا، اس

نے بڑی متانت اور شفقت بھرے انداز میں جواب دے کر خیریت پوچھی تھی۔

''ان کی خیریت نیک مطلوب نہیں ہے، لالے کی نگاہ کرم جو پڑ چکی ان پر۔'' زینب کا موڈ اسے دیکھ کر خوشگوار ہو چکا تھا، مما چائے بنوانے کو اٹھ گئی تھیں، اس سے کچھ دیر بعد ہی زیاد بھی آ گیا۔

''ارے آپ کیسے راستہ بھول گئیں؟''

''اب یہ نہ پوچھنا کس کے ساتھ آئی ہیں، اس سوال نے بیچاری کو پہلے ہی بہت عاجز کیا ہے؟'' زینب کے ہاتھ اچھا موضوع لگا تھا اسے چھیڑنے کا، زیاد حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

''ہے تو یہ اہم سوال، ورنہ یہ محترمہ اس دہلیز کو یونہی تو عبور نہیں کرتی ہیں، خصوصی بلاوا ہوتا ہے۔'' پرنیاں کا چہرہ پھر تپنے لگا، اس نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''کون لا سکتا ہے، لالہ لے کر آئے ہیں۔'' زینب نے زیاد کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے شریر نظروں سے پرنیاں کو دیکھا تھا جس کی پیشانی پہ پسینہ نمودار ہونے لگا تھا، زیاد کو جھٹکا لگا۔

''رئیلی؟ امیزنگ یار، لالے کی کیا بات ہے، وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔'' حیرت کے بعد یاس زدہ لہجہ ہو گیا تھا، زینب نے اس کا کاندھا تھپکا۔

''فکر کیوں کرتے ہیں، آپ کے بھی انتظام میں لگے ہوئے ہیں، اللہ نے چاہا تو فل رومانٹک ماحول آپ کے لئے بھی تیار ہو جائے گا۔'' زیاد نے مسکرا کر زینب کو دیکھا تھا۔

''تم نے کی بات اس سے؟''

''ہاں مگر وہ اڑیل ٹٹو بنی ہوئی ہے، نان سنس!'' زینب نے دانت بھینچے تھے، تب ہی ماما ملازمہ کے ہمراہ ٹرالی سمیت وہاں پھر آ گئیں۔

''زینب بیٹے چائے بنا کر پرنیاں اور اپنی مما جان کو دو پہلے۔'' مما نے تسبیح پڑھنے میں مشغول مما جان کو دیکھ کر کہا تھا۔

''پپا آ گئے؟'' زینب نے سوالیہ نگاہوں سے مما کو دیکھا تھا۔

''ہاں آ گئے ہیں، ڈونٹ وری میں نے چائے بھیج دی ہے ان کی اور بھائی جان کی۔'' مما پرنیاں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئیں، زینب نے باری باری سب کو چائے دی تھی، مما جان نے تسبیح پوری کی پھر بالخصوص زینب اور پرنیاں کے منہ پہ پھونک ماری تھی اور پرنیاں کو گلے لگا کر پیار کرتے خیریت دریافت کرنے لگیں، دوران وظیفہ وہ بات کرنے سے گریز کیا کرتی تھیں، پرنیاں کے آنے پہ انہوں نے محض اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا۔

''جی جی کریں ان کے لاڈ، ہم تو سوتیلے ہیں نا؟'' زیاد نے مما جان کو دیکھ کر شکایت بھری آواز میں کہا، تو مما جان نے فوراً اسے بھی گلے لگا کر ماتھا چوما تھا۔

''کیوں بیٹے! مجھے تو سب بچے برابر ہیں۔''

''مذاق کر رہا ہے بھابھی بیگم! آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں؟'' مما ہنسنے لگیں، ایسے ہی خوش گوار ماحول میں چائے پی گئی تھی۔

"معاذ کو چائے نہیں دے کر آئیں ماریہ؟ اب وہ شور مچائے گا۔" مما نے یاد آنے پہ ماریہ کو دیکھا تھا، وہ بوکھلا سی گئی۔

"میں تو نہیں جا رہی اب، مما ڈانٹ کھانے کا موڈ نہیں ہے۔" ماریہ نے صاف جواب دیا تھا۔

"لالے نے کیا پردہ کر لیا ہے ان سے؟ یہاں آ کر چائے نہیں پی سکتے تھے؟" زیاد نے پرنیاں کو دیکھ کر پھر محفل گرم کرنی چاہی، جہان نے فہمائشی نظروں سے زیاد کو دیکھا، پرنیاں کی گھبراہٹ اس کی نظروں سے مخفی نہیں تھی۔

"نوریہ اور حوریہ کو بھی بلا لیں نا مما!" پرنیاں کو یہ کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی تھی، زیاد جھوم اٹھا۔

"جیتی رہیں بھاوج! آپ نے تو میرے دل کی کلی چٹکا دی ہے۔" وہ منہ بھر بھر کے اسے دعائیں دے رہا تھا، پرنیاں تو کہہ کر پچھتائی تھی، اس نے جھینپ کر سر جھکا لیا تھا۔

"جاؤ حسان! بلا کے لاؤ نوریہ کو، کہنا پرنیاں جی بلا رہی ہیں۔" زیاد نے حسان کو دوڑایا تھا، باقی سب زیرلب مسکراتے رہے، جہان اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا، ماریہ کو اس وقت اکیڈمی جانا ہوتا تھا وہ بھی چلی گئی، بھابھی کچن میں کھانے کے انتظام میں مصروف ہو گئی تھیں، ساتھ میں مما بھی ان کی مدد کے خیال سے اٹھیں تھیں کہ پرنیاں نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"میں ہیلپ کروا دیتی ہوں مما!"

"جیتی رہو بیٹی! ابھی نہیں، ساری زندگی آپ کو ہی کرنا ہے یہ کام، مگر باقاعدہ طریقے سے۔" مما تو نہال ہی ہو گئی تھیں اسے لپٹا کر وفور جذبات سے بولیں۔

"جی جی! جب لالے آپ کو باقاعدہ رخصت کرا کے لے آئیں گی، یہ والی رخصتی تو عارضی سی ہے نا۔" زیاد کو پھر موقع ملا تھا، اسے چھیڑنے کا، زنیب ہنسنے لگی، مما نے پرنیاں کے حیا آلود شرمائے ہوئے روپ کو محبت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنی دونوں اولادوں کو تادیبی نظروں سے گھورا تھا۔

"خبردار کوئی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی کو تنگ کرنے کی۔"

"جی ہاں ہم بھلا کیوں کر تنگ کر سکتے ہیں، یہ پرمٹ تو آپ کے بڑے صاحبزادے نے حاصل کر لیا ہے۔" زیاد نے چمک کر کہا تھا، زینب کا قہقہہ سب سے بلند تھا، پرنیاں بری طرح بلش ہوئی تھی، اس کا دل اتنی شدتوں سے دھک دھک کرنے لگا کہ گویا ابھی پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر آ گرے گا۔

"مما! مام!" معاذ نہایت خراب موڈ کے ساتھ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ رہا تھا، زیاد نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"لیجئے آ گئے ہیں، اپنے حق جتلانے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"مما میرے کمرے کا دیکھا ہے کیا حشر ہو رہا ہے، کسی کو احساس تک نہیں ہے، جو کام بھی کروانا ہے خود کہہ کر حد ہے یعنی......" اس نے آتے ہی غصہ دکھانا شروع کر دیا تھا، مما نے حیرانی

سے اسے دیکھا۔

"کیا گستاخی سرزد ہو گئی سرکار! اتنا غصہ؟" زیاد کی زبان پر پھر خارش ہوئی مگر معاذ اس کی بجائے مما کو شاکی انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ کے پاس میرے لئے تو ٹائم بچتا ہی نہیں ہوگا نا۔" اس کا منہ پھولا ہوا تھا، مما کو ہنسی آنے لگی، پرنیاں دانستہ سے اگنور کر رہی تھی، ورنہ زیاد کی معنی خیز مسکراہٹ جو معاذ کو وہاں آتے دیکھ کر ہی اس کے ہونٹوں سے مستقل طور پہ چپک گئی تھی اسے کنفیوژ کرنے کو کافی تھی۔

"ابھی تک بچکانہ حرکتیں ہیں میرے اتنے بڑے بیٹے کی۔"

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ بھی؟" مما نے اس نے بال بکھیرے تو اس نے کچھ اور بھی خفگی سے انہیں دیکھا تھا۔

"پچھلے آدھ گھنٹے سے میں وارڈ روب سے پہننے کے لئے کوئی لباس دیکھ رہا ہوں مگر نہیں مل رہا، اگر شرٹ ہے تو جینز نہیں جس کا ٹراؤزر ہے اس کی شرٹ غائب، سب کچھ مکس ہو رہا ہے۔" وہ بری طرح سے جھلایا ہوا تھا۔

"شرٹس کے بٹن بھی چیک کر لینے تھے لالے، ٹوٹے ہوئے نہ ہوں۔" زیاد نے چھیڑا۔

"معاذ بیٹے ابھی چینج کر لو، میں بزی ہوں نا، کچھ دیر میں آ کر آپ کی وارڈ روب ٹھیک کر دوں گی۔" مما نے اسے تسلی دی، مگر وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"یعنی مزید انتظار، دوسرے لفظوں میں ٹائم ویسٹ، مام آپ بزی ہیں کسی اور سے کہہ دیں نا، سب ہاتھ پہ ہاتھ ہی دھرے بیٹھی ہیں نا۔" اصلاح دینے کے ساتھ اس نے ترچھی نگاہوں سے پرنیاں کو دیکھا تو زیاد کو گدگدی سی ہوئی تھی۔

"اوئے ہوئے۔" اس نے سیٹی بجائی تھی۔

"سیدھی طرح سے کہیں نا آپ کو پرنیاں کی خدمات درکار ہیں۔"

"سمجھ دار کو اشارہ کافی ہوتا ہے، مام کیا خیال ہے۔" معاذ نے پہلے زیاد کو ٹرخایا تھا پھر مما کے گلے میں بازو حمائل کر کے منمنایا، پرنیاں اپنی جگہ پہ جز بز اور کنفیوز ہو رہی تھی۔

"بیٹے اچھا نہیں لگتا، بچی مہمان ہے، آپ کام کرا رہے ہیں۔" مما نے مسکراہٹ دبائی تھی اور کسی قدر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مہمان کو خود خیال کر لینا چاہیے، کسی کا اتنا سا کام کرنے سے تھکن تھوڑا ہی ہو جاتی ہے۔" اب کے معاذ براہ راست پرنیاں کو دیکھ رہا تھا، انداز میں خفیف سی شوخی کا رنگ تھا، زیاد کو اچھو لگ گیا تھا، پرنیاں گھبرا کر کھڑی ہو گی۔

"مما! آ...... آپ...... ان کا کام کر دیں میں کچن دیکھ لیتی ہوں بھابھی کے ساتھ۔" معاذ نے سر پیٹنے والے انداز میں جھلا کر اسے دیکھا اور گویا اپنے بال ہی نوچ لئے تھے۔

"حد ہے یعنی، آپ یہ بھی کہہ سکتی تھیں محترمہ کہ میں آپ کا وارڈ روب دیکھ لیتی ہوں۔" وہ بے حد شاکی تھا، پرنیاں کا چہرہ فق ہو گیا، اس کی گھبراہٹ تبدریج بڑھ رہی تھی، اوپر سے زیاد اور زینب کو کھی کھی، وہ واقعی کنفیوژ ہو چکی تھی، مما نے سر تھام لیا۔

''پرنیاں جاؤ بیٹے آپ ڈھونڈ کے دے دو اسے کپڑے۔'' وہ سخت عاجز ہو کر بولی تھیں، معاذ نے سکھ کا سانس لے کر پھر مما کو گلے لگایا تھا۔

''تھینکس۔'' وہ ان کے کان میں گھس کر ہنسا، مما نے اسے ایک چپت لگا دی تھی، پرنیاں سٹپٹائی ہوئی سی اس کے کمرے کی جانب روانہ ہوئی تھی، یوں جیسے اس کے پاس کوئی چارہ اس کے سوا رہ ہی نہ گیا ہو۔

''بہانہ تھا کپڑوں کا تو، ورنہ تو صاف لگتا ہے آپ ان کے ساتھ تنہائی چاہ رہے تھے۔'' پرنیاں کے جانے کے بعد زیاد نے آہ بھر کے معاذ کو جتلایا وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

''بات ساری سمجھداری کی ہوتی ہے، میں اپنی راہیں خود ہموار کر رہا ہوں، عقل استعمال کرتے ہوئے۔

اس کے لہجے کا تفاخر اور زعم بے مثال تھا، زیاد نے رشک آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا اور بے اختیار داد دی۔

''آپ کو پہلے سے گرو مان چکا ہوں، بس ہار پھول پہنانے کی خواہش ہے۔''

''ہار پھول ذرا ٹھہر کے پہنانا، ابھی تو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' معاذ نے مسکراہٹ دبا کر بے نیازی کا شاندار مظاہرہ کیا اور اسے ہاتھ سے وکٹری کا نشان بنا کر دکھاتا سیڑھیاں چڑھ گیا، پرنیاں اس کے کمرے میں پہلے بھی آ چکی تھی، تب بھی اس کی فیلنگز عجیب تھیں اب تو عجیب تر تھیں، پہلے وہ اس کی بے اعتنائی لاتعلقی اور سرد مہری سے زخم خوردہ تھی اب اس کی توجہ اور التفات اسے ہر پل سہمائے رکھتے تھے، اس کے ہر اٹھتے قدم میں اب بھی گریز اور جھجک تھی مگر وہ یہ سب کرنے پہ مجبور مما کے کہنے پہ ہو گئی تھی، ورنہ اسے اپنا حق اپنے تمام تر تشخص وقار اور شناخت کے ساتھ ہی درکار تھا، معاذ اسے اس کے اصل حوالے سے نہیں جانتا تھا، یہ بات اکثر اسے بہت توہین آمیز احساس کربناک اذیتوں سے دوچار کیا کرتی تھی، مگر چارہ صبر کے سوا کچھ نہیں تھا، یہ سارا معاملہ کچھ اس طور الجھا تھا کہ سلجھنے کی امید عبث ہو کر رہ گئی تھی، بظاہر دیکھا جاتا تو یہ عام سی بات تھی، معاذ نے منتخب تو اسی کو کیا تھا، کیا فرق پڑتا تھا کہ وہ اس حوالے سے آگاہ نہیں تھا مگر وہ جس حد تک حساس تھی اسے اپنا رونا مضطرب اور ہرٹ کر چکا تھا اب وہ اسی حوالے سے منتخب بھی ہونا چاہتی تھی مگر حالات اور واقعات کسی اور ڈگر پہ چل نکلے تھے، اسے اپنا وجود حالات کے سمندر میں ڈوبتا ابھرتا ایک حقیر تنکا محسوس ہونے لگا تھا جو تند خیز موجوں کے رحم و کرم پہ لمحوں میں زیر و زبر ہوتا رہتا ہے، وہ کبھی اپنے اعصاب کو ٹوٹتا بکھرتا اور مجروح ہوتا محسوس کرتی رہتی تھی مگر وہ ان پر خلوص لوگوں کو بھی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی، جنہوں نے اسے محبت مان اور عزت دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، مما نے کہا تھا، معاذ ضدی اور جذباتی ہے، وہ غصے میں سب سے زیادہ اپنا نقصان کرتا ہے، اسے ان کی ریکوسٹ یاد تھی جبھی وہ اکثر مقامات پہ اپنی انا اور پندار کو اپنے ہی پیروں تلے کچل جاتی تھی، یہ بھی ایک ایسا ہی عمل تھا جس نے اسے اندر سے شکستہ کر دیا تھا۔

''آ...... آہم!''

وارڈ روب کھولے کپڑوں کے جوڑے بنا کر تہہ لگاتی وہ اپنی سوچوں میں اس بری طرح

غلطاں تھی کہ معاذ کے آنے کی اسے خبر تک نہ ہو سکی، وہ اس کے پاس آ کر بولا تب وہ جو بے دھیان بے خیال تھی ایک دم زور سے اچھل گئی تھی، معاذ کی شرٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قدموں میں جا گری، اس نے گھبرا کر معاذ کو دیکھا اور اسے روبرو پا کے ان بڑی بڑی سرطراز آنکھوں میں واضح گریز اتر آیا۔

''آ...... آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ جتنی جز بز ہوئی تھی، جس قدر اعتراض ہوا تھا اس شدت سے اس کے لہجے میں ناپسندیدگی اتر آئی تھی، معاذ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے والی ہو گئیں۔

''ہائیں! یعنی کہ میں اپنے کمرے میں بھی نہیں آ سکتا، یہ کیسی پابندی ہے بھئی؟'' اس کے انداز میں مصنوعی پن تھا، دبی ہوئی مسکراہٹ اس کے موڈ کی سرشاری اور سرمئی کی غماز تھی۔

''میرا مطلب ہے، یہ ایٹی کیٹس کے خلاف ہے، میں اپنا کام کر کے چلی جاتی تو آپ کو آنا چاہیے تھا۔'' وہ بے طرح جھنجھلائی تھی، اسے غصہ آتے جا رہا تھا، وہ خود کو معاذ کے سامنے ہرگز بھی گھاس بنا کر پھینکنا نہیں چاہتی تھی۔

''اجی چھوڑیں جی ایٹی کیٹس کو، خود سوچیں اگر مجھے خود باہر ہی رہنا ہوتا تو اتنے جتن کر کے آپ کو یہاں بلانے کی ضرورت کیا تھی۔'' اس کے ذو معنی جملے پر پرنیاں کا حلق خشک ہو کر رہ گیا، اس نے سراسیمگی کی کیفیت میں گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔

''کی...... کیا...... مطلب؟ کہنا کیا چاہتے ہیں آپ؟'' خشک لبوں پہ زبان پھیر کر وہ بامشکل کچھ بولنے کے قابل ہو سکی تھی، رنگ ہر لمحہ پیلا پڑتا جا رہا تھا مگر معاذ پہ جیسے سرے سے کوئی اثر نہیں تھا، اس نے جواباً بہت گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا پھر بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

تو میرا کفر ہے، تو میرا ایماں بھی
تو نے لوٹا ہے مجھے تو نے بسانا ہے مجھے
میں تمہیں یاد بھی کرتا ہوں تو جل اٹھتا ہوں
اب تجھے بھی اسی آگ میں جلانا ہے مجھے

یہ اس کے انداز بیان کا سحر ہی تھا کہ ماحول پہ ایک خوبصورت سی خاموشی طاری ہو گئی تھی، پرنیاں کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں، معاذ نے ایک مخموری سی سانس بھری تھی، اپنی بے حد روشن مگر شوخ نگاہوں کو اس کی لرزتی پلکوں پہ جمایا تھا اور دل سے مسکرا دیا۔

''آپ بھی تو کچھ کہیں نا پرنیاں۔'' وارڈ روب کے کھلے دروازے سے ٹیک لگائے دونوں بازو سینے پہ لپیٹے وہ کتنا فریش کس درجہ مطمئن نظر آتا تھا، پرنیاں نے لرزتے ہاتھوں سے اپنا دوپٹہ سنبھالا اور کچھ کہے بغیر باہر جانے کو لپکی تھی کہ معاذ نے بے اختیار اپنا بازو پھیلا کر گویا اس کی راہ مسدود کی تھی، پرنیاں اگر بروقت تھم نہ جاتی تو لازمی اس سے ٹکرا گئی ہوتی، اس نے کس قدر غصہ بھری نگاہوں کو اٹھایا۔

''سوری! بٹ آپ کا کام مکمل نہیں ہوا ابھی۔'' وہ تبسم خیز لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے جانے دیں پلیز۔'' وہ رو دینے کو تھی، معاذ بھی یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

''تیمور خان کی حویلی میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ......''

''مجھے آپ کے کسی بھی پرسنلز سے انٹرسٹ نہیں ہے سر! آپ کیوں کانشش ہو رہے ہیں۔'' پرنیاں نے بھڑک کر کہتے اس کی بات قطع کر دی، معاذ نے اس کے تنے ہوئے نقوش والے گلابی چہرے کو دیکھا۔

''میں صرف آپ کے لئے کانشش ہوں مس اور میں ہر کسی کو وضاحتیں اور صفائیاں بھی نہیں دیا کرتا۔'' وہ یکدم سرد مہری پہ اتر آیا تھا اور کسی قدر نخوت سے بولا تھا۔

''اینڈلیسن۔''

انا پرست تو ہم بھی غضب کے ہیں لیکن
تیرے غرور کا بس احترام کرتے ہیں

اب کہ اس کا لہجہ کسی قدر فہمائشی تھا، پرنیاں اپنی جگہ پہ بل کھا کر رہ گئی، غم و غصے سے اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا، عجیب شاہانہ انداز تھا باور کرانے کا، وہ پھٹ پڑنے کو ہوئی مگر اس کی شخصیت میں کچھ ایسا رعب و دبدبا تھا کہ وہ اپنی کڑواہٹ پوری طرح نہیں نکال سکی، کہا تو فقط اس قدر۔

''مجھ سے ایسی باتیں مت کیا کریں سر!'' اس کے لہجے کی گمبھیر تر سنجیدگی اور جڑ نے معاذ کو سکتے میں مبتلا کر دیا تھا، پرنیاں کہہ کر خود ہی خائف بھی ہو گئی، یوں لب بھینچے کھڑا تھا جیسے اپنے اندر سے اٹھتی طیش کی تند لہر کو دبا رہا ہو، پھر اس نے ایک گھٹی گھٹی سانس بھری۔

''دوبارہ کہیں یہ بات پرنیاں، میری طرف دیکھ کر۔'' وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا، پرنیاں کا اضطراب بڑھنے لگا، اس نے پلکیں نہیں اٹھائیں۔

''کبھی کبھار میرا دل چاہتا ہے ان تمام بدتمیزیوں کی آپ کو ایسی ہی سزا بھی دوں مگر پرنیاں میں خود اپنے دل کے ہاتھوں بے بس ہوں۔'' وہ عجیب سی بے بسی کا شکار ہو کر کہہ رہا تھا، اپنے اپنی آنکھوں میں شدید جلن محسوس ہو رہی تھی۔

''میں ہمیشہ سراہا اور پسند کیا گیا ہوں، پرنیاں آپ ہیں جو مجھے اگنور کر رہی ہیں، یہی بات مجھے حیران کرتی ہے، وائے کیا کمی ہے مجھ میں آپ کو بتانا پڑے گا۔'' اس کے لہجے میں پھر سے غصہ جھنجھلاہٹ ضد اور ہٹ دھرمی در آئی تھی، پرنیاں کی جان ہوا ہونے لگی۔

''آپ مجھے جانے دیں پلیز۔'' اس نے پھر وہی رٹ لگائی تھی، معاذ نے جھلا کر اسے دیکھا، پھر کسی قدر سختی سے بولا تھا۔

''ہاسٹل میں کیوں رہتی ہیں آپ؟ زینب سے دوستی کیسے ہوئی، دو سال پہلے تک تو میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا، وہ انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی آپ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ، کالج بھی آپ کے الگ، یہ تعلق اتنا گہرا کیسے ہو گیا کہ آپ کی میری ساری فیملی سے جان پہچان ہو گئی۔'' وہ اب کے کسی قدر سختی سے بولا تھا، پرنیاں موضوع کی یکلخت تبدیلی پہ سارا اعتماد اور طنطنہ ہوا ہوتا محسوس کرتی بری طرح سے پزل ہوئی تھی، اس کا دل دھک سے رہ گیا، اسے سمجھ نہیں آئی آخر اس قسم کے سوالوں کا مقصد کیا تھا، سب سے بڑا خوف اسے یہی محسوس ہوا تھا کہیں وہ سب کچھ جان تو نہیں

گیا۔

''ک...... کیا مطلب؟ یہ انوسٹی گیشن کیسی؟'' وہ بری طرح گڑبڑائی۔

''میں آپ کے پیرنٹس سے ملنا چاہتا ہوں، جب کسی لڑکے کو کوئی لڑکی پسند آ جائے تو اس کے پیرنٹس سے ملا جاتا ہے نا۔'' معاذ ہنوز سنجیدہ تھا، پرنیاں نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا اور اس کی نگاہوں میں رقم سچائی کو پا کر قدرے ریلیکس ہوئی تھی۔

''اور وہ جو آپ کی منکوحہ......'' پرنیاں نے کسی قدر طنز سے کہتے کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا تو معاذ کا خراب موڈ کچھ اور بھی برہمی سمیٹ لایا۔

''اسے آپ جہنم میں جھونک دیں، آپ کو اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟'' وہ ضبط کھو کر پھٹ پڑا تھا۔

''اس لئے فکر ہے کہ میں نہ غاصب ہوں نہ بے حس، سمجھے آپ۔'' پرنیاں جو اس ذلت پر کٹ کر رہ گئی تھی، جھلس کر بولی تھی اور اس سے کترا کر کمرے سے بھاگ گئی، معاذ نے شدید غیظ کے عالم میں ٹیبل کو ٹھوکر رسید کی تھی۔

☆☆☆

چاند سفارش جو کرتا ہماری دیتا وہ تم کو بتا
شرم و حیا کے پردے گرا کے کرنی ہے ہم کو خطا
ذکر ہے اب تو خود کو مٹانا ہونا ہے تجھ میں فنا
چاند سفارش جو کرتا ہماری دیتا وہ تم کو بتا

شام کا وقت تھا وہ مما اور بھابھی کے ساتھ کچن میں آ گئی تھی، جب کچن کی کھلی کھڑکی سے انڈین گانے کی آواز اندر آنے لگی، پرنیاں نے حیران ہو کر کھڑکی سے جھانکا، معاذ سلیولیس بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس جینز کے پائینچے چڑھائے برآمدے میں اپنی بائیک دھونے میں مصروف تھا، کچھ فاصلے پہ بڑی چیئر پہ اس کا سیل فون موجود تھا، اسی پہ یہ سانگ چل رہا تھا، وہ گہرا سانس بھر کے پیچھے ہٹنے کو تھی کہ اسی پل معاذ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، دیکھا کیا اندر تک جھانکا تھا، عجیب نظریں تھیں، مجنونانہ سی ضدی سرکش قسم کی، پرنیاں کو اس کی نگاہوں کے اسی جتلاتے ہوئے انداز نے خوفزدہ کیا تھا، وہ بے اختیار پیچھے ہٹی، اسے جانے کیوں لگا تھا معاذ نے جان بوجھ کر یہ سب کیا ہے ورنہ وہ اور اس قسم کے کام کرے، ناممکن، مقصد اس پہ کچھ جتلانا تھا، اس کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا، ابھی وہ سنبھلی بھی نہیں تھی کہ وہ دندناتا ہوا کچن کے دروازے پہ آن کھڑا ہوا۔

''مما مجھے چائے بنا کر دیں، ساتھ میں کچھ کھانے کو بھی۔'' کچن کے دروازے سے کاندھا ٹکاتے ہوئے بولا تھا، کھڑکی کے رستے گانے کی آواز اسی زور و شور سے آ رہی تھی۔

تیری ادا بھی جھونکے والی چھو کے گزر جانے دے
تیری لچک ہے جیسے ڈالی دل میں اتر جانے دے
آ جا بانہوں میں کر کے بہانہ ہونا ہے تجھ میں فنا
چاند سفارش جو کرتا ہماری دیتا وہ تم کو بتا

شرم و حیا کے پردے گرا کے کرنی ہے ہم کو خطا

پرنیاں نے دانستہ رو رخ پھیر لیا تھا اور بریانی کا مسالہ بھوننے لگی، سنگر کے کھلے ڈلے الفاظ اس کے چہرے پہ سرخی ہی نہیں تپش بھی سمیٹ لائے تھے، ناگواری جو تھی وہ الگ۔

"دیوانہ کر دیا ہے میرا دیور تم نے پرنیاں! قسم سے مجھے تو اب بیچارے پہ رحم آنے لگا ہے، تم بھی کر لو نا ذرا سا اس طرح تو وہ کبھی کسی کی توجہ کا طالب نہیں ہوا قسم سے۔" بھابھی اس پہ جھک کر شریر مسکان کے ساتھ بولی تھیں، پرنیاں ہولے ہولے کانپنے لگی، جو بھی تھا جیسے بھی تھا، وہ آخر انسان تھی، اتنی توجہ اسے بھی پریشرائز کرتی تھی، وہ تو پہلے ہی اسیر تھی، اکثر اس پہ متضاد کیفیات کا غلبہ چھا جاتا، بھابھی کی بات پہ اس کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگا، کچھ کہے بغیر اس نے محض ہونٹ کچلے تھے۔

"یہ لو دے آئے اسے۔" بھابھی نے جھٹ پٹ چائے بنا کر ساتھ میں کباب اور کٹلس تیار کر کے ٹرے سجا دی تھی۔

"جاؤ نا، وہ تمہارے لئے اتنے جتن کر رہا ہے تم اتنا بھی نہیں کر سکتیں، بیوی ہو اس کی۔" بھابھی نے اس کے گریز اور شرم کو دیکھتے ہوئے نرمی سے سمجھایا، پرنیاں نے مضطرب نظروں سے مما کو دیکھا، وہ خاموش تھیں مگر ان کی نگاہیں اور چہرے کے تاثرات ضرور بھابھی کی بات کی تائید کر رہے تھے، وہ یہیں پہ ہارنے لگتی تھی، اسے ٹرے تھامنا پڑی، معاذ دوبارہ باہر جا چکا تھا، پرنیاں کے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ اس کا پندار زخمی ہو رہا تھا، معاذ نے اسے دور سے آتے دیکھا تو اپنی فتح پہ نازاں ہو کر مسکرایا اور پائپ پھینک کر پہلے نل بند کیا پھر تولیہ اٹھا کر ہاتھ پونچھنے لگا تھا مگر انداز میں واضح فتح مندی تھی۔

ہے جو ارادے بتا دوں تم کو شرما ہی جاؤ گی
دھڑکنیں جو سنا دوں تم کو گھبرا ہی جاؤ گی
ہم کو آتا نہیں ہے چھپانا ہونا ہے تجھ میں فنا
چاند سفارش جو کرتا ہماری دیتا وہ تم کو بتا
شرم و حیا کے پردے گرا کے کرنی ہے ہم کو خطا

وہ خود بھی ساتھ ساتھ گنگنانے لگا تھا، وہی سحر انگیز بیان، وہی سحر طراز لہجہ، وہی جان نکال لینے والا انداز، پرنیاں کے اندر اکھاڑ بچھاڑ ہونے لگی، اس نے جھک کر ٹرے میز پر رکھی تھی پھر ٹیبل کو کرسی کے نزدیک کر دیا۔

"کہاں جا رہی ہیں؟" اسے پلٹتے دیکھ کر وہ تیزی سے ٹوک گیا۔

"میں کچن میں بزی ہوں۔" پرنیاں نے جیسے طوطا کر رہا جواب دیا تھا۔

"پرنیاں مجھے یہ تو بتا دیں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"کون سا فیصلہ؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"پرنیاں میرے یہی نیک ارادے ہیں جو یہ حضرت بیان کر رہے ہیں۔" اس نے ہاتھ سے موبائل فون کی سمت اشارہ کیا جس پہ وہی گانا پھر ری وائنڈ کر دیا تھا، البتہ آواز کم تھی پرنیاں کا چہرا

اس درجہ بے حجابی کے مظاہرے پہ خفت اور حیا سے دہک اٹھا، وہ ایک دم جھٹکے سے مڑی تھی پہلے سے دوسرا قدم نہیں اٹھا سکی، معاذ اپنے آہنی وجود کے ساتھ اس کے راستے کی دیوار بن گیا تھا۔

"مجھے جانے دیں سر!" وہ جیسے روہانسی ہو گئی۔

"میری بات کا جواب دیئے بغیر آپ نہیں جا سکتیں۔" وہ ایک بار پھر ہٹ دھرم اور خود سر تھا، ہٹیلے انداز میں بات کرنے والا۔

"پرنیاں اور نیلما میں فرق ہے سر! آپ اسی فرق کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں۔" وہ پھٹ پڑی تھی، وہ ہمیشہ مفاہمت کرتی اپنے آپ کو توڑتی پھر اس کی جانب بڑھتی تھی مگر وہ ہر بار اسے شکستگی کرب اور دکھ سے لبریز کر دیا کرتا تھا، معاذ ساکن رہ گیا، محض ایک لمحے کو اس کی پرنیاں کی نمناک آنکھوں سے نگاہ چار ہوئی تھی اور اس نے پرنیاں کی آنکھوں میں کرب اضمحلال کے ساتھ شکوہ بھی نظر آیا تھا، وہ دوڑتی ہوئی راہداری کے موڑ پہ غائب ہو گئی، معاذ نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ کپ واپس ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

(تم بھی مجھے نیلما کے درجے پر لا کر پرکھ رہی ہو پرنیاں! یہی تمہاری غلطی ہے اور میں معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں) وہ لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔

☆☆☆

جی بھر کے دیکھوں تجھے اور تجھے گوارا ہو
بے تاب میری نظریں ہوں اور پیار تمہارا ہو
جاں کی فکر ہو نہ دنیا کی پرواہ
اک تیرا پیار ہو جو بس ہمارا ہو

معاذ گنگناتے ہوئے تیار ہو رہا تھا جب دروازہ ناک کر کے زیاد اندر آیا، وہ خود بھی تک سک سے تیار ہاسپٹل جانے کو تیار تھا۔

"ہائے لالے! ہاؤ آر یو؟" زیاد مسکرایا تھا، معاذ نے پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

"صبح صبح کیوں نازل ہو گئے ہو چھوٹے؟"

"آپ سے اک کام کہا تھا کچھ بنا اس کا؟" وہ بھی اسی کا بھائی تھا اس نے اگر غرض کو پا لیا تھا تو شرمندہ ہونے والوں میں سے زیاد بھی نہ تھا جھٹ مطلب کی بات کی۔

"کون سا کام؟" معاذ اب بیڈ پہ بیٹھ کر موزے پہن رہا تھا، زیاد نے چڑ کر اسے دیکھا۔

"بالکل صحیح، کریں یہ سوال مجھ سے، آپ کو تو پرنیاں جی کے سوا آج کل سب کچھ بھولا ہوا ہے۔" زیاد کا موڈ بگڑ گیا تھا، جبھی لڑنے کو تیار ہو گیا۔

"اُنوہ طعنے کیوں دینے بیٹھ گئے ہو، یاد کرا دو نا۔" معاذ نے اسے گھورا تھا، زیاد سرد آہ بھر کے رہ گیا، کیا شان بے نیازی تھی۔

"نوریہ سے بات کی نہیں نا آپ نے؟" اور معاذ واقعی شرمندہ ہو گیا تھا۔

"سوری یار! بالکل ذہن سے نکل گیا، انشاءاللہ آج کالج سے واپسی پہ ضرور۔"

''دیکھ لیں آپ کو پھر بھول گیا تو...... پتہ ہے اس کا اک اور پرپوزل آیا ہوا ہے۔'' زیاد کی بے چینی عروج پہ جا پہنچی تھی۔

''ڈونٹ وری، ڈونٹ وری میں سمجھاؤں گا اسے۔'' معاذ جوتے پہن چکا تھا واش روم کی سمت ہاتھ دھونے بڑھ گیا، پھر وہ اور زیاد اکٹھے ہی کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال کی جانب آرہے تھے کہ جہان بھی اپنے کمرے سے نکل کر ان کے ہمقدم ہوگیا، پرنیاں کچن سے ٹرے اٹھائے نکلی تھی، گھریلو حلیے میں دیکھ کر معاذ کی پیشانی پہ بل پڑ گئے، وہ لمبے ڈگ بھرتا اس کے سامنے آ گیا تھا۔

''یہ ویٹرس سروس کیوں شروع کر دی، کالج نہیں جانا تھا آپ نے؟'' پرنیاں نے اس سوال پر گڑبڑا کر پہلے اسے پھر اس کے پیچھے کھڑے جہان اور زیاد کو دیکھا، جہان تو گہرا سانس بھر کے ڈائننگ ہال کی جانب مڑ گیا البتہ زیاد متجسس نظروں سے مسکراتا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا پوچھ رہا ہوں میں؟ دل کی طرح سماعتوں نے بھی اثر لینا چھوڑ دیا۔'' اس کے لہجے میں برہمی کے ساتھ طنز بھی شامل ہوگیا تھا۔

''آ...... آج مجھے نہیں جانا تھا۔'' وہ سر جھکا کر مجرمانہ انداز میں بولی تو معاذ کی پیشانی کی شکنیں کچھ اور بڑھ گئیں۔

''چلیں جا کر تیار ہو کر آئیں، آپ آج بھی کالج جا رہی ہیں۔'' معاذ نے اس کے ہاتھوں سے ٹرے لے کر پٹخی تھی اور قطعی لہجے میں بولا، توہین کے احساس نے پرنیاں کو سرتاپا جھلسا کے رکھ دیا۔

''مجھے مما نے چھٹی کرنے کو کہا ہے، زینب جا رہی ہے اس لئے۔'' وہ سخت روہانسی ہوگئی تھی، معاذ نے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں بھی اس لئے چاہ رہا ہوں کہ آج کالج چلی جائیں، تیمور خان آ رہا ہے اور میں ہرگز نہیں چاہتا اس سے آپ کا سامنا ہو۔'' معاذ نے ایک بار پھر خلاف مزاج، خلاف عادت وضاحت دی تھی، پرنیاں کا چہرا جانے کس جذبے کے تحت سرخ پڑ گیا، کچھ کہے بغیر وہ خاموشی سے پلٹ گئی تھی، معاذ ڈائننگ ہال چلا آیا۔

''تم آخر پرنیاں کو ساتھ کیوں لے جا رہے ہو معاذ؟'' جہان نے اسے ٹوکا تھا۔

''جب میں لا سکتا ہوں تو لے جا بھی سکتا ہوں۔'' اس نے نخوت سے جواب دیا تھا۔

''یہ کتنی غلط بات ہے معاذ کہ آپ اسے یہاں سے خود جانے کو کہہ رہے ہو، بچی کیا سوچے گی۔'' خود مما کو اس کی اس حرکت پہ تاؤ آیا تھا، جبھی ڈانٹ کر بولی تھیں۔

''ایسا نہیں ہے مما! میں اسے نکال نہیں رہا، بس نہیں چاہتا ان کا حرج ہو۔'' اس کے جواب پہ مما ٹھنڈا سانس کھینچ کر رہ گئیں۔

''وہ آئی کیوں نہیں ہیں، انہیں بھیجیں دیر ہو رہی ہے۔'' معاذ نے گھڑی دیکھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا تھا، اب اس سے کچھ کہنا فضول تھا، وہ جو ٹھان لیتا تھا کر کے رہتا تھا، مما خاموشی سے باہر آ گئیں پرنیاں تیار ہو چکی تھی مگر معاذ کے ساتھ جانے پر تیار نہیں تھی۔

''مما آپ سمجھتی نہیں ہیں، مجھے ان کے ساتھ کالج آتے دیکھ کر ایک اسکینڈل کھڑا ہو جائے گا، میں ہرگز افورڈ نہیں کر سکتی۔'' اس کے اپنے تحفظات تھے۔

''بیٹے آپ کو یہ رشتہ چھپانا ہی نہیں چاہیے تھا، جھوٹ ہمیشہ مسائل پیدا کرتا ہے اور مشکلات سے دوچار بھی۔'' پرنیاں کی آنکھیں اس بات پہ بھر کر چھلکنے کو بے قرار ہو گئیں۔

''آپ بھی اب یہی بات کہہ رہی ہیں مما! جس قسم کی صورتحال تھی، اس میں، میں کیسے اس بات کا ڈھنڈورا پیٹ سکتی تھی۔'' مما خاموش سی ہو گئیں اور بے اختیار اسے گلے لگا لیا تھا۔

''سوری بیٹے! مگر میں سمجھتی ہوں اب اس رشتے کو قبول کرنے اور ظاہر کرنے میں ہی بھلائی ہے، ورنہ بہت کریٹیکل پرابلمز کھڑی ہو سکتی ہیں۔'' پرنیاں کے پاس ان کی اس بات کا جواب نہیں تھا، وہ اسے بہت دیر تک حالات کی اونچ نیچ سمجھاتی رہی تھیں۔

''کیا ارادے ہیں آپ کے؟'' معاذ سرد تاثرات کے ساتھ دروازے پہ نمودار ہوا تھا، پرنیاں نے گھبرا کر مما کے پیچھے پناہ لی اس حرکت نے معاذ کو گویا سیخ پا ہی کر دیا تھا۔

''معاذ بیٹے پرنیاں اس بات سے کنفیوژ ہے کہ انہیں آپ کے ساتھ دیکھ کر وہاں سب حیران ہوں گے، آپ خود بھی تو سوچو۔''

''یہ ہمیشہ صرف اپنے لئے ہی سوچتی ہیں مما! جبکہ میں اپنے ساتھ ان کا بھی سوچتا ہوں، یہ ان کی غلطی ہے نا کہ انہوں نے وہاں کسی سے بھی مجھ سے اپنا تعلق ظاہر نہیں کیا، اینی ویز یہ اتنا ہاٹ ایشو نہیں ہے، میں خود فیس کر لوں گا، آیئے آپ۔'' وہ مما کو مطمئن کر کے پرنیاں سے مخاطب ہوا تو پرنیاں جو اس کی معنی خیز بات پہ پھر سے ہولنے لگی تھی مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق اس کے ساتھ چل پڑی مگر اس طرح کہ دل خون ہوا جا رہا تھا۔

''آپ کو اندازہ تو ہو گیا ہو گا میری پاور اور میری اپروچ کا۔''

''مس پرنیاں! معاذ حسن جو کرنے کا سوچ لے ارادہ باندھ لے اسے کر کے رہتا ہے الحمدللہ۔'' اس کے بیٹھنے کے بعد اس نے زور سے دروازہ بند کر کے اس پہ جانے کیا جتلانا چاہا تھا۔

''سو میں ابھی تبھی کہتا ہوں سنبھل جائیں سدھر جائیں کہ۔''

چلو یہ فرض کرتے ہیں
کہ تم مشرق میں مغرب ہوں
چلو یہ مان لیتے ہیں
بڑا لمبا سفر ہے یہ
مگر یہ بھی حقیقت ہے
تمہاری ذات کا سورج
بہت سا راستہ چل کر
میری ہستی میں ڈوبے گا

پرنیاں نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں، وہ اسی کی سمت متوجہ تھا بھنوؤں کو بہت پیارے انداز میں جنبش دے کر ہنسا۔

''کیا سمجھیں؟'' پرنیاں نے ہونٹ بھینچ کر نگاہ کا زاویہ بدل دیا، معاذ گویا سر پیٹنے والا ہو گیا تھا۔

یاد آتے ہیں آج اف گناہ کیا کیا
پہلا یہ کہ محبت کر لی آخری یہ کہ تم سے کر لی

پرنیاں کا رخ کھڑکی کی جانب تھا، اس دہائی دیتے انداز پہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

تمہارے ساتھ چلتے ہیں ہزاروں چاہنے والے
میرے ہونے نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے

اس نے سرد آہ بھری اور ٹہلنا موقوف کر کے چلتی ہوئی سوئمنگ پول کے کنارے گلابوں کے کنج کے پاس سفید مرمر کی بینچ پر آ بیٹھی، تھوڑے فاصلے پر شان سے سر اٹھائے کھڑے املتاس کی ٹہنیاں ہولے ہولے ہل رہی تھیں، ہوا میں رچی گلابوں کی خوشبو سانسوں کے ذریعے اس کے اندر اترنے لگی، سوئمنگ پول کی سطح پر آسمان کے عکس کو لرزتا دیکھتے اس کی اپنی آنکھوں میں بھی نمی اترنے لگی۔

''ہائے کزن!'' نوریہ نے اس گمبھیر لہجے پر چونک کر سر اونچا کیا تو معاذ کو اپنے روبرو مسکراتے پا کر وہ تحیر کی زیادتی سے ساکن رہ گئی۔

بھلا کبھی وہ اتنی اہم کہ وہ اسے ملنے کو خاص طور پر چلا آتا، خود ترسی نے اس کا دامن تھام لیا تھا، کچھ کہے بغیر یونہی حیرانی و غیر یقینی کی کیفیت میں ساکن پلکیں لئے وہ اسے دیکھتی چلی گئی تھی، معاذ آگے بڑھ کر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا، پھر اسے دیکھ کر خصوصیت سے مسکرایا تو نوریہ کا یہ سکتہ ٹوٹا تھا وہ ایکدم کنفیوژ ہو کر پلکیں جھکا گئی۔

''کیا بات ہے نوریہ؟'' معاذ کا لہجہ دھیما اور اثر انگیز تھا، وہ ظاہری طور پہ ہی خوبصورت نہیں تھا، قدرت نے ہر لحاظ سے اسے بہت فیاضی سے نوازا تھا، بات چیت کے انداز سے لے کر نشست و برخاست تک میں ایک وقار تمکنت اور دلربائی تھی، جو اسے ہمیشہ ہزاروں کے مجمعے میں بھی نمایاں دکھاتی تھی، وہ اتنا خاص تھا جبھی شاید نوریہ جیسی عام لڑکی اسے ڈیزرو نہیں کرتی تھی، اپنی سوچ نے خود نوریہ کی آنکھیں نم کر دیں تھیں۔

''نوریہ؟'' معاذ جو اس کے جواب کا منتظر تھا اس درجہ خاموشی اور نظر اندازی پہ خفیف سا جھنجھلا اٹھا، نوریہ گڑبڑائی تھی۔

''کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے جان چھڑانے کی خاطر اپنی بات پہ زور دیا تھا مگر سامنے معاذ حسن تھا، سو آسانی سے کیسے یقین کر لیتا۔

''میں ضرور تمہاری بات کا یقین کر لیتا اگر تمہارے رویے میں تبدیلی نہ آئی ہوتی، اب اس سے بھی منکر مت ہو جانا پلیز۔'' اس کے پہلے سے حد بندی لگا دینے پہ نوریہ کی بے بسی اور لاچاری میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

''اول تو ایسا کچھ ہے نہیں، اگر ہو بھی تو آپ کو کوئی فرق پڑتا ہے؟'' نوریہ کو جانے کیا سوجھا تھا جو یہ بات کہہ کر کس قدر طنز سے اس کا چہرا دیکھنے لگی تھی، معاذ حسن پہلے چونکا تھا پھر اگلے لمحے کاندھے جھٹک کر آہستگی سے ہنس دیا تھا۔

''کم آن نوری! تم کزن ہو میری، سو اہمیت تو خود بخود ہو گئی تمہاری اس رشتے کے توسط، دوسری اہم بات یہ کہ ہمیں تو جو فرق پڑا سو پڑا کوئی ہے جسے بہت زیاد فرق پڑ چکا ہے۔'' آخر میں اس کا لہجہ سنجیدگی کی لپیٹ سے نکل کر شرارتی اور معنی خیز ہو چلا تھا، نوریہ نے اسے الجھ کر دیکھا اگلے لمحے اس کے چہرے پہ بے زاری چھا گئی تھی۔

''مجھے کسی سے غرض نہیں ہے۔''

''زیاد سے بھی نہیں؟'' معاذ نے اسے اٹھتے دیکھ کر خود بھی چیئر چھوڑ دی تھی، نوریہ کے چہرے کے رنگت نہ صرف پھیکی پڑ گئی، بلکہ یکلخت اس کے چہرے پہ تاریک سائے لہرانے شروع ہو گئے تھے۔

''اگر میں کہوں زیاد سے بھی نہیں تو......'' معاذ سے نگاہیں چار کیے بنا اس نے سرد آواز میں جتلانا چاہا تھا، معاذ نے گہرا سانس کھینچا۔

''تم زیاد کے لئے منع کیوں کر رہی ہو، کسی اور کو پسند کرتی ہو نوریہ؟'' نوریہ کو لگا تھا اسے کسی نے بے خبری میں کسی بلند عمارت سے نیچے گرا دیا ہو، زمین کا قدموں تلے نہ ہونا کس کیفیت کا نام ہے یہ اسی وقت اس پہ آشکار ہوا تھا، اس نے معاذ کی محبت میں وحشتوں کے جانے کتنے صحرا پار کیے تھے مگر کبھی اتنی تکالیف سے دوچار نہیں ہوئی تھی جس کا اب اسے شکار ہونا پڑا تھا، کیا بتاتی وہ، کہہ دیتی ہاں، اور وہ کوئی اور نہیں تم خود ہو، اس کا دل رو اٹھا تھا، اس کے روئیں روئیں سے ٹیس اٹھتی چلی گئی تھیں، پتہ نہیں کیسے وہ خود پہ باندھے ضبط حوصلے کے سارے بند توڑ بیٹھی، معاذ تو اسے یوں مچل مچل کر روتے دیکھ کر ہی سٹپٹا گیا تھا۔

''نوریہ......نوری پلیز! دیکھو اگر تم نے میری بات کو مائنڈ کیا اور ہرٹ ہوئی ہو تو آئی ایم ساری، مجھے شاید ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا، میں اس بات کو غلط نہیں سمجھتا، فرینکلی اس لئے پوچھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں تمہاری ہیلپ کر سکتا ہوں۔'' وہ گڑبڑا کر وضاحتیں پیش کر رہا تھا، نوریہ نے بامشکل خود کو سنبھالا اور دوپٹے کے پلو سے بھیگا چہرا رگڑ کر صاف کرتے اسے عجیب سی بے بسی سے دیکھا تھا اور چہرے کا رخ پھیر لیا۔

(میرا جو نقصان ہونا تھا ہو چکا ہے، اب تم بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔)

معاذ گہرا سانس بھرتا اٹھ کھڑا ہوا، پھر رک کر اسے دیکھا اور جھجک آمیز انداز میں گویا ہوا تھا۔

''تم روئی کیوں ہو نوریہ؟''

''آپ نے مجھے بہت غلط سمجھا، میں نے ایسا کوئی روگ نہیں لگا رکھا۔'' وہ پھٹ پڑی تھی، اپنے پندار کی حفاظت کی کوشش میں دل کا خون بھی اسے گوارا تھا، معاذ نے اسے حیرانی سے دیکھا تھا پھر ایکدم ہنس پڑا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے، ویسے میں نے اندازہ قائم نہیں کیا تھا، سوال کیا تھا تم سے۔''

وضاحت کرتے ہوئے اس نے مسکراہٹ دبائی تھی، جانے کیوں نوریہ کا چہرا جل اٹھا تھا۔

''نوریہ، زیاد میں بھی کوئی کمی تو نہیں ہے، سب سے بڑی بات یہ کہ تم سے بہت محبت کرتا ہے، مجھے لگتا ہے تم اس کے ساتھ بہترین زندگی گزار سکتی ہو۔'' اب کی مرتبہ معاذ کا لہجہ صلح جو اور دوستانہ اپنائیت لئے ہوئے تھا، نوریہ کا حلق خشک ہو کر رہ گیا، اس نے سخت خائف ہونے والے انداز میں دانستہ اسے دیکھنے سے گریز کیا، حالانکہ معاذ کی نگاہوں کا سوالیہ انداز میں خود پہ اٹھنا وہ اچھی طرح محسوس کر چکی تھی مگر گریزاں تھی اور گریزاں رہنا چاہتی تھی۔

''میں جانتا ہوں کسی کو کھو کر کوئی بھی مر نہیں جایا کرتا، مگر یہ بھی سچ ہے کہ شدید خواہش پوری نہ ہوں تو عمر بھر کی تشنگی ضرور دے جایا کرتی ہیں، میں ہرگز نہیں چاہوں گا زیاد کے حصے میں کوئی ایسی تشنگی آئے، وہ مجھے بہت عزیز ہے نوریہ! پلیز اس کے لئے گنجائش رکھ کر سوچنا ضرور۔'' اپنی بات مکمل کر کے معاذ آگے بڑھتا چلا گیا تھا، جبکہ نوریہ اسے لگا تھا وہ اس دشمن جاں کے حکم کی زنجیر میں جکڑی جا چکی ہے، وہ ایک بار پھر بلک اٹھی تھی، وہ جس بات سے خوفزدہ تھی بالآخر وہی سزا اسے مل گئی تھی، وہ ایک بار پھر بری طرح سے لٹ گئی تھی، یہ پوچھے یہ جانے بنا کہ وہ ریکوسٹ کر کے گیا ہے یا حکم دے کر، اس کا کام تو خود کو اس کے لئے وقف کرنا تھا، سو وہ کر چکی تھی کب کی، بات اس کی زبان سے نکلی تھی اس اسے دار پہ بھی چڑھنا پڑتا تو چڑھ جاتی، یہی محبت کا تقاضا تھا یہی عشق کا اصول ہے۔

☆☆☆

دروازہ ہلکی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا تب انہوں نے فائل سے نگاہ ہٹا کر سامنے دیکھا، ہاتھوں میں ٹرے تھامے مما اندر داخل ہو رہی تھیں، پپا کی نگاہیں پھر سے فائل کے صفحات پہ جم گئیں۔

''پہلے چائے پی لیں احسان!'' مما نے ٹرے ٹیبل پہ رکھتے ہوئے ان کی توجہ حاصل کرنی چاہی، انہوں نے محض سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا، مما نے چائے کا مگ ان کی جانب بڑھایا اور خود کشن کھینچ کر ان کی چیئر کے نزدیک کر کے ان کے پیروں کے پاس بیٹھ گئیں، پپا نے مگ لیتے ہوئے انہیں خفگی سے دیکھا تھا۔

''آپ کو کتنی مرتبہ کہا ہے شائستہ اس طرح نہ بیٹھا کریں، ادھر آئیں صوفے پہ۔''

''آپ کو بھی کتنی مرتبہ کہا ہے احسان مجھے ٹوکا مت کریں، میں اپنی مرضی سے اس طرح بیٹھتی ہوں مجھے اچھا لگتا ہے، مجھے سکون ملتا ہے، کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں مکمل سکون اور طمانیت سے کچھ وقت گزاروں؟'' ان کی خفگی کی پرواہ کیے بغیر وہ مسکرا کر بولی تھیں اور کسی قدر شوخی سے انہیں دیکھا، پپا کچھ کہنے کے بجائے محض گہرا سانس بھر کر رہ گئے، وہ ان کی اپنے متعلق دیوانگی سے اچھی طرح آگاہ تھے اور یہ بھی سچ تھا ان کی اس دیوانگی سے ہمیشہ انہوں نے ہی کمپرومائز کیا تھا، ان کی عزت نفس کو مجروح کیے بنا انہیں توجہ اور محبت سے سمیٹا تھا، وہ ان کی دور پار کی رشتہ دار تھیں، کسی خاندانی تقریب میں احسان کو دیکھا تھا اور پھر اپنی فیملی کی سخت مخالفت کے باوجود انہوں نے احسان کو پا لیا تھا، اس کے پانے کی جستجو میں انہوں نے باقی سب کچھ داؤ پہ لگا دیا تھا، اپنے رشتوں

سے لے کر اپنی جائیداد تک کو، شائستہ کے والد جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، وسیع جاگیریں اور کروڑوں کا بزنس تھا، شائستہ کے علاوہ ان کے دو بھائی اور تھے، وہ بھائیوں کے برابر جائیداد میں حصہ دار تھیں مگر احسان کی وجہ سے انہوں نے والدین سے قطع تعلق اختیار کیا تو سب کچھ قربان کر دیا تھا پھر انہوں نے کبھی پلٹ کر دیکھنا تو درکنار ان لوگوں کو یاد بھی نہیں کیا تھا، یہ ان کی قسمت تھی کہ انہیں احسان کی فیملی سے صرف مان محبت ہی نہیں عزت اور چاہت بھی ملی تھی، جبھی وہ زندگی میں کسی مقام پہ نہیں ڈگمگائی تھیں۔

''کیا بات ہے بیگم صاحبہ! آج پھر آپ کو ہم پہ جوانی والا پیار کیوں آ رہا ہے۔'' چائے کا مگ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے انہوں نے سلور فریم کے چشمے کے پار سے شرارتی نظروں سے انہیں دیکھا تو مما بری طرح سے جھینپ کر سرخ پڑ گئی تھیں، وہ اس عمر میں بھی بلا کی دلکشی اور خوبصورتی سمیٹے ہوئے تھیں اس عمر کا وقار اور رکھ رکھاؤ انہیں کچھ اور بھی باوقار بنا چکا تھا۔

''اتنے بزی رہنے لگے ہیں کہ اتنے کم میسر آتے ہیں مجھے، کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے آپ اور میں ندی کے دو کنارے ہیں جو ساتھ تو چلتے ہیں مگر ملتے نہیں ہیں۔'' وہ پتہ نہیں کیوں اتنی حساس ہو رہی تھیں، پپا نے کچھ الجھ کر بغور انہیں دیکھا۔

''کوئی بات پریشان کر رہی ہے آپ کو؟''

ان کی انڈر اسٹینڈنگ مثالی تھی، بنا کہے وہ جان گئے تھے جو وجہ یہی تھی کہ وہ انہیں بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔

''کوئی ایک بات تھوڑی ہے، پریشان کرنے کو، زینب کا معاملہ ہی کیا کم تھا میں تو جہان سے نظریں ملانے کے قابل نہیں پاتی خود کو، احسان کبھی کبھی مجھے لگتا ہے جیسے یہ میرے عمل کی معمولی سزا ملی ہے مجھے دنیا میں ہی، میں نے اپنی ماں کو دکھ دیا تھا نا اسی لئے زینب نے یہ سرکشی دکھائی، یہ مکافات عمل تھا......'' ان کی آواز بھیگنے لگی، پپا نے کچھ کہے بنا صرف ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپکا تھا، مما سر جھکائے آنسو پیتی رہیں۔

''میں جس کرب سے گزری تب ہی جان پائی ہوں اس وقت میری ماں کا کیا حال ہوا ہوگا، اماں نے مجھے معاف نہیں کیا تھا، وجہ یقیناً بھائی اور بابا تھے وہ ان سے انحراف کی جرأت نہیں رکھتی تھیں، میں ان کی مجبوری سمجھ سکتی تھی، احسان آپ ہمیشہ میرے عجیب ڈھکتے آئے ہیں، آپ کا یہ ایک اور احسان تھا مجھ پہ کہ زینب کی اس ہٹ دھرمی کو آپ نے بہت اعلیٰ ظرفی سے نبھایا اور کسی قسم کی قطع تعلقی اختیار نہیں کی، شاید میں یہ نقصان سہہ نہ پائی۔'' وہ باقاعدہ آنسو بہا رہی تھیں، پپا نے نرمی سے انہیں خود سے قریب کر کے بہت توجہ سے آنسو پونچھے تھے۔

''یہ مسئلہ تو بفضل خدا حل ہو چکا ہے نا شائستہ! آپ خوامخواہ اب کیوں ٹینس ہو رہی ہیں؟'' ان کے لہجے میں رسانیت اور ٹھہراؤ تھا، مما نے ہچکی سی بھری۔

''مسئلہ زینب کا حل ہوا ہے احسان! جہان کا نہیں اور آپ جانتے ہیں جہان کو میں نے کبھی بھی اپنے بچوں سے کم نہیں پایا، بلکہ جہان کی عادات اور مزاج کی وجہ سے وہ مجھے معاذ و زینب سے بھی کہیں بڑھ کے عزیز رہا ہے، زینب کی وجہ سے اس کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے، وہ اب

سیٹ ہے، میں گواہ ہوں اس کے ہر اضطراب کی اماں ہوں نا، بنا کہے بھی جان سکتی ہوں۔"
"خدا بہتر کرے گا، آپ دعا کیا کریں۔" پپا نے سرد آہ بھر کے ان کے ساتھ خود کو بھی تسلی سے نواز، کچھ لمحوں کو ان کے بیچ خاموشی در آئی تھی، پھر جیسے مما کو ہی کچھ یاد آیا تھا۔
"معاذ اور پرنیاں کا معاملہ بھی گمبھیر ہو چکا ہے، بچے شاید کچھ زیادہ ہی بڑے ہو گئے ہیں، عجیب حماقت کرتے پھر رہے ہیں پتہ ہے آپ کو؟" ان کا انداز عجیب شکایتی تھا، پپا گہرا سانس کھینچ کر رہ گئے۔
"میں کیا کر سکتا ہوں، آپ کے بیٹے کو ہمارے ہر فیصلے سے اختلاف رہا ہے جانتی ہیں آپ؟" ان کے نروٹھے انداز پہ مما نے سخت شاکی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔
"معاذ کے لئے آپ کچھ شدت پسندی سے کام لیتے ہیں احسان۔"
"یہ محض آپ کی سوچ ہے، ورنہ میں بچوں میں امتیازی سلوک کا قائل نہیں ہوں۔"
"اب اس مسئلے کا حل نکالیں نا پلیز۔" مما نے اصل نکتہ اٹھایا تھا، پپا نے کاندھے اچکا دیئے۔
"حل یہی ہے کہ پرنیاں کی رخصتی کا انتظام کریں، صاحبزادے بھی یہی چاہتے ہیں۔"
"مگر مجھے ڈر ہے اگر بچوں کی بات کا معاذ نے برا منا لیا تو......؟" وہ سہمی ہوئی تھیں خائف ہو کر بولی تھیں پپا کی صبیح پیشانی پر ایک شکن نمودار ہوئی۔
"مجھے آپ کا معاذ سے اس طرح خوفزدہ ہونا بالکل پسند نہیں ہے شائستہ! بیٹا ہے وہ آپ کا، اسی لحاظ سے ان سے اپنا رویہ رکھیں۔"
"آپ اس کی نفسیات کو بھی سمجھیں نا، وہ بہت شدت پسند ہے یو نو؟"
"شدت پسند بھی اسے آپ کی حد درجہ اہمیت نے بنایا ہے، خیر میرے نزدیک اس مسئلے کا حل یہی ہے جو بتایا۔" انہوں نے جیسے بات ختم کی تھی، مما گہرا سانس بھر کے رہ گئیں۔
"زیاد بھی نوریہ کو پسند کرتا ہے، بتایا تھا نا آپ کو، مگر نوریہ پتہ نہیں کیوں گریزاں ہے۔" اس سے قبل کہ پپا اس مسئلے کا بھی کوئی حل پیش کرتے دروازے پہ دستک دیتا ہوا معاذ اپنی جھونک میں اندر آیا تھا، اسٹڈی روم میں پپا کے ساتھ مما کو دیکھ کر اچھا خاصا حیران ہوا تھا۔
"واؤ...... یہ آپ پپا کے چرنوں میں کیوں بیٹھی ہوئی ہیں؟" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں شرارت کا عکس اتر آیا تھا، مما بری طرح جھینپیں۔
"یہ ساری محبت کی باتیں ہیں صاحبزادے، جس کے ہجے بھی آپ کو معلوم نہیں۔" پپا نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے لطیف پیرائے میں طنز کیا تھا، وہ باقاعدہ کھنکارا۔
"آپ کا کیا خیال ہے میں انہیں یہاں سے اٹھا کر خود مما کی جگہ سنبھال لوں اور آپ سے کوئی گزارش پیش کروں تو مان لیں گے؟" مسکراہٹ دبائے وہ شوخ متبسم نظروں سے انہیں دیکھ کر بے حد اہم سوال کر رہا تھا، پپا نے سنجیدگی کی نگاہ سے اسے دیکھا تھا پھر اسی سنجیدگی سے گویا ہوئے تھے۔
"یہ تو گزارش کے لب لباب پہ ڈپینڈ کرتا ہے نا، خیر آپ کہیے؟"
"مما پہلے آپ ہمارے لئے یہ خاص جگہ خالی کر دیں۔" معاذ نے پپا سے روئے سخن پھیر کر

انہیں دیکھا انداز کی شرارت ہنوز قائم دائم تھی، مما نے اسے گھورا تھا، البتہ پپا اس مرتبہ مسکراہٹ ضبط نہیں کر سکے۔
"معاذ حسن بی سریس، آپ اب ایک اہم پوسٹ پہ فائز ہو اور وہ سنجیدگی و متانت ڈیزرو کرتی ہے۔"
"پپا میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" معاذ لمحوں میں سنجیدہ ہو گیا تھا، پپا نے ہنکارا ابھرنے پر اکتفا کیا۔
"آپ کی شادی ہو چکی ہے غالباً؟"
"پپا میں پرنیاں سے شادی کرنا چاہتا ہوں، میں آپ کو اپنی پسندیدگی سے آگاہ کر چکا ہوں نا، اور جب آپ کا حکم مانا تھا تب میں نے یہ شرط......"
"آپ پرنیاں سے شادی کر لو، مجھے ہرگز اعتراض نہیں ہے بیٹے۔" وہ متانت سے گویا ہوئے تو معاذ کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔
"آپ سچ کہہ رہے ہیں پپا!" وہ ششدر ہونے لگا۔
"اسٹامپ پیپر پہ لکھ کے دینا پڑے گا؟" پپا نے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا تھا مگر آنکھوں کی سطح پہ بکھری مسکان معاذ کو الجھانے کو کافی تھی۔
"نہیں...... مگر وہ آپ کی پینڈو بہو......"
"اس کا آپ آج کے بعد کوئی تذکرہ نہیں کریں گے بھول جائیں اسے۔"
"مگر وہ میری......" معاذ گڑبڑایا، پپا نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا تھا۔
"ہم اس موضوع پہ کوئی بات نہیں کریں گے معاذ۔" ان کا لہجہ و انداز قطعیت آمیز تھا، معاذ کے اعصاب کشیدگی اور بے چینی سمیٹ لائے تھے، اس نے ہونٹ بھینچ کر انہیں دیکھا پھر گہرا سانس بھرا تھا۔
"آپ خفا ہیں مجھ سے؟" اسے لے دے کے یہی ایک بات سوجھی تھی۔
"ہرگز بھی نہیں، سو ڈونٹ وری۔" ان کے پر رسان انداز نے معاذ کی الجھن کچھ اور بڑھا دی، وہ وہاں سے اٹھا تو بے حد سست قدموں سے باہر نکلا تھا، مما نے اس کے باہر جانے کا انتظار کیا تھا پھر سخت احتجاجی نظروں سے پپا کو دیکھا۔
"کمال کرتے ہیں آپ بھی، اتنا اچھا موقع تھا آپ کے پاس معاذ کی غلط فہمی دور کرنے کا، پھر آپ ہی ہیں پورے خاندان میں جو اسے قابو کر سکتے ہیں، آپ کو بتانا چاہیے تھا اسے کہ پرنیاں ہی......"
"بیگم صاحبہ آپ کا بیٹا اتنا احمق کیوں ہے، اسے یہ سامنے کی بات سمجھ کیوں نہیں آتی؟ میں پرنیاں کا وقار مجروح نہیں کر سکتا، آئی ایم ساری۔"
"معاذ ہرگز احمق نہیں ہے، یہ سب لوگ مل کر اسے چیٹ کر رہے ہیں۔" مما کو بے حد برا لگا تھا جبھی وہ ناراضی سے بولی تھیں، پپا نے کچھ کہے بغیر سگریٹ سلگانا شروع کر دیا، مما کچھ دیر ان کی بے اعتنائی کو دیکھتی رہی تھیں پھر کچھ کہے بغیر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''گو کہ میں خود بھی پرنیاں کی اسٹڈی کمپلیٹ ہونے سے قبل رخصتی کا قائل نہیں تھا مگر اب میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا ہے، پرنیاں بیٹی کو میں خود ہی قائل کر لوں گا، آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ کے انوکھے لاڈلے کو بھی یہ سرپرائز یقیناً اچھا لگے گا۔'' بات کے اختتام پہ وہ مما کو دیکھ کر خصوصیت سے مسکرائے تھے، مما کے دل کا بوجھ یکلخت سرکتا ہوا محسوس ہوا۔

''تھینکس احسان آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔'' مما بھیگی آنکھوں سے مسکرائی تھیں، جواباً ان کی آنکھوں میں خفیف سی شرارت در آئی تھی۔

''مگر آپ ہرگز بھی ویسی اچھی نہیں رہی ہیں جیسی پہلے ہوا کرتی تھیں، اب آپ جب بھی میرے پاس فرصت سے آتی ہیں اپنے بچوں کے مسائل ہی حل کرتی رہتی ہیں، ہمارے بھی کچھ مسائل ہو سکتے ہیں کبھی سوچا آپ نے؟'' ان کا لہجہ گمبھیر تر تھا، مما کا دل زور سے دھڑک اٹھا رنگت شادی کے اولین دنوں کی مانند دہک کر سرخ پڑ گئی، پپا ان کی حالت سے حظ اٹھا کہ ہنستے چلے گئے تھے۔

''آپ صرف اچھے ہی نہیں ہیں، بہت فضول بھی ہیں جیسے آج سے پچیس چھبیس سال پہلے تھے۔'' وہ اپنی جھینپ مٹانے کو یہی کہہ سکی تھیں، جس نے پپا کے قہقہے کو مزید طول دے دیا۔

''مگر آپ آج بھی ویسی ہی ہیں، جیسی پچیس چھبیس سال پہلے تھیں، یعنی معصوم اور ہوش اڑا لینے کی حد تک حسین۔'' ان کا لہجہ ہنوز شرارتی تھا، مما انہیں مصنوعی خفگی سے گھورتیں کمرے سے نکل گئیں تھیں۔

☆☆☆

کالی گھٹا بہت تیزی سے سفید براق بادلوں کو اپنے اندر گھولتی آسمان پر پھیلتی جا رہی تھی، معاذ موسم کے تیور دیکھ کر ہی کمرے سے ملحق ٹیرس پہ نکل آیا تھا، ہاتھ میں کافی کا بڑا مگ تھا جس پر چراگاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی، کافی کے سپ لیتا ٹہلتا ہوا وہ کسی سوچ میں محو تھا جب اسے ڈھونڈتا ہوا زیاد وہاں تک آیا تھا۔

''لالے آپ نے بات کی تھی نوریہ سے؟'' زیاد کے سوال پہ وہ چونک کر متوجہ ہوا تھا اور سوالیہ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''کون سی بات؟'' زیاد نے سخت ناراضی سے دیکھا تھا۔

''آپ کو تو بات یاد نہیں، پوچھنا خاک یاد رہا ہوگا۔'' وہ بری طرح جھلا گیا تھا۔

''یار کیا ہو گیا ہے، خوامخواہ کیوں جھگڑنا چاہ رہے ہو؟'' معاذ نے اسے گھورا تھا، زیاد اثر لئے بنا اسے اسی ناراضگی سے دیکھتا رہا۔

''کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''بالکل غلط کہہ رہے ہو۔'' معاذ کی مسکراہٹ نے زیاد کی جان جلا دی تھی۔

''اچھا پھر بتائیں کیا کہا نوریہ نے؟''

''فی الحال تو کچھ نہیں لیکن میرا خیال ہے وہ انکار بھی نہیں کرے گی۔''

''یعنی آپ بات کر چکے ہیں اس سے؟'' زیاد حیرت سے چلایا تھا، معاذ نے گہرا سانس کھینچا

اور کافی کا مگ سائیڈ پہ دھری، پلاسٹک کی چھوٹی سی گول میز پہ رکھ دیا۔

''ہوں کر چکا ہوں۔'' اس کا انداز خود کلامی کا تھا وہ جیسے پھر سے اس کسی سوچ میں گم ہونے لگا تھا، زیاد نے اسے حیران ہو کے دیکھا، وہ عام سے گھریلو حلیے میں تھا اور پھر بھی بے حد نمایاں لگ رہا تھا، سیاہ شلوار سوٹ میں اس کا دراز قد کچھ اور بھی واضح ہو رہا تھا، کشادہ صبیح پیشانی پہ بکھرے بال، گھنے ابرو تلے مقناطیت سے بھری چمکتی آنکھیں، کھڑی مغرور ناک، بھرے بھرے سرخ ہونٹ، ٹھوڑی میں ہلکا سا گڑھا تھا، وہ ہمیشہ ہر حلیے میں زبردست لگا کرتا تھا، زیاد کو اس پہ بے ساختہ پیار سا آنے لگا، اس میں شک تھا بھی نہیں کہ وہ اس سے ہمیشہ بہت متاثر رہا تھا اور اس جیسا بننے کی کوشش میں باقاعدہ جتن کیا کرتا تھا، اس کا مضبوط، چٹانی وجود ایسی پناہ گاہ محسوس ہوتا تھا جس میں امان تھی، تحفظ تھا، بچپن میں جب اسکول میں اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو وہ بڑے فخر سے اپنے مخالفوں کو معاذ کا حوالہ دے کر خائف کیا کرتا، لڑکپن سے ہی کھلے ڈھلے جسم کا مالک تھا، لمبا تڑنگا اور لڑائی بھڑائی کا شوقین کالج و سکول میں اس کا ہمیشہ ایک ٹہکا رہا تھا، زیاد کو اس کا بھائی ہونے کی وجہ سے ہی خصوصیت رعایت مل جاتی تھی خود بخود وہ ہمیشہ ہر جگہ زیاد کے لئے سہارا بھی ثابت ہوا تھا۔

''آپ کس وجہ سے اپ سیٹ ہیں لالے؟'' زیاد نے اپنی الجھن اس کے سامنے رکھی تھی، معاذ چونک سا گیا، پھر گہرا سانس بھرا تھا۔

''ہاں یار، پپا نے بڑی آسانی سے مجھے پرنیاں سے شادی کی اجازت دے دی ہے، میں نے اس لڑکی کو بات کرنا چاہی تو خود ہی منع کر دیا، ہے نا حیرانی کی بات؟'' معاذ واقعی پریشان تھا زیاد نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

''کس لڑکی کی بات کر رہے ہیں؟''

''وہی جس سے پپا نے خود میرا نکاح کیا تھا یار......!'' وہ جھنجلایا تھا، زیاد نے ٹھنڈا سانس بھرتے خاصے ترحم آمیز انداز میں اسے دیکھا تھا۔

''تو آپ کیوں ٹینس ہو رہے ہیں؟ آپ کو خوشی اس بات کی ہونی چاہیے، پپا نے آپ کے دل کی بات خوشی سے مان لی اور اعتراض نہیں کیا۔''

''لیکن وہ لڑکی بہر حال میرے نکاح میں ہے اور......''

''آپ کیا چاہتے ہیں بھابھی کی حق تلفی نہ ہو؟'' زیاد نے بامشکل مسکراہٹ دبائی۔

''پتہ نہیں میں کیا چاہتا ہوں، ظاہر ہے اب مجھے اس سے عشق تو ہوا نہیں ہے، پھر پرنیاں...... وہ یہ سب کیسے قبول کرے گی۔'' وہ ایک وقت میں کتنی مختلف سوچوں کے ساتھ الجھا ہوا مضطرب لگ رہا تھا۔

''لالے آپ بھابھی سے کانٹیکٹ کریں، ان سے کھل کر اس موضوع پہ بات کر لیں۔'' زیاد نے اپنی سمجھ کے مطابق بہترین مشورہ دیا تھا، اس کے خیال میں اس طرح سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا تھا جو کہ واقعی بری طرح سے پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا، معاذ کے مزاج سے وہ آگاہ تھا، شرارت میں ان کا اٹھایا گیا یہ قدم بھی اسے بھڑکا سکتا تھا، وہ خود خائف ہو رہا تھا۔

"یہ ہرگز مناسب نہیں ہے زیاد! کیا کہوں گا میں اس سے کہ تمہیں پسند نہیں کرتا اور کسی اور سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟" وہ سر جھٹک رہا تھا، زیاد نے کچھ کہنے کی بجائے ہونٹ بھینچ لئے اور برستی بارش کو دیکھنے لگا، جو ایکدم ہی شروع ہوگئی تھی، موٹی موٹی بوندیں موسلا دھار برسنے لگی تھیں۔

"یہ جے کہاں سے آرہا ہے اس وقت؟" گیٹ کھلا تھا اور جہان کی گاڑی تیزی سے بجری کی بھیگی روش پہ دوڑتی پورٹیکو میں آن کر رکی تو معاذ سب کچھ بھلا کر حیرانی سے بولا تھا۔

"جہان بھائی کل رات لاہور گئے تھے، ابھی لوٹے ہیں۔"

"لاہور کیوں؟ اس کے چکر لاہور کچھ زیادہ ہی نہیں لگنے لگے۔"

"پتہ نہیں آپ انہی سے پوچھیئے گا۔" زیاد دامن کترا گیا تو معاذ نے اسے گھورا تھا۔

"ہاں تمہارا مسئلہ حل ہوگیا ہے نا اس لئے۔" اس کی بات پہ زیاد نے ہنستے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

"حد کرتے ہیں لالے! میں مطلبی ہرگز نہیں ہوں۔"

"جے تم لاہور کیوں گئے تھے، اتنی ایمرجنسی میں؟" معاذ کا دھیان جہان کی سمت ہوگیا جو سیڑھیاں چڑھ کر وہیں سے ہوکر اپنے کمرے کی جانب آرہا تھا اس سوال کو سن کر لحظہ بھر کو رکا۔

"آفیشل کام تھا۔" جہان کے جواب پہ زیاد نے مسکراہٹ اچھالی تھی۔

"لالہ آپ پہ شک کررہے ہیں، اس کے باوجود کہ یہ آپ کی سنز نہیں ہیں۔" زیاد کی شرارت پہ معاذ نے اسے بری طرح سے گھورا تھا، اسے دھکیلا اور خود جہان کے برابر آگیا۔

"مجھے ایسے کیوں لگ رہا ہے جے کہ وہاں کے تمہارے چکر کسی خاص سلسلے کی کڑی ہیں۔" معاذ نے آنکھیں نچا کر گویا اس کا گھیراؤ کرنا چاہا، جہان نے اسے گھورنے پہ اکتفا کیا تھا۔

"فضول کی قیاس آرائی ہے، اپنے اندازے سنبھال کر رکھو۔"

"ہاہ کاش یہ فضول کی قیاس آرائی نہ ہوتی، کاش ایسا واقعی کوئی معاملہ نکل آتا۔" زیاد نے مصنوعی آہ بھری تھی، جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آکر گزر گیا، جس میں دلی اذیت کا ہر عکس بے حد واضح تھا، معاذ متوجہ نہیں تھا ورنہ اس کی زیرک نگاہ سے یہ رنگ ہرگز نہ چھپتے۔

"تم نیچے جارہے ہو تو پلیز میرے لئے ایک چائے کا مگ بھجوا دینا۔" معاذ کو راستہ بدلتے دیکھ کر جہان نے آہستگی سے اور تھکن زدہ انداز میں کہا تھا، معاذ نے کاندھے اچکا دیئے۔

☆☆☆

سبزہ سبزہ سوکھ رہی ہے پھیکی زرد دوپہر
دیواروں کو چاٹ رہا ہے تنہائی کا زہر
دور افق تک گھٹتی بڑھتی اٹھتی گرتی رہتی ہے
کہر کی صورت بے رونق دردوں کی گدلی لہر
بستا ہے اس کہر کے پیچھے روشنیوں کا شہر
اے روشنیوں کے شہر کون کہے کس سمت ہے تیری راہ
ہر جانب بے نور کھڑی ہے ہجر کی شہر پناہ

تھک کے ہر سو بیٹھ رہی ہے شوق کی ماند سپاہ
آج میرا دل فکر میں ہے اے روشنیوں کے شہر

اس نے ہاتھ اٹھا کر بھیگے گال رگڑ رگڑ کر خشک کر ڈالے اور سرد آہ بھر کے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا، کچھ دیر خود کو کمپوز کیا تھا پھر متوازن لہجے میں اپنے پیچھے منتظر کھڑی حوریہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

"مما سے کہہ دو حور کہ ممانی اب کے پوچھیں تو انکار نہ کریں۔" حوریہ جس کو اس سے کم از کم اس جواب کی توقع نہیں تھی ایکدم خوشی سے اس سے لپٹ گئی۔

"آپ نے بہتر نہیں بہترین فیصلہ کیا ہے بجو رئیلی، زیاد بھائی بے حد اچھے ہیں، میں ممی کو بھی یہ خوشخبری سنا کے آتی ہوں۔" چہک کر کہتی وہ پلٹ کر بھاگی تو دروازے کے باہر کھڑے زیاد سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"مبارک ہو بھائی! بجو مان گئی ہیں۔" زیاد بے حد آسودگی وطمانیت بھرے انداز میں مسکرایا اور حوریہ کا گال محبت سے سہلایا تھا۔

"تھینک گاڈ اینڈ تھینکس یو، آپ سب کا تعاون میرے ساتھ رہا ہے۔"

"صرف تھینکس سے بات نہیں بنے گی، اتنی اچھی بجو تھمائی ہے آپ نے ہماری ٹریٹ تو دینی پڑے گی۔" حوریہ ہنسنے لگی تھی، زیاد مسکرا کر تائیدی انداز میں بولا تھا۔

"ڈونٹ یو وری جناب! ایک کیا جتنی مرضی مرتبہ ٹریٹ لیجیئے گا آپ کا حق بنتا ہے۔"

"تھینکس اے لاٹ۔" حوریہ ہنستی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی، زیاد نے آہستگی سے دروازہ ناک کیا پھر اندر قدم رکھا تھا، نوریہ نے سرسری سی نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر پلکیں جھکا دی تھیں۔

"تھینکس فار دس آنر مائی لیڈی! مجھے ہرگز سمجھ نہیں آرہی کیسے تھینکس کہوں آپ کو؟" وہ جتنا خوش تھا جس قدر سرشار تھا یہ اس کی ہر ادا ہر انداز سے عیاں تھا، پالینے کا نشہ اسے ابھی سے مدہوش کررہا تھا، نوریہ نے نا چاہتے ہوئے بھی نگاہ بھر کے کسی قدر دھیان سے اسے دیکھا تھا، آف وائیٹ کاٹن کے سوٹ میں گھریلو سے حلیے میں اس کے سامنے تھا، آج شاید اس نے شیو بھی نہیں بنائی تھی، چہرے پہ سبز سبز ساروان بکھرا ہوا تھا، وہ ہینڈسم تھا مگر عام سا نوجوان تھا، معاذ کے مقابل میں تو عشر عشیر بھی نہیں تھا، وہ بے خیالی میں اس کا معاذ سے مقابلہ کرتی اور خود کو مکمل طور پر شکستہ محسوس کررہی تھی، اگر معاذ حسن نہ کہتا تو وہ کبھی اس کنویں میں چھلانگ نہ لگاتی جس میں اس کے لئے درد اور اضطراب کے سوا کچھ نہیں تھا، محبت میں پوری طرح ہار جانے کے بعد وہ معاذ کی سحر انگیزی تو کیا اس کے سائے سے بھی گریزاں ہوجانا چاہتی تھی، مگر یہ کیسی آزمائش تھی کہ قسمت گھیر گھار کر اسے پھر اسی مقام پہ لے آئی تھی، اس نے اس روز چاہا تھا صاف انکار کردے مگر وہ ایسا کرہی نہ پائی تھی، وہ بات جو اس نے زینب اور خود ممی بھی نہیں منوا سکی تھیں اسے معاذ کے اک عام سے انداز میں کہی بات نے ماننے پہ مجبور کردیا تھا۔

"مجھے زیاد بہت عزیز ہے، میں نہیں چاہتا اس کی کوئی خواہش ادھوری رہے۔" عام سا فقرہ ہی تھا مگر خواہش ظاہر کرنے والا ہرگز عام نہیں تھا، اس کی خاطر تو وہ خود کو دان کرسکتی تھی، پھر یہ تو معمولی آزمائش تھی، اس کی آنکھیں بھیگی اور چھلکنے کو بے تاب ہوئیں تب اس نے گھبرا کر سر جھکا لیا

تھا، زیاد سے اس کی پلکوں کا اٹھنا پھر آنکھوں کا بھر آنا کچھ بھی مخفی نہیں رہا تھا، چند لمحوں کو وہ ساکن ہوا تھا پھر بے تاب بے قرار سا ہو کر اس کی جانب بڑھ آیا تھا۔

''کیا بات ہے نوریہ؟ تم اس قدر اپ سیٹ کیوں ہو؟''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔'' نوریہ نے ہونٹ کچل کچل کر ساری نمی اندر اتار لی تھی، مگر زیاد کی تسلی نہیں ہو سکی۔

''تم مجھے خوش نہیں لگتیں، کہیں لالے نے تمہیں زبردستی تو نہیں منایا؟'' وہ سخت وہمی ہو کر سوال پہ سوال کرنے لگا، نوریہ کو اس کا یہی انداز تاؤ دلا گیا تھا۔

''وہ کون ہوتے ہیں مجھ سے زبردستی کرنے والے۔'' گو کہ زیاد حقیقت سے کوسوں دور تھا پھر بھی نوریہ اسی ایک بات سے بدک گئی تھی، زیاد حیران رہ گیا۔

''کیا مطلب بھئی، رشتوں کے ایک دوسرے پہ مان ہوتے ہیں نا، میں اسی کی بیس پہ کہہ رہا تھا۔'' زیاد کی وضاحت پہ نوریہ کو اپنے رویئے کی شدت کا از خود اندازہ ہوا تھا، جبھی ڈھیلی پڑ گئی۔

''میری بات کا تو جواب دو یار۔'' زیاد منتظر تھا، نوریہ خائف سی ہوئی۔

''کون سی بات کا؟''

''یہی کہ تم خوش ہو نا؟''

''جی!!'' ایک لفظ کی ادائیگی میں نوریہ نے پل صراط کا سفر طے کیا تھا، زیاد اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

''پھر وہ آنسو؟'' اس کی یقیناً تسلی نہیں ہوئی تھی۔

''خوشی میں بھی تو آنسو بہتے ہیں نا۔'' نوریہ نے اپنے حلق میں ببول اگتے محسوس کیئے تھے، زیاد نے گہرا سانس بھرا پھر آہستگی سے ہنس دیا۔

☆☆☆

''پرنیاں!'' وہ اپنے بستر پہ ڈھیر سارے تکیوں میں منہ دیئے ساکن بیٹھی تھی جب ثنا کی آواز پہ ذرا چونکی مگر جواب نہیں دیا تھا، یونہی لیٹی رہی۔

''مجھے پتہ ہے تم سو نہیں رہی ہو، پھر کیا یہ بہتر نہیں ہے تم میری باتوں کے جواب دے دو، ویسے بھی اس طرح منہ چھپانے سے صورتحال کی سنگینی کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔'' ثنا کے سرد لہجے میں طنز کی کاٹ اور تلخی تھی، پرنیاں کے اعصاب کو شدید جھٹکا لگا تھا، وہ اگلے لمحے سیدھی ہو بیٹھی تھی اور متحیر غیر یقین نظروں سے ثنا کا چہرا دیکھا تھا جس پہ سنجیدگی کے ساتھ دبا دبا غصہ بھی تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا ثناء؟'' پرنیاں نے اپنی مخصوص قسم کی سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا تھا جو اس پل کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

''تم اتنی معصوم کیوں بننے کی کوشش کر رہی ہو پرنیاں؟'' ثنا کا لہجہ ہنوز تیکھا تھا پرنیاں کی رنگت سرخ پڑنے لگی۔

''شٹ اپ ثناء! تمہیں جو بھی کہنا ہے کھل کر کہو؟''

''مجھے کیا کہنا ہے، کہہ تو لوگ رہے ہیں، کیا تم سب کی زبانیں پکڑ لو گی پرنیاں تو میں

بتاؤں یہ ممکن نہیں۔'' پرنیاں ٹھٹک گئی تھی، اس نے کچھ مضطرب ہو کر ثنا کو دیکھا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہیں لوگ؟'' اس کی آواز کی لرزش بے حد واضح تھی۔

''جب میں نے کہا تھا سر کی پرسنالٹی بہت سحر انگیز ہے اور تم بھی ان کے سحر سے محفوظ نہیں رہ سکتیں تو تم نے کتنی شد و مد سے انکار کیا تھا، مگر شاید تب تمہیں خود بھی انداز نہیں تھا کہ تم آنے والے وقت میں اس حد تک گھائل ہو جاؤ گی کہ اپنا ہوسٹل اور کالج میں پچھلے تین سالوں سے بنا امیج بھی اتنی آسانی سے داؤ پہ لگا دوں گی، تم ایسی تو نہیں تھیں پرنیاں، مانا سر کی شخصیت بہت امپریسو ہے مگر تمہارے کردار کی تو میں گواہ رہی ہوں، مجھے بتاؤ کب تم ان سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی داؤ پہ لگتی عزت کا بھی خیال نہیں رہا تمہیں؟'' ثناء کا انداز جتنا بھی غصیلا اور ملامتی سہی مگر پرنیاں کے حوالے سے ٹوٹنے والا بھرم اسے سخت رنجیدہ کر چکا تھا، وہ پرنیاں کی بے حد پیاری دوست تھی، وہ دوست جس کے متعلق خود ثناء کو یہ یقین تھا کہ پرنیاں کی کوئی بات اس سے چھپی نہیں، پھر یہ اتنی بڑی بات پرنیاں نے اس سے چھپا کر اسے سخت تکلیف سے دو چار کیا تھا، اس کے برعکس پرنیاں ہکا بکا اس کی شکل دیکھ رہی تھی، اس کا چہرہ پہلے سرخ ہوا تھا پھر بے تحاشا زرد، وہ جیسے انکشافات کی زد پہ آ کر پتھر کی ہو چکی تھی مگر ثنا کو اس پہ اتنا غصہ تھا کہ اسے ایک لمحے کو بھی اس پہ رحم نہیں آیا تھا۔

''میں بہت انسپائر تھی تم سے پرنیاں اور اپنی فیملی میں تمہاری مثال دیا کرتی تھی، مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ تم بھی ایک عام لڑکی نکلیں، بلکہ تم تو زیادہ قابل مزمت ہو کہ تم نے خود کو بہت خاصی بنا کر پیش کیا، مجھے یقین نہیں آیا تھا جب پچھلے ہفتے میں نے تمہیں سر کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر جاتے دیکھا، پھر اگلے دن تم انہی کے ساتھ واپس آئیں، ساری رات انہی کے ساتھ گزاری تم نے پرنیاں اور میرے پوچھنے پہ صاف مکر گئیں کہ تم اپنے انکل کے گھر گئی تھیں اور وہیں رات ٹھہری ہو، پرنیاں مجھے بتاؤ تم مجھے تو دھوکہ دے لو گی مگر خدا ایسے دغا بازوں کی ساری چالبازیاں ظاہر کر دیا کرتا ہے کیونکہ صرف میں نے نہیں کالج و ہاسٹل میں بھی ہر جگہ تمہارے متلق چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں کہ تم سر......''

''چپ ہو جاؤ ثناء...... فار گاڈ سیک۔'' وہ منہ پہ ہاتھ رکھے زور زور سے روتے ہوئے چیخ کر بولی تھی۔

''ہاں میں نے تم سے جھوٹ بولے ہیں، دھوکے بھی دیئے ہیں، اس لئے میرے پاس بتانے کو کچھ بھی قابل فخر نہیں تھا، میں اس دن سر کے ساتھ گئی تھی، مگر میں نے رات ان کے ساتھ نہیں گزاری اس کے باوجود کہ وہ میرے شوہر ہیں، میں نے وہ رات انکل کے گھر پہ ہی گزاری تھی، ان کی فیملی کے ساتھ۔'' ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تو وہ اپنے کردار کی شفاف چادر پہ گرے داغدار چھینٹے صاف کرنے کی کوشش میں ہلکان اور شدتوں سے بلک رہی تھی جبکہ اب کی مرتبہ سکتے میں آنے کی باری ثناء کی تھی، اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

انیسویں قسط کا خلاصہ

اپنی عادت وفطرت کے مطابق معاذ سب گھر والوں سمیت پپا پرنیاں کے لئے اپنی پسندیدگی ظاہر کر کے شادی کا تقاضا کرتا ہے تو پپا اسے بغیر اعتراض کے پرنیاں سے شادی کی اجازت دے کر معاذ کو حیرانی ہی نہیں الجھن کا بھی شکار کر دیتے ہیں، وہ اپنی منکوحہ کے متعلق بات کرنا بھی چاہتا ہے تو پپا کا ٹوک دینا اسے عجیب محسوس ہوتا ہے، بہر حال وہ اپنی منکوحہ کو بھی اس طرح چھوڑ دینا اس کی غیرت کے منافی ہے۔

پرنیاں معاذ کے التفات سے تو جز بز ہے ہی مگر ثناء کے سوالات اسے کچھ اور زیادہ عاجز کرتے ہیں وہ اتنا ہرٹ ہوتی ہے کہ ثناء کے سامنے معاذ سے اپنا رشتہ واضح کر کے بکھر سی جاتی ہے۔

نوریہ معاذ کے سمجھانے پہ زیاد کے رشتے پہ آمادگی ظاہر کرتی ہے تو سب سے زیادہ خوشی زیاد کو ہی ہوتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

بیسویں قسط

ثناء کے اعصاب کو زبردست شاک لگا تھا، اس نے غیر یقینی و حیرت کے ساتھ مشکوک نظروں سے زاو و قطار روتی ہوئی پرنیاں کو دیکھا تھا۔

''شوہر......؟ کب کی انہوں نے تم سے شادی؟'' اس کی نظروں کی طرح اس کا لہجہ بھی شک آلودہ تھا، پرنیاں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پھر ہچکی بھرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو پونچھا۔

''دو سال ڈھائی سال پہلے، جب ددا کی ڈیتھ ہوئی اس سے چند روز قبل، انکل یعنی سر کے پپا نے ہمارا نکاح کرایا تھا، ددا کی وجہ سے، معاذ کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا تھا، جبھی مجھے ایکسپٹ کرنے سے انکار کر دیا۔'' وہ نہایت آہستگی سے مگر آنسوؤں کے درمیان اس پہ اپنی بے مائیگی کی ساری کہانی کھول کر بتلاتی چلی گئی، نظروں سے گر کر جینا آسان نہیں تھا، اس کرب سے وہ اچھی طرح آگاہ تھی، جو چند گنے چنے رشتے تھے اس کے پاس انہی میں ثناء کا بھی شمار ہوتا تھا، وہ ثناء کو کھونے سے نہیں اس کی نظروں سے گرنے سے خائف تھی جبھی کچھ نہیں چھپایا تھا، جبکہ ثناء تو صحیح معنوں میں حق دق رہ گئی تھی، اسے پرنیاں کا وہ سابقہ رویہ آج بھی یاد تھا۔

''تو یہ وجہ تھی اور تم نے مجھے بتانا تک بھی گوارا نہ کیا، اگر تب ہی بتا دیتیں تو میں کم از کم شک تو نہ کرتی۔'' وہ بے تحاشا خجل ہو کر اب پرنیاں پر ہی چڑھائی کر رہی تھی۔

''میں نے کہا نا میرے پاس بتانے کو کچھ بھی قابل فخر نہیں تھا، اپنی ذات کی داستان سنانا دوسرے لفظوں میں خود اپنی تذلیل اپنے ہاتھوں کرنے کے مترادف تھا، جو مجھے ہرگز گوارا نہیں تھا۔'' پرنیاں نے بھیگی آنکھیں رگڑ کر صاف کی تھیں۔

''ذلت کی داستان کیوں، اتنے ڈیشنگ بندے کی مالک بنی بیٹھی ہو، تمہاری قسمت پہ تو باقاعدہ رشک کرنے کو جی چاہتا ہے رئیلی، میں نے کہا تھا نا وہ اور تم ایک دوسرے کے لئے بنے ہو۔'' پرنیاں نے جواباً کچھ کہے بنا زخمی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''پلیز ثناء میرے زخم نہ کریدو۔''

''یہ کیا بات ہوئی یار، خوش رہنے والی بات پہ تو خوش ہوا کرو۔''

''میرے لئے اس میں کوئی خوشی کی بات نہیں۔'' پرنیاں کے چہرے پہ سختی چھا گئی تھی۔

''تم بہت عجیب ہو، ویسے سر کی فیملی نے ان سے اصل بات چھپا کر اچھا نہیں کیا، زیادتی ہو رہی ہے ان کے ساتھ۔'' ثناء کو بات چیت میں لطف محسوس ہو رہا تھا، جبھی وہ اس موضوع کو طول دینا شروع کر دیا تھا، پرنیاں نے کوئی تاثر نہیں دیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا بتا رہی تھیں تم کہ ہاسٹل اور کالج میں سب لڑکیاں......؟''

''کالج کی لڑکیاں ہی نہیں لڑکے بھی تشویش کا شکار ہیں خاص طور پہ دانیال صاحب۔'' ثناء کی غلط فہمی دور ہو چکی تھی جبھی اس کا موڈ بحال ہو چکا تھا بلکہ اس حیرت بھرے انکشاف کے بعد سے تو وہ باقاعدہ چہک رہی تھی، پرنیاں کے چہرے پر تشویش لہرانے لگی۔

''اب مجھے سمجھ آئی تم نے دانیال کو لفٹ کیوں نہیں کرائی تھی؟''

''اگر تم یہ سمجھ رہی ہو تو میں یہی کہوں گی تم مجھے سمجھنے میں بری طرح ناکام رہی ہو، میں نے سر کو بھی اسی وجہ سے تھوڑی بہت لفٹ کرائی ہے تو وجہ ان کی ممی ہیں، میں انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔''

''چلو اسی وجہ سے سر کا تو بھلا ہو رہا ہے نا، بلکہ مزے ہو رہے ہیں اور تم یہ انہیں سر کیوں کہتی ہو، تمہارے تو سرتاج ہوئے، سرتاج کہا کرو نا۔'' ثناء کو باقاعدہ چٹکلے سوجھنے لگے تھے، پرنیاں کے خفگی بھری نظروں کی اس نے پرواہ نہیں کی تھی۔

''سنو تم آج مجھے فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کرا رہی ہو، ورنہ میں تمہارا یہ سیکرٹ آؤٹ بھی کر سکتی ہوں۔'' ثناء کی بلیک میلنگ نے پرنیاں کو ہرگز خائف نہیں کیا تھا۔

''تم ایسا نہیں کرو گی، اتنا تو مجھے بھی پتہ ہے۔'' پرنیاں کے کاندھے جھٹکنے پہ ثناء کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو پری! میں کسی کا بھلا کروں گی، سر کو بتاؤں گی، وہ نیک کام کرنا چاہوں گی جس میں ان کی فیملی نے بھی ان کے ساتھ دغا کیا۔'' وہ مسکرا رہی تھی، پرنیاں نے اب کی مرتبہ سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

''تم اب مجھے اس طرح پریشان کرو گی؟''

''نہیں بلکہ پریشانیوں کا علاج کروں گی، سر پہ حقیقت آشکار ہو گی تو وہ تمہیں بہت پیارے انداز میں منا لیں گے اور یوں تمہاری یہ نام نہاد انا ختم ہو جائے گی تو اس کے ساتھ ہی سارے مسائل بھی از خود ختم......'' ثناء نے چٹکی بجائی تھی، پرنیاں نے زور سے سر جھٹکا۔

''اتنا آسان نہیں ہے یہ سارا کچھ۔''

''اسے مشکل تم بنا رہی ہو پرنیاں، میں کہوں گی عقل کے ناخن لو۔''

''مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں، انہیں بھی کچھ تو سبق ملنا چاہیے جو انہوں نے دو سال تک میرے ساتھ کیا۔'' پرنیاں کو اس وقت کی اذیت پھر سے روہانسا کرنے لگی۔

''عورت کو خدا نے جسمانی طور پہ نزاکت عطا کرنے کے باوجود حوصلہ اور ہمت بے مثال عطا فرمائی ہے، مرد کی نسبت عورت میں قربانی اور ظرف کا جذبہ زیادہ وافر مقدار میں رکھا ہے، ازدواجی تعلقات سے لے کر گھریلو ذمہ داریوں تک ہمیشہ عورت ہی مفاہمت اور حوصلے کا مظاہرہ کیا کرتی ہے، تمہارے لئے شکر کا مقام یہ ہونا چاہیے پری کہ سر کا انتخاب تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ٹھہری، ذرا سوچو اس قسم کی صورتحال میں معاملہ کس درجہ گمبھیر ہوتا۔'' ثناء کے پرسان انداز پہ پرنیاں نے بھڑک کر اسے دیکھا تھا۔

''یعنی میں اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کر دوں کہ میں ہی آپ کی منکوحہ ہوں، جسے آپ نے تب دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور اب میں آپ کا انتخاب ٹھہری ہوں، کیا یہ میری تذلیل نہیں ہو گی۔'' وہ چیخ پڑی اس کی ذہنی حالت بگڑ سی گئی تھی، ثناء نے تشویش زدہ انداز میں اسے تھاما۔

''ریلیکس پرنیاں! کام ڈاؤن، میرا مطلب یہ نہیں تھا۔''

''تم مجھے تنہا چھوڑ دو ثناء، میرے لئے ابھی یہ صدمہ ہی کافی ہے کہ ان کی وجہ سے یہاں ہاسٹل اور کالج میں بھی میری نیک نامی کو گہن لگ گیا ہے، میں تمہاری طرف سب کو یہ حقیقت نہیں بتا

سکتی ہوں۔" پرنیاں بات کے اختتام تک رو پڑی تھی، ثناء گہرا سانس لے کر رہ گئی، پرنیاں کچھ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔

☆☆☆

سکوت شام میں گونجی صدا اداسی کی
کہ ہے مزید اداسی دوا اداسی کی
امور دل میں کسی تیسرے کا دخل نہیں
یہاں فقط تیری چلتی ہے یا اداسی کی
بہت شریر تھا میں اور ہنستا پھرتا تھا
پھر اک فقیر نے دے دی دعا اداسی کی
چراغ دل کو ذرا احتیاط سے رکھنا
کہ آج رات چلے گی ہوا اداسی کی
بہت دنوں سے ملاقات نہیں اب محسن
کہیں سے خیر خبر لے کے آ اداسی کی

اس نے بستر پہ پھر کروٹ بدلی اور تکیہ منہ پہ رکھ لیا، مگر سکون پھر بھی نہیں آ سکا تھا، بہت بے بسی لاچاری محسوس کرتے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، سگریٹ سلگایا تو پھیلتے سمٹتے دھوئیں میں ایک دل خراش منظر پھر سے اجاگر ہونے لگا، بے تحاشا ہنستی ہوئی زینب اور یونہی ہنستے ہوئے تیمور کے کاندھے پہ سر رکھ دینا، وہ اسی کی سمت متوجہ تھا اور جھک کر بے باک انداز میں زینب کے ہونٹوں اور آنکھوں کو بار بار چومنا وہ دونوں لاؤنج میں تھے، جہان تو بے دھیان سا ادھر آ گیا تھا، ایٹی کیٹس کا خیال وہ لوگ نہیں رکھ پائے تھے مگر شرمندہ جہان کو ہونا پڑا تھا اور کیا صرف شرمندہ وہ تو پور پور جل اٹھا تھا، جل رہا تھا، اس نے ایک وحشت سے اٹھ کر سر جھٹکتے ہوئے خود کو اس احساس اس خیال سے نکالنا چاہا، مگر یہ آسان تھا ناممکن، اذیت اس کی رگ رگ کو ادھیڑنے لگی، پتہ نہیں اسے صبر کیوں نہیں آ جاتا تھا، پتہ نہیں وہ اتنا کم ظرف کیوں ہو رہا تھا۔

واش روم میں آ کر اس نے واش بیسن کی ٹونٹی کھول دی اور پانی کے چھپاکے منہ پہ مارنے لگا، مگر اندر جلتی آگ کو جو فرق پڑا ہو۔

"جہان کہاں ہو بیٹے؟" مما کی آواز پہ وہ حواسوں میں لوٹا تھا اور چونک کر متوجہ ہوا، مما بیڈ روم کے بیچوں بیچ کھڑی تھیں ہاتھ میں کوئی چیز پکڑی ہوئی تھی، جہان نے گہرا سانس کھینچا اور ٹاول اسٹینڈ سے ٹاول کھینچ کر چہرا تھپکتا باہر آ گیا۔

"بیٹھیے چچی جان۔" مما اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں پھر لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"فی الحال میں تمہیں یہ دینے آئی ہوں بیٹے! کچھ تصویریں ہیں، دیکھ لینا، سب ہی اعلیٰ خاندان کی بہت پیاری بچیاں ہیں جو تم پسند کرو ہم وہی آپ کی دلہن بنا دیں گے۔" جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچے تھے۔

"آپ اتنی جلدی مت کریں چچی جان! میں نے کہا تھا مجھے کچھ وقت چاہیے۔" وہ بے دلی

سے بولا تھا، انداز کا اضطراب بے حد واضح تھا، مما کے لئے اس کا یہی اضطراب بے کلی کا باعث تھا۔

"ہم ایک دو مہینوں میں پرنیاں کو بھی رخصت کرا کے لا رہے ہیں بیٹے! آپ کے چاچو چاہتے ہیں آپ کی بھی شادی ہو جانی چاہیے، ہمیں امید ہے آپ ہمیں مایوس نہیں کرو گے۔" انہوں نے رسانیت سے کہا تھا پھر آگے بڑھ کر محبت سے اسے ساتھ لگا کر پیار کیا تھا اور پلٹ کر چلی گئی تھیں، جہان بے دم سے انداز میں صوفے پہ بیٹھ گیا، اسے لگا تھا حالات کسی آکٹوپس کی مانند اسے جکڑ رہے ہوں، اب کیا کرے وہ؟ اسے ہرگز سمجھ نہیں آ رہی تھی، ادھر مسز آفریدی تھیں جو اس کی بے اعتنائی یا پھر خاموشی پہ تلملا رہی تھیں، اس مرتبہ وہ لاہور گیا تب بھی مصروفیت کی بنا پر ان سے مل نہیں سکا تھا، جس سے وہ بری طرح بے بدگمان ہو رہی تھیں، جہان کو ان کی بدگمانی کی پرواہ نہیں تھی، لاہور میں ہی اس کی ملاقات نیلما سے بھی ہوئی تھی، جو اپنے ازلی بے باک شرمناک انداز میں اس پہ فدا ہوتی رہی تھی، صرف یہی اکتفا نہیں تھا اس کا موڈ آف کرنے کو ایک اور واقعہ بھی ہوا تھا، سرراہ اس کی ژالے سے بھی ملاقات ہو گئی تھی، وہ شام کا وقت تھا جہان اپنی گاڑی میں آفس سے واپس آ رہا تھا، سڑک شہری حصے کو چھوڑ کر ایک نسبتاً کم آبادی والے راستے پہ آ گئی تھی، وہاں اپنے دھیان میں ڈرائیو کرتے ہوئے، جہان کو ایک لمحے کے لئے لگا تھا، سڑک کنارے کھڑی آلٹو میں موجود لڑکی ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے رو رہی ہے، جہان کے قدم بے اختیار بریک پر جا پڑے تھے، گاڑی ریورس ہو کر پیچھے آئی تھی، دروازہ کھول کر جہان باہر نکلا تھا اور آلٹو کی ڈرائیونگ سیٹ کے شیشے پہ جھکتے اس کے اعصاب کشیدگی سمیٹ لائے تھے، آف وائیٹ لانگ شرٹ ٹراؤزر پنک چادر نما دوپٹے میں ملبوس وہ کوئی اور نہیں ژالے آفریدی تھی، جس کی سرمئی بند آنکھوں میں اسے روبرو پا کے ہزاروں کی تعداد میں دیئے جھلملا اٹھے تھے تو گلابی چہرے پہ حیا آمیز سرخیاں بکھر گئی تھیں، نکاح کے بعد یہ ان کا پہلا سامنا تھا شاید جبھی وہ اسے دیکھ کر اس درجہ پزل ہو گئی تھی مگر اس کے برعکس جہان کا موڈ آف ہو چکا تھا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ اکیلی یہاں؟" اسے احساس تک نہ ہوا تھا مگر اس کے لہجے میں اپنے رشتے کا استحقاق شامل ہو گیا تھا۔

"گاڑی میں شاید کوئی فالٹ آ گیا ہے، میں اسٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر......"

"اس طرح کے پرابلمز تو کسی بھی وقت پیش آ سکتے ہیں، آپ کو ضرورت کیا تھی اکیلے باہر نکلنے کی؟" جہان کو سب سے زیادہ غصہ اس کی اکیلی ہونے پہ تھا، ژالے نے سٹپٹا کر اسے دیکھا تھا۔

"میری فرینڈ کی برتھ ڈے تھی مما بزی تھیں تو مجھے اکیلے آنا پڑا۔" جہان کے تیور اسے سہما گئے تھے جبھی وہ گڑبڑا کر وضاحت پیش کرنے لگی۔

"فرینڈ کی برتھ ڈے اتنی اہم تھی کہ آپ ان ویران راستوں پہ اکیلی چل پڑیں اور آپ کی مام فارغ کب ہوتی ہیں، ہوں گی کسی فضول جھمیلے میں پھنسی۔" وہ زہر خند سے بولا تھا پھر کھٹاک سے اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔

''گاڑی لاک کر دیں۔''

اسے باہر آنے کا اشارہ کر کے اس نے اگلا آرڈر جاری کیا تھا، ژالے تو پہلے ہی مرعوب اور کنفیوژڈ تھی، حکم کی تعمیل میں لمحے بھر کی بھی تاخیر سے کام نہیں لیا، جہان نے اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور ان لاکڈ کیا تھا اور اسے اندر بٹھانے کے بعد خود چکر کاٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آ گیا تھا، آف وائیٹ پینٹ کوٹ میں ہلکی بڑھی شیو کے ساتھ وہ اپنے چھا جانے والے سراپے کے ساتھ اتنا سحر انگیز لگ رہا تھا کہ ژالے خود کو اسے بار بار دیکھنے کی خواہش پہ قابو نہ رکھ سکی، کتنا خوبصورت احساس تھا، یہ کہ وہ اس کا تھا بلا شرکت غیرے، اس کی دھڑکنوں کا انداز بدلنے لگا، عجیب سی سرشاری بے خودی بن کر اس پہ چھانے لگی، گاڑی سگنل پہ رکی تب وہ چونکی تھی، جہان اس سے بے نیاز پوری طرح ڈرائیونگ میں محو تھا۔

''اللہ کے نام پہ دے دو بابو، اللہ جوڑی کو سلامت رکھے۔''

جہان والے سائیڈ کی کھڑکی کھلی تھی، ایک بدحال فقیرنی شیشے پہ جھکی شدومد سے صدا لگا رہی تھی، ژالے نے ایک نظر جہان کی طرف دیکھا تھا پھر اپنی گود میں رکھے بے حد اسٹائلش سے پنک بیگ کی زپ کھول کر جو نوٹ ہاتھ لگا تھا وہی نکال کر ذرا سا آگے جھکتے ہوئے فقیرنی کو تھما دیا، نیلا نوٹ دیکھ کر فقیرنی کی آنکھیں پھٹ سی گئیں تھیں اگلے لمحے وہ نوٹ مٹھی میں دبوچے تیزی سے پیچھے ہٹی اور با آواز بلند دعائیں دیتی پلٹ کر رش میں غائب ہوگئی، ژالے کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی مگر یہ مسکراہٹ لمحاتی ثابت ہوئی تھی، جہان کی خود پہ جمی سنجیدہ مگر گہری نظریں اسے گڑبڑا کے رکھ گئی تھیں۔

(اُف کیا سمجھے ہوں گے یہ، کہ میں بہت بے قابو ہوں خوشی سے، کم از کم مجھے ان کے سامنے تو یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔)

وہ بے حد نروس ہوتی پلکیں جھکا گئی تھی، جہان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے نگاہ کا زاویہ بدل لیا، اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں، نیلما کی طرح ژالے کے جذبوں سے بھی وہ نا آشنا نہیں رہا تھا، نیلما کی طرح ژالے نے بھلے زبان سے اظہار نہیں کیا تھا مگر آنکھیں تو اس کی بھی دل کی کہانی کہتی تھیں، محبت کا خزانہ لٹاتی تھیں، نیلما کی طرح اس نے بے معنی گفتگو کا سہارا کبھی نہیں لیا تھا، وہ چھوٹی سی نازک سی لڑکی اپنے جذبوں میں بے بس اسے کسی حد تک اچھی بھی لگی تھی مگر مسز آفریدی کی اس حرکت کی وجہ سے جہان اس سے بھی بری طرح بدگمان ہو چکا تھا، جبھی ژالے کی اس فیاضی نے اس کے اندر زہر خند بکھیر دیا تھا، باقی کا سفر خاموشی سے کٹا تھا، گاڑی آفریدی ہاؤس کی شاندار عمارت کے آگے ایک جھٹکے سے رکی تب ژالے اس شرمندگی اور خفت کی اتھاہ سے ابھر کر چونکی اور کھڑکی سے باہر دیکھتے ہی حیران رہ گئی، گھر آ بھی گیا تھا، یہ خواب آسا سفر کیسے لمحوں میں کٹ گیا تھا، ابھی تو وہ اس احساس کو ڈھنگ سے محسوس بھی نہ کر پائی تھی۔

''آپ اندر نہیں آئیں گے؟'' ژالے نے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر اترنے سے قبل جھجک کر اسے دیکھا۔

''نہیں آپ جائیں۔'' جہان کی سپاٹ نظریں ونڈ اسکرین پہ جمی ہوئی تھیں، اس کا لہجہ بھی اس

کی نظروں کی طرح بے تاثر تھا، ژالے کو عجیب سی بے چینی اور غیر یقینی نے آن لیا۔

(یہ ایسے کیوں ہو رہے ہیں، مما کے بقول انہیں تو بہت خوشی نظر آنا چاہیے، شاید خفا ہیں مجھ سے۔) وہ بے چین سی ہو گئی تھی۔

''مما سے تو مل لیں، وہ اکثر آپ کو یاد کرتی ہیں۔'' ژالے نے کسی قدر رک رک کر اپنا فقرہ مکمل کیا تھا، مگر جہان کی پیشانی پہ ناگواری کی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

''انہیں کہیے گا وہ زحمت نہ کیا کریں یہ۔'' جہان کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا تھا، ژالے تو اس کے انداز کی بے مہری پہ ششدر ہو کر رہ گئی تھی۔

''جی!'' وہ جو ہر بات ہر سازش سے لاعلم تھی گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی، جہان نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور ایک جھٹکے سے خود دروازہ کھول دیا۔

''جائیں آپ اور اپنی والدہ محترمہ سے کہیے گا ضروری نہیں ہر مرتبہ فتح ہی ان کا نصیب بنے۔'' اس کا لہجہ وا انداز ہی نہیں دیکھنے کا انداز بھی بے حد کڑا تھا، ژالے کو اس کی پہلی بات تو کیا سمجھ آئی تھی، انسلٹ اسے جہان کے دروازہ کھول کر آنے والے اشارے پہ محسوس ہوئی تھی، ہتک کا سلگا دینے والا انداز اسے سرتاپا جھلسا کے رکھ گیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ گاڑی سے اتری تھی اور پلٹ کر دیکھے بغیر اسی وقت کھلنے والے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی تھی اور جہان کے اندر زہر دوڑنے لگا تھا۔

ہر فرد یہاں پر تاجر ہے
ہر وقت تجارت ہوتی ہے
تم آپ ہی اپنے دام کہو
چھپ کے نہیں سرِ عام کہو
کیا لو گے اپنی یاری کا
کیا لو گے تم دلداری کا
غم خوار بنو گے کتنے میں
تم پیار کرو گے کتنے میں
سب جذبے میرے نام کرو
ہمنام تم اپنے دام کہو
یہ دام چکانے کی خاطر
ہم اپنا دفتر کھولیں تو
ہم اپنی جیب ٹٹولیں تو
بس پیار ملے گا تھوڑا سا
اظہار ملے گا تھوڑا سا
اب تم ہی بتا دو اے ہمدم
دلدار بنو گے کتنے میں

تم پیار کرو گے کتنے میں

(تمہاری شکل جتنی بھی معصوم اور بھولی ہو مگر میں اب فریب کھانے کو تیار نہیں ہوں۔) اس نے ژالے کے تصور سے مخاطب ہو کر تنفر سے کہا تھا۔

ابھی مجھے زینب کا دیا ہوا زخم نہیں بھولا، تم بہر حال اس سے زیادہ معصوم اور بھولی نہیں لگتیں۔

اس کی رگ رگ میں وحشتیں سرسراتی رہی تھیں، اس نے اس اضطراب میں کروٹ بدلی تو ہاتھ کسی چیز سے ٹکرایا تھا، جہان نے ہاتھ میں لے کر سامنے کیا یہ وہی تصویروں کا لفافہ تھا جو مما اسے دے کر گئی تھیں، اس نے لفافہ کھولے بغیر اٹھا کر دراز میں ڈال دیا، انداز میں بے دلی سے کہیں بڑھ کے کچھ تھا۔

☆☆☆

"منگنی ہی کیوں؟ آپ لوگ میرا ابھی نکاح کر دیں نا۔" زیاد سب کے بیچ بیٹھا زور و شور سے بحث کرنے میں مصروف تھا، اس مطالبے پہ ہاہو کار مچ گئی۔

"میرا ابھی سے کیا مراد ہے جناب کی اور کس کس کے نکاح ہو گئے؟" حسان نے چمک کر پوچھا تھا، زیاد نے سر کھجایا۔

"لالے کا نکاح ہی ہوا تھا نا۔" اس نے ترچھی نظروں سے پرنیاں کو دیکھا جو آج ہی وہاں آئی تھی، اس مرتبہ اسے جہان لے کر آیا تھا کہ پپا کو اس سے کوئی اہم بات کرنی تھی، پرنیاں تو سنتے ہی پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔

"کس قسم کی بات ہے بھائی! آپ کو اندازہ ہے؟" جہان کو اندازہ کیا سارا لب لباب پتہ تھا مگر وہ پرنیاں کو بتانے سے گریزاں تھا تبھی لاعلمی کا اظہار کر دیا تھا، اب پرنیاں موجود تھی، زینب بھی یہ نیا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہونے پہ رک گئی تھی، تیمور واپس چلا گیا تھا۔

"لالے کو تو نکاح کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"اچھا تو آپ فائدے اٹھانا چاہتے ہیں، مما سن رہی ہیں، کوئی ضرورت نہیں ان کا نکاح کرنے کی، بس منگنی کیجیے گا اور پھر سیدھی سیدھی شادی۔" زینب نے ہنستے ہوئے کہہ کر زیاد کو چھیڑا وہ خجالت سے سرخ پڑ گیا۔

"السلام علیکم!" معاذ نے اندر قدم رکھا تھا، سب ایکدم کانشس ہو گئے، پرنیاں اسی قدر گریزاں اتنے دنوں سے اس نے خصوصی کوشش کی تھی کہ معاذ سے کالج میں سامنا نہ ہو اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی رہی تھی۔

"آپ کو خاص قسم کی خوشبو نے نوید دے دی تھی کہ کچھ لوگ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔" زیاد نے گلا کھنکار کر شرارت بھرے انداز میں استفسار کیا، معاذ نے بھنوؤں کو لاعلمی کے انداز میں جنبش دی اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے جس صوفے پہ بیٹھا اس کے مدمقابل پرنیاں آ گئی تھی، معاذ چند لمحوں کو اسی زاویے پہ ساکن رہ گیا تھا۔

"مائی گاڈ! اگر اس پل خدا سے کچھ اور مانگتا تو وہ بھی لمحے کی تاخیر کے بغیر مل جاتا۔" اس کی سحر طراز آنکھوں میں خوشگوار یت سی خوشگواریت تھی۔

"آہم...... آہم...... یعنی آپ نے پرنیاں جی کی یہاں موجودگی کی خواہش کی تھی؟" زیاد نے مسکرا کر ٹکڑا لگایا۔

"میں نے تو دیدار یار مانگا تھا۔" معاذ نے کاندھے اچکا کر یونہی یک ٹک پرنیاں کو دیکھتے رہ کر تبسم خیز لہجے میں کسی قدر شوخی بھری برجستگی سے کہا، پرنیاں کا سارا گریز پانی پہ بلبلہ ثابت ہوا، وہ بری طرح کنفیوژڈ نظر آنے لگی۔

اتنے کہاں مصروف ہو گئے ہو تم
کہ دل دکھانے بھی نہیں آتے

وہ یونہی اسے نظروں کے فوکس میں رکھے ہولے سے گنگنایا تھا، پرنیاں گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھیں نا، کہاں جا رہی ہیں آپ؟" وہ بے ساختہ مچل کر بولا تھا، پرنیاں ان سنی کیے تیزی سے باہر چلی گئی۔

تمہاری بے رخی پہ بھی لٹا دی زندگی ہم نے
اگر تم مہرباں ہوتے ہمارا حال کیا ہوتا

وہ آہ بھر کے بولا تھا، زیاد کی ہنسی چھوٹ گئی تھی، مما نے البتہ خفگی سے اسے گھورنا ضروری سمجھا۔

"حد ہوتی ہے معاذ! کب آپ سریس ہوں گے، بچی اسی وجہ سے آپ سے اتنا بدکتی ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا میں سریس نہیں ہوں، بخدا میں ہرگز بھی نان سیریس نہیں ہوں، آپ انہیں بتائیں اور بدکنے کا علاج بھی ہو سکتا ہے، کسی مضبوط بندھن میں باندھ دیں مجھ سے، سارے مسئلے حل۔" اس نے چٹکی بجائی تھی، وہ سب منہ چھپا چھپا کر ہنس رہے تھے، مما سر پکڑ کے بیٹھ گئیں۔

"یعنی طے ہوا آپ کبھی نہیں سدھر سکتے۔" بھابھی نے لقمہ دیا، معاذ نے انہیں خفیف سا گھورا تھا اور اٹھ کھڑا ہوا، اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اس کا رخ جہان کے کمرے کی جانب ہو گیا تھا، دروازہ ناک کرتا ہوا وہ اندر داخل ہوا تو جہان کو صوفے پہ نیم دراز سگریٹ سلگاتے پا کر خود بھی سلگ گیا تھا۔

"اتنی اسموکنگ کیوں کرتے ہو یار۔"

"چینج کیے بغیر چلے آئے ہو ریلیکس تو کر لیتے۔" جہان نے سگریٹ بجھا دیا تھا۔

"ریلیکس تو تمہیں دیکھ کر بھی ہوا جا سکتا ہے۔"

"میں پرنیاں نہیں ہوں۔" جہان نے مسکراہٹ دبائی تھی معاذ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا۔

"کوئی خاص بات ہے؟" جہان نے دھیان سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ تصویریں دیکھی تم نے جو مما نے دی تھیں؟" معاذ کے سوال نے جہان کے چہرے پہ سنجیدگی اور گمبھیرتا بکھیر دی تھی۔

"بولو ہے؟ کوئی ایک تو پسند آئی ہو گی، ساری ہی لڑکیاں......"

"معاذ پلیز۔" وہ سخت عاجز ہو کو بولا تھا، معاذ نے الجھ کر اسے دیکھا۔

www.paksociety.com

''کیا کہنا چاہتے ہو؟ شادی نہیں کرنی؟''
''شادی سے انکار نہیں ہے مجھے، مگر اتنی جلدی نہیں، تم چچی جان کو سمجھاؤ پلیز۔''
''میں اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا، بی کوز میں خود ہی چاہتا ہوں۔'' معاذ کے جواب پہ جہان نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔
''لاؤ مجھے دو اسینپس، تمہارے حصے کا یہ کام بھی مجھے ہی کرنا پڑے گا۔'' معاذ آگے بڑھ کر تصویریں ڈھونڈنے لگا، جہان کو سخت تاؤ آیا تھا۔
''تو پھر شادی بھی تم خود ہی کر لینا۔'' وہ پھٹ پڑا تھا، معاذ پہلے ہونق ہوا پھر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔
''کچھ خدا کا خوف کرو یار، دو تو پہلے ہی تمہاری وہ پینڈو بھابھی اور دوسری پرنیاں تیسری کو تم مجھ پہ مسلط کرنا چاہتے ہو، پرنیاں خود نپٹ لے گی تم سے۔''
''معاذ پلیز میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔'' وہ خلاف عادت جلدی غصے میں آ گیا تھا۔
''میں بھی مذاق نہیں کر رہا ہوں، شادی تو تمہیں کرنی پڑے گی جان من، بڑے ہو مجھ سے، تم سے پہلے شادی کرتے مجھے سخت شرم آئے گی۔'' وہ ذرا جو اس کے رعب میں آیا ہو۔
''اطلاعاً عرض ہے تمہاری شادی ڈھائی سال پہلے ہو گئی تھی بھول گئے، تب شرم نہیں آئی تھی۔'' جہان نے اسے شرمندہ کرنا چاہا مگر یہ شاید ناممکن سی خواہش تھی، اس کی ڈھٹائی کا کوئی جواب نہیں تھا۔
''تب پپا نے زبردستی کی تھی، میں نے مرضی سے تو یہ کام نہیں کیا تھا نہ خوشی سے۔'' جہان جانتا تھا اس سے بحث میں جتنا ناممکن ہے سو چپ سادھ لی تھی۔
''یار جے مان بھی جا، ضد اچھی چیز نہیں، یہ دیکھ یہ لڑکی سب سے کیوٹ ہے، کر لے اس سے شادی۔'' معاذ کو تصویروں کا لفافہ مل گیا تھا، اس نے ایک تصویر بھی منتخب کر لی تھی، جہان نے کچھ کہے بغیر محض ایک نظر اسے دیکھا تھا، اضطراب، بے چینی، بے بسی، لاچاری، کیا کچھ نہ تھا اس ایک نظر میں، معاذ کی ساری چونچالی لمحہ بھر میں ہوا ہو گئی تھی، معاذ سے ایک لفظ بھی مزید نہیں کہا گیا تھا، کچھ پل دونوں کے بیچ تکلیف دہ چپ حائل رہی تھی پھر معاذ شکستہ قدموں سے چلتا باہر نکل گیا تھا، جہان کے اندر تھکن اور اضمحلال اترنے لگا۔

محبت امر رہتی ہے
اگر دل ٹوٹ بھی جائے
صنم گر روٹھ بھی جائے
کسی کا ہاتھ ہاتھوں سے
کبھی جو چھوٹ بھی جائے
محبت مٹ نہیں سکتی
محبت مر نہیں سکتی

محبت امر رہتی ہے
کبھی یادوں کی صورت میں
کبھی باتوں کی صورت میں
یا برساتوں کی صورت میں
محبت امر رہتی ہے
محبت کرنے والوں کی انوکھی ریت ہوتی ہے
محبت ہار بھی جائے
تو اس میں جیت ہوتی ہے
محبت چیز ہے ایسی
کبھی جو مٹ نہیں سکتی

جہان سیل فون پہ ہونے والی بیپ سے چونکا تھا، اسکرین پہ ان نان نمبر بلنک کرتا تھا، چند لمحوں کے توقف سے جہان نے بے دلی سے کال ریسو کی تھی۔
''السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟'' دوسری جانب مدھر نسوانی آواز تھی، جسے جہان پہچاننے سے قاصر رہا تھا۔
''آپ کون؟'' سلام کا جواب دے کر اس نے اپنی الجھن رفع کرنا چاہی تھی، دوسری جانب چند لمحوں کا سکوت طاری ہو گیا۔
''مم...... میں ژالے ہوں۔'' کس قدر توقف سے تعارف پیش ہوا تھا مگر اب کے لہجے میں وہ پہلے والی تازگی باقی نہیں رہی تھی جہان کے چہرے پہ پہلے تحیر اُمڈا تھا پھر نخوت پھر تلخی۔
''کیسے زحمت کی آپ نے؟ اور یہ نمبر کہاں سے لیا؟'' اس کا لہجہ قابل اعتراض حد تک سرد اور روکھا تھا جو مقابل کے حواس سلب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا۔
''اس روز آپ کو میرا باہر جانا وہ بھی اکیلے شاید اچھا نہیں لگا تھا۔'' وہ گڑبڑا کر بولی تھی جہان کی پیشانی پہ ایک اور بل پڑا۔
''یہ تو غالباً میں اسی وقت آپ کو بتا چکا تھا۔'' جہان کا لہجہ و انداز ہنوز سرد مہر اور روڈ تھا، اس کے الفاظ نہ سہی انداز ضرور صاف جتلاتا تھا۔
''اب کال کرنے کی کیا ضرورت تھی پھر۔''
''مم...... میں نے سوچا مجھے آپ سے ایکسکیوز کر لینا چاہیے۔'' وہ یقیناً بے حد نروس ہو چکی تھی جبھی ہکلا کر بولی تھی۔
''ہو گیا ایکسکیوز اور کچھ؟'' جہان کا لہجہ کاٹ دار طنز سمیت لایا تھا۔
''ن...... نن...... نو...... تھنگ مجھ بس یہی کہنا تھا، اللہ حافظ۔'' اس نے گھبرا کر فون بند کر دیا، جہان نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچا اور سیل فون بستر پہ اچھال دیا، اس کے اندر کی تپش بے تحاشا بڑھ گئی تھی، مسز آفریدی کے حوالے سے جو نفرت تھی وہ ساری کی ساری وہ ژالے پہ انڈیل دینا چاہتا تھا مگر اس کے مزاج کی رواداری اور تدبر اس کے راہ میں حائل ہونے لگتا تھا۔

(میں تمہیں کچھ مختلف سمجھا تھا، آج کل کی تمام جذبات میں بے قابو ہو جانے والی لڑکیوں سے، مگر نہیں تم بھی ویسی ہی ہو، تم نے خود پہ نقاب چڑھایا ہوا تھا، جو دھیرے دھیرے سرک رہا ہے، آئی ہیٹ یو۔) اس کے ذہن کا تناؤ اور نفرت کچھ اور بڑھی تھی۔

☆☆☆

دروازے پہ دستک دینے کے بعد اس نے تب تک انتظار کیا جب تک اندر سے اجازت نہیں ملی، دروازہ دھیرے سے کھول کر اس نے اندر قدم رکھا تو اس کی لمبی پلکیں جھکی ہوئی تھیں، فینسی سوٹ کا چادر نما بڑا سا دوپٹہ بہت سلیقے سے اوڑھے ہوئے وہ بے حد چارمنگ نظر آ رہی تھی، پپا نے کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے سرسری انداز میں نگاہ اٹھائی تھی مگر اسے روبرو پا کے یکدم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''پرنیاں بیٹے آؤ آؤ۔''

''السلام علیکم پپا!'' اس نے آہستگی سے سلام کیا تھا، پپا نے خود بڑھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا پھر پیشانی چومی تھی۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہئیے بیٹے!'' نہایت محبت سے سلام کا جواب دے کر انہوں نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا تھا اور مسکرا کر خیریت دریافت کی۔

''جہان بھائی بتا رہے تھے آپ نے بلوایا ہے مجھے؟''

''مجبوری تھی بیٹے! ورنہ آپ کو خود تو اپنے باپ سے ملنے کا خیال نہیں آتا۔'' انہوں نے کسی قدر چھیڑنے والے انداز میں مسکرا کر کہا تو پرنیاں جھینپ کر رہ گئی تھی۔

''ایسی بات نہیں ہے پپا! پھر آپ تو مجھ سے ملنے ہاسٹل بھی آ سکتے ہیں نا۔''

''میں اس نالائق کی وجہ سے نہیں آتا سنا ہے آج کل وہ سب سے زیادہ آپ پہ اپنی توجہ لگائے ہوئے ہے، سچ بتائیں بیٹے یہ کچھ پڑھاتا وڑھاتا بھی ہے یا نہیں۔'' پپا کے انداز میں خفیف سی شرارت تھی، پرنیاں کا چہرا سرخ پڑ گیا، اب کی مرتبہ وہ کچھ نہیں بولی تھی، بے چین سی ہونٹ کچلتی رہی۔

''بیٹے کیا ایسے نہیں ہو سکتا کہ آپ معاذ کی اس غلطی کو معاف کر دیں؟'' پرنیاں بے چینی و اضطراب کی کیفیت میں اپنی جگہ پہ پہلو بدلا تھا۔

''میں اس قابل کہاں ہوں پپا کہ کسی کو معاف کر سکوں۔'' وہ سخت عاجز ہو گئی تھی، پپا نے کچھ لمحوں کو ہونٹ بھینچ لئے۔

''وہ کسی نہیں ہے بیٹے! آپ کا سب سے مضبوط اور اہم تعلق معاذ حسن سے ہی بندھا ہوا ہے۔'' انہوں نے جیسے اسے سمجھایا تھا، پرنیاں نے پھر چپ سادھ لی تھی، پپا بھی جیسے کسی سوچ میں ڈوب گئے۔

''پرنیاں بیٹے یاد ہے آپ کو، ایک بار میں نے کہا تھا میں آپ کو شاہ ہاؤس میں آنے کا تب کہوں گا جب معاذ آپ کو تمام تر عزت و احترام سے اس گھر میں لائے گا، بیٹے مجھے لگتا ہے وہی وقت ہے یہ، معاذ آپ کے حصول کی خاطر پاگل ہو رہا ہے، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ نے

مجھے سرخرو کیا ہے وہاب چچا کے سامنے...... پرنیاں بیٹے میں چاہتا ہوں اب آپ کو باقاعدہ رخصت کرا کے اس گھر میں لے آئیں۔'' پرنیاں نے سخت متوحش ہو کر انہیں دیکھا تھا اور بے چین سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''مم...... مگر پپا نہیں تو ساری بات کا علم نہیں ہے۔''

''علم ہو جائے گا ڈونٹ وری، سب بچے یہ راز شادی کے دن تک رکھنا چاہتے ہیں، یہ بچوں کا معاملہ ہے وہ جانیں اور معاذ......!''

''مگر پپا میری اسٹڈی۔'' وہ گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر کے سوال کر رہی تھی، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ انہیں کیسے منع کرے۔

''بیٹے معاذ آپ کو منع نہیں کرے گا پڑھنے سے، بلکہ میں سمجھتا ہوں شادی کے بعد اسٹڈی آپ کے لئے آسان ہو جائے گی۔'' اپنی بات کے اختتام پہ پھر مسکرائے تھے، پرنیاں کے چہرے پہ کچھ اور سرخی چھا گئی، کچھ کہے بغیر اس نے سر جھکا لیا تھا۔

(تو معاذ حسن طے ہوا کہ میرے فرار کا ہر راستہ مسدود ہے، فائدہ بھی کیا ہے، مجھے کہیں بھی جا کر پلٹ کے تو آپ کے پاس ہی آنا تھا نا، کہ تم آخری جزیرہ جو ٹھہرے۔)

''بیٹے آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟'' پپا کی آواز پہ وہ چونک کر متوجہ ہوئی تھی، پھر آہستگی سے سر کو نفی میں جنبش دے ڈالی۔

''مجھے آپ کے کسی بھی فیصلے سے انکار نہیں ہے پپا۔''

''گڈ تھینکس بیٹے! اک آخری سوال، یہ بتائیں آپ خوش ہیں؟'' اور اس سوال کے جواب میں وہ کچھ دیر پہلے کی طرح سر ہلا کر بھی جواب نہیں دے سکی، بس جھینپ کر مسکرا دی تھی اور اس کے چہرے پہ بکھرتے خوبصورت رنگوں نے از خود اس کی خوشی کی نوید ان تک پہنچا دی تھی۔

(میں خود سے اور آپ سے بھاگتے تھک گئی ہوں معاذ حسن! اب جی چاہتا ہے آپ کی محبت کے احساس کی تمام شدتوں کو سمیٹ لوں۔) اس نے سوچا تھا اور پھر اپنی سوچ پہ بھی خود ہی جھینپ کر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

تمہارا خط ملا جاناں
وہ جس میں تم نے لکھا ہے
کہ اب حالات کیسے ہیں؟
میرے دن رات کیسے ہیں؟
مہربانی تمہاری ہے
کہ تم نے اس طرح مجھ سے میرے حالات پوچھے ہیں
میرے دن رات پوچھے ہیں
تمہیں سب کچھ بتا دوں میں
مجھے اتنا بتا دو کہ

کبھی ساگر کنارے پر کسی مچھلی کو دیکھا ہے؟
کہ جس کو لہریں پانی کے کنارے تک تو لاتی ہیں
مگر پھر ریت پر تڑپتا چھوڑ کر واپس لوٹ جاتی ہیں
میرے حالات ایسے ہیں
میرے دن رات ایسے ہیں

رات اندھیرے کے دامن میں دودھیا چاندنی کی آمیزش لئے بڑی تمکنت سے جلوہ گر تھی، ستاروں کی تابانی آسمان کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھی، رات کی رانی کی مہک ماحول کی فسوں خیزی کو دوبالا کیے ہوئے تھی، آرائشی لیمپ روشن تھے اور وہ سرخ اینٹوں کے فرش پہ گم صم سی کب سے چکراتی پھرتی تھی، رہ رہ کر اس کے ذہن میں جہان کا سپاٹ چہرا بے زار آنکھیں اور طنزیہ لہجہ در آتا تھا، کہیں سے بھی لگتا تھا اس نئے بندھن جانے والے تعلق سے خوشی سے سرشار یا بے قابو ہے، بلکہ اس کا اکتایا ہوا انداز تو کچھ اور کہانی سناتا تھا، کتنے دن ہو گئے تھے اسے اس الجھن میں گرفتار ہوئے، پچھلے دو مہینے وہ ٹریٹمنٹ کے لئے لندن میں تھی، طبیعت زیادہ خراب تو نہیں تھی مگر یہ چھ ماہ بعد لینے والی ٹریٹمنٹ تھی جو اسے اس بیماری کے خلاف اضافی قوت مدافعت فراہم کرتی تھی، اس سے قبل وہ ہمیشہ یہ ٹریٹمنٹ لینے پہ متامل ہوا کرتی تھی مگر اس مرتبہ زندگی نے جو انداز بدلا تھا تو وہ مما کے کہے بغیر خود وہاں جانے کو تیار ہو گئی تھی، یہ اس سے ایک دن بعد کی بات تھی۔

جب جہان سے اس کا اتفاقی طور پر ٹکراؤ ہو گیا تھا، ژالے تو اسے دیکھ کر ہی مسمرائز ہو گئی تھی، جہان کی اتنی سی توجہ نے ہی اسے گلاب کی مانند کھلا دیا تھا، صندل کی طرح سلگا کر مشکبوہ کر ڈالا تھا، مگر یہ خمار زیادہ قائم نہیں رہ سکا تھا، کچھ تھا جہان کے رویے میں جس نے اسے حواسوں میں لوٹایا تھا اور حیرت کے بعد کرب میں مبتلا کر دیا تھا، وہ چاہتی تو مسز آفریدی سے بھی اس بات کی تصدیق کرا سکتی تھی مگر بہت سوچنے کے بعد اس نے جہان کو کال کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس کا ذاتی خیال تھا جہان کو اس کی یہ بے احتیاطی ناگواری سے دوچار کر گئی ہے، اس کے ایکسکیوز کو تو پتہ نہیں جہان نے ایکسپٹ کیا یا نہیں البتہ اپنی فیلنگز ضرور ژالے پہ واضح کر دی تھیں وہ اس دن سے ہی مضطرب اور بکل تھی، جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کچھ مسنگ تھا، کیا یہ وہ نہیں جانتی تھی کئی بار جی میں آئی مسز آفریدی سے باز پرس کرے مگر وہ یہ بات بھی اچھی طرح سے جانتی تھی مسز آفریدی کسی طور بھی اپنا کوئی راز اس پہ آشکار نہیں ہونے دیں گی، جہان سے کچھ پوچھنا دوسرے لفظوں میں خود کو مزید ڈی گریڈ کرنے کے مترادف تھا جو بہر حال اسے گوارا نہیں تھا۔

''ژالے!'' اس نے چونک کر سر اٹھایا، مسز آفریدی اپنے کمرے کے ٹیرس کی ریلنگ سے جھکیں اسے غصے سے پکار رہی تھیں۔

ژالے نے انہیں دیکھا ضرور تھا جواب میں کوئی رسپانس نہیں دیا حالانکہ وہ اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے کمرے میں جانے کا کہہ رہی تھیں، جسے اگنور کیے ژالے وہیں ایک کرسی پہ گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی، شدید اضطراب کے باعث اس کی سانسیں غیر ہموار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

''اس وقت آدھی رات کو یہاں کیا کر رہی ہو؟ پاگل ہو تم بنی۔'' مسز آفریدی کو اس کی ہٹ دھرمی کے سامنے خود پسپا ہونا پڑا تھا، شب خوابی کے ریشمی تیز رنگ کے لبادے میں لپٹیں کھلے بالوں کے ساتھ وہ جھنجھلاہٹ کا شکار اس کے سامنے تھیں۔

''میں آدھی رات کو یہاں ٹہلوں یا بھری دوپہر میں، آپ کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے ممی!'' وہ پھٹ پڑی تھی، مسز آفریدی نے حیرت بھرے انداز میں آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا، اس وقت اس نے بہت شوخ رنگوں میں دلفریب سی شرٹ پہنی ہوئی تھی جس سے اس کی نرم ملائم بانہیں مومی شمعوں کی طرح روشن روشن نظر آتی تھیں، آف وائیٹ ٹراؤزر تھا ملیح پیروں میں پنک کلر کی چپل اس کے ریشمی بالوں کا سیاہ آبشار پشت پہ سیدھا گر رہا تھا، اس چٹکی ہوئی چاندنی میں اپنی سحر انگیزی کے ہمراہ وہ خود بھی چاند کا ہی ٹکڑا لگ رہی تھی، اسی پل تیز ہوا کے جھونکے نے اس کے اجلے چہرے کو اسی کے بالوں میں چھپانے کی کوشش کی جیسے دیکھنا چاہتی ہو کہ یہ روشنی بادلوں میں چھپ کر کیسی لگ سکتی ہے، مسز آفریدی نے اس پل اسے اپنی نہیں جہان کی نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر زعم سے مسکرا دی تھیں۔

(تمہارا سارا طنطنہ ساری اکڑ دھری رہ جائے گی جہانگیر حسن شاہ، میری بیٹی ہرگز بھی کوئی عام لڑکی نہیں ہے، بس ایک مرتبہ تم اسے پوری توجہ سے دیکھ لو، سحر سے نکلنا بھی چاہو تو کامیابی نہیں ہو گی۔)

''اتنی خفا کیوں ہے مجھ سے میری بیٹی!'' انہوں نے آگے بڑھ کر بے ساختگی میں اسے چوما، ژالے اسی حد تک بے زاری میں مبتلا ہو گئی۔

''ممی کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں شاہ آپ سے اتنے خفا کیوں ہیں؟ صرف آپ سے ہی نہیں مجھ سے بھی...... آپ کو یاد ہے آپ کہتی تھیں کہ......'' اس کا گلا بھرا سا گیا، وہ ایکدم خاموش ہوئی تھی پھر ہونٹ بھینچ لئے، مسز آفریدی نے اس کے ہونٹوں کی لرزش اور آنکھوں کی سطح پہ مچلتی نمی کو دیکھا تھا اور اپنی آنکھیں جلتی محسوس کی تھیں۔

''وہ ملا ہے تم سے؟ یہاں آیا تھا؟'' اندر کی تمام ناگواری چھپا کر انہوں نے سرد آواز میں استفسار کیا تھا، ژالے نے متاسفانہ سانس کھینچی۔

''یہاں وہ اس صورت میں آتے ممی اگر انہیں آپ سے یا مجھ سے ملنے کی خواہش ہوتی، مجھے نہیں لگتا انہیں ایسی کوئی خواہش ہو۔'' وہ گلوگیر آواز میں کہہ کر پھر ہونٹ کاٹنے لگی۔

''فضول کی قیاس آرائیاں کیوں کر رہی ہو ژالے، ایسی بات نہیں ہے۔'' مسز آفریدی نے اس نے نگاہ چرائی تھی اور بے ساختہ ڈانٹا، ژالے کے ہونٹوں پہ زہر خند پھیلنے لگا۔

''کوئی بھی انسان اگر جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا تو اسے نظریں چرانے کی ضرورت پیش نہیں آتی ممی! بہتر ہوگا آپ اصل بات سے مجھے بے خبر نہ رکھیں، کیا کیا ہے آپ نے شاہ کے تھا کہ اتنے روڈ ہو رہے ہیں۔'' ژالے کے انداز میں صدیوں کی تھکان اتر آئی تھی، مسز آفریدی نے اب کے تلملاہٹ میں پیر پٹخے تھے۔

''تم مجھے ہمیشہ غلط سمجھتی ہو بنی اور یہ تمہارا اپنا چھوٹا پن ہے، تمہاری خاطر پتہ نہیں کیا کچھ کرتی

پھر رہی ہوں اور آپ ہیں کہ......''

''کیا کر رہی ہیں ممی! بتائیں نا مجھے، ایسا کیا کر رہی ہیں آپ اور کیوں؟ جو مجھے بھی آپ کے ساتھ لوگوں کی نظروں سے گرا رہا ہے۔'' اب کی مرتبہ وہ خود پہ ضبط نہیں کر سکی اور رو دی تھی، جہان کا رویہ اسے اس دن سے سولی پہ لٹکائے ہوئے تھا وہ ہر لمحہ اذیت سے دوچار تھی اور مسز آفریدی کو پرواہ تک نہیں تھی۔

'ہنی......ہنی......ژالے مائی لو کیا ہوگیا؟'' مسز آفریدی نے گھبرا کر اسے اپنے ساتھ لگانا چاہا تھا مگر ژالے تڑپ کر فاصلے پہ ہوئی تھی۔

''مجھے آپ کی جھوٹی تسلیوں اور دلاسوں کی ضرورت نہیں ہے ممی! ایک بات یاد رکھیے گا اگر آپ کی وجہ سے میں شاہ کی نظروں سے گری تو میں خود کو شوٹ کرلوں گی، آپ جانتی ہیں میں ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر آپ نے......'' اس کی سانسیں الجھ گئی تھیں اسے بولنے میں دشواری محسوس ہوئی اور کھانسی کا شدید حملہ ہوا تھا، بات ادھوری چھوڑ کر وہ کھانستے ہوئے نڈھال ہونے لگی، مسز آفریدی نے ایک بار پھر سے تھامنا اور خود سے قریب کرنا چاہا تھا مگر ژالے ان کے ہاتھ جھٹک کر یونہی کھانستی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بھاگتی ہوئی چلی گئی تھی، مسز آفریدی ساکن کھڑی تھیں۔

☆☆☆

معاذ نے کچن کے آگے سے گزرتے ہوئے آتشی آنچل کی جھلک دیکھی تو اس کے قدم بے اختیار رک گئے تھے، کچھ لمحے سوچا پھر آہستگی سے آگے بڑھ آیا، زرد بڑے بڑے پھولوں کی لانگ شرٹ وائیٹ ٹراؤزر کے ساتھ پہنے بے تحاشا سلکی سیاہ مخملیں بالوں کو نازک سے کیچر میں مقید کیا ہوا تھا، جو نہایت سیدھے پشت پہ گر رہے تھے، ریشمی زرد کناری والا دوپٹہ شانے پہ جھولتا زمین پہ جھاڑو دے رہا تھا اور وہ خود بہت مگن انداز میں کوکنگ رینج کے آگے مصروف عمل تھی یہاں وہاں متحرک اس کی آمد سے بے خبر کہ دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔

میں اس کا ہوں اس راز کو وہ جان گیا ہے
وہ کس کا ہے یہ سوال مجھے سونے نہیں دیتا

اس نے آہ بھر کے کہا تھا، پرنیاں اس کی آواز پہ سراسیمہ ہو کر پلٹی اس طرح کہ ہاتھ باقاعدہ دل پہ رکھ لیا تھا، وہ پوری جان سے متوجہ تھا، آنکھوں میں شوق کے ساتھ شکوؤں کا بھی اک جہان آباد کیے، پرنیاں شپٹائی تھی۔

''آپ......کچھ چاہیے؟''

یہ رات کا وقت تھا، بھابھی کو کچن میں مصروف دیکھ کر وہ جو اپنے لئے چائے بنانے آئی تھی ان کی مدد کے خیال سے رک گئی تھی، بھابھی کو جنید بھائی نے بلا لیا تھا، پرنیاں نے انہیں واپس آنے سے منع کر دیا۔

''تھوڑا سا کچن ہی سمیٹنا ہے نا بھابھی میں کرلوں گی، آپ آرام کریں۔'' بھابھی پریگنٹ تھیں اور کچھ ہی دنوں میں ان کے ہاں بچے کی ولادت متوقع تھی ان کی حالت خاصی قابل رحم ہو رہی

تھی، ڈاکٹر کی ہدایت تھی کام کاج کرنے کی ورنہ کوئی مجبوری نہیں تھی اس کے باوجود گھر کی تمام خواتین ان کے آرام کا خیال کرتی تھیں، اس وقت بھی پرنیاں نے اسی وجہ سے انہیں بھیج دیا تھا اور وہ اس کی اچھی خاصی مشکور ہوئی تھیں، پرنیاں چائے بنانے کے ساتھ چند ایک ان دھلے جو برتن تھے انہیں بھی دھو چکی تھی کہ معاذ کی آمد نے اس گھبراہٹ سے دوچار کر دیا تھا۔

''میرا مطلب ہے چائے وغیرہ۔'' معاذ کی نظروں کو ذومعنی انداز میں اپنے چہرے پہ ٹھہرنا اسے کچھ اور بھی بوکھلانے کا باعث بنا تھا، جبھی وضاحت کی۔

''نہیں کچھ اور......''

''ک......کیا؟'' پرنیاں کی سوالیہ نگاہیں لمحہ بھر کو اسی مگر اسی کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے پھر جھک گئی تھیں۔

انگلیاں پھیر میرے بالوں میں
یہ میرا درد سر نہیں جاتا

اس کی گنگناہٹ پہ پرنیاں کی رنگت دہک گئی تھی، ہتھیلیاں پسیجنے لگیں۔

''آپ جائیں یہاں سے پلیز۔'' وہ بے حد عاجز ہو کر بولی تھی، معاذ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''ڈرتی ہیں نا آپ؟ مگر میں نہیں ڈرتا، سب جانتے ہیں یہاں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کو اپنانے کا متمنی ہوں۔'' وہ اسی اعتماد اور زعم سے بولا تھا جو اس کی شخصیت کا خاصہ اور پہچان تھی، پرنیاں نے گہرا سانس بھرا پھر جزبز ہو کر بولی تھی۔

''اور آپ کی وہ منکوحہ......اس کے بارے میں کیا سوچا آپ نے؟'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی پھر وہی حساس موضوع چھیڑ گئی جس کے تذکرے پہ وہ متعدد بار ہرٹ ہو چکی تھی، معاذ نے بہت چونک کر اسے دیکھا تھا پھر داہنا ہاتھ بالوں میں الجھا کر گہرا سانس کھینچا۔

''سب سے پہلے تو آپ مجھے یہ بتائیں پرنیاں کہ یہ اتنے اندر کی بات آخر کس نے آپ کو بتائی ہے؟'' وہ کس قدر جھلاہٹ کا شکار لگنے لگا پرنیاں نے نگاہ اس کے چہرے پہ لمحہ بھر کو ڈالی پھر چہرے کا رخ پھیر لیا۔

''اہمیت اس بات کی نہیں ہے، اہم سوال وہ ہے جو میں نے آپ سے کیا ہے؟'' اب کے وہ قدرے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تھی، معاذ اسے دیکھتا رہ گیا۔

''میں آپ سے کوئی غلط بیانی کر کے آپ کو دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا، میں اس لڑکی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اس کے باوجود کہ آپ ایسا چاہیں، بی کوز وہ پپا کی منتخب کی ہوئی ہے اور ایسا کوئی قدم اٹھا کر میں پپا کو ہرٹ نہیں کر سکتا۔'' اس نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک لمحے کو روشنی سی چھا گئی، مگر اس نے اپنے تاثرات بہت خوبصورتی سے چھپا لئے تھے۔

''لیکن صرف نکاح کے بندھن میں رکھنا اور باقی حقوق کی پاسداری سے غفلت برتے رکھنا بھی تو اس فرق ثانی کے ساتھ سراسر زیادتی ہے نا، اگر آپ کا انہیں چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے تو

آپ نے ان سے ملنے یا پھر اپنی رخصت کرانے کے متعلق کیوں نہیں سوچا؟'' پرنیاں نے اپنے دل میں ہمیشہ سے کنڈلی مارے اس سوال کو اس کے سامنے رکھا تھا اور بہت اعتماد سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دہی کی تھی، اب کی مرتبہ معاذ قدرے جھنجلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔

''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی آپ کو اس انجانی لڑکی سے اتنی ہمدردی کیوں ہے آخر؟ وہ بھی اس صورت جبکہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں، آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' پرنیاں نے جواباً گہرا سانس کھینچا پھر اپنا چائے کا کسی حد تک ٹھنڈا ہو جانے والا مگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا تھا ایک سیپ لیا پھر اسی اطمینان سے بولی تھی۔

''اسی لئے تو مجھے یہ فکر ہے کہ آپ کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا؟'' معاذ دنگ رہ گیا، پھر خود کو سنبھال کر اس کی جانب خفیف سا جھکا اور آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہوا مسکراہٹ دبا کر بولا تھا۔

''اس کا مطلب آپ مجھ سے شادی پہ راضی ہیں؟'' پرنیاں بے تحاشا سرخ پڑ گئی، بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی اور لرزتی پلکیں جھکا دیں۔

''میں نے ابھی اقرار نہیں کیا۔''

''انکار بھی نہیں کیا پھر یہ تفتیش کس سلسلے کی کڑی ہے بھلا؟'' معاذ کا موڈ از حد خوشگواریت سمیٹ لایا تھا، مسکراہٹ مستقل اس کے ہونٹوں پہ آن جمی تھی، پرنیاں محجوب سی ہو گئی، واقعی دھر لی گئی تھی وہ بھی بری طرح، جبھی جھنجلاہٹ میں حیا کو چھپانا چاہا۔

''آپ میری بات کا جواب دیں پلیز۔'' معاذ کو سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔

''میں اس لڑکی سے ابھی تک ملا نہیں ہوں پرنیاں! لیکن یہ طے ہے کہ اگر میں اسے ڈائیورس نہیں کروں گا تو آف کورس مجھے اس رخصت بھی کرانا ہے اور حقوق کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔'' پرنیاں کے دل میں پیوست آخری خار بھی نکل گیا، وہ بے اختیار ریلیکس ہوئی تھی کچھ کہے بغیر اپنی چائے ختم کرتی رہی جبکہ معاذ کو اس کی خاموشی نے مضطرب کیا تھا۔

''آپ خفا ہو گئی ہیں؟ سوری پرنیاں لیکن دیانتداری کا تقاضا تو یہی ہے نا۔'' وہ جیسے اپنی بات کی وضاحت کرتا ہوا اس کی موڈ بحال کرنے کی کوشش میں مصروف تھا، پرنیاں کو بے تحاشا ہنسی آئی جسے اس نے ضبط کیا تھا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سر! اور میں بھلا کیوں خفا ہوں گی۔'' جواباً اس نے رسانیت سے کہا تھا مگر معاذ مطمئن نہیں ہو سکا۔

''آپ کی خاموشی صاف بتاتی ہے کہ آپ ہرٹ ہوئی ہیں۔'' پرنیاں نے گہرا سانس کھینچا، پھر اسے دیکھ کر بظاہر لاچاری سے بولی تھی۔

''دیکھیں مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی جب آپ نکاح کر چکے ہیں اور اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کا ارادہ بھی ہے تو پھر مجھے کیوں اپنا پابند کرنا چاہتے ہیں؟'' اب اسے لطف محسوس ہو رہا تھا معاذ کو تنگ کر کے، معاذ کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا، پھر اس نے سرعت سے خود کو سنبھالا تھا۔

''یہ نکاح پپا نے زبردستی کیا تھا، اگر میں اسے قائم رکھنا چاہتا ہوں تو بھی وجہ پپا ہی ہیں میں انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا، پرنیاں ہماری فیملی میں رشتوں اور تعلقات کی بہت اہمیت ہے، ہم ایک دوسرے کے جذبات کا بہت احترام کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اسی میں زندگی کی خوبصورتی کے تمام رنگ پنہاں ہیں، زندگی ان رنگوں کے بغیر بھی گزر سکتی ہے بلاشبہ مگر اس میں وہ چارم اور دلکشی بہرحال نہیں ہو گی، اب یہی دیکھ لیں، میں نے آپ کو پسند کیا اپنے لئے، میری فیملی نے کتنی فراخدلی سے آپ کو قبول کیا ہے، کیوں؟ اس لئے نا کہ انہیں میری ضرورت ہے وہ لوگ مجھے مکمل دیکھنا چاہتے ہیں، میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں آپ کو کھو کر میں خود کو ادھورا محسوس کروں گا اور یہی میں نہیں چاہتا۔''

مفصل اور واضح جواب تھا پرنیاں کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا، وہ ایک بار پھر خاموش تھی، البتہ اسے معاذ کی بے خبری وہ بھی اس درجہ بے خبری پہ اب تاؤ کی بجائے ہنسی آ رہی تھی، اس نے خالی مگ دھو کر واپس اس کی جگہ پہ پہنچایا پھر دروازے کی جانب بڑھی تھی کہ معاذ نے ہاتھ بڑھا کر اس کا راستہ روک لیا، وہ تھم سی گئی اور سوالیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھائیں۔

''اک بات کہوں پرنیاں؟'' وہ کچن کی چوکھٹ سے کاندھا ٹکائے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑا تھا، سیاہ جینز پہ وائیٹ شرٹ میں اس کا دراز کسرتی وجود کچھ اور بھی نمایاں اور شاندار لگ رہا تھا، پرنیاں کی پلکیں آہستگی سے جھک گئیں، گویا اجازت دی گئی تھی، معاذ مسکرا دیا تھا۔

''آج آپ ایک بالکل انوکھے اور نئے روپ میں میرے سامنے آئی ہیں اور یہ انداز اتنا انوکھا اور دلکش ہے کہ میرا جی چاہ رہا ہے یونہی ہم اک دوسرے کے ساتھ رہیں اور رات بیت جائے۔'' پرنیاں کا دل زور سے دھڑکا تھا، چہرے پہ حیا آمیز گھبراہٹ سرعت سے بکھرتی چلی گئی۔

''پلیز جانے دیں مجھے۔'' وہ یوں گھبرا کر بوکھلا کر بولی کہ اس کی اسی کیفیت سے حظ لے کر معاذ قہقہہ لگانے لگا تھا، پرنیاں اسے سامنے سے دھکیل کر کچن سے تیزی سے نکلتی چلی گئی، معاذ نے لمبا سانس کھینچ کر اس کی وہیں ٹھہر جانے والی خوشبو کو اپنے اندر اتارا تھا پھر سیٹی پہ کوئی شوخ دھن بجاتے ہوئے خود بھی اپنے کمرے کی جانب ہو لیا۔

☆☆☆

شاہ ہاؤس میں گہما گہمی کا عالم ہی نرالا تھا، دو دو تقریب اک ساتھ تھیں، پرنیاں کی رخصتی اور زیاد کی منگنی، گھر کی کچھ کنسٹرکشن کا کام جاری تھا، ساتھ میں شادی کی تیاریاں اور خریداری بھی، پرنیاں کا زیادہ وقت شاہ ہاؤس میں ہی گزرتا تھا، معاذ بیچارے کو ابھی تک کسی بات کی ہوا نہیں لگنے دی گئی تھی، گھر میں ہونے والی یہ ساری تیاری اور ہلچل کے لئے معقول بہانہ یعنی زیاد کی منگنی کا موجود تھا، جبھی سب اسے اپنے آگے لگائے پھر رہے تھے، حالانکہ جہان کو اب یہ سب فضول لگ رہا تھا اور اس نے زیاد وغیرہ کو یہ بات سمجھائی بھی تھی۔

''اس شرارت کو مزید طول مت دو زیاد، کہیں یہ مذاق بدمزگی کا باعث نہ بن جائے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہو گا بجے آپ اپنے خدشے سنبھال کر رکھیں۔'' جواب زیاد کی بجائے زینب نے دیا تھا اور خاصے نخوت سے دیا تھا، اسے چپ ہونا پڑا تھا۔

''اور خبردار جے آپ نے ہمدردی میں لالے کو کچھ بتانے کی کوشش کی تو......؟'' اس تو کے آگے اللہ جانے کون سی دھمکی تھی جہان نے کاندھے اچکا دیئے تھے حالانکہ اس کا ذاتی خیال تھا اگر اب معاذ پہ حقیقت آشکار ہو جاتی تو وہ مائینڈ نہ کرتا اور اپنی شادی کی تمام تقریبات کو خود بھی انجوائے کر سکتا تھا، نکاح کے موقع پہ بھی اس کا موڈ خراب تھا اب پھر اسے بے خبر رکھ کر اس سے زیادتی کی جا رہی تھی جو جہان کو بہرحال ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''آپ کا کیا خیال ہے پرنیاں معاذ کو لاعلم رہنا چاہیے؟'' جہان نے وہیں موجود پرنیاں کو معاملے میں گھسیٹ لیا تھا، اس نے بے نیازی سے شانے جھٹک دیئے تھے۔

''کوئی حرج نہیں ہے بھائی! آخر انہوں نے بھی تو اتنا عرصہ مجھے زچ کیا تھا نا۔'' اسے بھی ان کا ہم خیال پا کے جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''او کے فائن! پھر جو بھی اس کا رسپانس ہوگا آپ لوگ بھگت لیجئے گا۔'' وہ اپنے طور پہ بری ذمہ ہو گیا، زینب نے قہقہہ لگایا۔

''ہم کیوں بھگتیں، یہ بھگتیں گی نا ان کی زوجہ محترمہ۔'' اور پرنیاں جہان کی موجودگی میں سرخ پڑنے لگی تھی، جہان وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تو ٹیبل پہ پڑا ہوا اس کا سیل فون مسلسل وائبریٹ کر رہا تھا، جہانے نے سیل فون اٹھا کر نمبر دیکھا اسکرین پہ چمکتے مسز آفریدی کے نام کو دیکھ کر اس کی پیشانی پہ ناگواری بکھر گئی تھی۔

''جی فرمائیے؟''

''ہمارے بیچ جو تعلق ہے جہانگیر حسن شاہ کیا وہ اس احساس کا بھی متقاضی نہیں کہ بات چیت کا آغاز رسمی طور پر ہی سہی مگر سلام دعا سے کر لیا جائے؟'' مسز آفریدی کا لہجہ سرد اور تنکا ہوا تھا، جہان کا موڈ خراب تو تھا ہی گویا اس طنز کے بعد مزید بگڑ گیا۔

''ہمارے بیچ جو تعلق ہے پہلے اس کے مطابق سوچ بچار تو کر لیں کہ اسے قائم رہنا بھی چاہیے یا نہیں، یہ گنجائش بعد میں نکلے گی۔'' وہ پھنکارا تھا اس کا چہرا جانے کس جذبے کے تحت سرخ ہو چکا تھا، دوسری جانب یکلخت گمبھیر سناٹا چھا گیا، ایک لمحے کو تو جہان کو لگا تھا رابطہ منقطع ہو گیا مگر اگلے پل اس کا خیال مسز آفریدی کی دھاڑتی آواز پہ غلط ثابت ہو گیا تھا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو آخر؟''

''آپ نہ تو سادہ ہیں نہ معصوم کہ میں اتنی سیدھی بات کی وضاحت پیش کرتا پھروں۔'' جہان کا غصہ ہر لحہ بڑھ رہا تھا وہ جس شدید ذہنی کرب میں مبتلا تھا کہ کم از کم مسز آفریدی کے ساتھ لحاظ اور مروت برتنے کو تیار نہیں تھا۔

''اگر میں کہوں کہ آپ حد سے بڑھ رہے ہیں جہانگیر حسن شاہ تو یہ غلط نہیں ہوگا۔'' وہ ضبط کھو کر چیخ پڑی تھیں جہان نے تنفر بھرے انداز میں زور سے سر جھٹکا۔

''آپ مجھے بتا سکتی ہیں آپ نے اس وقت زحمت کس سلسلے میں کی ہے؟'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا، بغیر کسی لحاظ کے روکھا اور نخوت بھرا۔

''ہمیشہ تم مجھے مجبور کرتے ہو کہ میں تم جیسے فضول انسان کو منہ لگاؤں تمام تر ناپسندیدگی کے

باوجود، بتاؤ ژالے سے کہاں ملے تھے تم؟ کہاں بلوایا تھا اسے جھانسا دے کر، اگر تم اسے اپنے جذبات نہیں سنبھالے جاتے تو سیدھا سیدھا اسے رخصت کرا کے لے جاؤ یہ کیا کہ......''

''شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔'' وہ پوری طاقت صرف کر کے چلایا، مسز آفریدی کی بیہودہ الزام تراشی نے اس کا دماغ ماؤف کر کے رکھ دیا تھا، غم و غصے سے وہ پاگل ہونے لگا، جبھی ان کی مزید بکواس سنے بغیر اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور یوں مضطرب سا کمرے میں چکرانے لگا جیسے پیروں تلے کانٹے بچھے ہوں، توہین سبکی اور ہتک کے احساس نے اسے لمحوں میں ادھ موا کر کے رکھ دیا تھا۔

(میں کیوں ملوں گا ژالے سے......اوہ کہیں ژالے نے ان کے سامنے اس معمولی واقعہ کو بڑھا چڑھا کر بیان تو نہیں کیا؟) وہ ایکدم ٹھٹک گیا، اگلے لمحے اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

کن گھٹیا لوگوں میں پھنس گیا تھا وہ، اسے رونا سا آنے لگا، مسز آفریدی کا نام بار بار اسکرین پر بلنک کرتا تھا اور نیم تاریک کمرے کی دیواروں پہ نیلی روشنی کا عکس تھر کنے لگتا، جہان نے کال اٹینڈ نہیں کی وہ اس وقت ایسی کربناک اذیت کا شکار تھا کہ خود اپنے آپ سے بھی نگاہیں چار نہیں کر رہا تھا، چپ چاپ اٹھ کر وہ واش روم میں گھس گیا آدھے گھنٹے کے بعد شاور لے کر باہر نکلا تب بھی اس کے اندر کی آگ یونہی بھڑک رہی تھی، سیل فون کی مدھم ہوتی اسکرین پہ مسز آفریدی کے نام سے ٹونٹی مسڈ کالز تھیں، اس کے چہرے پہ زہر خند پھیل گیا، اس نے سیل فون اٹھا کر اس کے سوئچ آف کا بٹن پش کرنے کے بعد بستر پہ اچھال دیا تھا، اب اسے مسز آفریدی سے کس طرح نپٹنا تھا یہ وہ طے کر چکا تھا۔

☆☆☆

کیمل کلر کے نفیس لباس میں اس نے آف وائیٹ مردانہ شال اپنے مخصوص انداز میں کاندھوں کے گرد لپیٹی اور گھنی مونچھوں کو بل دے کر آئینے میں اپنے عکس کو مطمئن نظروں سے دیکھا، تیاری مکمل تھی وہ پلٹا تو نگاہ اپنے سیل فون پہ پڑی جو بیڈ کی پائنتی کی جانب پڑا ہوا تھا، تیمور خان نے اسکرین پہ چمکتے نام کو دیکھا۔

''زینب کالنگ۔'' اس کی پیشانی پہ بل پڑ گئے، اب وہ وقت گزر چکا تھا، جب وہ اسی ایک نام کو اپنے سیل فون کی اسکرین پہ دیکھنے کو بے تاب رہا کرتا تھا، اس کے نزدیک زینب دیگر عورتوں سے معمولی سے اہمیت کی حامل تھی، وہ بھی اس لئے کہ وہ اسے نکاح کے بغیر حاصل نہیں کر پایا تھا، وہ غضب کا زیرک تھا، پہلی سے دوسری ملاقات میں ہی اس نے جان لیا تھا جہان کا زینب سے تعلق کس قسم کا تھا، پھر اس نے محض جہان کو ذہنی کرب میں مبتلا کرنے کی خاطر ہی شاہ ہاؤس میں زینب کے ساتھ بے تکلفی کی حدود کو پھلانگا تھا کچھ اس طرح کہ وہاں کے بھلے مانس مکینوں کو نہ صرف نگاہیں چرانا پڑتیں بلکہ وہ مارے شرمندگی کے کسی نہ کسی بہانے سے وہاں سے اٹھ جانے پہ مجبور ہو جاتے، حالانکہ زینب اسی بات پہ اس سے الجھی بھی تھی۔

''تیمور کچھ تو خیال کیا کریں، آپ تو مجھے بھی شرمندہ کر دیتے ہیں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا زینب؟ میری محبت تمہارے لئے شرمندگی کا باعث ہے؟'' وہ الٹا اس

کے گلے پڑ گیا تھا، زینب کو لینے کے دینے پڑ گئے، کجا اسے باز کراتی اسے تیمور کی منتیں کر کے منانا پڑ گیا تھا، تب جا کے اس کی اینٹھن کچھ کم ہوئی تھی، مگر جہان سے اس نے بیر ضرور باندھ لیا تھا، آتے جاتے جہان پہ طنز کے تیر اچھالنا معنی خیز جملوں میں اس پہ نشتر زنی کرنا اس کا معمول بنتا جا رہا تھا جسے اور کسی نے کس حد تک جانا اور سمجھا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ ہاں البتہ جہان اس سے ضرور کترانے اور گریزاں رہنے لگا تھا۔

''خیریت زینب؟'' تیمور نے کال پک کر لی تھی، وہ کمرے سے نکل کر راہداری تک آ گیا تھا، اس کا رخ گیراج کی سمت تھا، راستے میں ملنے والے ملازم اسے دیکھ کر ہاتھ ماتھے پہ لے جا کر عاجزی سے سلام کرتے مگر وہ جواب دینے کا تکلف کیے بنا بے اعتنائی سے آگے بڑھتا رہا تھا، گیراج میں آ کر اس نے ڈرائیور کو گاڑی کی چابی دے کر اسٹارٹ کرنے کا اشارہ کیا اور خود زینب کی سمت متوجہ ہوا جو کہہ رہی تھی۔

''یہاں زیاد بھائی کی منگنی کے ساتھ پرنیاں کی رخصتی کی تقریب ایک ساتھ منعقد ہو رہی ہیں، آپ کہیں تو میں تب تک وہاں ٹھہر جاؤں؟''

''پرنیاں کی رخصتی......؟'' تیمور کی کشادہ پیشانی پہ ناگواری لہرائی، اس نے برہمی کے انداز میں ایک پتھر کو ٹھوکر سے اڑایا تھا۔

''جی!''

''پرنیاں صاحبہ راضی ہو گئیں؟'' تیمور خان اندر کی بات سے زینب کی وجہ سے آگاہ تھا جبھی یہ اہم سوال کیا تھا۔

''ارے وہ تو ایک مذاق تھا، ورنہ حقیقت یہ تھی کہ پرنیاں بھابھی شروع دن سے ہی لالے سے امپریس تھیں، ہوتی کیوں نہ لالے میں کمی بھی تو کوئی نہیں ہے، ہزاروں لڑکیاں ان کی وجاہت پہ مرتی ہیں۔'' زینب کے لہجے میں بھائی کی محبت کا مان اور تفاخر تھا، تیمور کا حلق کچھ اور کڑوا ہوا۔

''تو اب مجھ سے کیا چاہتی ہو تم؟'' تیمور کی یہ بدمزگی کچھ اور بڑھی، ایک نوخیز شگفتہ کلی جیسی ان چھوئی لڑکی کی دسترس سے مکمل طور پہ باہر جا رہی تھی، جسے دیکھ کر چھونے اور محسوس کرنے کا خیال دامن گیر ہو جائے، پھر اس جیسا عیاش مرد جو کلی کلی منڈلانے والا بھنورا تھا، مگر پرنیاں کے لئے وہ ہمیشہ دل مسوس کر ہی رہا تھا، معاملہ سسرال ہی کا نہیں تھا وہ ہمیشہ اپنا دامن بچا کر گزرنے والا انسان تھا، جس نے اسی احتیاط کی بدولت اپنا بھرم اب تک قائم رکھا ہوا تھا، اس کا اختیار وادی کے علاقے میں ہی چلتا تھا، وادی سے باہر وہ ایک عام فرد تھا، پھر یہ لڑکی جس کی ملکیت تھی وہ معاذ حسن تھا، قوی بے باک اور نڈر انسان جس کے ارادے اس کے وجود کی مانند مضبوط اور چٹانی محسوس ہوتے تھے، تیمور سمجھ سکتا تھا اگر اس نے غلطی سے بھی کوئی فضول حرکت کی تو اسے قتل کر کے بھی معاذ اس کا قصور معاف کرنے کو تیار نہ ہوتا، جبھی وہ اس خبر کو لے کر بس دل میں ہی کلس اور جھلس سکتا تھا، ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر لی تھی وہ پچھلی سیٹ پہ شاہانہ طنطنے کے ساتھ بیٹھا تو گاڑی پھاٹک سے نکل کر وادی کی پہاڑوں کے بیچ گھری اونچی نیچی بل کھاتی سڑک پر دوڑنے لگی،

زینب کی کال اس نے ڈراپ کر دی تھی، زینب کا یہ جرم معمولی نہیں تھا کہ اس نے اس قسم کی خبر سنا کر اس کا اچھا بھلا موڈ غارت کر دیا تھا، اب اسے خود کو کمپوز کرنے میں کچھ وقت لگنا تھا، شاندار پراڈو تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی، موسم تبدیل ہو رہا تھا، مگر گاڑی کے شیشے بند تھے، وادی کے مقامات میں پہنچ کر پہاڑ بلند تر اور سبز تر ہو گئے تھے، فضا میں پھلوں کی خوشبو تھی، مخروطی چھتوں والے گھر اپنی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ پورے علاقے میں پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے، گاڑی اسی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی، ایک موڑ مڑتے ہی جھیل اور مسجد صاف نظر آنے لگی، یہ منظر ڈوبتے سورج کی روشنی میں اتنا بھلا لگتا تھا کہ دیکھنے والا لمحہ بھر کو اس کے سحر سے نکل نہیں سکتا تھا، یہ کافی بڑی اور گہری جھیل تھی، جو چاروں طرف سے درختوں میں گھری ہوئی تھی، اکثر درختوں پر پھل بھی موجود تھے، کنکریٹ کی بنی ہوئی ایک خوش نما منڈیر جھیل کی حد بندی کرتی تھی، اس حد بندی کے ساتھ فٹ پاتھ تھا، جس پر مقامی اور غیر مقامی لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے اب ڈھلوان سڑک پر اوپر کی سمت جا رہی تھی، جلد ہی جھیل اور مسجد صاف نظر آنے لگے، اگلے پندرہ منٹ میں ایک صاف ستھری بنگلہ نما کوٹھی کے سامنے گاڑی لمحہ بھر کو رکی تھی پھر ڈرائیو وے سے گزر کر پورچ میں جا پہنچی، کوٹھی اندر سے نہایت صاف ستھری اور سبزے میں گھری ہوئی تھی، روشن کھڑکیوں سے نیچے جھیل کا پانی دعوت نظارہ دیا کرتا تھا اور جھیل کے پار مسجد کے سفید مینار پوری شان سے سر اٹھائے کھڑے تھے، تیمور کا استقبال کرنے کو اندر سے ایک موٹی تازہ زیورات سے لدی خرانٹ قسم کی عورت کشتم پشتم باہر آئی تھی، وہ شکل سے ہی نائکہ لگتی تھی، اس کا ہر انداز و اطوار دعوت نظارہ دیتا تھا، وہ ادھیڑ عمر تھی مگر ادائیں دوشیزاؤں والی دکھا رہی تھی، تیمور سے وہ گلے ملی تھی پھر اس کا ہاتھ تھام کر بڑے والہانہ انداز میں اندر کی جانب لے کر چلی گئی۔

''کیا یہ اطلاع درست ہے کہ آپ کا ہاں بالکل نیا اور شاندار مال آیا ہے؟'' تیمور کی نگاہیں متلاشی انداز میں یہاں وہاں بھٹکی تھیں، عورت خباثت بھرے انداز میں طویل قہقہہ لگانے کے بعد بے باکی سے بولی تھی۔

''فکر کیوں کرتے ہیں سائیں، آپ کے اک اشارے پہ قدموں پہ نثار ہونے کو بے تاب ہیں ساری، یہ بتائیں آپ کتنے دن قیام فرمائیں گے؟''

''قیام کا دورانیہ تو آپ کے مال پہ ڈپنڈ کرتا ہے۔'' وہ بھی تیمور خان تھا اس جنگل کا گھاگ شکاری، عورت اس کی برجستگی سے محفوظ ہو کر نہیں تھی قہقہہ اس مرتبہ بھی طویل اور بے باک تھا۔

''آپ فکر نہ کریں جناب! ہمارے انتخاب کی آپ داد دیئے بغیر نہیں رہو گے۔'' تیمور مطمئن ہوا تھا، عورت کے ہمراہ کارپڈ سیڑھیاں چڑھ کر وہ بالائی منزل پہ آ گیا تھا، کمرا کشادہ اور دیدہ زیب تھا، دیواروں پہ یہاں قیام کرنے والوں کے ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے واہیات اور قابل اعتراض پوسٹرز نمایاں کر کے لگائے گئے تھے، ایک کھڑکی بائیں جانب کھلتی تھی، جس میں بل کھاتی سڑک نظر آتی تھی، برآمدے کی کھڑکی سے جھیل کا بھی نظارہ کیا جا سکتا تھا، ایک شاندار باتھ روم میں نیم گرم پانی سے غسل کر کے وہ باہر آیا تو کھڑکی کے عین سامنے رکھی میز پہ کھانے کے لوازمات سجا دیئے گئے تھے، بلیک چست جینز جو گھٹنوں سے ذرا نیچے آ کر ختم ہو جاتی تھی اور مختصر سے سلیولیس

ٹاپ میں ملبوس سنہرے بالوں والی لڑکی غیر ملکی شراب کی بوتل میز پہ رکھ رہی تھی، اس کے ذرا سا جھکنے پہ گلے کا گہرا گھاٹ قابل اعتراض حد تک گہرائی سمیٹ لاتا تھا، تیمور کی خدمت پہ معمور ہوئی تھی، تیمور خان کی وہ بےزاری جو پرنیاں کی رخصتی کا سن کر اس پہ طاری ہوئی تھی بھاپ بن کر اڑتی محسوس ہوئی، وہ کھانے سے زیادہ اس لڑکی میں گم ہو رہا تھا، جس کی ادائیں قاتل تھیں کچھ فاصلے پہ پڑے اس کے سیل فون کی اسکرین پہ بار بار زینب کالنگ کے الفاظ چمکتے تھے مگر وہ اس جانب ہرگز متوجہ نہیں تھا۔

☆☆☆

چن سجنا وے نیڑے نیڑے ہو
ڈھول جانیا وے نیڑے نیڑے ہو
کہندیاں نے بانہواں میتوں دور نہ کھلو
چن سجنا وے نیڑے نیڑے ہو

اس کا موڈ بےحد خوش گوار تھا، کالج سے واپسی پہ اس نے گاڑی کا رخ شاپنگ مال کی جانب موڑ دیا تھا، کچھ سوچنے کے بعد اور بہت خواری کے بعد وہ پرنیاں کے لئے ایک مہنگا ترین جیولری سیٹ خرید سکا تھا، اسے کچھ بھی پرنیاں کے شایان شان نہیں لگ رہا تھا، اب جبکہ اس نے معاذ کو قبولیت کی سند بخش دی تھی تو یقیناً اس کا تحفہ بھی لازمی قبول کرتی، اس نے تصور کی آنکھ سے پرنیاں کی گردن میں اس طلائی چین اور موتی کا تصور کیا اور آہستگی سے مسکرا دیا تھا۔

سڑک پہ بےتحاشا ٹریفک تھی، سرخ سگنل ہوا تو اس نے گہرا سانس بھر کے گاڑی کو لمبی قطار میں شامل کر لیا، اسی پل اس کے سیل کی بیپ ہونے لگی تھی، معاذ نے چونک کر کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، اسکرین پہ نام کی بجائے ہندسے بلنک کرتے تھے، معاذ نے ایک نظر آہستگی سے رینگتی گاڑیوں کی قطار کو دیکھا پھر کال ریسو کی تھی۔

''معاذ حسن سے بات کر رہی ہوں نا میں؟'' اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی دوسری جانب سے بےصبری سے پوچھا گیا، نسوانی کھنک دار لہجہ تھا، جسے معاذ پہچاننے سے بہرحال قاصر رہا تھا۔

''جی مگر آپ......؟''

''نیہاں بات کر رہی ہوں سر!'' اسی اعتماد سے تعارف پیش کیا گیا، معاذ کی حیرانی بڑھی تھی۔

''جی نیہاں خیریت؟''

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی سر۔''

''ایسی کون سی ضروری بات تھی نیہاں؟ کچھ دیر پہلے میں کلاس میں تھا آپ کر لیتی بات۔'' معاذ نے رسانیت آمیز لہجے میں جواب دیا تو دوسری جانب نیہاں ہنسنے لگی تھی۔

''مجھے جو بات آپ سے کرنی تھی اس کے لئے کلاس روم کا ماحول ہرگز بھی سوٹ ایبل نہیں تھا سر۔''

''ایسی کون سی بات ہے؟'' معاذ کا ماتھا ٹھنکا اس لڑکی کی حرکتیں اسے ویسے ہی کچھ ناگوار محسوس ہوا کرتی تھیں۔

''بہتر نہیں ہوگا سر کہ ہم کہیں مل لیں اور میں آپ کے روبرو وہ کہہ دوں جو کہنا چاہ رہی ہوں۔''

''ہرگز نہیں، میں اس طرح ملنا پسند نہیں کرتا، آپ جو کہنا چاہتی ہیں ایسے ہی کہیں۔'' معاذ نے ناگواری دبا کر قطعیت بھرے انداز کو اختیار کیا، تو دوسری جانب کچھ لمحوں کو خاموشی چھا گئی۔

''اف یو ڈونٹ مائنڈ سر! لیکن میں پوچھنا ضرور چاہوں گی کہ اس قسم کی حد بندی آپ نے صرف میرے لئے ہی کیوں لگائی، جبکہ مس پرنیاں کے ساتھ تو......''

''ویل یو شٹ اپ نیہاں! آپ آخر جتلانا کیا چاہتی ہیں؟'' معاذ کو یکلخت بےتحاشا غصہ آ گیا تھا۔

''کیا آپ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ میں کیا جتلانا چاہ رہی ہوں سر؟'' وہ خائف ہوئے بنا چیخ کر بولی تھی، معاذ نے جھلا کر کال ڈراپ کر دی، وہی نمبر پھر بلنک کرنے لگا مگر معاذ نے سیل فون ڈیش بورڈ پہ اچھال دیا تھا، بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ آدھے گھنٹے بعد جب وہ گھر پہنچا تو بھی اس کا موڈ اس بات کو لے کر برہم تھا۔

''جے کی طرح مما کو بھی یہی فکر ہے کہ ہمیں لالے کو اصل بات بتا دینی چاہیے، وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہیں لالے کا موڈ خراب ہو جائے۔'' لاؤنج کے آگے سے گزرتے ہوئے اسے زینب کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی تھی، وہ دھیان دیئے بنا آگے بڑھ رہا تھا مگر بھابھی کی کہی بات نے اس کے قدم ٹھٹکا دیئے تھے۔

''میرا بھی یہی خیال ہے زینب اب اس ڈرامے کا ڈراپ سین کر دیا جائے، بس بہت ہو گئی بیچارا معاذ بہت دیر بےوقوف بن گیا تمہارے ہاتھوں، میں سمجھتی ہوں یہ بات اسے پتہ چل جانی چاہیے کہ پرنیاں ہی اس کی منکوحہ ہے۔'' بھابھی ہنس رہی تھیں، وہ سناٹے کی زد پہ کھڑا رہ گیا۔

حیرانی، پریشانی، تحیر، تعجب، بےیقینی، صدمہ، جیسے ہر لفظ اس کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ناکافی ثابت ہو رہا تھا، کچھ دیر وہ سکتے کے عالم میں کھڑا رہا تھا پھر وہ جیسے اس کیفیت سے باہر آیا، اس کی جگہ طیش، غیض اور اشتعال نے لے لی، اس کی آنکھیں یکلخت دہک اٹھی تھیں، کچھ کہے بغیر وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گیا تھا۔

(جاری ہے)

''انتقال پر ملال''

ہماری مصنفہ فرحت شوکت کی والدہ چار اپریل کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرحت کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین قارئین سے التماس ہے کہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے دعا کریں۔

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

بیسویں قسط کا خلاصہ:

مما معاذ کا رجحان اور جھکاؤ پرنیاں کی طرف محسوس کر کے دل میں اطمینان پاتی ہیں اور پپا سے بات کر کے پرنیاں کی رخصتی کی خواہش ظاہر کرتی ہیں، پپا کو اعتراض نہیں ہوتا، وہ خود پرنیاں کو نرمی سے سمجھا کر قائل کرتے ہیں اور یوں اس کی رخصتی کی گھر میں تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں، معاذ پہ یہ حقیقت ابھی تک آشکار نہیں ہوئی اس پر ستم اسے شادی کی فکس ہو جانے والی ڈیٹ سے بھی آگاہ نہیں کیا، معاذ پرنیاں کے ساتھ کھل کر بات کرتا ہے اور اپنی پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ اپنی منکوحہ کے لئے بھی نیک خیالات کا اظہار پرنیاں کو اس کے معاملے میں نرم کر دیتا ہے۔

جہان کا ٹکراؤ ژالے سے ہوتا ہے، وہ اکیلے تنہا گھر سے نکلنے پہ اسے ڈانٹتا ہے اور گھر ڈراپ کرتا ہے، مسز آفریدی فون پہ اسی ایک بات کا حوالہ دے کر خاصے تمسخرانہ انداز میں جہان کو رگیدتی ہیں جس پہ وہ غصے میں آؤٹ ہونے لگتا ہے۔

نیہاں فون پہ معاذ کو ملنے کا کہتی ہے، منع کرنے پہ وہ پھر پرنیاں کے حوالے سے طعنہ دیتی ہے معاذ غصے میں فون کاٹ دیتا ہے گھر پہنچنے پہ وہ زینب اور بھابھی کی بات سن لیتا ہے جس میں اس پر انکشاف ہوتا کہ پرنیاں ہی اس کی منکوحہ ہے، وہ غم و غصے کی شدتوں سے اپنا دماغ ماؤف محسوس کرتا ہے۔

اکیسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

اس کے سر میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے، ایک لمحے کو تو اتنا غصہ آیا تھا کہ جی چاہا تھا اندر گھس جائے اور جو منہ میں آئے کہہ کر ان سب کی طبیعت صاف کر کے رکھ دے مگر اس نے خود کو کمپوز ڈ کر لیا تھا، اپنے کمرے میں آنے کے بعد اس نے ایک دھماکے سے دروازہ بند کیا پھر کوٹ اور ٹائی اتار کر بستر پہ پھینک دیئے، اس کے لئے یہ احساس ہی بے تحاشا ہتک کا باعث تھا کہ وہ بے وقوف بنایا گیا تھا وہ بھی اتنی آسانی سے، اس کی نگاہوں میں گزشتہ روز و شب کی ایک فلم سی چل رہی تھی، کیا وہ شکل سے اتنا احمق نظر آتا تھا کہ اسے اتنی آسانی کے ساتھ ٹریپ کر دیا گیا تھا، سوچ سوچ کر اس کا رخسار خون بڑھتا گیا اس کا غصہ کمرے کی نازک ترین چیزوں پہ اتر رہا تھا، وہ نازک ہی نہیں شاہانہ مزاج بھی تھا اور ہمیشہ اپنی ذہانت پہ اس نے فخر کیا تھا، مگر یہ معاملہ ایسا ہوا تھا کہ وہ بل کھا کر رہ گیا تھا، دیکھا جاتا تو یہ سامنے کی بات تھی، سارے راز کھلے پڑے تھے، پرنیاں کا اس گھر میں آنا جانا، گرلز ہاسٹل میں قیام گھر والوں کا اسے اس درجہ اہمیت دینا سے لے کر خود پرنیاں کا معاذ سے یہ خصوصی قسم کا گریز والا رویہ، از خود ساری کہانی سناتے تھے، وہ یہی سمجھنا نہیں چاہتا تھا، پھر اگر وہ بے وقوف بنایا گیا تھا تو کیا عجب تھا، اسے باقی سب کے ساتھ ساتھ خود اپنے اوپر بھی تاؤ آنے لگا۔

''ہاں میں واقعی احمق تھا۔'' اس نے دانت کچکچائے۔

''اور وہ پرنیاں...... اس نے بھی میرا مضحکہ اڑایا، وہ بھی سب کے ساتھ مل گئی، میرا اتنا قصور نہیں تھا، میں نے اسے دیکھا ہی کہاں تھا، اور وہ...... وہ مجھے کیسے کیسے نہیں زچ کرتی رہی، اس کا بار بار اور کرید کرید کر سارے سوال کرنا بھی مجھے نہیں سمجھا سکا، تف ہے مجھ پہ، تف ہے معاذ حسن تمہاری ذہانت پہ۔'' اس نے ایک اور کرسٹل واز اٹھا کر دیوار پہ دے مارا تھا۔

''معاذ حسن کو بے وقوف بنانے کی سزا معمولی نہیں ہے پرنیاں صاحبہ، میرے خیال میں سب سے زیادہ آپ کو ہی خمیازہ بھگتنا چاہیے، کبھی یاد کرو گی کسی کو فول بنایا تھا۔'' میز کو ٹھوکر لگاتے ہوئے اس نے حتمی انداز میں شدت پسندی سے سوچا اور واش روم میں گھس کر شاور کھول کر اپنے جلتے جلتے وجود کی آگ بجھانے کی سعی کرنے لگا۔

☆☆☆

''جہان بیٹے!'' وہ اپنے کمرے سے تیار ہو کر نکلا تھا تبھی پپا نے پکار لیا، جہان نے چونک کر پلٹ کے انہیں دیکھا، وہ اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑے اسی کو دیکھ رہے تھے۔

''جی چاچو!'' جہان نے سیل فون جس پہ وہ کوئی نمبر پش کر رہا تھا جیب میں رکھا اور ان کی جانب بڑھ آیا۔

''آپ کہیں جا رہے ہو؟''

''جی لاہور کے لئے نکل رہا تھا، خیریت؟''

''لاہور کیوں جا رہے ہو بیٹے! میں نے آپ سے کہا تھا وہاں کا کام منیجر سنبھال لے گا۔''

''سب کچھ منیجر پہ نہیں چھوڑا جا سکتا ہے چاچو! میں منتھلی وزٹ کرتا ہوں آئی تھنک یہ ضروری ہے۔''

''اوکے ایز یو وش بیٹے! کوئی مسئلہ تو نہیں وہاں؟''

''نو چاچو نو پرابلم ڈونٹ یو وری۔'' جہان نے دانستہ مسکرا کر انہیں تسلی سے نوازا تھا، پھر انہیں خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گیا، یہ جانے بغیر کہ پپا اس کے جانے کے بعد بھی بہت دیر تک اسی زاویے پہ کھڑے رہے تھے، کل شام انہیں مسز آفریدی کا فون اس وقت آیا تھا جب وہ ایک بہت اہم میٹنگ میں بزی تھے۔

دو تین بار کال ڈراپ کرنے کے باوجود جب فون کرنے والا ڈھٹائی پہ جما رہا تھا تب انہوں نے زچ ہو کر فون اٹینڈ کیا تھا۔

''میں مسز آفریدی ہوں، لاہور سے بات کر رہی ہوں۔''

''دیکھئے خاتون میں میٹنگ میں ہوں آپ تھوڑا سا ویٹ کر لیں، میں خود آپ کو کال کر لوں گا۔''

''احسان صاحب میری بات آپ کی اس میٹنگ سے زیادہ اہم ہے، بہتر ہوگا اسے پہلے سن لیں آپ۔'' مسز آفریدی کے انداز میں ایسا کچھ غیر معمولی پن تھا کہ پپا اپنی جگہ پہ جزبز ہو گئے تھے۔

''ایسی کون سی بات ہے؟'' وہ قدرے جھلائے۔

''جہانگیر حسن شاہ آپ کا بھتیجا ہے نا؟ اس نے میری بیٹی سے نکاح کیا تھا، میری بیٹی کم سن اور معصوم ہے اللہ جانے آپ کے بھتیجے نے کیسے اسے ورغلایا کہ وہ اس کے دام میں پھنس گئی، مجھے یہ بات کرتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے، احسان صاحب کہ آپ کا بھتیجا میری بیٹی کے ساتھ محض وقت گزاری کر رہا ہے، جب میں نے رخصتی کی بات کی تو وہ غصے سے اکھڑ گیا، بدتمیزی کرنے لگا۔''

مسز آفریدی نے یہ چال بھی بہت مہارت سے چلی تھی، گلوگیر لہجے میں اتنی بے بس اور لاچاری تھی کہ سامنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، مگر یہاں معاملہ اور تھا پپا جہان کی رگ رگ سے واقف تھے، انہیں یہ سن کر پہلے تو یقین نہیں آ سکا تھا مگر جب مسز آفریدی نے نکاح نامہ ثبوت کے طور پر پیش کرنے کی بات کی تو پپا کا لہجہ لڑکھڑا سا گیا تھا، ان کا لہجہ پست ہونے کی دیر ہوئی تھی کہ مسز آفریدی اپنی چالبازی کے ساتھ ان پہ حاوی ہوتی چلی گئیں۔

''ہم شریف لوگ ہیں احسان صاحب! بہتر ہوگا آپ عزت دار طریقے سے آ کر میری بیٹی کو رخصت کرا کے لے جائیں۔'' ان کے لہجے کے طنطنے اور نخوت کا پھر وہی عالم تھا، پپا نے فون بند کیا تو بے حد الجھے ہوئے تھے، پھر وہ میٹنگ بھی ڈھنگ سے اٹینڈ نہ کر سکے تھے، ان کی نظریں بار بار جہان کے چہرے پہ جا کے بھٹکنے لگتیں جہان بے خبری اور ازلی سادہ دلی کا عکس تھا، جانے کیوں ان کا یقین ڈگمگانے لگتا، جہان ایسا نہیں ہو سکتا تھا، کئی بار انہوں نے چاہا اس سے تصدیق کرا لیں مگر ہر بار وہ الفاظ جوڑتے ہی رہ گئے تھے اور اب جہان کے لاہور جانے کا سن کر ان کا ماتھا ٹھنک گیا تھا، وہ سخت مضطرب ہو کر رہ گئے تھے، اسی اضطراب میں انہوں نے سیل فون اٹھا کر جہان کا نمبر ڈائل کر لیا تھا۔

''السلام علیکم چاچو!'' جہان کی آواز ان کی سماعتیں سیراب کرنے لگی۔

''بیٹے کہاں ہو آپ؟'' انہوں نے بے کلی کے عالم میں پوچھا۔
''ائیر پورٹ پہنچ چکا ہوں چاچو! خیریت ہے نا آپ مجھے کچھ پریشان لگتے ہیں۔''
''مسز آفریدی ہماری بزنس پارٹنر ہیں کیا؟''
''نہیں تھیں کبھی، اب نہیں ہیں، کیوں کیا ہوا؟'' جہان حیران سا ہو کر پوچھنے لگا اور پپا ایک بار پھر پوچھتے پوچھتے رہ گئے۔
''کیسی خاتون ہیں وہ؟'' ان کا لہجہ نہایت محتاط قسم کا تھا۔
''بہت کلیور ہیں وہ، گھاگ اور عیار، آپ کیوں پوچھ رہے ہیں چاچو۔'' جہان کے لہجے میں واضح تنفر تھا معاً وہ یکلخت ٹھٹک سا گیا تھا۔
''بیٹے آپ نے ایک بار بتایا تھا نا کہ آپ کے ساتھ بھی وہ الجھ پڑی تھیں، میں اسی وجہ سے کچھ اپ سیٹ تھا، بزنس میں لوگ خوامخواہ دشمنیاں پال کر بیٹھ جاتے ہیں، میں اس لئے آپ کو وہاں جانے سے منع کر رہا تھا۔''
''کم آن چاچو اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے، ایسے لوگوں سے نپٹنا میں خوب جانتا ہوں۔'' اس نے اپنے تئیں انہیں تسلی ہی دی تھی۔
''مگر بیٹے ہمیں ضرورت ہی کیا ہے خوامخواہ کسی سے الجھنے کی۔''
''اوکے چاچو ڈونٹ وری! میں کیوں ان سے الجھوں گا۔''
''ٹھیک ہے کل آپ لازمی واپس آ جانا، وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔''
''جی بہتر! جیسے آپ کا حکم۔'' جہان نے انہیں سعادت مندی سے جواب دیا تھا، فون بند کرنے کے بعد بھی پپا کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

☆☆☆

''مما! مام......'' معاذ اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑا ہو کر زور سے چلایا تھا، اپنے دھیان میں اسی سمت آتی پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا، اس پل معاذ کی بھی اس پہ نگاہ پڑی تھی، ایک پل کو تصادم تھا مگر پرنیاں کے اندر کوئی جوت سی جگا گیا، جبکہ معاذ کے اندر اسے روبرو پا کر بھڑکتی آگ کچھ اور بھی فروزاں ہو گئی تھی۔
''پرنیاں!'' وہ خاموشی سے کھسک رہی تھی کہ معاذ کی پکار پہ بے ساختہ گہرا سانس بھر کے نیچی نظروں سے اسے دیکھا وہ گیلے بال ہاتھ کی انگلیوں سے سنوارتا ہوا شرٹ سے بے نیاز کھڑا تھا، پرنیاں کی جھجک فطری تھی۔
''میری شرٹ استری کر دیں۔'' سوال نہیں آرڈر ہوا تھا جسے پرنیاں نے قدرے حیرانی سے سنا مگر کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔
''جی...... لائیں کر دیتی ہوں۔'' اسے اس کے سوا اور بھلا کیا کہنا تھا۔
''اندر کمرے میں پڑی ہے، لے لیں۔'' معاذ نے ہاتھ کے اشارے سے بیڈ روم کی سمت اشارہ کیا اور خود دروازے کے درمیان سے ہٹ گیا، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ کمرے سے جا کر خود شرٹ اٹھاتی، پرنیاں گہرا سانس بھر کے اندر آئی تھی، بیڈ کی پائنتی اسکائی بلیو

شرٹ پڑی ہوئی تھی، اس نے آگے بڑھ کر اٹھالی تھی۔
''آپ کالج کیوں نہیں جا رہی ہیں؟'' اس نے جیسے ہی واپسی کو قدم موڑے معاذ ایکدم اس کے راستے میں حائل ہوا تھا، پرنیاں اپنی جون میں اس سے ٹکرائی اور سخت خفت زدہ ہو کر رہ گئی کہ ایک پل کو تو وہ اس کے سینے سے ہی جا لگی تھی، اس کے گمان تک بھی نہیں تھا کہ معاذ یوں اچانک اس کے اتنا نزدیک آ کر کھڑا ہو جائے گا، اس نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں معاذ اسے بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا، پرنیاں تو لمحوں میں پسینوں میں نہا گئی تھی۔
''پلیز جانے دیں مجھے۔'' اس کا دل بے تحاشا رفتار سے دھڑک رہا تھا آواز پہ لرزش سی اتر آئی۔
''میری بات کا جواب تو دے دیں؟'' معاذ دانستہ ہی مسکرایا تھا۔
''آپ شرٹ تو پہن لیں۔'' وہ جتنی جز بز ہوئی تھی اسی لحاظ سے جھلا کر بدلی، معاذ کا دل قہقہہ لگانے کو مچل گیا۔
''اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آپ بھی جانتی ہیں ہم مستقبل میں میاں بیوی بننے والے ہیں، اس رشتے میں تو ہر قسم کی بے تکلفی ہوتی ہے نا۔'' پرنیاں کی آنکھوں میں زبردستی جھانکنے کی کوشش کرتا ہوا وہ بے نیازی سے گویا ہوا تھا، پرنیاں متحیر ہو کر رہ گئی۔
(بہت فائدہ اٹھا کر چکیں تم میری بے خبری کا، اب تمہاری باری ہے پرنیاں معاذ حسن، بھگتو) معاذ کی نگاہوں میں سرکشی اور نخوت تھا، تمام نرم گرم جذبے اس ہتک کے سامنے منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔
''مجھے یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔'' پرنیاں نے خود کو سنبھال کر ناگواری بھرے انداز میں جتلاتے ہوئے کہا تھا مگر معاذ پہ الٹا اثر ہوا اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ پرنیاں کو دونوں شانوں سے تھاما تھا اور اپنے مقابل کر لیا تھا، پھر اس کی تحیر و استعجاب سے پھیلی نگاہوں میں اپنی سرد نظریں گاڑھ کر قطعیت بھرے انداز میں گویا ہوا تھا۔
''مگر مجھے تو پسند ہے، اپنے رشتوں پہ استحقاق جتلانا بھی اور ان سے اپنی منوانا بھی۔'' معاذ کا یہ انداز پرنیاں کے حواس سلب کرنے کو کافی تھا، وہ نہ صرف تھرا اٹھی تھی بلکہ ہر لمحہ سرد پڑنے لگی تھی اس میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ معاذ کی گرفت سے خود کو آزاد ہی کرا لیتی، بھلا کیا تبدیلی آئی تھی ان چند دنوں میں کہ وہ اس قدر بدل گیا تھا، اس سے قبل تک تو وہ اس کا ہاتھ پکڑنے سے بھی گریزاں ہوا کرتا تھا کہ جان گیا تھا پرنیاں کو یہ پسند نہیں، یہ معاذ کا اسے بخشا ہوا احترام تھا، دی گئی عزت تھی اور یہ تب تک تھا جب تک پرنیاں نے اسے کسی قسم کی کوئی ڈھیل نہیں دی تھی، پرسوں رات ہی ان کی آخری ملاقات ہوئی تھی جس میں پرنیاں نے اپنی طرف سے اسے رضامندی بخشی تھی کہ اس کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے تھے، کیا وہ ایسا ہی عامیانہ انداز میں سوچنے والا تھا؟ کیا وہ ایک بار پھر اسے غلط سمجھ چکی تھی؟ جو عورت کی جانب سے ذرا سی پیش قدمی کے بعد ہی سارے فاصلے اور دیواریں گرانے کے درپے ہو جایا کرتے ہیں۔
وہ ایک بار پھر بدگمانی اور شک کے دلدل میں پھنس رہی تھی، معاذ کی آگاہی کے متعلق تو اسے

گمان تک نہیں تھا کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد انتقامی کاروائی پہ اترا ہوگا، سوچوں نے اسے وحشت زدہ کردیا تھا، اسی پل دروازہ ناک ہوا تھا اور زینب نے اندر جھانکا۔

''لالے وہ......''

اگلے لمحے اس کی زبان گنگ ہوگئی تو وجہ ان دونوں کی اکورڈ پوزیشن تھی، معاذ حسن کے ہاتھ ابھی تلک پرنیاں کے شانوں پہ جمے ہوئے تھے اور پرنیاں اس کے بے حد نزدیک ساکن کھڑی تھی، زینب کی آواز پہ دونوں ہی جیسے کسی سحر کے اثر سے آزاد ہوئے تھے، معاذ لمحے کے ہزارویں حصے میں رخ وارڈ روب کی سمت پھیر چکا تھا، جبکہ پرنیاں اس کی تو وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو، زینب کے چہرے پر حیرانی کی جگہ معنی خیز تبسم نے لے لی، کچھ کہے بغیر اس نے کاندھے اچکائے اور انہی قدموں سے پلٹ گئی، پرنیاں کے پتھرائے ہوئے وجود میں جنبش ہوئی تھی، وہ ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے تیزی سے کمرے سے نکل کر بھاگ گئی، معاذ نے بے نیازی سے کاندھے جھٹکے اور اپنی تیاری مکمل کرنے لگا، نک سک سے درست خوشبوؤں میں بسا وہ نیچے ڈائننگ ہال میں آیا تو ماحول معمول کے مطابق تھا، زینب بھی موجود تھی مگر اس کے چہرے پہ ایک شرارتی قسم کی مسکان جو بھید کھولنے کو بے تاب لگتی تھی مستقل براجمان تھی جس پہ معاذ نے قطعی دھیان نہیں دیا تھا۔

''مما جے کہاں ہے؟ مجھے کچھ بات کرنی تھی اس سے۔'' معاذ کی نظروں نے پرنیاں کو کچھ دیر کھوجا تھا پھر اسی پل وہاں ناشتے کے لوازمات کے ہمراہ آئی مما سے مخاطب ہوگیا۔

''جہان تو لاہور گئے ہیں، آپ کو نہیں پتہ؟'' الٹا مما اس سے بڑھ کر حیران ہوگئیں تو اس نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''مجھے پتہ ہوتا تو آپ سے کیوں پوچھتا مام، ماریہ پرنیاں کو بلا کر لاؤ انہیں کہو جلدی تیار ہو کر آئیں وہ میرے ساتھ کالج جارہی ہیں۔'' مما کو جواب دینے کے بعد معاذ نے ماریہ کو کام سے لگایا تھا، وہ کالج بیگ لٹکائے ناشتہ کرنے آئی تھی، بڑے بھائی کی بات سن کر کچھ خائف سی ہوگئی۔

''مگر لالے وہ تو کہہ رہی تھیں رات کہ اب وہ کالج نہیں جائیں گی۔''

''کیوں نہیں جائیں گی؟ اتنی چھٹیاں کرکے جی نہیں بھرا، جاؤ بلا کر لاؤ۔'' معاذ کا موڈ بگڑتا دیکھ کر ماریہ گھبرا کر پیغام لئے بھاگتی گئی۔

''بیٹے آپ فورس مت کرنا، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی کل خود چلی جائے گی۔'' مما بھی بیٹے کے تیوروں سے خائف ہوتی تھیں جبھی رسان سے سمجھانا چاہا۔

''آپ کو نہیں پتہ مما وہ کتنی لاپرواہ ہوچکی ہیں اسٹڈی سے، صرف میری وجہ سے وہ اہم کلاس اٹینڈ نہیں کرتیں ہے کوئی بات کرنے کی؟'' معاذ کی سیاہ آنکھوں میں بے تحاشا خفگی کا عکس تھا، مما کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہیں، کچھ دیر بعد ہی خائف سی ماریہ چلی آئی تھی۔

''لالے پرنیاں کے سر میں پین ہے، وہ کہہ رہی ہیں آج کالج نہیں جاسکیں گی۔'' وہ منمنا کر بولی تھی، معاذ نے جتلاتی نظروں سے مما کو دیکھا۔

''سارے بہانے ہیں مجھ سے بچنے کے۔'' وہ کلس کر بولا تھا، زینب کی مسکراہٹ کھنکھناتی ہنسی

میں ڈھلی۔

''وہ غلط تو نہیں بہانے بناتی ہے۔'' زینب بڑبڑائی تھی۔

''شٹ اپ زینی!'' معاذ نے مسکراہٹ دبا کر اسے ڈانٹ پلائی، پھر ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا جس پہ مما نے ٹوکا تھا۔

''آپ ناشتہ تو کرلو بیٹے۔''

''کر چکا ہوں مام! ڈونٹ وری۔'' اپنا کوٹ اٹھا کر پہنتا ہوا وہ ڈائننگ ہال سے باہر نکل آیا تھا، اس کا رخ پورٹیکو کی بجائے زینب کے کمرے کی جانب تھا پرنیاں کا قیام ہمیشہ وہیں ہوا کرتا تھا، اسے یقین تھا اس وقت بھی وہ وہیں مل سکتی تھی، دروازے پہ دستک کا اس نے محض تکلف ہی برتا تھا، اس کا اندازہ درست تھا وہ سامنے ہی بیڈ پہ دراز تھی پاس ہی بھابھی کھڑی تھیں، اس کے آنسو پونچھتی ہوئی، پرنیاں معاذ کو آتا دیکھ کر صرف جز بز نہیں ہوئی سخت متوحش بھی نظر آنے لگی۔

''تم نے کچھ کہا پری کو معاذ؟'' بھابھی نے آتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا، معاذ نے ایک نظر پرنیاں کی روئی روئی آنکھوں کو دیکھا تھا۔

''اگر انہوں نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ میں نے کچھ کہا تو یہ بھی لازماً بتایا ہوگا کیا کہا ہے؟'' وہ جواباً نروٹھے پن سے بولا، بھابھی بیچاری خفت زدہ ہوگئی تھیں جبکہ پرنیاں کا چہرہ کچھ اور بھی جل اٹھا۔

''پلیز معاذ تنگ مت کرو بیچاری کو۔'' بھابھی عاجز ہوئی تھیں۔

''آپ ان سے پوچھیں کہا کیا ہے میں نے، بتائیں آپ؟'' معاذ نے بھابھی سے بات کرتے ایک دم پرنیاں کو بیچ میں گھسیٹ لیا، پرنیاں نے ہونٹوں کو بھینچ کر چہرا پھیر لیا۔

''تم بتاؤ کیا بات ہوئی ہے، ابھی ہنستی کھیلتی تھی اب سہمی ہوئی ہرنی لگ رہی ہے، مجھے تو تم پہ ہی شک ہے۔'' بھابھی اسے معاف کرنے کو تیار نہ تھیں معاذ کی ہنسی نکل گئی۔

نزاکت ختم ہے ان پر ہوا ہے درد سر پیدا\
ذرا ماتھے کو چوما تھا پڑے ہیں تب سے سر باندھے

جواباً وہ پٹڑی سے اتر گیا تھا، پرنیاں تو پرنیاں خود بھابھی بھی خجالت سے کھسیا کر رہ گئیں، پرنیاں سے تو نگاہیں اٹھانا ہی محال ہوگیا تھا اتنی بے باکی کے مظاہرے پہ، وہ سرتاپا جل اٹھی تھی، بھابھی نے البتہ خجالت مٹانے کو معاذ کو ایک دھپ لگادی تھی۔

''بہت بدتمیز ہو تم معاذ، بے شرم۔''

''چلیں ہوگئیں شروع، مذاق کررہا تھا بھئی، پوچھیں ان محترمہ سے ایسی گستاخی کا مرتکب ہوا ہوں۔'' معاذ نے سخت احتجاج کیا تھا۔

''تم سے کچھ بعید بھی نہیں ہے۔'' بھابھی نے لتاڑا تھا، معاذ اسی لحاظ سے شاکی ہونے لگا۔

''آپ لوگوں کی بدگمانیاں ضرور مجھے ایسا بنادیں گی درحقیقت میں ایسا ہوں نہیں۔''

''چلیں جی اب یہ جرم بھی ہمارے سر۔'' بھابھی نے سر پیٹ لیا تھا، پھر اسے ٹوک کر بولی تھیں۔

''پرنیاں کو کوئی پین کلر دے دو، میں چائے بھجواتی ہوں۔''

ان کے جانے کے بعد پرنیاں کو معاذ نے دیکھا تھا جو یقیناً اس کے ساتھ تنہا رہ جانے کے خیال سے ہی سراسیمہ نظر آنے لگی تھی، معاذ نے اس کی کیفیت کو پوری طرح محسوس کیا تھا اور کلس کر رہ گیا تھا۔

''آپ کالج میرے ساتھ نہیں جانا چاہ رہی ہیں نا؟'' معاذ نے اس کے چہرے پر نگاہ جما کر سرد مہری سے دریافت کیا تھا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ کر نظریں جھکا لیں یقیناً وہ جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔

''میں آپ پہ شک کروں نہ کروں، لیکن لوگ ہمیں ایک ساتھ دیکھ کر ضرور شک کرتے ہیں۔'' پرنیاں کا لہجہ زہریلا ہونے لگا تھا، معاذ نے دانت بھینچ لئے وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی، نیہاں کی بات معاذ کو بھی یاد تھی، وہ لڑکی اس کا پیچھا چھوڑنے پہ آمادہ نہیں نظر آتی تھی اور اس کے عزائم بھی خطرناک تھے، معاذ کو بہر حال اپنی ہی نہیں پرنیاں کی بھی عزت عزیز تھی۔

''او کے فائن! آپ میرے ساتھ کالج نہ جائیں، مگر آپ کو اپنی اسٹڈی پہ دھیان دینا چاہیے۔'' معاذ کے پرسان انداز پہ پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا تھا، معاذ آہستگی سے مسکرا دیا۔

''ویسے اگر آپ چاہتیں تو آپ کو یہ مشکلات پیش ہی نہ آتیں۔'' معاذ کا لہجہ معنی خیز تھا، پرنیاں کچھ الرٹ ہوئی تھی۔

''واٹ یو مین سر؟'' معاذ نے کاندھے جھٹکے تھے اور بے نیازی سے گویا ہوا تھا۔

''آپ کو ہم سے اپنا تعلق کالج میں چھپانا نہیں چاہیے تھا۔''

''کی...... کون سا تعلق سر؟'' پرنیاں کی جان ہوا ہونے لگی، جواباً معاذ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

''وہی تعلق جس کی بنیاد پہ آپ یہاں اس گھر میں آتی ہیں اور قیام کرتی ہیں۔'' معاذ کا لہجہ اب کے سرد اور کسی حد تک تلخ تھا، اپنی بات مکمل کر کے وہ اس کے تاثرات دیکھے بغیر وہاں سے چلا آیا تھا، جبکہ پرنیاں کتنی دیر تک اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں ہو سکی تھی، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی معاذ نے یہ بات کس سنس میں کہی تھی، کبھی اسے لگتا معاذ سب جان چکا ہے کبھی وہ اپنے خیال کی خود ہی نفی کرتی بے تحاشا الجھتی رہی تھی۔

☆☆☆

سر آئینہ میرا عکس ہے پس آئینہ کوئی اور ہے
میری ابتدا تیرا پیار تھا تیری ابتدا کوئی اور ہے
تیری بات ہم سے ہوئی تو کیا تیری سوچ میں کوئی اور ہے
مجھے شوق تھا بڑی دیر سے کہ تیرا شریک سفر رہوں
تیرے ساتھ چل کے خبر ہوئی تیرا راستہ کوئی اور ہے
تجھے فکر ہے کہ بدل دیا مجھے گردش شب و روز نے
کبھی خود سے بھی تو سوال کر تو وہی ہے یا کوئی اور ہے

پژمردہ سی وہ کب سے لان میں اترتی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی، دل پہ ایک جمود سا طاری تھا، عجب بے کلی تھی جو کہیں چین نہ لینے دیتی تھی، کالج جانے کو دل کرتا نہ کسی اور ایکٹی ویٹی میں، سارا دن یا تو المیہ سانگ سنا کرتی دل زیادہ بھراتا تو وضو کر کے نوافل ادا کرتی اور پھر سجدے میں سر رکھ کے روئے جاتی، مالک حقیقی سے بنا کہے اپنے دل کا درد پیش کرتی، کہ وہاں کہنے کی بھی حاجت پیش نہیں آتی، اس وقت بھی وہ جائے نماز سے اٹھی تو اس کا سیل فون مسلسل بیپ کر رہا تھا، انجان نمبر تھا اس نے کال ریسو کر لی تھی۔

''ژالے کیسی ہو جان؟'' دوسری جانب نیلما تھی، ژالے کی روح تک زہر آلود ہونے لگی۔

''کیوں فون کرتی ہو مجھے؟'' وہ بھڑک اٹھی تھی۔

''تمہارے سوا میرا ہے ہی کون؟'' نیلما کی آواز میں درد سمٹ آیا تھا مگر ژالے نے پھر بھی اسے دھتکار ڈالا۔

''میرے سوا ہی تو سب ہیں تمہارے، اگر تمہیں میرا خیال ہوتا تو تمہاری چوائس میں ہوتی نہ کہ پیسہ اور نفس کی غلامی۔'' ایک ایک لفظ چبا کر کہتے وہ پھنکاری تھی۔

''تم بہت بدگمان ہو مجھ سے ہنی! میری بات تو سنو۔'' نیلما کی آواز میں نوحے گونجنے لگے تھے۔

''مجھے کوئی بات نہیں کرنی تم سے، اینڈ لسن مجھے کال مت کیا کرو، کیا تم چاہتی ہو کہ تم سے بات کرنے کی اذیت سے بچنے کی خاطر میں خودکشی کر لوں؟'' اس نے انتہا کر دی تھی، دوسری جانب سناٹے چھا گئے تھے، ژالے کے دل میں ذرا سی ٹھنڈ پڑی۔

''اتنی نفرت کرتی ہو مجھ سے ہنی؟'' خاصی تاخیر سے شاید وہ بولنے کے قابل ہوئی تو بنیادی سوال کیا تھا، ژالے کے اندر حقارت سمٹ آئی۔

''ہاں اس سے کہیں زیادہ جہاں تمہاری سوچ کی انتہا ہوتی ہے، وہاں میری نفرت کا آغاز ہوتا ہے۔'' اس نے برہمی سے کہا اور سلسلہ کاٹ دیا تھا، پھر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ پرسکون ہو جاتی مگر اس کا اضطراب مزید بڑھ گیا تھا، وہ کبھی بھی نیلما کو شدید کرب سے ہمکنار کر کے پرسکون نہیں ہو سکی تھی، تب سے اس کے آنسو بہہ رہے تھے جن میں ملال تھا تاسف تھا رنج اور کرب تھا۔

''بی بی جی آپ کا فون کب سے آ رہا ہے۔'' ملازمہ کی آواز پہ ژالے نے چونک کر بھیگا چہرا گھٹنوں سے اٹھایا تھا اور ہاتھ کی پشت سے چہرا پونچھا۔

''کس کا فون ہے؟'' اس نے تامل زدہ انداز اختیار کیا، وہ بولی تو اس کی آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی، ملازموں کے لئے اس قسم کی صورتحال کچھ عجیب نہیں تھی، وہ پچھلے کئی سالوں سے بے بی کو اکثر و بیشتر روتا دھوتا ہی پاتے تھے۔

''پتہ نہیں جی میں آپ کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی اس کے بار بار بجنے پہ آپ کے پاس لائی ہوں۔'' ملازمہ کی وضاحت پہ ژالے نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون لے لیا مگر اسکرین پہ نگاہ پڑتے ہی اسے حیرت کی زیادتی سے سکتہ ہو گیا تھا، فون جہان کا تھا، اسے یقین نہیں آ سکتا تھا، یہ

سکتہ ٹوٹا تو گھنٹی بند ہو چکی تھی، ژالے کے اندر یکلخت ملال سا اتر آیا، یوں جیسے کوئی عظیم نقصان ہو گیا ہو، اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ خود جہان کا نمبر ڈائل کیا تھا، دل کی ہزار ہا سرزنش کے باوجود مگر وہ ہر صورت جاننا چاہتی تھی کہ جہان اسے کیا کہنا چاہتا تھا، ابھی اس نے نمبر پیش کیا ہی تھا کہ اس دم پھر گھنٹی بجنے لگی ساتھ ہی ژالے کا دل بھی اپنی رفتار بھولنے لگا، اس نے لمحے کی تاخیر کے بغیر کال ریسو کی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ ہی نہیں اکسائٹمنٹ بھی غضب کی تھی، مگر جہان کا موڈ بے حد خراب تھا۔

''فون کیوں نہیں سن رہی تھیں آپ؟ بات نہیں کرنا چاہتی مجھ سے؟'' وہ چھوٹتے ہی تلخی سے بولا، ژالے کے اوسان خطا ہونے لگے۔

''نہ...... نہ...... نہیں، میں باہر تھی اور سیل اندر روم میں، آپ کہیے......؟'' وہ گڑبڑا کر وضاحت دے رہی تھی، جہان نے یوں لمبا سانس بھرا جیسے غصے پہ قابو پا رہا ہو۔

''مجھے بات کرنی ہے آپ سے، آ سکتی ہیں مجھ سے ملنے؟'' عجیب فرمائش ہوئی تھی، ژالے تو گنگ ہونے لگی تھی۔

''مم...... میں کیسے...... مطلب یہ کہ......'' اس کی گڑبڑاہٹ نقطہ عروج پہ جا پہنچی۔

''میں لاہور آیا ہوا ہوں، میری رہائش کا پتہ ہے آپ کو؟'' وہ جواباً رسان سے بولا تھا، ژالے کا حلق پھر بھی خشک ہوا جا رہا تھا۔

''جی نہیں ممی کو پتہ ہے، آ...... آپ یہاں آ جائیے؟'' اس نے کہا اور پھر اس کی متوقع خفگی کے خیال سے خود ہی سہم بھی گئی۔

''آپ ویٹ کریں میں کچھ دیر میں پک کرتا ہوں آپ کو۔'' چند منٹ کچھ سوچنے کے بعد جہان نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا، ژالے کچھ لمحوں کو خواب کی سی کیفیت میں اسی ثانیے پہ ساکن بیٹھی رہی تھی، جیسے یقین نہ کر پا رہی ہو ابھی جو کچھ ہوا اس کا حقیقت سے کتنا تعلق ہے، بے یقینی سی بے یقینی تھی، اس نے سیل فون کا ریکارڈ بار بار چیک کر کے جہان کی اس چند منٹ پہلے آئی کال کو دیکھا تھا اور خود کو اس دل فریب حقیقت کا یقین دلایا تھا، پھر گلرنگ چہرے کے ساتھ اٹھ کر اندر بھاگی تھی، دھنک کے رنگوں کا ایک بے حد حسین جوڑا اس نے اپنے لئے منتخب کیا تھا، جس کے گلے پہ بہت پیارا کام جھلملاہٹ بکھر رہا تھا، وہ جھٹ پٹ تیار ہوئی تھی، آرائش کے طور پر اس نے محض نیچرل کلر لپ اسٹک کا استعمال کیا تھا، لمبے گھنیرے بالوں کو سنوار کر وہ بینڈ میں جکڑتے جکڑتے رہ گئی اور نہیں پشت پہ یونہی سیدھے گرتے چھوڑ دیا تھا، بڑا سا وائیٹ دوپٹہ جو ٹراؤز کے ساتھ میچ کرتا تھا سنبھالے وہ جھک کر پیروں میں سینڈل کے اسٹیرپ باندھ رہی تھی، جب ملازمہ نے آ کر اسے جہان کے آنے کا مژدہ تھا، اس کا پہلے سے دھڑکتا دل کچھ اور بھی شدتوں سے دھڑکنے لگا، تب سے اختیار کی ہوئی عجلت اور افراتفری پہ عجیب سی حیا آمیز جھجک غالب آ گئی، گیٹ کی جانب اٹھتے اس کے قدموں میں واضح گھبراہٹ اور گریز تھا، جہان نے اس کی اس معمولی سہی مگر سج دھج کو خصوصی طور پر نوٹ کیا تھا اور عجیب سی سرد مہری کے ساتھ ذرا سا جھک کر فرنٹ ڈور اوپن کر دیا۔

''مسز آفریدی ہیں گھر پہ؟'' اس کے بیٹھنے کے بعد جہان نے دروازہ اسے بند کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے اسی سرد مہری سے دریافت کیا تھا۔

''نہیں، مما آفس میں ہوتی ہیں اس وقت۔''

''آپ نے انہیں بتایا میرے ساتھ جانے کا؟'' جہان نے گاڑی بڑھا دی تھی، ژالے نے سرگوشی میں جنبش دی۔

''ان کی واپسی پہ آپ بتائیں گی کہ آج آپ مجھ سے ملی تھیں؟'' جہان کا لہجہ و انداز ہنوز تھا، اب کے ژالے قدرے ٹھٹکی تھی اس نے کچھ گھبرا کر جہان کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا اور سخت خائف ہو گئی تھی۔

''پتہ نہیں، جو آپ کہیں گے میں وہ کروں گی۔'' بہت سوچنے کے بعد جہان کے موڈ کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنے خیال کے مطابق یہ انتہائی مناسب فقرہ بولا تھا، جس پہ جہان نے ونڈ اسکرین پہ جمی نظریں ہٹا کر ایک دم سے اسے دیکھا تھا اور بہت دیر تک دیکھا تھا۔

''تو کیا آپ سے آپ کی مما کی غیر موجودگی میں جو بھی ملنے آتا ہے آپ اس کی مرضی کے مطابق چلتی ہیں؟'' سوال کیا تھا، بم تھا گویا ژالے اپنی تمام تر سادہ دلی اور بے وقوفی کے باوجود اس کی سنگین اور معنی خیزی کو پا کر بھک سے اڑی تھی، کچھ دیر تک وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس کے مغرور چہرے کو دیکھتی رہی جس پہ سفاکی اور بے رحمی بدرجہ تھی، پھر اس کا یہ خوبرو چہرا تمام تر بے اعتنائی کے ساتھ اس کی آنسوؤں سے بھیگتی آنکھوں میں دھندلا گیا تھا، ٹپ ٹپ گرتے آنسو یکے بعد دیگرے برسے تھے۔

''مجھ سے مما کی غیر موجودگی میں اول تو کوئی ملنے نہیں آتا، اگر آئے تو میں ملا نہیں کرتی، یہ بعد کی باتیں تو ناممکنات میں شامل ہوئی خود بخود۔'' وہ بولی تو اس کی آواز میں کرب اور احتجاج کا رنگ غالب تھا، جہان کو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس اگر ہوا بھی تو اس نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا۔

''اوکے فائن! کیا میں پوچھ سکتا ہوں، میرے ساتھ یہ خصوصی رویہ کیوں؟'' اس کا لہجہ گو کہ دھیما تھا مگر ہنوز سفاک اور طنزیہ کاٹ لئے ہوئے تھا، ژالے نے ہونٹ کچل کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی تھی اور بے دردی سے آنسو رگڑ کر پونچھے تھے۔

''یہ خصوصی رویہ مجھ سے آپ کے ساتھ بندھ جانے والے اس نئے رشتے کا متقاضی ہے، اینڈ دیٹ سک۔'' ژالے نے اب کے کسی قدر سختی سے جواب دیا تھا، اس سے بڑھ کر وہ اپنی تذلیل برداشت نہیں کر سکتی تھی، وہ ان لوگوں میں شمار نہیں ہوتی تھی جو محبت اور عزت میں محبت کا چناؤ کیا کرتے ہیں، اسے ہر حالت میں اپنی عزت نفس کی بقا عزیز تھی چاہے اس کوشش میں محبت کا مزار کیوں نہ بن جاتا، وہ جذبوں میں بے بس رہ کر عمر بھر سسکنے کو تو تیار تھی مگر ان کی پامالی اسے ہرگز قبول نہیں تھی۔

''دیٹ سیک؟'' جہان نے حیرانی سے اس کی شکل دیکھی۔

''اگر یہ بات اتنی ہی معمولی تھی تو ہمارا یہ رشتہ کیوں استوار ہوا بتانا پسند کریں گی مجھے آپ؟''

وہ بھڑک اٹھا تھا، ژالے نے حیرت و الجھن کے ساتھ خفگی کے بھی اسے دیکھا تھا۔
''میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب؟'' وہ روہانسی ہونے لگی تھی، اس باز پرس سے۔
''اتنی معصوم ہیں آپ؟'' وہ دھاڑ اٹھا تھا، پھر ہونٹ بھینچ کر اسٹیرنگ پہ ہاتھ کا مکہ مارا تھا۔
''آپ کیا سمجھتی تھیں میں آپ کے عشق میں مبتلا تھا، آپ کو پانے کی خواہش میں تڑپ رہا تھا؟'' اس نے پھنکار زدہ انداز میں اس پہ جانے کیا واضح کرنا چاہا تھا، ژالے کچھ اور سہم گئی اس کے آنسوؤں میں جو روانی آئی تھی وہ الگ۔
''اپنی والدہ محترمہ سے پوچھیئے گا ان کی کرتوتیں، بہتر یہی ہوگا۔'' وہ چاہنے کے باوجود اپنے غصے پہ قابو کر پا رہا تھا، ژالے کے آنسو جلتی پہ تیل کا کام کر رہے تھے۔
''آپ کیا کہہ رہے ہیں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔'' وہ روتے ہوئے مگر بے حد عاجز ہو کر بولی تھی، اتنا بہرحال اسے بھی سمجھ آ گئی تھی کہ کچھ نہ کچھ غلط ضرور ہوا ہے اور اس غلط کی ذمہ دار مسز آفریدی ہی ہیں۔
''آپ کیا سمجھتی ہیں، آپ اپنی اس معصوم شکل کا فائدہ اٹھا کر مجھے بے وقوف بنا لیں گی تو یہ غلط سوچ ہے آپ کی، سب کیا دھرا آپ دونوں کا ہے مگر اب میں بتاؤں گا کہ آپ لوگوں نے پنگا کس سے لیا ہے اور رونا دھونا بند کریں آپ۔'' تلخی و تنفر سے کہتے وہ حقارت سے بھرپور انداز میں غرا کر بولا تھا، ژالے کے اندر صرف سہم نہیں اترا تھا اسے ہتک اور تذلیل کے احساس نے بھی کاٹ کر رکھ دیا تھا، ہونٹ بھینچتے ہوئے اس نے ایک بار پھر بے دردی سے اپنے گال رگڑ کر صاف کیے تھے، مگر آنسوؤں پہ اس کا بہرحال اختیار نہیں تھا، دل پہ صرف چوٹ نہیں پڑی تھی، اس کے جذبات و احساسات بری طرح مجروح ہوئے تھے، وہ جو کل کائنات کی حیثیت رکھتا تھا اس کے لئے وہ خفا تھا تو ساری دنیا ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی، نقصان سا نقصان تھا، وہ تو آنسوؤں کے دریا بھی بہا دیتی تو ملال نہ ڈھلتا۔
''جائیں اندر اور بیشک یہ تکلیف نہ کیجئے گا اپنی والدہ محترمہ کو بتانے کی کہ میں آپ کو ساتھ لے کر گیا تھا اور آپ کے ساتھ عیاشیاں اڑا تا رہا ہوں، میں خود یہ ساری تفصیلات بتا دوں گا انہیں۔'' گاڑی ایک جھٹکے سے روک کر وہ اسی خطرناک موڑ کے ساتھ بے لچک لہجے میں بولا تھا، ژالے نے نگاہ بھر کے کھڑکی سے باہر دیکھا، گاڑی اس کے گھر کے آگے کھڑی تھی، جہان کی بات پہ اس کا چہرا سرخ ہوا تھا مگر وہ ہونٹ بھینچے دروازہ کھول کر نیچے اتری تھی اور پلٹ کر دیکھے بنا چلتی آگے بڑھ گئی تھی، آج ایک اور بھرم ٹوٹا تھا، اس نے جانا تھا وہ ایک بار پھر ہار گئی ہے، یہ ہار عظیم ہار تھی، جس کا ازالہ ممکن ہی نہ تھا۔

☆☆☆

جن سجنا وے نیڑے نیڑے ہو
ڈھول جانیا وے نیڑے نیڑے ہو
کندیاں نے بانہواں میتوں دور نہ کھلو
جن سجنا وے نیڑے نیڑے ہو

جہان گھر واپس لوٹا تو معاذ کو موجود پا کر ششدر رہ گیا تھا، بستر پہ دراز فل والیوم میں ڈیک آن کیے، وہ نور جہاں کو سنتے ہوئے خود بھی جھوم رہا تھا۔
''تم کب آئے معاذ؟'' وہ اپ سیٹ تھا مگر خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔
جہان بری طرح سے زچ ہوا اور آگے بڑھ کر کیسٹ پلیئر آف کر دیا، معاذ نے ڈرامائی انداز میں آنکھیں کھولی تھیں پھر اسے دیکھ کر پلک جھپک اٹھ کر گلے سے لگا کر بھینچا اور دانت نکال کر بولا تھا۔
''مبارک ہو۔'' جہان ہونق ہو کر رہ گیا۔
''کس بات کی مبارک؟'' اس نے جھنجھلا کر گلے کا ہار بنے معاذ کو کھینچ کر خود سے الگ کیا اور غصے سے گھورا۔
''ابھی ابھی میں لیٹا ہوا تھا تو میری آنکھ لگ گئی میں نے اک خواب دیکھا، تم سیاہ کلر کی کرولا میں بیٹھے ہوئے ہو تم نے آف وائیٹ کلر کا بہترین سوٹ زیب تن کر رکھا ہے، تمہارے ملبوس سے کوبرا کی خوشبو پھوٹتی ہے، تمہارے پہلو میں فرنٹ سیٹ پہ ایک لڑکی ہے، لڑکی کیا ہے جنت کی حور لگتی ہے چاندنی کی کرنوں کو میدے میں گھول دیا جائے تو کتنا حسین پیکر مجسم صورت اختیار کرتا ہوگا، ذرا تصور کرو، اس لڑکی کی خوبصورتی بھی ایسی ہی ملیح اور بے داغ ہے، اس نے دھنک آنکھوں جیسا لباس پہنا ہوا ہے، سفید دوپٹہ وہ بار بار سنبھالتی ہے اس کے بال لمبے اور حسین ہیں، بٹ مگر وہ لڑکی خواب میں رو کیوں رہی تھی؟'' اس نے ڈرامائی سا وقفہ دے کر ایک اہم سوال کیا تھا، جہان جو اس داستان کے آغاز کے ساتھ ہی دھک سے رہ گیا تھا گنگ سا کھڑا اسے ٹکر ٹکر دیکھے گیا، معاذ نے اس کی کیفیت کو محسوس کیا تو گہرا سانس بھر کے متاسفانہ انداز میں سر کو بار بار زور سے جھٹکا تھا۔
''آئی کانٹ بلیو اٹ، بے اگر کوئی یہ بات مجھے بتاتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا مگر......'' جہان اب بھی کچھ نہیں بولا، کوٹ اتار کر صوفے پہ اچھالا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وارڈ روب کی سمت بڑھ گیا۔
''یار اپنا کوٹ اچھی طرح جھاڑ لو، اگر اس پہ گولڈن براؤن کوئی سلکی بال چپکا ہوا رہ گیا تو خوامخواہ تمہارا کردار مشکوک ہو جائے گا۔''
معاذ کو مسلسل چٹکلے سوجھ رہے تھے، جہان نے ایک بے بس قسم کی نظر اس پہ ڈالی تھی اور ایک شلوار سوٹ اپنے لئے منتخب کر لیا۔
''ویسے لڑکی پیاری تھی، انوسینٹ اور چارمنگ، پرفیکٹ کپل، میری طرف سے او کے ہے۔''
''شٹ اپ معاذ! کلوز دس ٹاپک۔'' جہان کی خاموشی ٹوٹ گئی تھی بالآخر مگر وہ بولا تھا تو کیا۔
''تو یہ وجہ تھی بھاگ بھاگ کر لاہور آنے کی اور بے تم جھوٹ کب سے بولنے لگے وہ بھی مجھ سے؟'' معاذ کے لہجے میں واضح طور پر ملال اتر آیا تھا۔
''بسا اوقات نظر فریب بھی دیا کرتی ہے معاذ، تم اپنا من پسند سوچ رہے ہو۔'' وہ کچھ اور زچ ہوا تھا۔

''یعنی تم کہنا چاہ رہے ہو میں غلط فہمی کا شکار ہوا ہوں؟'' معاذ نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا تھا، جہاں نے محض کاندھے اچکائے تھے، معاذ کو قدرے مایوسی ہوئی۔

''میری اس غلط فہمی کو حقیقت میں بھی بدلا جا سکتا ہے نا۔''

''واٹ نان سنس معاذ، میں نے کہا نا کلوز کرو اسے۔'' اب کے وہ جھلا اٹھا تھا۔

''مجھے وہ لڑکی......''

''میں کچھ نہیں سننا چاہتا، تم بتاؤ یہاں کس سلسلے میں آئے ہو؟''

''مجھے خبر ہو گئی تھی کہ تم یہاں اک لڑکی......'' جہان کے گھورنے پہ معاذ نے زبان روک لی تھی، پھر ایک گھنٹے کے بعد جب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے بے حد خاموشی ان کے بیچ حائل رہی تھی۔

''پپا کی اس بینڈو بہو کا نام کیا ہے جے؟'' معاذ نے اچانک سوال کیا تھا، جہان پہلے چونکا پھر گڑبڑا لیا تھا۔

''بیوی تمہاری ہے، تمہیں پتہ ہونا چاہیے۔'' اس نے جیسے کترانا چاہا تھا۔

''مجھے تو کبھی بھی یاد نہیں رہا تھا، تم جانتے ہو، تمہیں تو لازمی پتہ ہوگا یا بتانا نہیں چاہتے؟'' معاذ کا لہجہ آخیر میں طنزیہ ہو گیا تھا، جہان نے دانستہ چپ سادھ لی تھی۔

''تم بدل گئے ہو جے ہر لحاظ سے بدل گئے ہو۔'' اس کی طرف سے کچھ دیر جواب کا منتظر رہ کر معاذ نے آہستگی سے کہا تھا، انداز کی شکفتگی اور دلگیری نے جہان کو جکڑ لیا تھا۔

''معاذ کیا ہو گیا ہے یار۔'' جہان نے اس کا کاندھا تھپکا تھا، معاذ نے جواب نہیں دیا۔

''پرنیاں نام ہے بھابھی کا اور وہ......''

''اور وہ وہی پرنیاں ہے جو ڈاکٹر پرنیاں ہے جس کے حسن نے تم سب کو بقول مجھے دیکھتے ہی دیوانہ کر لینا تھا اور یہ بات سو فیصد درست نکلی میں اسیر بھی ہوا تو اپنی بیوی کے حسن کا، یہ میری بدنصیبی تھی یا حماقت میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا، میں صرف تم سے جواب دہی کر رہا ہوں جے ٹیل می تم نے میرے ساتھ یہ فول کیوں کھیلا؟'' وہ جتنا سنجیدہ تھا اس سے بڑھ کر تاسف زدہ، جہان کا تو منہ کھلا رہ گیا تھا، یہ انکشاف اس پہ اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ کس طرح بھی شاکڈ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

''آئی ایم سوری معاذ مجھے واقعی ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' جہان نے آہستگی سے کہہ کر سر جھکا لیا تھا اسے واقعی اس پل بے تحاشا ندامت محسوس ہو رہی تھی، معاذ نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ایک نظر جہان کو دیکھا تھا اور گہرا سانس بھر کے خود کو کمپوز کیا تھا۔

''پرنیاں نے منع کیا تھا نا تمہیں؟''

''معاذ پلیز اب ان سے خفا مت ہو جانا، دیکھا جائے تو وہ غلط نہیں تھیں، وہ اپنی انا قربان نہیں کرنا چاہتی تھیں، ناٹ ڈاؤٹ تم نے ان کے پندار کو ٹھیس پہنچائی تھی۔''

''ویسی ہی ٹھیس جیسی تم اس لڑکی کو پہنچا رہے ہو، جے جسے میں نے کچھ دیر پہلے تمہارے ساتھ دیکھا تھا؟ جے مجھے پرنیاں کا رویہ حیران کرتا تھا ہمیشہ وہ اپنی بجائے میری منکوحہ کی بات کرتی تھی

میں پھر بھی نہ سمجھ سکا سارا قصہ میں واقعی بے وقوف ہوں کیا جے؟'' معاذ کا تاسف ڈھلتا ہی نہ تھا، یہ سوچ اس کی روح میں آگ بھڑکاتی تھی کہ اس جیسے جینئس اعلیٰ ڈگری ہولڈر سرجن کو ایک عرصہ تک کس درجہ آسانی سے بے وقوف بنایا گیا۔

''معاذ! ریلیکس۔'' جہان نے اس کے ہاتھ کو آہستگی و نرمی سے تھپکا تھا، معاذ پھیکے انداز میں مسکرایا۔

''کیسے پتہ چلا تمہیں یہ سب؟'' جہان نے بنیادی سوال کیا تھا، معاذ نے سرد آہ بھر لی۔

''اتفاقاً باتیں سن لی تھیں بھابھی اور زینب کی مگر میں نے کسی پہ آشکار نہیں کیا، اب محترمہ کی باری ہے اتنی آسانی سے معاف نہیں کروں گا۔'' وہ کلس کر بولا تو جہان نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے کو اب ختم نہیں ہو جانا چاہیے؟''

''میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا تھا جے اور تم مجھے ٹالو مت، بتاؤ یہ سارا قصہ کیا ہے، وہ لڑکی کون ہے اور وہ رو کیوں رہی تھی؟'' جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا جسے معاذ نے پوری شدتوں سے نوٹس کیا تھا۔

''یہ چکر پرانا چل رہا ہے نا جے؟'' معاذ نے ایک اور قیاس لگایا تھا۔

''پتہ نہیں یہ چکر تقدیر کا ہے یا میرے کسی عمل کی سزا، معاذ کبھی کبھار تو میں سوچتا ہوں کاش میں اس فیکٹری کی بہتری اور اصلاح کی خاطر بھی لاہور نہ آیا ہوتا، یہ سارا منحوس سلسلہ اسی وقت شروع ہوا تھا۔'' جہان کے لہجے میں بلا کا ملال تھا، معاذ حیران ہوئے بغیر نہیں رہا۔

''یعنی تقریباً دو سال پہلے جب میں انگلینڈ جا چکا تھا تب تم آئے تھے نا یہاں؟'' جہان نے سر کو اثبات میں جنبش دی تھی پھر اسی سنجیدگی و ملال کے ساتھ اس نے مسز آفریدی کی چالوں اور جھانسوں کا سارا کچا چٹھا کھول کر معاذ کے آگے رکھ دیا تھا۔

''مجھ پہ دہری افتاد ٹوٹی تھی معاذ، میں ہر لحاظ سے ہار گیا تھا، مجھے سمجھ نہیں آئی تھی مجھے کیا کرنا چاہیے، پتہ نہیں معاذ میں نے اپنی اور خاندان کی عزت بچانے کو جو قدم اٹھایا وہ درست تھا یا نہیں۔'' جہان کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا، وہ پھر سے اسی اذیت اسی کرب کا شکار ہو چکا تھا، معاذ کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، پھر یہ حیرت تمام ہوئی تو اسے حسب عادت جلدی طیش چڑھنے لگا تھا۔

''تم نے بہت غلطی کی جے، تمہیں مسز آفریدی جیسی شاطر عورت کا مطالبہ نہیں ماننا چاہیے تھا کیا کر تیں وہ؟ مجھے تو لگتا ہے وہ عورت خود ہی چاہتی تھی، یعنی نکاح، اف...... تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، کیا ہمیں تمہارا بھروسہ نہ تھا، تم پپا کو یا پھر مجھے اعتماد میں لیتے تو سہی۔'' وہ اٹھ کر مضطرب سا ٹہلنے لگا، جہان ہونٹ بھینچے بس اسے دیکھتا رہا تھا۔

''بلاؤ اس لڑکی کو یہاں، کیا نام ہے اس کا؟'' معاذ نے تلملا کر کہا تو جہان نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''لعنت بھیجو معاذ، فی الحال یہ مسئلے کا حل نہیں ہے، اس کی ماں بہت شاطر عورت ہے۔''

''اب کیا چاہتی ہے وہ عورت تم سے؟''

www.paksociety.com

''جو وہ چاہتی ہے وہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گا۔'' جہان کا لہجہ اٹل اور پختہ تھا۔

''چاہتی کیا ہیں آخر وہ؟'' معاذ کی توجہ اسی اہم بات میں اٹکی ہوئی تھی، جہان نے جواب دینے کی بجائے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا یوں جیسے اندر کا طیش دبانے کی کوشش کر رہا ہو، معاذ اٹھ کر اس کے پاس آیا پھر اسے دونوں شانوں سے تھام کر رخ اپنی جانب پھیرا تھا۔

''شاید بچپن سے یا پھر لڑکپن میں کب مجھے صحیح سے یاد نہیں ہماری دوستی اتنی پختہ اور مضبوط ہوئی تھی جے کہ ہم نے کبھی یہ عہد بھی نہیں کیا تھا، ہم ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کیا کریں گے مگر ہم کرنے لگ گئے، ہر دکھ ہر سکھ، چاہیے آغاز میں کتنا ہی اسے چھپائیں مگر ہمیں بالآخر اسے ایک دوسرے پہ عیاں کرنا پڑتا ہے، پورے شاہ ہاؤس میں یہ تعلق اور یہ گہرائی کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتی، جے میں اس تعلق میں کبھی دراڑ پڑے دیکھتا ہوں تو بہت تکلیف محسوس کرتا ہوں، کوشش کرنا کبھی دانستہ مجھے اس دکھ سے ہمکنار نہ کرنا۔'' جہان نے کچھ کہے بغیر اسے بے اختیار ہو کر اپنے بازوؤں میں بھر کے بھینچ لیا تھا۔

''آئی ایم ساری معاذ مجھے احساس ہے میری طرف سے اکثر تمہیں یہ دکھ اٹھانا پڑا ہے، یہ تمہاری محبت ہے کہ ہر بار تم خود میری طرف بڑھتے ہو اور میرے درد میں شریک ہو جاتے ہو مگر معاذ میں کیا کروں میرا ہر مسئلہ گمبھیر تر اور الجھا ہوا ہوتا ہے جسے تمہارے سامنے رکھتے میں فطری طور پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں، جھجک جاتا ہوں۔''

وہ نادم اور بے بس سا ہو کر بول رہا تھا، اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی اذیت تھی معاذ نے نرمی محبت اور آہستگی سے اسے تھپکا تھا اور اسے تھام کر خود سے الگ کیا۔

''خود سے اعتراف میں کیا جھجک یا عار؟ میں تمہارا عکس ہوں جے ہم ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔''

''اچھا دوست خدا کا بہترین عطیہ ہوتا ہے، ہمیں خدا کے شکر گزار بننا چاہیے کہ خدا نے ہمیں یہ عطیہ بخشا ہے۔'' اپنی بات کے اختتام پہ وہ دانستہ مسکرایا تھا، جہان کو بھی ہونٹوں پہ بھی جبری قسم کی مسکان لانی پڑی۔

''مسز آفریدی اب ہر صورت ژالے کو میرے ساتھ آباد اور خوش دیکھنا چاہتی ہیں جو مجھے کسی طور بھی گوارا نہیں۔''

''جے تم کیوں نہیں چاہتے یہ؟'' معاذ نے واپس کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا تھا۔

''سب سے اہم بات یہ ہے معاذ کہ میرے نزدیک اس لڑکی کا کردار مشکوک ہے، بے نا سوچنے کی بات آخر انہوں نے یوں زبردستی اپنی بیٹی میرے گلے کیوں ڈال دی۔''

''ضروری نہیں ہے جے کہ ایسی بات ہو، عین ممکن ہے تم اس حوالے سے مسز آفریدی یا ان کی بیٹی کو پسند آ گئے ہو اور انہوں نے......''

''میں نہیں مانتا اس بات کو، مجھ میں کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے۔'' جہان نے نہایت خفگی سے کہتے اس کی بات قطع کر دی تھی، معاذ کو خاموش ہونا پڑا۔

''سرخاب کے پر تو تم میں کچھ اضافی ہی لگے ہوئے ہیں کاکے، خیر جو بھی فیصلہ کرو بہت سوچ سمجھ کر کرنا، نکاح کا بندھن کھیل نہیں ہوتا ہے جے، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر جو ذمہ داری اٹھانے کا ہم عہد کرتے ہیں اس سے بد دیانتی کی پکڑ معمولی نہیں ہو گی۔'' معاذ نے گفتگو سمیٹتے ہوئے اہم بات سمجھائی تھی، جہان نے سر ہلا کر اسے تسلی دی تھی۔

☆☆☆

اب تو خواہش ہے یہ درد ایسا ملے
سانس لینے کی حسرت میں مر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ ایسی آندھی چلے
جس میں پتوں کی مانند بکھر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ دنیا والوں کا غم
ایسی ٹھوکر لگائے کہ جی نہ سکیں
ایسی الجھیں یہ سینے میں سانسیں کہ پھر
ہم دوا پینا چاہیں تو پی نہ سکیں
کوئی ہمدم نہ راہی نہ راحت ملے
ایک پل کو سہارا نہ چاہت ملے
اب تو خواہش ہے یہ دشت ہی دشت ہو
ننگے پاؤں چلیں
ہم سر بزم شمع کی مانند چلیں
جس کو چاہیں اسی کو نہ پائیں کبھی
چھوڑ جائیں چپ چاپ دنیا کو ہم
دل یہ چاہے تو پھر بھی نہ آئیں کبھی
اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے
کوئی صحرا قلعہ یا بیابان ہو
جس میں سالوں تلک قید ہی قید ہو
اپنے خالق و مالک سے میں نے جو کی
بے وفائی وہاں پہ وہ ناپید ہو
ابن آدم کی چاہ کے کڑے جرم میں
روئے جاؤں تو چپ نہ کرائے کوئی
دور جنگل یا پھر کسی دشت میں
ہاتھ پکڑے میرا چھوڑ آئے کوئی

وہ ساکن کھڑی تھی پچھلے پندرہ منٹ سے یونہی بے حسی و حرکت جیسے پتھر کی ہو گئی ہو، اس کی آنکھ میں اترے آنسو بھی جیسے ٹھٹھر گئے تھے، حیرانی پریشانی، تعجب و بے یقینی و صدمہ جیسے ہر لفظ اس

کی کیفیت کو بیان کرنے سے لاچار تھا، اسے لگا تھا اسے کسی نے بے خبری کے عالم میں اندھے کنویں میں دھکیل دیا ہو مگر نہیں یہ تکلیف بھی قابل برداشت ہو سکتی تھی، اسے لگتا تھا غلاظت کا لامتناہی ڈھیر ہے جس میں وہ گرادی گئی ہے اور اس کا پورا وجود اسی غلاظت سے اٹ گیا ہے، اسے اپنے وجود سے خود گھن آرہی تھی، پھر بھلا جہان کیوں گھن نہ کھاتا، اس کے پتھرائی ہوئی آنکھیں پھر زارو قطار آنسو بہانے لگیں، ابھی کچھ دیر قبل اس نے مسز آفریدی سے سخت انداز میں باز پرس کی تھی جس کے نتیجے میں پہلے تو ہمیشہ کی طرح وہ انکاری تھیں پھر ڈھٹائی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے ہر جرم نہ صرف قبول کیا تھا بلکہ الٹا اس پہ چڑھ دوڑی تھیں۔

''میں نے جو کچھ بھی کیا مجبوری میں کیا ہے۔''

''مجبوری؟ ایسی کون سی مجبوری تھی آپ کی؟'' وہ بھڑک اٹھی تھی جواباً مسز آفریدی نے طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا پھر کاٹ دار سرد لہجے میں بولی تھیں۔

''تم ہو میری سب سے بڑی مجبوری ہنی! تمہاری خاطر میں نے ہمیشہ ہر جرم کیا، اگر مجھے تمہاری چاہ نہ ہوتی اگر مجھے تمہاری ضرورت نہ ہوتی اگر تم میری زندگی میں نہ ہوتیں تو میرا کردار، فرشتوں جیسا ہوتا اجلا روشن اور بے داغ، میں نے ہر جرم تمہاری وجہ سے کیا۔'' وہ شاید حواسوں میں نہیں رہی تھیں جبھی ایسی بہکی باتیں کر رہی تھیں، ژالے تو گنگ ہونے لگی تھی۔

''مجھے آپ کے جرائم کی تفصیلات نہیں معلوم ممی! مجھے بس اتنا بتائیں کہ آپ نے شاہ کے ساتھ ایسا کیا کیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ مجھ سے بھی بدگمان ہو گئے ہیں، وہ میری شکل دیکھنے کے بھی روادار نہیں ان کی باتیں...... میں کاش میں مر گئی ہوتی ان کی وہ باتیں سننے بغیر۔'' وہ اس وقت کی انسلٹ یاد کر کے پھر سسکنے لگی۔

''کیا بکواس کر رہا تھا وہ؟ بتاؤ مجھے، کیا وہ پھر ملا تم سے؟'' مسز آفریدی ہسٹریک ہونے لگی تھیں، ژالے کو ان سے نفرت محسوس ہونے لگی۔

''ہاں ملے تھے وہ مجھ سے، مگر میری اوقات مجھے یاد دلانے کو، وہ اوقات جس سے میں خود بھی آگاہ نہیں تھی، ممی آپ کے سارے بلند و بانگ دعوے دھرے رہ گئے، وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، وہ مجھے کبھی پسند ہی نہیں کرتے تھے، آپ نے ایسا کیا کیا تھا کہ یہ نکاح ہوا بتائیں مجھے ورنہ میں ابھی اسی وقت خود کو شوٹ کر لوں گی۔'' وہ بھپرائی تھی، چیختے چیختے اس کا گلا اچھل کر رہ گیا تھا، مسز آفریدی پہلی مرتبہ ذرا سا گھبرائیں اور لپک کر اسے سنبھالنا چاہا مگر وہ مچل کر ان کی گرفت سے نکل گئی تھی۔

''مجھے صرف وہ بتائیں ممی! ورنہ آپ میری شکل دیکھنے کو بھی ترس جائیں گی۔'' ژالے کی ذہنی حالت بگڑ سی گئی تھی، وہ اس پل جیسے شدید ہیجانی کیفیت کے زیر اثر تھی، مسز آفریدی جتنی بھی سفاک بے حس اور بے رحم تھیں مگر یہ بھی سچ تھا کہ ژالے ان کی دکھتی رگ تھی، اس وقت بھی وہ اس کے غیر ہوتی حالت پہ کچھ اس طور گھبرائی تھیں کہ مصلحت کا دامن بھی ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں اور فرفر اپنی ساری کارستانی اس کے آگے کھول کر رکھ دی۔

''جب ہوٹل میں تمہاری طبیعت خراب ہوئی تو جہانگیر نے ہی مجھے کال کر کے بتایا تھا، میں

کتنے دنوں سے ہی ایسے موقع کی تلاش میں تھی، میں نے کہا نا ژالے کہ میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کی محبت کا رنگ دیکھ لیا تھا، میں نے ہمیشہ تمہاری ہر خواہش پوری کی تھی پھر یہ کیسے نہ کرتی، میں نے جہانگیر کو اس امر پہ آمادہ کیا کہ وہ تمہیں گھر چھوڑ جائے، اس کے آنے تک خفیہ کیمرے کا انتظام ہر گز مشکل کام نہیں تھا میرا من پسند رزلٹ مجھے اگلے دن مل گیا تھا، اس کے بعد تمہاری سالگرہ کے موقع پہ میں نے دانستہ تم لوگوں کو تنہائی فراہم کی تھی اور......'' وہ سب بتانے کے بعد اسے لپٹا کر پیار جتلانے لگیں، جبکہ ژالے سناٹے میں گھر گئی تھی۔

''میرے پاس اس کے سوا کوئی حل نہیں تھا ہنی کوئی حل ہی نہیں تھا اور میں کامیاب رہی تھی۔'' ژالے کی آنکھوں میں یکلخت نمی سمٹ آئی۔

(آپ کو کیا پتہ ممی آپ نے میرا کیا نقصان کر دیا ہے، انہیں نہ پانا اس بھرم عزت اور وقار کو کھو دینے سے ہزار ہا درجہ بہتر تھا۔)

اس کے اندر سے ناقابل برداشت درد اٹھ کر پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا، مسز آفریدی اسے تسلی دلاسے سے کر خود کہیں نکل گئیں تھیں اور وہ یونہی کھڑی تھی، اس عظیم نقصان پہ ماتم کناں، قدموں تلے زمین تھی نہ سر پہ آسمان، وہ کیسی بے یار و مددگار ہو گئی تھی، ایسی ذلت، ایسی رسوائی اور ایسا درد جو برداشت کرنے کا حوصلہ تھا نہ ظرف... (اور مسز آفریدی کیا کہہ رہی تھیں کہ شاہ صرف میرے ہیں، وہ مجھے ہی ملیں گے۔) اس کے اندر تمسخر بکھرا۔

(میں تو خود میں اتنی تاب بھی نہیں پاتی ممی کہ ان کا دوبارہ سامنا کر سکوں، آپ کی شیطانی چالوں میں اتنا دم خم ہوگا کہ مزید اپنا من چاہا رزلٹ حاصل کر لیں، خدا ظالم کی رسی دراز جو کر دیا کرتا ہے، مگر سوری ممی میں آپ کو اب کوئی موقع نہیں دینا چاہتی، اس نے کچھ سوچا تھا اور تیز تیز چلتی مسز آفریدی کے کمرے میں آگئی، سلیپنگ پلز وہ ہمیشہ دراز میں لاک رکھا کرتی تھیں، چابی کا علم اسے نہیں تھا مگر ذرا سی کوشش اور تلاش کے بعد اس نے چابی ڈھونڈ لی تھی مگر دراز میں موجود دوا کی شیشی میں آخری دو گولیاں تھیں، جو بہر حال اس کی ضرورت اور خواہش کے لحاظ سے بے حد معمولی تھیں اس نے شیشی واپس پھینکی اور دراز کھلا چھوڑ کر واپس آگئی، پورٹیکو میں آکر اس نے شوفر کو پکارا تھا۔

''جی بے بی کہیں جانا ہے؟'' شوفر مستعد تھا۔

''مجھے چابی دو اور واچ مین سے کہو گیٹ کھولے۔''

''بے بی بیگم صاحبہ کا حکم ہے آپ اکیلی......''

''شٹ اپ میں نے تمہیں آرڈر یاد دلانے کو نہیں کہا، چابی نکالو اور گیٹ اوپن کراؤ۔'' وہ حلق کے بل چیخی تھی، شوفر نے حکم کی تعمیل کی تھی، ژالے نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی، اس دوران گیٹ پورا کھل چکا تھا، ژالے نے طوفانی انداز میں گاڑی کو گیٹ سے نکالا تھا اور رہائشی علاقے سے نکال کر مین روڈ پہ لاتے لاتے رفتار قدرے کم کی تھی اس کے باوجود دو سے تین چار مرتبہ ایکسیڈنٹ ہوتے رہ گیا تھا، فارمیسی کے سامنے گاڑی روک کر وہ عجلت میں باہر آئی تھی، بیگ اور دوپٹہ سنبھالتی فارمیسی کا گلاس ڈور دھکیلتی اندر داخل ہو گئی، مطلوبہ دوا

حاصل کرنے کے بعد اس نے کاؤنٹر پہ پے منٹ کی تھی اور اپنے دھیان میں مڑتے ہی کسی سے بہت زور سے ٹکرائی، ایک پل کو تو زمین آسمان اس کی نظروں میں گھوم گئے تھے، سرمئی کرتا شلوار میں ملبوس پیروں میں مردانہ چپل پہنے جہان تمام تر سادگی مگر خوبروئی اور وجاہتوں کے ہمراہ اس کے سامنے تھا، ناپسندیدہ اور تیز نظروں سے اسے دیکھتا ہوا اس کا دل پھیلا سکڑا اور خون میں وحشت کا احساس سرسرانے لگا، یہ سامنا انتہائی غیر متوقع اور غیر مناسب تھا، ژالے کا دل دھک سے رہ گیا تھا، ہونٹ بھینچتے ہوئے اس نے نظر چرائی اور ہونٹ بھینچتے ہوئے قدم بڑھا دیے تھے، جہان نے کوئی مداخلت کی نہ ٹوکا معاذ جو اس کے پہلو میں کھڑا اس کی جانب سے کسی ردعمل کا منتظر تھا بے اختیار جز بز ہوا، ژالے کو وہ ایک نظر میں ہی پہچان گیا تھا مگر پھر بھی کچھ ڈاؤٹ تھا جو ژالے اور جہان کے تاثرات نے دور کر دیا تھا۔

''وہ جا رہی ہیں، روکو انہیں۔'' معاذ نے اسے ٹہوکا دیا تھا، جہان کے منہ میں کونین گھل گئی۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہوئی ہے۔'' وہ نخوت سے بولا تھا، معاذ نے بے دریغ اسے گھورا پھر خود ژالے کے پیچھے دوڑا تھا۔

''مس...... مس ایکسکیوزمی۔'' ژالے گلاس وال کے ہنڈل پہ ہاتھ رکھے دروازہ وا کر چکی تھی، چونکی اور پلٹ کر دیکھا، مہنگے شاندار لباس میں ملبوس بالوں پہ گلاسز ٹکائے، ایک ہاتھ میں گاڑی کی چابی لباس سے پھوٹتی مہنگے پرفیوم کی مہک لئے وہ بے حد شاندار سا شخص اپنے انداز چال ڈھال اور حلیے سے ہرگز بھی کوئی سڑک چھاپ عاشق یا چھچھورا نہیں لگتا تھا مگر اس طرح سے بیچ راہ روکنے کا مقصد...... وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

''آپ ژالے ہیں نا؟'' ژالے کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے کچھ اور پھیلیں، اس کا دل چاہا اک نظر پلٹ کر دیکھے جہان ابھی تک وہیں موجود ہے مگر اس نے دل کو سختی سے جھڑک دیا تھا۔

''آپ...... کون؟'' اس کی آواز لرزسی گئی تھی۔

سیاہ سوٹ میں اونچے قد چوڑے شانوں والا خوبصورت ذہین آنکھوں والا یہ مکمل وجیہہ مرد اپنی تمام تر سحر انگیزی کے باوجود کسی کا عکس چراتا تھا، جہان کا...... اس کے ذہن میں ایک دم جھماکا سا ہوا اس کے چہرے پہ سختی چھا گئی۔

''میں جے کا کزن ہوں، آئی مین جہانگیر کا...... آپ اس کی......''

''معاذ میں جا رہا ہوں، تمہیں آنا ہے تو آ جانا۔'' تبھی جہان کی خفا خفا سی آواز کچھ فاصلے سے گونجی تھی، ژالے نے اب بھی خواہش کے باوجود پلٹ کر نہیں دیکھا۔

''آپ نے میرا راستہ کیوں روکا ہے؟'' ژالے نے کسی قدر غصیلی نظروں سے اسے دیکھا تھا، جبکہ معاذ اس کی متورم سرخ آنکھوں بوجھل پپوٹوں پہ ٹھہری سوجن اور پلکوں کی نمی کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''خفگی آپ کی آپس میں ہے نا مجھے کیوں اس میں گھسیٹ رہے ہیں۔'' معاذ نے بے حد شاکی ہو کر کہا تھا، ژالے نے حیران نظریں اٹھائیں، معاذ کے چہرے پہ دوستانہ مسکراہٹ تھی، نگاہ ملنے پہ بھنوؤں کو مخصوص انداز میں جنبش دے کر نرمی سے بولا تھا۔

''ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟''

''میں غیر مردوں سے دوستی کی قائل نہیں ہوں، راستہ چھوڑیں میرا۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی اور دروازہ اوپن کر کے شاپ سے باہر قدم رکھ دیے تھے۔

''مگر میں تو آپ کا سسرالی عزیز بھی ہوں۔'' معاذ اس کے ساتھ باہر آیا اور اب اس کے ہمقدم ہو کر سفید پتھر کے زینے اتر رہا تھا۔

''دیکھیے آپ......''

''بھابھی کیا ہم کہیں بیٹھ کر کچھ بات نہیں کر سکتے؟''

''بھابھی......!'' ژالے ایک پل کو ساکن ہو گئی، انوکھا باوقار اور معتبر رشتہ جس کی لطافت اور اہمیت کے نئے نویلے احساس نے اسے اپنے حصار میں مقید کر کے خوشبو میں نہلا دیا، اسے لگا کچھ دیر قبل جو شدید کرب اس کی رگ و جاں میں خنجر بن کر اترا تھا اس کی سنگینی اور تکلیف قدرے کم پڑی ہو۔

''پلیز بھابھی!'' معاذ نے کسی قدر التجا آمیز انداز میں اسے قائل کرنا چاہا تھا، وہ نا چاہنے کے باوجود سر کو اثبات میں جنبش دینے لگی، معاذ بے اختیار مسکرایا تھا۔

''تھینکس اے لاٹ، اینڈ تھینکس فار دس آنر۔'' ژالے کے ہمراہ وہ سڑک کے دوسری جانب موجود ریسٹورنٹ میں آ گیا، جہان البتہ اس کے ساتھ نہیں آیا تھا، معاذ کے بلانے کے باوجود اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا، وہ گاڑی میں بیٹھ کر اسی طیش میں وہاں سے چلا گیا تھا، یہ سب کچھ ژالے نے بھی دیکھا تھا اور اس کا چہرا دھواں دھواں ہوتا چلا گیا تھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں بھابھی، اسے میں سنبھال لوں گا۔''

''وہ اب اور خفا ہوں گے، میں جانتی ہوں انہیں میرا کسی سے ملنا پسند نہیں ہے۔'' وہ سراسیمہ سی ہو کر بولنے لگی تھی، معاذ کو مسکراہٹ ضبط کرنا پڑی، یہ نازک اور شکل سے ہی بے حد معصوم نظر آنے والی لڑکی اپنی صورت سے زیادہ معصوم اور حساس لگتی تھی اسے، اس عیاری چالاکی اور چالبازی سے کوسوں دور جن کے متعلق جہان نے اسے بتایا تھا، تب خود اسے بھی کتنا غصہ آیا تھا ژالے پہ مگر اس سے مل کر وہ چاہنے کے باوجود تلخ کلامی تو دور کی بات سخت نظر نہیں ڈال سکا تھا، اس پر وہ دیکھنے میں ہی کتنی نازک تھی، جیسے کانچ سے بنی ہو بلوریں کانچ سے، جو ذرا سی ٹھیس بھی برداشت نہیں کرتا۔

''اگر کسی سے ملنا پسند نہیں محترم کو تو پھر خود آپ سے کیوں ملتا تھا؟ اور اتنا جانتی ہیں آپ اسے؟'' معاذ کو شرارت سوجھ گئی تھی، ژالے نے گھبرا کر اسے دیکھا ایک لمحہ لگا تھا اس کی ہراساں آنکھیں چھلکنے جانے میں معاذ کو فی الفور اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

''سوری آپ نے مائنڈ کیا تو، ویسے جے کو مجھ پہ اعتماد ہے، کم از کم میرے حوالے سے وہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا ڈونٹ وری۔'' معاذ نے اسے تسلی سے نوازا پھر اس سے چائے یا کافی کے متعلق پوچھنے لگا۔

''نہیں، مجھے کچھ طلب نہیں، اب مجھے جانا چاہیے۔'' وہ گڑبڑا کر اٹھنے لگی تو معاذ نے ہاتھ اٹھا

کر اسے روکا تھا۔

''آپ بیٹھیں پلیز، مجھے آپ سے جو بات کرنی تھی وہ ابھی نہیں کی۔''

''ک..... کیا بات؟'' وہ سخت وحشت زدہ نظر آنے لگی، معاذ نے گہرا سانس کھینچا۔

''آپ گھبرائیں نہیں، بس مجھے یہ بتا دیں آپ نے سلیپنگ پلز کیوں خریدی ہیں؟'' اور ژالے کو لگا تھا کسی نے اس کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی ہو، اس کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔

''میں اندر آتے ہی آپ کے ہاتھ میں وہ دیکھ چکا تھا، کیا میرا اندازہ درست ہے کہ آپ کچھ غلط کرنے کا فیصلہ کر چکی ہیں۔'' معاذ کا دھیما لہجہ بے حد یقین لئے ہوئے تھا، ژالے کچھ کہے بغیر پھر آنسو بہانے لگی زار و قطار، معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر کے اسے دیکھا تھا۔

''حالات جیسے بھی کٹھن ہوں، زندگی سے پیچھا چھڑانا صرف مایوسی اور بزدلی ہی کہلا سکتا ہے۔''

''آپ کو نہیں پتہ میں کن مسائل میں گھر گئی ہوں، مجھے اب زندہ رہنے کی خواہش نہیں ہے، میں ہرگز بھی وہ اذیتیں نہیں سہہ سکتی جو میرے نصیب میں لکھ دی گئی ہیں۔'' وہ یونہی بلکتے ہوئے کہہ رہی تھی، معاذ نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''اس کے باوجود کہ جے آپ کی زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔'' معاذ نے اسے حیران نظروں سے دیکھا، ژالے نے کچھ کہے بغیر دوپٹے سے اپنا چہرا صاف کیا تھا، اس کی خاموشی نے معاذ کو صاف جتلایا کہ وہ کھلنا اور مزید بولنا نہیں چاہتی۔

''میں آپ سے یہ نہیں کہوں گا بھابی کہ یہ سلیپنگ پلز مجھے دے دیں میں جانتا ہوں اگر آپ ایسا کر بھی لیں تو کہیں اور سے اپنی ضرورت پوری کر سکتی ہیں، میں آپ سے یہ کہوں گا، زندگی سے منہ موڑنا حالات کا مقابلہ نہ کرنا اور خدا سے مایوس ہو جانا سب کے سب خسارے کے سودے ہیں، زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سیکھیں، حالات غیر موافق ہیں تو انہیں اپنے موافق کریں، بی بریو، گاڈ بلیس یو۔'' اسے وش کرتے ہوئے وہ جاندار انداز میں مسکرایا تھا، اس وقت یہ وہ معاذ نہیں تھا جو جذباتی کھلنڈرا اور بے پرواہ ہوا کرتا تھا، یہ معاذ حسن کا وہ روپ تھا، جو ایک ڈاکٹر ایک مسیحا معاذ حسن کا تھا، دکھی انسانیت کی خدمت جس کا شکار تھا اور خدمت کا رنگ ایک تھوڑی ہی ہے کہ دوا دے دی چیک اپ کر لیا، خدمت کا یہ انداز بھی ہے، مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے کسی کو امید کا جگنو تھمانا اسے راستہ دکھانا اور منزل کی نشاندہی کر دینا۔

ژالے کچھ دیر تلک حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر بہتے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرا دی۔

''تھینکس بھائی، میں آئندہ خیال رکھوں گی۔'' اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے کی شادابی میں زندگی کی سرخی شامل ہو گئی تھی اور اس کے نرم نقوش میں مسکراہٹ کی چاندنی بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

گھر پہنچتے ہی اس کا موڈ بری طرح غارت ہو گیا یہ سن کر کہ پرنیاں یہاں سے جا چکی ہے، کہاں یہ راز تو بس وہ جہان سے ہی اگلوا سکتا تھا جو ابھی اس کے ساتھ ہی لاہور سے واپس لوٹا تھا،

وہ دوبارہ اس کے سر پہ جا کر سوار ہو گیا۔

''معاذ پلیز اب مجھے مزید کچھ مت سمجھانا میں بہت بے زار ہوں آل ریڈی۔'' جہان نے اسے دیکھتے ہی کچھ ایسی عاجزی اور منت سے کہا تھا کہ معاذ قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکا۔

ژالے سے ملنے کے بعد سے وہ مسلسل اسے ژالے کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا تھا اور باقاعدہ قائل کرنے کو دلیلیں دیتا رہا تھا جنہیں جہان نے ضبط سے سن ضرور لیا تھا مگر ماننے یا ان پہ عمل کرنے کا ہرگز بھی ارادہ نہیں تھا اور یہ بات معاذ نے اس کے تاثرات سے ہی پالی تھی جبھی اس کا موڈ بگڑنے کو لمحہ بھر سے زیادہ ٹائم نہیں لگا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے جے میں بکواس کر رہا ہوں؟'' وہ ہتھے سے اکھڑنے لگا۔

''میں نے کب کہا؟'' جہان نے معصومیت کا تاثر دیا، معاذ نے اسے گھونسا دے مارا تھا۔

''یار قسم سے ژالے واقعی معصوم ہیں، انتہائی سادہ اور بے ریا...... سب سے بڑھ کر تم سے محبت بہت کرتی ہیں ان کی بدنصیبی یہ ہے کہ انہیں ماں اچھی نہیں ملی۔'' جہان نے ان سنی کرنا مناسب سمجھا، وہ بہرحال معاذ کے خیالات سے متفق نہیں ہو سکتا تھا، وہ کیسے اسے بتاتا کہ ژالے کی اسی معصومیت نے اسے بھی جال میں پھانسا تھا، وہ توقع تک نہیں کر سکتا تھا کہ ژالے اس کے ساتھ ایسا گھٹیا کھیل بھی کھیل لے گی، معاذ بھی اس کی اس معصومیت سے متاثر ہو رہا تھا، دونوں نے اپنے اپنے پوائنٹ آف ویو سے ایک دوسرے کا خوب ہی دماغ صاف کیا تھا اور دونوں اپنی اپنی جگہ پہ ڈٹے رہے تھے۔

''مجھے معاف کر دو معاذ میں تم سے اس بات پہ بھی معافی مانگ لیتا ہوں کہ میں نے تمہیں پرنیاں بھابی کے لئے قائل کرنے کی کوشش کی تھی، اگر تم اس کا بدلہ چکا رہے ہو تو......'' وہ واقعی اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا، معاذ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم سمجھتے ہو تم وہ غلط کر رہے تھے؟ تم نے وہ بالکل صحیح کیا تھا، وقت نے اس بات کو ثابت کر کے دکھا دیا بالکل اسی طرح......''

''معاذ وقت کو آنے دو، ابھی مجھ سے زبردستی مت کرو، وقت یہاں بھی ہر سچائی اور جھوٹ کو عیاں کر دے گا۔'' جہان کی بات نے معاذ کو ساکن کر دیا تھا، اسے یاد آیا تھا اس کی بھی کسی دہائی پہ معاذ نے خود کوئی کان نہیں دھرا تھا اور زبردستی کسی کو دھکے سے کچھ منوایا بھی تو نہیں جا سکتا، اس میں اصلاح نہیں بلکہ بگاڑ کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔

''او کے فائن! میں اب تم سے کچھ نہیں کہوں گا جے، اللہ سے بہتری کی دعا کروں گا، اس لئے کہ مجھے واقعی ژالے بھابی بے قصور اور معصوم لگی ہیں۔'' اس نے آہستگی سے کہا تھا اور یوں بات ختم ہو گئی تھی مگر اب اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر جہان کو پھر سے تشویش نے گھیر لیا تھا۔

''کم آن یار میں تیری نہیں اپنی والی کی وجہ سے آیا ہوں تیرے پاس، اپنی اپروچ استعمال کر اور مجھے پتہ کر کے بتا پرنیاں کہاں ہے، راز داری شرط ہے میں کسی کو شک میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ورنہ خود پوچھ لیتا۔'' اس کا مطالبہ سن کر جہان نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''او کے فائن، تم فریش ہو جاؤ میں بتاتا ہوں تمہیں۔''

''پھلے کال کر کے بتا دینا مگر جلدی پلیز۔'' معاذ نے کہا تھا اور الٹے قدموں واپس آ گیا، کمرے میں آ کر اس نے اپنا لباس نکالا تھا، وہ جانتا تھا ابھی اسے پھر کہیں جانا ہے، وہاں جہاں پرنیاں تھی، جبھی اس لحاظ سے ڈریسنگ کی تھی، یہ جاتی گرمیوں کے دن تھے، اس نے بلیک جینز کے ساتھ ہاف سلیو بلیک ہی ٹی شرٹ منتخب کی تھی، جس وقت وہ باتھ لے کر نکلا اس کے سیل پہ جہان کی کال آ رہی تھی، اس نے لپک کر فون پک کیا تھا۔

''بول شہزادے!'' وہ چہکا تھا۔

''حسان کے ساتھ بھابھی فارم ہاؤس گئی ہیں، وہاں کچھ عرصہ قیام کیا تھا انہوں نے، ان کی ضرورت کی کچھ چیزیں وہاں تھیں اسی سلسلے میں گئی ہیں۔''

''اوکے فائن، تم ایسا کرو جے کہ کسی بہانے سے حسان کو واپس بلا لو، پرنیاں کو میں خود لیتا آؤں گا۔'' معاذ نے اگلا آرڈر جاری کیا تھا جہان تو ہونق ہو کر رہ گیا۔

''کیا مطلب ہے معاذ؟ اب تم وہاں جاؤ گے؟ دماغ ٹھیک ہے۔''

''تمہاری بہن کے ساتھ کچھ وقت رنگین کرنے اور ڈیٹ شیٹ مارنے کا موڈ ہے، سمجھ رہے ہو؟'' اس نے دانت نکالتے ہوئے وضاحت کی تھی، جہان اس کی بات پہ ٹھنڈا سانس ہی بھر سکا، معاذ نے گنگناتے ہوئے سیل بیڈ پہ اچھالا اور خود پہ دل کھول کر پرفیوم چھڑکاؤ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

☆☆☆

پرنیاں نے پردہ ہٹا کر کھڑکی سے باہر جھانکا، سورج واپسی کا سفر شروع کر چکا تھا، سرسبز فارم ہاؤس پر اس کی نارنجی شعاعوں کا عکس سونا بکھیر رہا تھا، فارم ہاؤس سے باہر بھی ہر سو دلکشی اور سبزہ بکھرا ہوا تھا، سامنے ایک لمبی پگڈنڈی تھی جس کے دونوں اطراف رنگین بے تحاشا خوبصورت پھول کھلے گویا مسکرا رہے تھے، قریب ہی شفاف پانی کا نالا تھا جو کھیتوں کو سیراب کرتا گزر رہا تھا، جس کا آغاز ٹیوب ویل سے ہوتا تھا جس کے حوض میں پانی کا ایک کھلا اور موٹا پائپ زوردار آواز کے ساتھ پانی گراتا تھا، باہر کے موسم کی تمام دلکشی و رعنائی اور حسن جکڑ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا، وہ دس بجے پہنچی تھی اور حسان کے ساتھ چائے پینے کے بعد خود کمرے میں آ کر سو گئی تھی، جبکہ حسان فارم ہاؤس میں گھومنے پھیرنے چلا گیا تھا ہنڈی کیم اس کے پاس تھا اور تصویروں کا بے حد شوق، پرنیاں کے یہاں آنے کا تو ایک بہانہ تھا ورنہ حقیقت یہ تھی کہ وہ معاذ سے بچ کر یہاں آئی تھی، جانتی تھی ہاسٹل میں بھی امان نہیں ملے گی، وہاں بھی وہ اس کے سر پہ پہنچ جائے گا، پپا گو کہ اب کسی صورت اسے فارم ہاؤس آنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے مگر اس نے ان کی منت سماجت کر کے قائل کر لیا تھا۔

''بی بی جی صاحب آپ کو ادھر پچھلے باغ میں بلا رہے ہیں۔'' وہ اپنے خیالوں میں مگن تھی جب کشمالہ نے آ کر اسے چونکایا، اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''حسان ابھی تک وہیں گھوم رہا ہے؟ کشمالہ آپ نے اس سے کھانے کا بھی نہیں پوچھا؟'' پرنیاں کو عجیب سی خفت نے آن لیا تھا، کیا سوچتا ہوگا حسان بھی۔

''بی بی جی چھوٹے صاحب تو اسی وقت واپس چلے گئے تھے، کہہ رہے تھے ضروری کام ہے۔'' پرنیاں بھونچکی رہ گئی۔

''واٹ واپس چلا گیا، مجھے چھوڑ کر، ایسا کون سا ضروری کام تھا۔'' اس کی حیرت کا کوئی انت نہیں تھا۔

''پتہ نہیں بی بی جی، انہیں کوئی فون آیا تھا، کہہ رہے تھے آپ کے موبائل پہ بھی میسج چھوڑا ہے کہ کیوں جا رہے ہیں اچانک۔'' کشمالہ کی بات کے جواب نے اسی تحیر آمیز کیفیت میں پلٹ کر ٹیبل پہ رکھا اپنا سیل فون اٹھایا، حسان کا ٹیکسٹ موجود تھا، اس نے عجلت میں کھولا تھا۔

''سوری بھابھی میں آپ کو بنا بتائے جا رہا ہوں، کشمالہ نے بتایا ہے آپ سو رہی ہیں، ایکچوئلی جہان بھائی کی کال آئی ہے انہیں مجھ سے کچھ ضروری کام تھا، پھر کہہ رہے تھے آپ فکر نہ کریں، وہ خود شام تک آپ کو یہاں سے پک کر لیں گے۔'' میسج پڑھ کے پرنیاں قدرے ریلیکس ہوئی تھی۔

فارم ہاؤس کے پچھلے لان میں جانے سے قبل وہ کشمالہ کے ساتھ کچن میں آئی تھی، کھانا وہ اور اس کی ماں تیار کر چکی تھیں مگر ان کے انتظار میں کھایا نہیں تھا، پرنیاں نے انہیں کھانا کھانے کی تاکید کی تھی اور کباب کے ساتھ ساتھ ٹرائفل کا اضافہ بھی کروایا تھا۔

''آپ لوگ اس کی تیاری کریں مطلب، مصالحہ جات اور دودھ وغیرہ نکال کر رکھیں میں ابھی آ کر ساتھ ہیلپ کرائی ہوں۔'' کشمالہ اور اس کی ماں کو ہدایات دینے کے بعد وہ اپنا بلیو آنچل سنبھالتی ہوئی پچھلے لان کی سمت آ گئی، یہاں چہار دیواری زیادہ بلند نہیں تھی، گھاس لمبی تھی یہ تقریباً دو ایکڑ رقبہ پر پھیلا ہوا میدان تھا جہاں صنوبر دیودار اور سفیدے کے درختوں کی بہتات تھی، پرنیاں اپنے قیام کے دوران صرف ایک بار وہاں آئی تھی تب کشمالہ نے اسے بتایا تھا کہ اسی لان کے مغربی جانب اصطبل تھا جہاں اعلیٰ نسل کے گھوڑے موجود تھے جن کی دیکھ بھال کر سائیں مامور تھا، پرنیاں کو نہیں معلوم تھا شاہ ہاؤس میں رائیڈنگ کا شوق کس کا تھا، شاید جہان کا ہی تھا جو وہ آتے ہی یہاں آ گھسا تھا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی، تیز ہوا کے جھونکے بیک وقت اس کا آنچل اور لمبے بال اڑانے لگے، اس نے جہان کی تلاش میں نگاہوں کو دوڑاتے ہوئے بالوں کو سمیٹ کر کیچر میں جکڑنا چاہا تو یاد آیا سونے سے قبل کیچر اتار کر اس نے اپنے سرہانے رکھا تھا جو بعد میں لگانا بھول گیا، اب بال یونہی پشت پہ بکھرے ہوئے تھے، اس نے بالوں کو جوڑے کی شکل دے کر دوپٹہ اوڑھا تب ہی اس کی نگاہ سامنے اٹھی تھی، سفید گھوڑے کی پشت پہ سوار وہ جہان نہیں معاذ حسن تھا، سیاہ لباس میں آنکھوں پہ گلاسز چڑھائے وہ شہزادوں کی سی آن بان شان کے ساتھ اسے ششدر کر کے رکھ گیا تھا، ابھی وہ اس حیرانی سے ہی نہیں نکل سکی تھی کہ اسے ایک اور دھچکا لگا، معاذ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس کے نزدیک لایا تھا اور لگام ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ کو پھیلاتے ہوئے وہ ذرا سا جھکا تھا اور اگلے لمحے زمین پرنیاں کے قدموں سے چھوٹ گئی تھی، اس کا وجود زمین و آسمان کے درمیان فضا میں معلق تھا اور وہ خوف اور دہشت کے احساس سمیت بے ساختہ چیختی چلی گئی تھی۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

اکیسویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں سے اپنے رشتے کی نوعیت جان لینے کے بعد معاذ کا رویہ ایکدم اس کے تبدیل ہوتا ہے، جس میں موجود بے باکی اور واضح استحقاق کا رنگ پرنیاں کو خائف اور ششدر کرنے کا باعث ہے مگر معاذ حظ لینے کے ساتھ ساتھ غصے کا بھی شکار ہے۔

پپا کو کال کر کے مسز آفریدی جہان کے نکاح کا بتا کر جہان کو ان کی نظروں میں معتوب ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہوئے ژالے کی باعزت رخصتی پہ مجبور کرتی ہیں پپا اس انکشاف کے بعد پریشان تو ہیں مگر جہان سے بدگمان نہیں۔

معاذ لاہور میں جہان کو ژالے کے ساتھ دیکھتا ہے تو یہ بات اس پر جتلاتا ہے، جہان کو اس پہ ساری حقیقت منکشف کرنی پڑتی ہے، معاذ جہان پہ پرنیاں کے متعلق آگاہی ظاہر کر کے اپنے عزائم سے بھی باخبر کرتا ہے، جہان بہرحال اسے قائل نہیں کر پاتا۔

معاذ ریسٹ ہاؤس میں موجود پرنیاں کے پاس آیا ہے اور پرنیاں اسے دیکھ کر خائف ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

بائیسویں قسط

اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ مسلسل چیخے جاتی تھی، حواس باختگی کا کوئی انت تھا نہ شمار، اسے لگتا تھا اگلے پل وہ زمین پر گرے گی اور گھوڑے کے بے رحم قدموں تلے آکر کچلی جائے گی، مگر ایسا جب بہت دیر تک نہ ہوا اور امن و سلامتی رہی تب وہ خود کو حیران پاتی ایک دم سے آنکھیں کھول گئی تھی، مگر کلیجہ دھک سے رہ گیا، وہ یکلخت شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی، کاش اس نے آنکھیں نہ کھولی ہوتیں، وہ معاذ حسن کے بازو میں بری طرح سے چپکی ہوئی تھی یقیناً گرنے کے خوف سے منہ اس کے سینے میں گھسیڑا ہوا تھا، وہ حجاب اور خفت سے جل جل اٹھی اور بدک کر فاصلے پر ہونا چاہا تھا مگر فاصلے کا برقرار رہنا یہاں گھوڑے کی پشت پہ سوار ہو کر کسی طور بھی ممکن نہیں تھا، اس کی دونوں ٹانگیں ایک سائیڈ پہ تھیں جیسے بائیک پہ بیٹھی ہو، اس کا وجود معاذ حسن کے مضبوط آہنی بازوؤں کے حلقے میں تھا گھوڑے کا ہر اٹھا ہوا قدم ایک جھٹکا لگاتا تھا اور اسے کچھ اور بھی معاذ سے قریب تر کر جاتا، اس درجہ قربت آکورڈ پوزیشن اس پہ اپنی بے بسی کا شدید ترین احساس وہ بے ساختہ و بے اختیار سی رو پڑی تھی، بھلا کب معاذ سے اسے اتنی جرأت اور ہمت کی توقع، وہ سکتے سے نکلی تھی تو رنج اور طیش کے ساتھ مرنے مارنے پہ اتر آئی۔

''یہ...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ چھوڑیں مجھے۔'' خفت آمیز طیش میں اس نے معاذ کے سینے پہ دونوں ہاتھوں سے مکوں کی بارش کر ڈالی تھی، مگر اس پہ کیا اثر ہونا تھا، اس نے تو جیسے اعزاز سمجھ کر یہ سوغات قبول کی تھی اور مزے سے ہنستا چلا گیا تھا۔

''یہ بدتمیزی نہیں ہے محترمہ رومانس کا ایک خوبصورت اسٹائل ہے اور چھوڑوں کیوں؟ چھوڑوں گا تو تم گر جاؤ گی نا۔'' پرنیاں کا دماغ بھک سے اڑ گیا، اسے معاذ کے رویئے کی قطعی سمجھ نہیں آ سکی تھی آخر وہ اس درجہ بدتمیزی پہ کیوں آتر آیا تھا، وہ ہٹ دھرم تھا اور سرکش بھی، اتنا تو وہ بھی جان گئی تھی اسے، اگر وہ اس سے ضد لگائی تو یقیناً وہ اسے زچ کرتا اور تنگ کرتا۔

''یہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے سر! کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا، پلیز مجھے نیچے اترنے دیں۔'' گھوڑے کی رفتار ہر لمحہ بڑھ رہی تھی اور پرنیاں کا دل بند ہوا جاتا تھا، اسے اپنی موجودہ پوزیشن پہ اتنی شرم آ رہی تھی کہ اس سے نجات کی خاطر وہ اب اس کی منت سماجت پہ بھی اتر آئی تھی۔

''میں تو اس میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا، کوئی کچھ نہیں سوچے گا، سب کو پتہ ہے آپ سے میرا کیا تعلق قائم ہونے والا ہے، میں شادی کر رہا ہوں نا آپ سے، سوچا ذرا آپ کو خود سے مانوس کر لوں تھوڑا رومانس سکھا دوں۔'' وہ اسے آنکھ مار کر شرارت آمیز ہنسی سے کہہ رہا تھا، پرنیاں کٹ کر رہ گئی تھی، کچھ بس نہ چلا تو منہ پہ ہاتھ رکھ کر سسکنے لگی۔

''سارے مجھ سے بچاؤ کے لئے اپنائے گئے طریقے ہیں نا، میں آگ لگا دوں گا ان سب طریقوں کو۔'' وہ پھر بھپھرنے لگا، پرنیاں کی جان ہوا ہونے لگی۔

''مجھے نیچے اتار دیں پلیز۔'' وہ پھر گڑگڑائی۔

''پہلے وعدہ کرو۔'' معاذ نے اسے ایک بازو کے گھیرے میں لے کر اپنے آگے بٹھا دیا، اپنے ہی انداز میں اب پرنیاں کی پشت اس کے بال اور اس کی گردن معاذ کے سہارے ٹھہر گئی اور اس کا منہ سامنے آ گیا اب وہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی، اس کے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے بے بسی اور لاچاری کا

کوئی انت تھا بھلا۔

''کون سا وعدہ؟'' اس نے سارے آنسو اندر اتار کر رقت آمیز گلے سے سوال کیا، وہ اس وقت پوری طرح اس کے رحم و کرم پہ تھی۔

معاذ نے اس کی واضح شکست کو محسوس کیا تھا اور بے اختیار مسکرا دیا، پرنیاں کے بال بہت خوبصورت انداز میں ہوا میں لہرا رہے تھے، ریشمی سیاہ مخملیں بال لٹوں کی صورت اڑتے تھے اور ہوا کو مشکبوہ کر رہے تھے، معاذ ذرا سا آگے جھکا اور اس کے انہی بالوں کو ذرا سا سمیٹ کر اس کے داہنے کندھے پہ آگے کی جانب ڈال دیا پھر اپنا چہرا اس کے اسی کاندھے پہ ٹکا کر خوشبو بھرے انداز میں گنگنایا تھا۔

خوشبو کی طرح میری ہر سانس میں
پیار اپنا بسانے کا وعدہ کرو
رنگ جتنے تمہاری محبت کے ہیں
میرے دل میں سجانے کا وعدہ کرو
ہے تمہاری وفاؤں پہ مجھ کو یقیں
پھر بھی دل چاہتا ہے میرے دل نشیں
یونہی میری تسلی کی خاطر ذرا
مجھ کو اپنا بنانے کا وعدہ کرو
صرف لفظوں سے اقرار ہوتا نہیں
ایک جانب سے ہی پیار ہوتا نہیں
میں تجھے یاد رکھنے کی کھاؤں قسم
تم مجھے نہ بھلانے کا وعدہ کرو

''بولو ہے قبول؟'' اس نے شرارت بھرے انداز میں پرنیاں کو بازو کے حلقے میں لے کر زور سے بھینچا تھا، معاذ وہ چونک اٹھا، پرنیاں کی آنکھ سے بہتے آنسوؤں کی نمی نے معاذ کے بازو کو نم آلود کر دیا تھا، معاذ نے پہلے گھوڑے کی لگامیں کھینچی تھیں اور پھر اس کے رکنے کا انتظار کیا تھا، اس کے بعد پرنیاں کی سمت متوجہ ہوا جو ہچکیوں سے رو رہی تھی، معاذ نے اسے اتارنا چاہا تو وہ بری طرح سے مچلی تھی، اس کے ہاتھ جھٹک کر خود نیچے کود گئی، نا تجربے کاری کے باعث کودتے ہی اس کا پیر مڑ گیا تھا، وہ بے ساختہ کراہی، معاذ نے گہرا سانس بھر کے پہلے اسے پھر اپنے ہاتھ میں رہ جانے والے اس کے شیفون کے دوپٹے کو دیکھا اور خود بھی نیچے اتر آیا۔

''اگر میں آپ کو نیچے اتار دیتا تو یہ ہرگز کوئی ایسا احسان نہ ہوتا جس کا بار آپ سے اٹھایا نہ جاتا، سرکشی اور نافرمانی کا انجام دیکھ لیں۔''

آنسوؤں سے بھیگا چہرا، نم پلکیں، چہرے پہ تکلیف کے آثار لئے زمین پہ بیٹھی وہ دونوں ہاتھ میں اپنا پیر دبوچے ہوئے تھی، ریشمی بالوں کا سیاہ آبشار سمٹ کر کندھے سے ہوتا گود میں گر رہا تھا، وہ صحیح معنوں میں حواس چھین لینے کی صلاحیت اور حسن سے مالا مال تھی، معاذ کا دل بہکنے سا لگا۔

''آ......آپ؟'' پرنیاں نے غصے میں سر اٹھا کر اسے گھورا تھا کہ نظر اس کے ہاتھ میں موجود اپنے دوپٹے پہ جا ٹھہری اس کا چہرا جانے کس احساس سے دہک کر انگارہ ہوا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر جھپٹنے کے انداز میں اس سے اپنا دوپٹہ چھینا تھا اور سرعت سے اپنے گرد لپیٹ لیا۔

''دکھائیں، زیادہ تکلیف ہے پیر میں۔'' معاذ اس کے مدمقابل پنجوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا تھا، پرنیاں شدید تکلیف کے باوجود بدک کر نہ صرف فاصلے پہ ہوئی بلکہ اٹھ کر بھی کھڑی ہو گئی۔

''کچھ نہیں ہوا مجھے اور کچھ ہوا بھی ہو تو آپ کی ہیلپ نہیں چاہیے، سو پلیز آپ جائیں یہاں سے۔'' شدید غصے میں وہ کچھ زیادہ ہی بدلحاظ ہو گئی تھی، معاذ کی صبیح پیشانی پہ ایک شکن نمودار ہوئی تھی، کشادہ آنکھوں میں ناگواری کا عکس لہرایا مگر اس نے خود پہ قابو پا لیا تھا۔

''اندر چلیں۔'' اس نے ایک قدم بڑھا کر درمیانی فاصلہ سمیٹا اور اسے بازو کے حلقے میں لے لیا، پرنیاں ماہی بے آب کی مانند مچھلی تڑپی مگر معاذ کے سامنے اس کی ایک نہیں چلی تھی۔

''اس مزاحمت کو یہیں ترک کر دیں پرنیاں یہی بہتر ہے ورنہ میں آپ کو گود میں اٹھا کر بھی لے جا سکتا ہوں اور آپ مجھے روک نہیں سکتی ہیں۔'' اس کا لہجہ سنگینی لئے ہوئے بے لچک تھا، پرنیاں یکلخت سرد پڑ گئی، اس نے سہی ہوئی نظروں سے معاذ کو دیکھا، وہ بے حد سنجیدہ تھا اور اس کی سمت متوجہ نہیں تھا، پھر اس کی ہی چلی تھی، وہ اسے سہارا دیئے ایک طرح سے اسے اٹھا کر ہی لایا تھا، اس کا سارا بوجھ تقریباً اس نے خود اٹھایا ہوا تھا، پرنیاں اس قربت میں حواسوں کو سلامت نہیں رکھ سکتی تھی، ڈوبتی دھڑکنوں کے ساتھ اس نے آنکھیں میچ لی تھیں، معاذ نے کمرے میں لا کر اسے صوفے پہ لٹا دیا تھا، پھر کشن اٹھا کر اس کے سر کے نیچے رکھے اور خود اس کے پیر کا معائنہ کرنے لگا، پرنیاں چپ چاپ آنسو بہائے گئی تھی، اسے یہ احساس مارے ڈال رہا تھا کہ معاذ اس کے ساتھ ایسا کیوں کرنے لگ گیا تھا، ہر خیال منفی تھا ہر سوچ شدید تھی، وہ بس یہی سوچے جاتی تھی معاذ کا ہر لڑکی سے یہی ایٹی ٹیوڈ رہا ہوگا خاص طور پہ انگلینڈ میں، وہاں تو اسے کیا مشکل پیش آئی تھی، اس کی شائننگ گراونڈ پرسنالٹی تھی نا جسے وہ کیش کرا کے اپنا وقت رنگین کرتا رہا ہوگا، یہاں گھی اگر سیدھی انگلی سے نہیں نکلا تو اس نے انگلی کو ٹیڑھا کر لیا، زور زبردستی جبر...... تو یقیناً وہ ایک عیاش اور بدفطرت انسان تھا، جس کا مقصد بس اپنا وقت اچھا گزرنا تھا، گناہ اور ثواب کی ایسے لوگوں کے نزدیک کیا اہمیت بھلا...... وہ معاذ کے اس روپ سے گھن محسوس کر رہی تھی، وہ خدا سے بھی شاکی ہوتی جا رہی تھی، جس نے اس جیسی لڑکی کو ایسا بدکردار ساتھی دیا تھا، وہ ہمیشہ معاذ کو شدت پسند کہتی تھی حالانکہ وہ خود بھی کچھ کم شدت پسند نہیں تھی۔

''اتنی نازک ہیں تو پھر اس نزاکت سے سمجھوتہ بھی کر لیں، مردانہ قسم کی اچھل کود سے پرہیز کیا کریں، گوشت پھٹ گیا ہے ٹخنے کے نیچے سے، یعنی اگلے کئی دن کا مکمل بیڈ ریسٹ۔'' وہ اٹھتا ہوا کسی قدر جھلا کر کہہ رہا تھا پرنیاں نے سن کر بھی ان سنی کر دی تو معاذ نے بغور اسے دیکھا تھا پھر اس کے بہتے آنسوؤں کو دیکھتا نزدیک آ گیا، اس کے بھیگے گال کو انگشت شہادت سے چھوا اور اسے ہونٹ بھینچ کر دیکھنے لگا۔

''ان آنسوؤں کی وضاحت کریں گی پرنیاں!'' اس کا لہجہ سرد تھا، پرنیاں نے منہ پھیر لیا، معاذ کے اندر اس کے انداز نے آگ دیکھا دی۔

''مجھے اپنا نظر انداز ہونا ہرگز پسند نہیں ہے پرنیاں، سو بی کیئرفل نیکسٹ ٹائم!'' اس کا تنبیہی انداز پرنیاں کو بے حد ناگوار محسوس ہوا تھا، اس سے پہلے کہ کچھ کہتی دروازے پہ دستک دے کر کشمالہ اندر آئی تھی۔

''کھانا لگا دوں جی؟'' معاذ نے ایک نظر کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ ڈالی پھر کشمالہ کو اثبات میں جواب دیا تھا، اس کے جانے کے بعد پرنیاں کی سمت متوجہ ہوا۔

''کھانا کھا کر چلنے کی تیاری کیجئے گا، وہاں جا کے ہی آپ کے پاؤں کا کچھ علاج ہو سکے گا۔'' پرنیاں نے اب بھی جواب نہیں دیا، معاذ پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا، پرنیاں آنکھوں پہ بازو رکھے پھر سے رونے لگی، اس کا دل بھرایا جا رہا تھا، معاذ کا رویہ اس کی دل شکنی اور دل آزاری کا مسلسل باعث تھا آخر کس حد تک اعلیٰ ظرفی دکھائی وہ معاذ اس کی ہر کوشش کو اپنی ہٹ دھرمی اور زعم کی ٹھوکر رسید کر کے اسے ریزہ ریزہ بکھیر دیا کرتا تھا۔

''کھانا یہاں کیوں لگا رہی ہو کشمالہ، کچن میں لگا دو ٹیبل پہ۔'' برتنوں کی کھنک پہ پرنیاں نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر گلوگیر آواز میں کہا تھا۔

''صاحب نے ادھر لگانے کا کہا ہے بی بی جی۔'' کشمالہ کے جواب پہ پرنیاں ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی۔

''اٹھو کھانا کھاؤ۔'' معاذ تولیے سے ہاتھ خشک کرتا اندر آ کر بولا تھا، کشمالہ صوفے اور ٹیبل کے نزدیک ایک کرسی یقیناً معاذ کے لئے ہی رکھ کر گئی تھی، معاذ اسی چیئر پہ بیٹھ گیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' پرنیاں نے نخوت سے جواب دیا تھا۔

''کیوں بھوک نہیں ہے؟ آپ نے دوپہر بھی کھانا نہیں کھایا تھا میں جانتا ہوں۔'' معاذ نے اب کے قدرے نرمی سے کہا تھا مگر پرنیاں پہ اثر نہیں ہو سکا، اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر معاذ نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکے سے اٹھا کر بٹھا دیا تھا، پرنیاں ایک پل کو حق دق رہ گئی تھی، پھر ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا۔

''آپ میری جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ کھانا نہیں ہے بھوک۔'' وہ چیخ پڑی تھی۔

''نہیں چھوڑ سکتا جان من، مجبوری ہے، چلو بتاؤ میں کھلاؤں اپنے ہاتھ سے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں گھستا ہوا مسکراہٹ دبا کر بولا، پرنیاں نے بے اختیار اس کی بولتی شوخ آنکھوں سے نظریں چرائیں اور روہانسی ہو کر بولی تھی۔

''ایسا کیوں کر رہے ہیں آپ معاذ؟''

''معاذ!'' وہ اچھل پڑا تھا اور بے اختیار ہنسا۔

جاؤں سو جان سے اس طرز تکلم پہ نثار
پھر سے فرمایئے کیا آپ نے ارشاد کیا

پرنیاں کے چہرے پہ جیسے آگ سی دہک اٹھی، اس نے بے داری سے ہونٹ کچلے تھے۔

''آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ......''

''ورنہ کیا؟ کیا کریں گی مادام آپ؟''

جان و دل ہوش و حواس صبر و قرار تو لے چکے
اور بھی آپ کو کچھ درکار ہے کہ بس

وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تھا، پرنیاں نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں، اس شخص کو لوٹ لینے کے کتنے انداز برتھے، برجستگی، شگفتگی بے ساختہ گفتگو حسب حال شاعری، کتنی لڑکیوں کو بے وقوف بنا چکا ہوگا، میرا تو اسے نمبر بھی یاد نہیں ہوگا، اس کا دل رونے سا لگا۔

''کیا سوچ رہی ہی، کھانا کھالیں پھر ہمیں جانا بھی ہے۔''

''آپ جایئے گا، مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔'' پرنیاں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا، معاذ نے سر کونفی میں زور و شور سے جنبش دی تھی۔

''ایسا ممکن نہیں ہے مادام! آپ کو میرے ساتھ ہی جانا پڑے گا، چاہے خوشی سے چاہے زبردستی۔'' وہ بے نیازی سے نخوت کا مخصوص انداز خود بخود اس کے لہجے میں شامل ہوگیا تھا جو پرنیاں کو روہانسا کر گیا تھا۔

''زبردستی کے قائل کیوں ہیں آپ؟ زبردستی سے محبت نہیں ہو جایا کرتی۔'' وہ چیخ کر بولی تھی، منہ کی سمت لقمہ لے جاتے معاذ کا ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوگیا تھا، اس نے تھم کر بہت دھیان سے پرنیاں کو دیکھا پھر زعم سے گویا ہوا تھا۔

میری آنکھوں کے جادو سے شاید تم ناواقف ہو
جس پہ مجھ کو پیار آ جائے اس کو پاگل کر دیتا ہوں
چھوڑ کے مجھ کو جانے والا لوٹ کے واپس آ کے گا
دائیں بائیں آگ لگا کر آگے جنگل کر دیتا ہوں

''آزمائش شرط ہے۔'' اسی طرح اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ متکبرانہ انداز میں بولا تھا، پرنیاں دانت بھینچ کر رہ گئی۔

''آں آں ہوں، مت اٹھیں، مجھے بتائیں کیا چاہیے، ابھی حاضر کر دیتا ہوں۔'' اسے اٹھتے دیکھ کر معاذ نے بے اختیار ٹوکا تھا، پرنیاں گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''میں نے پپا سے بات کرلی ہے، اب انہیں آپ سے میری شادی پہ کوئی اعتراض نہیں، اب تو آپ کو خوش ہونا چاہیے۔'' وہ موضوع گفتگو بدل چکا تھا، پرنیاں خاموش رہی، معاذ کچھ دیر اسے دیکھا تھا، پھر دوبارہ بولا۔

''وہ آپ کی رقیب ہے نا نیہاں، مجھ سے اظہار محبت کر رہی تھیں۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا، پرنیاں ایکدم چونکی تھی، اس کا چہرا متغیر ہو کر رہ گیا، معاذ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا تھا پھر گلا کھنکارا۔

''اپنا پروپوزل خود پیش کر رہی تھیں۔''

''تو کر لیتی تھی شادی، مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔'' وہ پھٹ پڑی، معاذ بے اختیار ہنس دیا۔

''آپ کو جیلسی نہیں ہوئی؟''

''میرا آپ سے کیا تعلق؟'' وہ بری طرح سلگی، معاذ نے اب کی مرتبہ اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

''کیا کہا آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں؟ آپ کو یقین ہے اس بات کا؟'' اس کا ٹھہرا ہوا لہجہ گمبھیرتا سمیٹ لایا تھا، پرنیاں نے جز بز ہو کر اسے دیکھا۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''یہی کہ آپ کا واقعی مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے؟'' معاذ اب کچھ اور سنجیدہ ہو چکا تھا، پرنیاں کی سانسیں الجھنے لگیں، وہ جھنجھلا کر پھر اٹھی تھی، معاذ نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''کہاں جا رہی ہیں؟''

''آپ کے پاس میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتی۔'' اس نے تڑخ کر جواب دیا تھا معاذ ہنستا چلا گیا، پھر اسی ہنسی کے دوران بامشکل بولا تھا۔

''بے وقوف ثابت ہوگئی ہیں آپ۔''

''کیا مطلب؟'' پرنیاں کو آگ سی لگ گئی تھی اس ٹائٹل پہ۔

''مطلب یہ کہ......''

تجھ کو الجھا کے کچھ سوالوں میں
میں نے جی بھر کے تجھ کو دیکھا ہے

اس کے فریش کھنکتے لہجے پر پرنیاں پہ جیسے گڑوں کے حساب سے پانی پڑ گیا تھا، اس کی شوخ نظروں کے آگے وہ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہیں سکی تھی۔

☆☆☆

معاذ بہت عجلت میں سیڑھیاں اتر رہا تھا، گولائی کا موڑ مڑتے ہی پرنیاں ایکدم اس کے سامنے آ گئی، جہاں پرنیاں خائف ہوئی تھی معاذ کے گویا دل کی کلی کھل اٹھی۔

''کدھر بھاگتی پھر رہی ہیں، تین دن کا ریسٹ بتایا تھا آپ کو، کالج سے چھٹی کر لی اور گھر میں کلانچیں بھری جا رہی ہیں۔'' دلی کیفیت کے برعکس اس کا لہجہ و انداز کڑا تھا، پرنیاں کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا، لمبی پلکیں خفت سے جھک گئیں۔

''ابھی اٹھی ہوں بستر سے، وہ بھی بھابھی کے کہنے پہ۔'' وہ منمنائی تھی۔

''بھابھی آپ کی ڈاکٹر ہیں جو ان کی اجازت ملی اور آپ نے......''

''اب اتنا بھی درد نہیں ہے مجھے۔'' پرنیاں اس کی ڈانٹ کا دورانیہ بڑھتا دیکھ کر درشتی سے بولی تھی۔

''اچھا آپ کو بہت پتہ ہے، سوری آپ تو خود ڈاکٹر ہیں میں یہ بات تو بھول ہی گیا، ساری قابلیت ہے آپ کے پاس ڈگریوں کے ثبوت سمیت۔'' وہ طنز سے بولا، پرنیاں شرمندگی سے سرخ پڑنے لگی، کچھ کہے بغیر وہ یونہی سرخ چہرے کے ساتھ پلٹی اور آہستگی سے چلتی راہداری عبور کر گئی، معاذ سیڑھیاں پھلانگتا نیچے آ گیا، اس پل جنید بھائی کاٹن کے کھڑ کھڑاتے سوٹ میں اپنے کمرے سے نکلے تھے۔

''چلیں بھائی تیار ہیں سب؟'' ان کی مخاطب زینب اور ماریہ تھیں جو تیار بیٹھی تھیں چادریں اوڑھے۔

''کہاں کی تیاری ہے جناب؟'' معاذ کی مداخلت پہ ماریہ جوش سے بولی تھی۔

''سی سائیڈ لے کر جارہے ہیں ہمیں جنید بھائی۔''

''ہمیں سے مراد کون کون؟'' معاذ نے بھنویں اچکائیں۔

''سب ہی پرنیاں، نوریہ، صوریہ میں ماریہ بھابھی، زیاد، حسان اور آپ چاہیں تو آپ بھی۔''

''پرنیاں کا پیر ٹھیک نہیں ہے پتہ ہے آپ لوگوں کو؟'' معاذ تیوری چڑھا کر بولا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب ہمیں بھی احساس ہے مگر وہ تفریح پہ جانا چاہتی تھی، اب پیر اتنا بھی درد نہیں کرتا، آئی تھیں ابھی تک۔'' جنید بھائی نے اسے گھورا تھا، معاذ کھنکارا۔

''میں نے ڈانٹا ہے اسے، اب یقیناً اس ظلم کے مظاہرے پہ احتجاج بلند ہو رہا ہوگا۔'' معاذ نے ہونٹوں کا کونہ دانتوں تلے داب کر اصل واقعہ بیان کیا، جنید بھائی نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''تمہیں کوئی کام نہیں ہے اسے ڈانٹنے کے سوا؟ اچھے استاد بنے ہو تم، جاؤ اب منا کے لے کر آؤ۔'' جنید بھائی نے اسے ہی لتاڑنا شروع کر دیا تھا، معاذ نے سر کھجایا۔

''آپ کا حکم سر آنکھوں پہ لیکن اگر ذرا دیر ہو جائے تو گھبرایئے گا نہیں، اس طرح کے کاموں میں دیر سویر تو ہو ہی جایا کرتی ہے۔'' جنید بھائی کو آنکھ مار کر شرارت سے کہتا وہ سیڑھیاں چڑھ گیا تھا، وہ سب کھسیا کر ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے، معاذ اوپر آیا تو کچھ لمحے بند دروازے کے باہر رک کر سانس بحال کی تھی پھر دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا، پرنیاں بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی، نازک وجود ہچکیوں سے لرزتا تھا اور ریشمی بالوں کا مخملیں آبشار بستر پہ دور تک بکھرا ہوا تھا، ذرا سا غور کرنے پہ معاذ جان گیا تھا کہ وہ جانے کی تیاری مکمل کر چکی تھی، معاذ نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا، پرنیاں کا لرزتا وجود یکلخت ساکن ہو گیا، اگلے لمحے وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی تھی، بیڈ پہ بکھرا ریشمی بالوں کا آبشار سمٹتا سرکتا، اس کی پشت پہ جا گرا جبکہ وہ اسے روبرو پا کر گھبرا کر سرو قد کھڑی ہو گئی تھی۔

''آ......آپ؟'' اس کی سحر انگیز آنکھوں میں یہاں وہاں ہراس بکھر گیا۔

''کیوں میں یہاں نہیں آ سکتا۔'' معاذ نے بھنویں اچکائیں تھیں۔

''کیوں آئے ہیں یہاں؟'' وہ سخت کوفت زدہ ہو کر بولی۔

''سوری کرنے، پرنیاں آپ کو مجھے ایسے نہیں ڈانٹنا چاہیے تھا، جایئے نیچے آپ کا سب لوگ ویٹ کر رہے ہیں۔'' پرنیاں ششدر سی اسے دیکھتی رہ گئی، کیا تھا وہ کبھی شعلہ کبھی شبنم، کتنے رنگ تھے اس کے ہر رنگ پہلے سے زیادہ جان لیوا اور سحر طاری کرتا ہوا، وہ گم صم ہو گئی تھی۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ ایسے مت دیکھو یار، گنہگار بندہ ہوں، بہک گیا اور کوئی گستاخی کر دی تو پھر شکوہ کرو گی۔'' اس کا لہجہ دھیما اور سحر انگیز تھا، لبوں کی تراش میں دل آویز مسکان رقصاں تھی، جذبوں سے پر لو دیتی آنکھیں کتنے استحقاق سے اسے دیکھ رہی تھیں، پرنیاں کا شرم اور خفت سے برا حال ہو گیا، اس نے گڑبڑا کر تیزی سے رخ بدل لیا۔

''او کے میں آ جاتی ہوں، آپ جائیں۔'' اس نے جیسے جان چھڑانا چاہی تھی۔

''اب یہاں رک کر کیا کریں گی؟ تیاری تو مکمل ہے آپ کی، میرے ساتھ ہی چلیں۔'' اس نے اپنے مخصوص فیصلہ کن اور اٹل انداز میں کہا تھا، پرنیاں دل ہی دل میں تلملائی ضرور مگر بحث نہیں کی، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رک کر اس نے بالوں میں از سر نو برش پھیرا دراز کھول کر کوئی کیچر ڈھونڈنے لگی، سلور کلر کا کیچر جس پہ چمکتا ہوا پتھر اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہا تھا نکال کر اس نے بالوں کو سمیٹ کر لگانا چاہا تھا کہ تب سے اس کی کاروائی خاموشی سے دیکھتا معاذ بے اختیار آگے بڑھ آیا۔

''اونہہ، پرنیاں میرے خیال میں آپ کے بال کھلے ہوئے زیادہ اچھے لگتے ہیں، ایسے ہی رہنے دیں انہیں۔'' اس نے صرف کہا نہیں تھا، اس کے قریب آیا پھر ہاتھ بڑھا کر کیچر نکال دیا تھا، بے تحاشا گھنے سیدھے بال ڈھلک کر پرنیاں کی نازک پشت پہ سیدھے گرنے لگے، پرنیاں اس کی اس حرکت پہ ساکن رہ گئی تھی، اس کے وجود کی آنچ دیتی قربت اور ملبوس سے اٹھتی مہک نے اس کے حواس سلب کر لئے تھے، وہ جیسے پتھرا سی گئی تھی، معاذ نے کسی قدر شوخ نظروں سے اسے دیکھا پھر اطمینان بھرے انداز میں مسکرایا۔

''نائس، ناؤ یو لکس ویری پریٹی۔'' پرنیاں کو اس کی آواز ہی حواسوں میں لے کر آئی تھی، اس کے لئے یہ لمحے قیامت خیز تھے، وہ جتنا اس کی قربتوں سے بھاگتی تھی وہ اس قدر اس کے قریب آتا تھا، شاید اس کی بے بسی کو جان گیا تھا اور دانستہ زچ کرتا تھا اور ہر بار پہلے سے بڑھ کر بے باکی کا مظاہرہ کیا کرتا۔

''واٹ ہیپنڈ؟'' معاذ نے جھکتے سے سوال کیا تھا، وہ خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

''آئی تھنک آج آپ نے پہلی بار مجھے دھیان سے دیکھا ہے اور میری وجاہت کی تاب نہیں لا پائیں، بس جی اللہ کا کرم ہے کبھی غرور نہیں کیا میں نے۔'' مسکراہٹ دبائے وہ بظاہر انکساری سے کہہ رہا تھا، پرنیاں کے اندر ایک ساتھ بہت سارے احساس امڈے، غصہ وحشت، اکتاہٹ اس نے ہونٹ بھینچ کر معاذ کو پیچھے کی جانب دھکا دیا تھا، پھر بھینچے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''آپ چلے جائیں یہاں سے۔'' معاذ نے جواباً اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

''مجھے آپ کا یہ لہجہ و انداز بالکل پسند نہیں، کتنی مرتبہ بتاؤں؟'' پرنیاں نے ان سنی کی تھی اور پیروں میں الجھتا دوپٹہ سنبھالتی کترا کر کمرے سے نکل آئی، وہ سب اس کے منتظر تھے اس کے پہنچتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

تو پیا سے مل کے آئی ہے
بس آج نیند پرائی ہے

زینب نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی، پرنیاں نے گھبرا کے اسے دیکھا، پھر آنکھیں جھکا لی تھیں۔

''لالہ بہت پاورفل ہیں جناب، کچھ بھی کر سکتے ہیں، آپ کے چہرے پہ سنہرے قوس و قزح سجانے سے لے کر ہر مشکل بات منوانے تک۔'' وہ ہنس رہی تھی، پرنیاں کی سنجیدگی میں فرق نہیں

آیا تھا، وہ جا کر ماریہ اور حوریہ کے ساتھ بیٹھ گئی، دوسری جانب زینب تھی، فرنٹ سیٹ پہ جنید بھائی اور زیاد موجود تھا، شاید معاذ ساتھ نہیں جا رہا تھا، اس نے سکون کا سانس لیا، وہ معاذ کی ہمہ وقت شوخی سے عاجز آ گئی تھی، اس کا یہ شوخ و شنگ انداز اپنے اسی شک کی بنا پہ اسے ہرگز نہیں اچھا لگ رہی تھا، دوران سفر ان سب کی شوخیوں کے باوجود وہ سوچوں میں گم اور کلستی رہی تھی۔

ساحل پہ آنے کی خواہش بھابھی کی تھی، چند دنوں تک ان کی ڈلیوری متوقع تھی اور جنید بھائی ان کی ہر خواہش پہ لبیک کہہ رہے تھے، یہاں جس جگہ وہ آئے تھے رش نہ ہونے کے برابر تھا، اس کے باوجود جنید بھائی اور زیاد انہیں قدرے فاصلے پہ بالکل الگ تھلگ گوشے میں لے آئے تھے، کھانے پینے کا سامان اور چٹائی وغیرہ زیاد نے اٹھا رکھی تھی احسان اور ماریہ حوریہ وغیرہ تو اس وقت پانی میں اتر گئے تھے، ڈھلتی ہوئی شام کا عکس ساحل کی ریت کے سرمئی پن کو اور گہرا کر رہا تھا، ڈوبتے سورج کا رنگ پانی میں گھل کر سطح پہ سونا بکھیر رہا تھا، ٹھنڈی ہوا نے مزاج پہ اچھا اثر ڈالا تھا، وہ ریت پہ آہستگی سے چلتی آگے بڑھنے لگی، وائیٹ سوتی بے حد خوبصورت ایمبرائیڈ سوٹ کا بڑا سا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی وہ جھک کر پیروں کو جوتوں سے آزاد کرنے لگی، گیلی ریت پر چہل قدمی کا اپنا لطف تھا وہ اسی سے محفوظ ہونا چاہتی تھی، کچھ دیر سب پانی میں بھیگتے رہے اس کے بعد بھابھی نے انہیں آواز دے کر بلایا تھا، سورج مکمل طور پہ ڈوب چکا تھا، رخصت ہونے کی تیاری کرتے سورج کی روشنی بالکل مدھم پڑ گئی تھی، سامنے سمندر کی وسعت میں آسمان کا کنارہ مدغم ہوتا لگ رہا تھا۔

یہی وہ لمحہ تھا جب معاذ اور جہان نے اپنی بائیک وہاں لا کر روکی تھی، پرنیاں کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، اسے اپنی یہ تفریح بھی غارت ہوتی ہوئی لگی تھی، اس کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا تھا، ناگواری کا رنگ جسے معاذ نے بہت شدت سے نوٹ کیا۔

''بائیک پہ کیوں آئے آپ لوگ، نوریہ کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟'' زیاد نے اسی وقت ان سے جرح شروع کر دی تھی۔

''اللہ کے بندے سانس تو لینے دو، چائے تو پینے دو۔'' معاذ نے چہرے پہ بیچارگی طاری کر لی۔

''میری تو پکنک غارت کر دی نا، میں جا رہا ہوں واپس۔'' غصے میں پیر پٹختا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا معاذ نے آنکھیں پھاڑیں تھیں۔

''ہائیں ابھی سے یہ حال ہے بعد میں کیا کرو گے لڑکے، وہ خود نہیں آئی، کہہ رہی تھی طبیعت خراب ہے، اس کی وجہ سے ہم بھی نہ آتے مگر یہاں بھی کچھ لوگوں کی تفریح غارت ہو سکتی تھی۔'' معاذ نے مسکراہٹ دبا کر پرنیاں کو دیکھا جس کے چہرے پہ لاتعلقی اور نخوت تھا، معاذ نے یونہی ہلکی پھلکی باتوں کے ساتھ صرف زیاد کا نہیں باقی سب کا بھی موڈ بحال کر دیا تھا، جب وہ چائے کے دوگ پی کر سارے اسنیکس بھی چٹ کر چکا تب سب نے مل کر اس سے گانے کی فرمائش کر دی تھی۔

''انکار نہیں ہونا چاہیے لالے، فل رومنٹک ماحول ہو، بقول شاعر۔''

رات بھی خوب ہے پاس محبوب ہے

زیاد نے شوخی سے آنکھیں گھمائی تھیں، جہاں پرنیاں کی رنگت دہک گئی معاذ لطف لے کر ہنسنے لگا، پھر براہ راست پرنیاں کو دیکھ کر بولا تھا۔

''مجھے تو اعتراض نہیں، ان سے پوچھ لو۔''

''کیا پوچھ لیں؟'' زیاد نے آنکھیں نکالیں۔

''انہیں اعتراض نہ ہو میرے گانے پہ، یار اب ناراضگی تو نہیں چاہتے نا ہم۔'' وہ بن کر بولا اور ان سب نے اسے ہوٹ کرنا شروع کر دیا تھا۔

''اتنے ہی شریف ہیں نا جیسے آپ، ان سے پوچھ کر تو ہر کام کرتے ہیں، میں جورو کا غلام بن کے رہوں گا، آپ پہ ہی تو بنا ہے۔'' ہر سمت سے ہونے والی سنگ باری معاذ نے گھبرا کر جلدی سے حامی بھر لی تھی۔

''او کے سناتا ہوں چپ کرو پلیز۔'' وہ سب اپنی کامیابی پہ دانت نکالنے لگے، معاذ نے گلا کھنکار کر پرنیاں کو دیکھا۔

''گانا، گانا، گانا......'' زیاد اور حسان کے ساتھ جنید بھائی بھی مل گئے۔

''یار میرا شاعری کا موڈ ہے، وہ نہ سنا دوں؟''

''پہلے گانا پھر شاعری۔'' زینب نے فیصلہ کر دیا اور معاذ نے کاندھے اچکائے تھے۔

تمہارے سوا کچھ نہ چاہت کریں گے
کہ جب تک جئیں گے محبت کریں گے
نظر چاہتی ہے دیدار کرنا
یہ دل چاہتا ہے تمہیں پیار کرنا
وفا میں تمہاری ڈوبے رہیں
ہم ہے کیا حال دل کا یہ کیسے کہیں ہم
مہکنے لگے لگا بدن یہ تمہارا
ہم آنکھوں سے ایسی شرارت کریں گے
تمہارے سوا کچھ نہ چاہت کریں گے
کہ جب تک جئیں گے محبت کریں گے

پرنیاں کا سرد مہرا اجنبی تاثر زائل ہوا اس کی جگہ حجاب اور گھبراہٹ نے لے لی تھی، اس کا چہرا ہی نہیں پورا بدن جل اٹھا تھا، پتہ نہیں وہ اتنا بے باک کیوں تھا، ہر قسم کے اظہار میں چاہے وہ زبانی ہو یا عملی، اس سے اتنے لوگوں کے بیچ ان بے باک جذبوں کا اظہار خفت سے سرخ کر گیا تھا۔

اس نے لرزتی پلکیں لمحہ بھر کو اٹھائیں، وہ بڑی والہانہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، ان نگاہوں میں کچھ ایسی جنوں خیزی اور ایسی لپک تھی کہ پرنیاں کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی، اس نے کہیں پڑھا تھا ہر مرد کے اندر ایک فاتح ہوتا ہے، وہ راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو زیر کرنا چاہتا ہے ورنہ اس کی انا بد مزا ہوتی ہے، اسے اپنا آپ بھی معاذ کے لئے ایک رکاوٹ محسوس ہوا تھا جسے وہ کسی بھی قیمت پہ زیر کر لینا چاہتا تھا، وہ سمجھ ہی نہ سکی، جان ہی نہ سکی کہ

اس کی دلربائی قیامت خیز تھی اور معاذ اسی دلربائی کا اسیر ہو گیا تھا، سب نے معاذ کو بے پناہ داد سے نوازا تھا، شاید کوئی بھی اس کی طرح حساس ہو کر یا پھر شدت پسندی سے نہیں سوچتا تھا، اب اس سے نظم سننے کی فرمائش ہو رہی تھی، پرنیاں نے ہونٹ بھینچے اور سر جھکا لیا، چاندنی کا غبار اب ہر سو پھیل رہا تھا، یہ ماحول بھی گویا سحر انگیز طلسماتی دنیا کا ہی ایک عکس لگ رہا تھا، چاندنی کی چمکتی کرنیں سمندر کی پرشور لہروں پر بے دریغ اپنا حسن لٹا رہی تھیں، معاذ کی ساری توجہ اسی پہ تھی، سفید سوٹ میں ملبوس وہ چاندنی کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتی تھی، پرلز کے ایئر رنگ اس کے شفاف تر و تازہ گلاب چہرے پہ اپنی رعنائی کا عکس بکھیر کر اس کو کچھ اور حسین بنا کر دکھا رہے تھے، بہتی چاندنی اور لہروں کے شور نے ایک طلسم بکھیر دیا تھا اور اس ماحول میں وہ گم صم خود سے بے نیاز لڑکی ایسی ساحرہ لگ رہی تھی جو اپنے حسن کی سحر انگیزی سے دیکھنے والوں کو پتھر بنا دیتی ہے، وہ بھی اس کے سحر میں گم ہو رہا تھا، ایسے میں اس کا گمبھیر تر لہجہ بے اختیار دل کو چھونے لگا۔

میں ایک فرد ہوں عام سا اک قصہ نا تمام سا
نہ لہجہ بے مثال ہے نہ بات میں کمال ہے

''اف اتنی انکساری، وہ بھی سب کچھ ہوتے ہوئے۔'' زیاد نے گال پیٹے تھے مگر وہ مگن رہا۔

ہوں دیکھنے میں عام سا اداسیوں کی شام سا
جیسے اک راز ہوں خود سے بے نیاز ہوں
نہ صہ جبینوں سے ربط ہے نہ شہرتوں کا خبط ہے

زیاد کو اچھو لگ گیا، وہ خاصی دیر تک کھانستا رہا، معاذ نے جھینپ کر اسے ایک دھپ لگا دی، پرنیاں کے چہرے پہ زہر خند پھیلا۔

رانجھا نہ قیس ہوں انشاء نہ فیض ہوں
میں پیکر اخلاص ہوں وفا دعا اور آس ہوں
میں شخص خود شناس ہوں تم ہی کرو اب فیصلہ
میں فرد ہوں عام سا یا پھر بہت ہی خاص سا

''اف..... تو یہ قصہ تھا، میں پہلے ہی حیران تھا آپ اور یہ عاجزی کا عالم میں تو مرنے والا تھا، شکر ہے آپ نے سچ تو بولا۔'' وہ جیسے ہی خاموش ہوا زیاد بلبلانے لگا تھا، باقی سب مسکرا رہے تھے، معاذ نے پرنیاں کو دیکھا گلابوں کی سی تازگی لئے نوخیز چہرا، ملکوتی سبک نقوش، بھرے بھرے گداز ہونٹ، سیاہ گھور آنکھیں جن میں چاند ستاروں کی جگمگاہٹ بھری ہوئی تھی جیسے چاند کی روشنی میں وہ خود بھی دمک رہی تھی، مگر اس کا انداز بالکل سرد اور اجنبی تھا، جیسے کوئی تعلق واسطہ ہی نہ ہو، واپسی پہ جب وہ پھر سب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے لگی، معاذ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''بے تم گاڑی میں چلے جاؤ، پرنیاں کو مجھے کچھ کہنا ہے۔'' معاذ اس کے احتجاج اور مزاحمت کو خاطر میں لائے بغیر سنجیدگی سے بولا تھا، وہ سب ہنستے مسکراتے اسے وش کرتے وہاں سے چلے گئے، پرنیاں اپنے لاتعداد خدشوں اور سراسمگیوں کے ساتھ ہولتی وہاں اس کے ساتھ تنہا کھڑی رہ گئی۔

''اگر آپ نے مجھ سے کسی قسم کی کوئی بدتمیزی کی تو میں سمندر میں کود کر جان دے دوں گی، یاد رکھیئے گا۔'' اسے اپنی سمت دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکراتے پا کر وہ اتنا بھڑکی تھی کہ ہیجانی کیفیت کے زیر اثر چلا پڑی، معاذ کے چہرے کی مسکان لمحے کے ہزارویں حصے میں غائب ہو گئی تھی۔

''میں جانتا ہوں آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے، شاید آپ مجھے اپنے قابل بھی نہیں سمجھتیں اور......''

''مجھے یہاں کیوں روکا ہے، اس طرح، بتائیں مجھے، آپ کو میری عزت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔'' وہ رو ہی پڑی تھی، معاذ نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''آپ کو مجھ سے اپنی عزت کی پامالی کا خوف ہے؟'' وہ ششدر ہو کر اور کچھ سلگ کر بولا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''گھر چلیں۔'' اس نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔

''چلیں۔'' معاذ نے ہرگز تردد نہیں کیا، جینز کی جیب ٹٹول کر بائیک کی چابی نکالی پھر بائیک کو سیدھا کیا تھا اور خود اس پہ سوار ہو گیا، کک لگاتے ہوئے جیسے کچھ یاد آنے پہ بولا تھا۔

میرا کچھ سامان تمہارے پاس پڑا ہے
وہ ساون کے کچھ بھیگے بھیگے دن رکھے ہیں
اور میرے اک خط میں لپٹی رات پڑی ہے
وہ رات بجھوا دو

میرا وہ سامان لوٹا دو
پت جھڑ ہے
کچھ ہے نا......؟
پت جھڑ میں کچھ پتوں کے گرنے کی آہٹ
کانوں میں اک بار پہن کے لوٹائی تھی جو تم نے
پت جھڑ کی شاخ ابھی تک کانپ رہی ہے
وہ شاخ گرا دو

میرا وہ سامان لوٹا دو
ایک اکیلی چھتری میں
جب آدھے آدھے بھیگ رہے تھے
آدھے سوکھے آدھے گیلے
سوکھا تو میں لے آیا تھا
گیلا من شاید تمہارے بستر کے پاس ہو
وہ بجھوا دو

میرا وہ سامان لوٹا دو

ایک سوسولہ تاک کی راتیں
ایک تمہارے کاندھے لگ کر کاٹوں
گیلی مہندی کی خوشبو
جھوٹ موٹ کے شکوے کچھ
جھوٹ موٹ کے وعدے بھی
یاد دلا دوں سب بھجوادو
میرا وہ سامان لوٹا دو

وہ خاموش ہوا تب پرنیاں چونکی تھی اور جیسے اس ٹرانس سے باہر آئی اور قدرے خفیف سی ہو گئی، معاذ ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میرے پاس اپنے جذبوں کی سچائی ثابت کرنے کو کوئی ثبوت نہیں ہے پرنیاں۔'' اس کا لہجہ گمبھیر تھا اور کسی حد تک تھکا ہوا بھی، پرنیاں کچھ نہیں بولی اور اسی خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ بائیک پہ سوار ہو گئی، معاذ جو اس کی جانب سے کسی خوبصورت اظہار کا خواہش مند تھا سرد آہ بھر کے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

بدلتے موسم نے وادی کو سرسبز و شاداب نوخیز کلیوں اور مہکتے پھولوں سے دلفریب حسن عطا کیا تھا، موسم دلکش و دل آویز تھا، سرمئی پہاڑوں کے دامن میں ایک قدرتی جھیل تھی، جس کے اطراف میں پھیلے سبزے میں بکثرت کھلے سرخ گلاب نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے، جھیل کے نیلگوں پانی کی سطح آئینے کی طرح شفاف اور ستھری تھی اور اس میں سبزے و سرخ گلابوں کا عکس یوں نظر آتا تھا جیسے سامنے آئینہ رکھ دیا گیا ہو، تیمور خان نے جیپ وہیں روک دی، اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی اچھل کر اوپن جیپ سے نیچے کودی تھی اور کیمرا تیمور کی سمت اچھال کر خود اپنی تصویریں بنوانے لگی، یہ اسی نائکہ کی فراہم کردہ رنگ برنگی تتلیوں میں سے ایک تھی جو دن رات تیمور خان کا دل بہلا رہی تھیں، جاگیروں اور سرداری کے سارے کام باپ پہ ڈالے وہ اپنا وقت اپنے انداز میں گزارنا پسند کرتا تھا، زینب کی غیر موجودگی کے باعث یہ عیاشی کچھ اور بھی بڑھ گئی تھی۔

''کہاں گم ہو رہے ہیں سائیں! یہاں بھی میری ایک تصویر کھینچیں۔'' لڑکی اداؤں سے لبریز تھی اس پہ اس کا حشر برپا کرتا حسن، تیمور تو فدا ہوا جاتا تھا، وہ سبزے کے درمیان آتشی سفید اور رنج اور سرخ پھولوں کے تختوں کے بیچ کھڑی اس شگفتہ لڑکی کی اداؤں سے گھائل ہو رہا تھا، کیمرا دور اچھال کر وہ لمبے ڈگ بھرتا اس کے نزدیک آیا اور اسے بازوؤں میں بھر لیا، اس نے دانستہ خود کو گرایا تھا اور اگلے لمحے دونوں سبزے سے بھری ڈھلوان سے نیچے لڑھکنے لگے، لڑکی کی شوخ مصنوعی سریلی چیخوں سے ہر سو اک شور سا بچ گیا، تیمور ہنسے گیا تھا، تب ہی اس کی جیب میں پڑا ہوا سیل فون گنگنا اٹھا اور مسلسل بجتا چلا گیا، تیمور نے ایک گالی فون کرنے والے کو بکی تھی اور اس دلچسپ شغل کو ترک کر کے فون جیب سے نکالا، کال اس کے خاص ملازم کی تھی۔

''کیا تکلیف ہے سمندر خان! تمہیں کہا تھی تھا بغیر کسی خاص وجہ کے ڈسٹرب نہ کرنا۔'' اس

نے فون پک کرتے ہی دھاڑ کر کہا تھا۔

''سرکار گستاخی معاف، مگر بات بہت اہم ہے، ایک لڑکی ہے سرکار بے حد خوبصورت شہر سے آئی ہے، راستہ بھٹک کر ہمارے ٹھکانے کی جانب آ گئی، آپ بتائیں کیا کرنا ہے۔'' تیمور خان کی تیوری کے بل کھلنے لگے۔

''اسے سنبھال کر رکھو، میں آ کے بتاؤں گا۔'' اس نے مختصراً کہہ کر فون بند کر دیا۔

''آپ چلے جاؤ گے سائیں؟'' لڑکی گھاگ تھی لمحوں میں اس کے چہرے سے نتیجہ اخذ کر گئی، تیمور چونکا۔

''آں ہاں، جانا پڑے گا، ڈونٹ وری میں پھر آ جاؤں گا۔'' اس کا گال سہلا کر تسلی سے نوازا گیا، لڑکی کا چہرا اتر گیا، وہ جانتی تھی اچھی طرح اپنی اوقات ان جیسوں کو ایسے مرد کسی ٹشو کی طرح اک بار ہی استعمال کرتے ہیں اور وہ استعمال ہو چکی تھی، تیمور نے واپسی کا راستہ عجلت میں طے کیا تھا، لڑکی کو باہر سے ہی چھوڑ کر وہ ایک بار پھر روانہ ہوا، وادی پر غروب ہوتے سورج کی شعاعیں اپنا سونا لٹا رہی تھیں، بدلتے موسم نے برف پگھلا دی تھی جس کے وجود سے بے شمار جھرنے اور آبشار جنم لے چکے تھے، تیمور بہت مہارت سے ڈرائیو کر رہا تھا، یہ سڑک بہت پتلی تھی، دائیں طرف آسمان کی طرح بے وسعت کھائیاں مگرمچھ کی طرح جبڑے کھولے ہولناکی کے احساس کو بڑھاتی تھیں جن کی گہرائیوں کا کوئی تعین کوئی حد معلوم نہ تھی، دوسری طرف فلک بوس پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی کرسٹل کی مانند چمک رہی تھیں، یہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ذرا سی بھی بے احتیاطی موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی، تیمور خان کا نئے شکار کے متعلق سن کر موڈ خوشگوار ہو چکا تھا، اس نے سارا راستہ گنگناتے ہوئے طے کیا تھا، پہاڑی سلسلہ ختم ہوا اور سرسبز علاقہ پھر سے شروع ہو گیا، مزید کچھ سفر کے بعد اس نے گاڑی سبزے سے گھرے آتشی پھولوں کی بیلوں سے ڈھکے ہٹ نما پختہ مکان کے آگے روکی تھی، دو مستعد بڑی مونچھوں والے مسلح ملازم جو پہرے پہ مامور تھے مستعد نظر آتے تھے، اسے دیکھتے ہی احتراماً ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر سلام کیا اور آگے بڑھ کر ایک نے جیپ کا دروازہ کھولا تھا، دوسرے نے گھر کا دروازہ اس کے پہنچنے سے قبل وا کر دیا۔

''لڑکی نے کوئی مسئلہ تو نہیں کیا سمندر خان۔'' وہ اندر آتے ہی اپنے ہمراہ چلتے آدمی سے بولا تھا۔

''نہیں سرکار آپ کے حکم کے مطابق اندر کر دیا تھا، روئی چلائی تو سہی مگر نکلنے سے قاصر تھی۔''

''تم روسٹ تیار کرو، رات کے کھانے میں، باقی سامان موجود ہے۔''

''موجود ہے سائیں۔'' سمندر خان نے سر کو اثبات میں جنبش دی تھی، تیمور خان اپنے پرتعیش کمرے میں آ گیا، جہاں وہ لڑکی بند تھی، خوب گھیر دار سوتی سکرٹ اور بے حد نفیس نیلا ایمبرائڈ بلاؤز وہ لڑکی دراز قد اور واقعی حواس چھین لینے کی حد تک خوبصورت تھی، تیمور خان تو اسے دیکھ کر ہی جھوم اٹھا تھا۔

''ک......کون ہو تم؟'' وہ سراسیمہ سی اسے دیکھتی دیوار سے جا لگی۔

سریلی گھنٹیوں کی آواز جیسے کسی پہاڑ سے جھرنا گرتا ہو، سچ ہے حسن مکمل ہو تب ہی جچتا ہے۔

''بولتے نہیں ہو کون ہو تم؟'' وہ چلائی تھی، تیمور خان نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہا لڑکی پہلے سے الرٹ تھی، اس کا نازک ہاتھ فضا میں گھوما تھا اور تیمور خان کے چہرے پہ جا پڑا تھا، اک شور سا برپا ہوا تیمور خان ہتک کے احساس سے بلبلا گیا، تکلیف تھپڑ کی نہیں توہین کی تھی، وہ جیسے آپے سے باہر ہوا تھا اور بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح آگے بڑھ کر لڑکی کو دبوچ لیا، لڑکی مزاحمت کر رہی تھی، جس کے نتیجے میں اس کے بلاؤز کی دھجیاں بکھرنے لگیں ساتھ ساتھ تیمور خان کے وحشیانہ قہقہے بھی، وہ انسانی سطح سے گر کر جانور درندہ بن گیا تھا۔

☆☆☆

''جہان ذرا کمرے میں آ کر میری بات سن لیں۔'' وہ ابھی سونے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا جب پپا کی کال اس کے سیل پہ آئی تھی، وہ حیران رہ گیا، ٹائم دیکھا بارہ بجنے والے تھے، ایسی کون سی ایمرجنسی ہو گئی تھی، نائٹ ڈریس پہ گاؤن پہن کر وہ ان کے کمرے کی بجائے اسٹڈی روم کی طرف آیا، اگر انہوں نے اس سے ضروری بات کرنی تھی تو پھر یقیناً وہیں کرتے، معاذ کے کمرے کے آگے سے گزرتے ہوئے اس نے ادھ کھلے دروازے سے جھانکا وہ اگلے دن کے لیکچر کی تیاری میں مصروف تھا مگر اس کی آہٹ پہ متوجہ ہو گیا تھا۔

''آؤ نا جے؟'' اسے پلٹتے دیکھ کر معاذ نے مسکرا کر پکارا۔

''نہیں میں چاچو کے پاس جا رہا ہوں۔''

''اس وقت؟ پپا جاگ رہے ہیں؟'' وہ حیران نظر آیا، جہان نے اثبات میں جواب دیا تھا۔

''انہوں نے خود بلوایا ہے مجھے، میں حیران ہوں اس وقت کیا بات کرنی ہے؟'' اس کے لہجے سے تشویش عیاں تھی، معاذ نے شرارت سے آنکھیں نچائی تھیں۔

''کہیں انہیں لاہور والے واقعے کا تو پتہ نہیں چل گیا؟ تمہاری ساس کی اچھی خاصی سورس ہے۔'' جہان کا دل دھک سے رہ گیا، خود اسے بھی یہی خدشہ لاحق ہوا تھا۔

''آئی ڈونٹ نو، دیکھتے ہیں۔'' جہان نے کاندھے اچکا کر بے نیازی ظاہر کی۔

''تم چلو میں بھی آتا ہوں، پپا سے مجھے بھی اک بات کرنی ہے۔'' جہان کمرے سے نکل کر اسٹڈی کے دروازے پہ آن ٹھہرا اور آہستگی سے دستک دی۔

''کم ان، آ جاؤ بیٹے، میں آپ کا ہی انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے دروازہ کھول پپا سگریٹ سلگائے ٹہل رہے تھے، اسے دیکھ کر ٹھٹکے ہوئے انداز میں بولے۔

''جی چاچو؟'' وہ کچھ خائف سا انہیں دیکھنے لگا۔

''تم سوچ رہے ہو گے میں نے آدھی رات کو آپ کو ڈسٹرب کیا مگر......''

''اٹس او کے چاچو خیریت آپ پریشان لگتے ہیں۔'' جہان نے بے حد محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا اس کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑک رہا تھا، جانے کیوں اسے اپنا خدشہ سچ ہوتا لگ رہا تھا۔

''جہان بیٹے اس روز ہم مسز آفریدی کی بات کر رہے تھے، ان کے حوالے سے اگر کوئی بات میرے علم میں نہیں تھی تو آپ کو مجھے بتانی چاہیے تھی۔'' پپا کا لہجہ و انداز بے حد شاکی تھا، جہان کا

دل ایکدم گہرائیوں میں جا کر ڈوبا، چہرا تاریک پڑنے لگا، کچھ کہے بغیر اس کا مجرمانہ انداز میں سر جھکانا ہی پپا کو مضطرب کر گیا تھا۔

''وس از ناٹ فیئر مائی سن، کیا آپ کو ہم میں سے کوئی پہ بھی اعتبار نہیں تھا؟'' وہ بے حد ہرٹ ہو کر پوچھ رہے تھے۔

''آئی ایم ساری چاچو!'' اس کا لہجہ شرمندگی سے بوجھل ہو گیا، اس شرمندگی سے جس سے بچنے کی خاطر اس نے مسز آفریدی کی اپنی سمت اچھالی غلاظت کو بھی اپنے اوپر سجا لیا تھا۔

''ہوا کیا تھا؟ کیوں آپ یہ قدم اٹھانے پہ مجبور ہوئے، آپ بہک گئے ہوں گے آئی کانٹ بلیوات۔'' پپا کے لہجے کے مان نے اس کے تن مردہ میں جان ڈال دی تھی، اتنا سمجھتے تھے یہ لوگ ایسے اسے خود اپنی اس وقت کی سوچ اور بدگمانی پہ ندامت اور یاسیت نے آن لیا، وہ کیوں بھول گیا تھا کہ پپا اس پہ جان دیتے تھے، ایک بار وہ آزماتا تو سہی، اسے پشمانی اور پچھتاوا سا ہونے لگا۔

''کیا بتایا انہوں نے آپ کو؟'' جہان نے لحہ بھر ان سے نظریں چار کی تھیں۔

''ان کی چھوڑو، مجھے آپ بتاؤ کیسے ٹریپ کر لیا اس عورت نے آپ کو؟'' جہان کچھ اور بھی شرمندگی محسوس کرنے لگا اور سنسر کر کے جلتے چہرے سے انہیں بتانے لگا، پپا نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''مجھے وہ خاتون بہت شارپ لگتی ہیں۔'' پپا کے لہجے میں تشویش تھی۔

''آپ نے کسی اور کو تو نہیں کچھ بتایا چاچو؟'' جہان جھجک کر بولا تو پپا کی سوالیہ نگاہیں اس پر تھیں پھر سر جھکا تھا۔

''نہیں بیٹے! ڈونٹ وری، ایکچوئیلی میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل اس بچی سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں پپا کہ آپ ثرالے بھابھی سے مل لیں، اپنی والدہ سے یکسر مختلف ہیں وہ۔'' اسی پل معاذ نے اندر قدم رکھا تھا، جہان بری طرح جز بز ہوا۔

''آپ ملے ہو؟'' پپا حیران ہوئے۔

''جی پپا نہ صرف ملا ہوں بلکہ ساری حقیقت سے بھی آگاہ ہوں ورنہ ان محترم نے تو سوچ رکھا تھا ہر ٹینشن خود ہی لینی ہے بس۔'' معاذ نے بات کے اختتام پہ جہان کو گھورا جو بے زار نظر آ رہا تھا۔

''چاچو اب اس کھڑاگ میں پڑنے کی ضرورت نہیں، اگر آپ مجھ پہ اعتماد ہے تو میں کل ہی ڈائیورس پیپر تیار کرا کے......''

''جہان بیٹے ریلیکس! جلد بازی کی کوئی ضرورت نہیں، آپ بالکل پریشان نہ ہوں، یہ معاملہ اب میں خود ہینڈل کروں گا۔'' جہان نے یوں ہونٹ بھینچ لئے جیسے خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا ہو۔

''پپا میں بھی اب پرنیاں سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' معاذ نے جلدی سے اپنا معاملہ پیش کیا تھا، پپا نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا۔

''تو پھر مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں؟''

''آف کورس آپ ہی اس معاملے کو لے کر آگے چلیں گے۔''

''یہ بعد میں دیکھی جائے گی، فی الحال مجھے جہان کا معاملہ حل کرنا ہے۔'' پپا نے اسے جان بوجھ کر ہری جھنڈی دکھائی، معاذ کا چہرا سرخ پڑ گیا، اسے یہ سراسر اپنی توہین محسوس ہوئی تھی، وہ کچھ کہے بغیر ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆

''السلام علیکم! بیٹا مبارک ہو جناب!'' وہ ہنستا مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا تھا، فریش اور خوش باش، بھابھی کے چہرے پہ نقاہت تھی مگر ہر کسی سے مبارک باد خوشی خوشی وصول رہی تھیں، معاذ کی نظروں نے بچے کو ڈھونڈا تو بھابھی نے ہنستے ہوئے، صوفے پہ بیٹھی پرنیاں کی سمت اشارہ کر دیا تھا، تو مولود اس کی گود میں تھا، معاذ گہرا سانس بھرتا اسی جانب آ گیا، جھک کر بچے کو پیار کرنا چاہا تھا کہ پرنیاں نے گھبرا کر بچے کو اس کی سمت بڑھا دیا، بھابھی اور زینب زور سے ہنس پڑیں، معاذ کو خجالت نے سرخ کر ڈالا۔

''میں بعد میں دیکھ لوں گا۔'' وہ نروٹھے پن سے کہتا سیدھا ہو گیا۔

''کس کو بچے کو یا پرنیاں کو؟'' زینب نے چھیڑا تھا اور خود ہی زور سے ہنس پڑی، معاذ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آ سکا۔

''کوئی نام سوچا؟'' وہ اسی سپاٹ انداز میں بھابھی کو دیکھنے لگا۔

''پرنیاں عدن رکھنے کو کہہ رہی ہے، میں نے تو صاف منع کر دیا کہ اپنے بیٹے کا رکھ لینا میرے شوہر کو تو عبدالرافع پسند ہے۔'' بھابھی نے کچھ دیر قبل کی کہی بات معاذ کے سامنے بھی دہرا دی، پرنیاں کا چہرا حیا کے احساس سے دہک کر انگارہ ہو گیا تھا اس پر معاذ کی آنچ دیتی ہوئی نظروں کا احساس، وہ اپنی جگہ پہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''ہاں تو نہ رکھیں آپ یہ نام ہم خود اپنے بیٹے کا رکھ لیں گے، کیوں پرنیاں؟''

معاذ کا موڈ لمحوں میں بحال ہو گیا تھا، اس کے برابر آ کر بیٹھتے ہوئے وہ بظاہر بڑی معصومیت بڑی سادگی اور دوستانہ انداز میں بولا تھا مگر پرنیاں کا شرم سے برا حال ہو کر رہ گیا تھا، کمرے میں بولتی تنہائی تھی، اس کی بے باک دہکتی نگاہیں اپنے چہرے پہ مرتکز پا کر وہ اتنی نروس ہو چکی تھی کہ دھیرے دھیرے لرزنے لگی، معاذ کے ہونٹ بظاہر خاموش تھے مگر نگاہوں کی گستاخ سرگوشیاں اسے سہمانے کو کافی تھیں، اس نے اپنا دھیان بٹانے کو بچے کو جھک کر پیار کیا تھا، معاذ کی شوخ کھنکار پہ وہ گھبرا کر سیدھی ہوئی، معاذ اس کی توجہ آئینے کی سمت مرکوز کرا رہا تھا، پرنیاں نے حیرانی سے نگاہوں کا زاویہ بدلا، اطالوی طرز کے قد آدم گولڈن فریم کے آئینے میں ان دونوں کا عکس بے حد نمایاں تھا، لمبا چوڑا بے حد خوبرو معاذ اس کے پہلو میں بچہ گود میں لئے بیٹھی وہ خود معاذ کا ایک بازو صوفے کی بیک پہ اس طرح پھیلا ہوا تھا گویا پرنیاں کے کاندھوں کے گرد ہو۔

''کتنا کمپلیٹ ہے نہ یہ منظر؟'' وہ اس کی نروس ہوتی نگاہوں میں جھانک کر شرارت آمیز مسکان کے ساتھ بولا، اس کی نگاہوں سے لپکتی شوق کی شعاعیں پرنیاں کے اندر تک ہلچل مچا گئیں، شرم اور خفت سے اس کا چہرا تپنے لگا، وہ اس قدر گھبرائی تھی کہ یکلخت اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور آگے بڑھ کر بچے کو بھابھی کے پہلو میں لٹا دیا۔

''کیا ہوا پری! تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟'' بھابھی جو زینب سے بات چیت میں مصروف تھیں اسے دیکھ کر چونکیں، پرنیاں نے محض ہونٹ کاٹے تھے، اس کے چہرے سے ابھی تک جیسے بھاپ سی نکل رہی تھی۔

''اُفوہ اسے شرم آ رہی ہو گی لالے کہ پہلے یہ پھر آپ بھی عبدالرافع کو ایسے ہی دیکھ چکے ہیں، حالانکہ بچے کو دیکھنے کے بعد رونمائی دیتے ہیں۔'' زینب نے ایک اہم نقطہ اٹھایا تھا، بھابھی ہنسنے لگیں۔

''پرنیاں کو تو بھلے میں معاف کر دوں مگر معاذ کو نہیں کر سکتی، بھاری اسامی ہے بھئی۔''

''پرنیاں یہ بھی احسان کرنے کی ضرورت نہیں، یہ لیجئے ان کی طرف سے بھی ساتھ ہی۔'' معاذ نے والٹ کھول کر دو بڑے نوٹ ایک ساتھ بھابھی کی سمت بڑھائے، بھابھی کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

''بڑے فیاض بن رہے ہو، پرنیاں کی طرف سے کسی خوشی میں؟'' بھابھی کو شرارت سوجھ رہی تھی، وہ دونوں ساتھ کھڑے بے حد پیارے لگ رہے تھے، اونچا لمبا بے حد شاندار نظر آتا معاذ اور جدید تراش خراش کے لباس میں جھینپی گھبرائی شرمائی سی نازک گڑیا جیسی پرنیاں۔

''جب مستقبل میں ان کی ساری ذمہ داریاں مجھے اٹھانی ہیں تو ابھی بھی کوئی حرج نہیں ہے۔'' معاذ نے ترچھی نگاہوں سے پرنیاں کو دیکھا تھا، جس کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزرا تھا۔

''بھابھی ان کے پیسے واپس کر دیں، مجھے کسی کا احسان لینا پسند نہیں۔'' بچے کو ان کے پہلو میں لٹانے کے بعد پرنیاں نے اپنا بیگ کھول کر ہزار کا نوٹ نکالا تھا معاذ نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر قدم بڑھاتا پلٹ کر باہر چلا گیا، اس کے پیچھے کمرے میں گمبھیر سناٹا چھا گیا تھا۔

''تم نے اسے خفا کر دیا ہے پرنیاں۔'' بھابھی کے لہجے میں از حد تشویش تھی، پرنیاں نے سر جھٹک دیا تھا۔

''تمہارے رویئے میں شدت ہے پرنیاں اور شدت ہمیشہ نقصان کا باعث بنا کرتی ہے۔'' زینب کا انداز ناصحانہ تھا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے، یہ ایسا موضوع تھا جس پہ وہ بحث نہیں کرنا چاہتی تھی، تیمور خان کی کال آنے لگی، زینب وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

''تمہاری معاذ سے شادی میں بہت کم وقت رہ گیا ہے پرنیاں، اس کی شکایتوں اور خفگی میں اضافہ مت کرو گڑیا، تم چھوٹی بہن ہو میری، اگر اس کی کوئی بات ناگوار بھی لگ جاتی ہے تو درگزر سے کام لیا کرو، عورت کو ازدواجی زندگی میں بہت سے نشیب و فراز دیکھنے پڑتے ہیں اور زیادہ تر قربانی بھی عورت کا ہی نصیب بنا کرتی ہے، تم تو خوش نصیب ہو کہ معاذ بہت چاہتا ہے تمہیں۔'' پرنیاں نے سر جھکائے رکھا، اختلاف نہ تائید، اس کی خاموشی سے بھابھی کچھ اخذ نہیں کر سکتی تھیں۔

''تمہیں کوئی شکایت ہے معاذ سے؟'' پرنیاں کی آنکھیں بھر آنے کو ہوئیں مگر اس نے محض سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''آئی تھنک اس نے تمہاری بات کو مائنڈ کیا ہے، تم ذرا اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرنا اوکے؟'' وہ پھر اسے قائل کرنے لگیں، پرنیاں کے اندر غضب کا احتجاج اُمڈ آیا۔

''سوری بھابھی مجھے اپنا آپ پیش کرنے کی عادت نہیں ہے۔''

''تم بیوی ہو اس کی پرنیاں۔'' بھابھی تو اس کی پھٹ پڑنے پہ تعجب زدہ رہ گئی تھیں۔

''بیوی ہوں، جبھی طوائفوں والی حرکتیں نہیں کر سکتی۔'' اس نے کلس کر کہا تھا، معاذ جو کسی کام سے اندر آ رہا تھا اور بھابھی کو اپنے متعلق بات کرتے سن چکا تھا وہیں ٹھٹکا رہ گیا، پرنیاں کے جواب نے اس کے چہرے پہ پورے جسم کا خون جمع کر دیا تھا، دانت بھینچ کر وہ ایک جھٹکے سے مڑ کر چلا گیا، جبکہ اندر بھابھی پرنیاں کے تنفر زدہ انداز کو دیکھتی سناٹے کی زد پہ آ گئی تھیں۔

''کیا کہہ رہی ہو پری؟ خدانخواستہ کیا بات ہو گئی؟'' پرنیاں ایک دم ڈھیلی پڑ گئی، اسے خود سمجھ نہیں آئی تھی کہ اس کے منہ سے اس قدر نازیبا بات نکل کیسے گئی تھی، جبھی بے تحاشا خفت کا شکار ہو کر رہ گئی۔

''سوری بھابھی...... مجھے پتہ نہیں......'' اسکی آنکھیں بے بسی کے احساس سے نم ہوئیں تو بھابھی نے آہستگی و نرمی کے ساتھ اس کا ہاتھ تھپک کر گویا تسلی دی تھی، پرنیاں پلکیں جھپک کر آنسو اندر اتارنے لگی، اس کی ذہنی کیفیت اس قدر دگرگوں ہو رہی تھی کہ اسے یونہی بعد میں شرمندہ ہونا پڑتا تھا اور یہ سب معاذ کی وجہ سے تھا اسے پھر معاذ پہ غصہ آنے لگا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ پہ گیم کھیل رہی تھی جب ملازمہ نے آ کر اسے کسی مہمان کی آمد کی اطلاع دی۔

''مما کو بتاؤ جا کے۔'' اس نے یونہی مصروف رہ کر کہا تھا۔

''بیگم صاحبہ نے انہیں یہاں بھیجا ہے، آپ سے ملنے آئے ہیں۔''

''مجھ سے؟'' وہ حیران ہوئی، ملازمہ کے سر ہلانے پہ سوچ میں ڈوب گئی۔

''کوئی خاتون ہیں؟'' پہلا خیال اسے نیلما کا ہی آیا تھا۔

''نہیں جی صاحب ہیں بابو آدمی ہیں۔'' اس کا دل زور سے دھڑکا سب سے پہلے دھیان جہان کا ہی آیا تھا۔

''اوکے چلو آتی ہوں، چائے بنا لاؤ۔'' اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی تھی، آئینے میں اپنا حلیہ دیکھا ٹھیک ٹھاک تھا۔

''السلام علیکم!'' وہ اندر داخل ہوتے ہی گھبرا کر چوکھٹ پہ رک گئی تھی، سامنے صوفے پہ پپا بڑے طمطراق سے بیٹھے ہوئے تھے، وہ انہیں بہر حال پہچاننے سے قاصر رہی تھی، گرے کلر کے قیمتی سوٹ میں انکی پرسنالٹی بے حد پروقار و متاثر کن تھی، سرخی مائل چہرے پہ کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ مقابل خود بخود ہی مرعوب و مودب ہو جائے، ژالے بھی کچھ کنفیوژ ہو گئی تھی جبھی محض سلام ہی کر سکی۔

''وعلیکم السلام! آپ ژالے ہیں؟'' انہوں نے متاسف بھرے انداز میں سلام کا جواب

دیتے اس کا جائزہ لیا، وہ بے حد خوبصورت تھی جب بولی تو جیسے ہوائیں بھی گنگنا اٹھی تھیں، وہ جتنی خوبصورت تھی اس سے زیادہ دلکش آواز کی مالک تھی اور خوبصورتی بذات خود کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی، کاسنی کلر کے سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ سینے پہ سلیقے سے پھیلایا ہوا تھا، گولڈن کلر کے اسکارف میں اس کے چہرے کی جاذبیت اور نکھار دل موہتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

''جی مگر...... سوری میں آپ کو......؟''

پپا آہستگی سے مسکراتے تھے۔

''بیٹھ جاؤ بیٹے آپ، مجھے آپ سے بات کرنی ہے کچھ، جہانگیر کا چاچو ہوں میں۔'' اس کے گریز اور گھبراہٹ کو دیکھتے انہیں تعارف کرانا پڑا تھا، ژالے چند ثانیوں کو ساکن رہ گئی، پھر اتنا بوکھلائی کہ فوراً سلام کر دیا تھا، حالانکہ وہ سلام سے ابتدا کر چکی تھی مگر انہوں نے اسے جتلا کر مزید کنفیوژ کرنا مناسب نہیں سمجھا، کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر چند رسمی باتیں کرتے رہنے کے بعد وہ جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ژالے بھی سٹپٹا کر کھڑی ہو گئی۔

''آپ بیٹھیے نا پلیز، کھانا کھا کر جائیے گا، میں ممی کو کال کرتی ہوں، وہ بھی آ جائیں گی۔'' پپا نرمی و حلاوت بھرے انداز میں مسکرا دیئے۔

''نو تھینکس بیٹے، مجھے واپس کراچی جانا ہے، آفیشل کام سے یہاں آنا ہوا تھا، سوچا اپنی بیٹی سے ملاقات کر لوں۔'' انہوں نے اس کا سر تھپکا اور الوداعی کلمات ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے، ژالے مسحور سی کھڑی رہ گئی، معاذ کے بعد جہان کے حوالے سے ان سے ملنا اسے ایک بار پھر بہت انوکھے اور خوشنما احساس سے لبریز کر گیا تھا۔

(یہ شاید معاذ بھائی کے پپا تھے، یہ مجھ سے ملنے کیوں آئے ہوں گے، شاہ کی وجہ سے؟ یا پھر معاذ بھائی نے بھیجا ہو گا؟ شاہ نے تو اتنے عرصے سے گھر میں شاید میرا تذکرہ بھی نہیں کیا ہو گا، یہ یقیناً معاذ صاحب کا کارنامہ ہے، تھینکس معاذ بھائی۔)

وہ آسودگی کے بھرپور احساس سے مسکرائی، اس پل ایک بار پھر وہ بھول گئی تھی کہ اس کی ماں کی یہ کوئی نئی چال بھی ہو سکتی ہے، وہ بس سب کچھ بھلائے اسی دلکش احساس میں مبتلا ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ثناء نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے لحہ بھر کو لگا بھر کے اس کا سرخ چہرا دیکھا اور پھر سے غصے سے پیچ و تاب کھانے لگی۔

''تمہاری یہ خاموشی مجھے مصلحت نہیں بزدلی لگتی ہے پرنیاں، تمہیں اس کا منہ توڑنا چاہیے تھا، آخر تم ڈرتی کس بات سے ہو؟''

آج پھر نیہاں نے پرنیاں سے خوامخواہ الجھنا چاہا تھا، پرنیاں فساد نہیں چاہتی تھی، جبھی چپ سادھے رکھی مگر نیہاں کو تو جیسے آگ لگی ہوئی تھی، اپنی انسلٹ اسے صاف نظر آئی تھی، معاذ کا واضح جھکاؤ وہ محسوس کر چکی تھی پرنیاں کی طرف اور جب اس نے کمال جرأت کا مظاہرے کرتے معاذ سے خود اپنا مدعا بیان کیا تو جواب میں اس سے تہذیب اور روایات کے علاوہ مذہب کے حوالے سے بھی طویل لیکچر سننے کو ملا تھا، جس کے آخیر میں معاذ نے صاف لفظوں میں یہ بھی جتلا دیا تھا کہ

اسے لڑکیوں کی بے باکی پسند ہے نہ وہ اس قسم کی لڑکیوں کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی حماقت کر سکتا ہے۔'' اتنی سبکی اس درجہ تذلیل پہ وہ معاذ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکی تھی البتہ اس کی نفرت اور انتقام کا نشانہ پرنیاں کو بننا پڑا تھا، اس وقت بھی نیہاں نے بے دریغ پرنیاں پہ رکیک قسم کے الزام لگائے تھے کہ اس نے سر معاذ کو اپنے حسن کے دام میں الجھا لیا ہے اپنی گھٹیا اداؤں سے اور سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان سے چھپ کر ملتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ایسی گھٹیا اور بیہودہ زبان استعمال کرتی تھی وہ لڑکی کہ پرنیاں تو پرنیاں ثنا کے بھی کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا، ثناء نے تلملا کر اسے چند ایک جواب دینے چاہے مگر پرنیاں اسے زبردستی وہاں سے کھینچ لائی تھی، جس پہ ثناء غصے میں خود پہ کنٹرول کھو کر اسے ہی سخت سست سناتی رہی۔

''ایک پورا مجمع جمع ہو گیا تھا یہ گھٹیا بکواس سننے کو، تمہاری خاموشی سے بھاگ آنے پہ سب نے پتہ ہے کیا سمجھا ہوگا کہ غلط تم ہو۔'' ثناء نے آئینہ اس کے سامنے رکھا تھا، پرنیاں نے غور کیا تو اسے یہ بات سو فیصد درست لگی، اس کا دماغ چکرانے لگا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ سکی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے ایسے میں جب کالج آف ہونے پہ معاذ نے اسے بلوایا تو وہ بنا سوچے سمجھے تلملائی ہوئی اس کے سر پہ جا پہنچی تھی۔

''کیوں بلوایا ہے آپ نے مجھے؟''

''اُف اتنا غصہ؟ مجھے تو ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ آپ آ جائیں گی۔'' اس کا موڈ فریش تھا پرنیاں کے سر پہ لگی تھی جا کے گویا۔

''ہاں میں تماشا ہوں آپ کے لئے جانتی ہوں، میری عزت کی آپ کو پرواہ ہوتی تو مجمع اشتہار ہی کیوں بناتے آپ؟'' وہ پھنکاری تھی، معاذ حیران رہ گیا۔

''پرنیاں...... خیریت کیا ہوا؟''

''مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں کیا ہوا، نیہاں سے پوچھیں جس نے میری زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے، میں آپ سے پوچھتی ہوں سر آپ کو کس نے حق دیا میری تذلیل اس طرح سے کرانے کا، آپ بھی یہ سب کچھ میرے ساتھ اس لئے کر رہے ہیں کہ میری بیک پہ کوئی نہیں ہے، اگر ایسا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں نکلتا، آپ کی ذرا سی بے احتیاطی نے میرا ایسا نقصان کیا ہے جس کا کوئی ازالہ بھی نہیں ہے۔'' وہ ایکدم رو پڑی تھی اور یونہی روتے ہوئے اسٹاف روم سے باہر چلی گئی، معاذ حسن ساکن کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

سامنے اسکرین پر چلتی سلائیڈ ایک دم سے تبدیل ہوئی تو اس نے اپنا ہاتھ غیر ارادی طور پہ آنکھوں کے آگے کر لیا، اب تک کے اعداد و شمار کو ظاہر کرتی ہوئی، رنگوں سے سجی اس سلائیڈ کے تیز رنگ اس کی آنکھوں میں ایکدم چبھے تھے، اس سر درد کی وجہ سے کل سے اس کی طبیعت خراب تھی، جواب مزید بگڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اسی وجہ سے اس مدھم روشنی والے اس کمرے میں چلتی ہوئی پریزنٹیشن پر دھیان دینے میں بھی اسے دقت محسوس ہو رہی تھی، اس نے کوٹ کی آستین پیچھے سرکا کر گھڑی پر نظر ڈالی، تین بج رہے تھے، اس کے اندازے کے مطابق ابھی ایک گھنٹے کی

پریزنٹیشن باقی تھی، پھر اس کے اہم نکات پر بحث و سوال جواب کچھ نہیں تو کم از کم دو ڈھائی گھنٹے مزید یہیں صرف ہونے تھے، بات صرف سر درد کی نہیں تھی اسے اپنا وجود ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، اس نے گردن کے پیچھے ہاتھ پھیرا جہاں پٹھوں میں شدید کھنچاؤ تھا اس نے کرسی پہ پہلو بدلا تو درد کی شدید لہر وجود میں اتر گئی، پپا بھی آفس میں نہیں تھے، اسے ہر صورت خود ہی اس پریزنٹیشن کو پورا کرنا تھا۔

''پتہ نہیں چاچو نے وہاں کیسے معاملہ نپٹایا ہوگا، وہاں جا کے بیٹھ ہی گئے ہیں، اتنی دیر تو نہیں لگانی چاہیے تھی مجھے کال بھی نہیں کی۔''

وہ نئے سرے سے ڈسٹرب ہونے لگا پہلے خود انہیں فون کرنے کا سوچا مگر پھر فطری جھجک آڑے آ گئی تھی، مگر اضطراب بڑھتا جا رہا تھا تبھی اس نے معاذ کا نمبر ڈائل کر لیا تھا، اس کی آواز سنتے ہی اپنی پریشانی کی وجہ بتانے لگا۔

''اوہ تو تمہیں انتظار رہے کہ کیا رہا، وہ بھی بے چینی سے، یار یہ تو آخر ہونا ہی تھا، لڑکی تھی ہی بہت فیسی نیٹنگ۔'' معاذ نے قہقہہ لگایا تھا، جہاں اسی لحاظ سے بدمزا ہوا۔

''بکو مت معاذ! مجھے اس میں کتنا انٹرسٹ ہے تم اچھی طرح جانتے ہو، مجھے یہ فکر ہے مسز آفریدی نے چاچو کو بھی شیشے میں نہ اتار لیا ہو۔'' وہ جھنجھلا کر بولا تھا، معاذ کا قہقہہ مزید طویل ہو گیا۔

''یہ بات تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھی، پپا تو اس ایج میں بھی اتنے امپریسو ہیں، اگر ایسی بات ہوئی نا ہے تو مما کے ساتھ ساتھ میں بھی عمر بھر تمہیں معاف نہیں کروں گا، تم نے زندگی کے کس مقام پہ لا کر ہمارے ڈیڈ کو ہم سے چھیننے کی سازش کی ہے۔''

وہ جتنا غیر سنجیدہ تھا یہ اس کی گفتگو نے ظاہر کر دیا تھا، جہان اتنا جھلایا تھا کہ فون بند کر دیا، کچھ دیر بعد ہی معاذ کی کال آنے لگی مگر وہ نظر انداز کیے، اسکرین کی سمت متوجہ رہا تھا، جانے کتنی دیر تک ٹیبل پہ پڑا اسیل فون وائبریٹ کرتا رہا، ڈیڑھ گھنٹے بعد جب جہان نے گھر جانے سے قبل اپنا سیل فون اٹھایا تو معاذ کا ٹیکسٹ موجود تھا۔

''پپا واپس آ گئے ہیں، تمہاری قسمت کا فیصلہ سننے کو میں تو ہاسپٹل سے ابھی گھر جا رہا ہوں، اللہ تمہیں ژالے آفریدی مبارک کرے ہاہاہا۔''

جہان کا چہرا تپ گیا تھا، اس نے ہونٹ بھینچ رکھے تھے، گھر پہنچا تو اس کی گردن اور کمر کی درد شدید اینٹھن میں ڈھل گئی تھی، بیگ اور کوٹ بستر پہ پھینک کر وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ڈریسنگ روم میں گھس گیا، موسم تبدیل ہو چکا تھا، خرابی طبیعت میں اس نے باتھ لینا مناسب خیال نہیں کیا تھا، چینج کر کے باہر آیا تو ماریہ پپا کے پیغام کے ساتھ موجود تھی۔

''جہان بھائی پپا آپ کو اپنے روم میں بلا رہے ہیں۔'' جہان کے چہرے کی گمبھیرتا میں کچھ مزید اضافہ ہو گیا، اس نے معاذ کے متعلق سوال کیا تھا۔

''لالہ بھی وہیں ہیں، آپ چائے تو پی لیں بھائی۔''

''میں ابھی آ جاتا ہوں گڑیا۔'' وہ آہستگی سے کہتا کمرے سے نکل آیا، پپا کے روم میں چاروں

بزرگوں کے علاوہ معاذ بھی موجود تھا، ایسے دیکھتے ہی شرارت سے مسکرایا اور بھاگ کر اس سے زبردست معانقہ کرنے لگا۔

''مبارک ہو جناب! پپا نے آپ کے لئے ژالے آفریدی کو کنفرم کر دیا ہے۔'' وہ بچوں کی سی خوشی سے کھلکھلایا تھا، جہان نے ٹھٹک کر پپا کو دیکھا تھا، اس کی نگاہوں میں عجیب سی وحشت سرسرائی تھی، جسے دیکھتے پپا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے نزدیک آگئے۔

''میں مسز آفریدی کے ساتھ ساتھ ژالے سے بھی مل کر آرہا ہوں بیٹے! مجھے وہ بچی ہر لحاظ سے آپ کے لئے پرفیکٹ لگی ہے، ویسے بھی میں کسی کے جرم کی سزا کسی اور کو دینے کا قائل نہیں ہوں۔'' پپا اس کی متغیر ہوئی رنگت پہ نگاہ جمائے مدبرانہ انداز میں گویا ہوئے تھے، جہان نے سر نہیں اٹھایا اس کے دل و دماغ میں دھماکے سے ہو رہے تھے، اسے ایک بار پھر اپنی ہار کا احساس ہوا، حالانکہ جب پپا نے اس کی طرفداری کی تھی تو اسے لگا تھا تمام زخموں کے کھلے منہ کسی نے بہت دھیرے سے بند کر کے ان پہ مرہم رکھ دیا ہو، مگر اب انہی زخموں کے منہ پھر سے کھل گئے تھے، یہ تکلیف ناقابل برداشت تھی۔

(یقیناً چاچو کو میری پارسائی اور بے گناہی پہ ڈاؤٹ ہے جبھی انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے ورنہ انہیں ہمیشہ میری خوشی عزیز و مقدم رہی تھی۔)

اس کی پور پور سلگ اٹھی، رگوں میں خون کی جگہ انگارے دوڑنے لگے، اپنی بے وقتی اور تذلیل پہ کبھی کبھی تو مر جانے کو دل کرتا تھا۔

''میں جانتا ہوں بیٹے آپ کو میرا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا، ان لوگوں کو بھی نہیں قائل کر سکا ہوں میں۔'' پپا نے گم صم اور کسی قدر رنجیدہ نظر آتیں مما اور مما جان کی سمت اشارہ کر کے گہرا سانس بھرا اور مزید گویا ہوئے۔

''مگر وقت ثابت کرے گا انشاء اللہ کہ یہ فیصلہ کسی درجہ بہترین ہے۔'' پپا نے اس کے ضبط کی کوشش میں سرخ پڑے چہرے پہ پیار بھری نگاہ ڈال کر نرمی سے کہا تھا، وہ تب بھی کچھ نہیں بولا، پپا نے کچھ دیر اسے ہونٹ سختی سے بھینچے نظریں جھکائے دیکھا تھا، پھر آہستگی سے کھینچ کر اسے گلے سے لگا لیا، ماحول ایک دم سے سوگوار اور گمبھیر تر ہو گیا تھا، مما نے ہونٹ کچلنا شروع کر دیئے تھے۔

''آئی ایم ساری بیٹے! میں سمجھ سکتا ہوں کہ میرا یہ جبری فیصلہ آپ کو ہرگز پسند نہیں آیا مگر آپ کو میرے خلوص اور محبت پہ شک نہیں کرنی چاہیے۔'' جہان کا گلا ایکدم بھرا گیا، اس نے نم ہو جانے والی آنکھوں کو ان کے کاندھے سے رگڑ کر نمی کو اندر اتارا تھا، پھر خود کو سنبھال کر بہت جبر سے مسکرایا۔

''مجھے گنہگار مت کریں چاچو، مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' پپا نے جواباً کچھ کہے بغیر آہستگی اور محبت سے اسے تھپکا تھا، جہان ان سے الگ ہوا تھا پھر یونہی سر جھکائے پلٹ کر باہر نکل گیا، تب سے خود کو سنبھالے بیٹھی مما کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں، پپا نے ایک نظر انہیں دیکھا اور سگریٹ سلگانے لگے، ابھی لاہور سے واپس آنے کے بعد انہوں نے جب یہ سارا معاملہ

ان کے سامنے رکھا تو سب سے زیادہ اختلاف اور احتجاج مما نے ہی کیا تھا، مما جان کو بھی اختلاف ہا تھا مگر انہوں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا، جبکہ پاپا جان کو اب بھی ہمیشہ کی طرح اپنے چھوٹے بھائی کے فیصلے پہ اطمینان اور تسلی تھی کہ وہ کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔

''کیوں رو رہی ہیں مما؟'' معاذ بے چین ہو کر ان کے نزدیک آیا اور انہیں اپنے بازوؤں میں سمٹ لیا، وہ تو جیسے ایسے ہی کسی جذباتی سہارے کی منتظر تھیں شدتوں سے رونے لگیں۔

''یہ بھی پوچھنے کی بات ہے، اپنے پپا، کو دیکھا آپ نے معاذ! اللہ جانے کیسی لڑکی کو اٹھا کر یہاں لا رہے ہیں، خود سوچو جنہوں نے میرے معصوم بچے کو ایسی چالاکی سے پھانس لیا کیسی عورتیں ہوں گی، منہ دیکھا تھا کیسا اتر گیا تھا جہان کا۔'' انہوں نے شوہر کے آگے پیش نہ چلتی دیکھ کر بیٹے سے شکایت کی، ماما جان بھی دیورانی کی ہمنوا تھیں جبھی جھٹ ساتھ نبھانے کو آنسو بہانے لگیں، معاذ نے بے بس سا ہو کر پپا کو دیکھا جو جھلاہٹ کا شکار ہونا شروع کر چکے تھے۔

''جہان کا دشمن نہیں ہوں میں، غالباً آپ محترماؤں سے زیادہ ہی قریبی رشتہ ہے اس سے

رمضان کی آمد کے ساتھ ہی عید کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں، مہندی، چوڑیاں، نت نئے لباس، گھر کی آرائش و زیبائش اور مزے دار چٹ پٹے پکوان، عید کے تصور سے ہی ہر چہرہ شاداور دمہکتا نظر آتا ہے، حسب روایت ہم نے مصنفین اور قارئین سے عید کی مناسبت سے ایک سروے ترتیب دیا ہے جس کے سوالات کچھ یوں ہیں۔

عید سروے سوالات:۔

۱۔ آپ عید الفطر کس طرح مناتی ہیں، عید کی مناسبت سے کوئی ایسی رسم و روایت جس کے بنا آپ کو عید نامکمل لگتی ہو؟

۲۔ عید کا کوئی خاص پکوان جس کی آپ کے گھر والے اور مہمان فرمائش کر کے بنواتے ہیں اس کی ترکیب لکھیں؟

۳۔ چاند دیکھ کر کوئی دعا یاد آتی ہے یا کوئی چاند سا چہرہ؟

۴۔ عید سے قبل یا عید کے دن رونما ہونے والا کوئی خوشگوار واقع یا فون یا میسج جس نے عید کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا ہو؟

۵۔ اگر آپ سے کہا جائے کہ آپ عید کا دن اپنی پسندیدہ مصنفہ یا شخصیت کے ساتھ گزارنا چاہیں تو آپ کس کے ساتھ گزاریں گی؟

۶۔ اپنے سپنوں کے چاند کے لئے کوئی شعر یا خوبصورت جملہ؟

ان سوالات کے جوابات بیس جولائی تک ارسال کریں ساتھ میں تصاویر بھی۔

(تصویر ضروری نہیں)

میرا، معذرت کے ساتھ۔'' مما کو خود کو گھورتے پا کر انہوں نے گھبرا کر وضاحت ضروری جمی پھر اسی مناسبت سے بولے تھے۔

''یہ جو کچھ بھی ہوا مسز آفریدی کا کیا دھرا ہے بیگم صاحبہ بچی کا کوئی قصور نہیں نکلتا، کیا آپ کو مجھ پہ میری بات پہ یقین نہیں ہے؟ بہت پیاری بچی ہے ژالے، جہان کو ایسی ہی ہم سفر کی ضرورت ہے اس وقت جن حالات سے وہ گزر رہا ہے، دھیمے مزاج کی وفا پرست، پرخلوص ساتھی کی، محبت میں ساتھی کی خطاؤں کو درگزر کرنا اور اس کی خاطر ایثار کرنا ہی عورت کا طرف نہیں ہوتا، اس بچی میں مجھے یہی کوالٹیز نظر آئی ہیں اور آپ اسے میری ریکوسٹ سمجھ لیں کہ اس بچی کو کبھی اس حوالے سے ہرٹ نہ ہونا پڑے، آپ سمجھ لیں یہ بات آپ کے علم میں آئی ہی نہیں، وہ اس گھر کی بہو بنی ہے تو اسے اس کا یہ حق پورے اعزاز اور وقار کے ساتھ ملنا چاہیے، مجھے امید ہے آپ لوگ مجھے شکایت کا موقع نہیں دیں گے، خاص طور پہ یہ بات بچوں تک نہیں پہنچنی چاہیے۔'' انہوں نے بات ختم کر دی تھی، معاذ نے دیکھا مما کا چہرا ہنوز بجھا ہوا تھا، وہ گہرا ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''جے!'' وہ بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، زینب کی آواز پہ گہرا سانس بھر کے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا اس کے تاثرات سرد تھے۔

''اسے کو تو بدنام کیا ہوا ہے لوگوں نے خوامخواہ، ورنہ بدنام سے بد اچھے بہرحال نہیں ہوتے۔'' الفاظ تیکھے اور لہجہ طنزیہ تھا، جہان نے ایکدم یوں ہونٹ بھینچ لئے جیسے خود پہ ضبط کے پہرے سخت کیے ہوں، اسے سمجھنے میں ایک لحہ بھی نہیں لگا تھا وہ کس حوالے سے یہ نشتر زنی کر رہی ہے، سرخ چہرے کے ساتھ وہ قدم بڑھا چکا تھا، جب زینب نے سرعت سے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔

''کب سے ہے یہ سلسلہ شروع کیا ہوا؟ اگر نکاح اتنے عرصے سے کر رکھا تھا تو چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ پھنکاری تھی، جہان نے جلتی آنکھوں کو لحہ بھر کو اٹھا کر اس کے غصیلے تاثرات والے چہرے کو دیکھا تھا۔

''آئی تھینک یہ میرا انتہائی ذاتی معاملہ ہے زینب! آپ کو انٹرفیئر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

بالآخر اس کا ضبط کا پیمانہ چھلک گیا تھا، وہ جتنے سکون سے بولا تھا اندر سے اسی قدر شدت سے بکھر رہا تھا، اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں سیڑھیاں پھلانگ گیا، اس کے لہجے کی تلخی اور بیگانگی زینب کو برچھی کی انی بن کر چبھی تھی۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

بائیسویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی جہان کے تیوروں اور بے اعتنائی کے مظاہروں کے سامنے خود کو بے بس پاتی ہیں تو اک نئی چال چل کر پپا کو ساری کہانی نمک مرچ لگا کر سنا کر خود کو مظلوم ظاہر کرتے ہوئے ژالے کی رخصتی کی استدعا کرتی ہیں، پپا فطری طور پہ مضطرب ہوتے ہیں اور جہان سے استفسار کرتے ہیں، جہاں حقیقت کو کھول کر معاذ کے بعد پپا کو بھی سنا دیتا ہے اور ان کے اپنی ذات پہ موجود اعتماد کو برقرار پا کر ژالے کو طلاق دینے کا فیصلہ کرتا ہے مگر پپا روک دیتے ہیں کہ وہ ژالے سے ملے بغیر ایسا کچھ نہیں ہونے دیں گے، ژالے سے ملاقات میں پپا کو ژالے اپنی موہنی صورت اور نیک اطوار کے باعث جہان کے لئے پسند آتی ہے اور وہ جہان کو فیصلہ بدلنے پہ مجبور کر دیتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیئسویں قسط

دانتوں سے بھینچا تھا کہ لہو کا ذائقہ منہ میں گھلنا شروع ہو چکا تھا، اتنی تلخی اس قدر ہیجان اس کے اندر اترا تھا کہ ہر شے کو آگ لگا دینے کی وحشت بھری خواہش اسے پاگل بنانے لگی، زینب مسز آفریدی اور ژالے...... ان تین عورتوں نے مل جل کر اس کی زندگی تباہ کر دی تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ان تینوں کو جلا کر خاکستر کر دے، ہجر، نارسائی، کرب، ناکامی اور پھر ذلت کا لامتناہی سلسلہ...... یہ تھا بس اس کا نصیب اور اگر تھا تو وجہ کیا تھی، زینب مسز آفریدی اور ژالے...... اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑ لئے۔

(تمہارے نفس کی اطاعت کا یہ عالم تھا ژالے آفریدی کہ تم نے ذلت بھرے راستے پہ چل کر بھی مجھ تک آنے میں قباحت نہیں سمجھی، میں اب تمہیں بتاؤں گا ذلت درحقیقت کیا ہوتی ہے، اگر تمہیں خود اپنی عزت کا خیال نہیں ہے تو مجھ پہ تمہاری عزت لازم نہیں ہوتی۔)

اس نے جلتے بھڑتے دماغ کے ساتھ سوچا تھا اور خود کو بستر پہ گرا دیا، اس کے پورے وجود میں درد اٹھ رہا تھا مگر خود اذیتی کا شکار ہوتے اس نے دانستہ کوئی میڈیسن نہیں لی، حالانکہ کل اس کا تفصیلی چیک اپ کرنے کے بعد معاذ نے اسے باقاعدگی سے دوا لینے کی تاکید کی تھی، کمرے کی فضا میں گونجتی میوزک کی آواز پہ اسے فوری طور پہ اس کی وجہ سمجھ نہیں آ سکی، مسلسل ہونے والی بیپ پہ وہ سر میں اٹھتی درد کی ٹیسوں سے عاجز ہوتا ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھا چکا تھا۔

''کیسے ہیں داماد جی؟'' اس نے نمبر دیکھے بغیر کال ریسیو کی تھی، اب مسز آفریدی کی فاتحانہ مخمور آواز سن کر اس کا سر درد یکلخت بڑھ گیا۔

''مجھے پتہ ہے آپ کو مجھ سے بات کرنا پسند نہیں، مگر کیا کریں مجبوری ہے نا، ہمارا تو آپ سے مقصد وابستہ ہے نا۔'' وہ چہکی تھیں۔

''کیوں فون کیا ہے؟'' وہ خود پہ جبر کر کے سرد آواز میں استفسار کرنے لگا، جواباً وہ کتنی دیر ہنستے ہوئے جہان کا ضبط اور حوصلہ آزماتی رہیں۔

''آپ یہ اپنی پاور کو ثابت کرنے کے لئے داد نہیں دیں گے داماد جی؟ آپ ہر لحاظ سے شکست سے دوچار ہو چکے ہیں، میں کبھی ہاری نہیں تھی تو اب کیسے ہار جاتی ہاں؟'' وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھیں، جہان ششدر رہ گیا، معاً اس نے خود کو سنبھالا تھا۔

''آپ کو ڈر نہیں لگتا مسز آفریدی کہ آپ اپنی بیٹی کو میرے حوالے کرنے والی ہیں، آپ کے ایٹی ٹیوڈ سے مجھے تو یہی لگتا ہے کہ یا تو آپ کو اپنی بیٹی کی صلاحیتوں پہ بہت بھروسہ ہے یا پھر آپ کو اس سے محبت نہیں ہے، اب یہ وقت ثابت کرے گا ان میں سے میرا کون سا قیاس درست ہے۔'' اس نے خود پرسکون رہ کر بھی مسز آفریدی کو آگ لگا دی تھی۔

''شٹ اپ، اپنے فضول قیاس اپنے پاس رکھو سمجھے۔'' وہ چیخ پڑی تھیں، جہان نے سرد آواز میں انہیں ٹوک دیا۔

''ڈونٹ شاؤٹ مسز آفریدی! بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم، آپ کی ساری اکڑ نکالنے کو میرے تین الفاظ کافی ہیں، وہ الفاظ طلاق کے ہو سکتے ہیں، اچھی طرح سے ذہن میں بٹھا لیں اس بات کو، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ آپ کا وقت گزر چکا، اب گیند میرے کورٹ میں ہے، آپ کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ میں اسے کتنی شدید ضرب لگاتا ہوں۔'' اس نے پھنکار کر کہا تھا اور ان کی مزید سنے بغیر کال ڈراپ کر دی،

حالات اگر سنگین تھے تو اسے بھی خود کو بدلنا تھا، لوگوں نے اس کی شرافت کو اس کی بزدلی سمجھنا شروع کر دیا تھا، بہرحال وہ بزدل نہیں تھا یہ بات اب اس نے لوگوں کو سمجھانی تھی۔

☆☆☆

رات کی تاریکی کو دکانوں کے شیشے کے دروازوں سے پھوٹتی روشنیاں روشن کیے ہوئے تھیں، زرد روشنیوں کا عکس سامنے لمبی سڑک پر بھی پڑتا تھا، اس کی گاڑی اسی زرد روشنی کا عکس سے چمکتی سڑک پہ کھڑی تھی، وہ مضطرب سا مسلسل سگریٹ کے گہرے کش لے کر دھواں بکھیر رہا تھا، ہر طلوع ہونے والا نیا دن اس کے سامنے ایک نئی ٹینشن رکھ جاتا تھا، اب پپا کو جانے ایکدم سے کیا سوجھی تھی کہ معاذ کے ساتھ اس کی شادی کا بھی فیصلہ کر لیا تھا، جہان اس فیصلے پہ احتجاج کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

''ایسا مت کریں چاچو پلیز! مجھے کچھ وقت دیں۔''

''بیٹے اگر یہ نکاح نہ ہوا ہوتا تو آپ کو لازمی وقت ملتا آف کورس اتنی جلدی لڑکی ڈھونڈنا رشتہ طے ہونا جیسے پراسس سے گزرنا پڑتا مگر اب معاملہ دوسرا ہے، اتنا ٹائم گزر چکا ہے نکاح کو، بغیر کسی وجہ کے کسی کو انتظار میں کیوں رکھا جائے، پھر آپ زیاد اور معاذ دونوں سے بڑے ہو مجھے بالکل مناسب نہیں لگتا کہ آپ کو چھوڑ کر ان کی شادیاں پہلے کر دوں۔''

پپا کا وہی مخصوص انداز تھا قائل کرنے کا مگر جہان اتنی جلدی پہ ہرگز آمادہ نہیں تھا، ابھی تو اس کے دل و دماغ میں جو آگ سی بھڑک رہی تھی اگر ژالے ایسی کیفیت میں اس کے سامنے بھی آ جاتی تو شاید وہ اسے اسی ہیجانی کیفیت کے زیر اثر شوٹ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

''مگر چاچو ابھی وہ پڑھ رہی ہے، اس کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہونے تک تو آپ کو رک جانا چاہیے۔''

اس نے بے زار کن انداز میں ایک اور رکاوٹ ڈالی تھی، پپا نے بغور اس کا چہرا دیکھا تھا پھر اسی متانت سے گویا ہوئے تھے۔

''میں جانتا ہوں جہان بیٹا آپ ژالے سے بدگمان ہیں، میں ان فاصلوں کے اسی وجہ سے سمٹنے کا خواہاں ہوں تاکہ آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے، کلام پاک میں رب رحمٰن کا ارشاد ہے، جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ ''ضروری نہیں جو چیز ہمیں بھلی لگ رہی ہے وہ درحقیقت ہمارے لئے اچھی بھی ہوا اور جو چیز ہمیں پسند نہیں وہ ہمارے لئے اچھی بھی ہو سکتی ہے'' ویسے بھی کسی کو پرکھے بنا تو کوئی حتمی رائے قائم کرنی مناسب نہیں ہے۔''

جہان نے کچھ نہیں کہا، انہوں نے کچھ کہنے کی گنجائش چھوڑی ہی نہیں تھی، مگر وہ ان کی آخر بات سے کچھ مزید متنفر ضرور ہو گیا تھا۔

(آزمائے ہوئے کو آزمانا حماقت ہے میرے نزدیک چاچو! اور ان عورتوں کی سازش تو بہت واضح ہے، اس روز جب اس نے اپنی طلائی زنجیر کا لاک مجھ سے لگوایا تھا کیا یہ اس کی دانستہ حرکت نہیں تھی، اگر وہ اپنی ماں کے ساتھ ملی نہ ہوتی تو یوں بہانہ کر کے تنہائی میں میرے نزدیک کیوں آتی، اس کے دل میں چور تھا اور اللہ کی حدود کو تو میں نے بھی پھلانگا تھا، تنہائی میں کسی غیر محرم سے ملا تھا، یہ جرم ہی تو تھا، جس کی سزا بھگت رہا ہوں، مگر جس کی سازش کی وجہ سے یہ سارا فساد برپا ہوا ہے اب اسے بھی یہ بھگتنا پڑے گا۔)

ایک لینڈ کروزر تیز ہارن بجاتی سنسان سڑک سے گزری تب وہ اپنے خیالات سے چونکا تھا اور

ساکن نظروں سے ڈیش بورڈ پہ پڑے اپنے سیل فون کو گھورنے لگا، وہ پچھلے دو گھنٹوں سے ژالے کو فون کرنا چاہ رہا تھا مگر ہر بار اس ارادے میں تزلزل پیدا ہو جاتا، وہ بندوق کو ژالے کے کاندھے پہ رکھ کے چلانا چاہتا تھا مگر اس کی مردانگی کو یہ بات گوارا نہیں تھی، وہ پچھلے دو گھنٹوں سے شش و پنج میں مبتلا تھا اور گھر جانے سے گریزاں بھی، زینب کی انگارے برساتی نظروں اور طنزیہ جملوں کو سہنے کی تاب نہیں تھی اس میں، اس پہ باری باری سب کا نکاح کی مبارک باد دینا، وہ ہر بار کڑھنے لگتا تھا۔

''ہیلو ژالے۔'' اس نے سیل فون اٹھا کر نمبر ڈائل کر لیا تھا، ہر قسم کے خیال کو جھٹک کر اس نے ژالے سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا، رابطہ بحال ہونے پہ اس نے سوالیہ انداز میں اسے پکارا تھا، ژالے جو ششدر سی تھی بامشکل حلق سے آواز برآمد کر سکی، وہ تو اتنی تیزی سے معاملات کا آگے بڑھنا ہی غیر یقینی سے دیکھ رہی تھی، اس پہ مزید معجزہ جہاں کی کال تھی۔

''چاچو آئے تھے آپ سے ملنے؟'' اس نے پھنکار ڈالنے والے ملاحتی انداز میں دریافت کیا تھا۔

''جی......!''

''وہ پھر آئیں گے، شادی کی تاریخ طے کرنے، مگر آپ نے انکار کر دینا ہے۔'' خوشی کا مژدہ سنا کر اس نے خود ہی اوس بھی ڈال دی، ژالے تو اپنی صلاحیتیں بے کار ہوتی محسوس کرتی ساکن بیٹھی رہ گئی۔

''بہری ہو گئی ہیں آپ؟ سنا نہیں میں نے کیا کہا؟'' وہ بھڑک کر پھنکارا، ژالے ہڑبڑا سی گئی۔

''جج...... جی...... جی...... لیکن...... مم...... میں کیسے منع کر سکتی ہوں۔'' وہ ایکدم روہانسی ہو گئی تھی اپنی لاچاری پہ۔

''شٹ اپ، یہ بے بسی اور معصومیت کا پرچار کسی اور کے آگے کیجئے گا اوکے؟ مجھے ویسے بھی اندازہ تھا کہ آپ ایسا ہرگز نہیں چاہیں گی۔'' وہ بپھر سا گیا تھا، جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا، اس الزام تراشی پہ ژالے کو اپنا وجود کٹتا اور جلتا محسوس ہوا، بے بسی سی بے بسی تھی، وہ اس پہ اپنی بے گناہی بھی ثابت نہیں کر سکتی تھی، مما کے جرموں کی سزا اسے بھگتنی ہے، وہ یہ بات اچھی طرح سے جان گئی تھی، جبھی خاموشی سے اس کی لعنت ملامت سہتی رہی۔

''میں کسی قیمت پہ ابھی رخصتی نہیں چاہتا سمجھ سکتی ہو کہ تمہیں برداشت کرنے کا فی الحال مجھ میں ظرف ہے نہ حوصلہ۔'' جہان کے لہجے میں حقارت کے ساتھ ساتھ شدید تضحیک کا بھی عنصر نمایاں تھا، ژالے کی آنکھیں یوں جل اٹھی تھیں جیسے کسی نے مٹھی بھر کے مرچیں ان میں جھونک دی ہوں، پورا وجود شدید درد کی لپیٹ میں آ گیا، سکی سی سکی تھی، حد تھی کوئی توہین کی، مگر اس نے آخری حد تک اپنا ظرف آزما لیا، وہ اس ستمگر کے بخشے ہر زخم کو اپنے دل میں سینت کر سجا کر رکھنے کا عزم باندھ چکی تھی۔

''ٹھیک ہے آپ پریشان نہ ہوں، میں می کو شادی کی تاریخ دینے سے منع کر دوں گی۔'' سارے آنسو گلے سے اتار کر اس نے آہستگی سے کہا تھا، جہان نے طنزیہ ہنکارا ابھرا۔

''ضرور کرنا، یہ تم مجھ پہ نہیں اپنے اوپر احسان کرو گی، آئی سمجھ؟'' وہ اسی شدید انداز میں جتلا کر بولا تھا۔

''جی! خدا حافظ۔'' ژالے نے بھیگی آواز میں کہا اور اگلے لمحے سلسلہ کٹ گیا تھا، جہان نے نہایت خراب موڈ کے ساتھ سیل واپس ڈیش بورڈ پہ اچھال دیا، اسے لگ رہا تھا سر سے کوئی بھاری بوجھ اترا ہو۔

☆☆☆

وہ تیار ہو کر ڈائننگ ہال میں آیا تو وہاں معمول کی چہل پہل اور خوشگوار شور پھیلا ہوا تھا۔

''آیئے نوشے میاں۔'' معاذ اسے دیکھتے ہی چہکا تھا، جہان کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ لہرا کر معدوم ہو گیا۔

''نوشے میاں تو آپ بھی ہیں۔'' زیاد نے شرارت بھرے انداز میں معاذ کو دیکھا تھا، معاذ نے کاندھے جھٹک دیئے۔

''ہم تو پرانے ہو گئے ہیں، تین سال ہونے والے ہیں نکاح کو۔''

''پرانے کو پھر نیا کیا جا سکتا ہے، ڈونٹ وری۔'' بھابھی مسکرائی تھیں۔

''السلام علیکم! صبح بخیر۔'' تبھی فریش اور تر و تازہ نظر آئی نوریہ چلی آئی، جسے دیکھتے ہی زیاد کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں، معاذ خواہ مخواہ کھنکارا، تو زیاد کو سنبھلنا پڑا۔

''کیسے ہیں جہان بھائی! آپ کو مبارک دینی تھی مگر آپ دستیاب ہی نہیں ہوتے، آج تو میں صبح صبح بھاگی آئی ہوں۔'' زیاد اور معاذ کو خصوصیت سے نظر انداز کیے وہ جہان کی سمت متوجہ تھی، جہان ایک بار پھر کسی شدید کرب میں شدید زیاں میں مبتلا ہونے لگا، ایسے میں زینب کی اندر تک اترتی نظریں۔

''چلو اسی بہانے تم نے یہاں قدم رنجہ تو فرمایا، ورنہ گلشن میں بہار نہیں آنی تھی۔'' زیاد نے اس کی توجہ حاصل کرنی چاہی، معاذ پھر کھانسا تھا۔

''ہاں بھئی نوریہ یہاں آنے پہ تمہارے پابندی تھوڑی لگی ہے، پھر ابھی شادی میں تو ٹائم ہے، گلشن کے مرجھانے کا خوف لاحق ہے مجھے تو۔'' معاذ کی شرارتی نگاہیں زیاد پہ تھیں، وہ کھسیا کر ہنسا پڑا تھا۔

''ناشتہ تو کر لو بیٹے!'' مما جو اسی وقت بھابھی اور ملازمہ کے ہمراہ ناشتے کی ٹرے لئے آئی تھیں جہان کو خالی چائے حلق سے اتار کر اٹھتے دیکھتے ہی ٹوک گئیں۔

''بھوک نہیں ہے چچی جان! بس چائے کی طلب تھی وہ لے چکا۔'' کرسی کی بیک سے اپنا کوٹ اور ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے وہ رسان سے بولا۔

''انہیں اب اکیلے کھانا اچھا نہیں لگتا ہے مام! ان کی ڈیئر وائف کو یہاں ان کی برابر کرسی پہ لا کر بٹھائیں، ہر مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔'' زینب کے لہجے میں سرد مہری تلخی اور درشتی بیک وقت تھی، اس کی نظریں انگارے برسا رہی تھیں، جہان کا سرخ چہرا کچھ اور سرخ ہوا۔

''لگے ہوئے ہیں پپا اس نیک کام کو انجام دینے میں، تم ٹینشن فری رہو۔'' جہان نے باہر نکلتے معاذ کی آواز سنی تھی جس میں تنبیہ اور سرزنش کا رنگ واضح تھا، اندرونی حصے سے نکل کر پورٹیکو کی سمت جاتے اس نے کھلی فضا میں یوں گہرے گہرے سانس بھرے جیسے اندر کی گھٹن سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو، زینب کا یہ رویہ اس کے لئے بے حد تکلیف کا باعث تھا، شاید نہیں یقیناً اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو اپنے لئے ہر کام چاہے وہ کتنا ہی ناجائز کیوں نہ ہو جائز سمجھ لیتے ہیں مگر اپنے سے وابستہ لوگوں کو وہ کھل کر سانس لینے کی بھی اجازت نہیں دیا کرتے، وہ اس کے لئے پوزیسو تھی تو کیوں جبکہ وہ خود اپنے آپ کو اس سے الگ کر چکی تھی، پھر اتنا شدید ردعمل عجیب لگتا تھا، مگر جہان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ اپنی ذات سے اپنے پیاروں کو دکھ دینے سے قاصر تھا، پھر زینب اس کے ساتھ تو اس کے دل کا سب سے مضبوط تعلق استوار ہوا

تھا، جو فاصلوں اور رویوں کے باوجود قائم تھا، وہ اسے دکھ دینے اور ہرٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، چاہے زینب خود اس کے فگار وجود میں مزید کتنے ہی درد کیوں نہ بھر دے۔

☆☆☆

ان زخموں کا کیا کرے کوئی
جن کو مرہم سے آگ لگتی ہو

کتاب بھلے اس کے آگے کھلی پڑی تھی مگر اس کی توجہ اس سمت ہرگز نہیں تھی، نیہاں کی باتیں جیسے جیسے اسے یاد آتیں اسے اسی حساب سے رونا آتا تھا، زندگی بھر کی کمائی تھی یونیک نامی، جیسے معاذ حسن کی ذرا سی لاپرواہی اور نگاہوں کے بھٹکتے انداز نے ڈبو دیا تھا، اسے رونا آئے جاتا تھا، معاذ پہ سارا قہر نکالنے کے باوجود اس کا ملال تھا کہ ڈھلتا نہیں تھا، پچھلے دو دنوں سے وہ کالج نہیں جا رہی تھی، ہر وقت منہ سر لپیٹے کمرے میں پڑی رہتی، حالانکہ ثناء نے کتنا لتاڑا تھا۔

''خطرے کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے خطرے ٹلا کرتے ہیں نہ مسائل کا حل نکلتا ہے، آپ کو بہر حال حالات کے سامنے کو خود کو تیار تو کرنا پڑے گا میم!'' پرنیاں نے سن کر بھی ان سنی کر دی تھی۔

''آپ کے سرتاج کا پیغام ہے آپ کے لئے کہہ رہے تھے کل ہر صورت کالج آنا ہے ورنہ......اس خالی جگہ میں تم ہرگز بھی کوئی سائشہ دھمکی مت سوچنا۔'' کالج سے واپسی پہ پرنیاں کو ثناء نے معاذ کا پیغام دیا تھا، جسے پورا اس کے سیل پہ آئے ٹیکسٹ نے کر دیا تھا۔

''اگر آپ کل کالج نہ آئیں تو قسم سے میں سب کے سامنے آپ کو اٹھا کر لے جانے سے بھی نہیں چوکوں گا، پھر جو ہوگا بعد میں دیکھی جائے گی۔'' ٹیکسٹ پڑھتے ہی اس کا چہرا یوں رنگ بدل گیا جیسے کسی نے لال رنگ میں ڈبو کر برش اس کے منہ پہ پھیر دیا ہو۔

''لگتا ہے سر نے خود اپنے سرتاج ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے نا؟'' ثناء جو اس کے ہاتھ میں سیل دیکھ چکی تھی اس کی کیفیت سے لمحوں میں معاملے کی تہہ تک جا پہنچی، پرنیاں نے گھبرا کر فوری ٹیکسٹ کو ڈیلیٹ کیا تھا، یہ اس کی دھمکی کا ہی اثر تھا کہ وہ اگلے دن کالج میں موجود تھی، یہ الگ بات ہے کہ شاید ناراضی کی وجہ سے اس نے معاذ کی کلاس بنک کر دی تھی۔

''یار یہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے سر جانتے ہیں اس راز کو کہ تم بیوی ہو ان کی۔'' ثناء کی بات پہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

''تم کیسے یہ بات اتنے یقین سے کہہ سکتی ہو؟'' پرنیاں خائف نظر آنے لگی، ثناء نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔

''وضاحت تو شاید میں نہ کر سکوں مگر مجھے فیل ہوا ہے۔''

''مس پرنیاں آپ کو پرنسپل صاحب نے اپنے آفس میں بلوایا ہے۔'' اس سے پہلے کہ پرنیاں کچھ کہتی پیون اس کے لئے پرنسپل صاحب کا پیغام لئے حاضر ہوا تھا، پرنیاں دھک سے رہ گئی، اس کی گھبراہٹ سے بھری متوحش نظریں ثناء کی سمت اٹھی تھیں۔

''کیوں بلوایا ہوگا انہوں نے مجھے؟'' اس کی آواز گھٹی ہوئی سی تھی، ثناء نے اس درجہ بدحواسی پہ

اسے گھور کر دیکھا۔

''پرنسپل صاحب نے بلایا ہے پری جی سر معاذ نے نہیں، آپ کی گھبراہٹ کا تو یہ عالم ہے گویا سر معاذ نے بلایا ہو وہ ابھی آفس میں نہیں اپنے حجلہ عروسی میں۔'' ثناء کو شرارت سوجھ گئی تھی، اسے آنکھ مار کر وہ خباثت سے بولی تھی، پرنیاں اس درجہ شدید ٹینشن کے باوجود کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی تھی اور اتنا جھینپی کہ اسے کتنے ہی گھونسے دے مارے تھے۔

''بہت بدتمیز ہو تم، مجھے اس لئے ڈر لگ رہا ہے کہیں نیہاں نے مزید کوئی گل نہ کھلا دیا ہو۔'' وضاحت دیتے ہوئے وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''فضول کی قیاس آرائیوں کی جان چھوڑ دو کے، اب نیہاں اتنی بھی احمق نہیں ہوگی کہ اس قسم کا معاملہ پرنسپل کے آفس تک لے جائے۔'' ثناء نے ڈانٹنے کے انداز میں ہی اس کی حوصلہ افزائی بھی کی تھی اور راستے بھر اسے سمجھاتی تسلی دیتی بھی لائی اس کے باوجود جب پرنسپل کے آفس میں اس نے قدم رکھا تو پیچھے رہ جانے والی ثناء کے تسلی دلاسوں کے باوجود وہ نہ صرف خوفزدہ نظر آتی تھی بلکہ اس کا دل بھی بہت شدتوں سے دھڑک رہا تھا۔

''مے آئی کم ان سر؟'' دروازے میں رک کر اس نے لحہ بھر کو نظر اٹھائی تو پرنسپل کے وسیع و عریض آفس میں کالج کے تقریباً تمام اسٹاف کو موجود پا کر اسے اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے، بھلے ایسی کیا بات ہوئی تھی کہ سارے اسٹاف کے سامنے اسے پیش ہونے کی ضرورت پیش آ گئی تھی، اسے لگا اس کی آنکھوں میں گہری تاریکیاں اتر آئی ہوں۔

''آیئے آیئے بیٹے! معاذ حسن آپ کی موجودگی میں ہمیں کوئی سرپرائز دینا چاہ رہے تھے، انہی کی ایما پہ ہم نے آپ کو یہاں بلوایا ہے بیٹھیے۔''

پرنسپل صاحب کے کہنے پہ اس نے حیران مگر متوحش نگاہوں کو اٹھایا تھا، بلیک ٹو پیس میں نک سک سے تیار خوشبوؤں میں سے معاذ کے خوبرو چہرے پہ ازلی پراعتماد دلکش مسکراہٹ ٹھہری ہوئی تھی، پھر اس نے پرنیاں کا ہاتھ تھام کر اپنے برابر خالی کرسی تک اسے لایا تھا، پرنیاں کی تمام صلاحیتیں جیسے مفلوج ہو کر رہ گئیں، اس نے فق چہرے کے ساتھ ڈوبتی نظروں سے معاذ کو دیکھا تھا۔

''جی معاذ حسن مس پرنیاں پہنچ چکی ہیں آپ کا سرپرائز کیا ہے بتایئے اب تو ہمیں بھی بے چینی ہونے لگی ہے۔'' پرنسپل صاحب مسکرائے تھے، دیگر اسٹاف کی بھی دبی دبی ہنسی گونجی پرنیاں کی گردن ڈھلک کر شانوں سے جا لگی یہ سنگی انسان اب پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا۔

''ضرور سر وائے ناٹ، بٹ میں چاہتا ہوں آپ لوگ پہلے یہ سویٹ تو لیں نا، کیونکہ پرنیاں کو آپ پہلے میری اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے جانتے تھے مگر میں آپ کو بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ صرف میری اسٹوڈنٹ نہیں میری منکوحہ بھی ہیں، ہمارے نکاح کو تین سال ہونے والے ہیں، شادی ان کی اسٹڈی کمپلیٹ ہونے پہ ہوگی انشاء اللہ۔''

سب کی حیرانگی کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے مسکرا کر اطمینان سے کہا تھا جبکہ پرنیاں اسے لگا تھا آفس کی چھت اچانک اس کے سر پہ آن گری ہو، آفس کے روم میں ایک دم ہلچل سی مچ گئی تھی، ہر کوئی اپنے انداز میں حیرانی کا اظہار کرتا تھا اور دونوں کو بالخصوص مبارک باد دیتا تھا، کچھ چہرے بجھے بھی تھے

ان میں عباس فاروقی اور مس رعنا شیخ بھی تھیں جو اپنے اپنے طور پہ دل ہی دل میں پرنیاں اور معاذ کے طلبگار رہتے تھے، پرنیاں کی تو حالت وہ تھی کہ جیسے پتھر کی بن گئی ہو، اسے تو معاذ کے اس اہم راز سے آگاہی کی خبر نہیں تھی کجا سب کے سامنے اس کا انکشاف، صحیح معنوں میں اس کی حرکت نے پرنیاں کو ہلا کر رکھ دیا تھا، حیرت غیر یقینی اور گھبراہٹ کیا کچھ یکلخت اس پہ حملہ آور نہیں ہوئے تھے، اسے اپنی کیفیت بھی سمجھ سے باہر تھی آیا وہ حیران ہے خوش ہے یا پریشان، اسے خود کو کمپوز کرنے کو اپنی ساری ہمت جمع کرنی پڑی تھی، آفس کا ماحول ایک دم خوشگوار ہو چکا تھا جس میں دوستانہ بے تکلفی کا احساس چھلکتا تھا، وہ سب لوگ اب معاذ سے بہترین قسم کی ٹریٹ کا مطالبہ کر رہے تھے اور معاذ اسی خوشدلی سے وعدہ کر چکا تھا، پھر ان چند گھنٹوں کے اندر اندر پورے کالج میں یہ خبر سرعت سے پھیل گئی تھی، پرنیاں میں تاب نہیں تھی لوگوں کی عجیب وغریب نظروں کا سامنا کرنے کی جبھی وہ کترا کر لائبریری کی سمت آ گئی، راستے میں روک روک کر اور وہاں بھی کتنی لڑکیوں نے اسے مبارک باد سے نوازا اور انتہائی ذاتی قسم کے سوال داغنے شروع کر دیئے، کب نکاح ہوا؟ چھپا کے کیوں رکھا، ہوسٹل میں کیوں رہتی ہو گھر کی موجودگی کے باوجود وغیرہ وغیرہ۔

''ان کی ساس کو بہو کی خوبصورتی سے ڈر لگتا ہوگا، کہیں رخصتی سے پہلے ہی نہ بیٹا حسین بہو سے حق وصول کر لے۔'' ایک بے باک لڑکی نے آخری سوال کے جواب میں ٹھٹھا لگا کر کہا تھا، پرنیاں کے چہرے سے بھاپ نکلنے لگی، دہاں کے بغیر وہ تیزی سے بیرونی گیٹ کی سمت جانے لگی، اتنا تو وہ بھی جان گئی تھی، یہاں ٹھہرنا اب محال ہے۔

''میری جان مبارک ہو، سر نے تو کمال کر دیا ہے نا، نیہاں تو کہیں منہ چھپا کر روتی ہوگی۔'' جانے کہاں سے بھاگتی ہوئی ثناء اچانک آ کر اس سے لپٹی تھی، پرنیاں نے ہونٹ کچلے تھے۔

''چلو ثناء چلتے ہیں۔'' اس نے اپنے سرد ہوتے ہاتھ میں ثناء کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کیوں بھئی رکو نا، ابھی تو مزا آتا ہے، ساری لڑکیوں کو آگ لگ ہوئی ہے، شکلیں دیکھنے والی ہیں مرن جوگیوں کی، اپنے اپنے خیالوں میں تو سب سر پہ اجارہ داری جمائے بیٹھی تھیں۔'' ثناء نے دانت کچکچا کر کہا، صاف لگتا تھا وہ اس صورتحال سے بے تحاشا خوش اور مطمئن ہے، پرنیاں کو اس کی سوچ سے شدید اختلاف ہوا تھا مگر اس وقت اسے ٹوکنے کی بھی ہمت نہیں تھی اس میں۔

''ٹھیک ہے تم کرواتے جوائے مرو میں جا رہی ہوں۔'' وہ پھنکار کر بولی تھی اور اس کا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گئی گیٹ سے ابھی کچھ فاصلے پہ ہی تھی جب معاذ حسن اور نیہاں سے ایک ساتھ سامنا ہو گیا، وہ فطری طور پہ کنفیوژ ہوئی تھی۔

''آیئے پرنیاں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔''

معاذ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، جسے پرنیاں نے اگلے لمحے ہی چھڑوا بھی لیا، اس کی نگاہ نا چاہتے ہوئے بھی نیہاں سے ملی تھی، کیا تھا اس کی آنکھوں میں بے بسی، کرب رنج یا پھر بے تحاشا نفرت وحقارت پرنیاں کو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلملاہٹ بھی محسوس ہوئی تھی جس نے اس کا دل کچھ اور بوجھل کر دیا۔

''دس از ناٹ فیئر پرنیاں! اب بھی آپ کی ناراضگی اور آپ کا ایٹی ٹیوڈ میری سمجھ سے باہر ہے۔''

معاذ جو اس کے ہمراہ گیٹ سے باہر آیا تھا کس قدر بے بسی سے گویا ہوا، پرنیاں کو تو جیسے آگ سی لگ گئی۔

''اب بھی سے کیا مطلب ہے آپ کا؟ کون سا کمال کر دیا آپ نے؟'' وہ بھڑک کر کہتی اس پر چڑھ دوڑی تھی، معاذ نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر تقریباً کھینچتے ہوئے گاڑی تک لایا تھا پھر اسے سیٹ پہ پٹخ کر دروازہ لاکڈ کرنے کے بعد خود ڈرائیونگ سیٹ پہ آ گیا تھا اور دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند کیا۔

''آپ کو شکایت تھی نا مجھ سے کہ میری وجہ سے آپ کا کردار مشکوک ہو گیا تھا میں نے اسے معتبر کر دیا اور کون سے پہاڑ سر کرانا چاہتی ہیں مجھ سے یہ بھی بتا دیں۔'' ایک ایک لفظ چبا کر کہتا ہوا وہ بری طرح سے خفا نظر آ رہا تھا، پرنیاں اس کے تیوروں سے کس قدر خائف ہونے لگی۔

''آپ کو کس نے بتایا تھا کہ......'' اس کی گھورتی نظروں کی وجہ سے پرنیاں نے گھبرا کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''آپ کے خیال میں میں بے وقوف احمق تھا، مگر اتنا بھی نہیں تھا جتنا آپ نے سمجھ لیا تھا۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ تلخی ونخوت سے جواب دے رہا تھا۔

''اگر آپ کو یہ سب پتہ چل گیا تھا تو آپ......'' معاذ کی نگاہوں کے شاکی انداز پہ پرنیاں نے پھر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں نے تو آپ سے کوئی شکایت نہیں کی پرنیاں حالانکہ آپ نے بھی مجھے کم پریشان نہیں کیا۔'' پرنیاں بے اختیار نظریں چرا گئی۔

''آغاز آپ کی طرف سے ہوا تھا، کسی کو دیکھے بغیر آپ نے اپنی ایک مستقل رائے قائم کر لی، پھر اس پہ ڈٹے بھی رہے، حد تھی خود پرستی کی بھی۔'' وہ خفا خفا سی بولی، تو معاذ نے ونڈ اسکرین سے نگاہیں ہٹا کر بہت شرارتی قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

''میں سارے ازالے کر دوں گا ڈونٹ وری بس تم دیکھتی جاؤ جان من۔'' وہ ایک دم سے پٹڑی چھوڑ گیا پرنیاں بری طرح چونکی اور اس کی نگاہوں میں اترتے استحقاق کے رنگوں کو دیکھ کر اس کی جان ہوا ہونے لگی۔

''بس روک دیں گاڑی، یہاں سے ہاسٹل زیادہ دور نہیں ہے میں خود چلی جاؤں گی۔'' اس نے گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنی چاہی تھی، معاذ نے ان سنی کر دی تھی۔

''آئس کریم کھاؤ گی؟'' پرنیاں نے زچ ہو کر خفگی سے اسے دیکھا پھر جھنجھلا کر بولی تھی۔

''ہاسٹل پیچھے رہ گیا ہے سر آپ مجھے یہیں اتار دیں۔''

''سر کی کچھ لگتی تمہیں سر میں بتاتا ہوں، پھر کہو گی سر مجھے؟'' معاذ نے غصے سے اسے دیکھا پھر ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ کو اس کی کمر میں حائل کرتے ہوئے ایکدم اپنی جانب گھسیٹ لیا، پرنیاں کے حلق سے چیخ نکل گئی، گاڑی نے بے قابو ہو کر لہرائی تھی مگر معاذ کو پرواہ ہی نہیں تھی، وہ اپنے ساتھ اس کی زندگی کو بھی خطرے میں ڈال چکا تھا، فارم ہاؤس میں گھوڑے پہ بیٹھے بھی وہ یہ کرشمہ دکھا چکا تھا حالانکہ تب بھی کئی مرتبہ دونوں توازن کھو کر گرنے سے بچے تھے، مگر معاذ جذباتیت میں ان باریکیوں کی سمت کبھی دھیان نہیں دیتا تھا۔

''نہیں کہتی، نہیں کہوں گی، پلیز آپ گاڑی کو دیکھیں۔'' پرنیاں نے اتھل پتھل ہوتی سانسوں کے بیچ اس کی قربتوں میں جل کر خاک ہوتے بھی شپٹا کر بوکھلا کر کہا تھا، معاذ زور سے ہنس پڑا۔

''تمہاری موجودگی میں میرا دھیان کسی اور پہ ہو سکتا ہے ظالم لڑکی۔'' وہ مخموری سانس بھر کے کس قدر شریر نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''سنو ہمیشہ ایسی ہی میری فرمانبردار رہنا، بہت اچھی لگی ہو مجھے اس طرح۔'' اس کے شوخ و شنگ لہجے میں معنی خیریت کا رنگ بے حد گہرا تھا، پرنیاں اسی حساب سے سرخ پڑ گئی۔

''بہت بدتمیز ہیں آپ۔'' وہ جھلا کر یہی کہہ سکی۔

''تمہیں اندازہ ہے تم اس وقت کتنی حسین لگ رہی ہو؟ میرا دل بے حد بے ایمان ہو رہا ہے رئیلی، ہر حد بندی کو توڑنے کی خواہش ہو رہی ہے، ویسے بھی یہ میرا حق بنتا ہے، تم نہیں ستایا تم نے مجھے۔'' معاذ نے ذرا سا اس کی سمت جھک کر سرگوشی کی تھی، پرنیاں کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی اس نے بے ساختہ قسم کی گھبراہٹ سے دوچار ہوتے متوحش ہو کر اسے دیکھا تھا، اس کا رنگ کیسے لمحوں میں پیلا پڑ گیا تھا، معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''مذاق کر رہا ہوں بھئی بے ہوش نہ ہو جایئے گا۔'' وہ آہ بھر کے بولا تب ذرا پرنیاں کے حواس بحال ہوئے تھے، معاذ نے اس کی ہر کیفیت کو بری جزئیات کے ساتھ نوٹس کیا تھا اور اسی لحاظ سے بدمزا ہو گیا۔

''بہت مطمئن اور خوش رہتی ہو نا مجھ سے دور رہ کر مجھے پاگل بنانے کی پھر کیا ضرورت تھی۔'' پرنیاں اس انوکے شکوے پہ بے تحاشا خجل ہوتی اس سے نظریں چرا کر خود میں سمٹ گئی، چہرا الگ تپنے سا لگا تھا۔

معاذ کی ایسی باتوں کے دوران ہی وہ دونوں شاہ ہاؤس پہنچے تھے، پرنیاں دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس رومینٹک موڈ سے خدا کی پناہ مانگتی رہی تھی، گاڑی پورٹیکو میں رکی تب وہ تیزی سے اندر بھاگی تھی، سب سے پہلا سامنا زینب سے ہوا جو اسے دیکھ کر بے اختیار چہکی تھی۔

''لالہ نے اب تمہیں گھر کیا بیڈ روم تک لے جا کر ہی جان چھوڑنی ہے، لہٰذا نخرے اور ضد چھوڑ دو لڑکی۔'' پرنیاں کچھ کہے بغیر بس اس سے لپٹ گئی تھی، معاذ نے آتے ہی سب پر اپنی خفگی جتلا کر سہی مگر انہیں اپنا کارنامہ سنا دیا تھا نیہاں کی مایوسی تک ساری تفصیل کے ساتھ، زیاد پہ سب سے زیادہ اوس گری تھی، اس کا سارا پلان فیل ہو گیا تھا۔

''آپ کو جہان بھائی نے بتایا ہو گا یقیناً۔''

''میں نے خود سنا تھا، ویسے بھی ذرا سا غور کرنے پہ یہ حقیقت واضح ہو جاتی تھی۔'' معاذ نے یہاں اپنی بیوقوفی کا قصہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

''اب آپ مجھے یہ بتائیں مما کہ محترمہ کو منکوحہ سے بیوی کا درجہ کب ملے گا؟'' معاذ نے اہم سوال کیا تھا، مما چونکیں۔

''آف کورس بھابھی کی اسٹڈی کمپلیٹ ہونے کے بعد۔'' زیاد نے مما کی گھورتی نظروں کی پرواہ کیے بغیر نیا شوشہ چھوڑ دیا، معاذ کو اس جواب پہ تپ چڑھ گئی تھی۔

''اسٹڈی کمپلیٹ ہونے میں ابھی وقت ہے، پھر ہاؤس جاب، سن لیں مما میں اتنا ویٹ نہیں کر

سکتا۔'' وہ اپنے مخصوص اکل کھرے انداز میں بولا، پرنیاں نے وہاں سے اٹھ جانا ہی مناسب خیال کیا تھا، وہ بے باک تھا مگر وہ اس کی بے باکی کے مظاہرے نہیں سہہ سکتی تھی۔

''بہتر ہو گا آپ اپنا معاملہ پپا کی عدالت میں لے جائیں۔'' زیاد نے چمک کر اصلاح دی، اسے خوشی ہو رہی تھی کہ معاملہ ابھی ہاتھ سے نکلا نہیں تھا، معاذ ساری حقیقت سے آشنا نہیں ہوا تھا، ایڈونچر ابھی بھی موجود تھا، اب بھی اسے عین مہندی کے دن اس کی شادی کا بتلا کر مزا لیا جا سکتا تھا۔

''مجھے نہیں پتہ بس میں بتا چکا ہوں۔'' وہ نروٹھے پن سے کہتا دھڑ دھڑ سیڑھیاں چڑھ گیا، اس کے جاتے ہی مما نے زیاد کو گھورا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے اب یہ کھڑاک پیدا کرنے کی۔''

''کچھ نہیں ہوتا نا مما! دیکھیں اب بھی کیا کہہ دیا لالے نے کچھ نہیں نا، رئیلی وہ خود بھی انجوائے کریں گے۔'' زیاد تب تک انہیں قائل کرتا رہا جب تک مما نے جھلا کر سہی ''جو مرضی آئے کرو'' کہہ کر جان چھڑا لی پھر زیاد نے یہ اہم میسج باقی سب تک بھی پہنچایا تھا تاکہ کہیں رخنہ نہ پڑ جائے مس انڈر اسٹینڈنگ کی وجہ سے اس کے ساتھ حوریہ حسان اور ماریہ وغیرہ بھی پرجوش ہو کر نیا پلان ترتیب دینے لگے تھے۔

☆☆☆

جہان نے کس قدر حیرانی سے اپنے سامنے پڑے بکے کو دیکھا تھا، جس کے مومی چکنے کاغذ کے نیچے سفید ادھ کھلے گلاب تھے، کہیں کہیں سبز پتے جھلک رہے تھے، پھول بالکل تازہ تھے جن کی دلفریب سی مہک پورے کمرے میں پھیل گئی تھی، یہ تقریباً سال بعد اس حرکت کو دہرایا گیا تھا اور ایسا کرنے والا کون تھا وہ نہیں جانتا تھا، اس نے گہرا سانس بھرا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اسی پل اس کا سیل فون بجا تھا، جہان چونک کے متوجہ ہوا، مسز آفریدی کا فون تھا وہ شش و پنج میں پڑ گیا کال ریسو کرے یا نہ کرے، پھر کچھ سوچ کر اس نے فون اٹھا لیا تھا۔

''رخصتی کے لئے تم نے ژالے کو منع کیا ہو گا نا جو وہ ایک ہی تکرار کیے جا رہی ہے۔'' وہ چھوٹتے ہی اسے لتاڑنے لگیں، جہان کے ہونٹوں کی تراش میں دل جلانے والی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''بہت خوب، اگر مجھے اندازہ ہوتا محترمہ میری اتنی فرمانبردار ہیں تو میں نکاح سے قبل ضرور اس قسم کا بلہ بحال کرتا ان سے۔'' اس کے جواب نے مسز آفریدی جیسی گھاگ اور شاطر عورت کو بھی چکرا کر رکھ دیا تھا۔

''سچ کہہ رہے ہو جہانگیر آپ نے اسے منع نہیں کیا تو پھر وہ کیوں یہی رٹ لگا کر بیٹھی ہے؟'' ان کے انداز میں جھنجھلاہٹ اور پریشانی تھی، جہان کو عجیب سا سکون اپنے اندر اترتا محسوس ہونے لگا۔

''آپ بتائیں میں ایسی حماقت کر سکتا ہوں؟ آپ کے اندازے اور سوچ کے عین مطابق مجھ سے تو لمحات نہیں کٹتے ہیں ژالے صاحبہ کے ہجر میں، کب یہ چند دن گزریں گے اور وہ مکمل میری دسترس میں ہوں گی۔''

اس نے دانت کچکچا کر کہا تھا، مسز آفریدی کی کھسیاہٹ کا کوئی انت نہیں رہا تھا، اگلے لمحے وہ کال ڈراپ کر چکی تھیں، جہان نے تنفر زدہ انداز میں سر جھٹکا اور سیل واپس جیب میں رکھ لیا، پلٹا اور ساکن رہ

گیا، زینب ذرا سی جھکی بکے ہاتھوں میں لئے ناک کے قریب لا کر سونگھ رہی تھی، جھکنے کے باعث اس کے ریشمی بالوں کا آبشار آگے کی سمت گر رہا تھا جسے اس نے ایک ہاتھ سے نزاکت سے پیچھے کمر پہ گرایا تھا پھر سیدھی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''یہ بھی آپ کو ژالے صاحبہ نے بھیجا ہوگا؟'' پتہ نہیں اس کے لہجے میں اتنی کاٹ اور سرد مہری کہاں سے آن سمائی تھی، کتنی حسین تھی وہ چودھویں کے چاند جیسا مبہوت کر دینے والا روشن چہرا تھا، اس کا مگر وہ ہر وقت انگارے چبایا کرتی تھی، جہان نے اس کی ہر بات کے جواب میں خاموش رہنے کا خود سے عہد کیا تھا، جبھی قدم بڑھا دیئے تھے۔

''بات سنئے جے۔'' زینب نے تیزی سے پکارا تھا، جہان رک گیا تھا مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔

''بہت محبت کرتے ہیں نا ژالے سے؟'' جہان نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا، کیا نہ تھا اس کے چہرے پہ، رقابت کی جلن، نخوت بھری تلخی، اپنے خدشے کی صداقت کا خوف اور انکار سننے کی ایک احمقانہ سی خواہش، جہان کو جانے کیا سوجھی تھی ایکا ایکی اپنے دل کے ساتھ ساتھ اس کے دل سے بھی مخالف چلنے کا فیصلہ کر لیا۔

''ہاں بہت زیادہ، تم نے سنا نہیں میں ابھی کیا کہہ رہا تھا، مجھ سے وقت کاٹے نہیں کٹتا۔'' زینب کا چہرا یکلخت پھیکا پڑ گیا، اتنا پھیکا کہ ایک پل کو جہان کو اپنی جذباتیت پہ تاؤ آ گیا تھا، مگر صرف ایک پل کو پھر اس نے اپنے دل میں ٹھنڈک پڑتی محسوس کی تھی، زینب نے لمحے کے ہزارویں حصے میں نگاہ جھکا دی تھی، مگر وہ اس کی آنکھ میں گھات لگا کر بیٹھتا ہوا تاسف عجیب سا ملال اور کچھ بہت اہم کھو دینے کی کسک دیکھ چکا تھا نمی سمیت۔

(میں خود تو جل رہا ہوں زینب پھر کیا حرج ہے کہ میں ان لوگوں کو بھی اسی آگ کی لپیٹ میں لے آؤں جو میری تباہی کے ذمہ دار بنے ہیں، اب میں تنہا نہیں جلنا چاہتا۔)

''یہ وہی لڑکی ہے نا جے جس کے متعلق میں ہمیشہ آپ سے سوال کرتی رہی اور آپ مکر جاتے تھے؟'' زینب خود کو شاید سنبھال چکی تھی جبھی اگلا سوال کر دیا تھا، مگر اس کی آنکھیں اتنی ہمت نہیں رکھتی تھیں شاید کہ وہ جہان کا سامنا کر پاتیں، شاید اپنی شکست کا احساس یا بعید کھل جانے کا خوف مانع تھا۔

''اور کون ہو سکتی ہے بھلا؟ یہ سوال تو اب بے معنی نہیں ہو کر رہ گیا؟'' جہان کے جتلاتے ہوئے انداز پہ زینب پھر سے چہرے کو دھواں ہونے سے نہیں بچا سکی، جہان کو اسی پل اندازہ ہوا تھا اس کا دل ایک نرم گوشت کے ٹکڑے کی بجائے سنگلاخ پتھر میں ڈھل چکا ہے، ورنہ زینب کو اس طرح سے زچ کرنے دکھ میں مبتلا کرنے اور فریب دینے کا تو تصور بھی محال تھا اس کے نزدیک۔

''اگر ایسی تھی تو پھر آپ کو ہر کام تھرو پراپر چینل کرنا چاہیے تھا، آپ کو نہیں لگتا اس لڑکی کی عزت اس اقدام سے مجروح ہوئی ہے؟'' وہ تڑخ کر بولی تھی، جہان بلاوجہ مسکرانے لگا۔

''ابھی صرف نکاح ہوا، ہر کام باقاعدہ طریقے سے ہوگا، جہاں تک نکاح کا معاملہ ہے تو یہ قدم بھی میں نے اس لئے اٹھایا تھا مجھے خدشہ تھا اگر یہاں کسی نے کسی وجہ کو بنیاد بنا کر انکار کر دیا تو...... میں ژالے کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔'' زینب کچھ دیر ساکن نظروں سے دیکھتی رہی تھی پھر ہونٹ بھینچ کر تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گئی اور جہان وہ تو تھا ہی پل صراط پہ اس کے جاتے ہی نڈھال سے انداز میں صوفے پہ ڈھیر

ہو گیا۔

☆☆☆

''آپ چلیں میں لا رہی ہوں چائے۔'' پرنیاں جو اس کی نظروں سے کنفیوژ ہو رہی تھی، جز بز ہو کر بولی، مما نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا کچھ زیورات پسند کرا رہی تھیں وہ اسے اور نوریہ کو کہ معاذ وہاں ٹپک پڑا تھا۔

''چائے پلوائیں مما جانی!'' وہ زبردستی ان کی گود میں سر گھسا کر لیٹ گیا تھا۔

''اچھا بیٹے بنا دیتی ہوں، آپ ہٹو تو سہی کام کرنے دو مجھے۔''

''یہ اتنا ضروری کام تھوڑی ہے، پہلے میری سنیں۔'' مما مسکرا دی تھیں پھر اس کے بال بگاڑ دیئے۔

''او کے بتاؤ کیا چاہیے۔''

''بیوی چاہیے مکمل قبضہ ملکیت کے ساتھ۔'' وہ پرنیاں کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ کر بولا تھا، پرنیاں مما اور نوریہ کی موجودگی میں بے حجابی کے اس مظاہرے پر خفت اور حجاب سے سرخ پڑ گئی تھی، نوریہ تو معاذ کی موجودگی کے ساتھ ہی بہانہ بنا کر نکل گئی تھی۔

''مم میں چائے بنا کر لا دیتی ہوں۔'' پرنیاں کو اور کچھ نہیں سوجھا تو تیزی سے باہر چلی گئی۔

''ماں سے کچھ تو شرم کرتے ہیں بیٹے۔'' مما نے اسے لتاڑا تھا، مگر وہ کہاں پروں پہ پانی پڑنے دیتا تھا۔

''کم ان مما! میں نے کوئی گستاخی تھوڑا ہی کی ہے، اب یہ سوال کرنا بھی میرا حق نہیں؟'' وہ الٹا خفا ہونے لگا، مما نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

''نہیں پتر جی آپ کو سارے حقوق حاصل ہیں۔''

''گڈ یہ کی نا آپ نے اچھی سی بات۔'' وہ دانت نکالتا ہوا ان سے لپٹ گیا تھا، پھر وہاں سے اٹھ کر کچن میں آ گیا۔

''میرے سر میں درد ہے اور وہ چائے سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔'' پرنیاں اس کی آواز سے گھبرا کر پلٹی، پھر سرعت سے خود کو سنبھالا تھا، وہ بہت اطمینان سے چوکھٹ سے ٹکا کھڑا تھا۔

''کوئی ٹیبلٹ لے لیں نا ساتھ۔''

''ٹیبلٹ سے بھی نہیں جائے گا ریئلی۔''

''پھر کیا چاہتے ہیں؟'' وہ کسی قدر جھلائی۔

انگلیاں پھیر میرے بالوں میں
یہ میرا درد بھاگ جائے گا

''یہ اپنی چائے سنبھالیں اور اپنے کمرے میں جائیں۔'' پرنیاں نے چائے چھان کر مگ اس کی سمت بڑھاتے بے حد ترو ٹھے پن کا مظاہرہ کیا تھا، جو معاذ کو کم از کم بالکل پسند نہیں آیا مگ اس سے پکڑ کر سلیب پہ پٹخا اور اسی جارحانہ موڈ میں اسے بازوؤں میں دبوچ کر بولا تھا۔

''تمہیں نہ سنبھال لوں اور لے جاؤں اپنے کمرے میں، سارے مسئلے ہی حل ہو جائیں گے۔'' وہ اس پہ جھک کر دھمکی آمیز انداز میں بولا تھا، لہجے کی گھمبیرتا، قربتوں کی سحر انگیزی کے باوجود پرنیاں کا دل

اچھل کر حلق میں آ گیا۔

''میں نے جو کچھ دیکھا، غلطی سے، میں نے جو کچھ سنا نادانستگی میں، اللہ کے بندوں یہ کچن ہے اور یہاں ایسے سین ممنوع کوئی ہے جو مجھے میرے کمرے تک چھوڑ آئے، کہ میں اب غلطی سے بھی آنکھیں نہیں کھولنا چاہتا۔'' زیاد نے دونوں ہاتھ آنکھوں پہ رکھے ہوئے تھے اور ان کی جھری سے مسکراہٹ چھلکاتی نظروں سے دونوں کو دیکھتا دہائی سی دینے میں مصروف تھا، معاذ جھینپ کر تیزی سے پرنیاں کو چھوڑ کر فاصلے پہ ہوا، پرنیاں کو تو جیسے سارا خون ہی سمٹ کر چہرے پہ آ گیا تھا، تیزی سے رخ پھیر کر وہ بے بسی کے شدید احساس سمیت ہونٹ کچل کر زخمی کرتی رہی۔

''جاہل لڑکے تمہیں تمیز نہیں ہے؟ میاں بیوی کو پرائیوسی میں اس طرح نہیں گھستے۔'' معاذ نے شرمندہ ہونا تو سیکھا ہی نہیں تھا، الٹا اسے لتاڑنے کھڑا ہو گیا، زیاد کی تو آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

''میاں بیوی سوری صرف میاں کو بھی خیال کرنا چاہیے کہ کچن جیسی جگہ پہ اس قسم کے پرائیویٹ مظاہرے نہ کرے۔'' زیاد نے چمک کر اس کی غلطی واضح کی۔

''تم تو بیوقوف ہو، موویز دیکھو تو پتہ چلے، آدھا رومانس ہیرو ہیروئن کچن میں کرتے ہیں آدھا پبلک اسپاٹ اور بیڈ روم میں، آئندہ کچن میں آنے سے پہلے دروازہ ضرور ناک کرنا۔'' وہ اسی ڈھٹائی سے مشورہ دے رہا تھا، زیاد بیچارا اسے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

لو آج میں تم سے نکاح عشق کرتا ہوں
مجھے تم سے محبت ہے، محبت ہے محبت ہے

معاذ نے شعر سنا کہ حاضرین سے داد چاہی مگر ان سب کے منہ بنے ہوئے تھے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے بھئی اتنا زبردست شعر ہے۔'' وہ بھنایا تھا۔

''ہمیں گانا سننا ہے، آپ ننھے منے سے شعر پہ ٹرخا رہے ہیں، ویسے بھی یہ خالصتاً پرنیاں بھابھی کے لئے تھا ہمیں کیا فائدہ ہوا۔'' زیاد نے منہ لٹکا کر کہا تھا معاذ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''گانا بھی تمہاری بھابھی صاحبہ کے لئے ہی ہوگا، تمہیں کیا فائدہ دے گا بھلا؟''

''اوہ ویری نائس مبارک ہو بھابھی آپ کو، ژالے بھابھی کو میں بعد میں کال کر کے مبارک دوں گا کہ انہیں ان کے دیور تیمور حسن نے گانا ڈیڈیکیٹ کیا ہے۔'' معاذ کے طنزیہ لہجے و انداز پہ زیاد تلملایا تھا اور نہایت برجستگی سے بات کا رخ پلٹ کر اپنا بدلہ چکا لیا، پہلے تو معاذ کو اس کی عیاری سمجھ نہیں آئی جب سمجھ آئی تو اس نے زیاد کو اکٹھے کئی گھونسے دے مارے تھے۔

''اب اور دکھا یہ ایفی شینسی میرا دماغ پاگل ہے نا کہ میں اپنی اتنی حسین و جمیل بیوی کو چھوڑ کر ادھر ادھر گانے ڈیڈیکیٹ کرتا پھروں۔'' اس نے اسی وقت اندر آتی پرنیاں کو نثار ہونے والی نظروں سے دیکھ کر زیاد کی درگت بنائی تھی۔

''یار کیا بدتمیزی ہے، مما جان ان کو دیکھ کر کہیں سے بھی لگتا ہے یہ دونوں ڈاکٹر ہوں گے؟'' جنید بھائی نے متاسفانہ نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا، مما جان جواب میں کچھ کہے بغیر مسکراتی رہیں۔

''خوش ہیں میرے بچے، اللہ انہیں نظر بد سے بچائے، جہان کدھر ہے؟ اسے بھی بلا کے لاؤ نا سب کے بیچ۔'' مما جان کے کہنے پہ حسان جہان کو بلانے کے لئے چلا گیا۔

''ادھر کیوں بیٹھ رہی ہو پرنیاں، یہاں آؤ نا میرے پاس۔'' معاذ نے اسے بھابھی کے ساتھ بیٹھتے دیکھ کر شرارت بھرے انداز میں ٹوکا، وہ کھسیائی تھی اور خفت زدگی کے عالم میں ایک ترچھی نگاہ، سب پہ ڈالی اور لمبی پلکیں جھکا دیں، بے حجابی کے مظاہرے وہ کرتا تھا اور خفت ہمیشہ اسے اٹھانی پڑتی تھی۔

کیا نہیں کیا ہے ان آنکھوں میں کہ رکھ دیتی ہیں
اک اچھے بھلے انساں کو دیوانہ کرکے
وہ اگر آنکھوں میں ہی رہتا تو بہت اچھا تھا
اس نے یہ بہت ظلم کیا دل میں ٹھکانہ کرکے

معاذ نے آہ بھر کے کچھ اور شعر لڑھکائے، بھابھی نے ذرا غور کیا پھر اہم نقطہ اٹھایا تھا۔

''آئی تھنک معاذ تمہیں پرنیاں کی آنکھیں کچھ زیادہ ہی پسند ہیں، سب سے زیادہ شاعری تم نے اس کی آنکھوں پہ ہی کی ہے۔'' ایک زبردست قہقہہ پڑا تھا، معاذ نے ٹھنڈا سانس کھینچ لیا۔

''بہت خوب، جن پہ میں کرتا رہا انہیں خبر نہیں اور گرد خبر مشہوری ہو گی، ویسے بائی داوے اچھی تو آپ بھی مجھے کبھی نہیں لگیں مگر اتنی بری بھی نہیں لگی تھیں جتنی آج کل...... اندازہ ہے آپ کو کہ آپ میری چیز پہ کیسی پہرہ داری کرتی ہیں، ہمیشہ اسے یوں پاس چپکائے بٹھاتی ہیں جیسے میں کھا جاؤں گا اسے۔'' وہ کلس کر کہہ رہا تھا، بھابھی نے منہ بنا کر اسے مصنوعی غصے سے گھورا پھر تیکھے لہجے میں بولی تھیں۔

''تمہارا کچھ بھروسہ بھی نہیں ہے، ہماری لڑکی اتنی پیاری ہے کہ حفاظت کی اضافی ذمہ داری سرانجام دینی پڑتی ہے۔''

''یہ ساری پہرے داری دھری رہ جائے گی کسی دن اور......'' اس نے پرنیاں کے سرخ پڑتے چہرے پہ معنی خیز نگاہ ڈال کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا، پرنیاں کا دل دھک سے رہ گیا، اس سے اس معنی خیزیت سے بھری گفتگو کو سننا مزید برداشت نہیں ہوا تھا، جبھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی، معاذ نے سرعت سے اس کی کلائی تھامی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو؟ میں گانا سنانے لگا ہوں بیٹھو۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے جانے دیں۔'' وہ بے اختیار روہانسی ہو گئی۔

''ایسی کی تیسی نیند کی، اب تمہاری نہیں میری مرضی چلا کرے گی، سمجھی ہو تم، بیٹھو یہاں۔'' وہ رعب دار آواز میں تحکم سے بولا، پرنیاں کے چہرے پہ امڈتی ناگواری کو پا کر بھابھی نے ملائمت بھرے انداز میں خود پرنیاں کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

''چند منٹ کی تو بات ہے چندا، ٹھہر جاؤ پلیز۔'' پرنیاں کا موڈ آف ہو گیا تھا، مگر دانستہ خاموشی اختیار کی تھی۔

توڑی جو اس نے مجھ سے تو جوڑی رقیب سے
انشا تو میرے یار کی بس جوڑ توڑ دیکھ

معاذ کو بھابھی کو پرنیاں سے سرگوشی میں بات کرتا دیکھ چکا تھا ٹھنڈی آہ بھر کے گویا ہوا تھا، باقی سب اس کی مسخری پہ بے ساختہ ہنسنے لگے، مگر وہ اثر لئے بنا بڑے انداز میں بولا تھا۔

رنجشیں تو ہوتی ہیں محبتوں میں مگر
تم سے یہ کس نے کہا مجھ کو اکیلا کر دو

''کوئی ہے جو ہماری صلح کرا دے؟ بے یار تو ہی سمجھا اپنی بہن کو۔'' اس کا ڈرامہ طول پکڑنے لگا، باقی سب کے ساتھ بھابھی کی بھی ہنسی نکل گئی، پرنیاں ان کو گود میں سوئے عبدالرافع کو پیار کرتی رہی، معاذ نے پھر دہائی دینا شروع کی۔

میری بے بس میری التجا میری ضبط آہ پہ نظر تو کر
مجھے مسکرا کے نہ ٹال تو میری زندگی کا سوال ہے

''چل بس کر یار، اللہ تجھے صبر دے گا۔'' جنید بھائی نے اس کا کاندھا تھپکا۔

''آپ سب لوگ گواہ رہیے کہ......''

انہیں حق دیا ہے میں نے میرے ساتھ دل لگی کا
میرے دل سے کھیلیں جب تک ان کا دل بہل نہ جائے

اس نے پرنیاں کی جانب ہاتھ کا اشارہ کر کے خاصی رنجیدگی سے کہا تھا، زیاد پھر ٹھٹھی کرنے لگا۔

''کچھ اور بھی سنائیں نا۔'' زیاد کو بے پناہ لطف آ رہا تھا، معاذ نے سر تسلیم خم کیا پھر اٹھ کر پرنیاں کے نزدیک آ کر گھٹنوں کے بل جھک کر شوخی و شرارت سے گنگنایا تھا۔

کہنا ہے جناب سے
پیار سے آداب سے
دل کی آواز سے
زندگی کے ساز سے
بڑے اطمینان سے
کہوں اپنی جان سے
آئی لو یو ایمان سے

وہ بڑی فدیانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، پرنیاں کو ٹوٹ کر شرم آئی تھی، اس نے بے اختیار ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ لیا، معاذ دل سے مسکرایا تھا اور کالر اکڑاتا ہوا بڑے ٹھسے سے اٹھ کر واپس اپنی جگہ پہ آیا۔

''یار! اب سنا بھی دے گانا۔'' جنید بھائی نے اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑے، معاذ نے گہرا سانس بھرا۔

''اتنا کچھ تو سنا دیا ہے۔'' وہ پھر نخرے دکھانے لگا۔

''وہ تو نے اپنی نصف بہتر کو سنایا ہے، ہم تو تب سے گانے کے انتظار میں سوکھ رہے ہیں۔''

''وہ بھی نصف بہتر کے لئے یہی ہوگا، سوچ لیں۔''

''پسند ہے ہمیں، میں تو سنا ہمیں تیری آواز اچھی لگتی ہے، تیرے نخرے نہیں ختم ہوتے۔'' جنید بھائی کو غصہ آنا شروع ہو گیا تھا، معاذ کو ان کا موڈ بحال کرنا پڑا۔

''راحت کا ہی سنانا او کے؟'' معاذ کو گانے کے آغاز سے پہلے جنید بھائی نے تاکید کی تھی، وہ ان کی بجائے پرنیاں کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

چلوں میں تیرے پیچھے پیچھے باقی سارے بندھن توڑ دوں
جو تیرے تک نہ جائے اس رستے کو چھوڑ دوں
ہر خواب میرا امیر میری میں تم سے جوڑ لوں
سب رشتے ناطے ہنس کے توڑ دوں
بس تجھ سے دل کا رشتہ جوڑ لوں
جڑ گئی جڑ گئی تجھ سے یہ میری زندگی
میں نے تو پائی ہے تجھ میں میری ہر خوشی
کہہ گئی کہہ گئی مجھ سے ساری خود یہ باتیں تیری
اکثر خیالوں میں جو تیرے سنگ کہیں
رکھوں میں لمحہ لمحہ تجھ کو اپنے سینے میں رکھوں
ہر صبح تجھ سے ملنے کی چاہت میں جگوں
اک تو ہی تو ہے ہونٹوں کی ہنسی چہرے کا نور تو
سب رشتے ناطے ہنس کے توڑ لوں
بس تجھ سے دل کا رشتہ جوڑ لوں

تالیوں کی خوبصورت تال میں اس نے گیت ختم کیا تھا، پھر پرنیاں کو دیکھا، اس کے گلرنگ رخساروں پہ حجاب آمیز سرخی تھی، ریشمی پلکوں کا لرزتا سایہ اسے کچھ اور بھی حسین بنا رہا تھا، وہ اسے دیکھتے ہوئے کھونے سا لگا، زیاد نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا تھا، تب وہ کھسیا کر سیدھا ہوا اور ایک مخمور سا سانس کھینچا۔

تیرا پیکر در احساس پہ دستک دے کر
رات کے پچھلے پہر روز جگاتا ہے مجھے

''ابھی تو آپ کو اسی پہ گزارا کرنا پڑے گا جی۔'' زیاد نے اسے چھیڑا تھا اور باقاعدہ کندھا تھپک کر حوصلہ بڑھایا، معاذ نے مسکین قسم کی شکل بنالی تھی۔

مچلتے رہتے ہیں ذہنوں میں وسوسوں کی طرح
حسین لوگ بھی وبال جان ہوتے ہیں

اس نے اب کے پرنیاں کو ہی سنایا تھا پھر سرد آہ بھر کے کمرے سے نکلا تب پرنیاں کی جان میں جان آئی تھی۔

☆☆☆

کچھ تم سے محبت ایسی تھی ہم باتیں کرنا بھول گئے
کچھ اور ہی ہم نے کہہ ڈالا جو کہنا تھا وہ بھول گئے
ہم نے تو کہا تھا لوٹ آنا پر تم لوٹ کے آنا بھول گئے
ہوئی رات فلک پر تارے تھے ہم دیا جلانا بھول گئے

میں ساحل پر بیٹھا ہی رہا تم کشتی لانا بھول گئے

اس نے سگریٹ سلگا کر گہرا کش لیا اور اپنے آگے ڈھیر سارا دھواں پھیلا لیا، فضا میں تحلیل ہوتے دھوئیں کے مرغولوں میں اک منظر ابھرنے لگا، ساتھ میں سرگوشی سے مشابہہ کچھ آوازیں۔

''بہت محبت کرتے ہیں ژالے سے؟'' اس کے ہونٹوں کی لرزش آنکھوں کا ہراس جہان کے دل پہ کند چھری کا وار کر رہا تھا۔

''ہاں بہت زیادہ، تم نے سنا نہیں ابھی میں نے کیا کہا؟'' اسے اپنی سفا کی یاد آئی اور دل خون ہونے لگا۔

کچھ اور ہی ہم نے کہہ ڈالا جو کہنا تھا وہ بھول گئے

پتہ نہیں یہ حالات کی ستم ظریفی تھی قسمت کی یا پھر خود زینب کی، جو بھی تھا جیسا بھی تھا وہ اپنے دل سے اپنی خواہش کے سامنے دغا بازی اور غلط بیانی کر کے سرشار نہیں رہ سکتا تھا، لحہ لحہ جل رہا تھا تڑپ اور سلگ رہا تھا، دروازہ ناک ہوا اور اگلے لمحے پپا نے اندر قدم رکھا تھا، سگریٹ اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا اور آنکھوں میں وحشتوں اور کرب کا بسیرا، پپا تو اسے دیکھ کر ہی ٹوٹنے لگے تھے۔ بوکھلایا تو وہاں بھی تھا یوں غیر متوقع طور پہ انہیں سامنے پا کر۔

''چاچو آپ نے مجھے بلوالیا ہوتا، خیریت ہے نا؟'' اس نے سگریٹ پھینک کر جوتے سے مسلا تھا اور شرمندگی و خجالت سے چور ان سے نگاہیں چار کیے بنا بولا۔

''آپ نے ژالے کو رخصتی سے منع کر کے اچھا نہیں کیا بیٹے۔'' جہان کے چہرے پہ ایک رنگ سا آ کر گزر گیا، اس نے بے اختیار نظریں چرائی تھیں۔

''یہ میری خواہش تھی بیٹے! میں آپ کو یوں تنہا سلگتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔''

''سوری چاچو۔'' وہ بوجھل آواز میں یہی کہہ سکا۔

''اپنا خیال رکھا کرو بیٹے! اینی ویز آپ کی خواہش مجھے ہر حال مقدم ہے مگر میں چاہتا ہوں ژالے کی شادی سے کچھ دن قبل یہاں بلوالوں، بچی سب سے متعارف بھی ہو جائے گی اور شادی میں شریک بھی۔ لیکن اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو......'' جہان ان کے سوالیہ انداز کو پا کر ایکدم خفت زدہ ہو گیا۔

''جیسے آپ مناسب سمجھیں چاچو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' وہ گڑبڑا کر بولا تھا، پپا نے آہستگی سے اس کا شانہ تھپکا اور دعائیں دیتے واپس چلے گئے، انہیں گئے پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے، جب معاذ زیاد و حسان سمیت باقی سب نے بھی اس کے کمرے پہ دھاوا بول دیا تھا۔

''آپ کے تو وارے نیارے ہیں جناب! سنا ہے ژالے بھابھی بھی تقریب میں شریک ہوں گی۔'' زیاد نے مسکراتی آنکھوں میں شرارت بھر کے اس سے استفسار کیا تھا، جہان کیا کہتا گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''تم نے بالکل اچھا نہیں کیا شادی رکوا کر جے۔'' معاذ خفا خفا سا بولا تھا، جہان نے محض اس کا ہاتھ دبا دیا گویا خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

''کون لائے گا بھابھی کو یہاں؟'' حسان بھی بے حد متجسس ہو چکا تھا۔

''لالے کو لانا چاہیے اصولاً تو۔'' زیاد کی بات پہ معاذ کو دھچکا لگا تھا۔

''کیوں مجھے کیوں، جے کا کام ہے یہ۔''

''پرنیاں بھابھی کو جو ہر بار جہان بھاگی لاتے رہے ہیں۔'' زیاد کی وضاحت پہ معاذ کا منہ بن گیا تھا۔

''وہ تو میں یہ کام کرنا نہیں چاہتا تھا یعنی میں خفا تھا نا جے کا تو ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں، کیوں جے؟'' معاذ نے اسے سنجیدگی سے دیکھا جہان اسے دیکھ کر رہ گیا، وہ پتہ نہیں اس سے کیا سننے کا متمنی تھا، اس کی خاموشی پہ معاذ کا موڈ آف ہونے لگا۔

''بس تم لے کر آؤ گے انہیں جے میں کہہ چکا ہوں۔''

کچھ دیر بعد جب وہ سب ہلہ گلہ مچا کر چلے گئے اور معاذ جہان کے ساتھ اکیلا رہ گیا تو معاذ نے اپنی بات زور دے کر کہا تھا۔

''ہمیں آخر ضرورت کیا ہے اس تکلیف میں پڑنے کی معاذ جسے آنا ہوگا خود آ جائے گا۔'' وہ جھنجھلا گیا تھا اس کی ایک رٹ سے۔

''تو تم نہیں مانو گے میری بات؟'' معاذ خفگی سے اسے گھورنے لگا۔

''بات ہو بھی تو ماننے والی نا، میں اتنا اتاؤلا نہیں ہو رہا ہوں کہ محترمہ کو خود لینے پہنچ جاؤں۔'' وہ تنفر سے بولا تھا، معاذ ٹھنڈا سانس بھر کے اسے بے بسی سے دیکھنے لگا۔

''تم بہت ضدی ہو رہے ہو جے!''

''یہی سمجھ لو، مگر میں کوئی فضول بات ماننے سے قاصر ہوں۔'' وہ نروٹھے پن سے کہتا وہاں سے چلا گیا، معاذ حیران رہ گیا تھا۔

☆☆☆

لفظ ٹوٹے لب اظہار تک آتے آتے
مر گئے ہم تیرے معیار تک آتے آتے
ہم سمجھتے تھے کہ کچھ وقت لگے گا شاید
اک انکار کو اقرار تک آتے آتے
ہاتھ رکھنا پڑا سینے پہ ہمیں بھی آخر
دل کہاں رہتا ہے دلدار تک آتے آتے
اک لمحے کی مسافت بھی بڑی ہوتی ہے
ہم کو تو عمر لگی یار تک آتے آتے

اس نے کسی قدر غصے کے عالم میں اس کا راستہ روکا تھا، پرنیاں نے جز بز ہو کر اسے دیکھا۔

''کیوں کر رہی ہو تم میرے ساتھ اس طرح؟'' اس کی آنکھوں میں اپنی نظر اندازی پہ آگ سی سلگ رہی تھی، پچھلے کئی دنوں سے پرنیاں نے عجیب سی روش اپنائی تھی، اس سے گریز کی روش، اگر وہ شاہ ہاؤس میں ہوتی تو اس کے سائے سے بھی بدکا کرتی، سب کے ساتھ بھی اس کے سامنے نہ بیٹھتی، کالج میں بھی اس سے سامنے پہ اس طرح اجنبی بن جاتی جیسے کبھی کوئی تعلق واسطہ ہی نہ رہا ہو، معاذ اس کے یوں رنگ بدل جانے پہ زیادہ تلملا رہا تھا۔

"میں بھی آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" وہ تڑخ کر بولی مگر معاذ کو شرارت سوجھ گئی تھی۔

"کیا کر رہا ہوں، ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے، پھر بھی الزام......" اس کی آنکھوں میں شوخ جذبوں کی بے باک لپک تھی، جو پرنیاں کے اندر تک جھلاہٹ بھر گئی۔

"شٹ اپ پلیز، یہ کالج ہے کم از کم اس کے تقدس کا ہی خیال کر لیں۔" اس نے بھڑک کر ٹوکا تھا، معاذ نے بھینچا ہوا سانس کھینچا۔

"کالج ہو یا مدرسہ، تم ہر جگہ پہ میری بیوی ہو رہو گی۔" اس نے صاف جتلایا تھا، پرنیاں اسی حساب سے زچ ہوئی۔

"راستہ چھوڑیں میرا۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولا تھا۔

"میں نہیں جا رہی، آپ اپنی اصلاح کر لیں پہلے پھر میں بھی یہ گریز چھوڑ دوں گی، ہر جگہ آپ مجھے ذلیل کرانے پہ تل گئے ہیں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ پھنکاری، معاذ کے اعصاب کو زبردست شاک لگا تھا۔

"تمہیں اندازہ ہے پرنیاں تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ اس شاک سے نکلا تو متاسف ہو کر بولا تھا، پرنیاں کے چہرے کے عضلات میں موجود سختی میں پھر بھی کمی نہیں آ سکی۔

"بالکل اندازہ ہے بلکہ مجھے یہ بات کہنے پہ آپ نے مجبور کیا ہے، میں عاجز آ گئی ہوں آپ کی ہر وقت کی شوخ حرکتوں، مذاق سے، حد ہوتی ہے کسی بات کی۔" اسے اندازہ تک نہ ہو سکا اس کے الفاظ کس درجہ سنگینی سمیٹ لائے تھے، معاذ کے چہرے پہ ایک دم سائے لہرانے لگے۔

"میری محبت تمہیں بے زار کرتی ہے؟" وہ خاصی تاخیر سے بولا تھا، تو لہجہ بھینچا ہوا سا تھا۔

"بات یہ نہیں ہے معاذ مگر آپ کو خیال کرنا چاہیے، سب کے سامنے ایسے مظاہرے، آکورڈ لگتا ہے۔" وہ شاید خود بھی اپنے رویے کی بدصورتی سے آگاہ ہو گئی تھی، جبھی دھیرج سے بولی مگر معاذ کے چہرے کے تاثرات جو بے حد سرد ہو چکے تھے ان میں نرمی آئی نا ہی تبدیلی۔

"تم سمجھتی ہو تم نے یہ جو حد بندیاں قائم کی ہیں انہوں نے تمہیں سیفٹی دے دی ہے؟" وہ اسی سنگین و مطمئن لہجے میں بولا تھا، پرنیاں کا سارا اعتماد اور طنطنہ اس کے رویے کی ڈھیل تک برقرار رہتا تھا، جہاں اس نے مزاج کا رنگ بدلا وہیں اس کی جان ہوا ہوئی نہیں۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" وہ اسی برہم موڈ اور خطرناک سنجیدگی کے ساتھ بولا تھا، تشویش اور گھبراہٹ نے پرنیاں کو بے حال کر دیا، تو وہ گویا بری پھنسی تھی۔

"آ......آپ میری بات کو سمجھ نہیں رہے ہیں معاذ......آپ۔"

"تم جا سکتی ہو پرنیاں! اب تم سے میں تب ہی پیار جتلاؤں گا بات کروں گا جب مکمل تنہائی ہوا کرے گی، آف کورس تمہیں لوگوں کا خیال مجھ سے زیادہ ہے۔" وہ اسی طرح خراب موڈ کے ساتھ بولا بلکہ اسے وہاں متفکر اور پریشان چھوڑ کر خود آگے بڑھ گیا، پرسوں شام کے وقت جب مما کے کہنے پہ وہ انہیں شاپنگ کرانے کو لے جا رہا تھا، پرنیاں نے اس کا ساتھ جانے کا سن کر ہی ارادہ بدل دیا تھا، پھر وہ

سب کے اصرار کرنے پہ بھی آمادہ نہیں ہوئی تھی، تب معاذ کے تصور تک بھی نہیں تھا کہ وہ یہ سب کچھ اسی حکمت عملی کی وجہ سے کر رہی ہے، وہ جیسے جیسے سوچ رہا تھا اسی حساب سے سلگ رہا تھا جب سے پرنیاں کے ساتھ اس کی انگیج منٹ ہوئی تھی وہ قدم قدم پہ ذلیل اور ہرٹ ہوتا رہا تھا، وہ انا پرست تھا اور اسی لحاظ سے حساس بھی، اس کے اندر ایک جنگ سی چھڑ گئی تو ہین کا جان لیوا احساس تھا جو کچوکے لگاتا رہا تھا، پرنیاں اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی جو اپنی معصومیت حسن و پاکیزگی کے باعث دل کے ایوانوں پر حکمرانی کرنے لگی تھی، اس نے اس سے بہت پاکیزہ اور شفاف محبت کی تھی مگر اسی نے ہر لمحہ ہر پل اس کو ہی نہیں اس کے جذبوں کو بھی پیروں کی ٹھوکروں پہ رکھا تھا، پتھر پر بھی مسلسل پانی کی بوند گرتی رہے تو اس میں بھی سوراخ کر دیتی ہے، وہ تو پھر انسان تھی، اس پہ اس کی محبت نے اثر نہیں کیا تھا تو معاذ کے اندر اس تضحیک آمیز رویے سے تلخی اور انتقامی کاروائی کا جذبہ بیدار کر دیا تھا، وہ بچپن سے ایسا ہی تھا انتہا پسند، محبت میں ٹوٹ کر چاہنے والا جان نچھاور کر دینے کو تیار، نفرت و انتقام میں توڑ دینے والا جان نکال لینے کے درپے ہو جاتا، اس کے اندر پرنیاں کی نظر اندازی اور پھر مسلسل رد ہونے نے انگارے چٹخا دیئے تھے، اتنی شدید کھولن تھی بے حد جلن، بس ایک ہی احساس تھا کہ اس پہ اپنی برتری اپنی اہمیت جتلانا چاہتا تھا، کچھ دیر وہ ٹہلتا اور سگریٹ پھونکتا رہا تھا پھر کمرے سے نکل کر تیز قدموں سے نیچے چلا آیا۔

"مما!" اس نے لاؤنج میں کھڑے ہو کر پکارا تھا۔

"خیریت ہے نا مما کچن میں ہیں۔" زینب نے اسے غور سے دیکھا تھا، وہ معمول سے ہٹ کر سنجیدہ اور ملول نظر آ رہا تھا، معاذ نے قدم بڑھا دیئے تھے، وہ کچن میں آیا تو مما ملازمہ اور بھابھی کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری میں بری طرح مصروف تھیں اس نے ملازمہ کو وہاں سے ٹرخایا پھر مما سے دوٹوک انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

"مما میں پرنیاں کی رخصتی چاہتا ہوں فوری۔" مما تو اس آرڈر پہ ہی ششدر ہو گئی تھیں، اس پہ اس کا جارحانہ انداز۔

"بیٹے ہو جائے گی رخصتی بھی، کام ڈاؤن۔"

"کب ہو جائے گی؟ میں نے کہا نا فوری۔" اس کا لہجہ و انداز ہنوز تھا، بھابھی نے مسکراہٹ چھپا لی۔

"ہر بات کے کچھ قواعد و ضوابط ہوتے ہیں مائی سن! بٹ ڈونٹ وری سب کچھ آپ کے حسب منشا ہو گا۔" مما نے اسے پیار سے دیکھا تھا۔

"مجھے قواعد و ضوابط سے کچھ لینا دینا نہیں ہے مما! میرا کام کریں سب آپ۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا معاذ؟ آپ آج کہیں گے ہم آج تو بچی کو رخصت کرانے سے رہے نا، کچھ دن ٹھہر جاؤ۔"

"آپ بس مجھے ٹرخا رہی ہیں، خیر میں سمجھتا ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا، کل کوئی مجھ سے شکایت نہ کر سکے۔" اس کا لہجہ بغاوت اور سرکشی لئے ہوئے تھا، مما تو حق دق رہ گئیں۔

"کیا مطلب ہے بیٹے! یہ بھلا کیا بات ہوئی۔" مما پکارتی رہ گئیں، مگر وہ جیسے آندھی طوفان کی طرح سے آیا تھا ویسے ہی چلا بھی گیا مما ہولتیں ہوئیں اس کے پیچھے لپکی تھیں کہ بھابھی نے نرمی سے انہیں تھام

لیا تھا۔

"آپ کیوں گھبرا رہی ہیں چچی جان!"

"وہ کیا کہہ گیا ہے، دیکھا آپ نے؟ اتنے غصے میں تھا کہ......" وہ ہراساں ہونے لگیں بھابھی مسکرا دی تھیں، یہ مسکراہٹ تسلی آمیز تھی۔

"پرنیاں سے کوئی نظریاتی اختلاف پیدا ہو گیا ہو گا، پتہ تو ہے کتنا جذباتی ہے، اگلے لمحے بالکل ٹھیک بھی ہو جاتا ہے، ڈونٹ وری۔"

"مگر میرا دل ڈر رہا ہے بیٹے اس کا غصہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔"

"چلیں آپ فکر نہ کریں، میں کال کرتی ہوں معاذ کو سمجھاتی ہوں۔" بھابھی کے رسان سے کہنے پہ مما نے سر اثبات میں ہلا دیا، مگر ان کی پریشانی ہنوز قائم تھی۔

☆☆☆

"تم ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو نا پری؟" آج اس کی مایوں تھی اور ہوسٹل کے کمرے میں پرنیاں کا آخری دن، ثناء بے حد ملول ہو رہی تھی، خود پرنیاں کا بھی دل اداس سا تھا بار بار آنکھیں بھر آئیں، ثناء کے ساتھ اس کا یادگار وقت گزرا تھا ہر لمحہ بے حد قیمتی تھا، کچھ کہے بغیر پرنیاں اس کے گلے لگ گئی۔

"افوہ رونے کی ضرورت نہیں ہے پری، ہم کالج میں ملتے رہیں گے نا، جب دل چاہے گا تم مجھ سے ملنے آ جانا ورنہ میں خود چلی آیا کروں گی۔" ثناء اس کی آنکھیں چھلکتی دیکھ چکی تھی، جبھی ڈھارس بندھانے لگی مگر پرنیاں کے آنسو پھر بھی بہنے لگے تھے۔

"کیوں رو رہی ہو یار؟ اتنا ہینڈسم دولہا مل رہا ہے بیٹھے بٹھائے، ہنسو خوشی مناؤ، مجھے تو ایکسٹرا دعائیں مانگنی ہیں تمہارے لئے کہ اتنی دعائیں ہیں تمہارے ساتھ۔" ثناء نے زبردستی اسے خود سے الگ کیا اور اس کے آنسو اتنی محبت اور توجہ سے پونچھے کہ پرنیاں کو پھر سے رونا آنے لگا۔

"تم میرے ساتھ چلو نا، شادی کے بعد آ جانا۔" پرنیاں نے گلوگیر آواز میں کہا تھا، ثناء نے منہ لٹکا لیا تھا۔

"بس اب تم میرے جذبات نہ چھیڑو، اتنا دل چاہ رہا تھا میرا مگر وارڈن نے پرمیشن نہیں دی۔"

"معاذ سے سفارش کرا لو نا، حل ہو جائے گا مسئلہ۔" پرنیاں کے کہنے پہ ثناء نے اسے شرارت سے بھرپور انداز میں آنکھیں نچا کر دیکھا۔

"معاذ......؟ اب سر کیوں نہیں کہتی ہو؟" پرنیاں بری طرح سے جھینپی پھر شرمیلی مسکان کے ساتھ بولی تھی۔

"اک بار کہہ دیا تھا مائنڈ کرتے ہیں نا اس لئے۔"

"افوہ، تم تو ابھی سے ان کے رنگ میں رنگ گئی ہو، بعد میں کیا ہو گا؟" ثناء نے اسے گدگدایا تھا وہ کچھ اور جھینپ گئی، تبھی اس کے لئے وارڈن کا پیغام آ گیا تھا کہ اسے کوئی ملنے آیا ہے، وہ حیران سی ہو کر وال کلاک کو دیکھنے لگی۔

"اتنی جلدی آ گئے جہان بھائی؟ انہیں تو شام کو آنا تھا۔"

"جاؤ دیکھو تو سہی ہے کون۔" ثناء کے کہنے پہ وہ دوپٹہ اچھی طرح پھیلا کے اوڑھتی وزیٹنگ روم

میں آئی تو پہلے ہی مقام پہ اسے جھٹکا لگا تھا، آف وائٹ پینٹ کوٹ میں اپنے نمایاں ہوتے قد فریش شیو اور مضبوط کسرتی وجود کے ساتھ بے حد خوبرو نظر آتا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔

"آ...... آپ؟" اس کی آواز لرزسی گئی پلکوں پہ جانے کسی خیال سے منوں کے حساب سے بوجھ آ گرا، معاذ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا آہستگی سے رخ پھیر کے اسے دیکھا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے، چلیں گی؟" عجیب سا انداز تھا لیا دیا اور بیگانگی سے لبریز، پرنیاں کو صاف محسوس ہوا وہ پچھلی ملاقات کی بات کو لے کر روڈ ہوا ہوا ہے، جبھی اس نے ازالہ کرنا چاہا تھا، ویسے بھی اب تو ساری زندگی اسی کے مزاج اور تیوروں کو دیکھ کر قدم اٹھانا تھے پھر ابھی کیا حرج تھا، اس نے اس سے اس کے آگے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"جی بہتر، آپ ویٹ کریں میں اپنا سامان لے آتی ہوں۔" وہ آہستگی سے کہتی الٹے قدموں مڑی تھی کہ معاذ نے ٹوک دیا تھا۔

"سامان رہنے دیں بعد میں آ تا رہے گا۔"

"مم...... مگر......" پرنیاں اسے اپنا یہاں سے ہمیشہ کے لئے جانے کا بتانا چاہا مگر پھر وجہ بھی کھولنا پڑتی وہ جھجک گئی تھی۔

"مگر کیا؟" معاذ کی پیشانی پہ بل آیا، پرنیاں نے آہستگی سے سر کونفی میں جنبش دے ڈالی تھی۔

"کچھ نہیں چلیں۔" معاذ نے کچھ دیر اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا، پھر اس کے سراپے کو ٹی پنک نفیس ایمبرائڈری کا بے حد اسٹائلش سوٹ اس کے متناسب موی سراپے پہ بہار دکھا رہا تھا، وہ شاید کچھ دیر پہلے نہائی تھی مہکے مہکے نم بالوں کی کچھ لٹیں بار بار اس کے چہرے اور گردن سے لپٹتی تھیں، پیروں میں میچنگ کی نفیس سی چپل، وہ اس کے اس طرح جائزہ لینے پہ جھجک کر خود میں سمٹنے لگی تو معاذ چونکا تھا اور سگریٹ پھینک کر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا، پرنیاں نے چند منٹ اسے روک کہ عجلت میں اپنا بیگ لیا تھا، ساتھ ہی ثنا کو معاذ کے ساتھ جانے کا بھی بتا دیا۔

"یار یہ سر تو کچھ زیادہ ہی بے صبرے نہیں نکلے، خیر کیا کر سکتے ہیں۔" ثنا نے آہ بھری تھی، وہ معاذ کے ہمراہ پارکنگ تک آئی تو ہاسٹل کے کمروں کی اکثر کھڑکیاں کھل گئی تھیں، وہ جانتی تھی ہر کھڑکی کے پیچھے دو سے زیادہ آنکھیں رشک و حسد سے اسے دیکھ رہی ہوں گی، اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ آنے لگی، معاذ نے پہلے اسے بٹھایا تھا پھر خود سیٹ سنبھالی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی، پرنیاں نے اسے کنکھیوں سے دیکھا، وہ ویسا ہی سنجیدہ اور سپاٹ چہرا لئے ڈرائیو کر رہا تھا، جانے کیوں پرنیاں اس کے موڈ سے خائف ہونے لگی، اسے یاد آیا چند دنوں قبل اس نے کہا تھا اس کی موجودگی میں وہ کسی اور سمت توجہ نہیں دے سکتا مگر وہ اب اس کے پہلو میں تھی اور اسے شاید احساس تک نہیں تھا، معاذ کو ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالے دوسرے سے سگریٹ سلگاتے دیکھ کر پرنیاں نے گہرا سانس بھرا تھا اور لائٹر اس کے ہاتھ سے لے کر خود ہلکا سا دباؤ ڈال کر شعلہ بھڑکا دیا تھا اور اس کی سمت کر دیا، معاذ نے چونک کر بلکہ ٹھٹک کر اسے دیکھا، پھر ہونٹوں کے بیچ دبے سگریٹ کی وجہ سے آگے جھکتے ہوئے سگریٹ سلگا لی۔

"تھینکس۔" ڈھیر سارا دھواں اس کے منہ پہ چھوڑتے ہوئے وہ لحہ بھر کو ہی مسکرایا تھا، پرنیاں کو تو بس مسکراہٹ کا گمان ہی ہوا تھا، اس نے عجیب سے احساس میں گھرتے لائٹر واپس ڈیش بورڈ پہ ڈال

دیا، معاوہ چونک گئی تھی، یہ راستہ شاہ ہاؤس کی سمت تو نہیں جاتا تھا، اس نے معاذ کو دیکھا پھر کچھ الجھ کر بولی تھی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"افق کے اس پار جہاں زمین اور آسمان آپس میں ملتے ہیں، ملاپ کا مطلب سمجھتی ہیں؟ وہ بھی زمین اور آسمان کے؟" اس کی چپ ٹوٹ گئی تھی، وہ اسے دیکھ کر بھنوؤں کو جنبش دے کر بولا تھا، سنجیدگی البتہ برقرار تھی۔

"زمین اور آسمان کبھی نہیں ملتے۔" پرنیاں نے جیسے بات برائے بات کہا تھا، معاذ مبہم سا مسکرایا۔

"آج مل جائیں گے، آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گی۔" اس کے لہجے میں زعم تھا عجیب سا نخوت تھا، پہلی بار پرنیاں کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں معاذ؟" وہ کس قدر متفکر ہوئی تھی، اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔

"ابھی پتہ چل جائے گا نیچے اتریں۔" معاذ نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی تھی، پرنیاں نے حیران نظروں سے باہر کے منظر کو دیکھا، جہاں کھڑکی کے پار شاندار ہوٹل کی جگمگاتی بلند عمارت موجود تھی، اس کا دل دھک دھک کرنے لگا مگر کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا گلاس ڈور دھکیل کر ماربل کے چکنے فرش پہ سبک قدموں سے چلتی وہ معاذ کے ریسپشن پہ آ کر تھم گئی تھی، معاذ کو کاؤنٹر سے کمرے کی چابی وصول کرتے دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا تھا، اس کا خیال تھا معاذ وہاں کھانا کھانے آیا ہو گا مگر اس نے تو کمرے کی ریزویشن کروا رکھی تھی۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں اس طرح؟" معاذ جیسے ہی اس کی سمت پلٹا وہ سٹپٹا کر بولی تھی، معاذ نے جواب دینے کی بجائے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، پرنیاں کو ایکدم کسی انہونی کا احساس ہوا تھا، اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر معاذ کی گرفت بے حد مضبوط تھی، پرنیاں کو ایک لمحے کے لئے لگا وہ لہرا کر گر جائے گی، مگر خیریت گزری معاذ لفٹ کے ذریع اگلے چند منٹ میں اپنے مطلوبہ روم کے سامنے تھا۔

"آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں ہیں آپ اس طرح......"

"رخصت کرا کے لے آیا ہوں تمہیں، کچھ وقت گزاروں گا یہاں تمہارے ساتھ، پھر تم میری منکوحہ ہی نہیں بیوی بھی ہو گی۔" دروازہ لاکڈ کر کے معاذ نے اس کا سرد ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا تھا، پرنیاں کے چہرے کا رنگ ایکدم سے اڑ گیا، زمین اس کے قدموں تلے سے سرکنے لگی، اس نے سراسیمہ ہو کر معاذ کے سرد تاثرات والے چہرے کو دیکھا تھا اور سرسراتی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"آ...... آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟" معاذ نے دیکھا اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں تھیں اور آنکھوں میں تیزی سے آنسو جمع ہو رہے تھے۔

"نہیں میرا مذاق کا تم سے کوئی رشتہ نہیں رہا ہے، تمہیں میرے ہر وقت کی مذاق کی عادت پسند نہیں تھی نا۔" وہ سفاکی اور نخوت زدہ انداز میں جواب دے رہا تھا۔

☆☆☆ باقی اگلے ماہ

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

تیئسویں قسط کا خلاصہ

پپا معاذ کے ساتھ جہاں کی بھی شادی کے خواہاں ہیں مگر جہان ہرگز آمادہ نہیں، پپا ہے خود انکار کرنے کی بجائے جہاں ژالے کو انکار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں مگر معاذ ہنوز اس منصوبے سے لاعلم ہے، البتہ پرنیاں کا سخت رویہ ضرور سے اب غصہ دلانے لگتا ہے، اسی غصے میں معاذ شادی سے دو دن پہلے جس دن پرنیاں نے ہمیشہ کے لئے ہاسٹل چھوڑ کر شاہ ہاؤس میں آنا ہے اسے لے کر ہوٹل میں آ جاتا ہے، وہ پرنیاں کو یہ بتا کر سراسیمہ کر دیتا ہے کہ وہ اسے رخصت کرا لایا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چوبیسویں قسط

وہ دہل کر دو قدم پیچھے ہٹی اور ڈرتے ڈرتے معاذ کو دیکھا جس کا چہرا سپاٹ اور آنکھیں بے تاثر تھیں مگر یقیناً ان کے پیچھے کوئی بہت بڑا طوفان چھپا ہوا تھا اس کے ارادے ہرگز نیک نہیں لگتے تھے، وہ کوئی عام انسان نہیں تھا، ہٹ دھرم، کینہ پرور، خودسر، ضدی اور خود پسند انسان تھا، وہ صرف اپنی منوا کر ہی خوش ہوا کرتا تھا اس سے کچھ بعید نہیں تھا کیا کر گزرے، وہ انتہا پسند وحشی اور طاقت و مردانگی کے زعم میں مبتلا مغرور انسان تھا جس کی نازک انا کو وہ غلطی سے جھنجھوڑنے کی گستاخی کر چکی تھی، اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا اسے کچھ نہیں سوجھ رہی تھی وہ کیا کرے، اس کا بدن لرزنا شروع ہو چکا تھا، معاذ نے پہلے کوٹ اتارا تھا پھر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے انٹرکام پہ انتظامیہ سے رابطہ کر کے شاید کچھ منگوایا تھا، پرنیاں کو اور کچھ نہ سوجھی تو اندھا دھند دروازے کی سمت بھاگ کھڑی ہوئی، اس کا دوپٹہ اس کے پیر میں الجھا تھا، مگر وہ نہیں نہیں نہ دروازے تک پہنچ پائی معاذ نے اس سے پہلے اسے رستے میں ہی قابو کر لیا تھا۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''چھوڑیں مجھے۔'' وہ بری طرح مچلی تھی اس کی گرفت میں۔

''اب تم یہاں سے تب جاؤ گی جب میری مرضی ہوگی، سمجھی ہو تم۔'' وہ بولا نہیں غرایا تھا، پرنیاں ایک دم رو پڑی اور روتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''مجھے واپس لے چلیں معاذ، مجھے معاف کر دیں، میں وعدہ کرتی ہوں، آئندہ کبھی آپ کو ہرٹ نہیں کروں گی۔'' معاذ نے غصہ چھلکاتی سرخ آنکھوں سے اسے آنسو بہاتے دیکھا تھا پھر نخوت زدہ انداز میں بے رحمی سے بول پڑا۔

''اب معافیاں مانگنے اور منتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے تمہارے آنسو اپنے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتے، مجھے وحشتوں کے سمندروں میں پھینک کر تم میری بے بسی کا تماشا دیکھتی رہیں، میرا سکون تمہاری وجہ سے برباد ہوتا رہا، تمہیں احساس تھا، الٹا تم بھی سب کے ساتھ مل کر میرے جذبات سے کھیلتی اور میرا مضحکہ اڑاتی رہیں۔'' اس نے پرنیاں کو دھکا دے کر بیڈ پر گراتے ہوئے چیخ چلا کر کہا، اس پہ ایک دم جیسے جنونی قسم کا دورہ پڑ گیا تھا، پرنیاں کا تو دم حلق میں اٹکنے لگا، وہ فق چہرے سے اسے دیکھنے لگی، اس کا ریشمی دوپٹہ ڈھلک گیا تھا مگر اسے خیال تک نہ آیا، اس کی جان تو معاذ کے تیوروں کے آگے نکلی جا رہی تھی، جس کے چہرے پر پھیلتے ہوئے طیش اور جنون آمیز غصے نے اس کا خون خشک کر دیا تھا، معاذ کی آنکھوں کے شعلے گویا اسے جلا کر خاکستر کر دینے کے درپے ہو گئے تھے۔

''میں آپ سے پھر معافی مانگتی ہوں معاذ پلیز میرے ساتھ اس طرح مت کریں، مجھے میری نظروں سے مت گرائیں معاذ۔'' وہ کچھ اور شدتوں سے گڑگڑانے لگی کہ معاذ نے اس کا دوپٹہ کھینچ کر دور اچھال دیا تھا پرنیاں کی سراسیمگی انتہاؤں کو چھونے لگی۔

''میرے جیسے انسان کا کسی کو معاف کر دینا اتنا آسان نہیں ہے، وہ بھی اس صورت جبکہ تم نے ایک بار نہیں متعدد بار میرے جذبوں کی توہین کی ہے، میری عزت نفس، انا، غیرت اور مردانگی کو اپنے غرور اور ضد کے قدموں تلے روندا ہے، میں اپنا وقار مرتبہ اور انا بھلا کر تمہارے پیچھے دیوانہ وار لپکتا رہا اور تم میری محبت اور بے بسی کا تماشا دیکھ کر ہنستی رہیں، میں اپنی انا کو بیچ میں لائے بغیر ہر بار تمہاری غلطیوں کو درگزر کر کے تمہاری طرف ہاتھ بڑھاتا لیکن تم ہمیشہ میری تذلیل کرتی رہیں، صرف یہی نہیں میری پوری فیملی کو

بھی اپنے ساتھ ملا کر اپنے اشاروں پر نچانا شروع کر دیا، تم نے بار بار میری انا اور عزت کو ٹھوکر ماری، خود کو ناقابل تسخیر بنا کر پیش کرنے والی لڑکیوں کا انجام اس سے مختلف نہیں ہوتا۔''

اس کے سرخ و سفید چہرے پہ خشونت و برہمی مترشح تھی بادامی آنکھیں خون چھلکاتی محسوس ہو رہی تھیں، پرنیاں مسلسل سر کو نفی میں ہلاتی آنسو بہاتی گویا اس کے اندازوں کی تردید کرتی رہی مگر وہ کچھ سننے پہ آمادہ کہاں تھا۔

''میری بات سنیں معاذ، پرسوں ہماری شادی ہے، آپ سے یہ بات چھپائی گئی تھی، مگر میں آپ کو بتاتی ہوں پلیز پلیز مجھے چھوڑ دیں اور......'' وہ جیسے ہی اس کے نزدیک آیا اور اس پہ گرفت کرنی چاہی پرنیاں بدک کر فاصلے پہ ہوئی تھی اور تقریباً چیختے ہوئے اسے بتایا گیا گویا اس اقدام سے روکنے کی کوشش کی مگر معاذ پہ الٹا اثر ہوا تھا، اس کے چہرے پر یکلخت شدید طیش اور جنون آمیز غصہ پھیلا تھا۔

''گویا ایک بار پھر مجھے بے وقوف بنایا گیا اور آپ بھی شامل تھیں، یہ بتائیں کیا میں شکل سے آپ کو پاگل نظر آتا ہوں۔'' وہ حلق کے بل چیخا تھا، پرنیاں سہم کر متوحش نظروں سے بے قابو ہوتی دھڑکنوں اور نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی، اس کی غیرت و حمیت پر ایک مرتبہ پھر گویا تازیانہ مارا گیا تھا، تبھی اس کا دماغ الٹ سا گیا تھا، اس کی طبیعت کی مخصوص قسم کی انتہا پسندی اور خود کو برتر ثابت کرنے کا زور آور خیال کچھ اور بھی شدت اختیار کر گیا، پرنیاں اس کی جنوں خیزی اور جبری جسارتوں پر مرغ بسمل کی طرح سے تڑپنے اور سسکنے لگی مگر وہ جتنا احتجاج اور مزاحمت کر رہی تھی وہ اسی قدر بپھر رہا تھا، مگر اس غصیلے جارحیت سے بھرے انداز میں بھی معاذ کی توجہ محبت اور التفات کا رنگ غالب تھا، قربتوں کے سارے احساس اور رنگ حسین تر تھے، ماحول میں محبت کا رقص تھا ایک جادو سا ہر سو پھیل رہا تھا، معاذ پہ بے خودی طاری تھی، اس کی محبت ایک حشر اٹھا رہی تھی، التفات کی تیز بارش تھی مگر پرنیاں کی جان ہر لمحہ فنا ہو رہی تھی، وہ جیسے صحرا کی دھوپ میں ننگے سر ننگے پیر کھڑی جھلس رہی تھی، اس کی مزاحمت دم توڑنے لگی، وہ التجائیں کرتے ہار سی گئی وہ کچھ سننے پہ آمادہ نہیں تھا، وہ فاتحانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھ کر مسکرایا، جیسے اس کی ہار بے بسی اور بوکھلاہٹ سے حظ لے رہا ہو، پرنیاں نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں اور بے تحاشا بے حساب روتی چلی گئی تھی، وہ واقعی ہر لحاظ سے ہار گئی تھی۔

☆☆☆

بھابھی اندر آئیں تو وہ اسی وقت ہاتھ لے کر نکلی تھی، پورا جسم شدتوں سے کپکپا رہا تھا، بھابھی تو دیکھتے ہی تشویش کا شکار ہو گئیں، پہلے ہیٹر آن کیا پھر اسے جلدی سے پکڑ کر کمبل میں چھپایا۔

''کیا ہو گیا ہے پری، نہانا اتنا ضروری تھوڑی تھا، طبیعت تو تمہاری پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی۔'' پرنیاں نے اس پل ان سے ہی نہیں خود اپنے آپ سے بھی نظریں چرائی تھیں، چند گھنٹے قبل وہ معاذ کے ساتھ گھر پہنچی تھی، شاہ ہاؤس کی آرائش شروع ہو چکی تھی برقی قمقمے اور پھولوں کے ساتھ گھر کا ہر کونہ سجایا جا رہا تھا، تقریباً سبھی افراد گھر پہ جمع تھے سوائے پپا کے اسے ایک بار پھر معاذ کے ساتھ آتے دیکھ کر ہاہو کار مچا دی گئی۔

''انہیں تو آج شام کو آنا تھا وہ بھی ہم سے کسی کے ساتھ، آپ کیوں لے آئے۔'' زیاد نے آنکھیں نچا کر کہا تھا، معاذ نے ایک شوخ نگاہ پرنیاں پہ ڈالی اور بے ساختہ مسکرایا۔

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے، کیوں پری۔" اپنی من مانی کر کے اس کا موڈ پھر سے باغ بہار قسم کا ہو گیا تھا، سرشاری اس کی ہر انداز سے چھلکتی تھی، جبکہ پرنیاں نے رو رو کر اپنا حال خراب کر لیا تھا، معاذ اسے بہلاتے چپ کراتے جب ہارنے لگا تو زچ ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے رو لیں، آنکھوں کا حشر کر لیا ہے، گھر جا رہی ہیں آپ یاد رہے وہاں سب آپ سے اس کی وجہ ضرور پوچھیں گے، کیا جواز دیں گی؟"

اس کی آنکھیں پھر سے آنچ دینے اور شوخ رنگ سمیٹ لائی تھیں، پرنیاں کے آنسوؤں میں کچھ اور روانی آئی اس نے رخ پھیرا تھا اور خود پہ قابو پانے لگی، زیاں ملال، اور پامالی کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ خود کو سنبھال ہی نہ پا رہی تھی، وہ جتنی بھی کوشش کر لیتی اپنی سبکی اور تذلیل کے اس واقعہ کو بھلا نہیں سکتی تھی، نہ اس کی شدت کے احساس کو ختم کر سکتی تھی کہ یہ احساس تو روح کو کچوکے لگا رہا تھا، معاذ کے سمجھانے پہ اس کا دل کچھ اور بھی خون ہوا تھا، تذلیل کوئی لباس یا پوشاک نہیں ہوتی جسے اتار کر مطمئن ہوا جا سکتا، وہ تو اندر سرائیت کر جاتی ہے وجود کے کھال بن کے جسم سے چمٹ جاتی ہے، زندگی میں پہلی بار اس نے اپنی بے مائیگی کے احساس کے ساتھ دل کو خون روتے دیکھا تھا، اسے لگا تھا اسے بہت اونچائی سے نیچے پھینک دیا گیا ہو، اسے اس کی اوقات بتا دی گئی ہو، ہاں اسے اس کی اوقات ہی بتائی گئی تھی، معاذ نے اتنے دھڑلے کے ساتھ اپنی من مانی کی یہ اس وجہ سے تھی کہ وہ جانتا تھا پرنیاں کے میکے کا سہارا نہیں ہے، کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں تھا، وہ جب سے اس کے عقد میں آئی تھی انہی کے در پہ پڑی تھی، ایسی لاوارث بے یار و مددگار لڑکی کے ساتھ تو اس سے بھی برا رویہ روا رکھا جا سکتا تھا، اس کی زندگی میں اس سے زیادہ ذلت آمیز لمحے کبھی نہیں آتے تھے جب وہ اپنی ہی نظروں میں اس بری طرح ریزہ ریزہ ہوئی ہو، تب بھی نہیں جب پہلی بار معاذ نے اسے ہتک آمیز انداز میں ٹھکرایا تھا، اب تو اسے لگتا تھا اس کے وجود پہ سناٹا اتر آیا ہو ایسا سناٹا جو میدان جنگ کے بعد ہارے ہوئے لشکر اترتا ہے، وہ بھی تو ہار گئی تھی پامال کر دی گئی تھی، وہ احساس زیاں میں گم ساکن بیٹھی تھی، اس کی سوچوں اور احساسات پہ بھی یخ بستہ ہوا ٹھہر گئی تھی، معاذ کے کاندھے سے اس کا کاندھا زور سے ٹکرایا، جو معاذ نے خود ہی اسے مارا تھا، گویا اسے متوجہ کرنا چاہا، وہ ہڑبڑا کر جیسے گہری نیند سے جاگی اور خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پری یہ سب پوچھ رہے ہیں ہم کہاں چلے گئے تھے، بتا دیں کہاں تھے ہم؟" معاذ کی آنکھوں کا بہکا بہکا ہوا انداز چمکتی مسکراہٹ اس کے اندر سوئی وحشت کو پھر سے جگانے لگی۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ بہت سارا روئی ہے، سچ بتاؤ معاذ جھگڑا کیا ہے پھر میری بچی کے ساتھ؟" مما اسی وقت وہاں پہنچی تھیں، پرنیاں کو ایک نظر دیکھ کر ہی ان کا دل ہول گیا تھا، اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سوجن کا شکار تھیں، پرنیاں کو جانے کیا ہوا وہ مما کے گلے لگ کر پھر سے زار و قطار رونا شروع ہو گئی، سب کی سوالیہ نگاہیں معاذ پہ اٹھی تھیں، وہ بری طرح سے گڑبڑایا۔

"کیا ہو گیا ہے سب کو، کیوں شک کر رہے ہیں، قسم لے لیں جو جھگڑا کیا ہو، میں تو پیار ہی کرتا رہا ہوں ایمان سے۔" پرنیاں نے مما کے ساتھ لگے لگے وضاحت سنی تھی اور خود کو جل کر خاکستر ہوتا محسوس کرنے لگی۔

"میں مان ہی نہیں سکتی معاذ کہ آپ نے بچی کو کچھ نہ کہا ہو اور وہ اس طرح سے روئے، سچ بتا دو

ورنہ میرے دل کو کچھ ہو جائے گا۔"

مما کے واقعی ہاتھ پیر پھولنے لگنے تھے، کچھ دیر میں مہمانوں کی آمد متوقع تھی اور ہونے والی دلہن کے اس طرح رونے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا، مما کبھی پرنیاں کو سنبھالتیں کبھی معاذ کو گھور نہیں تھیں۔

جو سچ کہیں تو یارو ہم کو خبر نہیں تھی
بن جائے گا قیامت اک واقعہ ذرا سا

وہ بے بسی سے بڑبڑایا پھر بولا تھا۔

"اُفوہ آپ بھی نا بس مما معمولی باتوں پہ گھبرا جاتی ہیں، میں مارکیٹ لے گیا تھا، انہیں شاپنگ کے لئے نہیں جو جیولری سیٹ پسند آیا وہ بہت مہنگا تھا، میں نے سمجھایا اتنا افورڈ نہیں کر سکتا کوئی اور لے لیں، بس اتنی سی بات کو انا کا مسئلہ بنا لیا، کہہ رہی ہیں میں نے انسلٹ کی ہے ان کی اتنی منتیں کرتا آیا ہوں راستے بھر، یہ بھی کہا کہ وہی سیٹ لے لیں مگر مانتی ہی نہیں، آپ بتائیں اب کیا کروں۔" وہ اتنی روانی اور دھڑے سے جھوٹ بول رہا تھا اور ایسی خوبصورتی اور حاضر جوابی سے معاملہ سنبھالا تھا کہ خود پرنیاں بھی حیران بلکہ بھونچکی رہ گئی، مما نے کچھ متحیر ہو کر پرنیاں کو دیکھا، جس کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا اور ہونٹوں پہ سسکیاں تھیں۔

"ہاں تو اتنی سی بات کے لئے آپ کو بچی کو ہرٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی معاذ! آپ اگر نہیں بھی افورڈ کر سکتے تھے تو آپ کے پیا پے منٹ کر دیتے، خیر ابھی جایئے اور میری بیٹی کو پسند کیا ہوا سیٹ لے کر آیئے۔" مما نے لمحوں میں مسئلہ حل کر دیا، پرنیاں کے اندر غضب کا احتجاج اٹھ آیا، اس کے دل میں آئی معاذ کا بھانڈا سب کے بیچ پھوڑ ڈالے مگر پھر نئے سرے سے اس معاملے کی کرید ہوتی جو اسے گوارا نہیں تھی، جبھی چپ سادھ لی تھی۔

"جی بہتر جیسے آپ کا حکم!" معاذ نے سعادت مندی کا مظاہرہ ضروری خیال کیا، مما خود اس کے کمرے میں لے کر آئی تھیں، جہاں زینب بے وقت سو رہی تھی۔

"آپ بھی ذرا آرام کر لو بیٹے، رات کی تقریب کی طوالت کا کچھ اندازہ نہیں، آپ تھک جاؤ گی میں آپ کے کھانے کو کچھ بجھواتی ہوں۔" مما اسے پیار کر کے واپس چلی گئی تھیں، پرنیاں کچھ دیر ساکن اور رنجیدہ سی بیٹھی رہی پھر واش روم میں چلی گئی تھی، موسم بدل گیا تھا، دسمبر کا آغاز تھا، گرم پانی سے غسل کے باوجود اس کا جسم کپکپاہٹ کا شکار ہو گیا تھا شاید اسے ٹمپریچر ہو گیا تھا، جبھی پورا بدن ٹوٹتا ہوا محسوس کرنے لگی تھی وہ، زینب شاید اس وقت جب وہ واش روم میں تھی اٹھ کر باہر چلی گئی تھی، پرنیاں کمبل اوڑھنے کے باوجود سردی محسوس کر رہی تھی۔

"یہ چائے پیو تم سردی کم ہو گی، عین شادی کے دنوں میں طبیعت خراب ہونا پریشان کن بات ہے، تم رکو میں معاذ کو بلا کر لاتی ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ انہیں ٹوکتی بھابھی باہر نکل گئی تھیں، پرنیاں اس کے سامنے لئے ہرگز تیار نہیں تھی، اس کا موڈ اتنا خراب ہوا تھا کہ ہاتھ میں پکڑا چائے کا مگ اور سلائس دونوں واپس رکھ دیئے، آنکھوں میں اپنی بے بسی کے خیال سے پھر سے آنسو اترنے لگے، اگلے چند منٹ میں معاذ اس کے روبرو تھا، پرنیاں اسی سے بچاؤ کی خاطر سر تک کمبل اوڑھ چکی تھی۔

''پری کیا ہوا یار؟ بھابھی بتا رہی تھیں تمہاری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔'' معاذ اس کے سرہانے کی جانب آیا تھا پھر اس کے اوپر سے کمبل سرکایا، پرنیاں طیش بھرے انداز میں ایک جھٹکے سے اٹھی، سیاہ بالکل سیدھے ریشمی بالوں کا آبشار اس جھٹکے سے لہرا کر کاندھے اور سینے پہ بکھر کر پھر سمٹ گیا، اس کے چہرے پہ جیسے آگ کی لپٹیں تھیں۔

''چلے جائیں آپ یہاں سے، میں ایک منٹ بھی آپ کو برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ چیخ پڑی تھی، مگر معاذ نے اس کی خفگی کا ہرگز برا نہیں مانا، سیاہ کپڑوں میں مہکتی خفا خفا سی کھنچی کھنچی سی وہ بے انتہا خوبصورت لڑکی اسے بے حد اپنی اپنی محسوس ہوئی، معاذ کی آنکھوں میں اس کے ناراض کے مظاہرے پہ شرارت اتر آئی۔

''اُف...... اُف اتنا غصہ، نہ میری جان صرف دھان پان صحت کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے یہ غصہ۔'' اس کا موڈ ہنوز خوشگوار تھا، اپنی جیت اور سب پا لینے کا نشہ اس کی آنکھوں چمک رہا تھا، مگر پرنیاں کی آنکھوں میں سرخی اٹڈنے لگی، اس سرخی کے عقب میں مجروع ہو جانے والی ان گنت اور تذلیل دبکی کا دھواں اٹھ رہا تھا، پرنیاں کو لگ رہا تھا وہ اپنی جیت اور اس کی بربادی کا تماشا دیکھنے آیا ہے۔

''چلے جائیں ورنہ میں......'' بے بس کے احساس نے اسے مغلوب کر لیا، وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہی تھی، معاذ آہستگی سے مسکرایا اور گہری نظروں سے از سر نو اس کا جائزہ لیا۔

''آپ کو میرا احسان مند ہونا چاہیے، الٹا خفا ہو رہی ہیں، کس خوبصورتی سے میں نے معاملہ سنبھالا، داد دیں نا مجھے۔'' اس کا لہجہ شوخ تھا، بے فکرا تھا، وہ کتنی گہری نظروں سے اس کے تازہ غسل سے نکھرے وجود کو دیکھ رہا تھا، گیلے بال پشت پہ بکھرے ہوئے تھے، جن کے سروں سے پانی کے شفاف قطرے ابھی بھی موتیوں کی طرح ٹوٹ کر بکھر رہے تھے، وہ ایسے نو شگفتہ پھول کی طرح مہکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جو شب رفتہ کی تمام خوبصورتیاں سمیٹنے کے بعد اوس میں نہا چکا ہو، معاذ کی شرارتی آنکھیں اس کے چہرے کو دیکھتے ہی کسی سرکش جذبے کی شدت سے مسکرا دیں۔

''بالوں کو ٹاول میں لپیٹیں، سردی اسی وجہ سے اتنی لگ رہی ہے آپ کو۔'' وہ بالکل اس کے نزدیک آ کر کھڑا ہو کر اس کا ٹمپریچر چیک کر رہا تھا، اتنا نزدیک کہ اس کے قرب کی آنچ پرنیاں کے حواس جھلسانے لگی، اگر بھابھی کمرے میں نہ آ چکی ہوتیں تو جتنا طیش اسے آ رہا تھا وہ یقیناً معاذ کو دھکیل کر خود سے پرے کر دیتی، مجبوری سی مجبوری تھی، اس خودسر شخص کے آگے وہ خود کو انتہائی لاچار محسوس کر رہی تھی، ایک حزن آ کر اس کی آنکھوں میں ٹھہر گیا تھا۔

''کوئی اچھی سی دوا دینا، بخار نہ چڑھے، پرنیاں کی فٹنس کی سخت ضرورت ہے ہمیں۔'' بھابھی نے معاذ کو مخاطب کیا تھا، وہ آہستگی سے کھنکارا۔

''کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے مادام! ہم جانتے ہیں، آپ سے زیادہ ہمیں ان کی فٹنس کی ضرورت ہے۔''

پرنیاں کو خصوصیت سے دیکھ کر وہ معنی خیزی سے کہہ رہا تھا، لو دیتا سرگوشیانہ لہجہ نگاہوں کی گستاخانہ چمک پرنیاں کے اندر دھواں سا پھیلنے لگا، دل گرفتگی کا وہ عالم تھا کہ روح میں اترتی محسوس ہوتی تھی، وہ بے دم سے انداز میں تکیے پہ گر سی گئی، معاذ میڈیکل باکس بند کر رہا تھا، اس نے ایک بار پھر اپنے اوپر کمبل کھینچ لیا، ایک بار پھر آنسو تھے۔

☆☆☆

ان کے رخسار پہ ٹھہرے ہوئے آنسو توبہ
ہم نے شعلوں پہ مچلتی ہوئی شبنم دیکھی

وائیٹ شلوار بلیک کرتے میں ملبوس گلے میں آگے کی جانب کر کے لٹکایا ہوا صافہ جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کی جھلک اس کے فریش صحت مند اور بے حد خوبرو چہرے پہ بھی پڑتی تھی اور اسے کچھ اور بھی حسین بنا کر دکھاتی تھی پہنے وہ بالکل تیار ہو چکا تھا، تقریب کا آغاز ابھی ہوا نہیں تھا، مگر شاہ ہاؤس کا کونہ کونہ گیندے کے پھولوں موتیے کی لڑیوں سے سجا اور مہکا ہوا تھا، روشنیوں کی الگ بہار سی اتری ہوئی تھی، وہ یہی سارے انتظامات دیکھتا پھر رہا تھا، انداز ایسا تھا گویا کوئی شہزادہ جو اپنا ریاست میں سیر پہ نکلا ہو، جہان اسے دیکھ کر مسکرایا۔

''بڑے خوش لگ رہے ہیں جناب!''

''صرف لگ نہیں رہا ہوں، میں خوش ہوں۔'' معاذ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی، وہ مزے سے اس کے فقرے کی تصحیح کر رہا تھا۔

''گڈ، مگر اس خوشی کی کوئی خاص وجہ؟''

''شادی سے بڑھ کر بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔'' جہان نے بے ساختہ چونک کر اسے دیکھا۔

''آئی سی، پتہ چل گیا تمہیں؟''

''تم نہ بتاتے تو کیا مجھے پتہ نہ چلتا۔'' وہ بسورا پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ قدرے حیران ہو کر بولا تھا۔

''یہ ژالے بھابھی نظر نہیں آئیں، آئی بھی ہیں یا......؟''

''لینے گئے ہیں چاچو۔'' جہان کے چہرے پہ ایکا ایکی سنجیدگی چھا گئی تھی، معاذ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''یعنی حد ہو گئی، تم انہیں لینے بھی نہیں جا سکتے تھے۔''

''معاذ ضروری ہے تم اس موضوع پہ بات کر کے اپنا اچھا بھلا موڈ غارت کرو۔'' جہان نے گمبھیر قسم کی سنجیدگی سے کہا تو معاذ نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''یہ قانون قدرت ہے یا شاید انسانی فطرت انسان ٹھوکر کھائے بغیر سبق حاصل نہیں کر پاتا، جب میری مثال سامنے ہے تمہارے یونو جب ہم ذاتی مسرت کو اجتماعی دکھ پر ترجیح دیتے ہیں تو اکثر ہمیں خالی ہاتھ بھی رہنا پڑتا ہے مگر بعد کا پچھتانا بھی کسی کام نہیں آتا، پہلے خالی ہاتھوں ہم ایک سبق حاصل کر چکے ہوتے ہیں، مگر وہ سبق اسے نقصان کا ازالہ کرنے سے بہرحال قاصر رہتا ہے۔'' معاذ کا انداز ناصحانہ تھا، جہان نے عاجزانہ نظروں سے کچھ دیر اسے دیکھا۔

''تم مجھے خود سے کمپیئر کیوں کرتے ہو معاذ؟ جزوی طور پہ میرا اور تمہارا معاملہ مختلف ہے، کیا میں تمہیں بتا نہیں چکا ہوں؟ یا پھر تمہیں میری باتوں کا اعتبار نہیں آ سکا؟'' وہ پھٹ پڑا تھا، معاذ نے گہرا سانس بھر لیا۔

''تم معاف بھی نہیں کر سکتے انہیں؟''

"تم مجھے کم ظرف کہہ سکتے ہو۔" معاذ نے اس جواب پہ ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

☆☆☆

گویا انداز شاہانہ ہے امیروں جیسا
میرے اندر کا انساں ہے فقیروں جیسا
ہم نے چہرے پہ سجا رکھی ہے رونق لیکن
دل کا عالم ہے کہ ویران جزیروں جیسا
اس کے اوصاف و خصائل نے مجھے جیت لیا
میرے مریدوں میں وہ اک شخص تھا جو پیروں جیسا
اس سے پہلے تھی اسیری بھی رہائی جیسی
اب کہ آزادی میں حال ہے اسیروں جیسا
اس کو گنوا کے ہیں اب تک خسارے محسن
وہ اک شخص جو میرے ساتھ تھا ہیروں جیسا

پلین کراچی ائیر پورٹ پہ ٹیک اوور کرنے والا تھا، وہ جو پہلے ہی بے حد نروس تھی کچھ اور بھی پزل ہونے لگی، جب چند دن قبل مما نے اسے بتایا تھا اسے جہانگیر کے ہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونے کو جانا ہے وہ کتنا حیران ہوئی تھی، جب یہ حیرانی ہوئی تو اس نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا تھا، وہ تو ابھی تک سبکی اور بے مائیگی کے اس احساس سے باہر نہیں آ سکی تھی جب جہان نے اس سے کہہ کہ شادی رکوائی تھی، دوسرے لفظوں میں اس پہ اس کی اوقات واضح کر کے رکھ دی تھی، اتنی توہین اسے لگا تھا کسی نے پورے وجود میں زہریلی سوئیاں گاڑھ دی ہوں، مگر پھر اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا چاہے یہ کتنا ہی جان لیوا اور اذیت انگیز عمل کیوں نہیں تھا، وہ حقیقت جان گئی تھی، اس کے بعد جہان کے کسی رویئے شاکی ہونا اس کو بہر حال زیب نہیں دیتا تھا، جہان جو کر رہا تھا اس کے خیال میں ایکشن کا ری ایکشن تھا، جس میں وہ اسے حق بجانب سمجھتی تھی، یہ سارا اس کی ماں کا جرم تھا، اسی نے اسے اتنا بے وقعت کر کے جہان کے قدموں میں پھینکا تھا، اب یہ جہان پہ تھا کہ وہ اسے ٹھوکروں کی زد پہ رکھتا تھا یا اٹھا کر اپنے پہلو میں جگہ دیتا تھا اور دوسری بات محض ایک خوش فہمی تھی۔

"کیوں نہیں جاؤ گی تم؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ میں تمہاری خاطر کیا کیا جتن کر رہی ہوں تمہیں اندازہ نہیں اور تم ہو کہ مجھے ہر پل آنکھیں دکھاتی ہو۔" مسز آفریدی اس کے انکار کا سن کر ہی بھڑک اٹھی تھیں اور جو منہ میں آیا بولنے لگیں، جس نے ژالے کی تکلیف کو دوگنا کر دیا تھا۔

"کاش آپ نے یہ ذلت کے اسباب نہ کیے ہوتے میرے لئے، میں وہاں جاؤں تا کہ آپ کی سیاہ عملی کا سارا عذاب اور کالک اپنے منہ پہ ملواؤں، بلکہ آپ مل چکی ہیں میرے منہ پہ یہ سیاہی۔" وہ بے ساختہ رونے لگی تھی، مسز آفریدی نے جھلا کر اسے دیکھا تھا۔

"ایک تو تمہاری یہ جو جذباتیت اور فضول قسم کی انا ہے نا یہ بہت واہیات لگتی ہے مجھے، بات بات پہ رو کر نخوست ڈالو گی۔" وہ پھنکارنے لگیں، ژالے کے آنسو کچھ اور بھی شدت سے بہنے لگے، مسز آفریدی کچھ دیر اسے سخت سست سناتی رہیں پھر اس کو منانے اور منت سماجت کر کے راہ پہ لانے لگیں، مگر ضد تھا

وہ بھی انہیں پہ پڑی تھی، مسز آفریدی نے اس کے اس ضد سے ہار کر نایاب حربہ آزمایا تھا، انہوں نے احسان حسن کو کال کر کے بڑے معصوم انداز میں کہا تھا۔

"ژالے پہلی بار اکیلی سسرال آنے سے گھبرا رہی ہے، آپ اسے فون پہ ذرا تسلی دے دیجئے گا، ہو سکتا ہے مان جائے۔"

"اکیلی کیوں؟ آپ ساتھ نہیں آ رہی ہیں کیا؟" پپا نے حیرانی سے استفسار کیا تھا، جواب میں وہ مصنوعی پن سے ہنسیں۔

"ارے بھائی صاحب میری مصروفیت کا آپ کو تو پتہ ہے، اتنے دن پہلے نہیں آ سکتی جبکہ آپ تو ژالے کو مایوں پہ ہی انوائیٹ کرنا چاہ رہے ہیں نا، میں ولیمہ پہ شریک ہو جاؤں گی ڈونٹ وری۔"

"اٹس او کے، ایز یو وش، ژالے بیٹی کو میں قائل کر لوں گا آپ فکر نہ کریں۔" انہوں نے فون بند کیا تھا مسز آفریدی کے ہونٹوں پہ شاطرانہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

(میں نے ہارنا نہیں سیکھا ہے ژالے ڈارلنگ!) پھر اسی شام ژالے خفا خفا سی ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ بھی میرے ساتھ شادی پہ چل رہی ہیں، بس میں نے کہہ دیا۔" انہوں نے جواباً حیرانی کی اداکاری کی پھر اسے لپٹا کر چٹا چٹ پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"کل تو تم صاف انکاری تھیں کہ جاؤ گی نہیں، یہ کایا پلٹ کیسے؟ سچ بتاؤ جہانگیر نے کہا ہے نا آنے کا تمہیں؟" وہ بالکل بے تکلف سہیلی کی طرح سے اسے گدگدا کر بولی تھیں، ژالے کے چہرے پہ ایک تکلیف دہ رنگ آ کر گزر گیا۔

"ان کے چاچو کا فون آیا تھا، اتنا اصرار کر رہے تھے مجھ سے انکار نہیں ہو سکا۔" سر جھکا کر اس نے بے دلی اور یاسیت سے بتایا تھا۔

"ہاں وہ مجھے بھی کہہ رہے تھے، جہانگیر ہی فورس کرتا ہو گا انہیں، خیر چھوڑو تم اپنی تیاری کر لو، بہترین شاپنگ کراؤں گی اپنی بیٹی کو، اتنے پیارے لباس کہ جنہیں پہن کر وہ شہزادی لگے گی اور جہانگیر کو دیکھنا کیسے دیوانہ ہو جائے گا تمہارا۔" ان کے لہجے میں صرف وثوق نہیں تھا شدت بھی تھی، ژالے کے دل میں کوئی کانٹا سا پیوست ہو گیا مگر وہ کچھ بولی نہیں تھی، پھر مسز آفریدی نے خود شاپنگ آرکیڈ میں خوار ہو کے اس کے لئے خریداری کی تھی جیولری کا سٹ ملبوسات جوتے اور جانے کیا کچھ، پوری شاہ فیملی کے لئے قیمتی اور بیش قیمت تحائف کا ایک الگ سے انبار تھا، جو انہوں نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے خرید لیا تھا۔

"میری بیٹی کی حیثیت اور مرتبے کا ان لوگوں کو اندازہ تو ہونا چاہیے۔"

سارے تحائف ایک بڑے سوٹ کیس میں پیک کرواتے ہوئے انہوں نے کتنے زعم سے کہا تھا اور ژالے کا دل رو اٹھا تھا، یہ سب کچھ مل ملا کے بھی اس کو اس کی کھوئی ہوئی حیثیت واپس نہیں مل سکتی تھی وہ نظروں سے گری تھی، پہاڑ سے نہیں کہ پھر سے اٹھ جاتی، مسز آفریدی جتنی بھی بڑی بڑی باتیں کر لیتیں مگر حقیقت اپنی جگہ قائم دائم تھی یہی وجہ تھی کہ ژالے وہاں کسی کے سامنے کی بھی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی جہاز ٹیک اوور کر چکا تھا، اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی، وہ اپنے خیالوں میں اتنی دور تک چلی گئی کہ کچھ خبر ہی نہ ہو

سکی، ایئر ہوسٹس نے شائستگی سے اس کے پاس آکر سیٹ بیلٹ کھولنے کی استدعا کی تب اس نے چونک کر دیکھا، خوش باش مسافر اپنے مختصر سامان کے ہمراہ منزل پہ پہنچ جانے کے بعد بڑے منظم انداز میں جہاز سے باہر جا رہے تھے، وہ بھی ہڑبڑا کر اٹھی پھر کھسیا کر پہلے سیٹ بیلٹ کھولی تھی، سامان کلیئر کرانے کسٹم سے باہر آتے وہ بے حد نروس تھی، وہ جانتی نہیں تھی ایئر پورٹ پہ اس کا سامنا کس سے ہونے والا ہے، تبھی اس کا سیل فون اس کے بیگ میں گنگنا اٹھا، اس نے چونک کر بیگ سے سیل فون نکالا انجان نمبر سے کال تھی۔

''ہیلو......؟ میں احسان حسن ہو بیٹے! آپ ابھی تک باہر نہیں آئیں۔''

''جی انکل میں بس آرہی ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہہ کر فون بند کر دیا تھا، ڈیپارچر لاؤنج میں لوگوں کی گہما گہمی میں اسے شاندار بے حد پر وقار سے پپا کو ڈھونڈنے میں ہرگز دشواری نہیں ہوئی، وہ اپنی وجاہت اور دراز قامت کی بدولت بہت آسانی سے دیکھے جاسکتے تھے۔

''السلام علیکم!'' وہ بھی اسے دیکھ چکے تھے اور خود اس کے پاس چلے آئے، ژالے نے نظریں جھکا کر سلام کیا جس کے جواب میں انہوں نے اس کا سر تھپک کر بہت محبت سے اس کی خیریت پوچھی تھی، ژالے نے آہستگی سے گردن ہلا دی، وہ اکیلے تھے، اس کی آس مندانہ نظریں جنہوں نے جہان کو بہت بے قراری سے ڈھونڈا تھا یاسیت کا شکار ہو کر جھک گئی تھیں، حالات جیسے بھی ہوں، دل کی خوش فہمیوں کا ذخیرہ کبھی ختم نہیں ہوتا، پتہ نہیں کیوں یہ دل اتنا نادان ہوا کرتا ہے، اس کے ہونٹوں پہ مجروح سی مسکان بکھر گئی۔

''سفر میں کسی قسم کی پریشانی تو نہیں ہوئی بیٹے! میں آپ کو لینے کو خود آرہا تھا مگر مسز آفریدی نے منع کر دیا کہ آپ آجائیں گی۔''

''نہیں انکل بالکل پریشانی نہیں ہوئی۔''

وہ ان کے ساتھ ان کی شاندار سی گاڑی میں بیٹھ گئی جس کا ہیٹر آن تھا، باہر کی نسبت یہاں ایک پر سکون آمیز حدت کا احساس تھا، دسمبر کے شروع میں ہی کراچی کی سردی کا یہ عالم تھا اسے حیرت ہوئی، راستے بھر وہ اس سے بہت شفقت اور محبت بھرے انداز میں اس سے اس کی دلچسپی کے حوالے سے ہلکی پھلکی بات چیت کرتے رہے، اس کے انکل کہنے پہ بھی انہوں نے اسے ٹوکا تھا کہ جہان انہیں چاچو کہتا ہے اسے بھی چاچو کہنا چاہیے، سچی بات ہے ژالے کو ان کی اس اپنائیت نے اسیر کیا تھا اس کی جھجک اور گریز بھی گھبراہٹ کے ساتھ دھیرے دھیرے رخصت ہو رہی تھی، اس دوران کئی بار ان کا سیل فون بجا ایک دو بار انہوں نے خود بھی کال کی تھی، رات مکمل طور پہ تاریک ہو چکی تھی جب گاڑی شاہ ہاؤس کی دلہن کی مانند سجی خوبصورت عمارت کے آگے رکی، مستعد واچ مین نے لپک کر سیاہ گیٹ وا کیا اور گاڑی سرخ بجری کی روش پر پھیلتی گول ستونوں والے پورٹیکو کی چھت تلے دیگر قیمتی گاڑیوں کے ساتھ جا رکی اور ژالے کا دل بھی رک سا گیا تھا، پتہ نہیں گھر کے دیگر مکینوں کا رد عمل کیا ہونا تھا، وہ تو اب تک معاذ اور سپنا سے ہی ملی تھی، ان کا رویہ تو تسلی بخش ہی نہیں بے حد محبت بھرا تھا گھر کے دیگر افراد اللہ جانے معاذ اور سپنا جیسے تھے یا پھر جہان کی طرح...... جہان کے تصور کے ساتھ ہی اس کا دل اس کے سامنے کا سوچ کر عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا، پپا پہلے خود اترتے تھے پھر اس کی جانب کا دروازہ کھولا۔

''آیئے بیٹے۔'' ان کی آواز پہ اس نے اپنی ہتھیلیاں ہی نہیں پورا وجود گھبراہٹوں کے پسینوں میں ڈوبتا محسوس کیا تھا۔

''آئی تھینک بیگم صاحبہ میرا کام یہاں پہ ختم ہوتا ہے آپ لوگوں کا شروع، سنبھالیں اپنی بہو کو۔'' پپا کسی سے مخاطب ہوئے تھے، ژالے نے ڈرتے ڈرتے نگاہ اوپر اٹھائی، گرین ڈل گولڈن بارڈر کی بے حد نفیس ساڑھی میں ملبوس بے حد خوبصورت خاتون اسے نظر آئیں ان کے پیچھے انہی کی ہم ایج دو اور خواتین اور اس کے علاوہ بے شمار لاتعداد ینگ لڑکے لڑکیاں جن کے چہرے پہ شوخ مسکانیں تھیں اور آنکھوں میں شرارت کے بھی رنگ ژالے کی گھبراہٹ کچھ اور بڑھ گئی، وہ سب یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے، دلچسپی، حیرت احترام اور بری طرح متاثر کن نظروں سے اس کا استقبال ویسے ہی ہوا تھا جیسے پہلی بار گھر آنے پہ کسی بہو کا ہو سکتا ہے، پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئی تھیں تمام خواتین اور لڑکیوں نے اسے گلے لگا کر اچھے اچھے کمنٹس بھی دیئے تھے، اس کے باوجود ژالے کو لگتا تھا کچھ کمی تھی، وہ کمی جوش کی تھی شاید ادھوری خوشی کی تھی شاید، یا پھر اس سے پہلے پہنچ جانے والی اس شہرت کی تھی جس نے اسے تنکے سے زیادہ حقیر کر دیا تھا، ژالے کا دل لہو ہونے لگا۔

''افوہ یہ تو فاؤل ہے نا، اتنی پیاری نئی نویلی دلہن کو سب نے بڑے مزے سے بغیر رونمائی کے دیکھ لیا، بھابھی نکلوائیں ان سے اپنی رونمائی فنافٹ۔'' سب کے ہمراہ وہ لاؤنج میں آکر بیٹھی تو معاذ نے گفتگو کا باقاعدہ آغاز کیا تھا۔

''کوئی فاؤل نہیں ہے، ابھی جہان بھائی نے انہیں دلہن نہیں بنایا، پہلی رونمائی بھی وہی دیں گے پھر ہم سلامی دے دیں گے۔'' زیاد نے اپنی رائے دی، سب ہی ہنسنے لگے، تب ہی چائے آگئی تھی چائے پہ خصوصی اہتمام تھا، اسی کے دوران ژالے کی ملاقات پاپا جان سے کرائی گئی، انہوں نے اپنے مخصوص شفقت بھرے انداز میں اسے دعاؤں سے نوازا اور پانچ ہزار کا نوٹ دیا تھا، ژالے کچھ گھبرا سی گئی۔

''لے لو بیٹے، آپ کو رونمائی کا تحفہ دیا ہے بھائی صاحب نے۔'' مما نے مسکراتے ہوئے کہا تب ژالے نے قدرے کنفیوژ ہوتے نوٹ تھام لیا تھا۔

''جہان کہاں چلا گیا؟ اسے بھی تو بلا کر لاؤ۔'' مما کے کہنے پہ بھابھی نے بتایا وہ اپنے کمرے میں تیار ہونے گیا ہے۔

''اب تو پھر لمبا ویٹ کرنا پڑے گا، اتنی جلدی تیاری تھوڑی ختم ہو گی آج۔'' زیاد نے ژالے کو دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا، ژالے کا دل دھڑک اٹھا۔

''پرنیاں نہیں اٹھی کیا؟'' ماما جان نے حیرانی سے استفسار کیا تھا۔

''اٹھ تو گئی ہے مگر طبیعت ابھی بھی بہتر نہیں ہے اس کی، زینب کر رہی ہے اس کو تیار۔'' اس مرتبہ بھی بھابھی نے ہی جواب دیا تھا، معاذ فوری متوجہ ہوا۔

''آپ نے دوا تو ڈھنگ سے کھلائی تھی انہیں؟''

''افوہ فکریں نوٹس کروا دو ذرا منڈے کی، فی الحال وہ ہماری ذمہ داری ہے اور ہمیں تم سے زیادہ فکر ہے اس کے ٹھیک ہونے کی پھر ہی تمہارے حوالے کریں گے۔'' بھابھی نے اسے چھیڑا تھا، وہ سر کھجانے لگا۔

"اسی لئے تو فکر زیادہ ہو رہی ہے، اگر ذرا سی بھی کوئی کمی بیشی رہ گئی تو آپ نے ظالم سماج کا کردار نبھانے کھڑی ہو جانا ہے......" وہ بھلا کب جھجکا تھا، کسی سے جنید بھائی نے ہنستے ہوئے اسے ایک دھپ لگا دی۔

"خبردار جو میری بیوی کے خلوص پہ شبہ کیا تو۔" اس سے پہلے کہ معاذ جواب میں کچھ کہتا جہان اپنے دھیان میں بہت عجلت میں اندر آیا تھا اور آتے ہی گویا چنڈال چوکڑی کے ہتھے چڑھ گیا۔

"واؤ، کیا بات ہے آپ کی کوئیک سروس کی جناب! ہم تو سمجھے تھے آپ تیاری میں گھنٹوں صرف کریں گے مگر آپ نے سوچا کیا ضرورت ہے وقت برباد کرنے کی، آپ کو تو خدا نے خوب سجا سنوار کے بھیجا ہے، تو کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھائیں، خیر ساری پھرتیوں کا سبب جانتے ہیں ہم بھی۔" زیاد کی کھلکھلاہٹ پہ جہان جو مما سے پپا کے متعلق سوال کر رہا تھا گہرا سانس بھر کے زیاد کو دیکھنے لگا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو میں سمجھا نہیں؟" زیاد نے آنکھیں پھیلا لیں، پھر صدمے سے نکل کر چہک کر بولا تھا۔

"اتنے معصوم نہیں ہیں آپ کہ وجہ نہ سمجھیں۔" اس نے ژالے کی سمت اشارہ کیا جو جہان کی آمد کے ساتھ ہی نہ صرف گلابی پڑ گئی تھی بلکہ اتنا گھبرا گئی تھی کہ اپنی جگہ پہ سمٹ سی گئی تھی، جہان کی نگاہ حیرانی کے عالم میں اس کی سمت اٹھی تھی اور چند ثانیوں کو ساکن رہ گئی، اس کے خیرہ کن سراپے کو دیکھ کر وہ اپنے اندر زہر دوڑتا محسوس کرنے لگا، نگاہوں میں بے تحاشا تپش در آئی، معاذ اور زیاد ایک ساتھ کھنکارے تب اس نے ناگواریت کے احساس سمیت نگاہ کا زاویہ بدل کر گہرا سانس کھینچا، ژالے بھی اس کی نظروں کا فوکس خود پہ محسوس کر چکی تھی اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے اسے سلام کیا تھا، جہان نے بھینچا بھینچا سا سانس کھینچا پھر خود کو بری دقت سے کمپوزڈ کیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" سلام کے جواب کے بعد اس نے محض اپنا اور اس کا بھرم قائم رکھنے کو اگلا فقرہ بولا تھا، یہاں موجود سب لوگ ان کے بیچ چپقلش کو نہیں جانتے تھے اور وہ اتنا انا پرست تھا کہ اپنا تماشا بنوانا بھی نہیں چاہتا تھا جبھی خود پہ جبر کرنا پڑا تھا، ژالے کو شاید اس سے اس رواداری کی بھی توقع نہیں تھی جبھی ایک لمحے میں اس کی بخشی توجہ نے اس کے رخساروں پہ سنہرا پن سا بکھیر دیا، لبوں کی تراش میں اداس سی شرمیلی مسکان بکھری اور جس پل وہ حیا آمیز جھجکے ہوئے انداز میں جہان کو جواب دے رہی تھی مما نے اسے خصوصی طور پہ نوٹس کیا تھا، خوش روسی یہ لڑکی جو باحیا دھیمے لہجے میں بات کرتی تھی جس کی سیاہ دراز پلکیں اب تک بہت کم اوپر اٹھی تھیں اور جس کا چہرا چاند کی طرح روشن اور شبنم کی طرح پاکیزہ تھا اپنی بے گناہی معصومیت کا خود گواہ بنا ہوا تھا گویا، انہیں پپا کی باتوں پہ یقین سا آنے لگا، یہ لڑکی واقعی اس قابل لگتی تھی کہ جہان کا نصیب ٹھہرتی، ان کا بدگمان سا دل اس کی طرف سے صاف ہونے لگا، جہان کب کا پلٹ کر باہر جا چکا تھا، ساتھ میں معاذ بھی کہ اس کے کالج اور ہاسپٹل کولیگز کی آمد شروع ہو چکی تھی، مما اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آؤ بیٹے میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں، آرام کا تو ٹائم نہیں ہے اب، آپ بس جلدی سے تیار ہو جاؤ رسم کا ٹائم بس ہو رہا ہے۔" وہ ژالے سے مخاطب ہوئی تھیں، وہ فی الفور ان کے حکم کی تعمیل میں کھڑی ہو گئی۔

"آپ رہنے دیں مما! بھابھی کو میں ان کے کمرے میں چھوڑ آئی ہوں، بلکہ انہیں تیار ہونے میں بھی ہیلپ کر دوں گی، آپ بیوٹیشن سے تو تیار نہیں ہونا چاہتیں؟" ماریہ نے آگے بڑھ کر اشتیاق آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تھا، ژالے کچھ جھینپ سی گئی اب وہ اسے کیا بتاتی کہ بیوٹیشن سے تو کیا وہ کبھی خود بھی تیار نہ ہوئی تھی، زندگی نے اپنا ڈھب ہی ایسا رکھا تھا کہ اس قسم کے چونچلوں کی نوبت ہی نہ آ سکی تھی، مگر یہ بتانے کی باتیں تھوڑی تھیں، اس نے بس ماریہ کو یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اسی سے تیار ہو جائے گی، جس پہ ماریہ خوشی کے احساس سے پھولے نہ سماتی تھی۔

☆☆☆

"کیا ہو گیا ہے پرنیاں، اتنی ڈل سی کیوں ہو رہی ہو؟"

مایوں کے حوالے سے پیلا لباس پہن کر پرنیاں ڈریسنگ سے باہر آئی تو اس کا موہی نازک سراپا اس رنگ میں گویا جگمگا اٹھا تھا، وہ نظر بہک جانے کی حد تک دلفریب اور حسین لگ رہی تھی مگر انداز کی بے دلی اور یاسیت و حزن بھی ایسا تھا جو چھپائے نہ چھپتا تھا، زینب نے بغور اس کا جائزہ لے کر ہی ٹوکا تھا، پرنیاں کا دل پھر سے سسکنے لگا۔

(کیسے زخم لگائے ہیں آپ نے معاذ میں نہ کسی کو دکھا پا رہی ہوں نہ چھپا، آپ سے مجھے اچھی توقع تو کبھی بھی نہیں تھی مگر ایسی جارحیت کے مظاہرے کا تو گمان بھی نہیں تھا، میں تو آپ کی ملکیت تھی آپ نے تو جانے کتنے وجود اسی طرح سے فتح کیے ہوں گے۔) وہ پھر بدگمانی کے حصار میں مقید ہونے لگی تھی۔

"لالے کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو گیا ہے تمہارا؟" زینب نے پہلے اس کے بالوں کو سلجھا کر بہت پیارا سا اسٹائل دیا تھا جو پیچھے سے جکڑ کر سارے بال سمیٹ کر آگے دائیں کاندھے پہ ڈال دیئے تھے پھر میک اپ کٹ اٹھا کر مہارت سے اس کے چہرے پہ رنگ سجانے لگی، پرنیاں نے آنسو اندر گرا لئے تھے۔

"نہیں، بس طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اتنی دیر رسم کے لئے بیٹھنا پڑے گا، سوچ کر وحشت ہو رہی ہے۔" زینب کے اصرار پہ اس نے اپنی کیفیت پہ مصلحت کی چادر اوڑھا کر سامنے رکھا تھا، ورنہ حقیقتاً اسے رسم سے نہیں رسم کے دوران ہونے والے معاذ کے سامنے سے وحشت کا احساس دامن گیر تھا۔

"جناب ان کٹھن مراحل کو طے کرنے کے بعد ہی وصال یار نصیب ہوا کرتا ہے، میرے اتنے ہینڈسم اور چینکس لالہ یونہی آسانی سے آپ کو نہیں مل جائیں گے۔"

زینب اس اسے پھولوں کے زیور پہنا رہی تھی، بڑے بڑے بالے جو موتیے کی مند بند کلیوں کو پرو کر بنائے گئے تھے، چھوٹا سا ٹیکہ جو ایک گلاب اور اطراف میں موتیے کی کلیاں گوندھ کر بنایا گیا تھا، ہاتھوں میں گجرے گلے میں مالا، وہ لمحوں میں پھولوں سے لد گئی مگر اس کا دل اپنی پامالی کے احساس سے نمناک ہو رہا تھا۔

(تمہیں کیا پتہ زینی تمہارا بھائی کتنا سستا ثابت ہوا ہے، اس نے اپنی اصلیت مجھ پہ آشکار کرنے میں اتنی عجلت دکھائی کہ دل میں جو ذری سبھی اس کی محبت تھی وہ بھی اپنی موت آپ مر گئی۔)

"لیجئے جناب! آپ تیار ہیں۔" زینب نے اس کا بے حد خوبصورت کامدانی دوپٹہ اسے اوڑھا کر ہنستے ہوئے کہا تھا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر رخ آئینے کی جانب پھیر دیا۔

''ذرا دیکھو، اتنی سی آرائش کے بعد ہی کتنی پیاری لگ رہی ہو، لالہ تو بے ہوش ہو جائیں گے تمہیں دیکھ کر۔'' وہ اسے چھیڑ رہی تھی، پرنیاں نے نگاہ بھر کے بھی اپنے جھلمل کرتے روپ کو نہیں دیکھا اور گردن جھکائے رکھی۔

''یہ تیمور صاحب ابھی تک تشریف نہیں لائے، میں پتہ تو کروں۔'' زینب کو اسی پل نیا خیال آیا تھا، وہ خود بلیک جھلملاتی ساڑھی میں تیار ہو چکی تھی اور چہرا گویا چاند کو شرمار ہا تھا، لمبے سیدھے بال پشت پہ گر رہے تھے، وہ اپنا سیل فون ڈھونڈ رہی تھی جب بھابھی دروازہ کھول کر ژالے کی معیت میں اندر آئیں۔

''پری ہوگئی تیار؟ میں نے سوچا ژالے سے ملوا دوں۔'' بھابھی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا، زینب کے ہاتھ اس زاویے پہ ساکن ہو گئے خود سیدھی ہونے سے قبل اس نے ڈھلک کر آگے گرتے بالوں کو بہت نزاکت سے پیچھے گرایا تھا پھر پلٹ کر دیکھا تھا اور اسے اپنی نگاہیں خیرہ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں یوں جیسے جھلمل جھلمل ڈھیر ساری روشنیوں پہ آنکھیں ٹھہر گئی ہوں، ڈیپ گرین بے حد اسٹائلش ہاف سلیو شرٹ جس کے گلے پہ بہت خیرہ کن کام بنا ہوا تھا اس نے پہن رکھی تھی جس سے جھانکتے اس کے دودھیا بازوؤں کی ملائمت بنا چھوتے بھی نگاہ کو محسوس ہوئی تھی، میک اپ کے نام پہ ہلکی سی لپ اسٹک اور بلشر کا ٹچ بے حد سلکی سیدھے بال بھی جکڑ کر سلور نازک سے کیچر میں قید کر دیئے گئے تھے، جو اس کے نازک وجود کی ہلکی سی بھی جنبش پہ بھی ریشم کے لچھے کی طرح بکھر بکھر کر پھر سمٹ جاتے تھے، پتہ نہیں وہ واقعتاً اتنی حسین تھی یا لگ رہی تھی، وہ واقعی اس قابل لگتی تھی کہ جہان اس کے لئے اتنا کچھ کر لیتا، زینب کے اندر عجیب سی سلگن اور رقابت بکھرتی چلی گئی جب وہ آئی تھی اسے بھی پتہ چلا تھا مگر وہ دانستہ اسے نہیں ملی، اسے ژالے سے ملنے کا قطعی شوق نہیں تھا، مگر اب...... اس نے سلگتی آنکھوں میں چنگاریاں بھرتے ژالے کو دیکھا جسے بھابھی پرنیاں سے متعارف کرا رہی تھیں تینوں کے چہروں پہ مسکان تھی، اس نے دیکھا پتہ نہیں کس بات پہ ژالے کے دھلے نکھرے چہرے کی شادابی میں ہلکی سی سرخی شامل ہو گئی تھی، جس نے اس کے نرم نقوش میں چاندنی سی بکھیر دی، اس کو دیکھتے زینب کی آنکھوں میں ہی نہیں دل میں بھی شعلے لپکنے لگے۔

''اور یہ زینب ہے، معاذ کی بہن، شادی ہو چکی ہے اس کی چند ماہ قبل۔'' بھابھی اب ژالے کو لئے اس کے پاس آ گئیں۔

''السلام علیکم!'' ژالے نے خوشدلی اور پرخلوص مسکراہٹ کے ساتھ اپنا نازک سا دودھیا سفید ہاتھ اس کی جانب مصافحے کو بڑھایا، اس کا اعتماد بہت حد تک بحال ہو چکا تھا، تو وجہ شاہ ہاؤس کے مکینوں کی محبت اور اہمیت ہی تھی۔

''وعلیکم السلام! میں تیمور کو کال کر رہی ہوں، شاید سگنل پرابلم ہے آواز کلیئر نہیں آ رہی، ایکسکیوزمی۔'' زینب نے چونکتے ہوئے گھٹی گھٹی سانس بھری تھی پھر بے حد سرسری انداز میں ژالے کے سلام کا جواب دیا تھا اس کا مصافحے کو بڑھایا ہاتھ وہ بہت خوبصورتی سے نظر انداز کر چکی تھی، اس کے اعصاب شدید تناؤ کا شکار تھے، پتہ نہیں یہ وضاحت اس نے کسی کو دی تھی اور ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی، ژالے کا اعتماد پارہ پارہ ہوا تھا لحظہ بھر کو زینب کے خشک سرد رویے پہ اس کا چہرا بالکل پھیکا پڑ گیا، زینب کی

آنکھوں میں موجود سرد مہری اور بے زاری اس نے واضح طور پہ محسوس کی تھی اور گھبراہٹ کے ساتھ اضطراب کا بھی شکار ہو گئی، دل گرفتگی کا احساس اس کی رگوں میں دوڑتے خون کو منجمد کرنے لگا، بھابھی کے ساتھ پرنیاں نے بھی زینب کے رویئے کی بدتہذیبی کو محسوس کیا تھا جبھی فوری طور پہ ژالے کا دھیان ادھر اُدھر بٹانے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

''بھابھی سب مہمان آ چکے ہیں مووی میکر بھی، مما کہہ رہی ہیں پری بھابھی کو رسم کے لئے لے کر آ جائیں۔'' ماریہ اور حوریہ پیغام لئے آئی تھیں، دونوں نے لہنگے پہنے ہوئے تھے اور بالکل پریاں لگ رہی تھیں۔

''او کے گڑیا تم دیکھنا عبدالرافع تمہارے بھائی کو تنگ تو نہیں کر رہا؟'' بھابھی نے پرنیاں کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ماریہ کو کام سے لگایا وہ دونوں الٹے قدموں واپس بھاگ گئیں۔

''ژالے گڑیا آؤ نا میرے ساتھ پری کو باہر لے کر چلو۔'' بھابھی نے اسے گم صم کھڑے پا کر محبت سے پکارا تھا، وہ زور سے چونکی اور پھر کچھ گھبراہٹ اور پریشان سے بولی تھی۔

''جی میں......'' بھابھی اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے ہنسیں۔

''ہاں بھئی آپ ہی خاندان کی بہوؤں کا ہی یہ کام ہوتا ہے، بڑی میں پھر آپ کا ہی نمبر آتا ہے، بھلے ابھی آپ کی رخصتی نہیں ہوئی۔'' انہوں نے اسی شفقت سے خاصی تفصیل سے جواب دیا، تو ژالے کچھ جھجک کر آگے بڑھی تھی، پھر وہ دونوں جس وقت پرنیاں کو تھام کر باہر آئیں تو مووی کیمروں کی چکا چاند نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا تھا، کتنی بے شمار توصیفی نگاہوں کا یکلخت وہ مرکز بن گئی تھیں، پرنیاں کا شرارہ بار بار اس کے پیروں میں الجھتا تھا جسے ژالے نے ذرا سا جھک کر تھوڑا سا اوپر کو اٹھا دیا، ایسا کرنے سے جہاں پرنیاں کے مہندی کے نقش و نگار سے سجے سنہرے چپلوں میں مقید گداز پیر نمایاں ہو کر جگمگانے لگے وہاں ژالے کے بے انتہا گھنیرے اور سیدھے بال اس خم پہ ڈھلک کر آگے کی سمت گر گئے تھے اور کیمرے کی آنکھ کو ایک خوبصورت عکس مل گیا تھا، اسٹیج کے آگے مما موجود تھیں، انہوں نے باری باری تینوں بہوؤں کو گلے لگا کر پیار کیا اور دعاؤں سے نوازا تھا، پرنیاں کو انہوں نے خصوصی اہمیت سے نوازا اور کتنی دیر تک خود سے الگ نہیں کیا تو پرنیاں کا گداز ہوا ہوا دل پانی بن کر بہنے لگا۔

''اب کیسی طبیعت ہے بیٹا۔'' پرنیاں سے جواب میں کچھ نہیں بولا گیا بس سر کو اثبات میں ہلانے پہ اکتفا کیا، اسے یقین تھا اگر وہ بولی تو آنسو نہیں رک پائیں گے۔

''ماشاءاللہ اتنی پیاری لگ رہی ہو، خدا نظر بد سے بچائے۔'' انہوں نے پھر ساتھ لگا کر اسے چوما تھا پھر بھابھی کو اسے اوپر لے جانے کا اشارہ کیا، اس کے بعد رسم کی ادائیگی ہونے لگی تھی تب خفا خفا سا معاذ بھاگا آیا تھا۔

''میرے بغیر آپ نے آخر رسم شروع کیسے کر دی؟'' پرنیاں کے مقابل بیٹھتے ہوئے اس نے بے حد کڑے انداز میں استفسار کیا۔

''اس لئے کہ یہ رسم آپ کے بغیر بھی ہو سکتی تھی بڑی آسانی سے۔'' بھابھی کے انداز میں شرارت رقم تھی، وہ بہت نفاست سے پرنیاں کو ابٹن لگا کر شگن کی مٹھائی کھلا رہی تھیں۔

''میرے بغیر ان کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، یہ بات آپ ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لیں او کے۔'' وہ کہاں

کم تھا نخوت سے بولا تھا بھابھی جواب میں ہنستے ہوئے اٹھ گئی تھیں۔

''چلو ژالے اب تم رسم کرو، پھر نوریہ کی باری آئے گی، بدتمیز صبح سے غائب ہے ابھی ایک جھلک دیکھی ہے کان کھینچتی ہوں اس کے۔'' بزرگ خواتین رسم کی چکی تھیں، ژالے کو ان کاموں کے متعلق نہ آگاہی تھی نہ ہی کوئی تجربہ وہ قدرے نروس ہو رہی تھی۔

''ارے رے بھابھی رکیں ایک منٹ ٹھہریں ذرا۔'' معاذ ان اسے بے اختیار ٹوکا وہ جو ابٹن پرنیاں کو لگانے لگی تھی سٹپٹا کر سوالیہ انداز میں معاذ کو دیکھنے لگی مگر وہ اس کی بجائے جہان کو بلا رہا تھا جو سامنے ہی جنید بھائی اور پاپا جان کے ساتھ کھڑا بات چیت میں مصروف تھا، معاذ کے اشاروں کو اس نے اگنور کر دیا تھا، ژالے نے معاذ کے تعاقب میں نگاہ اٹھائی، سرمئی کھدر کے کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس سادہ سے چپلوں میں وہ اس عام سے حلیے میں بھی اپنے وجود کی سحر انگیزی اور غضب کی دراز قامت کے باعث پورے ماحول پہ چھایا ہوا لگ رہا تھا، اس کی شخصیت میں بلاشبہ انوکھی کشش اور سحر انگیزی تھی، جس سے شاید وہ خود بھی آگاہ تھا جبھی تو اس کے انداز و مزاج میں ایسی بے نیازی اور شاہانہ پن سا آ گیا تھا، ژالے نے جہان کے گریز کو صاف محسوس کیا یقیناً وہ اس کی وجہ سے اوپر آنے سے کترا رہا تھا مگر معاذ کے آگے زیادہ اس کی چلی نہیں تھی، اسے آنا پڑا تھا۔

''بیٹھو ادھر لوگ تم دونوں کو اکٹھا دیکھنا چاہتے ہیں یار۔'' معاذ نے اسے دھکیل کر ژالے کے مقابل بٹھا دیا تھا، ژالے پہ اس کی قربتوں میں آتے ہی بتدریج گھبراہٹ حملہ کرنے لگی، بڑی مشکلوں سے اس نے پرنیاں کی رسم ادا کی تھی، معاذ کے شوخ فقروں کے باعث اس کے ہاتھوں میں لرزش در آئی تھی رسم ادا کر کے وہ تیزی سے نیچے بھاگ گئی تھی، جہان اس سے پہلے ہی رسے تڑا کر جا چکا تھا۔

''اب طبیعت کیسی ہے؟'' جیسے ہی انہیں اسٹیج پہ ذرا تنہائی میسر آئی معاذ جی جان سے اس کی سمت متوجہ ہوا تھا، پرنیاں کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی، اس نے جواب دینا بھی گوارا نہیں کیا۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو یار مگر ان لوگوں کو کیا ضرورت تھی تمہیں دلہن بنانے کی، دلہن تو میں نے تمہیں دوپہر کو ہی بنا دیا تھا نا۔'' وہ معنی خیز انداز میں اپنی بے باکی کے اظہار کا حوالہ دے کر ہنس رہا تھا، پرنیاں کی ادھیڑی ہوئی حساس احساسات پہ اس کے الفاظ نے گویا نشتر زنی کا کام انجام دیا تھا، تکلیف اور ذلت و سبکی کا احساس اس کی پور پور کو نیلا کر گیا، ایسی رسوائی، ایسی ذلت اسے اندر تک شکستہ کر گئی تھی، ایک بار پھر اس کا جی چاہا تھا وہ یا تو معاذ کو قتل کر دے یا پھر خودکشی کر لے، معاذ کا یہ فقرہ اسے سراسر اپنا مضحکہ اڑاتا محسوس ہوا تھا جبھی ضبط کھو کر وہ بے ساختہ سسک پڑی، سرعت سے بکھرتے شفاف موتیوں جیسے آنسو اس کے گود میں دھرے ہاتھوں کو بھگو گئے، معاذ تو بری طرح سے سٹپٹایا تھا۔

''اوہ پری کیا ہوا؟ میری بات بری لگی؟ سوری یار میں مذاق کر رہا تھا، چپ تو کرو، دیکھو سب ادھر ہی متوجہ ہیں۔''

وہ واقعی ہی بوکھلا گیا تھا، جبھی جھک کر خود اس کے آنسو چننے لگا، پرنیاں نے نہایت تنفر بھرے انداز میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا، معاذ نے چونک کر اسے دیکھا، اس کا شفاف مگر سوز رعنائیوں سے بھرا چہرا اور آنکھوں میں مچلتا سوز معاذ کی نگاہ کی گرفت میں آ کر اسے لمحہ بھر کو عجیب سے احساس سے دوچار کر گیا، پرنیاں کی آنکھوں کے زیریں کناروں پر ابھی بھی سرخی ٹھہری ہوئی تھی، جو اس کی شدت گریہ کی گواہ تھی۔

''ابھی تک خفا ہو؟'' معاذ نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا، پرنیاں نے اس مرتبہ بھی جواب نہیں دیا، ہونٹ بھینچے بار بار بھیگی آنکھوں کو ٹشو سے رگڑتی رہی، اس سے قبل کہ وہ کچھ اور ایکشن لیتا بھابھی نوریہ کو تقریباً کھینچتی ہوئیں اوپر لائی تھیں۔

''ابھی پرسوں دلہن بنو گی تم، وہ بھی آدھی ادھوری اور پردہ ابھی سے کرنا شروع کر دیا، چلو بیٹھو یہاں اور اپنے جٹھانی سے ذرا بے تکلفی پیدا کرو، ساری عمر ساتھ گزارنی ہے۔'' بھابھی مذاق میں نوریہ کو رگید رہی تھیں یہ جانے بنا کہ اس کا دل اس نوک جھونک میں کیسے خاردار جھاڑی پہ گر جانے والے وجود کی طرح سے زخمی ہوا جا رہا ہے، معاذ نے گہرا سانس بھر کے ترچھی نگاہوں سے پرنیاں کو دیکھا تھا جو ایک بار پھر خود کو سنبھالنے کی کوشش میں مصروف تھی مگر اس کی شفاف کشادہ آنکھوں میں ہنوز آنسو تیر رہے تھے، معاذ بے بسی بے چارگی سے اسے دیکھ کر رہ گیا، رسم کی ادائیگی کرنے والوں کی ایک لمبی لائن تھی وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا، پھر دو گھنٹے بعد جب مہمان کھانا کھا چکے ان سب نے نئے سرے سے محفل ہال کمرے میں جمائی تو معاذ اس کیفیت کے حصار سے کب کا نکل بھی آیا تھا اور اسی خوش باش انداز میں چہکتا پھر رہا تھا، جبکہ اس کے برعکس پرنیاں نہ صرف تھکی تھکی ہوئی لگ رہی تھی بلکہ اداس بھی اور بار بار روتی بھی، رونے کو اس کے پاس اہم جواز تھا، زندگی کے اس اہم مقام پہ اس کے میکے سے کوئی ایک بھی رشتہ اس کے پاس نہیں تھا، سب اس کی اس محرومی سے آگاہ تھے کوئی اس نئی تازہ محرومی کو نہیں جانتا تھا جو اسے چوکے لگا رہی تھی، اس نے دو تین بار بھابھی اور زینب سے کہا بھی تھا کہ اسے کمرے میں چھوڑ آئیں مگر انہوں نے پیار سے ٹال دیا تھا کہ ابھی تو محفل کا رنگ جمنا تھا، وہ سب لوگ ڈھولک بجا کر گیت گا رہی تھیں۔

''تمہارے بغیر ہم تو گزارا کر لیں گے مگر معاذ کے لئے محفل سونی ہو جائے گی۔'' بھابھی نے اسے چھیڑا تھا اور معاذ نے ان کی بھرپور تائید کی تھی، پرنیاں کے زخموں کے ٹانکے ادھڑنے لگتے تھے اسے ہنستے دیکھ کر اندر بھڑکتی آگ کچھ اور دہکتی محسوس ہونے لگتی۔

''چھوڑیں یہ ڈھولک، میں آپ کو اپنی شادی کی خوشی میں گانا سناتا ہوں۔'' معاذ کے کہنے پہ زیاد نے اسے دھر لیا تھا۔

''دیکھیں ذرا ان سے خوشی اور جذبات سنبھالے نہیں جا رہے، پہلے ہم سے منتیں کرا کے سنایا کرتے تھے اب خود آفر ہو رہی ہے۔'' معاذ نے زیاد کی اس بات پہ مسکراتی نظروں سے پرنیاں کو دیکھا تھا، پھر ہنس دیا۔

''ہاں یہ سب کسی کی محبت کی حشر انگیزیاں ہیں، میں واقعی اپنے جذبات پہنچانا چاہتا ہوں، لہٰذا اب آپ ہمہ تن گوش ہو جائیے۔'' وہ باقاعدہ گلا کھنکارنے لگا، باقی سب مسکرا کر منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے اور وہ بس پرنیاں کو اس کے دیکھنے کے انداز میں شرارت بھی تھی محبت بھی شوخی بھی تھی معنی خیزی بھی پرنیاں کو اپنے چہرے پہ الاؤ دہکتے محسوس ہونے لگے اور فشار خون بلند ہوتا ہوا، جبکہ اس کی آواز کا جادو ہر سو تمام تر ذو معنیت اور معنی خیزیت سے بکھرنے لگا۔

جانم دیکھ لو مٹ گئی دوریاں
میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں
کیسی سرحدیں کیسی مجبوریاں

میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں

اس کی پرتپش آنکھیں بیتے لمحوں کی تمام تر شوخی اور دلکشی کا عکس سمیٹ کر کچھ اور بھی گستاخ بے ادب اور بہکی بہکی لگ رہی تھیں، پرنیاں کا سارا وجود جیسے بھڑ بھڑ جلنے لگا۔

میں ہی میں اب تمہارے خیالوں میں ہوں
میں جوابوں میں ہوں میں سوالوں میں ہوں
دیکھتی ہو مجھے دیکھتی ہو جہاں
میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں

پرنیاں کو صاف لگا تھا وہ اسے نظروں ہی نظروں میں اپنی ساری شوخ جسارتوں کو جتلا اور باور کرا رہا ہے اس کا ضبط ایک دم سے چھلک گیا، وہ یکدم اٹھ کر کھڑی ہوگئی، ماحول پہ چھایا طلسم اس کی اس طرح اٹھنے سے بکھر سا گیا، سب اس کی سمت متوجہ ہوگئے تھے اور تو اور معاذ بھی گانا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا ہوا پری؟ طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے؟'' بھابھی نے اٹھ کر اسے نرمی سے تھاما تھا، پھر اس کا متغیر چہرا دیکھ کر استفسار کیا، وہ روکھی سی ہوگئی۔

''جی...... میرا دل گھبرا رہا ہے، پلیز مجھے یہاں سے لے جائیں بھابھی۔'' وہ ان سے لگ کر سسک اٹھی تھی بھابھی نے اسے بے ساختہ خود سے لپٹا لیا۔

''چلو چلتے ہیں، ریلیکس سویٹی!'' ان کے ساتھ ساتھ زینب نے بھی اسے سہارا دیا تھا اور کمرے سے نکال لائیں۔

''بھابھی میری ضرورت ہوئی تو بتایئے گا، پری بی پی تو نارمل ہے تمہارا؟'' معاذ پریشان سا ان کے پیچھے آیا تھا، پرنیاں کے دل کو پنکھ سے لگے ہوئے تھے، اس کی آواز سن کر اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔

''لالے آئی تھینک یہ تھک گئی ہے، آرام کرے گی تو بہتر ہو جائے گی طبیعت، آپ پریشان نہ ہوں۔'' زینب نے معاذ کی تشویش کو دیکھتے ہوئے تسلی دینی ضروری سمجھی، معاذ نے محض گردن ہلائی تھی اور پریشان کن نظروں سے پرنیاں کو دیکھتا جیسے مارے بندھے واپسی کو پلٹا تھا۔

☆☆☆

بہت خود یہ جبر کرکے
محبت کا سفر کرکے
اسے پانے کی چاہت میں مٹا کر ہر خوشی اپنی
بس اتنا جان پائے ہیں
محبت مر نہیں سکتی
محبت مار دیتی ہے

اگلا دن بہت زیادہ مصروفیت اور گہما گہمی لے کر طلوع ہوا تھا، مما بے حد مصروف تھیں مگر پھر بھی اس کا خصوصیت سے خیال کر رہی تھیں، کھانے پینے سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت تک، ناشتہ اس نے اپنے کمرے میں ہی کیا تھا، پھر ماریہ اور حوریہ وغیرہ کی تلاش میں کمرے سے نکلی تھی کہ لڑکیوں میں انہی کے ساتھ اس کی کچھ بے تکلفی ہو پائی تھی مگر شفاف راہداری کے اختتام پہ اس کا سامنا اچانک زینب سے ہو گیا تھا، وہ سیل فون ہاتھ میں لئے بار بار کسی کا نمبر ڈائل کرتی بے حد جھلائی ہوئی نظر آتی تھی، آف وائیٹ پھولوں والا گلابی پیروں تک آتا ہوا لبادہ اور پشت پہ سیدھے گرتے ہوئے ریشمی بال جنہیں چہرے پہ ڈھلک جانے سے بچانے کو وہ بار بار ریشمی لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی تھی اور وہ پھسل کر پھر اس کی گردن اور گالوں کو وارفتگی سے چومنے لگتیں، وہ رات سے یکسر مختلف حلیے میں تھی مگر ویسی ہی فریش تر و تازہ اور صبح نوخیز کی طرح اجلی اور روشن روشن، ژالے کو لگا وہ شاہ ہاؤس میں موجود لڑکیوں میں شاید سب سے زیادہ حسین تھی، اس کی محویت تب ٹوٹی جب زینب کی نگاہ اس پر پڑی جو اگلے ہی لمحے تپش اور ناگواری و برہمی سمیٹ لائی تھی۔

''تو تم ہو ژالے آفریدی جس نے جے کو اپنے حسن کے جال میں پھانس کر تہذیب تک بھلا دی۔'' کچھ دیر اسے اپنی نظروں سے بھسم کرتے رہنے اور اچھی طرح سے نروس کرنے کے بعد وہ ژالے کے پاس رک کر سرد و تند آواز میں بولی تھی، الفاظ ایسے تھے کہ ژالے کا رنگ فق ہو کر رہ گیا۔

''جی......!'' وہ سخت ہراساں ہو کر ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔

''مجھے دیکھو، غور سے دیکھو، کیا تمہیں لگتا ہے تم مجھ سے زیادہ خوبصورت ہو؟'' ایک تو اس کے الفاظ اوپر سے انداز کی تلخی و درشتی ژالے کا اعتماد لمحوں میں ہوا ہوا تھا، وہ خشک ہوتے گلے اور گھبرائی نظروں سے مضطرب سی اسے دیکھے گی۔

''آ...... آپ کیا کہہ رہی ہیں، مجھے قطعی سمجھ نہیں آ رہی۔'' وہ جیسے روہانسی ہوگئی تھی، کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ زینب کے اس انداز پہ گھبرا کر رو ہی پڑتی کہ جہان کی مداخلت پہ دونوں ہی چونک کر متوجہ ہوئی تھیں، بلیک سوٹ میں آف وائیٹ مردانہ شال لپیٹے سفید مرمر جیسے پیروں میں بلیک چپل پہنے وہ کسی مضبوط اور بلند چٹان کی طرح کچھ فاصلے پہ ایستادہ تھا، اس کے چہرے کے ہر نقش میں گمبھیر قسم کی سنجیدگی تھی، ژالے کے دل کو اس پل اسے روبرو پا کے عجیب سے تحفظ اور ڈھارس کا احساس ہوا تھا۔

''ژالے آپ اپنے کمرے میں جایئے۔'' وہ اسے ایک نظر دیکھ کر نارمل انداز میں بولا، اس ایک سادہ سی نظر میں کچھ بھی نہیں تھا مگر ژالے کو جیسے اپنا آپ معتبر ہوتا محسوس ہوا، کچھ کہے بغیر وہ الٹے قدموں پلٹ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

''بہت خیال ہے اس کا؟ گویا اس کی پہرے داری پہ لگے ہوئے ہیں۔'' زینب کو جہان کا یہ استحقاق اور احساس وہ بھی ژالے کے لئے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا، اسے جتنی ناگواری محسوس ہوئی تھی اس حساب سے تڑخ کر بولی تھی، ایک بے نام سی کیفیت تھی جو چبھن بن کر اسے چبھ رہی تھی، وہ جس نے ہمیشہ اسے دیکھا تھا، اس کو اہمیت دی تھی اس کسی اور سمت متوجہ بھی ہوتا تو زینب سے برداشت کرنا دوبھر ہو رہا تھا، جہان نے تھکا ہوا اور بھینچا بھینچا سانس بھر کے زینب کے قہر ساماں تاثرات سے سجے چہرے کو دیکھا تھا۔

''آپ سمجھتی ہیں زینب کہ آپ کو ژالے سے یہ سوال کرنا چاہیے؟ اگر کرنا چاہیے تھا تو کس لحاظ سے؟'' جہان کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کچھ ایسا تو ضرور تھا جو کوڑا بن کر زینب کو لگا تھا۔

''ہر انسان کی ایگو اس کا بہت قیمتی سرمایہ ہونی چاہیے، یہ میں محض ایک بات کہہ رہا ہوں، آگے آپ

خود سمجھ دار ہیں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ مضبوط قدموں سے آگے بڑھ گیا، جبکہ زینب سن اعصاب کے ساتھ ساکن کھڑی اپنے وجود کو جلتا محسوس کرتی رہی۔

(یہ کیسی حماقت کر دی میں نے، کیا سمجھتا ہوگا وہ کہ میں اس کی بیوی سے جیلس ہوں، میں کیوں ہوں گی جیلس میں نے خود ٹھوکر ماری تھی اسے اونہہ۔)

وہ اپنے خودی کے زعم اور تکبر میں تنفر بھرے انداز میں سوچتی رہی تھی پھر بھی اس کا دماغ سلگ رہا تھا، وہ کل سے تیمور سے رابطہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھی پتہ نہیں وہ کیوں نہیں پہنچا تھا اور یہاں وہ سب کے سوالوں کے جواب دیتی عاجز ہو رہی تھی، اس نے جھنجلا کر پھر تیمور کا نمبر پش کیا اس بار نہ صرف رابطہ بحال ہو گیا بلکہ اس کی کال بھی ریسو کر لی گئی۔

''ہاں زینب بولو؟'' اس نے تیمور کی سوئی سوئی آواز سنی تھی اور جلا سی گئی تھی۔

''کیا بولوں؟ آپ پہنچے کیوں نہیں ہیں ابھی تک، اوپر سے سیل بھی آف۔'' وہ مشتعل سی ہو کر بولتی چلی گئی تھی۔

''یہ کون سا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ تمہیں ابھی تک یہ سمجھ نہیں آسکی کہ تم تیمور خان کی بیوی ہو اور تیمور کی بیوی کو کس طرح سے اس سے بات کرنی چاہیے؟'' وہ بھڑک کر پھنکارا تھا اور اس کے لتے لینے شروع کر دیئے تھے، تیمور کے لہجے کے کروفر اور طنطنے نے اسے لحہ بھر میں جتلا دیا کہ وہ اس سے ہر لحاظ سے کمتر ہے، یہ کمتری اسے وہ اپنے ہر عمل سے باور بھی کرا چکا تھا، اس کے لہجے سے جو حقارت نفرت اور تضحیک کے ساتھ بے زاری ٹپکی تھی اس نے زینب کو منجمد کر دیا تھا، توہین کے احساس سے وہ جتنا بھی سلگی مگر خود پہ ضبط ضروری تھا، ضبط اور جبر کیا ہوتے ہیں تیمور سے شادی کے بعد ہی تو وہ جان پائی تھی مگر مزاج چونکہ اپنا بھی شعلہ صفت تھا جبھی اکثر اپنی حیثیت بھول کر اس سے الجھ جاتی تھی پھر عزت افزائی کے بعد پھر سے اپنے مقام پہ لوٹ جاتی بالکل ایسا ہی اب بھی ہوا تھا، تیمور کا شمار بھی انہی مردوں میں ہوتا ہے جو رشتے کو اہمیت دیئے بغیر عورت کو بس پیر کی جوتی سے زیادہ گرداننے پہ آمادہ نہیں ہوتے، وہ تیمور کا کوئی اور عکس اور رنگ تھا جس پہ زینب نے اپنا سب کچھ اس پہ وار دیا تھا مگر سب کچھ ہار کے پچھتاوا ہی پچھتاوا تھا اس کے پاس۔

''یہاں شادی ہے تیمور اور سب آپ کا پوچھ رہے ہیں، آپ نے وعدہ بھی کیا تھا نا مجھ سے کہ آئیں گے یہاں۔'' اس کا سارا نخوت مصلحت اور نرمی کے پردے میں ملفوب ہو گیا تھا، اب اس کا لہجہ یکسر مختلف تھا ویسا جیسا تیمور کی خواہش تھی، دھیما کس قدر دبا ہوا اور التجا آمیز، وہ بدل گئی تھی کچھ بہت اہم کھو کر اندر سے مر گئی تھی۔

''آجاؤں گا، کل پرسوں، یہاں میں فارغ تھوڑی بیٹھا ہوں، اتنی بڑی ذمہ داریاں ہیں مجھ پہ، آخر ہونے والا سردار ہوں، اپنی فیملی کو سمجھاؤ کہ نہیں آسکتا میں۔'' وہ نخوت و بے نیازی سے بولا تھا، زینب کی جان ہوا ہونے لگی، اس نے تو یہاں سب سے کہا تھا وہ ضرور آئے گا اب بھلا نہ آنے پہ یہ سبکی کیسے برداشت کرتی۔

''پلیز تیمور میری خاطر آجائیں بھلے اک رات کے لئے، آئیں گے نا۔'' وہ منت پر اتر آئی مزید ایسی کچھ منتوں کے بعد تیمور نے آنے کا وعدہ کیا وہ بھی کل اس نے سکھ کا سانس بھرا تھا، اتنا بھی کافی تھا

اگر سمجھوتہ کرنا ہو تو اور وہ سمجھوتہ کر رہی تھی۔

☆☆☆

مہندی کی تقریب کے لئے اس کا بلڈ ریڈ بے حد یونیک سی فراک تھی، جو اس کے پیروں تک آتی تھی، گھیرا اتنا تھا کہ جب وہ چلتی تو اس کا دامن پیچھے تک زمین پہ جھاڑو سا دیتا سرکتا آتا تھا کانوں میں اس نے زرقون کی جیولری پہنی تھی ویسا ہی گلوبند تھا جو اس کی صراحی دار راج ہنس جیسی گردن سے لپٹ کر شعاعیں بکھیرتا اس کی دودھیا گردن کو بے حد نمایاں کر رہا تھا، ایک بڑے سے نگ کا ٹیکہ جس کے ساتھ موتیوں کی لڑی تھی جسے بڑی احتیاط سے ماریہ نے اس کی مانگ پہ رکھ کر پنوں سے سیٹ کر دیا تھا، حالانکہ وہ یہ ٹیکہ نہیں لگانا چاہتی تھی، اسے اتنا سجنے سنورنے سے شرم محسوس ہوتی تھی، مگر ماریہ نے اس کی چلنے کہاں دی تھی اور ٹیکہ اس کی صبیح اجلی پیشانی پہ سجا کر ہی دم لیا تھا، ہلکا پھلکا میک اپ اور پشت پہ گرتے لمبے سیدھے بال پیروں میں کھسہ، اس پہ ایسا روپ آیا تھا کہ خود وہ بھی اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ کر گنگ رہ گئی تھی۔

''آئیں ذرا میرے ساتھ باہر۔'' ماریہ نے اسے سراہتی نظروں سے دیکھا تھا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی باہر لے آئی، ژالے اس کی کارستانی خاک نہ سمجھ پائی اور ماریہ نے لا کر اسے لابی میں کھڑے ٹیلی فون سیٹ کا ریسور کان سے لگائے کوئی نمبر ڈائل کرتے جہان کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

''دیکھیے جہان بھائی میں نے آپ کی دلہن کو کتنا اچھا تیار کیا ہے، کیا انعام دیں گے بھلا مجھے؟'' جہان کی ساری توجہ اپنے کام کی طرف تھی، چونک کر متوجہ ہوا، جہاں وہ اس کے شعاعیں بکھیرتے پرحجاب چہرے پہ نگاہ ڈالتے ہی مبہوت ہوا تھا وہاں ژالے اسی لحاظ سے کنفیوژڈ اور جھینپی تھی، وہ حسین تھی بلاشبہ مگر اس سج دھج نے تو گویا اس کے حسن کو دو آتشہ کر دیا تھا اور حسن کی زبان بھی ایک کرشمہ دکھاتی ہے، اپنا آپ منواتی ہے، جہان بھول گیا تھا کہ اس کے جذبات ژالے کے لئے کیسے تھے، وہ تو بس اس کے جکڑ لینے والے سراپے اور حیا آمیز شرگیں چہرے پہ بجی مسکان کو دیکھ کر گنگ رہ گیا تھا۔

''آپ کو بھی پیاری لگیں نا؟ چلیں اب میرا انعام نکالیں۔'' ماریہ کی معصوم کھنکتی ہنسی جہان کو ہوش کی دنیا میں لے کر آئی تھی، اس نے بے اختیار اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر جیسے خود کو اس سحر سے آزاد کرانے کی کوشش کی اور خود کو جھڑکا تھا، اس کے چہرے کے زاویوں میں پہلے تناؤ آیا پھر ناگواری، اس نے کڑی نظروں سے ژالے کو دیکھا تھا، ان نظروں میں کس درجہ ملامت اور تلخی تھی ژالے کو محض ایک پل لگا تھا سمجھنے میں، اس کے گلابی شرمیلے گھبراہٹ زدہ چہرے پہ لمحوں میں سراسیمگی اور دھواں بکھرتا چلا گیا، ماریہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آہستگی سے نکالتی وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پلٹ گئی، ماریہ کو اس سے شاید یہ توقع نہیں تھی، وہ اسے آوازیں دیتی اس کے پیچھے دوڑی تھی، جہاں نے ناگوار سے انداز میں سر جھٹکا۔

(تم نے بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے ژالے آفریدی، میرا دل تو ایک گھنا تاریک اور ہیبت ناک جنگل ہے اس کی بھول بھلیوں سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ نہیں ملتا، تم یہاں آنا چاہتی ہو، اول تو تمہیں یہاں داخلے کی اجازت نہیں، اگر کبھی کسی معجزے نے تمہیں اندر آ بھی لینے دیا تو یاد رکھنا، یہاں برسات نہیں ہوتی یہاں کسی آس کے جگنو کا بسیرا بھی نہیں ہے، یہاں صرف کانٹے اور سنگریزے ہیں، جو لہولہان کر دیں گے تمہیں اور اب تو میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہر نئی تکلیف بنا کرب ایجاد کروں تمہارے لئے میں نہ

تمہاری پذیرائی کروں گا، نہ تمہیں واپس لوٹنے دوں گا، یہ ہی تمہاری سزا ہے، یہی تمہارا بھگتان ہوگا۔)
نفرت اس کی پور پور کو نیلا کر رہی تھی۔

☆☆☆

یہ سارا دن بھی اس نے سوتے جاگتے روتے سسکتے ہی گزارا تھا، معاذ کئی بار اسے دیکھنے آیا مگر وہ اس کے سامنے سے بچنے کو ہی سوتی بن گئی تھی، وہ اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی، اس کے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا تھا کہ معاذ نے محض اسے نیچا دکھانے کو ہی اس کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا اور وہ بکھر بکھر کر یہ سوال بار بار خود سے کرتی تھی، وہ کیا ایک بار ہار جانے والا انسان بار بار ہارتا ہی رہتا ہے۔

''کیا پھر کوئی محبت اس کا نصیب نہیں بن سکتی۔'' اس کی پلکیں بار بار نم ہوئی تھیں، معاذ نے اسے زیر کر لیا تھا، اپنی من مانی کر لی تھی، اس کے جذبات واحساسات کو بری طرح مجروح کر کے وہ چاہتا تھا پھر سب ویسا ہو جائے، وہ کیوں ایسا کرتی وہ کیوں اسے بار بار اپنے جذبات سے کھیلنے کا موقع دیتی، وہ اپنے اندر لگی آگ کو معاذ کے وجود کا حصہ بنا دینا چاہتی تھی، شاید تب اسے کچھ سکون آ جاتا، مہندی کی تقریب بے حد شاندار تھی، معاذ نے بلیک شیروانی پہنی تھی جو اس کے دراز قد اور غضب کے شاندار سراپے پہ بہت جچی تھی، وہ کل کی طرح آج بھی چاک و چوبند بے حد فریش اور مگن نظر آتا تھا بات بات پہ قہقہے بکھیرتا ہوا محفل کی جان بنا ہوا تا، اس کی شخصیت بڑی جاندار اور مسحور کن اور مغلوب کر لینے والی تھی اس کی شخصیت سب سے خاص چیز اس کا بھرپور اعتماد تھا، جو اس پہ اٹھنے والی ہر نگاہ کو پسندیدگی اور ستائش عطا کرتا تھا، گو کہ یہ اسی کی شادی کی تقریب تھی اس کے باوجود اچھی خاصی طرحدار لڑکیاں اس پہ فدا ہوئی جا رہی تھیں، پرنیاں کا خیال تھا اسی چیز نے اس کا دماغ ساتویں آسمان پہ پہنچا دیا تھا، وہ خود کو کوئی اونچی چیز سمجھنے لگا تھا، ان کی جوڑی کو بے حد سراہا جا رہا تھا، آج کی تقریب میں پرنیاں کا لباس چوڑی پاجامے اور انارکلی فراک کا تھا، جس کا گھیرا اتنا زیادہ تھا کہ دونوں سائیڈوں سے دو لڑکیاں اٹھاتی تھیں، تب وہ قدم اٹھا سکتی تھی، سلور کلر کا یہ انتہائی دیدہ زیب لباس تھا جس پہ سلور جھلملاتا ہوا کام بنا ہوا تھا، سلور ہی جیولری تھی، وہ اس لباس میں پھولوں کے گہنے پہنے اتنے منفرد اور پیاری لگ رہی تھی گویا چمکیلی پری ہو یا پھر کوئی اپسرا، رسم کے دوران بھی اس کی خاموشی اور حزن میں کمی نہیں آئی، معاذ تو اس کا یہ روپ سروپ دیکھ کر ہی صحیح معنوں میں دل تھام کر رہ گیا تھا، فوٹو سیشن کے دوران پرنیاں کی اصل بے بسی اور ضبط کی آزمائش ہوئی تھی، معاذ نے اتنے خوبصورت اور انوکھے پوز بنوائے تھے اپنے ساتھ کہ وہ عاجز ہو گئی تھی اس کی قربت سے اور شوخی کے مظاہروں پہ نالاں سی مگر کچھ کہنے سے قاصر بھی کہ سب وہاں ہی موجود تھے فوٹو سیشن کے بعد معاذ نے اپنی پسند کا گیت چلا دیا اور بار بار روائنڈ کر کے سننے لگا، اس کی شوخ بولتی نظروں کا مرکز پرنیاں ہی تھی، اس نے جب چھٹی بار یہی گانا لگایا تو اتنی سرمستی اور سرشاری کی کیفیت میں تھا کہ زیادہ کے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے پہ اس کے ساتھ مل کر بھنگڑا ڈالنے لگا تھا پرنیاں کے ساتھ باقی سب بھی حیران رہ گئے، باقی شرارتیں ایک طرف مگر وہ کبھی بھی یوں ناچتا نہیں تھا، مگر جب اس کے قدم اٹھے تو ایک عجب بے خودی چھائی ہوئی تھی اس پہ، اس نے ثابت کیا وہ باقی سب کاموں کی طرح اس کام میں بھی لاجواب ہے، اس کا بھنگڑا اور راحت فتح علی خاں کی آواز نے ایک سماں باندھ دیا سب پلکیں جھپکائے بنا اسے دیکھنے لگے۔

کوئی بولے صحرا ہے کوئی مانے دریا ہے
کیسا ہے کیسا ہے عشق
کوئی سونے ساتھ لے رے
کوئی مائی سا بولے رے
کوئی بولے کہ چاندی کا ہے چھرا
ہوتا ایسے یہ موقع یہ روکا جائے نہ روکے سے
اچھا ہوتا ہے ہوتا ہے یہ برا
کیسا یہ عشق ہے عجب سا رسک ہے

اس کے قدم میوزک کی سر تال کے ساتھ اٹھتے تھے، تمام تر نفرت اور بے زاری کے باوجود پرنیاں کو اعتراف کرنا پڑا تھا کہ اس نے اس سے قبل کسی کو ناچتے ہوئے اتنا اچھا لگتے کبھی نہیں دیکھا تھا، ذاتی طور پہ اسے بھنگڑا ڈانس اور رقص وغیرہ بالکل پسند نہیں تھا نہ اسے ناچتے ہوئے لوگ کبھی اچھے لگے تھے پھر پتہ نہیں معاذ کی مرتبہ اس کا یہ خیال کیسے غلط ثابت ہو گیا تھا یا وہ اتنا شاندار تھا اتنا پاورفل تھا کہ اس کو خیال بدلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

حسان بھاگم بھاگ اپنا ہنڈی کیم لے آیا تھا اور ان یادگار لمحات کو فلم بند کرنے لگا، مما اور مما جان یوں فدا ہوئیں کہ اس پہ نوٹوں کو نچھاور کرنے لگیں، باقی سب تالیاں بجا کر گویا اس کو داد دے رہے تھے اور پرنیاں وہ بس خالی دل خالی ذہن اور خالی نظروں سے اس کی بے تحاشا خوشی ملاحظہ کر رہی تھی۔

نیناں لاگے تو لاگے بنا ڈوری یا دھاگے
بندھتے ہیں دو نیناں خواب سے
نہ اتا ہو نہ پتہ ہو کہ اے نینوں میں کوئی آبسے
اس کا اس ہے نہ اس کا ہے جانے کتنا کا ہے کس کا ہے
کیسی بھاسا میں بھاسا میں ہے لکھا
کیا یہ عشق ہے عجب سا رسک ہے

گانا ختم ہوا تو تالیوں سے ہال گونج اٹھا تھا، وہ پسینوں میں نہایا ہوا دھپ سے پرنیاں کے پاس آ کر گرا اور گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے اسے دیکھ کر مسکرایا پھر شوخی سے بولا تھا۔

''آج کتنی ہی حسین لڑکیوں نے اپنے دل نذرانے کے طور پہ مجھ پہ نچھاور کر دیے، ان میں آپ کا بھی دل تھا نا؟'' پرنیاں نے اس بات کے جواب میں ایک نفرت زدہ پھنکارتی نگاہ اس پہ ڈالی تھی اور منہ پھیر لیا تھا۔

☆☆☆

اس کا عروسی جوڑا بلڈ ریڈ کلر کا تھا جس پہ ایسا جھلملاتا ہوا کام تھا کہ نگاہ اس کی جھلملاہٹ اور چمک دمک کے آگے خیرہ ہوئی جاتی تھی، یہ جوڑا معاذ کی پسند کا تھا اور سب کو بے حد پسند آیا تھا، مگر جب وہ پرنیاں کے اجلے نازک بدن پہ سجا تب اس کی قیمت صحیح معنوں میں ٹھکانے لگی تھی، چولی کا دامن کام سے بوجھل تھا جس کی آستین آدھی سے بھی کم تھی، گلے کا گھراؤ بہت زیادہ گہرا تھا، اس پہ بیوٹیشن نے اس کے

منع کرنے کے باوجود سارا دوپٹہ پیچھے سیٹ کیا تھا، طلائی میچنگ جیولری اور دونوں کلائیوں میں سونے کی بھری ہوئی چوڑیاں بڑے بڑے جھمکی والے جھمکے اور اسی دن کی مناسبت سے کیا میک اپ وہ پچھلے تمام دنوں کی خوبصورتی کا ریکارڈ توڑ گئی تھی، جس نے بھی دیکھا تھا بے اختیار بلائیں لی تھیں، اس نے سختی سے مووی بنوانے سے انکار کر دیا تھا، جتنی وہ پیاری لگ رہی تھی مما کو بھی اس کی کسی لگ جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا، جبھی کسی نے بھی مجبور نہیں کیا تھا، اسے سب کے بیچ اسٹیج پہ بھی نہیں لا کر بٹھایا گیا کہ مما کو اس کی خرابی طبیعت کا اندازہ تھا، بس رسموں کی ادائیگی کو معاذ کے ساتھ زیادہ وغیرہ لمحہ بھر کو اندر آئے تھے، معاذ نے البتہ وہاں آ کر ملنے سے انکار کر دیا تھا، خود وہ بلیک ٹو پیس میں ملبوس تھا، سرخ ٹائی باندھے اپنے اونچے پورے قد چوڑے شانوں خوبصورت چہرے اور ذہین آنکھوں کے ساتھ وہ بے حد مکمل اور وجیہہ لگ رہا تھا، جس کی شخصیت میں بے حد سحر انگیزی تھی، وہ پرنیاں کو دیوانہ وار دیکھتا تھا اور مسکرائے جاتا تھا۔

''مجھے فخر ہے میں اس دنیا کا سب سے خوش بخت انسان ہوں، اتنی خوبصورت ہے میری بیوی۔'' دھیمی مسکراہٹ ہنوز اس کے لبوں کی تراش میں مچل رہی تھی، اس کا لہجہ خواب آسا تھا، زیاد نے وہاں آ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

''باہر آئیں آپ کو جنید بھائی بلا رہے ہیں۔'' معاذ کے احتجاج کی پرواہ کیے بغیر وہ اسے ساتھ گھسیٹ کر ہی لے کر گیا تھا، جہاں جنید بھائی نے اسے دیکھتے ہی آڑے ہاتھوں لیا۔

''شاباش ہے پتر تمہاری مردانگی کے، ابھی سے بیوی کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ گئے، ساری زندگی کیسے گزرے گی۔''

''ساری زندگی بھی بیوی کے گھٹنے سے لگ کر گزاروں گا ناٹ ڈاؤٹ۔'' اس نے بلا جھجک کہا اور غصے سے انہیں دیکھا تھا۔

''کیوں بلایا ہے آپ نے مجھے؟ پتہ نہیں ہے آج میری شادی ہے اور میں اپنی بیوی سے پیار بھی کرتا ہوں۔'' وہ انہیں گھور رہا تھا، اس بے شرمی اور دھڑلے پہ جنید بھائی کا منہ کھل گیا حسان بھائی اور زیاد کی کھی کھی نے الگ انہیں کھسیاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔

''حد ہے یار تم سے، یعنی کوئی شرم ہی نہیں۔'' جنید بھائی نے بھی ہمت نہیں ہاری تو وہ الٹا انہیں ڈھیٹ کرنے لگا۔

''شرم کیسی بھئی، میں کوئی گناہ کا کام کرنے لگا ہوں کیا؟'' جنید بھائی بغلیں جھانکنے لگے، پھر انہوں نے اپنی خجالت دور کرنے کو کہا تھا۔

''چل یار اک گانا ہی سنا دے، تیری آواز بڑی مست کر دینے والی ہے۔''

''اتنی بار تو سنایا ہے، کل تو ڈانس بھی کیا تھا، آپ کہاں تھے؟''

''دیکھا تھا یار میں آج کی بات کر رہا ہوں۔'' انہوں نے زچ ہو کر جواب دیا مقصد اسے باتوں میں الجھانا تھا جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی تھے۔

''یہ پروگرام پھر کسی دن کے لئے اٹھا رکھیں، ابھی تو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' وہ اٹھا تو جنید بھائی نے اسے ہاتھ پکڑ کر واپس گھسیٹ لیا تھا۔

''ایسی بھی کیا بے مروتی ہے یار کچھ دیر تو بیٹھو ہمارے پاس۔'' وہ جان بوجھ کر اس سے بحث کو طول دینے لگے، معاذ کی جھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی اور جنید بھائی حظ لے رہے تھے، اسی بحث میں وہ لوگ مشغول تھے جب جہان اس سمت آ نکلا تھا، انہیں الجھتے دیکھ کر حیران ہونے لگا۔

''خیریت کیا ہوا؟'' اس کی سوالیہ نگاہیں ان دونوں پہ جم گئیں۔

''یار یہ سمجھا نہیں کہ مجھے جانے دیں نا، جب ان کی شادی ہوئی تھی ہم نے ان سے ایسی زیادتی نہیں کی تھی۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا، جہان کے لبوں پہ مدھم سی مسکان بکھر گئی۔

''جانے دیں نا جنید بھائی! آپ نے اس سے کیا کرانا ہے؟''

''ہاں تم تو فیور کرو گے ہی، تم پہ بھی ایسا نازک وقت جو آنے والا ہے۔'' جنید بھائی نے برا مان لیا، جہان انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

''میں جاؤں بھائی جان؟'' معاذ، جنید بھائی کے منہ کے پاس منہ لا کے بولا اور ہنسنے لگا، جنید بھائی کھسیا کر اسے گھونسہ مارنے کو لپکے مگر وہ انہیں چڑاتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا تھا، ماحول خوبصورت تھا زندگی خوبصورت تھی، وہ بے حد سرشار تھا نہیں جانتا تھا یہ خوشی عارضی ہے زندگی پہ اس کا اس کی خوشی کا اک وقت متعین تھا جو پورا ہو گیا تھا، آگے کیا ہونا تھا یہ دھرتی پہ پھیلی تاریکی کی طرح غیر واضح تھا تاریک نظر نہ آنے والا۔

(جاری ہے)

نئے آخری جزیرہ ہو

ام مریم

چوبیسویں قسط کا خلاصہ

گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں مگر معاذ ہنوز اس منصوبے سے لاعلم ہے، البتہ پرنیاں کا سخت رویہ ضرور سے اب غصہ دلانے لگتا ہے، اسی غصے میں معاذ شادی سے دو دن پہلے جس دن پرنیاں نے ہمیشہ کے لئے ہاسٹل چھوڑ کر شاہ ہاؤس میں آنا ہے اسے لے کر ہوٹل میں آجاتا ہے، وہ پرنیاں کو یہ بتا کر سراسیمہ کر دیتا ہے کہ وہ اسے رخصت کرا لایا ہے۔

معاذ کی من مانی کا مظاہرہ پرنیاں کو اس سے شدید برگشتہ کرنے کا سبب بنتا ہے، وہ اس سے بےزاری کے ساتھ نفرت بھی محسوس کرتی ہے، اس کے برعکس معاذ بے حد خوش اور مطمئن ہے، مسز آفریدی کی کوشش سے ہی ژالے معاذ کی شادی میں شریک ہونے کو شاہ ہاؤس آتی ہے، تو زینب اسے دیکھ کر بے حد ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

پچیسویں قسط

معاذ نے جب اپنے کمرے میں قدم رکھا رات نصف سے تجاوز کر چکی تھی، مما نے اسے بے حد بھاری سیٹ دیا تھا پرنیاں کی رونمائی کے لئے، وہ اندر آیا تو ائیر فرشنز کی دلفریب مہک کے ساتھ گلابوں کی خوشبو نے بھی اسے اپنے حصار میں جکڑ لیا تھا، اپنی موجودگی میں معاذ نے بیڈ روم کی صرف گلاب کے پھولوں سے آرائش کرائی تھی، وہ اس رات کو حسین تر بنا دیا چاہتا تھا اور یادگار بھی، وہ جان گیا تھا پرنیاں اس کی من مانی کے بعد سے خفا ہے اس سے اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا، جبھی اس نے اسے منانے کے ہزار ہا طریقے سوچ لئے تھے، وہ اس سے مزید خفا رہ ہی نہیں سکتی تھی، اسے یقین تھا، مگر پہلا دھچکا اسے پرنیاں کو بیڈ پہ موجود نہ پا کر لگا تھا، دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے چونکتے ہوئے گردن موڑی تو واش روم سے باہر آئی، پرنیاں کو دیکھ کر اس کا ارمانوں سے لبریز دل بجھ کر رہ گیا تھا، وہ اتنا حسین روپ اس کی ستائش پائے بغیر ختم کر چکی تھی، وہ نہا کر نکلی تھی اور اس وقت گلابی لبادے میں لپٹی سرسراتی رات کا ایک حسین راز لگ رہی تھی، اس کے لمبے سیدھے بال اس کی پشت کی بجائے سینے پہ گر رہے تھے، اس کو دیکھ کر بھی خوبصورتی سے نظر انداز کرتی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے آگے جا کھڑی ہوئی بال سلجھائے اس کی کلائیوں میں پڑی سونے کی چوڑیاں جلترنگ بجانے لگیں تو معاذ چونکا تھا۔

"اتنی جلدی لباس تبدیل کر لیا، میرا انتظار تو کرتیں آپ۔" معاذ کو غصہ تو آیا تھا مگر وہ اس سے تختی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا، جبھی رسان سے کہا تھا۔

"کیوں انتظار کر لیتی، تا کہ تم جیسے عیاش کو عیاشی کا ایک اور موقع مل سکتا؟" وہ اتنی نفرت اور اتنی شدت سے چلائی تھی کہ گردن کی رگیں پھول کر رہ گئیں، معاذ کے اعصاب کو اس کے الفاظ اور انداز سے دھچکا لگا تھا، اس نے چونک کر حیرانی سے اسے دیکھا، پرنیاں کے ہر انداز سے درشتی ہی نہیں نفرت و حقارت بھی ٹپک رہی تھی، ایک لمحے کو معاذ کو اپنے اعصاب کھنچتے ہوئے محسوس ہوئے تھے اس کی اس درجہ بدتمیزی پہ مگر اس نے بروقت خود کو کنٹرول کر لیا، اس کا قصور تو بہر حال تھا، اس نے وقتی اشتعال اور غصے میں آ کر اس کے جذبات کو مجروح کیا تھا، پرنیاں کی بھیگی آنکھوں میں جو کرب تھا، جو تڑپ تھی اس نے معاذ کو اضطراب سے دوچار کر دیا تھا، کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے اپنی عزیز ترین ہستی کو رنجیدہ آزردہ دیکھنا یہ معاذ نے اسی وقت جانا تھا۔

"آئی ایم ساری پرنیاں! مجھے احساس ہے کہ تم ہرٹ......" اس کی بات ادھوری رہ گئی کہ معاذ نے جیسے ہی پرنیاں کا ہاتھ تھاما تھا وہ بری طرح سے بپھر اٹھی تھی اور اگلے لمحے وہ اپنا ہاتھ تنفر زدہ انداز میں چھڑوا کے فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی۔

"خبردار! ہاتھ مت لگانا مجھے سمجھے تم، میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتی ہوں معاذ حسن کہ میں تمہارے ہاتھوں خوشی خوشی پامال ہونے والی بدکردار عورتوں میں شمار نہیں ہوتی، تمہاری زور زبردستی اک بار ہی چل گئی ہے، یاد رکھنا اگر تم نے دوبارہ مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا تو میں اسی وقت خود کو ختم کر لوں گی۔" تنبیہی انداز میں انگلی اٹھا کر اسے باور کراتی ہوئی، وہ نفرت اور تلخی کے کس مقام پہ تھی وہ نہیں جان سکتا تھا، اس کا لہجہ اس کا انداز اور ہر انداز سے ٹپکتی نفرت اسے گنگ کرنے کو کافی تھی، یہ نفرت و بدگمانی کا ہی شدید احساس تھا کہ وہ بہت تضحیک آمیز انداز میں اسے پہلی بار آپ کی بجائے تم کہہ کر پکار رہی تھی، جس میں اپنائیت یا شناسائیت کا ملنا تو دور کی بات تذلیل اور سبکی کا غلبہ تھا، اس کے لہجے کی بے خوفی اسے

گویا ہر انجام سے بے نیاز کر چکی تھی، معاذ کی پیشانی پہ اتنی ذلت کے بعد پسینہ پھوٹ نکلا تھا، کہاں کا ظرف حوصلہ ضبط اور شرمندگی یہ سارے جذبے پرنیاں کی جانب سے زہر میں بجھے نشتروں پہ بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو گئے، اسے جیسے کسی نے یکلخت اٹھا کر جلتے الاؤ میں پھینک دیا تھا، سب کچھ اسی بھڑکتی آگ میں جل گیا اس کے اپنے وجود سمیت غصے اور توہین کی شدید لہر اس کے اندر سے اٹھی تھی اور اسے اپنے ساتھ بہا کر لے گئی، اس نے بہت جارحانہ انداز میں پرنیاں کی کلائی پکڑی تھی اور جھٹکے سے رخ اپنی جانب پھیرا۔

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے پرنیاں کہ تم کیا بکواس کر رہی ہو۔" معاذ کی بھاپ چھوڑتے چہرے پہ بے پناہ خفگی، ناگواری اور فہمائش تھی، پرنیاں نے جواباً اپنی جلتی ہوئی آنکھوں میں نفرت سمو کر اسے دیکھا تھا پھر اسی زہر بھرے لہجے میں چلا کر بولی تھی۔

"تم کیا سمجھتے ہو، میں ڈر جاؤں گی تم سے اور کہہ نہیں سکوں گی، میں تمہارے کرتوت سب کو بتاؤں گی کہ تم درحقیقت کیا ہو۔"

"کیا ہوں میں؟" معاذ نے اپنے طیش کو دبا کر اندر اٹھتی تند و تیز لہر کو اٹدنے سے روکتے ہوئے بھینچے ہوئے لہجے میں کہا، کوئی نوک دار شے تھی جو ہر لمحہ اسے کاٹ رہی تھی، اس کی اس درجہ غلط فہمی پہ معاذ کے وجود پہ ایک سکوت سا طاری ہو رہا تھا، وہ کرب آمیز انداز میں اس کے خوبصورت چہرے پر پھیلی نفرت اور تلخی کو دیکھتا رہا تھا۔

"بدکردار ہو تم، ہوس پرست ہو تم، جانے کتنی لڑکیوں کی عزتوں کو......" پرنیاں کی بات ادھوری رہ گئی معاذ کا ہاتھ فضا میں گھوما تھا اور بھرپور تھپڑ کی صورت یکے بعد دیگرے اس کے چہرے پہ برسا، اس کی آنکھوں سے ہی نہیں چہرے سے بھی گویا لہو ٹپکنے لگا تھا۔

"میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری سوچ سمیت تم پہ بھی، میری بلا سے تم جو مرضی سمجھو، میں جیسا بھی ہوں، تمہیں ہرگز غرض نہیں ہونی چاہیے، سمجھ آئی تمہیں؟" معاذ کا لہجہ و انداز انتہائی جارحانہ تھا، اس کی برہمی کو برداشت کرتے وہ بھی بالآخر بپھر سا گیا تھا اور ہر مصلحت و احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی۔

"میں ہوس پرست ہوں یا نہیں مگر آج کے بعد کم از کم تمہارے نزدیک نہیں آؤں گا۔" اتنی تذلیل کا احساس اسے پاگل کرنے کو کافی تھا، پرنیاں ایکدم ساکت ہو گئی تھی، معاذ کے اٹھے ہوئے ہاتھ نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا، اس کے اعصاب سن ہوئے تھے، معاذ اس پہ قہر بھری نگاہ ڈالتا پاؤں کی ٹھوکر سے راستے میں آئی ہر شے کو اڑاتا کمرے سے باہر چلا گیا، پرنیاں اس کے بعد بھی بہت دیر تک یونہی ساکن سامت بیٹھی رہی تھی، تین دن اس نے ہر لمحہ اس ایک لمحے کو سوچا تھا، جب وہ اپنے دل کی آگ اسی کے وجود میں منتقل کرتی اور خود پرسکون ہو جاتی، وہ لمحہ آیا تھا اس نے معاذ کو اپنی خواہش کے مطابق نفرت سے دھتکارا بھی تھا، مگر وہ پرسکون نہیں ہو سکی تھی، بلکہ وہ اس صدمے اور شاک سے نکلی تو پتہ نہیں کس زیاں کے احساس سمیت بلک بلک کر روتی چلی گئی تھی، باہر بھیگتی رات کچھ اور گہری تاریک اور ہولناک ہوئی تھی۔

☆☆☆

جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں تو ہاتھ ہمارا لے جانا
جب سمجھ کہ کوئی ساتھ نہیں تم ساتھ ہمارا لے جانا

جب دیکھو کہ تم تنہا ہو اور رستے ہیں دشوار بہت
تب ہم کو اپنا کہہ دینا بے باک سہارا لے جانا
جو بازی بھی تم جیتو گے جو منزل بھی تم پاؤ گے
ہم پاس تمہارے ہوں نہ ہوں احساس ہمارا لے جانا
اگر باری ہماری آ جائے تم پاس ہمارے آ جانا
بس اک مسکان ہمیں دینا پھر جان بھی چاہے لے جانا

جہان کے سر میں شدید درد تھی، اس کی ہمیشہ سے عادت تھی جب وہ زیادہ تھکا ہوتا سو نہیں پاتا تھا، آج بھی دن بھر کی روزمرہ سے ہٹی ہوئی روٹین کی بھاگ دوڑ نے اسے تھکا کر چور کر دیا تھا، وہ سونے کو لیٹا اور نیند کو ترس کر بستر چھوڑ دیا، چائے بنانے کے خیال سے اپنے کمرے سے کچن کی سمت آتے وہ زینب کے کمرے کے آگے سے گزرتے ٹھٹک کر تھم گیا تھا، دروازہ ادھ کھلا تھا، لائیٹ آن تھی جہان کے ٹھٹکنے کی وجہ زینب کی سسکیاں تھیں گھٹی گھٹی بے قرار سسکیاں، جو جہان کا دل ایسے بھینچ گئیں، جیسے کسی نے جوتے سے مسل کر رکھ دیا ہو، قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے تھے اور اندر جانے سے وہ حد درجہ گریزاں تھا، کچھ سوچ کر اس نے نیم وا دروازے پہ دستک دی تھی، رات کے اس پہر سناٹے میں یہ مدھم سی آواز بھی پوری طرح گونجی تھی، زینب کی سسکیاں تھم سی گئیں، ماحول پہ پھر سے سکوت طاری ہو گیا تھا، اگلے چند لمحوں میں جہان نے دروازے کی اوٹ میں اس کی جھلک دیکھی تھی، ڈل گولڈن اور پرپل کے بے حد خوبصورت امتزاج کے سوٹ میں اس کا لچکتی شاخ جیسا دلربا سراپا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اس کے روبرو تھا، وہ اپنا چہرا غالباً صاف کر چکی تھی مگر اس کے باوجود آنسوؤں کی نمی کا احساس غالب تھا۔

''جی فرمایئے؟'' اسے روبرو پا کے وہ پہلے حیران ہوئی تھی پھر خشک لہجے میں بولی۔

''کیوں رو رہی تھیں تم؟'' جہان کا لہجہ مضطرب سا تھا۔

''آپ سے مطلب؟ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' وہ زور سے پھنکاری، اس کا لہجہ ہی نہیں اس دخل در معقولات پہ آنکھیں بھی دہک اٹھی تھیں۔

''زینب آپ پریشان ہیں، کیا مسئلہ ہے پلیز بتائیں مجھے؟'' اس کی بدتمیزی کا برا مانے بغیر وہ اسی رسان اور نرمی سے بولا تھا جو زینب کے لئے کبھی اس نے مخصوص کر رکھی تھی۔

زینب نے جھنجھلا کر اور آنکھوں میں غصے کا تاثر سمو کر اسے دیکھا مگر جہان کے چہرے پہ موجود اپنائیت اور نرمی پہ اس کے ذہن کا تناؤ قدرے کم ہوا تھا۔

''تیمور نہیں آئے بے! سب لوگ مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے، میں بہت اپ سیٹ ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔'' وہ غصہ بھلائے اس کے آگے اپنا مسئلہ بیان کر رہی تھی پہلے کی طرح جیسے ہمیشہ کیا کرتی تھی، جہان نے گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

''کوئی تو وجہ ہو گی نا، تم خود کال کر لیتی اسے۔''

''کی تھی کال، جب میں آنے کا کہتی ہوں وہ خفا ہونے لگتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو کر بتانے لگی، جہان نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''تم پریشان مت ہو، میں کل اسے خود کہوں گا، آ جائے گا ریلیکس، اب سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔'' زینب نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا پھر بے چارگی سے بولی تھی۔

''میرے سر میں بہت درد ہے بے! لالے کو پوچھ کر کوئی ٹیبلٹ لے دیں گے؟''

''میرے پاس ٹیبلٹ ہے، میں لا دیتا ہوں۔'' جہان وہیں سے پلٹ گیا، اپنے کمرے میں آ کر پین کلر نکالی تھیں پھر کچن میں کھڑا ہو کر چائے تیار کی، اپنا مگ وہیں چھوڑ دیا، زینب کے لئے دوا کے ساتھ پانی کا گلاس اور چائے لے کر وہ رات کے اس پہر دوبارہ اس کے دروازے پہ آیا تو دل میں اس خفگی کا احساس تک باقی نہیں تھا جو اسے آج دن میں اس سے اس وقت محسوس ہوئی تھی وہ جب وہ بہت سرد اور نخوت زدہ انداز میں زالے کے سامنے خود کو اس سے برتر ثابت کر رہی تھی کہ وہ اگر جہان کو نہ ٹھکراتی تو جہان کبھی زالے کا نصیب نہیں بن سکتا تھا، زالے کی آنکھوں میں صرف حیرانی نہیں، تاسف رنج اور اذیت کے کتنے رنگ تھے، یہ محض اتفاق تھا کہ وہ دونوں اس کے کمرے کی اس عقبی کھڑکی کے نیچے کھڑی تھیں جو لان میں کھلتی تھی، جانے زینب نے اسے کیسے وہاں گھیر لیا تھا اور اپنی عادت و فطرت کے مطابق اس پہ اپنی برتری ثابت کرنا چاہ رہی تھی، جہان کو اسی پل اس پہ اتنا ہی غصہ آیا کہ جی چاہا تھا جا کے دو تھپڑ مار کے اس کا دماغ ٹھکانے پہ لے آئے مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا تو وجہ زالے آفریدی ہی تھی، زالے سے نفرت کے احساس نے اسے ایک انتہائی ناجائز اور غلط کام کو ہونے دیا تھا اور بے حسی کا لبادہ اوڑھ کر پیچھے ہٹ گیا تھا تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ اسے زینب کی یہ حرکت اچھی لگی تھی، وہ اسے سرزنش کرنا چاہتا تھا مگر اکیلے میں، یہ اب جو کچھ اس نے سنا تھا زینب کی پریشانی جس انداز میں اس پہ آشکار ہوئی تھی، جہان نہ بھی کچھ کہتا، وہ اپنا کیا خود ساتھ ساتھ بھگت رہی تھی مگر بات نہ سمجھنے کی تھی اور دکھ بھی اسی بات کا ہے کہ ہم اتنی تیزی سے عاقبت نا اندیش ہوتے جا رہے ہیں کہ ہماری بے حسی ہمیں یہ سوچنے کا بھی موقع نہیں دیتی ہم نے کسی کے ساتھ کہاں کیا غلط کیا، یا اگر ہمارے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے تو اس میں ہمارے اپنے اعمال کا کتنا عمل دخل ہے، ذاتی اعمال پہ نگاہ کیے بغیر ہم اپنے اوپر آنے والی تکلیف پہ واویلا شروع کر دیتے ہیں اور نصیب کو دوش دینا اپنا فرض اولین سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ دیکھا جائے تو نصیب لکھنے والی تو رب تعالیٰ سبحانہ کی ذات مبارکہ ہے اور رب کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے نا انصافی۔

''اندر آ جائیں بے! میں بہت تھک گئی ہوں، بار بار اٹھا نہیں جا رہا۔''

جہان کی دستک کے جواب میں زینب کی تھکی ہوئی بھیگی مدھم آواز ابھری تھی، جہان قدرے تذبذب کا شکار ہوتا کچھ ثانیوں کو وہیں کھڑا رہ گیا تھا، پھر گہرا سانس بھر کے آہستگی سے اندر قدم رکھ دیے، زینب نڈھال بکھری لیٹی ہوئی تھی، گال یوں نم تھے جیسے جہان کے چلے جانے کے بعد پھر روئی ہو۔

''تھینکس بے مجھے اس وقت چائے کی بہت طلب محسوس ہو رہی تھی، آپ واقعی بہت اچھے ہیں بے ہمیشہ بنا کہے میری ہر ضرورت کو آج بھی جان لیتے ہیں۔'' اسے دیکھ کر وہ تکیے کے سہارے نیم دراز ہو گئی تھی اور جو کچھ کہا تھا اس نے جہان کو ساکن ہی نہیں کیا، اس کی روح میں زیاں اور وحشت کے ایسے احساس کو جنم دیا تھا جسے شمار میں لانا عبث تھا، زینب نے پہلے دوا پانی کے ساتھ لی تھی پھر چائے کا مگ اٹھا لیا۔

''شادی ایک جوا ہی ہوتی ہے اور جو یہ جوا ہار جائے اس کی ساری زندگی داؤ پہ لگ جایا کرتی ہے نا

ہے؟'' جہان نے دیکھا اس کی آنکھوں میں سرخیاں اتر رہی تھیں، وہ مضطرب سا ہو گیا۔

''اتنا مت سوچوں زینب، لیٹ جاؤ، تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔'' جہان نے پہلے اس کے ہاتھ سے مگ لے کر سائیڈ پہ رکھا تھا پھر اسے شانوں سے تھام کر زبردستی لٹانے کے بعد کمبل اس پہ برابر کر دیا، زینب نے ایک نظر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

(تم کتنے کیئرنگ ہو جے کتنے خاص اور انمول، میں نے خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی مار دی تھی)۔

اس کی بند آنکھیں آنسو لٹا رہی تھیں، جہان بہت اضمحلال کی کیفیت میں لائٹ بند کرتا کمرے سے نکلا تو اسے لگا تھا جیسے کوئی سایہ بہت تیزی سے راہداری میں گم ہو گیا ہو، وہ اتنا ڈسٹرب تھا کہ اس اہم بات پہ اتنی توجہ صرف نہیں کر سکا، اپنے کمرے میں آکر بھی وہ مضطرب سا ٹہلتا رہا تھا، پھر سگریٹ سلگاتا ہوا ٹیرس پہ آنکلا، کش لیتے دھواں بکھیرتے وہ موسم کی شدت کو اپنے وجود پہ سہتا رہا تھا، ختم ہوتی سگریٹ کو پھینک کر جوتے سے مسلتے اس کی نگاہ یونہی سرسری انداز میں اندھیرے میں ڈوبے لان کی جانب اٹھ گئی تھی اگلے لمحے وہ ٹھٹک کر اسی زاویے پہ ساکن کھڑا رہ گیا، بلیک لباس اور اپنے ڈیل ڈول کی بنا پر اسے معاذ کو پہچاننے میں ایک لمحہ کافی تھا، ششدر تو وہ اس کی اس وقت وہاں موجودگی سے ہوا تھا، لان میں ٹہلتا ہوا معاذ حسن اسے کسی انداز سے بھی نارمل محسوس نہیں ہوا تھا، جہان سرعت سے پلٹا اور اگلے چند لمحوں میں وہ اس کے روبرو تھا، معاذ اسے دیکھ کر پہلے چونکا تھا پھر بے نیاز بن گیا۔

''کیا کر رہے ہو یہاں تم؟'' جہان نے اسے گھورا تھا۔

''چہل قدمی، ہوا خوری۔'' معاذ کا چہرا تاریکی میں تھا پھر بھی وہ اس کے نقوش سے جتنا اندازہ کر پایا تھا جان گیا تھا کہ وہ خود کو چھپانے کی کوشش میں ناکام ہے اور ڈسٹرب ہے۔

''مجھے ٹالو نہیں معاذ، تم اپنے کمرے میں گئے تھے نا، یہاں کیسے......؟''

''خدائی فوجدار...... یہاں سے جاؤ، ہر وقت ہر کسی کی اتنی جستجو میں نہ رہا کرو۔'' معاذ بدمزگی سے بولا مگر جہان نے ہرگز اس کی بات پہ کان نہیں دھرا تھا۔

''میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں معاذ سوائے اس کے کہ اپنے کمرے میں، میں جاؤ۔''

''میرا تمہارے لئے یہی مشورہ ہے، جاؤ جان چھوڑو میری۔'' معاذ نے صرف کہا نہیں تھا غصے میں اسے زور سے پیچھے کی جانب دھکا بھی دے ڈالا، جہان اچھا خاصا لڑکھڑا کر بامشکل سنبھلا تھا، جہان نے دیکھا اس کے سرخ و سفید چہرے پہ خشونت و برہمی مترشح تھی، بادامی آنکھیں خون چھلکاتی محسوس ہو رہی تھیں، اس کے ہر انداز سے بے نام سی وحشت ٹپک رہی تھی مگر جہان کے ساتھ اس سلوک پہ ذرا سی بھی ندامت کا احساس اس کے چہرے پہ نہیں تھا، جہان نے اپنا ہاتھ اس کے کاندھے پہ رکھ کے نرمی سے دباؤ ڈالا۔

''کیوں ڈسٹرب ہو معاذ؟'' معاذ نے زچ ہو کر بے حد ناراضی سے اسے دیکھا۔

''چل اب بتا دے کیا بات پریشان کر رہی ہے تجھے، جہاں تک میرا خیال ہے بھابھی سے جھگڑا ہوا ہے۔'' جہان کے انداز میں مخصوص بے تکلفی اپنائیت اور محبت تھی اور یہ رنگ اس کے لہجے و انداز سے معاذ کے لئے صرف اسی وقت چھلکتے تھے جب وہ سمجھتا تھا معاذ کو اس کی محبت اور دوستی کی بے حد ضرورت ہے، معاذ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور ہونٹ سختی سے بھینچ لئے، جہان کو اپنی بات کا جواب مل گیا تھا،

اس نے بے اختیار سرد آہ بھری تھی۔

''کیوں ہوا ہے جھگڑا؟'' وہ زبردستی اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا، معاذ کا وجود بے تحاشا سرد پڑ چکا تھا، جانے وہ خرد ماغ انسان کب سے سرد ہواؤں کا مقابلہ کر رہا تھا، جہان نے کمبل اسے اوڑھانے کے بعد ہیٹر بھی آن کر دیا۔

''کتنی بدکردار اور ہوس پرست انسان سے جھگڑے یا اختلاف کے لئے کیا یہی ایک وجہ کافی نہیں؟'' معاذ نے بھینچی ہوئی مگر سرد آواز میں کہا تھا، جہان تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا۔

''یہ کہا ہے تمہیں بھابھی نے......؟'' اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹنے والی ہو گئی تھیں، معاذ نے محض سر ہلایا، جہان کی حیرت دو چند ہو گئی۔

''انہیں وہی نیلما والے معاملے میں شک ہے؟'' جہان کے سوال نے معاذ کو نظریں چرانے پہ مجبور کر دیا تھا، جبکہ جہان کا سوال اپنی جگہ پہ تھا، پھر اس کے اصرار کے آگے ہی معاذ نے اصل بات بتائی تھی، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے تاسف بھرے انداز میں سر ہلانے لگا۔

''تمہارا ایٹی ٹیوڈ غلط تھا معاذ، تم مانو۔''

''مجھے پتہ تھا تم مجھے ہی غلط کہو گے، وہ غلط نہیں تھی، تم غلط نہیں تھے سارے گھر والے غلط نہیں تھے جو مل جل کر مجھے بے وقوف بناتے رہے، مجھے غصہ تھا پھر میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اس کا شدید ردعمل دیکھ کر تو لگتا ہے جیسے میں نے کوئی گناہ کر دیا ہے، اتنا احتجاج تو شاید کوئی عورت کسی غیر محرم کے چھونے پہ کرتی ہو گی، مان لو جے وجہ صرف یہی نہیں ہے، وہ مجھے شروع سے پسند نہیں کرتی، نفرت ہے اسے مجھ سے۔'' وہ اتنے غصے میں آیا تھا کہ بھڑک کر بولتا چلا گیا، اس کی سحر انگیز آنکھوں میں شعلوں کی لپک تھی، جہان کیا کہتا اس کا تو دماغ ہی ماؤف نہیں ہوا تھا، معاذ کی باتوں سے وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔

''دیکھا ہو گئے نا تم بھی چپ، میں کچھ بھی غلط نہیں سوچ رہا ہوں، اسے مجھ سے جان چھڑانے کا بہانہ چاہیے تھا۔'' معاذ نے پھنکار کر کہتے اپنی حتمی رائے پیش کی۔

''بکو مت، اپنی فضول کی قیاس آرائیاں اپنے پاس رکھو، میں بھابھی کو اچھی طرح جانتا ہوں، وقتی غصہ ہے ان کا، تھوڑا تم بھی خود کو نارمل کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' جہان نے اسے جھڑک کے رکھ دیا، معاذ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔

''بہت غلط سوچ ہے تمہاری کہ اب کچھ ٹھیک ہو گا، اب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا جے، میں اسے بتاؤں گا کہ اس نے مجھ پہ یہ الزامات لگا کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔''

''کیا کرنے والے ہو تم؟'' جہان نے دہل کر اسے دیکھا، جواباً وہ زہرخند سے ہنس پڑا تھا۔

''یہ تو راز کی بات ہے تمہاری ڈیئر سس ہی جانے گی، بی کوز جفائیں جب حد سے بڑھ جائیں تو اشتعال انگیزیوں کو ہی جنم دیتی ہیں۔'' اس نے نخوت سے جواب دیا تھا، جہان سر تھام کر رہ گیا۔

☆☆☆

معاذ نے جس پل دوبارہ کمرے میں قدم رکھا رات کے آخری پہر کا بھی آخیر چل رہا تھا اور فضا میں فجر کی اذان کی پرنور پکار پھیل رہی تھی، وہ سیدھا ڈریسنگ میں گھسا تھا، نائٹ ڈریس بدل کر کمرے میں آیا تو پرنیاں کو اپنے بیڈ پہ بے خبر سوتے دیکھ کر پوری جان سے سلگ اٹھا تھا، اس پل پرنیاں نے نیند میں

کروٹ بدلی تھی جس سے اس کا روپہلی چاندنی جیسا چہرا کمبل سے باہر آ گیا تھا، اس کے گلابی رخساروں پہ معاذ کے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان بے حد واضح ہو رہے تھے، وہ ہونٹ بھینچے بہت جارحانہ انداز میں آگے بڑھا تھا اور نہایت طیش کے عالم میں اس کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا تھا، پرنیاں کی نیند اتنی گہری کہاں تھی کہ پھر بھی نہ ٹوٹتی جبکہ کمبل کا ایک بڑا حصہ اس کے وجود کے نیچے دبا ہونے کے باعث وہ اس کھنچاؤ پہ سرک کر بیڈ کے سرے تک آ پہنچی تھی بس گرنے سے ہی بچی تھی گویا، اس افتاد پہ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور معاذ کے خطرناک تیوروں کو دیکھ کر جیسے روح ہی فنا ہو گئی۔

"اٹھو یہاں سے، خبردار جو آئندہ میرے بستر تک آنے کی جرأت کی۔" وہ پھنکارا تھا، اس کی آنکھوں میں لہراتا خوف ناک قسم کا غصہ اس پل کچھ اور بھی گہرا ہو چکا تھا، پرنیاں اس درجہ سبکی اور تذلیل کے مظاہرے پہ اپنی جگہ پر کٹ کے رہ گئی مگر اس نے بستر سے نیچے آنے میں ایک لمحے سے زیادہ وقت نہیں لیا تھا، توہین کا سلگتا احساس اس کا تن بدن جھلسا کے رکھ رہا تھا، معاذ نے بستر سنبھال لیا تھا کمبل اپنے اوپر پھیلاتے اس کی نگاہ سرہانے کی جانب پڑے پرنیاں کے گلابی دوپٹے میں الجھی تھی۔

"اپنے ساتھ اپنی چیزوں کی بھی حفاظت کرنا سیکھو، ہوس پرست لوگوں کے قبیلے میں پارسا لوگوں کی پارسائی کو زیادہ خطرہ لاحق ہوا کرتا ہے۔"

دوپٹہ گول مول کر کے دور اچھالنے کے بعد وہ نفرت زدہ لہجے میں پھنکارا تھا اور پرنیاں جو مشکل سے آنسو ضبط کیے تھی مزید خود پہ قابو نہیں رکھ سکی، ایک عجیب سی دل جکڑتی ہوئی کیفیت نے اسے اپنے حصار میں لے لیا، وہ ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر اس کی خفگی ناراضی اور طیش کے سامنے اپنا غصہ ناراضی سب بھول گئی تھی، رات سے ہی اسی کے اندر ملال اور یاسیت کا عجیب سا احساس اتر آیا تھا، اپنے آپ کو حق بجانب سمجھنے کا خیال ہوا تھا اور اس کی جگہ معاذ کے شدید ردعمل کو تشویش اور اضطراب نے لے لی تھی وہ ان چند گھنٹوں میں جانے کتنی بار خود کو ملامت کر چکی تھی قصور وار ٹھہرا چکی تھی کہ اسے معاذ سے یوں جھگڑا کم از کم نہیں کرنا چاہیے تھا وہ بھی اس صورت جبکہ وہ اپنے کیے پہ معذرت خواہ تھا، اس خود پہ حیرت ہو رہی تھی، کیا اس کی وہ ناراضگی اتنی شدید تھی کہ اس میں معاذ کی وہ محبت بھی گم ہو گئی تھی جو اسے پہلے روز دیکھ کر ہی اس نے اس کے لئے اپنے دل میں محسوس کی تھی، پھر اس کی ہر حرکت چاہے وہ اس پہ کتنا ہی کڑھی ہو سلگی ہو مگر اس محبت کے دل میں فروزاں دیئے کو حالات کی آندھیوں سے بچانے کی سعی میں ہلکان رہا کرتی تھی، دیکھا جاتا تو اس پوری دنیا میں لے دے کے آ گر اس کا کچھ اثاثہ اور قیمتی سرمایہ تھا تو وہ معاذ تھا اس کی محبت تھی، جو معجزاتی طور پہ ہی اسے ملی تھی، وہ دو سال جس کے ہر دن کے متعدد سجدوں میں گڑگڑا کر اپنے رب سے اپنے لئے مانگی تھی، کتنے راز کی بات تھی یہ جسے اس نے کبھی خود بھی اپنے آپ سے شیئر نہیں کیا تھا شیئر کیا تھا تو اس مالک حقیقی سے جو سب کچھ عطا کرنے کی شان رکھتا ہے اور اس مالک کل نے اسے مایوس بھی تو نہیں ہونے دیا تھا، معاذ کا اسے دیکھ کر یوں باقی سب بھلا دینا اس کے نزدیک معجزہ ہی تو تھا، مگر وہ اس نعمت کی قدر نہیں کر سکی تھی، شکر ادا کرنا تو دور کی بات، رات سے اسے یہی ملال کھائے جاتا تھا، یہ کیا کر دیا تھا اس نے، کیا وہ محبت اتنی ہی بودی تھی اس کی جو اتنی سی بات پہ یوں ختم ہو گئی تھی اور دل اتنا سخت ہو گیا جذبے یوں سرد پڑ گئے، وہ ساکن کھڑی معاذ کے کمبل میں چھپے توانا وجود کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتی رہی، ایک بار تو دل میں خواہش جاگی، انا کو پس پشت ڈال کر خود اس کی

جانب پیش رفت کر لے، معافی مانگ لے اس سے، وہ شوہر تھا اس کا، رات جس سے اس نے جھگڑا تھا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ساری رات فرشتوں نے لعنت بھیجی تھی اس پہ، کیا وہ ہر رات ایسی ہی لعنت کی مستحق ٹھہرے گی، اس کے آنسو بہنے لگے، مگر معاذ کے پاس جانے اور کچھ کہنے کا بھی حوصلہ ناپید تھا، وہ جتنے غصے اور قہر کا ابھی مظاہرہ کر چکا تھا اس سے کچھ بعید نہیں تھا اسے شوٹ کرنے سے بھی گریز نہ کرتا، آنسو پونچھتی وہ وضو کے ارادے سے واش روم میں گھس گئی، بوجھل دل سے نماز ادا کرنے کے بعد وہ بارگاہ ایزدی کے حضور سر سجدے میں رکھتے ہی ضبط کھو گئی تھی۔

☆☆☆

تجھے کیا خبر میرے حال کی
میرے درد میرے ملال کی
یہ میرے خیال کا سلسلہ
کس یاد سے ہے ملا ہوا
اسے دیکھنا اسے سوچنا
میری زندگی کا ہے فیصلہ
یہ اس کی پلکوں کے سائے ہیں
میری روح میں جو سمائے ہیں
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

بیڈ پہ نیم دراز وہ ہینڈ سیٹ کے ذریعے اپنے سیل پہ گیت سن رہی تھی، سن کیا رہی تھی، سن کر رو رہی تھی، عجیب حالت تھی دل کی، انکشاف کی زد پہ آ کر خشک پتے کی طرح لرزے جاتا تھا، عجیب تھا زیاں کا عالم بھی وہ اک شخص جو کبھی اس کو ملا ہی نہ تھا وہ اسی کو گنوانے کی عذاب سے دوچار تھی گویا۔

مجھے اس مقام پہ چھوڑنا
ہے یہ بے وفائی کی انتہا
یہ قفس ہو جیسے کھلی فضا
یہیں سکھ کا سانس میں لوں سدا
جنہیں تیری دید کی پیاس تھی
وہ نین آنسوؤں سے بھر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

وہ مضطرب اتنی تھی کہ اٹھ کر بے قراری سے ٹہلنے لگی، کل جب زینب اسے جہان کے حوالے سے اپنی برتری اس پہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی اس سے بھی قبل اس نے جان لیا تھا، جہان اور زینب کے بیچ کچھ نہ کچھ خاص تھا، مگر وہ خاصیت وہ ساری کی ساری اہمیت جہان کی جانب سے ہو گی یہ تو اس نے تصور تک نہیں کیا تھا، کچھ زینب کی باتیں تھیں اور کچھ نئی جگہ کی وجہ کہ وہ سو نہیں پا رہی تھی، سوچیں اور

خیالات کا سلسلہ اتنا دہشت زدہ کر رہا تھا کہ اسے لگا تھا وہ پاگل ہو جائے گی اپنی اسی کیفیت کے خوف سے وہ ماریہ کے پاس جانے کو بے سوچے سمجھے اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی تھی، حالانکہ رات کے اس پہر ماریہ کو ڈسٹرب کرنا غلط تھا مگر ژالے اپنی ہیجانی کیفیت کے زیر اثر اس اہم نقطے پہ زیادہ غور نہیں کر سکی تھی، کہاں خبر تھی اس سے بڑھ کر وحشت اور اضطراب نصیب بننے والا ہے، وہ اس گھر کی لوکیشن سے انجان تھی، راہداری کے کونے میں جس دروازے کو کھلا دیکھا اس میں جھانک لیا تھا اور یہ غلطی ہی تو کی تھی اس نے، زینب کے ساتھ وہ جہان ہی تو تھا، کیا وہ جہان ہی تھا، اسے خود کو یقین دلانا پڑا تھا، ورنہ جہان اور مہربانی نرمی اور محبت یکساں تو کبھی نہیں لگتے تھے اور یا پھر وہ زینب کے لئے سراپا رحمت ہی رحمت تھا، ہاں بلاشبہ حیثیت اور مراتب طے کرنے میں بھی دل کی مرضی کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، وہ جس دیوتا کے قدموں میں جگہ ڈھونڈتی نڈھال ہو رہی تھی وہ تو کسی اور کا اسیر تھا پھر کیسے اس کی کوشش سرخروئی سے ہمکنار ہو جاتی، اس زیاں نے اس کے دل کو اتنا بے دردی سے بھینچا تھا کہ اسے سانس لینی محال کر دی تھی، معاً وہ چونک گئی تھی، گانا بند ہوا تھا اور اس کے سیل پہ کال آنے لگی تھی، ژالے نے آنسوؤں سے دھندلائی نظروں سے اسکرین پہ چمکتے مسز آفریدی کے نمبر کو دیکھا تھا۔

"جی ممی!" کال ریسو کرنے سے قبل اس نے خود کو کمپوزڈ کیا تھا، جانتی تھی وہ سوال کر کر کے اسے عاجز کر دیں گی۔

"آج ولیمہ ہے نا؟" اس کی خیریت دریافت کرنے کے بعد انہوں نے سوال کیا تھا۔

"جی! آپ کو آنا تھا نا آج؟"

"میں نہیں آ سکوں گی ہنی میں نے یہی بتانے کو کال کی ہے، میری میٹنگ ہے بہت اہم آج، اٹینڈ نہ کرنے کا مطلب لاکھوں کا نقصان۔" وہ اپنی مجبوریوں کا پلندہ کھول کر بیٹھ گئیں۔

"آپ شاہ کو یا پھر ان کے چاچو کو ایکسکیوز کریں ممی، مجھے کیوں کر رہی ہیں؟" وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

"میں کر چکی ہوں، احسان شاہ کو کال، تمہیں تو بتایا ہے کہ میرا انتظار نہ کرنا۔"

"آپ کو شاہ کو بھی بتانا چاہیے تھا ممی۔" ژالے نے انہیں ٹوکا، تو مسز آفریدی نے طنزیہ ہنکارا ابھرا تھا۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو ہنی جیسے وہ اس تقریب میں صرف میرا ہی تو منتظر ہوگا۔" مسز آفریدی کی بات پہ ژالے کو ناگوار سے احساس نے آن لیا۔

"اہمیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے ممی! آپ کا سب سے اہم تعلق شاہ سے ہی بندھا ہے۔"

"تم تو ابھی سے اس کی بے دام غلام بن گئی ہو ہنی، بعد میں کیا حال ہوگا تمہارا۔" مسز آفریدی کو بھی غصہ آ گیا تھا اس کی نکتہ چینی پہ۔

"شوہر کی اطاعت گزاری اور خدمت کا حکم ہمیں اسلام دیتا ہے ممی، میں ایسا کر کے کچھ بھی انوکھا نہیں کروں گی۔" اس نے جتلا کر کہا مسز آفریدی اس کی ایسی باتوں سے ہمیشہ چڑتی تھیں، اس وقت بھی جھلا کر فون بند کر دیا، ان کے خیال میں اتنی سی عمر میں اتنا مذہبی ہونے کی کیا تک ہے۔

"پھر کس ایج میں مذہبی ہونا چاہیے ممی! آپ کی ایج میں، مگر آپ تو ابھی تک مذہبی نہیں ہوئیں؟"

ایک مرتبہ اس نے غصے میں کہہ دیا تھا اور مسز آفریدی اتنا برا مانی تھیں کہ اسے طویل لیکچر دیا تھا، جس کے جواب میں ژالے نے انہیں وہ حدیث سنائی تھی جس میں نوجوانوں کے توبہ کرنے سے مردوں سے عذاب ہٹا دیا جانے کا بیان ہے، انہیں اس کی سادگی، فیشن سے گریز ناگوار گزرتا تھا اور ژالے محض ان کی رضامندی کی خاطر اللہ کے احکامات سے روگردانی کی روادار نہیں تھی۔

"بھابھی آپ اٹھ گئیں ہیں؟ مما آپ کو ناشتے پہ بلا رہی ہیں۔" دروازے پہ ماریہ تھی، ژالے اپنے خیالات سے چونک اٹھی، پھر اسے کچھ دیر میں آنے کا کہتی مضمحل قدموں سے واش روم کی سمت بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

ڈل گولڈن لہنگا اور کامدار بلاؤز تھا، بلاؤز کی آستین بے حد مختصر سی تھیں جن سے نمایاں ہوتے اس کے بازو بھی سنہرے لباس میں سنہرے سنہرے ہی ہو رہے تھے، بھاری کامدار دوپٹہ بہت سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا، کانوں میں طلائی جھمکے تھے، دمکتی پیشانی پہ بندیا جسے وہ بار بار درست کرتی تھی، شدید الجھن محسوس کر رہی تھی، تیاری کے بعد اسے جس نے بھی دیکھا کچھ لمحوں کو اس کے دمکتے چمکتے سراپے سے نگاہیں نہیں ہٹا سکا تھا، چودھویں کے چاند جیسا روشن مبہوت کر دینے والا چہرا دیکھ کر زینب نے اس کی بے ساختہ تعریف کی تھی۔

"میں نے ہمیشہ سنا تھا شادی کے دن کے بجائے ولیمہ کی دلہن پہ زیادہ نکھار آتا ہے، درحقیقت یہ نکھار شوہر کی محبتوں کا چڑھتا ہے ہر عورت پہ مگر تم پہ تو کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہے، لالے کی ہی نظر لگنے کا سب سے زیادہ خدشہ ہے مجھے، ویسے رات تمہیں ہوش میں لانے کی دوا دینا بھول گئی، لالے کی خیریت نیک مطلوب تھی مجھے۔"

وہ اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی اور پرنیاں کا جو رنگ خجالت سے سرخ پڑ رہا تھا اسے زینب نے شرم پہ محمول کیا تھا اور اچھا ہی تھا اس کا بھرم رہ رہا تھا ورنہ معاذ نے تو یہ تکلف بھی نہیں برتا تھا، وہ اگر خوش نہیں تھا تو اس نے خود کو خوش ظاہر کرنے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی، صبح سے اب تک کتنے لوگ معاذ سے اس کی خاموشی اور بے زاری کا سبب پوچھ چکے تھے جس پہ جھلاہٹ کا شکار ہوتا وہ ان سے الجھنے کھڑا ہوا تھا کئی بار۔

"اب کیا میں پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتا رہوں؟"

"کل تک تم قہقہے لگاتے رہے تھے تو اس کا مطلب تھا تم پاگل تھے؟" جنید بھائی نے اسے ڈانٹا تھا۔

"خوشی کا اظہار ہنس مسکرا کر ہی کیا جاتا ہے نہ کہ منہ میں گھنگھیاں ڈال کر بیٹھ جایا جاتا ہے۔" جنید بھائی اسے ہرگز بخشنے پہ آمادہ نہیں تھے، تب اس نازک موقع پہ جہان نے جنید بھائی کا دھیان بٹایا تھا، معاذ کے انداز کی گمبھیرتا سے پرنیاں کا دل دہلا جاتا تھا اور جب اسے اسٹیج پہ سلامیوں کے لئے بلایا گیا تو مووی میکر کی ہدایت کے مطابق معاذ کو پرنیاں کے ساتھ ساتھ چل کر اسٹیج پہ آنا تھا اور معاذ کو اسی بات سے الجھن اور ناگواری محسوس ہو رہی تھی مگر مصلحتاً خاموش رہا تھا، یہ بھی شکر کا مقام تھا، ورنہ جس قسم کا اس کا مزاج تھا پرنیاں خوفزدہ تھی وہ صاف منع نہ کر دے، اب تک اس کے رویے کی تبدیلی کی وجہ بھی مما اور

بھابھی سمیت کتنے لوگوں نے سرسری انداز میں سہی مگر اس سے پوچھی ضرور تھی اور وہ ہولتی رہی تھی، موومی میکر کی ہدایت کے مطابق وہ بہت سبک انداز میں قدم رکھ رہی تھی، یوں جیسے پانی پہ چلتی ہو پھر بھی جانے کیسے ہائی ہیل پہ اس کا توازن بگڑا تھا اور وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی گرسی گئی تھی، اس کے ہمراہ چلتا معاذ پہلے چونکا پھر بوکھلایا تھا، مصلحتاً ہی سہی اس نے ناگواری کو دبا کر اسے سہارا دے کر کھڑا کیا تھا، اردگرد کتنے لوگ تھے، سب لپک کر ان کی جانب آگئے تھے، اس کے جوتے کا اسٹریپ ٹوٹ گیا تھا، وہ خود کو چلنے سے بری طرح قاصر پاتی تھی، پھر پیر میں بھی شاید موچ آگئی تھی، تکلیف کے ساتھ سبکی کا بھی احساس تھا جس نے اس کے چہرے کو سرخ اور آنکھوں کو نم کر دیا تھا، معاذ کے چہرے پہ بےزاری اور کوفت کے آثار بے حد نمایاں تھے، وہ اسے مارے بندھے بھی سہارا دینا گوارا نہیں کر رہا تھا، مما اور بھابھی جو لپک کر اس تک آئی تھیں پرنیاں کو سنبھال لیا تھا، موومی کیمرا بند کرا دیا گیا، پرنیاں کے آنسو تمام تر ضبط کے باوجود بہہ نکلے تھے۔

''معاذ بیٹا آپ پرنیاں کو اٹھا کر کمرے میں لے کر چلو، پھر دیکھتے ہیں چوٹ زیادہ تو نہیں آئی؟'' مما پرنیاں کے آنسوؤں کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی گھبراہٹ کا شکار ہوگئی تھیں، معاذ تو سنتے ہی بدک سا گیا تھا اس کے چہرے پہ ناگواری کا بہت واضح اظہار ہوا تھا۔

''کیا مطلب ہے مما! اتنے لوگوں کے بیچ میں کیسے اٹھا لوں، کتنا آکورڈ لگے گا۔'' مما نے حیرانی سے بیٹے کی شکل دیکھی، پھر کس قدر غصے سے بولی تھیں۔

''کیا آکورڈ لگے گا؟ یہاں موجود سب لوگ جانتے ہیں پرنیاں کے ساتھ آپ کا کیا رشتہ ہے اور یہ کام تم کسی موومی کے سین کو اوکے کروانے کو نہیں کرو گے، بچی تکلیف میں ہے۔''

''میں چل لوں گی مما، جوتے کا اسٹریپ نکل گیا ہے، بس مجھے ذرا سا سہارا دے لیں آپ۔'' پرنیاں دھیمے لہجے میں مداخلت کر گئی تھی، اس کا چہرا سبکی کے احساس سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا، مما خاموش رہیں اور بھابھی کے ساتھ اسے سہارا دے کر واپس کمرے میں لے گئیں مگر ان کے چہرے سے صاف لگتا تھا وہ معاذ کے اس رویے سے بے حد خفا ہوئی ہیں۔

''اسما بیٹے آپ زیاد کو بلا کر لاؤ، بچی کے پیر کو دیکھ لے۔'' پرنیاں کا لہنگا سمیٹ کر اسے بستر پہ بٹھاتے ہوئے مما نے بھابھی کو مخاطب کیا تھا، وہ اسی خاموشی سے کمرے سے نکل گئیں پرنیاں ان سے نگاہ چرا رہی تھی، صاف ظاہر تھا ان کے سوالوں سے خائف ہے، ماحول پہ تکلیف دہ اور معنی خیز سناٹا طاری تھا جب دروازہ کھلا اور بھابھی کے ساتھ ژالے بھی اندر آگئی تھی۔

''آپ کو چوٹ زیادہ لگی ہے پرنیاں؟'' وہ تشویش زدہ انداز میں اسے دیکھتی بیڈ پہ اس کے ساتھ آ بیٹھی، پرنیاں جبراً ہی مسکرائی تھی۔

''نہیں، مما یونہی پریشان ہو رہی ہیں، ایم او کے ناؤ۔'' اس نے ژالے کے ساتھ ساتھ مما کو بھی تسلی سے نوازا تھا۔

''زیاد نہیں آیا؟'' مما نے سوالیہ نگاہوں سے بھابھی کو دیکھا تھا جو روتے ہوئے عبدالرفع کو کاندھے سے لگائے تھیں۔

''میں نے جہان کو کہا ہے، آتا ہوگا وہ۔'' بھابھی کے الفاظ ابھی منہ میں ہی تھے جب جہان اور معاذ

ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے، معاذ نے آگے بڑھ کر منہ سے کچھ بولے بغیر پرنیاں کا پیر چیک کرنا چاہا تھا، پرنیاں نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ جہان کے فورس کرنے پہ طوعاً و کرہاً آیا ہے، اس کا دل عجیب سے خالی پن سے بھر گیا، معاذ کو شاید اس سے تعاون کی توقع تھی کہ وہ متاثرہ پیر آگے کرے گی لہنگا ہٹائے گی مگر وہ تو ساکن بیٹھی رہی تھی، جبھی اس پہ قہر بھری پھنکارتی نگاہ ڈال کر معاذ نے خود اس کا لہنگا پیر سے سرکایا تھا اب مسئلہ اس کے ٹخنے تک آتے پاجامے کا تھا جس کی بے شمار چوڑیاں وہ چاہتا بھی تو ہٹا کر متاثرہ جگہ کا معائنہ نہیں کر سکتا تھا، پرنیاں کو اس کی جھنجھلاہٹ کا جیسے ہی احساس ہوا اس نے گھبرا کر جھکتے ہوئے یہ کام خود سرانجام دیا تھا، معاذ کی جھکی مگر سلگتی نظروں میں اس کے نازک بے حد اجلے شفاف حنائی ہاتھ آگئے، جو بہت ہلکی سی کپکپاہٹ لئے معروف عمل تھے، پرنیاں کے ہاتھ جھٹک کر معاذ نے چیک اپ کا فریضہ انجام دیا تھا، پھر گہرا طویل سانس بھر کے کس قدر آہستگی سے بولا تھا۔

''معمولی سی موچ ہے مگر احتیاط ضروری ہے، آج کا دن چلنے پھرنے سے گریز کرنا ہوگا۔'' وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''بھابھی آپ کو تکلیف زیادہ تو محسوس نہیں ہو رہی؟'' جہان نے معاذ کو تنبیہی نظروں سے گھور کر نرمی سے پرنیاں کو مخاطب کیا، اس نے محض سر کو نفی میں جنبش دی تھی، ژالے جو تب سے گاہے بگاہے اسے دیکھ رہی تھی اب سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھنے لگی تب جہان کی پہلی بار اس پر نظر اٹھی اور عجیب سی تپش سمیٹ لائی تھی۔

''مجھے پہلے ہی یہی خدشہ تھا، نظر لگ گئی نا، آپ کے پپا سے کہتی ہوں بچی کا صدقہ دیں بکرا لے کر۔'' مما بڑبڑاتیں اٹھی تھیں، بھابھی شرارت سے مسکرانے لگیں۔

''مما کا خیال ہے بلکہ یقین ہے پرنیاں کو معاذ نے نظر لگائی ہے۔'' بھابھی کی نظریں معاذ پہ تھیں جس کے چہرے پہ تناؤ کی لہر اٹھی تھی مگر وہ دبا گیا تھا۔

''معاذ کے ساتھ تمہارا کوئی اختلاف ہوا ہے پری؟'' سب کے کمرے سے جانے کے بعد بھابھی نے تشویش سے پوچھا تھا، پرنیاں کی رنگت متغیر سی ہوگئی۔

''نہیں تو بھابھی، ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے شاید اس وجہ سے اس طرح ہو رہے ہیں۔'' اس نے ٹالا تھا، بھابھی نے مزید کرید نہیں کی تھی، پرنیاں نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

بالوں میں انگلیاں الجھائے وہ مضطرب سی ٹیرس کی ریلنگ سے لگی کھڑی نیچے دیکھتی تھی، لان کی سبز مخملیں گھاس دھوپ میں چمک رہی تھی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سردی کی شدت کو کم ہونے نہیں دے رہے تھے، وہ بےچین سی ہو کر ٹہلنے لگی، اتنے سارے گفٹس وہ ساتھ لے کر آئی تھی سب کو پہنچا دیئے تھے، ینگ پارٹی نے تو بہت جوش و خروش اور خوشی سے قبول کیے تھے، بڑوں نے البتہ اس تکلف پہ اسے ٹوکا تھا، جہان کا گفٹ سب سے خاص تھا جو اس نے خود پسند کیا تھا، بیش قیمت رسٹ واچ اور پرفیوم مگر وہ اسے دینے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی آج اسے واپس جانا تھا اور جانے سے قبل وہ یہ کام کر دینا چاہتی تھی، بہت سوچنے کے بعد اس نے ہمتوں کو مجتمع کیا اور کمرے میں آکر ٹیبل پہ رکھا پیک اٹھا لیا تھا، کچھ دیر قبل اس

نے جہان کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھ چکی تھی اس کے خیال میں یہ بہترین موقع تھا، بہت حوصلہ کر کے وہ اس کے کمرے تک تو آ گئی تھی مگر دروازے پہ آ کر پھر ہمتیں اور حوصلے کمزور پڑنے لگے، قریب تھا کہ وہ واپس پلٹ جاتی کہ اس پل دروازہ کھلا تھا اور جہان اپنے دھیان میں باہر آتا اس سے ٹکرا گیا تھا، ژالے ہل کر رہ گئی، ہاتھ میں موجود پیک زمین بوس ہو چکا تھا، اپنے کمرے کے دروازے پہ ہونے والے اس تصادم نے جہان کے چہرے پہ ناگواریت کا تاثر بکھیر دیا تھا، یہ سوچ ہی بے حد تاؤ دلا دینے والی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں آنا چاہ رہی تھی۔

''کیا مسئلہ ہے؟ کیوں کھڑی تھیں آپ یہاں؟'' اس کے چہرے کے تاثرات میں ہنوز برہمی اور بے زاری تھی، ژالے جو جھک کر پیک اٹھا رہی تھی گھبرا کر سیدھی ہوئی۔

''وہ...... ایکچوئلی یہ گفٹ تھا جو میں......'' حواس باختہ سی ہوتی ہکلا کر بولی تھی، جہان نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں موجود خوبصورت پیک کو دیکھا تھا اور ماتھے پہ بل ڈال لئے تھے۔

''آپ سے کس نے کہا مجھے اس کی ضرورت ہے یا میں قبول کر لوں گا؟ محترمہ آپ جو عمر بھر کا طوق بن کر میرے گلے پڑ گئی ہیں آپ کی طرف سے یہی کافی ہے میرے لئے، تشریف لے جایئے۔'' اس کا لہجہ مدھم مگر رہانت اور تضحیک کے احساس سے لبریز تھا، اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا، تنفر بھرے انداز میں آگے بڑھ گیا، ژالے سبکی اور خفت کے احساس کے ساتھ اپنا دل رنج سے شق ہوتا محسوس کرتی دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ وہیں کھڑی رہ گئی، معاً نظروں کی تپش اور مردانہ کھنکار پہ وہ اس تکلیف دہ احساس سے نکلی تھی، سامنے سیاہ شلوار سوٹ میں ملبوس کڑیل جسم کا مالک تیمور خان کھڑا تھا جس کے چہرے پہ ہی نہیں آنکھوں میں ایک عجیب سا احساس تھا، شاید اس کے دیکھنے کے انداز میں شائستگی نہیں تھی جس نے ژالے کو سنبھلنے اور پھر خود میں سمٹ جانے پہ اکسایا تھا، تیمور خان کل ولیمہ پہ پہنچا تھا وہ دور سے ہی اس سے متعارف ہوئی تھی کسی نے بھی اس کا انٹروڈکشن براہ راست تیمور سے کرانے کی کوشش نہیں کی تھی، اس کی وجہ ژالے کو اب سمجھ آ رہی تھی۔

''آپ کو پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا، پرنیاں صاحبہ کی سسٹر ہیں آپ، انہی کی طرح ہیں، یونیک اور فیسی نیٹنگ۔'' وہ بے باک اور اندر تک کھوج لیتی نظروں سے اسے مسلسل یک ٹک دیکھ رہا تھا، ژالے بری طرح سے جز بز ہوتی ہوئی تھی، اسے قطعی سمجھ نہیں آئی سسرالی اس بے حد اہم رشتے کے ساتھ کس طرح کا رویہ رکھے۔

''ج...... جی میرا نام ژالے آفریدی ہے اور میں پرنیاں کی بہن نہیں ہوں۔'' اس نے مارے بندھے جواب دیا تھا اور اپنا آنچل کچھ اور پھیلا کر اپنے آپ کو اچھی طرح سے ڈھانپا۔

''ژالے...... یعنی جہانگیر کی مسز؟'' تیمور خان کو جیسے دھچکا لگا تھا، ژالے کا رنگ جہان کا حوالہ پاتے ہی گلابی ہو گیا جبکہ تیمور بے ساختہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا تھا، ژالے محض سر ہلا سکی پھر کترا کر تیزی سے نکل گئی، تیمور خان کی لپکتی نگاہوں نے راہداری کا موڑ مڑنے تک اس کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔

☆☆☆

ان کی سب سے پہلی دعوت کالج کے پرنسپل صاحب نے اپنے گھر پہ کی تھی، معاذ اپنی مصروفیت کو آڑ بنا کر باقی سب کو تو ٹرخائے جا رہا تھا مگر انہیں ظاہر ہے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا، جبھی اسے پرنیاں کو لے کر

وہاں جانا پڑا تھا، دعوت تو سب کو دی گئی تھی مگر جا وہی دونوں رہے تھے، معاذ خود کب کا تیار ہو کر باہر جا چکا تھا اسے پورٹیکو میں آنے کا کہہ دیا تھا، پرنیاں نے اس کے موڈ کی خرابی کے خوف سے ذرا عجلت میں تیاری مکمل کی تھی، آتشی گلابی ساڑھی جس کے کناروں پہ بہت شوخ رنگوں کا خوبصورت سا کام جھلملاتا تھا اور انہی شوخ رنگوں کے ساتھ میچ کرتا ہوا بلاؤز تھا جس کے بازوؤں کا بس جیسے تکلف ہی کیا گیا تھا، پرنیاں نے اس بے پردگی کو چھپانے کی غرض سے ہی شال اوڑھ لی تھی، جس پل وہ سینڈل پہن کر باہر آئی، پہلا ٹکراؤ ہی مما سے ہوا تھا۔

''ماشاءاللہ! چشم بددور۔'' مما نے اس کو بے ساختہ والہانہ انداز میں پیار کیا تھا۔

''گجرے کیوں نہیں باندھے؟ میں نے بجھوائے تھے نا بیٹے، ساتھ لے جاؤ گاڑی میں پہن لینا۔''

''جی مما!'' وہ آہستگی سے مسکرائی تھی، پھر واپس جا کے گجرے ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا لائی، مما کو خدا حافظ کہتی وہ پورٹیکو میں آئی تو وہاں تیمور خان پہلے سے معاذ کے ساتھ موجود تھا، پرنیاں اس سامنے پہ بے ساختہ گھبرائی تھی اس پہ تیمور کی بے لحاظ لپکتی ہوئی نظریں۔

''السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟'' اس کا اخلاق اور خوش دلی کا مظاہرہ بھی بہت انوکھا تھا جو ہمیشہ خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر ہی ہوتا تھا۔

''وعلیکم السلام! مم...... میں ٹھیک ہوں۔'' وہ جواباً اس کی خیریت نہیں پوچھنا چاہتی تھی، اس کی جان تو معاذ کے چہرے کے بگڑتے زاویوں کی وجہ سے ہی ہوا ہو رہی تھی۔

''آپ مجھے ہمیشہ ضرورت سے زیادہ خاموش اور کسی حد تک اداس نظر آتی ہیں۔'' تیمور اسے دیکھ کر زیادہ ہی پھیل رہا تھا، پرنیاں نے مضطرب سی نگاہ معاذ پہ ڈالی جو دانت بھینچے بظاہر لاتعلق نظر آتا تھا۔

''یہ میرا مزاج ہے تیمور بھائی اور جو آپ کو اداس لگتی ہے وہ میرا گریز ہے میں اجنبیوں سے زیادہ بات چیت پسند نہیں کرتی، چلیں معاذ؟'' تیمور کی آخری بات نے اسے آگ سی لگا دی تھی، جبھی اس نے اس کا مزاج درست کر کے رکھ دیا تھا، معاذ بھی ایک پل کے لئے اس کے اعتماد اور بے رخی کے مظاہرے پہ ساکن رہ گیا تھا، کسی تاثر کے بغیر اس نے تیمور سے الوداعی مصافحہ کیا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، پرنیاں نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے زور سے دروازہ بند کر کے گویا اپنا غصہ نکالا تھا۔

''میں جانتی ہوں آپ کو میرا ان سے ملنا اور بات چیت کرنا پسند نہیں مگر رئیلی مجھے ہرگز بھی اندازہ......''

''کیوں وضاحتیں دے رہی ہیں؟ میں نے آپ سے کچھ پوچھا نہیں ہے، ویسے بھی آپ ہر معاملے میں خود مختار ہیں۔'' وہ اس کی بات قطع کر کے زور سے پھنکارا تو پرنیاں نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا، پھر ہمت مجتمع کر کے منمنائی۔

''میں ہرگز نہیں چاہوں گی آپ مجھے غلط سمجھیں۔'' اس کی بات پہ معاذ نے کاٹ دار تمسخر سے اسے کچھ دیر تک دیکھا تھا پھر مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس دیا۔

''میں ہوتا کون ہوں، آپ کے بارے میں کوئی رائے دینے والا، اس تکلف میں مت پڑا کریں میڈم۔'' پرنیاں کا چہرا دھواں دھواں ہو گیا، کچھ دیر وہ پلکیں جھپک کر آنسو اندر اتارتی رہی، معاذ کی بے

حسی لاتعلقی اور بے نیازی اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھی وہ بھی اس صورت کہ وہ اس کی محبت اور چاہت کی سب شدتوں کو محسوس کر چکی تھی۔

''مجھے پتہ ہے آپ مجھ سے بہت خفا ہیں، مجھے اپنی غلطی کا بھی احساس ہے، معاف کر دیں مجھے پلیز۔'' اسٹیرنگ وہیل پہ جمے معاذ کے مضبوط ہاتھوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اچانک ملتجی ہو کر بولی تھی، معاذ تو چند ثانیوں کو حق دق رہ گیا تھا، اسے پرنیاں سے اس حد تک پسپائی کی توقع ہی کہاں تھی، مگر جب یہ سکتہ ٹوٹا تو پھر گویا بھونچال آ گیا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ، قابو میں رکھنا سیکھو اپنے آپ کو اور مجھے کیوں چھو رہی ہیں، اس ناپاکی کے احساس کو کیسے معاف کریں گی، مجھ جیسے انسان سے بچ کر رہنا سیکھو سمجھیں۔'' اس کے ہاتھ نہایت حقارت بھرے انداز میں جھٹک کر وہ غرانے کے انداز میں کہہ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں اس درجہ تپش تھی کہ پرنیاں فق چہرے کے ساتھ اسے متوحش بھیگی نظروں سے دیکھتی رہ گئی، گاڑی کے ماحول میں یکلخت سناٹا در آیا تھا، سکوت سے لبریز یہ اعصاب شکن لمحے بہت بوجھل تھے گویا، پرنیاں کی آنکھوں میں کرب اور اضمحلال کے ساتھ شکوہ بھی مچل رہا تھا، جبکہ معاذ کے سرخ چہرے پہ صرف تنی تھی، اتنی ذلت کافی تھی فی الحال پرنیاں بجھے دل کے ساتھ آنسو پیتی نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی تھی، معاذ بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ریش ڈرائیو کر رہا تھا۔

☆☆☆

زینب نے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائی اور ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھا، جہاں سے اس وقت وہ گزر رہے تھے یہ کراچی کا مہنگا ترین علاقہ تھا، یہاں کوٹھیاں اور بنگلے ایک دوسرے سے فاصلے پر بنے ہوئے تھے، بہت جدید اور خوبصورت انداز میں بنے گارڈنز اور سوئمنگ پول بھی نظر آ رہے تھے، بیشک بہت پرسکون ماحول تھا، آج اتنے دنوں بعد وہ تیمور کے ساتھ واپس حویلی جا رہی تھی تو بجائے خوشی کے اداسی محسوس کر رہا تھا، عجیب سی تھکن اس کے رگ و پے میں سما رہی تھی، زیاد انہیں ایئر پورٹ چھوڑنے آیا تھا، زینب کی طبیعت کی وجہ سے تیمور نے پلین سے جانے کا فیصلہ کیا تھا، چند گھنٹوں کا سفر تھا جو ہرگز تکلیف دہ ثابت نہیں ہوا، ایئر پورٹ پہ تیمور کا ملازم گاڑی لئے ان کا منتظر تھا، کچھ دیر میں ہی جانے پہچانے منظر نگاہ کے سامنے بکھرنے لگے، فلک بوش پہاڑیاں سنہری دھوپ میں چمک رہی تھیں، ہر سو پھیلے سبزے سے بہتے جھرنے اور گرتے آبشاروں نے وہاں کی شادابی و خوبصورتی کو اجاگر کر دیا تھا، دن بہت نکھرا ہوا اور خوبصورت تھا، سیب آلوچے، خوبانی درختوں سے ٹوٹ کر گھاس پر بکھرے نظر آ رہے تھے، سامنے اونچی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بادل دھویں کی صورت بکھرے نظر آ رہے تھے، سورج سرمئی پہاڑوں کے پیچھے چھپتا جا رہا تھا، سردیوں میں دن انتہائی مختصر ہوتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ دن ابھی پوری طرح چڑھا بھی نہیں اور اتر گیا، ایئر پورٹ سے حویلی تک کا سفر ڈیڑھ گھنٹے کا تھا جس میں سورج دھرتی کا اجالا چھین کر غروب بھی ہو گیا تھا پہاڑی علاقوں کی مخصوص اور شدید خنکی ماحول میں اپنے پر پھیلانا شروع کر چکی تھی۔

''جہانگیر کی وائف ژالے آفریدی کا تعلق کہاں سے ہے، تم نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا زینب۔'' تیمور خان کی دبنگ آواز پہ زینب نے چونک کر کھڑکی سے رخ اس کی جانب پھیرا، ژالے کے ذکر کے ساتھ

ہی اس کا حلق کڑوا ہوا تھا مگر تیمور کے سامنے وہ بہت محتاط ہو کر بات کرتی تھی۔

''لاہور سے بی لانگ کرتی ہیں مسز آفریدی، ژالے ان کی اکلوتی بیٹی ہے۔''

''یہ رشتہ اچانک طے ہوا تھا تو ڈائریکٹ نکاح کیوں، یا تمہاری فیملی میں انگیج منٹ کو اچھا نہیں سمجھا جاتا؟'' وہ عجیب سے تنفر سے کہہ رہا تھا۔

''جے کا ذاتی انٹرسٹ تھا ژالے میں، نکاح کا ڈیسیژن بھی یقیناً انہی کا ہوگا۔''

''یعنی تمہیں کچھ نہیں پتہ؟'' تیمور نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا زینب گڑبڑائی۔

''میں نے یہ کب کہا؟ ژالے کا نکاح آف کورس سب کے علم میں ہے۔'' وہ منمنائی تھی، تیمور کچھ دیر اسے جانچتی نظروں سے دیکھتا رہا پھر ٹھنڈا سانس بھر کے بولا تھا۔

''بہت لکی ہیں جہانگیر صاحب ہر لحاظ سے، اتنی حسین و جمیل بیوی بھی مل گئی ساتھ میں اتنا لمبا چوڑا بینک بیلنس بھی، جانتا ہوں میں مسز آفریدی کو انڈسٹری کی دنیا میں ایک جانا مانا نام ہے ان کا۔'' اس کے لہجے میں عجیب سی تپش اور رقابت تھی جو زینب کو سراسر ناگوار محسوس ہوئی تھی، مگر وہ کچھ کہہ کر اسے اپنے گلے ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔

''تمہارے ہاں لڑکیوں کو پراپرٹی میں حصے دیا جاتا ہے؟'' اس کے اگلے سوال پہ زینب کو عجیب سے احساس نے آن لیا۔

''بالکل دیا جاتا ہے، آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''کیوں میں نہیں پوچھ سکتا؟ بیوی ہو تم میری، کوئی بھی بات پوچھ سکتا ہوں۔'' وہ سرد مہری سے کہہ رہا تھا، زینب نے چپ سادھ لی، آج ایک بار پھر اسے تیمور کی فطرت کا ایک اور رنگ نظر آیا تھا جو بلاشبہ ناگواری میں مبتلا کرنے والا تھا، آج پھر اس نے لاشعوری طور پہ تیمور کا جہان سے موازنہ کیا تھا اور جہان کا پلڑا جھکتا پا کر اس کی اپنی نظریں جھکتی جا رہی تھیں جو تاسف اور ملال تھا وہ الگ۔

☆☆☆

''مام مجھے ذرا جلدی ناشتہ دے دیں، آل ریڈی لیٹ ہو چکا ہوں۔'' ایش گرے پینٹ وائٹ شرٹ میں تیار وہ عجلت میں ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا اس طرح کہ ایک ہاتھ سے دوسری کلائی پہ رسٹ واچ باندھ رہا تھا گرے کوٹ بازو پر لٹکا ہوا تھا، جنید بھائی نے اخبار کا کونہ موڑ کر چہرے کے آگے سے ہٹایا اور اسے مسکراہٹ دبا کر دیکھا۔

''لیٹ تم جیسے رومینٹک لوگ نہیں ہوں گے تو ہم ہوں گے مگر یار کوٹ تو تمہیں اندر سے ہی پہن کے آنا چاہیے تھا نا، مطلب پرنیاں سے پہن کر۔'' اندر داخل ہوتی پرنیاں کا چہرا آن واحد میں سرخ پڑا تھا جبکہ معاذ نارمل تھا، یوں جیسے جنید بھائی کی بات سنی ہی نہ ہو، البتہ ایک بار پھر مما کو زور سے آواز لگائی تھی، پرنیاں جو کرسی گھسیٹ کر بیٹھ رہی تھی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

''مم...... میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔'' مما نے ابھی باقاعدہ اسے کام میں ہاتھ نہیں ڈلوایا تھا جبھی آج کل وہ سرے سے فارغ تھی، معاذ نے جنید بھائی کے ہاتھ سے اخبار لے لیا، گویا ہر قسم کے تاثرات محفوظ کرنے کا آسان طریقہ۔

''یار کیا کرتے ہو تمہیں آنکھ لڑانے کے لئے ایسے پردوں کی کیا ضرورت، لا ادھر مجھے اخبار دے۔''

جنید بھائی کو اس کے موڈ کی تبدیلی کا اندازہ ہی نہیں تھا جبھی سابقہ انداز میں اس سے پنگے لے رہے تھے، پرنیاں بھی دروازے تک ہی گئی تھی کہ مما ملازمہ کی ہمراہی میں چلی آئیں، بڑے ٹرے میں ناشتے کے لوازمات سجے تھے، پرنیاں نے جلدی سے ٹرے تھام لی، پھر معاذ کے لئے ناشتہ نکال کر اس کے آگے رکھا تھا۔

''سلائس پہ مکھن لگاؤں یا جیم؟'' اس نے جھجکتے ہوئے انداز میں معاذ کو لحہ بھر کو دیکھ کر سوال کیا تھا، وہ جانتی تھی گھر کے سارے افراد کی نظریں ان دونوں پہ ہوتی ہیں، سب ان سے بلکہ معاذ سے سابقہ رویئے کے متقاضی تھے مگر اسے تو جیسے پرواہ تک نہیں تھی کسی کی پرنیاں ہی پردے رکھتی ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

''بٹر۔'' معاذ نے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے مختصر جواب دیا تھا۔

''پرنیاں بیٹے آپ کالج کیوں نہیں جا رہی ہو؟ ایگزیم نزدیک ہیں آپ کے۔'' پپا کے سوال پہ پرنیاں نے بے اختیار معاذ کو دیکھا جیسے اس کی رائے جاننا یا اجازت پانا چاہ رہی ہو مگر وہ بے نیازی سے ناشتے میں مشغول رہا تھا، پرنیاں اس کی لاتعلقی اور بے حسی کی مار پہ روہانسی ہونے لگی۔

''جی پپا کل چلی جاؤں گی، آج میری کوئی تیاری نہیں ہے۔'' اسے پپا تو جواب دینا ہی تھا، شام کو جب معاذ کی کالج سے واپسی پہ اس نے وارڈروب کھول کر اس کے کپڑے نکال کر واش روم میں رکھنے چاہے تھے معاذ نے بری طرح سے اسے جھڑک کر رکھ دیا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے میرے کام کرنے کی سمجھیں، بیڈ روم سے باہر تک اس تعلق کو نبھانا میری مجبوری ہے مگر اندر میں تمہیں برداشت کرنے کا ہرگز روادار نہیں ہوں، اپنے کام تک کام رکھا کرو۔'' اس کی اتنی سنگ دلی اور اپنی ذلت پہ وہ کٹ کر رہ گئی، غم و غصے سے دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہونے لگا۔

''آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں معاذ۔'' بھیگی آنکھوں سے وہ یہی کہہ سکی، معاذ نے جواب میں ایک پھنکارتی نگاہ اس پہ ڈالی پھر رعونت بھرے انداز میں بولا تھا۔

''تم یہی کر چکی ہو میرے ساتھ۔''

''میں معافی مانگ تو رہی ہوں آپ سے۔'' اس نے زچ ہو کر کہا تھا، جواب میں معاذ نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے قتل کر دینا چاہتا ہو۔

''تمہاری وہ بکواس میں مرتے دم تک نہیں بھلا سکتا، تم معافی کی بات کرتی ہو۔''

''غلطیاں انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہیں۔'' وہ پھر اپنا دفاع کرنے لگی۔

''ہاں تو کرو غلطیاں تمہیں روکا کس نے ہے۔'' وہ پھاڑ کھانے کو دوڑا، پرنیاں غمناک نظروں سے اسے دیکھنے لگی، پھر گھٹی گھٹی سانس بھر کے قدرے تاخیر سے سوال کیا تھا۔

''پپا کالج کا کہہ رہے تھے، چلی جایا کروں؟'' ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے آگے کھڑے بال بناتے معاذ کا ہاتھ اس سوال پہ اسی زاویے پہ چند لمحے ساکن رہ گیا تھا، پھر اس کے چہرے پہ یکایک تبدیلی آئی تھی، تمام عضلات تن کر رہ گئے، اس نے ہاتھ میں پکڑا برش زوردار آواز کے ساتھ ٹیبل پہ پھینک دیا تھا، پھر جارحانہ انداز میں اس کی جانب پلٹ کر اس کی کلائی اتنی بے دردی سے دبوچی تھا کہ پرنیاں کو اپنی ہڈی چٹختی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

''یہ فرمانبرداری و اطاعت گزاری کا ڈرامہ رچانا بند کرو سمجھیں، بہت اچھی طرح سے آگاہ ہوں تم سے، اپنی مرضی کی مالک ہو تم، وہ کیا کرو جو تمہارا دل چاہے۔'' بات کے اختتام کے ساتھ ہی اس نے زوردار طریقے سے اسے پرے دھکیل دیا تھا، پرنیاں اچھل کر بیڈ پہ جا کر گری تھی، معاذ اس شدید موڈ کے ساتھ باہر چلا گیا تھا، پرنیاں کا دماغ ہی نہیں پورا وجود سنسنا رہا تھا، آنکھوں سے ایکدم لاوا بہہ نکلا، اس نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی ذلت نہیں سہی تھی، معاذ سے وابستگی کے بعد وہ یہی سمیٹ رہی تھی چاہے کس رنگ میں بھی سہی۔

☆☆☆

اگلے دن وہ معاذ کے ہمراہ ہی کالج آئی تھی، وہ ٹرین کے دو ایسے مسافر بن گئے تھے جو ایک ساتھ سفر تو کرتے ہیں مگر ایک دوسرے سے اجنبی رہتے ہیں، راستے بھر معاذ نے کوئی بات کرنا تو درکنار اسے نگاہ بھر کے دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا البتہ کالج کے گیٹ پہ ہی ضرور معاذ کی بدولت اس کو خصوصی پروٹوکول ملنے لگا، لڑکے لڑکیاں انہیں روک روک کر شادی کی مبارک باد دیتے اور وش کرتے رہے تھے، پرنیاں کچھ کنفیوژ ہو رہی تھی جھینپ رہی تھی جبکہ معاذ کا انداز ویسا ہی پراعتماد باوقار اور شاندار تھا، وہ رکے بغیر چلتے چلتے ہی اس جم غفیر کے جوش و خروش کے مختصر ترین لفظوں میں جواب دیتا اسٹاف روم کی سمت چلا گیا تھا، پرنیاں وہاں سے اپنی کلاس کی جانب آتی ثنا کو ڈھونڈتی رہی، لڑکے لڑکیوں کی بے شمار نگاہوں کا مرکز بنی وہ اچھی خاصی کنفیوژ ہو چکی تھی، وہی کالج تھا مگر وہی سب کچھ اس کے لئے ماحول تبدیل ہو گیا تھا، وہ جہاں بھی جا رہی تھی نظریں ساتھ ساتھ سفر کرتی تھیں اور جہاں ایک سے زائد نفوس ہوتے اس کی سمت اشارہ کر کے کچھ نہ کچھ دھیمی آواز میں کہا جا رہا تھا۔

پرنیاں چند لمحوں میں ہی گھبرا گئی، بات یہ نہیں تھی کہ اس میں اعتماد نہیں تھا، بات یہ تھی کہ معاذ نے اس کا اعتماد بحال نہیں رہنے دیا تھا، سنگی بینچ پہ بیٹھ کر اس نے سیل فون اپنے بیگ سے ڈھونڈ کر نکالا اور ثنا کا نمبر پش کیا، کتنی عجیب تھی یہ بات کہ اتنے دنوں میں اسے پہلی بار ثنا کی یاد آئی تھی وہ بھی کالج آ کر اسے تو پرنیاں کی شادی میں بھی آنا تھا مگر وہ شریک ہی نہیں ہوئی تھی، حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کہ وہ سب کچھ بھول گئی تھی، ثنا کا نمبر بند جا رہا تھا، وہ مضطرب ہونے لگی، کلاس کے دوران اس نے ایک لڑکی سے ثنا کے متعلق استفسار کیا تھا، اس کے یہ بتانے پہ کہ ثنا پچھلے کئی دنوں سے کالج نہیں آ رہی اس کی تشویش بڑھنے لگی تھی، اس نے اپنے سیل سے ہاسٹل رابطہ کیا تھا، وارڈن سے علیک سلیک کے بعد اس نے بے صبری سے ثنا کے بارے میں سوال کیا تھا۔

وہ تو آپ سے ایک دن بعد ہی اپنے گھر واپس چلی گئی تھیں، بہت ایمرجنسی میں بلوایا تھا ان کی فیملی سے دوبارہ کوئی کانٹیکٹ نہیں ہوا۔

وارڈن اسے شادی کی مبارک باد دینے لگیں، پرنیاں نے بے دلی سے چند باتیں کیں پھر فون بند کر دیا، اس کا دن بے زاری کے عالم میں گزرا تھا، معاذ کی کلاس کے دوران بھی وہ زیادہ غائب دماغ رہی، چھٹی کے وقت وہ گیٹ کی طرف جانے والے راستے پہ آ گئی تھی، تاکہ معاذ اسے آسانی سے دیکھ لے، مگر اس کا انتظار طویل ہونے لگا تھا، پرنیاں نے تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد اس کے سیل پہ ٹرائی کیا تھا،

بیل بجتی رہی مگر وہ فون پک نہیں کر رہا تھا پرنیاں کا دل عجیب سی وحشت اور گھٹن کا شکار ہونے لگا، پتہ نہیں وہ دانستہ اگنور کر کے بدلا لے رہا تھا یا واقعی مصروف تھا، دوسری سے تیسری مرتبہ جب ٹرائی کرتی وہ روہانسی ہو رہی تھی، تب معاذ کی جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''واٹ نان سنس، کیا افتاد آپڑی ہے تم پہ آخر؟''

''آپ مجھے کالج چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں، اکیلی بیٹھی ہوں میں۔'' وہ واقعی ہی رو پڑی تھی۔

''یہ تمہاری اپنی پالی ہوئی مصیبت ہے، میں نے ٹھیکہ نہیں لیا تھا تمہارا اور روؤ مت، ابھی مرا نہیں ہوں یہ آنسو ایسے وقت کے لئے سنبھال رکھو۔'' وہ بھڑک اٹھا تھا، اس کا لہجہ گو کہ دھیما تھا مگر نرمی اس میں نام کو نہیں تھی۔

''فار گاڈ سیک! مت کہیں ایسے۔'' وہ بے اختیار دہل گئی تھی، معاذ جھلایا۔

''آپ مجھے لینے کب آ رہے ہیں؟'' پرنیاں نے بھیگی آواز میں پوچھا۔

''کچھ ویٹ کرو آ جاتا ہوں۔'' وہ رکھائی سے کہہ کر سلسلہ کاٹ گیا تھا، پھر اگلے پندرہ منٹ مزید کلسنے کے بعد چوکیدار معاذ کا پیغام لایا تھا کہ گاڑی میں اس کا منتظر ہے۔

''اگر آپ نے مجھے یونہی خوار کرنا ہے تو میں کل سے کالج نہیں آؤں گی۔'' گاڑی میں بیٹھنے کے بعد پرنیاں نے بے ساختہ غصے سے کہا تھا، جواباً معاذ نے مغرور سے انداز میں کاندھے اچکا دیئے وہ کلس کر رہ گئی تھی، گھر واپس آ کر وہ معاذ کی طرح سیدھی اپنے کمرے میں نہیں گئی، مما کے پاس آ گئی۔

''کیسا گزرا کالج میں پہلا دن بیٹے؟'' انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا، وہ جھک کر جوتے اتار رہی تھی گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''یہ پہلا دن کہاں تھا مما!''

''شادی کے بعد تو پہلا ہی تھا۔'' مما اس کی سادگی پہ مسکرا دی تھیں، وہ خفیف سی ہو گئی۔

''سب ہی وش کرتے رہے، مگر شانہیں ملی مجھے۔'' اس کے لہجے میں یاسیت گھل گئی۔

''معاذ آپ کو کھانا کھلانے لے گیا تھا؟'' مما کے سوال پہ اس کا سر بے ساختگی میں نفی میں ہل گیا۔

''بیٹے آپ کے پپا چاہتے ہیں آپ اور معاذ کہیں گھومنے چلے جاؤ۔'' مما کی بات پہ پرنیاں کے چادر اتارتے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہو گئے تھے، مما نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟'' مما کے سوال پہ وہ گڑبڑا سی گئی۔

''میری اسٹڈی......''

''چند دنوں کی تو بات ہے بیٹے، معاذ ہے نا کور کرا دے گا آپ کو، یہ دن بار بار لوٹ کر تھوڑا ہی آتے ہیں۔'' مما نے رسان سے قائل کرنا چاہا تو پرنیاں نے ہونٹ کا کونہ دانتوں تلے داب کر سر جھکا لیا تھا۔

''آپ ان سے بات کر لیجئے گا مما! آئی تھنک وہ کالج اور ہاسپٹل سے اتنی طویل غیر حاضری پہ آمادہ نہیں ہوں گے۔''

''آپ فکر نہ کرو بیٹے، معاذ سے احسان خود بات کر لیں گے، آپ یہ بتاؤ معاذ خفا ہے آپ سے، پرنیاں بیٹے میں ماں ہوں، میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا نا کہ میں معاذ کو بہت اچھے طریقے سے جانتی ہوں، کوئی بات ہے ضرور آپ کے بیچ وہ بہت بدل سا گیا ہے، آپ بھلے مجھے نہ بتاؤ مگر پلیز اس خفگی کو ضرور دور کر لو، اچھی بیویاں اپنے شوہر کو زیادہ عرصہ خود سے ناراض نہیں رہنے دیا کرتیں، مرد کو اگر توجہ اور محبت مکمل نہ ملے تو وہ گھر سے باہر رہنا سیکھ جاتے ہیں، باہر اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے عادی ہو جایا کرتے ہیں، یہیں سے آشیانوں کے بکھرنے کا آغاز ہوتا ہے، مجھے معاذ ہی نہیں آپ بھی عزیز ہو، میں کبھی نہیں چاہوں گی آپ کو دکھ ملے، آپ مجھے ہمیشہ مسکراتی ہوئی اچھی لگی ہو اور ایسا تب ہی ہوتا ہے جب دل خوش ہو، دل کی خوشی معاذ سے مکمل ہوتی ہے نا آپ کی؟''

انہوں نے اپنی بات کے اختتام پہ رک کر تائید چاہی تھی، پرنیاں جو گم صم سی بیٹھی تھی ہڑبڑا سی گئی، پھر ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر عقیدت بھرے انداز میں چوما تھا اور آنکھوں سے لگایا۔

''ددا کے بعد وہ میری زندگی میں آنے والے واحد مرد ہیں مما جن سے میں نے پوری سچائی اور شدت سے محبت کی ہے، ان کے تمام تر ناروا سلوک کے باوجود، آپ فکر نہ کریں، میں انہیں منا لوں گی۔'' دھیمے لہجے میں بات کرتی وہ آخر میں مسکرائی تھی، مما آسودگی سے مسکرا دیں۔

☆☆☆

معاذ نے اپنے معمول کے کام نپٹائے تھے پھر لیکچر کی تیاری میں مشغول ہو گیا، پرنیاں نے اس کے لئے چائے کا مگ رکھتے ہوئے گریزاں نظروں سے دیکھا تھا، جو اس کے تیور تھے بہت کم امید تھی وہ اس کی بات سنتا مگر کوشش تو بہر حال کرنی تھی، مما سے وعدہ کر چکی تھی وہ۔

''مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔'' نظریں جھکاتے انگلیاں چٹخاتی ہوئی وہ بڑی آہستگی سے گویا ہوئی تو معاذ نے مصروف سے انداز میں سرسری سی نگاہ اٹھا کر لحہ بھر کو اسے دیکھا۔

''پڑھنے کی بات مت کرنا، میں ایکسٹرا ٹائم دینے کے چونچلے ہیں برداشت کر سکتا۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا تھا، پرنیاں کے دل پہ چوٹ پڑی، اسے یقین نہیں آ سکا یہ وہی معاذ ہے جو اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈا کرتا تھا، جب دیکھتا تھا تو آنکھیں سیراب نہیں ہوئی تھیں، کوئی اتنا بھی بدل سکتا ہے، وہ تو نہیں بدل سکتی تھی، اس کا غصہ ہمیشہ وقتی ہوا کرتا تھا، وہ ہمیشہ اس کی منتظر رہی تھی اور جب وہ اس کی جانب پلٹا تو اندر سے کیسے مطمئن ہو گئی تھی اور اوپر اوپر سے اس کی حرکتوں سے وہ کتنا ہی جھنجلاتی رہی مگر......

''فرمایئے کیا بات ہے؟'' معاذ نے اسے گھورا تو اس کی لایعنی سوچیں تھم سی گئیں۔

''بات یہ نہیں ہے۔'' وہ مضطرب ہوئی، معاذ نے چائے کا مگ اٹھا لیا۔

''ک...... کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ میری اس بدتمیزی کو بھول جائیں، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں، معاذ پلیز مجھے......''

''کیا سمجھوں میں تمہاری اس بات سے کہ تم میری اس طرح منتیں کیوں کر رہی ہو؟ یہ کہ تم سے اپنے جذبات سنبھالے نہیں جا رہے، تمہیں یاد ہے تم نے مجھے ہوس پرست کہا تھا، میں تو اس الزام کو غلط ثابت

کرنے کی کوشش میں تم سے دور ہٹ گیا، تمہیں کیا ہوا؟ تم وہ کیوں ثابت نہ ہوتیں جو تم نے خود کو ظاہر کیا تھا، تمہاری وہ پارسائی محض ڈھونگ تھی، ورنہ حقیقتاً تم نیلما جیسی نفس پرست عورتوں سے ہر گز بھی الگ نہیں ہو، جو اس نفس کی تکمیل کی خاطر ذلت کو فنس کر سکتی ہیں، کیا سمجھتی ہو تم؟ ہے کوئی فرق تم میں اور اس میں؟"

الفاظ تھے یا برچھیاں، کوئی بلاسٹ ہوا تھا اور اس کا وجود بکھر گیا تھا، اسے لگا تھا کسی نے اسے جہنم میں دھکیل دیا ہو، اس درجہ سفا کی اور تضحیک آمیز سلوک پہ وہ پتھرا سی گئی تھی، اپنی کڑواہٹ اس پہ نکال کر معاذ خود کمرے سے نکل گیا تھا مگر پرنیاں وہیں بیٹھی تھی، رنگت پیلی اور ہونٹ تشنج زدہ انداز میں کانپتے رہے، وہ ذبح ہوتے جانور کی طرح جانکنی کے عالم میں تھی گویا، نہ تکلیف ٹلی تھا نہ موت آئی تھی اس پہ اپنا قہر نکال کر باہر نکلا ہوا معاذ ایک گھنٹے بعد واپس آیا تو وہ صوفے پہ گھٹنوں میں سر دیئے سسک رہی تھی، معاذ نے اس پہ نگاہ ڈالے بغیر لائٹ آف کر دی اور خود سونے کو لیٹ گیا، تشویش اسے اس وقت ہوئی تھی جب صبح وہ معمول کے مطابق اٹھا وہ تب بھی اس پوزیشن میں اس جگہ پہ موجود تھی، ایک لمحے کو وہ اس کے پاس رکا پھر سر جھٹک کر باہر چلا گیا، اس کی بلا سے یہ جیتی یا مرتی اسے قطعی پرواہ نہیں تھی۔

☆☆☆

مما نے معاذ سے پرنیاں کے متعلق استفسار کیا، جس کے جواب میں وہ انہیں اس کے سونے کا بتا کر خود کالج چلا گیا، تب مما کے ہونٹوں پہ مسکان بکھر گئی تھی، وہ سمجھی تھیں پرنیاں اور معاذ کی آپس میں صلح ہو گئی ہے، معاذ کا رویہ نارمل تھا، جس سے وہ یہی اندازہ قائم کر سکیں، مگر جب دس بجے تک پرنیاں کمرے سے نہ نکلی تب مما کو فطری سی تشویش ہوئی تھی، ملازمہ کو اس کے کمرے میں بھیجا جو اس پیغام کے ساتھ آئی تھی کہ پرنیاں بخار میں پھنک رہی ہے، مما سب کچھ بھولے بھاگم بھاگ اس کے بیڈ روم میں آئیں اور پرنیاں کی حالت دیکھ کر ان کے ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے، وہ ہوش و خرد سے بیگانہ لگ رہی تھی، انہوں نے پرنیاں کو ہوش میں لانے کی اپنی سی تدبیریں کی تھیں، ان کے ساتھ مما جان اور بھابھی بھی اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"بچی کو بخار تھا تو معاذ نے بتایا کیوں نہیں، غضب خدا کا بچی کی اتنی حالت خراب ہے اور صاحبزادے کالج چلے گئے ہماری جانے بلا کہ بہو اتنی دیر سے کمرے سے کیوں نہیں نکلی، معاذ اتنا کیرلیس کیسے ہو گیا بھلا؟ ایسی ڈاکٹری بھاڑ میں جھونکنی ہے جس کا اپنوں کو فائدہ نہیں۔" مما جان کو بہت کم غصہ آتا تھا مگر پرنیاں کی حالت نے انہیں جیسے حواس باختہ ہی نہیں غصے سے بے قابو بھی کر دیا تھا۔

"اسما نمبر ملاؤ ذرا معاذ کا، فون مجھے دینا۔" پرنیاں کو ذرا سی ہوش آئی تھی، اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر مما جان کی جان میں جان آئی، بھابھی نے ساس کے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں کی اور معاذ کا نمبر جھٹ ملا کر سیل مما جان کو تھما دیا، انہوں نے رابطہ بحال ہوتے ہی معاذ کے لتے لینے شروع کر دیئے تھے، ادھر یقیناً معاذ کا موڈ خراب ہوا تھا کہ اس کے کسی جواب پہ مما جان کا غصہ ساتویں آسمان پہ جا پہنچا۔

"میں نے کہہ دیا ہے نا معاذ تم خود فوراً گھر آؤ، زیاد کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے تمہاری مجبوریوں کا نہیں پتہ، یہاں ہم کتنے پریشان ہیں تمہیں اندازہ ہے؟ آپ اتنے لاپرواہ ہو گئے مجھے تو یقین نہیں آ رہا اور یہ......"

"ہیں ہیں فون بند کر دیا؟ کیا ہو گیا ہے اس لڑکے کو؟" مما جان تو ششدر ہو کر رہ گئیں تھیں، جبکہ مما کی رنگت متغیر ہو چکی تھی، پرنیاں کی حالت معاذ کا رویہ خود بخود ساری کہانی سنا رہا تھا، وہ ہر لحظہ سرد پڑتی جا رہی تھیں، مما جان کو اتنا غصہ آیا تھا کہ انہوں نے پرنیاں کو گاڑی میں قریبی کلینک لے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس پر عمل درآمد بھی کر رہی تھیں مگر اسی پل سرد تاثرات سے سجے چہرے کے ساتھ معاذ چلا آیا تھا۔

"اب بھی کیوں آ گئے بیٹے؟ ہم عورتیں کسی نہ کسی طرح بچی کو لے ہی جاتیں۔" انہوں نے معاذ کو دیکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"ایسی کیا یہاں پہ مصیبت پڑ گئی تھی، مجھے تو آپ کی بہو صاحبہ اچھی بھلی لگ رہی ہیں، آپ نے تو اس طرح ایمرجنسی نافذ کی جیسے......"

"ہاں بولو نا...... چپ کیوں کر گئے بیٹے۔" مما جان اس کے لال بھبھوکا غیض و غضب سے دہکتے چہرے کو دیکھ کر متاسف ہو کر بولیں، معاذ نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ زور سے جھٹکا تھا پھر آگے بڑھ کر پرنیاں کی سمت آ گیا، وہ کسی قدر ہوش میں تھی اور سب کچھ سن رہی تھی، رنگت بخار کی حدتوں کے باعث انگارہ ہو رہی تھی، ایک ہی رات میں وہ یوں نچڑ گئی تھی جیسے خون کی آخری بوند بھی نچوڑ گئی ہو، ایک لمحے کے لئے تو معاذ بھی دھک سے رہ گیا تھا۔

(بس اتنی ہی ہمت تھی پرنیاں بیگم الفاظ کی تلوار سے کوئی کیسے قتل ہوتا ہے اب تمہیں پتہ چل گیا ہو گا، میں بھی یہی چاہتا تھا تمہیں احساس دلاؤں کیا کیا ہے تم نے میرے ساتھ)۔

بے جان مٹی کی طرح پڑی پرنیاں کا معائنہ کرتے وہ زہر آلود ذہن سے سوچتا رہا تھا، پرنیاں نے آنکھیں پھر بھی نہیں کھولی تھیں ہاں البتہ اس کے لمس کو محسوس کر کے ضرور اس کے وجود میں کوئی تبدیلی اگر پیدا ہوئی تھی تو وہ خاموش آنسوؤں کا بہنا تھا، معاذ کے اندر لگی آگ کچھ اور بھڑکنے لگی۔

"انہیں کچھ کھلانے کے بعد یہ میڈیسن دے دیجئے گا بھابھی! آرام کریں گی تو طبیعت سنبھل جائے گی۔" بھابھی کو میڈیسن کے ساتھ ہدایات دیتے معاذ کی نگاہ ہنوز گم صم بیٹھی مما پہ پڑی تھی تو ایک لمحے کو خاموش سا ہو گیا۔

"آپ لوگ آخر اتنے پریشان کیوں ہیں مما! کچھ نہیں ہو گا انہیں۔" وہ جتنا جھنجھلایا تھا اسی لحاظ سے تپ کر بولا تھا، مما نے ایک نظر اس کے سرد چہرے کو دیکھا تھا پھر آہ بھر کے بولی تھیں۔

"ہم نے آپ سے تو کچھ نہیں کہا بیٹے! آپ جاؤ، آپ کا بہت حرج ہو رہا ہے نا۔" الفاظ کے برعکس ان کے لہجے میں شکایت بھی تھی اور بے پناہ دکھ کی آمیزش بھی، معاذ نے گہرا سانس بھر کے اپنی جھنجھلاہٹ کو دبایا تھا پھر آہستگی سے کاندھے جھٹک دیئے تھے اور کچھ کہے بغیر پلٹ کر باہر نکل گیا، مما کو شاید اس سے اسے درجہ بے حسی اور لاتعلقی کی توقع نہیں تھی، سر جھکا کر آنسو بہانے لگیں، بے دم سی پڑی پرنیاں عجیب سے مجرمانہ احساس میں گھرتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

اس رات تو کیا معاذ اس سے اگلی رات بھی گھر نہیں آیا تھا، زیاد کے ذریعے انہیں بھی یہ بات پتہ

چل گئی تھی کہ ملیر کے علاقے میں اسکول میں بلاسٹ ہوا تھا، بیشتر زخمی بچوں اور اساتذہ کو وہیں ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرایا گیا تھا اور معاذ اسی وجہ سے گھر نہیں آ پا رہا تھا، زیاد بھی زیادہ وقت ہاسپٹل کو دے رہا تھا مگر معاذ نے تو مما کے خیال میں حد کر دی تھی، مما اور مما جان کا خیال تھا وہ دانستہ ایسا کر رہا تھا۔

"یقیناً برا مانا ہے اس نے ہماری بات کا۔" مما جان کا غصہ تمام ہوا اور فکر لگ گئی جو مما کو ایک آنکھ نہیں بھا سکی۔

"ہاں تو کرے، یہاں پرواہ کسے ہے، میں تو بات بھی نہیں کروں گی اس سے، احسان ٹھیک کہتے تھے، ہماری اتنی اہمیت اسے بگاڑ چکی ہے، یہ کوئی بات کرنے کی، بچی کن حالوں کو پہنچ گئی اسے پرواہ ہی نہیں۔" انہوں نے پرنیاں کا زرد چہرا دیکھ کر غصے بھرے انداز میں کہا تھا، انہیں تو یہ بات بھولی نہیں تھی جب کل رات کے استفسار پہ پرنیاں کچھ کہے بغیر ان سے لپٹ کر رو دی تھی اور بس ایک فقرہ کہا تھا۔

"مجھ سے کچھ مت پوچھیے گا مما! پلیز۔" اور مما گنگ ہونے لگی تھیں، ایسا کیا ہوا تھا ان کے بیچ کہ وہ یوں ہمت ہار گئی تھی، انہیں زندگی میں پہلی بار معاذ پہ شدید تاؤ آیا تھا، اگلی صبح ہی معاذ واپس آ سکا تھا، تھکن آلود لباس بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ انگارہ ہوتی آنکھیں، صاف لگتا تھا ان پینتیس چھتیس گھنٹوں میں اس نے ایک منٹ کو بھی آنکھ نہیں جھپکی ہو گی، اس کی اپنے پیشے سے محبت اور اخلاص سے بھی آگاہ تھیں، کتنے روپ تھے اس کے اور وہ ہر روپ میں پہلے سے الگ تھا جدا تھا، مگر انہیں تو ہمیشہ پیارا ہی لگا تھا، ایک بار پھر انہیں اپنا غصہ اور خفگی ڈھلتی محسوس ہوئی تھی، جب اس نے آتے ہی اپنی تھکن کی پرواہ کیے بغیر مما جان کے گلے میں بازو حمائل کیے تھے۔

"سوری مما جان اس دن میں آپ سے گستاخی کر گیا تھا۔" اور مما جان تو فدا ہو گئی تھیں اس لوٹ لینے والے انداز پہ، پیشانی چوم کر اس کے بالوں کو سنوارا۔

"نہ بیٹے میں تو خفا نہیں ہوں، بس تو پرنیاں کی طرف سے ہمیں شکایت کا موقع نہ دینا، بن ماں باپ کی بچی ہے، دل میں بہت حساس ہے۔"

"جی بہتر۔" نہ کوئی تسلی نہ وعدہ بس محض سر ہلا کر ایک چھوٹا سا فقرہ ادا کر دینا مما جان کی تشفی نہیں کرا سکا۔

"بیٹے پرنیاں کو بھی ایسے ہی منالو جا کے۔" انہوں نے اب کے لجاجت سے کہا تھا، زیاد کی ہنسی چھوٹنے لگی۔

"غور کریں لالے، مما جان پابند کر رہی ہیں آپ کو، ایسے ہی یعنی محض گلے لگانا ہے آپ نے...... اس سے آگے پابندی۔" زیاد کمی کمی کر رہا تھا، معاذ نے ان سنی کر دی، پھر مما کو دیکھ کر بولا تھا۔

"بہت اسٹرانگ قسم کی چائے تو بھجوا دیں مما، میں شاور لے لوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا، اپنے کمرے میں آیا تو اس وقت بھی پرنیاں بستر پہ دراز تھی، ان چند دنوں میں اس کی صحت اتنی تیزی سے گری تھی کہ صدیوں کی مریض نظر آنے لگی تھی، زرد چہرا آنکھوں تلے موجود، گہرے حلقے، آنکھوں کی وہ چمک دمک بھی غائب تھی جن میں ہزاروں دیئے جھلملایا کرتے تھے، آہٹ پہ اس نے چونکتے ہوئے گردن موڑی تھی اور معاذ کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرایا تھا، اگلے لمحے وہ خود کو سنبھال کر اٹھی تھی،

پہلے اپنا دوپٹہ اٹھایا پھر بالوں کو سمیٹ کر کیچر میں مقید کیا اور بستر سے اتری، اس سے قبل کہ وہ اسی دن کی طرح ذلیل کر کے اٹھاتا وہ خود اٹھ جانا چاہتی تھی، معاذ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا، کوٹ اتارنے کے بعد کلائی پہ بندھی رسٹ واچ ہاتھ سے نکال کر ڈریسنگ پہ رکھتے اس کی نگاہ آئینے میں نظر آتے پرنیاں کے وجود پہ جا ٹھہری، اگلے لمحے وہ گھبرا کر تیزی سے پلٹتے ہوئے اس کی جانب لپکا، وہ شاید بیڈ سے اتر کر صوفے تک آنا چاہتی تھی، نقاہت تھی یا کچھ اور کہ وہ ایک سے دوسرا قدم نہیں اٹھا سکی معاذ اگر اسے بروقت نہ سنبھال لیتا تو اب تک وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی، اس کے چہرے پہ ایک نگاہ ڈال کر ہی معاذ خود چکرا سا گیا تھا، وہ بری طرح کھانس رہی تھی ساتھ ہی اس کے ہاتھوں سے نکلنے کو مزاحمت بھی گو کہ یہ مزاحمت بہت کمزور قسم کی تھی، معاذ نے کچھ کہے بغیر بھینچے ہوئے ہونٹوں سے اسے لا کر پھر سے بستر پہ لٹا دیا تھا وہ جیسے مچل سی گئی تھی۔

"چھوڑیں مجھے۔" اس کا گلا بھرا سا گیا، بخار ابھی تک اس کے وجود کو حدتیں بخشے ہوئے تھا۔

"کیا ہو گیا ہے، پاگل ہو گئی ہو تم؟ حالت دیکھی ہے اپنی۔" وہ دبے ہوئے لہجے میں چیخا، حقیقت یہ تھی کہ تمام تر انا اور ضد کے باوجود پرنیاں کا یوں حال سے بے حال ہو جانا سے زیادتی کے احساس کے کچوکے لگا رہا تھا۔

"آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے، میں مروں یا جیوں۔" پرنیاں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے کی جانب دھکیلتے ہوئے کہا۔

"سلیف یور کنٹرول مس پرنیاں، کیا ہوا ہے؟ کس بات کا اس قدر واویلا ہے بھلا؟ بتانا پسند کریں گی؟ کیا آپ کو لگتا ہے جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ غلط تھا۔" پرنیاں نے آنسوؤں سے جل تھل ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا، اس کے طنزیہ مضحکہ اڑاتے انداز نے پرنیاں کے اندر پھر سے آگ دہکا دی۔

"شٹ یور ماؤتھ، اگر آپ نے پھر ایسی کوئی بات کی تو انجام کے ذمہ دار بھی آپ ہوں گے میں بتا رہی ہوں۔" اس کا لہجہ دھمکی آمیز تھا، تنبیہی انداز لئے ہوئے تھا اس کے باوجود معاذ بھڑک سا اٹھا۔

"دھمکا رہی ہو مجھے؟ میں جو کہہ چکا اس سے ایک انچ بھی اپنی رائے تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔" معاذ کی اس ہٹ دھرمی یا دوسرے لفظوں میں پرنیاں کی تذلیل نے پرنیاں کے اندر سے سراتے ہیجان کو کچھ اور بڑھا دیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور سرخ چہرے کے ساتھ آگے بڑھ کر فروٹ کی ٹوکری سے چھوٹی مگر انتہائی تیز دھار کی چھری جھپٹ کر اٹھا لی، پلک جھپکنے میں بھی دیر لگتی ہو گی مگر اس نے اس سے پہلے انتہائی بے دردی سے داہنے ہاتھ میں پکڑی چھری سے بائیں ہاتھ کی رگ کاٹ ڈالی تھی بھل بھل بہتے خون نے سرعت سے اس کے کپڑوں کے بعد کارپٹ کو رنگین کرنا شروع کر دیا۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

پچیسویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں کے اندر جمع غصہ معاذ کے سامنے نکلتا ہے اور شدید جھگڑے اور الزام تراشی کے بعد دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے در آتے ہیں۔

زینب، تیمور کی وجہ سے بے حد پریشان ہے، جہان اسے حوصلہ دینے کی کوشش میں معروف ہے مگر تب ڈالے پہ ان کے تعلق کی گہرائی اور نوعیت آشکار ہو کر اسے اضطراب کا شکار کر جاتی ہے۔

معاذ اور پرنیاں کے تعلق کی سرد مہری مما پہ بھی آشکار ہوتی ہے، معاذ پرنیاں سے غفلت کی بنا پر سب سے ڈانٹ بار بار سنتا ہے۔

معاذ کی من مانی کا مظاہرہ پرنیاں کو اس سے شدید برگشتہ کرنے کا سبب بنتا ہے، وہ اس سے بے زاری کے ساتھ نفرت بھی محسوس کرتی ہے، اس کے برعکس معاذ بے حد خوش اور مطمئن ہے، مسز آفریدی کی کوشش سے ہی ڈالے معاذ کی شادی میں شریک ہونے کو شاہ ہاؤس آتی ہے، تو زینب اسے دیکھ کر بے حد ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چھبیسویں قسط

اس نے صرف یہیں پر اکتفا نہیں کیا تھا، چھری کے ساتھ دوسرے ہاتھ کی بھی کلائی کاٹنے کی کوشش کرنے لگی، شاید نہیں یقیناً وہ خود کو ہر صورت ختم کر دینے کے درپے تھی، جب تک معاذ متوجہ ہوا، چونک کر اس تک پہنچا وہ خود کو اچھا خاصا زخمی کر چکی تھی، چھری اس سے چھینتے اس کو سنبھالتے معاذ کے اپنے حواس مختل ہو کر رہ گئے، یہ سچویشن صحیح معنوں میں اسے بوکھلا کے رکھ گئی تھی، اس کے گمان تک میں نہیں تھا پرنیاں اتنا شدید ردعمل بھی دے سکتی ہے، اس کے ہاتھوں سے چھری نکالتے چھینتے معاذ کی ہتھیلیوں پہ اچھے خاصے گہرے کٹ لگ گئے تھے، مگر اس پل اسے اپنی نہیں پرنیاں کی فکر تھی، جس کا خون تیزی سے ضائع ہو رہا تھا مگر اس کی ہسٹریائی کیفیت جوں کی توں تھی، وہ ابھی تک مچل مچل کر اس کی گرفت سے نکل رہی تھی، معاذ نے کچھ کہے بغیر اسے اپنے آہنی بازوؤں میں جکڑ کر سینے سے بھینچ لیا۔

''پری...... آئی ایم ساری، آئی ایم ساری پرنیاں، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، مجھے معاف کر دوں۔'' اس کے بکھر جانے والے بالوں کو بار بار ہونٹوں سے چھوتے وہ اس بپھری ہوئی موج کی طرح بے قابو ہوئی پرنیاں پہ جھک کر سرگوشی میں بولا تھا، پرنیاں زار و قطار رو رہی تھی، تڑپ رہی تھی سسک رہی تھی، وہ اسے ریلیکس کرنے کو اسے ساتھ لگائے تھپکتا رہا، پرنیاں بھی یقیناً حواسوں میں نہیں تھی، دھیرے دھیرے اس کی وحشت قرار پانے لگی تو اسے اپنی پوزیشن کا خیال آیا تھا، معاذ کو خود سے اتنا قریب پا کر وہ تڑپ کر پیچھے ہوئی اور معاذ کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیل دیا، معاذ کچھ خائف کچھ بے بس سا لگ رہا تھا جبکہ پرنیاں کے چہرے پر زردیوں کے ساتھ ہنوز کرب اور لامتناہی درد کے رنگ تھے، تاسف و ملال تھا، سسکی سی بھر کے اس کی بجائے وہ اپنی زخمی کلائی کو دیکھنے لگی تو جیسے معاذ کو اچانک ہوش آیا تھا، پرنیاں کا اب تک بے تحاشا خون ضائع ہو چکا تھا جو خطرے کا سگنل تھا، وہ تیزی سے حرکت میں آیا اور پرنیاں کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پہ بٹھانا چاہا، ارادہ ٹریٹمنٹ کا ہی تھا مگر پرنیاں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

''ڈونٹ ٹچ می۔'' اس کے لہجے میں آنسوؤں کی نمی تھی لہجہ اتنا پھیکا اور یاس زدہ تھا کہ معاذ نے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا۔

''یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے پرنیاں، بلڈنگ بہت ہو رہی ہے۔'' میڈیکل باکس کھولتے ہوئے وہ یکسر بدلتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

''ایسی زندگی پہ میں موت کو ترجیح دینا چاہتی ہوں، مجھے آپ کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ پھر رو پڑی، معاذ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اس کا زخمی ہاتھ زبردستی اپنے ہاتھ میں لے کر دوا لگانے لگا، پرنیاں پر نقاہت طاری ہو رہی تھی، وہ بے دم سی ہو کر یوں لیٹ گئی جیسے ساری طاقت سلب ہو گئی ہو، جبکہ معاذ تیزی سے اپنے کام میں مشغول تھا۔

☆☆☆

''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے بیٹے؟''

پپا خود چل کر اس کے کمرے میں آئے تھے، معاذ نے محتاط سی نگاہ پرنیاں پہ ڈالی، خون آلود لباس تبدیل ہو چکا تھا، کلائیوں کی ڈریسنگ چھپانے کی غرض سے ہی اس نے فل آستین کی فینسی جرسی پہن رکھی تھی جس کی آستین اس کی آدھی ہتھیلیوں تک کو ڈھانپے ہوئے تھیں، وہ ناراض ضرور تھی مگر اس نے اس تازہ ترین حادثے کو گھر والوں سے مخفی رکھنے کی اپنی سی بھرپور کوشش کی تھی، معاذ کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا۔

''میں بہتر ہوں پپا! آپ سے مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی۔'' وہ ہرگز بھی معاذ کی سمت متوجہ نہیں تھی، پپا مسکرائے اور اس کا سر پیار سے تھپکا۔

''جی ضرور بیٹے، بولیے؟'' وہ ہمہ تن گوش تھے۔

''میں کچھ دن نواب شاہ اپنی حویلی میں گزارنا چاہتی ہوں، پلیز آپ منع نہیں کیجئے گا۔'' وہ مدھم مگر یاس زدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میں منع نہیں کر رہا بیٹے، مگر پہلے آپ لوگ لندن جائیں گے، ٹکٹس آپ کی کنفرم ہو چکی ہیں، تفریح آپ کی صحت کے لئے بے حد ضروری ہے۔'' پپا کی بات پہ پرنیاں ایک دم نروس سی ہو گئی۔

''مم...... مگر پپا......''

''بیٹے میں ایک ہفتہ بعد کا کہہ رہا تھا مگر معاذ کہہ رہے تھے ابھی ان کے پاس ٹائم ہے سو یہ کام اس وجہ سے بھی عجلت میں ہو رہا ہے۔''

پپا کی وضاحت پہ پرنیاں کو اپنی سماعتوں پہ یقین نہیں آ سکا تھا، اس نے بے اختیار معاذ کو دیکھا، اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی، یقیناً وہ پپا کے سامنے بھرم رکھ رہا تھا، پرنیاں جھلس کر رہ گئی اور فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا تھا۔

''آپ آرام کرو بیٹے، میں آپ کی تیاری کا اسما سے یا آپ کی مما سے کہہ دیتا ہوں۔'' پپا اس کا تر تھپکتے باہر نکل گئے تھے، پرنیاں نے جلتی ہوئی آنکھوں سے معاذ کو دیکھا، وہ بے نیازی کا تاثر دیتا اپنے سیل پہ مصروف تھا۔

''میں آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا چاہتی، براہ کرم اس سلسلے کو یہیں روک دیں۔'' وہ غصے میں ہانپ کر رہ گئی تھی۔

''کچھ کام مجبوری میں بھی کیے جاتے ہیں محترمہ، اسے آپ میری مجبوری سمجھ لیں، میں اپنے گھر والوں کو مزید ہرٹ نہیں کر سکتا، آپ مجھ سے وابستہ ہیں تو آپ کو وہ کرنا پڑے گا، جو میں چاہتا ہوں، چاہے وہ امر آپ کے لئے کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔'' وہ نخوت سے بولا تھا، اس کا یہ استحقاق لب و لہجہ پھر سے اپنی اہمیت اور رشتے کا گھمنڈ جتلا رہا تھا، اس درجہ سنگ دلی اور اپنی بے بسی کے احساس سے پرنیاں کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں، جنہیں معاذ سے چھپانے کو وہ رخ پھیر گئی تھی۔

☆☆☆

''میں آپ کو بہت مس کروں گی مما!'' وہ ان کے گلے لگتی لگتی بولی، انداز ایسا تھا جیسے الگ ہونا نہ چاہتی ہو، مما نے مسکرا کر اس کی پیشانی کو بے حد محبت سے چوما تھا پھر اسے شانوں سے تھام کر بلیک ٹو پیس میں ملبوس نکھرے ستھرے سے معاذ کے برابر کھڑا کرتے ہوئے مسکرا کر بولی تھیں۔

''میرا بیٹا آپ کو میری یاد نہیں آنے دے گا ہے نا معاذ؟''

ان کی تائیدی نگاہیں معاذ کی سمت نہیں تھیں وہ جو بے نیازی کا تاثر دینے کو سیل پہ مصروف تھا، خفیف سا چونکا پھر سرد سانس کھینچ کر کاندھے اچکا دیئے تھے، کچھ کہنے سے مکمل گریز کیے، اب جانے یہ اس کی اپنائی گئی وہ ہی احتیاط تھی یا پھر اسے نے مما کی بات سنی ہی نہیں تھی، پرنیاں کچھ صحیح سے قیاس نہیں کر

سکی تھی، اس نے جھکے سر کو کچھ اور جھکا لیا، مما نے بغور اسے دیکھا تھا، سیاہ پیروں کو چھوتے فراک میں وہ گلاب کی منہ بند کلی کی مانند تھی، شگفتہ دلفریب اور نوخیز، فراک کے گلے اور بازوؤں پہ شوخ رنگوں کے چھوٹے پھولوں کی خوشنما لیس لگی ہوئی تھی، معاذ کے پہلو میں کھڑی ہاری ہاری سب سے الوداعی انداز میں گلے ملتی وہ انہیں حسب سابق ملول اور افسردہ لگی تو ان کا اپنا دل جیسے کوئی مٹھی میں لے کر بھینچ گیا۔

جہان انہیں ائیر پورٹ ڈراپ کرنے جا رہا تھا، ہلکے بادامی کھدر کے سوٹ میں ہاتھ میں سن گلاسز پکڑے وہ اسی وقت وہاں آیا تو اس کے سنورے ہوئے بالوں کی نمی اس کے تازہ غسل کی گواہ تھی وہ بہت نفیس طبیعت کا مالک تھا، علی الصبح ہاتھ اس کی روٹین تھی، چاہے کیسا ہی شدید موسم ہوا ایسے میں اگر کہیں خصوصی طور پہ تیار ہو کر جانا پڑتا تو وہ پھر سے ہاتھ لیا کرتا تھا، مما جان تو اس کے یوں بار بار نہانے پہ اکثر چڑ کرتیں۔

"اتنا نہ نہایا کرو، مجھے ڈر ہے گھل نہ جاؤ۔"

"جتنی ان کی باڈی ہے گھلنے میں بھی وقت لگے گا۔" زیاد لازمی رشک کیا کرتا، پھر بات کو مذاق میں ڈال دیا جاتا۔

"ویسے جہان بھائی صابن کی ٹکیہ تھوڑی ہیں جو پانی کے استعمال سے گھل جائیں گے۔" وہ کمی کمی کیے جاتا۔

"تم پیچھے بیٹھ جاؤ، پرنیاں بھابھی کے ساتھ۔" معاذ کو پراڈو کا فرنٹ ڈور اوپن کرتے دیکھ کر جہان نے ٹوکا تھا، جسے معاذ نے سن کر بھی نظر انداز کر دیا، تو جہان کسی قدر جھنجلایا تھا۔

"یار سنا نہیں تمہیں؟"

"جہان تم لوگ ہیں جس جگہ بھیج رہے ہو، وہاں تنہائی اور رومینس کے لاتعداد مواقع ہیں ابھی سے مجھے عاجز مت کرو۔" معاذ نے تنفر سے جواب دیا اور سیٹ سنبھال کر دروازہ زور سے بند کیا تھا، جہان کو اسی قدر برا لگا۔

"معاذ......!" اس نے صرف گھورنے پہ اکتفا نہیں کیا تھا، معاذ نے جھلاہٹ زدہ انداز میں نظریں اٹھائیں۔

"بے اگر اب تم کچھ بولے تو گھر والوں کی خاطر جو خود پہ جبر کر رہا ہوں نا اس لحاظ مروت کو بھی بالائے طاق رکھ دوں گا، سمجھے تم۔"

وہ پھٹ پڑا تھا، سرخ چہرا دہکتی ہوئی آنکھیں، جہان تو ششدر ہو کر رہ گیا، پرنیاں اسی پل گاڑی کی سمت آئی تھی، نم پلکوں کو ہاتھ کی پشت سے پونچھتی ملول اور دل گرفتہ سی مما نے خود دروازہ کھولا اسے بیٹھنے میں مدد دی پھر اس کے لباس سمیٹ کر دروازہ بند کیا تھا، ایک بار پھر الوداعی کلمات کا تبادلہ ہوا، مما نے ایک بار پھر کھڑکی کے کھلے شیشے سے اندر ہاتھ داخل کر کے پیار بھرے انداز میں اس کا سر اور گال تھپک کر پیار کیا تھا، جہان بیک ویو مرر سے سب دیکھ رہا تھا معاً اچانک اس کی نگاہ ٹھٹک گئی تھی، سرکتی شال کا پلو سنبھالتے پرنیاں کی دونوں کلائیوں سے آستین سرک گئی تھی اور ڈریسنگ پہ محض ایک نگاہ ہی پڑ سکتی تھی جو جہان کو گم صم کر کے رکھ گئی تھی۔

"اونہہ اتنی فکر مندی ہے بد اعتمادی ہے مجھ پہ تو میرے ساتھ اپنی لاڈلی کو تنہا بھیجنے کی ضرورت کیا

تھی۔" معاذ بھی یقیناً مما کی بے تابی بے قراری کو نوٹس کر چکا تھا، پرنیاں کو بار بار پیار کرنا گلے لگانا اسے بری طرح سلگا چکا تھا جبھی وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا، جہان نے ذرا سا چونک کر اسے دیکھا، اس کی سرخ و سفید رنگت اس پل غصے کی زیادتی سے دہک رہی تھی۔

"اتنا موڈ کیوں آف ہو رہا ہے تمہارا؟" ائیر پورٹ پر جب جہان نے الوداعی انداز میں معاذ کو گلے لگایا تو نرمی سے سوال کیا تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔" وہ جواب میں تڑخا تو جہان نے مسکراہٹ دبالی۔

"یہ کوئی نئی خبر تھوڑی ہے میں عرصے سے جانتا ہوں۔" معاذ نے اس بات کے جواب میں اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر اسے زور سے پرے دھکیل دیا۔

"دفع ہو جاؤ، تم بھی باقیوں سے الگ تھوڑی ہو۔" اب کے جہان نہ ہنسا نہ مسکرایا اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیا اور زبردستی خود سے لپٹا لیا۔

"کیوں اپ سیٹ ہو یار ہنی مون پریڈ پہ جا رہے ہو، وہ بھی اپنی مرضی سے۔" معاذ نے اس کے ہاتھ پھر سے ہٹا دیے پھر زور سے سر جھٹکا تھا، عجیب تنفر بھرا انداز تھا۔

"کچھ کام فارمیلٹیز کے لئے کیے جاتے ہیں۔"

"لیکن تم تو فارمیلٹیز نہیں نبھایا کرتے تھے، اتنے خالص کھرے انسان کا یہ روپ کچھ بھا نہیں رہا۔"

جہان نے جیسے اسے تاسف سے دیکھا تھا، معاذ کے چہرے پہ عجیب سا تاثر پھیل گیا، اس نے ہونٹوں کو باہم سختی سے بھینچ کر کچھ فاصلے پہ موجود پرنیاں کو دیکھا، وہ ڈیپارچر لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی تھی، گھیر دار فراک پیروں میں ڈھیر تھا، گود میں میگزین، وہ ان سے یکسر غافل تھی۔

صبح وہ ذرا جلدی گھر واپس آ گیا تھا، تیز قدموں سے اپنے کمرے کی جانب آتے اس کے قدم یکلخت ٹھٹک گئے تھے تو وجہ ادھ کھلے دروازے سے سسکیوں کے ہمراہ باہر آتی پرنیاں کی آواز تھی۔

"مجھے یہ خفت اور ذلت کا احساس ہر لمحہ کچوکے لگاتا ہے مما کہ آپ کے فورس کرنے پہ میں نے انہیں منایا تھا، مگر انہوں نے اتنے برے طریقے سے مجھے جھٹکا اتنی تذلیل کی کہ میں خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی، میں کبھی اس بات پہ خود کو معاف نہیں کروں گی کہ میں نے اپنے وقار اور اپنے پندار کو داؤ پہ لگا دیا، محض انہیں منانے کی خاطر......" اس کی سسکیاں ہر لمحہ تیز ہو رہی تھیں، مما اسے چپ کرانے کی کوشش میں مصروف تھیں، معاذ کو لگا تھا اس کا پورا وجود برزخ میں جا پڑا ہو، بدگمانی اور غصہ تجسس کا کوئی انت نہیں تھا وہ وہیں سے پلٹ گیا تھا، اسے لگا تھا اگر وہ اس پل پرنیاں کا سامنا کر لیتا تو شاید خود کو کسی طرح بھی کنٹرول نہ کر سکتا، ایک طوفان تھا جو اس کے اندر اٹھا تھا جاری کیے ہوئے تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا، پرنیاں کا گلا دبا کر کام تمام کر دے، جہان نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا تب وہ چونکا تھا۔

"مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے؟" جہان کی آنکھوں میں مخصوص قسم کی اپنائیت تھی، محبت اور احساس کے تمام پر خلوص رنگ۔

"تم ایک دوسرے کے ساتھ خوش نہیں ہو؟ کب تک یوں مخالف رخ پہ بھاگتے رہو گے؟ تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو نام نہاد انا میں الجھ کر؟" جہان متاسفانہ انداز میں سوال کر رہا تھا، معاذ کے ہونٹوں پہ زہر خند پھیل گیا۔

''انا نہیں نفرت ہے یہ، میرے ساتھ رہنا اسے اتنا ناگوار گزرتا ہے کہ وہ خودکشی کرنے پہ مجبور ہوگئی، میری بات کا یقین نہیں تو جا کر اس کی کٹی ہوئی کلائیاں دیکھ لو۔'' وہ ضبط کھو کر زور سے پھنکارا جہان بے طرح خائف ہوا تھا۔

''تم شدید بدگمانی کا شکار ہو معاذ! پرنیاں کو میں جانتا ہوں وہ ایسی۔۔۔''

''تو تمہارا خیال ہے میں اب تک جھوٹ اور بکواس کرتا رہا ہوں؟ او کے فائن پھر تو مما کی طرح تمہیں بھی مجھ سے نہیں اس سے ہمدردی کرنی چاہیے جا کے جاؤ۔'' جتنا اس کا موڈ خراب ہوا تھا وہ اسی شدت سے غرایا تھا، آنکھیں یکدم یوں سرخ ہو گئیں جیسے ابھی ان سے خون ٹپک پڑے گا، جہان بری طرح سے عاجز ہوا تھا۔

''معاذ کیا ہو گیا ہے یار۔''

''تم جا سکتے ہو بے جے تم نے ثابت کر دیا کہ تم میرے دوست نہیں اس فضول لڑکی کے بھائی ہو بس۔'' معاذ نے رخ پھیرا اور کوٹ کی جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا، جہان کے چہرے سے بہت واضح بے بسی جھلکنے لگی۔

''اب اس طرح مجھے پریشان کر کے جاؤ گے تو نہ ڈھنگ سے کام کر سکوں گا نہ کھا پی۔'' جہان نے گویا اسے جذباتی کرنا چاہا تھا، مگر وہ اتنے غصے میں تھا کہ گویا پوری طرح دھیان سے بات بھی نہیں سنی، گہرے کش لیتے دھواں بکھیرتا رہا۔

''چلو میں مان لیتا ہوں میرے باپ کہ غلطی تمہاری نہیں پرنیاں کی ہے، اب تو موڈ ٹھیک کر لو۔'' جہان نے کسی قدر جھنجھلا کر کہا اور اس کے لبوں سے سگریٹ کھینچ کر جوتے سے مسل دیا، معاذ اسے جواباً غصہ بھری نظروں سے دیکھتا رہا تھا، جہان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

''اس طرح اینٹھا ہوا تو بالکل کسی محبوبہ بیوی کی طرح لگ رہا ہے قسم سے۔'' اس کے شانے پہ اپنے ہاتھوں کا مکہ مار کر کہتا وہ آخیر میں ہنسا تھا۔

''واپسی پہ اگر محترمہ میرے ساتھ نہ ہوں تو خود سمجھ لینا اس کی کسی بدتمیزی کے جواب میں، میں اسے وہیں کسی پہاڑ سے دھکا دے کر مار آیا ہوں۔'' پرنیاں کے لاتعلق وجود پہ ایک پھنکارتی نگاہ ڈال کر وہ اتنی تلخی سے بولا تھا کہ جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''تم کبھی سدھرو گے بھی معاذ اب میرے دل نے امید رکھنی بھی چھوڑ دی۔'' وہ جس مایوسی سے بولا تھا اس نے معاذ کے لبوں پہ دل جلاتی مسکان بکھیر دی تھی۔

☆☆☆

تیرے اور میرے درمیاں
بعد کیسا فاصلہ باقی کہاں
لے ذرا مٹی کی اک چکنی ڈلی
ڈال پانی گوندھ اس کو زور سے
اور بنا دو بت حسین ولاجواب
اک بت کی شکل ہو تیری طرح۔

دوسرا بت ہو مرا
بت شکن بن کر انہیں اب توڑ دے
ڈال پانی گوندھ ان کو پھر ذرا
اب بنا پھر دونوں بت
ایک اپنا، اک مرا
اب میرے بت میں کچھ تیرا وجود
اور تیرے بت میں ہے کچھ پیکر مرا
زندگی کی کون سی طاقت بتا
تجھ کو کر سکتی ہے اب، مجھ سے جدا

اپنے گرد لپٹی بے حد اسٹائلش سی شال کے کونے کو اس نے زمین پہ اپنے پیچھے جھاڑ دیئے محسوس کیا تو گہرا سانس بھر کے پلو سمیٹا تھا، پچھلی رات کے طوفان نے بہت تباہی مچائی تھی، لان میں پودوں کا ناس ہو رہا تھا، جنہیں مالی تندی سے پھر سے سنبھالنے سنوارنے اور کاٹ چھانٹ کرنے میں مصروف تھا، پھولوں کے پودوں کی کئی شاخیں درمیان سے ٹوٹ گئی تھیں جنہیں وہ باندھ رہا تھا تا کہ پھر سے توانائی حاصل کر سکیں، پتہ نہیں ایک بار اپنی جگہ چھوڑ دینے والا انسان ہو یا پودے کی شاخ پھر اپنے مرکز پہ ٹھہر پاتی ہے یا نہیں۔

اس نے تاسف بھرا سانس کھینچا اور سر اونچا کر کے آسمان کی سمت دیکھا بادل ابھی بھی موجود تھے، معاً چند لمحوں کے اندر تیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ پھر بارشیں شروع ہو گئی اور یوکلپٹس کے جوڑے چھوں پر تڑاتڑ برستی بارش کی آواز ماحول میں تھکن سی کا احساس پیدا کرنے لگی، شیڈ کے نیچے ہو کر اس نے ہاتھ پھیلا کر بوندوں کو اپنی گلابی ہتھیلی پہ سمیٹنا چاہا مگر یہ ایک سعی لاحاصل تھی، اس کا دل اس احساس کے ساتھ ملول ہونے لگا تھا، بوندوں کی بجائے اسے لگا تھا وہ خوشی کو سمیٹنے کی کوشش میں ناکام ہے، خوشی جو جہان کی ذات اس کے وجود سے منسوب تھی، وہ اس کا ہو کر بھی اس کا نہیں ہو سکا تھا بات اگر اسی زیاں تک رہتی تو بھی غنیمت تھا وہ یہ کرب سہہ لیتی معاملہ بہت آگے تک بڑھا ہوا تھا، آگاہی اضطراب کے در ہی وا کیا کرتی ہے شاید۔۔۔۔ زینب وہ گلاب کی پنکھڑی سے بھی نازک تر وجود رکھنے والی صبح نوخیز جیسی اجلی لڑکی، وہ تو جہان کی کل کائنات۔۔۔۔ وہ نہ سمجھ پاتی، وہ جس نے محبت میں سب کچھ ہار دیا تھا، ہر احساس کو خود پہ پوری شدتوں سے محسوس کیا تھا اور بری طرح سے ٹوٹ کر بکھر گئی، مسز آفریدی سمجھتی تھیں وہ جیت گئی ہیں، وہ کیا جانیں انہیں کیسی مات ہوئی تھی، ژالے کا دل رونے لگا تھا، کیسی لٹی پٹی گھر لوٹی تھی وہ اور مسز آفریدی اس کے چہرے کے اضمحلال کو حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی تھیں۔

''اب میں بہت جلد تمہاری رخصتی کر دوں گی، اب مزید دیر مناسب نہیں، میں جانتی ہوں تم اس سے الگ رہ کر اب خوش نہیں رہ سکتی ہو۔'' ژالے کے چہرے پہ اس بات کے جواب میں کرب پھیل گیا تھا۔

(جب دل میں فاصلے اور دوریاں ہوں تو پھر جسموں کا تعلق اور قربت بھی بے معنی ثابت ہوا کرتی ہے، مگر آپ کیا جانیں جو جسموں کی تسخیر کو ہی فتح گردانتی ہیں)۔

"مجھے رخصتی کی کوئی جلدی نہیں ہے ممی آپ ان سے ایسی کوئی بات نہیں کہیں گی۔" ژالے کی بات پہ مسز آفریدی بھڑک اٹھی تھیں۔

"تمہارا دماغ درست ہے ژالے، آج کل کی لڑکیوں جیسی کوئی بات ہی نہیں تم میں، شوہر ہے جہانگیر تمہارا مگر تم اس کے باوجود اسے ہاتھوں میں نہیں لے سکیں، لڑکیاں پہلی ملاقات میں ہی لڑکوں پہ ڈورے ڈال لیا کرتی ہیں، فون پہ اپنے رشتے ناطے طے کرتی پھرتی ہیں۔" وہ سخت خفا سی ہو چکی تھیں، ژالے کو اسی حساب سے غصہ آیا۔

"میرا شمار ایسی فضول لڑکیوں میں نہ کریں جنہیں اپنی نسوانیت کی پرواہ ہے نہ اپنے وقار کی۔" اسے لگا تھا یہ بات وہ مسز آفریدی کو نہیں جہاں کو کہہ رہی ہے، جہان جس کی آنکھوں میں اس نے بدگمانی نفرت اور شک کے لاتعداد رنگ دیکھے تھے اور اندر تک شکستگی کا شکار ہو گئی تھی، جبھی بولی تو اس کی آواز بھرا سی گئی تھی۔

"پتہ ہے مجھے، یہ تو میرا ہی دم غنیمت تھا کہ جہانگیر اس وقت تمہارا شوہر ہے ورنہ تم......" انہوں نے دانت کچکچائے تھے اور ژالے ضبط کھو گئی تھی جبھی چیخ پڑی۔

"کاش اے کاش آپ نے مجھ پہ یہ احسان نہ کیا ہوتا، مجھے اتنا مہنگا سودا منظور نہیں تھا، عزت انا وقار کی قربانی دے کر محبت کو پانا، اس سے بہتر تھا میں اسی نارسائی کے احساس میں سلگ سلگ کر ختم ہو جاتی۔" وہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں بھاگ گئی تھی، مسز آفریدی سوائے جلانے کے اس کی عقل پہ ماتم کرنے کے اور کیا کر سکتی تھیں۔

"چھوٹی بی بی آپ کا فون ہے۔" خیالات کے تسلسل کو ملازمہ کی آواز نے توڑا تھا، جو اس کا سیل فون بڑھاتے کھڑی تھی، ژالے نے چونک کر دیکھا اور بے دلی سے سیل لے لیا، جس کی اسکرین تو روشن تھی مگر رنگ ٹون بند ہو چکی تھی، ملازمہ بارش میں بھیگتی واپس اندرونی حصے کی جانب جا رہی تھی، وہ خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی، تبھی ایک بار پھر سیل مدھر سروں میں گنگنانے لگا، اس نے اسکرین پہ اسپارک کرتے نمبر کو دیکھا پھر جانے کس خیال میں گم کال ریسو کر لی تھی۔

"ہیلو ہنی! ہاؤ آر یو؟" دوسری سمت نیلما تھی، بغیر کسی گلے شکوے کے انتہائی محبت سے بولی، ژالے کے چہرے پہ بےزاری سی چھا گئی۔

"کیوں کال کی ہے؟" اس کا لہجہ ہر قسم کے احساس سے عاری تھا۔

"مجھے تم سے ملنا ہے جان! ترس گئی ہوں تمہاری صورت دیکھنے کو، اب تو تمہاری تصویریں بھی جی کے بہلاوے کا سامان کرنے سے قاصر ہیں۔" اس کے لہجے و انداز میں عجب سی شکستگی تھی، مگر ژالے کا دماغ تو تصویروں والی بات پہ ہی الٹ سا گیا تھا۔

"میری تصویریں کیوں رکھی ہوئی ہیں آپ نے؟ اور ملی کہاں سے تھیں، براہ کرم انہیں آگ لگا دیں۔" وہ پھنکار کر بولی تو دوسری جانب نیلما یکلخت خاموش ہو گئی تھی۔

"تمہارے حوالے سے یہ واحد اور عارضی خوشی ہے، میرے پاس ہنی، کیا تم اسے بھی مجھ سے چھین لینا چاہتی ہو؟" جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں عجیب سی بےبسی اور اضطراب تھا۔

"مجھے آپ کی خوشی سے غرض نہیں ہے محترمہ، آپ نے یہ سوچا آپ کے پاس میری تصویر کا ہونا

میرے لئے کسی بھی گمبھیر مسئلے کا باعث بن سکتا ہے۔" وہ زہر خند سے بولتی چلی گئی تھی، اس بات کو سوچے اور خیال کیے بغیر کہ اس کے الفاظ نیلما کی روح پہ کیسے گھاؤ ڈال سکتے ہیں وہ کہہ گئی تھی، اس کے لہجے میں جو حقارت اور تلخی تھی اس کا شاید اسے خود بھی پوری طرح سے اندازہ نہیں تھا۔

دوسری سمت یکلخت سناٹا چھا گیا تھا، ژالے نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا، وہ نازک احساسات کی حامل لڑکی بھی یہاں اس مقام پہ آ کر اس درجہ کٹھور بے حس اور سنگدلی کا مظاہرہ کر جاتی تھی، اسے کبھی خود بھی اندازہ نہ ہو پایا تھا شاید کہ وہ نیلما کو معاف کرنے اس سے درگزر کرنے میں خود کو اتنا کم ظرف کیوں پاتی تھی۔

(میں دنیا کے لئے جیسی بھی ہوں ژالے مگر تمہارے لئے میں ہمیشہ سراپا محبت رہی ہوں، ایک ایسے سوالی کی طرح جو دل کا کاسہ پھیلائے تمہاری توجہ نرمی اور محبت کی خیرات کا طلب گار بنا رہتا ہے، مگر ژالے تم جو ساری دنیا کے لئے دوست اور غم گسار ہو میرے لئے پتہ نہیں کیوں ہمیشہ پتھر ثابت ہوئیں، میں تھک گئی ہوں تمہارے اس پتھر وجود سے سر ٹکراتے، اب میں ایسا نہیں کروں گی تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا نیلما ہار گئی، نیلما نے عرصہ ہوا شکست کھائی چھوڑ دی ہے، اسے ہار سے شدید نفرت ہے، میں تمہیں بھی حاصل کروں گی، محبت سے نہ سہی زور زبردستی سے سہی، اب تم تک پہنچنے کا میرا طریقہ کار کچھ اور ہو گا، یاد رکھنا)۔

نیلما کا میسج اگلے چند لمحوں میں اسے موصول ہو چکا تھا، جسے اس نے پڑھا تھا اور بغیر کسی تاثر کے اسی سپاٹ انداز میں ضائع کر دیا تھا۔

☆☆☆

طویل سفر اپنے اختتام کو پہنچا، فلائیٹ سے نکل کر وہ اس کے ہمراہ ایئر پورٹ کی پرشکوہ عمارت سے باہر آ رہی تھی تو اس نے نگاہ بھر کے یاسیت آمیز انداز میں اپنے بےپرواہ ہم سفر کو دیکھا تھا، جو اس سے اتنا بیگانہ نظر آ رہا تھا جیسے اس پلین میں سفر کرنے والے اور اتنے لاتعداد اجنبی مسافر، کیا فرق تھا اس میں اور ان میں، اس کا دل جانے کسی کسی احساس کے سنگ رویا اور ذہن کے گوشوں میں جانے کب کی "امجد اسلام امجد" کی اندیشہ سرسرانے لگی۔

ضروری نہیں ہے
جو ساحل کی گیلی خنک ریت پر ہاتھ میں ہاتھ دے کر
سفر اور تلاطم کے حصے سنائے
جزیرے ہواؤں اور ان دیکھے موسم
اور آنکھوں سے اوجھل کناروں پر بکھرے
منظروں، ذائقوں اور رنگوں کی باتیں کرے
وہ ان وارداتوں سے گزرا بھی ہو
کہ کہے آؤ ہم ان پریشان موجوں کا پیچھا کریں
جو تیرے میرے پاؤں کو چومتی ہیں
تلاطم کی بے نام منزلوں سے گزریں

یہ دیکھیں ہوائیں کسے ڈھونڈتی ہیں
تو چلنے سے پہلے ذرا سوچ لینا
ضروری نہیں ان ان دیکھے رستوں کی خبر سنائے
وہ ان راستوں کا شناسا بھی ہو
کہیں یہ نہ ہو تم سمندر میں اس کو
ڈھونڈو تو وہ
ساحلوں پر کھڑا مسکرا تا رہے

اسے لگا اس کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے، وہ اسی سانحہ عظیم سے دوچار ہے، معاذ تلاطم خیز موجوں کے سمندر میں اس کے ہمراہ نہیں آیا تھا، وہ ساحل پہ کھڑا تھا محفوظ اور اس کی بے بسی لاچاری اور کرب سے بے نیاز، اس کی آنکھیں بھر بھر آنے لگیں، بے بسی سی بے بسی تھی وہ، اس کا ہو کر بھی اس کا نہیں تھا، اس کے ساتھ ہو کر اس کے ساتھ نہیں تھا، ایئر پورٹ سے باہر آ کر معاذ نے گاڑی ہائر کی تھی اور ان کا سفر نئے سرے سے شروع ہو گیا تھا، پرنیاں نے ایک نظر پھر اسے دیکھا، وہ سگریٹ کے کش لیتا اپنے سیل پہ کوئی ای میل چیک کر رہا تھا، بری طرح مصروف اس سے بے طرح بے نیاز، ان کا سارا ہنی مون ٹرپ یقیناً اس کی اسی سرد مہری اور لاتعلقی کا شکار ہونے والا تھا، پرنیاں نے اپنے دل کے بوجھ سے دانستہ دھیان ہٹانے کو کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کیا تھا، رات کے اندھیرے میں مدغم لندن اس پل نہ صرف روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، بلکہ بارش میں بھی بھیگ رہا تھا، کیب ناریل کے جھومتے درختوں کے نیچے تارکول کو چمکتی سڑک پہ رواں جنوب کی سمت بڑھ رہی تھی، کچرے کے ایک ڈرم کے پاس ایک بوڑھا فقیر بیٹھا ہوا تھا، جو اس سردی میں ٹھٹھرتا تھا، یہاں سڑکیں صاف ستھری اور بلند و بالا عمارتیں تھیں، گرد سے بالکل صاف تھی، گاڑی کے اندر ہیٹر کی حدت کے باعث ماحول خوشگوار تھا، گاڑی کا یہ سفر آدھا گھنٹہ مزید جاری رہا، پھر ایک رہائشی بلڈنگ کے سامنے جا کر اختتام پذیر ہوا تھا، یہ شفاف اور پوش علاقہ تھا، غیر آلودہ فضا کے باعث ہر شے نکھری ہوئی تھی، چمکیلی سڑکوں کے کنارے سر بلند عمارتیں چمکتی تھیں جن کی اکثر کھڑکیاں روشن اور زندگی کے احساس سے مزین تھیں سامنے ایک ہوٹل بھی تھا، پکوانوں میں باربی کیو اور زیتون کے تیل کی خوشبو کا احساس تھا، سائن بورڈ پہ غور کرنے پہ وہ جان پائی یہ پاکستانی ہوٹل تھا، معاذ سامان اٹھائے آگے بڑھ گیا تھا، پرنیاں نے بوکھلا کر اس کی تقلید کی تھی، لفٹ کے ذریعے وہ لوگ ایک شفاف راہداری عبور کر کے جس اپارٹمنٹ کے دروازے پہ رکے وہ لاکڈ تھا، راہداری سنسان تھی اور دروازے کی نیم پلیٹ پہ احسان شاہ کے نام کے الفاظ جگمگاتے تھے، دروازے کے دونوں اطراف خوبصورت پلانٹس کے گملے تھے، معاذ نے کوٹ کی جیب سے چابی نکال کر دروازہ ان لاکڈ کیا تھا، پرنیاں نے اس کے بعد اندر قدم رکھا تھا، فرنشڈ اپارٹمنٹ تھا جس کی آرائش بے حد نفیس ذوق کی حامل تھی، دیواروں پہ آف وائیٹ پینٹ تھا، بلیو مخملیں صوفے اور بلیو ہی پردے تھے، معاذ لاؤنج میں ہی ٹھہر گیا تھا، آج کے دن کی ساری نمازیں قضا ہو چکی تھیں، پرنیاں بیڈروم میں چلی آئی تھی۔

بھوک کا احساس بھی تھا مگر اس نے نماز کا ارادہ باندھا تھا، شال اور دوپٹہ اتار کر رکھنے کے بعد اس نے جوتوں سے پیروں کو آزاد کیا تھا، واش روم جا کے وضو کیا اور جائے نماز ڈھونڈنے کی کوشش کیے بغیر

قبلے رخ جائے نماز بچھا کر نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہو گئی، تقریباً ایک گھنٹے بعد بیڈروم سے باہر آئی تو معاذ لاؤنج کے صوفے پہ نیم دراز فون پہ گفتگو میں مصروف تھا، دوسری جانب یقیناً جہان تھا، پرنیاں رکے بغیر آگے بڑھ کر کچن کے دروازے پہ آ گئی، وہاں موجود چھوٹی ٹیبل پہ کھانے کے برتن پڑے تھے، یقیناً معاذ کھانا کھا چکا تھا اور یہ کھانا بھی اس نے ہوٹل سے منگوایا تھا، ٹیبل پہ موجود برتنوں میں ابھی بھی اس کی ضرورت سے زائد کھانا موجود تھا جس کا واضح مطلب تھا کہ معاذ نے اس کے لئے بھی کھانا منگوایا تھا مگر اس کا یوں اپنا نظر انداز کرنا روہانسا کر گیا تھا، پتہ نہیں وہ حساس زیادہ ہو رہی تھی یا اس کی جانب سے اب کسی پیش رفت کی متمنی تھی کہ اس کا رویہ تکلیف دہ حد تک اذیت دے رہا تھا، شدید بھوک کے باوجود اس نے کھانا نہیں کھایا تھا، برتن دھونے کھانا سمیٹ کر فریج میں رکھتے اس نے چپکے چپکے کتنے آنسو بہا دیے تھے، وہ بوجھل دل کے ساتھ کچن سے باہر آئی تو معاذ لاؤنج میں موجود نہیں تھا، آتش دان میں لکڑیاں سلگ رہی تھیں اور ٹیبل پہ کافی کا خالی مگ پڑا تھا جس کی سطح پہ بچی ہوئی کافی نے جمنا شروع کر دیا تھا، ایش ٹرے میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹوٹے اور راکھ پڑی تھی، اس نے آگے بڑھ کر کشنز کی ترتیب درست کی، ایش ٹرے کو ڈسٹ بن میں خالی کیا، کافی کا مگ دھو کر اس کی جگہ پہ رکھا اور معاذ کا صوفے پہ پڑا ہوا سیل اٹھا کر بیڈروم کی جانب آ گئی، جس پل اس نے اندر قدم رکھا تھا اسی لمحے معاذ بھی نائٹ ڈریس میں واش روم سے باہر آیا تھا، انگلیوں سے گیلے بال سہلاتے ہوئے اس پہ نگاہ پڑی تو اس کی صبیح پیشانی پہ ایک شکن نمودار ہوئی تھی۔

''تمہیں اپنی ضرورت کا جو بھی سامان یہاں سے چاہیے اٹھا لو۔'' پرنیاں صوفے پہ بیٹھ چکی تھی جب معاذ کی سرد آواز پہ اس نے چونک کر سر اونچا کیا اور نافہمی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

''ہم اپنے گھر میں نہیں ہیں محترمہ کہ یہ فارمیلٹی مجبوری میں نبھانا ضروری ہے، جب کوئی مجبوری نہیں ہے تو میرا تمہیں برداشت کرنا بھی ضروری نہیں۔'' معاذ کے لہجے میں ہرگز کوئی گنجائش تو تھی ہی نہیں جو تذلیل اور تضحیک کا عنصر تھا اس نے پرنیاں کو اتنی بے دردی سے کانٹوں پہ گھسیٹا تھا کہ وہ لمحوں میں لہولہان ہو گئی تھی، ذلت اور خفت کا وہ عالم کہ وہ فوری طور پہ کوئی ری ایکشن دینے کے قابل بھی نہ رہ پائی، بس دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ ساکن بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔

''سنا نہیں ہے تم نے؟ اس اپارٹمنٹ میں اس کے علاوہ بھی کمرے ہیں، کہیں بھی ٹھکانا کر لو اپنا۔'' وہ پھر پھنکارا تھا، پرنیاں جیسے اس لمحاتی سکتے کی کیفیت سے باہر آ گئی، وہ ایکدم جھٹکا کھا کر اٹھی تھی اور ایک لفظ کہے بغیر بیڈروم کا دروازہ بھاگتے ہوئے پار کر لیا تھا، اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، معاذ سے اسے اس درجہ رہانت کی ہرگز توقع نہیں تھی، ہتک کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ بنا سوچے سمجھے اپارٹمنٹ کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر آ گئی، دل و دماغ حواسوں میں تھے نہ قابو میں، رات کا سنسان پہر اور طویل راہداری جس میں سناٹا بولتا تھا، زار و قطار بہتی آنکھوں کے ساتھ وہ پاگلوں کی طرح اس ویران راہداری میں دوڑتی چلی گئی، تیز اور تیز...... انسلٹ کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ پھر سے معاذ کو اپنی شکل نہیں دکھانا چاہتی تھی، ایسی ہیجانی کیفیت میں اس شدید غلطی کا احساس کہاں رہا تھا کہ وہ انجان جگہ پہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی ہے، بس اس پل تو ایک ہی خواہش تھی کہ معاذ سے اتنی دور چلی جائے کہ پھر وہ اس کی شکل تک نہ دیکھ سکے، معاً اسے ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل گرنے سے بامشکل بچی تھی، اس نے سنبھل کر دیکھا

تو ٹھوکر لگنے کی وجہ سمجھ میں آئی تھی، نشے میں دھت وہ گرانڈیل وجود کا کوئی آدمی تھا جو سیڑھیوں کے آغاز پہ یوں پھیل کر لیٹا ہوا تھا جیسے اپنے بیڈ پہ محو استراحت ہو، پرنیاں بدک کر اس سے فاصلے پہ ہوئی مگر یہ فاصلہ بڑھا نہیں پائی تھی، وہ شرابی اسے دیکھ چکا تھا اور اب بدمست بیل کی طرح سے ہی اٹھ کر اس پر جھپٹا تھا، ساتھ میں وہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا، اس کے منہ سے اٹھتے تیز بو کے بھبکے، پرنیاں کے حواس مختل کر کے رکھ گئے، اسے اپنی فاش غلطی کا احساس یکلخت جاگا تو لہو رگوں میں منجمد ہونے لگا تھا، وہ زور سے چیخی اور اپنا آنچل اس سے چھڑا کر الٹے قدموں دوڑی، چند قدم کے فاصلے کو طے کر کے ہی اس کی گردن میں کوئی پھندا سا پڑ گیا تھا، اس نے تھرا کر پلٹ کر دیکھا، اس کے دوپٹے کا ایک سرا اس عفریت کے ہاتھوں میں تھا اور وہ قہقہے لگاتا اٹھ کر اس کی جانب آ رہا تھا، پرنیاں نے ایک جھٹکے سے دوپٹہ اپنی گردن سے الگ کیا تھا اور اگلے لمحے پھر سرپٹ بھاگی تھی، بار بار پیچھے کو مڑ کر دیکھتی ہوئی وہ شکار ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر زخمی ناگ کی مانند پھنکارتا اس کے پیچھے لپکا تھا پرنیاں کے قدموں کی رفتار میں ہی نہیں دل کی دھڑکن کی رفتار میں بھی تیزی آئی تھی، تبھی وہ اپنی جھونک میں دوڑتے کسی سے بہت زور سے ٹکرائی مارے خوف کے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی، تڑپ کر پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے آنسوؤں سے جل تھل آنکھوں کو اٹھایا، چہرے پہ غصے اور برہمی کے سب آثار لئے، معاذ حسن اس کے روبرو تھا، اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر وہ اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا واپس لایا تھا اور دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اسے بے دردی سے پیچھے دھکیلا اور خود دروازہ لاکڈ کرنے لگا۔

"تمہیں میں نے بیڈ روم سے نکالا تھا، اس گھر اور اپنی زندگی سے نہیں مگر تمہیں شاید میرے گھر اور میری زندگی میں بھی رہنا گوارا نہیں ہے، پابندی سے نفرت ہے نا تمہیں، ویسی ہی نفرت جیسی مجھ سے کرتی ہو ہے نا۔" وہ سرخ دہکتی آنکھوں کو اس پہ لگا کر پھنکارا، پرنیاں اس قابل بھی نہیں تھی کہ جواب دے سکی، آنسو اسی رفتار سے بہہ رہے تھے اور جسم یوں کانپ رہا تھا جیسے خزاں رسیدہ پتہ، ان طعنوں سے یہ ہوا کہ اس کے رونے میں شدت آ گئی تھی، معاذ کا غصہ کچھ اور بڑھا۔

"دوپٹہ کہاں ہے تمہارا؟" اس کا لہجہ ہی نہیں نظریں بھی کاٹ دار تھیں، پرنیاں جیسے زمین میں گڑھ کر رہ گئی تھی، اب وہ رونا بھی بھول گئی تھی گویا، معاذ کچھ دیر انہی خون ریز نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر تنفر زدہ انداز میں پلٹ کر اندر چلا گیا، پرنیاں وہیں پڑی سلگتی کڑھتی اور سسکتی رہی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح اس کی آنکھ اتنی تاخیر سے کھلی تھی کہ نماز قضا ہو چکی تھی، پرنیاں نے ٹائم دیکھا تھا اور بے دلی سے وہیں پڑی رہی، کروٹ بدلی تو اپنے جسم پہ کمبل کی موجودگی اسے قدرے حیران کر گئی تھی، یقیناً یہ معاذ کی کرم فرمائی تھی۔

(یقیناً سوچتے ہوں گے میں ٹھنڈ سے اکڑ کر مر نہ جاؤں، پھر آپ مشق ستم کس پہ توڑیں گے اور کیا ہو سکتی ہے اس نوازش کی وجہ)۔

اسی کے ہونٹوں پہ زخمی مسکان بکھر گئی تھی، رات جانے کتنی دیر تک وہ جاگتی اور روتی رہی تھی، اس کا شمار ان لوگوں میں ہوا تھا، جو ہمیشہ آزمائے جاتے ہیں، وہ بھی ہمیشہ تشنہ اور مضطرب رہنے کو دنیا میں بھیجی گئی تھی شاید...... اس کے ہونٹوں پر اضمحلال سا آ کر ٹھہر گیا، پتہ نہیں وہ اس سب سے سمجھوتہ نہ کر سکی تھی،

اس نے اٹھتے ہوئے کھلے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دی تو اپنی آنکھوں کی جلن کا احساس ہوا تھا، پیروں میں سلیپر اٹھا کر وہ واش روم میں آئی تھی، منہ ہاتھ دھو کر وہیں کھڑے کھڑے بالوں کو بھی سلجھا کر کیچر لگا لیا، پھر کچن کا رخ کیا تھا، وہ کل سے بھوکی تھی اب پیٹ کی وہ حالت تھی گویا اندر آگ لگی ہو، فریج کھول کر اس نے بریڈ مکھن اور دودھ کا پیکٹ نکال لیا تھا، چائے کا پانی رکھ کر اس نے بریڈ کا پیکٹ کھول کر سلائس پہ بٹرنگ کرنا شروع کی، اس دوران پانی کھول اٹھا تھا، دودھ ڈال کر جوش دیا پھر چائے چھان کر مگ میں نکالی اور خود ٹیبل کے پاس آ گئی، ناشتے کے دوران وہ اپنے سیل پہ بھی میسج چیک کرتی رہی تھی، جس وقت وہ کچن سمیٹ کر نکل رہی تھی معاذ بھی کمرے سے باہر آیا تھا، شرٹ سے بے نیاز گلے میں تولیہ لٹکا ہوا، سیل فون کان سے لگائے وہ ہنستے ہوئے باتوں میں مصروف تھا، پرنیاں واپس کچن میں آ گئی، اس کے لئے ناشتہ تیار کرتے وہ دوپہر کے کھانے کا مینو سوچنے لگی تھی، معاذ ناشتے میں پراٹھا اور آملیٹ بھی لیتا تھا، شاہ ہاؤس میں ناشتے میں اتنی ورائٹی ہوا کرتی تھی، وہ تھوڑا تھوڑا سہی بھی کچھ ضرور چکھتا، اس وقت پرنیاں نے اس کے لئے فریش جوس کے ساتھ چائے بوائل انڈے اور سلائس تیار کیے تھے، پراٹھے اور آملیٹ کے جھنجھٹ میں وہ پڑنا نہیں چاہتی تھی، وہ ٹرے اٹھائے باہر آئی تو معاذ نک سک سے تیار ہو چکا تھا، پرنیاں نے ٹرے اس کے سامنے رکھ دی، جسے نظر انداز کیے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"دروازہ بند کر لو، جب تک میں تمہیں کال کر کے دروازہ کھولنے کا نہ کہوں کھولنا نہیں ہے، سیل تو لائی ہو نا ساتھ---؟" وہ کتنے نارمل انداز میں بات کر رہا تھا، جیسے رات کی کسی تلخی کو یاد رکھے ہی نہ ہو۔

"جی! آپ ناشتہ تو کر لیں۔" پرنیاں نے بھی خود کو سنبھال کر اور کسی قدر جبر کر کے کہا تھا۔

"میں باہر جا رہا ہوں، کچھ کام ہے۔" اس کی بات کا جواب دیئے بغیر وہ اپنی کہہ رہا تھا، پرنیاں نے جواب میں کچھ نہیں کہا، وہ اس کے پیچھے دروازہ بند کرنے چلی آئی تھی۔

"اکیلی باہر نکلنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ یہ پاکستان نہیں ہے، یہاں راہ گیر کسی کو مشکل میں دیکھ کر بھی رکنا پسند نہیں کرتے۔" اس کا لہجہ زہر خند تھا، پرنیاں کی پلکیں جھکی تھیں اور چہرے پہ خفت سی چھا گئی، معاذ کے جانے کے بعد اس نے دروازہ لاکڈ کیا تھا اور تھکے ہوئے قدموں سے واپس آ گئی، اس کے سیل پہ زینب کی کال آ رہی تھی، پرنیاں نے بوجھل دل کے ساتھ فون ریسو کیا تھا۔

"السلام علیکم!۔"

"وعلیکم السلام! کیا حال ہے جناب، سنا ہے آپ اس وقت لندن کی سیاحت پہ نکلی ہوئی ہو، لالے کا کیا حال ہے؟"

"الحمدللہ، سب ٹھیک ہے۔" اس کا لہجہ و انداز رسانیت سے پر تھا۔

"کہاں ہیں لالہ؟ بات کرواؤ نا ان سے۔"

"ابھی باہر نکلے ہیں، آئیں گے تو خود کال کر لیں گے تمہیں۔"

"وہ اکیلے کہاں چلے گئے بھئی؟ اکیلے گھومنے تھوڑی آئے ہیں وہ، تمہیں ساتھ جانا چاہیے تھا۔" زینب کا انداز ناصحانہ تھا، پرنیاں کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"سنو تمام اچھی جگہوں پہ جا کر اسنیپس ضرور بنوانا، تمہارے بچے بڑے ہو کر دیکھیں گے ان کے ابا اتنے رومینٹک تھے، انہیں خود احساس ہو جائے گا۔" زینب ہنس رہی تھی، پرنیاں اس کا ساتھ نہ دے سکی،

چند مزید باتوں کے بعد زینب نے فون بند کیا تو پرنیاں نے دکھی انداز میں سیل سائیڈ پہ ڈال دیا تھا، جانے کیوں اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی تھیں، وہ نہیں جانتی تھی معاذ کو کس وقت گھر پہ آنا تھا، اس کے باوجود اس نے پہلے بیڈروم میں آ کر وہاں ڈسٹنگ کی تھی پھر کچن میں آ کر دوپہر کے لئے کھانے کی تیاری کرنے لگی، چکن اور چاول موجود تھے معاذ نے یہاں آنے کے بعد ہی کل ضرورت کی تمام چیزیں لا کر کچن میں رکھ دی تھیں، پرنیاں نے بریانی پکانے کا ارادہ کیا تھا، ساتھ میں رشین سیلڈ اور میٹھے میں کھیر، وہ جانتی تھی معاذ کو دیسی فوڈ پسند تھا، ڈیڑھ گھنٹہ کچن میں مسلسل مصروف رہنے کے بعد وہ باہر آ گئی تھی، بیگ کھول کر اپنا ایک سوٹ نکالا اور باتھ لے کر پہن لیا، کرنے کو کچھ نہیں تھا اب اور اس سے وقت کاٹنا دشوار ہو رہا تھا، کچھ نہ سوجھا تو ٹی وی آن کر لیا، مگر مطلب کا ایک بھی پروگرام نہیں تھا جبھی بہت جلد اکتا گئی، اسی دوران سارا دن گزر رہا تھا، وہ دوپہر کو تو کیا شام کو بھی نہیں آیا تھا، پرنیاں کو اس کے انتظار کی جگہ جھنجھلاہٹ اور پھر غصہ آنے لگا تھا، رات کا اندھیرا خنک لندن کی فضاؤں میں پر پھیلانے لگا تھا جب وہ اس کی ہدایت کو فراموش کیے دروازے تک آئی اور بالٹ گرا کر باہر جھانکا راہداری ہنوز سنسان تھی، پتہ نہیں اس فلور میں صرف معاذ کا ہی اپارٹمنٹ آباد ہوا تھا۔ اس نے گہرا سانس بھر کے درواز بند کر دیا، کسی خیال کے تحت وہ اندر آئی اور سیل پہ معاذ کا نمبر ڈائل کیا تھا، بیل جاتی رہی مگر وہ کال پک نہیں کر رہا تھا، پرنیاں عجیب سے احساسات کا شکار ہو کر رہ گئی، اس نے دوبارہ اس کا نمبر ڈائل کیا مگر صورتحال وہی تھی، وہ ہاتھ میں سیل لئے بیٹھی سیل فون کی اسکرین کو گھورتی رہی، تب ہی موبائل خود سے گنگنا اٹھا تھا، نمبر کوئی انجان تھا اس نے بے دلی سے کال ریسو کی تھی۔

''کیا حال ہے بیٹے؟'' دوسری جانب مما تھیں، پرنیاں کا دل ایکدم بھر سا گیا۔

''انہیں آپ نے فورس کیا تھا مما کہ وہ مجھے یہاں لے کر آئیں؟''

''کیا ہوا بیٹے خیریت؟'' مما فطری طور پر اس سوال سے پریشان ہو اٹھی تھیں۔

''ایسی کوششوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے مما کم از کم وہاں آپ کے پاس میں تنہائی کا شکار تو نہیں تھی۔'' اس کے لہجے میں کچھ ایسی لاچاری اور اضطراب تھا کہ مما دوسری جانب سن سی ہو کر رہ گئیں۔

''کہاں ہے معاذ؟''

''وہ صبح سے نکلے ہوئے ہیں، شاید انہیں میری صورت دیکھنے کی بھی خواہش نہیں ہے۔'' وہ کسی طرح بھی خود پہ قابو نہیں رکھ سکی تھی اور رو پڑی، پتہ نہیں مما سے وہ کیوں اتنی اپنائیت محسوس کرتی تھی کہ اپنا دکھ ان سے چھپا کے رکھ ہی نہیں سکتی تھی، اس سے قبل کہ مما کوئی جواب دیتیں کسی نے سیل فون اس سے جھپٹ لیا تھا، پرنیاں نے سراسیمگی سے پلٹ کر دیکھا اور معاذ کو غیض و غضب کی تصویر بنے اپنے روبرو پا کے دم اس کے حلق میں اٹک گیا تھا۔

''میری ماں کو اس طرح پریشان کرتے اور میری شکایتیں لگاتے شرم بہرحال تمہیں نہیں آتی ہو گی۔'' وہ پھنکار کر کہہ رہا تھا، پرنیاں ساکن بیٹھی رہ گئی، خفت کے احساس نے اسے سرخ کر ڈالا، جو بھی تھا بہرحال اس کی پوزیشن واقعی آکورڈ تھی، سر جھکائے وہ ہونٹ کچلتی رہی، معاذ کچھ دیر اسے سلگتی نظروں سے دیکھتا رہا پھر سیل فون صوفے پہ پٹخ کر تنفر زدہ انداز میں پلٹ کر چلا گیا تھا، پرنیاں بے دم سی ہو کر وہیں لیٹ گئی تھی۔

☆☆☆

میں نے تم سے
تمہیں مانگا
تو تم مسکرا دیئے
تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے
میری جان!
اپنی چیزیں بھی بھلا مانگی جاتی ہیں

اس نے ایک تھکا ماندا سانس کھینچا اور کتاب بند کر کے سیٹ کی بیک سے ٹیک لگالی، اسے کچھ کتابیں درکار تھیں پچھلے کئی دن سے ہر روز مسز آفریدی سے کہتی مگر ان کے پاس تو ایسا ویسا ہی ٹائم نکلتا تھا۔

''تم خود چلی جاؤ نا جنی۔'' انہوں نے کل اسے کہا تھا، وہ چلی جاتی اگر جہان اسے بالخصوص منع نہ کر چکا ہوتا، اب درمیانی راستہ اس نے یہ نکالا کہ شوفر کے ساتھ آ گئی تھی، کتابیں اس کی بنیادی ضرورت تھیں اگر نہ پڑھتی تو شاید سوچیں اسے پاگل کر دیتیں، مارکیٹ میں گھوم پھر کے مطلوبہ بکس خریدنے کے بعد وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی تو کتاب کی ورق گردانی کرتی ہوئی، وہ ایک جگہ تھم سی گئی تھی، پھر جیسے تھکن کا احساس اندر تک سرائیت کر گیا تھا، گاڑی جھٹکے لگا کر رکی تب وہ چونکی تھی، ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش میں ناکام ہو کر گاڑی سے اتر رہا تھا۔

''کیا ہوا خان چاچا؟'' اس نے الجھ کر ڈرائیور سے سوال کیا تھا۔

''ام کو لگتا ہے بی بی صاحب گاڑی کے انجن میں خرابی پیدا ہو گیا ہے، خیر ام دیکھتا ہے۔'' ڈرائیور دروازہ کھلا چھوڑ کر ڈگی کھول کر جھک گیا کچھ دیر بعد وہ پھر اس کے روبرو تھا۔

''بی بی صاحب ام آپ کو ٹیکسی کرا دیں آپ گھر چلی جاؤ، گاڑی ورکشاپ لے جانا پڑے گا۔'' ڈرائیور کی اطلاع پہ ژالے ٹھنڈا سانس بھر کے گاڑی سے اتر آئی۔

''آپ گاڑی میں بیٹھو بی بی صاحبہ ام ٹیکسی لے کر پھر......''

''آپ پریشان نہ ہوں چاچا میں ٹیکسی کر لیتی ہوں۔'' ڈرائیور کو مطمئن کر کے سڑک کے دوسری سمت آ گئی، ادھر ٹیکسی کے ملنے کا زیادہ امکان تھا مگر ٹیکسی مل کے نہیں دے رہی تھی، وہ دس منٹ کے انتظار کے بعد پریشان ہونے لگی تھی، یہ پریشانی اس وقت سراسیمگی میں بدل گئی جب دن دھاڑے اسے باقاعدہ اغواء کرنے کی کوشش کی گئی، وہ نہیں جانتی تھی وہ غنڈے کون تھے اور کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے تھے، اس کی جان تو ہوا وہاں غیر متوقع طور پہ جہان کو پا کر ہوئی تھی، اس کی مزاحمت اور چیخ و پکار کے نتیجے میں وائیٹ مرسڈیز تیزی سے بھاگتے ہوئے رکی تھی اور جہان بہت عجلت میں نکل کر ان غنڈوں سے بھڑ گیا تھا، پھر ایک گھمسان کا رن پڑا تھا، ژالے فاصلے پہ کھڑی اس یکایک بدل جانے والی صورتحال پہ ہراساں کانپتی اور روتی رہی تھی، وہ تین غنڈے تھے، جن کا جہان نے مار مار کر حشر بگاڑ دیا تھا، ارد گرد ایک جم غفیر اکٹھا ہو چکا تھا، جو کبھی لڑنے والوں کو زبانی کلامی روکتا کبھی فساد کی اصل جڑ ژالے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر سرگوشیوں میں کچھ کہتا تھا، ژالے تو ہر لحہ زمین میں گڑتی جا رہی تھی، بالآخر یہ جھگڑا

تمام ہوا تھا، جہان غصے میں بھرا ہوا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ ایک طرح سے اسے پھینک دیا تھا، ژالے خوف اور بے بسی سے کانپتی خائف نظروں سے اسے دیکھنے لگی، جہان کی اپنی حالت خراب ہو چکی تھی، قیمتی سوٹ صرف گرد آلود ہی نہیں ہو رہا تھا ایک دو جگہ سے رگڑ لگنے کے باعث پھٹ بھی گیا تھا، اس کا داہنا ہاتھ زخمی ہوا تھا اور ماتھے پہ بھی چوٹ کا نشان تھا، ژالے اس کا بہتا خون دیکھ کر جیسے سب کچھ بھول گئی۔

''شاہ آپ کے زخم سے بلیڈنگ ہو رہی ہے۔'' فکرمندی اس کے لہجے سے عیاں تھی، اس نے بے حد تشویش میں گھر کر جہان کے زخم کو چھونا چاہا تھا، جہان نے نہایت تلخی بھرے انداز میں اس کا ہاتھ زور سے جھٹک دیا۔

''اس ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ زور سے پھنکارا، ژالے کی نگاہ اس کے چہرے کے تاثرات پہ پڑی تو ایک دم خائف نظر آنے لگی تھی۔

''مم...... میں اکیلی نہیں آئی تھی ڈرائیور......''

''جسٹ شٹ اپ، میں نے ہرگز آپ سے کوئی وضاحت نہیں مانگی، مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے آپ کس نیچر کی مالک ہیں۔'' جہان کے آگ برساتے لہجے میں کاٹ دار طنز کی تلخی اور سرد مہری تھی، ژالے اپنی جگہ پہ کٹ کر رہ گئی تھی۔

جہان بہت ریش ڈرائیو کرتا ہوا گھر پہنچا تھا، گیٹ کھول کر وہ گاڑی پورٹیکو میں لے آیا، ژالے چہرہ سر جھکائے مضمحل سی بیٹھی تھی، جہان اس پہ توجہ دیئے بنا گاڑی کا دروازہ کھولنے کے بعد اتر کر چلا گیا، ژالے بھی بددلی سے اس کے پیچھے آئی تھی، جہان سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ اپنا حلیہ درست کرنا چاہتا ہوگا، ژالے وہیں لاؤنج کے صوفے پہ ٹک گئی، لاؤنج کے ایک کونے میں ہی گھومتا ہوا زینہ اوپر جہان کے بیڈروم میں جاتا تھا، وہ گویا اسی کی منتظر تھی، پندرہ منٹ بعد جہان دوسرے لباس میں نیچے آتا نظر آیا تھا، ژالے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''چلیں؟'' وہ مضطرب نظروں سے اسے دیکھنے لگی، جہان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''کچھ دیر رکیں میں کچھ کھا لوں، بھوک لگی ہوئی ہے مجھے۔'' وہ مارے باندھے جواب دیتا کچن کے دروازے سے نکل گیا، ژالے وہیں بیٹھی رہ گئی پھر کچھ خیال آنے پہ اس کے پیچھے کچن میں آئی تو جہان فریج کا دروازہ کھولے کھڑا تھا، شکل پہ عجیب سی جھنجھلاہٹ سوار تھی، ژالے کو سمجھنے میں محض ایک لمحہ لگا اسے کھانے کو کچھ میسر نہیں آیا تھا۔

''آپ بیٹھیں میں کچھ بنا دیتی ہوں آپ کے لئے۔'' وہ کسی طرح بھی اپنی خدمات پیش کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی، جہان نے حیرانی سے مڑ کر دیکھا پھر چہرے پہ نو لفٹ کا بورڈ سجا لیا۔

''اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے آپ چلیں میں چھوڑ کر آؤں آپ کو۔'' باسکٹ سے ایک سیب اٹھا کر بائٹ لیتا ہوا وہ باہر آ گیا، ژالے نے ان سنی کر دی تھی، فریج کے بعد اس نے کیبنٹ کھول کر دیکھے، ضرورت کی تقریباً ہر شے موجود تھی، اس نے جہان کے منع کرنے کے باوجود خود کو کام میں مصروف کر لیا تھا، اگلے آدھے گھنٹے بعد وہ قورمے مٹن کے ساتھ رائتہ پھلکے اور سلاد سجا کے ٹرے اس کے سامنے رکھ رہی تھی، جہان جو ٹی وی لاؤنج میں صوفے پہ نیم دراز تھا ٹرے پہ نگاہ ڈالتے ہی واضح حیرانی اس کے

دلکش آنکھوں میں امڈ آئی تھی۔

''کھائیں آپ، میں پیپسی لے کر آتی ہوں۔''

''میں پیپسی نہیں پیتا، پانی لائیے گا۔'' جہان نے خود کو سنبھال کر اسے ٹوکا تھا ژالے سر ہلاتی پلٹ گئی تھی، جہان نے نوالہ توڑا سالن بے حد ذائقہ دار تھا، وہ دل ہی دل میں اچھا خاصا حیران ہوا تھا، وہ پانی لے کر آئی تو جہان نے اسے بھی کھانے کی دعوت دی تھی، جسے ژالے نے مسکرا کر ٹال دیا تھا، جب تک وہ کھانے میں مصروف رہا تھا، ژالے نے محض خود کو اس کی وجاہت اور خوبروئی کے سحر سے بچانے اور اپنی دھڑکنوں کو اعتدال میں رکھنے کی خاطر بکھرا ہوا لاؤنج سمیٹ دیا تھا، کشن کی ترتیب درست کی، کافی اور چائے کے مگ اٹھا کر دھو کر کچن میں رکھے، میگزین سمیٹ کر ٹیبل پہ رکھے، فرنیچر سے گرد صاف کی۔

''آپ چائے پئیں گے یا کافی؟'' جہان کے آگے سے خالی برتنوں کی ٹرے اٹھائے وہ آہستگی سے بولی تھی۔

''اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے، اب چلیں میں آپ کو چھوڑ آؤں۔''

جہان نیپکن سے ہاتھ پونچھنے کے بعد ہونٹوں کو دبا کر خشک کر رہا تھا، ژالے نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا، جبھی وہ اسے دیکھے گئی تھی۔

''یہ زحمت نہیں ہے شاہ! آپ صرف پانچ منٹ ویٹ کریں میں لاتی ہوں۔'' جہان اب کے کسی قدر جھنجھلایا تھا مگر کچھ بولا نہیں تھا، وہ ہوا کے جھونکے کی مانند باہر نکل گئی پھر جہان نے کافی کے ایک مگ کو کچھ اچنبھے سے دیکھا تھا۔

''آپ کو کافی نہیں پینی تھی تو چائے بنا لیتی۔''

''میں چائے بھی نہیں پیتی۔'' وہ مسکرائی جہان کچھ لمحے اسے دیکھے گیا، گلابی پھولوں جیسی بے حد حسین لڑکی، جس کے شادابی اور جاذبیت کو چھو کر محسوس کرنے کی خواہش خوامخواہ ہی دل میں اترنے لگتی تھی، ژالے نے اس کی نگاہوں کا اٹھنا اور ٹھہرنا محسوس کیا تو دل معمول سے ہٹ کر دھڑکا اور پلکوں پہ جیسے منوں بوجھ آ گرا۔

''آئی ایم ساری، آج میری وجہ سے......''

''اس کی ضرورت نہیں، آپ کی جگہ اگر وہاں کوئی اور بھی لڑکی ہوتی تو میں یقیناً اسی طرح سے اس کی مدد کرتا، یہ میرا اخلاقی فریضہ تھا، کوئی احسان نہیں کیا آپ پہ۔'' وہ ایک بار پھر خشک اور سرد سا ہو گیا تھا، ژالے کا رنگ لمحوں میں پھیکا پڑ گیا، وہ جیسے کسی اذیت کی اتھاہ میں ڈوب کر ابھری، وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی، جہان نے خالی مگ رکھتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا، وہ پتھر کے مجسمے کی مانند ساکن نظر آتی تھی۔

''اب چلنا چاہیے، ایسا نہ ہو آپ کی مما آپ کی تلاش میں یہاں چھاپہ ماریں اور مجھ پہ فرد جرم کی ایک طویل فہرست تیار کر لیں۔''

ژالے نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی، وہ گم صم سی اس کے ساتھ چلتی آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

(مجھے لگتا ہے شاہ میں ساری عمر اپنی ساری توانائیاں بھی لگا دوں تو آپ کا دل نہیں جیت سکتی اور اس سے بڑھ کر میرے لئے اذیت انگیز بات اور کوئی نہیں ہو سکتی)۔

جہان کے اسٹیرنگ پہ جے ہاتھوں پہ نظریں جمائے وہ مایوس و دل گرفتہ سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

بے مقصد سڑکوں پہ پھرتے اسے صبح سے شام ہونے کو آئی تھی، ایک بار پھر وہ آوارہ گردی پہ نکلا ہوا تھا اور جیسے خود سے پرنیاں سے بھاگتے بھی تھک گیا تھا، موسم سرد تھا، خنک ہوا میں اب برف کے اکا دکا ستارہ نما گالے شامل ہو چکے تھے، اس نے لانگ کوٹ پہن رکھا تھا، پھر بھی سردی اس کی ہڈیوں میں موجود گودے کو بھی جمانے پہ کمر بستہ تھی، اس نے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال لئے وہ چلتا ہوا خشک گھاس کے ایک ویران قطع کی جانب آیا جہاں لکڑی کا ایک خوبصورت سفید بنچ پڑا ہوا تھا، ہوا میں سفید گالوں کی آمیزش بڑھ رہی تھی، وہ بنچ پہ گری برف جھاڑ کر وہیں گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا، برف باری اب باقاعدہ شروع ہو چکی تھی، کچھ ہی دیر میں برف نے تمام پارک کو ڈھک لیا، وہ بے دل سا وہیں بیٹھا اطراف میں نظریں دوڑتا رہا، درختوں کی ٹہنیاں برف کے بوجھ سے بھاری ہو کر جھک رہی تھیں، برف گرنے کے مخصوص آواز ماحول کا حصہ تھی، آسمان سرخ انگارہ ہو رہا تھا، اس کی رتجگوں کی مظہر آنکھوں کی طرح، کل رات اس کا ایک بار پھر پرنیاں سے شدید جھگڑا ہوا تھا، لزا سے اس کا ٹکراؤ بالکل اتفاقی تھا، معاذ اپنی ضرورت کی اشیاء خرید کر واپس اپارٹمنٹ آ رہا تھا جب لزا اس سے ٹکرا گئی تھی، وہ شاید نشے میں تھی، مگر اس نے اسے لمحوں میں پہچان لیا تھا اور بہت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا۔

”کیا تم مجھے سہارا دو گے؟ ایکچوئلی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ اسے اپنی مجبوری بہت بے بس سے انداز میں بتا رہی تھی، معاذ نے خود بھی دیکھا تھا اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

”تمہیں ڈرنک نہیں کرنی چاہیے تھی لزا۔“ معاذ نے اسے ٹوکا تھا، جواب میں وہ ہنس پڑی تھی۔

”میں نے ڈرنک نہیں کی شائی بوائے رئیلی، تم اگر مجھے سہارا نہیں دینا چاہتے تو منع کر دو، میں برا نہیں مانوں گی مگر مجھ پہ کم از کم الزام تو نہ لگاؤ۔“ معاذ کھسیا گیا تھا، پھر اسی خفت کو مٹانے کی خاطر وہ نا چاہتے ہوئے بھی لزا کو اس کے کمرے تک پہنچانے کی حامی بھر لی تھی، شومئی قسمت کہ اس کے انتظار میں پریشان ہوتی پرنیاں نے بالکونی سے انہیں دیکھ لیا تھا، نظر تو معاذ کی بھی اس پہ پڑ گئی تھی، وہ جتنا بھی جز بز ہوا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ اب وہ لزا کو اس وجہ سے نہیں چھوڑ سکا تھا کہ پرنیاں کیا سوچے گی، وہ جو بھی سوچتی اسے پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی، پرنیاں کے ششدر ساکن وجود پہ نگاہ غلط انداز ڈالے بنا وہ لزا کے اپارٹمنٹ میں چلا گیا تھا۔

”ابھی مت جاؤ نا پلیز، اتنے عرصے بعد ملے ہو کچھ دیر تو بیٹھو۔“ معاذ جیسے ہی واپسی کو پلٹا تھا، لزا نے اسے ٹوک دیا تھا۔

”نہیں رات بہت ہو گئی ہے، میں چلتا ہوں۔“

”تم اب بھی اتنے ہی پرہیز گار ہو حسن۔“ وہ اسے پیاسی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی، معاذ نے ہونٹ بھینچ لئے اور کچھ کہے بغیر پلٹ آیا تھا، اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے پہ رک کر اس نے دروازہ ناک کیا تھا، ایک بار دو بار تین بار مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا، معاذ نے جھنجھلا کر پرنیاں کے سیل پہ کال کی تھی، مگر وہ کال بھی ریسو نہیں کر رہی تھی، معاذ کا طیش آسمان کو چھونے لگا تھا اس پل جب پرنیاں کا ٹیکسٹ اس نے وصول کیا تھا۔

(اسی حرافہ کے پاس جائیں واپس، میں دروازہ نہیں کھولوں گی سمجھے آپ)۔

معاذ کا دماغ گھوم کر رہ گیا، اس نے مشتعل ہو کر ایک زوردار ٹھوکر بند دروازے کو رسید کی تھی، معاً اسے یاد آیا، اس کے پاس ڈپلی کیٹ کی موجود ہے، اپنی یادداشت کو کوستا ہوا وہ دروازہ ان لاک کر کے اندر آیا تو اس کا دماغ غصے کی زیادتی سے دہک رہا تھا۔

”دماغ ٹھیک تھا تمہارا؟ کیا بکواس کر رہی تھیں تم ابھی۔“ پرنیاں ٹی وی آن کیے بیٹھی تھی، اسے اپنے سر پہ سوار دیکھ کر پہلے حیران ہوئی پھر بھڑک اٹھی تھی۔

”آپ اندر کیسے آئے؟“

”واٹ نان سنس؟“ وہ چیخ پڑا۔

”مجھے ہاتھ مت لگائیں، ڈرنک کی ہوئی ہے نا آپ نے۔“ وہ ناک پہ دوپٹہ رکھ کے بدک کر پیچھے ہوئی، معاذ توہین اور طیش سے بپھر اٹھا تھا، اسکا ہاتھ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ گیا تھا، اس کے طمانچے کے بعد پرنیاں لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

”کیا سمجھتی ہو تم خود کو بہت پارسا؟“ وہ حلق کے بل غرایا تھا، پرنیاں گال پہ ہاتھ رکھے ششدر کھڑی تھی۔

”آج کے بعد میرے متعلق کوئی ایسی فضول بات کی تو جان سے مار دوں گا سمجھیں؟“ وہ پھنکارا پرنیاں کا سکتہ ٹوٹ گیا، ٹپ ٹپ کئی آنسو اس کی آنکھوں سے برسے تھے، کیا نہ تھا اس کی نظروں میں، تاسف، رنج، غیر یقینی، ملال، معاذ نے زور سے سر جھٹکا اسی تنفر انداز میں پلٹ کر بیڈ روم میں آ گیا، غصے بھرے انداز میں کوٹ اتارتے وہ اچانک چونک گیا، سگریٹ، پرفیوم کی مہک کے ساتھ اس کے کوٹ میں اک اور بھی مہک آئی تھی، ام الخبائث کی مہک، یہ یقیناً لزا کی قربت کا شاخسانہ تھا کہ اس کے بھیگے لباس کی مہک، اس کے کپڑوں میں بس گئی تھی، پتہ نہیں وہ کس عیاشی کے بعد لوٹی تھی اور پرنیاں کی حساس قوت شامہ نے اس ناگوار بو کو بہت سرعت سے محسوس کیا تھا، معاذ کے اندر ایک عجیب سا تاسف اور خجالت بیک وقت اتری تھی، شاید نہیں یقیناً وہ پرنیاں کے ساتھ زیادتی کر چکا تھا، یہ وہ لڑکی تھی جسے اس نے دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ چاہا تھا، جسے دکھ دینے کا تصور بھی اس کے آس پاس نہیں تھا کبھی مگر پھر حالات کچھ ایسی تیزی سے تبدیل ہوئے کہ سب کچھ درہم برہم ہو کر رہ گیا، اس میں پرنیاں کے نازک مزاج کا جتنا بھی ہاتھ ہو مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس پل معاذ کا چین رخصت ہو چکا تھا، یہ احساس ندامت ہی تھا کہ ہاتھ لینے اور چینج کرنے کے بعد وہ کمرے سے باہر آ گیا تھا، لاؤنج تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی، وہ صوفے پہ سکڑی سمٹی لیٹی تھی، لرزتا ہوا وجود اس کی گریہ وزاری کا گواہ تھا، معاذ کے دل پہ گرا بوجھ کچھ اور بھی گہرا ہو گیا، وہ آگے بڑھ آیا تھا پھر ہاتھ پھیلا کر اس کے چہرے سے کمبل سرکایا، اس کا اندازہ بالکل درست تھا، وہ ہنوز رو رہی تھی، بھیگی پلکیں، سرخ ہو کر حشر برپا کرتیں آنکھیں، معاذ اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکا، پرنیاں نے اپنے دوپٹے سے بے دردی سے آنسوؤں کو پونچھا۔

”مجھے بھوک لگی ہوئی ہے، کھانے کو ہے کچھ؟“ اسے کہنا کچھ اور تھا مگر زبان سے کچھ اور پھسل گیا تھا، پرنیاں کچھ دیر ساکن بیٹھی رہی پھر اپنی جگہ چھوڑ کر وہاں سے اٹھ گئی تھی، معاذ بددل سا وہیں اسی کی

جگہ پہ بیٹھ گیا، وہ لایعنی سوچوں میں اتنا گم تھا کہ اس کی واپسی کا علم نہیں ہوسکا۔

''بات سنو۔'' وہ ٹرے رکھ کر باہر جانے کو پلٹی تو معاذ نے بے اختیار پکار لیا تھا، پرنیاں تھم گئی تھی مگر اس کی جانب پلٹ کر نہیں دیکھا۔

''تم کھانا نہیں کھاؤ گی؟'' وہ کس قدر مدہم ہو کر بولا تھا۔

''نہیں۔'' پرنیاں نے تلخی سے کہا تھا اور کمرے سے نکل گئی، معاذ کچھ لمحوں کو ساکن بیٹھا رہ گیا، پھر اٹھا تھا اور اس کے پیچھے کچن میں آ گیا۔

''برتن اٹھالو مجھے کھانا نہیں کھانا۔'' وہ کافی کا پانی رکھتے ہوئے بولا تھا، پرنیاں نے بغیر کسی ردوکد کے ٹرے اٹھالی تھی اور خود جا کر پھر سے صوفے پہ لیٹ گئی، معاذ کے اندر یکلخت عجیب سا سناٹا اتر آیا، اسے پرنیاں کی یہ لاتعلقی توڑ کے رکھ گئی تھی، وہ یہ بھول گیا تھا کہ ابھی کچھ دیر قبل وہ خود اس کے ساتھ بھی زیادتی کر چکا ہے۔

''اسے میری پرواہ ہی نہیں ہے۔'' اس نے سخت طیش میں آ کر ہاتھ میں موجود کافی کا جار اور مگ دونوں ماربل کے پختہ فرش پہ پٹخ دیئے تھے، زوردار آواز گونجی اور دونوں ہی شیشے کے برتن ٹوٹ کر بکھر گئے، پرنیاں حیرانی کے عالم میں پھر سے بھاگی آئی تھی، معاذ کو سرخ چہرے کے ساتھ کچن سے نکلتے دیکھ کر وہ گہرا سانس بھر کے یہ نیا پھیلاوہ سمیٹنے میں جت گئی۔

اس کا سیل فون گنگنانے لگا تب وہ چونکا تھا، کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل نکالا، پاکستان سے مما کی کال تھی۔

''جی مما!'' وہ بولا تو اس کے منہ سے بھاپ کے بگولے سے نکلنے لگے، برف باری میں شدت آ گئی تھی، سڑک پہ دونوں اطراف اونچے درخت ایستادہ تھے جو اس وقت رات کی برف باری کی وجہ سے دور سے دیکھنے پہ سفید لباس میں ملبوس بوڑھوں کی طرح نظر آتے تھے، نہر کے پانی کی سطح پہ شفاف برف کی نرم تہہ جمی ہوئی تھی۔

''پرنیاں فون کیوں نہیں اٹھا رہی بیٹے؟'' مما آواز سے ہی پریشان لگتی تھیں، معاذ نے گہرا سانس کھینچا، پتہ انہیں ہر وقت پرنیاں کی ہڑک کیوں لگی رہتی تھی۔

''تم خود کہاں ہو؟ وہ گھر پہ اکیلی ہے کیا؟''

''میں گھر پہ ہی ہوں، پرنیاں واش روم میں ہے، باہر آتی ہے تو آپ کی بات کرا دیتا ہوں۔'' اس نے محض ان پریشانی کو دور کرنے کی خاطر جھوٹ بولا تھا، چند مزید باتوں کے بعد اس نے فون بند کیا اور گھر کی سمت ہو لیا تھا، وہ یقیناً جان بوجھ کر فون نہیں اٹھاتی تھی۔

راستے بھر وہ یہی سوچ کر تلملاتا رہا تھا، دروازہ ان لاکڈ کر کے وہ اندر آیا تو پرنیاں صوفے پہ اسی طرح کمبل میں لپٹی پڑی تھی، معاذ نے آگے بڑھ کر نہایت خراب موڈ میں اس کے اوپر سے کمبل کھینچا، پرنیاں نیند میں تھی یونہی پڑی رہی، معاذ کو تشویش نے گھیر لیا، وہ بے اختیار آگے بڑھ آیا تھا، اس کا سینے پہ دھرا ہاتھ پکڑ کر نبض کی رفتار محسوس کر رہا تھا، جب پرنیاں کی آنکھ کھلی، اسے یوں اندھیرے میں اپنے اوپر جھکے پا کر وہ قدرے بدحواس ہو کر چیخی تھی، کچھ اندھیرا تھا کچھ وہ ابھی تک نیند کے خمار میں تھی، معاذ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور کسی قدر جھنجھلا گیا۔

''سیل کہاں ہے تمہارا؟ سونے کے علاوہ بھی کوئی کام ہے تمہیں؟'' وہ جانے کیوں بھڑک گیا تھا، شاید پرنیاں کے نظر انداز کرنے کو اپنی توہین گردانا تھا کہ اسے کروٹ بدلتے دیکھ کر پھنکارا۔

''سونا بہر حال ان تھرڈ کلاس کاموں سے بہتر ہے جو لوگ کرتے پھرتے ہیں یہاں۔'' وہ گو کہ منہ میں بڑبڑاتی تھی مگر معاذ کی سماعت نے بہت خوبی سے اس کا فقرہ کیچ کیا تھا، اسے ہونٹ بھینچ کر خود پہ ضبط کرنا پڑا تھا۔

''مما کو کال بیک کرلو، پریشان ہیں تمہاری وجہ سے۔'' معاذ کوٹ اتار چکا تھا، اطلاع دے کر دروازے سے نکل گیا، پرنیاں کو اپنے سیل کی تلاش کرنی پڑی، معاذ کھانا ٹرے میں لے کر وہاں آیا تو پرنیاں صوفے پہ دونوں ٹانگیں چڑھائے بیٹھی کمبل میں چھپی مما سے بات کر رہی تھی۔

''یہاں سردی بہت ہے مما! مجھے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا یہاں کی سردی کی اتنی خطرناک ہے ورنہ اچھی طرح انتظام کر کے آتی۔'' معاذ نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا، اس کی چھوٹی سی ستواں ناک سرخ ہو رہی تھی۔

''انتظام تو آپ کے پاس موجود ہے، میرے بستر میں آ جاؤ، سردی کی شدت دم دبا کر بھاگ جائے گی۔'' وہ فون پہ بات کر کے فارغ ہوئی تو معاذ نے ریموٹ سے ٹی وی آن کرتے ہوئے اس کی جانب فقرہ اچھالا تھا، پرنیاں اپنے دھیان میں تھی مگر اس کی بات پہ پہلے غیر یقین سے اسے دیکھا تھا پھر اس کا چہرا جانے کس جذبے کے تحت سرخ پڑ گیا تھا، کچھ کہے بغیر کمبل ہٹا کر وہ ایکدم سے اٹھی، معاذ جو اسی صوفے پہ براجمان تھا ایکدم اس کی کلائی تھام لی۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' پرنیاں کو جھٹکا لگا تھا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' اس کا لہجہ بھینچا ہوا مگر سرد تھا۔

''اگر نہ چھوڑوں تو......؟'' معاذ نے اسے تپا کر حظ لینا چاہا۔

''آپ کو غلط فہمی ہے تو میں بتا دوں، یہ میں ہوں پرنیاں، آپ کی یہاں کی نیبر نہ وہ فرنگن ہوں نہ ہی پاکستان میں آپ پہ دل و جان لٹانے والی سستے جذبات رکھنے والی کوئی......'' اس کا تند خیز لہجہ بے حد شدید اور تنفر سے بھرپور تھا، وہ ہانپ سی گئی تھی۔

''میں جانتا ہوں۔'' معاذ نے مسکراہٹ ضبط کی اور اسے دیکھا تھا۔

''آپ نشے میں ہیں پھر، ڈرنک کی آپ نے پھر؟'' وہ نا صرف مشکوک ہوئی بلکہ ایک دم سراسیمہ بھی ہوگئی تھی، اس کے ہاتھ پہ معاذ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی یعنی وہ اس حد تک بدگمان تھی اس سے۔

''تم میرے بارے میں اتنا غلط کیوں سوچتی ہو ہمیشہ۔'' بے تحاشا امڈتے طیش کو دبا کر اس نے تھکن زدہ انداز میں سوال کیا تھا، مگر پرنیاں کے لبوں پہ زہر خند پھیل گیا تھا۔

''میں سوچتی نہیں ہوں، مجھے یقین ہے، حیرت بس اس بات پہ ہے کہ آپ مجھے کیوں ساتھ لے کر آئے؟ آپ نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ میں آپ کے بھیدوں سے واقف ہو جاؤں گی، یا پھر آپ مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ میں کچھ بھی جان لوں آپ کو فرق نہیں پڑتا؟'' اس کا لہجہ بوجھل تھا، پتہ نہیں طنز تھا یا دکھ سے معاذ سمجھنے سے قاصر رہا، اسے تو اس کے الفاظ نے آگ لگا دی تھی۔

''ہاں یہی حقیقت ہے کہ میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھتا، ویسے ہی جیسے تمہیں مجھ سے نہ محبت ہے نہ

کبھی ہو گی، کیوں نفرت کرتی ہو مجھ سے، میں نے بھی تو تم سے وجہ نہیں پوچھی، تم بھی اسی چیز سے سمجھوتہ کر لو تو بہتر ہو گا۔" وہ حلق کے بل چنگھاڑ رہا تھا، پھر تن فن کرتا اپنے کمرے میں جا گھسا، پرنیاں کتنی دیر ساکت رہی پھر اس کے ہونٹوں پہ اضمحلال بکھرنے لگا تھا، اس ساری رات وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پہ کروٹیں بدلتے اور جاگتے رہے تھے، پرنیاں تو باہر برستے آسمان کی طرح نیر بھی بہاتی رہی تھی مگر معاذ صرف سلگا تھا، جہان کی مغز ماری تو محض ایک بہانہ تھی اس کی جانب پیش رفت کا ورنہ حقیقت یہی تھی کہ وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی جانب پیش رفت کر چکا تھا، وہ اپنی زندگی کو ایک بے بنیاد بات کے پیچھے برباد نہیں کرنا چاہتا تھا مگر محض اس کے اچھے جذبے ہی تو اہم نہیں تھے، فریق ثانی کا رویہ بھی اہم کردار ادا کرتا تھا اور وہ پھر ثابت کر چکی تھی کہ اس کے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی۔

☆☆☆

جب وہ سو کر اٹھا تو پرنیاں کو وہیں کمرے میں ہی موجود پایا تھا، وہ وارڈ روب کھولے کھڑی تھی اسے اٹھتے دیکھ کر یوں کھنکاری جیسے متوجہ کرنا چاہتی ہو، معاذ پھر بھی نظر انداز کیے واش روم میں گھس گیا، ہاتھ لے کر نکلا تو وہ کمرے میں نہیں تھی، معاذ بے دلی سے تیار ہوا تھا، معاذ ٹی وی کے آگے آ کر بیٹھ گیا، یہ ان کا ہنی مون تھا، ایک فرنشڈ اپارٹمنٹ میں مقید وہ دونوں ایک دوسرے سے صدیوں کے فاصلوں پہ موجود ایک دوسرے کو برداشت کرنے پہ مجبور تھے، معاذ تو طبیعت کا شکار ہوتا چینل سرچنگ میں مصروف تھا جب پرنیاں نے ناشتے کی ٹرے لا کر اس کے سامنے رکھی معاذ نے ٹی وی آف کر دیا تھا۔

"ہم واپس کب جا رہے ہیں۔" معاذ ناشتے کی سمت متوجہ ہوا تو پرنیاں نے سوال کیا تھا، نوالہ معاذ کے حلق میں اٹک گیا، انہیں یہاں آئے آج پانچواں دن تھا، پپا کی خواہش تھی وہ کم از کم پندرہ دن تک یہاں رہیں اور وہ اس سے محض چار دن میں اکتا گئی تھی۔

"میں واپس جانا چاہتی ہوں۔" معاذ کی خاموشی اور لاتعلقی پہ وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولی تھی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں یہاں میرے ساتھ رہنا پسند نہیں مگر اتنی جلدی واپس جا کے ہم اپنے گھر والوں کو مشکوک کر دیں گے، جتنا بھی کڑا سہی مگر تمہیں یہ وقت برداشت تو کرنا پڑے گا۔" ٹرے ہاتھ سے پرے سرکا کر وہ کسی قدر تلخی سے بولا تو پرنیاں کو اس الزام تراشی پہ تپ چڑھ گئی تھی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صرف میں آپ کو برداشت کرنے سے قاصر ہوں؟ آپ کی جو حرکتیں ہیں ان پہ بھی غور فرما لیں۔"

"کیا حرکتیں ہیں میری بتاؤ مجھے؟"

"آپ کو تو جیسے کچھ پتہ نہیں، اتنے معصوم نہ بنیں۔" وہ سلگ سلگ گئی۔

"چلو اس بحث کو چھوڑو، یہ بتاؤ تمہیں مجھ سے کیا شکایتیں ہیں؟" معاذ نے الفاظ کے ہیر پھیر سے اسے گھیرنا چاہا۔

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔" پرنیاں کو صاف لگا تھا وہ اس سے اگلوانا چاہ رہا ہے، مگر وہ کیوں خود کو گراتی، اب تو ہرگز نہیں جبکہ وہ اس پہ اس کی حیثیت بہت بار واضح کر چکا تھا اس کی انا اسے ہرگز اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اس پہ اپنی محبت آشکار کر دیتی، جبھی خشک اور سرد آواز میں بولی تھی، معاذ کی رنگت متغیر ہوئی تھی، اس نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

"تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں، شکایت اور شکوے وہاں ہوتے ہیں جہاں محبت ہو، جہاں محبت نہ ہو وہاں ان کا کیا کام۔" وہ بولا تو اس کا لہجہ بوجھل ہی نہیں بھینچا ہوا بھی تھا، پرنیاں نے حیرانی سے اس کی کیفیت کو نوٹس کیا تھا مگر دانستہ غفلت برت لی۔

"ہمارے بزرگ ہماری زندگی کا فیصلہ کرتے وقت پتہ نہیں اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں، ان کی اس نام نہاد ضد کی وجہ سے دو زندگیاں خراب ہو جاتی ہیں انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔" وہ اسی کیفیت کے زیر اثر کہہ رہا تھا، اب کے پرنیاں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو آپ کی زندگی خراب ہو چکی ہے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے میں بہت خوش ہوں؟" معاذ نے طنز بھری نظروں سے اسے دیکھا، پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا تھا، اس نے بے ساختہ ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا تھا، کچھ کہے بغیر وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی، اسے نہیں سمجھ آئی تھی معاذ اتنا حساس کیوں ہو رہا تھا، البتہ وہ اگر یہاں سے جانا چاہ رہی تھی تو اس کی وجہ کچھ اور تھی، وہ ہرگز نہیں جانتی تھی اس رات کی وہ غلطی اس جگہ پر ختم نہیں ہوئی، وہ جو کوئی بھی تھا، پرنیاں نے تو ڈھنگ سے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی مگر وہ شاید اسے اچھی طرح سے جان گیا تھا، کل وہ اپنے دھیان میں ٹیرس پہ کھڑی تھی جب سامنے والے اپارٹمنٹ کے ٹیرس کا دروازہ کھولا تھا اور ایک لمبے قد کا آدمی ہاتھ میں شیمپین کی بوتل لئے ریلنگ کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا، اونہر ہٹاتے اس کی نگاہ سرسری انداز میں پرنیاں کی سمت اٹھی تھی اگلے لمحے وہ چونک گیا تھا۔

"ہی تم وہی ہو نا جو اس رات میرے پاس آئی تھیں مگر پھر بھاگ کیوں گئی تھیں؟" وہ سفید فام تھا اور اچھا خاصا خوبرو مگر دانت نکوس کر بات کرتا ہوا پرنیاں کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا، دل کو اسی کا تب ہی دھک سے رہ گیا تھا، جب اس نے اس منحوس ملاقات کا حوالہ دیا تھا کچھ کہے سنے بغیر وہ پلٹی تھی اور سرعت سے اندر چلی گئی مگر وہ ہرگز نہیں جانتی تھی اس کا یہ رویہ بھی اسے بد دل نہیں کرے گا، وہ نیچے آئی تو دروازے کی بیل زور و شور سے بج رہی تھی، پرنیاں یہی سمجھی کہ معاذ واپس آیا ہے مگر میجک آئی سے اسی منحوس کی شکل دیکھ کر صحیح معنوں میں پرنیاں کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی۔

"دروازہ کھولو سویٹ ہارٹ، تم مجھ سے آخر اتنی خفا کیوں ہو؟ میں تو اس دن سے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا، تھینک گاڈ تم آج نظر تو آئیں۔" وہ صحیح معنوں میں ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑا تھا، پرنیاں کا دل دھک دھک کرنے لگا، وہ خوفزدہ ہو کر اندر کمرے میں آ گھسی اور دروازہ اندر سے لاک کر لیا تھا، تب ہی لینڈ لائن کی بیل ہوئی تھی پرنیاں اپنی جگہ پہ زور سے اچھل گئی، اس تسلسل سے بجتے فون سے عاجز ہو کر اس نے کال ریسو کی تھی۔

"تم مجھ سے بات نہیں کرو گی تو میں زبردستی تمہارے گھر میں گھس آؤں گا، یاد رکھو یہ میرے لئے قطعی مشکل کام نہیں ہے۔" اس کی دھمکی نے پرنیاں کی رہی سہی جان بھی نکال دی، ریسور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆

نمرے آخری جزیرہ ہو

ام مریم

چھبیسویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں کے اندر جمع غصہ معاذ کے سامنے نکلتا ہے اور شدید جھگڑے اور الزام تراشی کے بعد دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے در آتے ہیں۔

زینب، تیمور کی وجہ سے بے حد پریشان ہے، جہان اسے حوصلہ دینے کی کوشش میں معروف ہے مگر تب ژالے پہ ان کے تعلق کی گہرائی اور نوعیت آشکار ہو کر اسے اضطراب کا شکار کر جاتی ہے۔

معاذ اور پرنیاں کے تعلق کی سرد مہری مما پہ بھی آشکار ہوتی ہے، معاذ پرنیاں سے غفلت کی بنا پر سب سے ڈانٹ بار بار سنتا ہے۔

پپا کی کوششوں سے معاذ اور پرنیاں انگلینڈ ہنی مون پہ جاتے ہیں جہاں مائیکل اور لرا سے ہونے والا ٹکراؤ دونوں میں موجود فاصلوں کو مزید بڑھا دیتا ہے۔

ژالے کو نیلما زبردستی اٹھوانے کی کوشش کرتی ہے مگر جہان کی بروقت مداخلت سے ژالے بچ جاتی ہے مگر ژالے کو جہان کی شدید ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

ستائیسویں قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے خوفزدہ نظروں سے ریسور کو دیکھا تھا، جس سے مدھم نکلتی آواز اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑانے لگی تھی، اسے خوف محسوس ہوا تھا، اس آدمی سے، اگر معاذ پہ بات کھل جاتی تو وہ یقیناً مرنے مارنے پہ تل جاتا، پرنیاں کو اس کا حل اس کے سوا کچھ سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے، خدا سے بھی وہ کسی گڑبڑ نہ ہونے کی دعا مانگنے میں مصروف رہی تھی، خوف کا انسانی فطرت سے بہت گہرا تعلق ہے، وہ بھی تمام تر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود خوف کا احساس نہیں جھٹک سکی تھی، جبھی پچھلی رات انا کو چل کر وہ معاذ کے روم میں نہیں جا سکی البتہ ساری رات اس نے جاگ کر ہولتے ہوئے گزاری تھی، ہر آہٹ پہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آتا رہا تھا، وہ خود اتنی الجھی ہوئی تھی کہ معاذ کا بدلا ہوا رویہ بھی محسوس کرنے سے قاصر رہی تھی۔

''کہاں جا رہے ہیں آپ؟'' معاذ اپنے کمرے سے تیار ہو کر نکلا تو تنہا رہ جانے کے خیال سے اسے سراسیمگی کی انتہا کو پہنچا دیا تھا۔

''میں تمہاری طرح یہاں قید ہو کر بیٹھنے کو نہیں آیا۔'' معاذ کا موڈ جتنا خوشگوار تھا اسی لحاظ سے جواب بھی اوندھا موصول ہوا تھا۔

''میں بھی یہاں قید ہو کر بیٹھنے کو نہیں آئی ہوں، اطلاعاً عرض ہے۔'' معاذ کے پرنخوت انداز نے اسے بھی غصے سے بھر دیا تھا، معاذ نے کاندھے اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

''تو ٹھیک ہے نہ رہو قید، جاؤ جہاں تمہارا دل کرتا ہے۔'' اس کے جواب نے پرنیاں کو جو روہانسا کیا وہ الگ طیش سے بھی بھر دیا۔

''میری ہر قسم کی ذمہ داری آپ قبول کر چکے ہیں، زبردستی ہی سہی۔'' وہ مشتعل ہو کر جتلا رہی تھی۔

''بڑی جلدی نہیں خیال آ گیا تمہیں اس بات کا؟'' معاذ کا لہجہ اس سے بڑھ کر طنز آمیز تھا، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''کہاں جانا ہے تمہیں بتاؤ مجھے؟''

''جہاں آپ جائیں گے میں بھی ساتھ چلوں گی۔'' پرنیاں کے جواب پہ معاذ نے تھم کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میں اگر کلب، یا پھر بار میں جاؤں گا تو تم بھی چلو گی ساتھ۔'' پرنیاں کا رنگ ایک لمحے کو بالکل زرد پڑ گیا، اس نے بے دردی سے ہونٹوں کو کچل دیا تھا۔

''اچھا ہوا آپ نے خود اعتراف کر لیا کہ آپ کی یہ مصروفیات رہی ہیں۔'' اس کے چہرے کے تاثرات کی نسبت اس کا لہجہ یاس بھرا تھا، معاذ نے مضحکہ آمیز قہقہہ لگایا۔

''اب یقیناً تمہارا میرے ساتھ جانے کا ارادہ بدل گیا ہو گا ہے نا؟'' وہ ایک بار پھر گویا اس کا مذاق اڑا رہا تھا، پرنیاں نے کچھ کہے بغیر نگاہ کا زاویہ بدل لیا تھا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گئی، معاذ یونہی ہنستا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔

''دروازہ بند کر لو پاکباز لوگو! گڈ بائے ہم جا رہے ہیں۔'' پرنیاں نے پھر جواب نہیں دیا تھا، معاذ نے کاندھے اچکائے اور پلٹ کر چلا گیا مگر اگلے چند لمحوں بعد ہی وہ غصے میں بھرا اس کے پاس واپس آیا تھا۔

''ڈور تم نے لاکڈ کیا ہے؟''

''ہاں میں نے کیا ہے۔'' پرنیاں اس کے غصے سے خائف ہوئے بغیر ترنت بولی تھی۔

''کیوں؟ تمہیں کیا تکلیف ہے، چابی دو مجھے۔'' وہ بھڑک کر کہہ رہا تھا، پرنیاں نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تو معاذ نے اس کا کاندھا جارحانہ انداز میں دبوچ کر جھنجھوڑا تھا۔

''تمہیں سنتا نہیں ہے کیا کہہ رہا ہوں میں۔''

''اگر میں کہوں نہیں سنتا تو پھر؟'' پرنیاں نے جواباً اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو معاذ ششدر رہ گیا بہادری اور دلیری کے اس اعلیٰ مظاہرے پہ۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' وہ آنکھیں نکال کر غرایا تھا۔

''اگر آپ کسی ایسی فضول جگہ پہ جائیں گے تو میں ہرگز نہیں جانے دوں گی۔'' دھونس کے اس مظاہرے نے معاذ کو حق دق کر کے رکھ دیا۔

''تم ہوتی کون ہو مجھ پہ اپنی مرضی چلانے والی؟ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ تم میری جیب سے کی رنگ لو؟'' وہ ایک دم اسے دبوچ کر جھٹکا دیتے ہوئے پھنکارنے لگا، اب کی مرتبہ پرنیاں نے جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

''مجھے چابی چاہیے پرنیاں، شرافت سے لے آؤ۔'' وہ بری طرح سے جھنجھلا رہا تھا۔

''میں نہیں دے رہی، کہا نا نہیں جانے دوں گی۔'' پرنیاں نے اسی غصے سے جواب دیا تھا، معاذ اسے کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔

''کہاں ہے چابی بتاؤ مجھے۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں بتاؤں گی، کیا کر لیں گے آپ؟'' پرنیاں کے جواب نے معاذ کا دماغ صحیح معنوں میں گھما کے رکھ دیا تھا، اس نے شدید طیش میں مبتلا ہو کر اسے دھکا دے کر بستر پہ گرا دیا۔

''چابی تمہاری جیکٹ میں ہے، نکال کر دو تمہاری بہتری اسی میں ہے۔''

''میں نہیں دوں گی کہا ہے نا۔'' وہ پھر چیخی تھی، معاذ کچھ دیر اسے غضیلی نظروں سے گھورتا رہا تھا پھر انتہائی غصیلے انداز میں اس کے پاس بستر پہ آ گیا، پرنیاں نے بچاؤ کی خاطر اٹھ کر بھاگنا چاہا تھا مگر معاذ اس پہ گرفت کر چکا تھا، وہ اس کی جیکٹ کی پاکٹس کی تلاشی لینا چاہ رہا تھا مگر پرنیاں مزاحمت کر رہی تھی، اپنی اپنی کوشش میں مصروف دونوں بری طرح سے گتھم گتھا ہو چکے تھے، معاذ تو اتنے غصے میں تھا کہ اسے شاید اس حد سے بڑھی ہوئی قربت کا احساس تک نہیں تھا مگر پرنیاں بہت جلد ہمت ہار گئی تھی۔

''رکیں، پلیز میں دے رہی ہوں آپ کو۔'' وہ بے اختیار چیخی تھی، معاذ اتنی دیر میں خود ہی پاکٹ سے کی رنگ برآمد کر چکا تھا۔

''بس اتنی ہی ہمت تھی؟'' معاذ اس کی آنکھوں میں مچلتے آنسوؤں کو دیکھ کر طنز سے ہنسا پرنیاں نے نظریں چرا لیں، آنسو گالوں پر اتر آئے تھے۔

''مل گئی ہے نا آپ کو چابی، جائیں چلے جائیں۔'' وہ بھراہٹ زدہ آواز میں بامشکل بولی۔

''چاہے بار یا کلب چلا جاؤں؟'' معاذ نے اسے چھیڑا تھا۔

''میری بلا سے جہنم میں جائیں۔'' پرنیاں نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا اور آنسو پونچھے، معاذ اسے

ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''چلو تم یوں رو رہی ہو تو نہیں جاتا۔'' معاذ نے چابی ٹیبل پہ اچھال دی تھی۔

''ویسے تم رو کیوں رہی تھیں؟'' معاذ نے اس کا سرخ ہوتا ناک دبایا، پرنیاں نے اس کا ہاتھ زور سے جھٹک دیا۔

''دماغ خراب تھا میرا۔'' وہ پھنکاری تھی۔

''چلو دل ہی بہلانا تھا تو وہاں بھی جا کے، یہ کام گھر پہ بھی ہو سکتا ہے، کیا خیال ہے؟'' معاذ نے اس کی سمت جھک کر معنی خیزی سے کہا تھا، وہ جھلس کر رہ گئی، پرنیاں کو لگا معاذ نے اسے ایک بار پھر دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہو، اب وہ اس سے جھگڑ نہیں سکی تھی، بس ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر شدتوں سے رو پڑی تھی، معاذ تو پھر کھلا کر رہ گیا۔

☆☆☆

''پرنیاں کیا ہوا ہے؟'' وہ اسے چپ کرانا چاہ رہا تھا مگر پرنیاں اسے جھٹکتی وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئی تھی، معاذ سرد آہ بھر کے رہ گیا۔

جہان واپسی کے لئے بالکل تیار تھا جب اس کے سیل پہ مسز آفریدی کی کال آنے لگی تھی، اس نے گہرا سانس بھرا اور نا چار کال ریسو کر لی۔

''کیسے ہو جہانگیر؟''

''کیسے فون کیا آپ نے؟'' وہ چاہنے کے باوجود ان سے اپنا رویہ صحیح نہیں کر پا رہا تھا تو وجہ ان کی وہ چالبازیاں ہی تھیں جن کے باعث اس پہ اس کی اپنی زندگی الجھ کر رہ گئی تھی۔

''مجھ سے ابھی تک خفا ہو؟'' انہوں نے جس شاکی انداز کو اپنایا تھا وہ جہان کے ہونٹوں پہ زہر خند بکھیر گیا۔

''مطلب کیا ہے آپ کا اس بات سے؟'' اس کا لہجہ و انداز اب بے حد کڑا تھا۔

''تم مطلب نہیں سمجھتے ہو کیا؟ کل میری بیٹی کو بہانے سے اپنے گھر لے گئے اور اس سے خدمتیں حاصل کرتے رہے، یہ کس قسم کی خدمتیں تھی اس کی نوعیت سمجھنا مشکل کام تھوڑی ہے۔'' ان کے لہجے کا سطحی پن اور سوچ کا گھٹیا انداز جہان کو بھک سے اڑا گیا تھا، اس کا خون لمحوں میں سمٹ کر چہرے پہ جمع ہو گیا، آنکھیں جل اٹھی تھیں، توہین، سبکی اور خفت کے احساس سے کچھ بولنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔

''اب بولتے کیوں نہیں ہو مسٹر جانگیر، ایک بات یاد رکھنا میں اپنی بیٹی کو تمہاری اس قسم کی عیاشیوں کا ذریعہ نہیں بننے دوں گی، بہتر ہو گا تم اسے باعزت طریقے سے رخصت کرا کے لے جاؤ۔'' وہ دانت بھینچ کر کہہ رہی تھیں، جہان کے چہرے سے بھاپ نکل رہی تھی، اس نے کچھ کہے بغیر سلسلہ کاٹ دیا، اسے لگ رہا تھا کسی نے اسے بے دردی سے خار دار جھاڑیوں پہ گھسیٹا ہو، پورے بدن میں کرب آمیز ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، ژالے یہاں آئی تھی، اس بات سے صرف وہ اور ژالے ہی آگاہ تھے، مسز آفریدی کو اگر یہ بات پتہ چلی تھی تو اس کا صاف اور سیدھا مطلب تھا کہ ژالے سے ہی پتہ چلی تھی، اس کے دل میں گنجائش تو پہلے بھی نہیں تھی ژالے کے لئے مگر اس حد تک نفرت اور بغض بھی نہیں تھا جواب ایکدم سے آ گیا تھا، اس کے اندر اتنی آگ بھڑک رہی تھی کہ اگر ژالے اس کے سامنے آ جاتی تو شاید اسی جنونی

کیفیت میں اسے شوٹ کر ڈالتا۔ لاہور تک سے کراچی کا سفر اس نے یونہی طے کیا تھا گویا ہر لمحہ خود کو سلگتے کوئلوں پہ برہنہ پا محسوس کیا ہو، اس کا موڈ بری طرح سے خراب تھا، گھر آ کے اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا، یہ بھی غنیمت تھا کہ شاہ ہاؤس کے کسی مکین سے سامنا نہیں ہوا تھا، باتھ لے کر اس نے اپنے اندر بھڑکتی آگ کو بجھانے کی سعی کی تھی مگر کامیابی نہیں ہو سکی تھی، بستر پہ گر کر اس نے سگریٹ سلگایا اور گہرے کش لینے لگا، جانے کتنی دیر خود اذیتی اور آگ و دھویں کا یہ کھیل جاری رہا تھا، وہ چونکا تھا اس وقت جب اس کے سیل فون پھر سے گنگنانے لگا تھا، اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا ہوا سیل فون اٹھایا، پپا کی کال تھی وہ ایکدم سیدھا ہوا۔

''السلام علیکم چاچو!'' خود کو کمپوزڈ رکھنے کی کوشش کے باوجود وہ لہجے کو معمول کے مطابق بنا سکا اور پپا تو گویا اس کی رگ رگ سے واقف تھے۔

''وعلیکم السلام بیٹے! خیریت طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟''

''جی الحمدللہ۔''

''واپس آ گئے ہیں آپ؟''

''جی چاچو! کچھ تھکان تھی، جبھی کچھ دیر ریسٹ کا سوچا تھا۔''

''شیور مائی سن! آپ کا آفس آیئے گا ڈونٹ وری اور تھکان آپ کو سفر سے نہیں تنہائی کے عذاب سے محسوس ہوتی ہے، آئی تھنک اب ہمیں اپنی بہو کو رخصت کرا لانا چاہیے۔'' ان کے بے تکلف ہلکے پھلکے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جو غیر معمولی تھا یا پھر خود جہان ہی بے حد زود رانج ہو رہا تھا کہ اس بات پہ تکلیف دہ حد تک چونک کر رہ گیا۔

''ایسی ہر گز کوئی بات نہیں ہے چاچو۔'' اس کا لہجہ آپوں آپ ہی سخت اور دو ٹوک ہو گیا جس کا اسے خود احساس نہیں تھا، پپا نے بہت تحمل سے اس کی بات سنی تھی پھر یقیناً مسکرائے تھے۔

''بیٹے وہ بچی اب آپ کی ذمہ داری ہے اور اچھے بچے اپنی ذمہ داریوں سے نہ جی چراتے ہیں نہ گھبراتے ہیں، مجھے ہر گز اچھا نہیں لگتا ہے کہ ہم خوامخواہ بچی کو انتظار میں بٹھائے رکھیں۔'' وہ رسان سے کہہ رہے تھے، جہان کے اندر یکلخت گہرا اور پراسرار سکوت اتر آیا، اسے پکا یقین ہوا تھا یہ نیا شر بھی مسز آفریدی کا پھیلا ہوا ہے۔

''آپ کو کال کی ہے مسز آفریدی نے چاچو؟''

''وہ نہ بھی کہیں کی بیٹے تو ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔'' پپا کا انداز ہنوز مدہم اور ناصحانہ تھا، جہان کی پیشانی کی شکنوں میں کچھ اور اضافہ ہوا۔

''معاذ کی شادی کو ابھی محض ایک ماہ بھی نہیں ہوا ہے چاچو، پھر سے گھر میں ہم نیا کھڑاک پیدا کر لیں، اگر انہیں اتنی جلدی تھی تو پھر یہ کام تب ہی ہو جانا چاہیے تھا۔'' وہ اتنا جھنجھلایا تھا کہ اس جھنجھلاہٹ میں یہ بات کہہ گیا، پپا کی ہنسی اسے سنائی دی تھی پھر وہ بے حد خوش گوار موڈ میں گویا ہوئے تھے۔

''ہم نے تو تب بھی کہا تھا آپ ہی نہیں مانے تھے، اب پچھتا رہے ہیں کیا؟'' جہان بری طرح سے خفت کا شکار ہوا تھا۔

''میں تو اب بھی نہیں مان رہا ہوں چاچو۔'' اس کی جھلاہٹ کے جواب میں پپا ایکدم سنجیدہ ہو گئے

تھے۔

"حالات و واقعات جو بھی تھے جہان بیٹے مگر اب یہ طے ہے کہ ژالے بیٹی ہی آپ کی زندگی کی ساتھی ہیں، میں نے کہا نا آپ کو اپنی ذمہ داری سے نظریں نہیں چرانی چاہئیں، میں مسز آفریدی کو شادی کی تاریخ دے رہا ہوں، مجھے امید ہے میرا فرمانبردار بیٹا ہمیشہ کی طرح کوآپریٹ کرے گا۔" پپا کی بات نے اسے گم صم کر کے رکھ دیا تھا، کال کٹ گئی تھی اور اس کی سماعتوں میں سرد ہواؤں کی سنسناہٹ تھی۔

☆☆☆

"مجھے ٹریولنگ کا جنون ہے، ایسے آدمی سے شادی کروں گی میں جو مجھے پورے پاکستان کی کیا پوری دنیا کی سیاحت پہ لے کے چلے۔"

دور کہیں بہت دور سے ایک کھنکتی پر جوش آواز بازگشت بن کر اس کے اطراف میں بکھرنے لگی اور اس کی جلتی آنکھوں میں اتری نمی بھی گویا بھاپ چھوڑنے لگی۔

"اس کے لئے تو دو باتوں کا ہونا اہم ہے، ایک اس آدمی کا مالدار ہونا دوسرا تمہارا رج کے فرمانبردار ہونا، اب تم سوچو ایسا کون سا آدمی ہے؟" اس کی باتوں کے جواب میں تب زیاد نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے میں جے سے شادی کرلوں گی، بڑے چاچو کی ساری جائیداد جے کی ہی ہے نا اور صرف جے ہی ہیں اس پوری دنیا میں جو میری کوئی بات نہیں ٹالتے، کیوں جے؟ آپ کریں گے نا مجھ سے شادی۔" پندرہ سالہ زینب دو موٹی چوٹیوں کے درمیان چہرے پر ڈھیروں اشتیاق لئے اس کے روبرو آ کھڑی ہوئی تھی، جہان ان دنوں نیا نیا یونیورسٹی میں آیا تھا اور شائی اتنا تھا کہ ابھی تک اپنی شادی کے تذکرے پہ لال ہو جایا کرتا تھا، زینب کے منہ سے ایسی بات سن کر وہ اتنا گڑبڑایا تھا کہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ گیا تھا، اس نے اللہ جانے زینب کو کتنا پریشان اور تنگ کیا ہوگا کہ وہ اس سے باقاعدہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی تھی، جہان تو اس بات کو بھول بھی گیا تھا مگر زینب یاد رکھے تھی اور اس سے بات نہیں کرتی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ خفا کیوں ہو؟" مما کے کہنے پہ وہ اسے اپنی بائیک پہ اسکول چھوڑنے والا تھا مگر زینب کے تڑ سے انکار پہ حیران ہو کر سوال کر رہا تھا۔

"میں اب آپ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔"

"ہائیں وہ کیوں؟" جے کی آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

"آپ نے اس دن مجھ سے شادی کی حامی نہیں بھری، زیاد بھائی لالے اور نوریہ کے سامنے اتنی انسلٹ کی میری سب میرا مذاق اڑا رہے تھے، اچھے دوست ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔" آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے وہ کسی بھی پل رو پڑنے کو تیار تھی، جہان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

"میں تم سے شادی کرلوں گا زینی بس تم روؤ نہیں۔" اس نے کہا تھا، بس وہ اس وقت اس کے چہرے پہ خوشی کا تاثر دیکھنا چاہتا تھا اور وہ واقعی چہک اٹھی تھی۔

"رئیلی جے؟ پھر آپ مجھے بہت سارا گھمائیں گے بھی نا، میری ہر بات مانا کریں گے نا؟"

"ہاں میں تمہاری ہر بات مانا کروں گا اور......" اس کی بات تب وہاں مما کے آجانے سے ادھوری رہ گئی تھی، ورنہ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس لئے اس کی ہر بات مانے گا کہ وہ اسے بہت اچھی بہت

پیاری لگتی ہے، وہ اسے بتانا چاہتا تھا، پوری دنیا میں بس وہی ایک لڑکی ہے جسے وہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے، مگر وہ بتا نہیں سکا تھا، اس وقت ہی نہیں پھر کبھی بھی نہیں مگر اس نے اپنا وعدہ ضرور پورا کیا تھا، اس کی ہر بات ماننے کا وعدہ، اس کے باوجود کہ زینب اپنی کہی ہر بات بھول گئی تھی۔

☆☆☆

زندگی کی ناؤ کو کچھ اور ڈگمگانا ہے
پر ہم کو لوٹ آنا ہے
تم سے کیا کہیں جاناں!
دھواں دھواں سا آسماں
کٹے پھٹے سے بادباں
شوریدہ سرد ہوائیں بھی
ڈھکی چھپی مسافتیں
مسافتوں کی دھند میں گم
ہزار ہا جزیرے ہیں
ہزار ہا جزیروں میں
ایک وہ جزیرہ ہے
جس کی وسعتوں میں گم
اک حساس آشنا
ہمیں واپس بلاتی ہے
تم سے کیا کہیں جاناں
میرے چار سو بہت دور تک
بڑی کہر ہے جی
اور راستے مسدود ہیں
پر ہم کو لوٹ آنا ہے
اس جزیرے کی طرف
جس پہ تم کھڑے ہو گے
تم جو اک جزیرہ ہو
وقت کے سمندر میں
اور آخری جزیرہ ہو

ناشتے کے برتن دھونے اور کچن کی صفائی کے بعد وہ دروازہ بند کرتی اپنے ٹھکانے پہ آ گئی، صوفے پہ بیٹھ کر کمبل ٹانگوں پہ ڈالا اور ریموٹ اٹھا لیا، معاذ اپنے کمرے میں تھا، یقیناً کہیں جانے کی تیاری میں مصروف، وہ جلتی کڑھتی رہی اور چینل سرچنگ میں مصروف تھی۔

"اٹھو، تیار ہو جاؤ۔" معاذ نے آ کر اس کے ہاتھ سے ریموٹ چھینا اور ٹی وی آف کر دیا، پرنیاں کا

دل زور سے دھڑکا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ گھر والوں کے لئے شاپنگ کرنی تھی، تم ساتھ چل رہی ہو میرے، پھر جا کے شکایتیں لگاتی پھرو گی کہ میں نے وہاں جا کے تمہیں فراموش کیے رکھا۔''

اسکائی بلیو پینٹ کوٹ میں اس کی سرخ وسفید رنگت بے پناہ وجیہہ چہرا پرکشش آنکھیں اور غضب کی اسمارٹنس بے حد نمایاں تھیں، خوشبوؤں میں بسا وہ کتنا فریش اور شاندار لگ رہا تھا جب کہ پرنیاں اس کے مقابل پچھلے دو دن پہلے پہنے ہوئے لباس میں مضمحل سی نظر آ رہی تھی، سامنے ڈائننگ ہال کا آئینہ بہت وضاحت سے دونوں کو دکھا رہا تھا، پرنیاں کا دب عجب سے احساسات سمیٹ کر ملول ہونے لگا۔

''شکایتیں لگانا میری عادت نہیں ہے، آپ کو اس فکر میں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے آنکھوں کی ساری نمی اندر اتار لی تھی، معاذ نے دھیان سے اسے دیکھا۔

''میں جانتا ہوں شکایتیں لگانے کی عادت نہیں ہے تمہیں، ورنہ یہ اتنی بری بات گھر والوں سے چھپی ہوئی نہ رہتی۔'' معاذ کے لہجے کی چبھن بے حد واضح تھی، ہاتھ بڑھا کر وہ اس کی دونوں کلائیوں کے زخم باری باری جانچ رہا تھا، پرنیاں ساکن بیٹھی رہ گئی، معاذ نے گہرا سانس بھر کے خود اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

''انا اچھی چیز ہے مگر اس کی سرحدیں بہرحال خود اذیتی سے جا کر نہیں ملنی چاہئیں، تم خود سے زخموں کی ڈریسنگ اچھے انداز میں نہیں کر پا رہی تھیں تو تمہیں مجھ سے نہ سہی کسی اچھے ڈاکٹر سے ضرور کنسلٹ کرنا چاہیے تھا، میں بھول گیا تھا، تم تو نہیں بھولی تھیں نا؟'' وہ سخت خفا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا، پرنیاں کی کلائیوں کے زخم ہنوز کچے تھے اور کام کی وجہ سے ان سے خون رستا رہتا تھا، پرنیاں جیسی تیسی خود ڈریسنگ کرتی تھی، بائیں ہاتھ کی تو پھر بھی ہو جاتی دائیں ہاتھ کی حالت زیادہ خراب تھی۔

''آپ کا مجھے یا میری کسی بات کو بھول جانا میرے لئے معمولی بات ہے، آپ بھی گلٹی فیل نہ کریں۔'' اس کا لہجہ صرف طنزیہ نہیں تھا، درد اور اذیت کے رنگ میں بھی ڈوبا ہوا تھا، معاذ نے جیسے اس کی بات سنی نہیں، اٹھ کر بیڈ روم سے میڈیکل باکس اٹھا لایا تھا۔

''مجھے آپ سے ڈریسنگ نہیں کروانی۔'' پرنیاں نے دونوں ہاتھ پشت پہ کر لئے، اس کے لہجے میں عجیب دل شکستگی اور ہٹ دھرمی بیک وقت تھی، معاذ نے میڈیکل باکس کھولا پھر اسے دیکھا تھا۔

''دل کر رہا ہے تمہارے منہ پر تھپڑ مار کر تمہاری یہ فضول اکڑ نکال دوں، حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔'' معاذ نے زبردستی اس کی کلائی سامنے کرنا چاہی تو پرنیاں کی مزاحمت کے جواب میں وہ کھولتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

''ہاں ماریں مجھے تھپڑ آپ، کوئی نیا کام تھوڑی کریں گے، یہ میری بدقسمتی تھی کہ ددا آپ کے حوالے مجھ مجبوری میں کر کے خود چلے گئے، آپ نے مجھے کبھی بیوی نہیں سمجھا ہمیشہ اپنی جاگیر سمجھا ہے، جس کو پیروں سے روندا جاتا ہے۔'' وہ یک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی، معاذ کو اس کی قیافہ شناسی اور اندازوں پہ مزید قہر چڑھا تھا۔

''صرف تمہاری نہیں تھی یہ بدقسمتی میرا بھی مقدر پھوٹ گیا ہے تم سے شادی کر کے، جان عذاب میں ڈال دی ہے تم نے میری، ہر وقت کا رونا ہر وقت کی نحوست۔'' معاذ کا مخصوص قسم کا قہر ظاہر ہوا تھا اور وہ لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ تنتناتا ہوا اٹھ کر دوبارہ اپنے کمرے میں جا گھسا، پرنیاں وہیں گھٹنوں میں

سر دیئے سسکیاں بھرتی رہی، کال بیل کی آواز پہ اس نے کسی قدر دہل کر سر اٹھایا، جب سے وہ سامنے والا آدمی اس کے پیچھے پڑا تھا وہ کسی قدر خوفزدہ رہنے لگی تھی اس وقت بھی اس کا سب سے پہلا دھیان اس سمت گیا تھا، عجیب متضاد سی کیفیات کا شکار وہ وہاں بیٹھی رہی، خود دروازے پہ جاتے خوف آتا تھا جبکہ کال بیل وقفے وقفے سے بجائی جا رہی تھی، اگر معاذ اندر سے نکل آتا تو پھر اس کے بعد کا سوچ کر اس کی روح لرز اٹھی، لرزیدہ قدموں سے وہ خود اٹھ کر بیرونی دروازے تک آئی تھی، میجک آئی سے دیکھا تو لزا کی شکل نظر آئی۔

''جی فرمایئے۔'' اس نے پٹ وا کر کے بے حد خشک انداز میں سوال کیا تھا، سلیولیس گہرے گلے کے اسٹائلش ٹاپ اور آف وائیٹ ایمبرائیڈ محض ایک تہائی ٹانگوں کو چھپاتے سکرٹ میں ملبوس سنہرے بالوں والی لزا کو دیکھ کر اس کا موڈ کچھ اور بھی غارت ہو گیا تھا۔

''حسن کہاں ہے؟ میں تو اس سے ملنے آئی تھی اور تم کون ہو؟'' لزا کی بڑی بڑی سنہری آنکھوں میں ناگواری سی پھیل گئی۔

''ان کا نام معاذ حسن ہے محترمہ، ہزبینڈ ہیں وہ میرے، آپ تشریف لے جائیں، اس وقت وہ گھر پہ......''

''ہائے حسن...... ہاؤ آر یو۔'' اس کی بات ادھوری رہ گئی لیزا کی نگاہیں اس کے پیچھے تھیں اور وہ ایکدم سے اچھل کر چہکی تھی، پرنیاں میکانکی انداز میں مڑی، معاذ حسن چہرے پہ سنجیدگی لئے موجود تھا، اس کا موڈ اتنا خراب ہوئے کہ وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر چلی گئی، لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھ کر گو کہ اس نے پھر سے ٹی وی آن کر لیا تھا مگر ساری کی ساری توجہ جیسے معاذ کی سمت اٹکی ہوئی تھی اور بے چینی کا وہ عالم تھا کہ بار بار پہلو بدلتی تھی، معاذ کی کچھ دیر تک دروازے پہ بات چیت کی آواز آتی رہی پھر وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا تھا، پرنیاں کی جان کچھ اور سلگتی اور آنکھوں میں خوامخواہ نمی اترنے لگی۔

''چائے بنا دو، ساتھ میں کچھ اسنیکس بھی۔'' معاذ کی آواز پہ وہ حیرانی سے مڑی، وہ دروازے میں کھڑا تھا۔

''مجھ سے ایسے فضول لوگوں کی خدمتیں نہیں ہوتیں ویسے بھی محترمہ چائے نہیں شراب پیتی ہوں گی، وہ منگوائیں ان کے لئے۔'' ریموٹ پٹخ کر وہ لال ہوتی آنکھوں سے سمیت چیخی، معاذ کو وہیں چھوڑ کر وہ تلملاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی، مگر اس طرح ابال نکال کر بھی چین کہاں آیا تھا، کچھ دیر تک مضطرب سی ٹہلتی رہی پھر کچن میں آ گئی تھی، چائے تیار کی ساتھ میں بسکٹس اور نمکو کے علاوہ کیک اور کباب بھی رکھ دیئے، ٹرے اٹھائے وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو لیزا صوفے پہ بیٹھے معاذ کے قدموں میں بیٹھی نظر آئی تھی۔

''تم اتنے عرصے بعد لوٹے ہو حسن، میں نے ہر گھڑی ہر پل تمہارا انتظار کیا، تم جانتے تھے میں تم سے محبت کرتی ہوں، پھر بھی تم نے پاکستان جا کر شادی کر لی، وائے؟'' شاید وہ رو رہی تھی، پرنیاں ساکن رہ گئی۔

''تم خوامخواہ جذباتی ہو رہی ہو لیزا، میں نے تمہیں کبھی پابند کیا تھا نہ تم سے شادی کا وعدہ۔'' معاذ کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"لیکن تم میرے جذبات سے تو کھیلے ہو نا؟ تم نے میرے بڑھتے ہوئے قدموں کو کیوں نہیں روکا۔" لیزا کی سسکیوں میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا، پرنیاں کے ہاتھوں میں ٹرے لرزی تھی اور برتن کھنک اٹھے معاذ نے چونک کر گردن موڑی، پرنیاں نے اس کی آنکھوں میں حیرت اور خجالت بیک وقت دیکھی تھی۔

"جسٹ شٹ اپ لیزا، فضول باتیں نہ کرو۔" ٹرے ٹیبل پہ رکھ کر پرنیاں جس پل دروازے سے نکل رہی تھی، پرنیاں نے اس کی دھاڑ سنی تھی، اس کے چہرے پہ زہر خند پھیل گیا تھا۔

(کہاں کہاں خود کو عیاں ہونے سے چھپائیں گے معاذ حسن) اس کی سوچیں تک زہریلی ہو رہی تھیں۔

اس کے بعد ان کے درمیان سرد مہری کچھ اور بھی گہری ہو گئی تھی، گو کہ وہ معاذ کی وضاحت اور صفائی کی منتظر نہیں تھی مگر پھر بھی اسے لگتا تھا، وہ اپنی پوزیشن کلیئر ضرور کرے گا، مگر معاذ نے اس سے وہ بات تو کیا کوئی اور بات بھی نہیں کی تھی، پرنیاں کے دل کا غبار اور بدگمانی حد سے ہوا تھی، دوسری سمت معاذ تھا جو صورتحال کی اس گمبھیرتا سے مضطرب ہو چکا تھا، جو حالات کو جتنا سدھارنے کی کوشش کر رہا تھا اسی قدر گمبھیر ہو رہے تھے، لیزا کے ساتھ اس کا تعلق ہلکی پھلکی دوستی بات چیت سے کبھی آگے نہیں بڑھا تھا مگر اب وہ خواہ مخواہ اس کے گلے پڑی جا رہی تھی، معاذ کی سختی کے جواب میں وہ اسے دھمکیاں دیتی ہوئی گئی تھی کہ اگر معاذ نے اس کی پذیرائی نہ کی تو وہ لازمی پرنیاں کو اس کے خلاف بھڑکا دے گی، یہی بات تھی جس نے معاذ کو سب سے زیادہ اپ سیٹ کیا تھا وہ جانتا تھا پرنیاں کو اس کے خلاف بھڑکانا ہرگز مشکل کام نہیں، جتنی وہ بدگمان رہتی تھی اس سے اس کے بعد تو لیزا کی آدھی ادھوری بات نے ہی اس کا موڈ اتنا خراب کیا تھا کہ وہ اسی کی طرف دیکھنا تک چھوڑ چکی تھی، بات کرنا تو دور کی بات تھی، اس کے آگے وضاحت یا پھر صفائی پیش کرنا معاذ کو اپنی پوزیشن مزید خراب کرنے کے مترادف لگ رہا تھا، سمجھوتہ اس کی فطرت میں نہیں تھا مگر اب وہ سمجھوتہ کرنے اور خود پہ جبر کرنے پہ مجبور ہو کر رہ گیا تھا، اپنے کمرے سے باہر نکل کر اس نے لاؤنج میں جھانکا، وہ صوفے پہ دوسری سمت کروٹ بدلے لیٹی تھی، معاذ اسے متوجہ کرنے کو کھنکارا تھا مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"اندر آؤ، مجھے بات کرنی ہے تم سے۔" معاذ کو اسے آواز دینی پڑی تھی، پرنیاں کچھ دیر تک بے حس و حرکت پڑی رہی تھی پھر آنکھوں سے بازو ہٹایا تھا۔

"جو بھی بات آپ کو کرنی ہے یہیں کریں میں اندر نہیں آ رہی۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تو معاذ نے ٹھنڈا سانس کھینچا، اس کے چہرے سے بے بسی کا بہت واضح اظہار ہوا تھا۔

"تمہارے ہاتھ کا زخم کیسا ہے اب؟"

"بہتر ہو گا آپ فضول باتیں چھوڑ کر مقصد کی بات کریں۔" پرنیاں کا لہجہ صرف خشک نہیں تھا، توہین کے احساس نے معاذ کا چہرا دہکا سا ڈالا۔

"بدتمیزی کی کوئی حد ہوتی ہے پرنیاں! بات کرنے کا یہ کون سا انداز ہے؟" وہ کسی طرح بھی خود پہ ضبط نہیں کر سکا تھا، پرنیاں زہریلی ہنسی ہنسی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"اگر آپ کی عیاشیوں کی اور بے مہاریوں کی کوئی حد نہیں ہے تو میں تو پھر......" پرنیاں ایکدم

خاموش ہو گئی، معاذ کا ہاتھ اس پہ اٹھتا اٹھتا رہ گیا تھا، پرنیاں نے کاٹ دار اور سلگتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ماریں نا...... رک کیوں گئے؟ یہاں آپ کو روکنے والا ہے بھی کون؟ میرے لئے تو ویسے بھی آپ کو ضرورت سے زیادہ اختیارات مل گئے ہیں، جن لڑکیوں کو میکے کی سپورٹ نہیں ہوتی وہ شاید یونہی ذلیل ہوتی ہیں قدم قدم پہ۔" وہ دلگیری سے کہتی آنسو بہانے لگی، معاذ کا سارا طیش جیسے انہی آنسوؤں میں بہہ گیا، عجب بے بسی اس کا احاطہ کرنے لگی۔

"طے کر رکھا ہے پرنیاں کہ ہمیشہ میرے مخالف چلنا ہے؟ کبھی مجھے سمجھنے مجھے جاننے کی کوشش بھی تو کی ہوتی۔" وہ سخت عاجز ہو کر کہہ رہا تھا، پرنیاں سر جھکائے رونے میں مصروف رہی، معاذ نے اس کی زخمی کلائیاں تھام لیں۔

"مجھے بتاؤ تمہیں کبھی نہیں لگا میں تم سے محبت کرتا ہوں؟" وہ اس کی جل تھل آنکھوں میں جھانک رہا تھا، جن میں بدگمانی ہی بدگمانی تھی۔

"نہیں مجھے نہیں لگا ایسا کبھی، مفاد پرست اور خود غرض لوگ محبت بھی اپنی اغراض سے کیا کرتے ہیں، محبت کا پہلا تقاضا عزت ہوتی ہے، آپ اس پہ کب پورے اترے جو میں اگلی بات کا یقین کروں۔" پرنیاں نے پہلے اس سے اپنے ہاتھ چھڑوائے تھے پھر قطعیت بھرے انداز میں بولی تھی، معاذ کا رنگ یکلخت پھیکا پڑ گیا، اسے خود کو سنبھالنے میں دشواری محسوس ہوئی تھی۔

"آئندہ لیزا یہاں آئے تو اسے اندر نہیں گھسنے دینا، مجھے اور تم سے کچھ نہیں کہنا۔" کچھ دیر بعد وہ بولا تو اس کا لہجہ پھر سے روکھا اور سرد تھا، پرنیاں کو جیسے آگ لگ گئی۔

"یہ سراسر آپ کا ذاتی مسئلہ ہے، میں مداخلت کرنے والی کوئی نہیں ہوتی۔" معاذ نے ایک بار پھر اسے عاجزانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہی ہو پرنیاں۔" اب کے وہ جھلاہٹ کا شکار ہو کر کلس کر کہہ رہا تھا۔

"اگر آپ اس بات سے خائف ہیں کہ میں الٹی سیدھی واپس جا کر باتیں کروں گی تو ہمیشہ کے لئے بےفکر ہو جائیں، میں اس سے پہلے بھی آپ کے لئے بہت کچھ دیکھ چکی ہوں مگر وہ بس مجھ تک ہی محدود رہا ہے، آپ کی پوزیشن آپ کے اپنوں کے سامنے ہنوز کلیئر ہے۔" وہ اپنے مخصوص اکل کھرے انداز میں جتلا رہی تھی۔

"مجھے یہ پوزیشن صرف ان کے سامنے ہی کلیئر نہیں رکھنی، تمہارے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں۔" معاذ کا لہجہ گمبھیر تر ہو گیا، پرنیاں نے ٹھٹک کر اس کی شکل دیکھی تھی پھر حقارت بھرے انداز میں مسکرا دی۔

"اگر یہ خواہش تھی تو پھر اپنے جذبات کو بھی سنبھالا ہوتا۔" وہ پھنکاری تو معاذ کا چہرہ تاریک پڑ گیا تھا۔

"میں نے ایسا کچھ غلط نہیں کیا ہے پرنیاں کہ......"

"مجھے وضاحتیں نہ دیں، وضاحتیں ہمیشہ جھوٹے لوگ دیا کرتے ہیں او کے۔" اس کے دیکھنے کے انداز میں ناگواری بڑھی اور فہمائش تھی مگر آنکھوں میں بکھرتے خوابوں کی کرچیاں تھیں گویا، معاذ سناٹوں کی زد پہ آ گیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، میری طرف سے جہنم میں جاؤ، میں لعنت بھی نہیں بھیجتا تم پہ۔" اس کا یہ سکتہ ٹوٹا تو وہ پھنکارتے ہوئے بولا تھا، پھر ٹیبل کو زور سے ٹھوکر مارتا کمرے سے نکل گیا، مصالحت کی ہر کوشش رائیگاں جارہی تھی، پتہ نہیں حالات کس نہج پہ جارہے تھے۔

☆☆☆

محبت کے سفر میں جب وفا کا سلسلہ لکھا
تو تجھ کو اپنی ہستی کو اکیلا آشنا لکھا
دنیا کی عداوت نے کافر تک کہا مجھ کو
پھر بھی میری چاہت نے تجھے سب سے جدا لکھا
میرے جذبوں کی طاقت کو کوئی بھی سمجھ نہ پایا
کسی نے ابتدا لکھا کسی نے انتہا لکھا
تیری ہستی قیامت تھی یا کوئی شہر تھا تجھ میں
کہ خود تقدیر نے تجھ کو دعا کا معجزہ لکھا
میری دھڑکن کی بندش یہ دنیا کے مسیحا نے
محبت کو غم لکھا تجھے اس کی دوا لکھا
مجھے یہ فخر ہے کہ میں تجھے تحریر کرتا ہوں
اسی خاطر تجھے پل پل اپنا ہمنوا لکھا

وہ کب سے ایک ہی زاویے پہ بیٹھی تھی، ساکن وساکت اور گم صم، ابھی کچھ دیر قبل مسز آفریدی اس کے پاس سے اٹھ کر گئی تھیں، اسے کل شاہ ہاؤس سے آنے والے مہمانوں کی آمد کا مژدہ سنا کر۔

"خیریت کیوں آرہے ہیں وہ لوگ؟" اس کی حیرت بجا تھی، یہ سوال بھی فطری تھا۔

"تمہاری شادی کی تاریخ فکس کرنے آرہے ہیں۔" ژالے کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا، اس نے تحیر واستعجاب کے عالم میں انہیں غیر یقین نظروں سے دیکھا۔

"میری شادی کی؟"

"اتنی حیران کیوں ہورہی ہو؟ کیا تمہاری یہ خواہش نہیں ہے؟ بہت اکڑ رہا تھا جہانگیر میں نے بھی سارا طنطنہ نکال کر رکھ دیا، میرے سامنے کب ٹھہرا ہے وہ جواب ٹھہرتا، مسز آفریدی کو آنکھیں دکھانے والے کو عمر بھر میرے قدموں میں گڑگڑانا پڑتا ہے۔" ان کے لہجے کا غرور اور تکبر ہرگز نئی بات نہیں تھی البتہ جو بات وہ کررہی تھیں وہ کچھ انوکھی ضرور تھی، ژالے کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ اب کیا کیا ہے آپ نے ممی؟"

وہ جو نیلما کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھی، کچھ اور بھی مضطرب نظر آنے لگی، ابھی کچھ دیر پہلے نیلما نے کال کرکے اپنے کارنامے سے پردہ اٹھایا تھا کہ اگر ایک بار اس کی کوشش ناکامی سے دوچار ہوگئی تو ضروری نہیں دوبارہ بھی ایسا ہو، یعنی اس روز اسے کڈنیپ کرانے کی حرکت نیلما کی تھی، ژالے کو اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی، کیسا تھا اس کا نصیب یا پھر اس کے رشتے ہی اتنے گھٹیا تھے کہ وہ اذیتوں میں مبتلا ہوکر رہ گئی تھی، ذلت اور شرمندگی کے پے در پے احساس اسے ڈھنگ سے سر اٹھانے بھی نہیں

دیتے تھے کہ ایک اور طوق اس کے لئے تیار ہوجاتا تھا۔

"جہانگیر ہرگز آسان ہدف نہیں ہے، اسے لائن پہ لانے کو مجھے ہمیشہ کوئی سازش تیار کرنا پڑی ہے، لیکن اس بار تو کام میری بیٹی نے خود آسان بنادیا، تم گئی تھیں نا اس کے ساتھ اس کے گھر، اب چھپانا مت، بتاؤ مجھے وہ کس حد تک تمہارے حسن کے آگے بہکا اور اسے خراج پیش کیا۔"

"ممی پلیز۔" وہ توہین کے احساس سے جل اٹھی تھی، جبھی پوری قوت سے چلائی، جواباً مسز آفریدی نے اسے کسی قدر ناراضگی سے دیکھا تھا۔

"کوئی نازیبا بات کہہ دی ہے میں نے جو چلا رہی ہو، شوہر ہے وہ تمہارا۔" ان کے لہجے میں ناگواری کا تاثر تھا، ژالے نے جلتی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"آپ اور میری سوچوں میں ہی نہیں عادات میں بھی فرق ہے مما آپ کو میری راہوں میں مزید کانٹے نہیں بکھیرنے چاہئیں، ایسے کانٹے جنہیں مجھے پلکوں سے ہٹانا پڑے، آپ کو اندازہ تو ہوگا یہ کتنا دشوار کام ہوسکتا ہے۔"

"میرے سامنے یہ فلسفیانہ گفتگو نہ کیا کرو، مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ اگر میں تمہاری پشت پہ نہ ہوتی تو اول تو تمہارا نکاح نہ ہوتا جہانگیر سے دوسرے یہ کہ وہ قیامت تک تمہیں رخصت کرانے نہ آتا بجائے میرا احسان مند ہونے کے تم مجھے ہر وقت باتیں سناتی رہتی ہو۔" وہ چیخ کر کہہ رہی تھیں، ژالے نے متاسفانہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"خدا جب انسان کو زیادہ اختیارات دے دیتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اس کی رسی دراز کردی گئی ہے جس کا سرا اللہ کے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے، انسان کو اپنی اوقات بھلا کر خود کو خدا نہیں سمجھ لینا چاہیے، فرعون نے یہ غلطی کی تھی، عبرت کا نشان ہے ابھی تک۔"

مسز آفریدی اس کی پوری بات سنے بغیر ہی باہر نکل گئی تھیں، ژالے ساکن بیٹھی رہ گئی، اسے مسز آفریدی کے غرور سے ہی خوف نہیں آیا تھا، اسے جہان کے سامنے اپنی مزید خراب ہوجانے والی پوزیشن پہ بھی جی بھر کے رونا آیا تھا۔

☆☆☆

رک گئی زندگی بس اک موڑ پر
تیرے بن یونہی موسم گزرتے رہے
دل کے آنگن میں روتی رہیں حسرتیں
آنکھ زندہ رہی خواب مرتے رہے
جب تلک تو میری سمت چلتا رہا
میری خوشیوں کا سورج نکلتا رہا
تیرے لہجے کی خوشبو میں بھیگے ہوئے
چاند تارے میرے گھر اترتے رہے
آنکھ میں چاہتوں کے سمندر لئے
کتنی جلدی تو مجھ سے جدا ہوگیا

جانے والے تجھے کیا خبر ہے کہ ہم
لمحہ لمحہ تیرے بعد مرتے رہے

ایزی چیئر پر بیٹھے اس نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھا، برف اسی تواتر سے گر رہی تھی، تاحد نگاہ دھند کا تسلط تھا، شاید یہ برف گرنے کے باعث فضا میں غبار تھا، ابھی کچھ دیر قبل مما کا فون تھا وہ اسے جہان کی شادی کی تاریخ کے متعلق بتا کر آنے کا کہہ رہی تھیں۔

''جے کی شادی......'' اس نے سوچا اور ایک لامحدود قسم کا خالی پن اس کے اندر اتر آیا تھا۔

(یوں تم بھی مکمل طور پہ بیگانے ہوئے جے) اس کے دل نے کسی زیاں کے احساس کو بہت شدت سے محسوس کیا۔

''اصولاً تو مجھے تیمور کو کہنا چاہیے تھا مگر بیٹے ان کا نمبر مسلسل بزی جا رہا ہے، آپ ہمارا میسج انہیں دے دینا اور کل ضرور پہنچ جانا۔''

وہ انہیں بتا نہیں سکی تھی کہ تیمور کی شکل تو اس نے خود کئی ہفتوں سے نہیں دیکھی تھی، اللہ جانے کہاں مصروف رہتا تھا، اسے تو زینب کی طبیعت کی خرابی کی بھی پروا نہیں تھی گویا۔

''ابھی تو لالے کی شادی ہوئی ہے مما، اتنی جلدی بھی کیا ہے آخر؟'' وہ پتہ نہیں کیوں جھنجلا گئی تھی۔

''ایک کام جب ہونا ہی ہے تو پھر جلدی یا تاخیر کا کیا سوال، ویسے بھی کوئی کام ہوتا اسی وقت ہے جب اللہ کے ہاں اس کا وقت مقرر آ چکا ہو۔''

''ہمارا آنا شاید مشکل ہو مما، ادھر موسم بہت اپ سیٹ ہے، مسلسل برف پڑ رہی ہے، آپ کو پتہ ہے نا راستے بلاک ہو جاتے ہیں۔''

اس کے اندر ایسی ہی بے دلی اتر آئی تھی، پتہ نہیں کیوں اس مقام پہ آ کر وہ شاہ ہاؤس جانے سے گریزاں ہو گئی، شاید جہان کو اپنی نظروں کے سامنے کسی اور کا ہوتے دیکھنے کا حوصلہ نا پسند تھا، کیسا احساس تھا یہ جو بے حد جان، اس نے اک داؤ پہلے کھیلا تھا، خود کو وار پہ دانستہ چڑھایا تھا، حالانکہ لمحہ آخر تک وہ اس آس اور امید میں اٹکی منتظر رہی تھی جیسے پورا ہونا ہی نہیں تھا یہ نقصان تواتر سے اس کا نصیب بن چکا تھا۔

غصہ جھنجلاہٹ اور تلخی اسے اپنے حصار میں جکڑنے لگی، یہ غصہ ہی تھا کہ وہ اس غصے میں ایسی حرکت کر گئی تھی جس کا عام حالات میں اس کے پاس تصور بھی محال تھا، ملازمہ کے ذریعے اس نے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا پیغام پہنچایا تھا اور خود اگلے چند لمحوں میں چادر میں سر تا پا خود کو ڈھانپے احتیاط سے چلتی پورٹیکو میں آ گئی، اندر کے گرم ماحول کی نسبت باہر غضب کی سردی تھی، وہ ٹھٹھر کر رہ گئی، ڈرائیور نظریں نیچی کیے مستعد تھا۔

''کہاں جائیں گی چھوٹی بی بی صاحبہ۔''

''جہاں آپ کے چھوٹے خان ہیں وہیں۔'' وہ اپنے ازلی اعتماد سے کہتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی جبکہ ڈرائیور اپنی جگہ اچھل گیا تھا۔

''ک...... کیا کہہ رہی ہیں چھوٹی بی بی۔'' ڈرائیور بے چارہ ششدر نظر آنے لگا۔

''دیکھو انہوں نے مجھے خود وہاں بلوایا ہے، شاید وہ کسی پرابلم میں ہیں، بہت پریشان تھے، جلدی

کرو ورنہ وہ تم پہ خفا ہوں گے۔'' ڈرائیور کی صحیح معنوں میں آنکھیں پھٹی رہ گئیں، صاف لگتا تھا اسے زینب کی بات کا یقین نہیں آ سکا تھا۔

''مم...... مگر بی بی صاحبہ! خان تو ہمیشہ منع کرتے ہیں کہ ان کے کسی بھی پوشیدہ ٹھکانے کے متعلق یہاں کسی کو نہیں بتانا اور......'' ڈرائیور بات پوری نہیں کر سکا تھا، بند گیٹ کے باہر تیمور خان کی جیپ کا مخصوص ہارن سنائی دیا تھا، ڈرائیور ایکدم سے چونک اٹھا۔

''خان آ گیا ہے۔'' زینب کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا اس کے جھوٹ کا بھانڈا اتنی جلدی پھوٹ جائے گا۔

''تم کیا کر رہی ہو یہاں؟'' تیمور کی نگاہ اس پہ پڑی تو جیپ اسٹارٹ ہی چھوڑ کر اس کے پاس آ گیا، زینب ہنوز اسی طرح بیٹھی تھی، اس سوال پہ زہریلی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''اگر میری اتنی فکر ہے آپ کو تو اتنا عرصہ غائب نہ رہا کریں، سمجھے آپ؟'' وہ پھٹ پڑی تھی گویا، جانے کب کب کا غصہ اور غبار تھا اور کس کس بات کا یوں نکلا تھا تیمور نے حیرانی کی نگاہ سے اس کے تنے ہوئے نقوش کو دیکھا تھا۔

''دماغ چل گیا ہے تمہارا، بات کیسے کر رہی ہو۔'' اس کی کلائی پکڑ کر مڑوڑتے ہوئے وہ بھیڑیے کی طرح سے غرایا تھا، درد کی شدت سے زینب کو ادھ موا کر دیا، وہ تڑپ کر دوہری ہو گئی تھی۔

''بہت خیال ہے آپ کو اپنی عزت کا؟ میں بھی آپ کی عزت ہی ہوں جس کا حق آپ دوسری عورتوں کی جھولیوں میں ڈالتے پھرتے ہیں۔'' تیمور اسے یونہی کلائی سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اندر لایا تو زینب بلبلا کر کہتی چلی گئی تھی جس کے جواب میں تیمور کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اس کی ناک سے خون چھلکا گیا تھا۔

''اپنی زبان کو لگام دو، ورنہ اسے کاٹ کر پھینکنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔'' سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا ہوا وہ زور سے پھنکارا تھا، زینب اس تذلیل پہ بھڑک اٹھی تھی۔

''میں آپ کی زر خرید نہیں ہوں تیمور صاحب کہ تم جو چاہو مجھ سے سلوک رکھو اور کوئی تمہیں پوچھنے والا بھی نہ ہو۔'' زینب نے اپنا دوپٹہ ناک سے بہتے خون سے رنگین ہوتا محسوس کیا اور چیخی۔

''کس پہ اکڑتی ہو تم؟ اپنے بھائیوں پہ یا پھر اس جہان پہ، سارے میرے قدموں میں رینگنے والے کیڑے مکوڑوں کی مانند ہیں جنہیں میں لمحہ بھر کی تاخیر کے بغیر مسل کے رکھ سکتا ہوں۔'' اس کے لہجے کے تکبر اور سفاکی نے لمحہ بھر کو زینب کو منجمد کر کے رکھ دیا تھا۔

''میری فیملی کے مرد نہ آپ کی طرح بزدل ہیں نہ بے غیرت اور عیاش، کہ وہ اپنے فضول کارناموں پہ کسی سے منہ چھپاتے پھریں۔'' یہ سخت بات تھی اور ظالم کے سامنے سچ بولنا ہمیشہ نقصان سے دوچار کرتا ہے، زینب سے یہی غلطی ہوئی تھی، پھر تیمور خان تھا اور اس کا وحشیانہ غصہ، اس نے یہ بھی پرواہ نہیں کی تھی کہ زینب پریگنٹ ہے، زینب جس کو کبھی کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا تھا اس روز اس نے اپنے نازک وجود پہ بد ترین تشدد برداشت کیا تھا، اس کی اٹھنے والی ہر چیخ کا گلا حویلی کے ساؤنڈ پروف دیواروں نے اندر ہی گھونٹ دیا تھا۔

☆☆☆

میں شام فروزاں ہوں میں آتش لرزاں ہوں

میں سوزش ہجراں ہوں میں منزل پروانہ
میں وصف بسمل ہوں میں رونق محفل ہوں
اک ٹوٹا ہوا دل ہوں میرے شہر میں ویرانہ
میں نعرہ مستانہ میں شوخی رندانہ
میں تشنہ کہاں جاؤں پی کر بھی کہا جانا

زینب کے نہ آنے کو کسی نہ بھی اتنی شدت سے محسوس نہیں کیا تھا، شاید سوائے خود اس کے، حالانکہ اس موقع پہ وہ خود اس کے سامنے سے بے حد خائف تھا، ایک وہی تھا جس سے وہ خود کو عیاں کرنے سے ہمیشہ گریزاں رہا تھا، مگر اب جبکہ گھر کے بزرگ لاہور کی فلائیٹ پکڑ کر جا بھی چکے تھے، وہ متحمل پھر رہا تھا، پتہ نہیں بے چینی کے احساس کے ساتھ زینب کا خیال اتنا حاوی کیوں تھا، حالانکہ دیگر گھر والوں کی طرح اس تک بھی زینب کا عذر پہنچ چکا تھا مگر وہ اس دل کا کیا کرتا جسے قرار میسر نہیں تھا، یہ اضطراب اس حد تک بڑھا تھا کہ وہ تمام احتیاط بھلائے زینب کا نمبر ڈائل کر چکا تھا، بیل جاتی رہی مگر وہ کال ریسو نہیں کر رہی تھی، جتنی بھی ناراضگی سہی مگر وہ اس کا فون ہمیشہ سنا کرتی تھی، اب کیا ہوا تھا، سوچیں اسے بیکل کرنے لگیں، انہی سوچوں کے ساتھ اس نے پھر سے نمبر ڈائل کیا تھا، تیسری سے چوتھی بیل پہ کال ریسو کر لی گئی۔

''السلام علیکم، کیا حال ہے زینب، کہاں تھیں تم، میں کب سے ٹرائی کر رہا ہوں۔'' وہ جہاں مطمئن ہوا تھا وہاں تشویش کا اظہار بھی کر گیا تھا۔

''یہ میں ہوں تیمور، زینب کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ سو رہی ہے، کوئی خاص بات؟'' تیمور کی بوجھل آواز میں رکھائی اور بے اعتنائی تھی، جہان کو تو اس سے بات ہونے کی توقع نہیں تھی اس پہ یہ نخوت بھرا انداز، جہان ایکدم ریز روڈ ہوا تھا۔

''نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی، اس کی خیریت ہی پوچھنا تھی، کیا ہوا ہے اسے؟''

''مسٹر جہانگیر ہم خالص پٹھان لوگ ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ ان کے کزنز کی بے تکلفی کو بے حیائی سے تعبیر کرتے ہیں، کیا مجھے آپ کو بتانا چاہیے کہ مجھے آپ کی یہ جسارت پسند نہیں آئی؟'' تیمور خان کا لہجہ تیکھا اور ترش تھا، جہان کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا، اس کی مزید سنے بغیر تیمور نے کھٹ سے سلسلہ منقطع کر دیا تھا، جہان اپنا چہرا تپتا ہوا محسوس کرنے لگا، تیمور کے اس درجہ شدید رویے نے اس کا خون کھولا کے رکھ دیا تھا، وہ کتنی دیر تک ساکن بیٹھا رہا تھا اور خود کو سنبھال نہیں پایا تھا، پہلی بار اس نے بے احتیاطی کی تھی پہلی بار ہی اس کا شدید انجام اس کے سامنے آ گیا تھا۔

☆☆☆

''ہو گئیں تم تیار؟'' معاذ نے دروازہ بجا کر اسے متوجہ کیا، گہرے گلابی رنگ کے جدید تراش خراش کے لباس میں وہ گلاب کا تر و تازہ مہکتا ہوا گلاب لگ رہی تھی، بالوں کو سمیٹ کر اس نے کیچر میں جکڑا اور سر پہ اسکارف باندھ کر شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لی، اس نے معاذ سے یہ نہیں پوچھا تھا وہ اسے لے کر کہاں جا رہا ہے، بس وہ اسی کے بغیر یہاں رہ جانے کے خیال سے خائف تھی جبھی اس کے ساتھ جانے پہ آمادہ ہو گئی تھی، معاذ نے اس کا سرتاپا جائزہ لیا اور جیسے مطمئن ہو گیا، وہ دروازہ لاکڈ کر کے مڑا تو

اس وقت اس کے سیل کی بیپ ہونے لگی تھی، معاذ اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالنے لگا، اسکرین پہ موجود نمبر دیکھ کر اس کے ہونٹوں کی تراش میں بہت دلکش مسکان اتری تھی۔

''ہاں بے بولو؟''

''کیسے ہو تم معاذ؟'' جہان کا لہجہ کچھ بجھا ہوا تھا معاذ چونک سا اٹھا۔

''ٹپ ٹاپ، مزے میں تم سناؤ طبیعت ٹھیک ہے؟'' معاذ نے نرمی سے کہا تھا اور لفٹ میں داخل ہو کر بٹن دبایا پھر پرنیاں کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھینچ کر اپنے مقابل کھڑا کر لیا تھا۔

''معاذ یہاں بہت کچھ گڑبڑ ہو رہا ہے یار، رئیلی میں بہت اپ سیٹ ہوں۔'' معاذ نے اس کی بات کے جواب میں قہقہہ لگایا تھا۔

''کیوں تمہاری شادی طے ہو گئی ہے، جو اتنے اپ سیٹ ہو؟''

''تمہیں کیسے پتہ؟'' جہان واقعی ہی ششدر رہ گیا تھا۔

''شادی ہی وہ مستقل مرد زر ہے جو انسان کا چین و سکون چھین لے مجھ سے بڑھ کر کون جانے گا اس کا عذاب۔'' اس نے ایک نظر اپنے مقابل بے نیاز کھڑی پرنیاں کو دیکھ کر سرد آہ بھری، مگر پھر چونک گیا۔

''کیا مطلب تم سچ کہہ رہے ہو؟''

''جھوٹ میں ایسی ہی فضول بات کہی تھی جس کے سچ ہونے کا خوف مجھے یہ بات منہ سے نکالنے نہیں دیتا تھا۔'' جہان کا لہجہ زہر خند ہوا جبکہ معاذ تحیر رہ گیا تھا۔

''یہ کیا چکر چلا رہے ہو بھئی، جبکہ ہم ابھی یہیں بیٹھے ہیں۔''

''سارے چکر اسی فضول عورت کے چلائے ہوتے ہیں، بلکہ صرف اس کے نہیں وہ معصوم چلترہ بھی شامل ہے۔'' وہ پھنکارا معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''ہوا کیا ہے یار یا تو کچھ میرے پلے میں بھی ڈالو۔'' جہان نے مختصراً اسے ڈالے والا واقعہ سنا دیا، جس کے جواب میں معاذ کی نہ رکنے والی ہنسی شروع ہو گئی تھی جس نے جہان کو بری طرح سے جھلاہٹ کا شکار کر ڈالا۔

''اگر تم میرے سامنے ہوتے تو میں اس فضول حرکت پہ دانت توڑ دیتا۔'' جہان نے دانت کچکچا کر کہا تھا۔

''مجھ پہ آخر کیوں غصہ ہو رہے ہو؟ تم ایسے ہاتھ آنے والے بھی کہاں تھے، ویسے مسز آفریدی کے خدشات کہیں سچ تو نہیں، بندہ بشر ہو تم بھی اور پھر بھابھی کی کمال کی خوبصورتی اس پہ تنہائی، انسان بہک سکتا ہے جناب۔'' وہ یونہی ہنس رہا تھا، جہان اتنا خفا ہوا کہ فون کاٹ دیا۔

''ہر کوئی ضروری نہیں آپ جیسا ہو، کوئی ان سب لوازمات کو پا کر بھی نہیں بہکتا وہ اور ہی ہوتے ہیں جو باقاعدہ کوشش کر کے ایسا ماحول بناتے ہیں۔'' پرنیاں جو اس کے پہلو میں کھڑی ساری گفتگو کا حرف حرف سن چکی تھی بے حد تلخ ہو کر بولی، عجیب انداز تھا تنفر اور حقارت سے بھرپور، معاذ جو مسکراتے ہوئے جہان کا نمبر ڈائل کر رہا تھا اس کے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہو گئے، اس کا چہرا جانے کس جذبے کے

تحت سرخ پڑا تھا، اس نے بہت سختی سے ہونٹوں کو بھینچا تھا۔

''کچھ لوگ بہت کینہ پرور ہوتے ہیں، یہ کینہ ان کی سوچوں کو خیالات کو اتنا محدود اور تاریک کر دیتا ہے کہ انہیں رویوں کی بھی پرکھ نہیں رہتی، ان کے پاس اتنی صلاحیت بھی نہیں ہوتی کہ سارے معاملے میں اپنا اور فریق ثانی کا قصور بانٹ سکیں، پورے انصاف اور توازن کے ساتھ، یہ لوگ نہ خود خوش رہتے ہیں نہ کسی کو خوش دیکھ سکتے ہیں، تمہارا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے، مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔'' معاذ کا لہجہ و انداز جتنا پرسکون تھا، پرنیاں کو اسی قدر سلگا کے رکھ گیا، اس کا جی چاہا تھا آس پاس کوئی ایسی چیز ملے جس سے وہ معاذ کا سر پھاڑ دے، لفٹ رکی تھی وہ دونوں آگے پیچھے باہر نکل آئے، رات کا وقت تھا اور لندن ایک بار پھر بھیگ رہا تھا تارکول کی نم سڑکوں پہ اسٹریٹس لائٹیں کی روشنیاں، دمک پیدا کر رہی تھیں، آسمان پر سفید بادل تھے اور ہلکی پھلکی بونداباندی جاری تھی، اس کے صبیح چہرے پہ صبح نوخیز جیسی تازگی تھی اور آنکھوں میں نیند کا جو ہلکا سا خمار تھا۔

اس نے اسے پہلے سے بڑھ کر حسین بنا دیا تھا، مگر وہ دونوں ندی کے کناروں کی طرح ساتھ چلتے تھے جو ملتے نہیں ہیں، معاذ کا رخ اسٹیشن کی سمت تھا، اسٹیشن پہ زیادہ رش نہیں تھا، لندن کے ریلوے اسٹیشن کی شاندار عمارت مختلف روشنیوں سے جگمگا رہی تھی، زیر زمین چلنے والی ٹرینوں کا ایک جال تھا، جو لندن شہر میں بچھا ہوا تھا، یہ ٹرینیں ہر چند منٹ کے وقفے سے ہزاروں لوگوں کو اپنے شکم میں سموتے ان زمین دوز راستوں پر مستقل مزاجی سے سفر کرتی ہیں، لندن کا پورا شہر بیک وقت ایک سے زائد سطحوں پر آباد ہے، ایک زمین کے اوپر اور باقی زمین کے نیچے، سب سطحیں سب انتہائی گنجان، ان کی مطلوبہ ٹرین بھی اپنے مخصوص وقت پر مخصوص شور کے ساتھ آئی اور خود کار دروازے کھل گئے، وہاں نہ دھکم پیل ہوتی ہے نہ ٹکٹ کے باوجود سیٹ کا مسئلہ سو بہت آرام سے وہ دونوں آ کر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے، کتنے مسافر تھے مگر سب بے نیاز اور خود میں مگن وہاں کسی کو کسی سے کوئی غرض نہیں ہوتی، پرنیاں کھڑکی سے باہر تیزی سے گزرتے مناظر میں گم رہی پھر رہی تھی کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی، معاذ کے کاندھا ہلانے پہ وہ ہڑبڑا کر جاگی تھی۔

''اسٹیشن آ گیا ہے، ہمیں اترنا ہوگا۔'' پرنیاں اپنا بیگ سنبھالتی اس کے ہمراہ پہلے ٹرین پھر اسٹیشن کی عمارت سے باہر آ گئی، یہ بریڈفورڈ تھا، لندن کی نسبت یہاں کا موسم یکسر مختلف تھا، معاذ نے ٹیکسی روکی تھی، یہاں برف باری ہو رہی تھی اور برف صاف کرنے والی مشین سڑکوں سے برف ہٹا کر کناروں پر کرتی نظر آ رہی تھی، راستے میں نظر آنے والے مکانوں کی ترچھی چھتوں پر برف گری نظر آتی تھی، ان کی ٹیکسی بھی برف سے بھیگی سڑک پر پھسلتی جا رہی تھی آدھے گھنٹے کے ٹیکسی کے سفر کے بعد معاذ اپنا مختصر سامان لئے نیچے اتر آیا، پرنیاں اس کے ساتھ تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی رات کے اس پہر اجنبی انجان ملک میں وہ مختلف شہروں کی خاک کیوں چھانتا پھر رہا تھا، اسٹریٹ ایکروبٹس (سڑکوں پر تماشا کرنے والے) سڑک پر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے میں معروف تھے، رنگین لوگوں کا مرکز بنی وہ انگریز لڑکی فٹ بال پر نہایت مہارت سے اپنا توازن برقرار رکھے ڈانس میں معروف تھی، پرنیاں تو چلتے چلتے ٹھٹھک کر رک گئی، اس کے جیسے سانسیں بھی رکنے لگی تھیں، اس لڑکی کے بدن اور فٹ بال کی ہر حرکت پر اسے لگتا وہ ابھی نیچے گر پڑے گی، بیچ بیچ میں منچلوں کی سیٹیاں سنائی دیتیں جو مجمع میں شامل تھے مگر وہ لڑکی ہر شے سے

بے نیاز رقصاں رہی، جیسے ہی رقص ختم ہوا اور تالیوں کا شور فضا میں بلند ہوا جیسے پرنیاں کا رکا ہوا سانس بھی بحال ہوا اور وہ جیسے ہوش میں بھی آ گئی تب سب سے پہلے گھبرا کر اس کی نظروں نے معاذ کو کھوجا تھا، وہ بے خیالی میں رک گئی تھی، اللہ جانے معاذ کو خبر بھی ہوئی تھی یا نہیں اور وہ اسے چھوڑ کر اکیلا ہی کہیں کا کہیں نکل گیا ہو خیال تھا کہ پھر پھیری جس نے وجود میں سنسناہٹ بھر دی وہ گھبرا کر پلٹی اور معاذ سے ٹکراتے بچی تھی، وہ چند قدم کے فاصلے پہ موجود سینے پہ ہاتھ باندھے یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا، صاف لگتا تھا ساری دنیا اس نظارے میں محو تھی اس سے غافل وہ پرنیاں میں مگن تھا۔

''اب چلیں؟'' اس کے متوجہ ہونے پہ وہ رسان سے بولا اور پرنیاں بے تحاشا خجل ہو کر رہ گئی۔

(کیا سوچ رہے ہوں گے میں پہلی بار یہ سب دیکھ رہی ہوں، جبھی سب کچھ فراموش کر گئی)، کچھ کہے بغیر پرنیاں نے قدم بڑھا دیئے تھے۔

''اونہہ ادھر نہیں ہمیں ادھر اس سمت جانا ہے۔'' معاذ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رخ بدلا تھا، پرنیاں کچھ اور کھسیا گئی، معاذ نے جب بعد میں بھی اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا تو وہ قدرے گھبرائی تھی، مگر معاذ اس سے بے نیاز اپنے سیل پہ نمبر ڈائل کرنے میں معروف تھا۔

''کیا ہے یار! بات بات پہ بچوں کی طرح خفا ہو جاتے ہو؟'' رابطہ بحال ہونے پہ وہ ڈانٹتے ہوئے بولا تھا۔

''تم بات ہی اتنی فضول کرتے ہو۔'' جہان کا لہجہ ہنوز سرد تھا۔

''اب تم بھی دشمنوں جیسے اطوار اپنا رہے ہو ہر بات پہ ٹوکو گے ہر بات پہ گرفت کرو گے۔'' معاذ نے سرد آہ بھر کے کہا اور کنکھیوں سے پرنیاں کو دیکھا، پرنیاں نے اس طنز کو محسوس کیا تھا جس کے نتیجے میں نہ صرف اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑایا بلکہ اس سے فاصلہ رکھ کر چلنے لگی، معاذ نے سرد آہ بھری تھی۔

''خیر چھوڑو تم بتاؤ کیا کر رہے ہو؟''

''میں بریڈفورڈ کی سڑکوں پہ آوارہ گردی کر رہا ہوں، سنو فال ہو رہی ہے یہاں۔''

''پرنیاں کہاں ہے، میں نے کہا بھی تھا انہیں اکیلا نہ چھوڑا کرو۔''

''میرے ساتھ ہیں محترم آپ کی بہن صاحبہ، تم بتاؤ اپ سیٹ کیوں تھے؟'' معاذ نے مطلب کی بات کی تھی، جواباً جہان کے ٹھنڈا سانس بھرنے کی آواز آئی۔

''بتا تو دی ہے وجہ۔''

''صرف یہی وجہ نہیں ہے جے آئی تو۔'' معاذ کا پریقین لہجہ جہان کو مضمحل کر گیا تھا۔

''تم زینب کو کال کرو معاذ، بات کرواس سے۔''

''کیا مطلب؟ خیریت ہے نا جے۔''

''وہ کراچی نہیں آئی حالانکہ چچی جان نے بلوایا تھا اسے، میں نے کال کی تو تیمور نے فون اٹینڈ کیا، زینب سے بات نہیں ہو سکتی، بتا رہا تھا طبیعت خراب ہے۔''

''اور تم پریشان ہو گئے ہو، ہے نا؟'' معاذ نے سرد آہ بھر کے سوال کیا، جہان خاموش رہا تھا، خاموشی کا یہ وقفہ طویل ہوا تو معاذ جھنجھلانے لگا۔

''تم صبر کر چکے ہو تو فراموش بھی کر دو جے، اس بند گلی میں کیوں آگے بڑھے جا رہے ہو؟''

"تم کال کرو گے اسے یا نہیں؟" جہان نے اپنی بات کی تھی، معاذ نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر سر پہ گری برف جھاڑی۔

"اوکے کرتا ہوں۔" معاذ کی تسلی پہ جہان نے کال ڈراپ کر دی تھی، وہ اب رہائشی علاقے میں آ پہنچے تھے، یہاں بھی اسٹریٹس لائٹس روشن تھیں، ترچھی چھتوں والے مکان ایک لمبی قطار میں کھلی گلی میں دونوں اطراف کھڑے تھے جن کے نقشے ایک ہی طرز کے تھے، چوبی دروازے کے اوپر شیڈ جس پہ آرائشی بلب روشن تھا یہ مکان دو منزلہ تھے جن کا رنگ سرخ اور دروازے گولڈن کلر کے تھے، کھڑکیوں کے شیشے بالکل سیاہ تھے، معاذ ایک مکان کے سامنے جا کر رک گیا اور کال بیل کے بٹن کو دبایا، مکان کے آگے بنی کیاریوں میں موجود پھولوں کے پودے تازہ گری برف سے بوجھل ہو کر جھکے ہوئے تھے، ہواؤں میں شدت اور تیزی تھی، پرنیاں شال اور جرسی کے باوجود کپکپا رہی تھی۔

"کہاں لے آئے ہیں مجھے آپ؟" اس کی خاموشی آخر ٹوٹ گئی تھی، لہجے میں ہلکی سی لرزش کے ساتھ ناگواری بھی تھی، اتنا تو بہر حال وہ بھی جانتی تھی یہاں ان کا دور پار کا بھی کوئی عزیز رشتہ دار نہیں ہے۔

"آپ کو یہ خیال بہت جلدی نہیں آ گیا، خیر جہاں اتنا صبر کیا ہے وہاں اور سہی۔" اس اوندھے جواب پہ پرنیاں اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہیں سکی تھی کہ کھٹ سے دروازہ کھل گیا، اگلا لمحہ پرنیاں کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا، کھلکھلاتی ہوئی ثنا نے اسے بہت والہانہ انداز میں کھینچ کر اپنے گلے سے لگایا تھا۔

"یہ سچ ہے ناں پری کہ تم ہی ہو میرے سامنے، اس روز سر سے ملاقات ہوئی تو تمہارے یہاں ہونے کا پتہ چلا تھا، آج بھی یہ بار بار مجھے یہاں تمہاری آمد کا بتاتے رہے مگر مجھے جیسے یقین ہی نہ آتا تھا کہ میں تمہیں پھر سے دیکھ سکوں گی۔" ثنا بار بار اسے چومتی شدتوں سے بھینچے جا رہی تھی، پرنیاں تو ششدر سی ششدر تھی، ثنا کا جوش وخروش کم ہوا اور اسے یقین بھی آیا تب وہ مسکراتے ہوئے انہیں اندر لائی تھی، معاذ نے راستے سے آتے ہوئے مٹھائی اور فروٹ بھی خریدا تھا جسے ثنا کا شوہر علی لے کر ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔

"اب بتاؤ کیسی ہو؟" پرنیاں صوفے پہ بیٹھ گئی تب ثناء اسے مسکرا کر دیکھتی استفسار کرنے لگی۔

"تم یہاں کیسے؟ کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے ثناء۔" اس نے سب سے اہم سوال کیا تھا جواب میں ثنا کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے والی ہو گئیں۔

"کیا مطلب بھئی سر نے تمہیں نہیں بتایا کچھ بھی؟"

"نہیں مجھے تو تمہارے گھر کا دروازہ کھلنے تک بھی یہ نہیں پتہ تھا کہ میں تم سے ملنے والی ہوں۔" پرنیاں کے جواب پہ ثناء کی شا کی نظروں کا رخ معاذ کی سمت مڑ گیا تھا۔

"دس از ناٹ فیئر سر۔" معاذ نے جواب میں کاندھے اچکا دیے۔

"ایکچوئیلی میں آپ کی سہیلی کو اچانک سرپرائز دینا چاہتا تھا، دیکھیں اب کتنی خوش ہیں یہ۔" معاذ کے تبسم لہجے پہ پرنیاں ایکدم سے جھینپی تھی۔

"تم پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہو پری، یہ سب سر کی رفاقتوں کا اعجاز ہے نا۔" ثنا جب کھانا لگانے کو اٹھی تو پرنیاں بھی اس کے ساتھ کچن میں آ گئی تھی، اس کی بات پہ پرنیاں کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر

گزر گیا تھا۔

"لاؤ میں سلاد بنا لیتی ہوں، تم تب تک کھانا گرم کر لو۔" پرنیاں نے گویا بات کا رخ بدلنا چاہا تھا۔

"میں نے سب کچھ تیار کر کے رکھا ہوا ہے، علی بہت کوآپریٹو ہیں یار۔"

"تمہاری شادی کب ہوئی ہے ثناء؟"

"اتفاقاً تمہارے جانے کے بعد میرے گھر سے کال آئی تھی، میں گئی تو نکاح خواں تیار بیٹھے تھے بس پکڑ کر مجھے دلہن بنایا اور بیاہ دیا، ایکچوئیلی علی صاحب یہاں پڑھائی کو آ رہے تھے اور گھر والے انہیں اکیلے بھیجنے پہ متامل تھے، وجہ یہاں کا ماحول تھا، ان کی لگام مجھے تھمائی ہے گویا، بس یار جھٹ پٹ سب ہوا ہے، عیش تو تمہارے بھی بہت ہیں، سر ہنی مون کے لئے لائے ہیں تمہیں۔" ثناء نے بات کے اختتام پہ شوخی سے پرنیاں کو دیکھا، وہ جبراً ہی مسکرائی تھی، خوشگوار باتوں کے درمیان کھانا کھایا گیا تھا، پھر ثناء کافی بنا لائی تھی۔

"سر ویسے تو ہمارے گھر میں بھی دو بیڈ روم ہیں مگر ہم ترتیب بدلنے کا ارادہ باندھ چکے ہیں، یو تو آج آپ کے ساتھ سوئیں گے اور میں آپ کی مسز کے ساتھ، زندگی پھر جانے کب موقع دے، مجھے پری سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" ثناء نے کافی کا مگ معاذ کو دیتے ہوئے کہا تو معاذ اسے گھورنے لگا تھا۔

"ہرگز نہیں، آپ کچھ زیادہ ہی نہیں فری ہو رہی ہیں شاگردہ رشیدہ، میری بیوی پہ ہی قبضہ جمانے کا ارادہ باندھ لیا، آپ کو اچھی طرح سے اندازہ ہونا چاہیے کہ میں ان کے بغیر سونے کا عادی نہیں ہوں۔" اس کی بات کے جواب میں صرف ثناء ہی نہیں علی بھی حظ لے کر ہنسنے لگا تھا، جبکہ پرنیاں معاذ کی اس فضول حرکت پہ جز بز ہو کر رہ گئی تھی۔

"ایک رات سے کچھ نہیں ہوتا سر، پلیز ہمارے اتنی لمبی جدائی کا تو خیال کریں۔"

"چلیں آپ اتنا اصرار کر رہی ہیں تو میں چند گھنٹوں کو اپنی لاڈلی پیاری بیوی آپ کے حوالے کر سکتا ہوں مگر یہ سوئیں گی میرے ساتھ ہی۔" معاذ کی اس درجہ رعایت کو ہی ثناء نے غنیمت جان لیا تھا جبکہ پرنیاں نے اس بات چیت سے یہی اندازہ لگایا تھا وہ ایک بار پھر اپنا بھرم رکھ رہا تھا۔

"تمہاری شادی کو ایک ماہ ہو گیا ہے پری لیکن تم ابھی تک سر سے بے تکلف نہیں ہو سکی ہو۔" پرنیاں کے پاس اس بات کا جواب نہیں تھا۔

"علی اور میری خالصتاً ارینج میرج ہے یار مگر ہم دونوں بے حد خوش ہیں، تم نے دیکھا علی کتنے مطمئن ہیں مجھ سے، لیکن تم مائنڈ مت کرنا پری مگر تم مجھے پہلے سے زیادہ اداس اور سنجیدہ لگتی ہو۔" ثناء سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، پرنیاں کو جان چھڑانا مشکل ہونے لگا۔

"تم جانتی تو ہو ثناء میرے مزاج میں ہی سنجیدگی ہے۔"

"کیا واقعی صرف یہی بات ہے؟" ثناء کی آنکھیں بہت تفصیلاً اسے کھوج رہی تھیں، پرنیاں جز بز ہونے لگی، معاوہ ایکدم اٹھ کر واش روم کی سمت بھاگی تھی، اس کا دل کب سے متلا رہا تھا مگر اب تو اسے باقاعدہ وومیٹنگ ہو رہی تھی، وہ چند لمحوں کے اندر ہی جیسے نچڑ سی گئی۔

"تم گہری تو پہلے بھی بہت تھیں پری مگر اب کچھ اور بھی اجنبی لگ رہی ہو، تم نے مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ یہ اہم بات ہی بتا دو۔" پرنیاں واپس آ کر اس کے مقابل بیٹھی تو ثناء نے کسی قدر خفگی سے کہا

تھا، پرنیاں نے عاجز ہو کر اسے دیکھا۔
"کون سی اہم بات؟" وہ واقعی ہی حیران تھی۔
"تم پریگنٹ ہو، کیا یہ بات تمہارے لئے اہم نہیں ہے۔" ثناء کا لہجہ چبھتا ہوا تھا، جبکہ پرنیاں کا رنگ یکلخت فق ہوا اٹھا تھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے ثناء، مجھے آج پہلی بار وومٹنگ ہوئی ہے۔" وہ دہل کر وضاحتی انداز میں بولی تھی۔
"پہلی بار ہوئی ہے تو کیا ہو، اب بار بار ہو گی، تم میڈیکل کی تعلیم حاصل کرتی رہی ہو کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہو سکا؟ اور سب سے بڑھ کر سر...... کیا انہوں نے بھی محسوس نہیں کیا؟" ثناء کے سوال و جواب نے اسے نہ صرف خوفزدہ کیا بلکہ عاجز بھی کر کے رکھ دیا تھا۔
"ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھے بتاتے نا، بہت رات ہو گئی ہے اب مجھے سونا ہے۔" پرنیاں محض اس کے سوالوں سے عاجز ہو کر ہی اٹھی تھی، ولی ہی دل میں اس خدشے کو جھٹکتی ہوئی، جو صورتحال تھی وہ ہرگز بھی اس نئے جھمیلے میں پڑنے پہ آمادہ نہیں تھی، ثناء کے اس قیاس نے اسے اچھا خاصا متفکر اور مضطرب کر دیا تھا۔

"ہاں جاؤ، سر بھی تمہارا ویٹ کر رہے ہوں گے، ویسے پوچھنا ضرور ان سے، میرا شک درست نکلے گا؟" ثناء نے اس اصلاح دی تھی، پرنیاں کا رنگ جانے کس احساس سے سرخ پڑ گیا، بہرحال اس کا ثناء کے اس آخری مشورے پہ عمل کرنے کا قیامت تک ارادہ نہیں تھا، وہ کمرے میں آئی تو معاذ کو جاگتے اور سیل پہ محو گفتگو پا کر سخت جز بز ہوئی تھی، اس کا ہرگز خیال نہیں تھا وہ اسے جاگتا ہوا ملے گا ورنہ ابھی ہرگز کمرے میں نہ آتی۔
"وہاں کیسے لیٹو گی، یہاں آ جاؤ، کمبل ایک ہی ہے۔" معاذ اسے دیکھ کر گفتگو کا اختتام کر چکا تھا، سیل فون رکھتے ہوئے اسے دیکھ کر بولا، پرنیاں نے ان سنی کر دی تھی، کشن سمیٹ کر کارپٹ پہ ڈھیر کیے اور صوفے پہ دراز ہو گی، معاذ نے ہونٹ بھینچ کر اس کو کچھ دیر دیکھا جو اپنی شال کھول کر اوپر پھیلا رہی تھی۔
"میں کچھ کہہ رہا ہوں پرنیاں۔" خود پہ جبر کر کے وہ رسان سے بولا تھا۔
"آپ کو شاید اپنی چند دن قبل کہی بات بھول گئی ہو مگر مجھے یاد ہے۔" وہ مدھم مگر کاٹ دار لہجے میں جیسے نا چاہتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔
"اگر وہ بات تب میں نے کہی تھی تو یہ بھی میری ہی کہہ رہا ہوں، سردی بہت ہے اٹھ کر یہاں آؤ۔"
"اول تو یہ سردی مجھے موت کے منہ میں دھکیلنے سے رہی، اگر ایسا ہو بھی تو میں پھر بھی آپ کے پاس آنے کی بجائے مرنے کو ترجیح دوں گی، سنا آپ نے؟" وہ بے حد تلخ ہو کر بولی، ایسا لہجہ تھا جس میں اپنی تذلیل کا کرب سمٹ آیا تھا، معاذ کو یکا یک اپنی زیادتی کا خیال ندامت کے احساس سے دوچار کر گیا، وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھا تھا اور درمیانی فاصلہ سمیٹ کر اس کے پاس آ گیا، پرنیاں اس کی سمت متوجہ نہیں تھی پر اس وقت وہ بھونچکی رہ گئی تھی جب معاذ نے اسے جھک کر اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا، حیرت تمام ہوئی تو اس کے حلق سے دبی دبی مگر سخت احتجاجی چیخ نکل گئی تھی، وہ اس کی گرفت میں مرغ بسمل کی طرح سے تڑپی تھی، اسے معاذ سے ہرگز ہرگز بھی ایسی دھونس، زبردستی اور استحقاق کی توقع نہیں تھی پہلے تو اسے یقین

نہیں آ سکا تھا اور جب یقین آیا تھا تو اس کے اندر غضب کا احتجاج اور ناگواری اُمڈی تھی۔
"دھیرج یار ہمارے ارادے ہرگز گستاخانہ نہیں ہیں، کیوں مشکوک ہو رہی ہو۔" وہ اسے یونہی سنبھالے بیڈ پہ آیا تھا، پرنیاں اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی تڑپ کر دور ہوئی اور تیزی سے بیڈ سے اترنا چاہا معاذ نے اس کا ارادہ بھانپ کر ہی اسے پھر سے نہ صرف اپنی طرف گھسیٹا بلکہ پھر سے اپنے بازوؤں کے شکنجے میں بھی کس لیا، پرنیاں کی صحیح معنوں میں جان ہوا ہونے لگی۔
"تمہیں اگر شرافت سے میری بات نہیں ماننی تو یہ والی زبردستی تو پھر مجھے کرنی پڑے گی محترمہ، ویسے تم جیسی حسین اور خوبصورت لڑکی کو یوں ساری رات کے لئے بھی خود سے اس طرح قریب رکھنا میرے لئے ہرگز مشکل کام نہیں ہے، ہے نا؟" وہ اپنا پرکشش چہرا اس کے ہوائیاں اڑاتے چہرے کے نزدیک لا کر کسی قدر شرارت بھرے انداز میں معنی خیزیت سے بولا تھا، اس کا یہ بہکا ہوا انداز یہ استحقاقی لب و لہجہ پرنیاں کے اندر طوفانی جھکڑ سے چلنے لگے، پتہ نہیں وہ کیا جتلانا چاہ رہا تھا اسے، وہ اتنا نزدیک تھا کہ اس کی دھڑکنیں اور سانسیں پرنیاں کی سانسوں اور دھڑکنوں میں گھل مل رہی تھیں، ماحول میں دلکشی اور معنی خیزیت سی در آئی مگر پرنیاں کا گلا آنسوؤں سے بھر چکا تھا، کچھ کہنے کی تاب نہیں تھی، اس نے بس پوری قوت صرف کر کے اس کے بازو جھٹکے اور فاصلہ بڑھانے کو اس کے سینے پہ دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے بھیگی آواز میں بامشکل بولی تھی۔
"چھوڑ دیں مجھے۔"
"مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی؟" معاذ نے اس پہ گرفت کچھ اور مضبوط کی اور بظاہر رسان سے کہتے اس کی آنکھوں میں شوخی سے جھانکا۔

"میں اسی بیڈ پہ لیٹ رہی ہوں، مگر مجھے چھوڑ دیں، فار گاڈ سیک۔" اب کے وہ آنسوؤں پہ بھی قابو نہیں رکھ سکی تھی، معاذ نے ایکدم اپنے بازو ہٹا لئے تھے، پرنیاں جیسے منتظر تھی، سرعت سے فاصلے پہ ہوئی اور کروٹ بدل کر چہرے کا رخ پھیر لیا، آنسوؤں میں کچھ اور بھی روانی آ گئی تھی، معاذ کی مختلف مرحلوں پہ کی گئی تذلیل اسے یاد آ آ کر تڑپا رہی تھی، معاذ کی اب کی پیش رفت نے اسے بے دردی سے کانٹوں پہ گھسیٹ لیا تھا گویا، کتنا آسان ہوتا ہے کسی بھی مرد کے لئے اپنی بیوی کو بے عزت کرنا دو کوڑی کا کر کے رکھ دینا اور پھر اپنی مطلب کی خاطر دوبارہ اس کی جانب پیش رفت کر لینا، مگر وہ خود کو اتنی حقیر اور بے توقیر نہیں سمجھتی تھی کہ اتنی ذلت برداشت کرے اور پھر ضرورت کے وقت ٹشو کی حیثیت بھی اختیار کرے، وہ بہر حال کھلونا نہیں تھی، جبکہ معاذ کے اندر اس کے ردعمل پہ شدید تھکان اتر آئی تھی، ایک بار پھر وہ اس کی جانب پورے خلوص سے بڑھا تھا اور پرنیاں نے اسی قدر شدت سے اسے جھٹک دیا تھا، اس کا دھیرے دھیرے لرزتا وجود اس کے بہتے آنسوؤں کا غماز تھا، معاذ نے اس پہ اچھی طرح کمبل پھیلایا تھا پھر تھوڑا سا اس کی سمت جھکا، اس کا اندازہ بالکل درست تھا، وہ رونے میں ہی مشغول تھی۔

"اتنی نفرت کرتی ہو مجھ سے پری کہ یہ لمحاتی قرب بھی تمہیں گوارا نہ ہو سکا؟" اسے پتہ نہیں کی سوجھی تھی کہ یہ سوال کر دیا تھا۔

"میرے اس ردعمل کے بعد بھی اگر آپ کو اس سوال کی ضرورت پیش آئی تو پھر سن لیں، جہاں آپ کی سوچ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے میری نفرت کا آغاز ہوتا ہے۔" وہ اس کی جانب رخ پھیرے بغیر پھنکاری تھی، معاذ اگلے کئی گھنٹے اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل نہ ہو سکا تھا، اگلے دن وہ بہت جلدی شاہ سے رخصت لے کر آ گئے تھے، معاذ کا موڈ بے حد عجیب ہو رہا تھا، شاہ سے جو چند جملے بولے تھے وہی پرنیاں کی سماعتوں میں اترے تھے، بس پھر اس نے اس کے بھینچے ہوئے ہونٹوں کو کھلتے نہیں دیکھا تھا وہ مسلسل سگریٹ پھونک رہا تھا، راستے بھر بھی وہ اسی خطرناک قسم کی سنجیدگی کے حصار میں رہا تھا، لندن اسٹیشن سے باہر آ کر معاذ پیدل چلنے کی بجائے کیب کی تلاش میں تھا جب وہ افتاد ان پہ ٹوٹی تھی، پرنیاں اس کے پہلو میں گریزاں سی کھڑی تھی جب کسی نے اس کی شال اور اسکارف کو بیک وقت کھینچا تھا، شال کو تو وہ نہیں بچا سکی مگر اسکارف کے ساتھ کامن پنوں کی مضبوطی کے باعث اس کے سر سے الگ نہیں ہو سکا تھا، یہ جھٹکا لگنے سے وہ سنبھلے بغیر سر کے بل گری تھی۔

"ہاؤ کیوٹ، ایشین بیوی کو ہم بے حجاب دیکھنا چاہتے تھے۔" مردانہ قہقہے کی آواز پہ پرنیاں نے خفت اور سبکی سے جل اٹھنے والے چہرے کو موڑ کر پیچھے دیکھا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں یکلخت سرد لہریں دوڑتے چلی گئی تھیں، وہ وہی سفید فام انگریز تھا جو یہاں قیام کے پہلے دن ہی سے ناگہانی آفت کی طرح سے اس کے اعصاب پہ سوار ہو گیا تھا، گرتے وقت جو چیخ بے اختیاری میں اس کے حلق سے نکلی تھی سو نکلی بعد کی چیخوں کا اس نے شرمندگی کے باعث دانستہ گلا گھونٹ دیا تھا، مگر اس وقت وہ چیخنے سے خود کو بچا نہیں سکی جب اس نے معاذ کو اس گرانڈیل آدمی پہ جھپٹتے دیکھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

تیرے آخری جزیرے ملو

ام مریم

ستائیسویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی جہان پر ژالے کے حوالے سے رکیک قسم کے الزام لگا کر ایک بار پھر اسے گھیرنا چاہتی ہیں تا کہ وہ رخصتی پہ آمادہ ہو جائے، ان کے یہ انداز و اطوار جہان کی صرف نفرت کو بڑھاوا دیتے ہیں مسز آفریدی ہار نہیں مانتیں اور پپا کے ذریعے ایک بار پھر اپنا مطلب نکالتی ہیں، جہان ہمیشہ کی طرح ان کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔

انگلینڈ میں معاذ پرنیاں کو ثنا سے ملواتا ہے، پرنیاں پہلی بار خوشی کے احساس سے ہمکنار ہوتی ہے مگر ثناء یہ انکشاف کر کے کہ وہ پریگنٹ ہے پرنیاں کو گم صم کر دیتی ہے۔

پرنیاں کے اندر جمع غصہ معاذ کے سامنے نکلتا ہے اور شدید جھگڑے اور الزام تراشی کے بعد دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے در آتے ہیں۔

زینب، تیمور کی وجہ سے بے حد پریشان ہے، جہان اسے حوصلہ دینے کی کوشش میں مصروف ہے مگر تب ژالے پہ ان کے تعلق کی گہرائی اور نوعیت آشکار ہو کر اسے اضطراب کا شکار کر جاتی ہے۔

معاذ اور پرنیاں کے تعلق کی سرد مہری مما پہ بھی آشکار ہوتی ہے، معاذ پرنیاں سے غفلت کی بنا پر سب سے ڈانٹ بار بار سنتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

اٹھائیسویں قسط

وہ سفید فام گرانڈیل ہٹا کٹا تھا مگر معاذ نے اسے لمحوں میں زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا، پرنیاں ان دونوں کو لڑتے دیکھ کر شرمندگی اور چوٹ بھلائے خوف کے عالم میں معاذ کو بار بار پکار کر منع کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ تو جیسے سننے سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو چکا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات میں ایک جنونی کیفیت تھی اور آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، اس گرانڈیل بھینسے جیسا وجود رکھنے والے لڑکے کو اٹھا اٹھا کر پٹخیاں دیتا وہ ہرگز بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا، پرنیاں ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی، اسے یوں لڑتا دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا وہ ایک مہذب شہری ہو سکتا ہے، بلکہ وہ اس وقت لڑائی بھڑائی کا شوقین ایسا غنڈا نظر آ رہا تھا، جو بے حد جنونی طاقت کے غرور میں مبتلا غصے میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرنے والا ہوتا ہے، اگلے چند لمحوں میں وہ اس سفید فام کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پہ مجبور کر چکا تھا، پرنیاں نے خائف نظروں سے اسے دیکھا جو کچھ فاصلے پہ گری اس کی شال اٹھا رہا تھا، پرنیاں اتنی بدحواس اور سراسیمہ تھی کہ یہ خیال اسے آ ہی نہیں سکا تھا، معاذ نے اسے دیکھے بغیر چادر اس کی سمت بڑھائی تو پرنیاں نے جلدی سے تھام کر کانپتے ہاتھوں سے اپنے گرد پھیلا لی تھی، پھر وہ راستے بھر ہولتی رہی تھی، اپارٹمنٹ آنے کے بعد بھی اس کا اضطراب کم نہیں ہوا تھا، کچن میں آ کر اس نے دودھ گرم کر کے اس میں اوولٹین ملایا تھا اور گلاس ٹرے میں رکھ کر اس کے کمرے میں آ گئی، معاذ شرٹ اور بنیان اتارے، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے جسم پر لگی خراشوں اور چوٹوں پہ دوا لگانے میں مصروف تھا، اس لڑائی میں وہ خود بھی زخمی ہوا تھا، پرنیاں کے دل پہ کچھ اور بوجھ آ گرا۔

''لائیں میں دوا لگا دوں۔'' گلاس ٹیبل پر رکھ کے وہ کس قدر جھجکتے ہوئے قریب آ کر بولی تھی۔

''یہ مائیکل تمہیں پہلے بھی تنگ کرتا رہا ہے اور تم نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا وائے؟'' معاذ نے دوا کی ٹیوب ٹیبل پہ پٹخی اور اس کی جانب رخ پھیر کر کڑے انداز میں اس پر چڑھ دوڑا۔

''کون مائیکل؟'' وہ حیران ہو کر اسے ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

''یہی ہمارے سامنے والے اپارٹمنٹ میں رہتا ہے نا وہ خبیث۔'' وہ بری طرح چٹخا پرنیاں نے بے ساختہ نظریں چرا لیں اور اپنے خائف قسم کے تاثرات اس سے مخفی رکھنے کی کوشش میں جھک کر دوا اٹھانے لگی۔

''مجھے تمہارے اس احسان کی ضرورت نہیں ہے، جا سکتی ہو تم یہاں سے۔'' اس نے جیسے ہی دوا اس کے زخم پہ لگانا چاہی معاذ نے نہایت درشتی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا، پرنیاں خفت زدہ سی ہونٹ کچلتی رہ گئی۔

''آئی ایم ساری! میری وجہ سے آپ کو اچھی خاصی زحمت ہوئی۔'' اس بات کے جواب میں معاذ نے اپنی بے تحاشا حسین اور ساحر آنکھوں کو اٹھا کر اسے دیکھا تھا، پھر عجیب دل شکستہ انداز میں ہنس دیا۔

''آپ کی وجہ سے مجھے بہت سارے مقامات پہ اچھی خاصی زحمت اٹھانا پڑی ہے عزیزی پرنیاں! کس کس پہ معذرت کریں گی، چھوڑ دیں اس قصے کو۔'' پرنیاں کا چہرا متغیر ہو کر رہ گیا، وہ کچھ نہیں بول سکتی تھی، معاذ پلٹ کر بستر پہ گیا اور کمبل میں گھس گیا۔

''دودھ تو پی لیں پلیز۔'' اسے سر تک کمبل کھینچتے دیکھ کر وہ بے حد ملتجی ہو کر بولی تھی، معاذ کے ان سنی کرنے پہ پرنیاں بے اختیار آگے بڑھ آئی اور کمبل سرکایا تھا، معاذ نے اپنی سرخ آنکھوں کو کھول کر انتہائی

غصے سے اسے گھورا تھا۔

''کیا تکلیف ہے اب تمہیں؟'' وہ زور سے چیخا تھا، پرنیاں خائف نہیں ہوئی اور دودھ کا گلاس بڑھا دیا۔

''اب جاؤ یہاں سے۔'' معاذ نے گلاس اس سے جھپٹ کر سائیڈ ٹیبل پہ پٹخا، پرنیاں کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر پھیکے پڑتے چہرے کے ساتھ پلٹ گئی، معاذ نے اس کے جاتے ہی کمبل پھر سر پہ تان لیا تھا۔

☆☆☆

اس کو پا کر کبھی تو کھونا تھا
یہ حادثہ میرے ساتھ بھی تو ہونا تھا
وہ توڑ کر اکثر مجھے جوڑتا رہا
جیسے میں اس کے ہاتھ میں کوئی کھلونا تھا

اس نے کروٹ بدلی تو منہ سے بے ساختہ کراہ نکل گئی، آج چار دن بعد وہ ہاسپٹل سے واپس تیمور کے ساتھ حویلی آئی تھی، اس دن کی مار پیٹ کا نتیجہ تھا کہ زینب کی طبیعت اس قدر بگڑ گئی تھی، تیمور اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر ہی گھبرا کر اسے ہاسپٹل لے کر دوڑا تھا، جہاں وہ ضروری ٹریٹمنٹ کے بعد بیڈ ریسٹ پہ رہی تھی، اس کا مس کیرج ہوتے ہوتے رہ گیا تھا، تیمور کچھ کچھ خائف نظر آ رہا تھا، بے حد خاموش سا، شاید اسے اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس ہو گیا تھا مگر معذرت کا ایک لفظ بھی اس نے زینب کے سامنے بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، البتہ وہ خود ہی اس کے خیال نہیں رکھ رہا تھا ملازماؤں کو بھی خصوصی ہدایت کی ہوئی تھی مگر زینب کا دل تھا جیسے کوئی ویران کھنڈر...... نہ کوئی آس، نہ امید، نہ زندگی کا احساس۔

''بی بی صاحبہ آپ کا فون۔'' اس کا سیل مسلسل بجے جا رہا تھا وہ ساکن لیٹی چھت کو گھور رہی تھی، ملازمہ جو وہیں تھی اور کمرے کی ڈسٹنگ میں مصروف تھی اس کا سیل اس کی جانب بڑھایا، زینب نے بغیر کسی تاثر کے فون لے لیا تھا، اسکرین پہ بلنک کرتے معاذ کے نمبر کو دیکھ کر وہ پچھلے چار دنوں سے آنے والی دیگر کالز کی طرح اس کی کال کو ڈسکنکٹ نہیں کر سکی۔

''اف زینی کی بچی، کہاں تھیں تم؟ کسی کا بھی فون پک نہیں کر رہیں تھیں خیریت؟'' اس کے سلام کے جواب کے ساتھ ہی معاذ تیز تیز بولتا چلا گیا، اس کی آواز سن کر ہی زینب کی آنکھیں جانے کس کس خیال کے تحت بھیگتی چلی گئی تھیں، اسے یاد تھا تیمور سے شادی کے لئے سب سے زیادہ معاذ نے اختلاف کیا تھا، کتنا خفا ہوا تھا وہ اس پہ، پھر اس سے بات چیت تک ترک کر دی تھی، مگر جب شادی میں شریک ہونے کو آیا تو سب کچھ بھلا کر اس کی خوشی میں خوش ہو گیا تھا، اس کی تمام دعائیں ابھی تک زینب کو اپنے پلو سے بندھی محسوس ہوئی تھیں، شاید وہ دعائیں زینب کے حق میں قبولیت حاصل نہیں کر سکی تھیں۔

''کچھ نہیں لالے، ٹمپریچر ہو گیا تھا، دواؤں کے زیر اثر زیادہ تر سوئی رہتی تھی، آپ کا ٹرپ کیسا رہا لندن کا؟''

''ہم واپس آ گئے ہیں، تمہارے لئے بہت سارے گفٹس ہیں، آ کر لے لو، یہاں کون دینے آئے

گا تمہیں۔'' وہ مذاق میں کہہ رہا تھا۔

''لالہ میں آؤں گی مگر ابھی موسم ٹھیک نہیں ہے۔''

''مجھے تو تم بھی ٹھیک نہیں لگتیں زینی۔'' معاذ کے لہجے میں تشویش تھی، زینب نے ہونٹ کچل کر آنسو ضبط کرنے چاہے تھے، شاہ ہاؤس کے مکینوں میں جہان کے بعد وہ سب سے زیادہ معاذ کے ہی قریب تھی، ان تینوں کا ایک ٹرائی اینگل سا بن گیا تھا، اس کی دیکھا دیکھی زینب نے جہان کو جے کہنا شروع کیا تو سب سے پہلے مما کو خود سے اتنے بڑے جہان کو بھائی نہ کہنے پہ اعتراض ہوا تھا۔

''مجھے جے کہنا اچھا لگتا ہے نا مما لالے کی طرح۔''

''مگر بیٹے جہان آپ سے بہت بڑے ہیں، اچھا نہیں لگتا۔'' مما نے پیار سے سمجھانا چاہا تھا، مگر وہ مان کر نہیں دی تھی اور یوں معاذ کے بعد جہان اس کے لئے بھی جے ہو گئی وہ معاذ اور جہان سے کئی جگہ چھوٹی ہونے کے باوجود ان کے ہر کھیل ہر ایکٹی ویٹی میں شامل ہونے لگی تو وجہ جہان کی اسے دی جانے والی اہمیت تھی، معاذ اگر اسے کسی کام میں شریک نہ بھی کرنا چاہتا تب وہ جہان کی سفارش حاصل کر لیتی، معاذ جتنا بھی جھنجلاتا، مگر جہان کی سفارش اس سے بھی ٹالی نہیں جاتی تھی پھر جہان کی طرح معاذ بھی اس کے ساتھ کا عادی ہوتا چلا گیا، یہ الگ بات تھی کہ اس نے جہان کی طرح اسے سر پہ نہیں چڑھا کر رکھا ہوا تھا، بلکہ وہ اکثر اسے اس کی غلطیوں پہ جھاڑتا اور ڈانٹتا رہتا، جہان و معاذ کے گروپ میں شامل ہو کر زینب کو کچھ فائدے پہنچے تھے تو کچھ نقصان بھی حصے میں آئے تھے، معاذ کی سب سے زیادہ توجہ اس پہ ہو کر رہ گئی تھی، وہ سب سے زیادہ اس کی اطلاع پہ توجہ دینے لگا تھا اس باعث اس کے حصے میں معاذ کی تنقید اور ڈانٹ پھٹکار زیادہ آنے لگی، معاذ کی یہ شکایت وہ جہان سے کرتی تو جہان اپنے مخصوص غیر محسوس انداز میں سب کا ازالہ کرتا چلا جاتا پھر اب اس مقام پہ جب زینب کو سب سے زیادہ جہان کی فیور کی ضرورت تھی تو وہ پیچھے کیوں ہٹ گیا تھا، کیا وہ نہیں جانتا تھا یہ کتنا گھاٹے کا سودہ کرنے جا رہی ہوں میں۔

''افوہ زینی بول کیوں نہیں رہی ہو؟'' معاذ کی جھنجلاہٹ بھری آواز پہ وہ خیالات سے چونکی تھی اور خفیف سی ہو گئی۔

''جی لالے کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''جے کی شادی طے ہو گئی ہے زینب، تم کب آ رہی ہو؟ تیمور سے بات کراؤ میری، میں خود کہتا ہوں اس سے۔'' زینب کے دل پہ گھونسا آ کر لگا تھا، ایک عجیب سی شکستگی کا احساس رگ و پے میں سرائیت کرتا چلا گیا۔

''کب ہے شادی؟'' وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد یاسیت آمیز اور مدھم تھا۔

''نیکسٹ منتھ، مما کہہ رہی ہیں تم کچھ پہلے آ جاؤ۔''

''جی لالے میں کوشش کروں گی، پرنیاں کیسی ہے؟''

''وہ ٹھیک ہے، اس وقت میں گھر پہ نہیں ہوں، ورنہ تمہاری بات کرا دیتا۔''

''اسے اور مما کے ساتھ باقی سب کو بھی سلام کہیے گا لالے۔''

''او کے ٹیک کیئر۔'' معاذ نے گفتگو سمیٹی تو زینب نے ''خدا حافظ'' کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

زینب نے سیل فون رکھا اور بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی، ملازمہ اسے پیچھے سے پکار کر تیمور کی ہدایت یاد کرا رہی تھی کہ اسے بستر سے نہیں اٹھنا چاہیے، جسے ان سنی کیے وہ ننگے سر ننگے پیر راہداری میں آ کھڑی ہوئی، برآمدے سے آگے حویلی کا مرکزی باغ تھا، دور دور تک پھیلی ہوئی گھاس بڑے بڑے درخت جو بھوتوں کی طرح تنے کھڑے تھے، ہر طرف گمبھیر خاموشی اور نامانوس سے اندھیرے کا راج تھا اور ہواؤں کی سرسراہٹ۔

''آپ میری ہر بات مانتے ہیں جے تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں، سب کہتے ہیں آپ کا نام جہانگیر ہے اسی لئے آپ کی جہانگیر قسم کی اچھائی ہے، جس پہ کسی ایک کی یعنی میری ہی اجارہ داری نہیں، کیا یہ سچ ہے جے کہ میں بھی آپ کے لئے باقی تمام لوگوں کی طرح عام ہوں؟'' اس بار اس نے کتنے دھڑلے سے یہ سوال جہان سے کر لیا تھا اور پھر بہت دھیان سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگی تھی، جہان مسکرایا تھا، اس نے نگاہیں چار کیے بنا کاندھے اچکانے پہ اکتفا کیا تھا۔

''پتہ نہیں۔'' اسے صاف لگا تھا وہ محض دامن بچا رہا ہے جبھی وہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔

''ہر انسان کی زندگی میں کچھ لوگ اہم ہوتے ہیں جے، آپ کی زندگی میں بھی ہوں گے، پلیز مجھے بتائیں نا وہ اہم لوگ کون ہیں؟''

کھوج ہر دم کرید لگی رہتی تھی اسے، مگر وہ کبھی اس کے سامنے نہیں کھلا تھا، یہ تجسس دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا، اسے صاف لگنے لگا جہان کے بارے میں اس کا قیاس غلط تھا، اسے ہمیشہ خصوصیت پسند رہی تھی، یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اسے خصوص اہمیت سے تیمور نے نواز دیا تھا اور آج زندگی اس مقام پہ تھی، جس چمکتی چیز کو وہ سونا سمجھ کر لپکی تھی وہ تو سراسر دھوکہ نکلا تھا، زیاں سا زیاں تھا، اسے ژالے کی خوش قسمتی پہ پہلی بار رشک آیا، یہ رشک بھی عجیب تھا، جس نے اس کی آنکھوں کو بھگو دیا تھا۔

''یہاں کیوں کھڑی ہو؟ تمہیں اندازہ ہے اپنی حالت کا؟ مجھے اپنا بچہ بہت عزیز ہے محترمہ، وہ معمولی بچہ ہے بھی نہیں، اس ریاست کا ولی عہد ہے، ہونے والا سردار، اگر وہ تم جیسی عام عورت کے بطن سے جنم لے رہا ہے تب بھی اس کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں آ رہا، بی کوز وہ تیمور خان کی اولاد ہے اسی کا خون ہے۔''

تیمور خان وہاں آیا تو اسے خود سے بے نیاز سرد ہواؤں کے رخ پہ کھڑے پا کر وہ بپھر سا اٹھا تھا، کلائی سے پکڑ کر تقریباً کھینچتا ہوا اندر کمرے میں لایا تھا، تیمور کو دیکھ کر ہی کانپنے لگی، وہ بے دریغ اس پہ برس رہا تھا، زینب ایک لفظ نہیں بولی تھی منہ سے، خاموشی سے مسہری پہ بیٹھ گئی۔

''کچھ کھایا تم نے؟'' وہ کڑے لہجے میں سوال کر رہا تھا۔

''میرا دل نہیں کرتا۔'' تیمور نے اسے سرخ آنکھوں سے قتل کر دینے والی نظروں سے گھورا، وہ مضمحل نظر آتی تھی، تازہ گلاب جیسی لڑکی ہر گزرتے دن کے ساتھ مرجھا رہی تھی، شکن آلود لباس اور بکھرے ہوئے بال، یہ وہ زینب ہی نہیں تھی جس کی خوبصورتی، نزاکت اور سحر انگیز حسن اور لباس اپنی مثال آپ ہوا کرتا تھا۔

''اپنے پچھلوں کا سوگ منانا چھوڑ دو تو تمہیں بھوک لگے نا، کتنی بار کہہ چکا ہوں، اچھی ڈائٹ ضروری ہے تمہارے لئے، مگر اثر ہو تب نا، میرے بچے کی صحت کا تمہیں خیال کیوں نہیں آتا، عجیب ڈائن جیسی

ماں ہوتم، حیرت ہے۔" جوتے اور ویس کوٹ اتار کر رکھتا ہوا وہ پھنکار کر کہہ رہا تھا، زینب ملازمہ کے سامنے اس عزت افزائی پہ ذلت سے کٹ رہی تھی مگر لبوں کو سیئے رکھا، تیمور اچھی طرح اپنا قہر نکال چکا تو ملازمہ کو جوس اور فروٹ لانے کا کہا تھا، ملازمہ نے اگلے چند منٹوں میں حکم کی تعمیل کر دی تھی۔

"زحمت کریں گی یا میں ہی کاٹ کر کھلاؤں بھی۔" ملازمہ کو بھیج کر تیمور نے فروٹ کی باسکٹ اس کی جانب سرکاتے ہوئے طنز آمیز نظروں سے اسے دیکھا زینب جتنی گڑبڑائی اس سے بڑھ کر عاجز ہوئی تھی، اس کی دلی کیفیت ایسی نہیں تھی کہ کچھ کھا سکتی مگر انکار کرنے کا مطلب تھا تیمور خان کو پھر سے پیچھے پڑوا لینا، اس نے بے دلی سے اسٹرابری اٹھا کر دانتوں سے کترتے تیمور خود جوس کا گلاس لبوں سے لگا چکا تھا، دوسرے ہاتھ سے ٹی وی آن کر لیا، کمرے کی فضا میں اسٹیج ڈرامے کے ڈائیلاگ گونجنے لگے، واہیات معنی خیزیت لئے سراسر بیہودہ گوئی، تیمور خان کی پسند ایسی چیزیں ہو سکتی تھی، اس کے بعد نصیبو کا اخلاق سوز گانا گونجنے لگا، زینب نے بے دلی سے ادھ کھائی اسٹرابری واپس رکھ دی، اسے یاد آیا اس نے کہیں پڑھا تھا۔

"میاں بیوی کا خمیر ایک مٹی سے اٹھایا گیا ہے یہ عادات فطرت اور مزاج میں ایک ہوتے ہیں پھر قرآن کے واضح الفاظ تھے" پاک مردوں کے لئے پاک عورتیں اور ناپاک عورتوں کے لئے ناپاک مرد۔" اس کے وجود میں سنسناہٹ اور لرزہ طاری ہوتا چلا گیا۔

کیا وہ بھی تیمور کی طرح بدکار تھی؟ کیا وہ بھی تیمور کی طرح شرابی تھی؟ نہیں نہیں نہیں اس کے اندر غضب کا خوف اور اضطراب در آیا، خود سے نظریں چرائے خود سے خائف ہوتے ہوتے نڈھال وہ بے اختیار سسکتی چلی گئی۔

☆☆☆

معاذ کمرے میں تیار ہو رہا تھا، جبکہ وہ صوفے پہ دوسری جانب کروٹ بدلے لیٹی تھی، اس کی طبیعت بوجھل سی تھی، سر بھی بھاری ہو رہا تھا، نماز کے بعد وہ چاہنے کے باوجود کلام پاک نہیں پڑھ سکی تھی تو دوبارہ لیٹ گئی، طبیعت کی یہ خرابی اس کا دل نیچے اتھاہ گہرائیوں میں گرا رہی تھی، اسے ثنا کی بات یاد آئی تو دماغ ماؤف سا ہونے لگا، ہولتے دل کے ساتھ وہ اس خدشے کی نفی کرتی چلی جاتی، اب زندگی کے اس مقام پہ جبکہ اس کی ناؤ منجدھار میں ڈولتی تھی اور سمندر میں طوفان تھا کیسے وہ اس صورتحال کو قبول کر لیتی، معاذ کے متعلق ہونے والا وہ آخری انکشاف اسے ٹنوں کے حساب سے برف تلے دبا گیا تھا، اس روز انہیں واپس آنا تھا، معاذ کو قریبی مارکیٹ تک کچھ کام تھا اور پرنیاں تنہا رہ جانے کے خیال سے خائف تھی، مگر معاذ سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتی تھی، اسے گئے محض پانچ سات منٹ ہوئے تھے جب لینڈ لائن پہ گھنٹی بجتی چلی گئی، پرنیاں نے کچھ دیر تو نظر انداز کیا تھا پھر جی کڑا کر کے فون اٹھا لیا، وہ مائیکل کے وجود سے خائف تھی مگر دوسری جانب ثنا تھی۔

"فون بند مت کرنا پلیز، ابھی میں نے حسن کو باہر جاتے دیکھا ہے جبھی تمہیں کال کی ہے، یہ بات چونکہ حسن کے متعلق ہی تھی جبھی میں اس کی غیر موجودگی میں کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ جانے کس خدشے کے تحت تیز تیز بولتی چلی گئی تھی، پرنیاں کو بے تحاشا حیرت نے آن لیا۔

"کون سی بات؟"

"حسن کے ساتھ اپنے تعلق کی بات، تم بیوی ہو نا اس کی، میں نے سنا ہے پاکستانی عورتیں اپنے ہزبینڈ کے لئے بہت پوزیسو ہوتی ہیں، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ خود صرف ان کی ہو کر رہتی ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟ ٹو دی پوائنٹ بات کریں۔" پرنیاں نے ہائپر ہوتے ہوئے کہا تھا، اسے ثنا سے عجیب سی چڑ تھی بلکہ یہ حقیقت تھی اسے ثنا سے حسد اور جلن محسوس ہوتی تھی۔

"حسن نے ایک بار نہیں کئی بار میرے ساتھ وقت گزارا ہے، وقت گزارنے کی تفصیلات بھی میں تمہیں سنا سکتی ہوں اگر تم چاہو تو، اس کے جانے کے بعد میں پریگنیٹ بھی ہوئی مگر میں نے ابارشن کروا دیا، بی کوز میں جانتی تھی پاکستانی مرد کبھی غیر عورت سے اپنی اولاد قبول نہیں کرتا۔"

پرنیاں کو لگا تھا وہ ایکدم سے سرتاپا جھلس اٹھی ہو، ایک آگ تھی جو اس کے دل و دماغ میں سلگ اٹھی تھی، اسے ہمیشہ شک تھی معاذ کے متعلق مگر اب ثبوت بھی مل گیا تھا، اس سے بڑا کیا ثبوت تھا کہ وہ عورت خود اپنی بربادی کی داستان اپنے منہ سے سنا رہی تھی، کوئی عورت اتنا گر سکتی ہے بھلا؟ پرنیاں اس وقت بھول گئی تھی کہ وہ جس معاشرے کی پیداوار تھی وہاں ایسی باتیں معیوب نہیں تھیں، مگر وہ تو جیسے خود اسی سے بدگمان تھی، ایسی ہی توقعات رکھتی تھی وہ معاذ سے، جبھی کسی کی لگائی آگ میں جل گئی، کسی کے بہکاوے میں آنے میں دیر نہیں کی، اگر دیکھا جاتا تو اسے خود ہی معاذ سے اتنی شکایتیں تھیں کہ اس پہ اعتماد نہیں کرنا چاہتی تھی، اس پہ فرد جرم عائد کرنے میں دیر نہیں کی تھی اور اب اسی ایک بات کو لے کر وہ خود ترسی اور خود اذیتی کا شکار ہو کر رہ گئی تھی، معاذ سے بدگمانی کا وہ عالم تھا کہ وہ اس سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی، مما کے پیغام پہ اٹھ کر اس نے پہلے منہ پہ پانی کے چھپاکے مارے تھے پھر کچن کا رخ کیا، سیڑھیاں اترتے جانے کیا ہوا تھا کہ ایکدم اس کی آنکھوں میں تاریکیاں چھا گئیں، مما نے اسے لڑکھڑا کر گرتے دیکھا تھا اور بدحواس ہو کر اس کی سمت بھاگی تھیں۔

"پرنیاں! پرنیاں بیٹے۔" مما نے اس کا سر گود میں رکھ کر سخت ہراسگی کے عالم میں اس کے گال تھپک کر آوازیں دیں مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی، مما تو اتنا گھبرائیں کہ فوراً رونا شروع ہو گئیں، لمحوں میں سب اکٹھے ہوئے تھے، مما جان، بھابھی، حسان اور ماریہ کے ساتھ جہان بھی، ہر سو ایک سراسیمگی اور گھبراہٹ بتدریج پھیل چکی تھی۔

"ارے کوئی معاذ کو تو بلاؤ، بچی کو دیکھے تو سہی۔" مما جان زور سے چیخی تھیں، جہان ایک افراتفری کی کیفیت میں جا کر معاذ کو بلا کر لے آیا۔

"کیا ہو گیا؟ خیریت؟" گیلے بکھرے بالوں کے ساتھ گلے میں جھولتی ٹائی، وہ جیسے تھا ویسے ہی بھاگا آیا تھا، چہرے پہ خفیف سے جھنجلاہٹ اور برہمی کے تاثرات لئے۔

"معاذ بچی کو اٹھا کر تو اندر لے کر چلو پہلے، بے ہوش ہو گئی ہے، طبیعت خراب تھی تو تم نے بتایا تو ہوتا، میرا تو دل پھٹنے والا ہو رہا ہے۔" مما نمناک آواز میں بولی تھیں، معاذ اسے نئے آرڈر کر سن کر سخت جز بز ہوا۔

"ایک پورا قافلہ جمع ہے یہاں، کس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ اٹھا کہ یہاں اسے صوفے پہ منتقل کر دیا جاتا مجھ سے کروائیں گی ہر کام۔" وہ بھنا کر کہہ رہا تھا، سب کے سامنے پرنیاں کو اٹھانے کے خیال سے ہی وہ کھسیاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو معاذ! ہم عورتیں کیسے بھلا اٹھا سکتی تھیں بچی کو، جہان اور حسان تھے تو مگر تم شوہر ہو یہ تمہارا کام ہے نہ کہ ان کا......" مما جان نے اس نازک صورتحال میں بھی معاذ کی کلاس لینی ضروری خیال کی تھی، باقی سب گویا مما جان کے ہم خیال تھے، معاذ نے ہونٹوں کو بھینچا اور بے سدھ بے خبر پڑی پرنیاں کو کسی ناگوار بوجھ کی طرح سے اٹھا کر کمرے میں لے جانے کی بجائے وہیں صوفے پہ لٹا دیا تھا، مما نے جلدی سے پرنیاں کا سر پھر سے بیٹھ کر گود میں رکھ لیا۔

"اوہ کہاں بھاگے جا رہے ہو معاذ! دیکھو تو سہی بچی کو ہوا کیا ہے؟" اسے واپس پلٹتے دیکھ کر مما نے پھر دہائی دی، معاذ نے گہرا سانس بھر کے اکتاہٹ بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے مما، میں......"

"حد ہے تم سے معاذ بیٹا! بیوی بے ہوش پڑی ہے تمہیں اپنی پڑی ہوئی ہے، وہاں بھی بچی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہو گے جبھی تو اتنی کمزور ہو رہی ہے۔" وہ دل گیری سے کہہ کر آنسو پونچھنے لگیں گویا سارا الزام معاذ پہ رکھ دیا، وہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"میڈیکل باکس لینے جا رہا تھا، کہیں تو وہ بھی نہ لاؤں؟ کوئی منتر پڑھ کر پھونکتا ہوں، آپ کی لاڈلی ابھی اچھی بھلی اٹھ کھڑی ہوگی۔" وہ جی بھر کے کلسا تھا اور تند لہجے میں بولا۔

"تم پرنیاں کو دیکھو میڈیکل باکس میں لے آتی ہوں۔" بھابھی نے تحمل سے کہا تھا اور خود سیڑھیاں چڑھ گئیں، معاذ نے آگے بڑھ کر پرنیاں کی نبض دیکھی پھر بند آنکھوں کو کھول کر دیکھا تھا، تب تک بھابھی میڈیکل باکس لے آئیں، معاذ بی پی چیک کرنے لگا۔

"کچھ ہمیں بھی بتا دو بیٹے، پریشان ہو رہے ہیں۔" اسے اس سنجیدگی کے ساتھ میڈیکل باکس بند کرتے دیکھ کر مما جان کا ضبط بھی چھلکا تھا، معاذ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا ہے پرنیاں کو وہ اس طرح سے بے ہوش کیوں ہو گئی ہے؟" بھابھی نے بھی سوال کیا تھا، معاذ نے گہرا سانس بھرا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"پریشانی والی بات نہیں ہے، بے ہوشی نہیں ہے اب، غالباً یہ شدید کمزوری کے باعث ہے، ڈائٹ کا خیال رکھیں۔"

"پریشانی والی بات نہیں ہے تو پھر کیا بات ہے؟ پوری بات بتاؤ نا۔" بھابھی اس کا سرخ پڑتا چہرا دیکھ کر بات کو طول دینے لگیں، معاذ بری طرح سے جھینپا۔

"بہتر ہوگا آپ کسی گائنالوجسٹ سے چیک اپ کرا لیں۔" اس کے منہ سے نکلنے والی بات نے وہاں موجود سب لوگوں میں زندگی اور خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔

"یو مین تم باپ بننے والے ہو؟" بھابھی زور سے ہنسی تھیں پھر اسے ایک دھپ لگا کر چھیڑتے ہوئے کہا تو معاذ کا جھینپا ہوا سرخ چہرا کچھ اور بھی سرخ ہو گیا۔

"مام گرینڈ ما بننے والی ہیں۔" وہ ان سے لپٹ کر ہنسنے لگا تھا، مما نے بے اختیار اس کا سر فرط مسرت سے بار بار چوما۔

"تم سچ کہہ رہے ہو نا معاذ بیٹے! صد شکر خدایا، مجھے کتنی آرزو تھی اس لمحے کی۔" مما کا لہجہ گلو گیر ہو گیا تھا، معاذ مسکرائے گیا تھا، جہان اور حسان نے باری باری گلے لگا کر اسے مبارک باد سے نوازا جبکہ مما

جان نے اس کی بلائیں لی تھیں۔

"بڑے فاسٹ نکلے ہو دیور جی، پرنیاں بیچاری کو اتنی جلدی اس کام میں ڈال دیا، ابھی تو اس کی پڑھائی بھی کمپلیٹ نہیں ہوئی تھی۔" بھابھی اسے چھیڑ رہی تھیں، وہ جھینپ کر رہ گیا۔

"ہاں تو کرتی رہی پڑھائی، میں نے روکا تھوڑا ہی ہے۔"

"اور کیسے روکتے ہیں بھلا؟ یہ اتنے کڑے مرحلے ہیں جن میں تم نے اسے ڈال دیا۔" بھابھی اسے بخشنے کو تیار نہ تھیں، معاذ نے انہیں خفیف سا گھورا تھا اور مما جان کی بڑھائی گلاب جامن لے کر منہ میں ٹھونس لی، جو اس خوشی کے موقع پہ وہ سب کا منہ میٹھا کرانے کو کھلا رہی تھیں۔

"انہیں بھی کھلا دیں، اس پہ سب سے زیادہ حق انہی کا ہے غالباً۔" معاذ کی مسکراتی نظریں پرنیاں پہ جا ٹھہری تھیں جواب کسی قدر ہوش میں تھی اور کچھ حیرت بھرے انداز میں ان سب کو اپنے گرد جمع خوش گپیوں میں مصروف دیکھ رہی تھی، اس کے کہنے پہ مما نے از سر نو پرنیاں کی بلائیں لیں اور پیار کیا تھا۔

"او کے مام اجازت، جا سکتا ہوں نا اب؟" معاذ اٹھتے ہوئے بولا تھا، مما نے فی الفور سر کو نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں بیٹے آج نہ جاؤ ایک دن کی غیر حاضری سے کچھ نہیں ہو جاتا، اللہ نے اتنی بڑی خوشی دکھائی ہے، آپ آج پرنیاں کے ساتھ رہو گے۔" مما کے آرڈر پہ جہاں معاذ کی متبسم شوخ نگاہیں پرنیاں پہ آن کر ٹھہریں وہاں پرنیاں کچھ الجھن بھرے انداز میں سب کو دیکھنے لگی تھی۔

"کون سی خوشی مما۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی، مما نے محبت پاش سے اسے دیکھا پھر مسکرا دی تھیں۔

"یہ بات آپ کو معاذ بتائیں گے، معاذ بیٹے پرنیاں کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔" مما نے معاذ کے موڈ کی خوشگواری اور سرشاری کو بہت گہرائی سے محسوس کیا تھا اور یہ بات ان کے لئے بے حد اطمینان کا باعث تھی، پرنیاں کی نگاہ بے اختیار معاذ کی سمت اٹھی، وہ ہمیشہ کی طرح شاندار اور سحر انگیز تھا اور اپنی شخصیت کی خوبصورتی کا اس نے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا تھا، اس کا بدگمان دل کدورت سے بھرنے لگا۔

"ایسی کیا بات ہے بھلا؟" وہ نظروں کا رخ پھیر کر پھر سے مما سے مخاطب ہوئی۔

"بتا دیں نا آپ مما! مجھے خود شرم آ رہی ہے۔" معاذ نے مداخلت کی تھی چہرے پہ شریر قسم کی مسکان تھی، وہاں موجود سب کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"شرم اور تمہیں......؟ دو بالکل متضاد چیزوں کے نام ہیں۔" بھابھی نے اس پہ فوری گرفت کی تھی معاذ نے انہیں سخت ناراضگی سے دیکھا۔

"یعنی آپ مجھے بے شرم سمجھتی ہیں، مما دیکھ رہی ہیں آپ؟" وہاں ایک نئی بحث چھڑ گئی تھی، سب کے چہروں پہ مسکراہٹ تھی خوشی تھی، پرنیاں کی الجھن اپنی جگہ پہ قائم رہی تھی، پھر خاص تاخیر سے یہ محفل برخاست ہوئی تب وہ مما کے کہنے پہ معاذ کے ہمراہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی، سیڑھیاں چڑھنے تک اس نے مجبوراً معاذ کے بازو کو برداشت کیا تھا جو اسے سہارا دیئے تھا، جیسے ہی اسے یقین ہوا کہ وہ سب کی نظروں کے حصار سے نکل آئی ہے اسی پل اس نے معاذ کے حلقے کو توڑ دیا تھا۔

"میری طبیعت اتنی خراب نہیں ہے کہ اس قسم کے سہاروں کی محتاج ہو جاؤں۔" معاذ کی استعجابی نظروں سے جواب میں اس نے بے حد تلخی بھرے انداز میں جتلانا ضروری سمجھا۔

"جس قسم کی طبیعت آپ کی خراب ہوئی ہے، اگلے کئی مہینوں تک کے لئے مما کی خواہش ہے کہ میں آپ کو بانہوں میں اٹھائے اٹھائے پھروں، کیا اس پہ بھی اعتراض کریں گی آپ؟" معاذ بھی سنجیدہ ہو چکا تھا گہرا سانس بھر کے بولا، پرنیاں اسی شدت سے چونکی تھی اور کسی قدر حراساں ہو کے اسے دیکھنے لگی، ذہن میں پھر خدشے کا سانپ سرسرایا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" اس نے دھڑ دھڑاتے دل کے ساتھ سوال کیا تھا۔

"میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ہماری محبت کی نشانی، صرف میری محبت کی نشانی ہے وہ بچہ۔"

"کون سا بچہ؟" وہ ہکلائی اور فق ہوتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔

"یو آر پریگنٹ ود مائی کڈ۔" معاذ پھر مسکرایا تھا، پرنیاں کے اعصاب شق ہو کر رہ گئے، وہ ششدر سی اسے دیکھتی چلی گئی تھی، غیر یقین شاکڈ، رنجیدہ، معاذ نے کسی قدر دھیان سے اس کا جائزہ لیا تھا، اس کی آنکھوں میں لرزتے آنسوؤں نے معاذ کو ہونٹ بھینچنے میں مجبور کر دیا تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اس اہم خبر کو پا کر خوش نہیں ہو سکتیں تمہیں مگر یہ آنسو......؟ کیا سمجھوں میں؟" اس کی آنکھوں میں کرب اضمحلال کے ساتھ شکوہ بھی نظر آ رہا تھا۔

"آپ خوش ہیں اس خبر سے تو پھر اس وقت خوش کیوں نہیں ہوئے آپ جب لزا نے یہ خبر آپ کو سنائی تھی؟" وہ بہتے آنسوؤں کے درمیان زور سے چیخی، معاذ کو اس قدر شدید دھچکے سے گزرنا پڑا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ پرنیاں کیا بکواس کر رہی ہو؟ میرا اس سے کیا تعلق......؟" تمام تر ضبط کے باوجود وہ چیخ پڑا تھا۔

"مجھے تو صرف ایک اس کا پتہ چل سکا، آپ بتائیں اس کے علاوہ اور کس کس سے آپ کے تعلقات تھے، مکرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں۔" وہ پھٹ پڑی تھی، زور سے چلائی۔

"کیا دیکھ چکی ہو تم؟ بولو الزام لگا رہی ہو مجھ پہ؟" معاذ نے سخت مشتعل ہو کے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا، اس کی رنگت دہک کر انگارہ ہو گئی تھی لمحوں میں، جتنا غصہ اور طیش تھا اس کے چہرے پر پرنیاں کو ایک لمحے کو اس سے خوف محسوس ہوا۔

"چیخنے اور چلانے سے حقیقت چھپ نہیں جایا کرتی، مجھے آپ سے نفرت ہے تو آپ کی حرکتوں کی وجہ سے سمجھے آپ؟" پرنیاں نے بے حد کرختگی سے کہتے اس کے ہاتھ اپنے کاندھوں سے ہٹا دیئے، معاذ یکدم سرد پڑ گیا تھا۔

"تم میرے منع کرنے کے باوجود لزا سے ملی تھیں؟" اس نے خاصی تاخیر سے یہ سوال کیا تو اس کا لہجہ تڑخ رہا تھا۔

"آپ تو یہی چاہتے تھے کہ آپ کے عیبوں پہ پردے پڑے رہیں۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی تو معاذ نے سخت کشیدگی کے عالم میں خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا، اس کا مطلب تھا لزا اپنا وار کر گئی تھی، اس نے جو دھمکی دی تھی کہ وہ اسے برباد کر دے گی اس نے وہ کر دیا تھا، اپنے اشاروں پہ نہ ناچنے والوں کے ساتھ شاید وہ ایسا ہی کرتی ہو گی، وہ ایک بدفطرت لڑکی تھی جس کی نفسانی خواہش کی بھوک کبھی مرتی ہی نہیں تھی، معاذ نے بھی اسے بہت تاخیر سے سمجھا تھا، وہ ہر خوبرو مرد پر نثار ہو جانے والی دل پھینک عورت تھی،

نفس کی غلام شیطان کی پجاری، معاذ کے سختی سے انکار کے جواب میں وہ اسے بلیک میل کرنے پہ اتر آئی تھی، وہ کیوں خائف ہوتا جبکہ اس کی کوئی کمزوری بھی اس کے پاس نہیں تھی مگر وہ مات کھا گیا تھا پرنیاں سے، وہ کانوں کی کچی تھی یا پھر واقعی اس سے اتنی نفرت کرتی تھی کہ اس سے فاصلے برقرار رکھنے کو ہر وقت کسی نہ کسی ایسی بات کی تاک میں رہتی جسے بنیاد بنا کر اس سے جھگڑ سکے، وہ تو یہی سمجھا تھا، اس کے اندر غضب کی ٹوٹ پھوٹ ہونے لگی تھی، پرنیاں کو کسی بات کا جواب دیئے بغیر وہ کمرے سے نکل آیا، ایک بار پھر اس کی بے حد اہم خوشی پرنیاں انتہائی سنگدلی سے غارت کر چکی تھی اور اسے احساس تک نہیں تھا۔

☆☆☆

رات سنتی رہی میں سناتا رہا
درد کی داستاں میں بتاتا رہا
لوگ لوگوں سے چاہت نبھاتے رہے
اک وہ تھا میرا دل جلاتا رہا
دھوپ چھاؤں سی اس کی طبیعت رہی
وہ نگاہیں ملاتا چراتا رہا
اک میں ہی پیاسا رہا دوستو
لوگ پیتے رہے میں پلاتا رہا
دل کے مہمان خانے میں رونق رہی
کوئی آتا رہا کوئی جاتا رہا
ہم مکتب نے سارا سبق پڑھ لیا
میں تیرا نام لکھتا مٹاتا رہا

غزل ختم ہوئی تو اس نے پھر ری وائنڈ کرنی شروع کی تھی کہ دروازہ ناک کر کے زیاد نے اندر جھانکا تھا۔

"جہان بھائی آپ کو مما بلا رہی ہیں۔" وہ اہم پیغام لایا تھا، جہان کا ہاتھ اسی زاویے پہ تھم گیا۔

"او کے آتا ہوں میں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو زیاد کو وہیں کھڑے پایا تھا۔

"یہ آپ کیا سڑی بسی غزلیں سن رہے ہیں؟ اچھے اچھے سانگ سنیں نا۔" زیاد کے ٹوکنے پہ جہان کے لبوں پہ مضمحل سی مسکان بکھر گئی۔

"کہاں ہیں چچی جان؟"

"ہال کمرے میں ہیں آیئے۔" جہان سرد آہ بھرتا اس کے ساتھ ہو لیا تھا، دونوں آگے پیچھے ہال کمرے میں داخل ہوئے تو مما، مما جان کے ساتھ زیورات کے ڈبے کھولے ایک طرح سے زیورات کی دکان سجائے بیٹھی تھیں۔

"آؤ بیٹے یہ دیکھو ذرا سیٹ۔" مما نے جہان کا خیر مقدم بہت خوشدلی سے کیا تھا، وہ الجھن بھرے انداز میں ان کے قریب آیا زیاد ساتھ ساتھ تھا اس کی بانسبت اس کا انداز بے حد اشتیاق آمیز تھا۔

"اُف اتنی شاندار جیولری، ساری ثرالے بھابھی کو دے دیں گی تو نور یہ کہاں جائے گی مام؟" اس

کی بے صبری کے مظاہرے پہ مما نے ہنستے ہوئے اسے ایک جھانپڑ لگا دی تھی۔
"بدتمیز، نوریہ کے لئے اور بن جائے گی جب اس کا وقت آئے گا تو۔"
"مگر یہ تو ہمارے خاندانی زیور ہیں غالباً، ان میں تو سب بہوؤں کا حصہ ہو گا نا۔" زیاد نے ایک مخملیں کیس اٹھایا جس میں گلوبند تھا، تھا تو پرانا مگر اس کی چمک دمک اور ڈیزائن کی خوبصورتی کمال تھی۔
"ہاں بیٹے یہ خاندانی زیورات ہیں اور جہان کی مما کے ہیں سارے، اس لئے ژالے کو ہی ملیں گے، نوریہ کے لئے میرے زیورات میں حصہ ہے، اب جو ژالے کے لئے جیولری سوٹ کی میچنگ بنے گی وہ میں چاہتی ہوں جہان ژالے کو ساتھ لے کر اس کی پسند سے خریدے۔"
"زیاد تمہیں جو سیٹ پسند ہے وہ تم لے لو نوریہ کے لئے۔" جہان نے مما کی آخری بات پہ سخت جز بز ہوتے دانستہ بات کا رخ بدلا تھا۔
"نہیں بیٹے، یہ بالکل مناسب نہیں، نوریہ کے لئے جو زیاد چاہے مارکیٹ سے آ جائے گا۔" مما نے پرزور مخالفت کی تھی۔
"یہ کیا بات ہوئی بھلا چچی جان! اس گھر کی کسی بھی چیز پہ کسی کا نام نہیں لکھا ہوا، یہاں سب کچھ سانجھا ہے، پلیز آپ یہ سوچ کر آئندہ ایسی بات نہ کہیے گا کہ مجھے یہ سب تکلیف دیتا ہے۔" اس کے پرُ رسان لہجے میں تمام تر فرمانبرداری کے ساتھ جو خلوص اور محبت اور اپنائیت تھی وہ سب سے اہم تھی، مما نے گہرا سانس بھرا اور نم آنکھوں کے ساتھ اسے گلے لگا کر ماتھا چوما تھا، فرط جذبات کے باعث وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھیں، زیاد نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے صرف وہی گلوبند نہیں ایک بے حد نازک سا سیٹ بھی اٹھا لیا تھا۔
"یاہو، جیو جہان بھائی، یہ دونوں تو اتنے یونیک ہیں کہ بس نوریہ کو ہی جچ سکتے ہیں، بس میں لے رہا ہوں اور ہاں جہان بھائی ایک بات اور سن لیں، ژالے بھابھی سے شادی کے بعد بھی آپ ایسے ہی رہیے گا، اگر بدل گئے تو......"
"کسی میں اتنا دم نہیں کہ مجھے بدل سکے، مجھے اپنے حقیقی رشتوں سے بڑھ کر نئے بننے والے رشتے ہرگز اہم نہیں ہونے والے، سو ڈونٹ یو وری۔" جہان نے پھر اسی رسانیت بھرے انداز میں کہا تو زیاد ہنسنے لگا تھا۔
"مسز آفریدی کی کال آئی تھی بیٹے، بتا رہی تھیں وہ شاپنگ دوبئی سے کر رہی ہیں مگر ژالے کا برائیڈل ڈریس یہاں کراچی سے لیں گی، میں چاہتی ہوں ولیمہ کا جوڑا آپ خود پسند کرو بلکہ جن دنوں ژالے یہاں آئے آپ ژالے کو ساتھ لے کر اس کی پسند کے مطابق لباس خریدو، جب پہننا بچی نے ہے تو پسند بھی اس کی ہونی چاہیے، کیوں بھابھی بیگم؟" مما نے آخر میں مما جان کو بھی اپنا ہمنوا کرنا چاہا تو جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔
"جب پسند ان کی ہو گی تو پھر ساتھ کوئی بھی چلا جائے، میری موجودگی اتنی اہم نہیں ہے۔" وہ صاف دامن چھڑا رہا تھا۔
"ہر بچی کی زندگی میں یہ بے حد اہم موقع ہوتا ہے بیٹے جب اس کے شریک سفر کی کچھ مواقع پر موجودگی اس کے اعتماد اور ڈھارس کو بے حد اہم ہوتی ہے، آپ سمجھ رہے ہو میری بات؟" مما کا انداز

ناصحانہ تھا، زیاد نے کسی قدر شوخی سے تائیدی انداز میں سر ہلایا پھر بولا تھا۔
"ان کو چھوڑیں مما! میں ہر بات کو پلو سے باندھ رہا ہوں، میری باری پہ آپ کو مجھے کوئی نصیحت نہیں کرنے پڑے گی۔" وہ کھلکھلایا تو مما نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا تھا۔
"بتانے کی ضرورت نہیں، مجھے اچھی طرح سے اپنے بیٹوں کی رنگین مزاجی کا پتہ ہے۔"
"صرف ہمیں کیوں الزام دیتی ہیں، پپا کا احوال سنائیں، بلکہ آپ سنائیں مما جان پپا اپنی جوانی میں مما پہ کیسے فدا ہوا کرتے تھے، ہم سب یقیناً انہی پہ پڑے ہیں مزاجاً۔" وہ دانت نکال کر کہہ رہا تھا، مما خفت سے سرخ پڑ گئیں ارادہ اسے پھر جھانپڑ لگانے کا تھا مگر زیاد کو بھلا ان کے ہاتھ آنا تھا، ہنستا ہوا بھاگ گیا۔

☆☆☆

ان کو ناموس بھی
عزت بھی پذیرائی بھی
مجھ کو رونے کو میسر نہیں تنہائی بھی
اپنے ہی حال پہ ہنسنا کبھی ہنس کر رونا
میں بیک وقت تماشا بھی تماشائی بھی

اس نے غیر محسوس انداز میں بھیگے گالوں کو رگڑ کر خشک کر لیا مگر یہ آنسو تو تاسف و ملال کے تھے جو تھمے تھے نہ خشک ہوتے تھے، اس کی طبیعت سنبھل کر نہیں دے رہی تھی، تیمور آج پھر اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر آیا تھا، ڈاکٹر نے دواؤں کے ساتھ ہدایات اور تسلیاں دے کر بھیج دیا، شام سرمئی آنچل پھیلا چکی تھی، دور افق پر غروب ہوتے سورج کی سرخی میں گویا آگ دہک رہی تھی، پرندوں کی قطاریں بہت سرعت سے اپنے آشیانوں کی طرف محو سفر تھیں، ہوا میں خنکی رچی ہوئی تھی، کچھ دنوں سے برف باری کا سلسلہ موقوف تھا، سردیوں کا مخصوص خشک سناٹا اور ویرانی دھیرے دھیرے وادی کو اپنی لپیٹ میں لیتی جا رہی تھی، پوری وادی نے گویا برف کا سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا، برگ شجر پھول، سبزہ چھوٹی بڑی پہاڑیاں اور بلند و بالا آسمان کو چھوتی ہوئی چوٹیوں تک پہ برف ہی برف بکھری ہوئی تھی، برف کے ننھے زرے ایک بار پھر آکاش سے سفید پریوں کی طرح اترنے لگے تھے، سردی اپنے عروج پہ پہنچتی جا رہی تھی، جیسے جیسے برف پڑتی زینب کا دل بھی کسی کھائی میں ڈوبنا شروع کر دیتا، اسے لگتا کسی نے اسے اس سرد جہنم میں قید کر دیا ہو، ایک بار پھر برف گرتے دیکھ کر اس کا دل بھاری ہونے لگا۔
سیاہ جیپ سبک خرامی سے لکڑی کے پل پر دوڑ رہی تھی، اطراف میں سبزے سے گھرے سبز میدان تھے، جن میں جگہ جگہ جنگلی پھولوں سے جھاڑیاں اور صنوبر کے ساتھ چنار کے درختوں کی بہتات تھی، سامنے بلند پہاڑ سے شاید جھرنا گرتا تھا جو اسی صورت میں جم چکا تھا، اس وادی کا ہر گوشہ قدرتی حسن کی دولت سے مالا مال تھا، مگر وہ اس ماحول اس جگہ سے مانوس نہیں ہو سکی تھی تو وجہ تیمور ہی تھا، اس کا رویہ اور اس کا دھوکہ تھا جو وہ اسے دے چکا تھا، جیپ پل سے اتر کر اب سڑک پہ دوڑ رہی تھی، معاً گھنی قد آور جھاڑیوں سے مویشیوں کا چھوٹا ریوڑ جیپ کے راستے میں حائل ہو گیا جس نے تیمور خان کی نازک طبع پہ ناگواری لا دی تھی، وہ بے دریغ بوڑھے پہ برس پڑا جوان مویشیوں کو ہانک کر لے جا رہا تھا، تیمور کی جیپ

اس کی اہم شناخت تھی، اس پہ تیمور کی برہمی، بوڑھا بیچارا بدحواس ہو چلا تھا، زینب نے اس ماحول سے فرار کی خاطر آنکھیں بند کر لیں، پھر اس نے تب ہی آنکھیں کھولی تھیں جب جیپ حویلی کے بڑے پھاٹک سے اندر داخل ہو رہی تھی، پہلی بار جب وہ اس حویلی میں آئی تھی تو سرخ پتھروں سے بنی اس حویلی جس کے گوشے گوشے پھولوں اور پھلوں کی بہتات تھی دیکھ کر وہ عنقریب اس میں ملکیت کے احساس سمیت رہائش کے خیال سے کتنی سرشار تھی، مگر اس کی ساری خوشی ساری سرشاری بہت جلد بھاپ بن کر اڑ گئی، اس نے آدھ بھر کے حویلی کے اطراف میں پہاڑوں کی کوکھ سے گرتے جھرنوں اور آبشاروں کے ساتھ سرسبز خوبصورت پھولوں سے مہکتے لان کو دیکھا تھا اور طے کیا تھا کہ انسانی زندگی میں اطمینان اور سکون کے لئے دولت وحشمت نہیں محبت پذیرائی اور عزت ضروری ہوا کرتے ہیں، جو کم از کم اسے تیمور خان کی حویلی سے نہیں مل سکے تھے۔

''مجھے لگتا ہے زینب تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔'' تیمور نے ملازمہ کو سبز قہوے کا کہا تھا پھر اپنی گرم مردانہ شال اتار کر رکھتا ہوا اس کے اداس اور بے زار چہرے کو دیکھ کر بولا تو زینب اس کی متوقع ناراضی کے خیال سے حراساں سی ہو گئی۔

''ایسی تو بالکل کوئی بات نہیں ہے تیمور، بس میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی نا، اسی وجہ سے۔'' وہ وضاحتوں پہ وضاحتیں دیتی چلی گئی، حالانکہ یہ وہی زینب تھی جس کا مزاج ہمیشہ شاہانہ رہا تھا، جو خلاف مزاج کوئی بات سنتی تو ایک حشر اٹھا دیتی تھی مگر وہ وقت بیت گیا تھا، وہ جو اسے سر آنکھوں پہ بٹھاتے تھے اب اس کے آس پاس نہیں تھے، اب اس کی زندگی کی ڈور جس کے ہاتھ تھی وہ خود بہت نازک مزاج تھا، اسے اپنی بجائے اس کے ناز اٹھانے پڑتے تھے۔

''اس گائناکولوجسٹ کے طریقہ علاج سے میں سیٹ سفائیڈ نہیں ہوں زینب، میں سوچ رہا ہوں تمہیں کراچی بھیج دوں، وہیں اچھے ہاسپٹل سے تم اپنا علاج کرواؤ، آف کورس میں اپنے بچے کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔'' تیمور کی بات پہ زینب کے چہرے پہ یکدم روشنی سی چھا گئی مگر اس نے اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھا تھا وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی تیمور کو اس کی خوشی کی بھنک بھی پڑے۔

''کیا کہتی ہو پھر تم؟'' تیمور کو شاید اس کی خاموشی کھلی تھی جبھی چلبلا کر بولا تھا۔

''جی بہتر جیسے آپ مناسب سمجھیں۔'' اس نے فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا، ملازمہ قہوہ لے کر آئی تو تیمور اس جانب متوجہ ہو گیا۔

''او کے میں کوشش کروں گا ایک دو دنوں میں تمہیں کراچی بھیج دوں، مجھے کچھ کام ہے، چلتا ہوں۔''

وہ اسے اپنا خیال رکھنے کی خاص تاکید کرتا چلا گیا، اس کے جانے کے بعد زینب بھی اٹھ کر باہر آ گئی، آزادی چاہے عارضی سہی مگر وہ اس احساس کو اس خوشی کو محسوس کرنا چاہتی تھی، اس نے گہرا سانس بھر کے ریلنگ کے پار دور تک نگاہ کی، وادی رات کے اندھیرے میں گم تھی، ایک سرد سکوت ہر سو پھیلا ہوا تھا، کھیتوں، سبزے اور پھولوں کی مہک سے لبریز ہوائیں ہر سو سرسرا رہی تھیں، ارد گرد بلند و بالا پہاڑوں پہ گرتی برف ماحول میں عجیب سا نور کا احساس بن کر پھیلی ہوئی تھی، کہر کی دبیز چادر سے ہر شے نمی سے بھیگی ہوئی تھی، دھند میں لپٹے آسمان پر چاندنی سے منور چاند کسی تھکے ہارے مسافر کی طرح آہستگی سے اپنی منزل کی طرف سفر میں تھا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماحول میں ٹھنڈک بڑھ رہی تھی، ایسے سرد

ترین موسم میں جہاں معمولی سی بے احتیاطی رگوں میں دوڑتے لہو کو برف کر دے وہ تمام تر سردی کے بچاؤ کے تقاضوں سے بے نیاز برآمدے میں ٹہلتی رہی۔

''آپ کا فون ہے بی بی صاحبہ۔'' ملازمہ اس کا فون اور شال لئے نزدیک آ کھڑی ہوئی تھی، زینب نے سیل فون لیا تھا، فون پہ دوسری جانب زیاد تھا۔

''کیسی ہو زینب؟'' وہ خاصے سے زیادہ فکر مند تھا۔

''الحمدللہ میں ٹھیک ہوں بھائی، آپ کیسے ہیں؟'' وہ اب کے دل سے مسکرائی تھی، اس کی آواز کی کھنک نے یقیناً زیاد کو بھی مطمئن کیا تھا۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ یہاں سب سے زیادہ اسی بات پہ فکر مند ہیں یونو؟''

''کم آن بھائی آئی ایم او کے، آپ مما سے میری بات کروائیں ذرا۔''

''آپ پریشان نہ ہوا کریں مما، ایسی حالت میں طبیعت کا خراب ہونا تو معمولی بات ہے۔''

''ہاں بیٹے، لیکن پریشانی تو فطری بات ہے، پھر آپ سے بات بھی تو نہیں ہو پا رہی تھی۔''

''بات نہیں ہوئی تھی تب بھی آپ میں سے کسی نے یہاں آنے کی ضرورت نہیں محسوس کی، مما کیا میں سمجھوں کہ اس طرح مجھے یہ احساس دلایا جا رہا ہے کہ میں نے جو غلطی کی اسے مجھے تنہا ہی بھگتنا ہے، کیا آپ کی خوشیاں مجھ سے الگ ہو گئی ہیں۔''

اسے جانے کیا ہوا تھا کہ وہ پھپھک کر رو پڑی تھی، حالانکہ جب بات چیت کا آغاز کیا تو اس کا موڈ بے حد خوشگوار تھا، مما اس کی بات پھر اس کو یوں رو دینے سے یقیناً مضطرب ہوئی تھیں اور بار بار اسے پکارتیں اپنے انداز میں تسلی دے رہی تھیں مگر اس کے دل کا بوجھ یونہی قائم رہا۔

''آپ ایسا کیوں سوچتی ہو بیٹا۔''

''پھر اور کیا سوچوں، یہاں سب بے کی خوشیوں میں مگن ہیں، میری کسی کو کوئی پرواہ نہیں۔'' اس کی زبان پہ اصل شکوہ آ گیا، جواباً مما نے سرد آہ بھری تھی۔

''یہ ساری خوشیاں آپ کے بغیر ادھوری ہیں، آپ آؤ گی تو ہی کام آگے بڑھے گا۔'' وہ اسے بہلا رہی تھیں جب معاذ نے ان کے ہاتھ سے سیل لے لیا تھا۔

''کیوں خواہ مخواہ مما کو پریشان کر رہی ہو زینی۔''

''سوری لالے، مجھے پتہ نہیں کیا ہو جاتا ہے۔'' وہ دلگیری سے کہتی آنسو پونچھنے لگی۔

''چلو چھوڑو، یہ بتاؤ کب لینے آؤں تمہیں؟''

''میں خود آ جاؤں گی ایک دو دن میں لالہ ڈونٹ وری۔'' اس نے خود کو سنبھال لیا، معاذ کے بعد اس کی پرنیاں سے بات ہوئی تھی۔

''تمہیں مبارک ہو پری، اب تم اپنے بیٹے کا نام عدن رکھ سکتی ہو، بہت پسند ہے نا یہ نام تمہیں؟'' وہ یاسیت سمیٹ کر پھر سے خوشدلی اوڑھ چکی تھی۔

''ضروری تو نہیں ہے میری پسند کو اہمیت دی جائے۔'' وہ پتہ نہیں کیوں زہر خند ہو رہی تھی، زینب حیران سی ہو کر رہ گئی۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ پری تمہیں شاید اپنی خوش بختی کا اندازہ نہیں ہے، نیک اور پارسا مرد کا ملنا

بھی خدا کا تحفہ ہے اور نعمتوں کی ناقدری کرنے والے خدا کے ہاں معتوب ٹھہرتے ہیں۔" پرنیاں کے شاکی انداز پہ وہ گہرے رنج اور کرب میں جلا ہو کر کہتی چلی گئی، دکھ تھا ملال تھا اور آزردگی تھی، اسے لوریہ ہو یا ڈالے یا پرنیاں ہر لڑکی خود سے کروڑ درجے بڑھ کر خوش بخت لگنے لگی تھی، زیاں تھا لامحدود زیاں جس نے اسے اب ہر پل ہر لحہ رگیدنا شروع کر دیا تھا۔

"تمہارے بھائی ہے ناوہ، تم تو کرو گی ہی تعریفیں۔" پرنیاں بھی جواباً ہائپر ہوئی تو زینب بری طرح سے ہرٹ ہوئی تھی۔

"اس بات کا کیا مطلب ہے پری، تمہیں میری بات کا یقین نہیں یا لالے پہ کوئی شک ہے۔"

"یہ لاحاصل بحث ہے زینب، میں اس موضوع پہ بات نہیں کرنا چاہتی۔" زینب کو شدید اختلاف ہوا۔

"مجھے لگتا ہے پرنیاں تم لالے کے متعلق ابھی تک شدید غلط فہمی کا شکار ہو۔"

"دکھ اور افسوس کی بات ہی یہی ہے زینب کہ میری ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔" پرنیاں کے لہجے میں تاسف تھا، دھیمے لہجے میں دکھ کی آنچ تھی، زینب کا اضطراب بڑھا۔

"اگر غلط فہمی دور ہو گئی ہے تو پھر بدگمانی کیوں ختم نہیں ہو رہی ہے پری؟"

"لیو دس ٹاپک زینب پلیز۔" وہ سخت عاجز ہو چکی تھی گویا زینب نے ٹھنڈا سانس کھینچا۔

"میں تم سے وہاں آ کے بات کروں گی پری، میرے لالہ بہت سویٹ بہت نائس ہیں، شاید تم انہیں صحیح طرح سے انڈر اسٹینڈ نہیں کر پائیں۔" پرنیاں نے اس بات کا جواب نہیں دیا تھا، زینب خود بھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

کوئی سکوں کی جگہ تلاش کریں
آ مل کر وفا تلاش کریں
جرم دونوں کا ہے اک سا
آ اک جیسی سزا تلاش کریں
غم سینے میں بھی پھوٹنے نہ پائے
آ ایسی آب و ہوا تلاش کریں
دونوں اپنی انا میں نہ مٹ جائیں
کوئی درمیانی سی راہ تلاش کریں
قربت اپنی کیوں دوری میں بدل گئی
آ ہم اپنی اپنی خطا تلاش کریں
دیکھتے دیکھتے جو دل میں اتر گئی تھی
محبت کی وہ پہلی نگاہ تلاش کریں

کراچی ائیر پورٹ پہ جہان اس کا منتظر تھا، خوبصورت لباس پہنے بے حد اسٹائلش شال میں خود کو اچھی طرح لپیٹے وہ جب اس کے سامنے آئی تو جہان ایک لمحے کو اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا، گلابوں کی

شرماتی اس کی نزاکت اور دلکشی و تازگی جیسے کہیں کھو گئی تھی، ماند پڑی رنگت اور آنکھوں تلے حلقوں کے ساتھ وہ صدیوں کی بیمار نظر آتی تھی، جہان کے تو جیسے دل پہ آرے چل گئے تھے۔

"زینب آر یو اوکے۔" وہ کسی طرح بھی خود کو اس سوال کے پوچھنے سے باز نہیں رکھ سکا تھا، جواب میں وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

(پودا اپنی جڑ اور بنیاد کھو دے تو اس کا نصیب مرجھانا ٹھہرا کرتا ہے، شاید مجھے اپنوں خاص طور پہ تمہارا دل دکھانے کی سزا ملی ہے)۔

"ہاں ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے۔" اس نے پہلی بار اس کے سامنے بھرم رکھا تھا اور جہان نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"مجھے پتہ چلا تھا پچھلے دنوں تمہاری طبیعت خراب رہی ہے۔"

"ہاں موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ٹمپریچر ہو گیا تھا، اسی کے اثرات سمجھ لیں، وہاں موسم میں بہت شدت ہے، میں فی الحال عادی نہیں ہو پا رہی۔" وہ ایک کے بعد دوسرا پردہ اپنی ذات پہ گراتی چلی گئی، جہان نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ محض اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کو بہت مبارک ہو بجے شادی کی، مجھے لینے کیوں آ گئے آپ، میں تو سمجھی مایوں بیٹھے ہوں گے۔" وہ خواہ مخواہ ہنسنے لگی، جہان نے نہ اسے دیکھا نہ ہنسی میں ساتھ دے سکا، شاید وہ ابھی تک اتنا بہادر نہیں ہو پایا تھا جتنا زینب ہو گئی تھی۔

"میرے پاس ڈالے کا نمبر نہیں تھا ورنہ اسے لازماً مبارکباد دیتی، آپ کے پاس تو ہو گا میری بات کرایئے گا۔" اس کے ہمراہ گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہوئے وہ اسی اوپرے سے لہجے میں کہہ رہی تھی، جہان ونڈ اسکرین پہ نظریں مرکوز کیے گم صم بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا، زینب بھی جیسے تھک سی گئی تھی، سیٹ کی بیک سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں تو جہان نے نگاہ کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا تھا، رخساروں کی ابھری ہوئی ہڈیوں اور زرد پڑتی رنگت کے ساتھ وہ اپنا بھرم رکھنے میں بھی ناکام تھی، جہان کی جیسے آنکھیں جل اٹھیں۔

(تو کیا تم انکشافات کی زد پہ ہو زینب؟ اور خود کو سنبھال نہیں پا رہی، کیا میری دعائیں بھی تمہاری راہوں کے کانٹوں کو نہیں چن سکیں)۔

"دھیان سے بجے ابھی ایکسیڈنٹ ہو جاتا۔" گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے اور ایک زوردار جھٹکا لگا تھا، یہ سارا جہان کی بٹی ہوئی توجہ اور پراگندہ ذہن کا شاخسانہ تھا۔

"آپ اتنے خاموش کیوں ہیں بجے؟ من پسند ہم سفر کی رفاقت کا خیال تو بہت دلفریب ہوتا ہے۔" وہ پھر سیدھی ہو بیٹھی تھی، جہان نے اس بات کے جواب میں ایک بھینچی ہوئی سانس بھری تھی پھر خود کو کس قدر سنبھال کر بولا تھا۔

"مجھے تو تم بھی خوش نہیں لگ رہی، تم نے بھی تو اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔"

"طعنہ دے رہے ہیں بجے؟ حالانکہ نہ آپ نے یہ کام کبھی کیا تھا، نہ آپ پہ یہ جچتا ہے۔" وہ گہرے دکھ کے حصار میں گھر کر زخمی انداز میں مسکرائی جہان نے سرد آہ بھری تھی۔

"میں وہ بات کر رہا ہوں زینب جو میں نے محسوس کی......" اس نے سادگی سے وضاحت کی تو

زینب کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا، جہان نے بھی اس کی خاموشی کے بعد کچھ نہیں کہا، زینب کو دیکھ کر اس طرح باقی سب کو بھی دھچکا لگا تھا، جہان اسے سب کے بیچ چھوڑ کر خود واپس آفس آ گیا، ابھی فائل کھول رہا تھا جب اس کا سیل گنگنانے لگا تھا، نمبر مسز آفریدی کا تھا، جہان نے سیل کو سائلیٹ پہ لگا کر دراز میں ڈال دیا اور اپنے کام میں مشغول ہوا تھا، مگر زینب کا ستا ہوا چہرا بار بار اس کو ڈسٹرب کرتا رہا، رات کو وہ گھر لوٹا تو شاہ ہاؤس کے در و دیوار سے قہقہے پھوٹ رہے تھے، وہ سب ہال میں جمع تھے اور ہنسی مذاق جاری تھا۔

''معاذ کہاں ہے؟'' زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے مقابل بٹھایا تو جہان نے فوری طور پہ اس کی کمی کو محسوس کیا تھا۔

''ہاسپٹل میں ہی ہیں، مجھے خصوصی رعایت دی ہے کہ شادی کے ہنگاموں میں بھرپور حصہ لوں۔'' زیاد کی وضاحت پہ جہان نے کچھ کہے بغیر سیل فون نکال لیا تھا اور اس کا نمبر ڈائل کیا۔

''تم ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچے ہو معاذ؟'' رابطہ بحال ہونے پہ اس نے کس قدر خفگی سے کہا تھا۔

''سوری بے مجھے اندازہ ہے میرے یار کی شادی ہے مگر کچھ ضروری کام تھا۔''

''پرنیاں بھی کچھ اداس لگتی ہے، پھر کوئی بات ہوئی ہے نا تم دونوں کے بیچ؟'' وہ سب کے درمیان سے اٹھ کر باہر آ گیا تھا۔

''میری جان ہماری فکر چھوڑ دو، ہم پرانے ہو گئے ہیں۔'' وہ صاف اسے ٹال رہا تھا مگر جہان ٹلا نہیں تھا۔

''تم سمجھتے ہو معاذ اسی طرح مجھ سے کچھ چھپا لو گے؟''

''میں کچھ نہیں چھپا رہا ہوں، پرنیاں کی طبیعت ان دنوں اپ سیٹ ہے، وہ اداس نہیں اس پر یگنسی سے کچھ گھبراہٹ کا شکار ہے یار۔'' معاذ عاجز ہو کر یہ کہہ رہا تھا، جہان نے ہنکارا ابھرا۔

''تمہیں ان کا خیال زیادہ رکھنا چاہیے مگر تم ہاسپٹل کو زیادہ پیارے ہوتے جا رہے ہو، فوری گھر آؤ۔''

''جو حکم می لارڈ۔'' معاذ نے ہنستے ہوئے فرمانبرداری سے کہا تو جہان نے فون بند کر دیا تھا، واپس اندر جانے کو مڑا تو زینب کو کھڑے پا کر خود کو سنبھال کر نرمی سے مسکرایا۔

''ژالے سے بات کر رہے تھے؟ میں نے آپ سے کہا بھی تھا میری بات کرا دیجئے۔'' اس کے سوال نے جہان کی مسکراہٹ گویا نوچ لی تھی۔

''معاذ تھا فون پہ۔''

''چھپا رہے ہیں مجھ سے؟'' زینب نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تو جہان نے گہرا سانس بھرا تھا۔

''شاید آپ ژالے سے میری بات نہیں کرانا چاہتے، خیر اسے میری طرف سے کہہ دیجئے کہ وہ بے حد لکی ہے، ہر لحاظ سے۔'' اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی جہان ششدر سا کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

''مما بتا رہی تھیں کہ تم اپنی ڈائٹ پہ توجہ دیتی ہو نہ ہی میڈیسن باقاعدگی سے لیتی ہو، آخر مسئلہ کیا

ہے تمہارے ساتھ؟''

معاذ کمرے میں آیا تو پرنیاں ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہاتھوں پہ لوشن کا مساج کر رہی تھی، ہلکے گلابی سوٹ میں اس کے تازہ شیمپو کیے بال پشت پہ سیدھے گر رہے تھے، لمبی پلکوں کا مرتعش سایہ صبیح گالوں پہ لرزتا تھا، پرل کے ٹاپس اس کے چہرے کو انوکھی سی کشش دے رہے تھے، ماں بننے کے مرحلے میں داخل ہوتے ہی اس کی خوبصورتی میں کچھ اور بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا گویا۔

''میں دیواروں سے نہیں تم سے مخاطب ہوں۔'' اس کی بات کو یکسر نظر انداز کیے وہ سونے کی چوڑیاں اتار اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھنے لگی تو معاذ توہین کے احساس سے سلگتا ہوا اس کے قریب آ کر کوئلے کی طرح سے چٹخا۔

''بے معنی اور فضول باتوں کے جواب نہیں ہوتے میرے پاس۔'' اس کا انداز آگ لگا دینے والا تھا، معاذ کا دماغ الٹ سا گیا۔

''تم خود کو آخر سمجھتی کیا ہو؟ میں جتنا جھک رہا ہوں تم اکڑتی جا رہی ہو۔'' وہ چیخ پڑا تھا۔

''تو نہ جھکیں، کس نے کہا ہے اپنی اکڑ توڑنے کو، آپ کو میری ڈائٹ کی اگر پرواہ ہے تو وجہ آپ کا بچہ ہے، ورنہ اس سے قبل تک آپ اس فکر میں کبھی ہلکان نظر نہیں آئے تھے۔'' پرنیاں کا ملامتی انداز معاذ کو گہرا سانس بھر کے اسے عاجزانہ انداز میں دیکھنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

''میرا بچہ تمہارا کچھ نہیں لگتا پرنیاں؟'' وہ جیسے بے حد تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''فی الحال میں اس کے لئے کوئی فیلنگز محسوس نہیں کرتی۔'' اس کا لہجہ و انداز خشک تھا تڑخا ہوا جو معاذ کو ششدر کر کے رکھ گیا تھا۔

''تمہاری نفرت مجھ سے ہے پرنیاں، یہ بچہ جیسی بھی صورتحال کا پیداوار ہے مگر یہ مت بھولو کہ ہمارا جائز بچہ ہے اور صرف یہی نہیں میں تمہیں اس کی کوئی حق تلفی نہیں کرنے دوں گا۔'' انگلی اٹھا کر تنبیہی انداز میں جتلاتا ہوا وہ یکسر بدلے ہوئے انداز میں پھنکارا تو پرنیاں کے ہونٹوں پہ زہرخند پھیل گیا تھا۔

''اتنی جلدی اپنی اصلیت ظاہر کر دی آپ نے؟ گڈ مگر ایک بات دھیان میں رکھیئے گا معاذ حسن کہ ابھی آپ کا بچہ میرے پاس ہے اور میرے رحم و کرم پہ بھی، آپ چاہنے کے باوجود بھی مجھے اپنے اشاروں پہ نہیں چلا سکتے۔''

پتہ نہیں غصے اور نفرت کی یہ کون سی کیفیت تھی کہ وہ اتنی کڑی بات کہہ گئی تھی، جس نے اگلے کئی لمحوں کے لئے معاذ کو حق دق کر دیا تھا۔

''بہت اچھا کیا کہ تم نے بھی مجھے اپنی پہچان کرا دی، ورنہ میں شاید کسی غلط فہمی کا شکار رہتا، نہایت افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے آج کہ میں ان جذبوں پہ اس قربت پہ شرمندہ ہوں جو میں نے تمہارے لئے محسوس کیے جو تمہارے سنگ کسی بھول میں گزارے، کاش یہ آگاہی مجھے پہلے مل گئی ہوتی تو میں تم جیسی گمراہ اور سفاک عورت پہ تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔'' اس کے غصے کے آگے وہ بھی بپھر گیا تھا، بات بڑی تھی، الفاظ کڑے تھے، معاذ کے بعد سکتے میں آنے اور رنج سے صدمے سے دوچار ہونے کی پرنیاں کی باری تھی، وہ فق چہرے کے ساتھ پتھرائی ہوئی سی صوفے پہ گر سی گئی، اسے لگا تھا اس کے زخموں کے پھر سے ٹانکے تڑتڑ کر کے ٹوٹے ہوں اور زخموں کے منہ کھل گئے ہوں، بے آواز بہتے آنسوؤں کے

ساتھ وہ ہاتھوں میں چہرا چھپا کر صوفے پہ ہی لیٹ گئی تھی۔

"آج سے تم بیڈ پہ سوؤ گی اس وقت تک جب تک میرا بچہ جنم نہیں لیتا، اس کے بعد تم بھاڑ میں بھی جاؤ تو مجھے پرواہ نہیں ہو گی، تمہارے ایٹی ٹیوڈ نے بارہا مجھے جتلا دیا کہ تمہیں مجھ سے نفرت ہے، مگر اس کے باوجود تمہیں مجھے برداشت کرنا ہے تو وجہ تم سمجھ سکتی ہو۔" معاذ نے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پہ پٹخ دیا تھا، وہ سانس روکے اسے دیکھنے لگی، ایک بار پھر وہ خوفناک موڈ میں تھا، ایسا موڈ جس سے مما بھی خائف رہا کرتی تھیں، اس میں اتنی بھی ہمت نہیں رہی تھی کہ اٹھ کر اپنا دوپٹہ اٹھا لیتی، جو وہاں صوفے کے پاس ہی گر گیا تھا، اس نے کروٹ بدل لی اور اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنے کو منہ پہ تکیہ رکھ لیا تھا، یونہی روتے پتہ نہیں کب اس کی آنکھ لگی۔

☆☆☆

یہ مما کا شدید ترین دباؤ تھا کہ اور کچھ نہیں کم از کم وہ رونمائی گفٹ ضرور اپنی پسند سے خریدے، باقی ہر کام کی طرح وہ یہاں بھی محض طفل تسلیوں سے کام چلا لیتا مگر پچھلے ایک ہفتے سے وہ اس کی آفس واپسی پہ جب باقاعدگی سے اپنا سوال دہرا کر گفٹ کے متعلق پوچھتیں تو جہان کو ہر بار شرمندہ ہونا پڑتا، وہ ان کی خاطر یہ کام کر بھی لیتا مگر بات یادداشت کی بھی تھی جو ہر بار دغا دے جاتی، کل رات بھی اس نے خفت زدہ انداز میں ان سے سوری کی تھی۔

"رئیلی چچی جان مجھے واقعی یاد نہیں رہا، آفس کے کاموں میں لگ کر بھول جاتا ہوں۔"

"انسان ہمیشہ اسی کام کو بھولتا ہے جو اس کے نزدیک غیر اہم ہو، اب آگے تم خود سمجھدار ہو۔" معاذ جو اس وقت وہیں تھا، کسی قدر سنجیدگی اور متانت سے بولا تھا، جہان کی خجالت میں گراں قدر اضافہ ہو کر رہ گیا۔

"چلو خیر ہے بیٹے! میں ایسا کروں گی کل آپ کو فون کر کے یاد کرا دوں گی۔" مما سے جہان کی خفت دیکھی نہیں گئی تھی، تبھی انہوں نے نارمل سے انداز میں کہہ کر بات ختم کر دی اور آج جب وہ آفس سے اٹھ رہا تھا صرف مما کی ہی یاددہانی کی کال نہیں آئی تھی، معاذ نے بھی اسے فون کیا تھا۔

"جے آج لازمی مال چلے جانے یار ورنہ مما کے ہاتھوں تیری خیر نہیں، دیکھ مجھے کتنا خیال ہے تیرا، یاد دلا دیا۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

(یہ سارا پراسس جس کی وجہ سے ہے وہی میرے لئے غیر اہم ہے معاذ! کہاں کہاں پہ کیا کچھ یاد کراؤ گے؟) اس کے اندر تھکن سی اترنے لگی۔

"ابھی سے اپنی شادی کی رات میں کھو گئے، یار پہلے گفٹ خرید تو لے پھر دیکھنا خواب۔" معاذ کی کھنک دار شوخ آواز پہ جہان کے ہونٹوں پہ زہر خند پھیل گیا تھا۔

(اگر میرے بس میں ہوتا تو یہ رات کبھی نہ آنے دیتا مگر......)

"تم آ جاؤ نہ معاذ میری ہیلپ کو، قسم سے مجھے بالکل کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔" وہ بے حد اکتاہٹ آمیز بےزاری سے کہہ رہا تھا، جواباً معاذ نے صاف ہری جھنڈی دکھا دی۔

"نہ جی میں تو بے حد مصروف ہوں ہاسپٹل میں، مما نے بھابھی کی خدمت کی آفر کی تو تھیں مگر تم۔"

"چلو ٹھیک ہے پھر خدا حافظ۔" جہان نے بے اعتنائی سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا، اسی بے دلی

اور بےزاری کی کیفیت میں وہ شاپنگ آرکیڈ میں آیا تھا، جیولرز کی بڑی بڑی جگمگاتی شاپس تھیں جن میں سے وہ ایک کا گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہو گیا تھا، وہ کچھ بے خیال تھا یا پھر ماحول سے اتنا غافل کہ فوری طور پہ مسز آفریدی کے ساتھ موجود ژالے اسے نظر نہ آ سکی، اس کی نگاہ سرسری انداز میں اٹھی تھی اگلے لمحے وہ اس زاویے پہ ساکن رہ گیا، آتشی گلابی بے حد اسٹائلش لباس میں ملبوس بڑے سارے دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے وہ ہی تھی، اپنی تمام تر جاذبیت دلکشی اور جکڑ لینے والی خوبصورتی سمیت، مسز آفریدی نے اپنے ہاتھ میں موجود سرخ یاقوت سے سجے اس ٹیکے کو اس کی دمکتی ہوئی پیشانی پہ لگا کر ستائشی نظروں سے دیکھا تھا جبکہ وہ ان کے اشارے پہ آئینے کی سمت متوجہ ہوئی تو انداز میں ہی نہیں چہرے و آنکھوں میں بھی حجاب اور شرم کا اتنا خوبصورت احساس تھا کہ جہان بھی نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا، دونوں نے شاید اسے نہیں دیکھا تھا مگر اسی پل وہ آئینے میں انہیں نظر آ گیا، ژالے تو اسے روبرو پا کے پہلے غیر یقینی سے ساکن ہوئی تھی پھر اس کے چہرے پہ شرمگیں تاثر ابھرا تھا اس کے بعد وہ جانے کس احساس کے تحت کچھ خائف نظر آنے لگی تھی۔

"السلام علیکم! کیسے ہو بیٹے آپ، ایسی بھی کیا ناراضی کہ آپ ہمیں دیکھ لینے کے باوجود......"

"اس کی وجہ مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش چاہیے تھی آپ کو آنٹی تھنک۔" خلاف مزاج وہ طنزیہ ٹون میں بولا تھا۔

"ہم یہاں شاپنگ کے لئے آئے ہیں، غالباً آپ بھی۔" مسز آفریدی نے ایک نظر ژالے کے پھیکے سے زرد پڑے چہرے کو دیکھ کر پھر سے خوش اخلاقی کا دامن تھاما اور چاپلوسی کا بھی۔

"مس تحمل نہیں ہو رہا آپ اپنا کام کر سکتی ہیں۔" وہ رکھائی اور بے اعتنائی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتا ہوا نخوت بھرے انداز میں پلٹ کر شاپ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا، ژالے کی ٹانگیں بے جان سی ہو گئیں، وہ بے دم سے انداز میں جا کر صوفے پہ گر سی گئی، جب مسز آفریدی سے زبردستی یہاں لا رہی تھیں تو وہ اس وعدے کے ساتھ آنے پہ آمادہ ہوئی تھی کہ وہ جہانگیر یا پھر اس کی فیملی کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گی، مسز آفریدی کہاں اس کی سننے والی تھیں وہ تو بات اہم یہ تھی کہ جہان نے ہی ان کی ہر کال اگنور کر دی تھی، مجبوراً انہیں دل پہ پتھر رکھنا پڑا تھا، مگر یوں غیر متوقع طور پہ جہان کو سامنے دیکھ کر وہ ڈھنگ سے خوشی بھی نہیں ہو پائی تھیں کہ...... بلکہ ان کے خیال میں تو وہ ژالے کے سامنے انہیں ذلیل کر کے جا چکا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے جی خود کو سنبھالو بیٹا، میں قسم کھا سکتی ہوں کہ یہی جہانگیر کبھی تمہیں پوری عزت اور احترام سے نوازے گا، معافی مانگے گا تم سے اپنے رویے کی۔" وہ بڑے بڑے دعوے کر رہی تھیں، مگر ژالے جیسے سنے بغیر آنسو بہاتی رہی۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا ممی، آپ نے بالکل اچھا نہیں کیا، کاش اے کاش اس شرمندگی سے خدا مجھے بچا لے، شادی سے پہلے موت آ جائے مجھے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی، مسز آفریدی کے دل پہ جیسے کسی نے مغز اسب دے مارا تھا، انہوں نے تڑپ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو جی، خدا سے رحم مانگو، میں نے کہا نا سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس کے آنسو پونچھ کر ہولتے ہوئے کہہ رہی تھیں، وہ شاپنگ ادھوری چھوڑ کر اسے لے کر گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔

"میں نہیں برداشت کر سکتی ممی، کاش آپ نے میرے ساتھ یہ ظلم نہ کیا ہوتا۔"

"یہ ظلم نہیں ہے، پاگل ہو بالکل تم۔" مسز آفریدی پہ جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی، مگر تڑالے ان کی سنے بغیر روئے جا رہی تھی۔

☆☆☆

وہ ہاسپٹل میں تھا جب اسے بھابھی کی کال آئی تھی کہ پرنیاں سیڑھیوں سے پھسل کر گر گئی ہے۔ بھابھی نے اسے قریبی ہاسپٹل کا نام بتا کر عجلت میں وہاں پہنچنے کا کہا تھا، ان کے لہجے میں جتنی پریشانی تھی معاذ کے اسی لحاظ سے ہاتھ پیر پھولے تھے، سائیں سائیں کرتے ذہن کے ساتھ وہ بے حد مضطرب اور وحشت زدہ سا ہاسپٹل پہنچا تھا، جہان اسے ہاسپٹل کے احاطے میں ہی مل گیا، وہ اس قدر خوفزدہ ہو چکا تھا کہ اس سے کچھ پوچھنے کا حوصلہ نہیں کر سکا بس متوحش اور بے حد فکرمندانہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ریلیکس معاذ! خدا کا شکر ہے، سب خیریت گزری۔" جہان نے اس کی کیفیت کے زیر اثر اسے گلے لگا کر تسلی سے نوازا تھا۔

"بچہ...... ب...... بے بچے کو کوئی نقصان؟"

"ٹیک اٹ ایزی معاذ! سب ٹھیک ہے پرنیاں کا پیر سیڑھیوں سے سلیپ ہو گیا تھا، بھابھی گھبرا زیادہ گئی تھیں جبھی تمہیں کال کی، ورنہ پریشانی کی بات نہیں تھی۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو نا ج؟" وہ ابھی تک خوف کے حصار میں تھا، جہان نے مسکرا کر رسانیت بھرے انداز میں اس کا کاندھا تھپکا۔

"تم مل لو پرنیاں سے، وہ بالکل ٹھیک ہیں۔" جہان اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈاکٹر کے آفس میں لے کر آیا جہاں مما پرنیاں کو تھامے باہر ہی آ رہی تھیں۔

"پریشان نہیں ہونا بیٹے! اللہ نے کرم کیا ہے اپنا۔" مما اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں، معاذ نے پرنیاں کو دیکھا وہ جھکے سر کے ساتھ کچھ نڈھال سی کھڑی تھی، معاذ جہاں ریلیکس ہوا تھا وہاں اس کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں غصے سے۔

"جی بلاشبہ خدا کا ہی کرم ہے، ورنہ لوگوں نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔" اس کا کاٹ دار لہجہ اتنا مدھم تھا کہ نزدیک ہونے کے باعث پرنیاں ہی بامشکل سن پائی اور جیسے سخت احتجاجی نظروں سے اسے دیکھا تھا، معاذ کی نظروں میں ملامت اور تنفر کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم میری نفرت میں اس حد تک گر جاؤ گی، اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تم نے، ہے نا؟" معاذ کو جیسے ہی کمرے میں اس کے ساتھ تنہائی میسر آئی وہ اس پہ چڑھ دوڑا تھا، اس سراسر الزام پہ پرنیاں کے اندر غضب کا احتجاج امڈا تھا۔

"دس از ٹو مچ، میں نے ایسا نہیں کیا سمجھے آپ، میرا پیر پھسلا تھا اور میں ایسا کیوں کروں گی؟" وہ روہانسی ہو گئی تھی وضاحت دیتے ہوئے مگر معاذ بدگمانی کی اس انتہا پہ جا پہنچا تھا جہاں سے شاید واپسی ممکن نہیں رہی تھی۔

"تم کیا سمجھتی ہو تم اپنی صفائی پیش کرو گی اور میں مان لوں گا، اتنا احمق سمجھ رکھا ہے؟ اور کیوں کرو گی؟ یہ مجھ سے پوچھتی ہو؟ اونہہ تمہاری نفرت اس کا جواز ہے۔" ایک ایک لفظ چبا کر ادا کرتے اس کی

آنکھوں کی تپش بڑھتی جا رہی تھی، پرنیاں اس درجہ شک برداشت نہیں کر سکتی تھی جبھی بے ساختہ رو پڑی۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی اتنا گھٹیا کام کرنے کی، نہ میں اتنی ظالم ہوں کہ اپنے بچے کے ساتھ یہ سلوک کروں۔"

"اوہ اتنا تضاد؟ کہاں آپ کی اس کے لئے کوئی فیلنگز نہیں تھیں اور...... اچھی طرح سوچ لیں محترمہ آپ کے آخری الفاظ میں کس حد تک صداقت ہے، اس بچے سے واقعی آپ کا کوئی تعلق یا رشتہ ہے؟" اِدھر اُدھر چکراتے ہوئے وہ مشتعل سا پھنکار پھنکار کر کہہ رہا تھا، پرنیاں کا چہرا متغیر ہو کر رہ گیا، طیش اور غصے میں کہی باتیں اس کے لئے معاذ نے یوں سنبھال کر رکھ لی ہوں گی یا وہ اتنا بدگمان ہو جائے گا تب اگر اسے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو وہ منہ سے ایسی بات نکالنے سے قبل سو بار سوچتی۔

"ہو گئی نا بولتی بند، سچی بات انسان کو یونہی ہونق بنا دیا کرتی ہے۔" اس کی خاموشی کو نشانہ بنا کر وہ پھر اس پہ طنز کے تیر چلانے لگا، پرنیاں اتنی عاجز ہوئی تھی کہ بے ساختہ چیخ۔

"مجھے اپنی صفائیاں پیش نہیں کرنی، آپ کا جو دل چاہتا ہے سوچیں۔" الفاظ کے برعکس اس کی آنکھوں سے بے بسی کے مظہر آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے، معاذ کے ہونٹوں پہ تمسخر سے بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔

"بتلانے کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہاری ہٹ دھرمی سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔" پرنیاں نے اب کے جواب نہیں دیا تھا، تکیے میں چھپائے گھٹ گھٹ کر روئے گئی تھی۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں مقید سگریٹ کا دھواں اڑا رہا تھا، جب زیاد آ کر زبردستی اسے ساتھ گھسیٹ کر لے گیا۔

"وہاں جو محفل بجی ہوئی ہے نا وہ آپ کے ہی اعزاز میں ہے جناب! اس میں کچھ تو حصہ اور گرما گرمی آپ کو بھی شامل کرنی چاہیے۔"

"یہ خالصتاً خواتین کی محفلیں ہوتی ہیں یار، میں کیا کروں گا؟" جہان نے جان چھڑانا چاہی تھی، مگر وہ کہاں تھا اتنی آسانی سے چھوڑنے والا۔

"لالے کی شادی یاد ہے، پتہ ہے اتنی یادگار کیوں ہوئی کہ دولہا صاحب خود سب سے زیادہ پرجوش تھے، ایسی محفل جماتے تھے کہ مزا آ جاتا تھا۔"

"وہ معاذ تھا، میرا ایسا مزاج نہیں ہے سنا۔" اس کے پاس لاکھوں عذر تھے۔

"اوہ آپ لالے کی طرح گانے نہ سنایئے گا، گانے ہم خود گا لیں گے، آپ بس ہمیں جوائن کریں بھائی۔" اور وہ مزید انکار نہیں کر سکا، وہ سب اس کے اپنے تھے، بے حد پیارے، وہ ان کے دل نہیں توڑ سکتا تھا، انہی کی خاطر تو اس نے زہر کا یہ گھونٹ پیا تھا، ورنہ شاید مسز آفریدی تو قیامت تک بھی اسے مجبور نہ کر سکتیں۔

"بھابھی آپ چائے بنا لائیں، آج میں گانا سناتا ہوں اور یہ جہان بھائی کی طرف سے تڑالے بھابھی کو ڈیڈیکیٹ ہو گا اور میری طرف سے نوریہ کو۔" زیاد نے آخر میں دانت نکال کر نوریہ کو دیکھا جو وہاں موجود تھی مگر بے حد ریزروڈ نظر آتی تھی۔

"افوہ اک تیر سے دو شکار، تمہارا کیا بنے گا لڑکے۔" معاذ نے اظہار افسوس کیا، زیاد اتر ے انچ ہنسے گیا تھا۔

"لالے آپ کی طرح میرے پاس گانوں کا اسٹاک نہیں ہے، سو گزارا تو کرنا پڑے گا۔" پھر ایسی باتوں کے بعد وہ باقاعدہ سر اڑانے لگا تھا۔

دل تیرے بن کہیں لگتا نہیں وقت گزرتا نہیں
کیا یہی پیار ہے، کیا یہی پیار ہے
پہلے میں سمجھا کچھ اور وجہ ہے ان باتوں کی
لیکن اب جانا کہاں نیند گئی میری راتوں کی
جاگتی رہتی ہوں میں بھی چاند نکلتا نہیں
دل تیرے بن کہیں لگتا نہیں وقت گزرتا نہیں

جہان کی نظر بے خیالی و بے خودی کی کیفیت میں اٹھی تھی، زینب گم صم بیٹھی تھی، ویران اور پژمردہ، جہان نے جلتی ہوئی آنکھوں کا رخ پھیرا تو اسی وقت زینب نے اسے دیکھا تھا، زیاں کے اسی دل گداز احساس سمیت۔

زیاد کے الفاظ اس کے اپنے دل کے عکاس بن گئے تھے، وہ اتنا گھبرائی کہ یکلخت اٹھ کر کھڑی ہو گئی جہان نے ہی سب سے پہلے چونک کر اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"کیا ہوا زینی؟" پرنیاں نے اس کا سرد پڑتا ہاتھ تھام کر تشویش سے اسے دیکھا تھا۔

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے پری، شاید یہاں گھٹن بہت زیادہ ہے۔"

وہ اگلے لمحے اس سے ہاتھ چھڑا کر باہر نکل گئی تھی، پرنیاں کے علاوہ شاید کسی نے بھی اس کے اس طرح اٹھ کر جانے کو محسوس بھی نہیں کیا، پرنیاں اس کے پیچھے چلی گئی، جہان سے بھی وہاں بیٹھا نہیں گیا تھا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں پری، بہت زیادہ، سب سے بڑی اذیت میرے لئے یہ ہے کہ یہ عذاب مسلسل میں نے خود اپنے لئے چنا ہے، مجھے بتاؤ کیا مجھے اس اپنی ہی بھڑکائی آگ میں چپ چاپ خود کو جلتے رہنے دینا چاہیے؟"

جہان برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہیں ٹھٹھک گیا تھا، زینب پرنیاں کے گلے سے لگی زار و قطار رو رہی تھی، جہان کو لگا تھا وہ اسی جگہ پہ پتھر کا ہو گیا ہو۔

"کوئی بھی میرے نقصان سے آگاہ نہیں ہے، وہ نقصان جو میں نے کسی اس اور امید کے جگنوؤں کو اپنی مٹھیوں میں قید کر کے بہت زعم سے کرنا چاہا تھا کہ مجھے عین وقت پہ بچا لیا جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا جس سے آس تھی امید تھی، غلط تھی پھر مجھے لٹنے سے، ڈوبنے سے کون بچاتا۔"

(جاری ہے)

نمرے آخری جزیرہ ہو

ام مریم

اٹھائیسویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی جہان پر زالے کے حوالے سے رکیک قسم کے الزام لگا کر ایک بار پھر اسے گھیرنا چاہتی ہیں تا کہ وہ رخصتی پہ آمادہ ہو جائے، ان کے یہ انداز و اطوار جہان کی صرف نفرت کو بڑھاوا دیتے ہیں مسز آفریدی ہار نہیں مانتیں اور پپا کے ذریعے ایک بار پھر اپنا مطلب نکالتی ہیں، جہان ہمیشہ کی طرح ان کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔

انگلینڈ میں معاذ پرنیاں کو شنا سے ملواتا ہے، پرنیاں پہلی بار خوشی کے احساس سے ہمکنار ہوتی ہے مگر شناہ یہ انکشاف کر کے کہ وہ پریگنٹ ہے پرنیاں کو گم صم کر دیتی ہے۔

زینب، تیمور کی حویلی میں شدید ترین آزمائش سہہ رہی تھی، جسمانی، روحانی اور ذہنی آزمائش مگر اس نے ہر اذیت کو خود پہ سہنے کا عہد، جسے خود سے باندھا تھا جبھی شاہ ہاؤس کے مکینوں تک اس کی اذیت کی خبر نہیں پہنچی، مگر جہلان لاشعوری طور پہ بے قرار ہے۔

پرنیاں کی پریگنسی کی خبر شاہ ہاؤس کے ہر مکین معاذ سمیت کو خوشگواری عطا کرتی ہے مگر پرنیاں معاذ کے رویئے کی بدولت اپنا مستقبل غیر محفوظ خیال کرتے اسی خوشی پہ خوش نہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

انتیسویں قسط

جہان وہیں سے الٹے قدموں پلٹ گیا تھا، اس کے اعصاب شکستہ اور دل بے انتہا بوجھل ہو گیا تھا، آنکھوں میں جو سرخی اتری تھی اس کے ساتھ وہ خود کو اس قابل نہیں پاتا تھا کہ سب کے درمیان بیٹھ سکے، ان سوالوں کے جواب وہ نہیں دے سکتا تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے زینی میں آپ کو کیسے حوصلہ دوں، ہم قسمت کے ہاتھوں گویا کٹھ پتلیاں ہیں، تقدیر کے فیصلوں کے آگے سرنگوں۔'' پرنیاں کے لہجے میں کرب اور اذیت کی آمیزش تھی، زینب نے آہستگی سے اپنے بھیگے گال رگڑ کر خشک کر ڈالے۔

''آئی ایم ساری پرنیاں میں نے تمہیں بھی اداس کر دیا۔'' زینب کو جیسے ہی احساس ہوا تھا اس نے بہت سرعت سے خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی۔

''ڈونٹ وری، اس اداسی کی فکر نہ کریں، کچھ لوگوں کے نصیب میں ازل سے اداسیاں اور تشنگیاں درج ہو چکی ہیں۔'' پرنیاں کے یاسیت آمیز لہجے میں مایوسی گھلی ہوئی تھی، زینب نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا۔

''لالے سے تمہیں اب بھی شکایتیں ہیں پری؟'' پرنیاں کے ہونٹوں پہ زخمی مسکراہٹ کی جھلک نظر آئی۔

''اس ذکر کو چھوڑو زینب، آؤ اندر چلتے ہیں، مما آپ کی غیر موجودگی سے زیادہ دیر غافل نہیں رہیں گی، انہیں ویسے بھی بہت پریشانی رہتی ہے آپ کی طرف سے۔'' زینب نے ٹھنڈا سانس بھرا اور اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

☆☆☆

''چاچو میرا خیال ہے کہ لاہور والے گھر میں ایک رات قیام کر لیا جائے، واپس اسی روز یہاں آنا مناسب نہیں ہے۔''

معاذ کسی کام سے پپا کے پاس آیا تو جہان پوری سنجیدگی کے ساتھ پپا کو قائل کرنے میں مصروف تھا، معاذ نے امڈتی مسکان کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

''ڈونٹ یو وری بے، ہم جلدی رخصتی کرا لیں گے، رات کے پہلے حصے میں یہاں پہنچ جائیں گے، تم فکر کاہے کو کرتے ہو؟ تمہاری گولڈن نائٹ ہرگز بھی مس نہیں ہو گی شہزادے۔'' اس کے برابر دھپ سے بیٹھ کر وہ اس کے کان میں گھس کر بھرپور خباثت سے بولا، جہان کی رنگت اس کی اس درجہ بیہودہ گوئی پہ خفت کے احساس سے سرخ پڑ گئی، اس نے بے حد ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

''اعتراض تو ہمیں کوئی نہیں ہے بیٹے مگر اتنے باراتیوں کو کہاں ٹھہرائیں گے؟ پھر زیادہ تر لوگ یہاں کراچی کے ہیں، انہیں واپس اپنے گھروں کو جانا ہو گا۔''

''ہاں تو یہ ان لوگوں کا سردرد ہے نا پپا ہمیں کیا لینا دینا، بے کی بات بالکل ٹھیک ہے، ساری رات تو سفر میں ہی گزر جائے گی، آپ لوگوں کو خود بھی خیال کرنا چاہیے۔'' اب کے معاذ نے پھر ٹانگ اڑائی تھی، جہان اتنا جھلایا کہ اب کی مرتبہ اسے گھورے بنا ہی ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

''تم کس طرح خوش بھی ہو گے؟ ویسے میں نے جانا تم ایکٹنگ اچھی کر لیتے ہو، سب کے سامنے سنجیدہ اور بے زار بنتے ہو، حقیقت یہ ہے تمہاری، اف یہ بے تابی، چپکے چپکے پپا کو قائل کیا جا رہا ہے کہ

لاہور ہی رک جائیں۔'' پپا کے منظر سے ہٹتے ہی معاذ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا، جہان جواب میں وضاحت کا ایک لفظ تک بولے کچھ دیر تک اسے خاموش اور سنجیدہ نظروں سے دیکھتا رہا تھا، پھر جیسے ہی اٹھ کر وہاں سے جانے لگا، معاذ نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''کیا ہے بے؟ اب اتنی سی بات پہ خفا ہو گے؟''

''تم بتاؤ اگر تم ساری بات جانتے بوجھتے بھی مجھے اس طرح عاجز کرو گے تو کیا مجھے خفا ہونے کا بھی حق نہیں ہے؟'' وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو رہا تھا، معاذ نے گہرا اور طویل سانس کھینچا اور خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''میرا چاچو سے یہ بات کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا، محترمہ کو دلہن بنائے پلین میں اور ائیر پورٹ پہ لے کر خوار ہوتے پھریں، انسان ایک تماشا بن کر رہ جاتا ہے گویا، میں نے بات کی تھی مما جان اور چچی جان سے مسز آفریدی کو صاف منع کر دیں، ژالے کو دلہن بنانے سے، بس سادگی سے رخصتی ہونی چاہیے، مگر وہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔'' وہ سخت جھلاہٹ زدہ سا کہہ رہا تھا، معاذ نے ساری بات سنی اور گہرا سانس بھر لیا۔

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو، مجھے خود یہ سب کچھ اکورڈ لگتا ہے۔''

''تو پھر قائل کرو نا مما جان کو۔'' جہان نے تیزی سے کہا تو معاذ کی مسکراہٹ پھر سے امڈ آئی۔

''پپا ہیں نا آپ کی مٹھی میں، بس ایک بار کہہ دیا سمجھو تمہارا کام ہو گیا۔'' اس کے پر یقین انداز پہ جہان کچھ جھینپ گیا تھا۔

''یہ محبتیں ہیں معاذ جو جینے کا آسرا بنایا ہے اللہ نے، ورنہ جو حالات تھے شاید......''

''اچھا اچھا، زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا، ژالے بھابھی مجھے تو بہت اچھی لگی ہیں، معصوم اور بے حد کیئرنگ...... تم ابھی نہ سہی مگر کبھی تو میری بات سے اتفاق کرو گے، انشاء اللہ۔''

اس کے سخت کبیدہ تاثرات اور کچھ کہنے کو جو یقیناً اس کی تردید میں ہوتا جہان کو ہاتھ اٹھا کر ٹوکتے اسی نے بے حد یقین سے کہا تھا، جہان خاموش رہا تھا مگر انداز صاف جتلاتا تھا اسے بہر حال معاذ کی بات سے سراسر اختلاف ہے۔

☆☆☆

میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
ساری محبتیں میرے ساتھ ہوں
تو جو پاس ہو پھر کیا یہ جہاں
تیرے پیار میں ہو جاؤں فنا

وہ بستر پہ لیٹی ہوئی تھی جب کھلی کھڑکی سے آتی مغنیہ کی خوبصورت آواز نے اسے اپنے حصار میں جکڑ لیا، اس کا دل ایکدم گم صم ہو گیا تھا، وہ لپک کر بے قراری سے کھڑکی کے پاس آئی تو آواز کچھ اور بھی واضح اور صاف سنائی دینے لگی اور اس کا ذہن ان لمحات میں بھٹکنے لگا جب اس نے پہلی بار گانا یہ سنا تھا، کتنی بری طرح سے وہ تب یونیورسٹی سے واپسی پہ جہان کے پیچھے پڑی تھی کہ وہ اسے اپنی پسند کا گانا

سنائے اور وہ اس کے سامنے ہمیشہ کی طرح ہتھیار ڈال گیا تھا، ڈھیر ساری کیسٹوں میں سے اس نے ایک کیسٹ منتخب کر کے کیسٹ پلیئر میں لگا کے پلے کا بٹن دبا دیا تھا، گاڑی کی فضا میں میوزک کے ساتھ خوبصورت آواز کا سرگم بکھیرنے لگا۔

میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں
تو جو پاس ہو پھر کیا یہ جہاں
تیرے پیار میں ہو جاؤں فنا
میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں

تب جہان کے چہرے پہ جو رنگ تھے جو کیفیت تھی، اس کے دیکھنے کے انداز میں جو بے خودی کا احساس چھلکا تھا تب محض تب چند لمحوں کو ہی مگر زینب کو لگا تھا، جہان کی یہ ساری بے حد دلکش خواہشیں اسی سے وابستہ ہیں، مگر یہ محض چند لمحوں کی بات تھی، جہان پھر سے ویسا ہی تھا، بے نیاز، اجنبی اور غافل اور یہ اب وہ کبھی تھی یہ احساس یہ کیفیت اس کے لئے نہیں کسی اور کے لئے تھی اور وہ کوئی اور نہیں رہی تھی اب اس کی زندگی کا حصہ بننے جا رہی تھی، اس کے ہونٹوں پہ پہلے زہرخند بکھرا پھر سسکیاں اتر آئی تھیں، وہ ایک بار پھر رو رہی تھی، اب بدنصیبی پہ اپنی بے مائیگی پہ اپنے غلط فیصلے پہ۔

☆☆☆

جو گناہ میں نے کیا نہیں
مجھے اس سزا کا ملال تھا
میرا جرم مجھ کو بتا بھی دو
میرا معفوں سے سوال تھا
میں محبتوں کا امین تھا
میں اداس گھر کا مکین تھا
اسے نفرتوں پہ عبور تھا
مجھے چاہتوں پہ کمال تھا
میری کون سنتا تھا داستاں
میری ذات سے کسے انس تھا
میرے ہر طرف تھیں رقابتیں
میرے چاروں سمت ہی جال تھا
وہ بھی اپنی سوچ میں ٹھیک تھا
کہ یہ تھا میرا ظرف اے دوستو!
مجھے لوٹ کر تھا وہ خوش بہت
میں بھی اس سے لٹ کے نہال تھا

ایک بار پھر شاہ ہاؤس میں روشنیوں، رنگوں اور خوشیوں کی برسات اتر آئی تھی، محض دو ماہ بعد ہونے والی اس شادی میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی تھی، آرائش، زیبائش میں پیسہ گویا پانی کی طرح بہایا گیا تھا پورا شاہ ہاؤس دلہن کی طرح سے جگمگا رہا تھا، حالانکہ جہان کی یہ شدید خواہش تھی کہ سب کچھ سادگی سے ہو مگر اس معاملے میں تو اس کی پیا نے بھی نہیں سنی تھی وہ محض گہرا سانس بھر کے رہ گیا تھا۔

آج مہندی کی تقریب تھی، مایوں وغیرہ سے جہان نے سرے سے منع کر دیا تھا، خواتین نے اپنے طور پر یہ رسم بھی منائی تھی مگر جہان شریک نہیں ہوا تھا مگر آج وہ کسی طرح بھی جان بخشی نہیں کرا سکا، سب سے بڑھ کر تو معاذ سے جان چھڑانا مشکل تھا جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی ایک ایک تیاری کی تھی، مہندی کی تقریب کے لئے معاذ نے اس کے لئے آف وائیٹ شیروانی بنوائی تھی جس کے گلے پہ ڈ کے اور سچے موتیوں کا اتنا شاندار اور نفیس کام بنا ہوا تھا کہ نگاہ خیرہ ہوتی تھی مگر جب جہان نے اس لباس کو پہنا تھا تب صحیح معنوں میں گویا اسی کا حق ادا ہوا تھا، وہ باوقار تھا، شاندار تھا مگر اس پل تو اس کی آن بان شان دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کسی ریاست کا شہزادہ ہو، فریش شیو کی نیلاہٹوں نے اس کے خوبرو چہرے کی تازگی اور نکھار میں کچھ اور بھی اضافہ کر دیا تھا، سنجیدگی سے لبریز آنکھوں میں کچھ ایسا سحر ایسی مقناطیسیت تھی کہ جکڑ لینے سحر کر دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں، معاذ نے بے حد شوخ انداز میں اس پہ پرفیوم کی پھوار چھڑکی تھی پھر مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا۔

"آئی وش کہ زندگی کا یہ نیا سفر تمہیں راس آ جائے جے! خدا تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ تمہارا دامن تنگ پڑنے لگے۔" معاذ نے اس کے گلے لگے لگے ہی کہا تھا، اس کے لہجے کا خلوص اور اپنائیت بے مثال تھی مگر جہان کے دل کی جگہ پہ جیسے کوئی پتھر رکھ دیا گیا تھا، وہ ساکن منجمد سا کھڑا رہا، نہ کوئی احساس نہ جذبہ نہ خیال۔

"ماضی میں کس نے تمہارے ساتھ کیا کیا یہ سب کچھ بھول کر پھر سے جینے کا آغاز کرو جے یا یہ سوچ کر کہ خدا کے ہر کام میں ہر فیصلے میں مصلحت اور ہمارے لئے خیر خواہی پوشیدہ ہوتی ہے، جسے ہم اپنی کم فہمی کی بناء پہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں مگر ایک وقت آتا ہے جب ہمیں سمجھ آتی ہے جو کچھ ہوا تھا اس میں ہمارے اللہ نے ہمارے لئے کتنی امان کتنی بھلائی رکھی تھی۔" معاذ اس سے الگ ہوا تھا اور اس کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے کر سمجھانے والے انداز میں بولا تھا، جہان پھر بھی کچھ نہیں بولا، ویسے ہی سپاٹ چہرا اور بے تاثر آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتا رہا تو معاذ نے اسے خفیف سا جھنجھوڑ دیا۔

"جے...... مسکراؤ نا؟" عجیب فرمائش ہوئی تھی، جہان نے کچھ خفگی سے اسے دیکھا۔

"چلو میری خاطر پلیز۔" اس نے مسکراہٹ دبائی انداز دلربائی میں محبوبہ یا پھر بیویوں والا تھا، تمام تر اضطراب کے باوجود جہان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی، معاذ اتنا نہال ہوا تھا کہ بے ساختہ پھر اسے گلے لگا لیا، یہی وہ لمحہ تھا جب زیاد نے اندر قدم رکھا تھا، انہیں ایک دوسرے سے بغل گیر دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

"ایک تو آپ لوگوں کی محبت بھی عجیب مشکوک قسم کی ہے، ساری دنیا باہر رسم کے لئے انتظار کر رہی ہے اور ادھر چھپ کے رومانس ہو رہا ہے، قسم سے میری بجائے یہاں پر نیاں یا پھر ژالے بھابھی آ جائیں تو ایک نیا مسئلہ شروع ہو جانا تا، کچھ تو خیال کیا کریں آپ لوگ۔" وہ معنی خیز شرارت بھرے انداز میں

مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا، معاذ نے بے دریغ صرف اسے گھورا نہیں اسے الٹے ہاتھ کی جڑ بھی دی تھی۔

''چلو تم آ رہے ہیں ہم۔''

''یعنی ابھی رومانس کا کوٹہ پورا نہیں ہوا؟'' زیاد نے آنکھیں مصنوعی حیرت سے پھاڑیں۔

''بکومت کہانا آتے ہیں، چلو جے۔'' معاذ نے پہلے اسے جھڑکا تھا پھر جہان کو مخاطب کیا، وہ گہرا سانس کھینچتا اس کے ہمراہ ہولیا، ابھی وہ تینوں دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ مما کے ساتھ مما جان اور پھپھو کے علاوہ خاندان کی کچھ دور پرے کی دیگر بزرگ خواتین سے ٹکراؤ ہو گیا۔

''ماشاء اللہ، چشم بدور، خدا بری نظر سے محفوظ رکھے بالکل شہزادہ لگ رہا ہے میرا بیٹا، ہے نا بھابھی بیگم۔'' مما نے بے اختیار اسے گلے لگا کر انتہائی محبت سے اس کی پیشانی چومتے ہوئے مما جان کی رائے لی تو مما جان نے مسکرا کر پوری صداقت سے تائید کی تھی۔

''چھوٹا سا ہوتا تھا بالکل جب ہم اس کی سالگرہ پر اسے ایسے ہی شیروانی پہنا کر تیار کیا کرتے تھے، بالکل شہزادہ لگا کرتا تھا، راہ چلتے لوگ بھی رک کر پیار کرتے تھے، خدا نے ایسی موہنی صورت سے نوازا ہے میرے بچے کو۔'' مما جان نے گلوگیر آواز میں کہا پھر مما کے انداز میں ہی اسے گلے لگا کر پیشانی چومی اور دعاؤں سے نوازا تھا، پھپھو سے دعائیں سمیٹ کر جہان پیا جان پھر پپا سے ملا تھا۔

''جیتے رہو بیٹے، خوش آباد رہو۔'' پپا نے مسکرا کر اس کے مضبوط چوڑے شانے کو تھپکا تھا اور سائیڈ پہ ہوئے، تب سے منتظر جوان پارٹی آگے بڑھی اور اسے زرتار دوپٹے کے سائے میں گیت گاتے ہوئے اسٹیج کی سمت لے جایا گیا۔

''آپ کی مہندی کی تقریب اتنی روکھی پھیکی پتہ ہے کیوں ہے کیوں ہے شہزادہ سلیم صاحب کہ آپ کی انارکلی آپ کے ساتھ نہیں ہے، کتنا کہا تھا کہ کمبائن کر لیتے ہیں ساری رسمیں مگر تم بھی نا جے......!'' معاذ کسی قدر جھنجلا کر کہہ رہا تھا، جہان کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرا کر معدوم ہو گیا۔

(تم نے بالکل ٹھیک کہا معاذ میری انارکلی میرے ساتھ نہیں ہے، انارکلی شہزادہ سلیم کو نہیں مل سکی تھی یاد کرو، اسے تو وقت کے آمر نے دیوار میں چنوا دیا تھا، محبت کے نصیب پہ ازل سے شب خون مارا جاتا رہا ہے طریقہ واردات کچھ بھی ہو۔)

اس کی آنکھیں بے تحاشا جلن سمیٹ لائیں، اس نے نظریں جھکا لی تھیں، بھابھی کے بعد پرنیاں رسم کرنے کو اوپر آئی تھی تو معاذ نے اسے تب ہی دیکھا تھا گویا، ڈل گولڈن کلر کے پیروں تک آتے فراک میں ہاتھوں میں گجرے باندھے اپنی سحر انگیز دلکشی اور جاذبیت کے ساتھ اس کی معصومیت بھری خوبصورتی گویا پورے ماحول پہ سحر طاری کر رہی تھی، معاذ نے دانستہ اس سے نگاہ نہیں ہٹائی، پرنیاں کے رسم کرتے ہاتھوں اور لمبی پلکوں پہ بیک وقت اگر لرزش اتری تھی تو یہ اس کی پرتپش اور کسی حد تک طنزیہ نگاہوں کی بدولت ہی تھا، کانوں میں آگے پیچھے جھولتے بڑے بڑے جھمکے گلے میں گلوبند اور روشن پیشانی پہ ٹیکہ اس کی سج دھج ہی کمال نہیں تھی وہ خود بھی کوئی ساحرہ تھی جو کم از کم معاذ پہ ہمیشہ ہی ہر حال میں سحر پھونک سکتی تھی، ذرا سا جھکنے پہ اس کی کمر پہ سیدھے گرتے بال ڈھلک کر کاندھے پہ گرے کچھ معاذ کے چہرے کے آگے جھولنے لگے، معاذ ایک خوشبودار حصار میں قید ہونے لگا۔

''اس مٹھائی پہ صرف جے کا حق ہی تو نہیں ہے، کوئی اور بھی کھا سکتا ہے۔'' وہ جیسے ہی رسم کی ادائیگی

کے بعد واپس جانے کو مڑی، معاذ نے اس کا مہندی چوڑیوں اور گجرے سے سجا ہاتھ پکڑ لیا، یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا، پرنیاں کے لئے کہ وہ لڑکھڑا کر اس کی گود میں گرنے سے بچی تھی تو بھی اس کے ہی کاندھے کو سختی سے دبوچ کر، وہ اتنی گھبرا گئی تھی کہ فوری طور پہ قطعی سمجھ نہیں سکی اسے کیا کرنا چاہیے۔

''شاباش ہے لالے آپ سے، رومانس کا ہر نیا طریقہ آپ سے ایجاد ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ یقیناً آپ کو اس کے علاوہ کچھ سوجھتا نہیں ہے، زبردست شاندار......''

زیاد بھی وہیں اسٹیج پہ تھا سب کچھ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور باقاعدہ تالیاں بجا کر داد دی تھی، باقی سب جو متوجہ تھے ان کی کھی کھی بھی جاری ہو گئی، پرنیاں کو یہ سب بے حد آکورڈ لگا تھا، خفت اور خجالت کے احساس کے ساتھ ہتک کا شدید احساس اس کی آنکھوں میں نمی بھر گیا تھا تو وجہ یہی تھی وہ جانتی تھی معاذ یہ سب کچھ اپنا بھرم رکھنے کو کر رہا تھا، محض دنیا دکھاوا، اس کا دل شدتوں سے سسک اٹھا تھا۔

''پرنیاں کھلا دیں اسے مٹھائی، ایسے کہاں جان چھوڑے گا یہ آپ کی۔'' جہان کی نگاہ سے پرنیاں کے آنسو بے بسی اور معاذ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی لاحاصل مخفی نہیں رہی تھی معاذ کو تنبیہی نظروں سے گھورتے وہ پرنیاں سے مخاطب ہوا تھا، پرنیاں نے دھند آلود نظروں سے ٹیبل پہ رکھی ہوئی مٹھائی کی پلیٹ سے ایک گلاب جامن اٹھائی تھی اور معاذ کو دیکھے بغیر اس کے منہ میں ڈال دی۔

''تھینکس فار دس آفر مائی لیڈی!'' وہ کورنش بجا لایا تھا، پرنیاں تیزی سے اٹھ کر نیچے اتر گئی، جہان نے سخت قسم کی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''جو کام آپ سے خود سے نہیں ہوتا اس کی دوسروں کو نصیحت کرنا بالکل زیب نہیں دیا کرتا۔'' اس کا انداز تنبیہی تھا، معاذ نے سوالیہ مگر استعجابی نظروں سے اسے دیکھا۔

''مطلب؟'' وہ بے نیازی سے ٹشو سے اپنے ہونٹوں کو دبا رہا تھا، جنہیں مٹھائی کا شیرہ لگ گیا تھا۔

''پرنیاں کو اس طرح سے تنگ کرنے کا مقصد؟'' جہان کا لہجہ کڑا تھا مگر معاذ کی آنکھیں پھٹنے والی ہو گئیں۔

''ہائیں...... تم کہنا کیا چاہتے ہو جے؟ بیوی ہے میری صرف اسے ہی تو......''

''بکومت معاذ؟'' وہ سخت جھلایا۔

''یہ سب دکھاوا کرنے کی کیا ضرورت تھی، سخت بری لگتی ہیں، مجھے یہ بھرم رکھنے کو کی گئی اداکاری۔''

معاذ اس درجہ درست قیافہ شناسی پہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

''تمہیں اتنے الہام کیسے ہو جاتے ہیں جے؟'' وہ سخت عاجز ہو کر کہہ رہا تھا، جہان نے ملامتی نظروں سے گویا اس کے اس اعتراف جرم والے انداز کو دیکھا تھا۔

''میں آنکھیں کھلی رکھتا ہوں اور عقل استعمال کرتا ہوں اور یہ تمہاری اداکاری ہر ذی شعور محسوس کر سکتا ہوں سمجھے، اپنے ساتھ تم نے پرنیاں کو بھی آزمائش میں ڈالا ہوا ہے۔'' وہ اسے سخت سست سنائے گیا تھا۔

''تم اسے بھابھی کیوں نہیں کہتے آخر؟'' معاذ نے جیسے جان چھڑانے کو موضوع بدلنا چاہا۔

''یاد کرو تمہیں ان کے لئے یہ رشتہ میری طرف سے قابل قبول نہیں تھا، میں نے خود اپنا رشتہ استوار کیا ان سے، بہنوں کو کوئی احمق ہی بھابھی کہتا ہوگا۔'' اب کے جہان نے صاف اسے چڑایا تھا۔

"زینب...... زینی...... ادھر آؤ، رسم کیوں نہیں کر رہی ہو تم؟"

معاذ کچھ اتنا لاجواب ہوا تھا کہ اسی جھنجھلاہٹ میں زور زور سے زینب کو پکارنے لگا، جو شاید ابھی تیار ہو کر پنڈال میں آئی تھی، پنک خوب گھیر دار سی فراک اور لمبا چوڑا دوپٹہ، وہ اس وقت بھی تھکی تھکی اور پژمردہ نظر آتی تھی، تیمور نے شادی میں شریک ہونے سے انکار کر کے بھی اس کی پریشانی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"رہنے دو معاذ...... اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جہان نے زینب کے گریز کو صاف پایا تھا جبھی بے ساختگی میں معاذ کو ٹوکا، صرف زینب ہی تو گریزاں نہیں تھی وہ خود بھی اس آزمائش سے کترا رہا تھا۔

"کیوں رہنے دوں؟ تمہیں بڑا خیال ہے اس کی طبیعت کا۔" معاذ اتنا جھلایا ہوا تھا کہ اس صورتحال کی نزاکت اور باریکی پہ دھیان دیئے بغیر جھنجھلا کر کہہ گیا۔

(کسی کو تو خیال کرنا چاہیے معاذ، تیمور نہ سہی میں سہی، میں اسے مزید کیا پریشان کروں، میرے تو بس میں اتنا بھی اختیار نہیں رہا کہ اس کے دکھوں کو سمیٹ سکوں، قسمت کے فیصلوں نے ہمیں کیسے امتحان سے دوچار کر دیا ہے۔) وہ اضطراب کا شکار ہوتا سوچتا رہا تھا۔

☆☆☆

"رہنے دیجئے نا مما! میرے پاس اور اتنے ڈریس ہیں کوئی بھی پہن لوں گی۔" معاذ نہا کر واش روم سے نکلا تو مما کو پوری وارڈروب کھنگالتے پایا تھا، ان کے چہرے پر پریشانی ہی نہیں جھنجھلاہٹ بھی تھی، جبکہ پرنیاں انہیں اپنے انداز میں تسلی دینے میں مصروف تھی۔

"کیسے رہنے دوں بیٹا! اتنی پیاری ساڑھی تھی، لبرٹی ساری چھان کر پھر آپ کے لئے لائی تھی اتنے شوق سے آج کے دن کے لئے، عین ٹائم پہ آ کے گم ہو گئی۔" مما اسی طرح مصروف رہ کر بولی تھیں۔

"اِدھر اُدھر اوپر نیچے ہو گئی ہو گی، اگر مل گئی تو ولیمہ پہ پہن لوں گی ڈونٹ وری مما!" معاذ اس گفتگو سے بے نیاز آگے بڑھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے جا کر کھڑا ہو گیا اور تولیہ گلے سے نکالا۔

"اچھا بیٹا! اب آپ ایسے کرو معاذ کے ساتھ مارکیٹ چلی جاؤ، کوشش کرنا اس سے ملتی جلتی ساڑھی مل جائے مجھے بہت پسند تھی، آپ پہ بہت جچے گا آج کے دن یہ لباس۔" مما کی بات پہ معاذ کے بال سنوارتے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہوئے اور تصبیح پیشانی پہ ناگوار سی شکنیں نمودار ہوئی تھیں البتہ مما کی موجودگی کے باعث کچھ کہنے سے گریز برتا۔

"نہیں مما اس کی کیا ضرورت ہے، اب ٹائم ہے بھی کہاں، میرے پاس بے شمار جوڑے پڑے ہیں جنہیں ایک بار بھی نہیں پہنا، میں انہی میں سے کوئی پہن لوں گی۔" پرنیاں معاذ کے چہرے کے سرد تاثرات دیکھ چکی تھی جبھی گڑبڑا کر کہہ رہی تھی مگر مما کو ہرگز بھی اس سے اتفاق نہیں ہوا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے گھر سے اٹھا کر پہننے کی، ابھی ہماری فلائیٹ میں بہت وقت ہے، آپ آرام سے مارکیٹ سے ہو کر آ سکتے ہو، کیوں معاذ بیٹے؟" مما نے بات کے آخر میں اسے بھی شامل گفتگو کیا تو پرنیاں سخت خائف سے انداز میں سر جھکائے انگلیاں چٹخانے لگی۔

"جی کیوں نہیں، میں آپ سے اختلاف رائے کی جرأت کہاں رکھتا ہوں، آپ کا حکم سر آنکھوں پہ، یہ میری شرٹ پکڑا دیجئے براہ کرم۔" اس کا لہجہ بے پناہ سرد تھا جسے مما نے اپنے دھیان میں محسوس نہیں کیا،

وہ تو شاید اس کے اتنی آسانی سے مان جانے پہ ہی، مطمئن ہو گئی تھیں اور معاذ کی آخری بات شاید انہوں نے سنی ہی نہ تھی، تب پرنیاں کو آگے بڑھ کر اس کی شرٹ اٹھا کر اسے دینا پڑی، جسے معاذ نے نہایت تنفر بھرے جھٹکے سے اس سے جھپٹا تھا۔

"میرا ناشتہ یہاں بھجوا دیجئے گا مما! گیارہ بج رہے ہیں مگر ابھی کسی کو خیال تک نہیں آ سکا کہ میں بھوکا ہوں۔" اس نے باہر نکلتیں مما کو کم پرنیاں کو زیادہ سنایا تھا، وہ اتنا گڑبڑائی کہ تقریباً پلٹ کر بھاگنے کے انداز میں باہر بھاگی تھی، اگلے پندرہ منٹ میں وہ ناشتے کی ٹرے سمیت حاضر تھی، تب بھی معاذ کا موڈ سوا نیزے پر ہی تھا۔

"یہ اچھل کود، آپ یہ زیب نہیں دیتی، اب محترمہ کم از کم اگلے ساتھ آٹھ مہینے آپ کو بے حد احتیاط کی ضرورت ہے، اس کے بعد......"

"اس کے بعد میں جہنم میں جاؤں مروں یا جیوں آپ کو کوئی غرض نہیں، کہنے کی ضرورت نہیں مجھے خود سے معلوم ہے۔" پرنیاں نے اس کی بات قطع کر دی تھی، معاذ نے اس کے شدت جذب سے سرخ پڑتے چہرے کو طنزیہ نظروں سے دیکھا پھر زہر خند سے مسکرا دیا۔

"ماشاء اللہ آپ کی ذہانت کا تو میں قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔" پرنیاں نے جلتے ہوئے چہرے کو پھیر لیا اور آگے بڑھ کر وارڈروب کے کپڑے دوبارہ تہہ لگا کر اس میں رکھنے لگی، معاذ نے اطمینان سے ناشتہ کیا تھا، پھر اٹھتے ہوئے اسے ایک نظر دیکھا۔

"تم نے کچھ کھایا؟" پرنیاں بری طرح سے چونکی پھر جواب میں کچھ کہے بغیر اپنے کام میں مشغول ہو گئی تھی۔

"مما پرنیاں نے صبح دودھ لیا تھا؟" وہ انٹرکام پہ مما سے رابطہ قائم کر چکا تھا، پرنیاں بری طرح سے جزبز ہو گئی، پتہ نہیں مما کیا جواب دیتیں، حقیقت یہ تھی کہ اس نے دودھ پیا تھا نہ جوس۔

"اور جوس؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"او کے میں بھیجتا ہوں اسے، ناشتہ بھی کرائیں، اس کی ڈائٹ کا آپ خود خیال رکھا کریں پلیز۔" مما نے یقیناً اس کا بھرم رکھنے کو یا جان چھڑانے کو جھوٹ بولا تھا جبھی وہ مطمئن نظر آ رہا تھا، پرنیاں نے بے اختیار سکھ بھرا سانس کھینچا۔

"جاؤ، مما بلا رہی ہیں تمہیں۔" وہ بیڈ پہ پڑا اپنا کوٹ اٹھا کر پہن رہا تھا، پرنیاں نے بحث مناسب نہیں سمجھی اور خاموشی سے نکل گئی تھی، معاذ گاڑی کی چابی اٹھائے مارکیٹ کے لئے نکل گیا، پھر ایک گھنٹے کی خواری کے بعد وہ ساڑھی اس کی میچنگ جیولری اور سینڈل لے کر گھر پہنچا تو پرنیاں سے اس کا ٹکراؤ سیڑھیوں پہ ہی ہو گیا تھا، اس کے بازوؤں کے گھیرے میں بڑا سا ڈبہ تھا اور چہرے پہ دبا دبا جوش۔

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ اسے دیکھ کر خائف ہوئی تھی معاذ نے مزید خائف کر دیا۔

"مما کے پاس، ایکچوئیلی ان کی پسند کی ساڑھی مل گئی ہے نا، بیڈ کے نیچے دھکیل دیا تھا کسی نے اس کو، میں نے ڈھونڈ لی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کارنامے کو مما کے سامنے بیان کرنے کی، وہیں رکھو اسے لے جا کر اور اسے پہنوں پاگل نہیں تھا میں جو جوتے گھسا کر خوار ہو کے ایمرجنسی میں لے کر آیا ہوں۔" اس نے

ڈبا چھین کر اپنے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگ اسے تھماتے، وہ اس کے بجھتے چہرے پہ نگاہ ڈالے بغیر سیڑھیاں چڑھ گیا، پرنیاں سرد آہ بھر کے رہ گئی تھی۔

☆☆☆

کبھی غم کی آگ میں جل اٹھے
کبھی داغ دل نے جلا دیا
اے جنون عشق بتا ذرا
مجھے کیوں تماشا بنا دیا
کبھی اشک پلکوں پہ رک گئے
کبھی پورا دریا بہا دیا
ابھی کر رہا ہے وہ ابتداء
میرا کبھی رہا ہے تجربہ
اسے زندگی کی ہے آرزو
مجھے زندگی نے مٹا دیا

اس کی بند پلکیں آنسو پروتی تھیں، ساری رات بھی کچھ ایسے ہی اضطراب اور وحشت کی نذر ہو گئی تھی، اس کی شادی کی ہر تقریب ایسی شاندار تھی کہ ان کی سوسائٹی میں شاید ہی کسی اور کی ایسی شادی منعقد کی گئی ہو اس سے پہلے، مہندی کا جوڑا اسی نے جوڑا زیب تن کیا تھا اس کی قیمت ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں تھی، مسز آفریدی کا بس نہیں چلتا تھا اس کے قدموں میں ساری دنیا کی دولت نچھاور کر دیں، مگر کتنی لاچار تھیں وہ کہ اس دولت سے اس کے لئے آسودگی اور خوشی نہیں خرید سکی تھیں، وہ ساری رات جاگی تھی، وہ ساری رات روتی تھی، سیل فون اس کے سرہانے پڑا رہا تھا بالکل خاموش، حالانکہ اسے آج کی رات کتنا انتظار رہا تھا کوئی اسے یاد کرے، چاہے وہ نیلما ہو چاہے جہان، کتنی عجیب اور تشنہ تھیں اس کی سب خواہشیں اور اسی قدر بے چاری سی، اسے خود اپنی خواہشوں پہ ترس سا آنے لگا، جہان کے بارے میں تو وہ خوش فہمی میں کم ہی مبتلا تھی مگر نیلما...... اس سے تو اس کا گہرا خونی اور قلبی تعلق تھا، وہ بھی پتہ نہیں کیوں اسے فراموش کر گئی تھی، آج کے اس اہم دن جبکہ وہ زندگی میں پہلی بار خود اس کی پیش رفعت کی خواہش مند تھی، اس کی آنکھیں پھر سے گرم سیال بہانے لگیں، دروازے پہ آہٹ ہوئی پھر کوئی اندر آ گیا، بنا دیکھے بھی وہ جان سکتی تھی آنے والی مسز آفریدی ہیں، اس کا اندازہ ہرگز غلط نہیں تھا۔

"ہنی اٹھو بیٹے! اور کتنا سوؤ گی؟ بیوٹیشن آ چکی ہے، ہاتھ لے کر ناشتہ کر لو، بارہ بج چکے ہیں، پھر آپ کو تیار بھی ہونا ہے۔" انہوں نے اس کے پہلو میں بیٹھ کر کمبل ذرا سا سرکایا اور اس کے ریشمی بالوں میں پیار بھرے انداز میں انگلیاں چلائیں، اس کے ہونٹوں پہ عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی، یہ لاہور کی سب سے مہنگی اور بد دماغ بیوٹیشن تھی جس سے کئی مہینے قبل باقاعدہ اپائنمنٹ لی جاتی تھی، مگر وہ یہاں اس کے گھر آ کے اس کی منتظر بیٹھی تھی، سب پیسے کا کمال تھا۔

"مجھے ناشتہ نہیں کرنا ممی! آپ میرے کپڑے نکلوا دیں بس۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، بارہ بج گئے تھے، اس کے دل کے مکیں کے آنے کا ٹائم ہو رہا تھا، وہ اس کی آمد سے بہت پہلے اپنی تیاری مکمل کر کے اس کی

راہوں میں پلکیں بچھا دینا چاہتی تھی، وہ فرمانبردار تھا اور اس کی حیثیت ایک داسی کی، جس پہ وہ چاہتا تو نگاہ ڈالتا چاہتا تو بے نیازی سے آگے بڑھ جاتا، داسی کا کام خدمت گزاری ہوتا ہے، شکایت نہیں، مسز آفریدی نے اس کے اس یکسر بدلے ہوئے انداز کو کچھ حیرت کچھ خوشگواری کے عالم میں چونک کر دیکھا، ان کا خدشہ بے بنیاد تھا کہ وہ روئیگی چیخے گی اور ان پہ ہمیشہ کی طرح الزامات کی بھرمار کرے گی۔

"بہت خوش ہونا میری جان؟" انہوں نے اس کی پیشانی کو بے حد محبت سے چوما، ژالے کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔

(خوشی شاید میری قسمت میں نہیں لکھی گئی۔)

اس نے سر جھکا لیا تھا، مسز آفریدی نے زبردستی اسے ناشتہ کرایا تھا، جو چند گھونٹ فریش جوس اور آدھے ابلے ہوئے انڈے پہ مشتمل تھا۔

"میرا کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا مما پلیز۔" ان کے اصرار پہ اس نے بے حد عاجزی سے کہا تھا، ہاتھ لینے کے بعد وہ بیوٹیشن کے آگے آ کر بیٹھ گئی تھی، اس کا عروسی جوڑا دھنک کے سب رنگوں سے سجا تھا، جس کی چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں، میچنگ جیولری اور پھولوں کے گہنوں نے اس کی تیاری کو فائنل ٹچ دیا تو اس کی شعاعیں بکھیرتا ہوا حسن ایکدم سے جگمگا اٹھا تھا، مسز آفریدی نے اس کی بار بار نظر اتاری تھی پھر اس کے بعد وہ اپنے مہمانوں کے جلو میں بہت شان سے اسے لے کر میرج ہال کی سمت روانہ ہوئیں تھیں تو بارات ابھی پہنچی نہیں تھی، مزید دو گھنٹے انتظار کے بعد بارات کی آمد ہوئی تھی، تب ژالے کا اب تک مختلف خدشات کے ہمراہ ڈوبتا دل قرار پکڑ سکا تھا، سب سے پہلے اس کے پاس پرنیاں اور بھابھی کے ساتھ نوریہ آئی تھیں تینوں نے باری باری اسے گلے لگا کر پیار کیا اور بے ساختہ تعریف کی تھی، میرون بنارسی ساڑھی جس کی کناری گولڈن کلر کی تھی پہنے پرنیاں سب سے پیاری لگ رہی تھی۔

"آپ کو مبارک ہو پری بھابھی۔" جس وقت پرنیاں اس کے گلے مل رہی تھی، ژالے نے آہستگی سے مسکرا کر کہا تھا۔

"کس بات کی مبارک؟ یہ تو ہمیں تمہیں دینی چاہیے اتنا شاندار اور باکمال دولہا مل رہا ہے تمہیں۔" پرنیاں مسکرائی تھی، جبکہ بھابھی نے قہقہہ لگایا تھا۔

"جیسی مبارک تمہیں ژالے دے رہی ہے پری، یہ مبارک ہم اسے انشاءاللہ ایک ڈیڑھ مہینے بعد دیں گے، یعنی پریگنینسی کی مبارک۔" بھابھی کی وضاحت پہ صرف پرنیاں نہیں جھینپی، ژالے بھی کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی تھی، اس کے دلربا چہرے پہ حیا کی سرخی کا یہ تاثر اتنا بھرپور اور دلکش لگا تھا کہ وہ تینوں کچھ دیر کو نگاہ نہیں ہٹا سکی تھیں۔

"ہمیں پھر سے اعتراف کرنا پڑے گا کہ جہان کی پسند لاجواب ہی نہیں بے مثال بھی ہے نو ڈاؤٹ۔" بھابھی نے بے ساختہ قسم کی تعریف کی تھی، جس نے ژالے کے چہرے کی چمک دمک چھین کر تاریکی بھر دی، اس نے شکستہ سے انداز میں سر جھکا لیا تھا، گویا تاثرات محفوظ رکھنے چاہے، پرنیاں بھابھی کی تائید کر رہی تھی پھر مسکرا کر گویا ہوئی۔

"جہان بھائی بھی آج بالکل پرنس لگ رہے ہیں، ماشاءاللہ بہت پیاری جوڑی ہے۔"

”ہاں بالکل جیسے تمہاری اور معاذ کی، شاہ ہاؤس میں یہ دو جوڑیاں ہی تو چندے آفتاب چندے ماہتاب ہیں، پرفیکٹ ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے لئے بنے ہو جیسے۔“ بھابھی کے لہجے میں خلوص بھی تھا اور محبت بھی، اب خاموش ہونے اور سر جھکانے کی باری پرنیاں کی تھی، پھر جس پل ژالے کو لا کر جہان کے مقابل اسٹیج پہ بٹھایا گیا تو وہاں بے حد گہما گہمی تھی، مسز آفریدی نے اپنی فتح کو آج مکمل ہوتے دیکھا تھا، وائیٹ پینٹ کوٹ میں ملبوس وہ اونچا پورا بے حد وجیہہ بے حد شاندار لڑکا آج ان کی بیٹی کو لینے آپہنچا تھا، اس سے بڑھ کر بھی کوئی فتح کوئی خوشی ہو سکتی تھی؟ گو کہ وہ انہیں ہرگز خوش نہیں لگتا تھا، گو کہ اس نے نگاہ بھر کے بھی ان کی پریوں جیسی نازک اور حسین بیٹی کو نہیں دیکھا تھا مگر کیا فرق پڑتا تھا، پھر وہ حسین بھی تو بہت تھا، پڑھا لکھا ویل ڈریسڈ اور سب سے بڑھ کے ان کی بیٹی کا من پسند، اتنے نخرے تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں، خاندان بھر کیا ان کو یقین تھا پورے لاہور شہر میں کسی کو ایسا داماد نہیں ملا تھا، ان کی بیٹی تو خوشی ہو گئی تھی نا اور کیا چاہیے، جہان بھی کب تک اسے نظر انداز کرتا؟ انہیں اپنی بیٹی کے بے مثال حسن پہ بہت بھروسہ اور غرور تھا، وہ بہت تمکنت اور غرور سے اٹھی تھیں اور جہان کو سلامی دینے اسٹیج پہ آگئیں، پرنیاں نے احتراماً ان کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی، لیکن جب انہوں نے سلامی میں ایک کروڑ کا چیک اور پراڈو کی چابی جہان کو پیش کی تو جہان نے نہایت رکھائی سے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

”یہ بھلا کیا بات ہوئی، جہانگیر بیٹے؟ یہ میں اپنی خوشی سے دے رہی ہوں۔“ وہ سخت جز بز ہوئی تھیں۔

”مجھے آپ کی خوشی چاہیے نہ کچھ اور، شکر ادا کریں کہ آپ کی بیٹی کو رخصت کرانے آگیا ہوں۔“ وہ جواباً پھنکارا تھا، مسز آفریدی کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا، جہان کے چہرے پہ اتنی رعونت اس درجہ حقارت تھی کہ معاذ بھی ششدر رہ گیا تھا، گو کہ اسٹیج پہ اس وقت معاذ کے علاوہ ژالے اور مسز آفریدی ہی تھیں اس کے باوجود معاذ کچھ خائف سا ہو کر رہ گیا تھا، اس نے بے اختیار جہان کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کچھ کہنا چاہا تھا کہ جہان نے اسی شدید موڈ میں ہاتھ اٹھا کر نہ صرف اسے کچھ کہنے سے باز رکھا بلکہ قطعیت بھرے انداز میں بولا تھا۔

”انہیں کہہ دو معاذ کہ میرا ضبط مزید نہ آزمائیں، ورنہ شاید میں ہر لحاظ بھول جاؤں، بعد کے حالات کی ساری ذمہ داری انہی کی ہوگی۔“ اس کا لہجہ شدت ضبط کے باوجود بھینچا ہوا تھا، چہرے کے تاثرات میں اتنی برودت اتنی تلخی تھی کہ معاذ کو لگا اس کا ضبط واقعی عنقریب جواب دے جائے گا، مسز آفریدی کا سارا طنطنہ بھی جیسے جھاگ بن کر بیٹھ چکا تھا، وہ فق چہرے کے ساتھ ٹکر ٹکر جہان کی شکل دیکھ رہی تھیں، معاذ نے ان سے دھیان ہٹا کر مضطرب نگاہوں سے ژالے کو دیکھا، اس کی رنگت متغیر تھی اور آنکھیں کسی بھی پل برس پڑنے کو تیار بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ وہ اس درجہ بےبسی پہ پتھرائی ہوئی سی نظر آئی تھی۔

”کام ڈاؤن جے ریلیکس، کیا ہو گیا ہے یار؟“ معاذ نے ایک بار پھر جہان کا کاندھا تھپکا تھا، وہ لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ ہونٹ بھینچے دوسری سمت دیکھتا رہا، مسز آفریدی کب کی اسٹیج سے اتر کر جا چکی تھیں، معاذ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

زمیں پہ چل نہ سکا آسماں سے بھی گیا
کٹا کے پر وہ پرندہ اڑان سے بھی گیا
بھلا دیا تو بھلانے کی انتہا کر دی
اب میں اس شخص کو وہم و گمان سے بھی گیا
کسی کے ہاتھ سے نکلا ہوا تیر ہوں میں
جو ہدف کو چھو نہ سکا کمان سے بھی گیا
تباہ کر گئی مجھے پکے مکان کی خواہش
میں اپنے گاؤں کے کچے مکان سے بھی گیا
پرائی آگ میں کودا تو کیا ملا تجھ کو
اسے بچا نہ سکا اور اپنی جان سے بھی گیا

جہان کے رویے کے برعکس اسے ہر جگہ ہر مقام پہ اس عزت وقار اور پذیرائی سے نوازا گیا تھا، جو اس کے رشتے کا تقاضا تھا، اسے رخصت کرا کے لاہور والے بنگلے میں ہی لایا گیا تھا، یہاں بھی مکان کی آرائش ہوئی تھی، اس کا بیڈ روم تو خاص طور پہ بہت آرٹسٹک انداز میں ڈیکوریٹڈ کیا گیا تھا، مختلف رسموں کی ادائیگی کے بعد ژالے کو بیڈ روم میں پہنچا دیا گیا تھا، جہان کے رویئے نے اسے بہت خائف کر دیا تھا اس سے رسموں کے دوران جب ساری اس کی کزنز اس سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہی تھیں، تو ژالے اس خیال سے ہولتی رہی تھی کہ وہ بھڑک کر کسی کو کچھ کہہ نہ دے مگر خیریت گزری تھی، کمرے میں آکر اسے سمجھ نہیں آسکی تھی وہ پھولوں بھری اس سیج پہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرے یا پھر لباس تبدیل کر لے، کس بات سے مزاج برہم ہو گا وہ وہی نہیں کرنا چاہتی تھی، بہت سوچنے کے بعد وہ اسی فیصلے پہ پہنچی تھی کہ اسے لباس تبدیل کر لینا چاہیے، اب تک جو جہان کا رویہ تھا بہر حال وہ اس بات کا متقاضی نہیں تھا کہ وہ اس سے کسی تعریف وغیرہ کی خوش فہمی کو پالتی، اس نے گہرا سانس بھرا اور ایک ایک کر کے وہیں بیٹھے تمام زیور اتارنے لگی، اس کے بعد دوپٹے سے پنیں نکالنے کا مشکل مرحلہ درپیش ہوا تھا، جس میں اسے پندرہ سے بیس منٹ لگے تھے، دوپٹے کو سر سے الگ کر کے اس نے بے دلی سے صوفے پہ اچھالا اور زیورات کے ڈھیر پہ دھیان دیئے بنا اٹھ کر بیڈ سے نیچے اتر گئی، ابھی پہلے سے دوسرا قدم اٹھایا تھا کہ دروازہ کھول کر جہان نے اندر قدم رکھا، وہ جہاں تھی اسی زاویے پہ ساکن ہو گئی، جہان اس کے سامنے آیا تو اسے اپنی پوزیشن کا خیال آیا تھا، پہلے گھبر کر دونوں بازو سینے پہ لپیٹے پھر آگے بڑھ کر دوپٹہ اٹھایا تھا۔

”کیا ثابت کرنا چاہتی ہو مجھ پہ کہ تم بہت پارسا ہو، بہت شرم و حیا ہے تمہارے اندر؟“ جہان کی نظروں میں تپش تھی اور لہجے میں گویا کسی برچھی کی کاٹ، ژالے کا چہرہ سرخ پڑ گیا، اس کا دوپٹہ بار بار سرکتا تھا جسے وہ سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان تھی، جہان نے ایک جھٹکے سے دوپٹہ کھینچ لیا۔

”اتنی جلدی اپنی آرائش کے آثار مٹا دیئے، داد وصول کیے بغیر ہی؟“ وہ پھر پھنکارا، ژالے پھر چپ رہی، جہان کو اس کی اسی ڈپلومیٹک خاموشی نے آگ لگائی تھی۔

”معصومیت کے اس ڈھونگ کو ختم کرو سنا تم نے، کیا کہتی تھیں اپنی ماں کو جا کر کہ میری خدمتیں کر کے آئی ہو، کوئی عورت کسی مرد کی کیسی خدمت کرتی ہے جانتی ہو تم؟“ وہ اس کی موچھے کی کلیوں سے

گندھی ہوئی چوٹی پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے مقابل کھینچتے ہوئے حلق کے بل غرایا تھا، ژالے کی آنکھیں تکلیف اور سبکی کے احساس سے برس پڑیں، مگر اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچے رکھا تھا، جہان کو ان آنسوؤں نے جیسے آگ لگا دی تھی، اس نے ایک کے بعد دوسرا بھرپور اور شدید طمانچہ انتہائی جارحانہ موڈ میں اس کے چہرے پہ برسایا تھا، پھر حقارت بھرے انداز میں اسے زور سے جھٹک دیا۔

''اپنی ماں کو بتا دینا جا کر کہ میں تمہیں اس خدمت کے قابل نہیں سمجھتا، صرف ابھی نہیں ساری عمر، تم اور تمہاری چالباز ماں ساری عمر مجھ سے اس خیرات کی بھیک بھی مانگو گی تو ایک سکہ نہیں ملے گا، یہی سزا ہے تمہاری گھٹیا پلاننگ کی، اب بیٹھ کر اپنی کامیابی کا جشن مناؤ یا پھر ماتم کرو، آئی ڈونٹ کیئر۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے اسی فیصلے اور قہر بھرے انداز میں پلٹ کر کمرے سے نکل گیا، ژالے وہیں گری آنسو بہاتی اور سسکتی رہی تھی۔

☆☆☆

جہان صبح اس وقت بیڈ روم میں واپس آیا تھا جب فجر کی اذان کی پہلی پکار فضا میں گونجی تھی، اس کی آنکھوں میں بے تحاشا جلن تھی، جو ژالے کو جائے نماز پہ موجود پا کر کچھ اور بھی بڑھ گئی تھی، سی گرین دوپٹے کے ہالے میں اس کا صبح کی تازگی لئے اجلا چہرا جس پہ بے تحاشا حسن آنکھوں کا سحر بے حد اہم تھا مگر یہ جہان پہ اثر انداز ہونے والا نہیں تھا، پتہ نہیں ژالے نے اس کی آمد کو محسوس کیا یا نہیں وہ قطعی نہیں سمجھ پایا تھا، لباس تبدیل کر کے ہاتھ لیتے اور کھدر کے سفید کرتا شلوار میں نماز کے لئے جانے تک اس کی جتنی بار بھی اس کی سمت نگاہ اٹھی وہ اسے اسی پوزیشن میں نظر آئی تھی، مسجد میں نماز کی ادائیگی کے بعد اس نے دعا کو ہاتھ بلند کیے تو سسکتی ہوئی زینب نگاہوں میں آن سمائی تھی۔

''تیمور نہیں آئے ہیں مما! وہ آئیں گے بھی نہیں، انہوں نے مجھے پہلے یہ صاف منع کر دیا تھا۔'' وہ مما کی گود میں سر رکھے کتنی نڈھال سی کہہ رہی تھی، مما کے پاس جیسے اس کی بات کے جواب میں کہنے کو کچھ نہیں تھا، وہ تو اسے یہ بھی نہیں بتا سکی تھیں کہ پپا نے خود کال کی تھی تیمور کو اور آنے کی گزارش کی تھی مگر وہ معذرت کر چکا تھا، پھر اس کے بعد کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

ایک بار پھر غیر ارادی طور پہ سہی مگر وہ اس کے دکھوں سے آشنا ہو گیا تھا، ژالے کے ساتھ جو بھی سلوک تھا اس کا اس میں لاشعوری طور پہ اس اضطراب کا بھی حصہ تھا، وہ مضمحل سا واپس لوٹا تو ژالے کمرے میں خواتین میں گھری ہوئی تھی، جہان اپنے خیال میں تھا اسی وقت واپسی کو پلٹا تو پرنیاں نے تیزی سے اسے پکار لیا تھا۔

''کہاں جا رہے ہیں جہان بھائی! آیئے نا یہاں آپ کا ہی انتظار ہو رہا ہے ناشتے کے لئے۔'' جہان تھم گیا تھا، البتہ پلٹ کر نہیں دیکھا، اس کی اسی حرکت پہ بھابھی نے گرفت کر لی تھی۔

''اتنا شرما کیوں رہے ہو جہان، بھئی یہ دلہن ہے تمہاری۔''

''شرم تو لوگ بڑے بڑے گناہ کرنے کے بعد بھی نہیں کرتے، الحمد للہ میں نے کسی کے ساتھ دغا بازی کی نہ ہی بد دیانتی۔'' جہان نے اپنے ازلی اعتماد کے ساتھ جواب دیا تھا، نگاہ محض ایک لمحے کو ژالے کی سمت اٹھی تھی جس میں بلا کی کاٹ تھی۔

''تمہاری دلہن بہت کم گو اور شائی لگتی ہے، تمہاری طرح گہری بھی بہت ہے، ہمیں رونمائی گفٹ

تک کا نہیں بتایا۔'' بھابھی نے پتہ نہیں تعریف کی تھی یا تنقید وہ سمجھ نہیں سکا، ان لوگوں کے جانے کے بعد وہ پہننے کے لئے اپنے کپڑے نکالنے لگا، اس کا کچھ دیر قبل اتار کر رکھا ہوا کوٹ اب ہینگر میں لٹک رہا تھا، جہان نے اسے ہینگر سے نکال کر جھٹکا اور تہہ لگا کر بیگ میں رکھنے کا ارادہ کیا تھا کہ اس کی پاکٹ سے کوئی چیز نکل کر لڑھکتی ہوئی پرے جا گری، جہان نے کچھ حیرانی کے عالم میں اپنی نگاہ کو اٹھایا تھا اور گہرا سانس بھر کے رہ گیا، وہ وہی پلاٹینم کی رنگ تھی جو جہان نے مما کے بے حد اصرار پہ رونمائی کے لئے خریدی تھی، وہ رنگ مما نے بارات کے دن اس کے کوٹ کی جیب میں اس کے سامنے ڈالی تھی ساتھ میں تاکید بھی کی تھی کہ وہ لازمی ژالے کو پہنا دے، جہان کے کوٹ جھٹکنے پہ یہ ہی رنگ تھی جو اس طرح نکل کر گری تھی گرنے کے باعث اس کا دل شیپ نازک سا کیس کھل گیا تھا اور انگوٹھی لڑھکتی ہوئی جا کر رک گئی تھی، جہان نے ہونٹ بھینچ کر جبکہ ژالے نے کچھ تحیر کے عالم میں نگاہ اٹھائی تھی، دونوں کی نظریں غیر ارادی طور پہ ملی تھیں، جہان نے بدمزگی کے احساس سمیت نگاہ کا زاویہ بدلنے میں پہل کی اور رخ پھیر کر بے نیازی سے اپنا کام کرنے لگا، ژالے آہستگی سے جھکی تھی اور اس رنگ کو اٹھا کر اس کے کیس میں رکھا تھا پھر لا کر جہان کے سامنے کر دی۔

''یہ لیجئے۔'' جہان نے چونک کر کسی قدر حیرانی سے اس کے ہاتھ میں موجود رنگ کو پھر اسے دیکھا تھا، نہ کوئی طنطنہ نہ غرور کا کوئی احساس اس کا انداز عاجزی و فرمانبرداری لئے ہوئے، سادگی کا مظہر تھا، رات کی کسی زیادتی یا تلخی کا رنگ اس کے چہرے پہ نہیں ملتا تھا، وہ کچھ لمحوں کو ساکن رہ گیا تھا۔

''رکھ لو، تمہارے لئے ہی ہے، کوئی پوچھے رونمائی کے متعلق تو دکھا دینا۔'' اسے کہنا پڑا تھا، تمام تر نفرت یقین اور اشتعال کو ایک طرف رکھ کر، ژالے کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا سمجھوتہ کرنے پہ مجبور ہی اس وقت ہوئی تھی جب محبت اس کی رگوں میں زہر بن کر اتر گئی تھی، پھر کہاں کی انا اور کہاں کی عزت نفس، ورنہ وہ وہی تھی جس نے نیلما سے خون کا رشتہ ہونے کے باوجود اس کی اصلیت جان کر اسے عضو بے کار کی مانند کاٹ کر پھینک دیا تھا مگر یہ ژالے وہ ژالے نہیں تھی، اس نے وہ رنگ اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنی تو جہان کے نام کے بعد اس کی دی انگوٹھی کو پہن کر کچھ اور بھی خوش بخت گردانا تھا خود کو۔

''تیار ہو گئے ہو نا بیٹے، آپ کی چچی جان ناشتہ لا رہی ہیں۔'' مما جان نے اندر آ کر دونوں کو باری باری پیار کیا اور دعاؤں سے نوازا تھا، ژالے بلیو کلر کے لانگ فراک میں ہلکا میک اپ کیے جیولری پہنے خاص طور پہ بے حد پیاری لگ رہی تھی، ہلکی نمی لئے بے حد سلکی بال پشت پہ گر رہے تھے۔

''نہیں مما جان! ناشتہ ہم وہیں سب کے ساتھ کریں گے، میں چچی جان کو منع کر دیتا ہوں۔'' جہان نرمی سے کہتا باہر نکل گیا۔

''بیٹے دلہن ان کنفرٹیبل فیل کرتی اس لئے......'' جہان کے منع کرنے پہ مما نے کہنا چاہا تو جہان کے ماتھے پہ ناگواری کی شکن ابھری تھی۔

''کیوں ان کنفرٹیبل فیل کریں گی وہ؟ اسے کیا اب انہی لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا؟''

''افوہ جہان مما کا یہ مطلب نہیں تھا، ایک دن کی دلہن ہے تو......'' بھابھی نے وضاحت دینی چاہی۔

''اٹس او کے، آپ اس بات کو لے کر پریشان نہ ہوں۔'' جہان نے اب کے نرمی سے کہا تھا مگر

پلٹ کر کچن سے نکل گیا، ناشتہ ڈائننگ ہال کی وسیع ٹیبل پہ سارے خاندان نے بیک وقت کیا تھا، ہلکے پھلکے ہنسی مذاق کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ زیاد چہک رہا تھا۔

”یار رے پپا! اب میری باری ہے اور پلیز اب دیر ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔“ زیاد کی بات پہ نوریہ کے پہلو میں بھابھی نے زور سے کہنی ماری تھی، اسے اچھو لگتے لگتے رہ گیا۔

”یہ پانی لو نوری، خیریت ہے نا؟“ زیاد نے جلدی سے پانی کا گلاس بڑھایا تھا، ہال میں دبی دبی مسکراہٹیں بکھر گئیں۔

”کچھ بولیئے نا پپا؟“ نوریہ کرسی گھسیٹ کر وہاں سے اٹھ گئی تو مما نے زیاد کو گھورا تھا۔

”بچی کو ڈھنگ سے ناشتہ بھی نہیں کرنے دیا آپ نے زیاد۔“

”کرے گی ناشتہ بھی، شادی تو ہو جائے، اب دیکھیں جہان بھائی اور لالے کی ہی مثال لے لیں، شادی سے پہلے دونوں بھابیاں ان سے شرماتی تھیں اور ان کے سامنے پہ گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈا کرتی تھیں، اب کیسے اپنے اپنے میاؤں کے پہلو میں بیٹھیں ناشتے میں مصروف ہیں، اک میں بیچارا......“ اس نے خود ہی اپنے اوپر جی بھر کے رحم دکھایا تھا، ژالے اور پرنیاں دونوں ہی کسی قدر خفیف ہو کر رہ گئیں۔

”ہمیں تو آپ کی خواہش کی تکمیل کے لئے ہرگز بھی کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹا جانی آپ یہ سفارش اپنی پھپھو سے کیجئے بلکہ نوریہ سے، بی کوز یہ رعایت یا پھر وقت نوریہ کو ہی درکار ہے۔“ پپا نے جواباً مسکرا کر کہتے اسے تسلی دی تو زیاد کھل اٹھا تھا۔

”پھپھو اور نوریہ کی تو آپ فکر نہ کریں ایسے منالوں گا انہیں آپ بس شادی کی تیاری کریں، کیوں پھپھو؟“ زیاد نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تو پھپھو آہستگی سے مسکرا دی تھیں۔

”زینب کہاں ہیں معاذ؟“ جہان کی بے چین متلاشی نگاہیں کب سے اسے نہ پا کر مضطرب تھیں، بالآخر رہا نہ گیا تو اپنے ساتھ بیٹھے معاذ سے پوچھا تھا، معاذ خود بھی چونک سا گیا۔

”ہاں وہ کمرے میں ہے، بی پی نارمل نہیں تھا میں نے میڈیسن دی تھی صبح، آئی تھنک سو رہی ہو گی۔“ معاذ کی نگاہ لحہ بھر کو ژالے کے چہرے پہ ٹھہری جہاں اس تذکرے کے ساتھ ہی پھیکا پن نمایاں ہو گیا تھا، جسے معاذ نے بہت شدت سے نوٹ کیا تھا، جبھی اس نے تنہائی ملتے ہی جہان پہ گرفت کر لی تھی۔

”کیا ضرورت تھی جے تمہیں اس وقت زینب کے بارے میں سوال کرنے کی؟“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ جہان کو سخت حیرانی ہوئی تھی۔

”تمہیں بھابھی کے سامنے نہیں پوچھنا چاہیے تھا، مجھے اچھا نہیں لگا۔“

”زینب کے متعلق میرا پوچھنا یا پھر صرف ژالے کے سامنے؟“ جہان کا لہجہ عجیب سی سلگن لئے ہوئے تھا، معاذ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

”پاگل مت بنو جے! جب زینب کی شادی ہوئی تھی اس وقت تمہیں کتنا خیال تھا کہ تیمور کو تمہارے حوالے سے کوئی بات بری نہ لگ جائے، اس قسم کی صورتحال اب بھی ہے، اگر تم سمجھو تو......“

”وہ لڑکی تھی معاذ اور لڑکیوں کو اپنی شادی شدہ زندگی میں بے حد محتاط رہنا چاہیے، میں کیوں یہ فکریں پالتا پھروں، زینب میری کزن ہے میں خیریت پوچھ سکتا ہوں اس کی...... دوسری اہم بات یہ کہ اس ژالے کو میری زندگی میں ہرگز اتنی اہمیت نہیں ہے کہ میں کوئی کام کرنے سے پہلے اس کے جذبات و

احساسات کی فکر پالتا پھروں۔“ وہ گویا آگ برسانے لگا تھا، معاذ کو چپ ہونا پڑا تھا، جہان اسی طیش کی کیفیت میں سگریٹ سلگانے لگا۔

”گاڑی تیار ہے نا جہان بھائی! مما کہہ رہی ہیں فلائیٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔“ تب ہی پرنیاں وہاں آئی تھی، ڈیپ پرپل لانگ شرٹ چوڑی پاجامہ اور بڑے سے دوپٹے میں ملبوس ساتھ میں ژالے بھی اسی سج دھج کے ساتھ۔

”جی تیار ہے، لیکن پہلے ان کے زیورات اتروائیں، میک اپ صاف کریں پھر چادر اوڑھ کر جانا ہے۔“ جہان نے بات تو پرنیاں سے کی تھی مگر کڑی نگاہوں سے ژالے کو دیکھ کر جیسے ہمیشہ کے لئے جتلایا تھا، ژالے کی جھکی آنکھوں کی پلکیں لرز اٹھی تھیں، پرنیاں نے فرمانبرداری سے سر اثبات میں ہلایا۔

”جی بھائی بہت بہتر، آیئے ژالے۔“ پرنیاں ژالے کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھ گئی تو معاذ نے باقاعدہ سرد آہ بھری تھی اور آہستگی سے گنگنایا۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

جہان نے چونکتے ہوئے گردن موڑ کر حیرانی سے اسے دیکھا۔

”آئی کانٹ بلیو اٹ کہ یہ وہی جے ہے جو صرف پولائٹ تھا کیئرنگ تھا، میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ رات بھابھی پہ آپ کے کیا کیا قہر ٹوٹے ہوں گے، بے چاری ژالے بھابھی۔“

وہ ہرگز بھی مذاق نہیں کر رہا تھا، اس کے باوجود جہان باقاعدہ کھنکارا اور اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھ گیا کہ پپا بالائی منزل کی سیڑھیوں پہ کھڑے اسے پکار رہے تھے۔

☆☆☆

ولیمہ کی تقریب حسب روایت شاندار رہی تھی، ژالے نے ٹی پنک لہنگا زیب تن کیا تھا جبکہ اس روز جہان ہلکے بلیک پینٹ کوٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح اپنی ٹھٹکا دینے والی وجاہت کے باعث ہر نگاہ کا مرکز بنا ہوا تھا، مسز آفریدی کی آمد بہت تاخیر سے ہوئی تھی اور انہوں نے آتے ہی واپسی کی جلدی مچا دی، انہیں شاید خواہ مخواہ اپنی اہمیت جتلانے کی عادت تھی مگر اس مرتبہ ان کا پالا جہان سے پڑا تھا، جوان کی بچھائی ہوئی بساط پہ محض ایک بار ان کی شاطری کے آگے پٹا تھا پھر تب سے اب تک وہ انہیں ناکوں چنے چبوا رہا تھا۔

”میری بہت ضروری میٹنگ ہے مسز شاہ پلیز ژالے کو ذرا جلدی تیار کر دیں ایک گھنٹے بعد کی میری فلائیٹ ہے۔“ جہان اندر آیا تو مسز آفریدی کاندھے پہ ساڑھی کی فال کو نزاکت سے درست کرتیں، نخوت بھرے انداز میں کہہ رہی تھیں، جہان کی تیوری پہ بل پڑ گئے تھے۔

”ژالے آپ کے ساتھ نہیں جائیں گی مسز آفریدی، آپ کی میٹنگ تھی تو آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی؟ یہ تقریب آپ کے بغیر بھی اسی خوش اسلوبی سے انجام بخیر ہو جاتی۔“

”جہان بیٹے......!“ مما بری طرح سے گڑبڑائی تھیں اور اسے ٹوکنا چاہا مگر جہان نے انتہائی نرمی سے انہیں شانوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگایا اور ہاتھ سے عاجزانہ سا اشارہ خاموش رہنے کا کیا تھا پھر مسز آفریدی کے متغیر چہرے کو دیکھ کر اسی رعونت زدہ لہجے میں گویا ہوا۔

”آپ سمجھ لیں آپ کی بیٹی پہ آپ کا اختیار ختم ہوا، آج کے بعد وہ میرے حکم کی پابند ہے، میں

چاہوں تو آپ سے ملنے بھی دوں اور چاہوں تو......"

"دس از ناٹ فیئر...... مسز شاہ دیکھ رہی ہیں آپ؟" مسز آفریدی نے حواس میں لوٹتے ہی وا... کے انداز میں کہنا چاہا تھا کہ جہان نے ایک بار پھر انہیں ٹوک دیا تھا۔

"چچی جان سے سفارش کرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ میرا آپ کا اور آپ کی بیٹی کا معاملہ... میرے کسی گھر والے کو آپ نے تب شامل نہیں کیا تھا یاد کریں، اب اگر آپ نے کوئی احتجاج بلند... میں آپ کی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے آپ کے ساتھ بھیجنے پہ آمادہ ہوں، کہیے منظور ہے آپ کو؟" وہ پھنکار... مسز آفریدی کا ہی کیا مما کا بھی رنگ فق ہو گیا، انہوں نے بے اختیار سہم کر جہان کے منہ پہ اپنا لرز... ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"پلیز جہان بیٹے! کنٹرول یور سیلف، ریلیکس میں مسز آفریدی کو قائل کرلوں گی، آپ باہر جا... وہ ایک طرح سے گویا اس کے آگے گڑگڑائیں تھیں، جہان نے سر کو فی الفور نفی میں جنبش دی تھی۔

"ہرگز نہیں چچی جان! آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے ان کی منت کرنے کی۔" مما سے بات کر... گو کہ اس کا لہجہ مدھم اور مودب تھا اس کے باوجود اس کے خطرناک عزائم کا کٹیلا پن اس کے چہرے سے چھلکتا تھا۔

"میں منت نہیں کروں گی بیٹے آپ جاؤ یہاں سے یہ بزرگ ہیں اور بزرگوں سے اس طرح بات نہیں کی جاتی۔" مما بے حد عاجز ہو کر بولیں، جہان تنے ہوئے چہرے کے ساتھ ہونٹ بھینچے وہاں سے نکلا تھا تو زینب سے ٹکراؤ ہوتے ہوتے رہ گیا، سلور گرے نیٹ کے لباس میں شال اوڑھے حیران سی آتی تھی، جہان نے بامشکل اپنے کشیدہ اعصاب کو کنٹرول کیا تھا۔

"معاذ بتا رہا تھا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں؟" زینب نے کچھ چونک کر اسے دیکھا پھر دل شکستگی سے سر جھٹک دیا۔

"ان باتوں کو چھوڑیں جے یہ بتائیں آپ کا ژالے کی مما سے کوئی جھگڑا ہے؟" جہان نے بے اختیار نظر چرالی۔

"نہیں، بس نظریاتی اختلاف ہے تھوڑا سا۔" اپنی بات کہہ کر وہ آگے بڑھا تو زینب نے ہونٹ... لئے تھے۔

(نظریاتی اختلاف سے ہی تو سارا بگاڑ شروع ہوتا ہے جے، مجھ سے پوچھو اس بگاڑ اور نقصان کی تفصیلات) وہ بے حد ملول سی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

سر جھکائے بیٹھی وہ ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو بے خیالی میں بار بار چھو رہی تھی، ابھی کچھ دیر قبل اس نے ولیمہ کا لباس بدلا تھا اور ہلکے کام کا شیفون کا ہلکا اورنج سوٹ پہنا تھا، مسز آفریدی اس سے ملتے آئیں تو ان کا موڈ بے حد آف تھا۔

"وہ خود کو کچھ سمجھنے لگا ہے، مگر مجھے جانتا نہیں ہے میں......"

"پلیز ممی! بس کر دیں اب اور مجھے ہرگز پسند نہیں ہے یہ بات کہ آپ میرے ہزبینڈ کا ذکر اتنے برے انداز میں کریں۔" اس نے کس قدر ناگواری سے کہا تھا اور مسز آفریدی کی آنکھیں پھٹ سی گئی

ہیں۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ اتنا سر پہ بٹھاؤ گی تو وہ تمہیں جوتے کی نوک پہ ہی رکھے گا، صرف تمہیں نہیں ساتھ مجھے بھی۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے، یہ آپ کی ہی لگائی ہوئی آگ ہے جس میں مجھے جلنا پڑ رہا ہے مگر میں چپ چاپ برداشت کر رہی ہوں اس لئے کہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ اپنی ماں کے عیبوں سے پردہ اٹھا دوں۔" جواباً وہ بھی پھٹ پڑی تھی، اس کی آنکھوں میں لرزتے آنسوؤں نے مسز آفریدی کو بھونچکا کر کے رکھ دیا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ جہانگیر نے رات مس بی ہیو کیا ہے تمہارے ساتھ؟ بتاؤ مجھے، میں ابھی ...ب کو......"

"ممی پلیز انف...... یہ آپ کی بیٹی کا سسرال ہے، آپ کی راجدھانی نہیں ہے، کچھ تو خیال کریں۔" اس نے ان کی بات قطع کر کے بے حد شاکی ہو کر کہا تھا، جس کے جواب میں مسز آفریدی سے گھورنے لگیں۔

"سسرال ہے تو کیا ڈر جاؤں؟ بیچا نہیں ہے تمہیں سمجھیں۔"

"اس سے کچھ کم بھی نہیں کیا، بس رہنے ہی دیں اب۔" وہ جیسے رو سی پڑی تھی، مسز آفریدی جیسے ...ہیں اس مقام پہ آ کے ہار گئیں، اسے گلے لگایا تھا پھر گلوگیر آواز میں بولی تھیں۔

"وہ تمہیں مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جانے دے رہا۔"

"کون...... شاہ؟" ژالے حیران ہوئی، مسز آفریدی نے محض سر کو اثبات میں جنبش دی تھی۔

"ابھی وہ غصے میں ہیں ممی! میں کچھ دن بعد آپ سے ملنے آؤں گی، ڈونٹ وری۔" اس نے آہستگی و نرمی کے ساتھ انہیں تسلی دی۔

"ٹھیک ہے بیٹے! مگر اسے زیادہ سر پہ چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، تم ہر لحاظ سے اس سے برتر ہو، حسن جائیداد وغیرہ۔" ژالے نے کسی کرب سے گزر کر ہونٹ کو کاٹا تھا، مسز آفریدی کے جانے کے بعد سے وہ ایسے ہی بیٹھی تھی، کچھ اداس کچھ ملول سی۔

"ژالے کپڑے بدل بھی لئے گڑیا؟" اسے پتہ ہی نہ چلا کب بھابھی اندر آ گئیں، وہ زور سے چونکی تھی پھر بے دلی سے مسکرائی۔

"جی ایکچوئیلی بہت بھاری تھے کپڑے پھر تقریب بھی تو ختم ہو گئی تھی۔" اس کے لہجے میں مخصوص قسم کا بھولپن اور سادگی تھی، بھابھی بے ساختہ مسکرا دیں۔

"لیکن ابھی جہان نے تمہیں اس لباس میں سراہا تھوڑی تھا، پگلی شوہر کی ستائش پائے بغیر ہی اتنا اچھا جوڑا اتار پھینکا۔" ان کی بات پہ ژالے کے چہرے کی رنگت بدل سی گئی تھی، اس نے فی الفور سر کو جھکا دیا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ سکی اس مقام پہ اسے کیا کہنا چاہیے تھا۔

"چلو خیر اب اداس ہونے کی ضرورت نہیں، تم اتنی انوسینٹ ہو کہ سراہنے پیار کرنے کے لئے کس آرائش کی ضرورت تو ہے ہی نہیں، میں تمہیں بلانے آئی تھی، وہاں ہال میں بہت اچھی محفل جمی ہوئی ہے، بس تمہاری کمی ہے۔" بھابھی اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئی تھیں، ہال کمرے میں واقعی بے حد رونق تھی،

نوجوان پارٹی وہیں جمع تھی اور بات بات پہ قہقہے پھوٹتے تھے، جہان سامنے ہی صوفے پہ ترچھے زاویے سے بیٹھا ہوا تھا، ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بے حد مغرور مگر بے نیاز قسم کا انداز تھا، اس کے ساتھ معاذ تھا اور زیاد۔

''آیئے بھابھی! یہاں اپنے صاحب بہادر کے ساتھ تشریف رکھیئے۔'' زیاد اسے دیکھتے ہی اٹھا تو ژالے نے بے اختیار ٹوک دیا۔

''نہیں بھائی آپ بیٹھے رہیں، میں یہاں پرنیاں جی کے ساتھ بیٹھ رہی ہوں۔'' وہ اپنے مخصوص نرم اور مؤدب انداز میں کہہ کر نیچے کارپٹ پہ نوریہ اور پرنیاں کے درمیان خالی جگہ پہ آن بیٹھی پرنیاں نے اسے کشن دیا تھا جسے اس نے گود میں رکھ لیا تھا، زیاد ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''یعنی طے ہوا کہ آپ میں کمال کی انڈر اسٹینڈنگ پیدا ہو گئی ایک ہی رات میں، ایک ہی رات میں آپ دونوں نے یہ بھی پلاننگ کر لی کہ میرے اور میری فیانسی کے درمیان ظالم سماج کا کردار ادا کریں گی۔'' زیاد کی زبان کے آگے تو گویا خندق تھی، وہ بولنے پہ آیا تو یہ بھی نہیں دیکھا کہ ژالے اس کی ان فضول باتوں سے کس حد تک گھبرائی یا حواس باختہ ہوئی۔

''ج...... جی!'' ژالے نے سٹپٹا کر پہلے زیاد پھر جہان کو دیکھا تھا جو اسی مخصوص قسم کی سنجیدگی کے حصار میں تھا۔

''افوہ بہت بدتمیز ہو زیاد، پریشان کر دیا نا بیچاری کو، ژالے گڑیا مذاق کر رہا ہے، ابھی پہلے نوری کے ساتھ بیٹھنے لگا تو جہان نے اپنے ساتھ صوفہ پہ بٹھا لیا اب تم نے اس کا چانس گنوا دیا یہ جانے بغیر کہ ہمارا یہ لڑکا صرف اتاؤلا ہی نہیں چھچھورا بھی ہے۔'' بھابھی مسکرا مسکرا کر وضاحت دے رہی تھیں جبکہ زیاد نے آخری دونوں القاب پہ سخت قسم کا احتجاج بلند کیا تھا۔

''اونہہ آپ خود تو جیسے بہت سوبر ہیں نا ماشاء اللہ اور جنید بھائی...... اف ان کی بے حجابی کے مظاہرے ہم نے اپنی گنہ گار آنکھوں سے کئی بار دیکھے۔'' زیاد اتنا بلبلایا تھا کہ بھابھی کے ساتھ جنید بھائی کو بھی رگید ڈالا، بھابھی برا مانے بغیر ہنسے گئی تھیں۔

''مجھے پتہ ہے اب تم اپنی خفت مٹا رہے ہو۔'' انہوں نے پھر اسے جلایا تھا، اس سے پہلے کہ زیاد پھر سے شروع ہوتا، معاذ نے مداخلت کی تھی۔

''ژالے بھابھی ہم ایک کھیل کھیل رہے ہیں، اس باؤل میں کچھ کارڈز آپ دیکھ رہی ہیں نا، یہ باری باری سب کے پاس آئے گا، آپ کے ہاتھ جو کارڈ آتا ہے اس پہ جو بھی فرمائش لکھی گئی ہے اسے پورا کرنا حاضرین پہ لازم ہے، بے فکر رہیے کوئی بھی نازیبا فرمائش نہیں ہے۔'' وہ آخر میں مسکرا کر تسلی کرا رہا تھا کہ اسے کنفیوژڈ ہوتے دیکھ چکا تھا وہ، ژالے نے بے اختیار سکھ کا سانس بھرا۔

''یہ کھیل آپ سے ہی شروع ہو گا، بی کوز یہ محفل آپ دونوں کے ہی اعزاز میں سجائی گئی ہے۔'' معاذ نے کلیئر کیا تو حسان نے شیشے کا رنگین کارڈز والا باؤل نہایت مؤدب انداز میں دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے پیش کیا، ژالے پھر سے پزل ہو گئی تھی، جانے کون سی فرمائش ہو جاتی، اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ایک نیلا کارڈ منتخب کیا تھا، اس سے پہلے کہ اس پہ درج باریک سی عبارت کو پڑھ پاتی زیاد نے کارڈ اس سے اچک لیا تھا، ساتھ ہی اس کا منہ لٹک گیا۔

''اپنی پسند کی کوئی نظم سنائیں۔'' اس نے باآواز بلند پڑھ کر سب کو سنایا، یہ کارڈ اسی نے لکھے تھے اور زیادہ تر پہ گانے اور لور کا نام اور پہلی ملاقات کا احوال سچ کی شرط رکھ کر بتانے کو کہا گیا تھا، ژالے کے لئے وہ اسی کارڈ کا متمنی تھا۔

''ہو ہو پوئٹری...... دلچسپی بھی ہے آپ کو؟'' ماریہ ہنسی تھی، ژالے جھوٹ نہیں بول سکی مگر سب کے بیچ وہ بھی ایسے جبکہ وہ فرینک بھی نہیں ہو پائی تھی سنانے کے خیال سے اسے عجیب لگ رہا تھا، مگر ان سب نے اسے کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ اسی کا حوصلہ بندھا تھا، اس نے ایک نظر جہان کو دیکھا، دائیں ہتھیلی پہ چہرا ٹکائے وہ مصلحتاً ہی سہی مگر اسے ہی دیکھ رہا تھا، چاہے نظروں کا انداز کتنا ہی پرتپش اور طنزیہ سہی، اس نے گھبرا کر پلکیں جھکا دیں۔

مجھ کو معلوم نہیں چاہت کے تقاضے لیکن
ہم نے تیری ذات کے سوا ہر بات بھلا رکھی ہے
سفر مشکل ہے بہت معلوم ہے ہم کو لیکن
تو ہمارا ہے تو ہر فکر مٹا رکھی ہے
تو بھلا دے تو بھلا دے لیکن ہم نے
تیری خوشبو بھی تقدیر بنا رکھی ہے
تو جو بچھڑے تو ہر بار یوں لگتا ہے
زندگی موت کے پہلو میں بٹھا رکھی ہے
تیری باتیں تیرا چہرا تیرا لہجہ ہمدم
تجھ میں خالق نے ہر چیز جدا رکھی ہے

جب اس نے غزل شروع کی اس کی آواز میں لرزش بھی تھی اور عدم اعتماد بھی مگر پھر جیسے جیسے وہ پڑھتی گئی لرزش بھی غائب ہوئی اعتماد بھی آیا اور اس کے الفاظ اور لہجے کی گہرائی شدت سچائی خلوص اور سب سے بڑھ کر جذب نے وہاں سب کے دلوں پہ جیسے گہرا اثر چھوڑا تھا، وہ خاموش ہوئی تو سب نے بے حد فراخ دلی سے اسے داد دی تھی۔

''دیکھ لیں جہان بھائی آپ کی نئی نویلی دلہن بھی آپ کے سحر آپ کی دلکشی سے محفوظ نہیں رہ سکی ہیں۔'' زیاد نے جو بات لاابالی اور مذاق میں کہی تھی وہ ڈنگ بن کر جہان کو لگی تھی، ژالے کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں حقارت اور طنز بیک وقت اترا تھا، جسے اور کسی نے محسوس کیا ہو یا نہیں ژالے نے ضرور کیا تھا، جہان نے جتنی بھی ناگواری محسوس کی البتہ ہونٹوں کو باہم بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔

''جے تمہاری باری ہے اب۔''

''مجھے کچھ نہیں آتا، پہلے بتا رہا ہوں۔'' وہ نروٹھے پن سے بولا، تو سب نے بری طرح اپنا احتجاج پیش کیا تھا۔

''یہ فاؤل ہے بھائی! آپ کو سنانا پڑے گا۔'' یہ ان سب کا اصرار ہی تھا کہ جہان کو کارڈ اٹھانا پڑا جس پہ گانے کی فرمائش ہوئی تھی، وہ سخت جزبز ہو گیا تھا۔

"مجھے گانا نہیں آتا۔" وہ گڑبڑا کر صاف انکار کرنے لگا۔
"آپ کو گانا آتا ہے جہان بھائی ہم جانتے ہیں، سنائیں ورنہ ہم ابھی خفا ہو کر یہاں سے واک آؤٹ کر جائیں گے، کیوں مائی پارٹی؟" زیاد نے صرف دھمکی نہیں دی، ان سب کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، جہان کو ہتھیار پھینکنا پڑے تھے، اس نے گلا کھنکارا اسی پل زینب اپنے کمرے سے نکل کر ملازمہ کو پکارتی ہوئی لاؤنج کے صوفے پہ آ کر بیٹھ گئی، جہان کی نظروں نے ساکن ہو کر اسے دیکھا تھا، وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی۔

کیونکہ اتنا پیار تم کو کرتے ہیں ہم
کیا جان لو گے ہماری صنم
ہمارے دل کی تم تھوڑی سی قدر کر لو
ہم تم پہ مرتے ہیں تھوڑی سی فکر کر لو
کیونکہ اتنا پیار تم کو کرتے ہیں ہم

ایک بے خودی تھی ایک بے اختیاری تھی، جو اس کی زبان سے ادا ہو رہی تھی، اس نے دوبارہ زینب کو نہیں دیکھا سر جھکایا اور آنکھیں بند کر لی تھیں، اس کے بھاری لہجے میں ایک سوز تھا ایک جذب تھا۔

کیونکہ اتنا پیار تم کو کرتے ہیں
ہم کیا جان لو گے ہماری صنم

زینب نے چونک کر گردن موڑی تھی اور جہان کو نغمہ سرا دیکھ کر اسے بے تحاشا حیرت نے آن لیا تھا، ملازمہ کو چائے کا کہا اور اٹھ کر ہال کے دروازے میں آن رکی، اس کی نظریں جہان سے ہٹ کر ژالے پہ جا ٹھہریں، جو جہان کے ہی انداز میں سر جھکائے ہوئے تھی، گرد و پیش سے بیگانہ اور غافل کسی اور ہی جہاں میں گم۔

تم سے ہے سانسیں تمہی سے ہے دھڑکن
تمہی سے ہے دیوانگی
رب نے ہمیں دی ہے
جاں تمنا تمہارے لئے زندگی
وعدہ سنگ جینے کا اے جان جگر کر لو
ہم تم پہ مرتے ہیں تھوڑی سی فکر کر لو
کیونکہ اتنا پیار تم کو کرتے ہیں
ہم کیا جان لو گے ہماری صنم

جہان نے گانے کے اختتام پہ بھی کتنی دیر تک نہ آنکھیں کھولیں نہ سر اونچا کیا، جبکہ اسے زبردست داد سے نوازا گیا تھا۔
"مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی آپ دونوں نے دوران گانا ایک دوسرے کو دیکھا کیوں نہیں۔" [illegible] نے اہم سوال اٹھایا تھا، ایک زبردست قہقہہ پڑا تھا۔
"اس لئے کہ یہ فلم نہیں تھی۔" معاذ نے اس کی تسلی کرانا چاہی تھی۔

"مگر جب آپ پرنیاں بھابھی کے لئے گاتے تھے تب تو مسلسل انہیں دیکھا کرتے تھے۔" زیاد کی تسلی نہیں ہوئی تھی، معاذ نے سرد آہ بھری۔
"میں کسی شدید غلط فہمی کا یا پھر خوش فہمی کا شکار تھا، شاید جے یہ غلطی نہیں دوہرانا چاہتا۔" معاذ نے لمحہ بھر کو بالخصوص پرنیاں پہ جتلاتی نگاہ ڈال کر سلگتے ہوئے انداز میں جواب دیا تھا۔
"آپ لوگ خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں، جے اس سوال کا مناسب جواب دے سکتے ہیں بہرحال۔" زینب نے اسی طرح دروازے کی چوکھٹ سے کاندھا ٹکائے بیچ بچاؤ کرایا تھا مگر اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو چونکاتا تھا، جہان نے تب سے دانستہ نگاہوں کو نہیں اٹھایا تھا مگر اب اس نے زینب کی سمت نظر کی تھی۔
"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے زینب؟" اس نے آہستگی سے سوال کیا گویا بات کا رخ دانستہ بدلا۔
"بہت جلدی خیال نہیں آ گیا آپ کو میرا؟ خیر میں ٹھیک ہوں اب تھینکس۔" وہ بے حد رکھائی سے جواب دیتی معاذ کی سمت متوجہ ہو گئی۔
"لالے میرے سیل میں کریڈٹ نہیں ہے، اپنا سیل دیجئے، مجھے کال کرنی ہے؟" معاذ نے اپنا سیل جیب سے نکال کر اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔
"ملازم کو بھیجو میں کالنگ کارڈ منگواتا ہوں۔" زینب نے محض سر ہلایا تھا اور پلٹ کر چلی گئی۔
"چلو نا اب تم بھی کچھ سنا دو یار۔" اس نے خود کو سنبھال کر معاذ کو مخاطب کر لیا تو اس کے چہرے پہ معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔
"ہم میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں سنانا تھا، بس تم دونوں سے سننا تھا۔"
"کیا مطلب؟" جہان واقعی ہی الجھ کر رہ گیا تھا۔
"مطلب یہ ہے مائی ڈیئر جے کہ تم نے جو اپنی ساسو ماں سے جھگڑا کر کے اپنی پیاری سی دلہن کو زبردستی اپنے پاس روکا ہے تو ہم اب ظالم سماج تو بننے سے رہے کہ تمہارا اتنا اہم اور قیمتی وقت یہاں کی بے کاری میں ضائع کر دیں، تم اپنی مسز کا ہاتھ پکڑو اور اپنے بیڈروم کی راہ لو۔"
وہ جواباً دانت نکال کر وضاحت کر رہا تھا، جس نے جہان کو خفت و خجالت سے سرخ کر دیا تھا، ژالے کا تو جیسے شرم سے برا حال ہو گیا تھا، دونوں کی بے ساختہ نگاہ ملی تھی، ژالے نے حیا سے جلتے چہرے کو بے ساختہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا، اس کی اس حرکت پہ معاذ اور زور سے ہنسنے لگا، جبکہ جہان خجالت مٹانے کو معاذ کو مارنے کو دوڑا معاذ اپنا آپ بچا رہا تھا، اسی کوشش میں دونوں گتھم گتھا ہو چکے تھے۔

☆☆☆

جہان کی شادی سے مہینہ بھر بعد بھی جب پرنیاں نے کالج جانے کا نام نہیں لیا تو معاذ کو بے تحاشا جھنجھلاہٹ نے آن لیا تھا، خود سے اسے مخاطب کرنا وہ بہت عرصے کا چھوڑ چکا تھا، سب کے سامنے جو بات چیت ہوتی وہ الگ بات تھی مگر بیڈروم کی حد تک وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے ممنوع ہو چکے تھے، دیکھنے اور بولنے تک کی حد تک بھی، اب بھی معاذ کی فطری رعونت اسے مخاطب کرنے میں آڑے آ رہی تھی مگر اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا، کالج سے لے کر یہاں گھر تک ہر بندہ پرنیاں کی ادھوری تعلیم

کے متعلق اسی سے سوال کرتا تھا اور وہ اس کی خاموشی یا دوسرے لفظوں میں نظر اندازی و پہلو تہی پہ بل کر کر رہ جاتا۔

"کالج کیوں نہیں جاتی ہو تم؟" وہ کسی کام سے اندر آئی تو معاذ جو اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا، چھوٹتے ہی بھڑک کر بولا تھا، پرنیاں اپنے دھیان میں تھی یا پھر اس سے ایسی بات کی توقع نہیں کر رہی تھی کہ پہلے ٹھٹھکی پھر گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں جانا، نہ مجھے پڑھنا ہے۔"

"کیوں؟ اب کیا تکلیف ہوئی ہے تمہیں؟ سب ہی سمجھیں گے کہ میں نے تمہیں روکا ہے، خود تو برا سمجھتی ہی ہو مجھے، دنیا کی نظر میں بھی برا بنا دینا چاہتی ہو؟" وہ اتنے قہر بھرے اتنے غصیلے انداز میں بولا چلا گیا تھا کہ پرنیاں تو حیران ہو کر اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ہے کوئی تمہارے پاس میری اس بات کا جواب؟" معاذ نے اس کی خاموشی کو محسوس کر کے دانت کچکچائے تھے، پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"میں نہیں پڑھ سکتی اب، اگر مجھے پڑھنا ہوتا تو اتنا ٹائم ضائع کیوں کرتی۔" وہ عاجز سی ہو گئی، معاذ نے سر کو زور سے جھٹکا۔

"اگلے ماہ ایگزام ہیں تمہارے، میں تمہاری ہیلپ کرا دوں گا۔" معاذ کا انداز قطعیت لئے ہوئے تھا، پرنیاں بری طرح سے جھنجلائی۔

"ہرگز نہیں، مجھے نہیں چاہیے، آپ کی ہیلپ، بس کہہ دیا نا مجھے نہیں پڑھنا۔" پرنیاں نے پھر اسی شدت سے انکار کیا تو معاذ کے چہرے پہ چند لمحوں کو سکوت سا چھا گیا۔

"آئی سی...... تمہیں میری اتنی سی توجہ بھی...... خیر میں کسی ٹیوٹر کا انتظام کر دوں گا، مگر ایگزام دے رہی ہو تم، محض ایک ماہ کی بات ہے، ڈگری ضائع نہیں کرنے دوں گا تمہیں۔" اس کا لہجہ ضدی سا تھا، مخصوص ہٹیلا پن لئے، پرنیاں کو غصہ آنے لگا۔

"آپ مجھے فورس نہیں کر سکتے سمجھے آپ، مجھے نہیں چاہیے کوئی ڈگری وگری۔"

"یہ تو پھر میں دیکھوں گا کہ تم کیسے نہیں پڑھتیں فی الحال تو میرے پاس ٹائم نہیں مگر کل سے تم کالج بھی جا رہی ہو۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا، مضبوط قدموں سے نکلتا چلا گیا، پرنیاں غصے سے ہونٹ بھینچے کھڑی رہی پھر مشتعل ہو کر ہاتھ میں پکڑا ہینگر دوزا اچھال دیا اور خود کو بستر پہ گرا کر بے بسی کے شدید احساس سمیت گھٹ گھٹ کر روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

فراغت سے اکتا کر وہ بیڈ روم سے باہر نکل آئی اور پورے گھر میں گھوم پھر کر جائزہ لینے لگی، تین بیڈ رومز تھے، ساتھ ہی لاؤنج، لاؤنج سے ملحق ٹیرس تھا، ٹیرس کی وائیٹ گرل سے لپٹی بوگن ویلیا کی بہار دکھاتی بیل خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھی، گولائی سے اترتی سرخ کارپٹ سے ڈھکی سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آ گئی، نیچے کچن تھا جو ڈرائنگ روم سے جڑا تھا، وسیع و عریض سفید ٹائلز والا امریکن اسٹائل کچن جہاں وہ شادی سے پہلے بھی ایک بار کھڑے ہو کر کام کر چکی تھی، لاؤنج کے آگے چھوٹا سا صحن تھا اور صحن سے

آگے لان جس کے وسط میں مین گیٹ تھا جس کے ساتھ مختصر سا پورٹیکو تھا۔

یہ لاہور والا بنگلہ تھا جہاں شادی کے محض چند دنوں بعد جب جہان کو کام کے سلسلے میں یہاں آنا پڑا تو مما نے جہان کی حیل و حجت کے باوجود ژالے کو اس کے ساتھ کر دیا تھا، تو اس کی وجہ شاید یہی تھی کہ وہ ان کے بیچ موجود تناؤ اور کشیدگی کے علاوہ فاصلوں کو بھی محسوس کر چکی تھیں، ان سب کے کہنی مون پہ کیے گئے اصرار کو بھی جہان نے اس شد و مد سے ٹالا تھا چونکہ تبھی لاہور ساتھ لانے سے اتنی سختی سے انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا یہی وجہ تھی کہ وہ اب اس کے ساتھ یہاں تھی، اتنے دن یہاں آتے ہوئے تھے اس کے باوجود جہان نے اسے مسز آفریدی سے ملنے کی اجازت دی تھی نہ ہی خود اسے لے کر گیا تھا، یہ بھی شکر تھا کہ مسز آفریدی کو ابھی تک اس کے لاہور آنے کی اطلاع نہیں تھی ورنہ وہ ایک طوفان لازمی اٹھا دیتیں، ان کی مصروفیت ہی انہیں سر اٹھانے نہ دیتی تھی اس کے باوجود وہ اسے اکثر فون کیا کرتی تھیں۔

"مجھے پتہ ہوتا نہ کہ یہ جہانگیر تم پہ اسی طرح سے قبضہ جما کر بیٹھ جائے گا تو میں کبھی تمہاری اس سے شادی نہ کرتی۔" اس دن انہوں نے کسی قدر غصے میں آ کر کہا تھا، جواباً وہ بھی ترنگ میں آ گئی تھی۔

"آپ بھی یہ بات جانتی ہیں ممی کہ میں، میں نے شاہ کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرنی تھی۔" بات کے اختتام پہ اس کی نگاہ جہان سے جا ملی تھی جو جانے کب وہاں آیا تھا، اسے خبر نہیں ہو سکی تھی، اس کی نظروں میں اتنی تپش اور تلخی تھی کہ ژالے کو اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"سچ ہمیشہ منہ سے نکل جایا کرتا ہے، غلطی سے ہی سہی مگر آپ نے اعتراف تو کیا نا کہ آپ نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے، کتنی سطحی حرکت ہے یہ اندازہ ہے آپ کو؟" وہ اس کے روبرو آ کے کھڑا ہو گیا تھا، ژالے نے رابطہ منقطع کر دیا مگر خود کو اس کی عدالت میں بری نہیں کر سکی، جہان کی عادات بن گئی تھی قدم قدم پہ اسے ذلیل کرنے کی، اس وقت بھی وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر راہ میں آئی ہر شے کو ٹھوکر وں پہ اڑاتا چلا گیا تھا، گھر میں ایک ہی ملازم تھا، ژالے پہ گھر کی اکثر ذمہ داریاں خود بخود آ گئی تھیں، جن سے اس نے جی نہیں چرایا بلکہ بہت خوش اسلوبی سے ہر کام کرتی تھی، جہان کا ہر کام کرنا اسے ویسے بھی گہری آسودگی اور تسکین سے دوچار کرتا تھا، مگر جہان نہیں سمجھتا تھا، اسے شاید یقین نہیں آتا تھا، ژالے صبر سے اچھے وقت کی منتظر تھی، جو پتہ نہیں آنا بھی تھا کہ نہیں، اس کا دل اکثر ملول ہو کر سوچنے لگتا تھا۔

(جاری ہے)

آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

انتیسویں قسط کا خلاصہ

زینب، تیمور کی حویلی میں شدید ترین آزمائش سہہ رہی تھی، جسمانی، روحانی اور ذہنی آزمائش مگر اس نے ہر اذیت کو خود پہ سہنے کا عہد، جسے خود سے باندھا تھا جبھی شاہ ہاؤس کے مکینوں تک اس کی اذیت کی خبر نہیں پہنچی، مگر جہان لاشعوری طور پہ بے قرار ہے۔

پرنیاں کی پریگنینسی کی خبر شاہ ہاؤس کے ہر مکین معاذ سمیت کو خوشگواری عطا کرتی ہے مگر پرنیاں معاذ کے رویئے کی بدولت اپنا مستقبل غیر محفوظ خیال کرتے اسی خوشی پہ خوش نہیں۔

جہان کی شادی کی تقریبات جاری ہیں مگر وہ ہرگز خوش نہیں ہے، زینب کے منہ سے سن کر کہ وہ خوش نہیں ہے جہان کے وجود کے اندر ببول اگ آئے ہیں۔

مسز آفریدی اپنی فتح پہ نازاں ہیں مگر جہان انہیں قدم قدم پہ احساس دلاتا ہے کہ وہ جیت کر بھی جیت نہیں سکی ہیں۔

پرنیاں تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی مگر معاذ ہر صورت اسے پڑھائی جاری رکھنے پہ مجبور کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

تیسویں قسط

معصوم محبت کا اتنا سا فسانہ ہے
کاغذ کی حویلی ہے اور بارش نے بھی آنا ہے
کیا شرط محبت ہے کیا شرط دنیا ہے
آواز بھی زخمی ہے اور گیت بھی گانا ہے
اس تک پہنچنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے طوفاں کو بھی آنا ہے
یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کر جانا ہے

سردیوں میں دن انتہائی مختصر ہوتے ہیں، ایسا لگتا تھا ابھی دن پوری طرح چڑھا بھی نہیں اور اتر بھی گیا، جب سے وہ یہاں آئی تھی گھر کے چھوٹے چھوٹے کام ہی اسے اتنا مگن اور مصروف رکھتے کہ وقت کا پتہ ہی نہ چلتا، جہان کا ہر چھوٹا بڑا کام وہ خود کرتی تھی اپنے ہاتھ سے، کھانا تیار کرنے سے لے کر اس کے کپڑے دھونے سے استری کرنے تک، اس وقت بھی وہ کھانا تیار کر کے نکلی تو لان میں درختوں کے سائے لمبے ہو کر زمین پہ دور تک لیٹے نظر آ رہے تھے، سورج افق کے پار اترنے کی تیاری پکڑ رہا تھا، اس کی الوداع کہتی کمزور شعاعوں نے ہر شے کو اپنے رنگ میں ڈھانپ لیا تھا، وہ شال درست کرتی برآمدے کی سمت آ گئی، کچن کے گرم ماحول سے نکل کر یہاں کھلی فضا میں سرد ہوا کے خنک جھونکوں نے اسے ٹھٹھرا کے رکھ دیا اس نے گرم شال سے سر کے ساتھ ساتھ ناک اور ہونٹوں کو بھی ڈھانپا مگر سانس کے ذریعے منہ سے نکلتی بھاپ سرد فضا میں شدت سے محسوس ہونے لگی، نگاہوں کے سامنے سبزہ اور ہریالی تھی، شاہ ہاؤس میں جب پہلی بار اس نے کچن میں مما کے ساتھ ہاتھ بٹانا چاہا تھا تو انہوں نے ایکدم اس کے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔

"نہیں بیٹے! ابھی نہیں، ابھی تو آپ کے ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں اتری اور آپ نے کام کا آغاز کر دیا، ہمارے ہاں تو دلہن کا ہاتھ پہلے میٹھے میں ڈلوایا جاتا ہے، کہیں تمہیں جہان نے تو کام کا نہیں کہا؟" اور ژالے اس درجہ محبت پہ بے اختیار مسکرا دی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے چچی جان میں اپنی مرضی سے کرنا چاہ رہی ہوں، مجھے اچھا لگتا ہے نا۔" اس کے جواب پہ مما نے اسے نہال سے انداز میں گلے لگا لیا تھا۔

"جیتی رہو بیٹا سدا سہاگن رہو، خدا ہزاروں خوشیوں سے نوازے، بیٹے آپ جہان کی دلہن ہو، جہان اس گھر کا سب سے پیارا اور لاڈلہ بچہ ہے، اس کی دلہن کے لئے تو ہمارے دل میں ارمان ہی بہت ہیں، بس ہم نے سوچا ہوا تھا کہ جب تک جہان کم از کم ایک بچے کا باپ نہیں بن جاتا اس کی دلہن صرف گھومے پھرے گی خوش رہے گی، تم بنا کام کے ہی ہم سے میٹھا بول بولو گی تب ہی ہمارے دلوں پہ چھا جاؤ گی، ہم تو صرف اتفاق اور محبت کے متمنی ہیں بیٹے! روایتی بہوؤں کی طرح کام کی مشقت سہہ کر سسرالیوں کا دل جیتنے کی تکلیف میں پڑنا نہیں پڑے گا تمہیں۔" وہ جھینپ گئی تھی پھر ان کے ساتھ لگ کر پیار سے اپنی بانہیں ان کے گلے میں حمائل کر دیں۔

"اللہ نے چاہا تو آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی چچی جان!" پھر جب وہ کمرے میں آئی تھی تو جہان جیسے اسی کا منتظر تھا، اسے دیکھتے ہی انتہائی درشت سے بولا تھا۔

"چچی جان کی باتوں پہ اوقات سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں، ان کی عادت ہے ہر کسی سے بے لوث محبت کرنا مگر یہاں تمہیں اسی صورت جگہ مل سکتی ہے اگر تم میرے رشتوں کو اہمیت اور محبت دو گی اور یاد رکھنا میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔" ژالے نے محض سر کو اثبات میں جنبش دی تھی اور نگاہ بھر کے حکم دینے والے کو دیکھا تھا، گرے کلر کے سوٹ میں وہ اتنا خوبرو لگ رہا تھا گو کہ خود ژالے بھی مکمل حسن کی مالک تھی لیکن اس کے سامنے ایسے دب جاتی تھی جیسے چاند کی روشنی کے آگے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جایا کرتی ہے۔

"میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی شاہ!" جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ اس نے اپنے مخصوص مدھم مگر فرمانبردار انداز میں کہا تھا مگر اس کے باوجود جہان کے چہرے پہ رعونت سی پھیل گئی تھی۔

"مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے جتنی اچھی ہو تم۔" وہ خواہ مخواہ جلایا تھا، اسے ہمیشہ اس پہ غصہ آتا رہتا تھا جو اس کی حد درجہ بے زاری اور نفرت کا ہی غماز ہو سکتا تھا، یہاں آنے کے بعد تو وہ اس نفرت کے اظہار کو اور بھی آزاد ہو گیا تھا، ژالے اس روز سے الگ کمرے میں سو رہی تھی، شاید وہ اس کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا، ہارن کی آواز پہ ژالے نے چونکتے ہوئے گردن موڑی، جہان کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی، پھر وہ پورٹیکو سے اسے اسی جانب آتا نظر آیا، بلیک ٹو پیس میں اس کی رنگت دہک رہی تھی اور آنکھوں میں گویا خون سا اتر آیا تھا، اسے سرے سے نظر انداز کیے وہ اس کے پاس سے ہو کر اندر چلا گیا، وہ اپنے ٹائم سے پہلے گھر آیا تھا، اس کے چہرے پہ ایک نگاہ ڈال کر ہی ژالے کو اس کی طبیعت کی خرابی کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا، کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کچن میں آ گئی، کچھ عجلت میں چائے بنائی اور ٹرے سجا کر اس کے کمرے میں آ گئی، جہان کمبل میں گھسا ہوا بری طرح سے چھینک رہا تھا۔

"یہ چائے لیجئے۔" اس نے ٹرے میز پہ رکھی تھی۔

"یہ دراز کھولو، اس میں وکس بام ہو گا، نکال کر لے آؤ۔" جہان اتنی سی بات کے دوران تین بار چھینکا تھا، ژالے نے پلٹ کر دراز سے بام نکالی تھی۔

"کب سے خراب ہے آپ کی طبیعت؟ دوا لی؟" اسے بے چین اور تکلیف میں محسوس کر کے ژالے کی اپنی جان گویا مٹھی میں آ گئی تھی۔

"یہ چائے واپس لے جاؤ۔" جہان نے اس کے ہاتھ سے وکس کی شیشی اچک کر اس کے سوال نظر انداز کر دیئے تھے، ژالے کچھ متذبذب سی کھڑی رہ گئی۔

"اب کیا ہے؟" جہان نے اسے سر پہ سوار دیکھ کر شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے تلخی بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"مم..... میں بام لگا دیتی ہوں۔" اس نے جھجک کر کہا تھا مگر جواب میں جہان کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔

"آؤٹ، میں جانتا ہوں بہت کریز ہے تمہیں میرے نزدیک آنے کا مگر......" ہاتھ سے دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے وہ حلق کے بل چلایا، ژالے کا چہرا فق ہو کر رہ گیا، یہ جہان کی تلخی اور توہین

کی انتہا تھی گویا۔

ژالے تیزی سے چھلکتی آنکھیں لئے اندھا دھند باہر بھاگی تھی اور باہر برآمدے کی سیڑھیوں پہ ٹھنڈ کی پرواہ کیے بغیر بیٹھ کر روتی رہی، موسم شدید ہوا تھا مگر وہ اندر نہیں گئی، وہ خود کو معاف نہیں کر سکتی تھی اس محبت پہ جس نے اتنی ذلت اس کا نصیب ٹھہرا دی تھی، اس رات ہوائیں بھی اس سے ٹکرا ٹکرا کر بین کرتی رہی تھیں، بارش کی بوندیں اس کے آنسوؤں کے ساتھ مل کر اپنا وجود کھوتی رہیں وہ سردی کے باعث ٹھٹھرنے لگی مگر اندر نہیں گئی، دوسری جانب جہان تھا، خود اپنے آپ سے جنگ میں مصروف، پتہ نہیں وہ خواہش کے باوجود اس کی اس انداز میں تذلیل کیوں نہیں کر پا رہا تھا جیسا اس نے سوچا تھا، پتہ نہیں وہ کیوں اتنی مقدس لگتی تھی کہ وہ اس کا احترام کرنے پہ خود کو مجبور پاتا تھا، وہ اچھی نہیں تھی بری تھی اس میں شک تھا نہ گنجائش، پھر وہ اسے برباد کرنے انتقام کی آگ بجھانے کی خواہش پہ عمل پیرا کیوں نہیں ہو پاتا تھا، ایسے میں اسے پپا اور معاذ کی باتیں یاد آتیں جو انہوں نے اس کی معصومیت اور کردار کے متعلق کی تھیں تو کچھ اور جھنجلا جاتا حالانکہ پرسوں رات جب اس نے اس کے اسی پاکیزگی اور معصومیت کو پرکھنے کو ایک حربہ آزمایا تھا تو کتنا گھبرا گئی تھی وہ، جہان نے جو موی لگا کر اسے دیکھنے پہ مجبور کیا تھا، وہ اس قابل ہرگز نہیں تھی کہ وہ خود بھی دیکھ سکتا مگر اس نے ژالے کو اس کام پہ مجبور کیا تھا، وہ اس کی سوچ اور ارادے سے انجان تھی عام موی سمجھ کر بھی وہ انکار کرتی رہی تھی۔

"مجھے مویز پسند نہیں ہیں شاہ! میں نے کبھی مویز نہیں دیکھیں۔" جہان کو ظاہر ہے اس کی بات پہ یقین نہیں آسکا تھا، جبھی ہونٹوں کی تراش میں تلخی بھری مسکان بکھر گئی تھی۔

"یہ موی کچھ الگ ہے، آئی ایم شیور تمہیں پسند آئے گی۔" اس کے اتنے اصرار کے آگے ژالے نے ہار تسلیم کر لی تھی، مگر جب موی سٹارٹ ہوئی تو پہلی نظر ڈال کر ہی ژالے نے فق چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا اور پھر فی الفور اس سے بھی نگاہ پھیر لی تھی، جہان نے دیکھا تھا اس کا چہرا دھواں دھواں تھا اور ہونٹوں پہ کپکپاہٹ تھی کچھ کہے بغیر وہ منہ پہ ہاتھ رکھے جیسے ہی اٹھ کر بھاگی جہان نے سرعت سے اسے دبوچ لیا تھا۔

"مجھے چھوڑ دیں، جانے دیں مجھے۔" وہ وحشت زدہ سی چیخ اٹھی تھی، اس کا سارا وجود تیز ہواؤں کی زد پہ آئے ہوئے پتے کی طرح سے لرزتا تھا۔

"کیوں جانے دوں؟ یہ سب کچھ تمہارے لئے ہر گھر میں نیا نہیں ہے، جبھی تو تم سے اپنے جذبات نہیں سنبھالے گئے اور تم نے اتنی گھٹیا پلاننگ کر کے مجھے حاصل کر لیا، بہت پسند تھا نا میں تمہیں؟ اب ہوں تمہارے پاس، اپنی اداؤں سے راغب کرو نا مجھے اپنی طرف۔" وہ برس پڑا تھا، اس کے آہنی ہاتھوں کا وحشیانہ دباؤ ژالے کی ساری مزاحمتی صلاحتیں بے کار کر رہا تھا مگر وہ پھر بھی اس کی گرفت میں مرغ بسمل کی طرح سے تڑپ اٹھی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں شاہ! میں ایسی نہیں ہوں، میں قسم کھا سکتی ہوں آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔" وہ کتنی شدتوں اور بے قراری سے روتی اپنی صفائیاں پیش کرتی رہی تھی، جہان نے طیش نفرت اور برہمی کے عالم میں اس کے منہ پہ زناٹے دار تھپڑ پے درپے مارے تھے۔

"تم سولی پہ چڑھ کر بھی مجھے اپنی بے گناہی کا یقین دلاؤ گی تو میں یقین نہیں کروں گا، اب دفع ہو

جاؤ یہاں سے۔" جہان نے شدید جھلاہٹ کی کیفیت میں اسے بیڈ سے دھکیل دیا تھا، وہ منہ کے بل گری تھی مگر پلٹ کر دیکھے بغیر وہاں سے بھاگ گئی تھی، جہان کے اندر ایک عجیب سی کیفیت اتر آئی تھی، اگر وہ واقعی نفس پرست تھی تو پھر اس موقع پہ اس سے وہ اپنی اصلیت چھپا نہیں سکتی تھی کہ اس جیسے مردانہ وجاہتوں کی سحر انگیزی سے بھرپور مرد کے ساتھ اس ماحول اس درجہ قربت میں بھی وہ بہکنے کی بجائے ہراساں اور سراسیمہ ہوتی رہی تھی حالانکہ وہ اس کا محرم تھا، وائے......؟ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہوتا رہا، وہ واقعی معصوم تھی یا پھر بہت گھاگ اور پختہ تھی اپنے کام میں، مگر جانے کیوں دوسری بات پہ دل آمادہ نہیں ہوتا تھا، وہ جھنجلاتا رہا تھا، اسے اس حرکت کے اس پرکھ کے بعد ژالے کے مقابلے میں اپنا وجود بونا سا لگنے لگا تھا، وہ تو شبنم کی طرح پاکیزہ تھی، اس کی دعوت برائی پہ بھی نہ بہکنے نہ بھٹکنے والی، جہان کو اس کی یہ مضبوطی ہی خار دلا رہی تھی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی، اندازہ غلط ثابت ہوا تھا تو گویا وہ جھوٹا ثابت ہوا تھا، اس کی انا کو یہ گوارا نہیں تھا، جبھی وہ اس کے وجود کے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا، اس دن سے اب تک وہ اسی تلخی اسی کڑواہٹ میں مبتلا تھا، یہ ذہنی خلفشار ہی تھا جو بخار کی صورت ظاہر ہوا تھا اور اس نے اپنی کچھ اور کڑواہٹ اس پہ نکال دی تھی مگر اب آرام سے سونے کی بجائے بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا تو وجہ اس کی فطری، رحمدلی اور خدا ترسی ہی تھی، آج تک اس نے بے جا کسی پہ زیادتی کی تھی نا دانستہ دکھ پہنچایا تھا، مسز آفریدی کی حرکات نے اسے منتقم مزاج ضرور بنایا تھا مگر اس کے اندر کی اچھائی بہرحال ختم نہیں ہوئی تھی، کچھ دیر مزید کروٹیں بدلتے رہنے کے بعد وہ بالآخر بستر چھوڑ کر اٹھ گیا، ژالے کی تلاش میں پہلے اس نے ساتھ والا کمرا دیکھا تھا، جہاں تاریکی تھی، اس نے لائٹ آن کی، کمرا سنسان اور بستر بے شکن تھا، جہان کا دل دھک سے رہ گیا، اگر وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی تو پھر کہاں تھی، وہ سرعت سے باہر آیا تو باہر کی سرد ہواؤں نے اس کی شرٹ کے بغیر وجود کو یکدم ٹھٹھرا کے رکھ دیا مگر وہ پرواہ کیے بنا ایک ایک کمرا دیکھتا تیزی سے برآمدے کی جانب آیا تھا، وہاں اندھیرا تھا اور بارش کی بوچھاڑ کے باعث نمی کا احساس معاً نیم تاریکی میں اسے ٹھوکر لگی تھی جہان نے گرنے سے سنبھلنے کی خاطر ستون کا سہارا لیا تھا، تب ہی اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی وہ اسے نظر آ گئی تھی۔

"ژالے!" وہ بری طرح جھلایا مگر جواب ندارد تھا، جہان نے غصے میں اس کا کاندھا جھنجھوڑ ڈالا جس کے نتیجے میں وہ ایک طرف کو لڑھک گئی تھی، جہان کی ریڑھ کی ہڈی میں کسی خیال نے سرد لہر دوڑا دی تھی، اس کے سرد وجود کو بانہوں میں سنبھالے وہ تیزی سے اندر لپکا تھا، کمرے میں لا کر اسے لٹایا اور کمبل اوڑھنے کے بعد پلٹ کر ہیٹر کی اسپیڈ بڑھائی تھی، وہ بالکل سن ہو رہی تھی سردی کے باعث ہونٹ بھی نیلے تھے اور سانس تھم تھم کے آ رہی تھی، جہان کو تو صحیح معنوں میں لینے کے دینے پڑ گئے تھے، گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں وہ اسے ہوش میں لانے کو مختلف تدابیر کرتا رہا تھا، تب کہیں جا کے اس کی حالت سنبھلنے لگی تھی، جس پل اس نے لرزتی پلکوں والی آنکھوں کو نیم وا کر کے جہان کو دیکھا وہ اس کی پیشانی پہ بام کا مساج کر رہا تھا۔

"وہاں اتنی ٹھنڈ میں جا کر اس لئے بیٹھ گئیں تھیں کہ مر مرا کے مجھے پھانسی کے پھندے پر چڑھا جاؤ، یعنی جاتے جاتے بھی میرے لئے مصیبت کھڑی کرنا ضروری تھا۔" وہ اتنا جھلاہٹ زدہ تھا کہ اس کی حالت کی پرواہ کیے بغیر ڈانٹتا چلا گیا تھا، ژالے نے جواب میں کچھ نہیں کہا، وہ بس اس احساس اس

توجہ کو محسوس کرتی وجود میں زندگی کے احساس کو بیدار ہوتا پاتی رہی تھی۔

"ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ یہ خودکشی میں تمہیں کرنے دیتا مگر میں تمہاری طرح گمراہ ہوں نہ ہی بے حس، آج تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں اس لئے یہاں لیٹی رہو، کل اپنی جگہ پہ چلی جانا۔" اس نے احسان جتلانا ضروری سمجھا تھا، ژالے پھر بھی کچھ نہیں بولی، بس اسے دیکھتی رہی، جہان نے لیٹنے کے بعد آنکھوں پہ بازو رکھ لیا، اس کا غضب کی مردانگی لئے شاندار سراپا بھرپور تحفظ اور اپنائیت کا احساس دلاتا اس کے نزدیک تھا، وہ اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوتی رہی، پھر جب اس نے اپنے طور پہ یہ محسوس کیا تھا کہ وہ سو گیا ہے تو ژالے بہت آہستگی سے اپنی جگہ سے سرکی تھی اور درمیانی فاصلہ گھٹا کر اس کے نزدیک آ گئی، اپنا سر اس کے کاندھے پہ رکھا تھا اور مسکراتے ہوئے سکون سے آنکھیں موند لیں، اس کے بعد وہ اتنی مطمئن ہوئی تھی کہ اسے گہری نیند کی آغوش میں اترنے میں محض چند منٹ درکار تھے اور جہان جو سو نہیں رہا تھا، اس کے اس طرح نزدیک آنے پہ سناٹے کی زد پہ آ گیا تھا دم سادھے اس کے اگلے اقدام کا منتظر تھا مگر چند لمحوں بعد اس کے ہموار سانسوں کا زیر و بم اس کی گہری نیند کا پتہ دینے لگا تو جہان کے جسم کا تناؤ ڈھیلا پڑ گیا تھا، اس نے گہرا سانس کھینچا تھا، نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں اس کے ساتھ لگ کر بے خبر سوئی، وہ بے حد نازک سی لڑکی اپنی تمام تر معصومیت اور پاکیزگی کے ساتھ اتنی دلربا لگ رہی تھی کہ اسے دیکھتے جہان کو ایک بار پھر معاذ اور پپا کی باتوں کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی، اس کا ذہن الجھاؤ اور تناؤ کا شکار ہونے لگا تو بے اختیار سچائی اور حقیقت کی آگاہی کی خدا سے درخواست کرنے لگا تھا۔

☆☆☆

"آج آپ کو ڈاکٹر شائستہ کے پاس بھی جانا ہے بیٹے، ذرا آرام کر لو تاکہ شام تک فریش ہو جاؤ۔" وہ ابھی کالج سے لوٹی تھی، معاذ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ وہ ان کے پاس کچن میں آ گئی تھی، چہرے پہ صرف تھکن ہی نہیں تھی وہ نڈھال بھی لگتی تھی۔

"آج بھی طبیعت ٹھیک نہیں رہی آپ کی۔" انہوں نے فریش جوس کا گلاس اس کے آگے رکھا اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"وومیٹنگ ہوتی رہی بار بار، سب لڑکیاں وہاں میرا مذاق اڑاتی ہیں مما! مجھے بہت اکورڈ لگتا ہے، کتنا کہا تھا نہیں جانا مجھے مگر زبردستی......" اس کی زبان کو ایکدم بریک لگا، معاذ کچن کے دروازے میں کھڑا تھا، پرنیاں نے گالوں پہ پھسل آنے والے آنسوؤں کو رخ پھیر کے صاف کیا۔

در پردہ رقیبوں سے گلے شکوے نہیں اچھے
تمہیں جو بھی شکایت تھی ہمارے روبرو کرتے

وہ گلا کھنکارتا ہوا اندر آ گیا، مما نے خود کو رقیب کہنے پہ اسے گھورا پھر ہنسی دبا کر اسے ایک دھپ لگائی تھی۔

"شرم تو نہیں آتی آپ کو معاذ ماں کو دشمن بنا لیا؟"

"کیا کروں مام! یہ شعر کچھ ایسے تھا نا۔" وہ سر کھجا کر کہہ رہا تھا۔

"انہیں گلوکوز پلائیں مام اور ساتھ میں یہ تسلی بھی دے لیں کہ ایگزیم کی ڈیٹ شیٹ کنفرم ہو گئی ہے، جلدی جان چھوٹ جائے گی بجھ سمیت پڑھائی سے بھی۔" اس کا لہجہ بے پناہ سرد ہو گیا تھا، مما نے دہل کر

اسے دیکھا۔

"معاذ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ خدا سے معافی مانگو، اللہ عمر دراز عطا فرمائے آپ کو۔" وہ جیسے روہانسی ہو گئی تھیں، معاذ کی سلگتی نگاہیں پرنیاں پر تھیں، جو سر جھکائے ساکن بیٹھی تھی۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہیں مما! میں کوئی مرنے ورنے کی بات نہیں کر رہا، انہیں ہر وقت پڑھائی کی وجہ سے تنگ کرتا ہوں نا، اس لئے تسلی دے رہا تھا۔" اس نے مما کی تشفی کرائی تھی، مما نے گہرا سانس بھر لیا۔

"نماز کی تو بہت پابند ہیں آپ، دعا کیوں نہیں مانگتیں کہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ جائے، ہر معاملے میں کتنا جبر کیا ہے نا میں نے آپ پہ۔" مما کسی کام سے باہر گئیں تو معاذ نے اس کے روبرو آ کر میز کی سطح پہ دونوں ہتھیلیاں جمائیں اور جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہوا زہرخند سے بولا تھا، پرنیاں کے جیسے دل پہ کسی نے بے دردی سے خنجر پھیر دیا، اس نے تڑپ کر آنسوؤں سے چھلکتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"پلیز انف۔" اس کے ہونٹ کانپے تھے اور دو آنسو بہت بے تابی سے گالوں پہ پھسل گئے۔

"کیا پلیز......؟ ان آنسوؤں کی وضاحت ضرور کیا کرو، بہت اریٹیٹ کرتے ہیں مجھے۔" اس کا لہجہ ہنوز سرد مہر اور بیگانہ تھا، پرنیاں کے آنسوؤں میں شدت آ گئی۔

"دکھ بھی اسی بات کا ہے، آپ نے مجھے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی، خود پرست لوگ آپ جیسے ہی ہو سکتے ہیں۔" اس نے بھراہٹ زدہ آواز میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

میری لغزشیں نہیں گنا کرو
میری غلطیاں نہ چنا کرو
یہ قدم قدم کی حدود کیا
میرے ساتھ ساتھ چلا کرو
میں کھلے مزاج کا شخص ہوں
میں تکلفات سے ماورا
یہ جو مہربانی کا لفظ ہے
اسے تم نے مجھ سے کہا کرو
کہیں تم نہ ہو جاؤ بے سکوں
کوئی بد دعا نہ تمہیں لگے
یہ جو کھوئے کھوئے سے لوگ ہیں
انہیں دیکھ کے نہ ہنسا کرو
یہ دعا ہے رب رحیم سے
تیری تازگی کو خزاں نہ ہو
یہ بہار تجھ سے جلا کرے

سدا مسکراتے رہا کرو

☆☆☆

اے چاند سنو کچھ بات کہو
تیری بات چلے میری رات کٹے
بات کرو اس لہجتی کی
بادل، بارش اور مستی کی
یا بات کرو اس بندھن کی
پائل، چوڑی اور کنگن کی
یا بات کرو ان سپنوں کی
جنہیں تم بھی سوچا کرتے ہو
خوابوں میں پوجا کرتے ہو
یا ہوا میں اڑتے آنچل کی
جو جب لہرائے کچھ یاد دلائے
تیرا چین چرائے تیری نیند اڑائے
تم مجھ سے کہو کچھ بات کرو
تیری بات چلے میری رات کٹے

زینب نے بے دلی سے پردہ چھوڑ دیا، تب سے نگاہ کے سامنے کہر میں لپٹا ہوا چاند پردے کی اوٹ میں چھپ گیا اور اس کی آنکھوں سے ستارے بکھرنے لگے، زندگی عجیب سے مقام پہ آ کر جیسے منجمد ہو گئی تھی، تیمور خان جہان کی شادی پہ تو شریک ہوا ہی نہیں تھا بعد میں ڈیڑھ مہینہ ہونے کو آیا تو وہ اسے لینے نہیں آیا تھا اور زینب سب سے نظریں چراتے پھرتی، اس نے متعدد بار تیمور سے خود ڈھیٹ بن کر کہا تھا کہ اگر اس کے پاس ٹائم نہیں ہے تو وہ خود آ جائے گی تیمور نے ہر بار سختی سے ٹوک دیا تھا۔

''میں کہہ رہا ہوں نا زینب ڈلیوری تک تم وہیں رہو گی، ہر تیسرے دن تمہاری طبیعت بگڑی رہتی ہے مجھے ہی لے کر اتنی دور ہاسپٹل بھاگنا پڑتا ہے، سہولیات سے عاری ہیں یہاں سارے ہاسپٹلو تم جانتی تو ہو۔'' وہ کیسے جھلا جھلا کر کہہ رہا تھا، زینب کو خفت کے ساتھ سبکی اور توہین بھی محسوس ہونے لگی تھی۔

''ہمارے ہاں یہ رسم ہے تیمور کہ لڑکی پہلی بار ڈلیوری کے موقع پہ والدین کے گھر ہی آتی ہے مگر وہ لوگ خود شگن وغیرہ کی رسمیں ادا کر کے لے جاتے ہیں۔'' وہ منمنائی ہی تھی، یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ اسے پہلے ہی دھکا دے چکا ہے۔

''ہاں تو کیا فرق پڑتا ہے اگر تم خود چلی گئیں، اتنی دور کا سفر اس حالت میں بار بار کرنا تمہارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، تمہیں خود بھی سوچنا چاہیے۔'' وہ اسے ڈانٹنے ڈپٹنے لگ گیا تھا اور زینب کی آنکھوں سے بے مائیگی کے احساس سے پانی بہنے لگا تھا، وہ کیسے اس اجڈ بے حس انسان کو سمجھاتی کہ اس کی عزت نفس کس حد تک مجروح ہو چکی ہے، گو کہ یہاں سب نے اسے سر آنکھوں پہ بٹھایا ہوا تھا کسی نے اسے اس کے غلط فیصلے پہ سرزنش کر کے زخموں پہ نمک پاشی نہیں کی تھی بلکہ زخموں پہ مرہم رکھنے کی اپنی سی

کوشش میں مصروف تھے یہ تو زینب ہی تھی جو حساسیت اور ملال کے احساس میں گھرتی سب سے کٹتی جا رہی تھی، دن میں کتنی مرتبہ وہ تیمور کے کسی میسج یا پھر کال کی امید میں سیل فون کو چیک کرتی مگر اس کی امید کبھی بر نہیں آئی تھی، تیمور خان کے محبت کا پر زور دریا اتر گیا تھا، یا شاید وہ محبت تو تھی ہی نہیں اس جذبے یا احساس میں ہوس اور خواہش کا دارومدار زیادہ تھا تبھی بہت جلد وہ اس کے لئے بے کشش ہو گئی تھی، جبکہ زینب کی زندگی میں آنے والا تو وہ وہی تھا جس نے اس کی ساری خواہشیں اور امیدیں ہی نہیں خواب بھی وابستہ ہوئے تھے وہ ان کے ٹوٹنے پہ خود بکھرنے کے عمل سے دوچار تھی، وہ بہت تھکے ماندہ سے انداز میں بیڈ پہ آ کر بیٹھی تو اس کا سانس بری طرح سے پھولا ہوا تھا، اس کی ڈلیوری نزدیک تھی تو آج کل ذرا سی مشقت بھی اس کو بے تحاشا تھکن سے دوچار کر دیا کرتی تھی، بستر کے کونے پہ پڑے سیل فون کو اٹھا کر اس نے کچھ تذبذب کی کیفیت میں تیمور خان کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

''ہاں زینب بولو......؟'' پہلی سے دوسری بیل پہ کال ریسو کر لی گئی، زینب ایکدم کانشش ہوئی تھی، اسے تو سرے سے اس کی امید نہیں تھی کہ وہ اس کی کال پک کرے گا۔

''کیسے ہیں تیمور آپ؟'' گو کہ اس کے اندر دبا دبا جوش امڈ آیا تھا مگر وہ اس سے بات کرتے وقت اب بہت محتاط رہا کرتی تھی۔

''فائن! تم کیسی ہو؟'' آج وہ اسے مسلسل حیران کرنے پہ تلا ہوا تھا، زینب بے ساختہ مسکرائی۔

''آپ یاد آ رہے تھے تو سوچا بات کر لوں۔'' زینب نے گویا وضاحت دی جواب میں وہ اس سے کوئی خوبصورت سی بات سننے کی متمنی تھی۔

''اوہ میں سمجھا ہمارا ولی عہد دنیا میں تشریف لے آیا ہے، تم مجھے خوشخبری سنانے لگی ہو۔'' تیمور کا لہجہ ہی نہیں انداز بھی بجھ سا گیا تھا، صرف تیمور نہیں خود زینب بھی بجھ کر رہ گئی۔

''ڈلیوری میں تو ابھی خاصے دن ہیں، آپ کو بتائی تو تھی میں نے ڈیٹ۔'' اس نے مدھم مگر شکستہ آواز میں کہا تھا، تمام ارمانوں پہ جیسے اوس پڑ گئی تھی۔

''مجھے کہاں یاد رہتا ہے، خیر تم بتا دینا اس وقت مجھے۔'' وہ بے نیازی سے بولا تھا جس میں مخصوص قسم کا شاہانہ پن تھا۔

''آپ آ جائیں نا تیمور مجھے ملنے کے لئے۔'' وہ بے ساختگی میں کہہ گئی، اتنی رکھائی کے مظاہرے کے بعد اس کی گنجائش نہیں تھی مگر بات صرف انا کی ہی تو نہیں تھی، اسے یہاں بھی اتنے بہت سارے لوگوں میں اپنا بھرم قائم رکھنا تھا جو اسی صورت ممکن تھا۔

''دماغ درست ہے تمہارا؟ ایک ہفتہ ہے تمہاری ڈلیوری میں اور میں اس ایک ہفتے میں بار بار خوار ہوتا پھروں۔'' وہ جھڑکتے ہوئے اچھے خاصے توہین آمیز انداز میں کہہ رہا تھا، زینب کا چہرا خفت اور تذلیل کے احساس سے جل اٹھا، بنا سوچے سمجھے اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی تھی اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ سیل فون پٹخ دیا تھا، ایک بار پھر وہ زار و قطار رو رہی تھی، اگلے لمحے وہ ایک دم دوہری ہو گئی، اس کی طبیعت اچانک بگڑنا شروع ہو گئی، ہر لمحہ اس کی کربناک چیخیں بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھیں۔

☆☆☆

کسی کی یاد دل میں ہے کوئی احساس باقی ہے

بدلتے موسموں کے درمیاں اک راز باقی ہے
ابھی تو میں سفر میں ہوں ملیں گی منزلیں مجھ کو
مگر ان راستوں کے درمیاں اک ساتھ باقی ہے
کہیں پر شام ڈھلتی ہے کہیں پہ رات ہوتی ہے
ابھی تو چاندنی ہے چاند کی رات باقی ہے
چلے آؤ کسی دن تم ہمارا حال بھی دیکھو
ہمارا جسم مردہ ہے مگر اک سانس باقی ہے
امید ہے پھر بھی ملے گا وہ ہمیں اک دن
بھروسہ ہے خدا پر خدا کی ذات باقی ہے

وہ کچن میں کھڑی چکن روسٹ تیار کر رہی تھی جب جہان بہت عجلت میں وہاں آیا تھا۔

''مجھے ایمرجنسی میں کراچی جانا پڑا ہے، بیگ تیار کر دو میں تب تک ٹکٹ کنفرم کراتا ہوں۔'' ژالے نے برنر آف کیا پھر اس کی جانب پلٹی تو چہرے پہ حیرانی کے ساتھ کچھ پریشانی اور تشویش کے بھی آثار نمایاں تھے۔

''خیریت ہے نا وہاں؟'' جہان جو پلٹ چکا تھا اس سوال پہ ذرا سا تھم گیا۔

''زینب ہاسپٹل میں ہے، طبیعت کچھ زیادہ خراب ہے، ویسے بھی میرا یہاں کا کام مکمل ہو چکا ہے۔'' جہان کے لہجے میں ٹھہراؤ اور رسانیت تھی، ژالے کچن یونہی چھوڑ کر بیڈ روم میں آ گئی تھی اور بہت عجلت بھرے انداز میں جہان کے ساتھ اپنی ضرورت کی چیزیں بھی بیگ میں رکھی تھیں۔

''تمہیں اپنی مما سے ملنا ہوگا، اپنے کپڑے الگ کر لو، میں جاتے ہوئے تمہیں وہاں چھوڑ دوں گا۔'' جہان نے اپنی تیاری کرتے دیکھ کر ہی ٹوکا تھا، ژالے ایک دم ساکن ہو کر رہ گئی۔

''میں ممی سے پھر مل لوں گی شاہ! اس وقت مجھے آپ کے ساتھ جانا چاہیے۔'' جھکی نظروں کے ساتھ وہ جب بولی تو اس کے لہجے میں التجا سی تھی، جہان نے کچھ دھیان سے اسے دیکھا تھا۔

''میرا روز روز لاہور آنا نہیں ہوتا، پھر نہ کہنا کہ......''

''آپ پریشان نہ ہوں، میں ممی سے فون پہ بات کر لوں گی۔'' ژالے نے کچھ عجلت بھرے انداز میں جواب دیا تھا، حالانکہ جہان کے لہجے و انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ساری بات اس پہ ڈال رہا تھا پھر بھی وہ بغیر کسی شکایت و شکوے کے جیسے ہر حال میں مگن اور مست تھی، کیا شے تھی وہ۔

ایک پل کو تو جہان کو اچھی خاصی حیرت نے آن لیا تھا، پھر اس نے کاندھے اچکا دیئے۔

''یہ لباس ٹھیک رہے گا آپ کے لئے؟'' ژالے نے اس کے لئے ایش گرے سوٹ نکالا تھا اور اب سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''یہ وقت لباس کی چوائس میں برباد کرنے کا نہیں ہے، ان چکروں میں نہ پڑیں۔'' اس کے ہاتھ سے ہینگر جھپٹتے ہوئے وہ جھلا کر کہتا واش روم میں گھس گیا، ژالے کے چہرے پہ اس کے بے اعتناد اور بے حد روکھے انداز پہ تغیر سا پھیل گیا، وہ جان اور سمجھ سکتی تھی جہان اس وقت کس درجہ حساس اور مضطرب ہو سکتا تھا، بات زینب کی تھی جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی، اس کا سکون تو اسی ایک خبر نے لوٹ

لیا تھا گویا، اس نے گہرا سانس بھرا اور تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بھاگی، ابھی اسے خود بھی تیار ہونا تھا، وہ جہان کو شکایت اور خفگی کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

''سنیئے، ہاسپٹل جا رہے ہیں تو مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔'' معاذ فون پہ مصروف گفتگو سیڑھیاں اتر رہا تھا جب پرنیاں اس کے پیچھے بھاگی آئی تھی، معاذ نے پلٹ کر سلگتی بھڑکتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں کسی کی بات کا اثر کیوں نہیں ہوتا پرنیاں؟ کتنی بار تمہیں کہا ہے چلنے پھرنے میں احتیاط کیا کرو، ہر وقت کڈ کڈے لگاتی پھرتی ہو، بچی نہیں ہو تم کہ بات بات پہ ٹوکنا اور سمجھانا پڑے، اگر اس بچے سے جان چھڑانا چاہتی ہو تو سیدھا سیدھا ابارشن کرا دو۔'' سیل کان سے ہٹا کر وہ جیسے اس پہ برس پڑا تھا، پرنیاں نہ صرف وہیں ٹھٹک کر رک گئی بلکہ متغیر ہوتی رنگت کے ساتھ ہونٹ بھی بھینچ لئے تھے، معاذ سخت نالاں سا اسے دیکھ رہا تھا، کالج میں بھی وہ اس کی غیر ذمہ داری اور لاپرواہی پہ اکثر کلسا کرتا تھا، وہ خود ڈاکٹر تھا اور اس معاملے کی احتیاط سے اچھی طرح آگاہ، پھر اپنے بچے کے متعلق اس کی حساسیت بھی کمال درجے کی تھی، پرنیاں کی لاپرواہی کے یہ مظاہرے اس لئے بھی اسے چڑاتے تھے کہ وہ پرنیاں سے بدگمان رہتا تھا۔

''اب کہاں جا رہی ہو، چلنا نہیں ہے کیا؟'' پرنیاں لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ مڑی تو معاذ نے جلدی سے اس کا بازو پکڑ کر روکا، اس کی آنکھوں سے برسنے کو تیار آنسو بھی اس کی نگاہ میں سمائے بغیر نہیں رہ سکے تھے، ایکدم ہی اسے اپنے رویئے کی بدصورتی کا احساس ہو گیا تھا۔

''چھوڑیں مجھے، آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔'' وہ جیسے رو ہی پڑی تھی، اس کے صبیح چہرے پہ آنسو یوں بکھرے تھے جیسے گلاب کے پھول پہ شبنم کے قطرے۔

''اگر نہیں جانا تھا تو پھر مجھے روکا کیوں تھا؟ سیانے کہتے ہیں کسی کا راستہ نہیں کاٹنا چاہیے۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر گویا ہوا، پرنیاں کو جیسے آگ سی لگ گئی۔

''گلا گھونٹ دیں میرا اس جرم کی سزا کے طور پہ۔'' وہ آنسو پونچھے بغیر چیخی۔

''ضرور گھونٹوں گا مگر ابھی نہیں، تم سے اپنا بچہ لینے کے بعد، بہت حساب نکلتے ہیں تمہاری طرف انہیں چکانا تو پڑے گا تمہیں۔'' معاذ نے جارحانہ انداز میں اسے بازو کے حصار میں لے کر جھٹکا دیتے ہوئے پھنکار کر کہا، پرنیاں یکلخت سرد پڑنے لگی تھی سفاکی اور خود غرضی کے اس مظاہرے پہ۔

''مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا، چھوڑیں مجھے۔'' معاذ یونہی اسے دبوچے بلکہ ایک طرح سے اٹھائے سیڑھیاں اترنے لگا تو پرنیاں حواسوں میں لوٹتی ہوئی برہم ہو گئی۔

''ابھی کچھ عرصہ تو تمہیں مجھے برداشت کرنا ہی پڑے گا، پھر اس کے بعد ہم اپنی زندگی کا فیصلہ بھی کر لیں گے، تمہیں جو بھی راہ منتخب کرنی ہو گی تمہیں آزادی حاصل ہو گی، میں بھی زبردستی کسی کو ساتھ لٹکائے رکھنے کا قائل نہیں رہا۔'' معاذ نے اس کی آنکھوں میں اپنی سرد نظریں گاڑھ کر بہت واضح انداز میں جتلایا تھا، سیڑھیاں اترنے کے بعد اس نے اپنا بازو ہٹا لیا تھا اور خود مضبوط قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا، پرنیاں بے جان سی ہوتی وہیں بیٹھ گئی، اس دن اس نے خود سے ایک عہد کیا تھا، معاذ کی کسی بھی زیادتی پر احتجاج بلند نہ کرنے کا عہد، بہرحال وہ اس پوزیشن میں نہیں تھی، اب کہ وہ اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑنے کا

سوچتا۔

☆☆☆

یہ شیشوں کے سپنے
یہ دھاگوں کے رشتے
کسے ہے خبر کہ کہاں ٹوٹ جائیں
محبت کے دریا میں تنکے وفا کے
کسے ہے خبر کہ کہاں ڈوب جائیں
لگائے ہیں ہم نے بھی خوشیوں کے پودے
مگر کیا بھروسہ یہاں بارشوں کا
یہ ممکن ہے پودے کہیں سوکھ جائیں
جنہیں دل سے چاہا
جنہیں دل سے پوجا
نظر آ رہے ہیں وہی اجنبی سے
سنو اپنا دل دے کے مضبوط رہنا
کیا خبر لینے والے کہاں بھول جائیں

وہ بے دم نڈھال سی بستر پہ لیٹی ہوئی تھی، صبح دم اس کی طویل اور کربناک آزمائش ختم ہوئی تھی اور قدرت نے اسے اپنی رحمت عطا فرمائی تھی، وہ ان رحمتوں میں سے ایک رحمت جس کے بارے میں خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ میری رحمت ہیں مگر لوگ اسے زحمت سمجھیں گے، یہاں بھی اس رحمت کو زحمت سے تعبیر کر لیا گیا تھا، وہ خدا کی رحمت سے منہ موڑنے والی نہیں تھی مگر تیمور کے ردعمل کو سوچ کر اتنی خائف ہوئی تھی کہ خوشی منانا بھول گئی، آنسو بے اختیار اس کی حراساں آنکھوں سے بہہ نکلے تھے، حالانکہ یہاں سب نے صحیح سالم اور خوبصورت بچی کی پیدائش پہ نہ صرف خدا کا شکر ادا کیا تھا، بلکہ باقاعدہ خوشی بھی منائی تھی، معاذ اور زیاد نے تو ماموں بننے کی خوشی میں پورے ہاسپٹل میں ڈھیروں مٹھائی تقسیم کر دی تھی۔

''تیمور کو فون کیا آپ نے مما!'' بچی کی پیدائش چونکہ ڈاکٹرز کی دی گئی ڈیٹ سے پہلے ہو گئی تھی جبھی تیمور کے سان و گمان تک بھی یہ بات نہیں تھی۔

''ہاں بیٹے معاذ اور زیاد بھی ان کا نمبر ملاتے رہے ہیں مگر کال ریسو نہیں ہوئی، ڈونٹ وری وہ پھر ٹرائی کریں گے۔'' مما نے اس کا گال سہلا کر تسلی دی تھی اور زینب نے تھک کر آنکھیں موند لی تھیں، وہاں باری باری سب اس سے ملنے آتے رہے، پھولوں کے ساتھ باقاعدہ وش کرتے ہوئے، زینب بجھے ہوئے دل سے مسکراتی رہی مگر دل کا بوجھ ہنوز تھا، اس کے اعصاب پہ تھکن اور نیند سوار تھی، شاید آنکھ لگ گئی تھی، جب دوبارہ کھلی تو اسپتال کے اندر صبح کی مخصوص روٹین کا آغاز ہو چکا تھا، رات دبے پاؤں چلنے والی نرسوں کی جگہ تازہ اور فریش نرسوں نے سنبھال لی، خاکروب بالٹیاں ڈنڈے سنبھالے فرش کو رگڑ رگڑ کر صاف کرنے میں لگے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں دھلی چادروں کا ڈھیر پکڑے ڈاکٹرز کی آمد سے پہلے

پہلے مریضوں کے بستر تکیوں کے غلاف تبدیل کرنے کے لئے آ پائیں، یہاں وہاں پھر رہی تھیں، رات کے سناٹے کے بعد سارا ماحول جیسے ایکدم بیدار ہو گیا تھا، زینب نے گردن موڑ کر دائیں جانب دیکھا، مما ایزی چیئر پہ بیٹھی اونگھ رہی تھیں ان سے کچھ فاصلے پہ بچی کاٹ میں بے خبر گہری نیند کی آغوش میں تھی، جانے کس سوچ اور خیال کی بدولت اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں، وہ ہونٹ کچلتی پلکیں جھپک جھپک کر آنسو اندر اتار رہی تھی جب دروازے کے باہر راہداری میں قدموں کی چاپ ابھری پھر کوئی عین دروازے میں آن ٹھہرا، زینب نے چونکتے ہوئے نظر اٹھائی اور جہان کو روبرو پا کے کچھ ثانیوں کو اسے یونہی دیکھتی چلی گئی تھی، ہلکی بڑھی ہوئی شیو، آنکھوں میں رتجگے کی سرخی کا خمار لئے، ایش گرے ٹو پیس میں وہ اپنی پر وجاہت شخصیت کے ہمراہ سامنے تھا۔

''کیسی طبیعت ہے زینب؟'' وہ نپے تلے قدم اٹھاتا بیڈ سے کچھ فاصلے پہ رک گیا، زینب کی آنکھوں میں ٹھہری نمی آنکھ کی کوروں سے نکل کر کنپٹیوں سے ہوتی تکیے میں جذب ہونے لگی، وہ چاہنے کے باوجود جہان کی بات کا جواب نہیں دے سکی۔

''آئی ایم ساری، میں کچھ جلدی میں آیا تھا جبھی کوئی فارمیلٹی نہیں نبھا سکا، بیٹی بہت مبارک ہو۔'' بیڈ کے ساتھ رکھی ٹیبل پہ پڑے ان گنت گل دستوں پہ جہان کی نگاہ گئی تو وہ کچھ خفیف سا ہو کر بولا تھا، زینب کے لبوں پہ نافہم سی مسکان لحہ بھر کو جھلک دکھلا کر غائب ہو گئی، جہان نے متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر نگاہ کاٹ پہ جا کر تھم گئی، اس نے پلٹ کر یوں زینب کو دیکھا جیسے بچی تک جانے سے قبل اس کی اجازت کا متقاضی ہو، زینب نے نگاہ پھیر لی، جہان نے رخ موڑا اور جھک کر بچی کو نرمی اور احتیاط سے اٹھا لیا، گلابی کمبل میں لپٹی روئی کے گالے جیسی وہ لمبی پلکوں اور ستارہ آنکھوں والی بے حد حسین اور من موہنی سی پری تھی گویا، جہان کی ذہنی رو اسی پل جیسے بھٹک گئی تھی۔

''یہ تو کرسٹل ڈول ہے مما جان! اسے میں لوں گا۔'' وہ سات سال کا تھا جب زینب کی پیدائش ہوئی تھی، گلابی رنگت اور ستاروں کی مانند دمکتی آنکھوں والی وہ گڑیا اسے دیکھتے ہی وہ گود میں لینے کو مچلنے لگا تھا۔

''یہ بہت چھوٹی ہے ابھی بیٹے! آپ سے گر جائے گی۔'' مما جان نے اس کی ضد کو دیکھ کر سمجھایا تھا۔

''نہیں گراتا پرامس، آپ دیں تو۔'' اس نے مچل کر کہا تھا۔

''بیٹے یہ بڑی ہو جائے گی نا پھر لے لینا۔'' مما جان اتنی چھوٹی بچی کو اس کی گود میں دینے کے خیال سے ہی خائف تھیں۔

''پرامس مما جان پھر آپ مجھے دے دیں گی نا، چلیں ابھی میں اسے آپ کی گود میں ہی پیار کر لیتا ہوں۔'' وہ تب بھی ضدی تھا نہ ہٹ دھرم، بڑوں کی بات مان لیا کرتا تھا۔

''ہاں بیٹے آپ سے پکا پرامس ہے ہم بڑے ہونے پہ آپ کو یہ گڑیا ضرور دے دیں گے ڈونٹ وری۔'' پپا جو تب ہی یہاں آئے تھے اور اس کی آخری بات ہی سنی تھی اسے گود میں بھر کے مسکراتے ہوئے کہا تھا، اسے تو تب سمجھ نہیں تھی مگر پپا نے اپنا وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کی تھی شاید تقدیر کو منظور نہیں تھا یہ ملاپ جبھی وہ خود اس فیصلے کے آڑے آ گیا تھا۔

"آپ کی بیٹی بہت کیوٹ اینڈ اٹریکٹو ہے زینی آپی بالکل آپ کی طرح۔" وہ بے اختیاری کی کیفیت میں جھک کر بچی کو چوم رہا تھا جب ڈالے کی آواز پہ چونک کر حواسوں میں لوٹا، ڈالے مما سے ملنے کے بعد زینی کی سمت متوجہ ہوئی تھی مگر جہان کی بے خودی اور آنکھوں کی وہ غیر محسوس نمی دیکھ چکی تھی جس سے شاید وہ خود بھی بے خبر تھا۔

"اسے مجھے دیجئے شاہ۔" زینب کے بعد وہ جہان کی سمت متوجہ ہوئی تو جہان خود کو پوری طرح سنبھال چکا تھا، بچی کو اسے دیا اور خود مما کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"السلام علیکم چچی جان!" مما نے جواب میں اس کی پیشانی چومی اور دعاؤں سے نوازا تھا، وہ ان سے باقی سب گھر والوں کے متعلق پوچھنے لگا۔

"آپ نے اس کا نام سوچا؟" ڈالے بچی کو گود میں لئے زینب کے پاس آ گئی تھی، زینب کے لبوں سے سرد آہ نکلی، اس نے محض سر کو نفی میں جنبش دی اور چہرے کا رخ پھیر کر آنکھیں بند کر لیں، وہ اپنی بے بسی اور کمزوری جو آنسوؤں کی صورت آنکھوں میں امڈ رہی تھی کسی پہ عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی، پھر جہان اور ڈالے ابھی وہیں تھے جب زیاد بھی نوریہ اور حوریہ کے ساتھ ماریہ کو لئے آ گیا، نوریہ نے بالخصوص زینب کو گلے لگا کر پیار کیا تھا، اس سے ملتے وقت زینب کس طرح بھی خود پہ کنٹرول نہ کر سکی۔

"شادی ایک جوا ہے نوری تم کہا کرتی تھیں نا؟ مجھے لگتا ہے میں یہ بازی ہار رہی ہوں، میری ناؤ ڈوبنے کو ہے، دعا کرنا اس سے پہلے کہ کوئی ایسی صورتحال پیدا ہو میں اس سے پہلے ہی مر......" نوریہ نے بے قراری سے اس کے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اتنی مایوس کیوں ہو رہی ہو زینی!" نوریہ نے ڈانٹا تھا، وہ دونوں ہی سرگوشیاں میں بات کر رہی تھیں، نوریہ اس کے بیڈ کے کنارے ٹکی بیٹھی تھی اور جھک کر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا، سب اپنی اپنی جگہ بات چیت میں مصروف تھے مگر جہان کی نگاہ گاہے بگاہے زینب پہ بھٹکتی تھی۔

"تیمور ابھی تک نہیں آئے، وہ فون بھی نہیں اٹھاتے۔" وہ کچھ اور بھی شدتوں سے سسک اٹھی تھی۔

"کم آن زینی، اتنی سی بات پہ تم نے بدگمانی پال لی، بری بات، جانتی ہو نا وہاں سگنلز پرابلم رہتا ہے، میں خود ٹرائی کروں گی ڈونٹ وری۔" نوریہ اسے نرمی اور محبت کے ساتھ تسلی دے رہی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے نا وہ بیٹے کے لئے کس قدر پوزیسو تھے، اب بیٹی......" اس نے وحشت بھرے انداز میں فقرہ ادھورا چھوڑ دیا، اس کی سحر طراز آنکھوں میں ہراس کا غلبہ تھا۔

"اس میں تمہارا تو کہیں بھی کوئی قصور نہیں نکلتا زینی! یہ اللہ کی رضا اور مرضی ہے، پھر اولاد تو مرد کے نصیب سے ہوتی ہے۔" اب کے نوریہ نرمی سے جھنجلائی تھی، زینب خاموش تو ہو گئی مگر اس کا اضطراب اور بیکلی ہنوز تھی، وہ نوریہ کو کیسے بتاتی کہ زمین پہ خود کو خدا سمجھنے والے لوگ ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے، وہ خوف خدا سے محروم ہوتے ہیں تب ہی ایسی باتیں کرتے ہیں اور تیمور میں کس حد تک سرکشی اور یاد خدا سے غفلت تھی یہ زینب اچھی طرح سے جان چکی تھی۔

☆☆☆

"بس کل لاسٹ پریکٹیکل ہے، اس کے بعد میں کالج کی شکل بھی نہیں دیکھوں گی۔" پرنیاں، زینب کی بیٹی کو گود میں لئے بہت ریلیکس سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"کیوں بھابھی خیریت؟ کیا وہاں لالے پہ مرنے والی لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے اور آپ کی برداشت ختم؟" زیاد نے دانستہ اسے چھیڑا تھا، پھر ہنستے ہوئے مزید گوہر افشانی کی۔

"یقیناً وہاں ہر روز آپ کو ایسے نظارے دیکھنے کو ملتے ہوں گے کہ کوئی نہ کوئی الھڑ دوشیزہ آ کر لالے سے آ کر اظہار محبت کرتی ہوں گی اور وہ جواباً آپ کی موجودگی کے باعث مصنوعی سنجیدگی کو اختیار کر کے کہتے ہوں گے۔"

ابھی کم سن ہو رہنے دو
کہیں کھو دو گے دل میرا

"مگر جیسے ہی آپ ادھر اُدھر ہوتی ہوں گی پھر سے اس دوشیزہ کو پکڑ کر تسلی دیتے ہوئے آس بندھاتے ہوں گے۔"

تمہارے ہی لئے رکھا ہے
لے جانا جواں ہو کر

اس کی بکواس پہ ایک قہقہہ پڑا تھا، پرنیاں بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی، زیاد نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو پھر متوجہ کیا۔

"ابھی بات مکمل نہیں ہوئی، دوشیزہ جواب میں ٹھنک کر مٹک کر کہتی ہوں گی۔"

نہ کم سن ہوں نہ ناداں ہوں
محبت کو سمجھتی ہوں
تمہارا کیا بھروسہ ہے
مکر جاؤ جواں ہو کر

اس نے پھلجڑی چھوڑی اور خود بھی محظوظ ہو کر ہنسنے لگا۔

"اوے ہوئے جواں ہو کر یا بڑھے ہو کر۔" اس نے کلس کر کہا تھا، یہی وہ لمحہ تھا جب وہ سب ہنس مسکرا رہے تھے، معاذ کے ساتھ تیمور خان نے ہال کمرے میں قدم رکھا تھا۔

"السلام علیکم!" جو یہاں تھا سب ہی اپنی اپنی جگہ پہ کانشس سا ہو گیا، زینب کے چہرے پہ گھبراہٹ اور خوف کا انوکھا امتزاج دیکھنے میں آیا تھا۔

"تو یہ ہے ہماری بیٹی!" بچی ابھی تک پرنیاں کی گود میں تھی، تیمور خان اسی طرح سے جھک کر بچی کو دیکھنے لگا، پرنیاں اس کی اس حرکت پہ صرف بوکھلائی نہیں بے حد جز بز بھی ہو گئی، اس کی نظر بے اختیاری اور گھبراہٹ میں معاذ کی سمت اٹھی تھی، اس کے چہرے کی ناگواری، تناؤ اور برہمی سرخی کی صورت اس کے چہرے پہ آ ٹھہری تھی، پرنیاں کی وحشت بڑھ کر رہ گئی، اس نے سٹپٹا کر بچی کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یوں تیمور کی سمت بڑھایا جیسے اس کے حوالے کرنا چاہتی ہو مگر تیمور نے دانستہ اگنور کر دیا اور بچی کو سرسری سا پیار کیا تھا، صاف لگتا تھا اس نے یہ پیار بھی محض اس لئے کیا تھا کہ بچی پرنیاں کی گود میں تھی، اس کی گھٹیا اور سطحی سوچ کچھ اور بھی مکمل کر واضح ہوئی، بھابھی اور ڈالے تیمور کے لئے چائے کا اہتمام کرنے دوڑی تھیں، مما اور مما جان اسے خصوصی پروٹوکول دینے اپنے اپنے کام چھوڑ کر وہاں پہنچیں، معاذ چہرے پہ تناؤ لئے جیسے طوعاً و کرہاً وہاں موجود تھا، پرنیاں بے حد سرعت سے اٹھی اور بچی کو مما کی گود میں دیتی خود پلٹ

کر باہر نکل گئی، وہ گلابی بے حد خوبصورت پرنٹ کے اسٹائلش سے سوٹ میں ملبوس تھی، جس کا دوپٹہ باریک شیفون کا تھا، جو سر پہ اوڑھے ہونے کے باوجود اس کے چمکدار سیاہ چمکیلے بالوں کی بل کھاتی چوٹی کو نمایاں کر کے دکھاتا تھا، تیمور کی نظروں نے اپنے مخصوص آلودہ انداز میں نظر کی آخر حد تک اس کا پیچھا کیا تھا اور معاذ کی جان جل کر خاک ہو گئی تھی، وہ بہت آف موڈ کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے نکلا تھا، تیمور کا تعلق اگر زینب سے نہ بندھا ہوتا اور یہ رشتہ اتنی نزاکت کا مظہر نہ ہوتا تو وہ تیمور کی آنکھیں نکال کر اس کی ہتھیلی پہ رکھ سکتا تھا۔

''اماں یا پھر بابا میں سے کوئی نہیں آیا ساتھ؟'' زینب اس کے ساتھ کمرے میں تنہا ہوئی تو تیمور کی خاموشی سے خائف ہو کر بہت سوچ سمجھ کر یہ سوال ہی اسے مناسب لگا تھا پوچھنے کو۔

''ایسا کون سا کارنامہ انجام دیا ہے تم نے کہ وہ تمہیں سلامی دینے کو یہاں چلے آتے؟ اونہہ بیٹی کو جنم دیا ہے محترمہ نے اور خوش فہمی ملاحظہ ہو، شکر ادا کرو کہ میں خود آ گیا ہوں۔'' وہ بھڑک کر کہتا گویا اس کے گلے پڑ گیا تھا، زینب اتنی خائف ہوئی کہ پھر کچھ بولنے کی جرأت نہیں کر سکی تھی۔

''اگر میرے ساتھ چلنا ہے تو کل تیار رہنا، ورنہ جب جی چاہے آ جانا، مجھ سے بار بار چکر نہیں لگتے۔'' وہ پھنکار کر بولا تھا، زینب کے چہرے پہ ہراسگی چھا گئی، اسے قطعی سمجھ نہیں آئی تھی اس بات کا کیا جواب دے، اس کا سیزیرین ہوا تھا ابھی تو اس سے بغیر کسی کے سہارے کے خود سے اٹھ کر بیٹھنا تک محال تھا، ساتھ کیسے جا سکتی تھی وہ، جبکہ وہ پھر نہ لے جانے کی دھمکی بھی دے رہا تھا۔

''ہم...... میں چلوں گی آپ کے ساتھ۔'' وہ اتنا سہم گئی تھی کہ یہی کہہ سکی، تیمور نے اس جواب پہ بیزاری سے اسے دیکھا تھا پھر جیب سے سگریٹ کیس اور لائٹر نکال کر سگریٹ سلگانے لگا۔

☆☆☆

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے زینب؟ حالت دیکھ رہی ہو اپنی۔'' زینب کے اس فیصلے نے سب کو ہی ہلا کر رکھ دیا تھا، مگر معاذ کو تو سنتے ہی تپ چڑھ گئی تھی، وہ اسے بلادریغ ڈانٹتے آ پہنچا تھا۔

''کچھ نہیں ہو گا مجھے لالے، پلیز مجھے جانے دیں۔'' وہ سستے ہوئے چہرے اور بھنچی ہوئی آواز کے ساتھ بولی تھی، معاذ نے بہت دھیان سے اسے دیکھا۔

''کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟ کوئی بات ہوئی ہے نا؟'' زینب نے بے ساختہ نظریں چرا لیں۔

''کون کچھ کہے گا لالہ، وہاں حویلی اماں کی طبیعت بہت خراب ہے، میرا جانا ضروری ہے۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا معاذ نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''میں سچ سننا چاہتا ہوں زینی! ورنہ تم نہیں جاؤ گی۔'' اس کا لہجہ دوٹوک اور قطعی تھا، زینب کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ سی اتر آئی۔

''کیوں نہیں جاؤں گی میں؟ یہ میرا گھر نہیں ہے، مجھے اپنا گھر آباد رکھنا ہے اور اس کے لئے کیا کرنا چاہیے مجھے، یہ میں جانتی ہوں آپ نہیں جانتے۔'' وہ ضبط کھو کر چیخ پڑی تھی، وہ سارا اضطراب وحشت اور ہیجان جو اس کے اندر سر پٹخ رہا تھا جیسے بند توڑ کر بہہ نکلا، تیمور اس وقت لان میں چائے پینے میں مصروف تھا، جبھی وہ دونوں بہت سہولت سے بات کر رہے تھے، معاذ کو شدید دھچکا لگا تھا زینب کے رویئے سے، وہ کچھ دیر حیرانی سے اسے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر زینب کو کاندھوں سے تھام لیا تھا۔

''یقیناً تیمور نے تمہیں دھمکایا ہے، تم کہیں نہیں جا رہی ہو زینب تیمور کو میں خود دیکھ لوں گا۔'' اس کے سنجیدہ چہرے پہ اتنا قہر اور آنکھوں میں اتنا خوفناک تاثر تھا کہ زینب لرز اٹھی تھی۔

''لالے پلیز...... پلیز رک جائیں، آپ تیمور کو کچھ نہیں کہیں گے، لالے...... فار گاڈ سیک رک جائیں۔'' معاذ کو آندھی طوفان کی طرح اٹھ کر باہر جاتے دیکھ کر زینب اتنی حراساں ہوئی تھی کہ زخموں اور تکلیف کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے اٹھی اس کے منہ سے نکلنے والی کراہوں اور چہرے کے تکلیف زدہ اثرات پہ ہی نہیں اس کے آخری الفاظ پہ بھی معاذ بے بس سا ہو کر رکا تھا اور واپس آ کر انتہائی عاجزی اور لاچاری کی کیفیت میں اسے تھام کر پھر سے لٹا دیا۔

''دس از ناٹ فیئر زینب، دس از ناٹ فیئر، مجھے بتاؤ کیوں ہر ستم خود پہ سہتی رہیں۔'' معاذ کا لہجہ بے حد بوجھل تھا، تو آنکھوں میں شدت ضبط نے سرخیاں پیدا کر دی تھیں۔

''یہ سب میرا اپنا کیا دھرا ہے لالے، میں کسی کو موردالزام کیوں ٹھہراؤں۔'' وہ خود اذیتی میں مبتلا ہو کر کہہ رہی تھی، معاذ نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''ہم تمہیں سزا کے طور پہ مصلوب ہونے کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے زینی، ہمیں بیگانگی کا احساس دلا کر شرمندہ نہ کرو۔''

''مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے لالے، تیمور ذرا غصے کے تیز ہیں باقی سب بالکل ٹھیک ہے ڈونٹ وری۔''

''غصے کا تیز ہونا کوئی معمولی خامی نہیں ہے۔'' وہ برہمی سے بولا تھا، زینب دلگیری سے مسکرا دی۔

''یہ خامی تو آپ میں بھی ہے لالے، پرنیاں بھی تو کمپرومائز کر رہی ہے نا، یہ سمجھوتہ ازل سے عورت کا مقدر ہے۔'' اس کے جواب پہ معاذ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

''محترمہ کے بارے میں تمہاری ہمدردی بے جا اور خیالات ہرگز درست نہیں۔'' معاذ کے تاثرات بدل گئے تھے، زینب آہستگی سے ہنس دی۔

''دیکھا آپ نے مرد ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' معاذ نے اسے غصے سے گھورنا شروع کیا۔

''لالے مرد اپنے رشتوں کے لئے گنجائش نکال لیتے ہیں مگر بیوی کے لئے ہمیشہ پوزیسو رہتے ہیں، وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی خطا کو بھی معاف نہیں کرتے، بس اتنی سی بات ہے، میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہی نوے فیصد یہی کچھ کرتے ہیں، اتنی سی بات پہ گھر تو برباد نہیں کیے جاتے۔'' وہ جیسے بہت تھک کر کہہ رہی تھی، معاذ اپنی جگہ پہ گم صم ہو کر رہ گیا۔

(اس کا مطلب زینب یہ حقیقت ہے کہ تم سب کچھ اپنی جان پہ سہہ رہی ہو۔) اس کا دل اتھاہ گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

''بات سنیں جہان بیٹے۔'' جہان آفس سے آنے کے بعد فریش ہو کر نیچے آ رہا تھا جب زینب کے کمرے سے باہر آتیں ممانے اسے پکارا۔

''جی چچی جان!'' وہ کف لنکس بند کرتا ان کی سمت آ گیا تھا۔

"بیٹے آپ ژالے کو لے کر اس کی ممی کے ہاں نہیں گئے تھے؟" سوال ایسا تھا کہ جہان کچھ جزبز ہوا تھا، اس کی خاموشی پہ مما نے اسے کسی قدر خفگی سے دیکھا تھا۔

"بہت بری بات ہے بیٹے، مسز آفریدی کیا سوچتی ہوں گی آپ کے متعلق؟" ان کی تادیبی انداز میں تنبیہ بھی تھی اور تاسف بھی۔

"آپ کو ژالے نے بتایا ہوگا؟" جہان کا موڈ یکدم آف ہوا اور آنکھیں شدت غیض سے سلگ اٹھیں۔

"بچی سے بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے مسز آفریدی نے فون کر کے شکوہ کیا ہے کہ ژالے شادی کے بعد ایک بار بھی ملنے نہیں بھیجا، جبکہ ژالے سے جب میں نے یہی سوال کیا تو وہ کہہ رہی تھی ہم ممی سے مل آئے ہیں، اب آپ بتاؤ سچ کیا ہے؟ مجھے تو لگتا ہے ہر اچھی بیوی کی طرح ژالے آپ کا پردہ رکھ چکی ہے میرے آگے۔" مما کا انداز ایسا تھا کہ جہان خفت سے سرخ پڑ گیا۔

"سوری چچی جان میں بزی اتنا تھا کہ جا نہیں سکا، ان کی بیٹی کو ملنا ہوتا تو چلی جاتی، میں منع تھوڑی کرتا۔" وہ خود کو سنبھال کر جھنجلاتا ہوا بولا۔

"آپ کی اجازت کے بغیر بچی اپنی مرضی سے کیسے چلی جاتی، جبکہ آپ اسے بھیجنے سے انکار بھی کر چکے تھے، ژالے آج کل کی لڑکیوں کی طرح تیز طرار اور بدلحاظ نہیں ہے بیٹے، خوددار بھی بہت ہے، آپ کو اس کے حقوق کا خود خیال رکھنا پڑے گا، ورنہ وہ جتنی مرضی تکلیف سے دوچار ہو جائے مگر تقاضا نہیں کرے گی، میں بچی کی نیچر کو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔" مما نے اپنی فطرت کے مطابق بہت اچھا تجزیہ پیش کیا تھا، جہان متفق نہیں بھی ہوا پھر بھی احتراماً اختلاف سے گریز برتا۔

"آپ پریشان نہ ہوں چچی جان میری وجہ سے انشاء اللہ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، میں ژالے کو آج ہی لاہور بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں۔" اس نے رسانیت آمیز لہجے میں کہہ کر گویا ان کی تسلی کرائی تھی تو مما آہستگی سے مسکرا دیں۔

"پہلی بار بچی میکے شادی کے بعد اکیلی آتی اچھی نہیں لگتی بیٹے، آپ ساتھ جانا اس کے۔"

"ابھی تو مشکل ہے چچی جان، میں لے آؤں گا جا کر، پلیز اب لے جانے پہ اصرار مت کیجئے گا۔" وہ عاجز سا ہوا تو مما مسکرا کر اس کا گال تھپتھپتیں چلی گئیں تو جہان وہیں سے پلٹ کر پھر سے اپنے کمرے میں آ گیا تھا، ژالے اسی وقت نہا کر نکلی تھی، زرد کھلے کھلے پرنٹ کے سوتی لباس میں وہ خود بھی سرسوں کا پھول لگ رہی تھی، بال سلجھاتے ہوئے اس نے جہان کو دیکھ کر اتار کر سائیڈ پہ رکھا دوپٹہ جلدی سے شانوں پہ ڈالا۔

"اپنی والدہ محترمہ کو سمجھایا ہوتا کہ اب تمہارے فراق میں آہیں بھرنا چھوڑ دیں اگر وہ تمہیں آباد دیکھنا چاہتی ہیں تو۔" وہ جاتے ہی بھڑک کر بولا تھا، ژالے کے ہاتھ سے اس کے موڈ کے پیش نظر ہیئر برش چھوٹ گیا۔

"ک...... کیا ہوا؟" وہ سخت وحشت زدہ سی ہو کر بولی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا تم سے کہ اپنی ممی کے پاس چلی جاؤ تم خود نہیں گئی تھیں، بتائی کیوں نہیں یہ بات تم نے انہیں؟" وہ پھنکارا تھا ژالے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"ممی نے آپ سے کچھ کہا؟" وہ بوکھلاہٹ اور سراسیمگی کے سب آثار چہرے پہ سجائے سہمی ہوئی سی بولی۔

"انہیں شکایت ہے کہ ہم تمہیں ملنے نہیں دیتے، خیر اپنی تیاری کرو، تم لاہور جا رہی ہو۔" وہ اسی شدید موڈ کے ساتھ بولا تھا، ژالے اسی قدر متوحش نظر آنے لگی۔

"مم...... میں ممی کو منع کر دوں گی، وہ آئندہ ایسی بات نہیں کریں گی، پلیز آپ مائینڈ نہ کریں شاہ!" وہ سٹپٹائی ہوئی سی کہہ رہی تھی اور گویا کسی بھی پل رو پڑنے کو تیار، جہان نے جھلاہٹ میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟ تمہارا کبھی بھی ان سے ملنے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟" جہان کی صبیح پیشانی پہ بل پڑنے لگے۔

"آ...... آپ کہیں گے تو نہیں ملوں گی۔" وہ بھیگی پلکیں جھپکتے ہوئے کہہ کر جہان کو ششدر کر گئی تھی۔

"دماغ ٹھیک ہے نا تمہارا؟ میں ایسا کیوں کہوں گا۔" وہ چیخ کر رہ گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں شاہ آپ ممی کو پسند نہیں کرتے، میں ہر وہ چیز چھوڑنے کو تیار ہوں جو آپکو پسند نہیں، بی کوز اسلام میں خدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کے بعد عورت پہ سب سے اہم اور ضروری شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے، شوہر اگر نہ چاہے کہ وہ اپنے والدین سے ملے تو عورت کو اجازت نہیں ہے۔" وہ جس رسان بھرے انداز میں کہہ رہی تھی جہان پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"مجھے تو تم بھی پسند نہیں ہو ژالے آفریدی، اب اس کا کیا حل ہو؟" خاصی دیر بعد وہ خود کو سنبھال کر زہریلے انداز میں گویا ہوا تھا، ژالے کا رنگ یکدم پھیکا پڑ گیا، اتنا پھیکا کہ اس کے مقابلے میں دریچے سے در آئی دھوپ بھی گویا گہری تھی، اس نے ہونٹ بھینچ کر رخ آہستگی سے پھیر لیا، شاید نہیں یقیناً وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

"اپنی تیاری کر لینا میں تمہاری سیٹ کنفرم کرا رہا ہوں۔" جہان نے نخوت بھرے انداز میں کہا، اس نے محض سر اثبات میں ہلا دیا۔

"جی بہتر۔" عام بیویوں کی طرح نہ اس زیادتی پہ بھی جھگڑا نہ احتجاج نہ ناراضگی، وہ شاید بے حس تھی۔

مما کو اسے سمجھنے میں دھوکہ ہوا تھا، وہ انا پرست اور خوددار نہیں بس بے حس تھی، جہان نے اس کے متعلق حتمی فیصلہ دیا تھا۔

☆☆☆

"مس پرنیاں نہیں ہیں ٹیبل پہ، انہیں کھانا نہیں کھانا؟"

یہ رات کا وقت تھا اور شاہ ہاؤس کے ڈائننگ ہال کی وسیع و عریض ٹیبل کے گرد تقریباً سبھی مرد براجمان تھے جو خواتین غیر حاضر تھیں وہ کچن میں آخری مراحل میں کام نپٹا رہی تھیں اور یہیں آنے والی تھیں، انہی میں پرنیاں کا بھی شمار تھا، ٹیبل پہ انواع و اقسام کے کھانے خوبصورتی سے سجے ہوئے تھے یہ خصوصی اہتمام تیمور خان کی آمد کے باعث تھا، تیمور کے سوال نے ہال میں سناٹا پھیلا دیا، تیمور کی فطرت

کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی اور پرنیاں کی جانب اس کا خصوصی جھکاؤ بھی سب کی نظروں میں تھا تمام تر ناگواری کے باوجود محض رشتے کی نزاکت انہیں چپ چاپ یہ کڑوا گھونٹ پینے پہ مجبور کرتی تھی، اس وقت بھی تیمور کی اس حرکت کے جواب میں معاذ نے بامشکل اپنا غصہ کنٹرول کیا اور اس سے پہلے کہ کوئی اور جواب دیتا وہ خود سرد آواز میں بولا تھا۔

''وہ ہاسپٹل میں ہیں، نائٹ ڈیوٹی ہے آج ان کی، ایکسکیوزمی۔'' اپنی بات مکمل کرکے وہ رکا نہیں تھا، کرسی گھسیٹ کر اٹھا اور باہر نکل گیا، پرنیاں صورتحال سے بے خبر تھی کسی بھی لمحے وہ یہاں آسکتی تھی، معاذ لمبے ڈگ بھرتا ہوا سیدھا کچن کی سمت آیا تھا، پرنیاں پتیلے سے بریانی ڈش میں نکال رہی تھی، معاذ نے جاتے ہی اس کے ہاتھ سے ٹرے چھین کر سلیب پہ پٹخی اور اس کی کلائی پکڑ کر واپس مڑا تو پرنیاں سخت جزبز ہوئی تھی۔

''واٹ ہیپنڈ؟ مجھے کھانا تو اندر دے کر آنے دیں۔''

''یہ کام تمہارے لئے اتنا ضروری بھی نہیں اور لوگ ہیں نا کرلیں گے۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے پھنکارا۔

''ہاں تو اور کیا، جاؤ بھئی، رومانس کا موڈ انسان کا ہمیشہ تو نہیں ہوتا نا۔'' بھابھی نے مسکراہٹ دبا کر ماحول کو رنگین کرنا چاہا، پرنیاں کی رنگت دہک کر رہ گئی، جبکہ معاذ نے جیسے ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا۔

''اس قسم کے باریک دوپٹے جو پردے کے تقاضوں پر پورے نہ اترتے ہوں لینے سے بہتر ہے نہ لئے جائیں۔'' وہ اسے یونہی اپنے ہمراہ کھینچتا اندر لایا پھر اسے صوفے پہ پٹخ کر بے حد تلخی اور تنفر سے بولا تھا، پرنیاں نے گہرا سانس بھر کے اپنے قریب بروشے کے دوپٹے کو دیکھا تھا اور کچھ کہے بغیر اٹھ کر وارڈ روب کے خانے سے اپنی بڑی سی شال نکال لی، دوپٹہ اتار کر شال اوڑھتے وہ معاذ کے موڈ کی تباہی کا اندازہ اس کے مختلف چیزوں کی اٹھا پٹخ سے لگا سکتی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے باہر جانے کی، بیٹھو یہاں آرام سے، جب تک تیمور ہے یہاں تم ہرگز بھی اس کے سامنے نہیں آؤ گی سنا تم نے۔'' اسے دروازے کی جانب جاتے دیکھ کر وہ زور سے پھنکارا اور اپنے طیش میں اس کی جانب آیا جیسے قتل کر دینے کا ارادہ ہو، پرنیاں سہم کر بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی، محض ایک لمحے کی بات تھی اور ساری الجھن پرنیاں سے سلجھ گئی، ایک بار پھر وہ کچھ کہے بغیر واپس ہوئی تھی اور بیڈ پہ بیٹھ کر ریموٹ اٹھالیا۔

''دروازہ اندر سے لاک کر دو اٹھ کر۔'' معاذ نے باہر نکلنے سے قبل اسے نصیحت کی تھی، پرنیاں نے حکم کی تعمیل کی تھی، معاذ نیچے ہال میں نہیں گیا، وہ خود بھی تیمور کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ کچن میں چلا آیا تھا، ملازمہ دھونے والے برتن ڈائننگ ٹیبل سے کچن تک لا رہی تھی ساتھ میں بھابھی تھیں۔

''مجھے کھانا نکال کر دیں بھابھی۔'' کچن کی ٹیبل کے گرد موجود کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے اس نے بھابھی سے کہا تھا۔

''پری کو کہاں چھوڑ آئے؟ کھانا تو اس نے بھی نہیں کھایا تھا۔'' بھابھی نے بریانی کی ڈش اس کے آگے رکھتے ہوئے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالتے اہم اطلاع دی۔

''کھالے گی وہ بھی، ابھی تو مجھے دیں۔'' اس نے برا سا منہ بنایا، بھابھی نے محض سر ہلایا تھا پھر اس کے لئے سالن گرم کرکے پھلکے بنانے لگیں، ساتھ ہی انہوں نے معاذ کے لئے چائے کا پانی رکھ دیا تھا۔

''جزاک اللہ واحسن جزاء۔'' کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر وہ ان سے گرما گرم کافی کا مگ لیتے ہوئے مسکرا کر بولا تو بھابھی نے سائیڈ پہ رکھی ٹرے کی جانب اشارہ کیا جس میں انہوں نے بہت نفاست سے کھانے کے برتن ڈھک کر رکھے تھے۔

''یہ کھانا پرنیاں کے لئے لے جاؤ، ایسی حالت میں اس کا زیادہ دیر تک بھوکا رہنا مناسب نہیں ہے۔'' ان کی بات پہ معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''ملازمہ کے ہاتھ بھیجیں بھابھی، اب میں محترمہ کی اس قسم کی بھی خدمت کروں گا کیا؟'' وہ بھنا کر بدمزگی سے بولا تو بھابھی نے مصنوعی غصے سے اسے ایک دھپ لگائی تھی۔

''شرم تو نہیں آئی تمہیں، اگر وہ ہر قسم کی تمہاری خدمت کر سکتی ہے تو تم اتنا سا کام کیوں نہیں کر سکتے۔'' بھابھی نے جیسے اسے کچھ دیر قبل کا رویہ جتلایا، اپنے تئیں وہ کسی شدید غلط فہمی کا شکار تھیں، معاذ کا چہرا خفت اور شرم سے دہک اٹھا، اس نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

''اللہ کا نام لیں بھابھی بیگم، اور کچھ شرم بھی کرلیں، یعنی حد ہے بے حجابی کی بھی، آپ جیسی خواتین سے اللہ بچائے۔'' وہ خفت زدہ سا بولا، تو بھابھی نے اسے بے دریغ گھورنا شروع کیا تھا۔

''اچھا بس کرو تم جتنے شائی ہو نا سب پتہ ہے مجھے، میں ٹرے ملازمہ کے ہاتھ بھیجتی ہوں۔'' بھابھی نے اسے کچن سے دھکیلا تھا، وہ سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا، بھابھی ہنس کر ابھی بھی اسے چڑا رہی تھیں گویا۔

☆☆☆

اس نے کروٹ بدلی اور سرہانے کے نیچے پڑا سگریٹ کیس اور لائٹر نکال لیا، سگریٹ سلگا کر اس نے کش لینے کے بعد دھواں بکھیرا تو اس دھویں کے مرغولوں میں ایک شبیہ بننے لگی جو اتنی واضح تھی کہ جہان سن ہو کر رہ گیا، معاً وہ سنبھلا تھا اور سگریٹ ایک جھٹکے سے ایش ٹرے میں اچھال دیا، کمرے کے ہر گوشے ہر کونے میں گویا اس کا احساس لپٹا ہوا تھا، پتہ نہیں وہ جتنا اس کے خیال سے جان چھڑانے کی کوشش کرتا تھا وہ اس قدر حاوی کیوں ہو رہا تھا، کیا وہ اسے اپنے حواسوں پہ مسلط کر چکا تھا یا پھر اس کا عادی ہو رہا تھا، اس نے تحیر سے حیرتی کے عالم میں خود سے سوال کیا، اسے گئے آج دوسرا دن تھا، صبح جب وہ آفس جانے کو تیار ہو کر نیچے آیا تو بھابھی اسے دیکھ کر ہنسنے لگی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' وہ حیران رہ گیا تھا۔

''جہان تم نے اپنا کوٹ دھیان سے دیکھا؟ یہ پتلون کے ساتھ کا کوٹ نہیں ہے۔'' جہان ایکدم کھسیا کر رہ گیا تھا، یہ دونوں کوٹ ایک جگہ پڑے تھے اور رنگوں میں معمولی فرق تھا، وہ خاصی توجہ دیئے بغیر یہ غلطی کر چکا تھا اور اب ان سب کے مذاق کا نشانہ بننا پڑا تھا۔

''آئی تھینک تمہیں اب کوٹ پہنانے کی ذمہ داری نرالے بھابھی کی تھی، وہ گئیں تو تم نے کام غلط کرنا شروع کر دیئے۔'' معاذ بھلا کیوں پیچھے رہتا، جہان نے فی الفور کوٹ اتار دیا تھا، وہ اس سچویشن میں بے حد خفت محسوس کر رہا تھا۔

''ابھی تو بھابھی کو گئے محض ایک دن ہوا ہے اور تم اتنے بوکھلا گئے، جلدی واپس لے آنا انہیں معاملہ

سنگین نہ ہو جائے۔'' معاذ نے پھر اسے رگیدا تھا، جہان اتنا جھلایا تھا کہ ناشتہ کیے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا پھر مما سے جہان کو جو ڈانٹ پڑی وہ الگ معاملہ تھا، جہان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے دل میں ژالے جیسی لڑکی کے لئے بھی گنجائش نکل سکتی ہے، جو ناپسندیدگی کی فہرست میں شاید نہیں یقیناً پہلے نمبر پہ تھی، لاشعور طور پہ سہی مگر وہ اس کی کمی محسوس کرنے اور اس کی ذات کو بے دھیانی میں سوچنے لگتا اور پھر چونکتا تو خود کو ملامت کرنا نہیں بھولتا تھا، وہ ایسی ہی کیفیت کے زیر اثر جھنجھلاہٹ کا شکار تھا، جب معاذ اس کے بالکل سامنے آن کر بیٹھ گیا تھا۔

''بھابھی کو مس کر رہے ہو نا؟'' اس کے یقین اور پختگی نے جہان کو ششدر نہیں کیا غصہ دلا دیا تھا۔

''فضول باتیں مت کرو معاذ، میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔'' اس نے بے دریغ ڈانٹا تھا جواباً معاذ کتنے زعم سے مسکرایا تھا۔

''میں تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں جے، سو بہتر ہے خود سے بھاگنا چھوڑ دو۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' جہان کو تپ چڑھنے لگی تھی اس کی بات پہ۔

''مطلب یہ کہ تسلیم کر لو کہ ژالے آفریدی تمہیں اپنا گرویدہ کر چکی ہیں، ان میں ایسی کوالٹی تھیں جے کہ وہ کسی کو انسپائر کر سکیں۔''

''اونہہ کوئی بہت غیر معمولی حسن نہیں ہے اس کا، لاکھوں لڑکیاں ایسی آسانی سے مل سکتی ہیں۔''

''اوں ہوں میں صورت کی نہیں سیرت کی بات کر رہا ہوں، جو باکمال ہے، تم لکی ہو مان لو، تم ان کی سیرت و کردار سے انسپائر ہوئے ہو ابھی محبت کی بات نہیں کر رہا میں۔'' معاذ کا لہجہ ہنوز ٹھوس اور مدلل تھا، پھر مسکراہٹ کو دباتے ہوئے بولا تھا۔

''اعتراف میں کیا حرج ہے یار، بیوی ہیں تمہاری اور وہ نظم یاد ہے تمہیں تمہارے حسب حال ہے بالکل سناتا ہوں، بالکل یہی حال ہے تمہارا۔'' معاذ نے کہا تھا پھر اسی وقت لہک لہک کر نظم پڑھنے لگا، آنکھوں میں شرارت تھی۔

میں تمہیں چاہتا نہیں لیکن
پھر بھی جب پاس تم نہیں ہوتیں
خود کو کتنا اداس پاتا ہوں
گم سے اپنے حواس پاتا ہوں
جانے کیا دھن سمائی رہتی ہے
اک خاموشی سی چھائی رہتی ہے
دل سے بھی گفتگو نہیں ہوتی
میں تمہیں چاہتا نہیں لیکن
پھر بھی شب کی طویل خلوت میں
تیرے اوقات سوچتا ہوں میں
تیری ہر بات سوچتا ہوں میں
کون سے پھول تجھ کو بھاتے ہیں

رنگ کیا کیا پسند آتے ہیں
کھو سا جاتا ہوں تیری جنت میں
میں تمہیں چاہتا نہیں لیکن
پھر بھی احساس سے نجات نہیں
سوچتا ہوں تو رنج ہوتا ہے
دل کو جیسے کوئی ڈبوتا ہے
جس کو اتنا سراہتا ہوں میں
جس کو اس درجہ چاہتا ہوں میں
اس میں تیرے سی کوئی بات نہیں
میں تمہیں چاہتا نہیں لیکن

معاذ خاموش ہوا تو جہان کی آنکھوں میں حد درجہ خفگی کے رنگ گہرے ہو چکے تھے، دوران نظم اس نے ایک دو بار معاذ کو چپ کرانے کی کوشش کی تھی مگر وہ بھلا کہاں کسی کی سنتا تھا، سو نظم پوری کر کے ہی چپ ہوا اور شرارتی کسی حد تک تائیدی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اس بات کو مان لو جے کہ ژالے اور زینب میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ بات میں زینب کا بھائی ہونے کے باوجود تم سے کہہ رہا ہوں، جے مجھے احساس جرم ستاتا ہے کہ تم ابھی تک سراب کے پیچھے بھاگتے ہوئے اپنی زندگی تباہ کر رہے ہو۔'' جہان نے ایک دم سے ہونٹ بھینچ لئے، زینب والا ٹاپک عرصہ ہوا ان کے درمیان زیر بحث نہیں آیا تھا، یہ تکلف دہ رخ تھا زندگی کا جس سے وہ دونوں ہی نگاہ چراتے تھے۔

''میں کسی کی وجہ سے کچھ نہیں کر رہا ہوں، ژالے کی طرف میرے اپنے کچھ حساب نکلتے ہیں، میں منافق نہیں ہوں معاذ سو دوغلی زندگی نہیں جی سکتا۔'' اس نے پوری صداقت و دیانتداری سے جواب دیا تھا۔

''ایسا کب تک چلے گا جے؟'' معاذ کے لہجے میں آنکھوں میں تشویش لہرانے لگی۔

''جب تک خدا کو منظور ہو گا، ژالے کے متعلق اب میں کسی حد تک متذبذب ہوں، مجھے تمہاری باتوں کا کچھ کچھ یقین آنے لگا ہے، مگر معاذ تم جانتے ہو نا میں اپنے لئے کیسا لائف پارٹنر کا خواہش مند تھا، بات اتنی سی ہے کہ جب تک ژالے کے کردار کا جھول ہے میری نظروں میں، میں اسے قبول نہیں کر سکتا، اسے تم میری ضد سمجھو یا پھر میرا فیصلہ۔'' معاذ نے گہرا سانس کھینچا تھا، پھر آہستگی سے گویا ہوا۔

''خدا تمہاری حق اور سچ کی طرف رہنمائی فرمائے آمین۔''

''آمین، میں خود بھی یہی دعا کر رہا ہوں۔'' جہان نے جواباً تائید کی تو معاذ پہلی بار کھل کر مسکرایا تھا۔

☆☆☆

دور نیچے سبزے کے درمیان بل کھاتی سڑک پہ پجارو سرعت سے دوڑ رہی تھی، اگرچہ دوپہر کا وقت تھا مگر آسمان پر چھائے بادل کے ٹکڑے سورج سے آنکھ مچولی کھیلنے میں مصروف تھے، کبھی سیاہ بدلی کے

شریر ٹکڑے سورج کے آگے آجاتے تو کبھی سورج ان کی گرفت سے نکل کر اپنی شعاعیں دھرتی پہ بکھیر نے لگتا، دھوپ چھاؤں کا، منظر جاری تھا، گاڑی دلکش سبزہ زاروں بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان بنے راستوں سے گزر رہی تھی، ماحول میں ان علاقوں کی مخصوص ویرانی اور خاموشی پھیلی ہوئی تھی، سبزے کو چھوتی، پھولوں سے مہکی ہوا اسے چھو چھو کر گزر رنے اور اس کی کمر پہ سیدھے گرتے بالوں کو اڑانے لگی۔

سیاہ بادل ہر سو چھا گئے تھے جن کے باعث اندھیرا سا پھیلا تو نیچے وادی میں سڑک پہ دوڑتی گاڑی بھی نگاہ سے اوجھل ہو گئی، اسے آج یہاں آئے چوتھا دن تھا، معاذ نے اسے ایسی ادویات تجویز کر دی تھیں جن سے اس کے زخم تیزی سے بھر رہے تھے، اب وہ پہلے سے قدرے بہتر تھی مگر تیمور خان کی بے اعتنائی کے زخم کہاں بھرنے والے تھے، وہ اسے یہاں لا کر پھر سے منظر سے غائب ہو چکا تھا، اس کی بیٹی کا ابھی تک کوئی نام تجویز نہیں ہو سکا تھا، وہ سوچتی تو گلا غم سے بھرنے لگتا، کیا اس کی بیٹی اس سے بھی زیادہ ہلکے نصیب لے کر پیدا ہوئی تھی، سرد ٹھنڈی ہواؤں نے اسے ٹھٹھرا سا دیا مگر وہ کمرے میں نہیں گئی، موسم کی دلربائی عروج پہ تھی، وادی میں سبز درختوں اور رنگ رنگ کے پھولوں کے علاوہ پھلوں کی بھی بہتات تھی، حویلی کے اس ٹیرس سے وادی کا بہت خوبصورت نظارہ ہوا کرتا تھا، بے شمار جھرنے مختلف پہاڑوں سے گرتے دکھائی دیتے تھے، سامنے بلند بھورا پہاڑ تھا جس کی چوٹی پر ایکدم سرخ سیبوں سے لدا درخت تھا، وہ بے دلی سے اطراف کا جائزہ لیتی رہی اور وقت گزرتا رہا، سورج مغرب میں غروب ہونے جا رہا تھا، اندھیرا مکمل طور پہ دھرتی پہ چھایا تب وہ تھک کر اندر آئی تھی، ملازمہ بچی کو چینج کرانے میں مصروف تھی اور بچی رو رو کر ہلکان۔

”تم چھوڑ دو میں خود کر لوں گی یہ کام۔“ زینب نے بچی کو اس سے لے لیا تھا، ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوئی تھی کہ تیمور اپنے مخصوص دبنگ انداز میں دندناتا ہوا کمرے میں آ گیا۔

”میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔“ زینب نے بیڈ کی چادر درست کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا، تو تیمور جو جوتوں سمیت بستر پہ دراز ہو چکا تھا، نیم باز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”کیوں کر رہی تھیں انتظار؟ ابھی تو ہمیں ہی تمہارا انتظار کرنا ہے، کب تم ٹھیک ہو گی، کب......“ زینب کا دل اس کے اس رومینٹک موڈ پہ عجیب سے غبار سے بھرنے لگا۔

”ہماری بیٹی کا ابھی تک کوئی نام نہیں رکھا گیا ہے تیمور۔“ اس نے جیسے نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کیا تھا، تیمور کی پیشانی پہ ناگواری کی شکنیں ابھریں۔

”تم اگر چاہتی ہو کہ اس کا نام میں رکھوں گا تو یہ خوش فہمی دل سے نکال دو، جو مرضی آئے نام دے دو اسے، یہ تھوڑی بات نہیں ہے کہ تم بیٹی اٹھا کر لے آئی ہو اور میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا، ورنہ ہمارے ہاں پہلی بیٹی کو جنم دینے والی عورت کو منحوس سمجھا جاتا ہے، اماں کہتی ہیں جو عورت پہلی بار ہی بیٹی کو جنم دے وہ پھر ساری بیٹیاں ہی جنتی ہے، مجھے تو تم سے اولاد نرینہ کی امید ہی چھوڑ دینی چاہیے۔“ وہ حسب عادت پھنکارنے اور غرانے لگا تھا، جہالت سی جہالت تھی، اس کا ایک ایک فقرہ گویا قابل مذمت تھا، زینب رنج صدمے اور کرب سے شق ہوتے دل کے ساتھ پتھرائی ہوئی سی بیٹھی رہ گئی، اسے ایک بار پھر اپنا زیاں شدت سے محسوس ہوا، اسے ایک بار پھر جہان کو کھونے کا تاسف آ گیا، اسے ایک بار پھر تیمور کی گھٹیا فطرت نے دہلا دیا تھا۔

(جاری ہے)

اے آخری جزیرہ تو

ام مریم

تیسویں قسط کا خلاصہ

جہان کی شادی کی تقریبات جاری ہیں مگر وہ ہرگز خوش نہیں ہے، زینب کے منہ سے سن کر کہ وہ خوش نہیں ہے جہان کے وجود کے اندر ببول اگ آئے ہیں۔

مسز آفریدی اپنی فتح پہ نازاں ہیں مگر جہان انہیں قدم قدم پہ احساس دلاتا ہے کہ وہ جیت کر بھی جیت نہیں سکی ہیں۔

پرنیاں تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی مگر معاذ ہر صورت اسے پڑھائی جاری رکھنے پہ مجبور کرتا ہے۔

جہان ژالے سے ہنوز بدگمان ہے اور اسے پرکھنے کو آزمائش بھی کرتا ہے، ژالے کی معصومیت اور پاکیزگی کا اسے یقین ہو کر نہیں دیتا وہ اسی وجہ سے پریشان بھی ہے۔

تیمور زینب کو علاج کے بہانے شاہ ہاؤس بھیج کر دم لیتا ہے، زینب سب کے سامنے اپنی بے مائیگی چھپانے کی کوشش میں ناکامی پر شرمندہ نظر آتی ہے۔

زینب کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی ہے جو اسے ہراساں کر دیتا ہے کہ تیمور ہر صورت بیٹے کا خواہاں ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

اکتیسویں قسط

یہ جہالت کی انتہا تھی کہ وہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فراموش کر چکا تھا کہ
"جب کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اللہ اس بچے سے فرماتا ہے، جا اور اپنے باپ کا بازو بن جا، مگر جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ اس بچی سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے، مجھے قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آج سے میں خود تیرے باپ کا بازو ہوں۔"

زینب کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے گالوں سے ہو کر اس کی گود میں گرتے رہے، تیمور خان کب کا اٹھ کر جا چکا تھا، وہ ساری رات زینب سو نہیں سکی تھی، یہ سوچ اس کے لئے اضطراب کا باعث تھی کہ اگر آج اس مقام پہ وہ اپنی بیٹی کے لئے کچھ نہیں کر سکی تو آنے والے وقتوں میں جبکہ اس کی بیٹی کو بہت سارے مقامات پہ اس کے ساتھ اور مدد کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے کیا کر سکے گی، وہ ایک کمزور عورت تھی، مرد کی محکوم اور مفتوح، پتہ نہیں ان پہاڑوں کا کالا قانون کب تبدیل ہونا تھا، ہونا بھی تھا یا اسے انہی پتھر جیسے لوگوں کے رویوں نے زخمی کر کے مار ڈالنا تھا، اس نے وہ ساری رات جاگی تھی اور اس نے اپنی بیٹی کے لئے فاطمہ نام تجویز کیا تھا، بچی اس کے نہیں آیا کے پاس ہوتی تھی، وہ بچی کو لینے باہر آ گئی، ملازمہ بچی کو پھر سے سلا چکی تھی، زینب باہر نکل آئی، سورج خاصا بلند ہو چکا تھا، سبزہ پر اس کی سنہری روپہلی کرنوں کا عکس نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا، باہر کا منظر بہت دلکش و دلربا تھا، سامنے ایک لمبی پگڈنڈی تھی جس کے دونوں جانب رنگین بے تحاشا خوبصورت پھول پودوں میں کھلے مسکرا رہے تھے، کچھ فاصلے پر شفاف پانی کی ندی بہہ رہی تھی جو کچھ فاصلے پر پہاڑوں سے گرتے جھرنوں کے پانیوں سے وجود میں آئی تھی، اندر اس کا سیل فون مسلسل بج رہا تھا، زینب اسی کی آواز پہ چونکی تھی پھر گہرا سانس بھر کے اندر آ گئی، کال معاذ کی تھی جو ڈراپ ہو چکی تھی، اسی وقت پھر بیل ہونے لگی، اس مرتبہ زینب نے فوری طور پر بٹن پش کیا تھا۔

"السلام علیکم! لالے کیسے ہیں؟" اس نے دانستہ اپنے لہجے کو فریش بنایا تھا، وہ جانتی تھی معاذ اس کی وجہ سے ڈسٹرب ہو چکا ہے، وہ اس کی یہی پریشانی دور کرنا چاہتی تھی۔

"میں تو ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو زینی؟"

"بالکل ٹھیک ہوں لالے، اب تو میں بستر پہ بھی سوار نہیں رہتی اور آپ کو پتہ ہے میں نے اپنی بیٹی کا نام کیا رکھا ہے؟"

"ہاں بولو، کیا رکھا ہے؟" معاذ یقیناً دوسری جانب مسکرایا تھا۔

"فاطمہ! اچھا نام ہے نا؟"

"ناٹ ڈاؤٹ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی کا نام ہے، مجھے ذاتی طور پر یہ نام بہت پسند ہے، سوچا تھا اگر ہمارے ہاں بیٹی ہوئی تو یہی نام رکھوں گا۔" اس کی بات کے جواب میں زینب ہنس پڑی تھی۔

"چلیں اب کوئی اور نام سوچنا شروع کر دیں پھر، پری کیسی ہے؟"

"یہ آپ انہی سے پوچھ لیجئے گا۔" معاذ نے طرح دے دی تھی زینب نے صاف محسوس کیا تھا۔

"آپ ابھی تک خفا ہیں اس سے لالہ؟"

"بات میری نہیں ہے زینب، خیر تم چھوڑو یہ بے معنی باتیں۔" معاذ جھلانے لگا، زینب کی تشو

اسی قدر بڑھی۔

"مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے لالے، شادی شاید ہم میں سے کسی کو بھی راس نہیں آ سکی ہے، ہر کوئی اپنی جگہ پہ اضطراب اور الجھن کا شکار ہے، ادھورا اور تشنہ چند سال پہلے ہم سب کتنے خوش رہتے تھے نا لالے؟"

"سب کچھ بالکل ٹھیک ہو جائے گا دوبارہ، ڈونٹ وری۔" معاذ نے اسے تسلی ہی دی تھی، اپنی طرف سے تو خاص طور پہ مگر زینب نے صدق دل سے آمین کہا تھا۔

☆☆☆

دشمن میری خوشیوں کی دنیا ہی نہیں تھی
تو بھی کبھی اپنا تو جانا ہی نہیں تھا
کیا کرتے اکیلے میں سجا کر کوئی محفل
جب ساتھ میرا کسی نے نبھانا ہی نہیں تھا
دل تو بہت چاہا مگر کس طرح جیتے
جینے کے لئے کوئی بہانہ ہی نہیں تھا
مڑ مڑ کے دیکھتے رہے ہم عمر بھر مگر
تم آئے نہیں تم کو تو آنا ہی نہیں تھا
اک رستہ بچا تھا وہ بھی لوٹنے کا تھا
جاتا میں کہاں کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا

پرنیاں نے دودھ کا گلاس اس کے پاس ٹیبل پہ رکھتے ایک نظر اسے دیکھا، وہ بری طرح سے اپنے کام میں مصروف تھا، موٹی موٹی کتابیں کھولے لیکچر تیار کرنے میں کھویا ہوا، پرنیاں کو اس کی توجہ حاصل کرنے کو باقاعدہ کھنکارنا پڑا، چند دنوں پہلے تک وہ بھی اس کے ساتھ والی چیئر پہ موجود ہوا کرتی تھی اور وہ بہت سنجیدگی تحمل اور محنت سے اسے پڑھاتا رہا تھا، تحمل سے اس لئے کہ دوران سٹڈی بار بار اس کا جی متلاتا تو وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر واش روم بھاگا کرتی اور معاذ ٹہلتے ہوئے اس کا انتظار کرتا اس کی واپسی پہ کبھی اسے منہ ہاتھ صاف کرنے کو ٹاول تھماتا تو کبھی کوئی ٹیبلٹ جسے کھانے سے اس کے خیال سے وومیٹنگ رک سکتی تھی مگر مجال ہے جو یہ الٹیاں رکی ہوں، وہ خود بے زار اور نڈھال ہو جاتی، ایسے میں مما کی لاڈلی بہو کی بے چارگی اور کمزوری کے خیال سے کبھی جوس کبھی دودھ تو کبھی گلوکوز ملے پانی کے ساتھ آمد، پرنیاں کے نخرے اور مما کا پیار بھرا دلار بھرا اصرار، معاذ ہونٹ بھینچے اسے دیکھا کرتا، کبھی اسے لگتا وہ جان بوجھ کر اسے اتنا زچ کر رہی ہے کہ پڑھائی سے جان چھوٹ جائے، جبھی اس نے اس روز مما کے جانے کے بعد اسے جتلایا تھا۔

"اس ساری مشقت کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہونے والا، پڑھنا تو تمہیں ہے چاہے تم کتنا ہی وقت ان فضول کاموں میں برباد کر لو۔" اور پرنیاں نے جواباً کتنی شاکی اور تلخ نظروں سے دیکھا تھا۔

"آپ کا مطلب ہے میں یہ جان بوجھ کر کر رہی ہوں؟" توہین کے احساس نے اس کی آنکھوں میں سرخیاں پھیلا دی تھیں اور یہ لال ڈورے اس کی آنکھوں کی دلکشی میں اتنا اضافہ کرتے تھے کہ معاذ کا

دل مضبوط سینے کے اندر ڈگمگانے لگتا تھا۔

"میں اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا تم یہ سوال حل کرو۔" معاذ نے برہمی بھرے انداز میں کہتے اس کے آگے نوٹ بک پھینک دی تھی، ابھی نے اگلی صبح جب کالج جانے کے انتظار میں وہ پرنیاں کا منتظر بار بار گھڑی دیکھتا تھا اور وہ واش روم میں گھسی الٹیاں کر کر کے بے حال تھی تو مما جان نے الگ اس کی کلاس لینی شروع کر دی تھی۔

"اچھے ڈاکٹر بنے پھرتے ہو تم معاذ، بچی نچڑ کر رہ گئی ان موئی الٹیوں سے اور تم سے کوئی ایسی دوا نہ دی جا سکی جو اسے ٹھیک کر دے۔" اور معاذ ہونق ہو گیا تھا اس الزام پہ۔

"حد ہوتی ہے مما جان، میں ڈاکٹر ہی ہوں، شفا دینا تو اللہ کے ہاتھ میں، آپ تو مجھ سے ایسے خفا ہو رہی ہیں جیسے یہ سارا قصور ہی میرا ہو۔" وہ کچھ اس طرح جھلایا تھا کہ بڑبڑاتا چلا گیا۔

"خدا جھوٹ نہ بلوائے تو حقیقت بھی یہی ہے، تم نے ہی بیچاری کو عین پڑھائی کے دنوں میں اس مشقت میں ڈالا ہے، اب کیسے نہ کہیں کہ قصور تمہارا نہیں۔" بھابھی کا لہجہ ذومعنی اور شرارتی تھا، وہاں ہر سو دبی دبی مسکراہٹ بکھر گئی، معاذ تو اتنا خفت زدہ ہوا تھا کہ انہیں ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکا۔

"آپ تو کچھ نہ ہی بولا کریں، بڑی نوازش ہو گی۔" وہ کھسیاہٹ زدہ سا بولا تھا، تبھی پرنیاں آئی تھی، زرد ہوتی رنگت کے ساتھ کسی حد تک نڈھال، ایک لمحے کو تو خود معاذ کو بھی اس پہ رحم آ گیا مگر یہ محض ایک لمحے کی بات تھی، پھر وہ اسے سارے رستے جھاڑتا ہوا گیا تھا۔

"میری توبہ ہے جو آئندہ تمہیں کسی پڑھائی کا مشورہ دوں، مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی کوڑھ مغز بھی ہو سکتی ہو، میری بلا سے ہاؤس جاب بھی نہ کرنا، حیرت اس بات پہ ہے تم نے چار سال کیسے پورے کر لئے؟" وہ اپنا غصہ اس پہ نکالتا رہا تھا، پرنیاں خاموش اور ملول نظر آتی تھی مگر اب اسے یہ سب سوچ کر ہنسی آئی تھی، وہ ہرگز بھی اتنا متحمل مزاج نہیں تھا بس اپنی ضد نبھانا چاہتا تھا اپنی کہی پوری کرنا چاہتا تھا، ایسے ضدی یا پھر انا پرست لوگ اپنے قول و فعل میں بہت مماثلت رکھتے ہیں، ان میں کوئی لگی لپٹی نہیں ہوتی کچھ روپوش نہیں ہوتا، وہ آئینے کی طرح شفاف ہوتے ہیں، پتہ نہیں اس میں ایسا کیا تھا کہ اس کی ہر کج ادائی، ستم ظریفی اور تمام تر کٹھور پن کے باوجود اس کا دل اسی ستمگر کی جانب لپکتا رہتا تھا، جیسے لوہا مقناطیس کی جانب، جیسے چاند کے گرد چکور گردش کرتا ہے، جیسے پروانہ شمع پہ نثار ہوتا ہے، شاید نہیں یقیناً یہ وہی محبت کا اثر تھا جو اسے اس وقت معاذ سے ہو گئی تھی جب پہلی بار اس نے اسے دیکھا تھا۔

"بولو، کیا بات ہے؟" معاذ نے خاصی تاخیر سے کتاب بند کی اور قلم فائل پر لڑھکا دیا، دودھ کا گلاس اٹھاتے ہوئے وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا، پرنیاں اس کی آواز پہ ہی چونک کر خیالوں سے باہر نکلی۔

"مجھے اپنے گاؤں جانا ہے کچھ دنوں کے لئے، چلی جاؤں؟" معاذ نے اس بات کے جواب میں اسے گھور کر دیکھا۔

"آپ میری اتنی فرمانبردار کب سے ہو گئیں کہ کہیں جانے سے قبل میری اجازت کی ضرورت پڑے۔" معاذ نے گلاس پٹخ کر سرد مہری سے کہا تو پرنیاں کو اختلاف لاحق ہو گیا۔

"معاف کیجئے گا، میرا کوئی کام آپ کی مرضی کے بغیر ہوا بھی نہیں ہے، تاریخ گواہ ہے اس بات

کی۔" پرنیاں کا لہجہ خود بخود کاٹ دار ہو گیا تھا، معاذ نے جواباً آنچ دیتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"لیکن مجھ پہ ہتک عزت اور زبردستی و جبر جیسے الزام بھی عائد ہو چکے ہیں۔" پرنیاں کی پلکیں بوجھل ہو کر جھک گئیں۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا چلی جاؤں؟" وہ پھر اصل موضوع کی سمت لوٹی۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے میم، آپ کے یہاں ہونے سے ہمارا کوئی مفاد وابستہ ہے نہ یہاں سے جانے سے کسی نقصان کی فکر، چلی جایئے۔" وہ بے نیاز نظر آنے لگا، پرنیاں کے دل پہ جیسے کسی نے برما مار دیا تھا، کیا واقعی اسے فرق نہیں پڑتا تھا؟

"اکیلی کیسے رہو گی وہاں؟" اس کے چہرے پہ تاریک سائے لرزاں تھے جب معاذ نے اہم سوال کیا تھا۔

"وہاں ہمارے قابل بھروسہ ملازمین ہیں، جو حویلی اور زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، خواتین ملازمائیں بھی ہیں۔"

"جب پپا نے اس وقت آپ کو وہاں اکیلے نہیں رہنے دیا تو اب میں کیسے بھروسہ کر لوں؟" معاذ کی پیشانی پہ ناگواری سی پھیلنے لگی، پرنیاں ایکدم چپ سی ہو گئی، اس کا صاف مطلب تھا وہ اسے بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔

"کتنا طویل ہو گا یہ قیام؟" معاذ کو اس کی شکل پہ جیسے رحم آ گیا تھا، جبھی گہرا سانس بھر کے سوال کیا تھا۔

"میں کچھ دن وہاں گزارنا چاہتی تھی۔" وہ منمنائی تھی۔

"کچھ دن نہیں صرف دو دن، میرے ساتھ ہی واپس آنا ہو گا۔" پرنیاں نے حیرانی کے عالم میں ایکدم سر اونچا کر کے اسے دیکھا، اسے ہرگز بھی توقع نہیں تھی اس سے اس درجہ تعاون کی۔

"رئیلی، آپ میرے ساتھ جائیں گے؟" وہ کچھ اتنی خوشی سے چہکی کہ معاذ بھی حیران رہ گیا۔

"میں نے سنا ہے عورت پہ ڈلیوری کا وقت ایسا ہوتا ہے گویا سرہانے کفن رکھا ہو، زندگی اور موت کا مرحلہ طے کرنا ہوتا ہے، یہ میں نہیں چاہتا تمہاری کوئی خواہش تشنہ رہ جائے۔" مسکراہٹ دبائے بظاہر وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا، پرنیاں کے چہرے پہ پہلے حیرانی پھر خفت اور سب سے آخری احساس بے تحاشا رنج کا تھا، جو منجمد سا ہو کر رہ گیا، کچھ دیر وہ ساکن بیٹھی رہی تھی پھر تیزی سے اٹھ کر جانا چاہا تو معاذ نے نہایت اطمینان سے اس کی کلائی تھام لی تھی اور اس کی چھلکتی آنکھوں پہ نگاہ جما کر مسکرایا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کہیں نہیں، اچھا کیا آپ نے اپنی خواہش ظاہر کر دی، یہ صرف آپ کی نہیں میری بھی خواہش ہے کہ مجھ سے آپ کی جان چھوٹ جائے، زبردستی کے تعلق ہمیشہ تکلیف کا باعث ہی ہوتے ہیں، جب میں مر جاؤں گی تب لزا سے شادی کر لیجئے گا۔" بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ ضبط کھو کر رو پڑی تھی۔

"لزا سے شادی کے لئے تمہارا مرنا شرط تھوڑی ہے، مسلمان مرد تو ایک وقت میں چار کے مستحق ہیں۔" اس کا لہجہ ہنوز تھا، پرنیاں کے بہتے آنسوؤں میں روانی آ گئی، کچھ کہے بغیر وہ وہاں سے یونہی روتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

☆☆☆

محبت ریت جیسی تھی
مگر مجھے یہ غلط فہمی تھی
کہ محبت ڈھیر ساری ہے
دونوں ہاتھوں میں بھر کر
تمام عمر سنبھالوں گی
کبھی کھونے نہیں دوں گی
محبت کھونے کے ہی ڈر سے
مٹھیاں بھینچ لیں میں نے
مگر جب مٹھیاں کھولیں
تو دونوں ہاتھ خالی تھے
کیونکہ
محبت ریت جیسی تھی

سیاہ جیپ ہوا کے دوش پہ اڑ رہی تھی گویا، راستہ بہت خوبصورت تھا، ہر سو سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا، سامنے آسمان کی حدوں کو چھوتے برف پوش پہاڑ تھے، سبزہ میں کھلے رنگ برنگ پھولوں کی بہتات تھی چاندی کی طرح چمکتے ہوئے جھرنوں کا رقص سب سے دل کش و متاثر کن تھا، اس نے گہرا اور تھکا ہوا سانس بھر کے بیرونی نظاروں سے نگاہ ہٹا کر تیمور خان کو دیکھا، سیاہ لباس پہ سیاہ ہی شال کاندھوں پہ پھیلائے وہ سامنے لامتناہی رقبے پر پھیلے ہوئے ان پر ہیبت پہاڑوں کی طرح ہی نظر آتا تھا جو تکبر سے سر اٹھائے کھڑے تھے، اس نے اپنی خالی گود کو دیکھا اور دل کی بھراہٹ کچھ اور بڑھ گئی، وہ بچی کی ماں تھی مگر یہ ستم بھی عجیب تھا کہ تیمور خان کی موجودگی میں بچی کو اس سے دور کر دیا جاتا، تیمور کو اپنی موجودگی میں اپنے علاوہ کسی اور پہ توجہ پسند نہیں تھی چاہے وہ اس کی اولاد ہی کیوں نہ ہو، اس نے محسوس کیا وہ پوری شدتوں سے شکست سے دوچار ہوئی تھی، الف سے لے کر یے تک بھرپور اور کامل شکست، ایک بار پھر تیمور نے اسے نیچا دکھایا تھا اور اسے لے کر خود زرلالے کے گھر جا رہا تھا، خیر سگالی کا یہ دورہ پتہ نہیں اب اور کیا رنگ دکھانے والا تھا، اس نے دل میں خیر کی دعا مانگتے ہوئے بیک سے سر ٹکا کر پھر سے اپنی نگاہ کھڑکی کے شیشے کے پار ڈالی۔

جیپ اونچی نیچی خطرناک بل کھاتی سڑک پہ رواں تھی، جس کے ایک طرف گہری اور تاریک گھائیوں کا سلسلہ تھا جبکہ دوسری جانب سبزہ و ہریالی پہاڑوں پہ برف کے ذرات دھوپ میں چمکتے نظر آ رہے تھے، گاؤں کے پہاڑی پتھروں پہ بنے گھروں میں زندگی جاگ اٹھی تھی، کچے مکانوں کے صحنوں میں اٹھتا سیاہی مائل دھواں دل افروز لگ رہا تھا، اب فضا میں جنگلی پھولوں، سبزے کی مہکار کے ساتھ دیسی گھی کے پراٹھوں اور چائے کی مہک کا بھی احساس تھا، اس کے دل میں عجیب سا کرب چٹکیاں لینے لگا، شاہ ہاؤس میں یہ وقت پورے چوبیس گھنٹوں میں سب سے حسین ہوا کرتا تھا، ڈائننگ ہال کی رونق عروج پہ جا پہنچا کرتی تھی، پیار بھری نوک جھونک، اپنائیت، محبت، یگانگت، احساس ذمہ داری اور ایک

دوسرے کا احساس، کیا کچھ نہیں تھا وہاں اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لئے اس کا نصیب ٹھہر سکتا تھا اگر وہ جے سے شادی............

اس نے ایکدم سے اپنی سوچوں کو جکڑ لیا، اب وہ سوچوں میں بھی اس خیال کو در آنے کی اجازت نہیں دیا کرتی تھی، صرف وہی نہیں اب جہان بھی شادی شدہ تھا اور اس نے تو اپنی ساری توانائیاں اپنے آشیانے کو بچانے پہ صرف کر ڈالی تھیں، یہ بد دیانتی اسے ہرگز زیب نہیں دیتی تھی، جس وقت وہ لوگ زرلالے کی حویلی پہنچے، سورج پوری طرح بلند ہو چکا تھا مگر ہواؤں کی شدت کے باعث موسم کی خنکی ہنوز تھی، اس کے خدشے کے برعکس زرلالے نے اس کا استقبال بہت شاندار انداز میں کیا تھا، اس کا اخلاق اس کی محبت زینب کو حیرانی سے نکال کر زرلالے کا گرویدہ کرنے لگی تھی، ورنہ اس بے بنیاد جھگڑے کے بعد سے اب تک تو وہ ہمیشہ کے لئے اس سے بدگمان اور خائف ہو چکی تھی۔

''یہ میرا بیٹا ہے، سانول خان، لالے کو اپنے اس بھانجے سے بہت محبت ہے بھاجائی۔'' زرلالے نے اپنے بڑے بیٹے سے اسے ملوایا تھا، جو تین سال کا تھا اور معذور تھا، زینب نے بچے کا پیار سے گال سہلایا۔

''آپ کی بیٹی بہت حسین ہے میں نے سنا ہے، جلد دیکھنے آؤں گی اسے تو رسم کے مطابق انگوٹھی بھی پہناؤں گی، میری امانت کی حفاظت بہت دھیان سے کرنا بھاجائی۔'' زرلالے نے کسی قدر شوخی سے کہا تو زینب پہلی بار زور سے چونکی تھی اور کس قدر خائف سے انداز میں زرلالے کو دیکھا۔

''میں سمجھی نہیں ادی، کیا مطلب ہے اس بات کا؟''

وہ واقعی ہی حواس باختہ سی ہو گئی تھی، مختلف خدشات اس کے اعصاب کو آہنی زنجیروں کی مانند جکڑنے لگے تھے۔

''لالے نے تمہیں کچھ نہیں بتایا بھاجائی؟ حیرت ہے، حالانکہ لالے نے تو جس دن تیری بیٹی کی پیدائش ہوئی اسی دن اپنی بیٹی کی نسبت میرے سانول خان سے طے کر دی تھی۔'' زرلالے کا لہجہ گو کہ دھیما تھا مگر اس میں نرمی نام کو نہیں تھی بلکہ سرد سی کیفیت تھی، زینب کو لگا تھا اس کا دماغ یکلخت کام کرنا چھوڑ گیا ہو، وہ جلدی سے قریبی کرسی پر بیٹھ گئی، اسے لگا تھا کہ اس نے تیزاب انڈیل دیا ہو، ایسی ہی جلن اور روح میں سرائیت کر گئی تھی، اس کی رنگت بالکل پھیکی پڑ گئی تھی، اس سے کچھ بولنا محال ہوا تھا، زرلالے کچھ دیر اسے طنزیہ نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر ایک جھٹکے سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی، صرف وہی نہیں زینب کو لگا تھا اس کی جان بھی اس کے جسم سے نکل گئی ہو، ابھی چند دنوں پہلے وہ آنے والے اسی وقت سے خائف تھی تو اس نے سوچا تک نہیں تھا اسی پہ یہ وقت اتنی جلدی آ جائے گا، اتنی جلدی جب کہ وہ اپنی زندگی کے شاید سب سے کمزور اور بے بس ولاچار دور سے گزر رہی تھی، ان کی واپسی بہت دیر سے ہوئی تھی، زینب نیم جان سی لگتی تھی، وہ تیمور سے جتنی بھی خائف تھی مگر وہ اس سے اس موضوع پہ بات کرنا ہی نہیں اس سے اپنی منوانا بھی چاہتی تھی، کچھ بھی ہوتا وہ اپنی بیٹی کے لئے یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتی تھی، مگر جیپ میں ڈرائیور ساتھ تھا، زینب کو ملازم کے سامنے تیمور سے بات کرنے کی اجازت نہیں تھی، اسے اس کے لئے حویلی پہنچنے کا انتظار کرنا تھا، چونکہ ان کی واپسی بہت تاخیر سے ہوئی تھی جبھی غروب ہوتے سورج کی شعاعوں میں سرخی جھلک آئی تھی، مزید کچھ سفر کے بعد جیپ ایک پہاڑ کے پاس آ کر رک گئی

تھی، شہتوت کے درخت کے نیچے پتھر پہ ایک نوخیز لڑکی بیٹھی تھی، جس کا شفاف حسن اتنا بے داغ اور جگمگاتا ہوا سا تھا کہ نگاہ ٹھٹھک سی جاتی تھی، پہاڑ سے بہتے جھرنے سے جو ندی وجود میں آئی تھی وہ اسی ندی سے اپنی چھاگل بھرنے میں مصروف تھی، تیمور کی نگاہ جیسے ہی اس پہ پڑی اس نے اپنے ڈرائیور کو ہاتھ کے اشارے سے جیپ روکنے کا کہا تھا اور مونچھوں کو بل دیتا ہوا زینب کی موجودگی کی پروا کیے بغیر گرم نظروں سے اسی لڑکی کا جائزہ لینے لگا، لڑکی ان کی آمد سے بے خبر چھاگل بھرنے کے بعد لاپرواہی سے ادھر اُدھر گھوم پھر کے اردگرد پھیلے سبزے میں خوبصورت کاسنی گلابی اور رنج اور سرخ جنگلی پھول چنتی پھر رہی تھی، انہی پھولوں کی مہک سے فضا مہکی ہوئی تھی، سامنے پہاڑ کی اوٹ میں سورج غروب ہوتا جا رہا تھا، اس کا سارا سونا جیسے اس لڑکی کے روپ میں اتر آیا تھا، تیمور نے اپنے ڈرائیور کے ساتھ نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ بات چیت کی تھی، معنی خیز مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا اور تیمور کے اشارے پہ جیپ آگے بڑھ گئی، زینب کی موجودگی میں یہ دھڑلہ زینب کی اوقات اس پر واضح کرنے کا کوئی تھا مگر وہ خود بھی اتنی الجھی ہوئی تھی کہ یہاں یہ سب کیسا کھیل کھیلا گیا تھا، اسے قطعی خبر نہیں ہو سکی تھی۔

”جانتے ہو اس لڑکی کو؟“

جیپ حویلی کے پورچ میں آن کر رکی اور زینب اتر کر اندرونی حصے کی جانب چلی گئی تب تیمور خان نے اپنے قابل بھروسہ ڈرائیور کو دیکھا تھا، اس کی نگاہوں سے مسکراہٹ پھوٹتی تھی۔

”جی خان! اسمندر خان کا پوتی ہے، ابھی صرف سولہواں سن لگا ہے مگر عالم غضب کا جوان ہوا ہے۔“ ڈرائیور کا بات کرنے کا انداز مزید مشتاق کر دینے والا اور حد درجہ سنسنی پن لئے ہوئے تھا، تیمور خان زور سے ہنس پڑا۔

”میں سمجھ گیا تھا کہ تم اسے جانتے ہو، تبھی اس وقت چھوڑ دیا ورنہ اسی وقت اٹھوا لیتا، خیر اب دیر نہیں ہونی چاہیے اس کام میں۔“ اس نے ایک بار پھر مونچھوں کو مروڑتے ہوئے گویا نصیحت کی تھی، ہمیشہ کی طرح حسین چہرا دیکھ کر اس کی رال ٹپک پڑی تھی۔

”آپ فکر نہ کرو خان، جلد آپ کو اچھی خبر سنائیں گے۔“ تیمور مسکراتا ہوا اپنے بابا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ دوسری جانب زینب بے کلی و اضطراب کی کیفیت میں ٹہلتے ہوئے اس کی منتظر تھی، اس نے آیا سے فاطمہ کو لے لیا تھا اور اسے بار بار چومتی مسلسل روئے جاتی تھی، تیمور کے انتظار میں اس پہ ایک ایک لمحہ بھاری تھا، یہاں تک کہ وادی نے شب کی تاریکی کی دبیز چادر اوڑھ لی، برفیلی چوٹیوں سے آتی سرکش ہواؤں کے جھکڑوں نے سردی کی شدت کو بے تحاشا بڑھا دیا تھا، ماحول پر پراسرار سناٹا تو ہر وقت طاری رہتا تھا مگر اس وقت تو یہ سناٹے جیسے روح میں بھی اتر آئے تھے، وہ وہیں ٹیرس پہ کھڑی بار بار جھک کر اوپر آتی سیڑھیوں پہ جھانکتی تھی مگر تیمور کی آمد کے کوئی آثار نہیں تھے۔

چوڑی سیڑھیوں پہ بچھا قالین آرائشی لائٹس کی روشنی میں اپنا ڈیزائن واضح کر کے دکھاتا تھا اور اتنا شفاف تھا گویا کبھی کسی نے اس پہ قدم بھی نہ رکھا ہو، زینب کے اندر عجیب سی وحشت تنہائی اور اکیلے پن کے خیال کے ساتھ پنجے گاڑھنے لگی، معاً بادل گرجا اور بوندیں گرنے لگیں، وہ ٹیرس پہ کھڑی اسی پھوار میں بھیگتی خود اذیتی کا شکار ہوتی رہی، رات کچھ اور بھی گہری ہو گئی، بھیگی ہوائیں اس کے بھیگے وجود سے ٹکرائیں تو سردی کے باعث اس کا جسم کانپنے لگا، اسے اپنے چہار سو مہیب تاریکی کا احساس ہو رہا تھا،

ایسی تاریکی جو مایوسی کی انتہا پہ جا کر محسوس ہوتی ہے، اس کے اعصاب سن ہو رہے تھے، یہاں نشیب میں نگاہ دوڑانے سے دور گاؤں کی گلیاں اور پتھر سے بنی جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں جن میں جلتے چراغ اور لالٹین کی روشنی میں زندگی کا احساس تو تھا مگر اس کی اس بڑی جگمگاتی حویلی میں اس کے لئے موت کے سائے لرزاں تھے گویا، اس نے آنکھیں بند کر لیں اور زار و قطار روتی چلی گئی، شاید اس سے زیادہ وہ کچھ اور نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆

تمہیں اک بات کہنی ہے
مگر ناراض مت ہونا
کہ تم جو ہر گھڑی مجھ کو
اتنا یاد آتے ہو
ہمیں اتنا ستاتے ہو
کہ ہم تم دور ہیں دونوں
بہت مجبور ہیں دونوں
نہ اتنا یاد آؤ تم
نہ یوں اتنا ستاؤ تم
کہ اتنا یاد آ کر یوں
ہمیں پاگل بنا کے تم
فقط اتنا بتا دو کہ
ہماری جان لو گے کیا؟

اس نے اپنی میڈیکل فائل کو سرسری نگاہ سے دیکھا تھا پھر آہستگی سے اسے بند کر کے رکھ دیا، مسز آفریدی پچھلے دنوں سے پھر سے ٹریٹمنٹ دلا چکی تھیں، ڈاکٹرز نے اچھی امید ہی دلائی تھی بلکہ حیران تھے کہ وہ ان کی بتائی ہوئی زندگی کی معیاد پوری کر چکی تھی جبکہ اس کی بیماری آخری اسٹیج پہ تھی پھر بھی۔

”جہاں انسان مایوس ہو جاتا ہے اور بے بس بھی، وہاں خدا کی ذات ہی کرشمہ دکھایا کرتی ہے مسز آفریدی، آپ کی بیٹی کی یہ امپرومنٹ ایک معجزہ ہی ہے، ہمارا علم تو یہاں بے بس اور لاچار کھڑا ہے، ہم یہاں کچھ کہنے سے قاصر ہیں، آپ بس دعا کریں کہ آپ کی بیٹی یونہی امپروو کرتی رہیں۔“ یہ ڈاکٹر کے الفاظ تھے اور مسز آفریدی کے اندر ایک نئی امنگ جگا گئے تھے، انہوں نے کتنی محبت سے اسے گلے لگا کر پیار کیا تھا، پھر مسکرا کر بولی تھیں۔

”آج تو میں اتنی خوش ہوں کہ اگر جہانگیر بھی میرے پاس ہوتا تو اسے بھی یونہی پیار کرتی، میں جانتی ہوں میری بیٹی میں یہ زندگی کا احساس اسی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔“ اور ثرالے محض مسکرا دی تھی، پھر جیسے جیسے دن گزرتے گئے اور جہان نے پلٹ کر اسے نہ پوچھا نہ ہی لینے آیا تو مسز آفریدی کی یہ خوشی پھر سے غصے میں بدلنے لگی تھی۔

”جہانگیر کا رویہ تو تمہارے ساتھ اچھا ہے نا بیٹے؟“

''جی مما، میں ان کے ساتھ بہت خوش ہوں۔'' وہ ہر بار رسانیت سے جواب دیتی اور مسز آفریدی اس کا چہرا جانچتی نظروں سے دیکھنے لگ جایا کرتیں، مگر کل جانے کیوں ان کا ضبط جو خواب دے گیا تھا۔

''جہانگیر کو کال کرکے کہو وہ آکر تمہیں لے کر جائے۔''

''کیوں مما آپ اتنی جلدی اکتا بھی گئیں مجھ سے؟'' ژالے نے بات کو مذاق میں اڑانا چاہا تھا مگر مسز آفریدی کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا۔

''وہ تم سے پرانے بدلے لینا چاہ رہا ہے نا میرے، اس طرح سے تنگ کرکے، مجھے اک بات بتاؤ ژالے تمہارا اور اس کا ریلیشن کیا ہے؟''

''کیا مطلب ہے ممی؟'' وہ اس آخری بات پہ اس بری طرح سے گڑبڑائی تھی کہ لمحے کے ہزارویں حصے میں ان سے نظریں چرا گئی تھی، مسز آفریدی کو اپنی بات کا جواب مل گیا تھا، ان کی رنگت غصے سے دہک کر انگارہ ہوگئی۔

''وہ خبیث اتنا کم ظرف ہوگا، مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا، تم بھی جانتی ہو نا ژالے کہ مجھے اپنے نواسے یا نواسی کا کتنا انتظار ہے، ارلے وہ اگر اکڑ دکھا بھی رہا ہے تو تم ذرا سا جھک جاتیں، کیا حرج تھا، شوہر ہے تمہارا، اتنا حسن کس کام کا اگر اس سے تم کوئی کام نہ لے سکیں، اب تم دیکھنا میں پھر کیا کرتی ہوں، مسز آفریدی نام ہے میرا۔'' مسز آفریدی تو جیسے ہیجان میں ہذیان بکنے پہ اتر آئیں، اتنی تھرڈ کلاس سوچ اور پھر اس کو بھی یہی ترغیب...... ژالے کے تو جیسے کانوں سے دھواں سا نکلنے لگا، غم تاسف اور صدمے نے اسے برو فروختہ سا کر ڈالا۔

''فار گاڈ سیک ممی، چپ ہو جائیں، آپ کو کیا اندازہ کہ میں کس درجہ ذلت سے دوچار ہو کر رہ گئی ہوں صرف آپ کی وجہ سے، جو کچھ بھی کیا وہ آپ نے کیا تھا نا، میرا کوئی قصور نہیں تھا، میری غلطی بس یہ تھی کہ مجھے شاہ سے محبت ہوگئی تھی، آپ سے میں نے کب گذارش کی تھی کہ شاہ کا ساتھ بھی مجھے چاہیے، آپ نے جو گھٹیا پلاننگ کرکے شاہ کو اس امر پہ مجبور کیا خدا گواہ ہے کہ میں اس سے آخر دم تک بے خبر رہی تھی مگر شاہ اس بات کو نہیں سمجھتے، وہ نہیں مانتے ہیں ممی اور میری بے بسی دیکھئے کہ میں اپنی پوزیشن ان کی نظر میں کلیئر کرنے سے بھی قاصر ہوں، کیا وضاحت دوں کہ میری نہیں میری ماں کی غلطی ہے، میں نہیں میری ماں چالباز ہے؟''

وہ پھٹ پڑی تھی، بلند آواز سے زار و قطار روتی وہ جیسے جانے کب کا جمع شدہ غبار نکال رہی تھی یہ جانے بنا کہ مما اور معاذ کے بے حد سمجھانے اور مجبور کرنے پہ اسے لینے کو آیا جہان ان کی بلند آوازوں پہ اور اپنا تذکرہ سن کر دروازے کے باہر ہی ٹھٹک کر رک گیا ہے، اس نے اللہ سے دعا مانگی تھی، اس کے متعلق آگاہی اور راہنمائی کی اور اللہ اپنے بندوں کے لئے سب سے بڑا انصاف کرنے والا ہے بلاشبہ۔

''آپ کو اندازہ ہی نہیں ہے ممی کہ آپ میرے ساتھ کس درجہ زیادتی کر چکی ہیں، مجھے ذلت کی گہرائیوں میں پھینک دیا ہے آپ نے، جس سے میں اگر نکلنا بھی چاہوں تو نہیں نکل سکتی، مجھے ہر لحظہ اپنا وجود کسی دلدل میں دھنستا ہوا محسوس ہوتا ہے، ایسی دلدل جس کا بدبودار کیچڑ اور کائی کی دبیز تہیں میرے لاچار و بے بس وجود کو ہر لمحہ نگل رہی ہیں، میں اپنے بچاؤ کو جس چیز کو بھی تھامنے کی کوشش کرتی ہوں وہ

بھی ٹوٹ کر میرے ساتھ اسی دلدل کا حصہ بنتی جا رہی ہے، آپ اچھی طرح جانتی تھیں ممی میری انا کو میری عزت نفس کی اہمیت کو، میں اپنی زندگی کے یہ چند دن کم از کم اپنی نظروں سے گر کر جینا نہیں چاہتی تھی، میرے نزدیک محبت کو پانا اہم نہیں تھا وہ بھی اس صورت کہ اس میں عزت کے کھونے کا ڈر ہو آپ کو کیا خبر ممی جسے ہم سب سے اہم سمجھتے ہوں اس سے عزت نہ پانا کس درجہ اذیت انگیز احساس ہے، کاش...... اے کاش مجھے محبت اور عزت میں سے اگر چناؤ کا اختیار ہوتا تو میں کبھی محبت کو عزت پہ ترجیح نہ دیتی۔''

وہ زار و قطار رو رہی تھی، جہان کو مزید کچھ سننے کی خواہش باقی نہیں رہی تھی، بنا آہٹ کے وہ الٹے قدموں وہیں سے پلٹ گیا تھا، جبکہ اس کی آمد سے یکسر بے خبر اندر مسز آفریدی کو ژالے کی یہ جذباتی تقریر ہرگز بھی متاثر کرنے سے قاصر رہی تھی۔

''تم احمق تھی اور ہمیشہ احمق رہو گی، نان سنس، اگر تم نے عقل نہ پکڑی تو مجھے تمہارے حق کے لئے جہانگیر سے صاف صاف بات کرنی پڑے گی، اب یہ تمہارے اوپر ڈپینڈ کرتا ہے کہ تم کچھ کر پاتی ہو یا نہیں۔'' ان کی اگلی بات نے ژالے کو بھک سے اڑا کر رکھ دیا تھا، اس کا چہرا یوں دہک اٹھا جیسے کسی نے اس پہ الاؤ روشن کر دیا ہو۔

''اب اگر آپ نے کوئی بھی فضول بات کی شاہ سے تو ممی یاد رکھیئے گا، آپ مجھ سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی، میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں شوٹ کر دوں گی خود کو، اس سے زیادہ ذلت کی میں متحمل نہیں ہو سکتی ہوں۔'' وہ اتنی وحشت سے چلائی تھی کہ اپنے ہی کانوں کے پردے پھٹتے محسوس کیے، پھر وہ اپنے کمرے میں آئی تب بھی بہت دیر تک آنسو بہاتی رہی تھی مگر ملال ایسا تھا کہ ڈھلتا ہی نہ تھا، سیل فون کی گنگناہٹ پہ اس نے چونک کر وائبریٹ کرتے موبائل کو دیکھا، اسکرین پہ نیلما کا نمبر تھا جو اس نے سیو تو نہیں کیا تھا مگر اسے ازبر ہو چکا تھا، جانے کس احساس کس جذبے کے تحت اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کال ریسیو کر لی۔

''ژالے؟'' نیلما کے لہجے میں اشتیاق آمیز ہچکچاہٹ تھی۔

''جی بولیں۔'' اس نے اختصار سے کام لیا، اس کا گلا اس وقت بھی بھرایا ہوا تھا، لہجہ متعدل تھا، جو اس سے پہلے شاید کبھی نیلما سے بات کرتے ہوئے ہوا تبھی نیلما کچھ حیران محسوس ہونے لگی۔

''کیسی ہو سویٹی، مائی لو۔''

''میں ٹھیک ہوں، آپ نے کیوں کال کی؟''

''میں نے سنا ہے تمہاری شادی ہوگئی ہے، ابھی تو تم بہت چھوٹی سی تھیں نا ہنی، لیکن خیر اچھا ہوا تمہارا دولہا کیسا ہے؟ میں مل سکتی ہوں اس سے؟'' اس کے لہجے میں اشتیاق بھی تھا اور محبت بھی، ژالے نے بے دردی سے ہونٹوں کو کچلا۔

''اگر آپ سمجھتی ہیں آپ کو ان سے ملنا چاہیے تو مل لیجئے گا۔'' آج وہ ہر طرح سے حیران کرنے پہ تل گئی تھی، دوسری جانب یکلخت سناٹا چھا گیا۔

''تم نے ٹھیک کیا ژالے فیصلہ مجھ پہ چھوڑ دیا، واقعی میں اس قابل نہیں رہی کہ تم...... خیر چھوڑو تمہیں اک خوشی کی خبر سنانی تھی، ابھی تک کسی کو نہیں بتایا، مگر تم سے شیئر کرنے کو دل چاہا ہے تو وجہ یہی ہے ہنی کہ اس دنیا میں اگر کوئی میرا اپنا میرا سگا ہے تو وہ تم ہو۔''

”کون سی خبر؟“ ژالے نے بمراختصار اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔

”پہلے تم بتاؤ بہنی تمہارا ہزبینڈ کیسا ہے؟ پیارا تو ہے تمہارے جیسا، تمہیں خود بھی پسند آیا کہ نہیں۔“

”شاہ بہت ہنڈسم ہیں، بے حد امپریسو، آپ بتائیں کیا خوشی کی خبر ہے میرے لئے؟“ ژالے نے گفتگو کو سمیٹنا چاہا، ژالے کی ہنسی سنائی دی۔

”شاہ تمہارے دولہا کا نام ہے یقیناً، خیر بہت یونک نیم ہے، خوشی کی خبر یہ ہے بہنی کہ میں شوبز چھوڑ رہی ہوں بلکہ چھوڑ چکی ہوں، کل پرسوں قاباعدہ اعلان کردوں گی، دوسری اہم خبر یہ کہ میں عنقریب شادی کر رہی ہوں، جس کو میں نے پسند کیا ہے نا وہ شاید تمہارے شاہ سے بھی زیادہ اٹریکٹو ہے، بے حد امپریسو پرسنالٹی ہے اس کی، کبھی موقع ملا تو ملاؤں گی تم سے۔“

دروازے پر آہٹ ہوئی تھی، ژالے نے چونک کر گردن موڑی اور جہان کو روبرو پا کے حیرت کی زیادتی سے سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا، وہ گنگ سی لمحہ بہ لمحہ اسے اپنی سمت بڑھتا دیکھ رہی تھی، آف وائیٹ پینٹ کوٹ میں اس کا اونچا لمبا مضبوط بلند سراپا کس درجہ سحر انگیزی اور وجاہت سمیٹے ہوئے تھا اپنے اندر، جہان نے اسے دیکھا تب وہ حواسوں میں لوٹ آئی۔

”مم...... میں آپ سے پھر بات کروں گی، اوکے بائے۔“ اس نے گڑبڑا کر کہا اور نیلما کی سنے بغیر کال ڈراپ کردی۔

”السلام علیکم!“ وہ گھبرا کر ایک دم سرو قد کھڑی ہو گئی، ریشمی فراک ہی نہیں گود میں پڑا دوپٹہ بھی پیروں میں آ گیا تھا، اس سے قبل کہ وہ خود جھکتی دوپٹہ اٹھانے کو جہان نے اس سے پہلے یہ کام کر لیا تھا اور بہت رسان بھرے انداز میں دوپٹہ اس کے اوپر اوڑھا دیا، ژالے تو گنگ ہونے لگی تھی۔

”کیسی ہیں آپ؟“ جہان نے سلام کے جواب میں اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

”جج...... جی...... میں ٹھیک ہوں، آپ بیٹھئے نا۔“ اس کی بوکھلاہٹ اور گڑبڑاہٹ کچھ اور سوا ہوئی تھی، جہان نے رسان سے سرکوشی میں جنبش دی تھی۔

”میں لینے آیا ہوں آپ کو ژالے۔“ ژالے کے چہرے پہ یکلخت رنگوں کا قافلہ سا اتر آیا۔

”آپ بیٹھئے میں تیار ہو جاؤں۔“ وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی باہر بھاگی، ملازمہ کو چائے کا کہا اور خود تیار ہونے لگی، اگلے چند منٹ بعد جب وہ جہان کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھی تو اس کے چہرے پہ خوشی اور طمانیت کا احساس تمتماہٹ بکھیر رہا تھا، کتنی قانع تھی وہ جہان کی ذات سے، بغیر کسی مطالبے کے وہ اس کی معمولی سی توجہ معمولی سی نوازش پہ ہی سرشار ہو جایا کرتی تھی۔

”کسی کام سے آئے تھے آپ لاہور۔“ ژالے نے گاڑی کی فضا میں چھائی گمبیر خاموشی کو توڑنے کو سوال کیا تھا، خاموشی میں اسرار ہوتے ہیں اور اسے اسراروں سے ہی ڈر لگتا تھا جبھی گھبرا کر اس خاموشی کی چادر کو چاک کرنا چاہا۔

”آپ کو لینے آیا تھا کل۔“

”کل؟“ ژالے حیران ہوئی۔

”آپ کل کیوں نہیں آئے تھے پھر؟“

”میں کل ہی آیا تھا مگر واپس چلا گیا، آپ کی اپنی والدہ سے شاید لڑائی ہو رہی تھی، مجھے حیرت ہوئی آپ کو جھگڑا کرنا بھی آتا ہے۔“ اس مرتبہ جہان کے لہجے کی سنجیدگی میں خفیف سی مسکراہٹ کا رنگ بھی اترا تھا مگر ژالے تو اس کی بات سن کر ہی جیسے فنا ہو رہی تھی، اس کی رنگت میں پہلے زردی اتری پھر وہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گئی۔

”اگر اب آپ کو محبت اور عزت میں انتخاب کا موقع دیا جائے تو آپ کا انتخاب کیا ہوگا ژالے؟“ جہان جو اسے بغور دیکھ رہا تھا اسی سنجیدگی سے بولا تھا، ژالے کے چہرے پہ تاریک سائے لرزاں ہو گئے، اس کے ہونٹ کانپتے رہے مگر بولنے کی سکت نہیں تھی، اس کے لئے یہ تصور ہی جان لیوا تھا کہ جہان وہ سب کچھ سن چکا ہے۔

”یقیناً عزت، آپ مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی ژالے بی کوز میں آپ کو عزت نہیں دے سکا۔“ جہان نے اس کی خاموشی سے من پسند نتیجہ اخذ کیا تھا، ژالے کا وجود یوں لرزنے لگا جیسے طوفان کی زد پہ آئی کشتی ڈولتی ہے، آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے۔

”جو حالات تھے ان میں میرا آپ سے بدگمان ہو جانا بڑی بات نہیں تھی ژالے، جو کچھ ہوا آئی مین میری طرف سے آپ کے ساتھ اس پہ میں آپ سے ایکسکیوز کرتا ہوں......“ گھر پہنچ کر جب جہان نے بیڈ روم میں آ کر یہ بات کہی اور کسی قدر شرمسار انداز میں اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑنے چاہے تب ژالے پہ چھائی غیر یقینی بھرا یہ سکت ٹوٹ گیا، اس نے تڑپ اٹھنے والے انداز میں جہان کے ہاتھوں کو اپنے سرد پڑتے لرزتے ہاتھوں میں تھاما اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

”مجھے گنہگار نہ کریں شاہ، ہم بہرحال آپ کے مجرم تھے، میں نہ سہی ممی سہی اور مجرم کی سزا تو یہ بہت معمولی تھی، میں آپ سے شکایت نہیں کر سکتی تھی، میں اس قابل تھی ہی کہاں اور چھوڑ جانے کی بات نہیں تھی، آپ کا ملنا ایک معجزہ تھا جو روز روز رونما نہیں ہوتا۔“ وہ اس کے انہی ہاتھوں پہ چہرا ٹکائے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”اس کا مطلب آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں، میرے گلے شکوے بھی تمام ہوئے تو پھر ہمیں اپنی نئی زندگی کی ابتداء اسی کمرے سے کرنی چاہیے، جہاں آپ دولہن بن کر آئی تھیں، وہ بھی اتفاق تھا، اب یہ بھی اتفاق ہی ہے مگر بہت دل پذیر۔“ جہان کا موڈ ایکدم سے بدل گیا تھا، نگاہوں کی تپش میں شوخ تقاضے تھے، ژالے کا دل اس عنایت اس مہربانی پہ دھڑکنا بھولنے لگا، تو چہرے پہ جیسے سارے جسم کا خون سمٹ کر اکٹھا ہو گیا تھا، پلکیں یوں جھک گئیں جیسے کسی نے منوں کے حساب سے بوجھ لاد دیا ہو، حجاب، گریز اور گھبراہٹ کے رنگوں کا اتنا حسین سنگم شاید ہی اس سے قبل جہان کی نگاہ سے گزرا ہو، وہ اس کے دلکش حسین چہرے میں جیسے گم ہو کر رہ گیا، وہ ہمیشہ سے دیانت دار اور انصاف پسند تھا، ژالے کی طرف سے دل صاف ہوا تو اس کی جانب پیش رفت میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی کہ یہی اس کی نیچر کی خوبی اور انصاف کا تقاضا تھا۔

☆☆☆

گاڑی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی، کالے بادلوں نے آسمان کو ڈھک لیا تھا، جب ان کا یہ سفر شروع ہوا تھا تو دھوپ تیز تھی اور دن پوری طرح روشن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آئے اور جھٹ پٹا ہو گیا، ہوا

بند تھی مگر سردی کا احساس پھر بھی باقی تھا، یہ مارچ کا اواخر تھا پھر بھی سردی محسوس ہوتی تھی تو وجہ ایک تو گاؤں کا کھلا علاقہ دوسرا موسم کی خرابی تھی، سڑک کے دونوں اطراف گنے اور کپاس کے کھیت برستی بارش میں دلکش نظارہ پیش کررہے تھے، گھرے بادلوں کی وجہ سے تاریکی کا احساس ہوتا تھا، پجارو بہت تیزی سے آگے بڑھے جاتی تھی، معاذ نے کیسٹ پلیئر آن کررکھا تھا، اس کی آنکھوں پہ ڈارک گلاسز تھے جو اس کے وجیہہ چہرے کو کچھ اور بھی حسین بنا کر دکھارہے تھے، موسم کی شدت کے باعث اس نے گلاسز آنکھوں سے ہٹا کر بالوں پہ اٹکا دیئے تھے، وائیٹ کھدر کے سوٹ میں مغرور اور بہت شاندار سا وڈیرا لگ رہا تھا اس لباس میں، پتہ نہیں اس پہ ہر لباس اتنا جچتا کیوں تھا، یوں جیسے اسی کے لئے بنا ہو، پرنیاں نے بھرپور جائزے کے بعد اس کے سراپے سے نگاہ ہٹالی اور اسے پتہ بھی نہیں چلا، وہ پتہ نہیں واقعی غافل تھا، یا بے نیازی برت رہا تھا، پرنیاں نے سرد آہ بھری اور پھر کھڑکی کے باہر دیکھا، سڑک کے ایک طرف کھیتوں کا دور تک جاتا سلسلہ تھا دوسری جانب گھر جو کچے بھی تھے اور پختہ اور نیم پختہ بھی ان مکانوں کے پیچھے کچھ فاصلے پہ نگاہ دوڑانے سے کھلے میدانوں میں کچی جھونپڑیاں بھی نظر آرہی تھیں، جن کے باہر مویشی بندھے ہوئے تھے، معا ونڈ اسکرین پہ موٹی بوندیں ٹپاٹپ گرنے لگیں جو اگلے کچھ لمحوں میں شدید بارش کا روپ دھار گئیں، یقیناً بارش اور سردی کے باعث دور ونزدیک کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا، کچی پکی سڑک پہ پانی تیزی سے اکٹھا ہوتا جارہا تھا اور معاذ کی پیشانی پہ ناگواری کی شکنیں بھی، جو پرنیاں کو خائف کرنے کو کافی تھیں کہ ابھی اچھا خاصا راستہ باقی تھا، معاً انجن ہولے سے غرایا اور گاڑی جھٹکا کھا کر رک گئی پرنیاں نے گڑبڑا کر معاذ کو دیکھا جو اسٹارٹ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا اور اس کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جارہی تھی۔

"کیا ہوا؟ گاڑی خراب ہوگئی ہے کیا؟" پرنیاں نے قدرے جھجک کر سوال کیا تھا جس کے جواب میں معاذ نے محض کھا جانے والی نظروں سے اسے نوازا۔

"یہاں سے حویلی کا فاصلہ ہے تو مگر اتنا دور بھی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ اگر تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس بارش اور کیچڑ میں، میں پیدل چلوں گا تو ایسا سوچنا بھی مت۔" وہ بھڑک کر کہتا اس پر چڑھ دوڑا تھا، پرنیاں جز بز سی ہوکر رہ گئی۔

"تو پھر آپ باہر نکل کر دیکھیں نا، شاید معمولی خرابی ہو اور......"

"محترمہ مجھے اس کی الف بے سے بھی آگاہی نہیں ہے سمجھیں آپ، بہتر ہوگا یہیں رات بسر کرلیں۔" اس نے قہر بھرے انداز میں کہتے سیٹ کو آرام دہ حالت میں کیا اور نیم دراز سا ہونے کے بعد کرتے کی جیب سے سگریٹ کیس اور لائیٹر نکال کر شعلہ دکھایا، گاڑی کی فضا میں تمباکو کی مہک اور دھوئیں کا غبار پھیلنے لگا پرنیاں کچھ حیران سی ہوکر اسے دیکھتیں لب بھینچ گئی تھی، سرما کی یہ طوفانی رات کالی سڑک اور دور تک خاموشی تھی، اس پہ کن من برستی بارش درختوں کے سائے گاڑی کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں سڑک پہ خوفناک انداز میں پڑے نظر آتے تھے، بوندیں پتوں پہ ٹھہر کر ایک دوسرے میں مدغم ہو کر گرتیں تو اور موٹی ہو جاتی تھیں، اس نے دھندلے نم مناظر پہ تشویش زدہ انداز میں نظر دوڑائی پھر معاذ کو دیکھا، وہ کتنا بے نیاز اور ریلیکس نظر آتا تھا، جبکہ وہ یہاں کی رہائشی ہونے کے باعث جانتی تھی یہ علاقہ کس قدر رات کے وقت خطرناک ہو جاتا تھا کہ لوگ رات کو یہاں سے گزرنے سے بھی گریز کرتے

تو وجہ راہ گیروں کے لٹنے کے کئی واقعات تھے، ڈاکو زیور نقدی چھیننے کے علاوہ مار پیٹ بھی کرتے تھے، وہ معاذ کو یہ بات نہیں بتانا چاہتی تھی تو وجہ یہی تھی کہ وہ الٹے دماغ کا آدمی تھا، ایسی باتوں کو غیرت کا مسئلہ سمجھ کر بے خوف خطرے میں کود جاتا تھا، لندن کی ایسی ہی برستی شب میں اس کا مائیکل سے بھڑنا پرنیاں کو اس سے کچھ اور بھی محتاط کرچکا تھا، کسی خیال کے تحت وہ ایکدم چونک کر سیدھی ہو بیٹھی، اس نے بیگ کی زپ کھول کر اپنا سیل فون نکالا تھا اور اپنی ملازمہ روبی کا نمبر تلاش کرنے لگی، ابھی کل ہی اس نے روبی کو کال کرکے اپنی آمد کی اطلاع دی تھی، اس کی عادت تھی وہ غیر ضروری نمبرز بھی ڈیلیٹ نہیں کیا کرتی تھی اور یہ عادت کئی بار اس کے کڑے وقت میں فائدہ پہنچا چکی تھی روبی کا نمبر تو مل گیا تھا مگر اس کے سیل میں کریڈٹ ختم تھا، اس نے جھنجھلا کر سیل پٹخا تو معاذ نے دھواں بکھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اپنا سیل دیں معاذ مجھے کال کرنی ہے۔" اسے کہنا پڑا تھا، معاذ قدرے چونکا۔

"مما سے میری شکایت کرنا چاہتی ہو؟" وہ اسے گھورتے ہوئے بولا تو پرنیاں نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"ایسا ارادہ نہیں ہے میرا، سیل دیں گے؟" وہ چڑی تھی، معاذ نے جیب سے سیل نکال کر اس کی جانب بڑھایا پھر کسی قدر معنی خیزی سے بولا تھا۔

"تو طے ہوا ضرورت ایجاد کی ماں ہے، کاش کبھی آپ مجھے بھی مجھ سے اسی طرح مانگیں، کہ ہا ہمارے ایسے نصیب کہاں ہیں۔" معاذ کی بڑی بڑی آنکھوں میں شرارت بھرا تبسم رقصاں تھا، پرنیاں تو گویا خفت سے سرخ پڑگئی تھی، دل دھک سے رہ گیا، اس کی پلکیں کانپیں اور لرز کر عارضوں پہ سایہ فگن ہوگئیں، اس نے ایک جھٹکے سے اپنا رخ پھیرلیا، دل ہنوز دھک دھک کررہا تھا، اسے خود کو سنبھالنے میں کسی قدر دشواری محسوس ہورہی تھی۔

"لو، کس کو کال کرنی تھی آپ نے؟" معاذ نے پہلے اس کے کاندھے کو انگلیوں سے بجایا پھر خود پہ اس کی سمت قدرے جھک آیا تھا، پرنیاں نے لرزتی انگلیوں سے اپنے سیل سے روبی کا نمبر معاذ کے موبائل پہ ڈائل کیا تھا، دوسری سمت بیل جانے لگی۔

"دل تو چاہ رہا ہے یہ بارش برستی رہے گاڑی خراب رہے اور تم یونہی میرے نزدیک رہو اور عمر بیت جائے۔" وہ آنکھیں بند کیے شرارت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا، پرنیاں نے ایک نظر اسے دیکھا دوسری جانب روبی نے کال ریسیو کرلی تھی۔

"ہاں روبی میں ہوں پرنیاں۔"

"پرنیاں بی بی آپ ابھی تک نہیں پہنچیں، میں پریشان ہورہی ہوں کب کی۔" روبی اس کی آواز پہچان کر فراٹے سے بولنے لگی۔

"گاڑی خراب ہوگئی ہے ہماری، تم ڈرائیور کو گاڑی دے کر بھیجو ذرا جلدی۔" پرنیاں نے جگہ بتا کر کال ڈراپ کی تو معاذ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"مذاق اور حقیقت میں فرق ہوتا ہے بیگم صاحبہ! بے فکر رہیں میرا آپ سے رومینس کا ہرگز موڈ نہیں تھا۔" وہ نخوت سے کہہ رہا تھا، پرنیاں نے کچھ کہے بغیر سیل ڈلیش بورڈ پہ ڈال کر ونڈ اسکرین کے پار برستی بوندوں سے آگے بہت دور تک نگاہ کی، سڑک کنارے دور یہ درختوں کی قطاریں بہت دور تک جاتی

تھیں، سڑک سے نیچے کھیتوں میں بارش کا پانی تیزی سے بہہ کر جا رہا تھا، یہاں سے بہت دور چاند کی روشنی میں گاؤں کے آثار بھی نظر آتے تھے، سامنے کی پگڈنڈی باغات تک جاتی تھی جہاں پرنیاں نے کئی بار اپنے ہاتھوں سے کینو اور امرود توڑ کر کھائے تھے، پھر وہ اونچی شاندار حویلی تھی جہاں اس کے ددا کی بے شمار یادیں وابستہ تھیں یہی یادیں تھیں جو اسے بھرے پرے شاہ ہاؤس سے نکال کر یہاں لے آئی تھیں اور ددا...... اس کا دل سینے کی گہرائیوں میں بہت ڈوب کر ابھرا، اسی پگڈنڈی کے دائیں ہاتھ دوسری پگڈنڈی تھی جو قبرستان میں لے جاتی تھی، وہیں وہ محو خواب تھے، پرنیاں کا دل دکھ سے بھرتا چلا گیا، اسے خبر بھی نہ ہو سکی کب اس دکھ نے آنکھوں میں دھندلاہٹ بھری اور وہ آنسوؤں کی صورت پلکوں سے ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔

"کسی کو ناپسند کرنے کی صرف ایک وجہ بدگمانی نہیں ہو سکتی، مجھے لگتا ہے تم مجھے کبھی ایکسپٹ نہیں کر سکیں، اس کی وجہ بتانا پڑے گی تمہیں۔" اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں پہ لے کر جھٹکتا ہوا معاذ زہر خند سے بولا تو پرنیاں ہوش میں آتے ہی سراسیمہ سی ہو گئی، یعنی بدگمانی کی بھی کوئی حد نہیں تھی، معاذ کا چہرا توہین کے احساس سے سرخ ہو چکا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟" وہ ضبط کے باوجود چیخ پڑی تھی، معاذ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"چیخنے سے سچائی چھپتی نہیں ہے پرنیاں صاحبہ! مجھے اپنی بات کا جواب ہر صورت چاہیے، میں تھک گیا ہوں تمہاری جانب سفر اختیار کرتے ہوئے، اب اور نہیں، تم میرے جذبات سے اور نہیں کھیل سکتیں۔" اس کا لہجہ سرد اور پھنکار زدہ تھا، پرنیاں کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑتی محسوس ہونے لگی۔

"معاذ آپ غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں، مجھے ددا یاد......"

"یہ بہانہ کس قدر بودا ہے اس کا شاید تمہیں خود بھی اندازہ نہیں ہے۔" وہ اس کی پوری بات سنے بغیر غرایا تو پرنیاں کا رنگ سفید پڑنے لگا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ سکی وہ اس بدگمان شخص کو اپنی بات کا یقین کیونکر دلائے، تب ہی دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکتی نظر آنے لگیں، یہ یقیناً روبی کا بھیجا ہوا ڈرائیور تھا۔

"گاڑی آ گئی ہے، میں آپ سے گھر چل کر بات کرتی ہوں۔" پرنیاں نے رسانیت بھرے انداز میں فی الحال گفتگو کو سمیٹنا چاہا تھا، مگر معاذ کا تنفر دیدنی تھا۔

"تم جاؤ، مجھے کہیں نہیں جانا تمہارے ساتھ۔" پرنیاں نے ٹھٹک کر اس کی شکل دیکھی اور بے حد مضطرب ہو کر رہ گئی۔

"کیا مطلب؟ کہاں جائیں گے آپ، اتنی رات اوپر سے گاڑی بھی خراب ہے؟" اس نے پریشانی کے عالم میں کہا تھا معاذ کے چہرے پہ تمسخر پھیل گیا تھا۔

"تمہیں میری فکر میں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں جاؤ تم۔" اس کا لہجہ بے حد حقارت آمیز تھا، پرنیاں جھلس کر رہ گئی مگر اس قسم کی صورتحال میں وہ ہمیشہ کی طرح جذباتی نہیں ہوئی تھی اور بہت ضبط سے ساری تلخی اندر اتار لی۔

"پلیز معاذ اگر میری کوئی بات بری لگی ہے آپ کو تو میں ایکسکیوز کر لیتی ہوں۔" بغیر کسی انا کے

ہچکچاہٹ کے اس کے آگے اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے تھے، معاذ کچھ دیر سلگتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر سرد آواز میں بولا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، مجھے منافقت سے شدید نفرت ہے۔" پرنیاں نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، گاڑی سامنے کچھ فاصلے پہ آ کر رک گئی تھی، اب دروازہ کھول کر ڈرائیور جو درمیانی عمر کا مگر مضبوط جسم کا مالک تھا، سر پہ صافہ باندھے باہر نکل آیا اور پرنیاں کی جانب کھڑکی پہ جھک کر بارش میں بھیگتا ہوا پرجوش انداز میں سلام کرنے لگا۔

"سلام بی بی صاحبہ، سلام صاحب، گاڑی تیار ہے آپ تشریف لاؤ، وہاں حویلی میں تو جی آپ کی آمد کا سن کر سب ہی عید کے چمن کی طرح آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ عاجزانہ انداز میں کہہ رہا تھا، پرنیاں نے اپنی مخصوص نرمی سے اس کے سلام کا جواب دیا تھا پھر ملتجی نظروں سے معاذ کو دیکھا۔

"پلیز معاذ چلئے نا۔" اس کے لہجے میں عاجزی تھی بے بسی تھی، معاذ یونہی بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اتر کر دوسری گاڑی میں جا بیٹھا، پرنیاں نے بے اختیار اطمینان کا سانس لیا، ڈرائیور شبیر سے کہہ کر اس نے سامان ڈکی سے نکلوا کر اس گاڑی میں رکھوایا تھا، باقی کا راستہ ان کے بیچ خاموشی چھائی رہی، پرنیاں ڈرائیور کی باتوں کا بھی مختصر جواب دیتی رہی تھی، اسے معاذ کی طرف سے پریشانی تھی وہ بار بار فکر مندانہ نظروں سے اسے دیکھتی تھی، معاذ اس کے ہمراہ اس کمرے میں آ گیا جو شادی سے پہلے تک پرنیاں کا بیڈ روم تھا، اتنے سارے ملازم کل سے اس سے ملنے کے شائق تھے مگر اب وہ ڈھنگ سے ان کے سلام کا بھی جواب نہیں دے سکی تھی تو وجہ معاذ کا بگڑا ہوا موڈ ہی تھا۔

"آپ چینج کر لیں میں کپڑے نکالتی ہوں آپ کے۔" پرنیاں نے دانستہ اسے مخاطب کیا تھا، معاذ نے جواب دینے کی بجائے اس کی کلائی سختی سے جکڑ لی۔

"تم نے کہا تھا تم میری بات کا جواب دو گی، مجھے بے کار باتوں میں مت الجھاؤ۔" وہ چیخ پڑا تھا، اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں، پرنیاں نے بے حد خاموش نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پہلی بار اس کی نظروں سے خائف ہو کر نظر چرائی نہ چھڑائی، بلکہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی، پھر بے حد ٹھوس اور سنجیدہ آواز میں بولی تھی۔

"آپ کو شک ہے نا کہ میں نے کس سے محبت کی تھی، تو یہ سچ ہے، میں نے محبت صرف کی نہیں تھی اب بھی کرتی ہوں، اسی لئے کیونکہ وہ میری زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا، جو مجھے اچھا لگا تھا یا شاید وہ تھا ہی اس قابل کہ اسے چاہا جاتا۔" معاذ کی اس کے ہاتھ پہ گرفت پہلے ڈھیلی پڑی پھر اس کے ہاتھ سے پرنیاں کا ہاتھ چھوٹ گیا، وہ ساکن سا اسے دیکھے گیا تھا۔

"مجھے پتہ چل گیا تھا، وہ مجھے پسند نہیں کرتا پھر بھی میں اسے چاہنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی، دلوں کے معاملات اتنے ہی بے اختیار ہوا کرتے ہیں، اس نے مجھے قدم قدم پہ ذلت کے احساس سے ہمکنار کیا مگر میں پھر بھی اسی کی چاہت میں مبتلا رہی پتہ ہے کیوں؟ وہ میرے لئے صرف ددا کا نہیں میرے رب کا بھی منتخب کردہ ساتھی تھا، یہی دو ہستیاں تھیں جن پہ مجھے ہر طرح سے بھروسہ تھا اور ان کی محبت پہ کسی قسم کا شک نہیں تھا، جبھی میں نے اس فیصلے کو دل کی پوری آمادگی کے ساتھ قبول کر لیا تھا اور وہ شخص معاذ حسن ہے میرے لئے میرا سب کچھ۔" اپنی بات مکمل کر کے اس نے معاذ کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ ہی

نہیں آنکھوں میں بھی تنفر سے بھری مسکان بکھری ہوئی تھی۔

''بہت خوب، تم مجھے احمق سمجھتی ہو پرنیاں؟ تم مجھے یہ فرضی کہانی سناؤ گی اور میں یقین کرلوں گا؟''

وہ بے حد تلخی سے بولا تو پرنیاں کا رنگ یکدم پھیکا پڑ گیا، یہ تو وہی بات ہوئی تھی کہ اس نے انا کو نیلام بھی کیا تھا اور حاصل وصول کچھ بھی نہیں، معاذ اور اس کی بات کا یقین کرے یہ تو شاید قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا تھا، اسے عجیب سے تاسف اور ملال نے گھیر لیا۔

''دماغ آپ کا نہیں میرا خراب ہے، کہ میں نے آپ کو سچ بتا کر خود کو مزید ہلکا کیا، اس سے زیادہ میں کچھ اور کرنے سے قاصر ہوں، آپ کا جو دل چاہتا ہے سوچتے رہیں۔'' غم و غصے اور سبکی کے احساس نے گویا اسے شدید ہیجان میں مبتلا کر دیا تھا، جبھی وہ کڑواہٹ زدہ لہجے میں کہہ کر ایک جھٹکے سے باہر نکل گئی، معاذ نے شدید طیش کے عالم میں میز کو ٹھوکر رسید کی تھی۔

☆☆☆

جدا ہونے کے صدمے کو اگرچہ ہنس کے سہنا تھا
اسے رسمی سہی لیکن خدا حافظ تو کہنا تھا
زباں میں اتنی طاقت تھی مگر صحرا کی وحشت میں
میری بچپن سے عادت تھی مجھے خاموش رہنا تھا
وہ کچا گھر وہ بارش میں ہماری جاگتی آنکھیں
ہمیں جاتی ہوئی برکھا سے کچھ نہ کچھ تو کہنا تھا
ہم رسم وفا اس سے نبھاتے بھی کہاں تک کہ
ہمارے خواب کے گھر تھے ہمیں تو ان میں رہنا تھا

وہ گم صم تھی خاموش تھی اور خالی آنکھوں سے اپنی بیٹی کو دیکھتی، وہ بیٹی جس کے لئے وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر رہی تھی، اس کا دل روتا تھا مگر آنکھیں صحرا کی طرح خشک تھیں، وہ تو آنسو بھی بہا بہا کر تھک گئی تھی، کہاں تک روتی یہاں تو ہر روز اک نیا صدمہ نیا سانحہ اس کا منتظر ہوا کرتا تھا، تیمور کی شکل کتنے دنوں بعد نظر آئی اس نے تو حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا، ہاں البتہ اسے یہ یاد رہ گیا تھا کہ اپنی بیٹی کی خاطر وہ ضرور اپنی ساری توانائیاں صرف کر دی تھیں، اس کا مطالبہ جان کر ہی تیمور خان کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔

''کیوں منع کر دوں زرلالے کو؟ تمہاری بیٹی میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں اگر سانول معذور ہے تو۔''

''تیمور فاطمہ میری نہیں آپ کی بھی بیٹی ہے، دوسری اہم بات یہ کہ ابھی میں اس کی نسبت طے نہیں کرنا چاہتی، بڑی ہونے پہ دیکھا جائے گا۔''

''ہمارے ہاں اسی طرح سے نسبتیں طے ہوا کرتی ہیں زینب بی بی، اپنی بک بک بند کرو، اور نئے قانون نہ بناؤ یہاں، بڑی ہونے پہ کون دیکھے گا، تم یا یہ خود؟ یہی نہیں چاہتا میں کہ وہ تمہارے نقش قدم پہ چلے اور میرا سر جھکا کے رکھ دے۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' زینب کو اس آخری بات پہ صحیح معنوں میں آگ لگ گئی تھی۔

''مطلب مجھ سے پوچھ کر اپنی معصومیت ظاہر کرنا چاہتی ہو یا پھر اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنا مقصود ہے، کیا مجھے نہیں پتہ کہ تم کون سے کرتوت کھول کر مجھ تک پہنچی ہو، جہان منگیتر تھا نا تمہارا؟ تم نے محض اس وسیع جائیداد کے لالچ میں اسے ٹھوکر ماری اور اپنے والدین کے سر جھکا کر اپنی بات منوالی، یہ تمہاری بیٹی ہے کیا تمہارے نقش قدم پہ نہ چلے گی، مگر یاد رکھنا اگر ایسی کبھی صورتحال پیش آئی تو میں تمہارے والدین کی طرح بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اس کا ہی نہیں تمہارا بھی قتل کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔'' سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ منہ سے انگارے نکال کر پھینک رہا تھا، جس سے زینب کا وجود جھلس کر رہ گیا تھا اسے لگا تھا تیمور کے ان طعنوں نے اس کے جسم کے پرخچے اڑا کے رکھ دیے ہوں، تیمور نے آج تک اسے ہر دکھ دیا تھا مگر یہ دکھ وہ سہہ نہیں پا رہی تھی رنج اور تاسف تھا اس کے ہر انداز میں، یہ وہ شخص تھا جس نے اسے بہکانے اور اس لائن پہ لگانے کو کیا کیا نہ جتن کیے تھے، یہ اسی کی خواہش عشق جنوں خیز تھا کہ آج وہ یہاں اس کے سامنے تھی، کتنا سمجھایا تھا کتنا روکا تھا سب نے مگر جہان کی خاموشی کے بعد سے ایسی ضد اتری تھی اس کے اندر کہ ہر انجام کی پرواہ کیے بغیر وہ آگے بس آگے بڑھتی گئی تھی، یہی وقت تھا جب اس نے محض اپنی ضد پوری کرنے کو سب کے دلوں کو توڑا تھا، اب وہ وقت تھا کہ وہ اکیلی دکھ سہہ رہی تھی، آزمائش میں مبتلا تھی، یہ اس کا جرم تھا تو سزا تو پانا تھی پھر، اس نے اپنے لرزتے وجود کے گرد اپنے ہی بازو لپیٹ لئے اور سر گھٹنوں پہ رکھ لیا، پہلی بار اس نے آنسو بہا کر اپنی قسمت پہ تاسف کا اظہار خود سے نہیں کیا، وہ جان گئی تھی وہ سمجھ گئی تھی، اسے ماں باپ کا دل دکھانے کی سزا ملی ہے، وہ یہ سزا بھگتنے کو تیار تھی، اب اسے اس اذیت سے خلاصی اس آزمائش سے سرخروئی کی دعا کرنی تھی تو وہ کسی اور سے نہیں، اپنے رب سے کرنی تھی بس۔

☆☆☆

کل تیرے شہر کا اک شخص ملا جو مجھ سے
باتوں باتوں میں تیرا ذکر بھی ظالم نے کیا
نام کیا آیا تیرا اس کے لبوں پہ جاناں
جس طرح روح کسی جسم سے کھینچ کر آئے
یوں لگا موت کے سائے مرے سر پہ آئے
پھر تیرے پیار کی پازیب اچانک چھنکی
پھر میرا وہم دلاسوں کی حدوں سے نکلا
پھر میری آنکھ میں ساون کے کٹورے چھلکے
پھر میری جان پہ قیامت کی گھڑی آ ٹھہری
پھر میرے دل نے عجب مانگی دعا مالک سے
آج کے بعد تیرا ذکر کرے نہ کوئی
آج کے بعد تیرا کوئی شناسا نہ ملے

وہ گھر لوٹا تو بے حد مضمحل نظر آتا تھا، مما جان کا لاؤنج سے ٹکراؤ ہوا تھا، انہیں آہستگی سے سلام کرتا وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا، چینج کیے بغیر اس نے صرف ہاتھ میں موجود سوٹ کیس صوفے پہ اچھالا تھا

اور خود بیڈ پہ گرنے کے انداز میں لیٹ کر آنکھوں پہ بازو رکھ لیا تھا، آنکھیں ہی نہیں اس کا پورا وجود جل اٹھا تھا گویا، آفس سے نکل کر وہ پارکنگ کی جانب آیا تھا جب اس کا تصادم اس خاتون سے ہوتے ہوتے رہ گیا، غلطی اس کی نہیں تھی یقیناً وہ خاتون ہی کچھ عجلت کا شکار تھیں، اس کے باوجود جہان نے شائستگی بھرے انداز میں ان سے معذرت کی تھی، جس کے جواب میں وہ مسکراتے ہوئے ایکدم سے اسے کچھ دھیان سے دیکھنے لگی تھیں۔

"مجھے لگ رہا ہے آپ کو میں پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں۔" اس سوال نے جہان کو اچنبھے میں مبتلا کر دیا تھا، اس سے قبل کہ وہ جواب میں کچھ کہتا خاتون یکا یک پر جوش نظر آنے لگیں۔

"آپ شاید زینب کے کزن ہو، بارات میں دیکھا تھا آپ کو، ایکچو لی آپ ہینڈسم بہت ہو نا، اس وجہ سے آپ کی شکل نہیں بھول سکی۔"

"اوہ......" جہان کچھ خفیف سا ہو گیا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟ پھر کبھی زینب سے ملنے بھی نہیں آئے شاید آپ ہے نا، زینب نے تو شاید آپ کو نہیں بتایا، وہ میری سمدھن بن گئی ہے، میرے بیٹے سے اس کی بیٹی کی نسبت طے ہے۔"

"جی!" جہان کے سر پہ جیسے کسی نے بم دے مارا تھا، وہ ششدر سا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"دیکھا نا آپ کو نہیں بتایا زینب نے، مجھے پتہ تھا، وہ خوش نہیں ہے اس رشتے سے، مگر لالا اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے ہی کریں گے، ہمارے ہاں ایسی طرح رشتے ناطے طے ہوتے ہیں۔" چند مزید باتوں کے بعد وہ خاتون بامشکل اس کی جان چھوڑ پائی تھیں، پتہ نہیں جہان کو یہ کیوں لگا تھا جیسے اس کا مقصد ہی جہان کو یہ اہم معلومات دینا تھا، وہ کسی طرح بھی خود کو زینب سے بات کرنے سے باز نہیں رکھ سکا، زینب سے اس کی کال ریسو نہیں کر رہی تھی، وجہ وہ نہیں جانتا تھا، یہ ضرور تھا وہ انتہا درجے کی پریشانی میں مبتلا تھا، اس نے اسی پریشانی میں پھر سے اس کا نمبر ٹرائی کیا تھا۔

"السلام علیکم!" چند لمحوں کے توقف سے اسے زینب کی ٹھہری ہوئی مگر بے حد سنجیدہ آواز سنائی دی تھی۔

"کیا حال ہے زینب؟ فاطمہ کیسی ہے؟"

"فاطمہ ٹھیک ہے آپ نے کیسے کال کی؟" جہان کو اس کا لہجہ سرد محسوس ہوا تھا، وہ کچھ خفیف سا ہو کر رہ گیا، وہ ایسا انسان نہیں تھا کہ خوامخواہ کسی کے سر پہ مسلط ہو جاتا، مگر یہ زینب کا معاملہ تھا اور وہ چاہنے کے باوجود خود کو اس کے مسائل اور پریشانیوں سے الگ نہیں کر سکتا تھا۔

"تیمور نے فاطمہ کی نسبت ابھی سے اپنے بھانجے سے کیوں طے کر دی، تمہیں روکنا تو چاہیے تھا زینب۔" دوسری جانب یکلخت سناٹا چھا گیا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا ہے جے؟" وہ جب بولی تو لہجے کی سرد مہری اور تلخی کی جگہ بے بسی اور عجیب سے کرب نے لے لی تھی۔

"تمہاری رضا شامل نہیں ہے میں جانتا ہوں، تمہیں یہ......"

"میرا یہاں کوئی بس نہیں چلتا ہے جے؟ آپ کو پتہ ہے زرلالے کا بیٹا سانول معذور بھی ہے، میری بے بسی دیکھیں جے کہ میں اپنی معصوم سی بیٹی کو اس پہ ہونے والے پہلے ظلم سے نہیں بچا سکی۔" وہ

پھوٹ پھوٹ کر روتے کہہ رہی تھی، جہان کے اعصاب یکدم کشیدگی اور تناؤ کا شکار ہو کر رہ گئے۔

"پلیز زینب ریلیکس، تم پریشان نہیں ہو، ہم بات کریں گے وہاں آ کر تیمور سے، وہ ایسا نہیں کر سکتا، فاطمہ پہ صرف اس کا حق نہیں ہے، وہ ہماری بھی کچھ لگتی ہے۔" جہان کے لہجے میں یکلخت غصہ اور درشتی در آئی تھی، وہ بہت کم غصے میں آتا تھا مگر اب وہ غصے میں تھا۔

"نہیں جے پلیز، کوئی کچھ نہیں کرے گا، تیمور بہت خفا ہوں گے، آپ سن رہے ہیں جے کوئی کچھ نہیں بولے گا اور آپ آئندہ مجھے کال مت کیجئے گا، مجھے کم از کم آپ سے کوئی بات نہیں کرنی اب۔" اس کے لہجے پہ صرف ہراس غالب نہیں آیا تھا، وہ جیسے کسی دباؤ اور ٹینشن کے حصار میں بھی تھی، اس سے قبل کہ جہان کچھ کہہ پاتا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا، جہان سرخ چہرے کے ساتھ سختی سے ہونٹ بھینچ بیٹھا رہ گیا۔

وہ سمجھ سکتا تھا زینب وہاں کس قسم کے حالات کا شکار ہو گی، اس کے باوجود یہ عجیب سی گھٹن اپنا غلبہ پانے لگی، اسے یاد آیا جب وہ یہاں سے جا رہی تھی تب جہان کی سمت کچھ دیر دھند آلود نظروں سے مسلسل دیکھتے رہنے کے بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"آپ اچھی طرح یاد کریں جے اور مجھے بتائیں جب میں نے آپ کو ٹھکرایا تب آپ نے مجھے کوئی بددعا دی تھی؟" جہان نے کتنی حیرانی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

"میں تمہیں بددعا کیوں دیتا زینب، ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

"ہاں اصولاً تو آپ کو مجھے بددعا نہیں دینی چاہیے تھی کیونکہ اس طرح آپ کو اپنی محبت آسانی سے مل گئی تھی، پھر پتہ نہیں میرا مکافات عمل کا چکر کیوں شروع ہو گیا، میں ایک ہی دن میں بار بار اس اذیت اس کرب سے گزر رہی ہوں۔" جہان کتنا مضطرب ہو گیا تھا، زینب کے پلٹ کر بھاگ جانے سے، وہ بے اختیاری کیفیت میں اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر تب معاذ نے جانے کہاں سے آ کر اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ دیا تھا، جہان نے چونکتے ہوئے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو کتنی وحشت تھی اس پل جہان کی آنکھوں میں۔

"وہ زینب...... معاذ وہ کہہ رہی تھی......"

"وہ کچھ ڈسٹرب ہے۔"

"ہاں وہ بہت ڈسٹرب ہے، میں اس سے بات......"

"نہیں جے...... تم اس سے کچھ نہیں کہو گے، وہ اپنے گھر جا رہی ہے، تیمور یہاں ہے، وہ تم لوگوں کے تعلق اور رشتے سے بے خبر نہیں ہے، اب تمہاری اور اس کی حیثیت یہ نہیں رہی کہ تم ایک دوسرے کے دکھ بھی شیئر کر سکو۔" معاذ کا لہجہ بوجھل تھا اور چہرے پہ کسی انجانے سے دکھ کا گہرا سایہ، جہان کے رنگت متغیر ہوئی تھی اس نے ہونٹوں کو باہم سختی سے بھینچ لیا تھا۔

"وہ پچھتا رہی ہے معاذ، وہ بالکل بھی خوش نہیں ہے، وہ ہر لحہ گھل گھل کر ختم ہو رہی ہے۔" جہان کے لہجے میں کتنے نوحے تھے، کتنا کرب تھا، اب ہونٹ بھینچنے کی باری معاذ کی تھی۔

"ہم اس کے لئے دعا کر سکتے ہیں جے، ہمارے بس میں شاید اس سے زیادہ کچھ نہیں رہا۔"

اور معاذ کے جواب میں جہان نے سرد آہ بھر کے سر جھکا دیا تھا، وہ اعصابی طور پہ ہی نہیں روحانی سطح پہ بھی ڈسٹرب ہو چکا تھا، دروازہ کھلنے کی آواز کو اس نے سنا ضرور مگر سر اٹھانے اور آنے والے کو دیکھنے کی

ہمت ناپید تھی جبھی آنکھیں موندے یونہی بے دم سا پڑا رہا تھا، آنے والی ژالے تھی، اس نے چائے کے مگ سمیت ٹرے جھک کر ٹیبل پہ رکھی پھر کارپٹ پہ گھٹنوں کے بل جھک کر جہان کے جوتے اتارنے لگی انداز میں اتنی توجہ اور اپنائیت تھی گویا یہی دنیا کا سب سے اہم کام ہو اس کے نزدیک، جہان کو جیسے ہی اس بات کا احساس ہوا تھا وہ یکلخت اٹھ کر بیٹھ گیا اور نہ صرف سرعت سے اپنے پیر سمیٹے تھے بلکہ ژالے کا بازو پکڑ کر اپنے مقابل بٹھاتے ہوئے بے حد خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیا کر رہی تھیں تم؟" اس نے بے حد سنجیدگی اور خفگی سے اسے دیکھا تھا، ژالے کچھ جھینپ کر مسکرادی۔

"جوتے اتار رہی تھی آپ کے۔"

"وہ مجھے بھی پتہ چل گیا تھا، کیوں اتار رہی تھیں؟"

"آپ کو اچھا نہیں لگا شاہ؟" وہ یکدم سہم سی گئی، جہان نے سر کونفی میں جنبش دی پھر اس کے ہراس بھرے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا تھا۔

"مجھے تمہارا اس طرح کے کام کرنا اچھا نہیں لگتا ژالے، آپ بیوی ہو میری، آپ کی جگہ میرے پیروں میں نہیں یہاں ہے میرے برابر......" ژالے کے چہرے کا رنگ بدلا تھا دھیرے دھیرے ہراس چھٹا اور خفیف سی حجاب آمیز سرخی اس کے چہرے کو گلنار کرنے لگی۔

"آپ نے مائنڈ کیا ہے شاہ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے آپ کے ہر قسم کے کام کرنا اچھا لگتا ہے، اس لئے کہ مجھے آپ سے......" وہ بے اختیاری کی کیفیت میں کہتے کہتے یکدم احساس ہونے پہ تھم سی گئی، جہان کی آنکھوں میں شرارت آمیز تبسم سا بکھرنے لگا۔

"ہاں بولو؟ کیا مجھ سے؟" وہ جیسے اس کی محجوب کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"کچھ نہیں؟" ژالے خفت سے سرخ پڑ چکی تھی، یونہی جھکی پلکوں سے بولی، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

"آپ پرنیاں کو کال کریں نا، اب واپس آ جائیں گاؤں سے، ان کے بغیر مجھے کچھ اچھا فیل نہیں ہوتا۔" اس نے کمال خوبصورتی سے بات بدل دی، جہاں کو اس کی انا بہت پیاری لگی، گو کہ ژالے بھی آگاہ تھی کہ جہان اس کی محبت اور پسندیدگی کے جذبے سے آگاہ ہے اس کے باوجود وہ اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی تو یہ نسوانیت کا ہی وقار تھا جو بہرحال قائم رہنا چاہیے، عورت اپنے رویئے سے اپنے انداز سے محبت ثابت کرتی اچھی لگتی ہے، منہ پھاڑ کر اظہار کرتی ہوئی نہیں، جہان کو نسوانیت کا یہی روپ بھاتا تھا اسے اپیل فیل ہوتا تھا کہ ژالے بیشتر عادات اسی سے میل کھاتی تھیں۔

"کہہ کر تو معاذ دو دنوں کا ہی گیا تھا، ہو سکتا ہے آج آ جائیں وہ لوگ۔" جہان نے اٹھتے ہوئے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی، ژالے نے اس کا کوٹ اتارنے میں مدد دی تھی۔

"پہلے چینج کریں گے؟ چائے تو آپ کی ٹھنڈی ہو گئی۔" ژالے کوٹ ہینگر میں لٹکا کر پلٹی تو جہان کو ڈریسنگ روم کی سمت جاتے دیکھ کر بولی تھی۔

"اٹس اوکے، میں آ رہا ہوں دو منٹ میں۔" وہ محض اس کی خاطر مسکرایا تھا، ورنہ حقیقت یہ تھی کہ زینب والے معاملے کی وجہ سے وہ حد درجہ اپ سیٹ ہو چکا تھا مگر ژالے کے ساتھ اپنا رویہ بدل کر دیا اس

پر اپنا اضطراب ظاہر کر کے وہ اسے ہرگز بھی پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا، مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی، جب وہ چینج کر کے واپس آیا تو ژالے نئے سرے سے چائے بنا کر اس کی منتظر بیٹھی تھی۔

"اس کو گرم کر لینا تھا، رزق کی اس طرح ضائع نہیں کرتے ژالے۔" وہ نرمی سے ٹوک کر بولا تو ژالے مسکرادی تھی۔

"ضائع نہیں کی، میں نے خود پی لی تھی۔" جہان کو بے تحاشا حیرت نے آن لیا۔

"تم نے؟ بٹ وائے؟ اور تم تو چائے پیتی ہی نہیں ہو نا۔" اس کی سوالیہ و استعجابی نگاہوں کے جواب میں ژالے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"اب پینے لگی ہوں، اس لئے کہ آپ کو پسند ہے۔" جہان عجیب سے احساسات کا شکار ہو کر رہ گیا۔

"یہ ہرگز بھی فیئر نہیں ہے ژالے، مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ تم میری خاطر خود پہ جبر کرو نہ میں اس کا قائل ہوں مجھے تو ایسا بہت کچھ پسند ہو گا جسے تم باخوشی اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتیں۔" وہ پتہ نہیں کس کس خیال کے ساتھ اتنا سنجیدہ اتنا ملول ہو گیا تھا، ژالے نے کسی قدر دھیان سے اس کی شکل دیکھی پھر نرمی و آہستگی کے ساتھ اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"آپ یہ سوچنا بھی نہیں شاہ کہ آپ کی پسند مجھ پہ جبر کی صورت مسلط ہو سکتی ہے، ہر وہ کام جو آپ کے لئے اہم یا خاص ہو وہ میرے لئے عین سعادت ہو گا، میں دعوے نہیں کرنا چاہتی بس آپ کو یقین دلانا چاہوں گی شاہ کہ میرے لئے آپ بہت اہم بہت خاص ہیں، اب یہ بتائیں آپ پریشان کیوں ہیں؟" جہان کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا، اس نے تحیر اور غیر یقینی کی کیفیت میں جتلا ہو کر ژالے کو دیکھا، ایسی نگاہ جس میں عجب سا گریز بھی تھا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں......"

"میں سمجھ سکتی ہوں، آپ کی آنکھوں، آپ کے چہرے کی کیفیت اور زبردستی کی مسکراہٹ سے۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھرا پھر اسے دیکھ کر بولی تھی۔

"میں جانتی ہوں شاہ آپ میں اور معاذ بھائی میں بہت دوستی اور انڈر اسٹینڈنگ ہے، مجھے اکثر معاذ بھائی پہ رشک آتا تھا، آئی وش آپ کے اتنا ہی نزدیک آ سکوں میں جتنا کہ وہ ہیں۔" اس کی بات کو جہان نے دانستہ ہنسی میں اڑا دیا تھا، اس میں شک نہیں تھا کہ ان چند دنوں میں ژالے اپنی فطرت کے رکھ رکھاؤ، اوصاف کی خوبیوں کے بدولت بہت تیزی سے اس کے نزدیک آئی تھی، مگر بہرحال وہ اسے زینب کے حوالے سے کوئی بات بتانے پہ آمادہ نہیں تھا، زینب کے لئے جو بھی فیلنگز تھیں وہ اس کے دل کا وہ راز تھیں جنہیں وہ کبھی ژالے پہ آشکار کرنے کا متمنی نہیں تھا، حالانکہ نہیں جانتا تھا، ژالے اس راز سے کتنے غیر محسوس انداز میں کب کی واقف ہو چکی ہے۔

☆☆☆

آگ کے شہر میں تنکے کی حقیقت کیا تھی
دشت پر پھول کا سایہ تھا محبت کیا تھی
زخم تھے درد تھا تنہائی تھی ویرانی تھی

کیا بتاؤں کہ تیرے عشق میں راحت کیا تھی

وہ ساکن بیٹھی تھی، بالکل پتھرائی ہوئی سی، اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہتے تھے، باہر برسنے والی بارش کی طرح بے آواز، کچھ طوفان کس درجہ خاموشی سے آتے ہیں اور سب کچھ برباد کر کے چلے جاتے ہیں، اسے لگتا تھا ہر بار لگتا یہ اس کی زخم خوردہ محبت کے بدن پہ آخری سانحہ ہے مگر اگلے روز ایک نئی اذیت ایک نئی آزمائش آن کھڑی ہوتی تھی، زرلالے کی وہ نند جو تیمور کی منگ تھی ابھی تک اس کے نام پہ بیٹھی تھی مگر اب اس کے بھاگ جاگ اٹھے تھے، تیمور خان سے اس کی شادی کرائی جا رہی تھی تو وجہ تیمور کی بیٹی کا اس خاندان میں رشتہ طے ہونا تھا، وٹہ سٹہ کا رشتہ، تیمور کو اگر اپنی بیٹی دینی تھی تو ان کی بیٹی کو لازمی بیاہ کر لانا تھا، شاید یہ سارا چکر چلایا ہی اس لئے گیا تھا، یہاں اعتراض تھا بھی کس کو، تیمور تو اس کی بے چینی اور وحشت کو دیکھ کر اسے مزید چرکے لگانے پہ اتر آیا تھا۔

"تم اگر یہ سوچتی ہو زینب بیگم کہ میں تم پہ اکتفا کروں اور ایک کے بعد دوسری بیٹی کا باپ بنتا رہوں تو یہ تمہاری بھول ہوگی، پتہ نہیں کون سا منتر پڑھ کر پھونکا تھا تم نے مجھ پہ کہ مجھے پاگل کر ڈالا، اس قسم کے اثرات عمر بھر قائم نہیں رہا کرتے، میں اپنے خاندان اور برادری سے بغاوت تمہاری وجہ سے مول نہیں لے سکتا، مجھے یہ شادی کرنی ہوگی۔"

"دوسری شادی کے بعد میری حیثیت کیا ہوگی تیمور؟" اس کے خدشات زبان پہ آ گئے تھے، یہ وہ زینب تھی جو اپنی زندگی میں اپنی ذات کی معمولی سی ترجیحات کو اگنور کرنے پہ ایک طوفان اٹھا دیا کرتی تھی، اب تیمور خان کے دباؤ نے اس کی شخصیت کو اس انداز میں مسخ کیا تھا کہ وہ اس سے اس مقام پہ اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کی بجائے اس کے آگے سوالی بنی کھڑی تھی بلکہ نہیں وہ اس سے پہلے بھی سوالی بنی تھی مگر تب سوال زبان پہ نہیں لا سکی اور جواب میں نقصان اٹھالیا۔

"آہ کون جانتا تھا یہ سودہ کتنے گھاٹے کا تھا، انا تو پھر بھی نہیں بچی، سوال آخر کرنے پڑے تھے، وہاں نہ سہی یہاں سہی، تمہیں سر پہ تو بٹھانے سے رہا، میں عورتوں کو سر پہ رکھنے کا قائل ہوں بھی نہیں، سمجھیں تم۔" وہ آنکھیں نکال کر غیر مبہم جواب دیتا چلا گیا تھا، پھر وقت نے ثابت کیا تھا کہ وہ ہرگز بھی دو بیویوں کے درمیان توازن برقرار نہیں رکھ سکا تھا، بعد میں آنے والی اس عادت اور فطرت کی مالک تھی جیسے یہاں کے دیگر مکین، جبھی وہ چند دنوں کے اندر ہر شے پہ حکمراں اور قابض ہوتی چلی گئی تیمور سمیت اور زینب بس اپنے خالی ہاتھوں خالی دامن اور خالی کمرے کو دیکھتی خود پہ بیت جانے والی اس اذیت کا خود سے احتساب کرتی رہی۔

"میرے لئے نہ سہی، کم از کم اپنی بیٹی کے لئے ہی گھڑی دو گھڑی کو یہاں آ جایا کریں تیمور۔" اس روز اس کے ضبط کا پیمانہ چھلکا تھا تب اس نے نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر ڈالا تھا، جواب میں تیمور خان نے خونخوار قسم کی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"پچھلے سال بھر سے میں تمہارے ساتھ ہوں، صرف تمہارے ساتھ، اب نئی شادی ہے کیا حرج ہے اگر میں یہ وقت اس کے ساتھ گزار لوں نفس پرست عورت ذرا خود پہ کنٹرول رکھنا سیکھو۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ اسے سامنے سے دھکیل کر چلا گیا تھا اور زینب وہ جیسے ہمیشہ کے لئے قوت گویائی کھونے کے قریب تھی، اس درجہ سبکی، اتنی تذلیل، اس کے وجود کو ان الفاظ نے لمحوں جلا کر خاکستر کر ڈالا تھا، پھر بیچ میں کتنے دن بیت گئے، زینب نے اپنے کمرے سے نکلنا بھی چھوڑ دیا، وہ اس حویلی میں اس بے کار سامان کی طرح ہو کر رہ گئی تھی جسے کاٹھ کباڑ میں پھینک دیا جاتا ہے، شاہ ہاؤس سے کسی کا بھی فون آتا وہ اپنا ہر دکھ چھپا کر ہنسنے مسکرانے لگتی، یہاں بیت جانے والے سارے سانحے سے وہ انہیں بے خبر رکھنا چاہتی تھی مگر شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا، وہ بے چین تھی تو ادھر اس کے کرب کو محسوس کیا جا رہا تھا، جبھی مما ہر روز پپا سے زینب سے ملنے کا اصرار کرنے لگی تھیں اور ادھر جب اس سے ملنے کو آنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اس پہ وہ آخری قیامت بھی توڑ دی گئی جس کے بعد کسی مداوے کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔

فاطمہ کی طبیعت اس روز ٹھیک نہیں تھی اور زینب اس قدر بے چین، اس نے ملازمہ کو بار بار یہ پیغام دے کر تیمور کے کمرے میں بھیجا تھا کہ وہ فاطمہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے مگر تیمور ہر بار ملازمہ کو جھڑک کر واپس بھیج دیتا، زینب فاطمہ کو کاندھے سے لگائے خود اس کے کمرے کی جانب آ گئی تھی، ناک کرنے کے بعد اس نے دروازہ کھول دیا تھا، سامنے صوفے پہ تیمور اپنی نئی نویلی دلہن کے ہمراہ بیٹھا تھا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے شراب پلا رہی تھی، زینب تو ششدر ہو کر رہ گئی تھی، حیرت رنج اور صدمے سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

"کیا کر رہی ہو یہ تم؟" اس سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ چیخ پڑی تھی، زینب بھول چکی تھی وہ کس مقصد سے یہاں آئی ہے اور یہ اس کی گستاخی اور بدتمیزی کی انتہا تھی جو تیمور نے سہی نہ جا سکی۔

"تمہیں یہاں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟" تیمور نے اٹھ کر اسے الٹے ہاتھ کا تھپڑ دے مارا تھا، وہ پوری طرح سے نشے میں مدہوش تھا، زینب اس کے جناتی تھپڑ کی تاب نہ لاتے ہوئے الٹ کر گری تھی، فاطمہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پتہ نہیں کہاں جا گری، بچی کے بلک اٹھنے کی آواز نے زینب کو اپنی چوٹ کا احساس بھلا دیا، وہ تڑپ کر اٹھی تھی مگر تیمور نے اسے فاطمہ تک پہنچنے سے قبل ہی دبوچ لیا۔

"تم جان کا عذاب بن گئی ہو میری، میں ہمیشہ کے لئے تمہیں دفعان کرنا چاہتا ہوں، مار ڈالوں گا تمہیں۔" وہ آنکھیں نکال کر کہتا بیچ اس کی گردن دبانے لگا، زینب دہشت زدہ سی ان کی فولادی گرفت میں محض پھڑ پھڑا سکی، موت کو اتنا قریب پا کر اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی۔

"اسے مت ماریں تیمور خان، کیوں اپنی جان مصیبت میں ڈالتے ہیں، جدید سوسائٹی کے لوگ ایسے معاملات میں بہت خوار کرتے ہیں جان چھڑانے کے اور بھی تو طریقے ہیں نا۔" دلہن صاحبہ نے تیمور کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر اٹھلا کر کہا تھا، تیمور نے بدمست بیل کی طرح سے سر ہلایا پھر زینب کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب دھکیل کر بوجھل آواز میں بولا تھا۔

"ہاں جان چھڑانے کے اور بھی تو طریقے ہیں اور وہ ایک طریقہ تو طلاق ہے، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔" زینب کے حلق سے خوفزدہ سی چیخ نکلی تھی اور رنگ پیلا پڑ گیا۔

"مجھے خوبصورت لڑکیاں ہرگز اچھی نہیں لگتیں، یہ ڈائنیں ہوتی ہیں، خون چوس لیتی ہیں، تم بھی خوبصورت ہو، میں نہیں چاہتا تم میرا خون چوس لو، اس لئے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔" زینب پھر پوری قوت سے چیخی اور بلند آواز سے روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیئے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ)

نئے آخری جزیرہ ہو

◇◇◇ اُم مریم ◇◇◇

اکتیسویں قسط کا خلاصہ

جہان ژالے سے ہنوز بدگمان ہے اور اسے پرکھنے کو آزمائش بھی کرتا ہے، ژالے کی معصومیت اور پاکیزگی کا اسے یقین ہو کر نہیں دیتا وہ اسی وجہ سے پریشان بھی ہے۔

تیمور زینب کو علاج کے بہانے شاہ ہاؤس بھیج کر دم لیتا ہے، زینب سب کے سامنے اپنی بے مائیگی چھپانے کی کوشش میں ناکامی پر شرمندہ نظر آتی ہے۔

تیمور صاحب کو نا چاہتے ہوئے بھی حویلی تو لے آتا ہے مگر اس کا رویہ اپنی بیٹی اور زینب کے ساتھ مزید ہتک آمیز اور شدید ہو چکا ہے، وہ اپنی سابقہ منگیتر سے بیٹے کی خواہش میں شادی کرتا ہے تو زینب گم صم ہو کر رہ جاتی ہے، مگر اصل افتاد اس پہ اس وقت ٹوٹتی ہے جب نشے میں تیمور زینب کو طلاق دیتا ہے۔

پرنیاں کو معاذ ناراضگی کے اظہار کے طور پہ اس کی حویلی چھوڑ آیا ہے مگر پھر مما کی زبردست ڈانٹ کے بعد واپس بھی لانا پڑتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

بتیسویں قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM

دہشت سکتے اور غیر یقینی میں ڈھل گئی تھی، تیمور نے تیسری مرتبہ ہی نہیں چوتھی اور پانچویں مرتبہ بھی طلاق کے الفاظ منہ سے نکالے، وہ اس حد تک نشے میں تھا کہ اسے یاد نہیں رہ سکا، شریعت میں تین سے بڑھ کر طلاقیں نہیں ہوا کرتیں، تیمور کی بیوی کے چہرے پر فتح مندانہ مسکان اُمڈی اور گہری ہو گئی، اس نے ملازمہ کو پکارنے سے پہلے تیمور کو سہارا دے کر بیڈ پہ لٹایا تھا۔

''اس عورت کو اور اس کی بیٹی کو یہاں سے شام ہونے سے پہلے دھکے مار کر نکال دو۔'' ملازمہ کی آنکھیں اس حکم پر حیرت سے پھٹی رہ گئیں، زینب کی لٹی پٹی حالت کے باوجود وہ اس آرڈر پہ عمل کرنے سے گریزاں تھی تو وجہ زینب کی حیثیت سے آگاہی تھی۔

''سنا نہیں تم نے کم بخت عورت، اس کا اب اس حویلی سے کوئی تعلق نہیں ہے، تیمور خان اسے طلاق دے چکے ہیں۔''

وہ گرجی تھی، ملازمہ کی آنکھیں اس نئی اطلاع پہ پہلے تاسف سے سکڑیں پھر وہ سرد آہ بھر کے زینب کو سہارا دے کر اٹھانے سے قبل بچی کو جھک کر بانہوں میں بھرنے لگی جو رو رو کر اتنی نڈھال ہو چکی تھی کہ اب اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی، پٹھانوں کی حویلی میں ویسی ہی چہل پہل تھی بس صرف زینب کے لئے شام غریباں اتر آئی تھی۔

گم صم آنکھیں سونی سانسیں ٹوٹتی جڑتی امیدیں
ڈرتی ہوں یوں کیسے گزرے گی عمر ہے کوئی رات نہیں

☆☆☆

معاذ کا موڈ آف ہی رہا تھا، جبھی وہ اگلے دن ہی اسے وہاں چھوڑ کر خود واپس چلا گیا تھا، پرنیاں کے دل میں لاتعداد خدشات اور واہمات کو جگہ دے کر، پرنیاں کو رونا سا آنے لگا تھا، اسے سمجھ نہیں آسکی تھی وہ اس شخص کی خاطر اور اس سے زیادہ کیا کرے ایسا، اپنی عادت اور فطرت کے بالکل برخلاف اس نے معاذ کے لئے اپنے جذبات تک آشکار کر دیئے تھے، مگر وہ بدگمانی کے دریا میں ڈوبتا ہی جاتا تھا، کتنے دن ہوئے تھے وہ لوٹ کر آیا ہی نہ تھا، مما کا تو کبھی مما جان فون آجاتا، ہر بار واپس آنے پہ اصرار اور ساتھ ہی یہ سمجھانے کی کوشش بھی کہ اسے تنہا وہاں رہنے کی ضد نہیں کرنی چاہیے، وہ سمجھ سکتی تھی کہ ایسا معاذ نے ہی وہاں شوشا چھوڑا ہو گا اب وہ کیا وضاحتیں پیش کرتی اس کا یہ حل نکالا اس نے کہ سیل کو آف کر دیا تھا، معاذ کی اس حرکت کے بعد اسے معاذ سے مزید کوئی اچھی امید نہیں رہ گئی تھی، وہ انا پرست ہی نہیں تھا گھمنڈی اور شدت پسند بھی تھا، صرف خود کو اہمیت دینے والا، پرنیاں کے دل میں اس کے لئے جتنے بھی نرم خو جذبے تھے سارے اس رویئے کی بدصورتی کی مار سے مرجھاتے چلے گئے تھے، اس نے خود سے عہد باندھ لیا تھا کہ اگر معاذ اسے لینے بھی آئے گا تو وہ واپس نہیں جائے گی، اس وقت بھی وہ نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تو کچھ دیر ٹیرس پہ ٹہلنے کے انداز میں پھرتی رہی، نیچے روبی ملازماؤں پہ چلا رہی تھی، وہ خود کو تمام ملازماؤں کی ہیڈ سمجھتی تھی اور شاید پرنیاں کی غیر موجودگی میں مالکن تھی، سارا یہاں کا نظام خود بخود اس کے کنٹرول میں جا چکا تھا، پرنیاں بہت خاموشی سے اس کے انداز و اطوار دیکھ رہی تھی، اکثر معاملات میں وہ خود پرنیاں سے بھی صلاح لینا گوارا نہیں کرتی تھی، پرنیاں نے کئی بار حیرت سے سوچا تھا

یہ وہی مسکین سی روبی ہے جو دادا کی زندگی میں سر اٹھا کر اعتماد سے بات بھی نہیں کر سکتی تھی، گو کہ دادا بیمار تھے مگر ملازموں پہ ان کی کڑی نگاہ رہا کرتی تھی، پرنیاں جب بھی انہیں ملازموں کو ڈانٹتے ڈپٹتے دیکھتی تو اپنی فطرت سے مجبور ہو کر بے ساختہ ٹوک جایا کرتی۔

''ایسے نہ کیا کریں نا دادا یہ لوگ بھی آخر عزت نفس رکھتے ہیں۔''

''میں جانتا ہوں بیٹے مگر تم اس لڑکی کو نہیں جانتیں، یہ بہت چالاک بنتی ہے میں نے اکثر اسے اناج اور دیگر سامان کی چوری کرتے دیکھا ہے۔'' پرنیاں کو عجیب سی حیرت نے آن لیا، وہ جانتی تھی دادا صرف اپنے ملازموں کو ہی نہیں گاؤں کے تمام غرباء کو اناج ہر ماہ اتنی مقدار میں بھجواتے ہیں کہ ان کا اچھا گزارا ہو سکے۔

''چلیں دفع کریں نا دادا اتنا کچھ ہے ہمارے پاس لے بھی جائے گی تو اپنا ہی ایمان خراب کرے گی نا۔''

''برائی کو پھیلنے کو چھوڑ دینا اور اس کی روک تھام نہ کرنا بھی نہ صرف معاشرے کے بگاڑ کا باعث ہے بلکہ کل روز محشر خدا کے سامنے بھی ہمیں جواب دہ ہونا پڑے گا ہم نے برائی کو روکنے اور اچھی بات کہنے کا فرض کیوں پورا نہیں کیا۔'' دادا نے اسے سمجھایا تھا تب وہ کھسیا کر قائل ہو گئی تھی، اب جس دن سے پرنیاں یہاں تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ معاذ اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا روبی کی ساری خوش اخلاقی بھی اڑنچھو ہو گئی تھی، وہ اسے اپنی مملکت میں گویا ناگوار اضافہ سمجھ رہی تھی جس کا اظہار اس کے الفاظ سے نہیں انداز سے ہوتا تھا ظاہر ہے الفاظ سے اظہار کی جرأت نہیں تھی اس میں، ٹیرس پہ دھوپ اتر آئی تھی فضا میں بھی حبس کا اضافہ ہو گیا تھا، گرمی کا زور بتدریج بڑھتا جا رہا تھا، ہر آنے والا دن اب پہلے سے زیادہ تپش لے کر آتا تھا۔

درخت اور پودے ساکت تھے، حالانکہ صبح کا وقت تھا اس کے باوجود عجیب سا حبس تھا اور تپش کا احساس بھی، پرنیاں نے پیشانی پہ چمکتی پسینے کی بوندوں کو دوپٹے کے پلو سے خشک کیا اور گردن موڑ کر نیچے دور تک نگاہ دوڑائی، کھیتوں کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر لوگوں کا ہجوم تھا، یہ فصل کی کٹائی کا دور تھا، تازہ دم لوگ ہاتھوں میں درانتی لئے کھیتوں میں جا رہے تھے، دائیں طرف نہر کا کنارہ تھا جہاں مچھیرے مچھلیاں پکڑنے کو اپنا جال ڈال رہے تھے، پرنیاں نے گہرا سانس بھرا اور اندر آ کے اے سی ہلکی رفتار میں آن کر لیا، ابھی لیٹے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب روبی پھولے سانسوں کے ساتھ اندر آئی۔

''بی بی جی آپ کو پتہ ہے، آج سورج کو گرہن لگا ہوا ہے، ابھی میں نے ٹی وی پہ خبر سنی ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے، یہ دروازہ بند کر جاؤ، مجھے ذرا آرام کرنا ہے بہت تھکان محسوس کر رہی ہوں۔'' پرنیاں نے کچھ بیزاری کے عالم میں کہا تھا۔

''پر بی بی جی آپ اس وقت آرام نہیں کر سکتیں۔'' اس کی بات نے پرنیاں کو نہ صرف آنکھیں کھولنے بلکہ اسے گھورنے پہ بھی مجبور کر دیا تھا۔

''مطلب کیا ہے تمہاری بات کا؟ اب مجھے اپنے ان ذاتی کاموں کے لئے بھی تمہاری اجازت درکار ہو گی۔'' اس کا غصہ عود کر آیا تھا، روبی بری طرح سے خائف نظر آتے ہوئے اپنے گال چاپلوسانہ

انداز میں پیٹنے لگی۔

"اللہ رحم کرے جی، میں ایسا کیوں کہنے لگی، مطلب یہ ہے بی بی صاحبہ کہ چاند یا سورج گرہن کے وقت حاملہ عورتیں بیٹھ یا لیٹ نہیں سکتیں، کوئی کام بھی نہیں کر سکتیں، انہیں اس دوران مسلسل ٹہلنا مطلب چہل قدمی کرنا پڑتی ہے۔" پرنیاں کے چہرے پر الجھن اور تذبذب کی کیفیت ابھر آئی۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو روبی مجھے سمجھ نہیں آسکی۔"

"بی بی جی آپ دو جی سے ہو اللہ خیر کرے، تو آپ جب تک چاند کو گرہن ہے کوئی کام کریں نہ ہی ایک جگہ ٹک کر لیٹیں نہ بیٹھیں، بچے کو نقصان ہوتا ہے جی، یہ ساتھ والے حاجی بشیر ہیں نا ان کی بہو کو چاند گرہن کا پتہ ہی نہ چل سکا، بیچاری بیٹھی تکیہ کاڑھتی رہی جب بچہ پیدا ہوا ہاتھ لنجا تھا ایسے۔" روبی نے ہاتھ ٹیڑھا کر کے دکھایا، جیسے فریم پکڑتے وقت موڑا جاتا ہے، پرنیاں کے چہرے پہ غیر یقینی کے ساتھ گھبراہٹ امڈتی دیکھ کر روبی نے ایسی ہی مزید کئی مثالیں چن چن کر بڑی وضاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیں کہ جن بچوں کے ماں باپ چاند سورج گرہن میں کسی بھی کام میں مشغول تھے ان کی عمر بھر کا روگ لگ گیا تھا، جس کی ماں پڑی سوتی رہی اس بچی کی بینائی نہیں تھی جس بچے کا باپ بڑھئی تھا اس نے اس اوقات میں لکڑی کاٹی اور بچے کا بازو ٹوٹ گیا وغیرہ وغیرہ، پرنیاں تو اتنی ہراساں ہو گئی تھی کہ فی الفور بستر چھوڑ کر نیچے آگئی، روبی کا بات کرنے کا انداز ہی ایسا خوفناک تھا کہ اس کی اپنی عقل بھی سلب ہو کر رہ گئی، چار گھنٹے کا سورج گرہن تھا اور ان چار گھنٹوں کے دوران ایک لمحے کو بھی روبی نے اسے بیٹھنے سانس لینے کی بھی اجازت نہیں دی، مسلسل ٹہلنے کے باعث پرنیاں کی ٹانگیں شل ہو گئیں اور پیروں میں ورم اتر آیا۔

"ماں بننا اتنا آسان تھوڑی ہے بی بی جی، ایویں تو جنت پیروں تلے نہیں آجاتی۔" وہ خود بہت ریلیکس انداز میں صوفے پہ بیٹھی پرنیاں کے لئے لائی گئی، اسٹرابری کی پلیٹ ٹھونگتے ٹھونگتے خالی کر چکی تھی۔

"اب مجھ سے بالکل نہیں چلا جا رہا ہے روبی میں گر نہ جاؤں۔" پرنیاں آخری لمحات میں آکر تو بالکل ہمت ہار کر روہانسی ہونے لگی تھی۔

"دو بجنے میں دس منٹ تو رہتے ہیں بی بی صاحبہ، چار گھنٹے کی محنت ضائع کریں گی، اپنے بچے کا سوچیں ذرا، آپ اور معاذ صاحب اتنے حسین ہو دونوں خدانخواستہ......" اس کی بات ادھوری رہ گئی دروازہ کھول کر معاذ اپنے دھیان میں اندر آیا تھا، روبی گھبرا کر تیزی سے صوفے سے اٹھی اور معاذ کو جھٹ سلام کیا۔

"تم کھڑی کیوں ہوں؟ کیا ہوا خیریت؟" معاذ کی نگاہ پرنیاں کے چہرے پہ تھی، جو سرخ ہو چکا تھا، نڈھال ہوتا وجود اور شدت ضبط سے چھلکتی آنکھیں۔

"سورج کو گرہن لگا ہوا ہے صاحب، پچھلے چار گھنٹوں سے بی بی صاحبہ کو میں نے ہی بتایا ہے۔" اس کے آگے وہی تفصیلات تھیں جو وہ پہلے پرنیاں کے گوش گزار کر چکی تھی، معاذ نے اشتعال انگیز انداز میں اسے درمیان میں ہی ٹوکا اور سخت قسم کی ڈانٹ پلانے کے بعد وہاں سے چلتا کیا تھا، پھر رخ پھیر کر پرنیاں کو اس طرح سنبھالا کہ اپنے بازوؤں میں اٹھا کر ہی بیڈ پر لایا تھا۔

"تم پاگل تھیں پرنیاں، کیا حالت بنالی ہے اپنی اندازہ ہے؟" معاذ کی نگاہ اس کے دودھیا پیروں سے الجھی تو انتہائی تاسف زدہ سا ہو کر بولا تھا، پرنیاں نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا، تکیے پہ نڈھال سے انداز میں سر رکھ دیا۔

"حد ہے جہالت کی بھی، اگر ایسی کسی بات کا کوئی وجود ہوتا تو احادیث سے اس کا ثبوت ملتا، وہ ان پڑھ کمزور عقائد کے لوگ ہیں مگر تم پرنیاں......" معاذ نے پہلے اٹھ کر فریج سے اس کے لئے جوس کا ٹن نکال کر اسے زبردستی پلایا پھر اس کے ورم آلود پیروں پہ کسی مساج جیل سے مساج کرتے ہوئے پھر اسے ڈانٹا تھا۔

"آپ...... یہ کوئی احسان نہیں کیا میں نے، شکوہ تھا نا آپ کو کہ میں آپ کے بچے کی جان کی دشمن ہوں۔" پرنیاں نے اپنے پیر کھینچ کر اس کی پہنچ سے دور کرتے ہوئے کسی قدر خفگی سے جواب دیا تھا، معاذ تو جیسے سر پیٹنے والا ہو گیا۔

"بہت خوب، یہ تو آپ نے اتنا اچھا ثبوت پیش کیا ہے کہ کیا ہی کہنے ہیں، اللہ پہ بھروسہ اور یقین رکھنے کی بجائے ان جاہل لوگوں کے عقائد پہ آنکھیں بند کر کے یقین کرتے ہوئے اپنا ناس مار کے رکھ لیا۔" معاذ کو واقعی ہی غصہ آ گیا تھا، جبھی بھڑک کر کہتا چلا گیا۔

"آپ کو میری فکر میں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، سنا آپ نے۔" دل ہی دل میں معاذ کی بات پہ اتفاق کرتے ہوئے اس نے خدا سے معافی بھی مانگی تھی مگر معاذ کے سامنے اپنی اکڑ برقرار رکھی، معاذ نے جواب میں کچھ کہے بغیر چند لمحوں کو بہت خاموش نظروں سے اسے دیکھا تھا، پھر اٹھ کر کھڑا ہوتے ہوئے سنجیدگی بھری متانت سے بولا۔

"لینے آیا ہوں تمہیں، فی الحال آرام کرلو، شام سے پہلے تیار ہو جانا۔"

"جب آپ پہلے مجھے چھوڑ کر جا سکتے ہیں تو پھر اب لینے آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی، میں نہیں جا رہی ہوں۔" وہ دھیرے دھیرے اپنے دکھتے پیروں کو دبا رہی تھی، اس کی بات پہ توہین کے احساس سے سلگ کر ترخ کر جواب دیا تھا، معاذ کا چہرا یکبارگی سرخ ہو کر رہ گیا۔

"بہت شوق ہے تمہیں تنہا رہنے اور من مانیاں کرنے کا؟ کر دوں گا اسے پورا، مگر فی الحال اپنی بکواس بند رکھو اور میرے ساتھ چلو۔" غصے میں آؤٹ ہوتے ہوئے اس نے آنکھیں نکال کر جتلانے کے انداز میں کہا اور اسی شدید موڈ میں پلٹ کر کمرے سے نکل گیا، پرنیاں چند لمحے ساکن و سامت بیٹھی رہی، پھر گھٹنوں پہ سر رکھ کر گھٹ گھٹ کے رونے لگی تھی۔

☆☆☆

بڑے دنوں سے ہے بے خبر وہ
جو میرے پل پل سے با خبر تھا
کبھی میں ٹوٹا تو جوڑتا تھا
وہ میرے قدموں پہ دوڑتا تھا
میں روٹھ جاتا مناتا مجھ کو
طرح طرح سے ہنساتا مجھ کو

کبھی بچھڑنے کی بات ہوتی
تو سادھ لیتا تھا چپ ہمیشہ
وہ جو اکیلا چلا نہیں تھا
کبھی جو غم سے ڈرا نہیں تھا
کہاں گیا وہ کدھر گیا وہ
وہ شخص تو بڑا باہنر تھا
بڑے دنوں سے ہے بے خبر وہ
جو میرے پل پل سے باخبر تھا

اس نے جھکی پلکیں اٹھا کر دیکھا معاذ کی تیاری آخری مراحل میں تھی، ان کا والٹ رسٹ واچ اور گاڑی کی چابی پرنیاں نے اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھی اور اس کی بے نیازی کی مار سہتی خاموشی سے پلٹ کر باہر آگئی۔

''رہنے دو بیٹے ناشتہ کرو آپ وہاں جاکے۔'' مما نے انسے کچن میں آکر املیٹ تیار کرنے کی تیاری کرتے دیکھا تو ٹوکا تھا۔

''کرلوں گی مما، صبح جوس پیا تھا، فی الحال بھوک نہیں ہے۔'' اس نے محض ان کی تسلی کرائی تھی، پندرہ منٹ بعد وہ ژالے اور بھابھی کے ہمراہ ناشتے کے لوازمات لئے ڈائننگ ہال میں آئی تو معاذ مکمل تیاری کے ساتھ وہیں موجود تھا اور زیاد سے نوک جھونک چل رہی تھی۔

''جے اس کی شادی تب تک نہیں ہونی چاہیے نا جب تک تم آبادی میں اضافے کی خوشخبری نہیں سنا دیتے۔'' معاذ نے اپنی چھیڑ چھاڑ میں جہان کو بھی زبردستی گھسیٹا تھا، جہان اخبار میں گم تھا مگر اس فضول بات پہ اسے گھور کر رہ گیا تھا، جبکہ اندر آتی ژالے کو بھابھی نے زور سے کہنی ماری تھی۔

''ہاں بھئی تم لوگ کب سنا رہے ہو ہمیں ایسی خبر؟'' بھابھی نے بھی حصہ لیا تھا، جہان محض مسکرایا جبکہ ژالے اتنے لوگوں کے بیچ اس موضوع کے آغاز سے ہی بلش کر گئی تھی، اس براہ راست سوال پہ اس کے چہرے پر خفت وخجالت کی سرخی چھا گئی۔

''یہ فاؤل ہے لالے بس آپ میری سفارش پپا سے کر رہے ہیں۔'' زیاد نے اپنی طرف پھر سے توجہ مبذول کرائی۔

''تو ریہ مان گئی؟''

''اس کا مسئلہ نہیں ہے۔'' زیاد نے کروفر بھرے انداز میں کاندھے جھٹکے تو معاذ نے اسے گھورا تھا۔

''بھول گئے سب کچھ یاد کرو جب......''

''مجھے یاد ہے لالے، بس اک احسان اور کردیں پلیز۔''

''اس کے لئے تمہیں مجھ سے زیادہ جے کی منت کرنی چاہیے، پپا کے لاڈلے یہ ہیں۔'' وہ کاندھے اچکا کر کہہ رہا تھا، زیاد آس مندانہ نظروں سے جہان کو دیکھنے لگا، پرنیاں نے معاذ کے آگے ناشتے کے لوازمات چنے تھے، پھر سلائس پہ مکھن لگانے لگی۔

سلائس اس کے ہاتھ میں تھا جب معاذ کے سیل پہ کسی کا ٹیکسٹ آیا تھا، جسے دیکھتے ہی وہ عجلت میں

ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھا۔

''معاذ ناشتہ تو مکمل کرو بیٹے۔'' مما نے ٹوکا تھا مگر اس نے سر کو نفی میں ہلایا۔

''ایمرجنسی ہے مام! اور جے میں آج تمہاری گاڑی لے جا رہا ہوں، چابی دو، میری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہے، تم یہ کام کرا لینا۔'' جہان نے گہرا سانس بھرا اور کوٹ کی جیب سے چابی نکال کر اسے تھما دی۔

''بھابھی یہ ایمرجنسی کسی قسم کی تھی کچھ اندازہ بھی ہے آپ کو؟ دھیان رکھا کریں ان پہ۔'' اس نے باہر نکلتے زیاد کا فقرہ سنا تھا جو اسی نے یقیناً پرنیاں کو مخاطب کر کے کہا تھا، اس کے ہونٹوں پہ زہر خند سا پھیلا، تیز قدموں سے پورٹیکو کی جانب آتے وہ کسی قدر چونکا جہان اسے پکارتا ہوا پیچھے آ رہا تھا مگر وہ جہان کی نہیں کھلے گیٹ کے پار رکنے والی ٹیکسی سے اترتی زینب کو دیکھ کر حیران نظر آ رہا تھا جس کا حلیہ ابتر تھا اور چہرے کی رنگت بے تحاشا زرد، اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھتا زینب روتی ہوئی اس کی جانب لپکی تھی اور اس کے گلے لگ کر کچھ اور بھی بلند آواز سے رو دی تھی۔

''زینب خیریت ہے نا......تم اس طرح......'' معاذ کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی تھی۔

''لالے تیمور نے طلاق دے دی ہے مجھے۔'' الفاظ تھے یا بارود کے گولے، جہان کو نہیں خبر ہو سکی معاذ پہ کیا بیتی ہے، اسے لگا تھا کسی نے اچانک اسے بلندی سے دھکا دیا ہو اور وہ نیچے بہت نیچے گرتا جا رہا ہو۔

☆☆☆

جب لوگ جدا ہو جاتے ہیں
جب عہد ہوا ہو جاتے ہیں
جب نیت میں فتور سا ہو
سب عمل گناہ ہو جاتے ہیں
جب تیرے بارے میں سوچتے ہیں
سب لفظ دعا ہو جاتے ہیں
جب غربت در پہ دستک دے
سب یار خفا ہو جاتے ہیں
جب وقت دکھاتا ہے آنکھیں
سلطان گدا ہو جاتے ہیں
تو جب بھی میرے ساتھ نہ ہو
تہوار سزا ہو جاتے ہیں
جب نفرت لفظوں میں اترے
تب اپنے جدا ہو جاتے ہیں

پھر کتنے بہت سارے دن بنا آہٹ کے بیت گئے، شاہ ہاؤس کے شب و روز میں ایک نمایاں تبدیلی آچکی تھی، یہ حادثہ تھا یا سانحہ جو بھی تھا، یہاں کے ہر مکین کو سر سے لے کر پیر تک جھنجوڑ کے رکھ گیا، جہاں ہر دم زندگی چہکتی تھی بہت دنوں تک کسی کے لبوں پہ بھولی بھٹکی مسکان بھی نہ آسکی، اس خاندان کو تو

یہ بھی روایت رہی تھی کہ یہاں کبھی کسی نے طلاق نہیں دی تھی، کبھی کسی لڑکی کو طلاق نہیں ہوئی تھی، مما تو اس انکشاف کے بعد جیسے بستر پہ جا پڑی تھیں، ان کا بی پی ہر وقت لو رہنے کی وجہ سے ایک بار ہاسپٹل میں بھی ایڈمٹ کرنا پڑا، دوسری جانب زینب تھی، زندگی کے ہر احساس ہر رنگ سے دور جیسے خود سے بھی کٹ سی گئی تھی، معاذ کتنا مشتعل تھا، تیمور خان کو قتل کر دینے کے در پے، اسے سمجھانا بجھانا اور قابو میں رکھنا یہ ایک الگ سے پریشان کن امر تھا، ہر کوئی اپنی جگہ پہ ٹینشن کا شکار ہو کر رہ گیا تھا، فاطمہ کو مستقل طور پر ژالے سنبھال رہی تھی، پرنیاں کی طبیعت ہی اکثر خراب رہتی یا پھر بھابھی اس کی دیکھ بھال کرتیں، ژالے خود بچی کی بہت کیئر کرتی تھی، ایک مہینہ اسی طرح گزرا پھر دوسرا بھی، مگر زینب کے اندر زندگی جیسے ہر لحہ بجھتی جا رہی تھی، کھانا بھی کبھی مما جان تو کبھی بھابھی اور پرنیاں منت کر کے کھلایا کرتیں، اس وقت بھی پرنیاں کے بے تحاشا اصرار کے جواب میں زینب نے چند لقمے ہی با مشکل حلق سے اتارے تھے۔

''اچھا یہ تھوڑا سا ٹرائفل ہی لے لو، کھانا تم نے کھایا نہیں۔'' پرنیاں نے پلیٹ میں فروٹ ٹرائفل نکالنا چاہا تو زینب نے بے زاری سے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا تھا۔

''کہا نا پری، نہیں دل کر رہا میرا کھانے کو، پلیز زبردستی مت کرو۔''

گلابی پھول دار مسلے ہوئے لباس میں بکھرے بالوں اور ستے ہوئے چہرے والی زینب کی آنکھوں کے پپوٹے یوں بوجھل تھے جیسے کچھ دیر قبل تک بے تحاشا رو کے بیٹھی ہو، مما نے اس منظر کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا تھا اور کرب آمیز انداز میں چہرے کا رخ پھیر لیا، بھلے یہ سب کچھ اس کا اپنا کیا دھرا تھا، مگر اس رواداد گھرانے کی یہ روایت نہیں تھی کہ مرے پہ سو درے لگائے بیٹھ جاتے، کسی نے غلطی سے بھی زینب کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کی کوشش نہیں کی تھی، ان کے خیال میں تو وہ اپنی لغزش سے زیادہ سزا بھگت چکی تھی۔

''خود کو سنبھالو شائستہ! اس طرح سے زندگی کیسے گزرے گی۔'' ٹپ ٹپ کتنے آنسو بے آواز ان کی آنکھوں سے گرتے چہرے اور دامن کو بھگوتے چلے گئے تو مما جان نے نہایت محبت سے کہتے انہیں اپنے بازو کے حلقے میں لے کر تسلی دینے کی کوشش کی تھی، مگر مما کی آنکھوں میں مزید کرب اور اذیت بکھرتی چلی گئی تھی۔

''میری تو گزر گئی زندگی بھابھی بیگم! پتہ نہیں چند سانسیں ہیں بھی مزید کہ نہیں، بات تو زینب کی ہے، ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی، اتنی لمبی زندگی بغیر سہارے کے کیسے گزرے گی، سوچتی ہوں تو ہول اٹھتے ہیں، مجھے صبر نہیں آ رہا، یوں لگتا ہے صبر اور قرار تو اب مر کے بھی نہیں آئے گا، زینب کی بربادی یہ دکھ ہمیشہ میری روح کو بے تاب رکھے گا۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھیں، جب دروازے پہ آ رکنے والے معاذ نے سرد آہ بھری اور قدم بڑھاتا ہوا آ کر مما کے پاس بیٹھا پھر ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومے اور آنکھوں سے لگائے تھے۔

''آپ کو اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مما! ہم زینب کو ہمیشہ اس بربادی کی نذر نہیں ہونے دیں گے، خود کو سنبھالیں یہ سوچ کر کہ زینب زندگی کو پھر سے ضرور شروع کرے گی اور انشا اللہ بہت خوش رہے گی، کسی بھی غلط فیصلے کے سدھار کی خاطر مزید فیصلہ اور مثبت انداز میں اٹھایا گیا قدم

سابق تمام دکھ درد کے ازالے کر دیا کرتا ہے۔'' معاذ کے مستحکم لہجے میں ڈھارس بھی تھی اور مستقبل کے حوالے سے پختہ عزم بھی، مما نے بے ساختہ چونک کر اس کے خوبرو چہرے کو دیکھا جس پہ ازلی اعتماد کی جھلک تھی۔

''آپ کا مطلب ہم زینب کی شادی کریں گے؟'' مما ششدر تھیں۔

''آپ ایسا نہیں چاہتی ہیں کیا؟'' معاذ کی نگاہیں سوالیہ تھیں۔

''اب کون کرے گا شادی؟ یہ بہت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہو گیا ہے بیٹے، لوگ تو کنواری لڑکیوں کو بے دردی اور سفا کی سے رد کر دیتے ہیں زینب تو پھر......''

''زینب میں کوئی عیب نہیں ہے مما۔'' معاذ نے تیزی سے ان کی بات کاٹی تھی، مما کے چہرے پہ کرب آلود مسکان بکھر گئی۔

''یہ ہمارا خیال ہے نا بیٹے! لوگ بہت ظالم ہیں، آپ کو ابھی اندازہ نہیں ہے نا دنیا کی سفاکیت کا۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی پھر سے بہنے والے آنسوؤں کو پونچھنے لگیں۔

''مجھے اندازہ ہے مما! لیکن دنیا میں ابھی اچھے لوگوں کا خاتمہ نہیں ہوا اور خدا مسبب الاسباب ہے، مجھے یقین ہے خدا زینب کے لئے بہتر فیصلہ فرمائے گا۔'' اس نے مما کے کاندھے کو نرمی سے دبا کر اتنے رسان سے کہا تھا اتنے مستحکم یقین اور اعتماد سے کہ مما بس اسے دیکھتی رہ گئیں، بلیک ٹو پیس میں تک سک سے درست یہ ان کا بیٹا ہمیشہ جذباتی اکھڑ بے تحاشا نخریلا اور موڈی ہی نظر آیا تھا ان کو، خود کو بے تحاشا اہمیت دینے والا مگر یہ اس کا ایک بہت الگ روپ تھا، اس کے پتہ نہیں کتنے روپ تھے، جو پہلے ہی یکسر مختلف ہوتا اور پہلے سے زیادہ انوکھا اور پیارا انہیں بے ساختہ ہی اس پہ ٹوٹ کر پیار آ گیا تھا، جبھی بے اختیار اسے ساتھ لگایا پھر بے حد محبت سے اس کی صبیح پیشانی چومی تھی۔

''خدا آپ کی زبان مبارک کرے بیٹے! دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔''

''اونہہ، بہت زیادہ بچوں کی آس مت لگائیں، میرا بس ایک ہی بچہ ہو گا، ہاں اس کی زیادہ شادیاں کر کے بچوں کی موج ظفر فوج بنا لیجئے۔'' وہ شرارت سے بولا تو مما نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا تھا۔

''کیوں آپ کا صرف ایک بچہ کیوں ہو گا؟ خدانخواستہ۔''

''آپ کی لاڈلی بہو ہمیں اتنی لفٹ جو نہیں کراتی ہیں اس لئے۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر کہہ رہا تھا، مقصد مما کا دھیان بٹانا تھا اور وہ کامیاب رہا تھا۔

''ہاں اب سارے الزام اس پہ لگا دو، تم بھی کچھ کم نہیں ہو، پتہ ہے مجھے۔'' مما کی اس بے ساختگی میں کی گئی پرنیاں کی حمایت پہ معاذ نے ٹھنڈا سانس بھر لیا۔

''آپ سے مجھے کوئی اچھی امید نہیں ہو سکتی، آپ کی یہ بے جا حمایت ہے جس نے محترمہ کو......''

معاذ کی بات ادھوری رہ گئی، پرنیاں چائے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی تھی، ٹی پنک بہت خوبصورت سے پرنٹ کی شرٹ پلین ٹراؤزر اور چادر نما دوپٹے میں بہت سلیقے سے لپٹا ہوا اس کا بھرا بھرا سراپا اور بے تحاشا تازگی نکھار اور دلکشی لئے چہرا جس پہ اب ایک مستقل سنجیدگی قیام کر چکی تھی، معاذ نے آنچ دیتی نظروں سے اس کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔

''بیٹے کتنی بار منع کیا ہے آپ کو اتنا کام نہ کیا کرو، آرام کے دن ہیں آپ کے۔'' مما اسے ڈانٹ

رہی تھیں، اپنے مخصوص پیار بھرے انداز میں، وہ سادگی سے مسکرائی۔

"چائے بنا کر لانا کوئی کام تو نہیں ہے مما!" مما جان اور مما کو چائے دینے کے بعد اس نے جھکی پلکوں سمیت کپ معاذ کی جانب بڑھایا، معاذ نے دانستہ خود کو سیل فون پہ مصروف کیا تھا، ناچار پرنیاں کو اسے مخاطب کرنا پڑا تھا۔

"معاذ چائے۔" معاذ نے نظروں کو سیل فون کی اسکرین سے ہٹا کر اس کے چہرے پہ جمایا، پھر ہونٹ سکوڑ کر بولا تھا۔

"مجھے نہیں پینی۔" پرنیاں کچھ حیران ہوئی البتہ کچھ کہے بغیر کپ واپس ٹرے میں رکھ دیا تو معاذ بری طرح سے چلبلا کر مما سے مخاطب ہوا تھا، پرنیاں کا اس بات کو اہمیت نہ دیتے ہوئے وہاں سے چلے جانا سلگا کے رکھ گیا تھا۔

"دیکھ لیا آپ نے مما!" اس کا انداز بے حد شاکی تھا، مما نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"محترمہ کو ہے پرواہ میری، مجھے پورا یقین ہے میری بجائے اگر یہ چائے پینے سے رجو نے انکار کیا ہوتا تو محترمہ ضرور سوال کرتیں تشویش ظاہر کرتیں، مگر میری پرواہ نہیں ہے۔" اس کا انداز سلگا ہوا تھا، مما جان کو مسکراہٹ ضبط کرنا محال ہو گیا، جبکہ مما نے سرد آہ بھر لی تھی۔

"بے جا شکوے شکایتیں ہیں آپ کی معاذ، پرنیاں بہت رودار گھرانے کی بچی ہے، بزرگوں کے سامنے اپنے شوہر سے زیادہ فرینک ہونا شرم و حیا کے منافی سمجھا جاتا ہے میری جان، آپ کو اتنی سی بات کو سمجھنا چاہیے۔" پرنیاں کی غیر موجودگی میں بھی اس کی طرفداری معاذ کو ہرگز پسند نہیں آ سکی تھی، جبھی ہونٹ بھینچے اٹھا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گیا، مما ہاتھ میں پکڑے مگ پہ نگاہیں مرکوز کیے پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب چکی تھیں۔

☆☆☆

خدا کی مرضی ہے وہ میرے ہاتھوں پہ ہجر لکھے وصال لکھے
رضا جو اس کی ہے میں بھی خوش ہوں عروج بخشے زوال لکھے
سنو میرے دل کی آج سے ہیں جدا جدا سب ہمارے رستے
تمہارے رستے پہ چل کے ہم نے دکھ پڑے ہیں ملال لکھے
جو ممتحن تھا بنایا اس نے ہے اتنا مشکل حیات پرچہ
کہ ہم سے ممبر تو فیل ہوں گے ہیں اس نے ایسے سوال لکھے
یہ لفظ میرے ہیں درحقیقت سب قصیدے تیری ادا کے
ہے جو بھی حرف لکھا یا لفظ لکھا ہیں اس میں تیرے جمال لکھے

تولیے سے لابنے بالوں کو رگڑ کر خشک کرنے کے بعد اس نے ہلکے سے جھٹکے سے پشت پہ گرایا پھر تولیہ ہاتھ سے رکھتے ہوئے آئینے میں اپنے چہرے کو ذرا دھیان سے دیکھا تھا، ایک عجیب سا ملال پورے وجود میں از سر نو سرائیت کر گیا تھا، ماند پڑتی رنگت اور آنکھوں تلے موجود گہرے حلقوں کے باعث مضمحل سی یہ لڑکی کہیں سے بھی زینب کا عکس نہیں لگتی تھی، وہ زینب جو طرحدار خود پسند اور خود آگاہ تھی، حالات کے ایک ہی زوردار پنجے نے اس سے سب کچھ چھین لیا تھا، غرور و ناز خود ستائشی کا احساس

اور اس کی خوبصورتی بھی، عجیب کھیل کھیلا تھا قسمت نے اس کے ساتھ، نوازنے پہ آئی تو نوازتی چلی گئی، ایک کے بعد دوسری نعمت اور زینب نے اپنے تئیں خود کو اپنے حسن کا سارا کریڈٹ دے لیا مگر پھر کھلا یہ تو آزمائش تھی ایک کڑے وقت کی شروعات کے لئے، سب کچھ چھن گیا، ذات کا مان فخر اور سب سے بڑھ کر گھر گرہستی، کیسے جیئے گی وہ......؟

دنیا کا سامنا آسان ہیں تھا، چاہے وہ بے قصور تھی مگر طلاق یافتہ تو تھی، تیمور نے یہ آخری زخم ایسا لگایا تھا جس کی دکھن عمر بھر ساتھ چلنی تھی، کل اس کی عدت بھی پوری ہو گئی تھی، آج پرنیاں بڑی مشکلوں سے اسے نہانے کپڑے بدلنے پہ آمادہ کر سکی تھی، وہ خود بھی آخر کب تک منہ چھپا کر کمرے میں پڑی رہ سکتی تھی، حالات کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔

جنہوں نے شاید آگے آگے مزید کڑے ہوتے جانا تھا، اس کی آنکھوں میں پھر سے آنسو اترنا شروع ہوئے تھے کہ کمرے میں اچانک پرشور انداز میں بج اٹھنے والے میوزک کی آواز نے اسے گھبراہٹ سے دوچار کر دیا، اس کا دل اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ معمولی آہٹ پر بھی کئی کئی منٹ تک دھڑکنیں منتشر کیے رکھتا، تکیے کے پاس پڑا موبائل نیم اندھیرے میں روشن نظر آیا، شاید اسے بھی پرنیاں نے ہی آج چارج کر کے یہاں رکھا تھا، وہی ہر وقت اسے زندگی کی طرف لانے کی جدوجہد میں سب سے زیادہ مصروف نظر آیا کرتی تھی، یا پھر زاہدے تھی جو خاموشی سے ہر خدمت انجام دیا کرتی، فاطمہ کو سنبھالنا زینب کے لباس اور کھانے پینے کو تینوں وقت وہی ٹرے سجا کر لایا کرتی، البتہ بات بہت کم کیا کرتی، شاید وہ زینب کے پہلے سلوک کے باعث ابھی تک اس سے خائف تھی، بھابھی نوریہ، مما، مما جان، معاذ، زیاد کون تھا جو اسے خصوصی اہمیت سے نہیں نوازتا تھا، ہر انداز سے محبت اور دلجوئی کا احساس چھلکتا تھا مگر اس کے تو اندر سے ہی زندگی مر گئی تھی، پپا کے سامنے سے خاص طور پہ خائف ہوا کرتی، اسے اپنی من مانی کا احساس اب شرمندگی کی اتھاہ میں اتارے رکھتا تھا، گھنٹی بج بج کر بند ہو گئی مگر اس نے فون نہیں اٹھایا، بال سلجھا کر بے دلی سے برش رکھتی وہ بیڈ کی جانب آئی تو یہ تیسری بار گھنٹی بج رہی تھی، پتہ نہیں کون تھا اتنا مستقل مزاج...... اس نے کوفت سے سوچا اور ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا مگر اگلا لمحہ اس پر بہت بھاری ثابت ہوا تھا، سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا، وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے اسکرین پہ چمکتے بار بار تیمور خان کے نام کو دیکھ رہی تھی، اس پہ جو اچانک افتاد ٹوٹی تھی اس کے بعد اتنا ہوش کہاں رہا تھا کہ وہ اس بدبخت انسان کا نمبر اپنی فون بک سے کاٹ دیتی، مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا اب ہر تعلق واسطہ توڑ دینے کے بعد وہ یوں اتاولا ہو کر کیوں فون کر رہا تھا، اب گھنٹی کوئی دسویں بار بج رہی تھی، زینب کے دل کو شدید قسم کی گھٹن کے احساس نے گھیر لیا، اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا اور اس کا سرخ بٹن زور سے دبا دیا، اگلے لمحے موبائل کی اسکرین تاریک ہو چکی تھی، زینب نے سرد نظروں سے سیل فون کو دیکھا اور اسے ٹیبل پہ اچھال دیا، مگر وہ نہیں جانتی تھی یہ مسئلے کا حل بہر حال نہیں تھا۔

☆☆☆

جنگل تھے تاریک کہیں کہیں مٹی ریت کے ٹیلے تھے
عشق کی راہ میں آنے والے پتھر بھی نوکیلے تھے
تیرے عشق کے ناگ کا ڈسنا کچھ اتنا زہریلا تھا

میری آنکھ سے بہنے والے آنسو نیلے نیلے تھے
سانسوں کی شطرنج پہ ہارے پھر بھی مل نہ پائے وہ
ان کے پیار میں حائل شاید ریت رواج قبیلے تھے

وہ ساکن بیٹھی تھی جیسے پتھرا گئی ہو، تیمور خان کی بار بار فون کالز نے اسے مضطرب ہی نہیں متفکر بھی کر ڈالا تھا، وہ اپنے ہر انداز سے ہارا ہوا پژمردہ لگتا تھا، بار بار اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوا اور ازالے کے بھرپور وعدے کے ساتھ، وہ پھر اس کی راہوں میں اس کا منتظر کھڑا تھا، زینب کے اندر کتنی وحشت کس درجہ خوف در آیا تھا اس سے بات کر کے۔

''اب کچھ نہیں ہوسکتا ہے تیمور، ہر کوشش ناکام ہو چکی تمہاری، تم نے برباد کر دیا مجھے۔'' وہ رو ہی نہیں پڑی تھی، نفرت سے بھی چیخی تھی۔

''مجھے معاف کر دو زینب، مجھے ایک پل کو بھی قرار نہیں ہے، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا، تم جانتی ہو نا میں تب نشے میں تھا، ورنہ کبھی تمہیں خود سے جدا نہ کرتا، خود سوچو زینی میں ایسا کر سکتا تھا، کتنی مشکلوں سے حاصل کیا تھا تمہیں۔''

''مجھے کچھ نہیں سننا ہے، آئندہ یہاں فون مت کرنا۔'' اس نے لینڈ لائن کا ریسور پٹخ دیا تھا، پھر خاموش کالز کا سلسلہ شروع ہو گیا، وہ ہر بار نئے نمبر سے کال کرتا کسی اور کے فون اٹھانے پہ چپ سادھ لیتا اگر زینب بات کرتی تو اس کی منت سماجت کرتے گڑگڑانے لگتا۔

''مجھے ایک بار اپنی بیٹی سے ملنے دو زینب۔''

''تمہیں اس کی ضرورت نہیں، یہ تم نے خود کہا تھا، آئندہ اس کا نام بھی نہ لینا۔'' زینب کے اندر اشتعال امڈ آیا تھا، یہ اس کی پھنکار اور ملامت ہی تھی کہ تیمور خان نے پھر سے چولا بدلا اور اپنی اصلیت ظاہر کر دی۔

''مجھے ہر قیمت پہ تم سے ملنا ہے زینب ورنہ میں کچھ بھی کر گزروں گا یاد رکھنا۔''

''کیا کرو گے تم؟ اور کیوں ملوں تم سے اب میں، میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے تم سے۔'' زینب کا خون کھولنے لگا تھا ہٹ دھرمی اور دھونس کے اس مظاہرے پر۔

''تعلق کو پھر سے بنایا جا سکتا ہے، میں ہرگز بھی تم سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوں کان کھول کر سن لو تم۔'' اب کے وہ اپنے مخصوص چٹانی لہجے میں گرج کر بولا تو زینب ششدر ہونے کے ساتھ خائف بھی ہونے لگی۔

''کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا، تمہیں یاد ہو تو تم مجھے طلاق دے چکے ہو۔''

''تم میری بات سننے پہ آمادہ ہو تو میں بتاؤں نا کہ اس مسئلے کا حل بھی موجود ہے۔'' تیمور کے جھنجھلا کر کہنے پہ زینب کے وجود میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی تھی۔

''تم اتنی نادان ہو کہ نہیں سمجھ رہیں تو میں کھول کر بتا دیتا ہوں، حلالہ ہے اس کا حل۔'' اس کی بات کے جواب میں وہ پھنکارا تھا اور زینب نے ایک جھٹکے سے ریسور کریڈل پہ پٹخ دیا، اس کی ٹانگیں ہی نہیں پورا وجود لرزنے لگا تھا، وہ صحیح معنوں میں تیمور سے خوفزدہ ہو گئی تھی، پتہ نہیں وہ اب اس کے ساتھ کیا

کھیل کھیلنا چاہتا تھا، گھنٹی پھر بجنے لگی تھی تب اس نے ریسور کو اٹھا کر سائیڈ پہ رکھ دیا، پلٹ کر اپنے کمرے میں جانے کی کوشش بے جان ہوتی ٹانگوں کے باعث ناکام ہوئی تو وہ وہیں سیڑھیوں میں بیٹھ گئی تھی اور یونہی جانے کتنی دیر بیٹھی رہتی کہ آفس سے واپس آئے جہان کی نگاہ اس کے گم صم ساکن وجود پہ جا ٹھہری تھی۔

پرنیاں اور بھابھی وغیرہ کے بے حد خیال کرنے کے باعث اتنا ہوا تھا کہ اس کے بال سلجھے ہوئے اور لباس صاف ستھرا نظر آنے لگا تھا، مگر آنکھوں کے حلقے لبوں پہ خاموشی کی مہر اور آنکھوں کی گہرائیوں میں آ بسنے والی یاسیت کا حل تو شاید ان کے پاس بھی نہیں تھا، چوٹی سے نکل کر لٹوں کی صورت بکھرے بال بھیگی نم پلکیں اور کاندھے سے ڈھلک کر سیڑھیوں پہ دور تک پھیلا آنچل، وہ اس کی آمد سے تو کیا خود سے بھی بے خبر تھی گویا، جہان کا دل دکھ کے لامتناہی احساس سے بھرتا چلا گیا۔

''زینب...... کیا ہوا؟'' زینے طے کر کے وہ اس کے پاس آن رکا، تب زینب نے چونک کر سر اٹھایا اور خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا، کتنی ویرانی تھی اس کی آنکھوں میں، جہان نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''اٹھو اندر چلو۔'' جہان نے اپنا بریف کیس ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کیا اور نرمی بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا تھا، زینب نے کچھ دیر اسے دیکھا تھا، گرے ٹو پیس سوٹ میں میچنگ ٹائی لگائے، فریش شیو اور چہرے کی تازگی و متانت کے ہمراہ وہ اپنے بے حد شاندار اونچے لمبے مضبوط سراپے کے ہمراہ اس کے روبرو تھا، زینب نے سرتاپا اسے دیکھا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

کبھی وہ اس کے لئے تھا، مگر اب نہیں، وہ وقت گزر گیا تھا، ایک عجیب سے زیاں و ملال کے احساس نے ایک عرصے بعد پھر سے دل کے دروازے پہ دستک دی۔

''ایسے کیوں بیٹھی ہو زینب؟'' جہان کو اب اس کے انداز سے تشویش ہونے لگی تھی۔

''وہ مجھے جینے نہیں دے گا، ہمیشہ یونہی مجھے ہراساں کیے رکھے گا۔'' اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا، جہان چونک اٹھا۔

''کون؟ کس کی بات کر رہی ہو؟'' زینب نے اس سوال پہ جیسے گہرے خواب سے جاگ اٹھنے والے انداز میں ہڑبڑا کر اسے دیکھا جہان کی سوالیہ اور متفکرانہ نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں، وہ ایک دم گڑبڑائی، جانے کیا نکل گیا تھا اس کے منہ سے۔

''ک...... کچھ نہیں...... میں چلتی ہوں۔'' اس نے ہکلا کر کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھی، جہان حیران سا کھڑا اسے اپنے دوپٹے میں الجھ کر وہاں سے دور ہوتے دیکھتا رہا، گہرا سانس بھر کے وہ کمرے میں آیا تو ژالے فاطمہ کو کاندھے سے لگائے وارڈ روب کے آگے کھڑی تھی، آہٹ پہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''چائے لاؤں آپ کے لئے؟'' جہان نے بیگ رکھ کر اس سے فاطمہ کو لے کر پیار کیا تو ژالے نے پوچھا تھا۔

''لے آنا مگر یہ بیگ......؟'' اس کی نگاہیں وارڈ روب کے پاس کارپٹ پہ پڑے بیگ پہ سوالیہ انداز میں جا رکیں جس میں ژالے اپنے ایک دو جوڑے رکھ بھی چکی تھی۔

''مما مجھے لاہور بلا رہی ہیں شاہ۔''

''اور تم چلی جاؤ گی؟'' جہان نے سوئی ہوئی فاطمہ کو بستر پہ لٹاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

''آپ کہیں گے تو چلی جاؤں گی ورنہ نہیں۔'' ژالے کے جواب پہ جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے کوٹ اتارا، جسے ژالے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس سے لیا تھا اور ہینگ کرنے لگی۔

''اصولاً تو مجھے نہیں روکنا چاہیے کہ تمہیں ان کے پاس گئے بھی کم از کم چار پانچ ماہ ہو گئے ہیں مگر ژالے یہاں کے حالات اور سب سے بڑھ کر فاطمہ...... تم سے اس درجہ اٹیچ ہو گئی ہے کہ...... زینب ابھی ہرگز اس کنڈیشن میں نہیں کہ فاطمہ کی ذمہ داری کو قبول کر سکے۔''

''جی آپ پریشان نہ ہوں، میں نہیں جاؤں گی۔'' ژالے نے اس کی تسلی کی خاطر ہی مسکرا کر کہا تھا مگر جہان کچھ الجھا ہوا تھا۔

''کتنے دنوں کو جانا ہے تمہیں؟''

''کم آن شاہ! یہ اتنی اہم بات تو نہیں کہ آپ یوں پریشان ہو جائیں، پھر چلی جاؤں گی میں مما کو سمجھا دوں گی۔'' وہ نرمی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئی، جہان اسی الجھن میں ڈوبا ہوا باتھ روم میں گیا تھا، فریش ہونے کے بعد تولیے سے بال خشک کرتے باہر آیا تو ژالے اس کے لئے چائے بنا کے لے آئی تھی۔

''چائے پی لیں تو مما جان کی بات سن لیجئے گا، بلا رہی ہیں آپ کو۔'' جہان جو اسے بغور دیکھنے لگا تھا ژالے اس کی اسی توجہ کے ارتکاز کو بٹانے کی غرض سے دانستہ بولی تھی۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا ژالے؟ دن بدن کمزور ہو رہی ہو، آنکھوں تلے بھی حلقے ہیں۔'' جہان نے اس کا ہاتھ تھام لیا، ژالے کی جیسے جان پر بن کر آنے لگی، وہ ہر لمحہ جہان کے اس سوال سے ہی خائف رہا کرتی تھی، اس کا ٹریٹمنٹ اس مرتبہ بہت لیٹ ہو چکا تھا، یہ اسی کی اثرات تھے کہ وہ ہر لمحہ گھلتی جا رہی تھی، جہان کو پا لینے کے باوجود وہ اس بیماری کو شکست دینے میں بڑی طرح سے ناکام رہی تھی، حالانکہ کبھی وہ وقت تھا جب وہ پورے یقین سے سوچا کرتی تھی اگر جہان اسے پورے کا پورا مل جائے تو وہ اس بیماری کو ہرا سکتی ہے۔

''ژالے مجھے نہیں بتاؤ گی؟'' جہان کی تمام تر توجہ اسی پہ تھی اور وہ ہر لمحہ پگھل کر ڈھیر ہو رہی تھی گویا۔

''کچھ خاص نہیں ہے شاہ، بس راتوں کو صحیح طرح سو نہیں پا رہی۔''

''اس کا مطلب سارا الزام مجھ پہ آ گیا؟ یار میں تو بہت خیال کرتا ہوں تمہارا؟'' جہان کی ہلکے پھلکے انداز میں کہی بات پہلے تو ژالے کے سر سے گزری پھر سمجھ آنے پہ وہ اسی لحاظ سے سرخ پڑ گئی تھی، جہان نے بہت دلچسپ نظروں سے اس کے اس درجہ حسین انداز کو دیکھا تھا، وہ اپنی معصومیت فطری سادگی اور جاذبیت بھری دلکشی اور طبیعت کے محبت بھرے انداز کے باعث بہت تیزی سے جہان کے دل میں جگہ بنا گئی تھی، بلکہ اگر وہ کہتا کہ اسے ژالے سے محبت ہو گئی تھی تو ہرگز غلط نہ تھا، پچھلے بہت سارے دنوں زینب کی وجہ سے جو ٹینشن پھیلی تھی اس میں ژالے نے جس طرح جہان اور پورے گھر والوں کے ساتھ محبت اپنائیت اور ہمدردی کا انداز اپنایا تھا اس نے صحیح معنوں میں جہان کے دل میں ژالے کی قدر کے احساس کو گہرا کیا تھا، وہ خود ہی صرف خوبصورت نہیں تھی خوبصورت دل کی بھی مالک تھی، وہ محبت کی مٹی سے بنائی گئی تھی جس کا کام ہر کو محبت بانٹنا تھا، جب جہان نے اسے جانا تھا سمجھا تھا پھر خود کو اس سے محبت

ہی ترخ کر رہ گئے، ڈائننگ ہال میں لمحہ بھر کو اتنے افراد کی موجودگی کے باوجود سناٹا سا پھیل گیا، پرنیاں اتنی خائف ہوئی تھی کہ جلدی سے کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گئی، ابھی کل ہی وہ اسے بری طرح سے جھڑک کر یہ باور کرا چکا تھا کہ اسے اس کا اس حال میں یوں سب کے سامنے گھومنا پھرنا پسند نہیں، اس کے بعد تلخ باتوں کا ایک لمبا لیکچر تھا جس میں ایسی بے حیا عورتوں کے لئے شدید نفرت کا اظہار تھا جن کو اپنا آپ اس حالت میں بھی نمایاں کرنے کا شوق ہوتا ہے، پرنیاں شرم خفت اور غصے سے دہک اٹھی تھی، سب جانتے تھے وہ اس معاملے میں خود کتنی حساس تھی، جب سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی اس نے مستقل خود کو بڑے دوپٹے اور بھاری چادر میں ڈھانپ کر رکھنا شروع کر دیا تھا، وہ معاذ کے علاوہ گھر کے کسی فرد کے سامنے شادی سے پہلے تک بھی ننگے سر نہیں آتی تھی، معاذ کی یہ سراسر کی الزام تراشی اسے بھڑکا کے رکھ گئی تھی مگر محض اس کے منہ نہ لگنے کے خیال سے وہ خاموش رہی تھی، مما کے بیمار ہونے کے باعث کام کا بہت لوڈ خود بخود اس پہ آ گیا تھا، بھابھی کے بچے تھے ماریہ کو یونیورسٹی جانا ہوتا، لے دے کر ژالے اور وہی رہ جاتی تھیں، مگر بھابھی کے ہاتھ بٹانے کے باوجود پرنیاں کو کئی کام بھاگ بھاگ کر خود کرنے پڑتے تھے جیسے اب ناشتہ لے کر یہاں آنا۔

''پرنیاں آج آپ کو چیک اپ کو بھی جانا ہے نا بیٹے؟'' کچھ دیر کی گمبھیر خاموشی کے بعد مما نے اسے مخاطب کیا تھا، وہ اس کے شرمندہ سے انداز کو محسوس کر چکی تھیں، غلطی معاذ کی تھی مگر ازالے کی کوشش میں وہ ہلکان رہا کرتی، پتہ نہیں اس نازک سی لڑکی نے کب تک ان کے بگڑے ہوئے بیٹے کی غلطیوں پر پردے ڈالنے تھے، ایسے سمے انہیں کچھ اور بھی ٹوٹ کر اس پہ پیار آیا کرتا۔

''جی مما! تین بجے جانا ہے۔'' پرنیاں نے سلائس پہ مکھن لگا کر زینب کو دیا پھر ٹی پاٹ اٹھا کر چائے بنانے لگی۔

''سن لیا معاذ! تین بجے آپ کو گھر پہ موجود ہونا چاہیے۔'' معاذ نے اس حکم نامے پہ نخوت بھرے انداز میں بھنوؤں کو اٹھایا تھا۔

''چیک اپ کو یہ جائیں گی، میرا اس وقت حاضر ہونا کیوں ضروری ہے؟'' اس کے لہجے کی ناگواریت نے مما کے ساتھ پرنیاں کو بھی ساکن کیا تھا۔

''اس لئے کہ پرنیاں کو آپ ہی ڈاکٹر علیمہ کے کلینک لے کر جاؤ گے۔'' مما کے آرڈر پہ معاذ نے بے حد تنگ پڑتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''میری بہت اہم میٹنگ ہے مما! سو معذرت میں نہیں آ سکوں گا۔'' اس واضح اور صاف جواب کی مما کو شاید توقع نہیں تھی جبھی کچھ ثانیوں کو بول ہی نہ سکیں۔

''آپ کی میٹنگ زیادہ اہم ہے اس کام سے؟'' مما کو جتنا غصہ آیا تھا اسی حساب سے تلخ ہو کر بولی تھیں، معاذ کے چہرے پہ زہر خند پھیلا۔

''کم آن مما! اتنی چھوٹی اور معمولی باتوں کے لئے جذباتی نہ ہو جایا کریں۔''

''چھوٹی اور معمولی بات کیا ہے تمہارے نزدیک معاذ؟'' مما نے بھڑک کر کہا تو پرنیاں جو ہونٹ بھینچے ہوئے تھی بے اختیار عاجزی سے ان کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا، مما نے چونک کر اس کے چہرے کو دیکھا جہاں کرب آمیز بے بسی تھی، اپنا بھرم قائم رکھنے کی التجا آنکھوں میں لئے وہ انہیں نم آنکھوں

سے دیکھ رہی تھی، مما کو ایکدم سے چپ لگ گئی، معاذ نے اطمینان سے ناشتہ کیا تھا پھر نارمل انداز میں وہاں سے چلا گیا، جہان جس نے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا تھا آہستگی سے اٹھ کر ان کے نزدیک آ گیا۔

"پریشان نہ ہوں چچی جان! میں آ جاؤں گا آپ پرنیاں کو لے کر میرے ساتھ چلیے، معاذ کو بھی میں سمجھاؤں گا۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں انہیں تسلی دے رہا تھا، پرنیاں وہاں سے اٹھ چکی تھی، زینب نے سر اٹھا کر جہان کو دیکھا، وہ آج بھی ویسا ہی تھا، ہر مسئلے کا حل نکال لینے والا، ہر کسی کی مدد کو تیار، شاید وہ حقیقتاً ایسا تھا، نیک اور باوقار......تو کیا وہ اس کے قابل نہیں تھی؟

ایک سوال ذہن میں اٹھا تھا اور پورے وجود میں بے چینی بھر گیا، اس نے سلائس واپس رکھا اور کرسی دھکیل کر اٹھ گئی، یہ جانے بغیر کہ جہان کو اس کے اس اقدام نے بھی پریشانی میں مبتلا کیا ہے۔

☆☆☆

اسے اک سلطنت اک راجد ھانی چاہیے تھی
محبت میں بھی اس کو حکمرانی چاہیے تھی
بچھڑنے کا وہ پہلے سے تہیہ کر چکا تھا
اسے میری طرف سے بدگمانی چاہیے تھی
وہ پھر سے امتحاں لینے لگا ہے
ہمیں اس عمر میں اک مہربانی چاہیے تھی
ادا مجھ کو فقط تھا سرسری کردار کرنا
اسے شہرت کی خاطر اک کہانی چاہیے تھی

وہ واپس گھر لوٹی تو باہر موجود گرمی سے ہی نہیں اندر جلتی آگ سے بھی جل اٹھی تھی، آنکھوں میں مچلتے آنسوؤں کو اس نے کتنی مشکلوں سے جہان اور مما کے سامنے روکے رکھا تھا اور کس اذیت سے گزری تھی یہ بس وہی جانتی تھی یا پھر اس کا خدا، پتہ نہیں اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود وہ معاذ کی طرف سے خوش گمان کیوں رہتی تھی، کسی نئے دھچکے کے لئے خود کو تیار کیوں نہ کر پاتی تھی، اس نے بہت زچ ہو کر بے تکی آنکھوں کے ساتھ سوچا تھا وہ تھا ایسا، فلرٹ بھی بدکردار بھی اور بے باک بھی، پھر وہ کیوں سمجھوتہ نہیں کر لیتی تھی، اب اگر اسے کسی لڑکی کے ساتھ ریسٹورنٹ میں بیٹھے دیکھ لیا تھا جو اس پہ کیسے گری جا رہی تھی جیسے گود میں سوار ہونے کاندھوں پر چڑھ جانے کو بے تاب ہو، اس کی اتنی بے تکلفی کے جواب میں اگر معاذ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی تو کیا عجیب تھا، کچھ بھی نہیں پھر وہ اتنی ہرٹ کیوں ہو رہی تھی جبکہ وہ اسے نیلما کے ساتھ بھی بے تکلفی کی حدوں کو پھلانگتے دیکھ چکی تھی مگر پھر بھی اس کا طیش تھا بے بسی تھی کہ کسی طور نہ قرار پاتی تھی، معاذ کے رات گئے لوٹنے تک وہ گویا جلے پیر کی بلی بنی اس کے انتظار میں ٹہلتی رہتی تھی معاذ اندر آیا تو اسی وقت وہ بہت تھک کر بیٹھی تھی اور جھکے سر کے ساتھ اپنے پیروں میں اتری سوزش کو دیکھ رہی تھی، معاذ نے اسے نظر انداز کیے اپنے معمول کے کام نپٹائے تھے، چینج کرنے کے بعد اس نے قدرے دھیان سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا ابھی بھی کوئی گنجائش ہے؟" اس کا لہجہ کاٹ دار طنز سموئے مگر نافہم تھا، پرنیاں نے بے دلی سے سر اٹھایا، گویا سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

کرنے سے بھی روک نہیں سکا تھا۔

"کل میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلنا، میرا خیال ہے کہ تم پریگنٹ ہو۔" جہان نے اس کے بالوں کی موٹی سی لٹ کو اپنی انگشت پہ لپیٹتے ہوئے کہا تو ژالے کی رنگت بے اختیار متغیر ہوا تھی فوری طور پہ اسے بالکل نہیں سوجھا کہ وہ جہان کی بات کا کیا جواب دے، اس کے اندر تو ڈاکٹر کے پاس جانے کے احساس نے ہی سرسراہٹ بھر دی تھی۔

"آپ بھی پتہ نہیں کیسی کیسی باتیں سوچنے لگے ہیں شاہ! ایسا کچھ نہیں ہے میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

"ٹھیک ٹھاک ہی ہو، میں نے کب کچھ کہا ہے، یار بس ہماری فیملی میں بھی اضافہ ہونے والا ہے۔" جہان ہنسا تو ژالے کے دل سے ہوک سی اٹھی تھی، ان کی شادی کو کتنے مہینے ہو گئے تھے مگر ابھی تک اسے ایسی کوئی خوشخبری نہیں ملی تھی اور وقت تھا کہ ریت کی طرح اس کی مٹھی سے پھسلتا جا رہا تھا، شاید مما کے ساتھ اس کی بھی یہ خواہش یونہی تشنہ رہ جانی تھی جو جہان سے وابستہ ہونے کے بعد دل میں گھر کر گئی تھی۔

"شاہ! فاطمہ کتنی پیاری ہے نا؟" ژالے نے محض اس کا ذہن ہٹانے کو ہی گفتگو کا رخ پلٹا تھا، جہان نے چائے کا سپ لیتے ہوئے مسکرا کر سوئی ہوئی فاطمہ کا معصوم اور پیارا سا چہرا دیکھا۔

"ہاں یہ بالکل زینب پہ گئی ہے، وہ بھی ایسی ہی تھی، اتنی ہی نازک اسی کی طرح کیوٹ اور چارمنگ۔" جہان کا لہجہ جیسے خواب آسا ہو گیا، وہ ماحول سے کٹ کر جیسے بہت پیچھے چلا گیا تھا، مکمل طور پہ زینب کی ذات میں گم، ژالے نے ایک نظر اسے دیکھا پھر آہستگی سے سر جھکا لیا، اس کے پاس کہنے کے لئے اور کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا۔

☆☆☆

"زینب نہیں آئی ناشتہ کے لئے؟" معاذ کف لنکس بند کرتا ہوا ڈائننگ ہال میں آیا تو ایک ہی نگاہ کے جائزے میں زینب کی کمی محسوس کر کے استفسار کیا تھا، آج کل اسے سب سے زیادہ زینب کی فکر اور خیال رہتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ بیٹے! ماریہ بلانے گی ہے زینی کو۔" مما نے اسے الٹے قدموں پلٹتے دیکھ کر ٹوکا تھا، معاذ نے کچھ سوچا پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، اسی پل پرنیاں ٹرالی گھسیٹتی ہوئی اندر آئی تھی اور ٹیبل کے قریب آ کر ناشتے کے لوازمات چننے لگی، اس کے ڈلیوری کے دن قریب قریب تھے، بھرا بھرا سا وجود اور چہرے پہ جیسے ساری دنیا کا حسن سمٹ کر بسیرا کر چکا تھا، اتنی حسین تو شاید وہ کبھی بھی نہیں تھی جتنی آج کل آ کر لگنے لگی تھی، ڈھیلے ڈھالے لباس اور بڑی سی چادر میں ہمہ وقت اس سلیقے سے چھپی کہ بغور دیکھنے پہ ہی اس کی اس پوزیشن کا احساس کیا جا سکتا تھا۔

"بیٹے اب آپ بیٹھ جاؤ تھک جاؤ گی۔" مما نے اسے پھر کسی کام سے باہر جاتے دیکھا تو بے اختیار ٹوکا۔

"نہیں کیا ضرورت ہے بیٹھنے کی، ساری دنیا کا نظام انہی کے کندھوں پہ تو سوار ہو کر چل رہا ہے۔" معاذ نے آف موڈ کے ساتھ کہتے چائے کا کپ زور سے ساسر میں پٹخا اس طرح کہ کپ اور ساسر دونوں

"کھانا لاؤں یا میں کسی اور کو کہوں؟" وہ سخت جھنجھلایا ہوا نظر آ رہا تھا، پرنیاں کے گمان تک نہ تھا، وہ اب تک بھوکا پھر رہا ہوگا، گہرا سانس بھرتے وہ اٹھی تھی اور کچن کی جانب آ گئی۔

"چائے لیں گے یا کافی؟" دس منٹ بعد وہ اس کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں، مجھے سونا ہے۔" وہ کھانے میں مگن رہ کر رکھائی سے بولا۔

"کل کالج جا رہے ہیں آپ؟" پرنیاں کے سوال نے معاذ کو سر اٹھانے اور اسے تمسخرانہ نظروں سے دیکھنے پہ مجبور کیا تھا۔

"ظاہر ہے، ورنہ تمہارے گھٹنے سے لگ کر بیٹھنے کی عادت نہیں ہے میری۔"

"میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب وہاں آپ کو ایسی بہت ساری میسر آ جاتی ہیں۔" جواباً پرنیاں کا لہجہ بھی زہر آلود تھا، پانی کے گلاس کو اٹھاتا معاذ کا ہاتھ اسی زاویئے پہ ساکن رہ گیا۔

اس نے چونک کر تیکھی نظروں سے پرنیاں کو دیکھا جس کے چہرے پہ برہمی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے ایسی کسی بات پہ براہ راست طعنہ زنی کی تھی اور اپنی ناگواری جتلائی تھی، معاذ کو عجیب سے احساس نے گھیر لیا۔

"تو یہ تھی آپ کی اہم میٹنگ کی وجہ...... شرم تو نہیں آتی ہوگی آپ کو؟"

"شٹ اپ، تم کیا بکواس کر رہی ہو اندازہ ہے تمہیں؟" وہ دھاڑ اٹھا تھا، پرنیاں نے دہک جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک بات یاد رکھیے گا معاذ اب بھی اگر آپ اپنے ان فضول کارناموں سے باز نہیں آئے تو میں مما کو آپ کی ساری حرکتیں کھول کر بتا دوں گی۔" وہ پھٹ پڑی تھی، معاذ ایک جھٹکے سے اٹھا اور اس کے نزدیک آتے ہی اس کا ہاتھ بہت جارحانہ انداز میں پکڑ کر بے دردی سے اپنی جانب کھینچا۔

"کیا حرکتیں ہیں میری؟ بکو۔" اپنی سرد نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے وہ زور سے پھنکارا تھا مگر وہ ہرگز خائف نہیں ہوئی۔

"آج ساڑھے تین بجے سپر اسٹار ہوٹل میں گلاس وال کی ٹیبل پہ آپ نہیں تھے مکر جائیں، وہ لڑکی کون تھی جس کی گھٹیا اداؤں پر مرمٹ رہے تھے آپ، آج کے بعد آپ کالج نہیں جائیں گے سنا آپ نے۔" وہ جواباً اس سے بڑھ کر زور سے چیخی تو معاذ نے طیش سے بپھرتے ہوئے بے اختیار اس کے منہ پہ زوردار تھپڑ دے مارا تھا، پرنیاں ایکدم سناٹے میں گھر گئی تھی، شاید اسے معاذ سے اس درجہ ڈھٹائی کی ہرگز امید نہیں تھی۔

"ہاں وہ میں تھا، کیوں مکروں، تم سے ڈرتا نہیں ہوں، کر لو جو کر سکتی ہو اور کالج جانے پہ پابندی لگانے والی تم کون ہوتی ہو؟ اوقات کیا ہے تمہاری میرے نزدیک، وہ تم پہ میں بہت اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں کسی درجہ شدید نفرت اور تلخی تھی، پرنیاں سکتہ زدہ سی اسے دیکھتی رہی، وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا، کیا اوقات تھی بھلا اس کی، وہ تو ایک ٹشو پیپر سے بھی حقیر تھی، اسے بھی وقت ضرورت دوسری مرتبہ استعمال کیا جا سکتا ہے مگر معاذ نے تو...... اس سے آگے اس کی سوچیں تک جامد ہو گئی تھیں،

اس رات وہ نہ روئی نہ تڑپی بس اس سکتے کی کیفیت میں رہی تھی، شاید واضح اور قطعی انداز میں یاد دلائی گئی اوقات اسے دکھ سے منجمد کر گئی تھی۔

☆☆☆

اندھیری رات میں شمع جلانا بھول جاتے ہو
ہماری یاد آتی ہے بتانا بھول جاتے ہو
تمہاری اک یہی عادت پریشان ہم کو رکھتی ہے
نظر میں آ تو جاتے ہو ستانا بھول جاتے ہو
تمہارے ہاتھ میں اکثر گلابی پھول دیکھا ہے
ہماری راہ میں اکثر بچھانا بھول جاتے ہو
تمہیں تو لوٹ جانے کی ہی اکثر فکر رہتی ہے
مگر جب لوٹ جاتے ہو تو آنا بھول جاتے ہو
سنا ہے تم ہتھیلی پر ہمارا نام لکھتے ہو
مگر جب ہم سے ملتے ہو دکھانا بھول جاتے ہو

تیمور کی بھیجی یہ غزل اس نے سرسری نگاہ سے پڑھی اور اگلے لمحے انگلی کی جنبش سے اسے ڈیلیٹ کر دیا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آتی تھی تیمور اب اس طرح اس کے پیچھے پھر سے کیوں پڑ گیا تھا، وہ اسے کھل کر بتا سکتی تھی کہ اسے کتنی شدید نفرت ہے اس سے مگر وہ یہ بتانے سے خائف تھی، وہ اس کی پاور اور اپروچ سے خائف تھی، وہ کینہ پرور منتقم مزاج تھا پتہ نہیں اس کے جواب میں کیا کر گزرتا جبکہ زینب اب شاہ ہاؤس کے مکینوں کو اپنی وجہ سے کسی اور آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی، جبھی اس نے اس کی جانب سے مکمل چپ سادھ لی تھی۔

(زینب اگر آج بھی تم مجھ سے نہ ملیں تو میں لازماً کچھ کر گزروں گا)، زینب نے اس کے فون کو اگنور کیا تو تیمور نے میسج بھیج دیا تھا، وہ سخت کبیدہ خاطر ہو رہی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور بھابھی کی پریشان کن صورت نظر آئی تھی۔

"زینی نیچے آؤ جلدی۔"

"بھابھی خیریت؟" وہ یکلخت ہراساں نظر آنے لگی۔

"فاطمہ کو چوٹ لگ گئی ہے، حسان ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا ہے مگر تمہیں ساتھ تو ہونا چاہیے، مما بھی گھر پہ نہیں ہیں۔" بھابھی کی بات نے اس کے ہاتھ پیر پھلا دیئے تھے، وہ حواس باختہ سی نیچے آئی تو فاطمہ کی پیشانی سے بہتے خون نے اس کی گھبراہٹ دوچند کر دی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ کیسے چوٹ لگی؟" وہ اپنے دوپٹے سے ہی بچی کی پیشانی کا خون صاف کرتی روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"ماریہ کھلا رہی تھی، جانے کیسے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔"

"آئیں آپی گاڑی اسٹارٹ ہے۔" حسان عجلت میں اندر آیا تھا، زینب جلدی سے اس کے پیچھے

لپکی، ڈالے فاطمہ کا فیڈر لئے پیچھے بھاگی آئی تھی، سارے رستے زینب کی پریشانی دیدنی تھی، قریبی کلینک سے مرہم پٹی کراتے ڈاکٹر سے دوا لیتے زینب کو اتنی پریشانی کے باوجود بارہا محسوس ہوا وہ کسی کی گہری اور پرتپش نگاہوں کے حصار میں گھری ہے مگر اس وقت اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا جب اچانک جانے کسی کونے سے نکل کر تیمور خان نے اس کی راہ روک لی تھی۔

''کیسی ہو زینی؟'' اس کے لہجے میں لپک اور شدت کے ساتھ بے صبری تھی اور نظریں...... آف زینب کا بس نہیں چلا تھا ان غلیظ نظروں کی پہنچ سے کہیں دور جا چھپے، وہ بے اختیار نہ صرف خود میں سمٹی بلکہ فاطمہ کو سینے سے بھینچ کر خوفزدگی کے عالم میں حسان کی آڑ میں ہوئی تھی جو اس افتاد پہ کسی قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔

''تم وہاں بیٹھ کر چند لمحوں کو میری بات سن لو گی؟'' تیمور مونچھوں کو بل دیتے ہوئے تحکمانہ انداز میں بولا تو تب سے چکرائے ہوئے حسان کو طیش نے آن لیا تھا۔

''شٹ اپ، اینڈ ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر، چلیں آپا گاڑی میں بیٹھیں۔'' وہ زور سے چلایا تھا پھر سہمی ہوئی ہرنی کی طرح نظر آتی زینب کی کلائی پکڑ کر مضبوط لہجے میں بولا تو تیمور نے ناگواری و طیش میں مبتلا ہو کر اسے تنفر بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

''اوئے چھوٹے، اوقات سے باہر نہ نکل، ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر مسل کر رکھ دوں گا تمہیں۔'' اس کے لہجے کی گھن گرج اور پھنکار نے زینب کو دہلا کر رکھ دیا تھا، اس نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ پہلے تیمور کو پھر حسان کو دیکھا جو تیمور کی بات سن کر غصے کی زیادتی سے لال بھبھوکا چہرا لئے کھڑا تھا۔

''چلو حسان یہاں سے، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کسی سے جھگڑا مول لینے کی۔'' معاً زینب نے خود کو سنبھال کر حسان کو تقریباً اپنے ساتھ کھینچا مگر تیمور نے بل کھاتے ہوئے تلملا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''جو میں نے تم سے کہا ہے، وہ نہیں سنا تم نے؟'' زینب کو گھورتے ہوئے وہ زور سے چیخا، زینب کی جان ہوا ہو کر رہ گئی، یہ پر رونق علاقہ تھا آس پاس لوگوں کی آمد و رفت تھی اس مفت کے تماشے کی وہ ہرگز متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

''تمہارے ساتھ میرا اب اس قسم کی زور زبردستی کا کوئی تعلق نہیں رہا ہے تیمور اس بات کو یاد رکھا کرو۔'' ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ جتلانے والے ناگوار انداز میں بولی تھی، بچی جو اس کے کاندھے سے سر ٹکائے سو چکی تھی ایک بار پھر اٹھ کر رونے لگی، زینب نے اسے نرمی سے تھپکا تھا پھر حسان کو دیکھا۔

''چلو حسان!''

''ایک بات یاد رکھنا زینب میں تم سے اتنی آسانی سے دستبردار نہیں ہوں گا۔'' آگے بڑھتی زینب کو مخاطب کر کے اس نے جتلانے والے انداز میں کہا تھا، زینب کے مضبوط قدموں میں لحہ بھر کو لڑکھڑاہٹ اتری تھی مگر اگلے لمحے وہ پلٹ کر دیکھے بغیر گاڑی میں جا بیٹھی تھی، تیمور اڑتی دھول کو دیکھتا مونچھیں مڑوڑتا رہا۔

(میرا یہاں اپنے کام سے آنا بھی بے کار نہیں گیا، میں کبھی تمہیں سکون سے جینے نہیں دوں گا زینب، مجھ سے رشتہ اور تعلق ختم ہوا ہے تمہارا مگر نفرت اور تلخی نہیں)۔

☆☆☆

حسان کے ذریعے یہ بات گھر کے بڑوں تک جا پہنچی تھی اور شاہ ہاؤس میں ایک بار پھر گہری تشویش اور اضطراب در آیا، زیاد معاذ سے یہ بات خصوصیت سے چھپائی گئی تھی ورنہ شاید وہ تو تیمور کو قتل کر دینے کے درپے ہو جاتے۔

''اب کیا ہو گا؟ اس خبیث سے کچھ بعید نہیں وہ اس سے بہت اگلے اقدام بھی اسی بے غیرتی سے کر سکتا ہے؟'' مما کے آنسو ایک بار پھر اختیار کھو چکے تھے، صورتحال اس درجہ گمبھیر تھی کہ پپا کو بھی کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی، مما جان کا حوصلہ دینا بھی مما کے آنسوؤں کو نہیں روک رہا تھا۔

''اس کا ایک ہی حل ہے، ہمیں فوری کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر زینب کا نکاح کر دینا چاہیے۔'' بہت دیر کے بعد پپا بولے تھے اور جو تجویز سامنے رکھی اس نے وہاں موجود سب لوگوں کے چہروں پہ گمبھیر سنجیدگی کے ساتھ دکھ کی سیاہی بھی بکھیر دی تھی۔

''ایسا مناسب رشتہ کہاں سے ملے گا، معاذ اسی دن سے اس کوشش میں ہے، مجھے تسلی سے نوازا تھا مگر اب جب بھی میں اس سے سوال کرتی ہوں نظریں چرانا شروع کر دیتا ہے، مطلب واضح ہے، وہ ناکام ہے اس تلاش میں، پھر اب جو گمبھیر صورتحال ہے اس کے بعد تو اور بھی احتیاط کی ضرورت ہے، وہ خبیث آدمی تو دوبارہ اس کا گھر برباد کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھے گا، ایسا کون سا اعلیٰ ظرف مرد ہو گا جو یہ سب کچھ جان لے اور پھر اس کے بعد تیمور کا سامنا بھی ایسی جی داری سے کرے، آپ مان لیں احسان اب ایسا ممکن نہیں رہا۔'' مما زار و قطار روتے ہوئے بولی تھیں، صورتحال کی مایوس کن حالت نے انہیں اس درجہ زرد و رنج کیا تھا کہ آج کل بات بات پہ یونہی ضبط کھو دیتی تھیں۔

''شائستہ خود کو سنبھالو بیٹا! اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا، جہان ہے نا، ہم زینب کا عقد اس سے کریں گے، انشاءاللہ سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔'' پپا جان نے پہلے اٹھ کر مما کے سر کو پیار سے تھپک کر تسلی دی، پھر پپا سے مخاطب ہو کر زندگی میں پہلی بار چھوٹے بھائی کی موجودگی میں خود کوئی فیصلہ کیا تھا، ورنہ انہیں ہمیشہ خود سے زیادہ اپنے بھائی کی فہم و فراست پہ یقین رہا تھا، مگر یہ صورتحال ایسی تھی کہ وہ جانتے تھے جو کچھ زینب نے جہان کے ساتھ کیا تھا، اب احسان اس پوزیشن میں نہیں رہے تھے کہ اس کے بعد اس قسم کا کوئی ایکشن لیتے، ان کے اس ایکا ایکی نئے فیصلے کے بعد کمرے میں یکلخت سناٹا چھا گیا، جہان مما حیران اور ششدر تھیں وہاں پپا مضطرب اور بے چین البتہ جنید بھائی پپا جان اور مما جان بے حد مطمئن نظر آ رہے تھے۔

''نہیں بھائی جان، اب ایسا ہرگز نہیں ہو گا، جہان شادی کر چکا ہے، وہ بچی مجھے اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز ہے، میں اس کے ساتھ ہرگز کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گا۔'' معاً پپا نے اپنی خاموشی توڑی تھی اور بھائی کے پہلے فیصلے سے ٹکرا گئے تھے، پپا جان نے کسی قدر ناراضگی سے انہیں دیکھا تھا۔

''زیادتی کیسے؟ مجھے جہان کی فہم و فراست پہ پورا بھروسہ ہے، جبھی جنید کی بجائے اس کا نام لیا، ورنہ اس گھر کے تمام مردوں میں سے یہی دو مرد ہیں جن سے زینب کا نکاح جائز ہے، جہان ماشاءاللہ سے

دو بیویوں میں توازن قائم رکھ سکتا ہے۔

"جی بالکل اور میں نے تو زینب کو ہمیشہ چھوٹی بہن کی نظر سے ہی دیکھا ہے۔" جنید بھائی نے فوراً اپنی پوزیشن کلیئر کی، مما جان پوری طرح شوہر سے متفق نظر آ رہی تھیں البتہ مما کی حیرانی کی جگہ اب اطمینان لے چکا تھا، گویا وہ پپا جان کے فیصلے سے مطمئن ہوئی تھیں جو پپا کے نزدیک بے حسی ہی تھی۔

"آپ سمجھ نہیں رہے ہیں بھائی جان! زینب نے پہلے خود انکار کیا تھا جہان کو، مجھے تو آج تک اس وقت کی شرمندگی نہیں بھولی، پھر اب نئے سرے سے......" پپا بری طرح سے زچ ہو کر بولے تھے، پپا جان نے نرمی و آہستگی کے ساتھ انہیں کندھوں سے تھام لیا۔

"وہ اس وقت بچی کی نادانی تھی، جہان ہرگز نادان نہیں ہے، ہمارا اپنا بچہ ہے، ہماری مشکل اور پریشانی کو وہ کیوں نہیں سمجھے گا بھلا؟"

"لیکن بھائی جان اس وقت جہان کی بہت انسلٹ......"

"اس وقت کو بھول جاؤ احسان، آج کو یاد رکھو، میں خود جہان سے بات کروں گا، یہ میرا معاملہ ہے، اب تم کچھ نہیں بولو گے۔" پپا جان نے قطعی لہجے میں کہا تو پپا نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"اس مسئلے کا اس سے بہتر حل اور کوئی نہیں ہے، احسان اگر ہے تو بتا دو، میں اپنا فیصلہ ہٹا لوں گا۔" پپا جان نے ان کی آزردگی کو دیکھتے ہوئے رسانیت سے کہا تو پپا نے نم آنکھوں سے محض ایک نظر انہیں دیکھا تھا اور سر جھکا لیا تھا۔

"دل پہ کسی قسم کا بوجھ لینے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پپا جان نے چھوٹے بھائی کو پیار سے ساتھ لگا کر تھپکا تو بہت خاموشی سے ان کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے تھے، بے بسی لاچاری غم اور اپنی شکست کے مظہر پہ آنسو ان کے بڑے بھائی نے محبت سے سمیٹ لئے تھے۔

☆☆☆

اس نے جھک کر بیگ میں اپنا آخری سوٹ رکھا اور زپ بند کر کے سیدھی ہوئی تو سانس اتنی سی مشقت سے ہی پھول گئی تھی، اس نے جوڑے میں بندھے بالوں کو کھول کر انہیں برش سے سلجھایا، گاؤں جانے کی اجازت مما سے اسے بڑی مشکل ملی تھی، وہ بھی اس صورت کہ وہ محض ایک دن میں ہی کام نپٹا کر واپس آنے کی کوشش کرے گی، روبی کی دھاندلیوں کی داستان طویل تھی اور پرنیاں نے یہ کام جہان کے سپرد کر دیا تھا، جہان کی کوششوں کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی حویلی اب اسکول میں ڈھلنے جا رہی تھی، اس کام میں پرنیاں کی موجودگی ضروری تھی، کچھ اہم معاملات کی انجام دہی کو اسے وہاں جانا تھا جسے وہ بہرحال ڈلیوری کے بعد پہ بھی نہیں ٹال سکتی تھی، جبھی نا چاہتے ہوئے مما کو اسے اجازت دینی پڑی تھی تو وجہ پپا کی فیور تھی، جنہوں نے مما کی تشویش کے جواب میں قطعی انداز کو اپناتے ہوئے کہا تھا۔

"پرنیاں کو اپنے بیٹے کی ہی پابند کرنے کی ضرورت نہیں ہے بیگم صاحبہ، محترم کے جو عزائم اور حرکتیں ہیں ان سے میں تو کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں، پرنیاں اپنے پیر مضبوط کرنا چاہتی ہے اسے ایسا کرنے سے مت روکیں، زینب کے بعد مجھے پرنیاں کی ہی سب سے زیادہ فکر رہتی ہے تو اس کی وجہ آپ کے بیٹے کی نااہلی اور لاپرواہی ہے۔" تب مما کو خاموش ہو جانا پڑا تھا، یہ حقیقت تھی کہ معاذ کا رویہ شدید تھا

اور وہ پرنیاں پر ہر ستم آزما رہا تھا، مما جیسے ہاری گئی تھیں اس معاملے کو سدھارتے۔

"ڈرائیو دھیان سے کرنا بیٹے اور کوشش کرنا آج نہیں تو کل لازماً واپس آ جاؤ، بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں مگر یہ معاملہ بھی اہم ہے، ورنہ یہ حالت ہرگز اتنے لمبے سفر کے لئے مناسب نہیں۔" مما جہان کو تاکید کر رہی تھیں جب اپنے دھیان میں معاذ وہاں آیا تھا، مما کی آخری بات پہ چونکا۔

"کون کہاں جا رہا ہے؟"

"پرنیاں جا رہی ہے اپنے گاؤں؟" مما نے طوعاً و کرھاً ہی جواب دیا تھا۔

"کیوں؟" اس کی پیشانی پہ لاتعداد بل پڑ گئے۔

"کام ہے ضروری۔" مما کا لہجہ ہنوز تھا، اس نے بھڑک اٹھنے والے انداز میں انہیں دیکھا۔

"آپ کو پتہ ہے نا مجھے اس کا یوں منہ اٹھا کر ہر جگہ چل پڑنا پسند نہیں۔"

"آپ کو تو وہ خود بھی پسند نہیں، اب کیا کیا جا سکتا ہے۔" مما نے سرد آہ بھری تھی، لہجہ دکھ کی شدت سے بھینچا ہوا تھا، معاذ نے چونک کر انہیں دیکھا اور اگلے لمحے کسی سوچ نے اس کی آنکھیں سلگا ڈالی تھیں۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں وہ آپ کے کان بھرتی رہتی ہے میرے خلاف، مگر اس وقت آپ اسے صرف یہ بتا آئیں کہ گھر سے قدم نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ پھنکار کر بولا تو مما کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"آرام سے بیٹھے رہو معاذ، اس پہ پابندیاں لگانے کی ضرورت نہیں سمجھے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا اس بات سے؟ آپ نہیں کہہ رہی تو میں خود کہہ دیتا ہوں اس سے۔" وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور مما کے پکارنے کے باوجود نہیں رکا تھا، ٹھوکر سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ پرنیاں جو چادر اوڑھ رہی تھی حیرانی سے مڑی اسے لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ اندر آتے دیکھ کر بھی نظر انداز کر کے اپنے کام میں مشغول ہو گئی تو معاذ تن فن کرتا ہوا اس کے سر پہ آ کر چڑھ گیا تھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے گاؤں۔" پرنیاں نے مختصر جواب دے کر جھک کر بیگ اٹھانا چاہا تو معاذ نے زوردار ٹھوکر سے اڑا کر بیگ دور اچھال دیا تھا۔

"مجھ سے پوچھا تھا تم نے؟ ہاؤ ڈیئر یو۔" اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں، پرنیاں کے اعصاب کو جھٹکا لگا۔

"آپ جو کچھ کرتے پھر رہے ہیں مجھ سے اجازت لے کر کرتے ہیں؟" وہ جواباً تلخی سے بولی تو معاذ کا ہاتھ ایک بار پھر اس پر اٹھ گیا تھا، وہ اتنا ہی شدید طیش اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا کہ اپنی اس خامی کا اسے احساس تک نہ تھا، حالانکہ کبھی وہ عورت پہ ہاتھ اٹھانے کو سراسر بزدلی گردانا کرتا تھا، پرنیاں ہل کر رہ گئی، گال پہ ہاتھ رکھے آنکھوں میں آنسو لئے وہ سن کھڑی تھی، اسے اپنی بے مائیگی کا ایک بار پھر بہت اچھی طرح سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ قدم قدم پہ اسے یوں ذلیل کرنے پہ تل گیا تھا۔

"کہیں نہیں جاؤ گی تم، ذرا اپنے حلیے پہ دھیان دے لیا کرو پہلے۔" معاذ کا لہجہ صرف سرد نہیں تھا

طنزیہ بھی تھا، پرنیاں کے وجود پہ چھایا سناٹا ایک چھناکے سے ٹوٹا تو اس کی جگہ طیش اور ہیجان نے لے لی۔

"میں جاؤں گی، آپ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے۔" وہ حلق کے بل چیخی تھی اور اسے اپنے سامنے سے دھکیل کر سرعت سے دروازے کی جانب دوڑی تھی کہ معاذ نے ایک دم سے اسے بے دردی سے دبوچ لیا۔

"میں کون ہوتا ہوں؟ نکاح نامے پہ سائن کرتے ہو، جو بات تمہیں اپنے ددا سے پوچھنی چاہیے تھی جنہوں نے تمہیں میرے سپرد کیا تھا۔"

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا، اب مجھے ہر صورت یہاں سے جانا ہے۔" پرنیاں جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی، اس کی گرفت میں مچل کر شدتوں سے چلائی۔

"جانا چاہتی ہو یہاں سے، او کے فائن جاؤ، لیکن یاد رکھنا اب اگر تم نے اس وقت اس گھر کی دہلیز پار کی تو میرا تم سے ہر رشتہ ختم، جاؤ چلی جاؤ، بلکہ نہیں میں خود چھوڑ کر آتا ہوں۔" معاذ جیسے حواسوں میں نہیں رہا تھا، جبکہ پرنیاں کی تو ساری توانائیاں اس کے الفاظ نے نچوڑ لی تھیں، وہ بے اختیار بے بسی کے شدید احساس سمت رو پڑی مگر معاذ نے اس کی مزاحمت کو سرے سے نظر انداز کر دیا تھا اور یونہی گھسیٹتے ہوئے کمرے سے نکال کر سیڑھیوں سے نیچے کھینچ کر لایا تھا، پرنیاں کی سسکیاں بے بسی کی انتہا پہ جا کر بلند چیخوں میں ڈھل گئی تھیں، وہ معاذ کی صرف منت نہیں کر رہی تھی بلکہ اس سے معافی بھی مانگ رہی تھی مگر وہ تو جیسے کچھ سننے سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت سے ہی عاری ہو گیا تھا۔

"بہت شوق ہے نا تمہیں مجھ سے الگ ہونے کا، مجھ سے طلاق لینے کا، میں تمہارا یہ شوق پورا کر دیتا ہوں۔" وہ پھنکار پھنکار کر کہہ رہا تھا، اس کی تلخ آواز اور پرنیاں کی خوفزدگی کے عالم میں نکلتی چیخوں پہ ہی سب حیران پریشان ہونق سے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں بھاگے آئے تھے اور صورتحال کی غیر معمولی گمبھیرتا نے ہر کسی کو ششدر کر کے رکھ دیا، زار و قطار روتی ہوئی وحشت زدہ پرنیاں اور اسے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ کر لاتا ہوا معاذ جس کے چہرے کی خشونت بڑھی اور الفاظ کی سنگینی نے سب سے پہلے مما کو حرکت میں آنے پہ مجبور کیا تھا، وہ آگے بڑھیں اور ایک زناٹے کا تھپڑ معاذ کے منہ پہ دے مارا۔

"کیا بکواس کر رہے ہیں معاذ آپ کو اندازہ ہے؟ ارے ہم تو ابھی پہلے ہی دھچکے سے نہیں سنبھلے کہ تم پھر سے ہمیں اس طرح مار دینے کی خواہش مند ہو گئے ہو چھوڑ دو بچی کو، اور چلے جاؤ یہاں سے، معاذ آپ نے ہمیں زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" مما پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھیں، معاذ ان کے تھپڑ اور پھر ان کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ پہ حق دق کھڑا رہ گیا تھا۔

توہین خجالت سبکی اور رنج نے اسے شق کر ڈالا تھا گویا، اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے مما کو دیکھا تھا اور کچھ دیر تک یونہی دیکھتا رہا، جو پرنیاں کو ساتھ لگائے اس کے ساتھ خود بھی رو رہی تھیں، باقی سب لوگ بھی اس کی بجائے مما اور پرنیاں کی سمت ہی متوجہ تھے، وہ ساکن کھڑا رہا تھا، پھر کچھ کہے بغیر ایک جھٹکے سے پلٹ کر باہر چلا گیا، کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے دل میں دماغ میں کیا سما گئی تھی۔

"یہاں حالات بہت کریٹکل ہیں می! آپ سمجھیں تو سہی۔" ژالے فون پہ مسز آفریدی سے بات کرنے میں مصروف تھی اور خاص جھنجھلائی ہوئی تھی، وہ اسے ہر صورت لاہور بلا رہی تھیں تا کہ اسے ٹریٹمنٹ مل سکے۔

"سمجھتی تم نہیں ہو بنی، تمہاری زندگی اور موت کا معاملہ ہے اور تم لاپرواہی برت رہی ہو، جو بھی حالات ہیں تم فوراً یہاں پہنچو، ورنہ میں خود تمہیں لینے آجاؤں گی۔"

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی می، یہاں حالات بہت پریشان کن ہیں، میرا ایسی صورتحال میں آنا ہرگز مناسب نہیں، پھر میں ٹھیک ہوں، ٹریٹمنٹ اتنا بھی ضروری نہیں ہے، حالات سنبھلیں گے تو آجاؤں گی، یہاں کسی کو یہ علم نہیں ہے کہ میں بلڈ کینسر کے مرض میں مبتلا ہوں آپ کا یہاں آنا اس راز کو افشا کرنا ہوگا جو میں بہرحال نہیں چاہتی۔"

وہ ان کی کسی بات کے جواب میں بہت چڑ کر کہہ رہی تھی، اپنے دھیان میں اندر داخل ہوتے جہان نے اس کی اس آخری بات پہ ٹھٹک کر ژالے کو دیکھا جس کی نگاہ اسی لمحے اس پہ اٹھی تھی، اس کا رنگ جس طرح سے اڑا تھا اس نے جہان کی حیرت کو شدید ترین گھبراہٹ میں ڈھال دیا تھا۔

(جاری ہے)

نئے آخری جزیرہ ہو

اُم مریم

بتیسویں قسط کا خلاصہ

تیمور صاحب کو نا چاہتے ہوئے بھی حویلی تو لے آتا ہے مگر اس کا رویہ اپنی بیٹی اور زینب کے ساتھ مزید ہتک آمیز اور شدید ہو چکا ہے، وہ اپنی سابقہ منگیتر سے بیٹے کی خواہش میں شادی کرتا ہے تو زینب گم صم ہو کر رہ جاتی ہے، مگر اصل افتاد اس پہ اس وقت ٹوٹتی ہے جب نشے میں تیمور زینب کو طلاق دیتا ہے۔
پرنیاں کو معاذ ناراضگی کے اظہار کے طور پہ اس کی حویلی چھوڑ آیا ہے مگر پھر مما کی زبردست ڈانٹ کے بعد واپس بھی لانا پڑتا ہے۔

زینب کی طلاق کے باعث شاہ ہاؤس کے مکین شدید صدمے سے دو چار ہیں، ایسے میں تیمور اپنی بد فطرت کو ظاہر کرتے ہوئے یہ ٹینشن مزید بڑھاتا ہے اور زینب سے ملنے کی کوشش کر کے معاملے کو گمبھیر تر بنا دیتا ہے، ایسے میں پپا جان حالات کی نزاکت کے پیش نظر اک فیصلہ کرتے ہیں، جہان سے زینب کے نکاح کا فیصلہ۔

جہان ژالے کی بیماری کے متعلق جان کر خود کو فضا میں معلق محسوس کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیتسویں قسط

ژالے سراسیمہ سی اسے دیکھتی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''چائے لاتی ہوں آپ کے لئے۔'' اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر جیسے وہاں سے راہ فرار ڈھونڈ لی تھی، جہان نے ایکدم سے اس کی کلائی تھام کر اپنے مقابل کرلیا۔

''تم کہہ دو ژالے ابھی جو تم نے کہا وہ جھوٹ تھا، سراسر جھوٹ۔'' اس کی آواز میں ہی نہیں آنکھوں میں بھی ایک وحشت سی سمٹ آئی تھی، کتنا پریشان نظر آرہا تھا وہ، ژالے اسے دیکھے گئی، ایک عجب سی ٹھنڈک اتو کھا سکون اس کے اندر اتر گیا۔

''وہ سب جھوٹ تھا شاہ! سراسر جھوٹ۔'' اس کے چوڑے سینے سے سر ٹکتے ہوئے وہ سرگوشی سے مشابہہ آواز میں بولی تو جہان نے بے اختیار اسے بانہوں میں بھر لیا تھا۔

''مجھ سے جھوٹ مت بولو ژالے پلیز۔'' وہ جیسے رو پڑا تھا، زندگی کے اس مقام پہ آکر کیسا عجب انکشاف ہوا تھا، وہ اسے کھودینے کے خیال سے ہی پاگل ہونے لگا تھا۔

''کینسر لا علاج مرض تو نہیں ہے نا شاہ۔'' ژالے نے بہت محبت سے کہتے اس کے سینے سے سر اٹھایا اور اس کے بالوں کو سہلا کر گویا اسے تسلی دینا چاہی جہان اسے دکھ سے بھری خوف سے چھلکی آنکھوں سے دیکھتا رہا تھا، پھر کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے آیا تھا، از سرے نو سارے ٹیسٹ مرض کی تشخیص، ژالے تھک سی گئی۔

''میرے پاس وقت بہت کم ہے شاہ!'' اس نے بالآخر اس کے سامنے جیسے کسی جرم کا اعتراف کر لیا، جہان کی آنکھوں میں کرب سمٹ آیا۔

''تم نے چھپایا کیوں مجھ سے؟'' جہان کو اس کے ساتھ روا رکھی جانے والی تمام بدسلوکی کے احساس نے بے چینی اور بے قراری میں مبتلا کیا تھا۔

''میں آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتی تھی شاہ۔'' اس کے رسان سے کہنے پہ جہان کے اندر اذیت کا احساس گہرا ہو گیا۔

''اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟'' اس کے سوال نے ژالے کے ہونٹوں پر تھکی ماندی مسکان سجا دی تھی۔

''یہ سوال نہ کریں پلیز شاہ۔''

''کیوں؟'' جہان کی نگاہوں میں ہزاروں سوال مچل اٹھے تھے۔

''میرے پاس الفاظ نہیں کہ بتا سکوں مجھے آپ سے کتنی محبت ہے۔'' اس کے جواب نے جہان کو گنگ کر دیا تھا، اس نے جانے کس جذبے کے تحت ژالے کو اپنے بازؤں میں بھر کے بھینچ لیا۔

(میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا ژالے، میں نے آج تک اپنے لئے اپنے اللہ سے کچھ نہیں مانگ، زینب کو بھی نہیں اس کے باوجود کہ وہ میری شدید خواہش تھی، اس دعا کے راستے میں حائل اس کی مرضی ہوگئی تھی جو میں نہیں تھا، مگر میں اب تمہیں اپنے لئے اللہ سے مانگوں گا، تمہیں کچھ نہیں ہوگا ژالے اس کے باوجود کہ تمہاری بیماری آخری اسٹیج پہ ہے مگر میں اس سے مانگوں گا جس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔)

☆☆☆

وہ رات گئے لوٹا تو بہت تھکا ہوا تھا، اسے ہرگز امید نہیں تھی کوئی اس کے انتظار میں جاگ بھی رہا ہو

گا، آج اس کی شوٹنگ لیٹ نائٹ تک جاری رہی تھی، وہ کبھی بھی رات کو شوٹ کرانے کے قائل نہیں تھا، مگر آج مجبوری تھی، ایک تو سین ہی رات کے تھے، دوسرا لاسٹ اپی سوڈ تھا سیریل کا اس کے ایک ہفتہ بعد آن آئیر ہو جانا تھا، پچھلے کئی مہینوں سے وہ اسی کام کے سلسلے میں مصروف تھا اور وہ رانیہ اس کی ہیروین ہی تھی جس کے ساتھ اس روز پرنیاں نے ہوٹل میں اسے دیکھا تھا، بیچاری پلے میں ہی نہیں سچ مچ بھی اس پہ فدا ہو گئی تھی، جتنی حسین تھی اس سے بڑھ کر چھچھوری، معاذ ایک پلے کرکے ہی اس کام سے اکتا گیا تھا، حالانکہ جب اسے یہ آفر ہوئی تو وہ بالکل بھی سنجیدہ نہیں تھا مگر پھر پرنیاں کو جلانے کے لئے اس نے یہ آفر قبول کر لی تھی، پرنیاں جو اپنی تمام تر بے اعتنائی ہٹ دھرمی اور تیکھے ترشے پرنخوت انداز واطوار کے ساتھ اس کے دل پہ حکمرانی کرتی تھی، کتنا چاہا تھا وہ بھی اس کی طرح سے اسے اگنور کردے غافل ہو جائے اس سے مگر یہ جو دل تھا ہمیشہ آڑے آجاتا تھا، یہ اس کی توجہ اور محبت کی ہی طلب کی شدید خواہش تھی کہ وہ اس کو زچ کرنے کو ہر وہ حربہ استعمال کر چکا تھا جس سے وہ پگھل جائے اس کی طرف جھک آئے مگر وہ بہت ضدی تھی، یا شاید ضدی نہیں تھی، بس اسے معاذ سے محبت نہیں تھی، یہ خیال اتنا زور آور تھا اتنا پختہ کہ وہ ٹوٹ کر بکھرتا چلا گیا، اس نے ہر ہر زاویے سے پرنیاں کو پرکھا تھا، شاید وہ اس کے سامنے اعتراف کرلیتی مگر اسے ہر طرح سے شکست کا سامنا کرنا پڑا، وہ صرف ایک بار اس کی سمت جھکی تھی ایک بار رجوع کیا تھا وہ بھی مما کے کہنے پہ، اس نے جانا تو اس کے اندر آگ سلگ اٹھی، اسے یہ کمپرومائز نہیں چاہیے تھا، وہ اتنا گیا گزرا تھا کہ وہ اس کے ساتھ سمجھوتے کی بنا پہ زندگی گزارتی، پھر جہاں لڑائی ہوتی وہاں وہ پھر سے بار بار اس کی سمت متوجہ ہوتا رہا تو اس خوش فہمی میں کہ شاید پرنیاں کو اس سے محبت ہو جائے، مگر وہ گوشت پوست سے بنی بے حد حسین لڑکی تو کوئی پتھر تھی، سنگلاخ چٹان جس سے سر ٹکراتا وہ خود پاش پاش ہو رہا تھا، جبھی اس نے یہ کوشش ترک کی اور اسے پاش پاش کرنے کو اس پر ضربیں لگانا شروع کر دیں مگر وہ پتہ نہیں کس مٹی سے بنی تھی، اثر ہی نہ ہوتا، معاذ جیسے ہار گیا تھا تو خود ٹوٹ گیا، اس پہ مما کا اس دن کا انتہائی شدید ردعمل، ایک لمحے کو تو اس کا جی چاہا تھا اس شدید ذلت کے بعد خودکشی کرکے، پرنیاں نے اس سے مما کو چھین کر اس کا دوسرا بڑا نقصان کیا تھا، وہ کہاں تک برداشت کرتا، مگر پھر اس نے خود کو کمپوزڈ کرلیا تھا، اب وہ میچور مرد تھا، وہ جذباتی سا نو عمر لڑکا نہیں تھا کہ ان باتوں پہ ڈس ہارٹ ہو کر ایسے قدم اٹھالیتا، جبھی اس نے گھر چھوڑ جانے کی شدید سوچ کو بھی جھٹک دیا البتہ وہ پہلے کی طرح ہنس بول کر بات نہیں کر سکا تھا، اس کے اندر عجیب سے سناٹے اتر آئے تھے، مما کوشش کرتی تھیں پرنیاں سے اس کا سامنا کم سے کم ہو شاید یہ پرنیاں کی اپنی بھی خواہش تھی، معاذ کو اب ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا، اس نے محسوس کرنا چھوڑ دیا کہ پرنیاں اس کی موجودگی میں کمرے میں آتی ہے یا نہیں، اسی وقت بھی وہ گاڑی پورٹیکو میں روک کے سیڑھیاں چڑھ کر اندرونی حصے کی جانب آیا تو شاہ ہاؤس کے در و دیوار پہ سناٹا طاری تھا، وہ اپنے دھیان میں آگے بڑھتا مما کی آواز پہ بے ساختہ ٹھٹک کر تھم گیا تھا۔

''معاذ! بیٹے اتنی دیر کیوں کر دی آنے میں آپ نے؟'' مما اسے ساکن کھڑے دیکھ کر خود اس کے قریب آگئی تھیں، لہجے کی نرمی وحلاوت میں شرمندگی کے ساتھ ازالے کے احساس کا رنگ بھی غالب تھا۔

''کام تھا مجھے۔'' وہ انہیں دیکھے بغیر آہستگی سے بولا تھا۔

”جلدی آجایا کرو بیٹا، شہر کے حالات کا تو آپ کو پتہ ہی ہے۔“

”میں تو خود خواہش مند ہوں کسی روز کسی ایسے حادثے کا شکار ہو جاؤں جن سے اخبار بھرے ہوتے ہیں۔“ وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہنا چاہتا تھا، جو مما کو جھنجوڑنے کا باعث بنتی مگر زبان سے پھسل گئی تھی شاید وہ اتنی ہی زرد رنج ہو رہا تھا۔

”معاذ......!“ مما منہ پہ ہاتھ رکھ کر یوں نیچے بیٹھ گئیں جیسے یکلخت کھڑے ہونے کی ہمت نے جواب دے دیا ہو، معاذ نے گردن موڑ کر انہیں روتے ہوئے سپاٹ نظروں سے دیکھا۔

”ان تمام آنسوؤں کو کسی ایسے ہی وقت کے لئے بچا کر رکھ لیں مما!“ وہ سفا کی کی انتہا کو چھونے لگا، مما کی سسکیاں تیز ہچکیوں میں ڈھلیں اگلے لمحے وہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھیں۔

”خدا ایسا وقت دکھانے سے پہلے مجھے موت دے دے، اگر آپ کو ماں کو دکھ دینا ہے تو اس کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں بیٹے۔“ وہ یونہی بلکتے ہوئے بولی تھیں، معاذ کے چہرے پہ زہر خند پھیلا۔

”وہ طریقہ جو آپ نے مجھے دکھ دینے کو اختیار کیا؟ وہ آپ کو اپنے بیٹے سے عزیز ہو گئی ہے؟“ وہ دبے ہوئے لہجے میں چیخا، مما نے اٹھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا اور بے تحاشا چومتے ہوئے بولی تھیں۔

”مجھے معاف کر دو بیٹے، مجھے شاید اس دن ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“

”نہیں آپ کو پورا حق حاصل ہے مگر اس عورت کے لئے نہیں۔“ وہ اسی شدید انداز میں پھر چیخا۔

”آئی ایم سوری بیٹے ایگین سوری۔“ مما نے پھر کہا تو وہ سخت عاجز ہو گیا تھا۔

”مجھے گنہ گار مت کریں مما۔“

”میں اس روز پریشان تھی۔“ انہوں نے جیسے وضاحت دی تھی۔

”مجھے اندازہ ہے۔“ معاذ نے ٹھنڈا سانس کھینچا۔

”کھانا نہیں کھاؤ گے؟“ انہوں نے کہا پھر اس کا ہاتھ تھام کر کچن میں لے آئیں۔

”پرنیاں کو معاف کر دو بیٹے، بس تم اسے انڈر اسٹینڈ نہیں کر پائے۔“ مما نے اس کے آگے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے عاجزی سے کہا تھا، معاذ کے چہرے پہ زہر خند پھیل گیا۔

”میں اسے بہت اچھی طرح انڈر اسٹینڈ کر چکا ہوں مما ڈونٹ یو وری۔“ اس نے گہرا سانس بھرا پھر انہیں دیکھ کر آہستگی سے بولا تھا۔

”میرا ایک دوست ہے مما! بہت قابل ہے، خوبصورت بھی اور پڑھا لکھا بھی، بس ذرا فیملی بیک گراؤنڈ اتنا مضبوط نہیں ہے۔“

”تو پھر۔“ مما حیران نظر آئیں۔

”میں چاہتا ہوں زینب کے لئے، مما ہم اسے فنانشلی سپورٹ......“

”بیٹے آپ پچھلے دنوں گھر پہ نہیں رہے ہو ورنہ آپ کو بتا دیتی، آپ کے پپا جان نے زینب کا نکاح جہان سے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ مما کے جواب نے معاذ کو بھونچکا کر ڈالا تھا، وہ اگلے کئی لمحے کچھ بولنے کے قابل نہیں ہو سکا۔

”جے کو پتہ ہے؟“ خاصی تاخیر سے وہ بولا تو حیرت اس کے لہجے سے ہنوز ظاہر تھی۔

”نہیں، فی الحال یہ بات بزرگوں کے بیچ ہوتی ہے، یا پھر جنید تھے وہاں۔“

”جے سے بات کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے مما، اس سلسلے کو یہیں ختم کر دیں۔“ اس کا لہجہ دوٹوک اور قطعی تھا، مما نے مضطرب اور حیران ہو کر اس کی شکل دیکھی تھی۔

”مگر کیوں؟ آپ جانتے ہو معاذ یہ میری شدید خواہش تھی۔“ ان کے لہجے میں احتجاج اور بے بسی بیک وقت در آئی تھی۔

”مگر یہ زینب کی خواہش نہیں تھی مما! اور میں دوسری بار، جے کی تذلیل نہیں ہونے دے سکتا، آپ بھول گئی ہوں گی جو کچھ ہوا مگر جے......“

”جہان ایسا بچہ نہیں ہے۔“

”اس کا یہ مطلب ہے اس سے قربانی مانگی جائے۔“ معاذ نے کسی قدر تلخی سے کہا تھا، مما نے کرب انگیز نظروں سے اسے دیکھا پھر ہونٹ بھینچ لئے۔

”یہ قربانی نہیں شاہ ہاؤس کی بھلائی کو اٹھایا گیا ایک قدم ہے، ہم ایک بار پھر کوئی اور رسک نہیں لے سکتے، آپ کا دوست بہت اچھا ہو گا بیٹے مگر ہم اب کسی غیر پہ بھروسہ نہیں کرنا چاہتے۔“ مما نے تیمور والی بات پر رسان انداز میں اس کے سامنے رکھ کر کہا تو معاذ گم صم سا ہو کر رہ گیا تھا، مما نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔

”کیا آپ اپنے دوست کو یہ مجبوری بھی بتا دو گے؟ کیا وہ اتنا اعلیٰ ظرف ہو گا کہ پھر بھی زینب کو قبول کر لے اور تیمور جیسے برے انسان کا سامنا کرنے کی ہمت بھی پیدا کرے اپنے اندر۔“ معاذ نے بھینچے ہوئے ہونٹوں سے انہیں دیکھا تھا پھر ٹھنڈا سانس بھرا۔

”آپ کی بات مان لی مما جے اعلیٰ ظرف بھی ہے اور یہ کہ یہ خاندان کی بھلائی کو اٹھایا گیا ایک قدم ہے مگر کیا اس صورت تیمور جیسے انسان کے انتقام کے نشانے پہ جے کو لا کھڑا کرنا ہمیں زیب دیتا ہے۔“ معاذ نے ایک بہت اہم مگر تلخ سوال ان کے سامنے رکھا۔

”تیمور خان بہر حال خدا نہیں ہے معاذ حسن کہ کسی کی زندگی موت کا فیصلہ کرنے لگے۔“ مما کی بجائے یہ جواب پاپا جان نے دیا تھا جو اسی وقت شاید وہاں آئے تھے، مما کے ساتھ معاذ نے بھی چونک کر انہیں دیکھا، مما جلدی سے اٹھی تھیں۔

”بھائی جان آپ اس وقت؟ بھابھی بیگم کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

”ہاں، ڈونٹ وری، میں معاذ کو ہی دیکھنے آیا تھا، آج بہت تاخیر سے آئے بیٹے؟“

”جی پاپا جان کام کے سلسلے میں دیر ہو گئی تھی۔“

”اس وقت کون سا کام کرتے ہو؟“ پاپا جان نے الجھ کر اسے دیکھا، معاذ نے مسکراہٹ دبائی، اگر وہ کام کی نوعیت انہیں بتا دیتا تو انہوں نے اسی وقت اس کی طبیعت صاف کر دینی تھی۔

”میں کئی دنوں سے آپ کا منتظر تھا بیٹے۔“

”سوری پاپا جان، کہیے کیا بات تھی؟“ وہ اٹھ کر ان کے نزدیک چلا آیا۔

”آپ جہان کے دوست ہو نا، جہان کو اس بات پہ آمادہ کرو۔“ پپا جان کی بات پہ بلکہ اس کڑی ذمہ داری نے معاذ کی پیشانی عرق ریز کر دی، وہ ایک دم سے ہونٹ بھینچ گیا تھا۔

(تو آپ بھی جانتے ہیں پاپا جان یہ کس درجہ دشوار امر ہے) اس کے ہونٹوں پر شکستہ مسکان بکھری۔

''آپ بات کو سمجھو بیٹے، میں اگر جہان سے یہ بات کروں گا تو وہ اسے حکم کا درجہ دے گا، کچھ نہیں بولے گا مگر تم دوست ہو اس کے، اسے کریڈو ذرا۔'' پپا جان نے گویا اپنی بات کی وضاحت کی تھی، معاذ نے محض سر ہلا دیا تھا، انا خودداری کی بات نہیں تھی کہ اسلام میں اس کی ممانعت نہیں تھی، حضرت بی بی آمنہؓ کا رشتہ ان کے والد گرامی خود لے کر حضرت عبداللہؓ کے والد محترم کے پاس حاضر ہوئے تھے، معاذ نے پہلی بار جہان کو فورس تک کیا تھا وہ اس میں قباحت نہیں سمجھتا تھا، مگر اب کے معاملہ کچھ اور تھا، وہ جہان کے سامنے اس بات کو کرتا ہوا شرمسار تھا تو وجہ زینب کا اس سے روا رکھا جانے والا سلوک تھا۔

''آپ کرو گے نا بات بیٹے! میں چاہتا ہوں یہ کام جتنی جلدی ہو جائے مناسب ہے۔''

''اوکے پاپا جان، میں بات کر لوں گا، ڈونٹ وری۔'' اس نے رسان سے کہا تو پاپا جان ایکدم مطمئن نظر آنے لگے تھے مگر معاذ کا اضمحلال بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

میرے چہرے پہ ان گنت تحریریں ہیں
ہر سطر میں ہزاروں مضمحل خواب
ان خوابوں کی ٹہنیوں سے لپٹے
خار گلاب ایسے
بہت ہی ستم رسیدہ کسی بے حد بوڑھے فقیر کے جیسے
حسن کا کاسہ بہت سی دعاؤں سے ویران ہے
سراب ہونے کا منتظر
زوردار بارش کا طلبگار
آئینہ جب بھی دیکھوں تو
میرے چہرے پر ان گنت جھریاں
بے شمار سلوٹیں دکھائی دیتی ہیں
تھکی ہوئی بیمار آنکھیں
کسی شفایاب لمحے کی منتظر میں بھی
بوڑھے فقیر کے جیسی ہوں
تم نے میرے قدموں تلے گرم ریت بچھا دی ہے

وہ کھڑکی میں کھڑی تھی، اس کی نگاہیں زینب کے خزاں رسیدہ وجود پہ جم کر رہ گئی تھیں، کتنی حسین تھی وہ جب ژالے نے اسے پہلی بار دیکھا تھا، تروتازہ مہکتی ہوئی گلاب کی کلی کی طرح سے دلکش اور حسین، مگر اب...... اسے دیکھ کر کسی کھنڈر اور ویران عمارت کا خیال آتا تھا، اسے دیکھتے ہی ژالے کے ذہن میں اس نظم کے مصرعے بازگشت کی طرح گونجتے چلے گئے تھے، معاً کسی سمت سے نکل کر جہان اس طرف آ گیا، وہ زینب کی بانہوں میں ہمکتی فاطمہ کو پیار کر رہا تھا، پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر زینب سے فاطمہ کو لے لیا تھا، پل دو پل کی بات تھی پھر زینب آگے بڑھ گئی تھی، مگر ژالے نے دیکھا تھا وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے تو مما کی نظریں ان کی جانب ہی اٹھی ہوئی تھیں، ایک خواہش تھی جو ان کی نگاہ کو کور میں ہمکتی تھی، وہ خواہش

ژالے انجانے میں سہی مگر جان گئی تھی، اس رات جب وہ پانی لینے کچن میں آئی تھی اور معاذ پاپا جان اور مما کی باتیں پا چاہتے ہوئے بھی اس کی سماعتوں میں اترتی چلی گئی تھیں، کتنی وحشت اتری تھی تب اس کے اندر، کیسی تشنگی جس کے آگے حلق میں کانٹے ڈالتی پیاس بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھی تھی، جہان کو شیئر کرنے کا خیال بھی سوہان روح تھا، وہ اس ساری رات تڑپی تھی جب کسی طور قرار نہیں آیا تو جائے نماز پہ کھڑی ہو کر اپنے رب کے حضور اپنی گزارش پیش کرنے لگی کہ یہاں شاہ ہاؤس کے باسیوں نے تو اس سے رائے لینا بھی گوارا نہیں کیا تھا، پھر کیا کہتی وہ ان سے جھگڑتی کیسے کہ آج تک وہ کبھی اپنے حق کے لئے ڈٹ ہی نہ سکی تھی، اسے یہ سلیقہ ہی نہ آیا تھا، کچھ نہ سوجھا تو اللہ کے دربار میں چلی آئی اپنی گزارش لے کر، ہچکیاں آنسو آہیں، وہ کتنی بے چین تھی، کس درجہ مضطرب، ایک ہی التجا ایک ہی دعا کسی طریقے یہ نہ ہو، وہ جہان کو بانٹ نہیں سکتی تھی مگر پھر ٹھٹک گئی، آگاہی کرب بن کر اس کی رگوں میں سرائیت کر گئی تھی، وہ تو ایک گرتی ہوئی عمارت تھی، جو ہر لمحہ مسمار ہو رہی تھی، وہ بھلا کب تک جہان پہ اجارہ داری جما سکتی تھی، پھر کیا مضائقہ تھا اگر وہ خود سے یہ نیک کام کرے۔

''اللہ مجھ میں حوصلہ نہیں، میں برداشت نہیں کر سکتی۔'' اس نے یہ دعا مانگتے اپنے الفاظ پہ دھیان دیا تھا اور کانپ گئی تھی، وہ کیا کہہ رہی تھی۔

اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو اس کی برداشت سے بڑھ کر دکھ نہیں دیتا، اگر عورت برداشت نہیں کر سکتی تھی تو پھر اللہ نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت کیوں کر دی؟ سوال اٹھا تھا، ''اور اللہ ہرگز ظالم نہیں ہے'' جواب بھی مل گیا تھا، وہ مضمحل سی آنسو پونچھ کر مسکرا دی۔

''میرے اللہ مجھے حوصلہ دینا، میں یہ کام زینب کے لئے نہیں کروں گی، میں یہ کام شاہ کے لئے بھی نہیں کروں گی، کہ وہ زینب کو پسند کرتے ہیں میں جانتی ہوں، میں یہ کام تیرے لئے کروں گی اور اگر ہم تیرے لئے کوئی کام کریں تو تو ہی بہترین اجر عطا فرمانے والا ہے۔''

ایک لمحہ تھا آگاہی کا، ایک لمحہ ہی ہوتا ہے ہدایت کا جو اسے عطا ہوا تھا، وہ خوش بخت ٹھہرائی گئی تھی یہ اس نے جان لیا تھا۔

''ژالے تم تیار نہیں ہوئی ہو؟'' جہان اندر آیا تو اسے ہنوز اسی حلیے میں دیکھ کر زچ ہوا تھا، ابھی کچھ دیر قبل وہ اسے ہاسپٹل چیک اپ کے لئے لے جانے کا کہہ کر تیار ہونے کا کہہ گیا تھا۔

''آپ بھی زینب کے پاس کھڑے تھے نا شاہ، آپ کو پتہ ہے آپ اور زینب ساتھ ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگتے ہیں۔'' وہ اس کے نزدیک آئی تھی اور اس کے کوٹ کے بٹن سے کھیلتی ہوئی بولی تو جہان جیسے سناٹے میں گھر گیا تھا، اسے حقیقتاً ژالے کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا تھا۔

''آپ کو کبھی کسی نے یہ بات اس سے پہلے بتائی نہیں کیا؟'' ژالے نے اس کا کوٹ مٹھی میں دبوچ کر ہلکے سے جھٹکا دیتے ہوئے گویا اسے بولنے پہ اکسایا، جہان ایکدم سے بھڑک اٹھا۔

''واٹ نان سنس ژالے؟ تمہیں شاید خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ تم......''

''مجھے اندازہ ہے، میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے، آپ یہ بتائیں میری اک بات مانیں گے؟'' ژالے کی سنجیدگی میں فرق آیا تھا نہ اطمینان میں جبکہ جہان صحیح معنوں میں سر تا پا ہل کر رہ گیا تھا۔

''کون سی بات؟'' وہ جیسے خود پہ بہت ضبط کر کے بولا تھا۔

"پہلے وعدہ کریں مانیں گے۔" ژالے کے اصرار پہ جہان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔
"ایسی کون سی بات ہے؟" اس نے محتاط انداز کو اپنایا۔
"پرامس تو کریں۔" ژالے نے مسکرا کر کہتے اپنا نازک سا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا، جسے جہان نے بہت جذب سے تھاما پھر اسے نرمی و آہستگی سے چوم لیا تھا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں میں ساری زندگی تمہارا ساتھ نبھاؤں گا، تمہاری بے وقوفانہ باتوں کے باوجود۔" جہان نے جیسے کچھ دیر قبل زینب والی بات کا حوالہ دیا تو ژالے نے ناراضگی سے اسے دیکھ کر منہ پھلا لیا تھا۔
"آپ کے خیال میں میں بے وقوف ہوں؟" وہ نروٹھے پن سے بولی، جہان نے مسکراہٹ دبائی۔
"پہلے نہیں تھا یہ خیال، ابھی ابھی یقین ہوا ہے۔" وہ پھر اسی بات کا حوالہ دے رہا تھا ژالے نے زچ ہو کر اسے دیکھا تھا۔
"آپ مذاق اڑا رہے ہیں میرا اور سیریس بھی نہیں ہیں، جبکہ میں بے حد اہم بات کرنے والی تھی، خیر جب آپ سیریس ہوں تو بتا دیجئے گا۔" ژالے نے بے اعتنائی کی حد کر دی، جہان تو بوکھلا اٹھا تھا۔
"افوہ...... اتنا غصہ؟ چلو خیر آئی ایم سیریس ناؤ، بولو کیا بات ہے؟" جہان نے خود پہ دانستہ سنجیدگی کا خول چڑھا کر مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا، ژالے کچھ دیر اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس بھرا۔
"آپ زینب سے شادی کر لیں۔" جہان کا دل ہی نہیں وہ خود بھی دھک سے رہ گیا تھا، پہلے اس کا چہرا متغیر ہوا تھا پھر بے تحاشا سرخ ہو کر دہک گیا۔
"یہ کیسا فضول مذاق ہے ہنی؟" وہ جو سنجیدہ نہیں ہو پا رہا تھا خطرناک قسم کی سنجیدگی سمیت بولا تھا۔
"یہ مذاق نہیں ہے شاہ! آپ کو اندازہ تو ہوگا کہ گھر میں اس وجہ سے کس درجہ ٹینشن پھیلی ہوئی ہے، تیمور کی وجہ سے سب کس قدر اپ سیٹ ہیں اور......"
"تمہیں اس متعلق کسی نے کچھ کہا ہے ژالے؟" جہان بری طرح سے چونک اٹھا تھا، ژالے نے تیزی سے نفی میں سر کو جنبش دی۔
"ایسا کچھ نہیں ہے شاہ! مجھے خود سے احساس ہے۔"
"میری بات دھیان سے سنو ژالے اور اچھی طرح ذہن نشین کر لینا، آج کے بعد میں تمہارے منہ سے یہ بات نہ سنوں۔" وہ جس خوفناک سنجیدگی کے حصار میں تھا ژالے اسی قدر عاجز ہو اٹھی تھی۔
"دس از ناٹ فیئر شاہ! آپ ایسے نہیں ہیں۔" اس نے جیسے سخت احتجاج کیا تھا، جواباً جہان نے اسے سخت اور تادیبی نظروں سے دیکھا تھا۔
"میں نے کہا نا تم یہ بات نہیں کرو گی، دوسری اہم بات یہ کہ تم کچھ نہیں جانتی ہو۔"
"میں یہ بات بار بار کروں گی شاہ، اس وقت تک کروں گی جب تک آپ مان نہیں جاتے اور یہ خیال اپنے دل سے نکال دیں کہ میں کچھ نہیں جانتی۔" سنجیدگی سے بات کرتے ہوئے آخر میں جیسے ژالے نے اپنی بات پہ زور دے کر اسے کچھ جتلایا تھا، مگر جہان نے قطعی اہمیت نہیں دی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ ہنی تم مجھ سے یہ اصرار کیوں کر رہی ہو، لیکن میں اتنا جانتا ہوں کوئی عورت خوشی سے اپنا شوہر کبھی تقسیم نہیں کرتی، کیا میں سمجھوں وہ تمہارا مجھ سے محبت کا دعوا نام نہاد تھا۔" اس کا لہجہ زہر آلود نہیں تھا نہ طنزیہ البتہ عجیب سا اضطراب لئے ہوئے تھا۔
"یہ اپنے اپنے ظرف کی بات ہے شاہ! اور عورت بہرحال کم ظرف نہیں ہے، اسلام کی تاریخ گواہ رہی ہے اس بات کی کہ ایک عورت نے ایک سے زائد مرتبہ اپنے شوہر کو تقسیم کیا ہے اور میں محبت کرتی ہوں جبھی محبت میں نارسائی اور تشنگی کے احساس سے آشنا ہوں، شاہ میں چاہتی ہوں میری طرح سے آپ بھی اپنی محبت حاصل کر لیں، بلیومی مجھے دکھ نہیں خوشی حاصل ہوگی۔" وہ عاجزی سے کہہ رہی تھی جبکہ جہان شاکڈ رہ گیا تھا، اس کی بات کا آخری حصہ گویا اس کے وجود کے پرخچے اڑا کر رکھ گیا تھا، اسے اپنی سماعتوں پہ شبے کا گمان ہوا تھا۔
"کیا کہا تم نے؟" وہ حق دق سا اسے دیکھنے لگا، ژالے رواداری سے مسکرا دی۔
"آپ زینب سے محبت کرتے ہیں شاہ میں جانتی ہوں، اب سے نہیں تب سے جب آپ کو پہلی بار دیکھا تھا جب میں نے خود آپ سے محبت کی، تب مجھے اندازہ ہو گیا تھا آپ کسی اور سے محبت کرتے ہیں، مجھ سے کبھی نہیں کریں گے، پھر جب میں یہاں آئی تو زینب سے مل کر یہ معمہ بھی حل ہو گیا تھا۔" جہان متحیر سا بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا، کیا اس کا چہرہ کھلی کتاب تھا جسے ہر کسی نے پڑھ لیا تھا، وہ تو لاکھ پردوں میں چھپا کر رکھتا رہا تھا، اس ایک جذبے کو پھر بھی اس کی اتنی تشہیر ہو گئی تھی، نہیں جان سکی تھی تو بس ایک وہ جسے جاننا چاہیے تھا، وہ پر ملال سا سوچے گیا۔
"کیا سوچ رہے ہیں شاہ؟" اس نے نرمی سے کہہ کر جہان کے شانے کو چھوا وہ جیسے گہری نیند سے جاگا۔
"تمہیں بہت شدید قسم کی غلط فہمی......"
"شاہ پلیز...... کم از کم مجھ سے جھوٹ نہ بولیں، آئی ایم ساری مگر مجھے اچھا نہیں لگتا آپ کا اس طرح خود کو چھپانا۔" وہ ٹوکتے ہوئے انتہائی نرمی سے بولی تھی، جہان کس قدر کھسیا گیا پھر گہرا سانس بھر کے خود کو کمپوزڈ کیا تھا اور رسان بھرے انداز میں گویا ہوا۔
"چلو ٹھیک ہے، اگر تم یہ ساری باتیں جان گئی ہو تو بعد کی صورتحال بھی تم سے ہرگز مخفی نہیں رہی ہو گی، میرے انکار کی وجہ بھی یہی ہے، میں اتنا بے مایا بھی نہیں ہوں کہ......"
"آپ بے مایا نہیں خاص ہیں شاہ، اعلیٰ ظرف اور درگزر سے کام لینے والے، اپنوں کے عیب دیکھ کر انہیں عیاں نہیں کیا جاتا شاہ بلکہ ان کو ڈھانپا جاتا ہے، آپ نے ایک بار پہلے بھی اپنی محبت کی قربانی دی تھی اب تھوڑی سی انا کی قربانی دے دیں، کیا حرج ہے؟"
"بہت حرج ہے، میں ایسا نہیں کر سکتا، تم مجھے کم ظرف سمجھو یا کینہ پرور، یہ تمہاری مرضی ہے۔" جہان نے اس کی بات کاٹ کر بے حد تلخی سے کہا اور اٹھ کر چلا گیا، ژالے ہونٹ بھینچ کر بیٹھی رہ گئی تھی، شاید یہ کام اتنا بھی آسان نہیں تھا جتنا اس نے اسے سمجھا تھا۔

☆☆☆

ہتھیلی سامنے رکھنا کہ سب آنسو گریں اس میں

جورک جائے گا ہونٹوں پر سمجھ لینا کہ وہ میں ہوں
کبھی جو چاند کو دیکھو تو تم یوں مسکرا دینا
جو چل جائے ہوا ٹھنڈی تو آنکھیں بند کر لینا
جو جھونکا تیز ہو سب سے سمجھ جانا کہ وہ میں ہوں
جو زیادہ یاد آؤں تو تم رو لینا جی بھر کے
اگر ہچکی کوئی آئے سمجھ جانا کہ وہ میں ہوں
اگر تم بھولنا چاہو مجھے شاید بھلا دو تم
مگر جب سانس لینا تم سمجھ جانا کہ وہ میں ہوں

مما کی ہدایت کے مطابق وہ ہاسپٹل ساتھ لے جانے والا بیگ تیار کر رہی تھی، اس کی ڈلیوری کی ڈیٹ نزدیک تھی مگر مما کا خیال تھا ڈاکٹرز کی ڈیٹ پہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، یہ اللہ کے کام ہیں اور اللہ کو ہی غیب کا علم ہے، وہ اپنی ساری تیاری مکمل کر رکھے، اسے جس وقت بھی جو یاد آتا وہ اٹھا کر بیگ میں رکھ دیتی، اس وقت بھی بچے کے کپڑے جو ابھی ماریہ ننھے ننھے سفید کرتے سلائی کر کے دے کر گئی تھی جن پہ بڑے شوق سے اس نے خود کڑھائی بھی کی تھی، زینب نے انہی کو پریس کرنے کے بعد بیگ میں رکھ رہی تھی جب ماریہ جوش و خروش سے بھری اس کے پاس بھاگی آئی تھی۔

”بھابھی بھابھی نیچے آئیے، اک سرپرائز ہے آپ کے لئے۔“

”کون سا سرپرائز؟ رکو تو مجھے آرام سے چلنے دو۔“ وہ ہانپ کر رہ گئی تھی، مگر ماریہ نے کہاں سنا تھا، ٹی وی لاؤنج میں لا کر چھوڑا جہاں گویا پورا گھر امڈا ہوا تھا، ٹی وی آن تھا اور سب حیران ششدر اور کس حد تک متجسس سے اسکرین کی سمت متوجہ تھے، جہاں وہ تھا دشمن جاں اپنی تمام تر سحر انگیزی، دلکشی، وجاہت اور خوبروئی سمیت وہ پلے میں وہ رومینٹک شوہر کا کردار ادا کر رہا تھا، بیڈ روم سین تھا، صرف معاذ ہی نہیں اس کی ساتھی لڑکی بھی ایک دوسرے کے بے حد نزدیک تھے اور جو ڈائیلاگ تھے، پرنیاں کے کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا، وہ سرخ چہرے کے ساتھ مڑی تو اسی پل وہاں آنے والے معاذ سے ٹکراؤ ہوتے ہوتے رہ گیا، پرنیاں نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر سرعت سے سائیڈ سے نکل گئی، معاذ کی نگاہ پہلے اس پر پھر ٹی وی اسکرین پہ جا رکی اور دل میں جیسے ٹھنڈک سی پڑ گئی، اسے لگا تھا اس کا مقصد حل ہو گیا تھا، اس نے کاندھے جھٹکے اور مسکراتا ہوا وہیں سے پلٹ گیا، اس کا رخ جہان کے کمرے کی جانب تھا، ژالے سب کے ساتھ یہاں ٹی وی لاؤنج میں تھی، معاذ نے مناسب سمجھا تھا اسی وقت جہان سے بات کر لے، پاپا جان کی نظریں ہر بار ہونے والے سامنے یہ سوال کرتی تھیں اور اسے شرمندگی سے نگاہیں چرانا پڑ جاتیں، اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ جہان سے بات کرنے کو اسے بہت سارا حوصلہ چاہیے تھا جو مجتمع نہیں کر پا رہا تھا وہ۔

”بزی تو نہیں ہو جے؟“ دستک دے کر معاذ نے اندر جھانکا تو اس کا انداز بے حد فارمل سا تھا، جہانے نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

”اگر ہوں گا بھی تو کیا تمہارے لئے وقت نہیں نکالوں گا؟ آ جاؤ یار۔“ جہان نے اپنے آگے کھلی فائل بند کر دی تھی، معاذ ڈھیلے قدموں کے ساتھ آگے بڑھا تھا، ایک وقت تھا جب اس نے مما سے بحث

کرتے ہوئے طعنہ دینے کے انداز میں عبدالوہاب (پرنیاں کے دادا) کے متعلق گوہر افشانی کی تھی کہ انہوں نے زبردستی اپنی بیٹی اس کے سر منڈھ دی تھی، آج وقت کی گردش نے اسے کسی اور کے آگے جھکانے کا فیصلہ کر لیا تھا، یہ مکافات عمل کا سلسلہ قدرتی عمل ہے، بہت سارے اس سے عبرت اور عقل پکڑتے ہیں اور کچھ مہر زدہ دل والے اس لمحے بھی خدا سے بدگمان ہو کر شکوہ شکایت کا دفتر کھول بیٹھتے ہیں۔

”خیریت معاذ؟ طبیعت ٹھیک ہے نا تمہاری؟“ جہان نے اس کی گم صم کیفیت اور خاموش انداز کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا تھا، اس کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جس بات پہ وہ کل بہت سختی سے ژالے کو جھڑک چکا ہے یہ ہی مطالبہ لے کر معاذ اس کے پاس آیا ہو گا۔

”ہاں...... کچھ نہیں......“ معاذ نے ہڑبڑا کر اسے دیکھا تھا پھر خائف سے انداز میں ہونٹوں کو بھینچ لیا۔

”تم کچھ کہنا چاہتے ہو معاذ؟“ جہان ایک دم سے جیسے محتاط ہوا تھا، اس نے پرکھتی نظروں سے معاذ کو دیکھا تھا۔

”تم نے شوبز جوائن کر لیا اور کسی کو بتایا تک نہیں، دس از ناٹ فیئر یار۔“ جہان نے دانستہ موضوع تبدیل کر دیا تھا، معاذ اسے دیکھے گیا، شاید وہ اس کے گریز کے پہلو کو پا گیا تھا۔

”پرنیاں بہت ہرٹ ہوئی ہے، تم نے اسے تنہا بھی بہت کر دیا ہے، یار کیوں اس کی شکایتوں میں اضافہ کرتے ہو؟“ جہان نے جیسے اس کی برین واشنگ کا آغاز کر ڈالا تھا۔

”لڑکیاں نازک تتلیوں کی طرح ہوتی ہیں معاذ، رویوں کی سختی سے ان کے خوبصورت رنگ بہت تیزی سے ماند پڑنے لگتے ہیں، پھر لاکھ کوشش کرو مگر......“

”جے مجھے تم سے کچھ اور بات کرنی ہے۔“ معاذ نے یکلخت اس کی بات کاٹ دی، جہان جو اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا تھا رک کر اسے دیکھنے لگا پھر اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس آنے کا کہا تھا۔

”وہ بہت اکیلی نظر آتی ہے معاذ، مجھے ہر لحہ اس کی آنکھوں میں تمہارا انتظار نظر آتا ہے، اس وقت وہ جس حالت میں ہے نا معاذ، یوں تو اس پریگنینسی پریڈ میں عورت بہت سی اپنی کیفیات سوائے اپنے ساتھی کے اور کسی سے شیئر نہیں کرنا چاہتی جن سے وہ گزر رہی ہوتی ہے، تم نے اسے اس مرحلے پہ آ کر بھی تنہا چھوڑ دیا ہے۔“ جہان کا انداز ناصحانہ تھا اور نظریں نیچے لان میں چہل قدمی کرتی پرنیاں پہ جمی تھیں اس کے ہر اٹھتے قدم سے تھکن لپٹی تھی، وہ واقعی تنہا اور اداس نظر آتی تھی، کسی حد تک خود سے بھی بےزار، ڈاکٹر نے اسے کئی کئی گھنٹے چہل قدمی کی ہدایت کر رکھی تھی، وہ تھک جاتی پیروں میں سوئلنگ اتر آتی مگر اسے پھر بھی ٹہلنا پڑتا کیوں، اس کے بچے کی خاطر، ماں بننا اتنا آسان نہیں تھا، اس کٹھن منزل کے کتنے ہی کڑے مراحل پرنیاں نے اس کے سامنے طے کیے تھے، پہلے مرحلے کی نقاہت اور بے تحاشا وومیٹنگ پھر میڈیسن اور چیک اپ اور ان دنوں تو اس کی وہ حالت تھی کہ وہ نہ سکون سے بیٹھ پاتی تھی نہ لیٹ، کل ہی کی بات تھی جب اس نے اسے مما کو اپنی کیفیت کتنی بےچارگی سے کہتے ہوئے سنا تھا۔

”مجھے کسی بھی پل سکون نہیں ہے مما! رات کو اکثر تو نیند نہیں آتی، آ جاتے تو وقفے وقفے سے آنکھ

کھلتی رہتی ہے، سانس رکتا ہے۔'' جواب میں مما نے اسے گلے لگا کر ماتھا چوما تھا۔

''آخری دن ہیں نا بیٹے، ان دنوں ایسا ہی ہوتا ہے، ماں کے لئے اللہ نے ایسے ہی امتحان رکھے ہیں، ایویں تو اس کے درجات میں اتنی بلندی نہیں رکھی گئی، پھر تمہارا تو یہ پہلا تجربہ ہے جبھی زیادہ گھبرا رہی ہو، معاذ کی مرتبہ میں بھی یونہی پریشان تھی، بار بار گھبرا کر رو پڑا کرتی، مگر احسان بہت خیال رکھتے تھے۔'' مما بے اختیاری میں کہہ کر خود ہی شرمندہ ہوگئی تھیں۔

''معاذ یہ مرحلے کتنے ہی کٹھن سہی اگر عورت کے ساتھ اس کا ساتھی ہر قدم پہ ساتھ نبھائے تو یہ دشواریاں آسان لگنے لگتی ہیں، جاؤ وہ اس وقت بھی تمہاری منتظر ہے۔'' جہان کی اس نصیحت پہ معاذ نے اسے ناگواریت سے دیکھا تھا۔

''میں تم سے اس موضوع پہ لیکچر سننے نہیں آیا۔'' اس بات کے جواب میں جہان محض تاسف سے اسے دیکھ سکا تھا۔

''ہم زینب کی شادی کرنا چاہ رہے ہیں جے، آف کورس اسے عمر بھر کو یوں نہیں بٹھایا جا سکتا۔'' معاذ نے اپنی بات کہہ کر اسے دیکھا، جہان نے دانستہ اس سے نگاہ نہیں ملائی تھی، جبکہ معاذ اس کی کسی بھی بات کا منتظر تھا، دونوں کے بیچ بولتی معنی خیز خاموشی آ کے ٹھہر گئی، جہان خائف جبکہ معاذ مضطرب تھا۔

''بہت اچھا فیصلہ ہے، ہے کوئی مناسب رشتہ نظر میں؟'' بالآخر جہان کو کہنا پڑا تھا، یہ طے تھا کہ اسے زینب سے شادی نہیں کرنی تھی، ژالے کے بعد وہ معاذ کو بھی صاف جواب دے سکتا تھا، معاذ نے جہان کے اس سوال کے جواب میں گردن موڑ کر اسے کچھ دیر تک دھیان سے دیکھا تھا، پھر کاندھے جھٹک دیئے۔

''ہاں ہے، پوچھو گے نہیں وہ کون ہے؟''

''کون ہے؟'' جہان ہنوز پرسکون تھا، مگر وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔

''تم! پہلے ہو یا بعد میں ہمارا زینب کے لئے ہمیشہ انتخاب تم ہی رہو گے جے۔'' الفاظ تھے یا بارود کے گولے، جہان نے اپنا وجود ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھرتا محسوس کیا، معاذ نے اس کے دھواں ہوتے چہرے کو اور سختی سے بھینچے ہوئے ہونٹوں کو ایک نظر دیکھا تھا، جو ایک سکتے کی کیفیت کے زیر اثر دکھائی دیتا تھا، شاید اسے معاذ سے کم از کم اس بات کی توقع نہیں تھی، معاً وہ سنبھلا تھا اور ایک لفظ کہے بغیر جھٹکے سے پلٹا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا، معاذ اس کے پیچھے اس کے کمرے میں تنہا کھڑا رہ گیا تھا، اس کے چہرے پہ اضمحلال تھا، گہری تھکن تھی۔

(تم انکار بھی کر دو گے جے تو مجھے بالکل تکلیف نہیں ہوگی، لیکن میں جانتا ہوں تم ایسا کرو گے نہیں، یہی تو فرق ہے تم میں اور ہم میں، ہم بدلہ لینے والے ہیں اور تم معاف کرنے والوں کی فہرست میں شامل)

☆☆☆

اگر وہ پوچھ لے ہم سے تمہیں کس بات کا غم ہے
تو پھر کس بات کا غم ہے اگر وہ پوچھ لے ہم سے

اس کی آنکھیں ایک تسلسل سے برس رہی تھیں، صبح سے اسے درد ہو رہی تھی، جواب تک ناقابل

برداشت ہوئی تو آنکھیں چھلک پڑیں، آنسوؤں کا یوں بہنا صرف اس تکلیف کے باعث ہی تو نہیں تھا، معاذ کی بے اعتنائی اور سرد رویہ اسے ہر لحظہ کچوکے لگانے کو کافی تھا، آج صبح ہی جب راہداری میں موجود نمی سے اس کا پیر سلپ ہوا تو وہ اس بری طرح پھسلی تھی کہ خود اس کی اپنی جان بھی ہوا ہوگئی تھی، بروقت کسی کے مضبوط بازوؤں نے سہارا دے کر سنبھال لیا تھا، حواسوں میں آتے ہی اس نے بے اختیار گردن موڑی تھی اور اپنے بے حد نزدیک معاذ حسن کو پا کر اس کے اندر جیسے ایک دم سے تپش اتر آئی تھی، اگر اس کے ہاتھ جھٹک کر وہ فاصلے پہ ہونے کو بے قرار ہوئی تھی تو وجہ معاذ کا ہر قدم پہ اس کے لئے اختیار کیا ہوا ہتک آمیز سلوک ہی تھا مگر معاذ نے اس کی اس ناگواری کے احساس کو بھی سراسر اپنی توہین سے تعبیر کیا تھا۔

''اگر تم اس خوش فہمی کا شکار ہو کہ تمہیں چھونے یا تمہارے نزدیک آنے کی خواہش میں بے تاب ہوا ہوں تو تمہاری عقل پہ ماتم ہی کیا جا سکتا ہے، تم میرے سامنے تڑپ تڑپ کر بھی مر جاؤ تو مجھے ہرگز پرواہ نہیں ہوگی، یہ اگر میں تمہاری کیئر کرتا ہوں تو اس کی وجہ بھی تم نہیں میرا بچہ ہے جس کی وجہ سے میں تمہیں برداشت کرنے پہ مجبور ہوں۔''

اسے ایک جھٹکے سے خود سے الگ کر کے فاصلے پہ کھڑا کرتے ہوئے معاذ نے اس کی سماعتوں میں اپنی نفرت کا سیسہ پگھلایا تھا، خود تو وہ لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ پرنیاں اس درجہ نفرت و حقارت اور بے زاری کے مظاہرے پہ وحشت زدہ سی وہیں کھڑی رہ گئی تھی، پھر جانے کیا ہوا تھا اس کے پہلو میں درد کی ٹیسیں اٹھتی چلی گئی تھیں، اس کی طبیعت کی خرابی خبر بھابھی کے ذریعے دو گھنٹے بعد مما تک پہنچی تھی۔

''میں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتی ہوں آپ کو، آپ تیار ہو جاؤ بیٹے۔'' مما ان دنوں اتنے جھمیلوں میں الجھی ہوئی تھیں کہ پہلے کی طرح اس کی کیئر کر پاتی تھیں نہ وقت دے پاتیں، ویسے بھی پرنیاں نے ان کے سامنے خود کو کسی قدر سنبھال لیا تھا، پھر بھی وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھیں، انہوں نے خود اسے کپڑے نکال کر دیئے تھے۔

''میں رجو کو بھیجتی ہوں وہ آپ کی چادر پریس کر دے گی، تب تک میں خود تیار ہو لوں۔'' انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا، پرنیاں نے اٹھ کر بس کپڑے ہی تبدیل کئے تھے، اس کی تکلیف شدت اختیار کرتی جا رہی تھی، وہ بے دم سے انداز میں وہیں بیٹھ گئی، رجو اس دوران آ کر اس کی چادر استری کر کے رکھ گئی تھی، اسے جاتے دیکھ پرنیاں نے مما کو جلدی بھیجنے کی تاکید کی تھی۔

''مما پلیز مجھے چادر اٹھا کر دے دیں، اٹھا نہیں جا رہا مجھ سے، ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں۔'' دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے گردن موڑے بغیر بوجھل آواز میں کہا تھا، جواب میں خاموشی چھائی رہی تھی، پرنیاں نے کچھ حیرانی کی کیفیت میں پلٹ کر دیکھا، کوٹ بازو پہ ڈالے ماتھے پہ بکھرے بالوں کے ساتھ معاذ وارڈروب کے پاس کھڑا اس کی سمت متوجہ تھا، پرنیاں کا چہرا ایکدم سے سرخ پڑ گیا، اس نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، معاذ بھی جیسے ہوش میں آیا تھا، وارڈروب کا دراز کھول کر اپنی مطلوبہ فائل لی اور الٹے قدموں پلٹ گیا، سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کا مما سے سامنا ہوا تھا جو اوپر ہی جا رہی تھیں اسے دیکھ کر قدموں کو روک لیا۔

"آپ اس وقت...... خیر اچھی بات ہے، پرنیاں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، چیک اپ کے لئے لے جا رہی ہوں، عین ممکن ہے ڈاکٹر ایڈمٹ ہی کر لیں، آپ ہمارے ساتھ چلے بیٹے۔" معاذ کی صبیح پیشانی پہ اُمڈتی ناگوار لکیروں کو خاطر میں لائے بغیر انہوں نے اپنی بات کی تھی۔

"میں بے حد ضروری کام سے جا رہا ہوں مما! آپ ہیں نا، لے جائیں اسے، اگر میری ضرورت پڑی تب کال کر لیجیے گا، آنے کی کوشش کروں گا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ آگے بڑھ گیا تھا، مما حیرانی اور غیر یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھتیں رہ گئیں۔

☆☆☆

اک برس کے عرصے میں
چار چھ ملاقاتیں
شام کی حویلی میں صبح کے مہکنے کی
بے یقین سی باتیں
کچھ عذاب ماضی کے
گفتگو کا موضوع تھے
کچھ سوال خوابوں کے اور وہ ملاقاتیں
چار چھ ملاقاتیں
جن میں تیری باتوں کی بارشوں کے موسم نے
جتنے جھوٹ بولے تھے
شام کی حویلی میں جتنے زہر گھولے تھے
تیرا بے وفا لہجہ دھیان میں جب آتا ہے
تب سوال کرتی ہیں میری عمر کی راہیں
اک برس کے عرصے میں
چار چھ ملاقاتیں

اس نے سرسری انداز میں اس نظم کو پڑھا تھا پھر بار بار پڑھا اور کسی طرح بھی آنکھیں چھلکنے سے نہیں روک پائی، یاسیت کا احساس تو تھا ہی ایک وحشت بھی رگ و پے میں سرائیت کرتی چلی گئی، ایسے میں تیمور کا فون آ گیا تھا، وہ اس پہ پھٹ پڑی تھی۔

"اتنے ڈھیٹ کیوں ہو تم خبیث کمینے آدمی، تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ میں تم سے بات کرنا تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتی، لعنت بھیج چکی ہوں تم پہ، جان کیوں نہیں چھوڑتے تم۔" وہ اتنے غصے میں تھی کہ بنا سوچے سمجھے جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے زینب یا پھر میں کر دوں آ کر، تیمور خان ہے میرا نام اور کسی کو آج تک جرأت نہیں ہو سکی کہ مجھ سے اس لہجے میں بات کر سکے۔" زینب کے تلخ و تند لہجے نے تیمور خان کو آپے سے باہر کر دیا تھا، اس کے لہجے میں بادلوں کی سی گھن گرج محسوس ہوئی تھی، مگر زینب اب اس سے کیوں ڈرتی۔

"اپنی بکواس بند کرو، یہ دھمکیاں کسی اور کو دینا سمجھے؟" وہ جواباً اس کی حیثیت اور مرتبے کو خاطر میں لائے بغیر پھنکاری تو تیمور کو جیسے آگ لگ گئی تھی۔

"میں اس وقت تمہارے گھر سے کچھ فاصلے پر ریسٹورنٹ میں تمہارا منتظر ہوں، دس منٹ ہیں تمہارے پاس، اگر تم نہ آئیں تو میں خود آ جاؤں گا۔"

"تم میرے سامنے ایڑیاں رگڑ کر بھی مر جاؤ تو میں اب تمہاری کسی بات کو نہیں مانوں گی مجبوری کیا ہے آخر؟" تیمور کے دھونس بھرے لب و لہجے نے زینب کو سیخ پا کر دیا تھا جبھی وہ بغیر لحاظ کے کہہ گئی اور اس کی مزید کچھ سنے بغیر فون بند کر دیا تھا، اس کا چہرہ غم و غصے کی زیادتی سے دہک اٹھا تھا۔

تیمور اس کے بعد بھی کال کرتا رہا مگر زینب نے جیسے کانوں میں تیل ڈال لیا بہری بن گئی، دس منٹ کے وقفے سے اس کے سیل فون کی اسکرین تیمور کے نام کے ٹیکسٹ کے نشان سے روشن ہوئی تھی، زینب نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ٹیکسٹ پڑھا تھا اگلے لمحے اس کی پیشانی پہ پسینہ نمودار ہو گیا، اس نے خوف کے عالم میں پھر سے اسکرین پہ نگاہ دوڑائی۔

(میں تمہارے گھر کے سامنے آ گیا ہوں، باہر آؤ میری بات سنو، ورنہ گھر میں گھسنے سے تمہارے سورما بھائی مجھے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔) زینب کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، وہ ایک دم سے بستر سے اتری تھی اور لپک کر کھڑکی تک آئی، دبیز پردہ ہٹا کر اس نے ڈارک گلاس کے پار نگاہ کی تو اسے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا، گرے چمچماتی ہوئی پراڈو کے کھلے دروازے سے کمر ٹکائے وہ اپنے لمبے تڑنگے وجود کے ساتھ واقعی وہاں بہت دھڑلے سے موجود تھا، زینب یوں نیچے بیٹھتی چلی گئی جیسے اس کی ٹانگوں نے جسم کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا ہو۔

ژالے سوئی ہوئی فاطمہ کو اس کے حوالے کرنے آئی تو زینب کا رنگ دھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا ژالے کی نگاہ اس پہ ٹھہری تو اس نے تشویش زدہ انداز میں اسے پکارا تھا، جواباً زینب کی وحشت بھری نگاہوں میں اتنی اجنبیت تھی گویا وہ اسے پہچاننے سے بھی قاصر رہی ہو۔

"کیا ہوا ہے زینی آپی؟ آپ اس طرح نیچے کیوں بیٹھی ہیں، طبیعت ٹھیک ہے نا آپ کی؟" فاطمہ کو بستر پہ لٹا کر وہ سرعت سے قریب آئی تھی اور زینب کے سرد پڑتے ہاتھ تھام لئے اس دوران سیل فون پہ ایک بار پھر زور و شور سے بیل بجتی چلی گئی، زینب اپنی جگہ پہ زور سے اچھلی تھی اور خوفزدہ نظروں سے سیل فون کو دیکھنے لگی۔

"کس کا فون ہے؟" ژالے کو تحیر زینب کی اس درجہ غیر ہوتی حالت پہ اضطراب میں ڈھلنے لگا۔

"آپ ادھر بیٹھیں، میں مما کو بلاتی ہوں۔" اس نے سہارا دے کر دھیرے دھیرے کانپتی زینب کو اٹھایا تو وہ ایک دم سے اس سے لپٹ گئی تھی۔

"مجھے کہیں چھپا لو ژالے، وہ آ گیا ہے وہ...... وہ مار دے گا مجھے، میری بیٹی کو بھی...... دشمن ہو گیا ہے وہ ہماری جانوں کا۔" وہ ایکدم سے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی، ژالے تو حق دق رہ گئی تھی۔

"کس کی بات کر رہی ہیں زینی آپا؟" اس نے زینب کو ساتھ لگا کر تھپکا تھا۔

"تیمور...... وہ باہر کھڑا ہے، تم واچ مین کو الرٹ کر دو، پپا کو بتاؤ وہ گھر آ جائیں، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" آنسو سسکیاں اور سراسیمگی، وہ اس پل گویا ایک چھوٹی اور بے حد خوفزدہ بچی تھی، ژالے کو تو ایسا

ہی لگا مگر اس کے الفاظ کی سنگینی نے خود ژالے کو بھی گھبراہٹ سے دوچار کر دیا تھا۔

"تیمور خان؟ مائی گاڈ، میں مما کو بتاتی ہوں۔" وہ باہر دوڑی تو زینب نے ایکدم سے اسے دبوچ لیا۔

"نہیں مجھے تنہا مت چھوڑو، وہ نیچے ہے کسی وقت بھی یہاں آ سکتا ہے۔" وہ سراسیمگی اور دہشت زدگی کے حصار میں تھی، ژالے واپس صوفے پہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"او کے میں نہیں جاتی، مگر مما کو تو بتانے دیں، ایک منٹ میں، میں انٹر کام پہ مما کو آگاہ کرتی ہوں۔" اسے تسلی سے نواز کر ژالے نے انٹر کام پہ مما سے رابطہ کیا تھا اور زینب کے کمرے میں آنے کا کہا۔

"خیریت ہے نا بیٹے، زینب کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ عادت کے مطابق جلدی پریشان ہو اٹھی تھیں۔

"جی طبیعت تو ٹھیک ہے، کچھ اہم بات ہے، ہو سکے تو اپنے ساتھ مما جان اور بھابھی کو بھی لے آیئے گا۔" ژالے نے رسان سے کہا تھا، اگلے چند منٹ میں تینوں خواتین زینب کے کمرے میں موجود تھیں اور سب سے پہلے کھڑکی سے بیرونی منظر کا جائزہ لیا گیا تھا، مما نے انٹر کام پہ واچ مین کو ضروری ہدایت سے نوازا تھا، تیمور خان گو کہ اپنی بچارو سمیت دفعان ہو چکا تھا، مگر اب اس کی جانب سے دھڑکا تو لگ گیا تھا نا، تشویش اور پریشانی کا ایک نیا باب کھل گیا۔

"اس مسئلے کا فوری حل نکلنا چاہیے، ہم اس طرح ڈر کر تو زندگی نہیں گزار سکتے، ویسے بھی یہ اس کا علاقہ نہیں ہے جہاں وہ جو مرضی آئے کرتا پھرے اور اسے کوئی پوچھے نا۔" بھابھی کو بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔

"ہمیں پولیس کو انفارم کرنا چاہیے، بھابھی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" ژالے نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی، مما سر جھکائے بیٹھی رہیں، ژالے پرنیاں سے پوچھ کر زینب کو سکون آور دوا کھلا کر لوٹا آئی تھی اب تینوں خواتین ژالے اور پرنیاں کے ساتھ لاؤنج میں تھیں۔

"آپ اتنی خاموش کیوں ہیں مما، پپا جان سے بات کریں، یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے، وہ بدقماش انسان کچھ بھی غلط کر سکتا ہے خدانخواستہ۔" پرنیاں نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا۔

"انہوں نے جو مسئلے کا حل نکالا ہے، وہ اتنا آسان بھی نہیں ہے، میں بہت اپ سیٹ ہوں بیٹے اتنے دنوں سے ژالے سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر دیکھو خود میں حوصلہ نہیں پاتی۔" مما بے حد رنجیدہ سے بولیں، تو بھابھی کے سوا وہ دونوں چونک اٹھی تھیں۔

"آپ کی بات ہو چکی ہے مما، کیا کہا ہے پپا نے؟" پرنیاں ہی بولی تھی اس کے لہجے میں بہت واضح حیرت تھی، یہاں شاہ ہاؤس میں بات چھپانے کا رواج نہیں تھا، اس کی حیرت کی اصل وجہ بھی یہی تھی، مما جان کا موقف تھا، باتیں وہاں چھپائی جاتی ہیں جہاں اک دوسرے کے خلاف سازشیں تیار کر رہی ہوں، یہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔

"یہ بھائی جان کا فیصلہ ہے ان کا خیال ہے، زینب کا نکاح ہی بہترین سیفٹی دے سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں پپا جان، کیا آپ کو ان پہ اعتراض ہے؟" پرنیاں نے حیرت زدہ انداز میں انہیں دیکھا تھا، مما نے یاسیت بھرے انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی تھی، پھر ژالے کو دیکھا جو سا

بیٹھی تھی، یوں جیسے پھانسی کی سزا کا منتظر قیدی، انہیں اس پہ ایکدم سے بہت رحم آیا، وہ اس کی کیفیت سمجھ سکتی تھیں، خود ان کا اپنا دل بھاری ہو رہا تھا۔

"ہم زینب کا نکاح جہان سے کرنا چاہتے ہیں اور ژالے بیٹے آپ کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ آپ ہمیں اس کی اجازت......" دیورانی کو مشکل میں پا کر مما جان نے خود دست سوال بہو کے آگے دراز کر دیا تھا، جہان پرنیاں کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا، وہاں ژالے جیسے ایک دم سے تڑپ اٹھی، اس نے بے حد عاجزی سے روتی ہوئی مما جان کو سنبھالنے کی سعی کی تھی۔

"پلیز مما جان پلیز، مجھے گنہ گار مت کریں، میری کیا مجال کہ آپ کو اجازت دوں، آپ کے بیٹے ہیں شاہ، آپ کو پورا اختیار ہے ان کے لئے ہر فیصلہ کرنے کا۔" وہ ان کے آنسو پونچھتے ہوئے جانے کس جذبے کے تحت خود بھی رو پڑی تھی، مما نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔

"ایسے مت کہو میری بچی بیوی ہو تم اس کی، ہماری مجبوری ہی ایسی ہے، حالات جس نہج پہ ہیں وہاں ہم دوسری بار بچی کو بیگانے ہاتھوں میں نہیں دے سکتے۔" مما جان نے یونہی آنسو بہاتے ہوئے گویا وضاحت کی تھی۔

"جی میں سمجھ سکتی ہوں مما جان، بلکہ میں خود آپ سے اس سلسلے میں بات کرنے والی تھی، ہمیں جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہ کام کر لینا چاہیے، آپ شاہ سے بات کر لیجئے گا۔" اس کے الفاظ نے مما اور مما جان کے ساتھ بھابھی کو بھی گنگ کر دیا تھا، مما جان اور مما کی طرح سے انہیں بھی یہ ہی توقع تھی کہ سب سے کٹھن مرحلہ ژالے کو قائل کرنے اور منانے کا ہی ہو گا، یہی وجہ تھی کہ وہ اس سے بات کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھیں۔

"تم سچ کہہ رہی ہو میری بچی؟" مما جان کسی طرح بھی اپنی حیرت پہ قابو نہ رکھ سکی تھیں، ژالے زخمی سے انداز میں مسکرا دی۔

"مما جان کیا میں اس گھر کی فرد نہیں ہوں؟ کیا یہاں کی پریشانی سے میرا تعلق نہیں ہے؟ میں بھی جانتی ہوں یہاں شاہ کے علاوہ زینب کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا، ایک جنید بھائی ہی ہیں نا، وہ تو بہت بڑے ہیں زینب آپی سے، زینب کے جوڑ کے تو شاہ ہی ہیں، پھر اپنے ہی اپنوں کو مشکل وقت میں سہارا دیتے ہیں۔" اس کے جواب نے مما جان کی آنکھوں سے نیر بہا دیئے تھے، انہوں نے حیرت غیر یقینی عقیدت اور محبت سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی چومی تھی اور پھر گلے لگا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھیں۔

"مجھے جہان کی خوش قسمتی پہ آج کوئی شبہ نہیں رہ گیا، تم نے ثابت کیا ہے بیٹا کہ تم جہان کی ہی بیوی بننے کے قابل تھیں، جیسا وہ خود ہے ایثار وفا محبت کا شاہکار ویسی ہی تم، عظیم اور بہترین عورت جو قربانی دینا جانتی ہے، تمہاری اس قربانی نے ہمارے دل جیت لئے بے مول خرید لیا ہے۔" وہ بے اختیار رونے لگی تھیں، ماحول اتنا جذباتی ہو رہا تھا کہ مما اور بھابھی کے ساتھ پرنیاں کے بھی آنسو بہنے لگے، ژالے آہستگی سے ان سے الگ ہوئی پھر ان سب پہ ایک نگاہ ڈال کر دانستہ مسکرائی تھی۔

"سب سے پہلے تو آپ یہ خیال دل سے نکال دیں مما جان کہ میں نے کوئی قربانی دی ہے، ایسا نہیں ہے، خدانخواستہ میں شاہ کو چھوڑ کر نہیں جا رہی، محض انہیں شادی کی اجازت دے رہی ہوں اور

مسلمانوں کی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جب ضرورت پڑنے پہ ایک مرد کو ایک سے زائد خواتین کا نکاح میں لینا پڑا۔" وہ رواداری سے بولی تھی، پرنیاں کی نگاہوں میں واضح حیرت اتر آئی، وہ چھوٹی سی نازک سی لڑکی کتنے بڑے حوصلے کی مالک تھی، بظاہر جتنی نازک لگتی تھی اس کی ہمتیں اس قدر بلند اور عزم اتنا پختہ تھا، یہ اس کی انکساری ہی تھی کہ وہ پھر بھی عجز کا مظاہرہ کر رہی تھی، شاید اس کی جگہ وہ خود ہوتی تو یا خود مر جاتی یا معاذ کی جان لے لیتی مگر کبھی اسے دوسری شادی نہ کرنے دیتی، اس نے تو ایک معمولی بات پہ اتنا طوفان اٹھایا تھا کہ اب تک ان کے تعلقات میں سرد مہری چل رہی تھی، حالانکہ دیکھا جاتا تو معاذ نے اپنا حق استعمال کیا تھا شوہر تھا وہ اس کا، کوئی جرم نہیں کیا تھا مگر پرنیاں نے اتنا واویلا کیا تھا کہ اسے مجرم بنا کر رکھ دیا تھا، اگر غلطی پہ معاذ تھا تو درست وہ بھی نہیں تھی، نیک بیویاں اس جیسی نہیں یقیناً ژالے جیسی ہوتی ہیں، خدا اور شوہر دونوں کی رضا میں راضی رہنے والی، اسے نے پہلے شوہر کو خفا کیا پھر خدا کو بھی...... کتنی بار اس عرصے میں معاذ نے پیش رفت کی تھی اس کی طرف مگر وہ ہر بار اس کو جھٹک چکی تھی، حالانکہ وہ متعدد مرتبہ پڑھ چکی تھی، "شوہر کے بلاوے پہ انکار کرنے والی عورت پہ فرشتے لعنت بھیجا کرتے ہیں۔"

جبکہ وہ خود کو ہر لمحہ مظلوم سمجھتی رہی تھی، اسے معاذ سے جو بھی شکایت ہوئی تھی اس نے کبھی اس سے وضاحت نہیں مانگی تھی، ہمیشہ بدگمانی سے سوچا اور بس اس سے جھگڑا کیا تھا، کسی سیانے نے کہا ہے مرد کو جب گھر پہ توجہ اور محبت نہیں ملے گی وہ باہر کا رخ کرے گا، اگر معاذ بھٹک بھی تھا تو اس کی وجہ وہ خود تھی۔

عجیب سی شرمندگی اور ندامت نے اس کا حصار کر لیا، وہ اپنی سوچوں میں کچھ اس طرح کھوئی تھی گویا ماحول سے کٹ گئی، ژالے کے فیصلے نے اس کو گویا خواب غفلت سے جگا دیا تھا۔

☆☆☆

"کل تم تیار رہنا میں نے ایک ڈاکٹر سے بات کی ہے، وہ تمہیں ٹریٹمنٹ دیں گے۔" جہان نماز پڑھ کر آیا تو بستر کی چادر بچھاتی ژالے کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"آپ خوامخواہ تردد کرتے ہیں شاہ۔" اس نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا تھا پھر کسی قدر اکتا کر بولی تھی۔

"کیا مطلب ہے تردد؟" جہان نے تیوری چڑھائی۔

"مطلب یہ کہ زندگی تو اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اللہ نے لکھ دی، یہ ٹریٹمنٹ یہ علاج زندگی نہیں بڑھا سکتے۔" وہ پتہ نہیں اتنی ہی صبر و استقامت کی تصویر تھی یا پھر بے حس ہو گئی تھی کہ اتنے نارمل انداز میں اپنی موت کے موضوع کو ڈسکس کر لیا کرتی، جہان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"دعا تقدیر بدل سکتی ہے ژالے، میں اللہ سے ہر صورت تمہاری زندگی مانگ کر رہوں گا۔" اس کے لہجے میں آخیر میں آکر ضدی بچوں کی سی دھونس آ گئی تھی، جس نے ژالے کو مسکرانے پہ مجبور کر دیا۔

"میں خود یہ چاہتی ہوں شاہ کہ بہت لمبی زندگی آپ کے ساتھ جیوں، آپ سے دوری مجھے اتنی گراں گزرتی ہے کہ مما کے گھر بھی جانے کو دل نہیں کرتا، یہ دیکھیں آج میں نے ساڑھی پہنی ہے آپ کو دکھانے کو۔" اس نے اپنی ساڑھی کا پہلو لہرایا، جہان کی آنکھیں ایکدم سے لو دینے لگیں۔

"یہ خصوصی اہتمام خصوصی تقاضا بھی رکھتا ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے معنی خیزی سے کہتا اس کے

نزدیک آ گیا، ژالے کی پلکیں حیا بار انداز میں لرز کر عارضوں پہ جھک گئیں۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا جب عورت کو اپنے شوہر سے بات منوانی ہو تب بھی وہ اس طرح کا اہتمام کرتی ہے۔" ژالے کے جواب نے جہان کو ایک دم سے سنجیدگی کے حصار میں مقید کر ڈالا تھا۔

"کون سی بات منوانا چاہتی ہو؟" اس نے رکھائی سے کہا تو ژالے عاجز ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ جانتے تو ہیں شاہ۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو ژالے، اک طرف کہتی ہو مجھ سے دوری گراں گزرتی ہے دوسری جانب مجھے کسی اور کے حوالے کرنے پہ بضد ہو، تمہیں نہیں لگتا تمہارے قول و فعل میں کس حد تک تضاد ہے۔" وہ بھڑک اٹھا تھا، اسے ژالے سے بہت شدت سے یہ شکایت پیدا ہوئی تھی کہ وہ اب اکثر یہ موضوع چھیڑ کر اس کا موڈ خراب کیے رکھتی تھی۔

"زینب آپا کوئی اور نہیں ہیں، آپ کی محبت ہیں۔"

"شٹ اپ ژالے جسٹ شٹ اپ، آج کے بعد میں یہ بات نہ سنوں تمہارے منہ سے۔" جہان نے ساری زندگی کا غصہ جیسے اسی ایک لمحے میں آیا تھا، اس کا لہجہ و انداز اتنا شدید تھا کہ ژالے بری طرح سے سہم کر رہ گئی، وہ سارا اعتماد وہ سارا مان جو اس پہ حاصل ہوا تھا ژالے کو جیسے اس ایک لمحے میں ہوا ہو کر رہ گیا، اب وہ پھر جیسے وہی کنفیوزڈ سی ژالے تھی جو اس سے کوئی تعلق بندھنے سے پہلے تھی، جہان کو اپنے رویئے کی سختی کا احساس ہوا تو ایک دم سے ڈھیلا پڑ گیا، ژالے کی چھلکتی آنکھیں، خوف سے پھیکی پڑی رنگت اسے شرمسار کر کے رکھ گئی تھی۔

"آئی ایم ساری ژالے، بٹ تمہیں خود بھی خیال کرنا چاہیے نا، اک بات جو تمہیں پتہ چل گئی کسی بھی طرح اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھے بلیک میل کرنا شروع کر دو۔" جہان نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بے حد مدھم لہجے میں کہنا شروع کیا تھا۔

"میں آپ کو بلیک میل کیوں کروں گی شاہ؟ مجھے یہ بات کتنے عرصے سے معلوم تھی مگر کبھی آپ سے تذکرہ بھی نہیں کیا، اب اگر میں کہہ رہی ہوں تو کیوں؟ یہ وقت کی ضرورت ہے شاہ آپ بھی تو سمجھیں۔" ژالے اس کے سینے میں منہ چھپا کر بے حد تلخی سے کہہ رہی تھی، جہان نے ہونٹ بھینچ لئے، پھر بہت دیر کے بعد جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں سنجیدگی اور گمبھیرتا تھی۔

"تم مجھے پتہ نہیں کیا سمجھ رہی ہو ژالے، مگر میں تمہیں لازماً بتانا چاہوں گا کہ میں انسان ہوں نہ کہ فرشتہ، انسان بھی بے حد عام سا ہوں، دوسری شادی مذاق نہیں ہوتی، کسوٹی ہوتی ہے مرد کے لئے، پل صراط ہے یہ، ایک سے زائد شادیاں مرد کے لئے ڈھیل نہیں پکڑ ہیں، اس میں مرد کی آزادی نہیں مرد کی آزمائش ہے، بہت بڑی آزمائش، ہمیں یہ تو یاد رہتا ہے کہ ایک مرد چار شادیاں کر سکتا ہے مگر ایسا کہتا یا کرنے والے کہ یہ بھول جاتا ہے بیویوں کے بیچ انصاف بھی رکھنا ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے اور یہی وہ کسوٹی ہے جس پہ پورا اترنا ہرگز آسان نہیں، اگر ہم یہ جان لیں تاکہ یہ کتنا مشکل کام ہے، تو دوسری شادی کا نہ سوچیں، میں جانتا ہوں مجھ جیسا عام سا انسان دو بیویوں کے درمیان انصاف اور توازن نہیں رکھ سکے گا۔"

اپنی بات مکمل کر کے وہ یوں چپ ہو گیا جیسے بہت تھک گیا ہو، وہ ژالے کو نہیں بتا سکتا تھا کہ اس

میں اور زینب میں کیا فرق ہے، ژالے وہ تھی جو زبردستی اس کی زندگی میں داخل کی گئی تھی، پھر اس نے اپنی فطرت کی نیکی اچھائی اور محبت سے اسے اسیر کرلیا تھا جبکہ زینب اپنی تمام تر بے نیازی بدتمیزی اور بے رغبتی کے باوجود اس کی رگ جاں میں بستی تھی، اسے زینب سے صرف محبت نہیں تھی وہ اس کے لئے لمحہ لمحہ ترسا اور تڑپا تھا۔

دیوانگی کی حدوں کو چھوا تھا اس کی چاہ میں اس نے، پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اسے ملتی اور جہان اس کے آگے ژالے کو فراموش نہ کر دیتا، وہ اس چیز سے خائف تھا، وہ ایک بار پھر اپنی آزمائش نہیں چاہتا تھا، جبکہ ژالے اور دیگر لوگ اس کے پس و پیش کو اس کی انا سے تعبیر کر رہے تھے۔

''جب کوئی کام خدا کی رضا کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے تو اللہ اس کام میں خود مددگار ہو جایا کرتا ہے شاہ، آپ پریشان نہ ہوں، ہم سب کو دعائیں اور تعاون آپ کے ساتھ ہے، مما جان نے خود میرے آگے ہاتھ پھیلایا ہے، آپ کو مانگا ہے مجھ سے، مجھے شرمندہ تو نہ کریں۔'' وہ کہنا نہیں چاہتی تھی مگر اسے کہنا پڑا تھا، جہان بری طرح سے چونکا کچھ دیر غیر یقینی سے اسے دیکھتا رہا پھر نگاہ کا زاویہ بدلتے ہوئے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

☆☆☆

وہ ہمسفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں تغافل تھا رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی
بچھڑتے لمحے ان آنکھوں میں تھی ہماری غزل
غزل بھی وہ جو کسی کو کبھی سنائی نہ تھی
کبھی یہ حال کہ دونوں میں یک دلی تھی بہت
کبھی یہ مرحلہ جیسے کہ آشنائی نہ تھی
جنوں کا سفر کچھ اس طرح بھی گزرا ہے
شکستہ دل تھے مسافر شکست پائی نہ تھی

ریوالنگ چیئر پہ جھولتا وہ سگریٹ کے دھویں کے مرغولے بنا رہا تھا، بیک سائیڈ ٹیبل پہ دھیمے سروں میں عینی کی آواز گونج رہی تھی جب معاذ نے اندر قدم رکھا۔

''امیزنگ، بڑے ٹھاٹ ہیں، پپا کو پتہ چلے صاحب بہادر کام کی بجائے یہ شغل فرما رہے ہیں تو نہال ہو کر تمہاری سیلری میں اضافہ کر دیں۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہہ کر جہان کے کاندھے پہ ہاتھ مارا تھا۔

''چائے پیوؤ گے یا کافی منگواؤں؟'' جہان نے پہلے ٹیپ بند کیا تھا، پھر سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا کر فرصت سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں میں صرف تمہارے پاس تم سے ملنے آیا تھا، مگر یہ تو نظر ہی نہیں آتے، یار ہم نے صرف اک آپشن رکھا تھا تمہارے سامنے، تمہیں فورس تو نہیں کیا تھا، کیوں بھاگ رہے ہو بھلا؟'' وہ نا چاہتے

ہوئے بھی شکوہ کر گیا، جہان کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر ا تھا۔

''ایسی ہرگز کوئی بات نہیں ہے۔''

''گڈ ہونی بھی نہیں چاہیے، تم ٹینشن مت لو یار، سمجھا ہم نے تم سے کبھی ایسی کوئی بات کی ہی نہیں تھی۔'' معاذ کے رسان سے کہنے پر جہان زور سے چونکا تھا، اس سے پہلے کہ کچھ کہتا اس کا سیل فون گنگنا اٹھا، جہان نے کوٹ کی جیب سے سیل فون برآمد کیا، ژالے کا میسج تھا، اس نے دھیان سے پڑھنا شروع کیا شاید معاذ کے سامنے سے اس کے سوال کے جواب سے بچنے کی یہ لاشعوری کوشش تھی مگر ژالے کی بھیجی نظم کو پڑھ کر وہ مزید بے بسی محسوس کرنے لگا تھا۔

آج کے دن میں ہوں تمہاری محفل میں
آج کا دن نہ یوں برباد کرو
پھر کسے فرصت ہے کہ یوں
تمہیں پانے تمہیں چھونے کا سفر اختیار کرے
بچھڑنے کے لمحات کو یوں بے ثمر نہ گزرنے دو کہ
میرے مرنے کے بعد تمہیں اک تشنگی کا احساس رہے
اور اس دوسرے جہاں میں میرا یہ کم مایہ دل
تمہاری آنکھوں کی طرح سے ناشاد رہے

جہان کی آنکھیں ایک دم سے جل اٹھیں، وہ سمجھ سکتا تھا وہ اسے کیا کہنا چاہتی ہے۔

''واٹ ہیپنڈ؟ آر یو اوکے؟'' معاذ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو قطعی نہیں سمجھ پایا تھا جبھی پریشانی کی کیفیت میں بولا، جہان نے چونک کر اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں۔

''تمہیں پپا جان نے جو ذمہ داری سونپی تھی، معاذ اگر تم اس میں سرخرو ہو جاؤ تو تمہیں بھی بہت اچھا لگے گا نا؟'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا، معاذ حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

''انہیں آج میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ جہان آج بھی ان کی کسی توقع اور امید کو مایوسی کی نذر نہیں ہونے دے سکتا، مجھے آج بھی ان کے حکم پہ سر جھکانا اچھا لگے گا، اس کے باوجود کہ زینب کو آج بھی شاید اس اقدام پہ اعتراض ہوگا۔'' اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بھی ایک عجیب سی سرد مہری اور بیگانگی تھی، جسے معاذ نے اپنی حیرت بھری خوشی میں محسوس ہی نہیں کیا، وہ ایکدم اپنی جگہ سے اٹھ کر جہان سے لپٹ گیا تھا۔

''آئی ایم پراؤڈ آف یو جے، یو آر گریٹ سویٹ ہارٹ۔'' شدت جذبات سے اس کی آواز کانپ رہی تھی، گو کہ وہ دل سے خود جہان کے ساتھ تھا مگر جہان کی طویل خاموشی پہ وہ بھی اس سے شاکی ہو گیا تھا مگر جہان کے فیصلے نے صحیح معنوں میں اسے ممنون کرنے کے ساتھ اسے اس کی اچھائی کا معترف کر دیا تھا، جبکہ اس کی بات کے جواب میں جہان کے ہونٹوں پہ زخمی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

(اچھے ہونے اور اچھا بننے میں بہت فرق ہے معاذ، مجھے آج تک اپنی اچھائی کا احساس تھا نہ اندازہ، مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں چل سکا تھا میری عادات کی وجہ سے میں اپنوں کی کتنی امیدوں کا مرکز بن گیا

ہوں، کچھ کام ہم دوسروں کے لئے کرتے ہیں کچھ محض اپنی خوشی کی خاطر، مجھے نہیں پتہ یہ میں نے کیوں کیا، ہاں شاید میں ایک بار پھر اپنوں کی امیدوں کو جو مجھ سے وابستہ تھی توڑ نہیں سکا)۔

☆☆☆

وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا، کاٹن کے سفید کلف شدہ سوٹ میں اس کے دراز غضب کی مضبوط کسرتی وجود پہ بے انتہا جچ رہا تھا، آج شام کو اس کا زینب سے نکاح تھا اور ژالے کل ہی لاہور چلی گئی تھی، حالانکہ جہان ہرگز بھی آمادہ نہیں تھا۔

''مما مجھے کتنے عرصے سے بلا رہی تھیں شاہ جانتے تو ہیں آپ، اچھا ہے میں کچھ دن وہاں گزار لوں گی۔'' وہ کتنے حوصلے سے مسکرائی تھی، حالانکہ جہان کو بار ہا مرتبہ لگا تھا اس کی نم پلکوں سے کہ وہ جیسے بہت سارا روئی ہو، جب اس نے ژالے پہ گرفت کی تھی تو وہ کتنی معصومیت سے بولی تھی۔

''آپ نے ازواجات مطہرات پہ مبنی واقعات کی بک پڑھی ہے شاہ؟ میں نے پڑھی ہے ایک بار نہیں کئی مرتبہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواجات مطہرات بھی آپس میں ایک دوسرے سے رقابت محسوس کرتی تھیں، حالانکہ بلاشبہ وہ سب ہی تمام خواتین سے افضل ہیں اور درجات میں اعلیٰ مقام پہ، پہلے میں بہت حیران ہوئی تھی مگر پھر...... مجھے سمجھ آ گئی، پتہ ہے کیا شاہ؟ رقابت کی وجہ اور وہ تھے ان کے اعلیٰ و افضل شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بھلا اتنے بے مثال اور بہترین انسان کو کون چاہے گا کہ اپنے ساتھ اور سے شیئر کرے، مگر یہ حکم خداوندی تھا، جس پہ سر جھکانا لازم، جبکہ وہ ان بی بیوں کی محبت تھی جو شراکت پہ دل کو تنگ کرتی تھی تو اس جذبے کو جنم دیتی تھی، اس میں انسانی فطرت کا بھی گہرا عمل دخل نظر آتا ہے، میرے یہ آنسو میری فطرت کا تقاضا ہیں جبکہ آپ کو اجازت دینا اور اس امر پہ رضا مند کرانا حکم خداوندی کی تعمیل۔'' اتنا مفصل اور جامع جواب جہان نے تو اس کی فہم و فراست پہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

''تم خاص ہو نی اور بلاشبہ مجھے تم پہ فخر ہے۔'' جہان نے بے اختیار بہت جذب سے اسے اپنے ساتھ لگا کر بھینچا تھا۔

''زینب آپی بہت سخت اور تلخ تجربے سے گزری ہیں شاہ، اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ نے نہ صرف ان کے زخموں پہ مرہم رکھنے ہیں بلکہ ان کی سوچ کو بھی بدلنا ہے جو مردوں کے متعلق ان کے دل و دماغ میں گھر کر گئی ہے۔'' اس نصیحت نے جہان کو چپ لگا دی تھی۔

''میں تمہیں بہت مس کروں گا، جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا، بلکہ میں خود آ جاؤں گا لینے۔'' اس نے دانستہ اس کی بات سے تجاہل برتا تھا، ژالے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میں بہت عرصے بعد ممی کے پاس جا رہی ہوں شاہ، وعدہ کریں مجھے میری مرضی کے مطابق رہنے دیں گے۔'' وہ کتنی عاجزی سے کہہ رہی تھی، مگر جہان جانتا تھا اس وقت وہ کتنے کرب سے گزر رہی تھی، اس کے دل کی عجیب کیفیت ہونے لگی۔

''سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہو رہا ہے ژالے، یہ بھی سہی۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گیا تھا، ژالے جبراً مسکرائی تھی۔

''میں جانتی ہوں آپ بہت بہادر ہیں، بہت انصاف پسند، مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔''

جہان نے اب کے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا تھا۔

''جہان بھائی آ جائیں، وہاں ڈرائینگ روم میں سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔'' دروازہ تھپتھپا کر زیاد نے اندر جھانک کر پیغام دیا، جہان اپنی سوچوں سے چونک کر باہر آیا تھا اور ایک سرد آہ کھینچی، کچھ کہے بغیر اس نے زیاد کی تقلید میں قدموں کو اٹھایا تھا، مختلف راہداریاں اور سیڑھیاں عبور کر کے وہ ڈرائینگ روم میں آ گیا، جہاں پپا نے اٹھ کر اسے اپنے بازو کے حصار میں لے کر نہایت شفقت بھرے انداز میں پیشانی چومی تھی، وہ یونہی لب بستہ ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، مولانا صاحب کی آمد ہو چکی تھی اگلے چند لمحوں میں نکاح کی سنت کی ادائیگی کا آغاز ہوا اور کاروائی شروع کی گئی، جہان کے احساسات عجیب سے ہونے لگے، بہت پرانی بات نہیں تھی جب یہ اس قسم کی بات کے متعلق سوچ کر ہی اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جایا کرتی تھیں، زینب کے حوالے سے ہر سوچ اور خواہش دل موہ لیتی اور دلربائی رکھتی تھی، مگر اب ایک عجیب سی بے حسی اس پہ طاری ہو چکی تھی، نکاح ہوا اس کے بعد وہاں سب اس سمیت ایک دوسرے کے گلے ملنے لگے، اس کے ساکن و منجمد ذہن میں ایک نظم کے مصرعے گونجنے لگے۔

میرے چھوٹے سے آنگن میں تمہیں وحشت سی ہوتی تھی
مجھے تم نے بتایا تھا کسی کی قید میں رہنا
تمہیں اچھا نہیں لگتا
میں اک آزاد پنچھی ہوں
پھر جس کو تم نے چاہا تھا
وفا کے نام سے اس کو بہت وحشت سی ہوتی تھی
وہ اک آزاد پنچھی تھا
کسی کی قید میں رہنا بھی اسے اچھا نہیں لگتا
سنا ہے تم پشیماں ہو
چلو پھر ایسا کرتے ہیں
نیا آغاز کرتے ہیں
محبت پھر سے کرتے ہیں

''میری دعا ہے اللہ تمہاری زندگی کا یہ نیا سفر مبارک کرے، آمین۔'' پپا اور پپا جان کے بعد معاذ نے اسے گلے لگایا تو بے حد خلوص سے کہا تھا، جہان نے جواباً گہرا سانس بھرا تھا اور سر جھکا لیا تھا، اس کی تسلی کی خاطر کچھ بھی عہد و پیماں کیسے بنا۔

☆☆☆

''تھوڑا سا کھانا تو کھا لو زینب۔'' نوریہ اس کے سامنے بیٹھی بے حد اصرار بھری عاجزی سے کہہ رہی تھی۔

''مجھے بھوک نہیں۔'' اس نے مخصوص قسم کے روٹھے پن سے جواب دیا تھا، اس کا موڈ بری طرح سے بگڑا ہوا تھا، ایک عجیب سی جھنجھلاہٹ اس کے اعصاب پہ حملہ آور ہو چکی تھی، جب مما نے آج بالکل اچانک اس پہ اس فیصلے کو مسلط کیا تو صحیح معنوں میں وہ ہکا بکا سی ان کی شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔

"جو بھی بیچ کے مرحلے میں ہوا اس کو بھول کر نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنا ہے آپ کو زینب، وقت نے ثابت کر دیا کہ آپ کے لئے جہان ہی بہترین انتخاب تھا مگر خیر......" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

یہ سب کچھ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ وقتی طور اس کی تمام صلاحیتیں ہی سلب ہو گئی تھیں گویا۔

"کیسے بھول جاؤں ممی، اس فیصلے میں مزید تین افراد انوالو ہو چکے ہیں، ژالے، تیمور اور فاطمہ اور میں...... مجھے یہ شادی نہیں کرنی ہے سے تو بالکل نہیں۔"

وہ پتہ نہیں کس جذبے کے تحت رو پڑی تھی مگر مما کو اس پہ بے تحاشا غصہ آ گیا تھا۔

"اپنی زبان کے انکار کو یہیں روک لو زینب، اب اگر اس سے کوئی نازیبا بات نکلی تو یاد رکھنا اس مرتبہ میں اس ذلت کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی، مر جاؤں گی کچھ کھا کر۔" ان کے چہرے کے عضلات کھنچ گئے تھے، ان کے لہجے میں قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی، زینب نے کبھی انہیں چیختے نہیں سنا تھا مگر اب پتہ نہیں کس طرح ان کا ضبط جواب دے گیا تھا کہ وہ چیخ پڑی تھیں۔

"ذلت اور دکھ کی گہرائیوں میں تو اتار چکی تم اور کتنا نقصان کرانا چاہتی ہو؟ اس لفنگے بدمعاش کو عذاب بنا کر ہمارے سروں پہ مسلط کر دیا، ہم اس معاملے کو خوش اسلوبی سے نپٹانا چاہتے ہیں مگر تمہیں شاید ہمیں قبر میں اتار کر سکون ملے گا۔"

زینب نے ایک لفظ نہیں نکالا تھا پھر منہ سے، مما نے نکاح کے لئے اس کے لئے پنک جوڑا منتخب کیا تھا جس پہ جھلملاتی چوڑی پٹی چہار اطراف لگی تھی جس کا رنگ کاہی مائل تھا، گلابی چوڑی پاجامے اور لمبی قمیض پہ بھی کاہی مائل سبز دامن تھا جس پہ کامدار کا کام تھا، نوریہ اور پرنیاں نے مل کر اسے کمرے ہی تیار کیا تھا، ذرا سی توجہ نے ہی اس کا روپ نکھار دیا تھا، اس کے ہاتھوں پہ مہندی بھی لگائی تھی، وہ اگر پتھر کی مورتی میں ڈھل گئی تھی تو نوریہ اور پرنیاں بھی بے حد گم صم اور خاموش تھیں، لگتا ہی نہ تھا یہ شادی یا نکاح کی تقریب ہے، نہ خوشی نہ ہنسی مذاق نہ ڈھولک جیسے ایک فرض نبھایا گیا تھا، بہت خاموشی اور راز داری کے ساتھ، بھوک کے باوجود اس نے کھانا نہ کھا کر اپنا غصہ ظاہر کیا تھا مگر مما نے پرواہ نہیں کی تھی، ان کی ڈھیل نے اب تک اسے بگاڑا ہی تھا۔

"فاطمہ کو مجھے دے جاؤ۔" نوریہ مما کی ہدایت پہ اسے جہان کے کمرے میں چھوڑ کر واپس جانے لگی تب زینب نے اسے مخاطب کیا تھا، نوریہ مخمصے میں پڑ گئی۔

"فاطمہ ممانی کے پاس ہے، انہوں نے سلا دیا ہے اس کو، تم بے فکر رہو، اس کی طرف سے۔"

"میں نے تم سے وضاحت نہیں مانگی ہے نوریہ، فاطمہ کو اگر تم مجھ تک نہیں لا سکتیں تو بتا دو، میں خود لے آؤں گی۔" زینب اس کی بات کاٹ کر پھنکاری تھی، نوریہ نے ایک دم سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

تیتیسویں قسط کا خلاصہ

زیت کی طلاق کے باعث شاہ ہاؤس کے مکین شدید صدمے سے دوچار ہیں، ایسے میں تیمور اپنی فطرت کو ظاہر کرتے ہوئے یہ ٹینشن مزید بڑھاتا ہے اور زینب سے ملنے کی کوشش کر کے معاملے کو گمبیر بنا دیتا ہے، ایسے میں پپا جان حالات کی نزاکت کے پیش نظر اک فیصلہ کرتے ہیں، جہان سے زینب کے نکاح کا فیصلہ۔

جہان ژالے کی بیماری کے متعلق جان کر خود کو فضا میں معلق محسوس کرتا ہے۔

جہان ژالے کو کھونے کے تصور سے ہراساں ہے، ایسے میں ژالے اسے زینب سے نکاح کو فورس کرتی ہے، صرف وہی نہیں جب معاذ بھی وہی بات کہتا ہے اور اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ یہ پپا جان کی خواہش تو جہان کے پاس انکار کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

معاذ اور پرنیاں کے تعلقات کی سرد مہری جہان کی بہتری کی کوشش اور معاذ کو سمجھانے بجھانے کے باوجود بڑھتی جاتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چونتیسویں قسط

کمال ضبط کو میں خود بھی تو آزماؤں گی
میں اپنے ہاتھ سے اس کی دلہن سجاؤں گی
سپرد کرکے اسے چاندنی کے ہاتھوں میں
میں اپنے گھر کے اندھیروں میں لوٹ آؤں گی
بدن کے کرب کو وہ بھی نہ سمجھ پائے گا
میں دل میں روؤں گی آنکھوں میں مسکراؤں گی
وہ کیا گیا کہ رفاقتوں کے سارے لطف گئے
میں کس سے روٹھ سکوں گی کسے مناؤں گی
وہ ایک رشتہ بے نام بھی نہیں لیکن
میں اب بھی اس کے اشاروں پہ سر جھکاؤں گی
بچھا دیا تھا گلابوں کے ساتھ اپنا وجود
وہ سو کے اٹھے گا تو خوابوں کی راکھ اٹھاؤں گی
اب اس کا فن تو کسی اور سے منسوب ہوا
میں کس کی نظم اکیلے میں گنگناؤں گی
جواز ڈھونڈ رہا تھا وہ نئی محبت کے
وہ کہہ رہا تھا میں اس کو بھول جاؤں گی

اس نے گہرا سانس بھر کے پروین شاکر کی بک کو بند کیا تو سرورق کے چکنے کاغذ پر اس کی نوک مژگاں سے بکھرنے والے آنسو پھیل کر دور تک لڑھکتے چلے گئے، دکھ سے بوجھل مسکان اس کے ہونٹوں پر اتری تھی، شام سے اب تک وہ کتنی بے چین تھی، کس درجہ وحشت زدہ، دھیان کے تمام پنچھی لحہ لحہ اڑان بھرتے رہے تھے۔

''اب وہ تیار ہو رہے ہوں گے، اب نکاح ہوا ہوگا، اب زینب کو کمرے میں لایا گیا ہوگا، اب شاہ ہاؤس آئے ہوں گے، دونوں نے پتہ نہیں کیا بات کی ہوگی، پھر عہد وفا سے پہلے غلطیوں کا اعتراف کچھ آنسو پھر مسکراہٹ، روٹھنا منانا اور پھر......'' اس کے آگے کی تمام سوچیں اس کے وجود میں گھٹن بھر جاتیں تو دل میں وحشت سے بھرا ہوا احساس، وہ ہر بار سر جھٹکتی اور ہر بار خود کو جھڑکتی۔

اسے کم ظرف ہو کر نہیں سوچنا تھا، اسے خود سے اپنے دل کو بھی وسیع کرنا تھا، مگر کرب ایسا تھا گھبراہٹ اتنی شدید تھی کہ اس کی ہر کوشش ناکام جا رہی تھی، کتنی بار پوری شدت سے دل چاہا تھا جہان سے بات کرے مگر اس نے ہر بار خود کو سختی سے روک لیا تھا، آج کے دن اس نے جہان کو ہرگز نہیں پکارنا تھا، آج کی رات اس نے جہان کو اپنی یاد نہیں دلانا تھی، یہ اس کا خود سے عہد تھا جو اسے ہی خون رلائے جا رہا تھا، جب یہ وحشت کچھ اور بھی سوا ہونے لگی، تب وہ وضو کی نیت سے واش روم میں بند ہو گئی تھی، باہر آئی تو کمرے میں مسز آفریدی کو موجود پا کر قدرے حیران ہوئی تھی۔

''ممی آپ اس وقت؟ خیریت آپ سوئی نہیں؟''

''یہی سوال میں تم سے کرنے آئی ہوں، ایک بج رہا ہے اور تم ابھی تک پھر رہی ہو۔'' ان کے سوال

پہ ژالے نے بے ساختہ نظریں چرا لیں۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے ممی! پھر سونا ہی ہے۔''

''نمازی تو میری بیٹی پہلے بھی تھی اب کچھ زیادہ ہی عبادت گزار نہیں ہو گئی؟'' انہوں نے چھیڑا تھا، ژالے بوجھل دل سے ذرا سا مسکرائی۔

''میں محسوس کر رہی ہوں ژالے تم اپ سیٹ ہو، نہ ڈھنگ سے کچھ کھاتی ہو نہ میرے پاس بیٹھتی ہو، مجھے تو لگتا ہے جیسے روئی بھی ہو تم، جہان نے تو کچھ نہیں کہا تمہیں؟'' ان کی گہری نظریں جیسے اندر تک اتر کر بھید پانے کی جدوجہد میں مصروف تھیں، ژالے کو بے چینی نے آن لیا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے ممی، بس کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔'' اس نے جیسے جان چھڑانا چاہی، مسز آفریدی نے ہنکارا سا بھرا۔

''چھ ماہ ہوا ہے میں تمہاری شادی کو مگر تم ابھی تک پریگنٹ نہیں ہوئیں، کل چلنا میرے ساتھ میں تمہارا چیک اپ کرانا چاہوں گی، جہان کا رویہ تو بہتر ہے نا تمہارے ساتھ؟'' مسز آفریدی کی باتوں نے ژالے کے چہرے کو دہکا ڈالا تھا، اس نے خفت زدہ انداز میں نظریں جھکا لیں اور بے حد عاجز ہو کر بولی تھی۔

''مجھے آپ کا شاہ پہ شک کرنا اچھا نہیں لگا ممی، وہ صاف گو اور کھرے دیانتدار انسان ہیں، اولاد کے معاملے میں دیر اللہ کی طرف سے ہے۔''

''او کے او کے تم نے تو برا مان لیا، میری جان میں بھول جاتی ہوں تم اپنی ماں سے زیادہ اپنے شوہر سے محبت کرتی ہو۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے کہہ کر اس کا گال تھپتھپایا تھا اور اسے نیک تمناؤں سے نوازتی پلٹ گئیں، ژالے گہرا سانس بھر کے جائے نماز بچھا رہی تھی۔

''بے شک اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا سکون پوشیدہ ہے۔'' وہ اس بات کو جانتی تھی۔

☆☆☆

ہاسپٹل کی شفاف راہداری میں اس پل موت کا سناٹا طاری تھا، رات کا تیسرا پہر تھا اور ہر سو ہو کا عالم، بس ماحول میں کبھی کبھار کسی اسٹیچر کے گھسیٹنے یا پھر کسی وارڈ بوائے کے جوتوں کی سرک سرک سنائی دے جاتی، ایمرجنسی آپریشن روم کا دروازہ بند تھا اور وہ سب باہر ایک اضطراب اور وحشت کے عالم میں موجود اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جانے کیسے پرنیاں کا پیر مڑ گیا تھا اور وہ سنبھلے بغیر گرتی چلی گئی تھی، یہ اس کی کربناک اور دلدوز چیخیں ہی تھیں جس کی وجہ سے آن کی آن میں گھر بھر کے سارے افراد اس کے گرد جمع ہو گئے تھے، جو ہر لحہ اپنے ہی خون میں ڈوبتی جا رہی تھی، بس پھر گھبراہٹ تھی ایک بدحواسی اور افراتفری سی پھیلی تھی ہر سو اور اسے بہت عجلت میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا، معاذ ابھی کچھ دیر قبل ہی گھر سے نکلا تھا، کہاں کوئی بھی نہیں جانتا تھا، آپریشن سے پہلے چند پیپرز پہ اس کے سگنیچر کی ضرورت پڑی تھی اور جہان اس سے رابطہ کرتا ہار گیا تھا، پھر اس کی زندگی یا موت کے اس پروانے پہ پپا کے سائن لے لئے گئے تھے، پچھلے تین گھنٹے سے آپریشن روم میں گئے ہونے کے آئے تھے اور پیچھے سب کی جان سولی پہ لٹکی ہوئی تھی، معاً راہداری کے سرے پہ بھاری قدموں کے دوڑنے کی آواز ابھری اور اگلے چند لمحوں میں معاذ ان کے سامنے تھا، چہرے پہ ہراس آنکھوں میں اک انجانا سا خوف لئے وہ کتنا

مختلف لگ رہا تھا اس معاذ سے جس سے پچھلے کئی مہینوں سے جہان واقف تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ زیاد کہہ رہا تھا سیڑھیوں سے گری ہے۔" اس کی آواز میں بھی اندیشے سرسراتے تھے، جہان کے ہونٹوں سے سرد آہ برآمد ہوئی تھی۔

"ڈونٹ یو وری، ڈاکٹرز نے بچے کی طرف سے مکمل اطمینان دلایا ہے، سارا خطرہ تو پرنیاں کی جان کو ہے۔" جہان عادت کے برخلاف اس پہ طنز کر گیا تھا، وہ اس کی پرنیاں کی جانب سے برتی جانے والی بے رغبتی اور بے سلوکی پہ بے تحاشا کڑھتا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" معاذ کے دل کو دھکا سا لگا تھا، جہان کے ہونٹوں پہ زہر خند پھیل گیا۔

"تمہیں اپنے بچے کی فکر ہے نا؟ اسے کچھ نہیں ہوگا ناامیدی تو ڈاکٹرز نے پرنیاں کی طرف سے دلائی ہے۔" جہان آج اسے ہرگز معاف کرنے کے موڈ میں نہیں لگتا تھا، معاذ یکلخت سکتے میں آگیا، جہان خفگی سے اسے دیکھتا پپا کی جانب چلا گیا جو اشارے سے اسے پاس بلا رہے تھے جبکہ معاذ یوں دیوار کے سہارے بیٹھتا چلا گیا تھا جیسے جسم سے کسی نے ساری توانائی ایک لمحے میں نچوڑ لی ہو۔

"یہ ٹائی اس سوٹ کے ساتھ اچھی لگے گی، پریس کر دوں؟"

صبح جب وہ تیار ہونے لگا تھا تو پرنیاں نے جان بوجھ کر اسے مخاطب کیا تھا، پچھلے کچھ دنوں سے وہ اس میں بہت نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا تھا، وہ ہر وقت اس کے آگے پیچھے پھرنے لگی تھی، ہر کام بھاگ بھاگ کر خود سرانجام دینے کی کوشش کرتی، معاذ نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی مگر اس وقت جھنجھلا گیا تھا۔

"تم سے میں نے مشورہ نہیں مانگا اور ہر وقت سر پہ کیوں سوار رہنے لگی ہو میرے۔" وہ جھڑک کر بولا تو پرنیاں کا چہرا ایک دم سے دھواں دھواں ہو گیا تھا، ہونٹ کچلتی ہوئی وہ یوں پلکیں جھپکنے لگی تھی جیسے آنسو ضبط کر رہی ہو۔

"اب کیا ہے؟ جاؤ نا۔" وہ چیخا تھا، پرنیاں گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئی پھر قدرے ہچکچا کر مگر سہمے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"ہاں تو بولو، یوں معصومیت کا تاثر دینے کی کیا ضرورت ہے، اچھی طرح جانتا ہوں جو حقیقت ہے تمہاری۔" وہ اسی خراب موڈ کے ساتھ تلخ و ترش انداز میں بولا تھا، پتہ نہیں اسے اتنا غصہ کیوں آرہا تھا اس پہ۔

"مجھے آپ سے معافی مانگنی ہے، مجھے اس اعتراف میں عار نہیں ہے کہ میں نے آپ کی بہت نافرمانی کی، پلیز مجھے معاف کر دیں۔" بھیگی آواز میں کہتے اس نے باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے، معاذ جہاں حیران ہوا تھا اس کی اس حرکت پہ وہاں زہر سے بھی بھر گیا تھا۔

"اب یہ کوئی نیا ڈرامہ ہے تمہارا؟ تم اور معافی تمہاری اکڑ نے اجازت کیسے دے دی اس کی؟" اس کا لہجہ کاٹ دار اور گہرا طنز سموئے ہوئے تھا، پرنیاں کا چہرا پھیکا پڑنے لگا۔

"ایک دو دن میں میری ڈلیوری متوقع ہے، یہ بہت نازک وقت ہوتا ہے، میں چاہتی ہوں اپنی سابقہ ساری خطائیں معاف کرا لوں۔" اس کی وضاحت پہ معاذ تمسخر سے ہنس پڑا۔

"یہ سبق بھی یقیناً تمہیں مما نے دیا ہوگا ہے نا، ورنہ تمہاری انا کو کہاں گوارا ہو سکتا تھا، خیر بے فکر رہو بہت سخت جان ہو تم، مرو گی ہرگز نہیں، میری جان اتنی آسانی سے نہیں چھوٹنے والی تم سے۔" پتہ نہیں اس وقت وہ اتنا بے رحم اور سفاک کیوں ہو گیا تھا کہ اسے نہ پرنیاں کے زرد پڑتے چہرے پہ ترس آیا نہ اس کی آنکھوں میں امڈتی نمی پہ اور اب اپنی ہی بے رحم آواز کی بازگشت اسے سنائی دی تھی تو دل میں وحشت سی بھر گئی، اسے احساس تک نہ ہو سکا اور اس کی آنکھوں سے کتنے ہی آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرتے چلے گئے، ضد...... انا...... اور خودی کے زعم میں مبتلا وہ کیا کھونے جا رہا تھا، اسے احساس ہوا تو جیسے پاگل ہونے لگا تھا۔

"معاذ...... رو رہے ہو تم؟" جہان کی اس پہ نگاہ پڑی تو اسے بچوں کی طرح سسکیاں بھرتے دیکھ کر وہ قریب آکر ششدر سا بولا تھا، جواب میں معاذ اس کے کاندھے سے لگ کر خود پہ پوری طرح ضبط کھو بیٹھا تھا۔

"میں مر جاؤں گا بجے اگر اسے کچھ ہوا، وہ ٹھیک تو ہو جائے گی نا بجے؟" اس کی آنسوؤں سے بھیگی بھرائی ہوئی آواز میں کتنے خدشوں کی یلغار تھی، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا تھا، کیا چیز تھا وہ؟ اسے قطعی سمجھ نہیں آسکی۔

"اللہ سے دعا کرو معاذ، سب کچھ اسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے، دعا کرو اللہ پرنیاں کی مشکل کو آسان بنا کر اسے صحت اور زندگی سے نواز دے۔"

جہان خود بے تحاشا مضطرب تھا مگر اس پل اس بہت رسان سے کہہ رہا تھا، معاذ کچھ دیر ساکن سا اس کے ساتھ لگا رہا پھر آہستگی سے الگ ہو گیا، کچھ کہے بغیر وہ بے آواز قدموں سے پلٹا تھا اور وضو کر کے جائے نماز کا اہتمام کیے بنا ہی سجدے میں گر گیا تھا، اسے نہیں پتہ تھا اس نے کس انداز میں اور کیسے رب کو پکارا تھا اسے بس یہ یاد تھا اس نے اللہ سے صرف ایک ہی التجا کی تھی، وہ تھی پرنیاں کی زندگی کی دعا۔

☆☆☆

فجر کی اذان کی پہلی پکار فضا میں گونجی تھی، جب جہان دوبارہ شاہ ہاؤس واپس آیا تھا، پورے شاہ ہاؤس کی لائیٹس آن تھیں، نوریہ حوریہ اور پھپھو بھی رات سے نکاح کی تقریب کے باعث ادھر ہی تھیں ابھی بھی آتے ہوئے اس نے سامنے گیٹ پہ تالا دیکھا تھا بائیک پورٹیکو میں کھڑی کر کے وہ اندرونی حصے کی جانب آیا تو سب سے پہلا سامنا زینب سے ہی ہوا تھا، آف وائیٹ شیفون کے خوبصورت سی کڑھائی سے آراستہ سوٹ میں ملبوس ہمرنگ دوپٹہ نماز کے اسٹائل میں لپیٹے وہ جیسے اسی کی منتظر تھی اسے دیکھتے ہی ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"پرنیاں کیسی ہے؟"

نکاح کے بعد یہ باضابطہ دوسرا سامنا تھا جہان کا اس سے، اس سے پہلے جب وہ اندر آیا تھا تو وہ نوریہ سے الجھ رہی تھی، جہان خود آتے ہوئے مما سے فاطمہ کو لے کر آیا تھا، بغیر کچھ کہے فاطمہ کو آگے بڑھ کر اس کی گود میں ڈال دیا، نوریہ کترا کر کب کی باہر نکل گئی تھی۔

"آپ کے ساتھ جتنی زبردستی ہونی تھی ہو گئی، مزید جبر کرنے کی خود یہ ضرورت نہیں، مجھے اور میری بیٹی کو آپ سے کچھ نہیں چاہیے ہوگا۔" وہ اسے دیکھے بغیر اس سے مخاطب ہوئی تھی، جہان کچھ چونک کر رہ گیا تھا۔

''کیسی زبردستی؟'' اسے خفقان سا ہونے لگا۔

''کیا آپ اپنا بھرم رکھنا چاہتے ہیں میرے سامنے؟ یہ بہت فضول بات ہوگی، میں جانتی ہوں آپ ژالے سے محبت کرتے ہیں اور......''

''اور......؟'' جہان نے سوالیہ مگر سرد نظروں سے اسے دیکھا وہ اس کی پوری بات سننا چاہتا تھا۔

''اور یہ کہ تیمور کی بدتمیزیوں اور دھمکیوں کی وجہ سے پریشان ہوکر مما پپا نے آپ کے سر پہ مجھے مسلط کر دیا۔'' وہ زہر خند سے بولی تھی، جہان نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے، اسے قطعی سمجھ نہ آسکی وہ اس صورتحال میں اب کیا کردار ادا کرے، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتا نیچے ایک دم سے شور و پکار مچ گیا تھا، جہان کسی طرح بھی خود کو نیچے جانے سے روک نہیں سکا، وہاں کا منظر بہت دلروز تھا، پرنیاں کی حالت اتنی خراب تھی کہ وہ اسی وقت بے ہوش ہو چکی تھی، جہان ہی پپا اور پپا جان کے ساتھ مما کے ہمراہ اسے ہاسپٹل لے کر گیا تھا۔

''بول کیوں نہیں رہے ہیں آپ؟ کچھ پوچھا ہے میں نے، سب خیریت ہے نا؟'' جہان کو سوچوں کی اتھاہ سے زینب کی تیز آواز نے نکالا تھا، وہ اس کی خاموشی پر ہراساں نظر آ رہی تھی، جہان چونکا اور قدرے شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔

''ہاں پرنیاں ٹھیک ہیں، اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔''

''اوہ! تھنک گاڈ، ایک لمحہ گویا سولی پہ لٹک کر گزرا ہے، نمبر ملاتے انگلیاں گھس گئیں، فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے آپ؟ بات کرنے کا مجھے بھی شوق نہیں پڑا ہوا، مگر پریشانی ہی ایسی تھی۔'' وہ ذہنی اضطراب سے نکلی تو پھر سے سلگتے کوئلے کی طرح چٹخنے لگی، جہان کی خفت میں کچھ اور اضافہ ہوا۔

''سوری فون سائلنٹ پہ تھا، پریشانی میں خیال ہی نہیں آسکا۔'' اس کی وضاحت پہ زینب نے تیوری چڑھائی تھی۔

''ہاں خیال کیوں آئے گا، پچھلوں کی پریشانی کی کسی کو کیا پرواہ۔''

''ایکین سوری، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' جہان نے جیسے جان چھڑانا چاہی مگر چھوٹنے کی بجائے گرفت سخت ہوگئی۔

''کیا مطلب ہے؟ خدا نہ کرے کہ پھر سے ایسی سچویشن سے دوچار ہونا پڑے۔'' وہ اسے گھور کر بولی تھی، جہان کا دل اپنا سر پیٹ لینے کو چاہا تھا، وہ لگتی تھی ایک رات کی دلہن؟ نہ جھجک نہ شرم نہ گریز، وہ تو جیسے اس نئے بندھنے والے بندھن سے ہی سرے سے بے نیاز تھی۔

جہان کو عجیب سی جھنجلاہٹ نے آن لیا، بھابھی کو ہاسپٹل لے جانے کے لئے سوپ اور ناشتہ تیار کرنے کا کہتا وہ اپنے کمرے میں آ گیا، وارڈ روب سے کپڑے نکالے اور نہانے گھس گیا، اس کے بعد نماز ادا کی تھی پھر آ کر بستر پہ لیٹا تو اس کے اعصاب شدید کشیدگی اور تھکن کے باعث تناؤ کا شکار تھے، فاطمہ وہیں سو رہی تھی، جہان نے کروٹ بدلی تو نگاہ گلابی نیٹ کی خوبصورت سی فراک میں معصوم پری پر جا پڑی، وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا، وہ ہو بہو زینب کی کاپی تھی، وہی غلافی آنکھیں ویسی ہی ننھی سی مگر ستواں ناک گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نازک ہونٹ صبیح پیشانی اور میدے جیسی بے حد اجلی رنگت، جہان کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی، اس نے ہاتھ بڑھایا تھا اور احتیاط اور نرمی کے ساتھ بچی کو اٹھا کر

اپنے سینے پہ لٹا لیا، پھر اسی شفقت اور محبت سے بار بار اس کی پیشانی کو چوما، وہ ذرا سا کسمسائی اور پھر سے گہری نیند سو گئی، جہان کو اپنی تھکان اور کلفت دور ہوتی محسوس ہوئی تھی، ایک عجیب سا سکون تھا جو اس کے اندر سرائیت کرتا جا رہا تھا، فاطمہ کے لئے اسی کے دل میں محبت کے سوتے اس وقت بھی پھوٹے تھے جب پہلی بار اس نے اسے دیکھا تھا۔

دل کی گہرائیوں سے یہ خواہش ابھری تھی کہ وہ تیمور کی نہیں اس کی بیٹی ہوتی، پتہ نہیں اس خواہش میں کتنی شدت تھی کہ وہ حالات کے چکر میں آ کر اس تک پہنچ گئی تھی، اسے اس کا باپ ہونے کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

سیل فون پہ میسج ٹون بجی تھی، جہان چونک سا گیا، سیل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ موجود تھا اور اس کی اسکرین روشن تھی، جہان نے فون اٹھایا اور اس کی اسکرین کو انگلی سے چھوا، ان باکس کھل گیا تھا، کمپنی کی طرف سے کسی پرکشش آفر کی پیشکش تھی، جہان نے میسج ڈیلیٹ کیا اور ژالے کا نمبر ملا لیا تھا۔

''کیسی ہو ہنی؟'' اس نے سلام کے بعد بہت خوشدلی سے اس کی خیریت دریافت کی تھی۔

''آپ اتنی جلدی اٹھ گئے شاہ؟'' دوسری جانب یکلخت خاموشی چھائی تب جہان ایکدم سے سنبھلا۔

''ایکچولی رات پرنیاں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی، ہاسپٹل لے جانا پڑا۔'' وہ جانے کیوں وضاحت دے رہا تھا۔

''خیریت سے ہیں نا پرنیاں؟''

''الحمدللہ، بیٹا ہوا ہے معاذ کا۔'' وہ مسکرا کر بتا رہا تھا، دوسری جانب ژالے ایکدم پرجوش ہو کر اسے مبارکباد دینے لگی تھی۔

''تھینکس ہنی، پرنیاں اور معاذ کے ساتھ چاچو چاچی اور مما پاپا جان کو بھی مبارکباد دینا۔'' وہ اسے نصیحت کر رہا تھا، ژالے ہنس دی تھی۔

''یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے، میں ابھی فون کرتی ہوں، یہ بتائیں زینی آپا کیسی ہیں؟'' ژالے نے یہ سوال کرنے سے قبل پتہ نہیں خود پہ کتنا جبر کیا ہوگا، جہان کو ایکدم چپ سی لگ گئی۔

''بولیں نا؟'' وہ اصرار کر رہی تھی۔

''یہ سوال بہتر ہے تم اسی سے پوچھ لینا۔'' جہان نے جواباً بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

''ان سے تو آپ کے متعلق کروں گی نا؟ آپ بتائیں آپ کو کیسی لگی ہیں وہ؟'' پتہ نہیں وہ اپنا ضبط آزما رہی تھی کہ اس کا جہان کو قطعی سمجھ نہیں آ سکی مگر وہ جھنجھلانے لگا تھا۔

''اگر یہ مذاق ہے تو مجھے پسند نہیں آ رہا ہے ژالے۔'' جہان نے اسے ٹوک دیا تھا، ژالے ہنستی چلی گئی، پھر فون بند کر دیا، جہان عجیب سا محسوس کرنے لگا، وہ یونہی ساکن پڑا تھا جب زینب نے اندر قدم رکھا تھا، سوئی فاطمہ پہ نگاہ پڑی تو ایکدم ٹھٹھکی اور کچھ دیر یونہی عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی، مگر جہان اس کی آمد سے بھی گویا بے خبر کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

''بھابھی نے ناشتہ تیار کر دیا ہے، آپ ہی لے کر جائیں گے نا ہاسپٹل؟'' فاطمہ کی فیڈر اٹھاتے ہوئے اس نے جہان کو مخاطب کیا تب وہ چونکا تھا اور گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا وہ اب جھک کر فاطمہ

کو اٹھا رہی تھی، جہان کی نظریں اس پہ ٹھہر گئیں، رات بھر کی جگارتا اور اس سے پہلے کی گریہ وزاری نے اس کی آنکھوں کے پپوٹوں پہ سوجن اتار دی تھی، اور ایسے میں ہمیشہ اس کی آنکھوں کی خوبصورتی کا عالم ہی اور ہوا کرتا تھا، لمبی ریشمی پلکوں کو اٹھنا گرنا جہان مکمل طور پہ اس میں محو ہو رہا تھا جب وہ ایکدم سے متوجہ ہوئی اسے اس طرح خود میں مگن پا کر زینب کی رنگت میں تغیر پیدا ہوا تھا، وہ یکلخت فاطمہ کو چھوڑ کر سیدھی ہوئی پھر دو قدم پیچھے ہو گئی تھی۔

"فاطمہ کو مجھے دیں، چینج کرانا ہے اسے۔"

اسے دیکھے بغیر وہ کسی قدر سخت لہجے میں بولی تھی، جہان جیسے ایکدم سے ہوش میں آ گیا، خود کو کمپوزڈ کرتا ہوا وہ سیدھا ہوا تھا اور جیسے خود کو ملامت کرنے لگا، اس کا خیال غلط نہیں تھا، وہ واقعی اس کی قربت میں ژالے کو تو کیا خود اپنے آپ کو بھی بھول رہا تھا، اس کے لئے وہ آج بھی وہی سحر رکھتی تھی جس کے سامنے جہان مسمرائز ہو جایا کرتا تھا۔

"بات سنیں جے۔" فاطمہ کو بستر پہ لٹا کر وہ خود اٹھا تھا اور سلیپر پیروں میں ڈال کر دروازے کی جانب پیش قدمی کر چکا تھا جب زینب کی پکار پہ گہرا سانس کھینچ کر تھم کر اسے دیکھا۔

"یہ آپ یہاں بھول کر جا رہے ہیں، اچھا خاصا قیمتی ہے، سنبھال کر رکھنا چاہیے آپ کو۔" اس کے ہاتھ میں وہ مخملیں کیس تھا، جس میں وائیٹ گولڈ کا ڈائمنڈ جڑا وہ بے حد حسین لاکٹ تھا جو زیڈ کی شیپ میں بنا ہوا تھا، بہت سال قبل دل کی اس البیلی سی خواہش پہ اس نے دوبئی کے مہنگی ترین جیولری شاپ سے یہ لاکٹ خریدا تھا اور سنبھال کر کسی بے حد حسین اور مناسب وقت کے لئے رکھ لیا تھا، وہ خواہش جس کے ادھورے رہ جانے سے دل دھویں اور کرچیوں سے بھر گیا تھا۔

وہ چاہتا تو یہ ژالے کو بھی دے سکتا تھا، زینب کی طرح اس کا نام بھی زیڈ سے شروع ہوتا تھا مگر چاہنے کے باوجود ایسا نہیں کر سکا تھا اور کل لاکر سے رقم نکالتے یہ اس کے ہاتھ آیا تو اس نے نکال کر دراز میں رکھ دیا تھا، مقصد واضح تھا، وہ زینب کو ہی دینا چاہتا تھا مگر ایک بار پھر اسے موقع نہیں مل سکا تھا۔

"رکھ لو، یہ تمہارے لئے ہی ہے۔" جہان نے گہرا سانس بھر کے جواب دیا تو زینب کے چہرے پہ ایکدم سے بھرپور تلخی چھا گئی تھی۔

"اتنا بے وقوف سمجھ رکھا ہے مجھے، ہماری شادی نہ تو باقاعدہ پلاننگ سے ہوئی ہے نہ آپ اس کام کے دل و جان سے منتظر تھے کہ مجھے اس قسم کی باتوں میں سچائی محسوس ہو گی، یہ ژالے کا ہے آپ اسے ہی دیجئے گا، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کی چیز پہ اپنا نام لکھوانے کی۔" وہ تلخی اور تنفر سے کہتی چلی گئی تھی، لہجہ رعونت سے بھرپور تھا، جہان کا تو جیسے دماغ گھوم کر رہ گیا تھا، یعنی حد تھی کوئی بدگمانی کی بھی اور توہین کی بھی۔

"مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں ہے جھوٹ بول کر تمہاری نظروں میں معتبر ہونے کی، جہاں تک ژالے کی بات ہے تو یہ لاکٹ ہی نہیں جہانگیر حسن بھی پہلے اسی کا شوہر بنا ہے، کس کس سے اجتناب برتو گی۔" اتنا ہی غصہ آیا تھا اسے کہ اپنی بات مکمل کر کے رکے بغیر باہر نکلتا چلا گیا، الفاظ کی سنگینی کے اثرات دیکھنے کے بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

"تم تھوڑا آرام کر لیتے جہان، ذرا ٹھہر کے چلے جاتے، یہ ناشتہ وغیرہ میں حسان یا زیاد کے ہاتھ

بھجوا دیتی۔" وہ کچن میں آیا تو بھابھی نے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر رسان سے کہا تھا، شاید نہیں یقیناً انہیں اس کی بے آرامی سے بڑھ کر اس پوزیشن کا خیال تھا جو کل رات کے بند ھنے والے بندھن کے بعد کی متقاضی تھی، جہان نے ان سنی کرتے ہوئے ان کے ہاتھ سے ٹفن کیریئر لے لئے۔

"زینب نہیں چل رہی تمہارے ساتھ؟ مجھے تو اس نے کہا تھا وہ بھی جائے گی پرنیاں کو اور بچے کو دیکھنے۔" بھابھی کی بات پہ جہان عجیب مخمصے میں پڑ گیا۔

"مجھے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی اس نے۔"

"تم رکو میں پوچھ کر آتی ہوں۔" بھابھی نے چولہے کی آنچ دھیمی کی تھی اور پلٹ کر باہر جا ہی رہی تھیں کہ زینب خود وہاں چلی آئی۔

"زینی تم جہان کے ساتھ نہیں جا رہی ہو ہاسپٹل؟" بھابھی نے اسے اسی گھریلو حلیے میں دیکھ کر حیرت بھرے انداز میں استفسار کیا تھا۔

"نہیں۔" جواب مختصر مگر سرد تھا۔

"مگر تم تو کہہ رہی تھیں......"

"غلط کہہ رہی تھی، ضروری تو نہیں کہ مہر لگا دی جائے، فی الحال نہیں جانا مجھے۔" وہ کس قدر غصے میں آ کر بولی تھی، جہان جو اسی کے جواب کا منتظر تھا ہونٹ بھینچے کچن سے نکل گیا تھا، وہ کتنی دیر تک برتن پٹخ کر اپنا غصہ نکالتی رہی تھی۔

☆☆☆

تازہ گلاب کی دلفریب مہک اور مومی پیپر کی مہین سی کھڑ کھڑاہٹ پہ پرنیاں جو نڈھال سی پڑی تھی بے اختیار آنکھیں کھولنے پہ مجبور ہوئی تھی، بلیک ٹو پیس میں گلے میں جھولتی ٹائی جس کی ناٹ ڈھیلی کی گئی تھی اور کالر کا اوپر کا بٹن بھی کھلا تھا وہ اس کے سرہانے کھڑا پھولوں کا بکے اس کے پاس رکھ رہا تھا، پرنیاں کی پلکیں اسی زاویے پہ ساکن ہو گئی تھیں، ہلکی بڑھی ہوئی شیو، بکھرے ہوئے بال اور بے تحاشا سحر انگیز آنکھوں میں ٹھہری بے تحاشا سرخی...... وہ اس حلیے میں بھی بے تحاشا دلکشی اپنے اندر رکھتا تھا۔

"پری کیسی ہو؟" وہ کرسی کی بجائے اس کے بیڈ کے کنارے آ کر ٹکا تو جیسے تمام فاصلے ایک دم سے سمٹ گئے، پرنیاں کی حیرت اس کے چہرے سے ہی نہیں آنکھوں سے بھی چھلکی تھی، اس نے متحیر سی نظروں سے اس کے بھاری ہاتھ میں دبے اپنے دھیرے دھیرے کانپتے ہاتھ کو دیکھا تھا، اس کا دوسرا ہاتھ پرنیاں کے چہرے پہ آن رکا جہاں اس کے بہنے والے آنسوؤں کی نمی ہر لحہ پھیل رہی تھی۔

"آئی ایم ساری فار دیٹ، حالانکہ میں نے نہیں چاہا تھا کہ میں زندہ بچوں مگر......" معاذ نے ایک دم سے اس کے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"تو کیا تم نے جان بوجھ کر......؟" معاذ کے حلق سے سرسراتی آواز نکلی تھی، پرنیاں کرب آمیز انداز میں مسکرا دی

"نہیں...... میں نے صرف دعا کی تھی کہ مجھ سے آپ کی جان چھوٹ جائے۔" اس کے آنسو اس شدت سے برسے تھے کہ معاذ جو خفگی سے اسے دیکھ رہا تھا گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

"بے وقوف ہو، میں بس اتنا جانتا ہوں اگر تمہیں کچھ ہوتا تو زندہ میں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔" معاذ

نے جھک کر نرمی اور جذب سے اس کے ہونٹوں کو چوم لیا۔

''بدگمانی اور لڑائی جھگڑا ایک طرف یہ کیا حماقت تھی بھلا؟'' وہ ڈانٹتے انداز میں بولا تو پرنیاں نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ معاف نہیں کرنا چاہتے تھے مجھے اور لڑکیوں کو مجھ پہ ترجیح دیتے تھے، پھر کیا کرتی میں؟'' وہ سخت روہانسی ہوئی تھی۔

''ایک بار گلے میں بازو حمائل کر کے مجھے پیار کرتیں، نہ مانتا پھر کہتیں، احمق لڑکی ہمیشہ دس گز کے فاصلے سے مناتی رہی ہو مجھے، خیر آئندہ خیال رکھنا۔'' وہ مصنوعی خفگی سے گھور کر بولا تو پرنیاں بے تحاشا سرخ پڑ گئی تھی۔

''منہ دھو رکھیں، یہ تھرڈ کلاس حرکتیں نہیں ہوں گی مجھ سے۔'' وہ خجالت مٹانے کو کہہ رہی تھی، معاذ نے جواباً لو دیتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ایک سال سے بڑھ کر رومانس کا گیپ جمع ہو چکا ہے میرا، صرف محبت دوں گا نہیں وصول بھی کروں گا، دیکھتا ہوں کہاں تک بچتی ہو تم مجھ سے۔'' اس نے دھونس سے کہا تھا اور پرنیاں بلش کر گئی تھی، دونوں طرف کی اس پیش رفت نے لمحوں میں اس چپقلش اور تلخی کو دھو دیا تھا جو کئی مہینوں سے ان کے بیچ سرد جنگ کو چھیڑے ہوئے تھی تو وجہ یہی تھی کہ بیچ میں انا تھی نفرت نہیں، انا کی دیوار گری تو فاصلے سمٹ گئے تھے، رشتوں کے درمیان موجود دراڑ کو کوئی معمولی حادثہ بھی بھرنے کا سبب بن سکتا ہے، ان کے بیچ بھی یہی حادثہ سبب بنا تھا کلفت دور ہوئی تھی تو سماں بے حد خوبصورت تھا۔

''عدن کو نہیں دیکھا آپ نے؟'' پرنیاں کو اس کی گہری پرشوق اور شوخ نگاہوں سے حیا محسوس ہو رہی تھی جبھی اس کا دھیان بٹانے کو بولی تھی۔

''محترم کی والدہ ماجدہ کو تو اچھی طرح دیکھ لیں، آنکھیں ترس رہی ہیں جناب۔'' اس کی پھر وہی چونچالی اور خوش مزاجی لوٹ آئی تھی۔

''دیکھیں تو سہی کتنا پیارا ہے، مما کہہ رہی ہیں بالکل آپ جیسا۔'' پرنیاں کے لہجے میں ماتا کا مخصوص رچاؤ اور مان تھا، معاذ نے کاٹ سے بچے کو لیتے ہوئے ایکدم اسے بے حد شرارتی نظروں سے دیکھا اور جتلانے والے انداز میں بولا تھا۔

''میری طرح پیارا؟ دیٹس گریٹ، تو آپ نے مان لیا کہ میں بھی پیارا ہوں۔'' وہ اس کے لفظوں پہ گرفت کر چکا تھا انداز میں شرارت کا رنگ غالب تھا، پرنیاں ایکدم جھینپیں۔

''میں نے مما کا بھی حوالہ دیا ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں میرے نہیں۔'' پرنیاں نے بھی اسے زچ کرنا چاہا تھا، معاذ نے سچ مچ منہ لٹکا لیا۔

''دیکھو بیوی اگر تم میری تھوڑی سی تعریف کر دیتیں تو کوئی حرج نہیں تھا۔''

''ایویں ہی کر دیتی، پہلے کم چڑھایا ہوا ہے نا لوگوں نے آپ کو جو میں بھی کسر پوری کر دوں۔'' پرنیاں کے جواب پہ معاذ نے ٹھنڈا سانس کھینچا تھا۔

''مجھے لوگوں سے نہیں صرف اپنی ڈیئر وائف سے غرض ہے اوکے۔'' وہ بچے کو چومتے ہوئے اس کے پاس پھر سے آ گیا تھا۔

''میں کوشش کروں گی معاذ آپ کو مجھ سے اب کوئی شکایت نہ ہو، میں آئندہ آپ سے یہ بھی نہیں کہوں گی کہ شوبز کو چھوڑیں یا پھر کالج کی جاب کو۔'' وہ ایکدم سے سنجیدہ ہو گئی تھی، معاذ نے رک کر بہت دھیان سے اس کی آنکھوں میں مچلتی نمی کو دیکھا تھا۔

''پرنیاں شوبز میں نے تمہاری ضد میں جوائن کیا تھا، وہ میرے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا تھا میں اسے چھوڑ بھی چکا ہوں، کالج میں میری ایسی کوئی سرگرمی نہیں ہے کہ تمہیں اعتراض ہو لیکن اگر پھر بھی تمہیں اس جاب پہ یا دوسرے لفظوں میں میرا لڑکیوں کے قریب رہنا پسند نہیں تو میں پہلی فرصت میں ریزائن کر دوں گا، تیسری اور اہم بات یہ کہ مجھے ستی ساوتری قسم کی بیوی نہیں چاہیے، مجھے پرنیاں چاہیے جو مجھ سے لڑے بھی بلی کی طرح پنجے بھی مارے اور...... اور جب میں پیار کروں تو مجھ سے خفا نہ ہو بلکہ...... جواب میں مجھے بھی پیار کرے، اسے سمجھنا چاہیے کہ یہ مجھ بیچارے کا حق ہے۔'' آخر میں اس کا لہجہ شوخی و شرارت سے لبریز ہو کر بے انتہا بوجھل بھی ہو گیا تھا، پرنیاں اتنا جھینپی تھی اتنی خجل ہوئی تھی کہ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکی، معاذ کی ہنسی اس کی سرخ ہوتی رنگت کو دہکاتی رہی تھی۔

☆☆☆

''زینب کو بھی لے آتے جہان بھائی۔'' جہان جیسے ہی وہاں پہنچا اسے اکیلے دیکھ کر پرنیاں نے بے اختیار کہا تھا۔

''بھابھی نے کہا تھا، مگر اس نے انکار کر دیا۔'' جہان نے اصل بات کہہ دی تو نوریہ نے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

''آپ کہتے تو آ جاتی، وہ آپ کی منتظر ہو گی۔'' جہان نے سنا تھا اور ان سنی کر دی تھی۔

''تمہارا بیٹا بہت خوبصورت ہے، معاذ تم پہ بالکل نہیں لگتا۔'' وہ جھک کر بچے کو پیار کر رہا تھا، معاذ نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے ایرے غیروں کی نہیں اپنی بیوی کی بات کا ایمان کی حد تک یقین ہے، جو پہلے ہی مجھ سے کہہ چکی ہے کہ ہمارا بیٹا بہت پیارا ہے اور مجھ پہ گیا ہے۔'' معاذ کے لہجے میں کھنک تھی اور طمانیت اور زندگی کا احساس تھا، جہان کو ایک طویل عرصے کے بعد پھر سے یہ آواز یہ لہجہ سننے کو ملا تھا اسے یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا مگر بظاہر اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا۔

''یعنی پرنیاں پہ، تو اس میں تمہارا ذکر کہاں سے آ گیا احمق۔'' معاذ نے زچ ہو کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں شرارت کا رنگ دمکتا تھا، ہونٹوں کی تراش میں دبی ہوئی مسکراہٹ تھی، وہ خود بھی ہنس دیا۔

''بدتمیز میرا مطلب مجھ سے میں یعنی عدن کا پپا اوکے۔'' وہ اس کے کاندھے پہ گھونسا مارتے ہوئے چیخا تھا، پھر دونوں ہنس دیے تھے۔

''تم خوش ہو نا جے؟'' معاذ اس کے ساتھ تنہا ہوا تو دل میں مچلتا ہوا سوال کر دیا تھا، جہان کے چہرے پر یکا یک سنجیدگی چھا گئی۔

''کیا سننا چاہتے ہو معاذ؟''

''صرف وہ جو سچ ہے؟'' معاذ کے قطعی انداز پہ اس نے سرد آہ بھری تھی۔

''پھر رہنے دو، وہ اتنا خوش گوار نہیں ہے، تم بتاؤ تم خوش ہو نا؟'' اس نے ایکدم سے موضوع بدل

دیا، معاذ گم صم سا ہو گیا تھا۔

"مجھے بہت اچھا لگا ہے، معاذ آج تمہیں پرنیاں کے ساتھ اس طرح مطمئن اور خوش دیکھ کر، اگر ہم انا کو بیچ سے ہٹا دیں تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔" اس کا انداز ناصحانہ تھا، معاذ نے گہرا سانس کھینچ کر اسے دیکھا۔

"مگر مجھے اس وقت اچھا لگے گا جب میں اس طرح تمہیں زینب کے ساتھ مطمئن اور خوش دیکھوں گا، یہ بات تم یاد رکھنا۔" معاذ کے جواب پہ جہان نے ہونٹ بھینچ لئے اور نگاہ کا زاویہ بدل کر دوسری جانب دیکھنا شروع کر دیا، جبکہ معاذ کی منتظر اور کسی وعدے یا تسلی کی متقاضی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں کیا سمجھوں جے کہ جو نصیحت تم مجھے کرتے رہے اس پر خود......"

"میرے نزدیک میری انا کبھی اتنی اہم نہیں رہی، میں رشتوں کو برتری دینے اور جوڑے رکھنے کا قائل ہوں، ایسا کچھ نہیں ہے تم پریشان مت ہو، وقت تو چاہیے ہے نا بہتری لانے میں۔" جہان نے بہت سرعت سے اس کی بات کاٹ دی تھی اور وہی تسلی دی جو شاید معاذ سننا چاہتا تھا، معاذ نے لمبا سانس کھینچا اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"مجھے تم سے ہمیشہ اچھی امید رہی ہے، مجھے یقین ہے تم ہمیشہ اچھائی پہ قائم رہو گے۔"

"توقعات اور امیدوں کا مرکز انسان نہیں خدا کی ذات ہونی چاہیے معاذ، ہمارے اکثر کام ہی غلط اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ہم روشتوں سے بہت ساری توقعات وابستہ کر لیتے ہیں جن کے پورا نہ ہونے کی کھسک بے چینی بن جاتی ہے جو جھگڑے اور فساد کی شکل میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔"

اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں رسانیت بھی تھی اور رچاؤ بھی، معاذ پوری طرح سے متفق ہوا تھا، پرنیاں سے بھی تو اس نے توقعات اور امیدیں ہی باندھ لی تھیں جن پہ وہ پوری نہیں اتری تو کتنا اضطراب در آیا تھا ان کی تعلق کے بیچ، جہان کے سیل پہ بیپ ہونے لگی تھی، کال اس کی سکریڑی کی تھی، جو آفیشل پرابلمز ڈسکس کر رہی تھی، اس کے بعد جیسے یاددہانی کو بولی تھی۔

"سر آپ کا آج آفس آنا ضروری ہے، فارن ڈیلیگیشن آرہا ہے آج۔"

"اوکے مجھے یاد ہے، میں آجاؤں گا۔" جہان نے فون بند کیا تو نگاہ راہداری کے سرے پہ جنید بھائی اور بھابھی اور ماریہ کے ساتھ اس سمت آتی زینب سے جا ملی تھی، پنک کلر کے شرٹ اور دوپٹے کے ساتھ وائیٹ ٹراؤزر تھا دوپٹے کے چہار اصراف بہت خوبصورت وائیٹ لیس لگی ہوئی تھی، لمبے بالوں کو سمیٹ کر اس نے چوٹی کی شکل میں گوندھا ہوا تھا جو اس کے چادر نما دوپٹے سے بھی دیکھتی تھی، پیروں میں دوپٹے کے ہمرنگ خوبصورت نازک سی چپل تھی، بغیر کسی اضافی آرائش اور میک اپ کے بھی وہ کتنی کھلی کھلی سی لگ رہی تھی۔

"یہاں سب سے الگ کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں، کہیں ہماری لڑکی کے خلاف سازش تو تیار نہیں ہو رہی؟" قریب آنے پہ بھابھی نے مسکراتے ہوئے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا۔

"کون سی لڑکی؟ یہ جو آپ کی بغل میں کھڑی ہے یا ہماری ڈیئر وائف؟" معاذ نے مسکراتی شوخ نظروں سے بھنوؤں کی جنبش دی تھی، زینب جز بز سی ہو گئی۔

"تم دونوں کے قبضے میں تو یہی دو لڑکیاں ہیں، ہمیں تو دونوں کی فکر ہو گی نا اور ڈیئر وائف اوئے ہوئے، مجھے پکڑنا بے ہوش نہ ہو جاؤں میں۔" جنید بھائی کی غیر سنجیدگی انتہا کو جا پہنچی، معاذ کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"جلنے والے جلیں گے ہم تو یونہی رہیں گے۔" وہ مزے سے گنگنایا تھا۔

"یونہی میں اول جلول حلیے میں۔" جنید بھائی نے اس کے رف ہوتے لباس پہ چوٹ کی معاذ نے گھورا تھا۔

"یونہی میں ہنستے مسکراتے خوش باش آپ کو جلاتے اور اپنی مسز کے ساتھ ساتھ۔" اس نے دانت کچکچا کر وضاحت کی۔

"اوکے گائز آئی ایم گوئنگ، مجھے آفس کو نکلنا ہے۔" جہان نے گہرا سانس بھر کے وہیں سے رخصت چاہی تو جنید بھائی نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"کیا بات کرتا ہے یار، آج ولیمہ ہے تیرا، آج کیوں آفس جائے گا۔" جہان کی نگاہ بے اختیار زینب کی سمت اٹھی تھی، سر جھکائے ہونٹ کچلتی ہوئی وہ کسی قدر ماحول سے بیگانہ لگی۔

"بہت ضروری میٹنگ ہے بھائی، بہر حال میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا، تقریب تو رات کی ہے نا۔" وہ رسانیت سے بولا تھا اور وہیں سے پلٹنا چاہ رہا تھا کہ بھابھی نے ٹوک دیا۔

"رکو جہان، زینب کو بھی لے جانا، فاطمہ کو گھر چھوڑ کر آئی ہے، زیادہ دیر نہیں رک سکتی۔"

"رہنے دیں بھابھی، میں کس کے بھی ساتھ چلی جاؤں گی۔" بھابھی کی بات پہ جہان جو کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ ٹائم کا اندازہ کر رہا تھا، زینب کو سر اٹھا کر دیکھنے لگا، وہ بے نیازی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

"میں یہیں ویٹ کر رہا ہوں بھابھی، اسے بتا دیجئے گا۔" جہان کے رسانیت سے کہنے پہ بھابھی مسکرا دی تھی۔

"میری خاطر زحمت میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی، کہا تھا نا کسی کے بھی ساتھ گھر آ جاتی۔" پندرہ منٹ بعد بھابھی اسے دوبارہ جہان کے پاس چھوڑ کر گئیں تو اس کا موڈ پتہ نہیں کیوں اتنا آف تھا، جہان نے جواب میں اسے ایک نظر دیکھا تھا۔

"فرائض اور حقوق کی ادائیگی میرے لئے زحمت کبھی نہیں رہی، یہ بات تم ہمیشہ کے لئے اپنے ذہن میں محفوظ کر لو۔" اس کی بات کے جواب میں زینب کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزرا تھا البتہ کوئی اختلافی پہلو نہیں نکالا تو جہان نے دل ہی دل میں سکون کا سانس بھرا تھا۔

"بائیک پہ جائیں گے آپ؟ مجھے نہیں بیٹھنا بائیک پہ۔" پارکنگ میں اسے بائیک کے پاس رک کر کرتے کی جیب سے چابی برآمد کرتے دیکھ کر وہ کوفت سے بولی تھی، جہان کے ہاتھ اسی زاویے پہ ساکن ہو گئے۔

"اوکے فائن، تم رکو میں معاذ سے گاڑی کی چابی لے آتا ہوں۔" بغیر ماتھے پہ شکن لائے وہ کتنے تحمل سے اس کے ہر اعتراض کو برداشت کر رہا تھا، زینب کو اس کی قوت ارادی پہ حیرت ہوئی، پتہ نہیں وہ اتنا کمپوزڈ کیسے رہ لیتا تھا ہر قسم کے حالات میں، جبکہ وہ کل سے ہی عجیب سی فیلنگ اور اذیت کے احساس

سے دوچار تھی، وہ اسے رد کر چکی تھی کبھی اور کتنے دھڑلے سے، اب حالات کی ستم ظریفی ہی تھی کہ اسے پھر سے ہاتھ پیر باندھ کر جہان کے آگے پھینک دیا گیا تھا، وہ جو چاہتا اس کے ساتھ سلوک روا رکھتا، وہ اس کی اسی رویئے سے خائف تھی جبھی شدید ٹینشن کا شکار ہو چکی تھی، اس کے علاوہ جو سبکی اور خفت کا احساس تھا وہ اس سے بھی سوا تر، جبھی وہ اپنے ہر عمل سے اس پہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ آج بھی اس کے لئے غیر اہم اور غیر ضروری ہے۔

''اب اتنی دیر میں یہاں اکیلی کھڑی رہوں گی؟'' اس نے ایک خائف سی نگاہ اطراف میں ڈالی، داہنی جانب ہاسپٹل کا وسیع سبزہ زار تھا جسے چھوٹے بڑے قطعات میں سبزے کی باڑھ لگا کر بانٹا گیا تھا، مریضوں کی چہل قدمی کے لئے سرخ بجری کی روشیں تھیں اور جگہ جگہ وزیٹر کے بیٹھنے کے لئے سنگی بینچ نصب تھے، اس وقت چونکہ صبح کا وقت تھا اور دھوپ پوری طرح نہیں پھیلی تھی کچھ موسم بھی خوشگوار تھا تو مریضوں کے رشتہ داروں کی اکثریت وہاں نظر آ رہی تھی، جن میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی، زینب یقیناً جبھی وہاں اکیلے ٹھہرنے کے خیال سے خائف نظر آ رہی تھی۔

''اب کیا کرنے لگے ہیں؟'' زینب نے جہان کو سیل فون کے بٹن پش کرتے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا تھا۔

''معاذ سے کہتا ہوں وہ خود یہاں آ کر گاڑی کی چابی دے جائے۔'' جہان کے جواب نے زینب کو عجیب سے احساسات سے دوچار کر دیا، اسے کچھ سال پہلے کا جہان یاد آیا، ہر کام ہر بات میں اس کی مرضی اور پسند کو مقدم رکھنے والا، وہ کچھ لمحے اس سے نگاہ نہیں ہٹا سکی تھی، سادہ سا حلیہ تھا اس کا، لباس جس میں شکنیں پڑ چکی تھیں اور شیو بنانے کی یقیناً مہلت نہیں ملی تھی، ہلکا سا سبز رواں اس کے خوبرو چہرے کو مزید دلکش بخش رہا تھا، جب تک معاذ نہیں آیا جہان فون پہ ہی بزی رہا تھا، معاذ کو کال کرنے کے بعد اس نے انٹرنیٹ آن کر کے آفیشل ای میل چیک کرنی شروع کر دی تھیں جانے کیوں اس پل زینب کو اس اس مصروفیت سے سخت کوفت اور چڑ محسوس ہوئی تھی، اگر وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی کیئرنگ اور دل آویز تھا تو ہمیشہ کی طرح بے نیاز اور لاپرواہ بھی تھا۔ وہی بے نیازی لاپرواہی جو زینب کو اتنا چڑاتی تھی اتنا دل تنگ پڑتا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اسی اضطراب میں غلط سلط فیصلے کرتی چلی گئی تھی جس کے اثرات اور کرب ابھی تک اس کی روح کو جھلسائے دے رہا تھا۔ اسے خود پر حیرت تھی۔ جب مما نے دوبارہ سے اس کے سامنے جہان کا نام پیش کیا تو اسے غصہ آیا تھا نہ ہی جھنجھلاہٹ محسوس ہوئی بلکہ ایک عجیب سی آسودگی تھی جو غیر محسوس انداز میں اس کے اندر اتری تھی۔ ہاں خفت اور شرمندگی کا احساس ضرور تھا تو اس کی وجہ اپنی حیثیت کا بدل جانا تھا۔ وہ بہر حال پہلے کی طرح ان چھوئی تھی نہ ویسی اکثر نہ مان...... کتنے نقصان عمر بھر کو جھولی میں آن گرے تھے۔ ایک خود بخود سمجھوتہ اس کے اندر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ اس کا اپنا کیا دھرا تھا، تو سہنا تو تھا پھر۔ اس کی قسمت میں ہی شیئر کرنا لکھا تھا۔ چاہے وہ تیمور خان ہوتا یا جہانگیر حسن شاہ...... پھر وہ جہان کیوں نہیں جو تیمور خان سے ہر لحاظ سے بہترین تھا۔

''زینب بیٹھو نا گاڑی میں۔'' معاذ کی آواز پر وہ جو سوچوں میں گم ہو چکی تھی چونک کر اس کی سمت متوجہ ہوئی۔ وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور اوپن کیے اس کے بیٹھنے کا منتظر تھا۔ جہاں ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ زینب اپنا دوپٹہ سنبھالتی اندر سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''اجو سے کہہ کر پرنیاں کے لیے سوپ تیار کرا دینا زینی میں کچھ دیر میں گھر آؤں گی۔'' معاذ نے کھڑکی پہ جھک کر اسے ہدایت کی تھی۔

''ڈونٹ وری لالہ میں خود بنا دوں گی سوپ۔'' زینب نے اپنے تئیں تسلی سے نوازا تھا مگر معاذ کے ٹوکنے کا بھی اپنا ہی انداز تھا۔

''تم چولہے کے آگے کھڑی مت ہونا۔ آج شام کو تم لوگوں کے ولیمہ کی تقریب ہے اور دونوں کو کاموں کا شوق چڑا رہا ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی دشمنی دکھانے کی۔'' زینب نے بے اختیار چہرے کا رخ پھر لیا۔

''یار منع کر دیا ہے میں نے چاچو کو ساری فیملی ہاسپٹل میں موجود ہے ولیمہ ضروری تھوڑی ہے۔'' جہان کی بات پہ زینب نے ایکدم سے ہونٹ بھینچ لیے۔ معاذ البتہ حیران نظر آنے لگا تھا۔

''مان گئے پیا؟ وہ جو اتنے انویٹیشن دیئے تھے لوگوں کو؟''

''فون پر منع کر دیں گے ڈونٹ وری۔'' جہان نے اسی رسانیت سے کہتے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ زینب کو عجیب سی توہین کے احساس نے گھیر لیا تھا۔ سارے رستے وہ رخ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا جہان نے دانستہ اس کی یہ تذلیل کی ہے۔ گھر واپس آ کر وہ کمرے میں جہان کے پیچھے جانے کی بجائے کچن میں گھس گئی تھی۔ فریج سے گوشت نکال کر چولہے پر سوپ تیار کرنے کو چڑھا ہی رہی تھی جب جہان روتی ہوئی فاطمہ کو اٹھائے کچن کے دروازے پر آیا تھا۔

''تمہیں منع بھی کیا تھا کچن میں کھڑے ہونے سے۔ فاطمہ کو پکڑو بھوک لگی ہو گی اسے۔'' وہ لباس تبدیل کر چکا تھا۔ بلیک پینٹ پر سفید براق شرٹ اور گلے میں جھولتی ٹائی پیروں پر البتہ گھریلو سلیپر تھے۔ زینب نے پہلے ہاتھ دھوئے تھے پھر آگے بڑھ کر فاطمہ کو اس سے لے لیا۔

''ناشتے میں کیا لیں گے آپ بتا دیں؟'' فاطمہ کو کاندھے سے لگائے اس کا فیڈر تیار کرتی وہ بڑی ذمہ دار لگ رہی تھی۔ جہان جو واپسی کو پلٹ چکا تھا اس سوال پر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''اتنی مصروفیت میں میرے لیے ناشتہ کیسے بناؤ گی؟ رہنے دو میں آفس میں کر لوں گا۔'' جہان کے جواب پر زینب نے کاندھے اچکا دیئے تھے۔ جہان گہرا سانس بھرے آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆

جہاں آفس سے واپسی پر باتھ لے کر نکلا تو زینب بستر پر نیم دراز فاطمہ کو تھپک کر سلانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ اسے دیکھ کر اپنا کاندھے سے ڈھلکا ہوا دوپٹہ درست کیا تھا۔ جہاں نے پہلے بال سنوارے تھے پھر آ کر بیڈ پر ٹک گیا۔ زینب جو اس کے بے تکلفی سے آ کر برابر لیٹ جانے پر قدرے حیران ہوئی تھی کسی قدر جزبز ہوئی اٹھی تھی۔

''کہاں جا رہی ہو زینب؟ بیٹھو مجھے بات کرنی ہے تم سے۔'' جہان نے اس کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔ جبھی ٹھہری ہوئی آواز میں مخاطب کیا تھا۔

''آتی ہوں چائے بنا لوں آپ کے لیے۔'' وہ جیسے صاف کترائی تھی۔ جہان نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

''رہنے دو مجھے چائے کی طلب نہیں ہے۔''

"پھر......؟" زینب کی نگاہوں میں لاتعداد سوال اُمڈ آئے۔ گویا کہہ رہی ہو پھر کس چیز کی طلب ہے مگر جہان اس کی بجائے کہیں اور متوجہ تھا۔ اس نے بیڈ کی سائیڈ دراز کو کھولا اور ایک گول مخملیں خوبصورت سا میرون کیس نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ تمہارا رونمائی گفٹ ہے۔" زینب ایک دم سے ساکن ہو کر اسے تکنے لگی۔ جہان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پہلے بیڈ پر بٹھایا تھا پھر کیس کھول کر اس کے آگے کیا۔

"مجھے لگا تھا وہ لاکٹ سیٹ تمہیں پسند نہیں آسکا ہے جبھی میں نے آج یہ خریدا ہے۔" طلائی بے حد بھاری سرخ نیلگوں سے حزین شعاعیں بکھیرتے کنگن خود اپنے قیمتی ہونے کے گواہ تھے گویا۔

"اچھے نہیں لگے تمہیں؟" جہان اس کے منجمد تاثرات سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکا تو جیسے پریشان ہو کر بولا تھا۔

"آپ ان فارمیلٹیز میں کیوں پڑتے ہیں جہانگیر؟" اس کا لہجہ عجیب تھا جہان کو جھٹکا لگا تھا تو لفظ جہانگیر سے "جہانگیر؟" اس نے زیرلب دہرایا۔ کتنا بیگانگی کا احساس دلایا تھا۔ زینب کے منہ سے اس لفظ نے اور شاید فاصلوں کا بھی۔

"کیا اب میں جہانگیر ہو گیا ہوں تمہارے لیے؟" جہان کی نگاہوں میں شاکی پن تھا۔ زینب نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"پھر اور کیا کہوں؟"

"تم پہلے کیا کہتی تھیں؟" وہ الٹا اس سے سوال کرنے لگا۔

"پہلے کی بات اور تھی تب آپ میرے دوست تھے۔" زینب کے جواب نے جہان کو ٹھٹکا رہا تھا وہ متحیر سا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"تو کیا اب میں تمہارا دوست نہیں رہا؟" وہ یقیناً ہرٹ ہوا تھا۔

"نہیں، شوہر دوست نہیں ہو سکتا" اس کے لہجے میں عجب سا کرب سمٹ آیا تھا۔ جہان نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اسے خود کو کمپوز ڈ کرنا پڑا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا زینب نے یہ بات کیوں کہی ہے۔

"دوست تو شوہر ہو سکتا ہے نا؟" کچھ دیر بعد وہ بولا تھا اس کا لہجہ انداز ہلکا پھلکا تھا۔ زینب نے نظر اٹھائی۔ اس کی نگاہیں اپنائیت بھرے انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

"ہم پہلے دوست تھے زینی یہ رشتہ تو اب استوار ہوا ہے ہمارے بیچ۔"

"لاؤ یہ کنگن پہنا دوں تمہیں۔" جہان نے ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہ گم صم بیٹھی رہی۔ کہ اسی پل جہان کے سیل پر بیل ہوتی چلی گئی تھی۔ جہان نے تھم کر گردن موڑ کر سیل فون کو دیکھا۔ اسکرین پر ژالے کا نام روشن تھا۔ صرف جہان نے نہیں زینب نے بھی دیکھا تھا۔ جہان نے سیل فون اٹھا کر کال ریسیو کی تھی پھر فون کو کاندھے سے اٹھا کر ژالے سے علیک سلیک کرتے ہوئے زینب کا ہاتھ پکڑ کر کنگن پہنانا چاہے تھے کہ اس نے ایک دم سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"یہ بہت بھاری ہیں میں عام روٹین میں انہیں نہیں پہن سکوں گی۔" جہان کی نگاہوں کی حیرت اور سوال کے جواب میں اس نے آہستگی سے کہا تھا اور اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ جہان بامشکل خود کو کمپوزڈ کر سکا تھا۔ جبکہ زینب باہر راہداری میں ٹھنڈے فرش پر ننگے پیر ٹہلتی ہوئی جیسے بے مائیگی کے شدید

احساس سے گھرتی چلی گئی تھی۔

("آپ نے ایک بار پھر ثابت کیا ہے جیسے کہ آپ کے لیے میں یا میرا کام اہم نہیں ہے۔ ژالے اہم ہے۔ میں آپ کے سامنے موجود ہوں اور آپ نے کتنی آسانی سے مجھے اگنور کر کے اس کے فون کو اہمیت دے دی۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی توہین ہو سکتی ہے۔ تیمور نے بھی یہی کہا تھا میرے ساتھ اور اب آپ نے بھی۔ تیمور نے میری جتنی بھی تذلیل کر دی مگر میں آپ کے ہاتھوں خود کو کھلونا نہیں بننے دوں گی۔ یہ میرا نصیب ہے میں جان گئی۔ مگر میں اپنے آپ کو اپنی نظروں میں بار بار گرانا نہیں چاہوں گی")۔

وہ بے حد دلگیر اور مضمحل سی ہو کر سوچے گئی تھی۔ حالانکہ جب نکاح کے بعد اس نے جہان کے متعلق سوچنا چاہا تھا تو خود سے عہد کیا تھا کہ وہ کبھی ژالے سے جیلس نہیں ہوگی۔ دیکھا جاتا تو ژالے نے ہی قربانی دی تھی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے اس کے جذبے کی قدر کرنی تھی۔ مگر وہ اس وقت اتنی حساس اور زود رنج ہو رہی تھی کہ اپنا عہد ہی بھول بیٹھی تھی۔

☆☆☆

تیمور کی کالز پھر بار بار آ رہی تھیں۔ زینب نے زیاد سے کہہ کر سم بدل لی تو قدرے سکون کا احساس ہوا۔ ان کے نکاح کو چوتھا دن تھا مگر ژالے ابھی تک پلٹ کر نہیں آئی تھی۔ تیسری رات ہی زینب جہان کے بیڈروم سے اپنے کمرے میں واپس آ گئی تھی۔ ماریہ سے کہہ کر اس نے فاطمہ کو جہان کے کمرے سے بلوا لیا تھا۔ رات کا شاید دوسرا پہر تھا۔ جب وہ نیند کی آغوش میں تھی تو کمرے کے دروازے پر دستک ہو گئی تھی۔ زینب حیران سی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"دروازہ کھولو زینب۔" جہان کی آواز سن کر اس کی نیند ایک دم سے اڑ گئی تھی۔

"آپ اس وقت کیوں آئے ہیں یہاں؟" دروازہ تو اس نے کھول دیا تھا مگر فاصلے بگڑے ہوئے انداز میں اس سے سوال جواب کرنے کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہی سوال مجھے تم سے کرنا ہے تم اپنے کمرے میں کیوں نہیں آتی ہو؟ تمہیں اندازہ ہے میں ویٹ کر رہا ہوں۔"

"کیوں کر رہے ہیں آپ میرا ویٹ؟ اور مائنڈ اٹ میرا وہ نہیں یہ روم ہے۔" اس کا موڈ جتنا خراب تھا اس نے اسی لحاظ سے غصے میں جواب دیا تھا۔ جہان کی صبیح پیشانی پر ایک شکن ابھری تھی، ناگواری کی، غصے کی۔

"مطلب کیا ہے تمہارا اس بات کا؟ نکاح کے بعد تمہیں ہر فضول سوال جواب کرنا چاہتے ہو مجھ سے۔" جواباً جہان کا بھی دماغ گھوم گیا تھا۔ زینب کا انداز اسے سراسر توہین آمیز لگا تھا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے آپ کی ایک نہیں دو دو بیویاں ہیں کیا آپ دونوں کے ساتھ ایک کمرے میں قیام فرمائیں گے۔ ژالے کے آنے پر بھی تو مجھے آنا تھا نا یہاں تو ابھی کیوں نہیں۔" زینب کا لہجہ و انداز طنزیہ تھا جہان نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھتے ہوئے پہلے زبردستی اسے دروازے سے ہٹایا پھر خود اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ زینب تو آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی تھی۔ اس دھڑلے پر۔

"ٹھیک ہے تم یہاں رہ لو ژالے وہاں رہے گی۔" جہان نے مصالحت کر لی تھی۔ زینب کو ایک بار

کو عجیب متضاد سی کیفیت نے گھیر لیا۔

"رئیلی ہنی؟" معاً وہ دبے دبے جوش سے چیخا اور ایکدم سے اٹھ کر بیٹھ گیا، زینب نے چونکتے ہوئے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا، مگر جہان تو جیسے اس کے وجود سے سرے سے بے خبر لگتا تھا۔

"مائی گاڈ...... ژالے اتنی اہم خبر تم اتنے فاصلے سے بیٹھ کر سنا رہی ہو، بالکل مزا نہیں آیا رئیلی۔" وہ کھلکھلایا تھا، پھر اسی طرح خوش دلی سے بولا تھا۔

"بس فٹافٹ تیاری پکڑو، میں کل ہی لینے آرہا ہوں تمہیں۔" زینب نے گہرا سانس کھینچا اور سر جھکا کر اپنی خالی ہتھیلیاں دیکھنے لگی، اسے ایک بار پھر بہت شدت سے اپنی بے مائیگی کا احساس روہانسا کرنے لگا تھا، تعلق تو ان کا تھا ژالے اور جہان کا میاں بیوی والی محبت بے تکلفی اور اپنائیت، کیا نہیں تھا ان دونوں کے بیچ، جبکہ وہ تو اضافی اور بے کار حیثیت لے کر آگئی تھی یہاں، اس کا دل اتنا بھاری ہوا تھا کہ اس سے قبل آنسو چھلکتے وہ وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی۔

"مگر کیوں؟ پلین میں سفر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، بس آجاؤ تم، میں خود بات کرلوں گا ڈاکٹر سے۔" وہ اٹھی تب جہان نے چونک کر اسے یوں دیکھا جیسے اس وقت اس کی وہاں موجودگی سے آگاہ ہوا تھا اور کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا، زینب نے چونک کر اسے دیکھا تھا، وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا ژالے سے الوداعی جملے بول رہا تھا۔

"کہاں جارہی ہو تم اس وقت؟" فون واپس رکھتے ہوئے ہوا سے دیکھ کر بولا تھا، زینب نے ہونٹ بھینچ لیے، اب اس پہ توجہ ہوگئی تھی، ژالے کے بعد اس کی موجودگی میں وہ کہیں بھی نہیں ہوئی تھی، وہ اس کے بعد تھی اور اس سے بچی کھچی توجہ اور محبت ہی اس کا حصہ تھی، اس کا دل غم کے احساس سے بوجھل ہو کر پھٹنے کے قریب ہوگیا۔

اپنی اس درجہ بیکی اور توہین اس کی برداشت سے باہر ہوئی جارہی تھی، مگر احساس دلانا جتلانا مزید اپنی تذلیل کرانے کے مترادف تھا، جبھی اس نے جواباً اپنی ساری توانیاں لڑا کر لہجے کو نارمل کر کے اپنا بھرم رکھ لیا۔

"ابھی تک میں نے نماز نہیں پڑھی، آپ لیٹ جائیں میں نماز پڑھ لوں۔" اس کے ہاتھ پہ جہان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، پھر نماز میں اس نے دانستہ تاخیر کی تھی، وہ دیکھنا چاہتی تھی جہان اس کے انتظار میں جاگتا ہے؟ مگر جب وہ بیڈ پہ آئی تھی تو اس کے مقدر کی طرح جہان بھی سو چکا تھا اور آنسو قطرہ قطرہ اس کی آنکھوں سے پھوٹتے رہے تھے۔

☆☆☆

ژالے کی واپسی ہوئی تو جہان نے زینب اور ژالے کے لئے ایک ایک ہفتہ ساتھ رہنے کی روٹین خود سے سیٹ کرلی، چونکہ اب تک وہ اس کے ساتھ تھا جبھی ژالے کی واپسی پہ وہ اس کے ساتھ رہ رہا تھا پھر اس کی طبیعت بھی بہت خراب تھی، جبھی جہان ہی نہیں سبھی ژالے کا حد سے زیادہ خیال رکھ رہے تھے، زینب نے خود کو بے حس بنا لیا تھا، ژالے کو ملنے والی یہ اہمیت اسے اچھی نہیں لگتی تھی مگر اس نے ہر کیفیت کو اپنے اندر رکھنا شروع کرلیا تھا، اس وقت بھی وہ سب کے لئے چائے بنا کر لائی تھی، ژالے بھی وہیں تھی اور پرنیاں بھی اس کی طبیعت قدرے سنبھل گئی تھی، اب وہ سہارا لے کر سہی مگر تھوڑا بہت چل پھر لیا کرتی

تھی، عدن زیاد کے پاس جبکہ فاطمہ ژالے کی گود میں تھی، بھابھی کے دونوں بچے لان میں کھیل رہے تھے یہ شام کا وقت تھا اور موسم میں خوشگواری کا احساس۔

"زینب ہر وقت کچن میں کیوں گھسی رہتی ہو بیٹے، سب کے ساتھ بیٹھا کرو نا اور کپڑے بھی جانے کب کے بدلے ہوئے ہیں، جاؤ پہلے جا کر فریش ہو کر چینج کرو، جہان کے آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔" مما جان نے اس وقت اسے ٹوکا تھا جب وہ ٹرے رکھ کر واپس پلٹ رہی تھی۔

"آج لالے نے بریانی اور چکن روسٹ کی فرمائش کی تھی مما، مجھے کھانا تیار کرنا ہے، پہلے ہی خاصی دیر ہو چکی ہے۔" اس نے آہستگی سے جواب دے کر قدم بڑھانے چاہے تھے کہ مما جان نے پھر ٹوک دیا۔

"تو کھانا بنانا صرف آپ کی ہی ذمہ داری نہیں ہے بیٹے، ماریہ اور اسما ہیلپ کریں گی آپ کی، آپ پہلے اپنا حلیہ سنوارو، صبح جہان کہہ رہے تھے وہ آپ دونوں کو کہیں باہر لے کر جانا چاہ رہے ہیں۔" مما کے قطعی انداز پہ وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکی تھی اور سر ہلا کر اندر چلی گئی، نہا کر اس نے لباس تو تبدیل کرلیا تھا مگر جہان کے ساتھ جانے کا اس کا بالکل کوئی ارادہ نہیں تھا، جبھی اس کے آنے اور پھر بار بار کے پیغام کے باوجود اس نے غفلت برتے رکھی تھی، بریانی کے لئے اسے زردہ رنگ کی ضرورت تھی جو مل کر نہیں دے رہا تھا، نیچے والے سارے کیبنٹ چھان مارے مگر نہیں مل سکا، بھابھی کسی کام سے وہاں آئیں تو اسے کھپتے دیکھ کر زردہ رنگ کی نشاندہی کردی، جو سب سے اوپر والے کیبنٹ میں پڑا ہوا تھا، زینب نے گہرا سانس بھرا اور اسٹول کھینچ کر اس پہ قدم جما کر اوپری کیبنٹ تک رسائی حاصل کی تھی، زردہ رنگ موجود تھا اس نے وہیں کھڑے ہو کر حسب ضرورت رنگ چمچ میں نکالا اور کیبنٹ پھر سے واپس اس کی جگہ پر فٹ کررہی تھی کہ اس پل اس کی نگاہ کیبنٹ کے اندر سے برآمد ہونے والے کاکروچ پر پڑی، پیچھے اور کیبنٹ تو چھوٹا ہی تھا وہ مارے خوف کے اپنا توازن بھی مختصر سے اسٹول پہ برقرار نہ رکھ سکی اور تیز چیخ کے ساتھ لہرا کر نیچے گرتے ہی خوف سے آنکھیں میچ لیں، مگر یہ کیا وہ پختہ فرش کی بجائے کسی کی مضبوط بانہوں کے حصار میں تھی، سراسیمگی کے احساس پر حیرت غالب آگئی اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں اور روبرو جہان کو پا کر ایک دم سے جزبز ہوگئی۔

"شکر کرو میں بروقت پہنچ گیا، ورنہ اگر تھوڑی سی بھی دیر ہو جاتی تو کیا ہوتا ذرا سوچو۔" وہ مسکراہٹ دبا کر کہہ رہا تھا، زینب نے ایک جھٹکے سے اس کے بازوؤں کا حصار توڑا تھا اور فاصلے پہ ہوگئی، وہ اس سے نگاہیں نہیں چار کرسکتی تھی، حواس باختگی کا عالم تھا کہ وہ قطعی فیصلہ نہیں کر پائی کہ گرتے ہوئے خود بخود اس کے سینے میں سما گئی تھی یا اس میں جہان کی کسی شعوری کوشش کا عمل دخل تھا، کتنی مضبوط تھی اس کی گرفت جیسے یہ حلقہ توڑنا نہ چاہتا ہو، کتنے سے دونوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے کی دھڑکنوں میں مدغم ہوتی رہی تھیں۔

"یار تیار ہو گئیں تھیں تو باہر بھی آجاتیں، تمہارے انتظار میں سوکھ رہا تھا پتہ ہے نا؟" وہ کتنی گہرائی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا، زنیب کی بے ترتیب دھڑکنیں تو تھیں ہی کچھ اور بھی انتشار کا شکار ہو کر رہ گئیں۔

"مجھے نہیں آنا تھا، آپ کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی؟" چڑے ہوئے انداز میں کہہ کر وہ مار بل کے

فرش سے زردہ رنگ کو گیلے کپڑے سے صاف کرنے لگی، کیبنٹ کو دراڑیں آ گئی تھیں جسے تاسف کی نگاہ سے دیکھتے اس نے سائیڈ پہ رکھ دیا تھا۔

''کیوں؟ کیا اس لئے کہ تم خود بھی یہ حسین اتفاق چاہتی تھیں؟'' جہان کی بات پہ اس کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا، اس نے پلٹ کر تحیر آمیز غیر یقینی سے جہان کو دیکھا اور اس کی معنی خیز مسکراہٹ پہ جی جان سے جل اٹھی تھی۔

''دماغ ٹھیک ہے آپ کا؟ خبردار جو مجھ سے اس قسم کی فضول بات کی ہو۔''

''یہ فضول بات نہیں ہے محترمہ۔'' جہان کے اطمینان میں ذرا جو فرق آیا ہو، فریج کا دروازہ کھول کر وہ ایک سرخ اور صحت مند سیب نکال کر کرچ کرچ کھا رہا تھا۔

''پھر کیا ہے یہ؟'' زینب کا انداز ہنوز کڑا تھا۔

''بیوی سے رومانس کا ایک طریقہ ہے۔'' اس نے کاندھے جھٹکے تھے، زینب کو صحیح معنوں میں آگ لگ گئی۔

''آپ کی بیوی وہاں باہر بیٹھی ہے۔'' اس نے انگلی سے لان کی سمت اشارہ کیا، چہرا لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

''ایک میرے سامنے بھی کھڑی ہے۔'' جہان نے اسی سکون کا مظاہرہ کیا، زینب نے ایک دم سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

''کیا چاہتے ہیں آپ؟'' وہ خاص تاخیر سے بولی تو لہجہ تب بھی غصیلا ہی تھا۔

''تم سے صلح۔'' جہان مسکرا دیا۔

''میرا آپ سے ہرگز کوئی جھگڑا نہیں ہے۔'' اس نے جیسے بات نپٹانی چاہی۔

''پھر کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہی ہو، بات کیوں نہیں مانتی۔''

''آپ مجھے غصہ دلا رہے ہیں، کیوں زبردستی کر رہے ہیں؟'' وہ کوئلے کی طرح چٹخی۔

''اس قسم کی الزام تراشی مت کرو زینی، میں نے کوئی زبردستی نہیں کی ہے تم سے تم بھی گواہ ہو۔'' وہ شاید کچھ جتلا رہا تھا، زینب کے چہرے نے ایک دم سے بھاپ چھوڑ دی، وہ جھلس کر رہ گئی تھی۔

''آپ چلے جائیں یہاں سے بے۔'' اس نے ایک دم سے رخ پھیر لیا تھا، اس کی آنکھوں میں اس ذلت پہ آنسو اترنا شروع ہو گئے تھے، جہان نے کچھ دیر تک اس بے بس نظروں سے دیکھا تھا پھر ہونٹ بھینچ کر پلٹ گیا تھا، وہ سمجھ نہیں سکتی تھی، مگر اس کی جانب اپنے وقار اور ان کو کچل کر اختیار کیا گیا سفر جہان کو ہر بار شدید تھکن سے دوچار کر جاتا تھا۔

☆☆☆

گر سیاہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں نے میرے
زلف ہوتے تیری یا تیرے رخسار کا تل

معاذ نے اسے دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر شعر پڑھا، پرنیاں کا چہرا حیا کی سرخی سے ایک دم دہک اٹھا، وہ ہر روز جانے کتنی بار اس سے پوچھتا اس کے چلہ نہانے میں کتنے دن رہ گئے ہیں وہ ہر روز بتاتی مگر وہ آج جھنجلا گئی تھی۔

''آخر آپ کو کیا دلچسپی ہے؟ ابھی بہت دن پڑے ہیں۔''

''مجھے نہیں تو اور کسے دلچسپی ہو گی بھلا؟ فراق یار کا اختتام اسی دن ہو گا جناب۔'' اس کی آنکھیں نچانے پہ پرنیاں کا شرم سے برا حال ہو گیا تھا۔

''آپ اتنے بدتمیز کیوں ہیں معاذ۔'' وہ کھساہٹ مٹانے کو یہی کہہ سکتی تھی۔

''اس میں کیا بدتمیزی ہے بھلا؟'' معاذ نے منہ پھلا کر سوال کیا تھا، اب وہ اسے جواب میں کیا کہتی ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی۔

''مما کہہ رہی ہیں جس دن میں چلہ نہاؤں گی، وہ مجھے اپنے کمرے میں لے جائیں گی۔''

''واٹ؟'' وہ زور سے چیخا پھر اسے گھورنے لگا۔

''مطلب کیا ہے ان کی اس بات سے؟''

''مطلب تو واضح ہے جناب، انہیں اپنے بیٹے پہ اعتماد ہے نہ بھروسہ جبکہ ڈاکٹر نے بہت سخت احتیاط کی ہدایت کی ہوئی ہے۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولی تو معاذ نے دانت کچکچائے تھے۔

''مما کو تو میں خود دیکھ لوں گا، یہ بتاؤ ان کی اس سازش میں تم بھی شریک ہو نا؟'' وہ سخت مشکوک نظر آنے لگا، پرنیاں کی ہنسی چھوٹنے لگی تھی۔

''میں کیوں شریک ہوں گی، مجھے تو انہوں نے خود ہی سمجھایا تھا۔''

''ہاں تم کہاں میری طرح بے قرار ہو گی، محبت میں نے کی ہے تم نے تھوڑی۔'' وہ پھر آہیں بھرنے لگا، ساتھ ہی الزام تراشیوں پہ بھی اتر آیا، پرنیاں نے جان بوجھ کر اسے کچھ اور چڑایا۔

''بالکل جہاں محبت ہو وہیں بے قراری بھی ہوتی ہے، صد شکر ہم نے ایسا کوئی روگ نہیں پالا ہوا۔'' معاذ نے اسے جارحانہ نظروں سے دیکھا تھا، پھر ایک دم اس کی کلائی پکڑ کر مروڑی۔

''کیا واقعی میں تمہیں اچھا نہیں لگتا؟''

''اتنے برے بھی نہیں ہیں۔'' وہ جیسے ان چھڑانے کو بولی تھی۔

''میں کتنا برا ہوں یہ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا، پناہ مانگو گی مجھ سے۔'' اس کی آنکھوں میں شوخ رنگ چھلک آئے تھے، پرنیاں نے سخت کنفیوژ ہوتے اسے دور دھکیلنا چاہا تھا مگر اسی پل اپنی دھیان میں زیاد اندر آیا تھا، معاذ تیزی سے پرنیاں سے الگ ہوا اور خوانخواہ کھنکارا، زیاد نے اسے غصے سے دیکھا تھا۔

''محترم یہ آپ کا بیڈ روم نہیں ہے۔''

''آپ کیوں جیلس ہو رہے ہیں؟'' معاذ نے اس کے کچھ اور تپنے کا انتظام کیا تھا گویا، جبکہ پرنیاں اچھی خاصی خجل نظر آ رہی تھی۔

''جیلس کیوں نہیں ہوں گا، یہاں سب اپنے گھر بار والے ہو گئے، اک میں ہی اکیلا پھر رہا ہوں، میں کہتا ہوں کسی کو میرا ابھی خیال ہے کہ نہیں ظالمو۔'' وہ اپنا دکھڑا لے کر بیٹھ گیا تھا۔

''یار اور بکھیڑے کم ہیں جان کو، یہ زندگی غنیمت ہے، عیش اڑا لو جتنے اڑانے ہیں۔''

''یہ عیش آپ نے کیوں نہ اڑا لئے، آپ کو اپنی باری تو بڑی جلدی تھی۔'' زیاد نے تڑپ کر چمک اٹھنے والے انداز میں با قاعدہ ہاتھ لہرا کر طعنہ مارا، پھر پرنیاں کو مخاطب کیا تھا۔

"بھابھی آپ ہی خیال کرلیں۔" اس کے انداز میں بے چارگی سی بے چارگی تھی، پرنیاں کو ہنسی آ گئی تھی۔

"او کے میں نوریہ کو قائل کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"اللہ آپ کا بھلا کرے۔" وہ باقاعدہ دعائیں دیتا رخصت ہوگیا، اسی وقت مما عدن کو لئے چلی آئی تھیں، جس کی مالش کے بعد انہوں نے اسے نہلایا تھا، محترم اب مزے سے سو رہے تھے، وہ عدن کے سب سے زیادہ ناز اٹھایا کرتی تھیں۔

"مما عدن کا ٹیکر بھلا کون چیلنج کیا کرے گا؟" مما نے عدن کو اس کی گود میں دیا تو پرنیاں نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا تھا۔

"کون کیا کرے گا؟" انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"معاذ کیا کریں گے۔" وہ اپنی بات کے اختتام پہ شرارت بھرے انداز میں کھلکھلائی تھی، معاذ پہلے حیران ہوا پھر اس کی شرارت سمجھ کر اسے گھورتے ہوئے اپنا کاندھا زور سے اس کے کاندھے سے مارا تھا۔

"تمہیں کس لئے رکھا ہے، صرف میری نہیں میرے بیٹے کی بھی آیا ہو تم۔" وہ ہنس رہا تھا، پرنیاں کا منہ بن گیا۔

"دیکھ رہی ہیں مما انہیں، یہ ہے ان کے نزدیک میری حیثیت اور دعوے بڑے بڑے کرتے ہیں۔" پرنیاں نے مصنوعی خفگی سے مما سے شکایت جڑی تھی، جواب میں معاذ نے اس پہ چڑھائی کردی۔

"ہاں تو جو تم نے مجھے کہا اس میں میری انسلٹ نہیں ہوئی؟"

دونوں کی نوک جھونک بڑھنے لگی، وہ ہنس بھی رہے تھے اور لڑ بھی اس لڑائی میں بھی مان تھا محبت تھی اور رشتے کی خوبصورتی زندگی کا یہ رنگ کتنا حسین تھا، یہ نہیں تھا کہ پرنیاں یا معاذ نے کڑا وقت نہیں دیکھا تھا مگر ان کی پریشانی بالآخر ختم ہوگئی تھی، زندگی کی خوبصورتی نے بالآخر انہیں اپنے سنگ شامل کرلیا تھا، ایک بس وہ بھی جس کے لئے زندگی کا ہر حسین رنگ پھیکا پڑ گیا تھا، اس کا دل دکھ سے بھرنے لگا تو وہیں سے پلٹ گئی تھی۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

چونتیسویں قسط کا خلاصہ

جہان ژالے کو کھونے کے تصور سے ہراساں ہے، ایسے میں ژالے اسے زینب سے نکاح کو فورس کرتی ہے، صرف وہی نہیں جب معاذ بھی وہی بات کہتا ہے اور اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ یہ پیا جان کی خواہش تو جہان کے پاس انکار کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

معاذ اور پرنیاں کے تعلقات کی سرد مہری جہان کی بہتری کی کوشش اور معاذ کو سمجھانے بجھانے کے باوجود بڑھتی جاتی ہے۔

پرنیاں کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے، اسی اہم موقع پہ زنیب اور جہان کا نکاح ہو جاتا ہے معاذ کی پرنیاں سے غلط فہمی بھی اسی موقع پہ دور ہوتی ہے، اک عرصے بعد شاہ ہاؤس کے مکین پھر سے خوشیوں کا منہ دیکھتے ہیں مگر زینب کا رویہ جہان کو الجھانے ہی نہیں پریشان کرنے کا بھی باعث ہے۔

تیمور زینب کو جہان کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتے اسے اپنے مکروہ ارادوں کے مطابق چلانے کی کوشش میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

پینتیسویں قسط
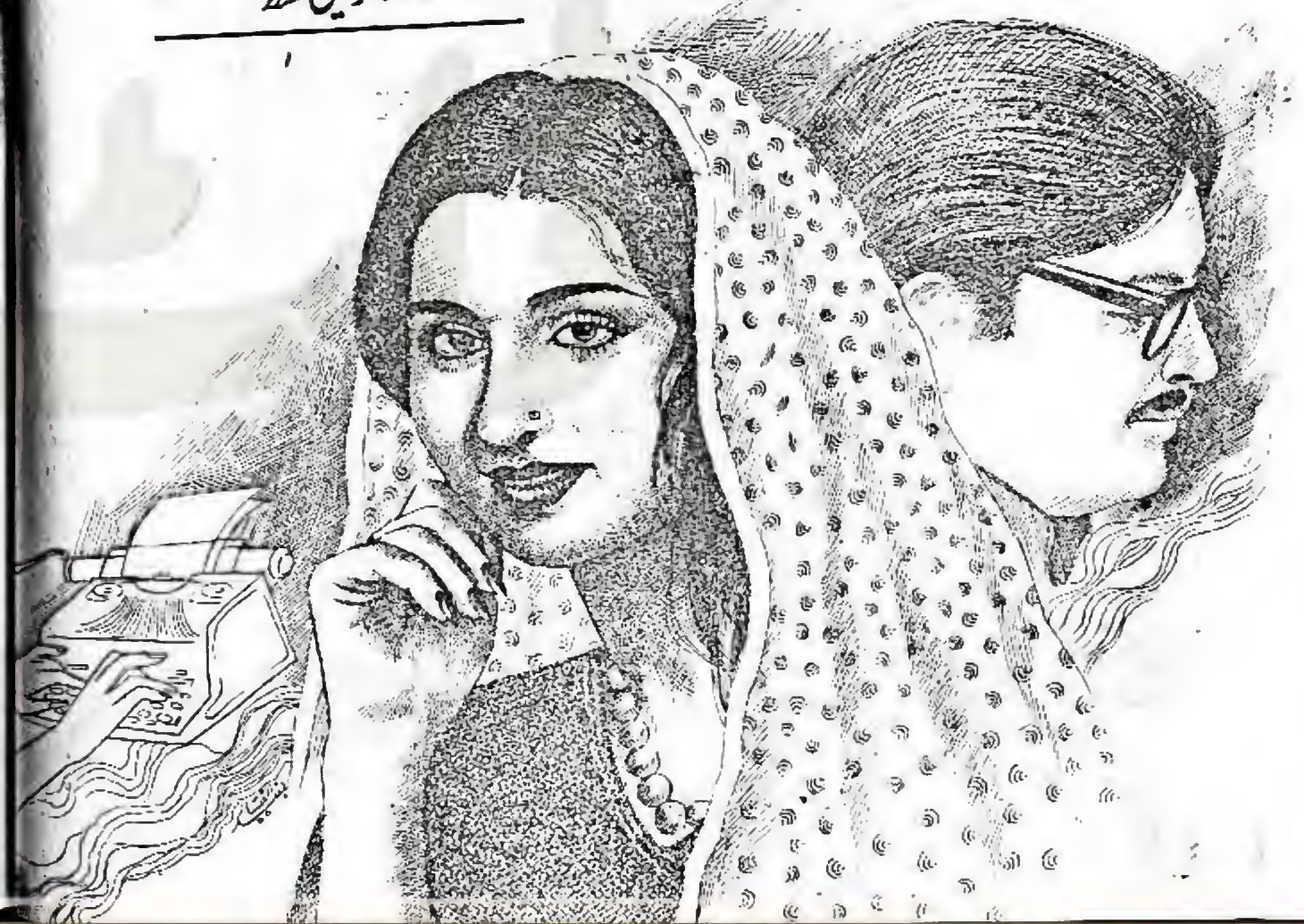
کچھ عشق تھا کچھ مجبوری تھی
سو میں نے جیون وار دیا
میں کیا زندہ آدمی تھا
اک شخص نے مجھ کو مار دیا
وہ عش بہت مشکل تھا مگر
آساں نہ تھا یوں جینا بھی
اس عشق نے زندہ رہنے کا
مجھے ظرف دیا پندار دیا
یہ سجا سجایا گھر ساتھی
میری ذات نہیں میرا حال نہیں
اے کاش کہ تم جان سکو
جو اس نے سکھ آزار یاد

وہ کھڑکی میں کھڑی تھی، نگاہ کے سامنے لان کا منظر تھا، جہاں ژالے کے ساتھ جہان تھا، اس کے ہمراہ چہل قدمی کرتا ہوا، کتنا کیئرنگ انداز تھا اس کا، کبھی اسے سہارا دے کر بٹھاتا کبھی اپنے ہمراہ ہاتھ پکڑ کر چلاتا ہوا اس کا جیسے بس نہ چلتا تھا کہ ژالے کو گود میں اٹھا لے، وہ اس کی محبت تو تھی ہی اب تو اس کی نسل کی امین بھی بن چکی تھی، کچھ اور اہمیت کچھ اور خاصیت پا گئی تھی گویا، زینب خالی نظروں سے دونوں کو دیکھتی رہی، یہ مرحلہ اس نے بھی طے کیا تھا، مگر اس کے ساتھی نے کبھی اسے یوں سر آنکھوں پہ نہیں بٹھایا تھا، اسے پتہ ہی نہیں تھا شوہر کی محبت اور اہمیت کا احساس کیسا ہوتا ہے، وہ تشنہ تھی اور شاید تشنہ رہنا چاہتی تھی، جبھی تو اس نے جہان کو کسی بھی پیش رفت کی اجازت نہیں دی تھی، ژالے کی باری کا ایک ہفتہ پورا ہوا تو جہان اس کے پاس آ گیا تھا، وہ بااصول تھا اور دیانتداری کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جسے خالی خالی فرض کی ادائیگی نہیں چاہیے تھی، چاہ محبت مان اور خلوص...... سب سے بڑھ کر جہان کا والہانہ انداز کا اظہار محبت...... یہی تو طلب تھی جس کی چاہ اور پھر ناکامی نے اسے آبلہ پا صحراؤں میں بھٹکا کر رلایا تھا، کتنا تھک گئی تھی وہ۔

''آج سے آپ یہاں سوئیں گے؟'' وہ اسے دیکھے بغیر سوال کر رہی تھی۔

''ہاں۔'' جہان کا جواب مختصر تھا، زینب کے رویئے کی بدولت وہ خود بھی محدود اور محتاط ہو چکا تھا۔

''آپ کو ژالے کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے، یونو اسے آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔''

''وہ اکیلی نہیں ہے، اتنے بڑے گھر میں بہت سارے لوگ اس کے آس پاس ہیں، ہاں اگر تمہیں کوئی اور اعتراض ہے تو کھل کر کہو۔'' جہان کی پیشانی پہ بل پڑنے لگے تھے، زینب کا یہ انداز اسے صرف توہین سے ہی نہیں خفت اور ذلت کے احساس سے بھی دوچار کرنے لگا تھا، زینب کچھ ثانیوں کو کچھ کہنے بولنے کے قابل نہ ہو سکی۔

''میں چاہتی ہوں آپ ژالے کے ساتھ زیادہ وقت گزاریں، ان دنوں عورت بہت حساس ہو رہی ہوتی ہے اور......''

''مجھے تو لگتا ہے تم بھی ان دنوں بہت حساس ہو رہی ہو، صرف ژالے کو نہیں تمہیں بھی میری زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے۔'' جہان پہلو کے بل ذرا سا اونچا ہو کر اسے بغور دیکھ رہا تھا، زینب کے تو صحیح معنوں میں چھکے چھوٹ گئے تھے اس بات پہ جیسے۔

''ایک تو آپ کی خوش فہمیوں کا کوئی انت نہیں ہے، میں آپ سے جان چھڑا رہی ہوں آپ کو ہری ہری سوجھ رہی ہیں۔'' اس نے انجام کی پرواہ کیے بغیر خود کو داؤ پر لگا دیا تھا، جہان کے چہرے پہ ایک سایہ آ کر گزرا۔

''زینب اگر تمہیں واقعی اس شادی کی ضرورت نہیں تھی تو انکار کر دیتیں پہلے کی طرح، اس طرح سے میرا امتحان لینے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ پل کے پل خطرناک قسم کی سنجیدگی میں مبتلا ہو چکا تھا، زینب ایک لمحے کو گڑبڑا سی گئی۔

وہ اس کی توجہ حاصل کرتے کرتے ایک بار پھر اپنا کام خراب کرنے جا رہی تھی، کچھ کہے بغیر وہ ہونٹ کچلتی رہی تھی، جہان چند لمحے اس کے جواب کا منتظر رہا تھا پھر جیسے تھک کر کروٹ بدل لی تھی، زینب ساری رات اس کی جانب سے پیش قدمی کی منتظر رہی تھی مگر جہان یونہی منہ موڑے پڑا رہا تھا اور اس نے جان لیا تھا وہ اپنے لئے مزید اندھیرے خرید چکی ہے، پتہ نہیں اسے ڈھنگ سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کا سلیقہ کیوں نہ آیا تھا، اس نے بے حد یاسیت سے سوچا تھا۔

''بجو آپ کو مما بلا رہی ہیں اپنے کمرے میں۔'' زینب کو چونکانے کا باعث ماریہ کی آواز تھی جو دروازے میں کھڑی تھی۔

''تم چلو آتی ہوں میں۔'' اس نے گہرا سانس بھر کے کہا پھر بیڈ کے نزدیک آ کر سوئی ہوئی فاطمہ کو اٹھا لیا، اسے کتنی دیر ہوئی تھی سوئے اسے باہر جانے کتنی دیر لگ جاتی، وہ نہیں چاہتی تھی بچی بیدار ہو تو کمرے کی تنہائی سے وحشت زدہ ہو کر روتی رہے۔

''جی مما آپ نے بلایا؟'' وہ ان کی تلاش میں لاؤنج میں آ گئی تھی، وہاں مما کے ساتھ ژالے اور بھابھی کے علاوہ پرنیاں اور زیاد بھی موجود تھے، عدن بھابھی کی گود میں تھا اور وہ اس سے کھیل رہی تھیں۔

''لائیں زینی آپا فاطمہ کو مجھے دے دیں۔'' ژالے نے اسے دیکھتے ہی فاطمہ کو لینے کو ہاتھ پھیلا دیا تھا، زینب نے کچھ کہے بغیر فاطمہ کو اسے تھما دیا اور خود مما کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''کچھ کام تھا مما!'' اس نے پھر اپنا سوال دہرایا تھا، مما مسکرا دیں۔

''کیا کام کے بغیر ہماری بیٹی ہمارے پاس نہیں بیٹھ سکتی؟'' وہ کس قدر پھیکے انداز میں مسکرائی تھی۔

''آپ بہت خاموش رہنے لگی ہو زینب؟ اپنا خیال بھی نہیں رکھتیں؟'' مما جان کو بھی فکر ستانے لگی تھی۔

''حالانکہ اتنا پیارا اور شاندار دولہا مل گیا ہے آپ کو، قسم سے میری سب فرینڈز اتنی تعریف کر رہی تھیں جہان بھائی کی۔'' ماریہ نے مزے سے لقمہ دیا تھا، زینب کے چہرے پہ ایک سایہ آ کر گزر گیا۔

''جہان کے کسی دوست کی شادی ہے لاہور، ود فیملی جانا ہے اسے لازماً، آپ اپنی تیاری کر لو بیٹے، شادی میں آپ کو ہی شریک ہونا ہے جہان کے ساتھ۔'' مما کی بات پہ زینب کے اندر غضب کی جھنجھلاہٹ اور احتجاج امڈ آیا تھا۔

"میں کیوں مما! ژالے ہے نا، ژالے چلی جائے گی ان کے ساتھ۔" اس نے فی الفور انکار کیا تھا، مما کے ساتھ ساتھ باقی کے سب افراد کو بھی چپ سی لگی تھی۔

"ژالے کی طبیعت ان دنوں ٹھیک نہیں، ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہوا ہے، پتہ تو ہے آپ کو۔" مما نے جیسے اسے تادیبی انداز میں سمجھایا تھا مگر وہ اس طرح بے زار نظر آ رہی تھی۔

"تو ٹھیک ہے وہ اکیلے چلے جائیں، میرا نہیں موڈ۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ کہا نا و ڈیملی ہے، دوست ہے جہان کا بہت قریبی۔" مما کے لہجے میں اب کے صرف سختی نہیں تحکم بھی تھا، زینب بری طرح زچ ہوئی۔

"مگر مما......"

"اگر مگر کچھ نہیں زینب، کہہ دیا نا آپ کو ساتھ جانا ہے۔" مما نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا، وہ ہونٹ بھینچ کر جلتی آنکھوں سے انہیں کچھ دیر دیکھتی رہی تھی پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، جب وہ کچن میں کام کرتے ہوئے برتنوں کو پٹخ کر اپنا غصہ نکال رہی تھی پرنیاں وہیں اس کے پاس آ گئی تھی۔

"تم ٹینس کیوں ہو زینب؟" زینب نے پلٹ کر آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا تھا مگر منہ سے ایک لفظ نہیں کہا۔

"مجھے تم پریشان لگتی ہو، جہان بھائی تو بے حد نائس ہیں اور......"

"میں خوش نہیں ہوں ان کے ساتھ پرنیاں، محبت کے بغیر عورت خوش ہو سکتی ہے بھلا؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" پرنیاں کو جھٹکا لگا تھا۔

"مجھے یہ بتاؤ پری کیا میرے نصیب میں محبت نہیں لکھی؟" وہ جیسے رو پڑی تھی، پرنیاں ششدر تھی۔

"جہان بھائی نے کچھ کہا تمہیں؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پائی تو یہ اہم سوال کیا تھا۔

"یہی تو دکھ ہے، وہ کچھ کہتے نہیں ہیں، پرنیاں انہیں مجھ سے جبراً باندھا گیا ہے۔"

"ایسا نہیں ہے زینب، جہان بھائی تو مجھے لگتا ہے محبت ہی تم سے کرتے ہیں۔" وہ الجھی الجھی سی بولی تو زینب زہر خند سے ہنس پڑی تھی۔

"اچھا......" اس کے لہجے میں تمسخر کا رنگ اتر آیا۔

"اور بہت سے احمقوں کی طرح تم بھی یہی سوچتی ہو کیا؟" پرنیاں قدرے کنفیوژ ہو گئی، پھر بات بنانے کو بولی تھی۔

"اچھا چھوڑو، جو بھی حقیقت ہو گی آخر کھل جائے گی، فی الحال تم مما کی بات مان لو، بہت پریشان ہیں وہ تمہاری وجہ سے۔"

"تم بھی مجھ سے کہہ رہی ہو پری۔" وہ دکھ سے لبریز ہو گئی جیسے۔

"ساری دنیا ژالے کو ان کی وائف کی حیثیت سے جانتی ہے، مجھے ہرگز اچھا نہیں لگ رہا ہے خود کو جا کر اس حوالے سے متعارف کرانا اور لوگوں کی آنکھوں میں حیرت اور سوال دیکھنے کا۔" اس نے جیسے اصل مسئلہ بیان کیا تھا، پرنیاں نے گہرا سانس بھر لیا۔

"سوری زینی، میری ڈلیوری کی وجہ سے تم لوگوں کا ولیمہ منسوخ ہو گیا تھا، ورنہ تمہارا تعارف وہاں

سب سے ہو جانا تھا، پھر دیکھو آخر کب تک تم اس صورتحال سے بھاگو گی، اسے تو فیس کرنا ہی ہو گا۔" وہ بہت نرمی اور سبھاؤ سے اسے سمجھا رہی تھی، زینب نے بھیگی پلکوں کو آہستگی کے ساتھ رگڑا تھا۔

"ٹھیک ہے تم مما سے کہہ دینا میں چلی جاؤں گی۔" اس نے بالآخر ہار تسلیم کر لی تھی، پرنیاں جیسے بے اختیار ریلیکس ہو کر گہرا سانس بھرنے لگی۔

☆☆☆

ریسور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا، اس کی رنگت بالکل زرد ہو چکی تھی، یہ محض اتفاق تھا یا پھر وہ واقعی تیمور کو بھلا چکی تھی کہ کال ریسیو کر لی تھی، وہ اس کی آواز پہچانتے ہی اس پہ چڑھ دوڑا تھا۔

"بہت خوب، تو جہان صاحب کے ساتھ نکاح کر کے رنگ رلیاں منائی جا رہی ہیں۔" زینب کے کانوں سے پہلی بات نے ہی دھواں نکال دیا تھا، اس نے ایک دھماکے سے ریسور کریڈل پہ پٹخ دیا تھا، مگر اس وقت بیل پھر سے زور و شور سے بجتی چلی گئی تھی۔

اس نے ریسور اٹھا کر سائیڈ پہ رکھا اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی تھی، تب اس کا سیل فون بجا تھا مسیج ٹون تھی اس نے ٹیکسٹ کھولا انجان نمبر تھا، اس نے حیرانی سے عبارت پہ نگاہ دوڑائی۔

"میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گا زینب، بہتر ہے مجھ سے بات کر لو۔" زینب نے نفرت زدہ انداز میں پیغام کو کاٹ دیا تھا، اسی وقت اس نمبر سے اگلا پیغام موصول ہو گیا۔

"اگر چاہتی ہو کہ میں تمہاری فیملی کے کسی فرد کا قتل نہ کر دوں تو مجھ سے بات کر لو، میرا پہلا نشانہ تمہارا چہیتا جہان ہی ہو گا، اکیلی تم نہیں وہ دوسری لڑکی بھی بیوہ ہو جائے گی خوامخواہ۔" الفاظ تھے یا تیر برچھیاں جو زینب کے وجود میں پیوست ہو گئے تھے، اس کے جسم پہ جیسے لرزہ سا چھا گیا، وہ یکلخت نیچے بیٹھ گئی تھی، تیمور خان کی سفاکی سے وہ بخوبی آگاہ تھی، کسی کو معمولی سی بات پہ جان سے مار ڈالنا اس کے لئے عام سی بات تھی، خوف و وحشت کا احساس بن کر اس کے وجود میں دھیرے دھیرے پنجے گاڑھنے لگا۔

"کیا چاہتے ہو؟" تیمور کی مزید چند ایسی ہی دھمکیوں کے جواب میں اس نے ہار تسلیم کر کے اسے لکھا تھا، چند لمحوں کے توقف سے ہی اسکرین چمکی اور تیمور کا جواب نگاہ کے سامنے تھا، ایک طویل قہقہے کے بعد اس نے بڑے خباثت بھرے انداز میں لکھا تھا۔

"اُف اتنی محبت کرتی ہو اس لفنگے سے، سخت جیلس ہو رہا ہوں، خیر نکاح ہو گیا تمہارا یہی تب میں کہنا چاہتا تھا تم سے مگر تم سنتی ہی نہ تھیں، اب اس سے طلاق بھی لے لو جان من تا کہ حلالہ کی شرط پوری ہو اور تم پھر سے میری بانہوں میں آ سکو۔" تیمور کے الفاظ نے زینب کے چہرے پہ گویا آگ سلگا دی تھی، اس نے طیش کے عالم میں سیل فون کو دیوار سے دے مارا تھا، اندر داخل ہوتے جہان نے کس قدر حق دق ہو کر اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

"خیریت اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟" وہ اس کے قریب آ گیا، زینب کسی طرح بھی اتنی تیزی سے خود کو سنبھال نہیں سکی تھی جبھی سٹپٹا سی گئی۔

"پریشان ہو زینب؟" جہان نے اسے شانوں سے تھام کر مقابل کیا، انداز میں اتنی توجہ اتنی اپنائیت اور محبت تھی کہ جتنی شاید زینب کے اندر تڑپ تھی، جبھی وہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے ج؟'' اس نے بلا جھجک اپنی کیفیت بیان کی تھی۔

''ڈر؟ مگر کس سے؟'' جہان حیران رہ گیا تھا۔

''خود اپنے آپ سے، کاش میں ہی مر جاؤں، سارے مسائلے خود ہی حل ہو جائیں گے۔'' وہ ضبط کھوتے ہوئے ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر رو پڑی تھی، جہان کے اعصاب یکا یک تناؤ کا شکار ہو گئے۔

''فون کس کا تھا؟'' جہان کے سوال نے زینب کو نہ صرف محتاط کیا بلکہ مضطرب بھی کر دیا۔

''کسی کا نہیں، آپ بتائیں جانا کب ہے؟'' اس نے جلدی سے بات کا رخ موڑ کر گویا اس کا دھیان بٹایا۔

''آج ہی جانا تھا، کیا تم تیار ہو؟'' جہان نے جواب دے کر سوالیہ نگاہوں کو اس پہ جمایا۔

''پیکنگ کر تو لی تھی میں نے کل اور کیا کرنا ہے؟'' وہ بتا کر اسے دیکھنے لگی تو جہان کے لبوں کے گوشوں میں شریری مسکان مچل گئی تھی۔

''اور میرا ساتھ دینا ہے بس، دو گی؟'' سوال معنی خیز تھا، زینب کی پلکیں ایکدم سے جھکیں۔

''کتنے بجے کی فلائیٹ ہے؟ بتا دیں میں اس حساب سے تیار ہو جاؤں گی۔'' وہ طرح دے گئی تھی، جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا، جانے سے قبل جہان ژالے کے پاس کمرے میں آیا تھا۔

''یہاں سب ہی تمہارا بہت خیال رکھتے ہیں، مجھے پتہ ہے ژالے مگر پھر بھی اپنا خاص طور پہ خیال رکھنا، میں خود بھی کانٹیکٹ میں رہوں گا مگر تم بھی مجھے کال کرتی رہنا۔''

''اوکے جناب آپ زینب آپی اور فاطمہ کے ساتھ اپنا بھی خیال رکھیے گا۔'' ژالے نے اس کے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اسے مسکرا کر مطمئن کیا، جہان نے محض سر اثبات میں ہلایا تھا۔

''شاہ زینب بہت اداس لگتی ہیں ابھی بھی، حالانکہ میں سمجھتی ہوں اب ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔'' ژالے نے کب سے اپنے دل میں اٹکا ہوا سوال اس کے آگے رکھا تو جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

''کیوں اب اسے کون سا قارون کا خزانہ مل گیا ہے بھلا؟''

''آپ کسی قارون کے خزانے سے کم ہیں کیا؟'' ژالے نے مصنوعی خفگی سے گھورا تو جہان تمسخر سے ہنس پڑا تھا۔

''ہر کوئی تمہاری طرح سوچتا ہے نہ ہی تمہاری طرح قانع اور شاکر ہوتا ہے۔''

''اچھا اب آپ ان کی برائیاں نہ کریں میرے سامنے۔'' ژالے نے منہ بنا لیا تھا، جہان آہستگی سے مسکرانے لگا۔

''میں محترمہ کی برائیاں نہیں کر رہا، صرف تمہارے سوال کا جواب اور اس کا مزاج بتایا ہے۔'' وہ کاندھے اچکا کر بولا تو ژالے نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''شاہ ان کے لئے آپ نہ سہی مگر وہ آپ کے لئے، ضرور اہم اور خاص ہیں، آپ کو یہ بات انہیں ضرور بتانی چاہیے۔''

''مجھے نصیحتیں نہ کیا کرو ژالے، مجھے خود بہتر پتہ ہے مجھے کیا کرنا ہے۔'' جہان روڈ نظر آنے لگا، ژالے پزل ہو کر رہ گئی۔

''میں چاہتی ہوں زینب آپی خوش رہا کریں، آپ نہیں جانتے ہیں شاہ مما اور مما جان کے علاوہ اس

گھر کے ہر فرد کی نگاہ میں کتنی فکر ہوتی ہے ان کے لئے۔'' وہ عاجز سی ہو کر کہہ رہی تھی۔

''یہ تمہاری یا پھر باقی سب گھر والوں کی خواہش تو ہو سکتی ہے، مگر یہ زینب کی اپنی خواہش نہیں ہے، میں اپنی سی کوشش کر چکا ہوں اور کیا چاہتی ہو تم؟'' جہان کو غصہ آنے لگا تھا، ژالے خائف تو ہوئی تھی مگر اپنی بات پھر بھی کہہ ڈالی تھی۔

''آپ ان کو انڈر اسٹینڈ کرنے کی کوشش کریں شاہ، ان کے اصل پرابلم کو سمجھیں، الجھن ختم ہو جائے گی۔'' جہان نے سرد آہ بھر لی، پھر اس کو دیکھنے لگا۔

''اک بات پوچھوں؟''

''جی ضرور۔'' ژالے نے مسکراہٹ دبائی۔

''میں نے ہمیشہ یہی سنا پڑھا اور دیکھا ہے کہ ایک شوہر کی بیویاں آپس میں اک دوسرے سے رقابت اور حسد محسوس کرتی ہیں مگر تم لوگوں کا معاملہ الٹ کیوں ہے؟ وہ تمہاری اور تم اس کی فکر میں ہلکان آپس میں لڑنے کی بجائے تم مجھ سے لڑتی ہو، ہے نا حیرت انگیز بات۔'' وہ بے بس سا ہو کر کہہ رہا تھا، ژالے زور سے ہنس پڑی۔

''انڈر اسٹینڈنگ کا کمال ہے جناب، یہی آپ پیدا کریں ان سے۔'' ژالے نے مفید مشورے سے نوازا تھا، جہان نے آہ بھر کے کاندھے اچکا دیئے۔

☆☆☆

''ہیلو۔'' جہان نے بہت مصروفیت کے عالم میں کال ریسیو کی تھی، انجان نمبر تھا جبھی وہ ضروری کال سمجھ کر اگنور بھی نہیں کر سکا تھا۔

نظر سے دور رہ کر بھی کسی کی سوچ میں رہنا
کس کے پاس رہنے کا طریقہ ہو تو تم جیسا

جواب میں بڑے جذب سے شعر پڑھا گیا تھا، جہان نے حیرت بھرے انداز میں سیل فون کو کان سے ہٹا کر عجیب نظروں سے دیکھا یوں جیسے وہ فون نہ خود کال کرنے والی ہو۔

''کون؟ آپ نے شاید غلط نمبر ڈائل کر لیا ہے محترمہ۔''

''آہ......ہا......''

تمہاری بے رخی پہ ہی مٹا دی زندگی ہم نے
ہمارا حال کیا ہوتا اگر تم مہرباں ہوتے

اس کی رکھائی کے جواب بڑے درد بھرے انداز میں شعر لڑھکایا گیا، جہان کا موڈ یکا یک بگڑا تھا۔

''واٹ نان سینس، کون ہیں آپ؟ بات کرنے کی تمیز نہیں ہے کسی سے؟'' وہ بھنا کر فون بند کرنے لگا تھا کہ اس نے بے اختیار شکوہ کیا تھا۔

''ایک تو میں شاہ صاحب آپ کی اس یادداشت سے عاجز ہوں، اتنی جلدی انسان یا تو بڑھاپے میں بھولتا ہے اس وقت اگر وہ کسی کو اہمیت نہ دے رہا ہو، نیلما ہوں جی میں۔'' جہان کے اعصاب ایکدم سے تنفر اور کشیدگی سمیٹ لائے، ایک لفظ کہے بغیر اس نے کال ڈسکنیکٹ کی تھی اور فون کو سائیلنٹ پہ لگا دیا، جانتا تھا اب وہ مشکل سے ہی پیچھا چھوڑے گی، لاہور آیا تھا تو سوچا فیکٹری کا بھی چکر لگا لے اسی چکر

میں اچھا خاصا لیٹ ہو گیا تھا، یہ بارات کی روانگی کا ٹائم تھا اور وہ ابھی اپنے کاموں میں الجھا ہوا تھا، اس نے گاڑی کی رفتار کچھ اور بڑھائی مگر گھر پہنچ کر اسے ایک مزید الجھن کا سامنا کرنا پڑا تھا، زینب ٹی وی لاؤنج میں صوفے پہ نیم دراز گھریلو حلیے میں ٹی وی کے آگے جمی بیٹھی تھی۔

''تم تیار کیوں نہیں ہوئیں؟ کال کی تھی نا میں نے تمہیں۔'' بے تحاشا امڈتے غصے کو دبا کر اس نے کس قدر نرمی سے استفسار کیا تھا مگر اس کی یہ نرمی زینب کے جواب نے خاک میں ملا کر رکھ دی تھی۔

''اس لئے کہ میں نہیں جا رہی آپ کے ساتھ۔''

''کیا مطلب ہے اس بات سے؟'' وہ کسی طرح بھی خود کو بھڑکنے سے نہیں روک سکا، زینب کسی کا بھی دماغ خراب کرنے کی بھرپور صلاحیت سے مالا مال تھی یہ اسے یقین ہو چلا تھا۔

''آپ کے ساتھ جانے کا مطلب ہے، اس حوالے کا تعارف، جس کا مجھے ہرگز شوق نہیں ہے۔'' اس نے ہونٹ سکوڑ کر کہا تھا اور جہان کی رنگت توہین کے احساس سے لال ہو گئی تھی۔

''اگر یہ حوالہ اتنی ہی شرمندگی کا باعث تھا تمہارے لئے تو شادی نہیں کرنی تھی پھر مجھ سے۔'' وہ زور سے پھنکارا تھا، زینب نے جواباً اسے زہر آلود نظروں سے دیکھا تھا اور بدلحاظی سے چیخ پڑی تھی۔

''غلطی ہو گئی تھی مجھ سے، بلکہ یہ کہنا چاہیے جبر کیا گیا تھا مجھ پہ، بگڑا تو اب بھی کچھ نہیں ہے، چھوڑ دیں مجھے طلاق دے دیں۔'' وہ شاید حواسوں میں تھی یا نہیں البتہ جہان کو ضرور اس نے آپے سے باہر کر دیا تھا، اس نے طیش زدہ انداز میں زور سے اس کا بازو دبوچا اور ایک جھٹکے سے اپنے مقابل کھینچ لیا۔

''کیا کہا تم نے؟'' وہ یکلخت سرخ ہو کر دہک اٹھنے والی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

''طلاق مانگی ہے، بہت شوق ہے آپ کو بار بار میرے منہ سے یہ بات سننے......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی، جہان کا ہاتھ زناٹے کے تھپڑ کی صورت اس کے چہرے پہ پڑا تھا، ایک دو تین، وہ اتنے طیش میں تھا اتنا بپھرا تھا کہ اس اٹھے ہوئے ہاتھ کو روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی، زینب تو جیسے سکتے میں آ گئی تھی، خود جہان کا تنا ہوا چہرا خطرناک حد تک سرخ پڑ گیا تھا اور ہونٹ بھینچے ہوئے تھے، اس کا چوتھی بار کو اٹھا ہوا ہاتھ معاذ نے مداخلت کر کے روکا تھا، وہ ششدر سا باری باری دونوں کو دیکھ رہا تھا، زینب وحشت زدہ سی کھڑی رہی خوف اس کے وجود پہ کپکپی کی صورت طاری ہو چکا تھا اور آنکھیں طوفان کی زد میں آئے ہوئے سمندر کا عکس پیش کر رہی تھیں، غیر یقینی رنج حیرت اس کے چہرے کے ہر نقش میں جیسے منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔

''تم اندر جاؤ زینب۔'' معاذ اس شاک سے نکلا تو بامشکل زینب کو مخاطب کر پایا تھا، وہ بھی اس پل جیسے حرکت کرنے کے قابل ہوئی تھی ایک دم پلٹ کر بھاگتی دروازے سے نکل گئی، معاذ نے محتاط نگاہ سے جہان کو دیکھا تھا، جس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ اور برہمی کا تاثر ہنوز تھا۔

''بیٹھ جاؤ جے۔'' معاذ نے پہلے گلاس میں جگ سے پانی انڈیلا تھا پھر اسے کہنی سے پکڑ کر خود صوفے تک لایا، جہان یوں گہرے سانس بھر رہا تھا جیسے خود پہ قابو پانے کی کوشش میں مصروف ہو۔

''ریلیکس یار...... کام ڈاؤن، میں ایک آپریشن کے سلسلے میں یہاں آیا تھا، سوچا تم لوگوں سے ملتا چلوں مگر......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ کر پھر اسے حیرانی سے دیکھا۔

''پلیز معاذ لیو می الون۔'' وہ سخت عاجز ہو کر بولا تھا، معاذ نے شاکی ہو کر اسے دیکھا، البتہ کہا کچھ

نہیں تھا۔

''اوکے فائن، مگر پلیز کنٹرول یور سیلف اوکے؟'' اس کا کاندھا تھپکتا ہوا اٹھ کر زینب کی تلاش میں باہر آ گیا، وہ اسے بیڈ روم میں بستر پہ اوندھی پڑی سسکتی ہوئی ملی تھی، اس کی محض ایک پکار کے جواب میں وہ بے تابی سے اٹھ کر اس سے لپٹتے ہی دھاڑیں مار کر کچھ اس وحشت سے روئی کہ معاذ کو اسے سنبھالنا مشکل ہونے لگا۔

''آپ نے خود دیکھا نا لالے، جے نے مارا ہے مجھے، کیا فرق ہے ان میں اور تیمور میں، بتائیں مجھے۔'' بری طرح سے بلکتی ہوئی وہ بار بار ایک ہی سوال کرتی ایک ہی بات کو دہراتی رہی تھی۔

''تم لوگ لازماً مجھے پاگل کرو گے، اتنا تو میں بھی جانتا ہوں، جے خواہ مخواہ نہیں ہاتھ اٹھا سکتا تم پہ، یقیناً تمہارا قصور ہو گا کوئی۔'' معاذ کا یقین اتنا کامل ہو گا یہ تو خود جہان کو بھی اندازہ نہیں تھا، وہ اس درجہ شدید ٹینشن کے باوجود عجیب سے انداز میں مسکرا دیا تھا اور وہیں سے پلٹ گیا، جبکہ زینب سخت بدگمان ہو کر معاذ کے کاندھے سے الگ ہو گئی تھی۔

''ہاں میں ہی غلط ہوں، آپ بھی سزا دیں نا مجھے کوئی۔'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے زور سے چلائی تھی، معاذ نے جواباً تادیبی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''اپنا مزاج بدلو زینب، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے بات کرنے کا۔'' زینب جواب میں کچھ کہے بغیر ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے سسکنے لگی۔

''ہوا کیا تھا، ساری بات بتاؤ مجھے، جے کو تم نے کس بات پہ ناراض کیا کہ وہ اس حد تک چلا گیا، مائی گاڈ مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ وہ جے تھا، اتنا کول بندہ مگر اس وقت اتنے غصے میں۔'' معاذ واقعی ہی پریشان اور مضطرب ہو چکا تھا۔

''زینب کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے؟'' زینب کی خاموشی پہ معاذ نے ایک بار پھر اسے جھڑکنے والے انداز میں مخاطب کیا تو وہ ایک بار پھر چیخ پڑی۔

''اگر آپ کو مجھ سے زیادہ ان پہ اعتبار و یقین ہے تو پھر انہی سے کریں یہ سوال جا کر۔'' اس کے جواب نے معاذ کا بھی دماغ گھما کے رکھ دیا تھا۔

''بہت بدتمیز ہو تم زینی، دل تو چاہ رہا ہے دو چار تھپڑ تمہیں میں بھی لگا دوں، اسی قابل ہو تم۔'' وہ تلخی سے کہتا کمرے سے گیا تب زینب کے چہرے پہ کرب آمیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

(بس جے اب آپ نہیں میں خود بری بنوں گی، غلطی میری تھی نا، سزا بھی مجھے یہ بھگتنی ہے چاہے وہ آپ سے الگ ہونے کی ہو چاہے خود کو بار بار سولی چڑھانے یعنی تیمور کی تحویل میں دینے کی یہ بھی تو خودکشی کے برابر ہی ہے۔)

☆☆☆

''کھانا تو ڈھنگ سے کھاؤ تم، کیا ہو گیا ہے یار۔'' معاذ نے اسے چند نوالے لے کر ہاتھ کھینچتے دیکھا تو ٹوک دیا تھا۔

''بس اتنی ہی بھوک تھی مجھے۔'' وہ نیپکن سے ہاتھ پونچھ رہا تھا۔

''زینب نے بھی کھانا نہیں کھایا، میں تو حیران ہوں تم لوگوں کا بنے گا کیا؟ وہ اتنی احمق ہے، اپنا

غصہ بچی پہ نکال رہی تھی، بد دعائیں اور مار کٹائی، بھلا ہے وہ اتنی بڑی کہ یہ سلوک کیا جائے اس سے۔" معاذ سخت متاسف سا کہہ رہا تھا، جہان نے ہونٹ بھینچے رکھے۔

"میں چائے بنا رہا ہوں، پیئو گے نا تم؟" معاذ نے کرسی دھکیلتے ہوئے اس دیکھا، جہان نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"تھینکس میں تھکا ہوا ہوں، سوؤں گا۔"

"واقعی؟" معاذ نے اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی غیر یقینی سے جھانکا تھا کہ جہان تنگ پڑنے لگا۔

"جے میں صرف یہ بات سمجھتا نہیں ہوں مجھے یقین ہے تم بہت سمجھدار ہو، معاملا یقیناً شیئر نہیں کرنا چاہو گے، نو پرابلم، مگر اسے سدھارو گے ضرور...... ہے نا؟" وہ پتہ نہیں اس سے وعدہ چاہ رہا تھا یا تسلی، جہان خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر گہرا سانس بھر کے آہستگی سے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"تھینکس جے، مجھے تم آج بھی اتنے ہی عزیز ہو جتنے ہمیشہ تھے اور ہمیشہ رہو گے۔" معاذ نے اسے بازو کے حصار میں لے کر کہتے اسی خلوص اور محبت کا اظہار کیا تھا، جو ان کے بیچ ہمیشہ سے قائم رہا تھا، جہان کی آدھی سے زیادہ کلفت گویا اسی ایک پل میں دور ہو گئی تھی۔

"تمہاری بہن ذرا تھوڑی سی ٹیڑھے مزاج کی ہیں مگر ڈونٹ وری میں سدھار لوں گا اسے۔" اس دوران پہلی بار ہلکی سی مسکان کی جھلک اس کے چہرے پہ اتری تھی۔

"یہ ہوئی نا مردوں والی بات، مگر جان من مار نہیں پیار، یہ قوم پیار سے ہی رام ہوتی ہے یاد رہے۔" معاذ نے صرف نصیحت نہیں کی، اپنا تجربہ بھی بیان کیا تھا، جہان نے جواب میں اس کے ہاتھ کو نرمی سے دبا کر تسلی سے نوازا تھا، معاذ کے کمرے میں جانے کے بعد جہان خود بھی دل کڑا کر کے بیڈ روم میں آیا تھا، نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں وہ اسے صوفے پہ لیٹی نظر آئی، سینے سے فاطمہ کو چمٹایا ہوا تھا، پتہ نہیں سو رہی تھی کہ جاگ، جہان سست قدموں سے چلتا ہوا قریب آ گیا، جھک کر پہلے فاطمہ کو اس کی بانہوں کے حصار سے نکالا تھا اور احتیاط سے کاٹ میں لٹا دیا، زینب نے کچی نیند سے ہڑبڑا کر اسے دیکھا ضرور البتہ کسی قسم کی مداخلت نہیں کی تھی۔

"زینب!" وہ کروٹ بدل کر رخ دوسری جانب کر چکی تھی جب جہان کی آواز پہ ایک دم سے ساکن ہو کر رہ گئی، جانے کس بے لگام جذبے کے تحت دل پانی بن کر پگھلا اور آنکھیں شدتوں سے ابل پڑیں۔

"مجھے پتہ ہے تم سو نہیں رہی ہو۔" جہان نے کہا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی کمر میں بازو اس انداز میں حمائل کیا کہ ایک پل میں سارے فاصلے سمٹ گئے تو اس میں سارا جہان کی ہی کوشش کا عمل دخل نہیں تھا اس کا اپنا بھی تھا، وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی تھی۔

"آپ نے مجھے مارا جے۔" وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے رو دی، جہان نے اس کے ہر آنسو کو اپنے ہونٹوں سے چنا تھا۔

"تم نے بات ہی بہت غلط کی تھی زینی۔" وہ اسے اپنے بازوؤں میں کسی قیمتی متاع کی طرح سے اٹھا کر بیڈ پر لایا تھا۔

"وہ بھی مجھے ایسے ہی مارتا تھا پھر کیا فرق رہا اس میں اور آپ میں۔" وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تھی، لہجے میں ہوکتا ہوا کرب اور اذیت کی انتہا تھی، جواب میں جہان کو چپ لگ گئی تھی، اس نے اس بات کا

جواب زبان سے نہیں عمل سے دیا تھا، اس نے اتنی توجہ، اتنی نرمی اتنی محبت سے اسے چھوا تھا اسے برتا تھا کہ وہ خود پہ نازاں ہو جاتی، جہان نے بتایا تھا تیمور اگر وحشی درندہ تھا تو وہ عشق کی معراج کو چھو کر لوٹا تھا، تیمور نے اسے لوٹا تھا تو وہ اسے انمول کر رہا تھا، تیمور نے اسے بے مایا کیا تھا، تو وہ اسے معتبر کر رہا تھا، بس یہی فرق تھا، اس میں اور تیمور میں۔

☆☆☆

اگلے دن کی صبح بے حد حسین تھی، چمکیلی روشن اور دمکتی ہوئی، جہان نماز پڑھ کے لوٹا تو زینب ہنوز بستر میں موجود تھی، جہان نے مسکرا کر آہستگی سے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

"صبح بخیر میم!" اس کی آنکھوں میں صرف شرارت نہیں تھی، بھرپور آسودگی اور خمار آلو نشہ بھی تھا، زینب اسے دیکھتی رہ گئی، دھیرے دھیرے رات کے سارے منظر اس کی نگاہ میں روشن ہوئے تو اس کے وجود پہ سناٹے سے چھا گئے تھے، پہلے نگاہ جھکی پھر وہ خود میں سمٹی تھی اور جیسے اس نقصان پہ ششدر رہ گئی تھی، یہ کیا ہوا تھا، بنا بنایا کھیل اس نے خود بگاڑنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی، اس نے بے دردی سے ہونٹ کچلے تھے، کل جو کچھ بھی ہوا تھا اس کے پیچھے تیمور کی شدید اور خوفناک دھمکیاں تھیں اور وہ اتنی خوفزدہ ہو گئی تھی کہ اس کی خواہش کے مطابق ماحول کو خراب کر کے جہان کو پریشان کرنا شروع کر چکی تھی، وہ جانتی تھی کہ غصہ اور نشہ ہی انسان کے ایسے دشمن ہیں جو اسے بربادی کی آخری حد تک لے جاتے ہیں، تیمور نے نشے میں اسے چھوڑا تھا وہ جہان کو غصے میں لا کر یہ کام کرانا چاہتی تھی، ورنہ تیمور جیسا درندہ صفت انسان وہ کرتا جو اسے دھمکیاں وہ دے چکا تھا، اس نے بہت سوچا تھا مگر وہ جہان کو نقصان پہنچانے کے تصور سے ہی لرز اٹھتی تھی، جہان سے صرف اس کی ذات نہیں وابستہ تھی، ژالے تھی اس کا ہونے والا بچہ اور خود اس کی پوری فیملی، جبکہ وہ اگر تیمور کی بات مان لیتی تو کیا ہوتا، وہ خود برباد ہوئی نا تو اس میں کیا تھا، وہ تو پہلے بھی برباد ہو چکی تھی، فیصلہ ہوا تو اس نے دل پہ پتھر رکھ لیا، مگر جہان کے ہاتھ اٹھانے کے بعد اس کے اندر کی حالت ہی بدل گئی تھی، عقل پہ جذبات غالب آ گئے تھے، یہ وہ جہان تھا جس کی نگاہ نے بھی کبھی سختی سے نہیں چھوا تھا اسے، کہاں اتنی وحشت کہ وہ اس پہ ہاتھ اٹھا چکا تھا، وہ تو جیسے پاگل ہونے لگی تھی دکھ اور صدمے سے ایسے میں جہان کی ذرا سی توجہ اسے پیاسی دھرتی میں بدل گئی تھی، اگر جہان مہربان بادل بن کر چھایا تھا، اس پہ تو حواسوں میں وہ بھی نہیں رہی تھی، جبھی تو صدیوں کے فاصلے مٹ گئے تھے، تمام گلے دور ہو گئے تھے، کتنا مہکتا ہوا تھا وہ حصار جس میں مقابل کی بے خودی کے گہرے تاثر میں بھی دھیان اور توجہ کے رنگ واضح اور اہم تھے، ہاں بس ایک شکایت پھر بھی اسے ہو گئی تھی، اس درجہ قربت میں بھی جہان نے اس پہ اظہار محبت کا ایک موتی بھی نچھاور نہیں کیا تھا، اس نے پھر جانا تھا کہ جہان کی محبت جو کوئی بھی تھی مگر وہ تم نہیں تھی۔

"آج ناشتہ نہیں ملے گا جناب!" جہان نے اسے چونکانے کو باقاعدہ کھنکار کر کہا تب وہ جیسے گہری نیند سے جاگی۔

"رات کیوں آئے تھے میرے پاس آپ؟" وہ لہجہ و انداز بدل کر ناگن کی طرح سے پھنکار اٹھی، جہان تو ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟" وہ ٹھٹک کر بولا، چہرے پہ سبکی کا احساس چھلک پڑا تھا۔

''ابھی بھی مجھ سے مطلب پوچھتے ہیں، مطلب پرست تو آپ نکلے، مجھے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا کہ آپ کا نفس اس قدر کمزور ہوگا۔'' وہ جان بوجھ کر ایسے الفاظ کا استعمال کر رہی تھی جس سے جہان کو زیادہ طیش آسکے۔

''زینب حواسوں میں ہو تم؟ اندازہ ہے کیا کہہ رہی ہو؟'' جہان بامشکل خود کو کنٹرول کر رہا تھا، البتہ اس کا چہرا ہر لحہ سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

''ابھی تو حواسوں میں لوٹی ہوں، آپ نے میری کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا، میں پوچھتی ہوں آپ نے میری اجازت کے بغیر مجھے چھوا بھی کیسے؟'' اس نے بھڑکتے ہوئے سائیڈ پہ پڑا گلدان اٹھا کر زور سے زمین پہ مارا تھا، جہان کا ضبط بھی بس یہیں تک تھا۔

''چیخو مت، اپنی گھٹیا اور فضول بکواس بند رکھو، معاذ یہیں ہے اس تک تمہاری آواز نہیں جانی چاہیے۔'' وہ آگے بڑھ کر اس کے بازو کو زور دار جھٹکا دیتے ہوئے بولا تھا۔

''چیخوں نا، بکواس بند کرانا چاہتے ہیں؟ میں ساری دنیا کو آپ کی اصلیت دکھاؤں گی۔'' وہ طیش میں آئی وہ اسے دھکا دے کر الٹے قدموں پیچھے ہٹی تھی کہ اسی پل بے اختیار کراہتی بے دم سی ہو کر نیچے بیٹھ گئی، وہ ننگے پاؤں تھی، کچھ دیر قبل ٹوٹے واز کے نوکیلے ٹکڑے اس کے پیروں میں کھب کر اسے زخمی کر گئے تھے، خون بہت تیزی سے نکل کر ماربل کے سفید فرش کو رنگین کرنے لگا، جہان جو شاکڈ کھڑا تھا سب کچھ بھلا کر تیزی سے اس کی جانب آیا۔

''مائی گاڈ...... کیا کیا ہے یہ تم نے؟'' وہ جیسے صدمے سے چور آواز میں بولا تھا، زینب بے حس سی بیٹھی رہی۔

''اٹھو ادھر بیڈ پہ آؤ۔'' جہان نے اس کے پیروں سے پہلے نوکیلے کانچ کھینچے تو خون کا اخراج کچھ اور تیزی سے بڑھا تھا جسے ایک نگاہ دیکھتے اسے سہارا دینا چاہا مگر وہ بری طرح سے مچلی تھی۔

''ڈونٹ ٹچ می او کے؟'' اس کے لہجے میں غراہٹ تھی، جہان سخت عاجز ہوا تھا پھر جیسے اس کی بات پہ دھیان دیئے بغیر اٹھا کر اسے قریبی صوفے پہ بٹھا دیا اور خود معاذ کو بلانے بھاگا تھا، زینب نے دھند آلود نظروں سے اپنے زخمی پیروں پہ نگاہ کی تو جیسے کلیجہ منہ کو آنے لگا، زخم بے حد گہرے تھے اور خون اتنی تیزی سے بہہ رہا تھا، تکلیف کا احساس تو ایک طرف تھا اسے تو اتنے خون نے عجیب سی وحشت سے دوچار کیا تھا، تب ہی سلیپنگ گاؤن کی کھلی ڈوریوں کو عجلت میں باندھتا بکھرے بالوں اور سرخ آنکھوں میں پریشانی کا تاثر لئے معاذ وہاں آیا تھا اور زینب کی حالت دیکھ کر وہ چند ثانیوں کو بھونچکا رہ گیا تھا۔

''زینی پیر ادھر کرو۔'' معاذ تیزی سے حرکت میں آتے ہوئے چھوٹی ٹیبل گھسیٹ کر سامنے رکھنے کے بعد خود اس کے پیر اٹھا کر اس انداز سے ٹکائے تھے کہ زخموں کا معائنہ کرنے اور مرہم پٹی کرنے میں سہولت رہے اور اسی پل وہاں میڈیکل باکس کے ساتھ پہنچنے والے جہان سے باکس لے لیا تھا، یہ فرسٹ ایڈ کا سامان اس کے پاس ہر وقت کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں کام آنے کو موجود ہوا کرتا تھا۔

''اسٹچنگ ہوگی جے تم ایسا کرو زینی کو یہاں سے اٹھا کر وہاں بستر پہ لٹا دو، زخم بہت گہرے ہیں، اسے پہلے انجکشن لگنے ہوں گے۔''

میڈیکل باکس کو کھول کر اپنی مطلوبہ دوائیں اور اوزار نکالتے ہوئے وہ بے حد سنجیدگی کے ساتھ

جہان سے مخاطب ہوا تھا، جہان اپنی جگہ پہ مضطرب سا کھڑا رہ گیا، زینب کی جو ذہنی حالت تھی کچھ پتہ نہیں تھا وہ معاذ کے سامنے بھی کیا کچھ بول جاتی ہی وجہ تھی کہ وہ اس کے پاس جانے کے خیال سے بھی خائف نظر آ رہا تھا، معاذ انجکشن تیار کر چکا تھا اس کی اس پس و پیش کو پلٹ کر حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔

''جے...... کچھ کہا ہے تم سے میں نے۔'' وہ نرمی سے جھنجھلایا تھا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ اسے پہلی بار جہان پہ غصہ آیا تھا، زینب کی تکلیف اور حالت کے باوجود اس کی یہ خاموشی جو بے حسی کی طرف اشارہ کر رہی تھی معاذ کو بالکل اچھی نہیں لگی تھی جہان نے ہونٹ کچلے پھر کسی قدر گریز کرتی نظروں سے زینب کو دیکھا تھا، وہ سر جھکاتے ہوئے بیٹھی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات کا وہ ہرگز بھی اندازہ لگانے میں ناکام رہا تھا۔

''میں خود وہاں چلی جاتی ہوں لالے!'' وہ بھیگی اور مدہم آواز میں بولی اور اسی ارادے سے اٹھنا چاہا تھا کہ معاذ نے گھبرا کر اسے تھاما تھا۔

''زینی تم فی الحال تو کیا اب اگلے بہت سارے دن تک چلنے کے قابل نہیں رہی ہو او کے؟'' اس نے کس قدر دکھ اور تاسف میں مبتلا ہو کر یہ بات کہی تھی، جہان نے اس انکشاف پہ پہلو بدل کر معاذ کو دیکھا تھا۔

''تم کس سوچ میں گم ہو جے؟ کچھ کہا ہے تم سے، اگر میرے سامنے شرما رہے ہو تو میں باہر چلا جاتا ہوں۔'' اب کے معاذ کے لہجے میں جتلاتی ہوئی ناراضی تھی، جہان کو دل کڑا کر کے آگے بڑھنا پڑا، زینب کو اٹھاتے ہوئے اس کی نگاہ ایک پل کو اس کے چہرے پہ ٹھہری تھی، اسے ہونٹ بھینچ کر چہرے کا رخ پھیرتے دیکھ کر اسے اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہوا تھا اور جب وہ اسے بستر پہ لٹا کر سیدھا ہو رہا تھا، جو اس وقت اس کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا اس کی شرٹ زینب نے مٹھیوں میں بھینچ رکھی تھی، اتنی شدت سے کہ جہان کو باقاعدہ زور لگا کر چھڑانا پڑی تھی، اس نے حیران الجھن زدہ نگاہ سے زینب کا چہرا دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا اور لمبی ریشمی پلکوں سے سجی آنکھیں سختی سے بند تھیں، جہان کو عجیب سے احساسات نے گھیر لیا اس نے انہی احساسات سے پیچھا چھڑانے کو زینب کے ہاتھوں کو زور سے جھٹکا تھا اور فاصلے پہ ہو گیا، جب تک معاذ زینب کے زخموں کی مرہم پٹی کرتا رہا زینب کے آنسو اسی شدت سے بہتے رہے تھے۔

''ریلیکس زینی گڑیا! میں تمہیں پین کلر دیتا ہوں، ابھی درد ختم ہو جائے گی۔'' معاذ نے اپنے تئیں اسے تسلی دی تھی، پھر چند ٹیبلیٹس نکال کر جہان کے آگے رکھی تھیں۔

''یہ زینب کو کھلا دو جے، نیند کی بھی دوا ہے اس میں۔'' جہان کو ناچار دوا لینی پڑی تھی، پانی کا گلاس اٹھایا اور جگ سے پانی نکال کر اس کے پاس آ گیا تھا، جہان نے کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر گولیاں ہتھیلی پہ منتقل کی تھیں اور گلاس اس کے نزدیک رکھ دیا، زینب کی آنسوؤں سے چھلکتی نظریں مستقل اسی پہ جمی ہوئی تھیں، جہان کو اس کی انہی نگاہوں سے تپ چڑھ رہی تھی۔

''کیا ثابت کرنا چاہتی تھی وہ معاذ کے سامنے کہ سارا قصور اسی کا تھا۔''

(وہ وقت گزر گیا زینب بیگم جب تم ہر الزام مجھ پہ رکھ کر بری ذمہ ہو جاتی تھیں، تمہاری اب کی کوئی بھی بدتمیزی کے جواب میں میں تمہیں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ ہمیشہ یاد رکھو گی۔)

اس کا دماغ کسیلے دھوئیں سے بھرتا جا رہا تھا، زینب نے دوا پھانکی اور پانی کے چند گھونٹ بھرے، گلاس واپس رکھتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے بھیگی آنکھوں کو رگڑا تھا، اس دوران کاٹ سے فاطمہ کے رونے کی آواز آنے لگی، زینب کے ساتھ معاذ اور جہان نے بھی چونک کر اس سمت دیکھا تھا، معاذ نے دانستہ تغافل برتا تھا، جہان البتہ اس کی کیفیت سے انجان آگے بڑھ چکا تھا، فاطمہ کو کاٹ سے اٹھا کر اس نے اپنے طور پہ بہلانے کی کوشش کی تھی مگر بچی بے چین ہو رہی تھی ماں کی آغوش کو۔

''تم دونوں آپس میں ابھی تک بات نہیں کر رہے ہو؟'' معاذ نے جہان کے گریز اور زینب کی بے نیازی سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا، جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کے فاطمہ کو زینب کی گود میں دیا اور جواب میں کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا تھا۔

''تمہیں نہیں لگتا ہے جے کہ تم لوگ ایک معمولی جھگڑے کو طول دیئے جا رہے ہو؟'' معاذ بے بسی سے کہتا اس کے پیچھے آیا تھا۔

''تمہاری بہن کا دماغ خراب ہو گیا ہے معاذ! میری بجائے بہتر ہے یہ بات تم اسے سمجھاؤ۔'' وہ بھڑک کر پھٹ پڑنے کے انداز میں بولا تو معاذ نے اچاٹ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''کیا سمجھاؤں؟ مجھے کسی بات کا سرا بھی تو تھماؤ، ایسی کون سی راز داری کی بات ہے آخر؟'' معاذ کے سوال پہ جہان کا چہرا یکلخت سرخی مائل ہو کر رہ گیا۔

''میں ناشتہ بنانے جا رہا ہوں، جو کھانا ہے بتا دو۔'' اس کا سوال یکسر نظر انداز کیے وہ ایک نئی بات کر رہا تھا، معاذ بری طرح سے جھلا گیا، جہان کمرے سے جا چکا تھا، معاذ ہاتھ لے کر تیار ہونے کے بعد وہاں آیا تو جہان ناشتے کی ٹرے وہیں لے آیا تھا۔

''مجھے ابھی واپس جانا ہوگا جے، تم لوگ تو رکو گے نا؟'' معاذ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اسے مخاطب کر چکا تھا۔

''مجھے بھی رک کر کیا کرنا ہے، آج شام تک ہو سکتا ہے آ جائیں۔'' جہان نے سلائس پہ مکھن لگا کر پلیٹ اس کے آگے رکھی۔

''چائے پیو گے یا جوس دوں؟''

''تم ناشتہ کرو یار میں لے لوں گا اور واپس کیسے آؤ گے، زینب ایک قدم چلنے کے بھی قابل نہیں ہے، اگر یہ واز ٹوٹا تھا تو تم لوگوں کو چاہیے تھا اس کی کرچیاں کم از کم سائیڈ پہ کر دیتے، حد ہے لاپرواہی کی۔'' معاذ کو پھر سے تاسف گھیرنے لگا۔

''یہاں بھی تو میں نہیں رک سکتا نا، اتنے دن، پھر ہر روز اس کی ڈریسنگ چینج ہونی ہے، میں کہاں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا، اگر یہاں کے آفس بھی جاؤں تو پیچھے اس کی دیکھ بھال کون کرے گا؟'' جہان کے لہجے میں اتنی جھنجھلاہٹ اور بے زاری تھی کہ معاذ کی آنکھیں حیرت کے واضح اظہار کے طور پہ پھیلتی چلی گئیں، اسے یقین نہیں آ سکا تھا یہ جہان ہے، وہی جہان جسے زینب کو کھو دینے کے احساس سے بے حال ہو کر بارہا مرتبہ آنسو بہاتے وحشت زدگی کے عالم میں وہ دیکھ چکا تھا، اسے ایسی چپ لگی تھی کہ وہ کچھ بول نہیں سکا، ناشتے سے بھی اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا، تب ہی جہان کو اپنے رویئے کی شدت کا اندازہ ہوا تھا جبھی خفت کا گہرا احساس رگ و پے میں سرائیت کرتا چلا گیا۔

''جا نہیں رہے ہو تم؟'' جہان اسے اٹھ کر لاؤنج کے صوفے پہ نیم دراز ہوئے دیکھ کر مدہم سے انداز میں استعجابی لہجے میں بولا تھا۔

''میں شام کو تمہارے ساتھ ہی چلوں گا، زینب اور فاطمہ کو اکیلے تم کہاں سنبھال سکو گے، کسی بھی فلائیٹ سے تم سیٹس کنفرم کرا لو۔'' معاذ کے جواب پہ جہان نے ہونٹ بھینچ لئے تھے، صاف پتہ چلتا تھا وہ اس کی گفتگو سے ہرٹ ہوا ہے، جو بھی تھا اس میں معاذ کا قصور کہیں بھی نہیں نکلتا تھا، اسے کم از کم معاذ کے سامنے یوں ہائپر نہیں ہونا چاہیے تھا۔

''آئی ایم ساری فار دیٹ۔'' جہان نے اس کے ہاتھ کو تھام کر نرمی سے دبایا تھا، معاذ نے لمحہ بھر کو سرخ ہوتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اٹس او کے، میں سمجھ سکتا ہوں تم لازماً کسی کریٹکل سچویشن کو فیس کر رہے ہو، میں نے مائینڈ نہیں کیا بس تمہارا بوجھ بانٹنا چاہتا ہوں۔'' اس کا لہجہ صرف مدہم نہیں تھا بوجھل بھی ہو رہا تھا۔

''مجھے زینب بہت پریشان کر رہی ہے معاذ، کل ڈائیورس کا مطالبہ کر رہی تھی مجھ سے۔'' اس نے بھینچے ہوئے لہجے میں کہہ کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا، جبکہ معاذ سکتے میں آ گیا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہو جے؟'' اس کے حلق سے سرسراتی آواز نکلی تھی، جس میں غیر یقینی اور استعجاب کا تاثر چھلکتا تھا۔

''مجھے نہیں پتہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے، تم بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟'' اس کے چہرے پہ بے بسی سی بے بسی تھی۔

''کہیں وہ اس بات سے تو خائف نہیں کہ تمہاری بٹی ہوئی توجہ اسے پریشان کرتی ہے؟''

''لیکن اگر ایسا ہے بھی تو اسے نہیں بھولنا چاہیے کہ سکری فائز ثرالے نے ہی کیا ہے۔'' کچھ تاخیر کے بعد معاذ نے پھر کہا تو اس کی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔

''اتنا تو میں بھی جان سکتا ہوں کہ اس کی کیفیات متضاد ہیں، وہ کسی بات پہ شدید ٹینشن میں مبتلا ہے، ایک لمحے اگر غصے میں ہوتی ہے تو دوسرے لمحے اس قدر بے چین حراساں اور مضطرب، معاذ مجھے لگتا ہے وہ مجھ سے شیئر نہیں کرے گی، تم یہ کوشش کر کے دیکھو۔'' جہان نے کسی خیال کے تحت کہا تھا، معاذ گہرا سانس بھر کے سر کو نفی میں جنبش دینے لگا۔

''وہ مجھ سے ہرگز بھی اتنی بے تکلف نہیں ہے کہ اپنی الجھن یا پھر پریشانی کو مجھ سے کہنے پہ آمادہ ہو جائے، میری نسبت وہ تم سے زیادہ کلوز رہی ہے ہمیشہ، تم خود کیوں نہیں کرتے یہ کوشش۔''

''اُفوہ یار...... اس کی ٹینشن کا باعث ہی میری ذات ہے، مجھ سے کیسے کہے گی وہ، مجھے کبھی تو لگتا ہے وہ اب بھی مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، ایک بار پھر اس پہ زبردستی ہو گئی ہے۔'' جہان بیک وقت پریشانی، تفکر اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا۔

''ایسی فضول باتیں مت سوچو جے، زینب ایسا مزاج نہیں رکھتی کہ اس پہ زور زبردستی چل سکے۔''

''پھر تم اسے جانتے ہی نہیں ہو، وہ پہلے والی زینب کہیں سے بھی نہیں رہی، بالکل بدل گئی ہے۔'' جہان کے پرزور اور پریقین لہجے پہ اس تشویش زدہ ماحول اور صورتحال کے باوجود معاذ کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی۔

''میں تو پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں جناب کہ مجھ سے کہیں زیادہ آپ اسے جانتے ہیں، سو آپ کی بات پہ اتفاق کے سوا میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں۔'' اس کے شگفتہ لہجے نے جہان کے چہرے پہ خجالت کی سرخی بکھیری تھی وہ جھینپتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔

''محترمہ نے کچھ کھائے پیئے بغیر ہائی پوٹنسی کی دوائیں نگل لی ہیں، مجھے تو خیال ہی نہیں رہا، ناشتہ دے آؤں۔'' وہ ٹرے اٹھاتے ہوئے بولا تو معاذ نے اسے بے دریغ گھورا تھا۔

''رات بھر وہ تمہارے ساتھ تھی، تمہیں خیال کرنا چاہیے تھا اس بات کا اگر وہ بھوکی تھی تو دوا نہ کھلاتے، مجھے کیا پتہ تھا۔'' معاذ اس پہ چڑھ دوڑا تھا۔

''پریشانی ہی ایسی تھی کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہ پایا۔'' جہان نے خفت زدہ انداز میں گویا اپنی صفائی پیش کی، معاذ کو ایکدم وہ بہت اچھا لگا تھا۔

''جے کل اور پھر آج صبح جو کچھ میں نے دیکھا اس کے بعد سچی بات ہے میں بہت خائف ہو گیا تھا تم سے یہ بھی حقیقت ہے زینب کی ہٹ دھرمی اور ضدی طبیعت کو جاننے کے باوجود مجھ سے اس کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی، پہلے اور بعد میں بھی میں اسے تمہارے حوالے کرنے کے حق میں اسی لئے تھا کہ جانتا تھا تم اس کی بہت اچھے انداز میں کیئر کر لو گے، کل سے تمہارے رویئے نے مجھے الجھایا ہی نہیں پریشان بھی کر دیا تھا مگر اب...... جے مجھے پھر تسلی ہوئی ہے کہ تم وہی جے ہو کیئرنگ اور لونگ جے جس کو زینب سے خصوصی طور پہ محبت ہے، اس کی بدتمیزی کو سدھارنا ضرور مگر کبھی ہمیشہ کے لئے اس سے خفا نہیں ہونا کہ وہ پہلے ہی بہت دکھ اٹھا چکی ہے، اس نے اپنی تھوڑی سی غلطی کا بہت بڑا خمیازہ بھگتا ہے۔'' معاذ کی آواز مدھم ہوتے آخیر میں بالکل بوجھل ہو گئی تو جہان نے ٹرے واپس رکھ کر اسے تھام کر گلے سے لگا لیا تھا۔

''تمہیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے معاذ، وہ جتنی بھی بدل گئی ہو، میں وہی ہوں اور انشاء اللہ وہی رہوں گا بھی، صرف اسی کے لئے نہیں باقی سب کے لئے بھی، کیا میں نہیں جانتا زینب میری پوری فیملی کے لئے کتنی اہم ہے۔'' وہ اسے تھپکتے ہوئے تسلی بھرے انداز میں بولا تو معاذ نے اس کے کاندھے سے سر اٹھایا تھا۔

''صرف فیملی کے لئے؟''

''نہیں میرے لئے بھی، میرے باپ۔'' وہ جھینپ کر اسے ایک دھپ لگاتے ہوئے بولا تو دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

☆☆☆

جہان نئے سرے سے اس کے لئے تازہ ناشتہ تیار کر کے لایا تو اسے وہ بیڈ پہ نظر نہیں آئی تھی، وہ حیران پریشان سا نظریں گھما کر اسے پورے کمرے میں دیکھنے لگا، زخمی پیروں کے ساتھ وہ بھلا کہاں جا سکتی تھی، ٹرے رکھ کر وہ سیدھا ہو رہا تھا جب واش روم کے دروازے کا بالٹ گرنے کی آواز پہ چونک کر پلٹا، گیلے بالوں کو تولیے میں لپیٹے وہ چہرے پہ تکلیف کے آثار لئے دروازے کا سہارا لئے پنجوں کے بل کھڑی نظر آئی تو جہان کا تشویش کے ساتھ غصے سے بھی برا حال ہو کر رہ گیا تھا، وہ سرعت سے اس کی جانب آیا تھا اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اسے ہاتھوں پہ اٹھا لیا تھا، زینب کو اس کی اس حرکت نے پہلے

ششدر کیا پھر وہ بری طرح سے بپھر کر رہ گئی تھی، مگر جہان نے اس کی مذاحمت کو خاطر میں لائے بغیر بیڈ پہ ہی لا کر اسے چھوڑا تھا۔

''کیا بدتمیزی تھی یہ......؟ میں کہہ چکی ہوں نا میرے ساتھ زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکیل کر خفت زدہ چہرے کی گریز پائی کے ساتھ دبے لہجے میں چلائی۔

''دماغ تو تمہارا خراب ہو گیا ہے شاید، سنا نہیں تھا کیا کہا تھا معاذ نے، اگر واش روم جانا تھا تو مجھے کہا ہوتا، ناس مار لیا ہو گا زخموں کا، مجھے لگتا ہے ٹانکے کھل گئے ہیں۔'' جہان نے اس کے پیروں پہ موجود سفید پٹیوں کو پھر سے خون سے رنگین ہوتے دیکھ کر پریشانی سے کہا تھا۔

''میں مر بھی رہی ہوں گی نا، تب بھی آپ کا سہارا لینا مجھے گوارا نہیں ہو گا، سمجھے آپ؟'' اس کی ذہنی حالت پھر سے بگڑنے لگی، جہان نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا اور کچھ دیر یونہی دیکھتا رہا۔

''میں جانتا ہوں زینب تم مجھے پسند نہیں کرتی ہو، لیکن پریشان کرنے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے، میرا نہیں کم از کم خود سے وابستہ دوسرے لوگوں کا ہی خیال کر لو، معاذ بہت اپ سیٹ ہے اس وجہ سے۔'' اس نے خود کو کمپوزڈ رکھتے ہوئے بہت تسلی سے اسے سمجھانا چاہا تھا اور ناشتے کی ٹرے اس کے آگے رکھی۔

''مجھے نہیں کھانا یہ، اٹھائیں اسے۔'' زینب نے بے حد بدتمیزی سے ٹرے کو دور سرکایا، جہان ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

''آخر کیا چاہتی ہو تم مجھ سے؟'' وہ جیسے تنگ پڑنے لگا تھا۔

''میں کل بتا چکی ہوں آپ کو، بھول گئے ہیں یا پھر سے سننا چاہتے ہیں؟'' زینب نے طنز آمیز نظروں کو اس پہ جمایا، جہان کو پھر سے اپنا ضبط آزمانا پڑ گیا تھا۔

''تم جو مرضی کر لو، میں کبھی تمہاری یہ فضول بات نہیں مانوں گا، شادی تمہارے نزدیک کوئی کھیل ہو گی مگر میرے نزدیک ایک مقدس بندھن ہے، جسے بار بار بنایا اور بگاڑا نہیں جاتا۔'' زینب نے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھے بغیر وہ پلٹ کر باہر چلا گیا تھا، ایسے میں تیمور کی کال پھر سے آنے لگی تو زینب نے انجام کی پرواہ کیے بغیر سیل فون اٹھا کر دیوار سے دے مارا تھا۔

☆☆☆

''میں اب چل سکتی ہوں لالے؟'' معاذ اس کے پیروں کی ڈریسنگ بدل کر سیدھا ہوا تو زینب نے اکتاہٹ آمیز انداز میں استفسار کیا تھا۔

''ٹانکے کھل گئے ہیں زخم بھی بہتر ہے پہلے سے، مگر تم کچھ اور ریسٹ کر لو گی تو تمہارے حق میں اچھا ہو گا۔''

''میں اکتا گئی ہوں لالے، پلیز مجھے چلنے دیں نا۔'' اس نے بے بس سے انداز میں منت کی تھی، وہ لوگ پرسوں ہی واپس کراچی آ گئے تھے، زینب کی اس دن سے خصوص دیکھ بھال ہو رہی تھی۔

''تھوڑا بہت چل پھر لیا کرو، مگر زیادہ نہیں، کوشش کرو کسی کا سہارا لے لو، اس سے زخموں پہ زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا۔'' معاذ نے اس کی حالت پہ رحم کھاتے ہوئے جہاں اجازت دی وہاں ساتھ میں ہدایت بھی جاری کی تھی۔

''زینی آپا آپ میرا سہارا لے کر آ جائیں، میں آپ کو لان میں لے چلتی ہوں، موسم بھی بہت اچھا

ہو رہا ہے۔'' ژالے جو اس کے لئے دودھ کا گلاس لے کر آئی تھی، نرمی سے بولی تھی، زینب نے جواب میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''تم اپنی ساری ہمدردیاں اپنے پاس سنبھال کر رکھو سمجھیں، ضرورت نہیں ہے مجھے ان کی۔'' بدلحاظی کے اس مظاہرے نے صرف ژالے کو ہی خفت زدہ نہیں کیا معاذ کو بھی اپ سیٹ کیا تھا۔

''ژالے بھابھی آپ کو جے کچھ دیر پہلے بلا رہا تھا، شاید آپ کچن میں تھیں تب۔'' معاذ نے اس کی اڑتی ہوئی رنگت اور خفت زدہ تاثرات سے خود شرمسار ہوتے ہوئے نرمی سے کہہ کہ گویا خود زینب کے رویئے کی تلافی کرنا چاہی تھی، وہ محض سر ہلا کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

''محسن کے احسان کے بدلے برائی کرنے والے لوگ کم ظرف اور پست سوچ کی عکاسی کر رہے ہوتے ہیں زینب، تمہیں کم از کم ژالے بھابھی سے یہ رویہ سوٹ نہیں کرتا۔''

''محسن؟ کون سا احسان کیا ہے اس نے مجھ پہ لالے؟ اسی کی وجہ سے زندگی تنگ ہو کر رہ گئی ہے مجھ پہ۔'' وہ بھڑک کر اس پہ الٹ پڑی تھی۔

''ژالے بھابھی کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی جے کی بیوی ہوتی تو آج تمہاری بھی یہ حیثیت نہیں ہو سکتی تھی۔'' معاذ نے نا چاہتے ہوئے بھی اسے آئینہ دکھایا تھا، زینب کی رنگت جانے کس احساس کے تحت سرخ پڑ گئی۔

''ہمدردی کی آڑ میں جو چھرا اس نے میری پشت میں کھونپا ہے اس کی حقیقت سے آپ کہاں آگاہ ہو سکتے ہیں، کاش ایسا نہ کرتی وہ۔'' اس نے پھپھک کر کہنے پہ معاذ نے جواباً اسے بہت غصے سے دیکھا تھا۔

''تمہارا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ تم جے سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں؟''

''میں اس موضوع پہ اب کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی لالے۔'' زینب نے قطعیت بھرے ٹھوس انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تھا، معاذ نے ہونٹ بھینچ لئے پھر اٹھتے ہوئے دوٹوک انداز میں جتلا کر گویا ہوا تھا۔

''اگر تم اپنے مسائل شیئر کرنے پسند نہیں کرتیں تو پھر بہتر ہے اپنا رویہ درست رکھو، مجھے آئندہ شکایت نہیں ملنی چاہیے۔'' اس کی سخت تنبیہ کے جواب میں زینب نے دانت بھینچ لئے تھے، معاذ کمرے سے نکل کر باہر لان میں آیا تو ژالے کرسی پہ اکیلی بیٹھی فون پہ بات کرنے میں مصروف تھی اور کسی قدر مضطرب لگتی تھی۔

''میں نے کب کہا ممی کہ آپ نے غلط سنا ہے، میں آپ کو جھٹلا بھی نہیں رہی، اوکے ہم پھر بات کر لیں گے میں خود آپ کو کال بیک کروں گی ممی، ڈونٹ وری۔'' معاذ کو دیکھ کر اس نے گفتگو سمیٹ دی تھی اور سیل آف کر کے جبری مسکان لبوں پہ سجا کر اسے بیٹھنے کی آفر کی تھی، وہ جانتا تھا وہ بہت روادار تھی مگر وہ اس حد تک اعلیٰ ظرف ہو گی اسے اندازہ نہیں تھا، زینب کی سخت سست سن کر بھی اور معاذ کی خاموشی کے باوجود بھی وہ جیسے سب کچھ فراموش کیے اپنی اس نرم مسکراہٹ اور لہجے کی چاندی لٹا رہی تھی، معاذ کے دل میں اس کی عزت و توقیر کچھ اور بڑھنے لگی۔

''مجھے آپ سے زینی کے ایٹی ٹیوڈ پہ ایکسکیوز کرنا تھا بھابھی، ایکچوئیلی وہ ان دنوں بہت اپ سیٹ......''

''کم آن معاذ بھائی...... آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔''

''شرمندہ تو میں ہو رہا ہوں آپ سے بھابھی، آپ کی اچھائی اور اعلیٰ ظرفی کے سامنے۔'' معاذ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، ژالے خفیف سا ہنس پڑی۔

''آپ مجھے انسان ہی رہنے دیں، فرشتوں میں شامل نہ کریں پلیز، جب آپ سے اس قسم کی باتوں کو سنتی ہوں تو مجھے شدت سے احساس ہوتا ہے میں اس گھر کے فریقین سے الگ ہوں، جسے اس کی کسی اچھائی کا خصوصی بدلہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہو، بھائی اپنوں کے لئے تو سب ہی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں ناں اس میں احسان یا شکریہ کی بات نہیں ہوئی، پھر یہ میں نے کوئی خصوصی کام کیا بھی نہیں ہے، شاہ میرے شوہر ضرور ہیں مگر جاگیر ہرگز نہیں تھے کہ میں نے انہیں کسی اور کے نام کر کے قربانی دی ہو۔'' معاذ نے اس کی بات کے جواب میں مسکرا کر اسے توصیفی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''آپ کی سوچ بھی اعلیٰ ہے ماشاء اللہ! مگر اپنوں میں اگر شکریہ نہیں ہوتا تو اچھائی کے بدلے اچھے جذبات ضرور ہونے چاہیں، اس سے نیکی کے جذبے کو تقویت ملتی ہے اور نیکی پروان چڑھتی ہے، زینب کا ایٹی ٹیوڈ غلط ہے، مگر وہ کچھ اپ سیٹ ہے، کہنے کا مقصد یہی ہے کہ آپ پلیز ہرٹ نہیں ہو یئے گا۔''

''میں سمجھ سکتی ہوں بھائی! آپ پلیز میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔'' ژالے نے مسکرا کر اس کی تسلی کرائی تب معاذ کسی قدر ریلیکس ہو کر وہاں سے اٹھا تھا، اس کے جاتے ہی ژالے کا فون پھر سے بجنے لگا، ژالے نے نمبر پہ دھیان دیئے بغیر معاذ کی باتوں کو سوچتے ہوئے کال ریسیو کی تھی۔

''ژالے کیسی ہو میری جان؟'' نیلما کی خوش باش چہکتی آواز پہ ژالے بری طرح سے خائف ہو کر رہ گئی تھی۔

''کیوں فون کیا ہے؟ تمہیں پتہ ہے نا میری شادی ہو چکی ہے اب۔'' اس کی بے چین نگاہیں اِدھر اُدھر پھسلیں، دور دور تک کوئی نہیں تھا مگر وہ پھر بھی بری طرح پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔

''شادی ہو جانے کا مقصد یہ تو نہیں ہوتا سویٹ ہارٹ کہ اپنوں سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔'' نیلما نے اس کی بات کا یقیناً برا مانا تھا جبھی جتلانا ضروری سمجھا۔

''میرا تم سے کبھی بھی کوئی تعلق نہیں تھا، یہ بات میں متعدد بار تمہیں بتلا چکی ہوں۔'' اب کے ژالے نے گویا اسے اس کی اوقات یاد دلائی تھی، دوسری جانب جانے نیلما پہ کیا کیا بیتی تھی۔

''تمہارے کہنے سے تعلق ختم نہیں ہو جائیں گے، میں جب تک زندہ ہوں تم سے تعلق نبھاتی رہوں گی، اب تک ملک سے باہر تھی، اتنا عرصہ یاد نہ کرنے کی وجہ یہ ہی تھی۔''

''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتیں؟'' وہ جھلا اٹھی تھی۔

''اتنا عرصہ ہو گیا ہے تمہاری شادی کو، اپنا دولہا بھی نہیں دکھایا، ملنے تو خیر کیا آؤ گی، اپنی شادی کی تصویر ہی بھیج دو مجھے، آنکھیں ترس رہی ہیں تمہاری صورت کو۔'' اس کی دل شکن بات کے جواب میں وہ اسی تڑپ سے کہہ رہی تھی جو اس کے لئے ہمیشہ نیلما کے لہجے و انداز سے چھلکا کرتی تھی۔

''اگر میں نے تمہیں تصویر نہیں بھیجی تو تمہیں اندازہ کر لینا چاہیے، اس کی وجہ کیا ہے، کتنی عجیب ہے تمہاری فطرت، جان بوجھ کر ہرٹ ہوتی ہو مجھ سے۔'' ژالے نے اسے سخت ترین الفاظ میں بے نقط سنا

کر رابطہ منقطع کر دیا تھا، سیل فون واپس رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں سے نمی پھیل کر دوپٹے میں گم ہو گئی، کچھ آنسو اتنے بے مایا ہوتے ہیں کہ اپنی حیثیت لمحوں میں کھو جاتے ہیں، بہنے کی وضاحت کیے بغیر، یہ آنسو بھی ایسے ہی تھے، بے مایا، حقیر بغیر وضاحت کیے اپنا وجود کھو دینے والے۔

☆☆☆

میرے ظرف کا یہ قصور تھا کہ میں درد دل نہ چھپا سکا
میرے ظرف نے تجھی دغا دیا میں تو ظرف بھی نہ بچا سکا
میرا نفس اک الاؤ تھا میری روح تک کو نگل گیا
کہ میں خواہشوں کے الاؤ کو نہ جلا سکا نہ بجھا سکا
ملی مجھ کو جو بھی اذیتیں تھیں وہ اپنوں کی عنایتیں
میں تمام عمر اسی خوف سے کوئی اپنا پھر نہ بنا سکا
مجھے مفلسی نے تھکا دیا میرے ولولوں کو سلا دیا
مجھے لوگ کہہ کے جدا ہوئے کہ یہ رشتے نہ نبھا سکا

بہت طوفانی موسم تھا، آندھی بارش اور بجلی کی گرج چمک، وہ ٹیرس پہ کھڑی بارش میں بھیگتی رہی عجیب سی بے چینی اور وحشت اس کے وجود میں چک پھریاں کھاتی پھرتی تھی، اک طرف دل تھا اک طرف تیمور خان کی دہشت کے حصار میں جکڑنے والی روز بروز بڑھتی ہوئی دھمکیاں...... وہ ہر صورت اسے دوبارہ سے حاصل کرنے کو پاگل ہوا جا رہا تھا، ابھی کچھ دیر قبل پھر اس کے میسج تسلسل سے آتے رہے تھے، جن میں اپنے مطالبے کی شدت کا اظہار مجنونانہ کیفیت میں اس تک پہنچایا گیا تھا۔

(اتنی دیر کیوں کر رہی ہو تم؟ ایسا نہ ہو صرف پچھتاوے تمہاری جھولی میں آ گریں، خودکشی کے متعلق سوچنا بھی مت، میں تمہاری پوری فیملی کو زندہ درگور کر دوں گا۔)

اسے تیمور خان کے الفاظ ازبر ہو چکے تھے، آنسو بارش کے پانی کے ساتھ گھلنے لگے، کون تفریق کرتا بارش کی بوندوں اور کرب آمیزی کی انتہا پہ جا کر بہتے آنسوؤں میں...... بظاہر تو وہ بارش ہی انجوائے کر رہی تھی نا۔

مما نے اسے بھیگتے دیکھ کر ٹوکا بھی تھا مگر اس پہ جیسے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ایسا کیا کرے، جس سے سوائے اس کی اپنی ذات کے نقصان کے سب ٹھیک رہے اور تیمور کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔

''زینی اندر جاؤ اب، بے موسم کی بارش میں اتنی دیر بھیگنا بیمار کر دے گا تمہیں۔'' معاذ وہاں سے گزرا تو نرمی سے ٹوکا تھا، وہ چونک گئی اور کچھ کہے بغیر پلٹ کر اپنے کمرے میں آ گئی، کمرے میں اندھیرا تھا، فاطمہ جانے کہاں تھی، اس نے لائیٹ آن کی اور اپنے لئے کپڑے نکالنے لگی، معاذ کی بات غلط نہیں تھی، اسے ٹھنڈ محسوس ہونا شروع ہو چکی تھی، جبھی جو لباس ہاتھ لگا کھینچ کر واش روم میں چلی گئی، باتھ لے کر کپڑے بدلتے وہ باقاعدہ ٹھٹھر کر رہ گئی تھی، تبھی لائیٹ بند ہوئی تو ایک بار پھر گھپ اندھیرا چھا گیا، اس نے گہرا سانس کھینچا اور دروازہ کھول کر اندازے سے چلتی بیڈ تک آئی تھی، تھکن اور درد سے ٹوٹتے بدن کو بستر پہ گرا کر اس کی خواہش سکون پانے کی تھی مگر اس کا سر زور سے کسی کے بازو سے ٹکرایا تو جیسے رہی سہی

کسر بھی نکل گئی، اس کے اعصاب چیخ کر رہ گئے تھے، شاید نہیں وہ یقیناً جہان تھا جس نے بہت استحقاق بھرے انداز میں اسے بہت نرمی اور سبھاؤ سے اپنے بازو کے حلقے میں لے کر خود سے نزدیک تر کر لیا تھا، حالانکہ وہ فاصلہ بڑھانے اور دور ہونے کو بے قرار ہوئی تھی۔

''اٹس او کے، ٹیک اٹ ایزی۔'' جہان کے بھاری لہجے میں قربت کے خمار کا تاثر اتر آیا تھا۔

''مجھے چھوڑ دیں۔'' اس کے لہجے میں اشتعال تھا نہ تلخی اس کے برعکس عجیب سی بے بسی تھی، جیسے اسے کوئی کند چھری سے ذبح کر رہا ہو اور وہ اس اذیت کے خوف سے نڈھال ہو کر التجاء پہ اتر آئی ہو۔

''زینب......!''

''پلیز جے...... مجھ پہ جبر نہ کریں، میں نہیں خوش رہ سکتی آپ کے ساتھ۔'' وہ جیسے تھک کر اسی کے کاندھے سے چہرا رگڑتے ہوئے بلک پڑی تھی۔

''تم جانتی ہو میں تمہارا یہ مطالبہ قیامت تک نہیں مانوں گا، البتہ اپنی پریشانی کی وجہ ضرور بتاؤ مجھے۔'' جہان نے بھی جواباً غصہ اور تلخی بھلا دی، اس کے لہجے میں ایسی ہی نرمی اور سبھاؤ تھا جیسے کسی چھوٹے بچے کو اس کی شرارت یا ضد سے باز رکھنے کو محبت سے سرزش کی جائے۔

''آپ کو یاد ہے جے اس رات آپ نے اک بات کہی تھی مجھ سے۔''

''کون سی بات؟'' جہان کی توجہ اس کی بات سے زیادہ اس کے چہرے پہ تھی، اس کی نم بھیگی پلکوں کو اس کے شبنم میں نہائے ہونٹوں کو اور مہکتے مشکوہ بالوں کو وہ ایک بے خودی کے عالم میں چوم رہا تھا، زینب نے اسے روکنے کی سعی کی تھی مگر وہ ایسی رکاوٹ کو خاطر میں کہاں لا رہا تھا، شاید اس نے خود سے عہد کر لیا تھا، نفرت اور بے زاری کی کاٹ کو محبت سے کند کرنے کا، زینب کو ایسے ہی لگا تھا۔

''آپ نے کہا تھا آپ کو مجھ سے محبت ہے، یہ سچ ہے جے؟''

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے جھوٹ بولنے کی۔'' اس نے بے نیازی سے جواب دیا اب وہ اس کے نم بالوں سے کھیل رہا تھا۔

''اگر میں اس محبت کے عوض آپ سے کچھ مانگوں تو دیں گے؟'' زینب کے سوال پہ جہان کی گرفت اس کے وجود پہ مزید سخت ہو گئی۔

''کیا چاہتی ہو مجھ سے زینب؟'' وہ اس کا چہرا دیکھنے لگا، لائیٹ ایکدم سے آ گئی تھی، پورا کمرہ اس روشنی سے جگمگا اٹھا مگر وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے کے نزدیک رہے تھے، جہان کے چہرے پہ اس سول کے بعد اک الجھن اور کس قدر اضطراب در آیا تھا، زینب کی رنگت البتہ گلابی گلابی سی تھی، جہان اندازہ نہیں کر پایا یہ اس کی قربت کے باعث حجاب کا رنگ ہے یا پھر ضبط اور ناگواری کا تاثر۔

''مجھے اس محبت کا ثبوت چاہیے، دے سکتے ہیں؟'' وہ اسے عجیب سے امتحان سے دوچار کر گئی، جہان اس کا مطلب سمجھ کر ہی ساکن ہوا تھا، مگر پھر خود کو سنبھال لیا اور اپنا چہرا اس کے کچھ اور قریب لا کر سرگوشی سے مشابہہ آواز میں بولا تھا۔

''حیرت ہے، تمہیں اسی رات ثبوت دے چکا تھا میں لیکن خیر پھر سہی۔'' اس نے کاندھے اچکائے اور اس پہ مزید جھک کر خاصی گستاخی بھرے انداز میں اس کے ہونٹوں کو چوم لیا تھا۔

''بس اتنا ثبوت کافی ہے یا اور فراہم کر دوں؟'' اس کے لہجے و انداز میں جتلاتا ہوا ہی نہیں شرارت کا

بھی رنگ گہرا تھا، زینب کو اس سے کہاں ایسے جواب کی امید تھی، پہلے ہونق ہوئی پھر اسی لحاظ سے خفت زدہ شرم سے اس کا چہرا دہک کر سرخ ہوا تھا تو پلکوں پہ جیسے ایکدم بوجھ اتر آیا، جہان کی نگاہوں شوق و شرارت اور گستاخی کے بھرپور احساس کی لپکتی شعاعیں اس کے اندر تک اترتی چلی گئیں، اس نے بے دردی سے ہونٹ کاٹے تھے، مگر یہ کیفیت وقتی تھی اگلا احساس شدید سبکی کا تھا، جہان کی اس فضول حرکت نے اس کا دماغ گھما ڈالا تھا۔

''آپ کو جرأت کیسے ہوئی اس گھٹیا حرکت کی؟'' وہ چیخ کر بولی تھی، جواب میں جہان کے مغرور چہرے کی معنی خیز مسکراہٹ اسے جلا کر خاکستر کر گئی تھی۔

''محترمہ اطلاعاً عرض ہے آپ بیوی ہو میری، اس قسم کی حرکتیں میں پہلے بھی سرانجام دے چکا ہوں مگر اس وقت محض آپ کی فرمائش پہ یہ سب ہوا ہے، یاد دلاؤں کہ ثبوت مانگ رہی تھیں آپ۔'' وہ اپنی سحر انگیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو زینب اتنا جھلائی تھی کہ اس کی شرٹ کا کالر پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا تھا، اس سے قبل کہ وہ کوئی سخت بات کہتی دروازے پہ بڑے زوردار طریقے سے دستک ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ جہان نے بھی چونک کر دروازے کی جانب دیکھا، زینب کو اسی پل اپنی پوزیشن کا خیال آیا تو سنبھل کر تیزی سے فاصلے پہ ہوئی اور کچھ فاصلے پہ پڑا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پہ پھیلانے لگی، جہان اٹھ کر دروازہ کھول چکا تھا۔

''جہان بھائی آپ کو اور زینی بجو دونوں کو لالے نے نیچے لاؤنج میں بلوایا ہے۔'' حسان پیغام پہنچا کر پلٹنے لگا تو جہان نے بے اختیار روکا تھا۔

''خیریت ہے نا حسان؟''

''یہ تو آپ کو نیچے آ کر پتا چلے گا۔'' حسان نے کہا تھا اور آگے بڑھ گیا، جہان نے اس کے جانے کے بعد گردن موڑ کر زینب کو دیکھا تھا۔

''چلو نیچے چلتے ہیں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے بات بھی کرنے کی۔'' وہ پھنکار اٹھی، جہان نے مسکراہٹ دبائی۔

''اس سے بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا، میں ایسے بہت سے کپلز کو جانتا ہوں جن کی ایک لمحے کی بھی نہیں بنتی، کوئی آپس میں بات چیت نہیں مگر ہر سال ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوتی ہے۔''

''یہ کیا بکواس ہے؟'' زینب نے اس عجیب و غریب جواب پہ خونخواری سے اسے گھورا تھا۔

''مطلب ظاہر ہے میری جان! مجھے ابھی چند دن پہلے اندازہ ہوا کہ تم بہت حسین ہو، اسی وقت جب اچانک مجھے تم سے محبت ہوئی تھی اس سے ایک دن پہلے یہ انکشاف ہوا تھا، مجھے صاف لگتا ہے تمہاری ناپسندیدگی کے باوجود میں تم سے دور نہیں رہ سکوں گا۔'' وہ جیسے بہت خاص انداز میں بہت پتے کی بات اسے بتا رہا تھا، زینب کا دل پوری قوت سے پھیل کر سکڑا اور رگوں میں خون کی جگہ انگارے سے دوڑنے لگے، خجالت کا احساس اس کی رنگت میں خون چھلکا گیا۔

''ہاں بے عزتی کی ایک یہ بھی نشانی ہو سکتی ہے۔'' اس نے دانستہ جہان کو آگ لگائی تھی، مگر مجال ہے اس نے برا مانا ہو، جبھی بے نیازی سے بولا تھا۔

انا بستی تھی ہر اک خون کے قطرے میں میرے
خیر یہ عشق سے پہلے کی باتیں ہیں

اب کے وہ سراسر اسے جلانے کے ساماں کر رہا تھا، وہ اتنا جھلائی تھی کہ اسے دھکیلتی ہوئی اس سے پہلے باہر نکل گئی، جہان اس کے پیچھے لاؤنج میں آیا تو وہاں کے ماحول میں بہت عرصے بعد گرما گرمی دیکھنے میں آئی تھی، زیاد نوریہ ماریہ حسان کے علاوہ معاذ اور پرنیاں کے ساتھ ڑالے اور بھابھی کے ساتھ زینب اور جنید بھائی بھی موجود تھے، ٹیبل پہ موسم کی مناسبت سے پکوان کے علاوہ بیکری سے بھی اسنیکس منگوا کر اچھا خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔

بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے

زیاد نے اس کا استقبال بہت لہک کر کیا تھا، جس میں معاذ نے بھی اپنا حصہ ڈالا تھا۔

دو ہی لڈو تھے کھا لئے میں نے
اک تیرے آنے سے پہلے دوسرا تیرے جانے کے بعد

اس نے پلیٹ میں بچی آخری گلاب جامن کو منہ میں منتقل کیا اور برجستگی سے شعر لڑھکا دیا۔ ایک زبردست مشترکہ قہقہہ اٹھا تھا، جہان بھی مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا اور ڑالے کے ساتھ کونے والی نشست پہ براجمان ہو گیا مگر اس طرح کہ زینب بھی نگاہوں کی زد پہ تھی۔

''جیسا کہ محفل میں بیٹھنے کی شرط ہے کچھ نہ کچھ عرض کرنا تو اس کے اصول کے مطابق کون آغاز کرے گا؟'' معاذ کے سوال پہ سب نے اسی کا نام لے کر شور مچانا شروع کر دیا تھا۔

''میں تو سنا ہی دوں گا جناب بات تو ان کی ہونی چاہیے، جو ہر بار دامن کترا کر نکل جاتے ہیں۔'' معاذ نے مزے سے کہا پھر جہان کی سمت روئے سخن پھیرا تھا۔

''چلو جے آج تم آغاز کرو۔'' وہ جو ڑالے کی گود میں سوئی ہوئی فاطمہ کو جھک کر پیار کر رہا تھا گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

''میں...... کہیں نہیں بھاگا جا رہا اللہ کے بندے، تو سنا دے میں ذرا ذہن کو کھنگال لوں۔''

''ادائیں دکھانا بند کر، مجھے اچھی طرح سے پتہ ہے تمہاری یاداشت کا چل سنا۔'' معاذ کے پیچھے پڑنے پہ جہان کے پاس راہ فرار نہیں بچی تھی، جبھی آہستگی سے مسکرا دیا۔

جدا ہونے کا شوق بھی پورا کر لو
لگتا ہے تمہیں ہم زندہ اچھے نہیں لگتے

اس نے زینب پہ بظاہر سرسری نگاہ ڈال کر کہا تھا مگر در پردہ اسے بہت کچھ جتلا دیا، زینب نے بہت خوبی سے اس کا مطلب سمجھا تھا اور اپنی جگہ پہ بے چین سی ہو کر رہ گئی۔

''یہ کیا بھئی اتنا چھوٹا سا شعر، ہم نے ایکسپٹ ہی نہیں کیا، کچھ اور سناؤ۔'' جنید بھائی کو واقعی مزا نہیں آیا تھا، جبھی احتجاج کیا، جہان بھی پتہ نہیں کس رو میں تھا کہ اگلی نظم کو گلا کھنکار کر شروع کیا تھا۔

میرے عشق کو نہ نڈھال کر کبھی بے حجاب وصال کر
میری آنکھ کو بینائی دے میرے قلب کو اجال کر
مجھے درس دے فنا کا میرا عشق میں برا حال کر

مجھے دے سزا کوئی سخت سی
مجھے اس جہاں میں مثال کر
میری اصل صورت بگاڑ دے
کسی عشق بستی میں ڈھال کر
مجھے بھی پلا کوئی ایسی شے
کبھی میری آنکھیں بھی لال کر
تیری طلب میں ہوں میں دربدر
کبھی اس سمت بھی خیال کر

گو کہ اس مرتبہ جہان نے دانستہ یا نادانستہ ایک بار بھی اس کی جانب نگاہ نہیں اٹھائی تھی مگر زینب کا دل پھر بھی دھڑکنیں منتشر کر گیا تھا، وہ خوش فہم نہیں تھی پر یقین تھی کہ یہ جہان نے اسی پہ اپنی کیفیت آشکار کی ہے، جبھی اس کا چہرا سرخ پڑنے لگا تھا، جنید بھائی کو اتنی پسند آئی تھی یہ نظم کہ جہان کے پیچھے پڑ گئے تھے وہ اسے لکھ کر دے۔

''آپ کو کیا ضرورت پیش آ گئی ہے اس بڑھاپے میں؟'' معاذ نے انہیں چھیڑنے کا آغاز کیا تھا، وہ بدک اٹھے۔

''تمہارے خیال میں میں بڈھا ہو گیا ہوں؟''

''تو اور کیا، کبھی کنپٹیاں دھیان سے دیکھی ہیں؟ آدھی سے زیادہ سفید ہو رہی ہیں۔'' معاذ نے مسکراہٹ دبائی تھی، جبکہ جنید بھائی نے منہ لٹکا لیا تھا۔

''مما جان بتلاتی ہیں میری اور تمہاری عمروں میں صرف چھ سال کا فرق ہے، اس کا مطلب چھ سال بعد تم بھی بڈھے ہو جاؤ گے۔'' اپنی بات کا مزا لے کر وہ خود ہی کھلکھلائے تھے۔

''میں خود کو فٹ رکھوں گا تو ینگ ہی نظر آؤں گا، ویسے بھی تینتیس چونتیس سال کوئی بڑھاپے کی ایج نہیں ہوتی وہ بھی مرد ورد کے لئے، یہ تو آپ نے ہی اپنا حال برا کر لیا، توند نکلی ہوئی کنپٹیاں سفید اور سب سے بڑھ کر ماتھے سے سنہری سے اڑتے ہوئے بال۔'' معاذ انہیں جان بوجھ کر جلا رہا تھا، جبکہ ان کا رنگ واقعی تشویش زدہ انداز میں اڑتا جا رہا تھا، بھابھی شوہر کی حمایت میں میدان میں اتری تھیں، پہلے انہیں تسلی سے نوازا پھر معاذ کو کھری کھری سنائی تھیں، معاذ اس اتفاق پہ دانت نکالتا رہا تھا۔

''دیکھ رہی ہو پری؟ کیسی ہڑک جاگی ہے بھابھی کو، یار انہی سے کچھ سبق تم بھی سیکھ لو، مجھ بیچارے کی زیادہ نہیں تھوڑی سی ہی سائیڈ لی ہوتی۔'' اس کے بسور کر کہنے پہ پرنیاں محض جھینپ کر مسکرا دی تھی، پھر جنید بھائی کے ہی کہنے پہ معاذ نے کچھ سنانے پہ آمادگی ظاہر کی تھی۔

''بخدا اسے اپنے اعزاز میں نہ سمجھ لیجئے گا، آپ کی فرمائش میں نے ضرور مانی مگر یہ ڈیڈی کیٹ نہیں کر رہا آپ کو۔'' اسے پھر سے شرارت سوجھ گئی تھی جبھی انہیں چھیڑنے کو کہا تھا، جنید بھائی اتنا جھینپے تھے کہ اسے ایک دھپ لگا دی۔

''افوہ سناؤ تو آخر ہے کیا جس کے لئے پہلے سے حد بندیاں لگنا شروع ہو گئیں۔'' زیاد کا اشتیاق بے براحال ہونے لگا، معاذ بڑے ناز سے کھنکارا تھا پھر شرارت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''اصولاً تو مجھے یہ اپنی شادی کے موقع پہ پرنیاں کو سنانی چاہیے تھی مگر کم بخت یادداشت نے دغا دے دیا، لیکن وہ کیا کہتے ہیں کہ دیر آئد درست آید کے مطابق ابھی سہی۔'' اس کی شوخ نگاہیں پرنیاں پہ اٹھی تھیں، جو حجاب سے سرخ پڑنے لگی۔

''ہے کیا سنائیں تو عین ممکن ہے کسی اور پہ فٹ آ جائے اب۔'' زیاد نے بالخصوص نوریہ کو دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی تھی، معاذ نے اس کی بات سے زبردست اختلاف ظاہر کیا۔

''ہرگز نہیں، یہ میں سنا رہا ہوں تو بس پرنیاں کے لئے ہے۔''

''اوکے، سنائیں تو، آپ یہ سمجھتے رہیے گا باقی جس کا جو دل چاہے سمجھے یا سمجھائے۔'' زیاد نے پھر سے اپنی ٹانگ اڑائی تو معاذ نے اسے گھورتے ہوئے بڑے جذب سے کہنا شروع کیا تھا۔

اس کے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹوں کی نشانی چھوڑ آیا ہوں
اس نے مانگی تھی محبت کی نشانی مجھ سے

زینب کی بے ساختگی میں نگاہ اٹھی تھی، یہ دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا کہ جہان اس کی سمت متوجہ تھا، نگاہ میں تبسم شوخی اور اسی لمحے کی جسارت کا بھرپور تاثر اور جتلاتا ہوا احساس تھا، زینب کا چہرا حجاب شرم اور خفت سے جل اٹھا، پلکیں لرز کر سرعت سے عارضوں پہ جھکی تھیں، معاذ اسی بھرپور انداز میں کہہ رہا تھا گویا جہان کے جذبات کا ہی اظہار کر رہا تھا۔

(جاری ہے)

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

پینتیسویں قسط کا خلاصہ

پرنیاں کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے، اسی اہم موقع پہ زنیب اور جہان کا نکاح ہو جاتا ہے معاذ کی پرنیاں سے غلط فہمی بھی اسی موقع پہ دور ہوتی ہے، اک عرصے بعد شاہ ہاؤس کے مکین پھر سے خوشیوں کا منہ دیکھتے ہیں مگر زینب کا رویہ جہان کو الجھانے ہی نہیں پریشان کرنے کا بھی باعث ہے۔

تیمور زینب کو جہان کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتے اسے اپنے مکروہ ارادوں کے مطابق چلانے کی کوشش میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

جہان زینب کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے مگر زینب تیمور کی دھمکیوں سے ہراساں اس کی ہر کوشش کو ناکامی کا منہ دکھاتی ہے۔

جہان کو ژالے کی طرف سے پریگنینسی کی خبر اگر خوشی دیتی ہے تو اس کی جان لیوا بیماری بھی ہر پل مضطرب کیے رکھتی ہے۔
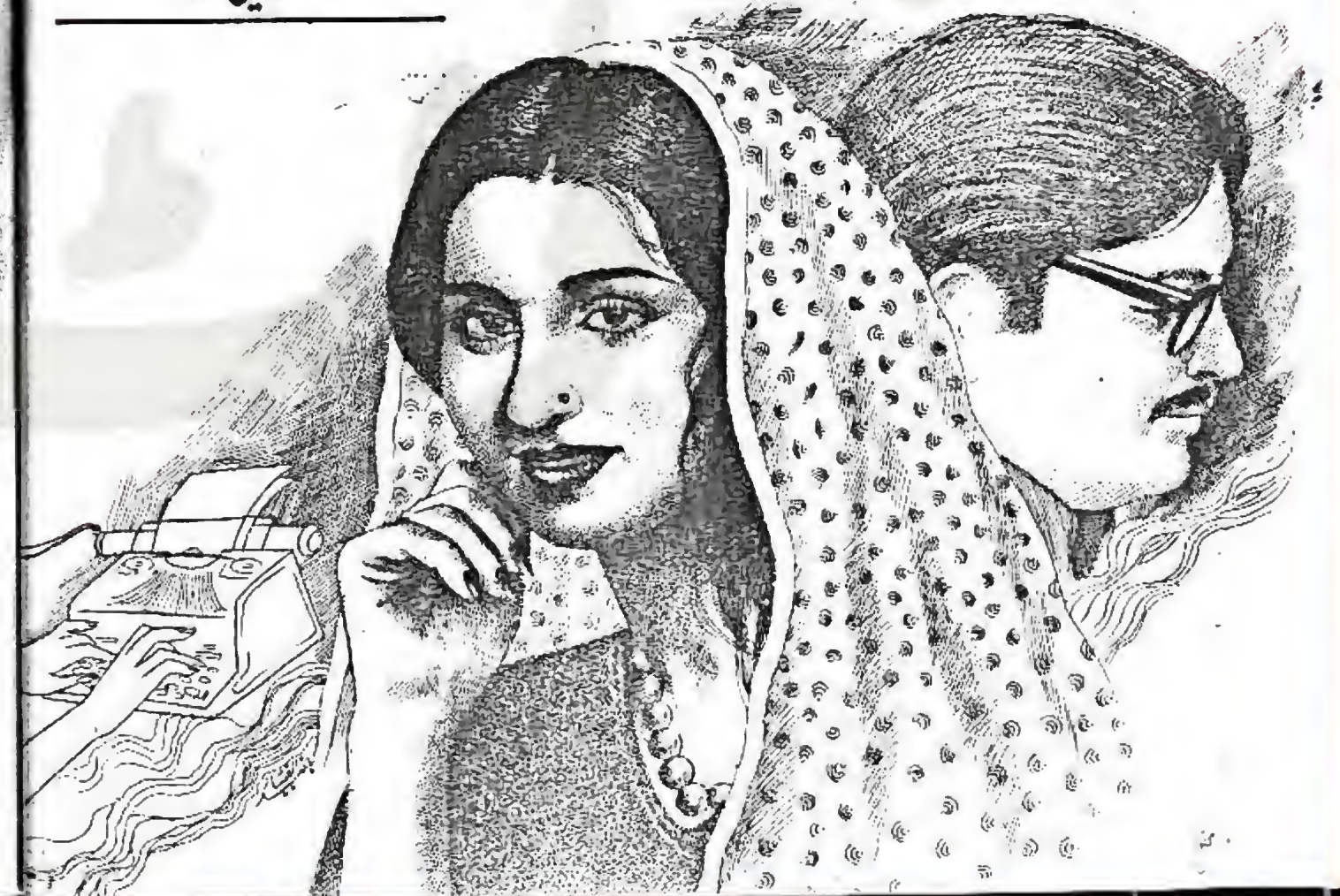
اب آپ آگے پڑھیے

چھتیسویں قسط

زیاد نے کہا تھا، جس کا جو دل چاہے سمجھے یا سمجھائے اور زینب کو صاف لگا تھا جہان کی نظریں اسے کیا کیا سمجھانا چاہ رہی ہیں، اس کی مسکراہٹ میں کتنا شریر تاثر تھا اور نگاہوں میں کتنی گہرائی نگاہ اٹھائے بھی اس کی اندر تک اترتی نظروں نے اسے نروس کر چھوڑا تھا، جبھی وہ جزبز ہو کر بولی، بہانہ نوریہ کے ساتھ جا کے چائے بنانے کا تھا، جہان کی نگاہوں کے جتلاتے انداز نے دروازے تک اس کا پیچھا کیا تھا، پھر یہیں پہ اکتفا نہیں ہوا وہ کچن میں بھی آ کر اس کے سر پہ سوار ہو گیا تھا۔

پڑھ کے غزل ہماری وہ پہلو بدل کر بولی
کوئی قلم چھینے اس سے یہ تو جان لے چلا ہے

''ایسی ہی بات ہے نا؟'' وہ اسے زور سے کاندھا مار کر بولا تھا، زینب کے لئے اس کا یہ روپ بہت حیران کن اور انوکھا تھا۔

''خوش فہمی کی حد ہے لوگوں کو، ویسے یہ حرکتیں سوٹ نہیں کر رہیں آپ پہ۔'' وہ جل کر یہی کہہ سکی۔

''پھر بھاگ کیوں آئی وہاں سے، معاذ کے الفاظ بھلے تھے مگر ترجمانی ہمارے جذبوں کی ہی ہو رہی تھی۔'' وہ اس شدومد سے کہہ رہا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو ج؟ اچھے خاصے میچور تھے آپ۔'' اس نے جیسے واقعی اسے شرم دلانا چاہی تھی، جہان کی ہنسی چھوٹنے لگی۔

''اس سے پہلے ہمیں عشق تھوڑی ہوا تھا، یہ تو چند دن قبل کی بات ہے، بقول شاعر۔''

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ آدمی تھے ہم بھی بڑے کام کے

''آپ جائیں یہاں سے ورنہ میں رعایت نہیں کروں گی سمجھے ہیں آپ؟''

''تم نے رعایت کی کب ہے، محبت کا اظہار کر دیا زبانی بھی اور عملاً بھی، مگر تم......''

''ج...... پلیز ایسی فضول باتیں مت کریں مجھ سے۔'' وہ چیخ پڑی، مگر جہان نے اثر نہیں لیا تھا۔

کچھ بھی ہو میں تو الزام تمہیں دوں گا
تم معصوم بہت ہو مگر توبہ تیری آنکھیں

وہ اس پہ جھکا تھا جبکہ زینب جو جنید بھائی کو اندر آتے دیکھ چکی تھی، گھبرا کر اسے زور سے پیچھے دھکیلا وہ لڑکھڑا کر جنید بھائی سے ہی ٹکرایا تھا، جنید بھائی زور سے کھنکارتے چلے گئے، یہ بھی ایک سگنل تھا گویا اسے اپنی موجودگی کی آگاہی بخشنے کا، زینب تو اتنی خجل ہوئی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہاں سے نکل بھاگی تھی، اب جہان رہ گیا تھا جنید بھائی کا سامنا کرنے کو، جن کی حیران نگاہوں پہ خفیف ہوتے اس نے سر کھجایا۔

''پتر مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تو بھی پبلک پلیس پہ اسے سین کری ایٹ کر سکتا ہے، کھلم کھلا رومانس اور وہ بھی تیرے جیسا بندہ......'' جہان نے آگے بڑھ کر پہلے ان کے منہ پہ ہاتھ جما کر انہیں روکا پھر سر کھجا کر بولا تھا۔

''وہ ایکچوئیلی میں زینب سے پوچھ رہا تھا، چائے کب تک بنے گی۔'' اس نے ملتجی نگاہ سے جنید بھائی کو زبان بندی کی گزارش کرتے ہوئے صفائی بھی پیش کی۔

''آف کورس پہلے انہیں عشق تھوڑی ہوا تھا، وہ تو ابھی ہوا ہے اور اہم بات یہ کہ دو دو بیویوں کی موجودگی میں ایسی بے احتیاطی تو معمولی بات ہے، کیوں جہان؟'' بھابھی نے بھی اندر قدم رکھ کر شوہر کی شرارت میں اپنا حصہ ڈالا تو جہان نے ٹھنڈا سانس بھر کے وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

☆☆☆

معاذ نے جس وقت بیڈ روم میں قدم رکھا رات کے بارہ بج رہے تھے، لائٹ آن تھی اور وہ بیڈ کے بیچوں بیچ گہری نیند کی آغوش میں تھی، نیلی ساڑھی کا پلو ڈھلک گیا تھا، آدھی سے بھی کم بازوؤں کے بلاؤز میں اس کی گداز شفاف کلائیاں مومی شمعوں کی طرح سے جگمگاتی نظر آ رہی تھیں، سیدھے بے انتہا ریشمی بال سیاہ مخمل کی طرح اس کے سینے سے ہو کر بستر پہ دور تک بکھرے ہوئے تھے۔

ایک بازو بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا، دوسرا گال کے نیچے تھا، آج وہ چلہ نہائی تھی، جبھی یہ خصوصی اہتمام تھا، معاذ نے اس دن کا جتنی شدت سے انتظار کیا تھا، پرنیاں نے اسی حساب سے تیاری میں دل لگایا تھا، وہ آہستگی سے مسکرایا اور اس کی کلائی نرمی سے اٹھا کر پہلو میں رکھی پھر اسی نرمی اور محبت سے اس کے بال سمیٹ کر تکیہ سر کے نیچے رکھ رہا تھا، جب پرنیاں کی آنکھ کھل گئی تھی، وہ پہلے حیران ہوئی پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

آپ کی گہری نیند کا منظر بھی کتنا حسین ہوتا ہے
تکیہ کہیں زلفیں کہیں اور خود کہیں

معاذ مسکرایا تھا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے چھوا۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو جان معاذ۔'' پرنیاں جھینپ گئی تھی، اس کی پلکوں پہ حیا آمیز سرخی چھانے لگی۔

''پتہ ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی، ورنہ میں انتظار کر رہی تھی آپ کا۔''

''اٹس او کے یار...... میں ہرگز جلاد ٹائپ شوہر نہیں ہوں جو اس معمولی بات کو انا کا مسئلہ بنا کر فساد کھڑا کر لوں۔''

''ہاں مجھے پتہ ہے اب آپ میرے ساتھ کبھی نہیں جھگڑیں گے۔'' وارڈ روب کے آگے کھڑی ہو کر وہ اس کے کپڑے نکالتے ہوئے کس قدر شریر ہو کر بولی۔

''میں نے تو پہلے بھی جھگڑا نہیں کیا تھا، جھگڑا آپ نے کیا تھا جناب۔'' معاذ نے پیچھے سے آ کر اس کے گرد بازو نرمی سے حمائل کر دیئے۔

''چلیں میں اپنے فقرے کی تصحیح کر لیتی ہوں کہ اب میں آپ سے کبھی جھگڑا نہیں کروں گی۔''

''پیار میں لڑائی نہ ہو تو مزا نہیں آتا، روٹھو گی نہیں تو مناؤں گا کیسے، مناؤں گا نہیں تو شدت کی محبت کا

اظہار کیسے ہوگا؟'' معاذ کے لہجے میں شرارت تھی، پرنیاں زچ ہو کر رہ گئی۔

''یعنی طے پہ ہوا لڑائی ضروری ہے۔''

''چھوٹی موٹی معمولی سی۔'' معاذ نے مسکراہٹ دبائی تھی، پرنیاں نے کاندھے جھٹکے اور اس کے کپڑے اسے تھمائے۔

''جائیے، ہاتھ لے لیں، میں کھانا گرم کرتی ہوں۔''

''آپ کے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہوں، حالانکہ مما خفا ہو رہی تھیں۔'' اس نے مسکین سی صورت بنا لی۔

''افوہ یار کھا لیا ہوتا، مما ٹھیک خفا ہو رہی تھیں۔'' معاذ نے ڈانٹا تو پرنیاں نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھ سے آپ کے بغیر نہیں کھایا گیا، عادتیں خراب کر دی ہیں میری۔''

''یعنی کہ محبت کا آغاز ہو رہا ہے، دیٹس گریٹ۔'' وہ ہنسنے لگا پرنیاں جھینپ گئی تھی۔

''عدن کہاں ہے؟'' معاذ ہاتھ لے کر تولیے سے بال خشک کرتا باہر آیا تو پرنیاں کھانے کی ٹرالی سمیت منتظر تھی۔

''مما کے پاس۔'' پرنیاں نے پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے جواب دیا تھا، معاذ حیران رہ گیا۔

''ان کے پاس کیوں؟ ٹھہرو میں لے کر آتا ہوں، تنگ نہ کر رہا ہو انہیں۔''

''وہ خود لے کر گئی ہیں معاذ، کہہ رہی تھیں آج اپنے ساتھ سلائیں گی۔'' پرنیاں نے جھکی پلکوں کے ساتھ بتایا تو معاذ کی حیرت دوچند ہو گئی تھی، پھر گہرا سانس بھر کے مسکرایا۔

''آج انہیں پوتے پہ زیادہ پیار آ رہا ہوگا۔''

''بالکل یہی خیال ان کا آپ کے بارے میں تھا، جبھی لے کر گئیں ہیں کہ ڈسٹرب نہ کرے۔'' پرنیاں نے جھینپ کر دبے ہوئے لہجے میں کہا تو معاذ کی آنکھیں حیرت سے وا ہو گئی تھیں۔

''کیا مطلب ہے میں سمجھا نہیں؟'' وہ واقعی الجھا ہوا نظر آ رہا تھا، پرنیاں نے ہونٹ کا کنارا دانت سے دبا کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔

''آپ نے اس دن کا اتنا شور مچایا ہوا تھا، کہ سب مجھے اتنا چھیڑ رہے تھے، بھابھی تو مجھے نورس کر رہی تھیں شادی والا جوڑا پہن کر تیار ہوں، باقاعدہ دلہن بنانا چاہ رہے تھے سب مجھے۔'' وہ جھینپی جھینپی سی ساری بات بتا رہی تھی، معاذ کا ہنستے برا حال ہونے لگا۔

''آپ کو کیا ضرورت تھی سب کے سامنے ایسا کہنے کی؟'' وہ عاجز ہوئی، معاذ نے اسے اپنے ساتھ لگا کر بغور اسے دیکھا۔

''تمہیں برا لگا؟'' پرنیاں نے فی الفور سر کو نفی میں ہلا دیا۔

''نہیں، مگر وہ سب کچھ زیادہ ہی چھیڑ رہے تھے مجھے۔''

''اوکے یار اب انہیں اپنے ارادوں سے باخبر نہیں کروں گا، ٹھیک؟ اور سنو دلہن تو میں تمہیں پھر سے واقعی بنواؤں گا مگر اس دن جب گولڈن نائٹ منانے کا ارادہ ہوگا، ابھی نہیں۔'' معاذ کے جواب پہ پرنیاں کے چہرے پہ صرف حیا نہیں الجھن بھی اتری تھی۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ ہے میری جان کہ ابھی ہم ہنوز وصال یار کے خواب ہی دیکھ سکتے ہیں، آپ مکمل طور پہ صحت یاب جو نہیں ہوئیں اور پری...... مجھے تمہاری زندگی کی تمہاری صحت کی بہت پرواہ ہے۔'' اس کا ہاتھ ہونٹوں سے بہت جذب سے چھوتے ہوئے معاذ نے اسے یکایک بہت خاص بنا دیا تھا، اس نے بتایا تھا کہ وہ جذبات میں بہکنے والا انسان نہیں تھا۔

''آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہیں نا معاذ؟'' پرنیاں نے مطمئن ہوتے ہوئے بھی کسی خدشے کے تحت پوچھا تھا۔

''میں تم سے کبھی خفا نہیں ہو سکتا پری، جن سے ہمیں محبت ہو، ان کی کیئر کرنا ہماری ذمہ داری یا فرض نہیں دل کی خوشی اور طمانیت کے لئے ضروری ہے، کیا سمجھیں؟''

''تھینک یو معاذ، آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔'' پرنیاں کچھ اس طور پہ ممنون ہوئی کہ اس کے سینے سے سر ٹیک کر جذبات سے مغلوب آواز میں بولی تھی۔

''یار اچھا بھلے ہوں مگر فرشتہ ہرگز نہیں، اتنے قریب آنے میں خدشات پیدا ہو سکتے ہیں، وجہ صرف میری محبت نہیں ہوگی زیادہ کام تمہارا حسن خراب کرے گا، بقول شاعر۔''

حسن ہر بار شرارت میں پہل کرتا ہے
بات بڑھ جاتی ہے تو پھر عشق کے سر جاتی ہے

وہ بظاہر مسمسی شکل بنا کر بولا تھا مگر لہجے میں جو معنی خیز شرارت تھی اس نے پرنیاں کو کانوں کی لوؤں تک سرخ کر دیا تھا۔

''بہت بدتمیز ہیں آپ؟'' پرنیاں نے حیا سے جلتے چہرے کے ساتھ سرعت سے اس سے الگ ہوتے ہوئے خفیف سی خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے کاندھے پہ اپنی جھینپ مٹانے کو کئی گھونسے جڑ دیئے تھے۔

''ہائیں ہائیں، ابھی تو تم مجھے کہہ رہی تھیں اچھا ہوں یہ پھر......''

''اچھا بس کھانا کھائیں۔'' پرنیاں نے اسے گھورا تھا۔

''اچھا ظالم بیوی، آپ کا حکم سر آنکھوں پہ۔'' وہ ٹھنڈا سانس بھر کے کھانے کی سمت متوجہ ہوا تب پرنیاں نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

☆☆☆

میری آنکھوں میں نئے خواب بسانے آئے
پھر سے جگنو میرے کمرے میں سجانے آئے
اک مدت سے میرے دل میں یہی خواہش ہے
تیری خوشبو میری سانسوں میں سمانے آئے
تو کسی روز میرے نام کا آنچل اوڑھے
تو کسی روز میرا ساتھ نبھانے آئے
آؤ تعمیر کریں پیار کا اک تاج محل

اس سے پہلے کہ ہجر ہم کو رلانے آئے
بیٹھ جاتا ہوں ہر روز سر راہ گزر
جانے کس روز کوئی مجھ کو منانے آئے

اس سے کچھ فاصلے پہ زیاد موجود تھا اک کرسی پہ نیم دراز دوسری پہ ٹانگیں رکھے، کان سے سیل فون لگا ہوا تھا، وہ اتنے جذب سے نوریہ کے ہی گوش گزار کر سکتا تھا کچھ، یہ جہان کو یقین تھا مگر انتخاب بہت اعلیٰ تھا، اس کے لبوں کی تراش میں مہکتی ہوئی مسکان آٹھہری، گھٹنوں پہ کھلی فائل پہ اس کی توجہ نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی، سرسبز لان پہ گہرا سایہ اتر آیا تھا، سورج کا سرخ گولہ پردہ مغرب میں غروب ہونے کو تھا، ماحول میں اسی کا نارنجی رنگ پھیلتا جا رہا تھا، کسی درخت پہ بیٹھی کوئل کی آواز بھی ماحول کا حصہ بنی ہوئی تھی، مگر سب سے حسین منظر کچھ فاصلے پہ فوارے کے گرد کھڑی وہ تینوں لڑکیاں تھیں، زینب ژالے اور پرنیاں وہ تینوں اس قدر حسین اور دلکش تھیں کہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ان میں زیادہ حسین کون تھی اور بقول جنید بھائی ''وہ'' وہ خوش قسمت تھا، جسے دونوں بیویاں بے مثال اور لاجواب ملی تھیں، اسی سوچ نے اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

''یہ چپکے چپکے کیوں مسکرایا جا رہا ہے جناب؟'' زیاد فون بند کر چکا تھا جبھی اس پہ گرفت کر لی تھی۔

''دو دو بیویاں ہیں اور وہ بھی نگاہ کے سامنے، وہ بھی ایک سے بڑھ کر خوبصورت اس پہ ایسا اتفاق، ماشاءاللہ یہ نہیں مسکرائیں گے تو کیا ہم جیسے جن کی اک ہی بڈھی وہ بھی بس......'' جنید بھائی نے پھر سے تان اڑائی تھی، جہان نے گہرا سانس بھرا، جبکہ زیاد اسے چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

''میں بھابھی کو بتاتا ہوں آپ انہیں بڈھی کہہ رہے ہیں اور یہ بھی کہ وہ حسین نہیں ہیں اور یہ بھی کہ وہ موٹی اور بھدی بھی......''

''اوئے اوئے اللہ کے بندے تجھے اللہ ہی سمجھے، کہیں مجھ سے بددعا نہ لے لینا کہ تیرا کبھی ویاہ نہ ہو، بڈھی کا مطلب بیوی ہے اور یہ دوسری باتیں کب کی میں نے؟'' جہان کے سیل پہ کال آ رہی تھی، وہ فون اٹھائے انہیں الجھتا چھوڑ کر وہاں سے اٹھ گیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے کال رسیو کی تھی۔

''وعلیکم السلام! شاہ صاحب کیسے ہیں آپ؟'' دوسری جانب بڑا چہک کر پوچھا گیا تھا، جہان الجھ کر رہ گیا۔

''سوری میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔''

''مسٹر شاہ آپ اگر میری جان بوجھ کر ہر بار تذلیل کرتے ہیں تو یہ بہت غلط بات ہے، نیلما ہوں میں۔'' وہ ایک دم تنک کر بولتی چلی گئی۔

''آئی سی، اگر اتنی ایگو ہے آپ میں تو ذلیل ہونے کا شوق کیوں بار بار چراتا ہے آپ کو؟'' جواباً معاذ کا بھی لہجہ طنز آمیز ہو گیا تھا۔

''ہماری تو مجبوری ہی ایسی ہے، دل لگ گیا ہے آپ سے، آپ ابھی تک نہیں سمجھے۔'' وہ آہ بھر کے بولی، جہان کی پیشانی پہ ناگواری کی لکیریں ابھرنے لگیں۔

''دیکھئے محترمہ میں آپ کو بتا چکا ہوں میں ایسا آدمی نہیں ہوں، سمجھ کیوں نہیں آتی آپ کو۔'' بری

طرح سے جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا ہو بے حد تلخی سے بولا تھا۔

''آپ مجھ سے ملیں، بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں آپ سے۔'' اس دوران ژالے اس جانب چلی آئی تھی، جہان کو غصے میں پا کر اشارے سے وجہ پوچھی تھی۔

''اگر میری بیوی کو پتہ چل گیا تم اتنے عرصے سے مجھے تنگ کر رہی ہو تو گلا دبا سکتی ہے وہ تمہارا۔'' جہان کو اتنا ہی غصہ آیا تھا کہ وہ تلخی سے کہہ گیا تھا، دوسری جانب نیلما ہنستی چلی گئی، جہان جھلا کر سلسلہ کاٹ دیا، اس کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا تھا وہ اس کی شادی کے متعلق سن کر پیچھے ہٹ جائے گی۔

''کون تھی؟''

''ہے کوئی خر دماغ، عجیب کھسکی ہوئی عورت ہے۔'' جہان نے اسی غصے سے بھرے ہوئے جواب دیا تھا۔

''عورت ہے لڑکی نہیں؟'' ژالے نے شرارت سے آنکھیں نچائیں۔

''شادی کرنا چاہتی ہے مجھ سے۔'' جہان نے جھلاتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں تو کر لیں، ابھی ایک کیا دو کی مزید گنجائش ہے، انصاف کرنا تو خوب آتا ہے آپ کو، عیاشی مفت میں، ثواب الگ۔'' زینب نے پاس سے گزرتے ہوئے یہی بات سنی تھی، رک کر کسی قدر تیکھے انداز میں مشورے سے نوازا اور آگے بڑھ گئی، جہان کا چہرا غصے اور طیش سے جل اٹھا تھا، وہ اس کے پیچھے جانے لگا تھا مگر ژالے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑ لیا تھا، جہان نے پلٹ کر اسے دیکھا، اس کے چہرے پہ صرف گھبراہٹ نہیں التجا بھی تھی۔

''پلیز شاہ اٹس اوکے۔'' جہان نے ہونٹ یوں بھینچ لئے جیسے خود پر ضبط کرنا چاہ رہا ہو۔

''وعدہ کریں شاہ آپ انہیں بعد میں بھی اس بات پہ ہرگز نہیں ڈانٹیں گے۔'' وہ ملتجی ہو کر کہہ رہی تھی، جہان نے جواباً اسی کو گھورا تھا۔

''مجھ سے فضول قسم کے وعدے نہ لینے بیٹھ جایا کرو۔''

''شاہ پلیز۔'' وہ لمحوں میں آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی، جہان یہیں بے بس ہوا تھا۔

''اوکے تمہارے طفیل بخش دیا اس کو ورنہ......''

''اچھا جانے دیں نا پلیز۔'' ژالے نے اسے پھر سے غصے میں آتے دیکھ کر نرمی سے ٹوکا۔

''آج تمہیں چیک اپ کو جانا تھا یاد ہے تمہیں؟ میں نماز پڑھ کر آؤں تو تیار ملو مجھے۔'' جہان نے اپنا سیل چارجنگ کے لئے اس کے ہاتھ پہ رکھتے ہوئے گویا تاکید کی تھی۔

''ہاں ٹھیک ہے، زینی آپا کو بھی بخار ہے، انہیں بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔'' ژالے کی بات پہ جہان خفیف سا چونکا تھا، ان دنوں وہ ژالے کی بیماری کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوتا تھا جبھی زینب کے مزاج یا پھر حالات کے بارے میں کچھ خاص آگاہی نہیں تھی۔

''کہہ کر دیکھ لینا، مشکل ہے آمادہ ہو، دوا تو اس نے زیاد یا پھر معاذ سے لے لی ہو گی نا؟'' جہان نے اس پہ یہ معاملہ چھوڑ دیا تھا، نماز پڑھ کے واپس آیا تو ژالے کمرے میں نہیں تھی، اس نے سیل فون کی چارجنگ چیک کی تو نگاہ میں ان باکس میں آنے والا نیا پیغام آ گیا۔

''جہانگیر صاحب جتنی جلدی ممکن ہو سکے مجھ سے ملیں، فراق کی گھڑیاں اب وصال میں بدلنے کی

خواہش ہے، کیا مجھے کہنا پڑے گا کہ اب اور صبر نہیں ہوتا۔" جہان کی پیشانی جل اٹھی تھی، اس نے سخت غصے میں آتے اس وقت پیغام ضائع کر دیا تھا، اس عورت کی بے باکی نے اسے متعدد بار مرد ہو کر شرم سے پانی پانی کر ڈالا تھا۔

"چلیں...... تیار ہیں آپ؟" ژالے کی آواز پہ اس نے مڑ کے دیکھا، زرد کلر کی فراک جس کے گلے پہ سورج مکھی کے پھولوں سے بنی خوبصورت سی لیس نیم دائرے میں لگی بہار دکھا رہی تھی اس کی گردن کو مزید نمایاں کر کے دکھا رہی تھی، وہ دوپٹہ اتار کر چادر اوڑھ رہی تھی، جہان کی نگاہوں کو محسوس کر کے اس کا چہرا گلابی ہونے لگا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" وہ شرمائی تھی، پلکیں جھک کر عاضوں پہ لرزنے لگیں۔

"تم خود کو پہلے سے بہتر فیل کرتی ہو نا ژالے؟ تمہیں وہ پین ہوتی ہے؟" جہان درمیانی فاصلہ گھٹا کر اس کے نزدیک آ گیا تھا، اس کے انداز میں سوال میں ایک عجیب سی بے تابی اور اضطراب کا عنصر نمایاں تھا، ژالے نے پلکیں اٹھا کر اسے کچھ دیر دیکھا تھا۔

"میں ان چار پانچ سالوں کے بعد ان کچھ مہینوں سے خود کو بہتر بہت بہتر محسوس کرنے لگی ہوں شاہ، ورنہ یہ اتنی شدید بیماری ہے کہ اس میں مریض ہر لمحہ اس تکلیف سے بے چین رہتا ہے میں عادی ہو کر بھی عادی نہیں ہو پا رہی تھی مگر اب...... اب جیسے کوئی جادو چھانے لگا ہو، مجھے لگتا ہے جیسے دھیرے دھیرے یہ تکلیف کا احساس میرے وجود سے اپنے پنجے نکال رہا ہو، اس کی کیا وجہ ہے مجھے نہیں پتہ، مگر میں خوش ہوں، شاہ میں چاہتی تھی مجھے کم از کم اتنی مہلت مل جائے کہ ہمارا بچہ اس دنیا میں آ جائے...... اک بات کہوں شاہ؟"

"ضرور جناب اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" جہان کا موڈ ایک دم سے خوشگوار ہو گیا تھا، جبھی اس کی ناک پکڑ کر زور سے دبائی تھی۔

"اگر مجھے کچھ ہو گیا نا ہمارا بچہ جو ہو گا اسے می کو دے دیجئے......" جہان نے اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا ژالے، اپنی بدلتی کیفیت سے بھی تمہیں اندازہ نہیں ہوا کیا؟" جہان کو ٹوکنے پہ نہیں وہ اس کے الفاظ پہ حیران نظر آنے لگی تھی۔

"میں سمجھی نہیں شاہ۔"

"ایک یقین ہوتا ہے ایک ایمان ہوتا ہے ژالے، یقین کی پختگی میں کہیں کوئی دراڑ ہو سکتی ہے مگر ایمان میں نہیں، مجھے اپنے اللہ کی رحمت پہ ایمان کی حد تک ہی یقین ہے، میں نے تمہیں کہا تھا نا میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا، میں نے اللہ سے اپنے لئے تمہیں مانگا، میں نے پڑھا تھا، دعا مانگو تو ایسی جو فرشتے کے پر جیسی ہو، جب میں نے دعا مانگی چاہی تو مجھے سمجھ نہیں آ سکی تھی فرشتے کے پر جیسی کیسی دعا ہو گی، میں نے فرشتے کے پر کا تصور کیا تو مجھ پہ منکشف ہوا فرشتہ نور سے بنا ہوا ہے اور نور روشنی ہے، روشنی یعنی ہر شے کو واضح کر دینے والا احساس، جس میں کچھ بھی چھپا نہ ہو، یعنی کوئی شک کوئی کھوٹ نہیں، ژالے میں نے اسی عقیدے اسی یقین کے ساتھ دعا مانگی کہ اللہ کے لئے تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے نا، بس یہی عقیدہ تھا اور وسیلہ میں نے درود پاک کو بنایا "آب کوثر" کے مطالعہ سے مجھ پہ منکشف ہوا تھا کہ بہت

سے لاعلاج بیماریوں کے مریض درود پاک کے وظیفہ سے اس بیماری سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہوئے تھے، بس میں نے بھی اللہ کو اسی طرح سے منانے کا سوچ لیا تھا، جبھی تمہیں اپنے اندر جو تبدیلی جو بہتری محسوس ہو رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔"

ورد درود پاک میں کرتا چلا گیا
بگڑا ہوا جو کام تھا بنتا چلا گیا
ان کے حضور جب سر تسلیم خم کیا
پھر اپنا سر اٹھا کے میں چلتا چلا گیا

"میں اور کیا کہوں سوائے اس کے کہ یہ میرے اللہ کا کرم ہے اور بس۔" جہان کی آنکھیں عقیدت اور تشکر کے احساس سے گیلی ہو رہی تھیں، ژالے جو ایک تحیر کا جہان آنکھوں میں آباد کیے استعجاب بھرے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی، جیسے موم بن کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہونے لگی۔

"شاہ...... شاہ آپ اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے۔" وہ اس کے ساتھ لگ کر سسک اٹھی تھی، جہان نے اسے نہایت نرمی کے ساتھ اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تمہیں شک کیوں ہے ژالے میری محبت پہ۔"

"شک نہیں، میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی۔" وہ بے اختیار سسک اٹھی۔

"کون کس قابل ہے اس کا فیصلہ کرنا ہمارا نہیں اللہ کا کام ہے ژالے، وہ جسے چاہے نواز دے۔"

جہان نے اس کا چہرا اٹھایا اور بہت محبت اور توجہ سے اس کے اشک چننے لگا۔

"آج مجھے اپنی خوش بختی پہ کوئی شک باقی نہیں رہا، میں خدا کی بھی شکر گزار ہوں جس نے مجھے بلاشبہ میری اوقات سے بڑھ کر عطا کیا ہے، شاہ یہ حقیقت ہے کہ میں نے صرف آپ کو پا کر ہی خود کو مکمل سمجھنا شروع کر دیا تھا مگر اصل تکمیل تو آج ہوئی ہے میری۔" وہ بے حد جذب سے کہتی چلی گئی تھی، جہان بس اس کی خوشی اس کے اطمینان کو مسکراتی لو دیتی نظروں سے دیکھتا رہا تھا، ژالے کو خود ہی اس قربت کا احساس ہوا تو قدرے جھینپ کر اس سے فاصلے پہ ہوئی۔

"ہمیں باہر دیر ہو جائے گی، ہو سکتا ہے تب تک زینی آپا سو جائیں، آپ پہلے ان کی طبیعت معلوم کر آئیں شاہ۔"

"کیوں وہ ساتھ نہیں چل رہی؟ تم تو کہہ رہی تھیں......" جہان نے شرارت بھرے انداز میں کہتے بات ادھوری چھوڑ دی تو ژالے خفت زدہ سی ہو کر مسکرائی تھی۔

"انہیں تیز بخار ہے، کہہ رہی تھیں باہر جانے کی ہمت نہیں، دوا تو وہ معاذ بھائی سے لے چکی ہیں۔"

"واقعی یہی کہا تھا زینی؟" جہان نے پھر اسے چھیڑا، یعنی شرارت کو طول دیا تھا۔

"آپ بال کی کھال کیوں اتار رہے ہیں؟ اگر وہ مجھے ڈانٹتی ہیں غصہ دکھاتی ہیں تو میں نہیں مائنڈ کرتی اس بات کو، آپ کو اپنی فکر کرنی چاہیے، سنا ہے ڈانٹ تو ان سے آپ کو بھی پڑتی ہے۔" ژالے نے اب کے اس کی ٹانگ کھینچی تھی، جہان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اس کی اتنی جرأت نہیں ہے محترمہ، بہت غلط سوچ ہے آپ کی۔"

"یہ مان اور جرأتیں ہمیں محبت عطا کرتی ہے شاہ، جہاں محبت ہو گی وہیں یہ حسین رنگ ملیں گے،

میں نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا آپ سے اس انداز میں بھی بات کروں گی مگر آج...... آپ کی محبت کا ہی اعجاز ہے یہ۔''

''اللہ کا کرم ہے ژالے۔'' جہان نے تصیح کی تھی ژالے نے فوراً شرمندہ ہو کر سر کو اثبات میں ہلایا۔

''بالکل اللہ کا کرم ہے، آپ زینی آپا کے پاس جائیں نا اب، ورنہ پھر دیر ہو جائے گی۔'' ژالے نے اسے دروازے کی سمت دھکیلا تھا، جہان گہرا سانس بھر کے باہر آ گیا، راہداری میں فینسی لائٹ کی روشنی تھی اور دیواروں کا پینٹ چمک رہا تھا، ہر سو اک سکون اور خاموشی کا احساس تھا، مما عدن کو اٹھائے اس وقت معاذ کے کمرے سے نکلی تھیں۔

''آپ ژالے کو لے کر نہیں گئے جہان؟ آج چیک اپ تھا اس کا، کہیں بھول تو نہیں بیٹھے؟'' ان کی فکرمندی پہ جہان مسکرا دیا تھا۔

''نہیں چچی جان! مجھے یاد ہے، نکل ہی رہے تھے، زینب کو بھی ٹمپریچر ہے سوچا پہلے اس کی خیریت پوچھ لوں۔''

''ہاں بیٹے ضرور...... مگر بتاؤ وہ آپ کو زیادہ تنگ تو نہیں کرتی؟'' مما کے لہجے میں تشویش تھی، جہان کو مسکراہٹ ضبط کرنا پڑی تھی۔

''ایسی ہرگز کوئی بات نہیں ہے چچی جان۔''

''سچ کہہ رہے ہو بیٹے؟'' ان کی نگاہوں میں غیر یقینی اور شکوک کا غلبہ تھا۔

''چچی جان اب زینی اتنی بھی نالائق نہیں ہے، بلکہ سچ پوچھیں تو مجھے اس سے بالکل کوئی شکایت نہیں۔'' انہیں بازو کے حلقے میں لے کر اس نے بہت جذب سے کہا تھا، مما کچھ دیر یونہی اسے نم آنکھوں سے دیکھتی رہیں پھر اظہار تشکر کے احساس کے طور پہ باقاعدہ رو پڑیں تھیں۔

''الحمدللہ! مجھے میرے اللہ نے سرخرو کر دیا ہے آج، خدا تم تینوں کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین۔'' وہ اسے دعاؤں سے نوازنے لگیں، جہان کے اندر آسودگی اتر آئی، گو کہ وہ زینب سے پوری طرح خوش نہیں تھا مگر گنجائش رکھ کر اگر مما کو مطمئن کیا جا سکتا تھا تو اس میں قباحت نہیں تھی، زینب کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا، جہان نے آہستگی سے دھکیلا اور اندر قدم رکھ دیا، اے سی کی کولنگ اور نیم اندھیرے نے اس کا استقبال کیا تھا، جہان نے سب سے پہلے لائٹ آن کی تھی، وہ اسے بیڈ پہ نظر نہیں آئی تو جہان نے حیرت بھرے انداز میں نگاہ کو گھمایا تھا، اسے جائے نماز پہ سجدے میں جھکے دیکھ کر اسے خوشگوار قسم کی حیرت محسوس ہوئی تھی، جبھی وہیں تک کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، مگر چند لمحوں کے بعد ہی ایک بے چینی کا اضطراب اس کے رگ و پے میں سرائیت کرنے لگا تھا، وہ مالک کے حضور خود کو پیش کیے جانے کس بات پہ گریہ زاری میں مشغول تھی، خاصی دیر بعد سر اٹھایا اور اسے وہاں موجود اور متوجہ پا کے جز بز ہو کر رہ گئی۔

''تمہیں کوئی پرابلم ہے زینب؟''

''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟''

''کیا میں تمہارے پاس نہیں آ سکتا زینب؟'' اسے اپنے سوال کے نظر انداز ہونے کا ہی نہیں زینب کی اس تفتیش پہ بھی تاؤ آیا تھا۔

''آ سکتے ہیں مگر جب ژالے کی باری نہیں ہوتی، آپ کو نہیں لگتا آپ بد دیانتی کے مرتکب ہو رہے ہیں؟'' وہ پتہ نہیں طنز کر رہی تھی یا اس کی اصلاح کی کوشش، جہان سرد مہری سے اسے دیکھے گیا۔

''ژالے بتا رہی تھی تمہیں ٹمپریچر ہے، خیریت معلوم کرنا چاہ رہا تھا، کب ہوئی تمہاری طبیعت خراب؟'' جہان نے کہتے ہوئے اس کی پیشانی کو چھوا تھا، جو آگ کی طرح تپ رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں، اس نوازش کے لئے شکریہ۔'' زینب نے رکھائی سے کہتے اس کا ہاتھ ہٹایا تھا۔

''ابھی تم نماز پڑھ کر ہٹی ہو، تمہیں یہ بھی نہیں پتہ شوہر کے ساتھ اس قسم کا سلوک بیوی کو زیب نہیں دیتا؟''

''ہو گئے طعنے شروع؟ اطلاعاً عرض کر دوں، یہ شوہر مجھے پسند ہے نہ قبول، کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے......''

''آگے ایک لفظ نہیں بولنا زینب! میں بہت رعایت دے چکا تمہیں۔''

''تو کس نے کہا ہے رعایت کو؟ کریں جو کرنا ہے آپ کو؟ ماریں گے جان سے یا پھر تشدد کریں گے۔'' وہ چیخ پڑی تھی، جہان اسے دیکھتا رہا۔

(تم اپنی ذات کو پردوں میں مغلوف کر کے رکھنا چاہتی ہو زینب، مگر میں اس راز کو ضرور کھولوں گا، تم وہ نہیں ہو جو تم میرے سامنے خود کو ظاہر کرنا چاہتی ہو، تمہارا مسئلہ تمہارا درد کچھ اور ہے۔)

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' زینب نے آنکھوں کی نمی چھپانے کی غرض سے رخ پھیرتے ہوئے بھی تلخ کلامی ضروری سمجھی تھی۔

''دیکھ رہا ہوں تم جھوٹ بولتے ہوئے صاف پہچانی جاتی ہو۔''

''یہ کیا بکواس ہے؟ کون سا جھوٹ بولا میں نے، تنگ کر کے رکھ دی ہے زندگی آپ نے، آپ سے تو تیمور بہتر تھے، کم از کم ان کے قول و فعل میں تضاد تو نہیں تھا۔'' زینب نے اک نیا حربہ آزمایا، اس کی توقع کے عین مطابق جہان کی آنکھیں غیض و غضب سے انگارہ ہو کر بے تحاشا حدتیں سمیٹ لائیں، اس نے زینب کو بازو سے دبوچ کر جارحیت بھرے انداز میں جھٹکے سے اپنے مقابل کیا اور اس کا چہرا اپنے فولادی ہاتھ میں جکڑ لیا۔

''اس خبیث انسان کا نام تمہارے منہ سے دوبارہ نہیں سنوں میں، زینب میں قتل کر دوں گا تمہیں مگر اب تمہاری کوئی فضول بات برداشت نہیں کروں گا، اس سے پہلے جب تم نے یہ ساری بدتمیز حرکتیں کی تھیں تب میرا تم پہ کوئی اختیار نہیں تھا، مگر اب بیوی ہو تم میری۔'' جہان نے اسے اسی شدید انداز میں جھٹکا دے کر بستر پہ اچھالا اور خود لمبے ڈگ بھرتا پلٹ کر باہر نکلتا چلا گیا، زینب جیسے حواس باختہ سی اسی جگہ گری پڑی رہی، اس کی گرفت میں کتنی مجنونیت تھی اور آنکھوں میں واقعی ہی گویا مرنے مار دینے والے تاثرات جو حقیقتاً زینب کو خائف کر کے رکھ گئے تھے، اس کے سانسوں کی بھاپ سے ابھی تک اسے اپنا چہرا جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''میں کیا کروں میرے خدایا! مجھے اس مشکل سے نکال لے۔'' وہ ذرا حواسوں میں لوٹی تو سسک سسک کر بلک بلک کر رو ئے گئی تھی۔

☆☆☆

''پری اک بات کہوں تم سے؟'' معاذ نے اس وقت اس کے گلے میں اپنے بازو حمائل کیے تھے جب پرنیاں اس کی ٹائی کی گرہ لگا کر کوٹ پہنا رہی تھی۔

''جی بولیں۔'' پرنیاں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کوٹ کے بٹن بند کرنے لگی۔

''یار وہ زینی کسی وجہ سے پریشان ہے، اس نے جے کو بھی آپ سیٹ کیا ہوا ہے، تمہاری تو دوستی ہے نا اس سے، تم ذرا اس سے مسئلہ تو جاننے کی کوشش کرو، مگر اس انداز میں کہ اسے شک نہ ہو۔'' معاذ کی سنجیدگی کے مظاہرے پہ پرنیاں جیسے کسی سوچ میں گم رہ کر بولی تھی۔

''ایسا تو مجھے بھی کئی بار محسوس ہوا کہ وہ الجھی ہوئی اور پریشان ہے کیا زیادہ تشویش کی بات ہے۔'' پرنیاں خود بھی متفکر ہونے لگی تھی۔

''ہے تو پریشانی کی بات ہی، جے تو خاص طور پہ بہت زیادہ ٹینس ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں، میں آج ہی اسے کریدنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' پرنیاں نے اسے تسلی دی تو معاذ کسی خیال کے پیش نظر بولا تھا۔

''یار ایک دم سے اگلوانے بیٹھ جانا، ورنہ وہ محتاط ہو جائے گی۔''

''آپ کی قربت میں رہ کر اتنی عقل تو مجھ میں بھی آ گئی ہے کہ کون سا کام کیسے کرنا ہے؟'' پرنیاں نے اسے چھیڑا تھا، معاذ کی آنکھیں ایکدم سے چمک اٹھیں۔

''اوئے ہوئے قربت...... کون سی قربت کی بات ہو رہی ہے؟ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو صرف ایک بار یہ موقع آیا تھا وہ بھی شاید ہی آپ تب حواسوں میں ہوں، پھر اتنی عقل کیسے حاصل کر لی۔'' اس کے لہجے میں شرارت سی شرارت رقم تھی، آنکھیں الگ بہک اٹھی تھیں، پرنیاں تو گویا پھنس گئی تھی سیدھے سبھاؤ بات کر کے بھی۔

''حد ہے آپ سے معاذ...... بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔'' شرمایا لجایا ہوا اس کا سنہرا جگمگاتا ہوا روپ اس قدر بہکا دینے کی حد تک دلکش لگا تھا کہ معاذ کسی طرح بھی خود کو گستاخی کرنے سے نہیں روک سکا، پرنیاں کی حالت دیکھنے والی ہو گئی تھی۔

''معاذ......!'' وہ روہانسی ہوئی تھی، معاذ ہنسے گیا تھا۔

''صبح صبح ہی عہد سے پھر گئے ہیں۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔

کچھ بھی ہو میں تو الزام تمہی کو دوں گا
تم معصوم بہت ہو مگر توبہ تیری آنکھیں

اس اہم وضاحت نے پرنیاں کو ٹھنڈا سانس بھرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

''آپ نہیں سدھر سکتے۔'' وہ سر جھٹک رہی تھی۔

''آپ بھی تھوڑا سا بگڑ جائیں تو ہمارا بھلا ہو جائے، دن رات رومانس کے طریقے بتاتا ہوں مگر مجال ہے جو کبھی آپ کو بھی خیال آیا ہو، محترمہ شوہر ہوتے ہیں آپ کے ہم، سو اک نظر کرم ادھر بھی۔'' اس نے خاصے قائل و مائل کرنے والے انداز میں کہا تو پرنیاں حیا آمیز خفت سے سرخ پڑ گئی۔

''آپ ہی کافی ہیں اس کام کو۔''

''لیکن میرا ابھی تو دل کرتا ہے، تم مجھے پیار کرو۔'' معاذ کا اصرار اور تقاضا بڑھنے لگا۔

اگر چھونا ہی ہے مقصود تو ہم نظروں سے چوم لیا کرتے ہیں
لگا کر ہونٹ کسی کے دامن کو ہم داغدار نہیں کرتے

پرنیاں نے بے نیازی سے شعر پڑھا تھا، معاذ نے گویا مکھی اڑائی۔

''میں محبت میں ایسی حد بندیوں کا قائل نہیں ہوں، تمہیں اندازہ تو ہو گیا ہو گا۔''

لفظ ناپ کر لکھنا بات تول کر کرنا
مجھ سے یہ نہیں ہوتا تم کو تو پتہ ہے نا
کتنا بے دھڑک ہوں میں لوگ مجھ سے کہتے ہیں
لفظ ناپ کر لکھو بات تول کر بولو
ان کو کیا بتاؤں میں کہ میں تو کچھ نہیں لکھتا
کچھ بھی میں نہیں کہتا دل یہ بول پڑتا ہے
اور تم کو تو پتہ ہے نا دل کے پاس کوئی بھی
پیمانہ نہیں ہوتا ناپ لے جو لفظوں کو
تول لے جو باتوں کو

اپنے مخصوص انداز میں اس نے اپنی سوچ واضح کی تھی، پرنیاں نے مسکراہٹ دبائی۔

''ہاں پتہ ہے مجھے، اب تو بہت اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے مزاج کا۔''

''تھینک گاڈ! جان تو لیا تم نے، ورنہ میں تو خائف ہوتا رہتا تھا کہ کہیں پھر تم میری محبت کو میری ہوس سے تعبیر کر دو، اگلے سال تک پھر ناراضگی کا سلسلہ چلے ساتھ میں ایک عدد چائلڈ بھی یار لوگ سمجھتے ہوں گے پتہ نہیں ہم کتنے رومینٹک میاں بیوی ہیں کسی کو کیا پتہ......''

''کم آن معاذ...... بس بھی کریں۔'' پرنیاں کی آنکھیں ہی نہیں جھکیں گال بھی دہک اٹھے تھے۔

''افوہ...... یہ کی ہے تم نے اصلاح اپنی...... رومینس پہ تو پابندی ہے ہی، تو تم مجھے زبانی کلامی ہی دل نہیں پرچانے دیتیں۔'' معاذ نے منہ بنا لیا تھا۔

''آپ کو اب کالج سے دیر نہیں ہوتی؟ تیاری میں یہ اتنا وقت لگا دیتے ہیں، ناشتے پہ مما انتظار کرتی ہیں تو سب کتنا مذاق اڑاتے ہیں اتنی دیر کمرے میں رہنے پہ۔'' پرنیاں نے اس کی رسٹ واچ اس کی نگاہوں کے سامنے لہرا کر گویا وقت کا اندازہ کرانا چاہا۔

''جنید بھائی اور جے تو جیسے بہت وقت پر آتے ہیں نا ڈائننگ ٹیبل پہ، اندر وہ بھی اس قسم کی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں، کوئی مذاق اڑا کے تو دیکھے میرا۔'' اس کے پاس ہر بات کا جواب تیار ہوتا تھا، پرنیاں کو ہی ہار تسلیم کرنی پڑی تھی، جبھی گہرا سانس بھر لیا۔

☆☆☆

او صنم او صنم کاش ہوتا اگر
تم نبھا جاتے یہ زندگی کا سفر
ہم بھی تنہا نہ رہتے یونہی عمر بھر
او صنم او صنم کاش ہوتا اگر

جہان نے دروازہ کھول کر نیم تاریک میں قدم رکھا تو مغنیہ کی درد سے بوجھل آواز نے ایکدم سے اسے اپنے حصار میں لے لیا وہ ایزی چیئر پہ نیم دراز جیسے خود سے بھی غافل تھی، کھلے بال ہوا سے اڑتے تھے، آنکھیں بند تھیں مگر سائیڈوں سے بہتے آنسو اک تسلسل سے کنپٹیاں بھگو رہے تھے۔

اپنے لبوں کی ہنسی اے کاش دے دوں تمہیں
میرے خوشی لے لے تو غم اپنا دے دے مجھے
کاش ہم کو بنا لیتے تم اپنا ہم سفر
تم ساتھ ہوتے اگر تم ساتھ ہوتے اگر

جہان کے ہونٹ باہم سختی سے پیوست ہوگئے تھے، دماغ کی طنابیں پوری قوت سے تن گئیں، وہ رقابت کی ان دیکھی آگ میں جھلس کر خاک ہوتا آگے بڑھا تھا اور کیسٹ پلیئر زور سے ہاتھ مار کر آف کیا، کمرے میں یکلخت جان لیوا سناٹا در آیا، زینب چونکتے ہوئے سیدھی ہو بیٹھی، البتہ کچھ کہنے سے گریز کیا تھا، جبکہ جہان منتظر تھا کہ وہ کچھ کہے تو جواب میں اسے بھی دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ملے، اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے۔

''میرا بیگ تیار کردو، کچھ دنوں کو مجھے آؤٹ آف سٹی رہنا ہوگا۔'' جہان کا لہجہ و انداز تحکمانہ نخوت لئے ہوئے تھے، حیرت انگیز طور پہ زینب نے جواب میں ناگواری کے اظہار یا پھر دامن بچانے کے اٹھ کر اس کے حکم کی تعمیل شروع کردی، جہان کو اور غصہ آنے لگا تھا یہ سوچ کر کہ وہ اس سے جان چھوٹ جانے پہ شکر منا رہی ہوگی، آج سے اس کی باری جو شروع ہو چکی تھی۔

''یہ سوٹ ٹھیک رہے گا رکھ دوں؟'' وہ اپنے دھیان میں پلٹی تو جہان سے زور سے ٹکرائی، وہ پتہ نہیں کب اس کے پیچھے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔

''افوہ آپ کیوں یہاں آگئے تھے؟'' وہ جتنا جھنجلائی تھی، اسی حساب سے چڑ کر بولی۔

''تم بھی ساتھ چلو گی میرے، ہے تو آفیشل ٹور مگر میں مینج کرلوں گا۔'' جہان نے ایک نیا شوشا چھوڑ کر زینب کے انداز کی بے زاری کو جھلاہٹ میں ڈھال دیا۔

''میرا دماغ نہیں خراب کہ آپ کے ساتھ خوار ہوتی پھروں۔''

''تمہیں بات کرنے کی تمیز کب آئے گی زینب، بی ہیو یور سیلف اینڈ انف، آئندہ میں تمہیں دیکھوں نا اس طرح سے بات کرتے ہوئے، سب گھر والوں کے ساتھ بھی تم یونہی پتھر پھوڑتی پھرتی ہو۔'' جہان کا ضبط آخر کار جواب دے گیا تھا، زینب کی رنگت واضح طور پہ پھیکی پڑی۔

''میں نے آپ سے کوئی عہد کیا تھا نہ پیمان کہ میں آپ کے ساتھ......''

''تمہارے نزدیک عہد و پیمان کی کیا ڈیفی نیشن ہے مجھے نہیں پتہ، میرے خیال میں جب تم نے نکاح نامے پہ سائن کردیئے تو اس کا مطلب یہ ہی ہوا کہ تمہیں میرے میری فیملی کے حقوق کو ادا کرنا ہے۔'' انگلی اٹھا کر وہ بے حد ٹھہرے ہوئے انداز میں جتلا کر بولا، تو زینب چند ثانیوں کو ٹکر ٹکر اسے دیکھتی رہ گئی۔

''یہ صرف آپ کی فیملی نہیں ہے میرے پیرنٹس اور......''

''اچھا!!!!'' وہ پھر اس کی بات کاٹ کر طنزیہ ہنسی ہنسا۔

''اطلاع کا بہت شکریہ، ویسے پتہ مجھے پہلے سے تھا تم نے اپنے پیرنٹس کے جذبات و احساسات کی کتنی پرواہ کی، یہ تمہارے ایٹی ٹیوڈ نے بہت بار واضح کردیا، اب اگر میں تم سے ان کے ساتھ بہترین رویہ کا آرڈر کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ تب تم اپنی مرضی کی مالک تھیں مگر اب تم مجھ سے وابستہ ہو، تمہارا رویہ تمہارا مزاج اور تمہارا اس گھر میں کردار میرے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا ہے میں ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تم سے اب میرے رشتوں کو تکلیف پہنچے اور یہ تمہیں میری لاسٹ وارننگ ہے، اس کے بعد میں ہرگز بھی رعایت نہیں کروں گا۔'' جہان کے لہجے سے ہی نہیں آنکھوں سے بھی برہمی چھلک پڑ رہی تھی، زینب کے اعصاب تک شدید کشیدگی سمیٹ لائے تھے۔

''افوہ رعایت، فار کائنڈ یور انفارمیشن جہانگیر صاحب کہ پہلے بھی آپ نے کوئی ہار پھول نہیں پہنائے ہیں مجھے، بڑا انصاف انصاف کا ڈنکا بجاتے ہیں، لاڈلی اور چہیتی تو آپ کی وہی ثرالے ہے نا، جیسے میں جانتی نہیں ہوں، ہمیشہ مجھ پہ آپ نے اسے ترجیح دی، میری طرف تو بس فرض نبھانے آتے ہیں، تو نہ نبھایا کریں، مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے اپنی اور اس کی حیثیت کا، وہ آپ کی محبت ہی نہیں، خوبصورت نوعمر سب سے بڑھ کر کنواری ملی آپ کو، جبکہ میں روندی اور مسلی ہوئی کلی تھی، جسے کوئی بھی اپنے کالر میں سجانا پسند نہیں کرتا، مگر برا ہو آپ کی اس اچھی دھاک کا، جسے بحال رکھنے کو آپ کو یہ ناگوار کام کرنا پڑا۔'' وہ بولنے پہ آئی تو جانے کب کی تپش اور غبار نکال دیا تھا، غصے کی زیادتی سے دہکا چہرا، تیز ہوتا تنفس اور آنکھوں سے بہتے آنسو، جو پتہ نہیں کتنے کرب اور اذیت کو محسوس کرکے نکلے تھے۔

''زینب......!'' جہان سخت مضطرب ہوا، مگر وہ اس کی سنے بغیر منہ پہ ہاتھ رکھے روتی ہوئی باہر بھاگ گئی تھی، جہان اس کے پیچھے لپکا، زینب نے برآمدے میں رک کر سرعت سے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا تھا، وہ ہرگز کسی کے سامنے وضاحت کی پوزیشن میں نہیں تھی مگر اسے اندازہ نہیں تھا اس پہ کیا افتاد پڑنے والی ہے، اس سے قبل کہ جہان اس تک پہنچتا آندھی طوفان کی طرح سے اندرونی حصے کی جانب آتیں مسز آفریدی اسے وہاں دیکھ کر چیل کی طرح اس کی جانب لپکی تھیں۔

''اچھا......تو تم ہو زینب، جس نے میری بیٹی کے حق پہ ڈاکہ ڈالا، شرم تو نہیں آئی ہوگی تمہیں؟ ارے غضب خدا کا اپنا شوہر سنبھال نہ سکیں تو دوسروں کے شوہروں کو قابو کرنا شروع کرلیا، میں کہتی ہوں تم لوگوں کو جرأت کیسے ہوئی آخر میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کرنے کی، اس پہ دھڑلہ دیکھو کہ مجھے کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔'' بغیر کسی لحاظ کے بلند ہوتا لہجہ جس میں جہالت کی حد تک چیخ چنگھاڑ نمایاں تھی، انہوں نے ہاتھ لہرا لہرا کر صاف طعنے دینے پہ اکتفا نہیں کیا تھا، طیش سے بے حال ہو کر زینب پہ حملہ آور بھی ہوئی تھیں، ان کا ارادہ اسے بالوں سے نوچ کر زمین پہ پٹخنے کا تھا اور وہ ضخیم شحیم عورت دھان پان سی زینب کو یقیناً منٹوں میں زمین چٹا سکتی تھیں اگر جو اسی پل وہاں آئے جہان نے زبردست مداخلت کرتے ہوئے زینب کو ہاتھ سے پکڑ کر سرعت سے اپنی جانب نہ کرلیا ہوتا۔

''واٹ نان سینس مسز آفریدی؟ بات کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟'' جہان کا لہجہ بے حد کڑا تھا تو چہرے کے تاثرات میں شدید خفگی، زینب اتنی حواس باختہ تھی کہ جہان کے کھینچنے پہ اپنی جھونک میں آکر اس کے بالکل پہلو سے لگ گئی تھی اور یونہی لگی کھڑی رہی، مسز آفریدی کو دیکھتی رہی جن کی آنکھوں میں گویا خون اترا ہوا تھا۔

''بہت خوب، تم نے خود کون سے ایٹی کیٹس کے مظاہرے کر دیئے ہیں کہ مجھ سے یہ سوال کرتے ہو؟'' انہوں نے جہان کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرا کر پھر اسی انداز میں طعنہ مارا ان کا لڑنے کا انداز خالص جاہل عورتوں کا سا تھا۔

''آپ کو جو بھی بات کرنی ہے اندر چل کر کریں، زینب تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔'' جہان نے پہلے انہیں پھر زینب کو مخاطب کیا تھا اور لمحہ بھر کو اسے بہت نرمی سے اپنے ساتھ لگا کر تھپکا، زینب ہنوز سراسیمہ نظر آئی تھی، اس کے کہنے پہ بے اختیار فرمانبردار انداز میں سر کو اثبات میں ہلایا اور اندر کی جانب دوڑی۔

''اسے کہاں بھیج رہے ہو فساد کی جڑ کو، اس سے تو بات کرنی ہے میں نے۔'' مسز آفریدی پھر چنگھاڑیں تو جہان نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''میں آپ کا احترام کر رہا ہوں تو بہتر ہوگا آپ بھی تمیز کے دائرے سے باہر نہ نکلیں، میں نے جو کچھ بھی کیا وہ کسی سینس میں بھی جرم نہیں ہے کہ آپ کے سامنے مجرم ٹھہروں۔'' اس کے لہجے میں سختی بھی تھی اور تنبیہ بھی، مگر مسز آفریدی نے زور سے سر جھٹک دیا تھا۔

''اونہہ دیکھ لوں گی میں تمہیں۔'' جہان نے راہداری کے سرے پہ رجو کی جھلک دیکھی تو وہیں سے اسے پکارا تھا۔

''جی صاحب؟'' وہ بھاگی آئی تھی۔

''بیگم صاحبہ کو ڈرائینگ روم میں لے جا کر بٹھاؤ اور چائے کا انتظام کرو۔''

''مجھے نہیں پینی تمہارے چائے، میں یہاں ضیافت پہ نہیں آئی سمجھے؟'' انہوں نے زور سے پھنکار کر کہا تھا، جہان نے ہونٹ بھینچ کر پرتپش نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''آپ اندر چل کر بیٹھیں میں پپا جان اور چاچو کو بلا کر لاتا ہوں، انہی کے سامنے بات ہوگی آپ سے۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ آگے بڑھا تو مسز آفریدی نے بھڑکیلے انداز میں اسے آواز دی تھی، لہجے سے طیش اور غیض کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں، جہان کو ناچار رک کر ان کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

''ہنی کہاں ہے؟ اسے بلاؤ میرے پاس۔'' انہوں نے اسی حقارت آمیز لہجے میں گویا جہان کو آرڈر کیا تھا، اسی انداز نے جہان کا خون کھولا دیا تھا مگر اس نے اپنے جذبات کنٹرول سے باہر نہیں ہونے دیئے۔

''آپ چلیں، ژالے بھی آ رہی ہے وہیں۔'' مسز آفریدی نے کچھ دیر گھورتی پھنکارتی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر ہیل کی ٹک ٹک بجاتیں ساڑھی کا پلو سنبھالتی خائف سی رجو کے ساتھ آگے بڑھ گئیں، جہان نے سیل فون نکال کر ژالے کا نمبر ڈائل کیا تھا، اس نے پہلی ہی بیل پہ کال ریسیو کر لی۔

''گھر سے باہر ہیں آپ شاہ؟''

''نہیں، ادھر ہی ہوں تم ڈرائینگ روم میں آؤ ژالے تمہاری ممی آئی ہوئی ہیں۔'' جہان نے مطلب کی بات کی تھی، دوسری جانب ژالے کے ٹھنڈا سانس بھرنے کی آواز سنائی دی تھی۔

''میں نے انہیں بہت منع کیا تھا شاہ مگر وہ نہیں مانیں، اگر وہ آپ سے سخت بات کہیں تو پلیز مائینڈ نہیں کیجئے گا۔'' اس کے لہجے میں التجا در آئی تھی، جہان نے جواباً ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

''ڈونٹ یو وری، تم آ جاؤ وہاں او کے۔''

''جی میں آ رہی ہوں۔'' ژالے نے تسلی سے نواز کر رابطہ منقطع کر دیا، اس دوران جہان پپا کے کمرے کے دروازے تک پہنچ چکا تھا، سیل فون جینز کی جیب میں اٹکا کر اس نے دروازے پہ مدھر سروں میں دستک دی تھی۔

''یس کم آن۔'' پپا کی بھاری مگر مصروف آواز ابھری تھی، جہان نے آہستگی سے دروازہ دھکیلا پپا ایزی چیئر پہ جھولتے کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے جبکہ مما بیڈ پہ فاطمہ عدن اور اسامہ کے ساتھ موجود تھیں فاطمہ کھلونوں کے ڈھیر میں گھری بیٹھی تھی، عدن مما کی گود میں تھا جبکہ اسامہ بستر پہ دھما چوکڑی مچا رہا تھا۔

''ارے جہان بیٹے! آیئے سویٹ ہارٹ۔'' اس کے سلام کے جواب میں پپا نے بہت خوش دلی سے اٹھ کر اس کا خیر مقدم کیا تھا، جہان ان کی اس درجہ پذیرائی کے مظاہرے پہ ہمیشہ کی طرح خفیف سا ہو گیا، فاطمہ کی نگاہ اس پہ پڑی تھی تو کھلونے چھوڑ چھاڑ ہمک کر اس کی جانب لپکنے لگی، وہ جہان سے بے حد مانوس ہو چکی تھی، جہان نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا پھر اس کے ریشمی بالوں کو چوما تھا۔

''بیٹھو نا بیٹے! کھڑے کیوں ہو؟'' مما اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھیں، نرمی سے ٹوک کر بولیں تو جہان نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

''نہیں میں بیٹھنے نہیں بلکہ آپ کو اور چاچو کو بلانے آیا ہوں، چاچو مسز آفریدی آئی ہیں۔''

''اوہ...... خیریت؟'' پپا فوراً الرٹ ہوئے تھے اور کتاب بند کر دی۔

''لگتی تو نہیں ہے، ارادہ تو لڑائی کا ظاہر ہو رہا ہے۔'' جہان نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

''دیکھ لیتے ہیں، آپ نے بھائی صاحب کو بتایا؟'' پپا اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''نہیں، بتانے جا رہا ہوں، آپ چلیں وہاں۔''

''چلیں بیگم صاحبہ، ان لاڈلوں کو ان کے پیرنٹس کے حوالے کر کے آپ بھی آ جائیں۔'' پپا اور جہان ایک ساتھ باہر آئے تھے، پیچھے تشویش زدہ سی مما گود میں عدن کو لئے اسامہ کی انگلی پکڑے ہوئے تھیں۔

''جہان بیٹے! وہ خاتون تو اچھی خاصی گرم مزاج ہیں، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے ہنگامہ ہی نہ کر دیں۔'' پپا کا رخ ڈرائنگ روم کی سمت تھا جبھی اس جانب مڑ گئے جبکہ مما جہان کے ساتھ راہداری میں چل رہی تھیں، انداز میں پریشانی بھی تھی اور گھبراہٹ بھی، جیسے محسوس کر کے ہی جہان نے انہیں ایک بازو کے حصار میں لیا تھا۔

''مجھے ان سے نپٹنا آتا ہے چچی جان، آپ قطعی ٹینس نہ ہوں۔''

''مگر بیٹے وہ......'' انہوں نے ہکلا کر بات ادھوری چھوڑ دی، ان کی رنگت متوقع لڑائی جھگڑے کے خیال سے ہی پیلی پڑتی جا رہی تھی، وہ بہت امن پسند خاتون تھیں، ساری عمر جٹھانی کے اور نند کے ساتھ بہت اتفاق سلوک میں گزری تھی، جبھی ایسی صورتحال میں ان کی گھبراہٹ بہت نیچرل تھی۔

''آپ نہ آئیں ڈرائینگ روم میں چچی جان اور پلیز ریلیکس، ہم مجرم نہیں ہیں جو ڈریں۔'' جہان نے پھر اسی رسانیت آمیز نرمی سے انہیں تسلی دی۔

''نہیں میں چلتی ہوں آپ کے ساتھ پرنیاں...... پرنیاں بیٹے۔'' مما نے پہلے اسے جواب دیا تھا پھر پرنیاں کے بیڈروم کے آگے رک کر اسے آوازیں دیں۔

''جی مما۔'' وہ گلابی دوپٹہ سلیقے سے اوڑھتی باہر نکلی تھی۔

''عدن کو سنبھالو بیٹے اور فاطمہ کو جاکر اس کی ماں کو دے آؤ، جہان دو بیٹے فاطمہ کو بھی۔'' جہان نے فاطمہ کو گود سے اتارنا چاہا مگر وہ اس سے چمٹ گئی تھی اور بسورنے لگی، پرنیاں مسکرادی۔

''یہ جہان بھائی کے پاس سے کم از کم میرے پاس نہیں آئے گی جائیں زینی کو دیں آئیں اسے بھائی۔''

''ہاں بیٹے زینب کو پکڑا کر پھر آپ آؤ وہاں، میں بلاتی ہوں بھائی صاحب اور بھابھی بیگم کو۔'' مما نے بھی پرنیاں کی تائید کی تھی اور آگے بڑھ کر پاپا جان کے کمرے میں چلی گئیں۔

''خیریت بھائی؟ کہاں جمع ہو رہے ہیں سب لوگ؟'' جہان نے مختصر الفاظ میں تازہ صورتحال اس تک پہنچائی اور پلٹ کر زینب کے کمرے کی جانب آگیا، وہ کھڑکی کے آگے کھڑی تھی ہاتھ میں سیل فون تھا، جو اسے دیکھتے ہی بے اختیار اس نے پشت پہ کیا تھا۔

''مسز آفریدی کے رویے پہ میں بہت شرمندہ ہوں زینب۔'' فاطمہ کو اس کے حوالے کرتے ہوئے جہان نے جو بات کہی تھی اس نے زینب کے ہونٹوں پہ زہرخند بکھیر دیا تھا۔

''شرمندہ ہوتے آپ اس صورت اچھے لگتے ہیں جے صاحب اگر آپ خود نہ یہ کرتے ہوں، بہت اچھا ہوا کہ آپ کی طرح انہوں نے بھی میری اوقات یاد دلادی، انہیں یہ ضرور بتایئے گا کہ میں نے کب کب کس انداز میں ڈورے ڈالے تھے، شاید ان کی وجہ سے ہی مجھے بھی پتہ چل جائے۔'' اس کی کرخت لہجے میں سرد پھنکاریں تھیں، جہان سخت عاجز ہوکر رہ گیا۔

''لوگوں کو عادت ہوتی ہے فضول میں ہانکنے کی، اب تم ہر کسی کی باتوں کو یونہی دل پہ لیتی پھرو گی؟''

''لوگوں کو گولی ماریں صاحب، آپ کیا کہہ رہے تھے اس سے پہلے مجھے؟'' وہ یقیناً بہت ہرٹ ہوئی تھی جبھی صدمہ ابھی تک باقی تھا۔

''مائی گاڈ، زینی میں نے ایسی کوئی فضول بات نہیں کی تھی۔'' جہان نے سخت احتجاج کیا تھا۔

''یہ بحث کبھی ختم نہیں ہوگی، آپ جایئے آپ کی ساس صاحبہ منتظر ہوں گی آپ کی۔'' زینب نے غصے میں آکر پھر طنز کا تیر چلایا تھا، جہان نے مزید کوئی وضاحت مناسب نہیں سمجھی، زینب کے چہرے پہ جو تاثرات تھے وہ صاف صاف لفظوں میں کہتے تھے اسے جہان کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں، جبکہ اس کی خاموشی سے واپسی پہ زینب کے اندر ہوئی ٹوٹ پھوٹ میں یکلخت اضافہ ہوگیا۔

(آپ ہمیشہ یونہی مجھے ڈی گریڈ کرتے رہے ہیں جے اور یونہی کرتے رہیں گے۔) بے بسی اور سبکی کے احساس کے تحت اس کے آنسو روانی سے بہتے چلے گئے تھے۔

☆☆☆

''ممی شاہ ہرجائی نہیں نہ دل پھینک، پلیز آپ ان کے لئے اتنے تھرڈ کلاس ریمارکس نہ کریں، میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ شاہ میرے ہزبینڈ ضرور ہیں مگر میری پراپرٹی نہیں، یہ دوسری شادی جس کی میں نے خود اجازت دی انہیں اور بغیر کسی جبر کے دی ہے، کرنے کا وہ پورا حق محفوظ رکھتے ہیں۔''

''یہ حق کسی انسان نہیں اللہ نے دیا ہے انہیں، پھر آپ اسے کفر اور ظلم سے کیوں گردان رہی ہیں، میں آپ کو بتاؤں کفر اور ظلم دوسری تیسری یا چوتھی شادی کر کے مرد نہیں کرتا، عورتیں کرتی ہیں جو ایسی بات سنتے ہی فوراً فتویٰ صادر کر دیا کرتی ہیں کہ اس نے بہت ظلم کیا، ممی ایسا کہنے سے قبل وہ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ اس کام کی اجازت اللہ نے مرد کو دے رکھی ہے اور جس کام کی جازت اللہ نے دی اسے کرنے والا ظالم کیسے؟ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ظلم کی اجازت دی، اللہ ظالم ہے، نعوذ باللہ، اب یہ کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟''

جہان اندر جس وقت داخل ہوا مسز آفریدی کے زبردست واویلے اور جھگڑے کے بعد ماحول میں کسی قدر سکون تھا، ژالے کی ہی آواز گونج رہی تھی، جو یقیناً ان کے کسی اعتراض کے جواب میں وضاحت دیتی سمجھا رہی تھی، مسز آفریدی کے چہرے پہ دبا دبا غصہ ہنوز تھا، البتہ مما پپا کے ساتھ دیگر اہل خانہ بہت مطمئن نظر آئے تھے۔

''میں مانتی ہوں بیٹے کہ مرد کو دوسری شادی کی اجازت ہے مگر کوئی وجہ بھی تو ہو، جیسے اولاد کا نہ ہونا وغیرہ۔'' مسز آفریدی ہار ماننے کو تیار نہیں تھیں، ایک اور نقطہ اعتراض اٹھایا۔

''اسلام میں بغیر کسی وجہ کے بھی دوسری تیسری اور چوتھی شادی کی اجازت ہے، اگر کوئی مرد دوسری شادی کر لیتا ہے تو ایسی کون سی قیامت آجاتی ہے کہ ہر کوئی افسوس کرنے بیٹھ جاتا ہے، اگر کوئی مرد عیاشی کر رہا ہے تو اسے کوئی کچھ نہیں کہتا، لیکن اگر کوئی جائز طریقے سے عقد کر لے تو ظالم ہو جاتا ہے۔'' ژالے کے لہجے میں واضح خفگی تھی، وہ بہت اچھے انداز میں جہان کے ساتھ یہاں کے ہر فرد کا دفاع کر رہی تھی، مما تو نظروں ہی نظروں میں اس کے صدقے واری ہوئی جا رہی تھیں، ان کی بہو سمجھدار ہے وہ جانتی تھیں مگر وہ اتنی دین کی بھی سمجھ رکھتی ہوں گی انہیں اندازہ ہی نہ تھا۔

''تم پاگل ہوگئی ہو ژالے، ان لوگوں نے تم پہ تعویذوں کا اثر کرا دیا ہے، کیا کہوں میں تمہیں سوائے اس کے؟'' وہ اتنا جھلائی تھیں کہ بھڑکے ہوئے انداز میں کہتی اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔

''تم جیسی ہی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنا گھر خود برباد کرتی ہیں، میں جانتی ہوں ان لوگوں کی پڑھائی ہوئی پٹیاں ہیں یہ، سازش ہے ان لوگوں کی ہمارے خلاف، میں یہاں نہیں چھوڑوں گی تمہیں، ان کا کیا بھروسہ جیسے آج اپنے بیٹے کی شادی کی کل تمہیں راستے سے ہٹانے کو جان لے لیں تمہاری تم چلو میرے ساتھ۔'' انہوں نے خونی نظروں سے جہان کو دیکھ کر کہا اور ژالے کی کلائی تھام کر جھٹکے سے اٹھایا، ژالے یکا یک پریشان نظر آنے لگی۔

''پلیز ممی چھوڑیں مجھے، پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔'' ژالے بری طرح سے شرمندہ ہو کر بولی تھی۔

''تم اب یہاں نہیں رہو گی ژالے یہ میرا فیصلہ ہے، اسے اگر تمہیں اپنے ساتھ رکھنا ہے تو اپنی دوسری بیوی کو طلاق دینا ہوگی۔'' مسز آفریدی کے لہجے میں ہرگز کوئی گنجائش نہیں تھی جہاں سب شدید تناؤ کا شکار ہوئے جہان کا چہرا سرخ ہو کر رہ گیا تھا۔

''مائینڈ اٹ مسز آفریدی، آپ ہوتی کون ہیں میری زندگی کے فیصلے کرنے والی؟'' جہان کے لہجے میں سرد سی کیفیت اتر آئی تھی، اس کی آواز میں غراہٹ نمایاں تھی۔

''ممی پلیز، انف، آپ چلی جائیں یہاں سے۔'' ژالے نے اپنا ہاتھ جھٹکے سے ان سے چھڑا لیا تھا، وہ ان کی بجائے جہان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پہ نخوت اور درشتی کا تاثر ہر لحظہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

''میں ہرگز بھی کسی فیصلے کو کرائے بغیر نہیں جاؤں گی، اگر جہانگیر اپنی دوسری بیوی کو طلاق نہیں دے گا تو پھر اسے تم سے قطع تعلقی اختیار کرنی ہوگی، یہ ابھی اسی وقت تمہیں طلاق دے گا۔''

''ممی......!!!'' ژالے بھینچی ہوئی آواز میں چیخی تھی اور پیلی پڑتی رنگت کے ساتھ یوں نیچے بیٹھ گئی جیسے وجود سے خون کا آخری قطرہ بھی کسی نے نچوڑ لیا ہو، مما اور مما جان بدحواس ہو کر اس کی جانب لپکی تھیں اور اسے سنبھالنے کی سعی کی پریشانی ان کے چہروں سے ہویدا تھی، لیکن مسز آفریدی نے بہت تنفر بھرے انداز میں انہیں ژالے سے دور دھکیل کر ایک طرح سے اسے اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔

''خبردار کوئی نزدیک نہیں آئے گا میری بیٹی کے، میں اچھی طرح سے جانتی ہوں جتنی آپ لوگوں کو اس سے ہمدردی اور پیار ہے۔'' وہ پھنکار پھنکار کر کہہ رہی تھیں، مما خفت زدہ جبکہ مما جان کو ژالے کی طرف سے تشویش ہونے لگی تھی، جو نڈھال اور نیم جان سی نظر آ رہی تھی، اس صورتحال نے جہان کے ضبط کا پیمانہ لبریز کر دیا تھا، اس نے ایک جھٹکے سے ژالے کو ان کی گرفت سے نکال لیا تھا اور انہیں سرد نظروں سے دیکھتا ہوا ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا تھا۔

''آپ نے جو کہنا تھا کہہ چکیں اور ہم نے جتنا برداشت کرنا تھا کر لیا، اس سے زیادہ کی نہ گنجائش ہے نہ میں آپ کو اجازت دوں گا، یہ آپ کی بیٹی میری بیوی ہے، یہ فیصلہ بھی اسی کا ہوگا کہ یہ آپ کے ساتھ جائے گی یا یہاں ہمارے ساتھ رہے گی، بتاؤ ژالے کیا چاہتی ہو تم؟'' جہان نے خوفزدہ اور مضطرب نظر آتی ژالے کو تھام کر صوفے پہ مما کے پاس بٹھا دیا تھا، انہوں نے اسی کا سر اپنے کاندھے سے لگا لیا۔

''میں ممی کے ساتھ نہیں جاؤں گی شاہ پلیز مجھے یہاں رہنا ہے آپ کے ساتھ۔'' وہ اتنی سی بات کہتے رو پڑی تھی، جہان نے طنزیہ نگاہوں سے مسز آفریدی کو دیکھا جن کا چہرا دھواں اور رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔

''سن لیا آپ نے؟ میرا خیال ہے آپ کی تسلی ہو جانی چاہیے۔'' جہان کے لہجے میں گہری کاٹ تھی۔

''ایک بات یاد رکھنا ژالے میں تمہاری ماں ہوں اور ماں اولاد کی کبھی دشمن نہیں ہو سکتی، تم نے ان خود غرض لوگوں کو مجھ پہ ترجیح دے کر میری انسلٹ کی ہے گویا اور مسز آفریدی کی توہین کرنے والا ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے، ابھی بھی وقت ہے سوچ لو، فیصلہ کر لو، اگر تمہاری ترجیح تمہارا شوہر ہی ہے تو پھر تمہیں مجھ سے دستبردار ہونا پڑے گا۔'' مسز آفریدی کا لہجہ دوٹوک اور سفاک تھا، ژالے کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''شاہ کے مقابلے میں میرے سامنے ساری دنیا بھی چھوٹ رہی ہو نا ممی تو میں ساری دنیا کو چھوڑ دوں گی۔'' ژالے اس دھمکی کے جواب میں ضبط کھو کر چیخ پڑی تھی، مسز آفریدی کے تابوت میں گویا آخری کیل ٹھونکی تھی، وہ اپنا سیل فون جھپٹ کر بیگ اٹھاتیں کاندھے سے سرکتے ساڑھی کے پلو کو درست

کرتیں طیش بھرے انداز میں اٹھی تھیں، جب پپا نے بڑے حلیمانہ انداز میں انہیں مخاطب کیا تھا۔

''کام ڈاؤن مسز آفریدی! آپ بہن ہیں ہماری، اس طرح سے خفا ہو کر نہ جائیے، دیکھئے نکاح شادی اور طلاق بچوں کے کھیل نہیں ہیں، آپ کو بردباری اور تحمل سے معاملہ سمجھنا چاہیے پلیز۔'' مسز آفریدی لمحہ بھر کو رکیں، پھر تند نظروں سے انہیں پلٹ کر دیکھا تھا۔

''آپ لوگ اپنی سی کر چکے ہیں، احسان صاحب، اب میری باری ہے، یاد رکھیے میں معاف نہیں کیا کرتی اپنے مقابل گردن تان کر کھڑے ہونے والوں کو، میری بیٹی کو آپ نے ایسے ورغلایا کہ اس نے آنکھیں ہی پھیر لی مجھ سے، میں معاف کر دوں گی ایسا کرنے والوں کو، ہرگز نہیں، ایک ہی بیٹی ہے یہ میری گویا میری کل متاع، آپ لوگوں نے وہی ہتھیا لی، مجھے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا، اب میں چین سے نہیں بیٹھ جاؤں گی اونہہ۔'' ان کے لہجے میں تضحیک بھی تھی حقارت اور طیش تھی، جہان نے قطعی ان کی تقریر کا اثر نہیں لیا تھا البتہ مما جان اور مما ضرور خائف نظر آنے لگیں۔

''خدانخواستہ کیا کریں گی یہ محترمہ؟'' مما نے دہل کر پپا کو دیکھا تھا، پپا رواداری سے مسکرا دیئے۔

''کم آن بیگم صاحبہ، آپ نے وہ کہاوت نہیں سنی جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔'' جہان نے ژالے کو دیکھا اس کے چہرے پہ بھی تشویش تھی، خود جہان بھی کسی قدر بے چین نظر آنے لگا تھا، مسز آفریدی کرپشن اور غنڈا گردی کا مظاہرہ وہ بھی ملاحظہ کر چکا تھا، یہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ اس بازی میں ژالے آفریدی اس کے ہاتھ لگ گئی تھی تو ہر زخم کا ازالہ ہو گیا تھا۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ژالے، تمہیں پتہ ہے نا ڈاکٹر نے ٹینشن فری رہنے کی خصوصی تاکید کی ہے تمہیں۔'' جہان ژالے کو اس کے کمرے میں چھوڑنے آیا تو اسے گم صم اور متفکر پا کر نرمی سے کہا تھا۔

''آپ ممی کو جانتے نہیں ہیں شاہ، میرا پریشان ہونا یونہی نہیں ہے، اب تو مجھ سے بھی سخت خفا ہیں، میری بھی نہیں سنیں گی۔'' وہ جیسے روٹھی ہو کر بولی تھیں۔

''کچھ نہیں ہوگا یار، ایویں کیوں ٹینشن لے رہی ہو؟'' گو کہ جہان خود بھی متفکر تھا مگر وہ اسے ریلیکس کرنا چاہتا تھا۔

''آپ تبھی یہ بات کہہ رہے ہیں؟ جبکہ پتہ ہے وہ آپ کے ساتھ بھی کیا کر چکی ہیں۔'' ژالے نے اس پل اس سے ہی نہیں جیسے خود سے بھی نظریں چرائی تھیں، جہان ایکدم سے ہنس پڑا۔

''مجھے اس بات کی ہرگز بھی کوئی کسک نہیں ہے، بلکہ مجھے ان کا شکر گزار ہونا چاہیے، ان کی اس سازش کی وجہ سے ہی مجھے اتنی اچھی بیوی مل گئی تھی۔'' جہان کی بات پہ ژالے جھینپ سی گئی تھی، پھر جیسے ہی کلاک پہ نظر پڑی چونک کر رہ گئی۔

''رات بہت ہو گئی ہے شاہ، آپ اب بھی جاؤ گے؟''

''آپ کی والدہ محترمہ نے آ کر سارا پروگرام چوپٹ کر دیا، اب دیکھتا ہوں کب جانا ہے۔'' جہان کی وضاحت پہ ژالے جیسے ریلیکس ہوئی تھی۔

''تو پھر اب آپ جا کے آرام کریں، زینب آپی بھی ویٹ کر رہی ہوں گی۔'' ژالے کے کہنے پہ جہان نے ٹھنڈا سانس بھر لیا تھا۔

(کاش ایسا ہوتا، کاش وہ میرا انتظار ہی کرلیتی، محبت تو ایک طرف رہی۔)

''ہاں جارہا ہوں، تم دوا لے چکی ہو؟'' جہان نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا، ژالے مسکرادی۔

''جی لے چکی ہوں۔'' اسے جہان کا یوں توجہ دینا خیال رکھنا ہمیشہ سرشار کردیا کرتا تھا۔

''آپ کی والدہ ماجدہ غصہ میں گئی ہیں غصہ اتر جائے تو انہیں منا لیجئے گا ژالے، آف کورس شوہر کیساتھ ماں کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔''

''جی لیکن، شادی شدہ مرد کے لئے ماں کے حقوق بہت اہم ہیں، شادی شدہ لڑکی کے لئے اس کے والدین سے کہیں زیادہ اس کے شوہر کے احکامات کی تعمیل ضروری ہے۔'' ژالے نے شریر انداز میں کہہ کر اسے دیکھا تھا، جہان نے مسکرا کر اس کا گال تھپکا تھا۔

''میری جان آپ اپنے عمل سے یہ بات ثابت کرچکی ہیں، تھینکس مائی لیڈی۔''

''میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے شاہ، آپ پہ ہرگز احسان نہیں کیا۔'' اس کا لہجہ نرم اور محبت آمیز تھا۔

''مجھے تم پہ فخر ہے ژالے، تم میرے لئے خدا کا تحفہ ثابت ہوئی ہو۔'' جہان نے جواباً پوری صداقت سے اعتراف کیا تھا، ژالے کے چہرے پہ آسودگی سے بھرپور مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

''کوئی ضروری ہے آج آپ کا آفس جانا؟'' جہان باتھ لے کر باہر نکلا تو زینب بہت بے دلی سے اس کی شرٹ پریس کررہی تھی، اس بات پہ جہان نے کچھ الجھن آمیز نگاہوں سے اسے دیکھتے تولیہ گلے سے نکال کر بیڈ پہ پھینکا اور جھک کر سوئی ہوئی فاطمہ کو پیار کرنے لگا۔

''کیا پوچھا ہے میں نے؟'' زینب کو اپنا سوال اگنور ہونا غصہ دلا گیا تھا، بلیک پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے اس کا مضبوط کسرتی وجود کتنا نمایاں اور خاص تھا، زینب کو اب اکثر اسے اس طرح دیکھنا بھی اچھا لگنے لگا تھا۔

''اگر ضروری نہ ہوتا تو میں کیوں جاتا آفس، مجھے تو سوال ہی بے معنی لگا ہے تمہارا۔'' جہان نے اسے دیکھ کر نخوت سے جواب دیا تھا، زینب نے ہونٹ بھینچ لئے تھے اور اس کی شرٹ بستر پہ پھینک کر رخ پھیر لیا۔

(یہ آدمی ساری زندگی یونہی میری جان جلائے گا پتہ ہے مجھے۔) اسے غصہ نہیں رونا آنے لگا تھا۔

''خفا ہوگئی ہو۔'' جہان نے پیچھے سے آکر اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا جسے اس نے فوری جھٹک دیا۔

''آپ کو پرواہ ہے اس کی؟'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔

''پرواہ نہ ہوتی تو یہ سوال کیوں کرتا، احمق لڑکی تم اتنی بڑی ہوگئی ہو مگر بہت ساری باتیں ابھی بھی سمجھانا پڑتی ہیں تمہیں۔'' مسکراہٹ ضبط کیے وہ بہت شریر انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اک بات مانیں گے؟'' زینب نے اس کے ہاتھ ہٹا کر خود اس کی شرٹ کے بٹن بند کرنے شروع کیے، جہان تو انداز دلربائی کے اس مظاہرے پہ بے ہوش ہوتے بچا تھا۔

''یہ تو بات کی نوعیت پہ ڈپینڈ کرتا ہے خیر کہو تم۔'' وہ سنجیدہ ہوگیا تھا تو دھیان یہی تھا وہ وہی فضول بات کرنے والی تھی۔

''آج آفس نہ جائیں۔'' انوکھا مطالبہ ہوا تھا، جس نے جہان کو حیرت کے سمندر میں دھکیل دیا۔

''تمہیں کوئی کام ہے مجھ سے؟'' وہ لے دے کے یہی سمجھ سکا تھا۔

''یہی سمجھ لیں۔'' زینب نے بے نیازی برتی، وہ بٹن بند کرچکی تھی، اب اس کا کالر درست کرکے ٹائی کی گرہ لگانے میں مصروف تھی، جہان نے اس کا وہی ہاتھ پکڑ لیا تب زینب نے اسے دیکھا تھا۔

''میں کیسے سمجھ لوں، تم سمجھاؤ مجھے کیوں روکنا چاہ رہی ہو؟''

''آپ رک جائیں گے میرے لئے؟'' زینب نے اسے جھانچتی پرکھتی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

''یہ تو روکنے والے پہ ہے، کیسا وہ روک سکتا ہے؟ اس کے لئے کچھ ماننے کچھ منوانے کا حوصلہ ہونا ضروری ہے۔'' جہان کی بات پہ زینب نے سرد آہ بھری تھی۔

''پھر تو رہنے ہی دیں، آپ نے اب تک کتنی باتیں مانی ہیں میری۔'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا، جہان آہستگی سے مسکرایا۔

''تمہاری وہ بات ماننے والی ہی نہیں تھی، اب تم کہو میں مانوں گا، بولو تو سہی۔''

''بنا کہے کیسے وعدہ کررہے ہیں، اگر میں نے وہی والی بات کہہ دی تو......؟'' زینب کے لہجے میں تپش در آئی تھی، جہان نے گہرا سانس کھینچا اور اس کا ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

''اس کے متعلق میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ نہیں مان سکتا، بار بار ایک بات کرنا مجھے پسند نہیں۔'' وہ سنجیدہ ہوچکا تھا، زینب ہونٹ کچلتی رہی۔

''اگر میں کوئی وجہ نہ بتاؤں تو آپ میری بات نہیں مانیں گے؟'' کچھ توقف سے زینب نے پھر اسے مخاطب کیا، اس کے لہجے میں عجیب سی آنچ تھی۔

''یار کیا ہوگیا ہے کیوں امیج خراب کرنے کے درپے ہو، آفس میرے نہیں آپ کے والد گرامی کا ہے، وہ نہیں جانتے کہ آج میں آپ کے ساتھ ہوں، دو بیویاں والا بندہ چاہے جتنی بھی خشک زندگی گزار رہا ہو، ہر انسان اسے ہمیشہ مشکوک نظر سے ہی دیکھے گا کہ لازمی رومینس کا معاملہ ہوگا۔'' اس کا لہجہ شرارتی اور شوخ تھا، زینب خفت زدہ سی ہوکر رہ گئی۔

''اوکے...... جائیں آپ، مجھے کہنا ہی نہیں چاہیے تھا۔'' وہ جھلا کر کہتی باہر نکل گئی تھی، جہان سٹپٹا کر اس کے پیچھے بھاگا آیا تھا۔

''زینب سنو تو......''

''خفا ہوگئی ہے؟'' زیاد نے اپنے کمرے سے نکل کر اس کے ہمراہ چلتے ہوئے مسکراہٹ دبائی، جہان ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''باس...... باس...... بہت مہربانی اس گائیڈ لائن کی۔'' اس کا لہجہ ایسا تھا کہ زیاد شرمندہ ہوکر رہ گیا۔

''اونہہ...... بھلائی کا تو دور ہی نہیں رہا، میں واقعی آپ کی ہیلپ کررہا تھا اور نہایت سنجیدہ بھی تھا۔'' زیاد بسور کر کہہ رہا تھا۔

''اگر تم اتنے ہی سنجیدہ اپنی شادی کے لئے ہوجاتے تو نوریہ کب کی اس گھر میں آچکی ہوئی

اور......"

"اور میرے دو تین نہیں تو ایک بچہ تو ضرور اس دنیا میں آ چکا ہوتا مگر...... یہ نہیں ہوا تو اس میں بھی آپ جیسے ظالم اور بے حس سفاک بھائیوں کا قصور ہے، خاص طور پہ آپ کا، جہان بھائی کیا چلا جاتا اگر جو آپ پیا کو......"

"یار معاف کر دو، اب ضرور تمہاری سفارش کر دوں گا، اطمینان رکھو۔"

"خدا آپ کو بھاگ لگائے، مولا خوش رکھے۔" زیاد دانت نکال کر دعائیں دینے لگا، وہ یونہی ہنستے مسکراتے ڈائننگ ہال میں آئے تھے، جہاں حسب معمول اس وقت خاصی رونق ہو رہی تھی۔

"میری گاڑی کل تم لے کر گئے تھے نا زیاد؟" معاذ نے اسے اندر آتے ہی دیکھ کر آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے لالے، چرا کر تو نہیں لے گیا کہیں، واپس لا کر اسی دیانت داری سے کھڑی کی ہے پورٹیکو میں۔" وہ اس کی کڑی نظروں کے جواب میں اسی ڈھٹائی سے بولا تھا۔

"ہاں اتنی دیانت داری سے کہ اس کے پچھلے دونوں ٹائر پنکچر ہو گئے ہیں، اب میں تمہاری وہ پھٹیچر بائیک لے کر جاؤں گا، سارا امیج خراب ہو کر رہ جائے گا کالج میں۔" وہ پھنکار رہا تھا، زیاد نے دانستہ کان لپیٹ لئے۔

"مما دیکھ رہی ہیں اس کو؟ پتہ بھی ہے میں اتنا لیٹ ہو رہا ہوں اگر ورکشاپ گیا تو مطلب مزید لیٹ۔"

"ہاں تو کمرے سے جلدی نکل آیا کریں، مسئلے مسائل سے آگاہی رہتی ہے، مگر آپ تو مجنوں کے جانشین ہیں گویا۔" زیاد کلس کر بولا تھا، معاذ چمک اٹھا۔

"ہاں اصل جیلسی ہی تمہیں یہی ہے۔"

"ہاں تو ہے، اب کیا جلوں بھی نہ میں، بس ایک صرف میری ہی شادی نہیں ہو رہی۔"

"اُفوہ معاذ تم میری گاڑی لے جاؤ، اس سے کیوں لڑے جا رہے ہو۔"

"تھینکس بجے، لاؤ چابی دو۔" معاذ نے بھی اسی وقت بحث ختم کر دی تھی، جہان سے چابی لے کر وہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔

"پری جان آج تم وہ پرپل والا سوٹ پہننا اور ساتھ میں پرل کا سیٹ اوکے شام کو باہر چلیں گے۔" وہ یونہی ہانک لگاتا ہوا باہر نکل گیا، گاڑی میں بیٹھ کر وہ کالج کے راستوں پہ رواں دواں تھا تو اسے اندازہ تک نہیں تھا اس گاڑی کے کب سے منتظر وہ دو آدمی اسے فالو کر رہے ہیں، پھر ایک خاص مقام پہ انہوں نے اپنی کارروائی مکمل کی تھی، معاذ کو بے ہوشی کی دوا میں ڈوبا رومال سے ہوش وخرد سے بیگانہ کر کے اس ہٹے کٹے آدمی نے اس کی گاڑی سے اپنی میں منتقل کیا تھا، جہان کی گاڑی وہیں کھڑی رہ گئی تھی، کراچی جیسے شہر میں ایسے واقعات اتنے عام تھے کہ جس کسی نے دیکھا بھی جیسے دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا۔

(جاری ہے)

ام مریم

چھتیسویں قسط کا خلاصہ

مسز آفریدی کو جہان کے نکاح کی خبر مشتعل کر دیتی ہے، شاہ ہاؤس میں آ کر وہ اچھا خاصا واویلا مچا کر ژالے کو ساتھ لے جانے پہ مصر ہوتی ہیں، مگر ژالے ان کی بجائے جہان کی طرف داری کر کے اپنی محبت اور وفا کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

آفس جاتے ہوئے معاذ کو نامعلوم افراد اغواء کر لیتے ہیں، یہ خبر پرنیاں کے ساتھ شاہ ہاؤس کے مکینوں پر بجلی بن کر گرنے والی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

سینتیسویں قسط

حسین رت میں گلاب چہرے
ہمیں بتاؤ اداس کیوں ہو؟
دلوں پہ بیتی ہوئی کہانی
مجھے بتاؤ اداس کیوں ہو؟
جو رنجشیں دل میں پل رہی ہیں
منافقت میں جو ڈھل رہی ہیں
بھلا کے شکوے مٹا کے دوری
گلے لگاؤ اداس کیوں ہو؟
کتاب دل کے ہر اک صفحے پر
لکھا ہے ہم نے لفظ محبت
ہمیں ہماری وفا کے بدلے
سزا سناؤ اداس کیوں ہو؟
فریب کھانا بھی مشغلہ ہے
فریب دینا بھی مشغلہ ہے
تو دل کے لٹنے پہ کیسا ماتم
خوشی مناؤ اداس کیوں ہو؟

جہان نے نظم مکمل کی پھر اسے دیکھا تھا، اس کا سر اس طرح جھکا ہوا تھا اور چہرے کی یاسیت چھپائے نہیں چھپتی تھی، افسردگی کا سوز کا یہ تاثر اسے مزید دلنشین بنا کر دکھلا رہا تھا، جہان کی نگاہ اس کے چہرے پہ اٹکنے لگی۔

''کیا بوریت ہے یار! تمہارے کہنے پر آفس نہیں گیا، تمہارا موڈ پھر بھی خراب ہے۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی جھنجھلانے لگا، زینب نے پلکیں اٹھا کر سنجیدہ سی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''میری وجہ سے نہیں، آپ گاڑی کی وجہ سے نہیں گئے۔'' اس نے جتلانا ضروری سمجھا، خوشنما آنکھوں سے برہمی مترشح تھی۔

''گاڑی کا ٹائر محض پنکچر تھا، میں اسے سروس کرا سکتا تھا، میں صرف تمہاری وجہ سے رکا ہوا ہوں اوکے؟'' اس کی صبیح پیشانی پہ انگشت شہادت سے ٹھوکا لگا کر وہ بھی جواباً جتلانے سے باز نہیں آیا، انداز حتمی تھا، زینب فطری طور پہ خفیف ہوئی تھی، البتہ اظہار ضروری نہیں سمجھا۔

''بہت شکریہ اس نوازش کا۔'' زینب نے بے نیازی کا تاثر دیتے اٹھ کر وہاں سے جانا چاہا تھا کہ جہان نے نخوت کے اس اعلیٰ مظاہرے پہ قدرے غصے میں آتے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا، نتیجے میں وہ اس کے اوپر گرتے بچی تھی بھی تو اس کے ہی کاندھے کو دبوچ کر، دوسرا ہاتھ اس کے سینے پہ جما ہوا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے جے!'' اس کے اوسان واقعی خطا ہو گئے تھے، صرف جھنجھلاہٹ نہیں تھی، اس کی قربت کے سحر نے بھی اثر دکھاتے اسے بوکھلا ڈالا تھا، گال تپے تپے سے تھے۔

''تم نے روکا تھا مجھے، خمیازہ تو بھگتنا پڑے گا، ادھر میرے پاس تو آؤ ذرا۔'' وہ اٹھ کر بیڈ پہ جا بیٹھا، اب اسے بلا رہا تھا، مقصد واضح تھا، زینب کی تو جیسے جان پہ بن آئی۔

وہ فطری طور پہ حجاب کے حصار میں گھر گئی، ساری طراری جیسے لمحوں میں ہوا ہوئی تھی، جہان کی نگاہوں میں اتنی چمک اور بھرپور تاثر تھا کہ زینب نے گھبرا کر نگاہیں جھکا دیں۔

''مم...... میں نے آپ کو اپنے نہیں ژالے کے لئے روکا تھا، سمجھ آئی آپ کو؟ اس کے پاس جائیے، کل رات جو کچھ ہوا، اس کے بعد کتنی اپ سیٹ ہے وہ، اندازہ تو ہوگا آپ کو۔'' اب کے وہ بولی تو اس کا لہجہ دبا ہوا ہی نہیں کترایا ہوا بھی تھا، اس کے رومینٹک موڈ سے جان چھڑانے کا اسے اس سے بہتر حل نظر نہیں آیا تھا، اسے متبسم نظروں سے دیکھتا جہان گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

''یار! کیسی سوتنیں ہو تم دونوں؟ ایک دوسرے کا اتنا خیال...... اور میری پرواہ کسی کو بھی نہیں۔'' آنکھوں میں ہلکا سا شکوہ بھی تھا اور ناراضگی بھی، زینب نے دانستہ اسے نہیں دیکھا۔

''بے فکر رہیں، ژالے کو آپ کی بہت پرواہ ہے۔'' اب کے اس کا لہجہ و انداز کسی حد تک طنز آمیز تھا، جہان آنکھوں میں خفگی سموئے اسے دیکھتا رہا۔

''مگر میں تم سے بھی ایسا ہی اظہار چاہتا ہوں زینی! اور میں سمجھتا ہوں یہ میرا حق ہے۔'' تکیہ بازوؤں میں دبوچے وہ قدرے ترچھا ہو کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اب پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھا، زینب پہ اس قدر بے گانگی رکھائی اور جھنجھلاہٹ سوار ہونے لگی۔

''ژالے کو آپ سے محبت اس لئے ہے، کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں، مجھ سے کس حساب میں کر رہے ہیں یہ تقاضا......؟''

اس حد تک بدگمان اور بدمزا ہو رہی تھی وہ کہ آنکھیں نکال کر جہان کو گھورنے لگی، جہان نے جواباً گہرا سانس کھینچا تھا اور تکیہ بازوؤں سے نکال کر سائیڈ پہ ڈال دیا، پھر نچلا ہونٹ دبا کر ذومعنی متبسم نظروں سے اسے بہت غور سے دھیان سے دیکھتے ہوئے گمبھیر تر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''اگر ایسی بات ہے تو پھر تمہیں مجھے ژالے سے دس گناہ بڑھ کر اہمیت و محبت سے نوازنا چاہیے کہ میں تمہیں......''

''مجھ سے غلط بیانی مت کیا کریں جے! سخت نفرت ہے مجھے جھوٹ سے......'' اس کی بات کاٹ کر اگر وہ چلائی تھی تو اس کی وجہ خود اپنے اندر کی کمزوری تھی، جہان کا آنچ دیتا لہجہ محبت سے لبریز نرم گرم انداز اس کی آواز کے بھاری پن میں کچھ ایسا تھا کہ اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگی تھیں، مخل حواسوں پہ قابو پانے کی کوشش میں اس کی آواز لرز اٹھی تھی، جہان کی قربتیں اسے خائف ہی نہیں کمزور بھی کر رہی تھیں، ہر مصلحت ہر خوف سے دامن چھڑا کر اس مہربان ساتھی کے سینے میں خود کو سمو دینے پہ اکسا رہی تھیں، وہ ایسا کر لینا چاہتی تھی، مگر تیمور کا خوف شدید خوف اس کی اذیت بھری بے بسی کا سب سے بڑا باعث تھا، وہ یہ سب کرنے پہ کس حد تک مجبور تھی، اتنی کہ اس کا دل رو رہا تھا، سسک سسک کر بے حال تھا، دوسری جانب جہان تھا جو ایک بار پھر اس کے رویوں کی بدصورتی کی آنچ سے جھلس رہا تھا، ہونٹ بھینچے سرخ ہوتے چہرے و آنکھوں کے ساتھ بے حد خاموش نظر آنے لگا تھا۔

”میں نہیں یہ چاہتا زینب! کہ ہمارا تعلق ہمیشہ ایسا ہی رہے، میں اسے بہتر اور خوشگوار بنانے کا متمنی ہوں۔“

کچھ تاخیر سے وہ بولا تو اس کی آواز میں اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کا ہلکا سا ہی تاثر چھلک سکا تھا، بلاشبہ اسے ہمیشہ خود پہ اپنے جذبات پہ بہت کنٹرول رہا تھا، مگر اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ زینب کے معاملے میں وہ اپنے دل کے ہاتھوں ہمیشہ بے بس لاچار اور مضطرب ہی رہا تھا، زینب نے بہت خفگی آمیز جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا۔

”اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہونا چاہیے جے کہ آپ مجھ سے جھوٹ بولنے لگ جائیں۔“ وہ بے حد شاکی ہو کر کہہ گئی، اس کے انداز میں بہت واضح صدمہ اور تاسف بیک وقت در آیا تھا اور جہان پہلی بار اس کی کیفیت سمجھنے کی بجائے جذبات کی رو میں بہنے لگا، محبت سے لبریز احساسات سے مہکتا دل اس درجہ بدگمانی یا لاعلمی پہ ایک دم سے ویران ہوا، آنکھوں کی جوت بجھ گئی، اسے لگا وہ آج بھی وہی ہٹ دھرم ضدی نخوت سے بھری ہوئی زینب ہے، جسے اس کی پرواہ ہے نہ اس کے جذبات کی بس جس اپنی انا عزیز ہے، وہ آج بھی اس سے اتنی ہی غافل اتنی ہی لاتعلق اور بے نیاز ہے، وہ دکھ اور اذیت سے دوچار ہی نہیں ہوا، بری طرح سے تپا بھی اور شدید ترین جھنجھلاہٹ کا بھی شکار ہو گیا۔

”اچھا تو تمہیں لگتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں؟“ وہ برہم سا پھنکارا۔

”مجھے یقین دلانے کو، محبت کا ثبوت پیش کرنے کو تمہارے سامنے جذباتی اور تھرڈ کلاس عاشقوں کی طرح اپنی وین کاٹنی پڑے گی؟ یا دریا میں چھلانگ لگا کر تمہیں یقین دلاؤں کہ آگ میں کودوں بتاؤ۔“

وہ اس قدر جھلایا تھا کہ شاید غصے میں آ کر بولتا گیا، زینب آنکھوں میں آنسو لئے خاموشی سے اس کی جھنجھلاہٹ اور شدید ترین خفگی ملاحظہ کرتی رہی، پھر اس درشتی و تلخی کا سارا زہر اندر اتار کر بولی تو گلا غم سے بھرا رہا تھا۔

”کچھ نہیں کرنا ہوگا، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ میں اتنی ایبلٹی نہیں ہے کہ میرے لئے کچھ کر سکیں آف کورس میں ثرالے نہیں ہوں، جسے آپ نے جتنوں سے حاصل کیا ہے، میں تو زینب ہوں، زینب، جس سے قسمت نے ایک بار آپ کی جان چھڑائی تو دوسری بار پھر نصیب کی گردش نے اسے آپ کے دامن میں زبردستی ڈال دیا، کاش اس وقت میں نے خودکشی ہی کر لی ہوتی جب میری کوئی سن رہا تھا نہ مان رہا تھا تو آج اس درجہ اذیت و بےبسی کا شکار تو نہ ہوتی میں۔“

ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ کر وہ اتنی بے قراری سے اتنی شدتوں سے روئی کہ جہان تو ششدر بیٹھا رہ گیا، زچ و تاسف ملال اضطراب، کتنے احساسات تھے جو اسے جکڑ چکے تھے مجرمانہ کیفیت کے ہمراہ، آنکھوں میں عجیب سی درماندگی اتر آئی۔

(تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے زینب! مجھ میں ہی اتنی ایبلٹی نہیں کہ کچھ کر سکوں، پہلے کی بات تو اور تھی، میں تو اب بھی تم پہ پورا استحقاق رکھتے ہوئے تمہیں اپنی محبت کی شدت سے اس کی گہرائی تک بتانے سے جتلانے سے قاصر رہا ہوں، اس سے بڑھ کر اور بے بسی کیا ہو سکتی ہے، اس سے

بڑھ کر اور ناکامی کیا ہو سکتی ہے)۔ اس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں، وجود میں بے نام تھکن اتر رہی تھی، زینب کو روتے دیکھنا اس کے لئے ہمیشہ اعصاب شکن مرحلہ رہا تھا، اس کے آنسو ہمیشہ اس کمزور کرتے آئے تھے، وہ کبھی اسے اس انداز میں ڈھارس نہیں دے سکتا تھا جسے خواہش رکھتا تھا، وہ اب بھی اسے چپ نہیں کرا سکا، یہاں تک کہ زینب رو رو کر نڈھال ہوئی اور خود ہی چپ بھی کر گئی، ہاتھ سے رگڑ رگڑ کر آنکھوں سے پھسلتی نمی صاف کرتے اس نے کتنی دکھی کتنی شاکی نظروں سے جہان کے گم صم ساکن انداز کو دیکھا جو اسے غافل اور بے نیاز ہی محسوس ہوا تھا اور آہستگی سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی، جہان میں اتنی ہمت بھی ناپید تھی کہ اسے روک لیتا، اس کی غلط فہمی دور کر لیتا، اسے منا لیتا، قدم گھسیٹ کر چلتے آنکھ سے بہتے آنسو اس کے پیروں میں رلتے اپنی قدر کھو رہے تھے، اس نے ہونٹ بھینچے اور اپنے پیچھے بالکنی کا دروازہ بند کر کے خود کو ریلنگ کے سہارے پہ چھوڑ دیا، اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور آنکھیں سمندر میں آ جانے والی طغیانی کا منظر پیش کرتی تھیں، اس وقت اسے سب کچھ بھولا ہوا تھا، سوائے جہان کی بے رخی و بے اعتنائی کے، یہاں تک کہ تیمور اس کے خوفناک ارادے اس کی منحوس عزائم اور اپنی بے بسی تک، دل بس ایک ہی زیاں اور ملال کے ہمراہ صدیوں کی تڑپ اور بلک کے ہمراہ ہوک رہا تھا، جو پوری ہو کے نہ دیتی تھی، اسے یاد تھا، اسے آج بھی یاد تھا جب دل کے ہاتھوں پوری طرح بے بس ہوتے اس نے تحسن کی معاذ کی سجائی محفل میں جہان پہ اپنے الفاظ میں کچھ واضح کرنے یا پھر اسے کچھ بولنے پہ اکسانے کو یہ نظم پڑھی تھی۔

مدتوں سے یہی عالم ہے نہ توقع نہ امید
دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں!
آخر آخر تو یہ عالم تھا کہ اب یاد نہیں
رگ مینا سلگ اٹھی تھی کہ رگ جاناں
کس قدر جلد بدل جاتے ہیں نا انسان جاناں
دل سمجھتا تھا کہ شدید ہوا افسردہ تو بھی
دل کی کیا بات کریں دل تو ہے ناداں جاناں
مدتوں سے یہی عالم ہے نہ توقع نہ امید
دل پھر بھی پکارے چلا جاتا ہے جاناں جاناں!
زندگی تیری عطا تھی سو تیرے نام ہی کی
ہم نے جیسی بھی بسر کی تیرا احساں جاناں

کس قدر کھل گئی تھی وہ اس پل جہان پہ، پوری طرح عیاں، مگر جہان کو نظریں چراتے پا کر اس کا دل کیسے ڈوب گیا تھا، پھر وہ وہاں سے اٹھی تھی تو جتنا بھی ٹوٹ گئی تھی مگر فیصلے کی انی سینے میں خود اتار لی تھی، فیصلہ جو زندگی سے ناطہ توڑ کر عمر بھر مغلوب ہونے کا تھا، تیمور کو ہاں کہنے جہان سے عمر بھر کو دستبردار ہونے کا فیصلہ، اس نے جان لیا تھا، جہان اس کا نہیں ہو سکتا، نہیں بلکہ اس نے یہ جان لیا تھا، کہ جہان اس کا نہیں ہونا چاہتا، ورنہ کیا تھا عار ایک اقرار میں، ایک اظہار میں، وہ محبت

میں توحید کی قائل تھی اور ہرگز بخل سے کام نہیں لینا چاہتی تھی، لیکن اگر جہان اس کا جہان نہیں تھا تو پھر وہ کسی کی بھی ہو جاتی، یہ ناقدری جہان سے نہیں سہہ سکتی تھی کہ ان چاہی ہے، اسے ان چاہی ہونے سے نفرت تھی، وہ ان چاہی بننا نہیں چاہتی تھی مگر نصیب سے لڑا کیا جاتا ہے، وہ بھی ہار گئی تھی بالآخر۔

نصیب نے اسے جتلایا تھا کہ وہ ان چاہی ہے، چاہے وہ تیمور کے حوالے سے ہو یا جہان کے، اسے ان چاہی ہی رہنا تھا، ایک تنگ پھندا تھا جو اسے اپنی گردن کے گرد کستا محسوس ہو رہا تھا، لان میں نیچے آرائشی گلوب کی روشنی میں اداس درختوں کی گھنی قطار آج بھی ویسے ہی سر اٹھائے کھڑی تھی جیسے اس فیصلے کی شب اداسی سے اسے آنسو بہاتے دیکھتی رہی تھی، معاً اس کے پیچھے دروازے پہ آہٹ ہوئی تھی، اس قدر مایوس کن ماحول میں بھی اس کا دل خوش فہمی کا احساس سمیت دھڑکا، اس نے بے اختیار گردن اٹھائی اور نم بھیگتی آنکھوں سے جہان کو دیکھا، براؤن مخملیں گاؤن میں ملبوس اس کی غضب کی دراز قامت بے حد نمایاں تھی، مغرور خوبرو چہرہ ازلی بے نیازی کے تاثر کے ہمراہ نظر آیا۔

''آ کر لیٹ جاؤ، ژالے کی طبیعت کچھ اپ سیٹ ہے، مجھے اس کے پاس جانا ہوگا، فاطمہ اکیلی ہے۔'' زینب بے وقعتی اور ذلت کے احساس سمیت دنگ سی گئی، خوش فہمی بھاپ بن کر اڑی اور اذیت کے ساتھ تمسخر کا روپ دھارے اسے دیکھنے لگی، وہ کچھ نہیں بولی اور تیزی سے رخ پھیر لیا، آنسو ہی اتنی شدتوں سے امڈ آئے تھے کہ اسے کوئی رعایت کوئی مہلت دینے پہ بھی آمادہ نہیں تھے گویا۔

ریلنگ کو مضبوطی سے تھام لینے کے باوجود وہ باقاعدہ لرزنے لگی، غم و غصے سکی و ذلت کے شدید احساس کے ہمراہ وہ رو رہی تھی، وہ اس سے خفا بھی، جہان کو پرواہ نہیں تھی، وہ اس کے ساتھ تھا اسے تب بھی ژالے کی پرواہ ژالے کی فکر تھی، اس توہین و تذلیل نے اسے جتنا بھونچکا کیا اسی قدر تنفر سے بھر دیا، اس قدر سناٹے اندر اتار دیئے، جہان چلا گیا، وہ وہیں اکیلی کھڑی روتی رہی، کل کی طرح آج بھی وہ اپنے دکھ میں تنہا تھی، ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ جہان کی توجہ التفات اور سب سے بڑھ کر مس انڈر اسٹینڈ کرنے کی خواہش کی حسرت پہ نوحہ کناں تھی۔

☆☆☆

پرنیاں نے ایک بار پھر وال کلاک پہ نگاہ ڈالی تھی اور تشویش میں مبتلا ہوتے معاذ کا پھر نمبر ملایا، وہاں ہنوز وہی صورتحال تھی، نمبر ہنوز آف تھا، بے قراری سے یہاں وہاں ٹہلتے ہوئے اس کی ٹانگیں شل ہونے لگیں جبھی تھکے ہوئے انداز میں صوفے پہ ٹک گئی مگر سکون کہاں تھا، جبھی اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی، پہلا سامنا ہی زیاد سے ہوا تھا، ہاتھ میں بیگ، بکھرے بال بازو پہ کوٹ ڈال رکھا تھا، وہ شکل سے ہی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

''زیاد بھائی! معاذ کو ہاسپٹل میں زیادہ ٹائم لگے گا؟ آئی مین کوئی ایمرجنسی ہے؟ ایکچوئیلی ان کا سیل فون بھی ناٹ رسپانڈنگ ہے۔'' پرنیاں خود کو استفسار سے روک نہیں پائی تھی مگر زیاد الٹا خود حیران نظر آنے لگا۔

''لالہ گھر نہیں آئے ہیں بھابھی کیا؟'' وہ جتنی حیرانی و تحیر سے استفسار کر رہا تھا، پرنیاں کا اضطراب اسی قدر بڑھا، نفی میں گردن ہلاتے وہ رونے کو تیار تھی، دل الگ ڈوبنے سا لگا۔

''حیرت ہے، آج لالہ ہاسپٹل تو آئے ہی نہیں، میں سمجھا گھر چلے گئے ہوں گے۔'' زیاد کے جواب نے گویا پرنیاں کی ساری توانائیاں نچوڑ لیں، وہ لمحوں میں زرد پڑتی گئی۔

''اگر وہ ہاسپٹل بھی نہیں گئے تو پھر کہاں گئے ہوں گے؟ کالج سے تو ان کا بارہ کے بعد آف ہو جاتا ہے۔'' وہ بولی تو اس کی آواز خدشات سے لرز رہی تھی، بہت سے واہمے اس کے چہرے پہ تاریکیاں پھیلانے کا باعث بننے لگے۔

''پریشان نہ ہوں بھابھی! ممکن ہے کسی کام سے کہیں چلے گئے ہوں، میں فون کر کے پتا کرتا ہوں کسی سے۔'' زیاد اسے تسلی دیتا خود تیز قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا کہ صبح وہ اپنا فون گھر بھول گیا تھا، پرنیاں خوفزدہ و متوحش سی وہیں کھڑی رہی تھی اس کا انتظار کرتی ہوئی۔

''بھابھی! لالہ تو آج کالج بھی نہیں گئے ہیں، آپ نے کس وقت ان کا فون ٹرائی کیا تھا؟'' زیاد کچھ دیر بعد ہی واپس آ گیا تھا، اس کے چہرے پہ بھی واضح تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے، جبکہ پرنیاں تو اس اطلاع کے ساتھ ہی باقاعدہ ڈھے سی گئی تھی، اسے لگا تھا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرے چھانے لگے ہوں اگلے چند لمحوں میں یہ تشویش ناک خبر پورے شاہ ہاؤس میں پھیل کر پھپھو کے گھر تک جا پہنچی تھی، زیاد کے علاوہ جہان نے بھی اپنے طور پہ ہر جگہ فون کر کے پتا کر لیا تھا مگر حاصل وصول سوائے مایوسی اور پریشانی میں اضافے کے اور کچھ نہیں تھا، ایک وحشت انگیز شور پرنیاں کے اندر برپا ہوا تھا۔

''میرا دل رک جائے گا ماما! ان کی خیریت کی اگر فوری اطلاع نہ ملی تو......'' وہ باقاعدہ لرز رہی تھی، آنسو بہاتے ہوئے بولی تو مما جو خود بھی کچھ کم متفکر اور اذیت میں مبتلا نہیں تھیں بے اختیار اسے خود سے لگا لیا اور خود بھی ضبط کا دامن چھوڑ بیٹھیں۔

''ک...... کیا ہوا......؟ خیریت......؟'' زینب چونکہ اپنے کمرے میں تھی بلکہ رو دھو کر فاطمہ کے اٹھنے پہ ہی فیڈر بنانے آئی تھی، ہر چہرے پر پریشانی و تشویش پا کر دھک سے رہ گئی، پہلا خیال ہی تیمور کے حوالے سے آیا تھا، اس نے کچھ اس طور ہراساں کر رکھا تھا کہ اگر پتا بھی کھٹکتا تو سہم سہم جاتی، اس وقت بھی بامشکل حواسوں پہ قابو رکھتی لرزتی آواز میں بولی تھی۔

''معاذ بھائی کی وجہ سے پریشان ہیں سب، وہ صبح کالج گئے، ہیں نہ ہی ہاسپٹل پہنچے۔'' اس کی بات کے جواب میں ژالے نے تفصیل بتائی تھی، جو خود بھی کچھ نڈھال لگ رہی تھی مگر اس وقت بہت ہمت اور ضبط کا مظاہرہ کرتے سب کے درمیان موجود تھی اور پرنیاں کے ہاتھ سہلا رہی تھی جو ہر لمحہ سرد پڑتے جا رہے تھے، زینب کے چہرے پہ پہلے حیرت اتری پھر الجھن وغیرہ یقینی آخر میں اترنے والا احساس خوف اور وحشت بھرا تھا، جو دائمی تھا اور اسے سرد کر کے رکھ گیا تھا، وہ جہاں تھی ویسے ہی بے جان ہوتی ٹانگوں سمیت نیچے بیٹھتی چلی گئی، یوں جیسے اب کبھی کھڑی نہیں ہو سکے گی، اس کا رنگ ہر لمحہ زرد پڑتا جا رہا تھا، کچھ فاصلے پہ جہان کے علاوہ پپا زیاد اور حسان بھی اپنے طور پہ ہر جگہ فون کر کے پتا کروانے کی کوشش میں مصروف تھے مگر ہر جگہ سے ہی ناکامی و مایوسی کا سامنا

ہوتا تھا، جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ویسے ویسے ہر کسی کی تشویش اور اضطراب بڑھ رہا تھا، زینب کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناتی ہوئی سرد لہریں اتر رہی تھیں، اسے لگا تھا تیمور نے اپنی دھمکی پہ عمل کر ڈالا تھا، اس کے خیال میں تو تیمور ایسی حرکت جہان کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، جبھی تو اس نے مختلف حیلوں بہانوں سے جہان کو گھر پہ روک لیا تھا، جہان نہ سہی معاذ سہی، بات تو ایک ہی تھی، نقصان میں فرق تو نہیں تھا، اس کا دل پاتال میں گرتا رہا، آنسوؤں کے سیلاب میں وجود ڈولتا رہا، اس کے پاس اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ وہ خود کو حالات کے بے رحم تھپیڑوں کے حوالے کر دے، اس خاندان کے کسی ایک فرد کو تو قربان ہونا تھا ہر صورت، تو پھر وہ کیوں نہیں، ہاں وہ صرف زینب ہو سکتی تھی۔

وہ زینب ہی ہونی چاہیے تھی، اس کا بھگتان نہ تو اس کے بھائی کو بھگتنا چاہیے تھا نہ جہان کو...... دونوں کی زندگیاں صرف قیمتی نہیں تھیں، ان سے وابستہ ہو جانے والی لڑکیاں بھی اس لپیٹ میں آئی تھیں اس کا دل جو تیمور کی جانب سے نفرت کے شدید احساس سے لبریز تھا، اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ظلم ڈالے یا پھر پرنیاں پہ ہونے دے، ہونے والا فیصلہ دو دھاری تلوار تھا، جو اسے ہر لمحہ زخمی کرتا تھا، مگر ایسا فیصلہ وہ ایک بار پہلے بھی کر چکی تھی، ہر خوشی سے دستبرداری کا یعنی جہان سے دستبرداری کا، یہی فیصلہ اسے اب پھر کرنا تھا مگر وہ پہلے سے کئی گنا بڑھ کر اذیت و کرب کا شکار تھی تو وجہ یہی تھی، پہلے کسی طرح بھی اسے جہان نہیں ملا تھا، مگر اب کس طرح بھی سہی مگر اسے جہان مل تو گیا تھا، اس نعمت اس دولت کو پا کر پھر سے کھو دینے کو تو پہاڑ کا حوصلہ بھی کم تھا، اس کا کلیجہ ہر لمحہ شق ہوتا تھا دل آنسو بن کر پھیلتا جاتا تھا، وہ آنسو بہاتی وہاں سے اٹھی تو کسی کا بھی دھیان اس پہ نہیں تھا، یہ قیامت خیز گھڑی تھی جس میں ہر کوئی اپنی اذیت میں مبتلا تھا، پھر اس کے آنسو غیر معمولی کیوں محسوس ہوتے۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے کانپتے ہاتھوں کی لرزیدہ انگلیوں سے تیمور کا نمبر ملایا، وہ جو پچھلے کئی ماہ سے اسے تنہا باہر ملنے پہ آمادہ نہیں کر سکا تھا، اس کاری وار کے بعد اسے گھائل کر کے اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب رہا تھا، شدید شکست و ریخت میں مبتلا کرنے میں کامیاب، زینب کے اندر سرسراتی وحشت اس وقت اور بھی گہری ہونے لگی جب تیمور کا نمبر آف ملنے کا آنسر آنے لگا، وہ ہاتھ میں فون لئے دنیا و مافیا بھولے بار بار نمبر ملا رہی تھی جب جہان روتی ہوئی فاطمہ کو لے کر اندر آیا تھا تو اس کا بھی چہرہ ستا ہوا تھا، زینب نے فون تکیے کے نیچے سرکاتے اسے اک نگاہ دیکھا اور دل میں امنڈ آنے والا سوال کر ڈالا۔

''لالہ...... کا کچھ پتا چل سکا؟'' کتنی آس تھی اس کی نگاہوں میں جیسے طوفان کی زد میں آ جانے والی کشتی کے اکلوتے مسافر کی نگاہ میں ڈوبنے سے قبل کسی سہارے کو پانے کی امید جاگے، آخری امید...... جہان کے نظر چرا جانے پہ زینب کے چہرے پہ تاریکیاں پھیلتی چلی گئیں تھیں، اس کے اندر سرسراتی وحشت عجیب سی ہیجان آمیز کیفیت میں ڈھل کر اس کے حواس چھین کر لے گئی۔

''ایسے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنے سے ان کا پتا چلے گا بھی نہیں، میں جانتی ہوں کہاں ہیں وہ...... انہیں وہاں سے کون بچا کے لائے گا جے...... وہ...... وہ وحشی انسان ہرگز زندہ نہیں چھوڑے

گا انہیں اسی...... اسی بات سے بچنا چاہتی تھی میں مگر...... مگر آپ نے بات نہیں مانی میری...... نہیں مانی ناں آپ نے میری بات۔'' تند و تیز لہر کی مانند مچل کر اٹھتی وہ جہان کے قریب آتے ہی ان کا گریبان پکڑ کر جھٹکے دیتی ہوئی ہرگز ہرگز اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔

آنسو، آہیں، سسکیاں اور بے رنت وحشت، جہان کے اعصاب کشیدگی کا، انتشار کا شکار تو تھے ہی، اس کی بے ربط غیر مبہم باتوں پہ وہ صحیح معنوں میں چکرا کر رہ گیا تھا جیسے۔

''کیا مطلب ہے زینب! کیا کہنا چاہتی ہو؟'' اور اونچا رو اٹھنے والی فاطمہ کو سنبھال کر کاندھے سے لگاتے جہان نے ایک ہاتھ سے زینب کو سنبھالنا چاہا مگر وہ تڑپ کر مچل کر فاصلے پہ ہو گئی تھی، انتہائی تنفر آمیز انداز تھا، وہ اور شدتوں سے رونے لگی تھی۔

''آپ خود غرض ہیں جے! بہت انا پرست اور کٹھور بھی، مگر ایک بات یاد رکھیے گا، اگر لالے کو کچھ ہوا تو میں میں...... آپ کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' جہان اس کے چہرے سے چھلکتی رعونت و تنفر کو پا کر عجیب دل شکن احساس سے گزرا تھا مگر زینب کی ذہنی حالت کو بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا، وہ جتنا بھی اپ سیٹ تھا مگر زینب کے رویے سے یہ بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ کوئی گرہ تھی جو کھلنے کو تھی، زینب کے مزاج اور رویے کی ہر الجھن کا سرا بھی جیسے یہیں سے ملتا تھا۔

''تم کھل کر کچھ کیوں نہیں کہتی ہو؟ کیا تمہیں لگتا ہے معاذ کو کسی نے کڈنیپ کیا ہے؟'' خود کو کمپوزڈ رکھتے ہوئے جہان نے پہلے باہر آ کر فاطمہ کو ماریہ کے حوالے کیا تھا، پھر اس سے استفسار کیا، اس کے روم روم میں گویا بے چینی بے قراری پارہ بن کر دوڑ رہی تھی۔

''ہاں کیا ہے کڈنیپ، وہ اتنے عرصے سے مجھے ایسے ہی کسی انجام سے ڈرا رہا تھا، میں یہی نہیں چاہتی تھی جو ہوا...... مگر...... مگر آپ۔'' بات ادھوری چھوڑ کر کچھ اور شدتوں سے رونے لگی تھی وہ، جہان لمحوں میں ڈھنے گا، اس کا وجود اس پل گویا ریت کی دیوار تھا، ہونٹ آپس میں باہم پیوست ہوئے اور آنکھیں بے تحاشا حدتیں و سرخیاں سمیٹ لائیں۔

''تیمور کی بات کر رہی ہو تم؟'' وہ جیسے ادھیڑتا پا رہا تھا خود کو، اس کی آواز بے حد بوجھل اور سرد تھی، بھینچی ہوئی بھی غصیلی بھی، قہر آلود بھی، مگر زینب تو جیسے ہر احساس سے عاری تھی۔

''کب کیا تم نے اس سے رابطہ؟ اور کیوں؟ کیوں زینب؟'' اس نے اسے کاندھوں سے پکڑ کر شدتوں سے جھنجھوڑ ڈالا، اس کا لہجہ اس کا انداز اس قدر سنگین و قطین تھا، اس درجہ خوفناکی لئے ہوئے کہ زینب وقتی طور پہ سہی باقی سب بھول کر سہی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی، جس کی آنکھوں میں آن کی آن میں گویا خون اتر آیا تھا، وہ گنگ ہوئی تھی تو جہان کا یہ قہر آلود روپ تھا وجہ جبکہ جہان کو اس کی یہ خاموشی اس پل تازیانہ بن کر لگی تھی، خار بن کر چبھی تھی، جبھی اس کا بازو کہنی سے پکڑ کر اپنے مقابل کرتے وہ پھر پھنکار اٹھا۔

''اس خبیث آدمی کا تم سے رابطہ تھا، تم نے رابطہ رکھ بھی لیا، وہ تمہیں بلیک میل کرتا رہا اور تم ہوتی بھی رہیں؟ وائے......؟ یہ تھی تمہاری ٹینشن کی اصل وجہ، کتنا پوچھا تم سے میں نے مگر تم مجھے اس قابل سمجھتی ہی کہاں تھیں، بتاؤ مجھے زینب اور کیا کیا مطالبے مانے ہیں تم نے اب تک اس کے؟'' خوفناک سنجیدگی کے ساتھ وہ پے در پے سوال کر رہا تھا، اس کا لہجہ خشک اور سرد تھا اس کے

لہجے کا استہزائیہ پن آگ بن کر زینب کے دل کو راکھ اور خاکستر کرنے لگا، زینب کا سر چکرانے لگا، اسے گمان تک بھی نہ تھا، وہ الٹا اس پہ برس پڑے گا، اس سے استفسار کرے گا، سوالوں کی نوعیت اور ان سے چھلکتا اشتعال آمیز شک کا زہریلا ناگ زینب کو صرف سرد نہیں کر گیا تھا، وہ شرم خفت اور بے بسی کے احساس سے مرنے لگی، ندامت کا احساس چور کرنے کو کافی تھا، وہ باقاعدہ کانپنے لگی۔

''بولو زینب! جواب دو؟ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں اس بددیانتی پر، میرے نکاح میں ہوتے ہوئے، تم اس گھٹیا آدمی سے باتیں کرتی رہیں؟ ہاؤ ڈیئر یو...... میری ناپسندیدگی کو خاطر میں لائے بغیر، وائے زینب وائے؟'' وہ حلق کے بل چیخا تھا، اس ذلت کا تو تصور بھی نہ تھا اس کے پاس، زینب کا حسین تر ہراساں چہرہ اس کا بس نہ چلتا تھا اس پل اس کا گلا دبا دے، اس کے چہرے کے تاثرات اتنے کبیدہ خاطر تھے کہ زینب کو اپنا آپ مجرم نہ ہوتے بھی مجرم لگنے لگا۔

''مم...... میں نے بتایا نا...... وہ...... وہ مجھے بلیک میل کر رہا تھا۔'' سراسیمہ سی خفت زدہ سی ہو کر وہ وضاحت پیش کر رہی تھی، انداز بے حد ڈھیلا اور شرمسار قسم کا تھا، جواب میں جہان کا چہرہ مزید غضبناک ہوا تھا، آنکھوں میں سے لہو سا ٹپکنے لگا۔

''کیوں ہوئیں تم بلیک میل؟ مجھے بتاتیں، نپٹ لیتا میں اس سے خود۔'' جہان نے جواباً غراتے ہوئے اس کا پوائنٹ رد کیا، لہجے میں بلا کا طنز اور زہریلا پن تھا، وہ آگ بگولہ ہوا جا رہا تھا، زینب کو بھی اس قدر تاؤ آنے لگا، بجائے اسے سمجھنے کے مسئلے کا حل نکالنے کے وہ اس سے سوال جواب کرنے کھڑا ہو گیا تھا، جبکہ یہاں ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، اگر خوانخواستہ معاذ کو کچھ ہو جاتا، وہ سنکی انسان ضد میں انتقام و نفرت میں کسی بھی انتہا سے گزر جاتا تو تھا ازالہ ممکن......؟ جہان کو جانے کیوں اس بات کا خیال نہیں آ رہا تھا، جبکہ وہ اسی ایک احساس سمیت ہر لمحہ مر رہی تھی۔

''تو اب جا کر نپٹ لیں اس سے، میرے بھائی کی جان کو خطرہ لاحق ہے، آپ کو اپنی انوسٹی گیشن کی پڑی ہوئی ہے۔'' جہان کے ہاتھ اپنے کاندھوں سے جھٹکتی وہ بے حد تنفر آمیز انداز میں کہہ رہی تھی، جہان کچھ دیر اسے جھلستی نظروں سے گھورتا رہا تھا، جب بولا تو اس کا لہجہ اس کا انداز بے حد سرد مہری لئے تھا۔

''نمبر دو اس سورما کا مجھے...... دیکھ لوں گا اسے میں۔'' پھر خود بڑھ کر جھپٹ کر اس کا فون اٹھا لیا تھا، چند بٹن پریس کیے، نمبر اپنے فون پہ منتقل کرنے کے بعد اسے خونخوار نظروں سے گھورتا پلٹ گیا۔

''اب اگر تم نے اس بدمعاش سے بات کی یا اس کی کال ریسو کی زینب تو یاد رکھنا، یا تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا، یا خود اپنے آپ کو مار ڈالوں گا، یہ بات طے ہے کہ اب تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں برداشت کر سکتا میں، چاہے وہ کتنی ہی معمولی نوعیت کا ہو۔'' دروازے پہ رک کر مشتعل انداز میں کہتا وہ ایک جھٹکے سے باہر نکل گیا، پیچھے دروازہ ایک دھماکے سے بند ہوا اور کتنی دیر لرزتا رہا، زینب پوری ہستی سمیت ہلتی سرد پڑ گئی تھی۔

☆☆☆

دن نکلے سوچ الگ شام ڈھلے وجدان الگ
امید الگ آس الگ سکون الگ طوفان الگ
تشبیہ دوں تو کس سے کہ تیرے حسن کا ہر رنگ الگ
نیلم الگ زمرد الگ یاقوت الگ مرجان الگ

طویل بے ہوشی یا پھر غنودگی کے بعد معاذ کی آنکھ پوری طرح کھلی ہی اس لہکتی ہوئی آواز پہ تھی، اس نے غائب دماغی کی کیفیت میں گردن موڑ کر دائیں طرف دیکھا، وہ جو کوئی تھی گویا سورج کی آب و تاب رکھتی تھی، اس پہ ستم بے حجابانہ انداز و اطوار، معاذ کے حواس پوری طرح بحال ہوئے تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا اور سرعت سے اپنے اور اس کے بیچ فاصلہ بڑھایا تھا، وہ اس حرکت پہ بڑے پرزعم انداز میں مسکرائی اور تعریف و توصیف کے اس سلسلے کو کچھ اور بھی بڑھاوا دیا۔

تیری الفت کے تقاضے بھی عجب انداز کے تھے
اقرار الگ تکرار الگ تعظیم الگ فرمان الگ
گر ساتھ نہیں اب دے سکتے تو بانٹ دو یکجان لمحے
مسرور الگ نڈھال الگ پرکیف الگ پریشان الگ
وقت رخصت جب الوداع کہنے لگے
آنسو الگ مسکان الگ بے تابی الگ ہیجان الگ
جب تو چھوڑ گیا تھا تب دیکھا اپنی آنکھوں کا رنگ
حیران الگ پریشان الگ سنسنان الگ بیابان الگ

وہ خاموش ہوئی تو ستائش طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگی، گویا اپنے انتخاب کی داد چاہی ہو، مگر اس کی بجائے اطراف کو حیران اور مضطرب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، یہ معصومیت بھری حیرانی و پریشانی اس کے وجیہہ چہرے پہ نیلما کو گویا اور فدا ہونے پہ اکسا رہی تھی۔

''کچھ تو بولیں چھوٹے شاہ!'' بے تکلفی کا مظاہرہ ضروری خیال کرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر معاذ کی پیشانی پہ بکھرے بال محبت سے سنوارے معاذ نے جواباً ناگواری محسوس کرتے تیز اور کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''کون ہو تم؟ اور کیا بکواس ہے یہ سب؟'' وہ سخت برہم نظر آنے لگا، اس درجہ اپ سیٹ اور مضطرب تھا کہ اپنے روبرو موجود ہستی کو بھی پہچاننے سے قاصر رہا تھا کہ اس قدر نازک صورتحال نے اسے بھونچکا کر رکھا تھا، اس پہ یہ سخن طرازی یہ بے تکلفی اس کا دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا، جبکہ نیلما اس درجہ نخوت سے تنفر کے ساتھ اعلیٰ قسم کی غفلت و بے نیازی پہ پوری جان سے جل کر خاک ہوئی۔

''تم واقعی نہیں پہچانے ہو مجھے چھوٹے شاہ! کیا میری پرسنالٹی اتنی ڈاؤن ہے تم لوگوں کی نظروں میں کہ......'' تاسف و رنج و ملال اور جھنجھلاہٹ کا اتنا شدید احساس یکبارگی اس کے چہرے پہ اترا تھا کہ وہ گویا روہانسی ہونے لگی تھی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد دل میں اٹھتی غصے کی لہر دباتے ہوئے وہ دانستہ مسکرائی اور سرک کر معاذ کے مزید نزدیک ہوئی، اس کے اکھڑے انداز اور

بگڑے تیوروں کی پرواہ کیے بغیر اپنی کہنی اس کے سینے پہ ٹکا کر اس پہ جھک کر دلبرانہ انداز میں مسکراتی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

''کبھی میں سوچا کرتی تھی، شیر کو اگر زنجیروں سے جکڑا جائے تو کیسا لگے گا وہ؟ اب مجھے اندازہ ہوا اس کی خوب صورتی پہ فرق نہیں پڑ سکتا۔'' رسیوں میں جکڑا نا گواریت کے شدید احساس سمیت مزاحمت کرتا معاذ کا کڑیل یکلخت ساکن رہ گیا وہ اس کی بے بسی کا مضحکہ اڑا رہی تھی یا تعریف کر رہی تھی، وہ سمجھنے سے قاصر رہا، البتہ عورت کے ایسے روپ نے آنکھوں کی جلن میں بے تحاشا اضافہ کر دیا تھا۔

ہوں تیری آنکھوں میں لال ڈورے
یوں رات میرے نصیب جاگیں

وہ مزید بکواس کر کے کھلکھلائی، معاذ کا چہرہ جھلس اٹھا، اب پہچان کے مرحلے طے کرنے کو باقی کچھ نہیں بچا تھا، اس درجہ سطحی سوچ کے ساتھ صرف نیلما ہی تھی جسے وہ جانتا تھا، اس کا دل اس کی آنکھیں غبار سے بھرنے لگیں، یہ کیسی آزمائش تھی کہ وہ ایسی بے بسی کی کیفیت میں اس فاحشہ کے ہاتھ لگ گیا تھا، جبکہ وہ اس کی کیفیات واحساسات سے یکسر لاتعلق ہنوز اپنی داستان سنا رہی تھی۔

''قسم لے لو چھوٹے شاہ! جو تمہیں جہانگیر شاہ کے ساتھ دیکھ کر بھی میرا دل نہ دھڑکا ہو، تم مجھے کبھی بھی اس سے کم جو لگے ہو، مگر یہ کم بخت دل تو پہلے ہی جہانگیر کا اسیر ہو چکا تھا، جبھی میں اسی کی سنگت کے خواب دیکھتی تھی، کل جب میرے آدمیوں نے تمہیں جہانگیر کی کار میں موجود پایا تو مجھے اطلاع دی تھی، میں نے کہا بندے کی پکی نشانی ہی یہی ہے کہ ہے بہت حسین وجمیل...... ایمان لوٹ لینے کی حد تک سحر انگیز، بولے میڈیم! ہم نے آج سے پہلے اتنا حسین مرد نہیں دیکھا زندگی میں......'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ زور سے کھلکھلائی، گویا حظ لیا ہو، معاذ کا چہرہ تپنے لگا، وہ خود بہت بولڈ تھا، پرنیاں کو خاص کر اس سے سب سے زیادہ یہی شکایت رہی تھی، باقی سب کے خیال میں بھی وہ ہمیشہ سے شوخ وشنگ اور بولڈ مشہور تھا مگر آداب قرینے اور حدیں کبھی نہیں پھلانگا کرتا تھا، رب سے ڈرتا تھا، تربیت کا اثر گہرا تھا، مگر کسی عورت کی ایسی بے حجابی سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا، شوبز میں بھی اچھی خاصی بولڈ لڑکیاں تھیں مگر نیلما جیسی بہرحال نہیں تھیں، پھر وہ ان سے ویسے بھی فاصلوں کو قائم رکھتا تھا، جو الٹی سیدھی کچھ حرکتیں کی بھی تھیں تو ان کے پیچھے سوائے پرنیاں کو جیلس کرنے یا ایسے جھنجھوڑنے کے علاوہ اور کوئی جذبہ بہرحال کارفرما نہیں تھا، اس وقت جتنی بھی ناگواری وبرہمی کا احساس تھا، مگر وہ اس کی بیہودہ بکواس سننے پہ مجبور بھی تھا۔

''میں نے کہا، یہی تو نشانی ہے اس دشمن جان کی، لے آؤ کہ اب مزید قربت یار کی تاب نہیں، مگر جناب جب آپ تمام تر عزت واحترام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو آپ جہانگیر نہیں تھے مگر ان سے کم بھی نہیں تھے چھوٹے شاہ! اگر نیلما جہانگیر کے علاوہ کسی پہ کمپرومائز کر سکتی تھی تو وہ صرف تم ہی ہو سکتے تھے، بس اب فراق کے موسم ختم، بتاؤ شادی کب کریں؟'' آنکھوں میں فتح کا خمار اور مسکان لئے وہ کتنے صلح جو انداز میں سوال کر رہی تھی، یوں گویا معاذ اسی ایک سوال کا یہ تو منتظر تھا، معاذ کے اعصاب مزید کشیدگی سمیٹ لائے۔

''یعنی تمہاری اس ساری بکواس کا مطلب یہ نکلا کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو؟'' معاذ کے غصے پہ اس فضول مذاق نے تمسخر کی گہری مسکراہٹ کو جگہ دی تھی، نگاہ کی برہمی البتہ ہنوز تھی، نیلما نے کاندھے جھٹک دیئے تھے۔

''ہاں...... کیا مضائقہ ہے اس میں؟ اگر ایک مرد اپنی پسندیدہ لڑکی کو اغواء کرا سکتا ہے، اس سے زبردستی شادی کر سکتا ہے تو ایک عورت کو بھی ایسا کرنا چاہیے۔'' نیلما کے لہجے وانداز میں زعم بھی تھا اور طمانیت آمیز مسکراہٹ کا فتح مندانہ رنگ بھی، معاذ کچھ دیر اسے مضحکہ اڑاتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا، پھر ہونٹ سکوڑ کر اسی قدر تضحیک آمیز انداز میں گویا ہوا تھا تو آنکھوں کی نفرت چھلک پڑتی تھی۔

''تم جیسی عورت سے ایسی ہی توقع رکھی جاسکتی ہے نیلما خاتون! مگر یہاں آپ کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ آپ کی کسی تھرڈ ریٹ گھٹیا فلم کی اسٹوری نہیں لکھی جا رہی جس میں آپ اپنے من پسند سین اور موڑ پیدا کر سکتی ہیں، یہ حقیقت ہے اور حقیقت میں ایسی حماقتوں کی توقعات باندھنے والوں کی آنکھیں ریت سے بھر جایا کرتی ہیں۔'' معاذ کا لہجہ اس کا انداز سراسر اس پہ اس کی اوقات واضح کرتا ہوا انتہائی توہین آمیز تھا، اس حد تک توہین آمیز کہ ایک پل کو نیلما بھی گنگ ہوتی اسے ٹکر ٹکر دیکھے گئی تھی، مگر اگلے لمحے اس شرمندگی کو جھٹک کر یہ زعم وپر مغرور انداز میں مسکراتی بڑے دل آویز انداز میں اٹھلا کر بولی تھی۔

''کمی کیا ہے مجھ میں؟ غور سے دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ وہ لڑکی جو تیمور کی حویلی میں تمہارے ساتھ تھی اس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوں؟'' اس قربت میں تنہائی میں وہ بہک رہی تھی، معاذ کی پیشانی کی سلوٹیں بھی اس کو اس کے ارادوں سے روکنے میں ناکام تھیں، جب وہ پھر اس کے نزدیک آئی اور اس کے ساتھ لگ کر بیٹھی معاذ کے ضبط کا پیمانہ پھر چھلک گیا تھا۔

''تم جیسی عورت حسن کا معیار اور پیمانہ یہی رکھتی ہے، یہی رکھ سکتی ہے، بے حیا عورت جتنی بھی حسین وطرحدار ہو حیاء دار عورت کے سامنے ماند پڑ جایا کرتی ہے، مگر تم کبھی ان باتوں کو نہیں سمجھو گی، کبھی نہیں سمجھو گی کہ میرے نزدیک تم پرنیاں کی پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں بن سکتیں۔'' معاذ کے لہجے وانداز سے اتنی نفرت وحقارت اور برہمی چھلکی تھی کہ نیلما اپنی تمام تر بے شرمی کے باوجود دہک کر رہ گئی، معاً اس نے متاسفانہ سانس بھر کے خود کو سر جھٹک کر نارمل بھی کر لیا۔

''مجھے یہ طعنے نہ مارو معاذ حسن! ذلت کی پستیوں سے نکل کر عزت کی زندگی جینے کی متمنی ہوں، مجھے اس اتھاہ تاریکی تک کسی عورت کی حاسد نفرت نے پہنچایا تھا، بہت چاہا اسے برباد کر ڈالوں مگر وہ ہمیشہ مجھ سے زیادہ طاقتور اور مضبوط رہی، غاصب عورت! میں چاہنے کے باوجود اس کا آج تک کچھ نہیں بگاڑ سکی۔'' نیلما کے چہرے پہ ان کہا کرب گہرے دکھ کی صورت اتر آیا تھا، آنکھیں لمحے کے ہزارویں حصے میں چھلکنے کو بے تاب ہو گئیں، وہ اس وقت واقعی قابل رحم لگ رہی تھی، مگر معاذ کو اس سے قطعی ہمدردی محسوس نہیں ہوئی۔

''بات سنو...... مجھے تمہاری اس خالص فلمی کہانی سے ہرگز کوئی ہمدردی یا دلچسپی نہیں ہے، اگر

تم یہ توقع مجھ سے باندھ بیٹھی ہو تو اس حماقت میں ٹائم ضائع کرنے کی بجائے، بہتر ہوگا اپنے کسی فین کے پاس چلی جاؤ۔" لٹھ مار انداز نخوت بھری سفاکی سے لبریز تھا، نیلما کا چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا، وہ کچھ دیر اسے عجیب نظروں سے دیکھتی رہی، پھر اس کے تاثرات دھیرے دھیرے بدلنے لگے، بے بسی کی جگہ تلخی، تاسف و ملال کی جگہ نخوت ہٹ دھرمی اور مخصوص قسم کی بے باکی نے لے لی۔

"ایز یو وش چھوٹے شاہ! تمہیں میری کہانی میں دلچسپی نہ ہو، مگر مجھ میں ضرور دلچسپی لینی پڑے گی مت بھولنا کہ تم شادی نہیں کرو گے مجھ سے، اگر یہ معاشرہ مجھے ذلت سے ہمکنار کر سکتا ہے تو اب اسی ضد معاشرے کے اعلیٰ نصب خاندان کے سپوت سے شادی کر کے میں اس معاشرے سے اپنی چھینی ہوئی عزت دوبارہ ضرور حاصل کروں گی۔" وہ بولی تو اس کے لہجے میں ناگن پھنکار رہی تھی، معاذ جواباً اسے تاؤ دلاتی نظروں سے دیکھتا دل جلاتی مسکان ہونٹوں پہ سجا چکا تھا۔

"تمہارا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا عزیزی نیلما!" معاذ کو اس کے احساسات اور کیفیت کی کیوں پرواہ ہونے لگی تھی، جبھی منہ توڑ جواب دے کر گویا اس کا مذاق اڑایا، نیلما اس کی توقع کے عین مطابق بھڑک اٹھی تھی، جبھی باقاعدہ دھمکی پہ اتری۔

"تمہارے پاس ایک دن کا وقت ہے، بہتر ہوگا معاذ تم وہ کرو جو میں چاہتی ہوں، ورنہ۔"

"ورنہ کیا......؟" معاذ نے طیش میں آ کے اسے گھورا۔

"یہ تمہیں وقت آنے پہ معلوم ہو جائے گا۔" نیلما نے جواباً اسے گھورتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے پلٹ کر باہر نکل گئی، معاذ کچھ دیر ساکن بیٹھا رہا، پھر نڈھال انداز میں آنکھیں بند کر لیں، اگر اسے بے بس کرنے کو کرسی سے مضبوطی سے باندھ نہ دیا گیا ہوتا تو اپنے لئے وہ کچھ کر بھی سکتا تھا، مگر اب بے بسی کے سوا کیا چارہ تھا بھلا......؟

☆☆☆

معاذ کی گمشدگی کو آج دوسرا دن تھا، شاہ ہاؤس کے در و دیوار پہ چھائے تشویش و اضطراب کے سائے موت کے سناٹوں میں ڈھلتے جا رہے تھے، سب سے خراب حالت پرنیاں، ممی یا پھر زینب کی تھی، پرنیاں کی آنکھیں اس دوران ایک لمحے کو بھی جو خشک ہوئی ہوں، کتنی وحشت تھی اس کے چہرے پہ، جبکہ مما کا بی پی ایک پھر خطرناک حد تک شوٹ کر گیا تھا، خدشات تھے واہمے اور سرسراتی ہوئی وحشت جوان کے چہرے و آنکھوں سے جدا ہی نہ ہوتی تھی، آئے دن ملنے والی کراچی کے باسیوں کی ہراس زدہ خبریں جن میں بے دردی و سفاکی سے قتل کر دیئے جانے والے بے قصور شہری جن کی اکثر شناخت بھی نہیں ہو پائی تھی اور لاشیں کئی کئی دن مردہ خانوں میں پڑی اپنے وارثوں کی راہ دیکھتے بالآخر گمنام قبروں کی تاریکیوں میں ہمیشہ کو کھو جایا کرتی تھیں اور ورثاء انہیں تلاش کرتے جانے کس کرب اور اذیت سے دوچار ہوتے خود بار بار مرتے رہتے تھے، اسی قسم کی کیفیت سے آج کل شاہ ہاؤس کے مکین گزر رہے تھے، ماما جان کا زیادہ وقت جائے نماز پہ اذکار و وظائف میں گزر رہا تھا اور رو کر ان کی آنکھیں بھی تھکنے لگیں تھیں مگر وہ ہر دم ہنسنے مسکرانے کا عادی معاذ پلٹ کر نہیں آیا تھا، جس کی غیر موجودگی سے شاہ ہاؤس کی ساری رونقیں ماند پڑ گئی تھیں،

جہاں سمیت یہاں کے ہر مرد نے شہر بھر کے ہسپتالوں کے کہ مردہ خانوں تک ہر جگہ کھنگال لی تھی مگر اس کا نشان نہیں پا سکے تھے، گاڑی کالج سے کچھ فاصلے پہ بالکل صحیح حالت میں مل گئی تھی، مگر معاذ کے متعلق کہیں سے بھی کوئی چھوٹی سی خبر میسر نہیں آ سکی۔

"جہان کن حالوں میں ہوگا میرا بچہ! جب وہ انگلینڈ سے آیا تھا، تب بھی اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، ہمیں تو تب بھی پتا نہیں لگتا تھا، اگر پرنیاں ہمیں نہ بتاتی۔" پپا اندر آئے تو مما کی آنسوؤں کے بیچ کہی گئی بات سیدھی ان کے دل پہ ترازو ہوئی تھی جا کر گویا، وہ خود ان دونوں میں جیسے یکدم ڈھے کر رہ گئے تھے، اتنا لاڈلا اور عزیز تھا وہ انہیں کہ اس سے اتنی شکایتوں کے باوجود بھی اسے ڈانٹ کر نہیں دیکھا تھا، ساری اولادوں میں اسے سب سے زیادہ محبت اور اہمیت سے نوازا، منہ سے نکلی ہر بات کو پورا کرنا خود پہ فرض جان لیا، مگر اس انداز میں کہ یہ محبت اسے بگاڑ نہ سکے، کتنا زچ اور تنگ کیا تھا معاذ نے پرنیاں کے معاملے میں انہیں، مگر ضبط کا دامن کبھی ہاتھ سے اس محبت نے چھوڑنے نہیں دیا جو انہیں اس سے تھی، اسے دیکھ دیکھ ہی تو جیتے تھے، مگر اب یوں اس کا نگاہوں سے اوجھل ہو جانا انہیں لمحہ لمحہ گھلا رہا تھا۔

"احسان! معاذ کیوں نہیں مل رہا؟ اب تو کسی سے خفا بھی نہیں تھا وہ، پھر کیوں چلا گیا؟"

انہیں دیکھتے ہی مما خود پہ ضبط کھو کر پھر سے سسکنے لگی تھیں۔

"اللہ سے دعا کرتی رہیں شائستہ! اللہ بہتر کرے گا۔" انہوں نے دلگیری سے کہتے حوصلہ دیا، مما نے نڈھال انداز میں سر گھٹنوں پہ ٹکا دیا، آنسو بے آواز بہہ رہے تھے۔

"پرنیاں کہاں ہیں؟ اب طبیعت کیسی ہے بچی کی؟" پپا کو پرنیاں کی فکر لاحق تھی، جبھی خصوصیت سے احوال دریافت کیا، صبح جب وہ گھر سے جا رہے تھے اس کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی، پچھلے کئی گھنٹوں سے پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نہیں اتر سکا تھا، گہرے صدمے کے ساتھ ساتھ نقاہت نے اس پہ غشی کی سی کیفیت طاری کر دی تھی، یہ ایک نئی اور اچانک افتاد تھی جس سے شاہ ہاؤس کے مکین دوچار ہوئے تھے، سب کے بے تحاشا اصرار اور منتوں کے بعد کہیں جا کے پرنیاں نے کچھ نوالے زہر مار کیے تھے، مگر اس کی حالت پھر بھی قابل رحم ہی تھی۔

"اندر ہے اپنے کمرے میں، وہی حالت ہے بدستور، کیسے سنبھل سکتی ہے بھلا، اس وقت تک جب تک معاذ کے حوالے سے دل کو قرار نہیں آ جاتا۔" مما آنسو پونچھ رہی تھیں، انداز کی یاسیت و افسردگی کا کوئی انت نہیں تھا۔

"کوئی ہے نا پرنیاں کے پاس؟ بچی کو ہرگز بھی اکیلی نہ چھوڑیں۔" پپا کی نصیحت پہ مما نے اسی یاسیت آمیز پرملول انداز میں سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"اسما اور نوریہ بھی ہیں خیال رکھ رہی ہیں مگر ژالے تو گویا مستقل ہی ساتھ ہے پرنیاں کے، بہت نیک اور سعادت مند بچی ہے ژالے، اللہ اس کا نصیب بہت سنہرا کرے آمین۔" مما پہ جیسے جیسے ژالے کی خوبیاں فطرت اور مزاج آشکار ہو رہا تھا، وہ اسی حساب سے اس کی مداح و گرویدہ ہوتی جا رہی تھیں، پپا کے فون پہ کوئی کال آ رہی تھی، جبھی گہرا سانس بھرتے فون سمیت وہاں سے اٹھ گئے، مما عصر کی نماز کے ارادے سے وضو کرنے واش روم کی سمت جا رہی تھیں۔

☆☆☆

جاگتے دریچوں میں
خواب سوئے رہتے ہیں
آنکھ کے پیالے میں
ان گنت زمانوں کی
ریت گرتی رہتی ہے
ادھ بجھے مکانوں میں
جا چکے مکینوں کی
بات چلتی رہتی ہے
راکھ اڑتی رہتی ہے

دروازہ کھلنے کی آواز پہ زینب جو گھٹنوں پہ سر رکھے کب سے اس زاویئے پہ ساکن بیٹھی تھی، ایک دم متوجہ ہوئی، جہان تھا، اپنے دھیان میں تیز تیز چلتا آیا اور الماری کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''ک...... کچھ پتا چلا لالے کے بارے میں؟'' وہ خود اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی، جہان نے ایک برہم نگاہ سے نوازا ضرور البتہ جواب دینا شاید اتنا ضروری خیال نہیں کیا تھا، کچھ کاغذات نکالے اور الماری کے پٹ بند کرتا واپس پلٹا تھا کہ زینب جو اس کے جواب کی منتظر تھی یہ بے اعتنائی سہتی یکدم مشتعل ہو کر اس کی شرٹ کو ہی پکڑ کر زور سے کھینچا تھا۔

''آپ کو سنا نہیں ہے جے! کیا پوچھا ہے میں نے آپ سے؟'' وہ چیخ پڑی تھی، آنکھوں میں بیک وقت آنسو بھی تھے اور غصے کے ساتھ خفگی کا تاثر بھی، جہان نے گردن موڑ کر بے حد سرد نظروں سے اسے کچھ دیر دیکھا پھر ہلکے سے جھٹکے سے اپنی شرٹ کا کالر اس سے چھڑوا لیا۔

''اب جو ہو رہا ہے، اس پہ صبر کرو، میں اگر یہ کہوں گا کہ یہ تمہارا ہی کیا دھرا ہے تو غصہ تو بہت آئے گا تمہیں۔'' پیشانی پہ شکنیں لئے وہ چبھتے ہوئے انداز میں جتلا گیا تھا، لہجے میں بلا کا طنز اور زہریلا پن تھا، زینب اس الزام تراشی پہ انگشت بدنداں ہی رہ گئی تھی، ساکن غیر یقین چند ثانیے وہ اسے فق چہرے کے ساتھ یوں دیکھتی رہ گئی، گویا یقین نہ آتا ہو یہ جو کچھ اس نے سنا وہ واقعی جہان ہی کہہ چکا ہے اس سے، یہ سکتہ ٹوٹا تو جیسے اسے آگ سی لگ گئی تھی۔

''فضول بات مت کریں جے! کیا میں نے اس منحوس آدمی کو کہا تھا کہ......''

''اس نے بہت غلط کیا جو میری بجائے معاذ کو اٹھوا لیا ہے، اسے اپنے ٹارگٹ پہ ہی ہاتھ ڈالنا چاہیے تھا، اسی بہانے تمہاری جان بھی مجھ سے چھوٹ جاتی۔'' بے حد درشت انداز میں ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکتے وہ جس طرح سے چیخا تھا، زینب صدمے سے گنگ رہ گئی، خطرناک حد تک تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس نے محسوس کیا اس کے گال بہت تیزی سے بھیگتے جا رہے ہیں، جہان نے تو کبھی اس قسم کا طعنہ نہیں دیا تھا، یہ اس کی فطرت ہی نہ تھی، اس وقت اللہ جانے وہ کس ذہنی عذاب سے گزر رہا تھا کہ اس طرح اس پہ چڑھ دوڑا تھا، زینب کی تمام حسیات یکبارگی ساکت ہو کر رہ گئی تھیں، دکھ صدمہ رنج بے مائیگی، کیا کچھ نہ تھا اس کی دھندلاتی ہوئی آنکھوں میں مگر جہان پرواہ کیے

بغیر اسے گھورتا ایک جھٹکے سے پلٹ کر باہر جا چکا تھا، وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے ہلتے پردے کو دیکھتی رہی، روتی رہی، آنکھ سے ٹوٹ کر بکھرتے صرف آنسو ہی تو نہ تھے، ماضی کے کچھ دھندلے عکس بھی تھے، تصویریں بھی تھیں، جب...... جب عادت کے مطابق اک معمولی بات پہ وہ منہ سجا کر بیٹھ گئی تھی، ہر کسی سے شاکی ہر کسی سے نالاں ہر کسی سے خفا ہو جانے والی زینب کو پھر کسی کی مجال ہوا کرتی کہ کوئی منا سکے کہ ایسی جرأت کرنے والوں کو وہ بغیر لحاظ کے پھاڑ کھانے کو دوڑ پڑا کرتی اور بقول زیاد سے اپنی عزت پیاری ہے، یہ بدتمیز لڑکی ایسے سموں یہی ایک اہم بات بھول جایا کرتی ہے، ایسے میں ہمیشہ جہان آگے بڑھا کرتا، اپنے مخصوص دھیمے پر اثر محبت آمیز انداز و رویئے کے ساتھ، مگر پھر بھی زینب اسے کتنا ستاتی تھی، شرائط ہوتیں جو ختم ہونے میں نہ آتیں، مطالبے ہوتے جن کا انت نہ ہوا کرتا، نخوت ہوتا تو وہ سنبھالا نہ جاتا، وہ ماتھے پہ شکن لائے بغیر ہر شرط مان جاتا، ہر عذر قبول کر لیتا، ہر مطالبہ سر آنکھوں پہ رکھتا، ہر ضد پہ مسکرانا کبھی نہ بھولتا، اس پہ بھی زینب مان کر احسان کرتی، یہ احسان کتنے کتنے دنوں تک اس پہ جتلایا جاتا اور وہ سر خم کرتا مسکرائے جاتا، ایسے میں جو مما یا پھر معاذ کی نظر اس کے نخروں پہ اور جہان کی اطاعت گزاری پہ پڑ جاتی تو زینب کے ساتھ ساتھ جہان کی بھی کلاس لگ جاتی۔

''اسے بگاڑنے میں ہاتھ ہی تمہارا ہے جے! کون شادی کرے گا اس سے۔'' معاذ چڑا ہوا ہوتا تھا، ایسے میں وہ کیسے پیاسی ہو جایا کرتی تھی، جو تمتماہٹ جہان کے چہرے پہ اتری ہے جو نظروں سے مسکراہٹ چھلکی ہے، زبان سے بھی اقرار کی صورت بکھر جائے اور ایسا نہیں ہوا، اس خواہش میں خود وہ بکھر گئی، ایسے کہ پھر خود سے سمیٹی ہی نہ جا سکی، کتنے بڑے بڑے نقصان ایک کے بعد ایک جھولی میں آن آن گرتے گئے، سیل فون کی گنگناہٹ پہ اس کی ساکن پلکوں میں جنبش ہوئی تھی، ماضی سے کٹ کر واپس حال میں آتے اس نے گردن موڑ کر بستر پہ پڑے سیل فون کو دیکھا، جس کی اسکرین روشن تھی اور بیل ہنوز گنگنا رہی تھی، سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ قدم قدم چلتی بستر کے نزدیک آئی، اسکرین پہ تیمور کا نمبر روشن تھا، یہ نام وہ ڈیلیٹ کر چکی تھی، مگر نمبر از بر تھا اسے، اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھا لیا۔

''تیمور......!'' الفاظ اس کے حلق سے نوکیلے کانٹے بن کر ہونٹوں تک آئے تھے، تیمور تو اس نوازش پہ حیران تھا، ریشہ خطمی کیسے نہ ہوتا۔

''میری جان! میری زندگی! بولو مجھے یقین دلاؤ، تم نے میری کال پک کر لی ہے۔'' وہ بھاری بے ہنگم آواز میں ہنسنے لگا، زینب کے چہرے پہ عجیب سی زردی چھانے لگی، اس نے تھوک نگل کر حلق تر کیا، گویا ساری ناگواری کو زہر بنا کر اندر اتارا اور بے تحاشا اذیت سے دوچار ہونے لگی۔

''فون بند کیوں تھا تمہارا؟ میں کل سے ٹرائی کر رہی ہوں۔'' وہ بولی تو آواز بھیگ رہی تھی، تیمور کو ایک بار پھر اپنی سماعتوں پہ شبہ کا گمان ہونے لگا۔

''زہے نصیب! آپ ہمارا فون ٹرائی کریں، کیا نصیب ہے ہمارا ماشاء اللہ۔'' وہ پھر اسی گونجدار بے ہنگم انداز میں ہنسنے لگا، زینب کو یہ ہنسی زہر لگنے لگی، ناقابل برداشت۔

''لالے کو کہاں رکھا ہے تم نے؟'' وہ اسے ڈپٹتے ہوئے پھنکار اٹھی، دوسری جانب کچھ لمحوں کو

سناٹا چھا گیا، یہ سکوت کے لمحے تیمور جیسے گھاگ کو صورتحال سمجھنے میں درکار تھے، غور کرنے کو ضروری تھے جبکہ زینب پہ گراں تھے، سخت گراں۔

''بولتے کیوں نہیں ہو؟ تیمور اک بات سن لو، جو گھٹیا حرکت کر چکے ہو کافی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، میں کہہ رہی ہوں ناں لالے کو معمولی گزند بھی نہیں پہنچنا چاہیے، انہیں...... انہیں واپس آنے دو، چھوڑ دو خدارا۔''

تیمور تو جانے کس حد تک معاملا سمجھا ہوگا، زینب نے خود سمجھا دیا سارا، وہ جس ذہنی کرب سے گزر رہی تھی اور جس سے اب جہان کے بیگانے بدگمان انداز سے مبتلا ہوئی تھی، اس نے اس کی عقل سمجھ سوچ سب خبط کر لی تھی، اسے شک نہیں یقین تھا، یہ کام تیمور کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، اس یقین کا باعث تھا کہ وہ ہر قیمت پہ معاذ حسن کو بچا لینے پہ تل گئی تھی، دوسری جانب تیمور گیند اپنی آسانی سے اپنے کورٹ میں آتا پا کر خوشی سے پاگل ہونے کے قریب جا پہنچا تھا گویا۔

''بے وقوف سمجھا ہے مجھے زینب! اسے کچھ نہیں ہوگا، وہ صحیح سالم واپس بھی پہنچے گا، مگر اس ساری جاں کا ہی کچھ مطلب بھی ہوگا نا مجھے؟ میں نے یونہی یہ کام نہیں کیا، یہ تو تم بھی جانتی ہوگی، کچھ قیمت چکانا ہوگی کچھ انعام و کرام ہمیں بھی ملنا چاہیے۔''

وہ اصل موضوع پہ آیا تو باچھیں چیر رہی تھیں، زینب کی رنگت زرد پڑنی شروع ہوئی، وہ اس کی کمینگی سے آگاہ تھی، اس کے باوجود اس کا دل اس سودہ بازی کے مرحلے پہ آ کر پاتال میں گرنے لگا۔

''کیا چاہتے ہو؟'' اس نے گھٹی ہوئی آواز میں استفسار کیا تھا، جواباً تیمور نے مجنونانہ قسم کا طویل قہقہہ لگایا تھا۔

''اپنی کھوئی ہوئی متاع! اپنی زینب کے علاوہ کیا چاہئے ہوگا مجھے نادان لڑکی، واپس آ جاؤ میرے پاس، وہ منحوس جہانگیر تمہیں طلاق دے گا، تم عدت بھی میرے پاس گزارو گی، پھر باقاعدہ نکاح کروں گا میں تم سے...... وعدہ کرتا ہوں زینب، اب کچھ بھی غلط نہیں ہوگا، قسم لے لو، جو تمہیں کھو کر ایک دن بھی سکون کی نیند سویا ہوں میں، مجھ سے غلطی ہوگئی تھی زینب، اسے سدھار لی جائے، پھر تمہیں بتاؤں گا، کتنی محبت کرتا ہوں تم سے، تمہیں بھی تو بھولا نہیں ہوگا، میں پاگل تھا تمہارے لئے، اللہ جانے کیا ہو گیا تھا مجھے، کیوں عقل ضبط ہوگئی تھی میری، اس وقت کو کوستا ہوں۔''

وہ جوش میں جذبات میں بولے گیا یہاں تک کہ آخیر میں آواز شدت جذب سے بھیگنے لگی تھی، وہ کس حد تک درست تھا، کس حد تک زیاں سے دوچار، زینب کو غرض نہیں تھی، اس کے اندر بس نفرت سرسرا رہی تھی، مطالبہ ایسا تھا، گویا پل صراط کا سفر، جو شروع نہیں ہوا تھا، اس کے باوجود اذیت بے انت تھی، بے شمار تھی، اس کی پوری دنیا بھی لٹ رہی ہوتی تو کبھی خود کو اس راستے پہ نہ چلنے دیتی، اتنی ہی نفرت تھی اسے تیمور خان سے، مگر حالات و واقعات اس کی مرضی کے مطابق کہاں تھے، وہ تار عنکبوت تھے جن میں اس کا لاچار بے بس وجود جکڑا تھا، نجات کا راستہ یہی راستہ تھا، جس پہ خود اس کی موت تھی، مگر اب اس کے سوا چارہ نہیں تھا، اگر غلطیاں اس کی تھیں تو پھر سزا کسی اور کا حصہ کیوں ٹھہرتی، اس نے ضمیر کی عدالت میں پیش ہو کر یہ مقدمہ ہارا تھا اور سزا قبول کر

لی تھی، اس کے باوجود وہ تیمور سے محبت کرتی رہی تھی، بحث کرتی رہی تھی، مان لینے کے باوجود۔

''میں اس وقت تک تمہارے پاس نہیں آؤں گی، جب تک لالہ گھر نہیں آ جاتے۔''

اس کا دل رو رہا تھا، وہ اس راستے پہ مجبوری میں بھی چلنے پہ آمادہ نہیں تھی اور کوئی معجزہ چاہتی تھی۔

''کیوں گھبراتی ہو جان من! تمہارے لالے کو کچھ نہیں ہوگا، پورا سالم واپس کریں گے ہم برنیاں ڈیئر کو اسے، اس کے باوجود کہ ہماری امانت میں خیانت ہو چکی، یہ سوچ یہ خیال رگ جاں میں خنجر اتارتا ہے، میری زینب کہ وہ رقیب روسیاہ کتنی بار تم سے۔''

''ٹھیک ہے، میں آ جاؤں گی، لیکن کوئی ضمانت بھی دو کہ تم لالے کو چھوڑ دو گے۔'' اس کی بے حجابانہ گفتگو کو روکنے کی خاطر ہی زینب نے بے اختیار اسے ٹوکا تھا، جواباً تیمور پھر قہقہہ لگانے لگا۔

''جیسے ہی تم خود کو میری تحویل میں دو گی زینی میں تمہارے لالے کو تمہارے سامنے آزاد کر دوں گا، یقین کر لو میری جان اور میرے پاس آ جاؤ جلدی۔'' اب وہ باقاعدہ چہک رہا تھا اور ملنے کی جگہ بتا رہا تھا، وہ خاموش رہی، اتنی آسانی سے اس کے جال میں پھنس جانے والی زینب اس قدر نادان اور احمق بھی نہیں تھی، اس انتہائی فیصلہ کا باعث کون جانتا تھا، جہان کا کچھ دیر قبل کا رویہ تھا، رنج و ملال کے احساس کے ساتھ اس نے جذباتیت کی انتہا پہ جا کر وہ فیصلہ کر لیا تھا، جو وہ پچھلے اتنے مہینوں میں نہیں کر سکی تھی۔

(اگر یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے تو پھر مجھے ہی اس کا ازالہ بھی کرنا ہے، چاہے یہ ازالہ کتنا ہی جان لیوا کیوں نہ ہو) تیمور اسے ہر صورت یہ فیصلہ کرنے پہ مجبور کرنے کو معاذ کے قتل تک کی دھمکی سے بھی گریز نہیں کر گیا تھا، زینب کی آنکھیں جل جل اٹھیں، وجود میں جیسے بگولے اڑنے لگے، اس نے فون بند کیا تو اس کے انداز میں واضح شکست تھی۔

(ایک بار لالے کو چھڑوا لوں، تمہیں تمہارے ناپاک ارادوں سمیت جہنم واصل کروں گی میں تیمور خان) اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی بجائے پہلی بار خون اتر آیا تھا۔

☆☆☆

نگاہ یار پہ پلکوں کی گر لگام نہ ہو
بدن میں دور تلک زندگی کا نام نہ ہو
وہ بے نقاب جو پھرتا ہے گلی کوچوں میں
تو کیسے شہر کے لوگوں میں قتل عام نہ ہو

معاذ کے اعصاب مکمل طور پہ شل ہو چکے تھے، بندھا ہوا جسم ایک ہی زاویے پہ رہنے کی بدولت جیسے اکڑ کر ہر لمحے بے جان ہوا جاتا تھا، نیلما کی شدت پسندی اس کے انداز سے عیاں تھی، وہ اس کے لئے کسی قسم کی گنجائش بغیر مطالبہ پورا ہوئے نکالنے پہ آمادہ نہیں تھی، معاذ کا مسلسل انکار اور بے رخی اس کی ضد کو بڑھا رہی تھی، گویا پاگل کر رہی تھی، معاذ کی سزا کے باوجود اس کے ارادوں میں فرق نہ آتا دیکھ کر نیلما جیسے نیم دیوانی ہوئی جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس نے معاذ کی بندش تک کھولنے کی اجازت نہیں دی تھی، کھانا اس نے جتنی بار بھی معاذ کو کھلانے کی کوشش کی، معاذ نے ہر

بار نفرت سے منہ پھیر لیا تھا، یہ طے تھا اسے نیلما کے ہاتھ سے کھانا گوارا نہیں تھا، بھوک پیاس اور اس پہ یہ ذہنی وجسمانی اذیت وہ جیسے نا چاہتے ہوئے بھی ہار رہا تھا حالات کے سامنے، اس وقت بھی نیلما کی آمد کے ساتھ ہی یہ بہکتی آواز اس کے اعصاب پہ ہتھوڑوں کی مانند برسی، جبھی اس نے بے زار کن نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

کاہی مائل مہین کپڑے کی بے انتہا خوبصورت ساڑھی میں وہ اپنے جگمگاتے سراپے کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھی شیمپین کا ٹن ہاتھ میں لئے گھونٹ گھونٹ حلق سے اتارتی اسے خمار آلود نظروں سے دیکھ رہی تھی، اسے متوجہ پا کر ٹن اس کی جانب بڑھا کر بھنوؤں کو ترغیب دینے کے انداز میں جنبش دیتی زور سے ہنسی۔

''پی کر تو دیکھو ہنڈسم! دنیا بدل جائے گی تمہاری بھی۔'' اس کا انداز چھیڑتا ہوا تھا، معاذ نے گھن کھائے انداز میں نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، وہ پھر ہنسنے لگی، پھر گنگنانے لگی۔

مجھے یقین ہے دنیا میں درد بڑھ جائیں
اگر یہ پینے پلانے کا اہتمام نہ ہو
بٹھا کے سامنے میں دیکھتا رہوں تم کو
سوائے اس کے مجھے دنیا میں کوئی کام نہ ہو

اب کے اس کے لہجے میں شرارت بھری مدہوشی تھی، وہ اسے پیاسی نظروں سے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

جو اس کو دیکھ لے محسن کی اک نظر سے تو
اس کے شہر کی گلیوں میں کبھی شام نہ ہو

وہ پھر چہکی تھی، آج وہ کچھ زیادہ بے لگام ہو رہی تھی، معاذ کے چہرے پہ اضطراب چھانے لگا۔

''مان جاؤ میری جان! ابھی ہی بندشیں کھل جائیں گی، کیا بگڑے گا تمہارا؟ بلکہ فائدہ ہی فائدہ، اتنی تو حسین ہوں میں، پھر میری اتنی وسیع پراپرٹی، سب دے دوں گی تمہیں مغرور لڑکے!'' وہ گویا اسے لالچ دے رہی تھی، اکسا رہی تھی، معاذ نے ہونٹ بھینچے رکھے، وہ کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا، یا اس میں ہمت ناپید ہو رہی تھی۔

''بھوک تو لگی ہو گی نا تمہیں؟ کھانا کھلاؤں؟'' وہ اب کے قدرے سنجیدہ ہوئی، یا اس کی حالت کے سامنے لاچار، معاذ پھر کچھ نہیں بولا۔

''ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ حالت اپنی دیکھ لو ذرا۔'' اس نے پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا گال سہلایا، بڑھی ہوئی شیو خوبرو چہرے کی دلکشی میں اضافے کا باعث تھی، معاذ اس لمس سے ناگوار انداز میں کسمسایا، آنکھیں شدید ناپسندیدگی چھلکانے لگیں۔

''میرے ہاتھ کھول دو نیلما!'' وہ جیسے تڑخا تھا، نیلما اس قدر فدا ہوئی۔

''قربان ہو جاؤں اس فرمائش کے شہزادہ عالم! مگر ارادہ ظاہر ضرور فرمائیں، اگر مجھے بانہوں میں بھر کے گلے لگانے کا وعدہ کرو، مجھ سے ہونے والے نکاح کے پیپرز پہ سائن کا عندیہ دو تو ابھی

کھول دیتی ہوں میری جان!'' وہ اپنے مخصوص بے باک من چلے انداز میں کہہ کر بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگی، گویا خود اپنی ہی بات پہ خود کو داد دی ہو، گویا خود اپنی بات پہ مزہ لیا ہو، معاذ کا چہرہ جانے کس احساس کے تحت سرخ ہو کر تمتمانے لگا۔

''اس سے پہلے بھی تمہارا بہت اچھا امیج نہیں تھا میری نظروں میں، مگر اب جس طرح تم نے اپنی حقیقت کھول کر میرے سامنے رکھی ہے، تم جیسی عورت پہ بس لعنت بھیج سکتا ہوں۔'' وہ جتنا بھڑکا تھا اس لحاظ سے برہمی سے تڑخ کر بولا، نیلما کا چہرہ سفید پڑ گیا، وہ کچھ دیر اسے ساکن، پتھرائی نظروں سے دیکھتی رہی، جب بولی تو اس کی آواز ڈوب رہی تھی۔

''میں اس لعنت سے چھٹکارا ہی پانا چاہتی ہوں چھوٹے شاہ! تم میری بات مان لو، میں ثابت ہو جاؤں گی، ہم کہیں باہر چلے جائیں گے، تمہاری بیوی بھی ساتھ ہو گی ہمارے، شاہ جی میں عزت کی زندگی کو ترس رہی ہوں، یہ نیکی کما لو تم، میری حسرت کو پورا کر دو۔'' وہ جیسے اس کے پیر پڑنے لگی، منت سماجت کا انداز تو ایسا ہی تھا، معاذ یکلخت سکتے میں آ گیا، اسے قطعی سمجھ نہیں آئی وہ کیا کہے، اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، اس کے اعصاب سن ہو رہے تھے، نیلما کی آہ و بکا ہر گزرتے لمحے بڑھ رہی تھی، معاذ کو اب اگر اس پہ رحم نہیں بھی آ رہا تھا، تو نفرت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسے پہلی بار نیلما کا دکھ سمجھ میں آیا، اسے پہلی بار نیلما کی محرومی کا اندازہ ہو پایا، اس نے پہلی بار اس کی تکلیف کو محسوس کیا تھا جیسے۔

☆☆☆

اک بوند برس
اک اشک چھلک
خاموش نظر
کوئی بات تو کر
دل دکھتا ہے
تو میرے دل پہ ہاتھ تو رکھ
میں تیرے ہاتھ پہ دل رکھ دوں
دل درد بھرا
جو اس کو چھوئے
یہ اس سے ملے
اک لفظ محبت بول ذرا
میں سارے لفظ تجھے دے دوں
دل درد سراب کو آب سے بھر
تو میرے خواب پہ آنکھ تو دھر
میں تیری آنکھ میں خواب بھر دوں
خاموش محبت بات تو کر

فیصلہ مشکل ہو، راہ کٹھن تو جان کنی نصیب بن جایا ہی کرتی ہے، یہی اس کا نصیب تھی، وہ جتنا بھی رو لیتی، جیسے جیسے مرضی تڑپتی، اسے مغلوب تو ہونا تھا، اسے جہان سے اک بار پھر دستبردار ہونا تھا، اسے ایک بار پھر خود کو تیمور کے بے رحم مرضی کے تابع کرنا تھا، یہ جتنا ناگوار تھا، اس قدر اذیت انگیز اس سے بڑھ کر ضروری بھی۔

کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ انسان کی فطرت میں سر جھکانا لازم ہے، یہ سر جھکانا انسان پر اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہے، اللہ نے انسان کو ایک حد تک خود مختار بنایا ہے، اسے اعمال انجام دینے میں ایک حد تک آزادی دی ہے، لیکن اعمال کا نتیجہ کیا ہوگا اس پر انسان کو طاقت نہیں، اس لئے جب وہ اللہ پاک کے احکامات کے منافی کام کرتا ہے یا دل ایمان کی حلاوت بھول جاتا ہے تو وہ پھنس جاتا ہے، اس کے اعمال کے انجام اسے مسائل کی دلدل میں مزید کھینچتے ہیں، یہ وہ وقت ہوتا ہے اگر وہ سر جھکانے والا ہو تو اللہ کی رحمت سے اسے نکلنے کی راہ مل جاتی ہے اور وہ بالآخر جسمانی و روحانی بوجھ سے آزاد کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ سر جھکانے والا نہ ہو اور اپنے رب سے اجنبی ہو تو وہ منفی سے منفی ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کی زندگی شدید عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔

زینب کی فطرت میں کبھی سرکشی بھی تھی، نخوت اور اکڑ بھی، جسے حالات نے واقعات نے شدید ضربیں لگا کر توڑا تھا، وہ اب وہ نہیں تھی مگر بہر حال خدا کی پوری اطاعت گزار بھی نہ بن سکی تھی، جبھی حالات کے سخت حال سے نکلنے میں بھی کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی، یہی غفلت اس مصیبت کا باعث تھی مگر اسے خدا کے آگے گڑگڑانے کا خیال نہیں آ رہا تھا، وہ اپنے مسائل اپنی ناقص عقل سے حل کرنے میں لگی تھی، اسے جہان کا انتظار تھا، وہ اس سے حتمی بات کرنا چاہتی تھی، فاطمہ کو فیڈ کرانے اور پھر سلاتے خاصا ٹائم بیت گیا، اسے یقین ہوا جہان آ چکا ہے تو اپنے کمرے سے نکل کر اس کے کمرے کی جانب آ گئی۔

شاہ ہاؤس کے در و دیوار پہ ان دنوں ہر وقت مردنی چھائی رہتی تھی، ہراس زدہ چہرے غم آنکھوں کے مکین ہزاروں خدشے دل میں لئے جیسے سانسیں گھسیٹتے تھے، تلاش ناکام ٹھہری تو دعاؤں پہ ساری توجہ مرکوز ہوئی، اب کسی کی شکل کم کہا کسی کو نظر آتی تھی، زینب جتنی بار بھی اپنا دل ٹٹولتی...... اسے معاذ کے حوالے سے تسلی ملتی تھی، وہ لوٹ آئے گا یہ یقین ملتا تھا، مگر اس واپسی کو مشروط بھی کر دیا گیا تھا۔

''کون ہے؟'' وہ دروازے کے باہر آ کر رک گئی، دستک بہت مدھم تھی، جواب میں ژالے کی مدھم اور کسی حد تک بوجھل آواز ہی گونجی تھی، زینب نے جواب دینے کے بجائے پھر دستک دی تھی، چند لمحوں کے توقف سے دروازہ کھل گیا، چوکھٹ پہ ژالے کا چہرہ نظر آیا تھا، دوپٹہ شانے پہ ڈالے کھلے بالوں کے حصار میں مقید معصوم بے ریا چہرہ، زینب اسے دیکھتی رہی، عجب خالی نظریں تھیں، اس کی خوش بختی کا اسے پھر اندازہ ہوا تھا جیسے۔

''اندر آ جایئے زینی آپی!'' ژالے سائیڈ پہ ہو کر گویا اسے راستہ دے رہی تھی، زینب چونک گئی تھی، گہرا سانس بھرتے اس نے نگاہ کا زاویہ بدل کر کمرے میں جہان کو کھوجا جو اس پل واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا تھا، بلیو جینز پہ بغیر شرٹ کے کسرتی وجود گلے میں سفید تولیا، بکھرے

بالوں سے ٹپکتے شفاف پانی کے قطرے، دونوں کی نگاہ لمحہ بھر کو چار ہوئی تھی، نگاہ کا زاویہ بدلنے میں جہان نے پہل کی، زینب کے دل کی دنیا زیر و زبر ہونے لگی، اسے سمجھنے میں ایک لمحہ درکار تھا، وہ کتنا خفا تھا اس سے۔

''آپ سے بات کرنی ہے ضروری سجے!'' وہ جیسے منمنائی تھی۔

''ژالے......! شرٹ کہاں رکھ دی میری۔'' اسے نظر انداز کیے وہ برش اٹھا کر بالوں میں چلا رہا تھا، ژالے تیزی سے آگے بڑھی اور سائیڈ پہ دھری اس کی شرٹ اس کی جانب بڑھا دی، پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔

''زینی آپی اندر آ کر بات کر لیں، شاہ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔''

''سجے کمرے میں...... میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔'' ژالے کی بات کا جواب دیئے بنا اس نے جہان کو ہی پھر مخاطب کیا تھا اور وہیں سے پلٹ گئی، اپنے کمرے میں آ کر وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکی تھی، جب تک جہان نہیں آیا وہ ٹہلتی ہاتھ مسلتی رہی تھی، جہان نے اندر آ کر اپنے پیچھے دروازہ بند کیا تھا، پھر آگے بڑھ کر کاٹ میں بے خبری اور سکون کی نیند سوتی فاطمہ کو جھک کر پیار کرنے لگا۔

''آپ جانتے ہیں جہانگیر! میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، کبھی بھی نہیں، میں اس رشتے کو لے کر اب بھی آگے نہیں چلنا چاہتی ہوں، اس لئے آپ مجھے...... مجھے طلاق دے دیں۔'' اسے جتنی بھی دشواری محسوس ہوئی تھی مگر اس نے یہ سب کہہ ڈالا تھا، جو کچھ وہ ٹھان چکی تھی، اس کے بعد کی ساری ذلتوں میں وہ جہان کی بدنامی کی قائل نہیں تھی، یہ ضروری تھا، ازحد ضروری کہ اب اس کا نام جہان کے نام سے جدا ہو جاتا، جہان جیسے تھا اسی زاویئے پہ کھڑا رہ گیا، اس کی تمام حسیات یکبارگی ساکت ہو کر رہ گئی تھیں، معاً وہ خود کو سنبھال کر بہت آہستگی سے اس کی جانب پلٹا، اس کی نظروں میں اس پل کیا تھا، یہ زینب میں دیکھنے کی تاب نہیں تھی، جبھی وہ سر جھکائے کھڑی رہی، جہان دو قدم آگے بڑھا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لئے۔

''زینی......!'' اس کی آواز سرگوشی سے مشابہہ تھی، جذبات سے بے انتہا بوجھل۔

اذیت کے شدید احساس سے لبریز، زینب نے پھر بھی پلکیں نہیں اٹھائیں، آنکھوں کے پیچھے آنسوؤں کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا، وہ خود کو ہرگز کوئی رعایت دینے پہ آمادہ نہیں تھی۔

''سوری فار دیٹ زینی! کہ میں بہت روڈ ہو گیا تھا تمہارے ساتھ...... حالات جیسے بھی ہوں مگر مجھے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی تم سے...... اس میں تمہارا قصور نہیں ہے، تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا اس سے یہ غلطی سرزد ہو سکتی تھی اور......''

''میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے جہانگیر! یہ سب جو کچھ بھی ہوا، اک باقاعدہ پلان اور منصوبے کے تحت ہوا ہے، تیمور مجھے چھوڑ کر پچھتاوے کا شکار تھا اور میں اسے پانے کی خواہش مند، آپ کو معلوم ہے، میں نے اسی سے محبت کی تھی، ہمیں ہر صورت ملنا تھا اور ملاپ کی راہ ایک ہی تھی، حلالہ...... ایسے میں اور کسی پہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا ماسوائے آپ کے، اب وہ شرط پوری ہو چکی ہے، آپ کو مجھے چھوڑنا ہوگا۔'' ایک ایک لفظ انگارہ تھا، جو اس نے کس جتن سے زباں سے

پھینکا تھا، یہ جہان کیسے جان سکتا تھا، جو خود اذیت کے لامتناہی سمندر میں جا گرا تھا انکشاف ایسا تھا جو محبت و اعتماد کی دھجیاں بکھیر کے رکھ چکا تھا، کہاں کا مان اور کیسی محبت، سب کچھ ایسی بے یقینی کی زد پہ لا کر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ خود کو خس و خاشاک ہوتا محسوس کر رہا تھا، اسے یقین نہیں آ سکا، زینب اس کے ساتھ ایسا کھیل بھی کھیل سکتی ہے، وہ یقین کرتا بھی نہیں اگر ماضی کے سارے حوالے سارے واقعات زینب کے خلاف نہ گواہی دے رہے ہوتے۔

''تم...... جھوٹ بول رہی ہو زینب! تیمور سے مت ڈرو، معاذ کو کچھ نہیں ہوگا۔'' متغیر رنگت کے ساتھ وہ ٹوٹے پھوٹے بے ربط لفظوں کے ساتھ بولا تھا کہ وہ چیخ پڑی۔

''بات لالے کی نہیں ہے، بات میری بھی ہے، مجھے ہر صورت تیمور واپس چاہیے۔'' جہان ایک بار پھر یکلخت خاموش ہوا، گویا سکتے میں آ گیا ہو۔

''فیصلہ کریں جہان!'' وہ پھر چیخی اور جہان کا سکتہ جیسے چھناکے سے بکھر گیا، وہ عجیب سی وحشت میں گھرتا دو قدم پیچھے ہوا اور اسے زور سے دھکا دے ڈالا۔

''تمہاری جو بھی مرضی ہو، یا اس واہیات انسان کی جو بھی خواہش، مگر یاد رکھو میں اب تمہارے ہاتھ میں کھلونا بن کر نہیں رہ سکتا، میں یہ شیطانی کھیل نہیں کھیل سکتا، میں ہرگز تمہیں طلاق دے کر رب کی ناراضگی کا باعث نہیں ٹھہروں گا، حلالہ کا یہ تصور جو تمہارے ذہن میں تیمور نے پیدا کیا ہے سراسر ناجائز ہے، نکاح کھیل نہیں ہوتا کہ اسے بار بار کھیلا جا سکے، میں نے تمہیں قبولا تھا تو اللہ سے عہد کیا تھا، ہر اس حق کو ادا کرنے کا جو رب نے اسے رشتے کے تقاضے سمجھائے ہیں، الحمدللہ میں کامیاب بھی رہا ہوں، اگر یہ ارادے تم پہلے ظاہر کر دیتیں تو میں کبھی بھی اس شیطانی کھیل کا حصہ نہ بنتا، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ناراضگی کا اعلان ہے اور اس کو کرنے والے پہ لعنت کی گئی ہے، اس لئے بھول جاؤ کہ میں ایسا کچھ کروں گا، چاہے تم خوش ہو یا ناراض۔''

وہ جتنا بھی خفا تھا، مگر اس وقت بہت تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا، زینب کا چہرہ ایک دم سے دھواں ہو گیا، اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا، جہان اسی حد تک پختہ ثابت ہوگا، اپنے پیروں پہ کلہاڑی مارنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا، الٹا شاید اس نے اپنے راستے مزید کھوٹے کر لئے تھے، مزید راہوں میں کانٹے بچھا دیئے تھے، بے بسی کا مظہر آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے چہرے پہ بکھرنے لگے، جہان نے اسے آنسو بہاتے ہونٹ بھینچ کر دیکھا تھا، خوشنما آنکھوں سے مسلسل بہتے آنسو لال ہوتا چہرہ، عجیب پگھلا دینے والی صورتحال تھی، وہ خود کو برا بنا کر پیش کر رہی تھی، مگر جیسے بری نظر آنے میں ناکام تھی، اجلا چہرہ شفاف آنکھیں بے بس انداز از خود گواہی دیتے تھے اس کی معصومیت کے اس کی لاچاری و بے بسی کے، اس کی مجبوری کے اس کی گھبراہٹ و خدشات کے ساتھ پشیمانیوں کے، جہان کا دل اس کی جانب سے صاف ہوتے دیر نہیں لگی، دل پگھلنے لگا، غصہ حسن کی شعاعوں سے جل کر خاک ہوا تو گہرا سانس بھرتا خود اس کے نزدیک آ گیا۔

''زینب......!'' اس نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں نرمی سے تھام لیا۔

''اب ہم میاں بیوی ہیں، ایسا رشتہ ہے ہمارے بیچ میں جس کو رب نے ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی ہے، یعنی کسی کا بھی کسی سے کوئی بھی بھید پوشیدہ نہیں، تم کیوں مجھ سے چھپ رہی ہو؟ کیوں اپنا آپ عیاں کرنے سے خائف ہو، زینی ان فاصلوں کو ختم کر دو، ہر جھجک بھول جاؤ، تمہارا ہر دکھ میرا دکھ ہے، کہو تو دل کا بوجھ ہلکا کر دو، ایسے خود کو تکلیف نہ دو، میں جانتا ہوں وہ تمہیں تنگ کر رہا ہے، وہ تم پہ دباؤ ڈال رہا ہے، تم وہ نہیں کرنا چاہتیں جو وہ تم سے کروا رہا ہے، ہے ناں؟'' وہ مدھم لہجے میں بول رہا تھا، آواز کی گمبھیرتا، اپنا پن...... دوستانہ طلسم...... محبت کی کشش زینب کو جکڑنے لگی، اسیر کرنے لگی، وہ ڈری گئی خائف ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ جہان کے سینے پہ رکھ کر دباؤ ڈالتے اسے خود سے دور دھکیلا تھا اور کئی قدم لڑکھڑا کر خود بھی فاصلے پہ ہوتی زور سے سر کو نفی میں ہلانے لگی۔

''آپ اتنے خوش فہم کیوں ہیں جہانگیر حسن شاہ!'' اس کا لہجہ بیگانگی بے مروتی کا مظہر تھا، جہان اسے جانچتی پرکھتی آزمائشی نظروں سے دیکھتا رہا۔

''معاذ کو کچھ نہیں ہوگا زینی! آئی پرامس وو دیو، وہ آ جائے گا انشاء اللہ بہت جلد بالکل ٹھیک ٹھاک، ڈرو مت، تیمور کی باتوں کو اہمیت مت دو، آئندہ اس کا فون ہی نہ سننا رائٹ؟''

زینب نے جواب نہیں دیا، رخ پھیر لیا، جہان بہت دیر کھڑا رہا، جب وہ متوجہ نہیں ہوئی تو تھکے ہوئے انداز میں پلٹ کر چلا گیا تھا، اگلی صبح زینب نے اس کا باقی مردوں کا گھر سے جانے کا انتظار بہت بے صبری سے کیا تھا تیمور نے رات انتہائی دھمکی دے ڈالی تھی، اگر وہ نہ آئی تو مزید انتظار نہیں کرے گا، معاذ کو واپس بھیجے گا مگر مردہ حالت میں، زینب کے اندر جیسے الاؤ دہک اٹھے تھے، اسے سب بھول گیا تھا، سوائے معاذ کے، فاطمہ کو اس نے صبح ہی طبیعت کی خرابی کا کہہ کر ژالے کے سپرد کر دیا تھا۔

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

سینتیسویں قسط خلاصہ

مسز آفریدی کو جہان کے نکاح کی خبر مشتعل کر دیتی ہے، شاہ ہاؤس میں آ کر وہ اچھا خاصا واویلا مچا کر ژالے کو ساتھ لے جانے پہ مصر ہوتی ہیں، مگر ژالے ان کی بجائے جہان کی طرف داری کر کے اپنی محبت اور وفا کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

آفس جاتے ہوئے معاذ کو نامعلوم افراد اغواء کر لیتے ہیں، یہ خبر پرنیاں کے ساتھ شاہ ہاؤس کے مکینوں پر بجلی بن کر گرنے والی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

جیسے جیسے گاڑی آگے بڑھتی جارہی تھی، اس کا دل اسی تیزی سے ڈوبتا جارہا تھا، چادر میں سر تا پا خود کو چھپائے وہ بار بار بیگ میں موجود ریوالور کو چھو کر اپنے آپ کو مضبوط بنارہی تھی، ٹیکسی اس کی مطلوبہ جگہ ہوٹل کے آگے جا کر رک گئی، زینب نے باہر نکل کر کرایہ ادا کیا تھا اور ٹریفک کے اژدھام سے بوجھل سڑک کے دوسری جانب موجود ہوٹل کو سر اٹھا کر دیکھا، جس کے ایک کمرے میں تیمور اس کا منتظر تھا، اس کے دل میں خوف دکھ اور گھٹن کا ایک گہرا احساس اترنے لگا، بیگ کا اسٹریپ کاندھے پہ ڈالتے ہوا کے جھونکے کی شرارت کے باعث چادر کا کونہ اس کے چہرے سے ہٹ گیا تھا، جسے اگلے لمحے اس نے پھر سیٹ کرلیا، مگر یہاں پولیس اسٹیشن سے واپس آتا سگنل پہ گاڑی روکے ہوئے جہان کی یونہی اتفاقاً نگاہ عین اسی پل اس پہ اٹھی تھی، ٹیکسی سے نکلتی اس لڑکی پہ اسے زینب کا محض گمان گزرا تھا مگر چہرے سے اسی پل ڈھلک جانے والی چادر نے جہان کو حیرت و غیر یقینی کے احساس نے منجمد کر ڈالا تھا، اسے قطعی سمجھ نہیں آرہی تھی اگر وہ یہاں ایسے موجود تھی تو اس کے پیچھے وجہ کیا ہوسکتی تھی، وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے بھی گویا قابل نہیں رہا، مگر زینب اس کی موجودگی اس کی کیفیات سے بے خبر اپنے دھیان میں آگے بڑھ گئی تھی، اس کے رخ ہوٹل کی عمارت کی جانب تھا اور اٹھتے قدموں میں گھبراہٹ ولڑکھڑاہٹ بہت واضح...... جہان کے دماغ میں جیسے یکبارگی کچھ کلک ہوا تھا، اگلے لمحے وہ گاڑی یونہی اسٹارٹ چھوڑ کر سرخ چہرے مشتعل انداز میں بنا کچھ مزید سوچے سمجھے اس کے پیچھے بھاگا تھا، اس کے ذہن کے گوشے میں بج اٹھنے والی گھنٹی بہت تیز اور خطرناک سمت کی جانب اشارہ کرتی تھی، زینب کو اس نے ہوٹل کے داخلی دروازے پہ جالیا تھا۔

''کیا کرنے آئی ہو تم یہاں پہ زینب......؟'' اس کا راستہ اچانک روک کر وہ اتنے خطرناک تاثرات کے ساتھ استفسار کررہا تھا کہ زینب جو اس کی غیر متوقع آمد پہ ہی ششدر ہوگئی تھی اس سوال پہ جیسے خوف کی شدت کے باعث باقاعدہ لرزنے لگی، رنگ بالکل فق ہوگیا تھا، دھڑکنیں خطرناک حد تک تیز ہوگئیں، اس اچانک پڑنے والی افتاد نے اس کے حواس سلب کرلئے تھے، جہان نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے اس کا بازو اپنی جارحانہ گرفت میں جکڑ کر ایک طرح سے اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تب وہ ان تمام حساسات سے نکل کر گویا تڑپ اٹھنے کے انداز میں اس کی گرفت سے نکلنے کو مچل گئی تھی۔

''چھوڑیں مجھے جے......! میں کہہ رہی ہوں مجھے چھوڑیں۔'' جہان کے چہرے کے خوفناک تناؤ سرد برفیلی سنجیدگی، آن کی آن میں اتر آنے والے آنکھوں کے خون سے وہ جتنی بھی متوحش تھی وہ ایک طرف مگر یہ بھی طے تھا جو اسے کرنا تھا وہ ہر صورت کرنا تھا، تیمور اس وعدہ خلافی پہ طیش میں آ کر کچھ بھی معاذ کے ساتھ غلط کرسکتا تھا، جو اسے ہرگز ہرگز بھی گوارا نہیں تھا، انجام سے تو بے پرواہ ہوہی گئی تھی وہ...... یہ تو اچانک ہونے والا جہان کا سامنا اسے گھبراہٹ وسراسیمگی سے دوچار کر گیا تھا، مگر یہ وقتی عارضی احساس تھا، ورنہ اس کے عزائم میں کوئی لچک نہیں تھی، جہان پہ مگر جیسے اس کی التجاء کا اثر ہوا تھا نہ ہی مزاحمت کا...... زینب کوئی پیش نہ چلتی پا کر غم و غصے سے پاگل ہونے لگی، اس مقام پہ آکر وہ کیسے ہار جاتی جبکہ سب کچھ داؤ پہ بھی لگ چکا تھا، اعتماد پوزیشن، سب کچھ، اسے اور

کچھ نہ سوجھا تو ذرا سا جھکتے جہان کے ہاتھ پہ پوری قوت سے دانت گاڑھ دیئے تھے، جہان کی گرفت معمولی سی ڈھیلی ہوسکی تھی مگر اتنی نہیں کہ وہ خود کو چھڑا پاتی، البتہ اس کے قدم ضرور تھم گئے تھے، اگلے لمحے زمین آسمان زینب کی نگاہوں میں گھومنے لگے، جہان کے ہاتھ کا زناٹے دار تھپڑ اس کے حواس چھین کرلے گیا تھا، ماحول اور لوگوں کی پرواہ کیئے بغیر اگر وہ ایسا کرچکا تھا تو زینب ہی اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہنے دیا تھا، چادر میں لپٹی ہوئی لڑکی کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا خوبرو امیر کبیر نوجوان...... صرف یہی تماشا کم دل آویز نہیں تھا، بیچ شاہراہ کے جس سے راہ گیر محظوظ ہوسکتے تھے کہ اس پہ عورت پہ اٹھنے والا مرد کا ہاتھ...... دلچسپی اور رنگینی کو گراں قدر بڑھا گیا، کئی تو اگلا قدم اٹھانا پلک جھپکنا بھی بھول گئے۔

''ہاتھ ہولا رکھ پتر! زنانی عورت کو اس طرح بازار میں تماشا نہیں بناتے۔'' ایک بزرگ نے نزدیک آکر جہان کو تنبیہ ضروری خیال کی تھی، جس پہ کان دھرے بغیر جہان نے ایک طرح سے زینب کو اٹھا کر اپنی گاڑی کی سیٹ پہ پٹخا تھا اور دروازہ لاکڈ کردیا، وہ سرتاپا شعلوں میں گھرا ہوا تھا جیسے۔

''کس سے ملنے آئی تھیں تم یہاں......؟ جواب دو مجھے......؟'' جہان اپنی جگہ پہ آکر بیٹھا تو دھماکے سے دروازہ بند کرتے ہوئے اس خون آلود نظروں سے دیکھا، جو حواس باختہ تھی اور شدتوں سے رو رہی تھی، اس سوال پہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے بلکہ گھورنے لگی۔

''تیمور سے ملنے...... اور میں اس سے ملے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی، دروازہ کھولو۔'' وہ خود کو سنبھال کر آنسو پونچھتے حلق کے بل چیخی مگر اس وقت اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا، جب ایک بار پھر جہان کا اس پہ ہاتھ اٹھا تھا۔

''اُف...... تم جیسی ہی بدبخت عورتیں ہوا کرتی ہیں جنہیں غیرت کے نام پہ قتل کرنا ناگزیر ہو جایا کرتا ہے، تمہارا یہ روپ اتنا گھناؤنا ہے کہ نفرت ہورہی ہے مجھے اس وقت تم سے۔'' زینب کی جانب سے ڈھٹائی کے مظاہرے نے جہان کو صحیح معنوں میں پاگل کر ڈالا تھا، اس کی آنکھوں سے لہو ٹپکنے لگا تھا تو چہرے پہ اتنی نفرت سمٹ آئی تھی جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہ رہا تھا، شدید غیض وغضب کی جانب اشارہ کرتی پیشانی کی رگ ابھر آئی تھی، اس نے دانت سختی سے بھینچ رکھے تھے اور گاڑی فل اسپیڈ پہ چھوڑ دی تھی، زینب کو ہر لحاظ سے اپنے ہار جانے کا یقین ہوا تو وجود میں سے جان نکلتی محسوس کرتی بے دم انداز میں بیٹھی رہ گئی، بے بسی کے مظہر آنسو کتنی شدتوں سے بہتے رہے تھے۔

☆☆☆

پرنیاں کی حالت اور ذہنی کیفیت کے پیش نظر زیاد نے اسے نیند کی دوا دے کر سلانے کی تاکید کی تھی، ژالے نے دودھ میں یہ دوا حل کرکے بڑی مشکلوں سے پرنیاں کو پینے پہ مجبور کیا تھا، چند لمحوں میں ہی پرنیاں پہ غنودگی اور پھر مکمل غفلت طاری ہوتی چلی گئی تھی، عدن بھی سو رہا تھا، ژالے نے دونوں پہ کمبل درست کیا اور کمرے سے باہر آگئی، مما کے کمرے میں جھانکا، وہ جائے نماز پہ بیٹھی نظر آئیں، ہاتھ دعا کے انداز میں پھیلے ہوئے تھے اور آنکھیں تسلسل سے آنسو لٹا رہی

تھیں، ژالے کا بوجھل دل مزید بھاری ہونے لگا، آہستہ روی سے چلتی وہ اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پہ سوئی فاطمہ کے پاس آ کر اس کے نرم سلکی بال سہلانے لگی، اسی پل اس کا کچھ فاصلے پہ دھرا فون گنگنا اٹھا تھا، نیم تاریک کمرے میں فون کی اسکرین کا مدھم اجالا پھیلنے لگا، جب تک اٹھ کر اس نے فون اٹھایا، بیل بند ہو چکی تھی، اس نے نمبر چیک کیا، مسز آفریدی اور نیلما کی لاتعداد مسڈ کالز تھیں، مسز آفریدی کو وہ کال بیک کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اسکرین پہ پھر نیلما کا نمبر جگمگانے لگا، ژالے نے اس کی کال ڈسکنیکٹ کی تھی اور مسز آفریدی کا نمبر ملایا۔

''آ گئی ماں کی یاد......؟ ابھی بھی کیا ضرورت تھی زحمت کی......؟ مر جاتیں تو صورت دیکھنے کا تکلف برتا ہوتا۔'' مسز آفریدی جانے کیوں بھری بیٹھی تھیں، چھوٹتے ہی شکوے شکایات کا دفتر کھول لیا، ژالے گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔

''ممی پلیز! میں آل ریڈی بہت اپ سیٹ ہوں، مجھے اور پریشان نہ کریں براہ کرم!'' اس کے سرد مہری سے ٹوکنے پہ دوسری جانب مسز آفریدی طنزیہ ہنسی ہنسنے لگیں۔

''اچھا......؟ تو تم بھی پریشان ہو سکتی ہو......؟'' بات ایسی تھی جس نے ژالے کو ناگواری سے ہمکنار ہی کیا۔

''کیوں......؟ میں پریشانیوں سے مبرا کر دی گئی ہوں...... ؟'' اس کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔

''دوسروں کو پریشان کرنے والے خود پریشانیاں کہاں پالا کرتے ہیں۔'' مسز آفریدی کے لہجے میں واضح تلخی واضح تنفر تھا، ژالے کو خود پہ جبر کرنا محال لگنے لگا۔

''آپ کو ابھی بھی لگتا ہے ممی! کہ میں نے پریشان کیا ہے آپ کو......؟'' وہ جیسے تھک کر سوال کر رہی تھی۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے بیٹا! تم سے بڑی بھی کوئی بے وقوف ہو گی عورت بھلا......؟ اپنے ہی شوہر کو تقسیم کر کے بیٹھ گئیں۔'' وہ طنزیہ سرد انداز میں پھنکارنے لگیں، ژالے کو چہرے پہ زہر خند پھیلنے لگا۔

''اگر سمجھا جائے تو یہ بے اختیاری فعل بھی ہو سکتا ہے ممی! تقدیر کا فیصلہ بھی، جس کے سامنے انسان ازل سے بے بس رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہو، اگر آپ نے کسی سازش کے تحت یہ کام دھڑلے سے کر لیا تھا تو پھر میں تو مکافات عمل کے حصار میں ہوں، کیسے بچ سکتی تھی اس اذیت سے، آپ سمجھ لیں میں تو اپنے طور پہ آپ کے گناہ یا غلطی کی تلافی اور ازالے کی کوشش میں مصروف ہوں۔'' تمام تر تلخی کے باوجود وہ جیسے رو پڑی تھی، مسز آفریدی کو کہاں توقع تھی اس سے ایسے انداز میں آئینہ دکھلانے کی، وہ تو سناٹے میں گھر گئی تھیں۔

''کیا بک رہی ہو ژالے! اندازہ نہیں ہے تمہیں شاید۔'' وہ حواسوں میں لوٹی تھیں تو زور سے غرائیں، ژالے کے ہونٹوں پہ شکستگی سے بھرپور مسکان اتر آئی۔

''آپ پریشان نہ ہوں ممی! جیسے آج تک اس معاملے میں میری زبان بند رہی ویسے ہی ہمیشہ بند رہے گی، اس وقت تو آپ کو کسی اور مقصد سے کال کی ہے۔'' وہ بولی تو اس کی آواز

گھبراہٹ کا شکار تھی، مسز آفریدی کی ناگواری ہنوز قائم دائم رہی۔

''بولو......؟'' ان کا انداز واضح سرد پن لئے تھا۔

''معاذ بھائی آپ کی تحویل میں ہیں ممی! انہیں چھوڑ دیں، بس بہت ہو گئی ہے۔'' وہ کچھ ایسے یقین ایسی رکھائی سے بولی تھی کہ مسز آفریدی حق دق رہ گئیں۔

''تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے ژالے؟ اتنی بدگمان ہو گئی ہو مجھ سے کہ......'' اس الزام نے انہیں صحیح معنوں میں آپے سے باہر کر ڈالا تھا، دکھ الگ تھا۔

''بہت بڑی غلطی ہوئی مجھ سے جو تمہیں ان بدتہذیب اجڈ لوگوں میں بیاہ دیا، اتنے کینہ پرور یہ لوگ کہ تمہیں یوں میرے خلاف اکسانے لگ گئے ہیں؟ ہر وہ کام جو تمہارے گھر میں غلط یا خراب ہو گا، اس کی ذمہ داری مجھ پہ عائد ہو گئی اب؟'' وہ جیسے آتش فشاں لاوے کی مانند پھٹ پڑی تھیں لہجے سے بلبلاہٹ دکھ اور گہرا ملال بھی چھلک رہا تھا، ژالے تو ان کے یوں پھپھک اٹھنے پہ خود کنفیوژ ہو کر رہ گئی۔

''تو آپ...... اس کا مطلب ہے...... یہ کام آپ نے نہیں کیا؟ مم...... مگر اس دن آپ کہہ دھمکی دے کر گئی تھیں تو۔'' ژالے اتنی ہی پزل ہو گئی تھی کہ ہچکچاہٹ میں بے ربط بے اوسان ہوئے گئی، مسز آفریدی نے متاسفانہ انداز میں گہرا طویل سانس کھینچا تھا۔

''شاباش ہے میری بچی! بہت خوب غیروں سے کیسا شکوہ جب اپنی اولاد ہی فرد جرم عائد کرنا شروع کر دے۔'' وہ جیسے روہانسی ہو گئی تھیں، ژالے کو حقیقتاً تاسف و ملال اور شرمندگی نے آن لیا، مسز آفریدی کا ہر انداز ہی ان کی بے گناہی کا ثبوت پیش کر رہا تھا، جو بھی تھا وہ کبھی اپنے کسی بھی جرم سے مکرتی نہیں تھیں، بلکہ اپنا کارنامہ فخر سے جتلانے کی عادی تھیں۔

''سوری مما! مجھے مس انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ہے، آپ مائنڈ نہ کریں پلیز!'' اس نے منمنا کر کہا مگر مسز آفریدی کا غصہ کہاں تمام ہوا تھا، جبھی وہ اس کے گلے پڑنے لگیں۔

''مائنڈ تو تم نے ایسا کیا ہے کہ دل چاہ رہا ہے، واقعی ایسا کوئی کارنامہ انجام دے کر مزہ چکھاؤں شاہ دل کو، انہیں بھی پتا چلنا چاہیے میری اپروچ کا اور بے وقوف لڑکی غصے میں کہی ہر بات پوری کرنے والی تھوڑی ہوتی ہے مگر تم......''

''آئی ایم ساری ممی! ایکسکیوز کر رہی ہوں ناں میں۔'' ژالے نے ایک بار نہیں بار بار ان سے معذرت کی اور بڑی مشکلوں سے ان کا موڈ بحال کر پائی تھی، ان کا فون بند ہونے پہ ژالے بے جان سی بیٹھ گئی، ایک امید تھی، جو پھر سے مایوسی میں ڈھل گئی تھی، اس کا دل گھبراہٹ کا شکار ہونے لگا، معاً اس کے فون پہ ایک بار پھر کال آنے لگی، اس نے ہڑبڑا کر فون سامنے کیا، اس مرتبہ پھر نیلما کی کال تھی، ژالے نے منقطع کرتے کرتے جانے کس جذبے کے تحت کال ریسیو کر لی۔

''جی......؟'' اس کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی خشک اور سرد ہوا، وہ بہت پہلے ہمیشہ کو نیلما سے خفا ہو گئی تھی، اسے نیلما سے دائمی شکایتیں تھیں۔

''کیسی ہو جان نیلم!'' وہ اس کی آواز سنتے ہی چہکی۔

''کیوں فون کیا ہے؟'' ژالے نے مخصوص قسم کے سرد پن سمیت سوال کیا تھا، جو صرف نیلما

کے لئے ہی مخصوص تھا، دوسری جانب گہرا سکوت چھا گیا، پھر وہ بولی تو لہجہ و انداز یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔

''ہنی...... میری جان! کبھی تو مجھ سے بھی اچھے طریقے سے بات کرلیا کرو، تمہیں تو اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ مجھے برباد کرنے والوں میں نہ سہی مگر مجھے زندہ درگور کرنے والوں میں تمہارا نام بھی شامل ہوگیا ہے۔'' نیلما کے لہجے و آواز میں ایسا کرب تھا جو براہ راست ژالے کے دل پہ حملہ آور ہوا تھا، یہ وار بہت شدید تھا، ژالے کے اعصاب شدید تناؤ سمیٹ لائے، اندر دور تک سناٹا پھیل گیا، وہ کچھ بولنے حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں رہی، بات جتنی بھی تلخ تھی مگر کیا شک کہ حقیقت سے بہت قریب تھی، اسے لگا یکلخت اس کے حلق میں کانٹے اگ آئے ہوں، خاموشی اور یہ سناٹا ہر سو بڑھنے لگا، بے پناہ اذیت کے ہمراہ یہاں تک کہ نیلما نے خود ہی اسے مخاطب کرلیا تھا۔

''ژالے! اک بات کہنی تھی، آخری خواہش سمجھ لو، اس کے بعد میں ملک سے باہر چلی جاؤں گی تو کبھی تم سے کچھ طلب نہیں کروں گی۔'' اس کی خاموشی سے اپنے تئیں مایوس ہوکر وہ نجی انداز میں اگلی بات شروع کرچکی تھی، ژالے کے وجود کو خفیف سا جھٹکا لگا۔

''پاکستان سے ہمیشہ کے لئے چلی جائیں گی......؟'' اس کی آواز بہت مدھم تھی، جیسے ڈوب رہی ہو۔

''ہاں...... ہمیشہ کے لئے، ایکچوئیلی میں شادی کررہی ہوں ناں، آؤ گی مجھ سے ملنے؟ اس نوجوان سے بھی ملواؤں گی تمہیں، مجھے پورا یقین ہے، وہ تمہارے دولہا سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔'' اس کے لہجے میں انداز میں انوکھا سا فخر در آیا، ژالے نے محسوس کیا تھا اور گہرا سانس بھرا۔

''ہنی میں نے سنا ہے تمہاری شادی بھی شاہ فیملی میں ہوئی ہے، کتنا عجیب اتفاق ہے ناکہ وہ لڑکا بھی شاہوں کا ہی ہے، جسے میں نے اٹھوایا ہے۔'' جوش مسرت میں اس کے منہ سے ایک فضول بات بھی نکل گئی تھی، جس پہ اس نے زبان دانتوں تلے دابی جبکہ ژالے اسی قدر چونکتی پوری جان سے ہل کر رہ گئی تھی۔

''اٹھوایا ہے...... کیا مطلب؟'' وہ مضطرب ہوتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، اس کا دل بہت خوف کے احساس سمیت تیز تیز دھڑکنے لگا، نیلما نے ابھی یہ بھی کہا تھا، اس لڑکے کا تعلق بھی شاہ فیملی سے ہے، اس کے اعصاب وحشت اضطراب اور تناؤ کا بیک وقت شکار ہو رہے تھے، دوسری جانب نیلما کا وہ حساب کہ بتا کر پھنس گئی تھی، اب وہ بات پلٹنا چاہ رہی تھی مگر ژالے اسی ایک نقطے پہ اٹکی اس سے سب اگلوا لینے کے درپے اسی ایک بات کے پیچھے پڑی رہی تو نیلما کو خجل انداز میں سہی مگر بتانا پڑا تھا۔

''ہاں ہنی...... دراصل وہ لڑکا کچھ پسند نہیں کرتا تھا مجھے...... بہت سوبر اور ڈیسنٹ ہے، میں تو اس کے بڑے بھائی یعنی کزن سے شادی کی خواہاں تھی مگر قسمت سے وہ ہاتھ لگ گیا، قدرت کو شاید یہی منظور تھا، جوڑے تو آسمانوں پہ بنتے ہیں ناں، سنا ہی ہوگا تم نے۔'' خجالت سے تدبر کی جانب کا عنصر ابھی اس نے بہت تیزی سے طے کیا تھا، وہ کتنے مدبر انداز میں ہی اب اسے سمجھا رہی تھی، جبکہ ژالے کا رنگ اب فق ہونا شروع ہو چکا تھا، شک کی گنجائش ہی نہ رہی تھی گویا، اس

شرمناک صورتحال نے ژالے کا دماغ ماؤف کرنا شروع کر دیا تھا۔

''آپ کہہ رہی ہیں، آپ ہمیشہ کے لیے جارہی ہیں تو پھر ملنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی میں، کہاں ملیں گی مجھ سے؟ اپنے گھر پہ ہی مل لیں، کسی ہوٹل میں شاہ یا شاہ کی فیملی میں مجھے کوئی دیکھ نہ لے، مجھے ڈر ہے۔'' خود کو سنبھال کر ٹوٹتے اعصاب کو جوڑ کر حاضر دماغی کا ثبوت پیش کرنا اس وقت بہت کٹھن مرحلہ تھا، وہ اسی کٹھن مرحلے سے گزر رہی تھی، جو ہوا تھا جس انداز میں ہوا تھا، اس کے لئے رازداری شرط تھی، وہ کسی کو انوالو کیے بنا اپنی ایما پہ یہ سب کرنا چاہتی تھی، اسے کیا کرنا تھا، یہ اس کا ذہن سرعت سے سوچنے میں مشغول تھا۔

''تم سچ کہہ رہی ہو ژالے! تم واقعی ملنے آؤ گی مجھ سے؟ اگر یہ ناممکن کام ممکن ہوا ہے تو مجھے اب پورا یقین ہو چلا ہے، معاذ بھی شادی پہ راضی ہوگا مجھ سے۔'' وہ سرشار ہنسی ہنس رہی تھی، ژالے نے خود کو کانٹوں پہ برہنہ پا محسوس کیا تھا گویا، جبھی ہونٹ بھینچتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔

''اس نوجوان کا پورا نام کیا ہے؟ جس سے شادی کرنا چاہتی ہیں آپ؟'' وہ سینے میں گڑھی شک کی آخری کیل بھی کھینچ لینا چاہتی تھی، اس سوال کو کرتے اس کے لہجے میں مرتی ہوئی ژالے کی انا کراہ رہی تھی، عزت سسک رہی تھی، دھک دھک کرتے دل کے ساتھ شدت کی خواہش تھی کاش اس کا یہ بچتا یقین غلط ثابت ہو جائے، مگر لازم نہیں ہر دعا قبول ہو ''معاذ حسن شاہ!'' نیلما کی تصدیق نے اس کی آنکھ کی دہلیز پہ ٹھہرے کرب میں ڈوبے آنسوؤں نے ضبط کا دامن چھوڑ دیا، وجود کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا، فون اس کے ہاتھ کی گرفت سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

☆☆☆

لفظ ٹوٹے لب اظہار تک آتے آتے
مر گئے ہم تیرے معیار تک آتے آتے
ہم سمجھتے تھے کہ کچھ وقت لگے گا شاید
اک انکار کو اقرار تک آتے آتے
ہاتھ رکھنا پڑا سینے پہ ہمیں بھی آخر
دل کہاں رہتا ہے دلدار تک آتے آتے
اک لمحے کی مسافت بھی بڑی ہوتی ہے
ہم کو اک عمر لگی یار تک آتے آتے

نیلما نے اس کی بندشیں کھول دی تھیں، ان چار دنوں میں معدے میں خوراک کے نام پہ اک ذرہ بھی نہیں جا سکا تھا، اس کی ساری توانائیاں نچڑ گئی تھیں مگر نیلما کے لئے کوئی گنجائش پھر بھی اس کے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتی تھی، اتنے دنوں سے نہایا نہیں تھا، طبیعت میں کسلمندی کے ساتھ بے زاری و اکتاہٹ بھی تھی جھنجھلاہٹ و خفگی بھی، نیلما نے حسب عادت اشعار پڑھتے ہوئے اسے کھانا پیش کیا تو معاذ نے سابقہ طنطنے اور نخوت کا مظاہرہ کیے بغیر پیٹ کے تقاضے کے مطابق کھانا شروع کر دیا تھا، نیلما سامنے بیٹھی مسکراتی پیار لٹاتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

''کافی پیو گے یا چائے بنوادوں؟ اس کے بعد باتھ لے کر فریش ہو جاؤ، تمہارے شایان شان لباس منگوایا ہے میں نے، مجھے تو ایسے بھی پیارے لگ رہے ہو مگر سمجھ سکتی ہوں تم بہت ایری ٹیٹ ہو رہے ہو۔'' کھانے سے فراغت کے بعد اس نے ٹرے دور سرکائی تھی جب نیلما نے بڑے صلح جوانداز میں مزید التفات کی بارش برسائی، معاذ کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی، اس نے سر اٹھا کر نیلما کو دیکھا نہیں گویا گھورا تھا۔

''نو تھینکس، اتنے احساسات کی ضرورت نہیں، کھانا بھی اس لئے کھایا کہ تین دن بعد حرام بھی حلال ہو جایا کرتا ہے۔'' اس جواب نے نیلما کو ششدر کر کے رکھ دیا، وہ ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورنے لگی، چڑھی ہوئی تیوری کے ساتھ مگر معاذ نے پروا نہیں کی تھی۔

''اس کا مطلب تمہاری اکڑ ابھی بھی ختم نہیں ہوئی؟'' وہ جیسے بھڑک گئی تھی، متوقع شکست یا پھر اتنی جاں کاہی کا بے کار جانا اسے صدمے سے چور کرنے کو کافی تھا، معاذ نے کاندھے اچکا دیئے۔

''ہار تسلیم کرنا مرد مومن کا شیوہ نہیں ہے۔'' اب کے معاذ نے دل جلانے والی مسکان لبوں پہ سجالی تھی، بھوک مٹی تھی تو مرتی ہوئی صلاحیتیں پھر سے بیدار ہوگئی تھیں، وہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔

''دیکھو اگر کوئی حماقت کرنے کی کوشش کرو گے تو خوامخواہ مارے جاؤ گے، بھول جاؤ اس بات کو کہ میری مرضی کے خلاف تم یہاں سے نکل سکتے ہو، دروازے کے باہر اسلحہ بردار میرا آدمی کھڑا ہے جس کا کام ہی تمہیں واچ کرنا ہے۔'' وہ ہرگز دھمکی نہیں دے رہی تھی، اس کے باوجود معاذ کو خائف نہیں کر سکی، وہ جواباً کاندھے جھٹکتا بے فکرے انداز میں مسکرانے لگا۔

''اس اہم ترین اطلاع کا بہت شکریہ، آپ اور کچھ کہنا چاہیں گی نیلما آنٹی؟'' معاذ نے جیسے اسے زچ کرنے کا آغاز کیا تھا، نیلما کی دودھیا رنگت ایکدم سے تمتما اٹھی، آنکھوں میں بے بسی اور شرارے پھوٹنے لگے تھے، اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتی ملازمہ اہم اطلاع کے ساتھ چلی آئی۔

''میم! آپ سے کوئی لڑکی ملنے آئی ہے۔'' نیلما نے چونک کر اسے دیکھا، اس کے چہرے پہ پہلے حیرت پھر کسی خیال کے تحت یکلخت روشنیاں سی جگمگا اٹھیں، کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے پلٹی اور بھاگنے کے انداز میں دروازے سے نکل گئی، معاذ نے اس درجہ جوش و خروش اور ترنگ کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا تھا اور کچھ نا سمجھتے ہوئے آگے بڑھ کر دریچے کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکنے لگا۔

نیلما جس وقت طویل اور سنسان راہداری عبور کر کے ڈرائینگ روم میں آئی اس کا سانس با قاعدہ پھول رہا تھا، سیاہ چادر میں سرتاپا ڈھکی وہ نازک لڑکی ژالے کے علاوہ کوئی اور نہ تھی، اس کے باوجود نیلما کو اپنی بصارتوں پہ اپنی خوش بختی پہ یقین آ کر نہ دیتا تھا، یہ ایسا خواب تھا جو اس نے جاگتی آنکھوں سے بار بار دیکھا تھا، یہ ایسا خواب تھا جس کی اسے کبھی تعبیر نہ ملتی تھی، اب جبکہ وہ سامنے تھے، پاس تھی نیلما کو اس حقیقت پہ خواب کا گمان ہونے لگا تھا۔

''ژالے......ہنی......! میری جان، میری جان!'' اس نے نم آنکھوں سے ڈرتے ڈرتے اسے چھوا اور ہنس کر روئی اور جیسے رو کر ہنسی، ژالے نمناک نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

''تم سچ مچ میرے پاس ہو ناں؟ میرے سامنے۔'' اس کا لہجہ سرگوشیانہ تھا، خواب آسا، ژالے پہ عجیب سی جذبات کا غلبہ تھا، جن کا اسے اس سے قبل کبھی تجربہ نہ رہا تھا، اس نے کچھ بولنا چاہا مگر زبان نے ساتھ نہیں دیا، وہ بھیگی آنکھوں سے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

''مجھے یقین دلاؤ ہنی! میرے گلے لگ جاؤ پلیز۔'' نیلما نے بانہیں کھول دیں، پھر بے قراری سے اسے بازوؤں میں سمو کر سینے میں بھرلیا، ژالے کا دل بے تحاشا گداز ہو رہا تھا، وہ جیسے پلاسٹک کی گڑیا میں ڈھل گئی، نیلما کی شدتیں اس کی دیوانگی و بے قراری اس کی ہر ہر حرکت سے ہی نہیں، اس کے بے ربط فقروں سے بھی عیاں تھی۔

''مجھے کچھ نہیں کھانا، آپ مجھے ان سے ملوائیں پلیز۔'' نیلما کے ایک آرڈر پہ ژالے کے سامنے طویل میز لوازمات سے سج گئی تھی، اصرار کے جواب میں ژالے نے نرمی سے ٹوکا تو نیلما کا چہرہ اتر سا گیا۔

''یہ تو بتاؤ، تم مجھ سے ملنے آئی ہو یا اس سے؟'' سوال طنزیہ نہیں تھا، دکھ کی شدت کی انتہا پہ جا کر ہوا تھا، ژالے بے انت خفت کا شکار ہوتی نظریں چرا گئی تھی، نیلما کو اس کے احساسات کی کیا خبر ہو سکتی تھی، ہاتھ بڑھا کر اس کا گال سہلانے لگی۔

''میں آج کا سارا دن تمہیں اپنے پاس رکھوں گی ژالے! تمہاری تصویر اپنی نظروں میں محفوظ کرنے کے لئے۔ اتنا وقت دو گی مجھے؟'' وہ سراپا سوال بنی نظر آتی تھی، کتنی حسرت تھی اس کے ہر انداز میں، ژالے میں انکار کی سکت نہیں رہی، وہ کیسے بتاتی وہ اپنی جان ہی نہیں اپنا گھر گرہستی یہاں تک کہ جہان کا اعتماد بھی داؤ پہ لگا آئی تھی، مگر اب یہاں اس مقام پہ عجلت کا مظاہرہ کام بگاڑ بھی سکتا تھا، وہ حد درجہ محتاط تھی۔

''تمہیں میرا خیال آ ہی گیا ہنی، کیا میں سمجھوں کہ تمہارے دل میں میرے لئے نرم گوشہ پیدا ہوا ہے؟'' نیلما کی آنکھوں میں خوش امیدی تھی مگر خوف ناامیدی کی چادر میں لپٹی ہوئی ژالے کے الفاظ ہی کسی بھی ایک تاثر کو تقویت دے سکتے تھے، وہ جانتی تھی تبھی اس کے ہونٹوں پر اضمحلال بکھرنے لگا تھا، وہ کیا کیا مجبوری بتاتی اسے۔

''یہی سمجھ لیں، خود ماں بننے والی ہوں ناں شاید، اس لئے۔'' وہ جانے کس رو میں کہہ گئی تھی، جبکہ نیلما کو خوشگوار حیرت نے آن لیا، وہ کچھ دیر یونہی اسے جگمگاتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر مسکرا دی۔

''بہت پیاری لگو گی ماں بن کر، اللہ تمہیں اولاد کی بھرپور خوشیوں سے نوازے آمین۔'' یوں بزرگانہ انداز میں دعا دیتی ژالے کو وہ بہت الگ بہت عام سی عورت لگی، جو معصوم بھی ہوتی ہے، بے ریا بھی، مخلص بھی ہوتی ہے، وفادار بھی، عام ہو کر بے حد خاص عورت، کاش وہ سچ مچ یہی ایک روپ رکھتی ہوئی، ژالے کا دل سسکنے سا لگا۔

''یہاں لیٹ جاؤ ژالے میرے پاس۔'' وہ اسے اپنے بیڈروم میں لے آئی تھی، پھر صرف کہا نہیں تھا، پکڑ کر اسے لٹا بھی دیا، ژالے نے مداخلت نہیں کی، وہ اس کی ہستی کو تاراج کرنے آئی تھی، اس سے قبل وہ اسے اپنی ذات سے کوئی خوشی دے سکتی تو ملامت کا احساس قدرے کم بھی پڑ

سکتا تھا، نیلما خود اس کے پاس بستر پہ ٹک گئی، اس کی نگاہوں میں بیک وقت خوشی بھی تھی اور نا تمام حسرتیں بھی۔

''تم اگر برا نہ مانو تو...... تو میں تم سے پیار کر لوں ژالے۔'' اجازت طلب کرتے ایک عورت کی ممتا میں انجانی بلک تھی، آنکھوں میں صحراؤں کی دھول انکار کے خدشے کے ہمراہ بھی اڑتی دکھائی دیتی تھی، وہ بہت حرماں نصیب رہی تھی، عمر بھر ہر جائز خواہش کو ترسنے والی، اسی پہ جھجکی وہ کتنی یاس آزردہ آواز میں اجازت طلب کر رہی تھی، ژالے کا دل شرمندگی رنج کے بے کراں احساس سے لبریز ہوا تو آنکھیں اس حرماں نصیب عورت کی بے بسی پہ برس پڑی تھیں، اس میں کچھ کہنے کی تاب نہیں تھی، محض سر ہلایا تھا اور خود آنکھیں بند کر لیں، نیلما جو ہمیشہ پیاسی زمین رہی تھی اس پہ گھنگور گھٹا بن کر برستی تھی، پتا نہیں وہ محبت کے ممتا کے اس بے بہا خزانے سے اسے سیراب کر رہی تھی یا خود کو، اس وقت وہ بدنام اسٹیج فنکارہ نہیں ممتا کے ترستے ہوئے جذبوں سے لبریز دل رکھنے والی ایک عام عورت تھی، جسے اس کی اولاد صدیوں کے انتظار کے بعد ملی تھی، ژالے کے ذہن سے بھی اس کا ماضی اس کا کردار سب محو ہو گیا تھا، اس نے اپنی بانہیں پھیلائی تھیں اور نیلما کے وجود کو جکڑ لیا تھا، دونوں طرف آسودگی تھی، دونوں طرف آنسوؤں کی برسات تھی، جانے کتنی دیر بیت گئی، دلوں کا بوجھ تھا کہ ہلکا ہونے میں ہی نہیں آتا تھا، یہاں تک کہ آنسو ختم ہو گئے، ژالے نے نیلما کے کاندھے سے سر اٹھایا تو خود کو اس کی میٹھی پیار بھری نظروں کے حصار میں پایا تھا، مگر ژالے کی آنکھوں میں آگاہی کا کرب بھی تھا اور تھکن بھی۔

''مجھے اب واپس جانا ہوگا۔'' اس کی نگاہ وال کلاک پہ اٹھی تو حواس یکلخت بیدار ہو گئے تھے، نیلما نے اس کا ہاتھ پکڑ کر توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔

''اک بات کہوں بنی!'' انداز کی بے قراری پہ ژالے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''میں خود کو اس قابل نہیں پاتی کہ تم سے معافی طلب کر سکوں، لیکن جہاں مجھ پہ اتنا بڑا احسان کیا ہے وہاں اک اور کرم کر دو مجھ پہ پلیز، مجھے...... مجھے...... اک بار اپنی زبان سے ماں کہہ کر پکار لو۔'' بات مکمل ہونے سے بھی پہلے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی، ژالے تھرا سی گئی۔

''میری اس شدید خواہش کو پورا کر دو ژالے! مجھے میری نظر میں سرخرو کر دو۔'' وہ اسی طرح زار و قطار رو رہی تھی، ژالے کا سکتہ ایک چھناکے سے ٹوٹا تھا، وہ تڑپ کر آگے ہوئی تھی اور ایک بار پھر اسے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

''امی...... پلیز امی، مت روئیں، مجھے اس طرح شرمندہ مت کریں۔'' اس کے آنسو چنتے وہ خود بھی سسک اٹھی تھی، جبکہ نیلما نے اس معتبر احساس کو پا کر خوشی و انبساط کے ساتھ فخر کے احساس میں گھر کر اسے دیکھا۔

''امی......!'' اس کی نگاہوں میں حیرت و خوشی کا دلنشین امتزاج ابھرا، ژالے نے سر کو اثبات میں ہلاتے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

''یہ لفظ آپ کے لئے ہی تھا امی...... میری اصل اور حقیقی ماں کے لئے، کہ ماں جو ہو وہ ممی نہیں ہوتی اور جو ممی ہو وہ کبھی ماں نہیں ہو سکتی۔'' اس کی آواز میں اس کی آنکھوں میں نامعلوم دکھ کی

آمیزش گھلی ہوئی تھی، نیلما نے اس کی بات کا مقصد سمجھا تھا اور جیسے تفاخر اور خوشی کے احساس سے بے حال ہو گئی، اس نے سرخروئی مانگی تھی اور اسے سرخروئی مل گئی تھی، خدا ایسے بھی نواز دیا کرتا ہے، اپنے بندوں کے ذریعے بندوں کو خوشی و فخر سے ہمکنار کرتا ہے، اس سے بڑھ کر کیا سرخروئی ہو سکتی تھی کہ ژالے نے مسز آفریدی کو جھٹلا کر اسے سچائی کے مرتبے پہ فائز کیا تھا، وہ رونا بھول کر کھلکھلانے لگی، ژالے دکھ سے بھری نظروں سے اسے دیکھے گئی، زندگی انہیں عجیب موڑ عجیب دوراہے پہ لے آئی تھی، جہاں بے بسی تھی، مجبوریاں تھیں، لاچاری تھی، شرمندگی و تاسف تھا، ملال تھا، رنج تھا۔

''ایک بات میں بھی کہوں امی!'' اس نے بہت آہستگی سے نیلما کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، نیلما نہال ہو گئی تھی بلکہ قربان ہونے لگی۔

''سو باتیں کہو میری جان! سو باتیں اور بلا جھجک کہو۔'' اس نے مہکتے انداز میں کہہ کر ژالے کی پیشانی چومی۔

''آپ میری بات مانیں گی؟'' ژالے کے دل میں انجانے خدشے اور درد ہلکورے لینے لگا، نیلما نے اسے بغور دیکھا تھا، پھر عجیب انداز میں مسکرائی۔

''تم اگر مجھ پہ یہ احسان نہ بھی کرتیں ژالے اور مجھ سے کوئی بات منوانا چاہتیں میں تب بھی تمہاری بات رد نہیں کرتی، کہہ کر تو دیکھتیں، اب کہہ کر دیکھ لو، آزما لو۔'' نیلما کے انداز میں محبت تھی، سخاوت تھی، عنایت تھی، وفا تھی، بے تحاشا خلوص تھا، ژالے کو اپنی غرض اپنی سوچ پہ ندامت نے آن لیا، اس کا دل کٹنے سا لگا، وہ کتنی دیر کچھ نہیں کہہ سکی، زندگی کے کس مرحلے پہ آ کر نیلما نے اس کا دل جیتا تھا، جب اس کے پاس اس بدنصیب عورت کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا تھا اس کے پاس، وہ بے دردی سے ہونٹ کچلنے لگی، پلکیں جھپک کر آنسو اندر اتارتے اس نے نیلما کو مضطربانہ انداز اک نظر دیکھا۔

''معاذ حسن کو چھوڑ دیں امی، پلیز امی!'' اس نے ایک دم سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان پہ چہرہ جھکاتے ہوئے اس کے ہاتھ پہ بوسہ ثبت کیا، نیلما کو شاک لگا تھا جیسے، مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے سکڑتے سکڑتے بالکل غائب ہو گئی، اس نے تحیر و غیر یقینی کی کیفیت میں گھرتے ژالے کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا کہا تم نے؟ میرا مطلب ہے ایسا کیوں کہا تم نے؟'' وہ ہنوز شاکڈ تھی، ژالے نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''تم جانتی ہو اسے؟ اور اس کے باوجود یہ کہا ہے کہ میں...... میں تمہیں سب کچھ بتا چکی ہوں؟'' الفاظ نیلما کے حلق سے جیسے پھنس کر نکل رہے تھے، اس کی آنکھوں میں کرب گہرا ہوتا جا رہا تھا، وہ جیسے ابھی تلک غیر یقین تھی، ژالے نے نظریں چرا لیں، وہ خود کو عجیب مشکل میں گھرا اذیت میں مبتلا محسوس کر رہی تھی۔

''جی...... اس کے باوجود...... اور امی...... پلیز مجھ سے وجہ نہ پوچھیئے گا۔'' اس نے آنسو بہاتے ہوئے اتنی عاجزی سے کہا تھا کہ نیلما اسے دیکھتی رہ گئی، کچھ دیر ساکن رہی، پھر آہستگی سے

سر جھکا لیا تھا۔

''نہیں پوچھتی......ٹھیک ہے، سمجھ لو چھوٹا شاہ آزاد ہو گیا اور کچھ؟'' نیلما کی آواز میں صرف بھراہٹ نہیں اتری، لہجے میں ٹوٹتے کانچ کی بھی چھنک تھی، ثرالے کے دل میں کوئی کیل گڑھ گئی، وہ اٹھ کھڑی ہوئی، اس میں اتنی تاب نہیں تھی کہ وہ ٹوٹ جانے والی مکمل طور پر ٹوٹ جانے والی نیلما کا دکھ کی دراڑوں سے اٹا چہرہ دیکھ لیتی، حالانکہ دل کتنا تڑپا تھا، زندگی بھر بیٹی نہ بننے والی عمر بھر ماں کو تڑپانے والی خودغرض بیٹی اک لمحے میں ماں کو تہی دست کر دینے والی دنیا اجاڑ دینے والی ماں کا چہرہ دیکھ لے، عورت ماں بن جائے تو عظیم رتبے پہ فائز ہو جایا کرتی ہے، نیلما جیسی عورت نے بھی اس رتبے کی لاج رکھ لی تھی، وہ اس عورت پہ فخر کر سکتی تھی، جس کو اس نے ہمیشہ شرمندگی کا باعث جانا تھا، مگر وہ پتھر کی ہو جانے کے خوف سے پلٹی نہیں تھی، لیکن پتھر کا ہو جانے کے لئے پلٹنا شرط بھی نہیں ہوتا۔

☆☆☆

''اللہ! اللہ! بس کرو پلیز، میرے حال پہ رحم کرو، میں گلے مل مل کر تھک گیا ہوں۔'' معاذ جس طرح اچانک غائب ہوا تھا، ویسے ہی چلا بھی آیا، اس کی آمد کے ساتھ ہی شاہ ہاؤس میں جیسے زندگی جاگ اٹھی تھی، رجو کی نگاہ ہی سب سے پہلے اس پہ پڑی تھی، جس طرح وہ عجیب وغریب آوازیں نکالتی چلاتی ہوئی اندر بھاگی تھی، اس سے معاذ خود تشویش کا شکار ہو کر رہ گیا کہیں خدانخواستہ شکل تو نہیں تبدیل ہو گئی، پھر تو ایک دم سے ماحول بدل گیا تھا، جو جہاں کہیں بھی تھا، اس کے گرد جمع ہو گیا، جو گھر پہ نہیں تھے انہیں خوشی خوشی فون کر دیئے گئے، مما اور ماما جان نے کم وبیش بھی تیس سے چالیس بار گلے لگا کر اسے پیار کیا تھا، گویا اس کے صحیح سالم واپس آ جانے پہ انہیں یقین ہی نہ آتا ہو، آنکھیں خوشی اور تشکر کے احساس سمیت بار بار چھلکتی تھیں، مما اور ماما جان کے علاوہ وہ جب زینب بھی اسی پاگل پن کا شکار ہوتی تیسری سے چوتھی بار اس کے گلے لگ کر روئی تو معاذ نرمی سے سہی مگر جھنجھلا گیا تھا۔

''افوہ...... کیا ہو گیا ہے اللہ کی بندی اتنے دنوں سے نہایا نہیں ہوں، مجھے تو خود اپنے آپ سے وحشت ہو رہی ہے، مگر تم لوگوں کو جیسے پرواہ ہی نہیں اور چمٹے جا رہے ہو، ویسے بھی کچھ ٹائم میری بیوی کو بھی تو دو میرے قریب آنے کا، دیکھو بے چاری کا سب سے زیادہ برا حال ہو رہا ہے میرے فراق میں۔'' معاذ کی وہی مخصوص باتیں تھیں، جہاں روئی روئی سی نڈھال پرنیاں جھینپی، وہاں زینب بھی خفت زدہ رہ گئی تھی، ایسے میں کچھ فاصلے پہ موجود جہان کی آنچ دیتی نظروں کا احساس اسے سرتا پا جھلساتا چلا گیا تھا، اس کی حماقتوں سے صرف وہی تو آگاہ ہوا تھا اور اس دن سے اتنا شدید خفا تھا کہ بات کرنا تو دور کی بات اسے دیکھنا بھی ترک کر رکھا تھا گویا، اب جبکہ معاذ نے آتے ہی مسز آفریدی اور تیمور دونوں کو اس جرم کی فہرست سے خارج کر دیا تھا تو سب سے زیادہ زینب ہی خوف سے سرد پڑنے لگی تھی، اگر تب جہان اسے بروقت وہاں سے نہ پکڑ لاتا تو تیمور کے ہاتھوں وہ کسی ذلت آمیز انجام سے ہمکنار ہو سکتی تھی، اس کا تصور بھی دہلا دینے والا تھا، اسے جہان پہ یکدم کتنا پیار بھی آیا تھا، مان اور فخر بھی محسوس ہوا تھا، وہ واقعی گھنیری چھایا تھا اس کے

لئے، مضبوط پناہ گاہ اور وہ...... کتنا ستاتی رہی تھی اسے، کس قدر تنگ کرتی رہی تھی، اسے شرمندگی نے آن لیا، مگر یہ سوچ کر بھی دل کو تسلی دے لی تھی، وہ جہان کو منا لے گی، وہ اسے سب بتا دے گی۔

''ہاں بیٹے! آپ فریش ہو جاؤ، نہاؤ دھوؤ، میں اپنے بیٹے کی پسند کا کھانا اپنے ہاتھ سے بناتی ہوں۔'' مما اب ساری بیماری بھولے ہشاش بشاش چاک وچوبند تھیں، ماما جان مسکرائے گئی تھیں، معاذ شکر مناتا ہوا اٹھا۔

''یار پرنیاں! میں ابھی تمہیں بھی ملتا ہوں، مگر اس سے پہلے نہالوں، اپنا کامریڈ کہاں ہے؟'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی جانب آ گیا تھا، پرنیاں نے اپنا ہاتھ اس کے بازو کے نیچے سے گزار کر سر اس کے کاندھے سے ٹکا دیا۔

''وہ لوگ کون تھے معاذ! جنہوں نے آپ کے ساتھ ایسا کیا......اور کیوں؟'' اس نے دل میں مچلتا ہوا سوال معاذ سے کر لیا تھا، معاذ نے دانستہ لاعلمی کا اظہار کرتے کاندھے جھٹک دیئے۔

''دفع کرو یار! جو بھی تھے ہمیں کیا، میں آ گیا ہوں نا تمہارے پاس بالکل ٹھیک ٹھاک۔'' پرنیاں نے سر اٹھا کر پر تشویش نظروں سے اسے دیکھا تھا، پھر مضطرب سی بولی۔

''اگر خدانخواستہ انہوں نے پھر......؟''

''لگتا تو نہیں ہے میری جان کہ وہ ایسا کریں، دیکھو ناں اگر ان کا اس قسم کا ارادہ ہوتا تو ابھی کیوں چھوڑتے مجھے، جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں تو انہوں نے کسی اور کے مغالطے میں مجھے کڈنیپ کیا تھا، جیسے ہی ان لوگوں کو اس غلطی کا احساس ہوا فوراً مجھے چھوڑ دیا۔'' اس کا سر سہلاتا ہوا وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا، پرنیاں نے بغیر کسی اور کہ کے یقین بھی کر لیا مگر اگلا سوال بھی کر دیا تھا فکرمندانہ انداز میں۔

''ان لوگوں نے آپ پہ تشدد تو نہیں کیا معاذ؟'' اس کی نگاہوں میں تشویش لہرائی تھی، معاذ نے نفی میں سر ہلاتے جھک کر اس کے سر پہ بوسہ ثبت کیا، پرنیاں کی تشویش اس کی فکرمندی اس کی محبت اس کا ڈھیروں خون بڑھا رہی تھی گویا۔

''کم آن بیوی! میں کوئی مجرم تھوڑی تھا، جو وہ تشدد کرتے، اوکے میں جب تک باتھ لوں تم ......تم چائے بنا لاؤ، ترس گیا ہوں تمہارے ہاتھ کی چائے کو۔'' معاذ نے اس کا ذہن بٹانے کو ہی کام سے لگایا تھا، پرنیاں نے سر ہلایا اور اس کے کپڑے وارڈ روب سے نکال کر واش روم میں رکھ کر پلٹی تو اسے دیکھ کر یکدم ٹھٹک گئی تھی۔

''آپ تو کہہ رہے تھے تشدد نہیں کیا...... پھر یہ نشان کیسے ہیں آپ کے جسم پہ؟'' معاذ بے خیالی وہیں شرٹ اتار چکا تھا، پرنیاں کی نگاہ انہی سرخ نشانوں پہ اٹکی تھی جو اس کے سینے سے لے کر بازوؤں اور کاندھوں پہ جگہ جگہ ابھرے ہوئے تھے، یہ پیراشوٹ کی اس رسی کے نشان تھے جن سے اسے چار دن تک مسلسل باندھے رکھا گیا تھا، جو سخت گرفت کے باعث اس کے گوشت اور کھال کے اندر تک اتر گئی تھی، بلکہ معمولی سی بھی جنبش پہ رگڑ پڑنے سے یہ پیراشوٹ اس کی کھال کو ادھیڑتا رہا تھا، جبھی خون نکل کر جم چکا تھا، پرنیاں ہراساں و بے قرار سی ایک ایک زخم کو چھو کر دیکھتی

اروپڑنے کو تیار تھی، معاذ نے اسے بازو کے حصار میں لے کر خود سے لگالیا تھا۔

''اتنی معمولی بات پہ رو رہی ہو، میری بیوی کو ہرگز اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے پرنیاں!'' اس کے ریشمی بال سہلاتا وہ گویا اسے بہلایا تھا، پرنیاں ہچکیاں بھرتی خود پہ ضبط کی کوشش کرتی رہی۔

''ان لوگوں نے تشدد کیوں کیا ہے آپ پہ......؟'' اس کے آنسو ہنوز معاذ کے سینے میں جذب ہو رہے تھے، وہ گہرا سانس بھر کے بے بس سا اسے دیکھنے لگا۔

''افوہ یار کسی کی اتنی مجال نہیں تھی کہ ڈاکٹر معاذ حسن پہ ہاتھ اٹھالیتا، ہاتھ کاٹ کے نہ پھینک دیتا میں۔'' اس کی خفگی و ناراضگی سے کہنے پہ بھی پرنیاں کو یقین آسکا نہ کوئی تسلی ہوئی تھی، بلکہ الٹا شاکی ہونے لگی۔

''کیوں کر جھٹلا سکتے ہیں مجھے معاذ! یہ نشان ایسے نہیں جیسے ہنٹر سے مارا گیا ہو۔'' سسک کر کہتی وہ پھر اس کے زخم سہلا رہی تھی، معاذ کے لبوں کی تراش میں دلفریب مسکان اتر آئی۔

''بہت پیاری لگ رہی ہے مجھے اپنی بیوی یوں اپنے لئے پریشان ہوئی روتی ہوئی، مگر اتنی نہیں جتنی وہ میرے لئے مسکراتی، مجھ سے خوش ہوتی یا پھر مجھ سے پیار کرتی اچھی لگتی ہے۔'' وہ ایک دم ٹون بدل گیا تھا، پرنیاں کے گلابی چہرے پہ بہت سرعت سے حجاب کا رنگ پھیلا مگر جب اسے دیکھا تو نگاہوں میں شکایت اتر رہی تھی۔

''اس قسم کی باتوں سے آپ بہر حال میرا دھیان نہیں بٹا سکتے، بتانا تو پڑے گا لازمی۔'' نرد ٹھا پن اس کے انداز میں اتر آیا تھا، معاذ بے ساختہ ہنستا چلا گیا، پھر جھک کر اس کی پیشانی پہ بہت نرمی سے اپنے ہونٹ رکھ دیتے تھے۔

''چیلنج مت کرو جان معاذ! میں تو اپنی ایسی باتوں سے لمحوں میں تمہارا دھیان بٹا سکتا ہوں، جانتی نہیں ہو تم مجھے...... کہ۔''

بہکے بہکے سے انداز بیاں ہوتے ہیں
آپ ہوتے ہیں تو پھر ہوش کہاں ہوتے ہیں

وہ چہکا تھا، پرنیاں گہرا سانس بھرتی فاصلے پہ ہوئی، انداز میں خفگی بھی تھی، جھینپ کا تاثر بھی جیسے معاذ نے محسوس کیا تھا جبھی اس کا بازو پکڑ کر پھر خود سے قریب کرلیا۔

''خفا ہو گئی ہو؟'' سوال ہوا تھا، پرنیاں کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔

''کتنا رلاتے ہیں، کتنا ستاتے ہیں معاذ! بہت دکھ دیتے ہیں ہمیشہ اور آپ کو احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔'' شکوے کا انداز بھی معاذ کو دلنشین لگا تھا، کہ وہ پہلی بار خود اس طرح اس سے لپٹ کر روئی تھی، وہ تو جیسے باغ بہشت میں آ گیا تھا۔

''میری جان! میری جان! آپ کے شوہر نامدار کو کسی خوف کے باعث ہی انہوں نے بے ہوشی کی حالت میں رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا تھا، یہ نشان اسی کے ہیں، چار دن تک ایک ہی پوزیشن میں بندھا رہا ہوں، حال مت پوچھو۔'' اس نے منہ لٹکا لیا تھا دانستہ، پرنیاں کے اعصاب کو دھچکا لگا، آنکھیں دکھ رنج اور حیرت کے شدید احساس سے پھٹ کر رہ گئیں۔

''خدا غارت کرے انہیں، کیسے ظالم لوگ تھے، رکیں میں پہلے کوئی دوا لگاتی ہوں، پھر باتھ

لیجئے گا۔'' وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی، بھیگی آواز میں کہتی دراز کھول کر کھسر پھسر کرنے لگی، معاذ مسکرایا تھا۔

''کم آن یار! اتنا نازک نہیں ہوں، کیوں فکر کر رہی ہو اتنی۔'' وہ اس کی پریشانی کم کرنے کو ہی کہہ رہا تھا، مگر وہ یوں ٹوکے جانے پہ روٹھ سی گئی۔

''ابھی بھی فکر نہ کروں؟ دیکھ رہے ہیں کیا حالت ہو چکی ہے؟''

''بیوی اس مسیحائی کی خواہش تو میں بھی رکھتا ہوں قسم سے، مگر پلیز پہلے فریش تو ہونے دو، سخت بے چین ہو رہا ہوں اس پسینے سے، اتنے دن پہلی بار اپنی ہوش میں نہیں نہایا، مجھے تو لگ رہا ہے اگر چند منٹ بھی مزید اسی طرح اور گزر رہے تو بے ہوش ہو جاؤں گا۔'' بے چارگی سے کہتا وہ بڑھی ہوئی شیو کو کھجا کر بولا تو پرنیاں بے اختیار مسکرانے لگی تھی۔

''اوکے جائیں۔'' اس نے خود معاذ کو واش روم کی جانب دھکیل دیا۔

☆☆☆

باتھ لینے کے بعد ابھی وہ کھانا ہی کھا رہا تھا جب جہان اس کے سر پہ آ کر سوار ہو گیا۔

''اگر وہ مسز آفریدی نہیں تھیں، تیمور بھی نہیں تھا، تو پھر کسی نے اغواء کیا تھا تمہیں معاذ!'' معاذ جو اس کی آمد کے ساتھ ہی مقصد بھی سمجھ گیا تھا اور گہرے بے چارگی آمیز سانس بھر رہا تھا، اس سوال پہ مزید عاجز ہوتے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''میرے باپ...... تجھے ہی بتاؤں گا، مگر کچھ تو صبر بھی بندے کو کرنا چاہیے، تھوڑی تہذیب سیکھ۔ مجھے اپنی بیوی کے ساتھ تھوڑا ٹائم گزارنے دے، ترسا ہوا ہوں اس کی شکل ڈھنگ سے دیکھنے کو۔'' معاذ نے سراسر تجاہل برتا تھا، وہ تجاہل ہی برتنا چاہتا تھا، اس نے جو کچھ وہاں دیکھا تھا، وہ ناقابل یقین تھا، اسے نہیں لگتا تھا یہ بات جہان سے کہنے والی تھی۔

''بکومت معاذ! میری پریشانی کا تمہیں اندازہ نہیں ہے شاید اور یہ جو بہانے بنا رہے ہو ناں جانتا ہوں کتنے رومینٹک ہو تم۔'' معاذ کو گھورتے ہوئے وہ صحیح معنوں میں اس کی طبیعت صاف کر گیا تھا، معاذ کا تو پورا منہ کھل گیا تھا گویا۔

''ہائیں...... کیا مطلب! ساری دنیا میں میں بیچارا رومنٹک، گستاخ ہٹ دھرم مشہور ہو گیا اور تم......''

''بسا اوقات انسان کی شخصیت کا محض ایک رنگ ایک پہلو ہی اجاگر ہو پاتا ہے، ورنہ تم در حقیقت کتنے سلیف کنٹرولڈ ہو کس حد تک خود کو کمپوزڈ کر سکتے ہو میں سب جانتا ہوں۔'' اب کے جہان کی مسکان میں بہت محبت بہت پیار تھا اس کے لئے، معاذ کے ہونٹوں پہ جوابی مسکان جو اتری اس میں وہ فخر وہ اعتماد تھا جو ان دونوں کی دوستی میں ہمیشہ ایک دوجے کو سمجھنے جاننے کا گواہن کر ان کے درمیان بستا رہا تھا، مگر جب بولا تو وہی رٹ تھی۔

''سچ کہہ رہا ہوں جے! ہم دونوں اتنے دن اتنے کرائسس میں رہے ہیں، مجھے ذرا اپنی بیوی سے دکھ سکھ تو کرنے دے، اس نے رو رو کر دیکھا نہیں اپنی حالت کتنی خراب کی ہوئی ہے۔'' وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا، جہان اس جواب پہ اسے بے دریغ گھورنے لگا۔

شخصیت کا ایسا معتبر روپ وہ پہلی بار اس سے مل کر بھی دیکھ چکی تھی، جب اس نے خودکشی جیسے حرام فعل سے اسے ایسے ہی مدبرانہ انداز میں سمجھا بجھا کر روکا تھا، اسے یقین ہوا معاذ کا اصل اور حقیقی روپ یہی ہے۔

''اگر آپ مجھے نہیں بتانا چاہتیں تب بھی کوئی بات نہیں، میں ہرگز آپ کو فورس نہیں کروں گا، لیکن ایک ایڈوائز ضرور ہے، اسے بڑے بھائی کا حکم بھی سمجھ لیں بیشک، آئندہ کبھی بھی، میں تو کیا ہماری فیملی پہ کتنی بھی بڑی بھاری مشکل کیوں نہ آن پڑے، آپ اس قسم کی بہادری نہیں دکھائیں گی، ہماری غیرت کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہے او کے۔'' آخر میں جس طرح معاذ کا لہجہ دوٹوک اور قطعی ہو گیا تھا، وہ ژالے کو گہرا سانس بھرنے پہ مجبور کر گیا، اس نے بے اختیار سر کو نفی میں جنبش دی، اسے لگا معاذ کو سب بتلانا ناگزیر ہو چکا ہے۔

''آپ یقیناً میرے متعلق کچھ غلط سوچ رہے ہیں بھائی جبکہ حقیقت......''

''میں ہرگز کچھ غلط نہیں سوچ رہا ہوں بھابھی! مجھے آپ کے کردار پہ بھی شبہ نہیں، ڈونٹ یو وری۔'' وہ گھبرا کر کہنے جا رہی تھی، کہ معاذ نے اسے ٹوک دیا تھا، جس طرح بات کے اختتام پہ وہ مسکرایا وہ اس کے صاف دل ہونے کی جانب اشارہ کرتا تھا، مگر ژالے بے سکون ہی رہی، مضطرب نظروں سے اسے ایسے دیکھتی جیسے اس کی اس آخری بات کا ہی یقین نہ کر سکی ہو، ہونٹ کچلتی، انگلیاں مسلتی ہوئی بے حد بے قرار۔

''وہ...... میری ماں ہیں، میری سگی ماں!'' ٹپ ٹپ آنسو اس کی دراز ریشمی پلکوں سے پھسلے تھے اور اس کے دودھیا مخملیں ہاتھوں کو بھگو گئے، معاذ کے سر پہ جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا، وہ بھونچکا سا اس کی ٹکر ٹکر شکل دیکھتا رہ گیا، انکشاف ہی ایسا شاک میں مبتلا کر دینے والا غیر یقینی کی حد تک حیران کن تھا، اس کی گویا قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔

''ممی کے ناروا سلوک کی بدولت وہ آج اس ذلت بھری زندگی کو جینے پہ مجبور ہوئی ہیں، انہوں نے ان پہ کوئی ایک ستم نہیں کیا، میری پیدائش پہ انہوں نے مجھے چھین لیا امی سے اور انہیں گھر سے نکال دیا، میرے ذہن میں ان کے خلاف اتنا زہر بھرا کہ عمر بھر ان سے نفرت کرتی رہی میں بھی، مگر اب...... اب یہ محض اتفاق تھا بھائی کہ مجھے امی سے آپ کی بات کا معلوم ہو گیا، میں خود کو روک نہیں سکی اور جو کبھی ان سے نہیں ملی تھی، جو کبھی ان سے سیدھے منہ بات نہیں کی تھی، آپ کی خاطر اپنے گھر کے سکون کی خاطر خود کو ان کے پاس جانے آپ کو چھڑوانے چلی گئی۔'' وہ زار و قطار روتے ہوئے کہہ رہی تھی، معاذ ہنوز شاکڈ تھا، اس کی آنکھوں سے غیر یقینی استعجاب اور صرف تحیر ہی جھانکتا تھا۔

''نیلما......! وہ آپ کی سگی ماں تھیں بھابھی...... ریئلی مدر؟'' وہ متعجب سا بولا تھا، ژالے نے آنسو پونچھتے ہوئے سر کو دکھ بھرے انداز میں اثبات میں جنبش دی۔

''آپ کو بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ میری سگی ماں ہیں، کسی کو بھی یقین نہیں آ سکتا ہے، وہ اس وقت صرف سینتیس سال کی ہیں، سولہا سال کی تھیں جب ڈیڈ سے ممی نے ان کا نکاح اولاد کی غرض سے ہی کروایا تھا، سترہ سال کی تھیں جب میری پیدائش ہوئی، ممی شادی کے بیس سال بعد بھی

بے اولاد رہی تھیں، ڈاکٹرز نے انہیں بانجھ قرار دے دیا تھا، اولاد کی خواہش کو دبا نہیں سکیں، جبھی انہوں نے ڈیڈ کی شادی اپنی نوعمر ملازمہ سے کروا دی، جو گوٹھ سے لائی گئی تھی، ان کے پیش نظر مقاصد اور تھے، جبکہ امی معصوم بے ریا اور سادہ تھیں، ان کی سازشوں سے آگاہ کیسے ہو سکتی تھیں، مگر جب آگاہ ہو بھی گئیں تو ان کی لاچاری ان کی غربت ثابت ہوئی، میری پیدائش تک ممی نے امی کو بامشکل برداشت کیا، پھر روایتی سازشوں کے جال میں پھانس کر ڈیڈ سے طلاق دلوا کر گھر سے نکال دیا، وہ اگر انہیں صرف طلاق دلواتیں اور گھر سے نکلوا دیتیں تب بھی امی کی زندگی اتنی تلخ نہیں ہو سکتی تھی، جتنی ممی کے بعد کے ظلم کی بدولت ہو گئی، مگر انہوں نے انتہا پسندی سے کام لیتے ہوئے امی کو بازار حسن میں بھیج دیا، محض چند ہزار کے عوض، تاکہ وہ پھر کبھی ان کی زندگی میں دخل نہ دے سکیں اور اپنی مصیبت خود ہی بھگتتی رہیں، امی تب میچور نہیں تھیں، پھر ظلم کی چکی میں پس کر نکلی تھیں، جبھی اس ماحول سے فرار حاصل کرنے کی بجائے اسی میں رہتی چلی گئیں، یہ ان کی ایسی غلطی تھی جس پہ میں انہیں کبھی معاف نہ کر سکی، وہ اتنی بری نہیں تھیں، جتنا ممی نے انہیں بنا ڈالا تھا، ممی اپنے آدمیوں کو اس کے خلاف غلط خبریں پھیلانے پہ لگا چکی تھیں، تاکہ میں (جو امی کی کوششوں کی بدولت اس سارے راز سے واقف ہو چکی تھی جو ممی نے ہمیشہ مجھ سے چھپایا تھا) امی سے نفرت کرتی رہوں اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہیں، میں ہمیشہ نفرت ہی دیتی رہی امی کو ان کی محبتوں کے جواب میں، بھائی امی جتنی بھی بری تھیں، مگر وہ ایک بہترین ماں رہی ہیں، میری اتنی نفرتیں بھی ان کی محبت میں کبھی کمی نہیں کر سکیں، انہوں نے میری دھتکار کو بھی میری جانب اختیار کیے راستوں پہ اندھا دھند بھاگنے سے نہیں رکنے دیا، انہوں نے کبھی میری کسی خوشی یا غم کے موقع پہ مجھے نظر انداز نہیں کیا، انہوں نے کبھی میرے کسی ستم کو مجھ پہ نہیں جتلایا، وہ سرتاپا محبت تھیں وہ سرتاپا محبت بنی رہیں، مگر میں اتنی ہی کم ظرف تھی کہ اگر کبھی ان کے پاس گئی بھی تو اپنے مفاد کے پیش نظر، انہوں نے پھر بھی اپنی آخری پونجی میرے حوالے کر دی، بغیر کسی رد و کد کے، بغیر کسی احسان کے، میں نے کہا آپ مجھ سے نہ پوچھیے گا میں ایسا کیوں کر رہی ہوں، انہوں نے اپنی زبان کو سی لیا، میں نے کہا میں آپ کو آئندہ کبھی نہیں مل سکتی، انہوں نے اپنا دل مار ڈالا، مائیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں ناں بھائی، بیٹیاں ایسی نہیں ہوتیں جیسی میں ہوں۔'' ژالے کی ہچکیاں بندھ رہی تھیں، معاذ پتھرایا ہوا کھڑا تھا، صرف اس کے نہیں نیلما کے بھی دکھ پہ دکھی، اس کے مضبوط اعصاب اس وقت شل ہو رہے تھے، لمحے یونہی سرکتے پھسلتے رہے، دونوں ہی اپنی اپنی جگہ شدید ترین اذیت کے عالم میں تھے۔

''ڈیڈ کو پتا ہے؟ میرا مطلب ہے یہ ساری باتیں؟'' وہ خاص تاخیر سے خود کو سنبھال سکا تو ایک فطری سوال کیا تھا، ژالے نے ہتھیلی سے باری باری آنکھوں کو رگڑا اور مضمحل انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی۔

''اور میں بتانا بھی نہیں چاہوں گی، کیا فائدہ۔'' وہ بے حد یاسیت سے کہہ رہی تھی۔

''آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے اسے نہیں بتانا ہے۔'' معاذ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا تھا، ژالے نے ممنون و مشکور نظروں سے اسے دیکھا اور بھیگی پلکیں جھپکیں، معاذ گہرا سانس

بھرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''معاذ بھائی مجھے آپ سے معذرت کرنی تھی کہ......امی کی غلط فہمی کی بناء پر آپ کو......'' وہ دروازے پہ پہنچ چکا تھا جب ژالے کی خفیف آواز پہ بے ساختہ پلٹا اور کسی قدر ناراضگی سے اسے دیکھا تھا۔

''پلیز بھابھی! مجھے شرمندہ نہ کریں، آپ قابل احترام ہیں تو آپ کے حوالے سے وہ از خود ہمارے لئے محترم ہوتیں، ویسے بھی انصاف پسندی سے سوچا جائے تو انہیں اس نوبت تک پہنچانے والے ہم جیسے ہی لوگ ہیں، ہم بھی کچھ نہ کچھ کردار تو نبھاتے ہیں اپنے رویوں سے ایسے لوگوں کی تباہی میں، ہم بہرحال خود کو معاشرے سے الگ نہیں کر سکتے، ہماری سب سے بڑی غلطی ہی یہی ہے کہ ہم برائی کی بجائے برائی کرنے والے کو نفرت سے دیکھتے ہیں، حالانکہ کوئی بھی پیدائشی برا نہیں ہوتا، مجرم کو مجرم بنانے کے عناصر پیدا کرنے والے بھی ہم ہوتے ہیں جس برائی کا آغاز برسوں قبل سزا آفریدی کے مفاد سے شروع ہو کر نفرت وعناد پر ختم ہوا اسے ہم جیسے خود کو پاکباز اور معتبر سمجھنے والے لوگوں نے اپنی نفرت اور تمسخر کا حصہ ڈال کر منطقی انجام تک پہنچا دیا، کاش کہ اپنے اپنے طور پہ ہم اپنی اصلاح کا بیڑا اٹھا لیں تو ایک بہترین نظام اور مہذب معاشرہ خود بخود تکمیل کے مراحل طے کر لے گا۔'' معاذ متاسفانہ انداز میں کہہ کر پلٹ کر باہر چلا گیا، جبکہ ژالے اس کی باتوں کے اثر کے ہمراہ نڈھال سی وہیں بیٹھی رہ گئی تھی، اس نے غلط کہاں کیا تھا، اس غلطی اس بگاڑ میں اس کا بھی حصہ شامل تھا، اس کا جو بیٹی تھی، جسے یہ زیب نہیں دیتا تھا، وہ پھر رونے لگی تھی، یہ آنسو بہت گہرے ملال اور پچھتاوے کے تھے۔

☆☆☆

اس کو فرصت ہی نہیں وقت نکالے محسن
ایسے ہوتے ہیں بھلا چاہنے والے محسن
یاد کے دشت میں پھرتا ہوں میں ننگے پاؤں
دیکھ تو آ کے کبھی پاؤں کے چھالے محسن
کھو گئی صبح کی امید اور اب لگتا ہے
ہم نہیں ہوں گے جب ہوں گے اجالے محسن
حاکم وقت کہاں میں کہاں عدل کہاں
کیوں نہ خلقت کی زبانوں پہ لگیں تالے محسن
وہ جو اک شخص متاع دل و جاں تھا نہ رہا
اب بھلا کون میرے درد سنبھالے محسن

وہ صبح سے کچن میں گھسی ہوئی تھی، بہانہ مصروفیت کا بنا کر مقصد سب سے کٹنا تھا، دل اتنا ٹوٹا ہوا تھا کہ بار بار آنکھیں چھلک جاتی تھیں، کتنے دنوں سے وہ بار بار چھپ چھپ کر روتی تھی، حالانکہ شاہ ہاؤس میں تو خوشیوں کے رنگ پھر سے اترنے لگے تھے، زیاد اور نوریہ کی شادی کی آج

ڈیٹ فکس ہو گئی تھی، مگر اس کا دل ملول کا ملول رہا تھا تو وجہ جہان کی ناراضگی ہی تھی، کتنے دن ہو گئے تھے اس ایک بات کو، مگر جہان کا رویہ اس کے ساتھ تبدیل ہو کر نہیں دے رہا تھا، وہ اس سے بات کرتا تھا نہ اس کی بات کا ہی جواب دیتا تھا، بات یہیں تک رہتی تب بھی ٹھیک تھا، مگر وہ تو اس کی باری کے دنوں میں بھی اس کے کمرے میں آنا چھوڑ چکا تھا، یعنی اتنا خفا تھا اس سے یا اتنی نفرت کرنے لگا تھا کہ اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں رہا تھا، بھرم رکھنا اس سے بڑھ کر کون جانتا تھا، مگر وہ سب کے سامنے بھی ضرورتاً اس سے مخاطب ہونا ترک کر چکا تھا، تو کیا کسی نے یہ گریز نہ پایا ہوگا؟ یہ چپقلش محسوس نہ کی ہوگی؟

کی ہوگی لازمی، مگر......مگر جہان نے پرواہ کرنا چھوڑ دی تھی، یہ بھی نہیں تھا کہ زینب نے اسے منانے یا صفائی پیش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، جس روز معاذ گھر لوٹا تھا، زینب اتنی ہی ریلیکس ہو گئی تھی کہ فی الفور جہان کے سامنے ساری بات رکھ کے اسے منا لینا چاہتی تھی، یہ اتفاق تھا کہ اس روز باری بھی زینب کی تھی، یعنی جہان کو اس شب اسی کے ساتھ ہونا تھا، زینب کے لئے یہ اطمینان کافی تھا، فاطمہ کو سلانے کے بعد اس نے خود کو بہت دنوں بعد توجہ دی تھی، ٹی پنک بہت خوبصورت پیروں کو چھوتی فراک کے ساتھ پرل کا نازک سا سیٹ، ہونٹوں پہ اس نے نیچرل کلر کی لپ اسٹک کا ہلکا سا ٹچ دیا تھا، بالوں کو سلجھا کر اس نے کمر پہ یونہی کھلا چھوڑ دیا تھا، جہان کا انتظار شروع ہوا تو بستر کے کنارے ٹکے ٹکے اس کی آنکھ لگ گئی تھی، دوبارہ اس وقت ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی جب آہٹ محسوس کی تھی، اس نے خمار آلود گلابی ڈوروں سے سجی نیم وا آنکھوں سے دیکھا، جہان وارڈ روب کے پاس کھڑا نظر آیا تھا، وہ سرعت سے سیدھی ہوئی اور اپنے لباس سے الجھتی آ کر اس کے پہلو میں کھڑی ہو گئی۔

''آج بہت دیر کیوں کر دی آپ نے جے! میں انتظار کر رہی تھی۔'' ریشمی بے ترتیب بالوں کی کچھ لٹیں اس کے تپنج گالوں کے گرد لہرا رہی تھیں، آنکھیں ستاروں کی مانند دمکتی تھیں وہ ادھ کھلے گلاب کی مانند نظر آتی تھی، بے حد حسین بے حد تر و تازہ، جہان نے ایک نگاہ ڈال کر چہرہ پھیر لیا، زینب نے اس کی خفگی کو صاف محسوس کیا، اس کا دل سینے میں بے طرح دھڑ دھڑایا، مگر بظاہر نارمل انداز میں گویا ہوئی۔

''آپ بیٹھیں میں نکالتی ہوں کپڑے۔'' اس کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھتی وہ جیسے ہی بولی، جہان نے بے حد متنفرانہ انداز میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا، اس کے چہرے پہ کسی لچک کا کوئی تاثر نہیں تھا جو زینب کی حساسیت کو بری طرح ادھیڑ کے رکھ گیا، بے بسی شرم خفت و خجالت مل جل کر اس کی آنکھیں بھگو گئی، دھڑکنیں چیخنے لگیں۔

''میں جانتی ہوں آپ خفا ہیں۔'' سر جھکائے آنسو پیتی وہ افسردگی سے کہہ رہی تھی، جہان نے جیسے ان سنی کر دی، جس چیز کی تلاش تھی شاید وہ نہیں ملی، جبھی زور سے دروازہ بند کرتا وہ باہر جانے کو پلٹا تھا کہ زینب تڑپ کر اس کے راستے میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

''کہاں جا رہے ہیں؟ میری بات تو سنیں۔'' وہ رو سی پڑی تھی، جہان نے سرد نظروں سے

اس کا چہرہ دیکھا۔

''راستے سے ہٹو۔'' وہ بے حد روڈ ہو رہا تھا، زینب کو اور شدتوں سے رونا آیا، جہان کا یہ روّیہ تو کبھی نہیں سہا تھا اس نے۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں، مم...... میں اس روز تیمور سے ملنے نہیں اسے شوٹ کرنے کے ارادے سے گئی تھی، میرے پاس جو گن اور......''

''تمہیں کیسے سمجھ آئے گی کہ مجھے تمہاری ان فضول باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' وہ پھنکار کر ڈپٹنے کے انداز میں اتنے رہانت آمیز لہجے میں بولا تھا کہ زینب اپنی بات اپنے الفاظ تک بھول کر اسے فق چہرے سے دیکھنے لگی۔

''آپ......'' معاً اس نے پھر کچھ کہنا چاہا تھا کہ جہان نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔

''تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں، تمہارے دیگر کیا مقاصد تھے، یہ سب تم اس روز مجھے بتا چکیں صرف بتا نہیں چکیں، تم یہ ثابت بھی کر دیتیں اور میں تمہیں وہاں سے اگر ساتھ لے کر آیا تھا تو اس کی وجہ صرف ہمارے خاندان کی عزت کا سوال ہی تھا، ورنہ تم بہرحال شروع سے اپنی مرضی کی مالک تھیں ہو......اور رہو گی، میں تمہارے نزدیک کیا حیثیت رکھتا ہوں، آئندہ تمہیں یہ بتلانے کی زحمت نہیں ہوگی۔''

وہ جس حد تک تلخ ہوا تھا جتنے غصے میں تھا جس قدر بری طرح سے ہرٹ ہوا تھا، اس کے لہجے و انداز سے بھی وہی رنگ چھلکتے تھے اور زینب کی ہستی کو تاراج کرتے چلے گئے تھے، وہ پل بھر میں سرد پڑ چکی تھی، آنکھوں تلے جیسے اندھیرے چھا رہے تھے، آنسو بے اختیار بہنے لگے، معاً وہ یکدم پلٹی، بھاگ کر بستر پہ دھرا اپنا فون اٹھایا اور واپس آ کر جہان کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اسے تھمانا چاہا۔

''یہ...... میرا فون...... آپ رکھ لیں، میں کبھی بھی اس شیطان سے بات نہیں کرنا چاہوں گی، لیکن اگر فون میرے پاس رہا تو آپ کو یقین نہیں آ سکے گا کہ میں......'' جہان نے بے حد درشتی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا تو فون چھوٹ کر نیچے دونوں کے قدموں کے درمیان جا پڑا، وہ کتنا مشکل لگ رہا تھا، آنکھوں میں اترتی لالی اور چہرے کی بڑھتی ہوئی سرخی زینب کو خائف کرنے کو کافی ثابت ہو رہی تھی۔

''میں ایسی فضول پابندیوں کا لگانے والا کون ہوتا ہوں، ایسی پابندیوں سے ویسے بھی کسی پہ سرکشی کے دروازے بند نہیں کیے جا سکتے۔'' جہان کا لہجہ اشتعال آمیز تھا، زینب کو جیسے کسی نے چابک رسید کیا، آنکھوں میں آنسو بھرے وہ اسے بے بسی کی نگاہ سے دیکھے گئی۔

''میں نے مان لیا، مجھ سے غلطی ہوئی، لالے کی وجہ سے میں بہت اپ سیٹ ہو گئی تھی بے! جو اس نے دھمکیاں دی تھیں، مجھے کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا، وعدہ کرتی ہوں، آئندہ کچھ نہیں چھپاؤں گی آپ سے معاف کر دیں مجھے پلیز۔'' بہتے آنسو لجی انداز اور زینب جہان کیسے نظر انداز کرتا، مگر اس وقت غصہ اتنا شدید تھا، اعتماد اس بری طرح مجروح تھا کہ اس پہ کسی بھی چیز کا اثر نہیں ہوا۔

''میں منافق نہیں ہوں زینب! منافقت برداشت نہیں کر سکتا، آج کے بعد تمہیں کم از کم مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔'' سرد تر سنجیدہ لہجے میں کہتا وہ پلٹ کر ایک جھٹکے سے باہر نکل گیا، زینب کو یقین نہیں آ رہا تھا، یہ وہی جہان ہے، وہ اس رات ہی نہیں اس کے بعد بھی اس کا انتظار کرتی رہی، مگر وہ اسے موقع نہیں دے رہا تھا کہ کسی ازالے کا، کسی معافی تلافی کا، مگر زینب ہمت نہیں ہار رہی تھی، وہ ہر صورت اسے منانا چاہتی تھی، جبھی بار بار اسے متوجہ کرتی مخاطب کرتی رہی تھی، ناشتے کی ٹیبل پہ، کھانے کی میز پہ، اس کی توجہ کا مرکز صرف وہی ہوا کرتا، سلائس پہ مکھن لگا کر اسے پیش کرتی، جہان بریڈ سے دستبردار ہو جاتا، وہ چائے بنا کر دیتی، جہان کو جوس کی طلب ہو جاتی۔

''بریانی خاص کر آپ کے لئے بنائی ہے بے!'' کھانے کے دوران اس نے سب کے سامنے اسے مخاطب کیا تھا اور ڈش اس کے سامنے کی، زیاد کھنکارنے لگا، معاذ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ہمیں تو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔'' معاذ نے پرنیاں کی مصروفیات کو نشانہ بناتے مصنوعی آہ بھری۔

''آپ بھی لے لیں۔'' زینب نے ہی ڈش اس کی جانب سرکائی تھی۔

''تم کیوں نہیں لے رہے ہو بے!'' معاذ نے جہان کا گریز محسوس کر لیا تھا، اس کے انداز میں حیرانی تھی۔

''کچھ تیزابیت ہو رہی ہے آج کل، نہیں کھا سکتا۔'' جواب بھی معاذ کو دیا تھا، زینب اسے دیکھتی رہ گئی۔

''کچھ اور بنا لاؤں؟ بتا دیں جو پسند کریں۔'' زینب پھر اسی سے مخاطب تھی، جہان نے ناچار سر نفی میں ہلایا، مگر اسے دیکھے بنا، زینب کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا، اسے لگا اگر وہ ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہری تو سب کے بیچ پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی، جہان کی بے اعتنائی سہنا اس کے بس کی بات رہی ہی نہ تھی، جبھی تیزی سے اٹھ کر وہاں سے آ گئی تھی۔

یہ تغافل تیرا نیا تو نہیں
مجھ سے تو بے خبر تھا پہلے بھی

کچن میں آ کر وہ منہ پہ پانی کے چھپاکے مارتی بے قراری سے روتی رہی تھی، اس سے کچھ نہیں کھایا جا سکا، بھابی برتن سمیٹ کر کچن میں لا کر رکھ رہی تھیں، وہ وہیں رخ پھیرے کھڑی دھوتی رہی، ان کے منع کرنے کے باوجود، اسے حالات سے فرار چاہیے تھا، جو اسی صورت ممکن تھا، مگر نہیں جانتی تھی، اس کی ہزار پردہ داری کے باوجود گھر میں موجود تین تین جہاندیدہ خواتین ان کے بیچ موجود سرد مہری کو محسوس کر چکی ہیں، پرنیاں کا معاملہ الگ تھا، وہ عدن کی مصروفیات میں کھوئی رہتی تھی، دن بھر گرد و پیش کا ہوش اسے کم ہی رہتا تھا، رہی سہی کسر معاذ پوری کیے رکھتا، وہ جتنی دیر گھر ہوتا اس کی خواہش ہوتی پرنیاں بس اسی پہ توجہ دے، وہ اس کی عدم توجہی نہیں سہہ سکتا

تھا، اگر کبھی بھولے سے بھی پرنیاں اس توجہ میں معمولی غفلت کرتی تو اگلے کئی دنوں کو وہ اپنا موڈ اس سے خراب کر کے اس کے حواس چھین لیا کرتا تھا، مما کی خود کوشش ہوتی، معاذ کی موجودگی میں عدن کو زیادہ تر خود اپنے پاس رکھیں، جہاں تک ژالے کی بات تھی تو زینب کو یقین تھا وہ بھی مما کی طرح اس بات سے انجان نہیں رہی ہے، اسے سب سے زیادہ خفت ژالے کے سامنے ہی محسوس ہوتی تھی، آنکھوں کی نمی پونچھ کر اس نے یاسیت آمیز سانس کھینچتے اس نے نل بند کر کے ہاتھ خشک کیے اور دودھ نکال کر فریج بند کی اور دودھ گرم ہونے کو چولہے پہ رکھ دیا، فاطمہ زیادہ تر ژالے اور جہان کے پاس ہی ہوا کرتی تھی، اس سے جتنا بھی خفا تھا وہ، مگر فاطمہ سے ذرا سی بھی غفلت نہیں برت سکا تھا جہان، زینب کی تقویت کا سب سے بڑا باعث یہی محبت تھی جہان کی، وہ رخ پھیرے سنک پہ فیڈر دھو رہی تھی، جب جہان اپنے دھیان میں اندر آیا تھا اور آگے بڑھ کر فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالتے اسے دیکھے بنا بولا۔

''ایک کپ چائے بنا کر دو مجھے ژالے!'' زینب نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا، اسی پل جہان کی نگاہ بھی اٹھی تھی، نگاہوں کا یہ تصادم زینب کے لئے تباہ کن تھا تو جہان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا، خوب صورت پرنٹ کے پنک کلرز کے لباس میں دوپٹہ شانوں پہ سلیقے سے پھیلائے وہ گلاب کے پھول جیسے روئی روئی آنکھوں والی لڑکی اتنی اٹریکشن اپنے اندر ضرور رکھتی تھی کہ جہان تمام تر ناراضگی کے باوجود اپنا دل اس کی جانب کھنچتا محسوس کرنے لگا، مگر یہ لمحاتی کیفیت تھی، اگلے لمحے وہ سر جھٹک چکا تھا۔

''رکیں جے! میں بنا رہی ہوں چائے۔'' اسے تیزی سے کچن سے باہر جاتے پا کر زینب سرعت سے پکاری تھی، جہان کے قدم ٹھٹکے اور چہرے کے عضلات تن گئے تھے۔

''آپ کو اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔'' اسے دیکھے بغیر وہ درشتی سے کہہ گیا، لہجے میں بے پناہ تلخی تھی، زینب کو اس کا رویہ اب ابھی تکلیف تو دیتا تھا، مگر وہ اب اس کی عادی بھی ہوتی جا رہی تھی۔

''مگر آپ تو کہہ رہے تھے......''

''تمہیں نہیں کہا تھا۔'' جہان کا لہجہ تنک بھی تھا اور جتلاتا ہوا بھی، اسے اس کی حیثیت، اس کا مقام، زینب کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔

''آپ مجھے معاف نہیں کریں گے جے تو مر جاؤں گی میں، آپ کا یہ رویہ زہر قاتل ہے میرے لئے۔'' وہ سسکی دبا کر جیسے منت کے انداز میں بولی تھی، جہان بے حس بنا کھڑا رہا۔

''میرا اعتبار کر لیں جے! میرے ہر رویئے کے پیچھے آپ کو کھونے کا خوف لاحق تھا اور بس...... اس کے باوجود مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے آپ سے سب چھپایا، اس نے مجھے ٹریپ ہی اس طرح کیا تھا کہ......'' اسے تھم جانا پڑا، دودھ ابل کر کیتلی کے کناروں سے باہر آ رہا تھا، وہ ایکدم گھبرا گئی، بجائے برنر آف کرنے کے اس نے تیزی سے حرکت میں آتے کیتلی کو اٹھانے کی کوشش کی تھی، یہ اس کی غیر حاضر دماغی اضطراب کا واضح ثبوت تھا، نتیجہ ظاہر تھا، اس کے حلق سے

پہلی دبی ہوئی چیخ پھر کرب آمیز کراہیں نکلی تھیں، تڑپ اٹھنے کے انداز میں یکدم پیچھے ہاتھ کھینچ لینے کے باوجود تپش اپنا اثر دکھا چکی تھی، اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے متاثرہ ہاتھوں کو دیکھا، گلابی پوریں ایکدم سرخ ہو رہی تھیں، ان سے اٹھنے والا جلن کا کرب آمیز احساس اس کے پورے وجود میں پھیلتا جا رہا تھا، ٹپ ٹپ کتنے آنسو بے اختیار ہو کر برسے تھے، مگر اس کی توجہ کا مرکز نہ متاثرہ ہاتھ تھے نہ یہ آنسو، وہ کانپتے ہونٹوں اشکبار آنکھوں سے جہاں کو تک رہی تھی، جو دروازے کے پاس کھڑا ساکن نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر وہیں سے پلٹ کر باہر چلا گیا، زینب جیسے سکتے میں آ گئی، اسے یقین ہی آ کر نہیں دیتا تھا کہ جہاں اسے ایسے تکلیف میں چھوڑ کر بھی جا سکتا ہے، وہ بھی اتنی بے اعتنائی سے، اس کے آنسوؤں میں جیسے یکدم بہت شدت آ گئی تھی، کوئی لاوہ تھا جو پھوٹ پڑا تھا اور تھمنے کے امکان نہیں تھے، اسے مما کی بات یاد آئی، جو انہوں نے اس کے اور جہان کے بیچ موجود سرد مہری کو محسوس کرنے کے بعد اسے سمجھانے کو کہی تھی۔

''ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا زینی بیٹا! مرد کتنا ہی چاہنے والا کیوں نہ ہو، مگر اس کا دل آسمان کی طرح وسیع ہوتا ہے جس میں ایک وقت میں بہت سے چاند سما سکتے ہیں، عورت کے لئے اس کی محبت چاند کی مانند ہی ہوتی ہے، دیکھنے میں بہت تیز چمکدار خیرہ کن مگر بڑھنے گھٹنے والی، اسے کبھی غلط رویوں کے سورج کے مقابل نہیں لے کر آنا، ورنہ یہ گھٹ جائے گی اور ہمیشہ کے لئے اس پہ گرہن لگ جائے گا اور اگر مرد کی محبت پہ گرہن آ جائے تو کبھی یہ محبت ویسی اجلی بے غرض اور چمک دار نہیں رہتی، اس کا دامن تنگ سے تنگ پڑتا چلا جاتا ہے، اتنا تنگ کہ پھر عورت کا دم گھٹنے لگتا ہے، مرد محبت میں اس بچے کی طرح ہوتا ہے جو اپنی ماں کی محبت اور توجہ کا بار بار خواہاں رہتا ہے اور ویسے بھی، اظہار تو بارش کی طرح ہوتا ہے، اسے محبت کے پودے کی تازگی اور نمو کے لئے بھی کبھی کبھی ہلکے ہلکے برستے رہنا چاہیے، تم سمجھ رہی ہو ناں میری بات......؟'' اس کی خاموشی کو محسوس کرتے انہوں نے اسے ٹوک کر پوچھا تھا، وہ محض سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

''جہان بیٹا ماشاء اللہ سے بہت سمجھ دار ہیں، انہیں اگر آپ سے کوئی شکایت ہے تو مجھے پورا یقین ہے، ہرگز بے جا نہیں ہو گی، آپ کو اپنی اس غلطی کو سدھارنا چاہیے اور اگر وجہ ژالے ہے تو بیٹے اس بچی کا خود پہ احسان اور نیکی کو کبھی فراموش نہ کرنا آپ۔'' زینب یاسیت سے مسکرا دی تھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے مما! مجھے ژالے سے کوئی شکایت نہیں، میں اس کا احسان بھی کبھی فراموش نہیں کروں گی اللہ نے چاہا تو۔'' اس کا لہجہ مدھم تھا، افسردگی سے لبریز۔

''بجو......!'' ماریہ کی آواز پہ اس نے آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھائیں، وہ اس کے پاس کھڑی تھی۔

''ہاتھ کیسے جل گیا آپ کا؟ جہان بھائی نے یہ مرہم بھیجا ہے، لائیں لگا دوں۔'' زینب کے وجود کے ساتھ جیسے روح پہ بھی غضب کی جلن اتر آئی، جہان کی یہ ہمدردی سے مزید اذیت سے دوچار کر گئی تھی۔

''لے جاؤ یہاں سے، مجھے ضرورت نہیں ہے، نہ ان کی بھیجی دواؤں کی نہ ان کی ہمدردی

کی۔" بھراہٹ زدہ آواز میں کیسی وہ رخ پھیر کر کھڑی ہوگئی کہ، کے ہوتے آنسوؤں پھر ابل پڑے تھے۔

"مگر بجو......!"

"پلیز ماریہ! چلی جاؤ یہاں سے۔" وہ اتنی عاجزی سے بولی تھی کہ ماریہ کچھ دیر بے بس لاچار نظروں سے اسے دیکھتی رہنے کے بعد ڈھیلے قدموں سے پلٹ گئی تھی، زینب پھر اکیلی رہ گئی تھی، اپنے دکھوں اپنی وحشتوں کے ہمراہ۔

☆☆☆

کتنی چاہت چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو کہ مجھ کو پیار نہیں
تم جو آتے ہو میری دنیا میں
اب کسی کا بھی انتظار نہیں

زیاد کی فرمائش پہ معاذ گانا سنا رہا تھا، کورم پورا تھا، بس اک زینب کی کمی تھی، اسے بھی پرنیاں زبردستی کھینچ کھانچ کر لائی اور صوفے پہ جہان کے مقابل دھکیل دیا، وہ سنبھلے بنا جہاں سے ٹکرائی تھی، کاندھے سے کاندھا گھٹنے سے گھٹنا ٹکرا گیا، وہ اپنی جگہ سے ہل کر رہ گیا تھا، مگر اسے نہیں دیکھا، گود میں فاطمہ تھی، دوسری جانب ڈالے وہ اس کے علاوہ ہر جانب متوجہ تھا، زینب جس حد تک کنفیوژ ہوئی، جہان اسی قدر بے تاثر نظر آ رہا تھا، زینب نے اس کی بے نیازی کو محسوس کیا اور دل کو خون ہوتا دیکھتی رہی۔

وہ اسے دیکھتی رہی، دیکھتی رہی، اس خواہش اس ضد میں کہ جہان بھی اسے دیکھے، مگر جہان بے خبر تھا، لاتعلق تھا، لاتعلق رہا، اس کی خواہش حسرت میں ڈھلی، ضد ہارتی چلی گئی، آنکھیں آنسوؤں سے دھندلائی تھیں تو جہان کا خوبرو چہرہ اپنا تاثر کھونے لگا، اس نے ہونٹ کاٹے اور نظر جھکا دی، اب وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو کھوج رہی تھی۔

چاند تاروں کی سہانی راتیں
کیسے بھولوں وہ ملاقاتیں
کتنی دلکش ہیں کتنی پیاری ہیں
یاد آتی ہیں تمہاری آنکھیں
دل کی شمع جلائے بیٹھا ہوں
اب تو خود پہ بھی اختیار نہیں
کتنی چاہت چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

معاذ نے گانا ختم کیا، پھر حسان کو دیکھ کر تائیدی انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر مسکرانے لگا۔

"ہے نا جے!" جہان نے جواباً بے نیازی سے کاندھے اچکا دیئے۔

"کیا مطلب ہے مجھے کیا پتا؟ یہ تمہاری کیفیت بیان کی ہے میں نے، تمہیں نہیں لگتا کوئی منتظر ہے؟" معاذ کی نگاہ لمحہ بھر کو زینب کے گم صم انداز پہ ٹھہری تھی اور جہان کو غصے سے گھورا، جہان پہلے چونکا، پھر کسی قدر خائف ہوتا آنکھ سے اسے کچھ اشارہ کرنے لگا، جسے خاطر میں لائے بغیر معاذ نے نخوت سے نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا تھا، جہان نے اک نظر زینب کے ساکن وجود کو دیکھا تھا پھر گود میں موجود ہمکتی ہوئی فاطمہ کو ڈالے کے حوالے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم اٹھو...... مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ اس کے سر پہ سوار ہوا۔

"پھر بھی کر لینا یار!" معاذ زینب کی جانب سے تشویش کا شکار ہو چکا تھا، جبھی دامن بچایا، مگر جہان اس کے انکار کو خاطر میں لائے بغیر ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا تھا۔

"اُفوہ...... کیا ہو گیا ہے تمہیں جے؟" جہان کی اس زبردستی پہ معاذ چلبلا سا گیا تھا۔

"اندر کیا فضول حرکتیں کر رہے تھے تم؟" جہان کے آنکھیں نکالنے پہ معاذ نے حیرانی کا تاثر ضروری خیال کرتے آنکھیں پھیلا لیں۔

"یہ کس قسم کا الزام ہے؟ میں اپنی بیوی سے دس فٹ کے فاصلے پہ تھا، گواہ ہے تو بھی، اتنی دوری سے رومانس۔"

"شٹ اپ معاذ......!" وہ دھاڑا تھا، پھر اس کی گردن اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچ لی۔

"اندر کیا بک بک کر رہے تھے؟" معاذ جان بوجھ کر پھڑ پھڑانے لگا۔

"کوئی ہے؟ ارے یہ مارنے لگا ہے مجھے...... خدارا بچاؤ۔" اس کی اداکاری کمال تھی، جہان نے جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتے اسے زور سے دور دھکیل دیا۔

"مجھے صاف لگ رہا ہے تم زینب کے ساتھ مس بی ہیو کر رہے ہو، تم نے شاید غور سے نہیں دیکھا اسے...... ہر گزرتا دن اسے کھلاتا جا رہا ہے، ویسے بھی اب کیا تکلیف ہے تمہیں؟ دیکھو جے...... اگر تم نے نہ بتایا اسے تو میں خود کھول دوں گا تمہارے سارے بھید، یہ بھی کہ جو اس کی شادی کی رات تمہاری حالت ہوئی تھی۔" معاذ کی اعلیٰ پائے کی معلومات پہ جہان یکدم ساکن ہو کر رہ گیا تھا، پھر اسے گھورا۔

"اتنی دھاندلی......؟" اس نے معاذ کو زوردار گھونسہ دے مارا۔

"دھاندلی تم کر رہے ہو۔" معاذ فوراً لال پیلا ہونے لگا، جہان کے اندر تھکن بسیرا کرنے لگی۔

"تم نہیں سمجھتے معاذ کیا کچھ ہو رہا ہے میرے ساتھ۔" اس کی آنکھیں کرب سے بوجھل ہو رہی تھیں، اس پل وہ کتنا مضطرب اور لاچار نظر آ رہا تھا، نڈھال تھکا ہوا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، ایک بار زینب کو یقین دلا دے کہ تو اسی سے محبت کرتا رہا ہے۔" معاذ نے گویا راستہ دکھایا تھا، جہان نے سرخ ہو کر دہکتی آنکھوں سے اک نظر اسے دیکھا۔

"بتا چکا، مگر یقین دلانا میرے بس کی بات تو نہیں۔" جہان نے سرد آہ بھری تھی، معاذ ششدر سا ہونے لگا۔

''یہ بھی...... کہ وہ ڈائری تو اسی کے لئے لکھتا تھا؟ اور وہ تصویر......؟'' معاذ کی آنکھوں میں سوال اتر رہے تھے۔

''ان سب کی اہمیت خود بخود صفر ہو جاتی ہے معاذ!'' جہان بے دلی سے کہہ کر سگریٹ سلگانے لگا۔

زینب کی حماقتوں کی داستان اتنی طویل اور فضول تھی کہ اس کے بھائی ہونے کے ناطے معاذ سے شیئر بھی نہیں کی جا سکتی تھی، معاذ نے اب کی بار ٹھٹک کر اسے دیکھا، اس کے ہر انداز سے اتنی تھکن اور بے زاری چھلکتی تھی جو ہرگز نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔

''کیوں ضرورت نہیں ہے بے! پہلے نہ سہی مگر اس بات کا اس کے علم میں ہونا بہت بہتر کر سکتا ہے تمہارے تعلقات کو۔'' اب کے جہان نے جواب نہیں دیا، البتہ اس کے ہونٹوں کی تراش میں ایسی مسکان اتری تھی جس میں خود اذیتی کا رنگ بہت گہرا تھا، معاذ کے واپس کمرے میں چلے جانے کے بعد بھی وہ وہیں کھڑا رہا تھا، زینب کے متعلق اس کا دل آج کل بہت زیادہ غصیلا ہو رہا تھا، کسی ضدی ہٹ دھرم بچے کی مانند...... زینب کے وہ الفاظ اس کی روح پہ تازیانوں کی مانند ضرب کاری کرتے تھے۔

وہ اس سے محبت نہیں کرتی، وہ اس سے کبھی بھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، وہ اس تعلق کو مزید قائم نہیں رکھ سکتی تھی، ان کے بیچ اور کچھ نہ بھی رہا ہو، ان کے بیچ عزت اور بھرم ہمیشہ رہا تھا، یا پھر جہان نے کبھی اپنی کوششوں سے، اپنے ظرف سے اسے بحال رکھا تھا، ٹوٹنے نہیں دیا تھا، پھر زینب نے اس عزت کی دھجیاں کیوں بکھیری تھیں؟ وہ جتنا سوچتا اسی قدر ٹوٹتا چلا جاتا۔

وہ اتنی صاف گو کیوں ہوئی تھی کہ جہان کی مردانگی اس کی عزت نفس کا بھی خیال نہ رکھ سکی، وہ اتنا حقیر کیوں سمجھتی تھی اسے کہ پاؤں کی ٹھوکر سے اس کا اپنی زندگی میں مقام متعین کرتی تھی، وہ انسان تھا، فرشتہ نہیں، پھر کیسے اتنی ذلت سہہ جاتا، کیوں بھلا بار بار اسے موقع دیتا کہ وہ اس کے جذبات سے کھیلتی رہے، اب وہ اسے کیوں منالی تھیں؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

اگر وہ ڈر رہی تھی کہ اس کا بھید کھول دوں گا تو بے جا تھا اس کا ڈر، ہاں البتہ وہ اسے اب چھوڑ نہیں سکتا تھا، اس میں صرف خاندان کی ذلت نہیں تھی، وہ سب سے بھی دور پڑ جاتا، نکاح کو کھیل سمجھنے والوں میں شمار ہونا گوارا نہیں تھا اسے، حلالہ یہ تھوڑی تھا جو زینب سمجھ رہی تھی یا جو زینب کو تیمور نے سمجھا دیا تھا، حلالہ کی اصل حقیقت جو اللہ نے قرآن حکیم میں واضح فرمائی ہے یہی ہے کہ کسی بھی وجہ سے اگر مرد عورت میں طلاق ہو جائے اور عورت اپنی مرضی اور خوشی سے دوسرا نکاح گھر بسانے کی نیت سے دوسرے مرد سے کر لے، پھر اگر کسی وجہ سے شادی ختم ہو جائے یا شوہر کا انتقال ہو جائے اور پہلا شوہر نیک نیتی سے سابقہ بیوی کو عقد میں لینا چاہے اور عورت کی بھی رضا مندی شامل ہو تو یہ جائز صورت ہے، یعنی یہ خود بخود حلالہ ہو گیا، نہ کہ آج کل جو لوگوں کے ذہنوں میں تصور قائم ہو گیا تھا، میاں بیوی لڑائی جھگڑے میں جذباتیت میں آ کر طلاق دے اور پھر پچھتاوے کا شکار ہوتے بیوی کو کسی اور مرد سے نکاح پہ مجبور کرے، بیوی بھی اس کا ساتھ دے اور جس مرد کو

اس کھیل میں شامل کیا گیا، اگر وہ انجان ہے تو اسے دھوکہ دیا، یہ الگ گناہ، اگر وہ انجان نہیں اور اس کھیل میں دانستہ شامل ہوا ہے تو اس پہ اللہ کا غضب ویسا ہی ہے جیسا ان مرد عورت پہ جو دوبارہ ایک ہونے کو نکاح کو مذاق سمجھتے ہوئے ایسا کرتے ہیں یہ ہرگز حلالہ کی جائز صورت نہیں ہے۔

جہان یہ سب جانتے بوجھتے بھلا ایسا غلط کام کیوں کر سکتا تھا، کسی بھی صورت ممکن نہیں تھا، زینب سے اگر وہ خفا تھا، تو اس کا حق بھی محفوظ رکھتا تھا وہ، زینب دھوکے دہی کی مرتکب ہوئی تھی اور ایسی عورتوں کے لئے قرآن میں رب کا حکم ہے'' کہ انہیں مارو اگر یہ باز نہ آئیں تو خواب گاہوں میں ان سے الگ ہو جاؤ۔''

جہان زینب کو نصیحت کرنا چاہتا تھا، سبق سکھانا چاہتا تھا، اس کے باوجود وہ اس کی ہدایت کے لئے بھی رب سے دعا گو تھا، یہ سب تھا، اس کے باوجود اس میں شک نہیں تھی کہ وہ لڑکی اپنی تمام تر حماقتوں کے باوجود اسے عزیز تھی۔

لاؤنج میں محفل ابھی بھی عروج پہ تھی، مگر وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے کمرے میں آ گیا، اس کا دل اتنا بجھا ہوا رہتا تھا کہ کہیں نہیں بہلتا تھا، ژالے اسے نہ پا کر ہی ڈھونڈتی ہوئی کمرے میں آ گئی تھی۔

''طبیعت ٹھیک ہے ناں آپ کی شاہ!'' سگریٹ کے کش لیتا گریبان کے سارے بٹن کھولے گم صم جہان اسے ہرگز بھی نارمل نہیں لگا تھا، جہان نے چونکتے ہوئے سرخ نظروں سے اسے دیکھا اور سگریٹ ایش ٹرے میں اچھال دی۔

''ژالے یہ دروازہ بند کر دو اور لائٹ بھی، مجھے آرام کرنا ہے۔'' اس نے شرٹ اتار کر پھینکتے ہوئے کہا، اس کا لہجہ ہنوز بھینچا ہوا تھا۔

''شاہ......! آپ پریشان ہیں؟'' ژالے اس کے نزدیک آ گئی تھی، وہ ایسی بیوی تھی جو اپنے ساتھی کی ہر جنبش سے اس کے مزاج کی کیفیت کو پرکھ لیتی ہے، یہ اضطراب وہ بہت دنوں سے محسوس کر رہی تھی، مگر دانستہ پوچھا نہیں تھا، وجہ زینب تھی وہ جانتی تھی اور زینب کے معاملے میں وہ بہت محتاط رویہ اختیار کرتی تھی، وجہ یہ نہیں تھی اسے زینب کا خیال نہ تھا، ہاں وہ یہ ضرور سوچتی تھی، اس کی کسی بھی حرکت سے زینب کا معمولی سا بھی نقصان کا باعث نہ بن جائے۔

''نہیں ٹھیک ہوں، تم اگر سب کے پاس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔'' جہان نے اسے مطمئن کرنے کو دانستہ لہجے کو نارمل کیا، ژالے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر آہستگی سے اس کے پہلو میں ٹک گئی، اسے اپنا گریز اٹھانا پڑا، اس کا خیال تھا اب اسے بات کرنی چاہیے تھی، زینب اور جہان کا معاملہ بہت سنجیدہ نوعیت اختیار کر رہا تھا، یہی نہیں چاہتی تھی وہ۔

''نہیں میں آپ کے پاس زیادہ ریلیکس رہتی ہوں۔'' ژالے نے دانستہ مسکرا کر اسے دیکھا، جتنی بڑی بات وہ کرنے جا رہی تھی، اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے جہان کا موڈ بحال کرتی، جہان نے گردن موڑ کر اسے نرم لو دیتی نظروں سے اسے دیکھا، پھر ہاتھ بڑھا کر اسے بازو کے حصار میں لے کر خود سے نزدیک کر لیا۔

''انشاء اللہ تم ہمیشہ میرے نزدیک رہو گی اور ریلیکس بھی۔'' وہ اس کی پیشانی چوم کر نرمی سے کہہ گیا، ژالے کے اندر جنموں کا سکون اترنے لگا، کچھ کہے بغیر اس نے اپنا سر جہان کے کاندھے سے لگا دیا تھا۔

''آپ زینی آپی کے پاس کیوں نہیں جا رہے ہیں شاہ! کوئی جھگڑا تو نہیں ہو گیا خدانخواستہ؟'' اس نے بالآخر بات کا آغاز کر دیا تھا، چاہے جتنا بھی ڈرتے ہوئے کیا، اس کے بالوں میں سرسراتی جہان کے ہاتھ کی انگلیاں یکدم ساکن ہو کر رہ گئیں، وہ کچھ نہیں بولا تھا، البتہ ہونٹ باہم بھینچ لئے تھے، ژالے نے اس خاموشی کو اس خاموشی کے کرب کو بہت دل سے محسوس کیا اور اپنا ہاتھ اس کے گال پہ رکھ دیا۔

''شاہ......!''

''پلیز ژالے! اس ٹاپک کو کلوز کرو، وجہ پوچھنے کی ضد لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' جہان کے لہجے میں واضح بے زاری و ناگواری تھی، ژالے کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تو دل دھک دھک کرنے لگا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور الجھی نظروں سے اسے دیکھا۔

''شاہ پلیز! بیشک وجہ نہ بتائیں مجھے مگر اس ناراضگی کو ختم ضرور کر دیں، یہ بالکل مناسب نہیں ہے، خود سوچیں اگر یہ میں فیل کر چکی ہوں تو گھر کے باقی افراد نے بھی کیا ہے، آپ کی اپنی پوزیشن بھی خراب ہو رہی ہے، زینی آپی کو بھی جانے کتنے مرحلوں پہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو گا اور......''

''ژالے! ہمدردی کے اس احساس کو یہیں پہ دبا دو، فی الحال میں کچھ سننا نہیں چاہتا، یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ محترمہ زینب کے بھی مجھ پہ حقوق ہیں، بلکہ میں تم سے بہتر انداز میں ہی جانتا ہوں اور مزید یہ کہ مجھے یہ بھی پتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں۔'' وہ کچھ اس طور بھڑکا تھا کہ اسے جھڑکتا چلا گیا، ژالے تو ژالے دروازے کے باہر معاذ اور جہان کی آپس میں ہونے والی بات چیت سننے کے بعد اس سے اس سلسلے میں بات کرنے آئی زینب یہاں ژالے سے اس کی گفتگو سنتی زینب بھی دبک کر رہ گئی تھی، اگر اس انکشاف نے حیرت غیر یقینی کے بعد بے پایاں خوشی اور فخر کے احساس کو اجاگر کیا تھا تو اب جہان کی شدید ناراضگی کا احساس اس کی وحشت گھبراہٹ اور اضطراب کا بھی باعث بن گیا تھا، وہ اندر جانے کا ارادہ ترک کر کے وہیں سے پلٹ گئی تھی، تو دو شدید احساس اس کے ہمراہ تھے۔

جہان کے حوالے سے شدید دکھ اور افسردگی کا احساس، ژالے کی محبت اخلاص اور بے مثال اعلیٰ ظرفی کا احساس، اسے ژالے سے عقیدت محسوس ہو رہی تھی، تو جہان پہ بے پناہ غصہ بھی آ رہا تھا اور پیار بھی، اسے یقین تھا وہ جہان کو اب بہت آسانی سے منا لے گی، مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا زندگی نے حالات کا رخ اب کس جانب پلٹنا تھا۔

(جاری ہے)

ترے آخری جنوں کی دو

اُم مریم

یں قسط کا خلاصہ :

مسز آفریدی کو جہان کے نکاح کی خبر مشتعل کر دیتی ہے، شاہ ہاؤس میں آ کر وہ اچھا خاصا واویلا مچا کر ژالے کو ساتھ لے جانے پہ مصر ہوتی ہیں، مگر ژالے ان کی بجائے جہان کی طرف داری کر کے اپنی محبت اور وفا کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

آفس جاتے ہوئے معاذ کو نا معلوم افراد اغواء کر لیتے ہیں، یہ خبر پرنیاں کے ساتھ شاہ ہاؤس کے مکینوں پر بجلی بن کر گرنے والی ہے۔

انتالیسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

اس کی ساری اداسی جیسے بھاپ بن کر اڑ گئی تھی، اس کی جگہ سرخروئی کا محبت کا، تفاخر کا دلنشین انداز لے چکا تھا، اس کا دل چاہا جہان کے سامنے جائے، اس سے بہت سارا لڑے، آخر کیوں وہ اتنا کنجوس ثابت ہوا تھا اظہار کے معاملے میں، کہ اتنا نقصان کر ڈالا اس کا، اسی ایک جنونی طلب نے ریگستانوں کی خاک چھنوادی تھی، اسے بتائے وہ ہمیشہ سے اس کی منتظر تھی۔

اسے جہان کے علاوہ کسی سے محبت ہی نہ تھی۔

اسے جہان کے علاوہ اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

جہان اس کا جہان تھا، کل کائنات تھا۔

زندگی جینے کا سب سے خوبصورت احساس۔

تیمور تو اس کی سزا تھی، محض ناراضگی میں دی گئی، خود کو سزا۔

''کیا احساسات ہوں گے بھلا جہان کے؟'' اس نے سوچا، تصور کیا اور مسکرانے لگی۔

''آپ اظہار کے معاملے میں کنجوس تھے اور ہیں، شاید رہیں بھی، مگر جے اب میں خود پہ پابندیاں نہیں لگاؤں گی، ہرگز نہیں شرماؤں گی، بتا دوں گی آپ کو آپ کیا ہیں میرے لئے۔'' اس نے بستر پہ لیٹ کر خود سے عہد باندھا تھا اور یونہی مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔

☆☆☆

ابھی ضد نہ کر دل بے خبر
تیرے پاس ہجوم ستم گراں
ابھی کون تجھ سے وفا کرے
ابھی کس کو فرصتیں اس قدر
کہ سمیٹ کر تیری کرچیاں
تیرے حق میں خدا سے دعا کرے
ابھی ضد نہ کر دل بے خبر
ابھی غم گساروں کی چوٹ سہہ
ابھی کچھ نہ سن ابھی کچھ نہ کہہ
ابھی ہو سکے تو یہ سوچ لے
کہ تعلق اشک سے بیشتر
کہیں درد ہے تو ہوا کرے
کہیں چوٹ ہے تو کھلا کرے
ابھی ضد نہ کر دل بے خبر

لاؤنج کے صوفے پہ وہ بے خیال سی بیٹھی تھی، چہرے پہ تفکر کی اضطراب و الجھن کی لکیروں کا جال سا پھیلا ہوا تھا، گود میں سوئی فاطمہ کے منہ سے فیڈر کا نپل بار بار نکل جاتا، وہ ہر بار چونکتی اور فیڈر واپس اس کے منہ سے لگا دیتی، یہ بھی جیسے ایک معمول تھا، جسے وہ بغیر کسی احساس کے انجام

دے رہی تھی، سارا دھیان تو جہان میں اٹکا ہوا تھا، کتنے دن ہو گئے تھے جہان کو اس سے کلام کیے ہوئے بھی۔

وہ انگلیوں پہ شمار کرتی تو پوروں کی تعداد کم پڑنے لگی، ساتھ ہی ساتھ آنکھیں چھلک چھلک جاتیں، کیسے یقین کرتی وہ جہان کے بدلے ہوئے رویئے کا، اس کے بدلے ہوئے انداز کا، وہ اتنا خفا تھا کہ اس کی جانب دیکھنے کا بھی روادار نہیں رہا تھا جیسے۔

''اتنا بڑا جرم تھا میرا......؟'' وہ خود سے سوال کرتی تو دل خون ہونے لگتا، دل عجب متضاد کیفیات سے بوجھل ہوا جاتا، تمام تر صفائیوں کے باوجود جہان نے اگر اسے معاف نہیں کیا تھا تو پھر سچ یہی تھا، جو اس روز وہ اس پہ واضح کر چکا تھا، کیسے کیسے نہ اس دن مان اور زعم ریزہ ریزہ ہو کر بکھرا تھا، وہی مان اور زعم جو اسے جہان پہ ہمیشہ رہا تھا اور جو اس رات جہان و معاذ کی گفتگو میں ہونے والے اس وجود میں ہر سو خوشبو بکھیر دینے والے انکشاف پہ یکلخت اور زیادہ بڑھ گیا تھا، جبھی تو وہ جہان کے پچھلے کئی دنوں کے سرد مہر رویئے کو یکسر فراموش کیے اتنے اعتماد اس قدر یقین اور دھڑلے کے ساتھ کل اس کے کمرے میں اس وقت گئی تھی جب ثرالے کچن میں مصروف تھی، آہٹ پہ جہان جو بک ریک کے پاس کھڑا کوئی کتاب تلاش کرنے میں مصروف تھا، سرسری انداز میں گردن موڑی تھی، مگر ثرالے کی بجائے اسے روبرو پا کے اس کی صبیح پیشانی پہ ناگواری و برہمی کی شکنیں ابھر آئی تھیں، البتہ کچھ کہنے سے اس نے گریز برتا اور کچھ کہنے کی بجائے لاتعلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا، زینب اس کی خفگی کو محسوس کر کے ہی مسکرائی تھی اور ازلی اعتماد کے ساتھ چلتی آ کر اس کے پہلو میں کھڑی ہو گئی۔

''جے......!'' اس کے بازو پہ ہاتھ رکھ کے اس نے باقاعدہ اس کی توجہ حاصل کرنا چاہی، جہان نے اپنے بازو پہ رکھے اس کے ہاتھ کو صرف سرد نظروں سے دیکھا نہیں، اسی سرد مہری سے اس کا ہاتھ بھی ہٹا دیا تھا، اس کی جانب اٹھنے والی جو جہان کی نظریں تھیں، ان میں ایسی برفیلی بیگانگی سرد تغافل اور لاتعلقی تھی کہ زینب کے اعتماد میں یکلخت دراڑیں پڑنے لگی تھیں مگر وہ خود کو بروقت سنبھال گئی تھی اور بڑی ہمت سے مسکرائی۔

''آپ آخر کب تک خفا رہنا چاہتے ہیں مجھ سے جے......؟'' اپنائیت آمیز اس سوال نے جہان کے چہرے پہ تلخی ہونٹوں پہ زہر خند بکھیر دیا تھا، اس نے برہم و مشتعل انداز میں سر جھٹکا اور ہاتھ میں موجود کتاب بک ریک پہ پٹخ دی، اس کی خاموشی زینب کو مضطرب بیکل کر رہی تھی، جبھی اس کا بازو پکڑ کر آہستگی سے جھنجھوڑا۔

''بتائیں نا مجھے۔'' اس کے انداز میں بچوں کی سی ہٹیلی ضد اترنے لگی۔

''یہ فضول باتیں...... فضول سوال نہ کرو مجھ سے، ویسے بھی اگر ایسا نہ ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے تمہیں۔'' جہان کے لہجے کا طنز بھرپور تھا، زینب کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔

''کیوں فرق نہیں پڑتا۔'' وہ قدرے دھیمی پڑی، شاکی ہو کر رہ گئی۔

''مجھے اپنی اوقات جو تمہارے نزدیک ہے، بہت اچھی طرح معلوم ہو چکی، پھر ان فضول باتوں کا مقصد؟'' جہان نے یکدم سرد مہری اوڑھ لی تھی، زینب نے گہرا سانس بھرا۔

''اوقات نہیں اپنی اہمیت...... اگر آپ اپنی اہمیت جان لیں تو اچھی بات ہوگی اور جے میں آپ کو بتا چکی ہوں نا کہ میں نے وہ کام کیوں کیا تھا اور......''

''چپ ہو جاؤ زینب! اور پلیز جاؤ یہاں سے فی الحال۔'' جہان یکدم مشتعل نظر آنے لگا، اسے سختی سے ٹوکا اور پھٹ پڑنے کے انداز میں اسے جھڑکتے ہوئے بولا، مگر زینب نے جیسے اس کی بات کا برا نہ ماننے کی قسم کھائی تھی۔

''میں آپ کو منائے بغیر نہیں جاؤں گی۔'' زینب کے اس جواب پہ جہان کی آنکھوں میں تمسخر کا رنگ اتار رہا تھا۔

''ان فارمیلیز میں مت پڑیں زینب خاتون! اتنا تو تم بھی سمجھتی ہوگی کہ یہ سب چونچلے وہاں اچھے لگتے ہیں جہاں رشتوں میں محبت اور ضرورت ہو، ہمارے رشتے میں ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ ایک طرح سے پھنکارا تھا، زینب کی موجودگی اس کے ذہنی تناؤ کو بڑھا رہی تھی، وہ بے تحاشا اذیت کا خود ترسی کا شکار ہو رہا تھا، زینب اسے کچھ دیر یونہی دیکھتی رہی، پھر متاسفانہ سانس کھینچا۔

''آپ اب بھی مجھے نہیں بتانا چاہتے ہیں جے! کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں، مجھے بتایئے؟ اگر اس راز سے لالہ آگاہ ہو سکتے تھے، نوریہ اور گھر کے دیگر افراد جان سکتے تھے، تو مجھ سے صرف مجھ سے چھپانے میں کیا مصلحت تھی؟ کیا آپ کو نہیں لگا کبھی بھی کہ اس بات کو جاننے کا سب سے زیادہ حق ہی میرا تھا؟''

زینب کے اندر جتنا غصہ تھا، جس قدر دکھ سے وہ دوچار تھی، یہ استفسار بھی اس قدر شدید تھا، اس کا گریبان پکڑ کر اپنی عدالت میں گھسیٹتی ہوئی زینب جہان کو اپنے الفاظ کی سنگینی سے بھک سے اڑا چکی تھی، جہان نے پہلے غیر یقینی، پھر حیرت اور پھر تلخی سے بھرپور تاثرات کے ساتھ دیکھا تھا اسے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کہنا کیا چاہتی ہو؟'' اس نے زینب کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو خاطر میں لائے بغیر اپنا گریبان اس کے ہاتھ سے زور سے چھڑواتے اسے فاصلے پہ کھڑا کرتے بے حد برہم و مشتعل انداز میں استفسار کیا تھا، اس کی آنکھیں ایک دم دہک اٹھی تھیں، زینب کا استحقاق آمیز انداز اسے استحقاق سے بڑھ کر متکبرانہ لگا تھا، جبھی پسند نہیں آسکا، ویسے بھی اب ان کے تعلقات جس نہج پہ تھے وہاں یہ انکشاف ہرگز بھی مناسب نہیں تھا، اسے کیسے پسند آسکتا تھا، زینب کو اس کے اس انداز نے مزید تکلیف سے دوچار کیا تھا، وہ خود دو قدم مزید پیچھے ہٹ گئی۔

''آپ سے کل لالہ جو بات کر رہے تھے میں سن چکی ہوں وہ۔'' آنسو پونچھتی زینب کے لہجے میں بے حد دھیما پن اتر آیا، جہان کا رویہ اسے سراسر توہین آمیز محسوس ہو رہا تھا، وہ مان وہ زعم وہ اعتماد دھیرے دھیرے اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا جس کے ہمراہ وہ یہاں تک آئی تھی، اس کی جگہ خفت بھرے ذلت آمیز سبکی کے احساس نے لے لی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرتی جا رہی تھیں، جہان نے اس جواب پہ سر جھٹک دیا، گویا اہمیت نہیں دی۔

''ہاں...... یہ سچ ہے، مگر وہ پرانی بات تھی، میں معاذ کو جھٹلانا یا ہرٹ کرنا نہیں چاہتا تھا۔'' اس کا انداز ہنوز نخوت بھرا تھا، جواب ایسا ضرور تھا کہ زینب کی اوقات واضح کر دی گئی، زینب کی

آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، تضحیک اور رہانت کے شدید احساس کے ہمراہ وہ اگلے کئی لمحے حرکت نہیں کرسکی، بالکل ساکن گویا پتھرائی ہوئی کھڑی رہی۔

''یعنی...... آپ کا مطلب ہے جی......! وہ لڑکی جس سے آپ...... آپ ہمیشہ محبت کرتے تھے...... وہ...... وہ میں ہی تھی...... مگر...... مگر...... پھر آپ...... کی سوچ...... آپ...... کا دل بدل گیا اور......'' وہ اپنی بات نہیں مکمل کرسکی، گلے میں اتر جانے والے رنج وغم نے رقت نے اس کی آواز بھرادی تھی، اس کی چھلکتی آنکھوں میں جہان کا سراپا بہت تیزی سے دھندلاتا جارہا تھا۔

''کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟ وہ بھی اس صورت جبکہ ڈالے بہت نیک سیرت بہت فرمانبردار، بہت خوبصورت بھی ہے، پھر ایسا ممکن ہو نہیں ہوسکتا تھا؟'' جہان اس کی کیفیات سے بے خبر نہیں تھا، مگر اس پل دانستہ بے حسی کا مظاہرہ جانے کیوں کررہا تھا، زینب نے پوری شدت سے کانپتے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا، وہ آنسو روکنا چاہتی تھی مگر ابلتے ہوئے اس لاوے پہ اسے ہرگز اختیار نہیں تھا، وہ سرتاپا کانپتی ہوئی منہ پہ ہاتھ رکھے پلٹ کر اندھادھند بھاگی اور دروازے سے ٹکراتی اپنے لباس سے الجھتی کمرے سے نکل گئی تھی، اس کے بعد کیا بچا تھا بھلا اس کے پاس، صرف بے پائیگی، بے چارگی اور اپنی بہت واضح اوقات، وہ جتنا تڑپتی تھی، درد کی شدت اس قدر بڑھتی جاتی تھی، جتنا روتی تھی، غم اسی قدر سوا ہورہا تھا۔

(ہاں...... کوئی مضائقہ نہیں، ایسا ممکن بھی ہوسکتا ہے، جس زینب سے آپ نے محبت کی تھی ناں جی......! وہ ایک ان چھوئی لڑکی تھی، مگر اب جو آپ کے پلے باندھ دی گئی وہ مسلی ہوئی روندی ہوئی استعمال شدہ عورت ہے، فرق تو ہے، واضح فرق ہے، اس فرق کو میں نے خود کیوں نہ سمجھا؟ خود کیوں نہ جانا، آپ نے سمجھایا ہے تو اتنی تکلیف کیوں ہورہی ہے، سچائی سے کیسا فرار...... حقیقت سے کیسا گریز)۔

اب وہ ہر لمحہ خود کو یہ سمجھاتی تھی، یہ جتلاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ غم ڈھلتا نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ زخم سلتے نہ تھے، کم ازکم اسے جہان سے ایسی امید ایسی توقع نہیں تھی، وہ تو بہت اعلیٰ ظرف تھا، بہت الگ...... بہت خاص۔

یہ کیسا نقصان اس کے حصے میں آگیا تھا، ایسی نارسائی تو تب نہ تھی، جب اس نے اپنے دل کا حال چھپائے خود کو اسی ضد میں جہنم میں جھونک دیا تھا، کہ جہان نے اس سے اعتراف نہ کیا تھا، اقرار نہ کیا تھا، اظہار نہ کیا تھا۔

نقصان تو ہو چکا تھا، پھر یہ اتاؤلا پن چہ معنی دارد......؟ اب تو اسے سمجھ دار ہونا چاہیے تھا، عقل استعمال کرنی چاہیے تھی، اگر جہان کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ اس وقت اسے کیوں اتنی آسانی سے کسی کو سونپتا؟ انکشافات تھے، اذیتیں تھیں، دکھ تھے، سوچیں تھیں۔

اسے چپ لگ گئی تھی، کتنے دن وہ بول نہیں سکی تھی، اسے لگتا تھا وہ اب کبھی بول بھی نہیں سکے گی، کم ازکم جہان کے سامنے بالکل نہیں، وہ ہر اس جگہ سے بدکنے لگی تھی، جہاں جہان کی موجودگی کا احتمال بھی ہوتا، اسے لگتا تھا، جہان کا اب کے ہونے والا سامنا اسے ذلت کی ایسی اتھاہ میں اتارے گا، جہاں سے وہ کبھی نہیں نکل سکے گی۔

وہ یونہی ساکن بیٹھی تھی جب دروازہ زور سے کھلا، اس نے چونک کر مگر جلتی آنکھوں سے سامنے دیکھا، وہ پرنیاں تھی، منہ پھلائے ہوئے غصے سے بھری ہوئی آئی تھی، آتے ہی چادر اتار کر پھینکی اور خود کو صوفے پہ اس کے مقابل گرا دیا۔

''رجو...... رجو......! فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر لاؤ۔'' وہ زوردار آواز میں چلائی، زینب کی گود میں سوئی فاطمہ اس کی آواز سے کسمسانے لگی، زینب نے نرمی سے تھپکنا شروع کیا تھا۔

''پری......! تم پکڑو ناں عدن کو...... پانی میں لا کر دیتا ہوں تمہیں، میں کس لئے ہوں یار!'' اس پل معاذ عدن کو اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچا تھا، انداز منانے والا تھا، کسی حد تک لجاجت آمیز مگر پرنیاں اس پر الٹ پڑی تھی۔

''مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں آپ کو...... سمجھے ہیں؟'' وہ زور سے پھنکاری، معاذ بدک سا گیا اور خائف انداز میں اسے دیکھا۔

''یہ کیا بات ہوئی زوجہ! اتنی پابندی کیوں بھلا؟'' وہ دونوں ہی جیسے زینب کی موجودگی کو فراموش کیے ہوئے تھے، زینب مزید خاموش مزید گم صم نظر آنے لگی۔

''میں نے کہا ناں، زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے، پیچھے ہٹیں۔'' معاذ اس کے ساتھ صوفے پہ آ کر بیٹھا تو پرنیاں بدکی تھی، معاذ نے نچلا ہونٹ دبا کر مسکراہٹ ضبط کی۔

نا حق قبضہ نہ کیجئے خود پر
آپ اپنے نہیں ہمارے ہیں

معاذ نے بڑے دھڑلے سے اس کے گلے میں بازو حمائل کر کے استحقاق جتلایا تھا، پرنیاں نے خفت سے بھرپور نظروں سے زینب کو دیکھا اور شرم سے سرخ پڑتے ہوئے معاذ کو گھورتے زور سے پرے دھکیل دیا، زینب کی موجودگی میں معاذ کی اس حرکت نے اسے بہت پزل کر دیا۔

''شرم نہیں آتی ہے؟ زینب کا ہی کچھ خیال کر لیں۔'' وہ دبے ہوئے مگر بے حد تپے تپے انداز میں اسے سنا رہی تھی، معاذ ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے سر کھجانے لگا۔

''کیا کروں یار...... قسم لے لو جو مجھے تمہارے سامنے کچھ اور نظر آتا ہو۔'' وہ ایکدم رومینٹک ہونے لگا، پرنیاں نے خجالت آمیز تاثرات کے ساتھ اسے زور کا مکہ کاندھے پہ دے مارا تھا۔

''اٹھیں یہاں سے...... اور جائیں، آپ سے بعد میں نپٹوں گی۔'' پرنیاں نے اس سے عدن کو چھین لیا تھا، معاذ سرد آہ بھرتا ہوا اٹھا۔

''تمہارا موڈ آف تو نہیں ہے ناں جان من!'' وہ اٹھتے اٹھتے بھی اس کی آنکھوں میں جھانک کر شرارت سے بولا تھا، پرنیاں نے اب کی بار کچھ کہنے کی بجائے دونوں ہاتھوں سے اسے پرے دھکیل دیا۔

''فی الحال جائیں بعد میں بات کروں گی۔'' اس کے دانت کچکچا کر کہنے پہ معاذ آہیں بھرتا وہاں سے چلا گیا، تب پرنیاں زینب کی سمت متوجہ ہوئی تھی، جو اسے ہی دیکھ رہی تھی، مگر انداز میں بے خیالی اور غائب دماغی کا تاثر اتنا گہرا تھا کہ پرنیاں کو لگا وہ وہاں موجود ہو کر بھی یہاں نہیں

ہے۔

''ان کے ہمراہ باہر جانا بھی کسی آزمائش یا عذاب سے کم نہیں ہے، رنگ برنگی فیز ملتی ہیں اور چپکی جاتی ہیں، برداشت کی کوئی حد بھی ہوتی ہے آخر۔'' وہ ازخود اپنے موڈ کی خرابی کی وجہ بتلانے لگی، زینب کے ہونٹوں پہ بہت بجھی ہوئی مسکان بکھر گئی۔

''ایسے نہ کہا کرو پری، بہت خوش نصیب ہو تم کہ لالہ کی حقیقی اور پر خلوص محبتوں کی حقدار ٹھہری ہو، قدر کرتی رہو، کوئی پتا نہیں چلتا کب کوئی غلطی گرفت میں آ جاتی ہے اور سب کچھ چھین جاتا ہے۔'' زینب کی خاموشی ٹوٹ گئی تھی، پرنیاں کو اس کے الفاظ سے زیادہ اس کے لہجے کی حسرت و یاس کے ساتھ کرب آمیز بے مائیگی نے بے چین کیا تھا، وہ چاہنے کے باوجود فوری طور پہ کچھ کہنے کے قابل نہ ہو سکی۔

''اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے زینب کہ جہان بھائی بھی تم سے بہت محبت کرتے ہیں، پھر بھی تم اتنی اداس رہتی ہو؟'' خاصی تاخیر سے وہ بولی تو زینب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بھی کسی نوحے کی طرح ابھری تھی، آنکھوں میں مچلتی نمی پلکوں کی دہلیز پہ آن کر شبنمی موتیوں کی مانند اٹک گئی۔

''میں بھی یہی سمجھتی تھی، اس حماقت میں پڑی رہی، مگر ہر خواب کا تعلق سراب سے جا کر کیوں کر مل جاتا ہے اس پہ کبھی غور نہیں کیا اور خود کو اس غلط فہمی میں ضد میں دار پہ چڑھا دیا، یہ کیسی محبت تھی ان کی پری...... جس نے انہیں مجھ سے مدعا کہنے سے روکے رکھا؟ اب سوچنا یہ بھی ہے کہ وہ محبت بھی تھی؟''

کیسی تڑپ تھی اس کے لہجے میں انداز میں، چہرے پہ آنکھوں میں، پرنیاں مضطرب نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی، زینب ہونٹ کچلتی پلکیں جھپک جھپک کر آنسو اندر اتارتی رہی تھی۔

''ابھی تو مجھے معلوم ہوا ہے پری کہ کوئی بھی مرد اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہوتا کہ مطلقہ اور برتی ہوئی عورت کو اسی انداز میں قبول کر سکے، جیسے وہ ایک کنواری لڑکی کو کر لیتا ہے، جے کو اعلیٰ ظرفی کا یہ ثبوت فراہم کرنا ہی نہیں چاہیے تھا، دوسرے لفظوں میں گھر والوں پہ مجبوری میں بھی اس فرمانبرداری اور سعادت مندی کو ثابت نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' بے حد دکھ میں مبتلا ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتی وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بلک پڑی تھی، پرنیاں کی جان پہ بن کر آنے لگی، اسے چپ کراتے وہ ہلکان ہو رہی تھی۔

''پلیز زینی! خود کو سنبھالو، تم بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو، صاف لگتا ہے، کم از کم جہان بھائی ایسے بالکل بھی نہیں ہیں۔'' اس کے آنسو پونچھتے پرنیاں نے اسے سمجھانا چاہا تھا، زینب تھکے ماندے اور زخمی انداز میں مسکرانے لگی۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں پری کہ مجھے اب اس دلاسے کی بھی ضرورت ہے نہ حاجت۔'' اس کی آواز رقت آمیز تھی، پرنیاں کو گہرا دھچکا لگا، اس نے الجھ کر ٹھٹک کر زینب کو دیکھا۔

''کیا مطلب......؟ تمہیں کچھ کہا ہے جہان بھائی نے......؟'' وہ ششدر نظر آنے لگی۔

''ان باتوں کو چھوڑ دو پرنیاں! میں نے جان لیا ہے، میرے نصیب میں شوہر کی محبت اور توجہ نہیں لکھی گئی۔'' اس کے لہجے میں اس پل ٹوٹتے کانچ کی سی چھنک تھی، پرنیاں کو اس کا دکھ اپنے

دل میں شگاف ڈالتا ہوا محسوس ہوا، پرنیاں نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر دروازے کے باہر جہان کی جھلک دیکھ کر ہونٹ بھینچتے ہوئے ارادہ ملتوی کر دیا، جس وقت رات کے کھانے کے بعد وہ کچن میں رجو کے سر پہ کھڑی ہدایات دے رہی تھی، جہان کو چائے کی طلب وہاں کھینچ لائی تھی۔

''رجو تم پہلے چائے بنا دو بھائی کے لئے۔'' اس نے رجو کو حکم دیا تھا اور خو جہان کے پیچھے بھاگی جو واپس اپنے کمرے کا رخ کر چکا تھا۔

''میری بات سنیں جہان بھائی!'' وہ اس کے برابر پہنچ کر پھولے سانسوں سے بولی تو جہان جو قدرے حیران ہو چکا تھا، خود کو سنبھال کر نرمی و رسان سے مسکرایا۔

''جی...... حکم کیجئے......؟'' وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے ذرا سا خم ہوا، انداز میں کسی حد تک شرارت کا عنصر تھا، پرنیاں اسے بغور دیکھتی رہی، گویا وہ جتنا مطمئن نظر آتا ہے واقعی ہے بھی کیا واقعی زنیب کی سب باتیں بالکل ٹھیک ہیں، اس کا دل انوکھے خدشات سے بھر رہا تھا۔

''آپ اتنے ہی مطمئن ہیں بھائی جتنا اس وقت نظر آ رہے ہیں؟'' اس کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخی و چبھن سمیٹ لایا تھا، جہان کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہونے میں دیر نہیں لگی۔

''کیوں؟ آپ کو کوئی شک؟ ویسے خیریت، مجھے لگ رہا ہے، آپ کلاس لگا رہی ہیں میری۔'' اب وہ سنجیدہ تھا اور بہت سنبھل کر بات کر رہا تھا، پرنیاں نے دھیان سے اس کی سنجیدگی کو ملاحظہ کیا اور انجانے کرب کا شکار ہونے لگی۔

''آج دن میں میری اور زینب کی باتیں سن چکے ہیں ناں آپ......؟'' اپنی شاکی نظریں اس کے چہرے پہ جما کر پرنیاں نے کڑا استفسار کیا تھا، جہان جو اسے ہی دیکھ رہا تھا، بے اختیار نگاہ کا زاویہ بدل کر سنجیدگی سے دوسری جانب دیکھنے لگا۔

''جی...... مگر یہ محض ایک اتفاق تھا۔'' جہان نے نپا تلا محتاط قسم کا جواب اس سنجیدگی سے دیا جس کا وہ اب تک مظاہرہ کر رہا تھا، پرنیاں ایک دم ڈھیلی پڑ گئی، آنکھوں کا شکوہ جیسے گہرا ہوا تھا۔

''کیسے سنی تھیں مسئلہ یہ نہیں ہے بھائی! بات یہ ہے کہ آپ کو اگر علم ہو ہی چکا تھا تو آپ کو اس کا شکوہ یا غلط فہمی دور نہیں کرنی چاہیے تھی؟'' پرنیاں کا لہجہ و انداز جنوز تھا، بلکہ اس میں اب کے خفگی کا افسردگی کا تاثر بڑھا ہی تھا، جہان نے اب کے دانستہ جواب نہیں دیا، جیسے ہونٹ بھینچے دوسری جانب دیکھ رہا تھا، دیکھتا رہا، جبکہ پرنیاں ہنوز منتظر تھی، بے چینی، بے تابی اضطرار اس کی ہر ادا سے ظاہر تھا، معاً وہ بے حد تناؤں کی کیفیت میں آ کر پھر خود ہی بول پڑی تھی۔

''آپ کی اس خاموشی سے کیا مجھے خود کو یہ سمجھانا چاہیے کہ میں آپ کی ذاتیات میں دخل دے رہی ہوں جو کہ مجھے نہیں دینا چاہیے۔''

وہ جتنا تپی تھی، جس قدر دکھ کا شکار تھی، یہ اس کے الفاظ سے اس کے انداز سے ظاہر ہو گیا تھا، جہان بے ساختہ بوکھلا اٹھا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے بھابی پلیز۔'' اس نے احتجاجاً ٹوکا تھا، پرنیاں جواباً مضطربانہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی، پھر گہرا سانس بھرتے لجاجت سے کہہ گئی تھی۔

''اسے منا لیں پھر بھائی! ورنہ وہ خود کو کوئی نقصان پہنچائے گی مجھے ڈر ہے، مجھے یقین ہے

آپ ایسا کبھی نہیں چاہیں گے۔'' اس کا انداز رسانیت آمیز تھا، جہان ہونٹ سختی سے بھینچے ساکن کھڑا رہا۔

''محبت میں انا نہیں ہوتی ہے بھائی!'' نصیحت کر کے وہ خود آگے بڑھ گئی تھی، جہان کتنی دیر وہیں کھڑا اس کی اس آخری بات پہ غور کرتا رہا تھا۔

☆☆☆

مجھے چشم ناز سے مت گرا
میرے ہمسفر میرے ساتھیا
تیرے سارے عذر قبول ہیں
یہ محبتوں کے اصول ہیں
رہوں کب تلک تیری راہ میں
مجھے رکھ کے اپنی نگاہ میں
میری خواہشیں تیری چاہ میں
کسی گزرے وقت کی دھول میں
میری زندگی دھواں دھواں
تیرے ساتھ جاؤں کہاں کہاں
میری آرزوئیں خزاں خزاں
تیرے پاس پھول ہی پھول ہی
یہ محبتوں کے اصول ہیں
تجھے میری ذات پہ عزتیں
کہاں میں کہاں میری حسرتیں

بستر پہ گھٹنوں میں سر دیئے، وہ اب بھی رو ہی رہی تھی، فاطمہ کے جاگنے اور پھر رونے کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا، پھر ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا، بچی بھوکی تھی اور اس کا فیڈر خالی، وہ اسے اٹھائے کمرے سے باہر آ گئی، لاؤنج خالی تھا، رجو بھی نظر نہیں آ رہی تھی، اس نے فاطمہ کو وہیں صوفے پہ لٹا دیا، اسے اٹھا کر گود میں لے کر وہ کوئی کام نہیں کر سکتی تھی، اتنے ہاتھ پیر چلاتی تھی فاطمہ کہ کام ہونے کی بجائے بگڑ جایا کرتا تھا۔

جہان آفس سے لوٹا تھا، بیڈ روم سے فریش ہو کر نکلا تو فاطمہ کی روئی آواز پہ بے اختیار اس کے قدم لاؤنج کی جانب بڑھ آئے تھے، صوفے پہ بری طرح سے ہاتھ پیر چلا کر روتی فاطمہ کو اس نے حیرانی کی نگاہ سے دیکھا اور بے اختیار آگے بڑھ کر اس تک آیا اور جھک کر اسے بانہوں میں بھر کر کاندھے سے لگا کر تھپکا، بچی اس کا لمس پہچانتی تھی، جبھی اس سے چمٹ کر چند لمحے ہچکیاں بھرتے رہنے کے بعد پھر سے خاموش ہو کر غنودگی میں چلی گئی، جہان اسے ساتھ لگائے تھپکتا ہوا ہال کمرے میں آ گیا تھا، جہاں اس وقت سبھی موجود تھے۔

زینب فیڈر تیار کر کے واپس آئی تو خالی صوفہ دیکھ کر ایک پل کو حیران رہ گئی، اگلے لمحے وہ

تیزی سے پلٹی تھی تو چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں، ماریہ دروازے میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''فاطمہ کو ڈھونڈ رہی ہیں؟ خدانخواستہ وہ غائب نہیں ہوئی بلکہ جہان بھائی لے گئے ہیں اسے۔'' اس کے تاثرات پہ ہی محظوظ ہوتی وہ نرمی سے تسلی دے رہی تھی، زینب کے چہرے پہ جہان کا نام سنتے ہی تناؤ ابھر آیا۔

''جاؤ لے کر آؤ، بھوک لگ رہی ہے اسے۔'' اس کا لہجہ رکھائی سے بھرپور اور سرد پن لئے تھا، ماریہ البتہ اس کی کیفیت نہیں سمجھ سکی، سر اثبات میں ہلاتی پلٹ گئی تھی، زینب سے انتظار محال ہونے لگا تو خود اسی جھنجلاہٹ میں اس کے پیچھے آئی تھی، فاطمہ جہان کی گود سے ماریہ کے پاس آنے پہ آمادہ نہیں تھی، جہان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے ماریہ کو ہی ٹوکا تھا۔

''گڑیا آپ فاطمہ کا فیڈر یہاں لا دو، مائی ڈول ابھی پاپا کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔'' اس نے جھک کر فاطمہ کا گال چوما تھا، فاطمہ نے خوش ہو کر کلکاری ماری تھی اور جہان کے چہرے پہ ہاتھ مار مار کر کھیلنے لگی، مما اس کی محبت کا یہ مظاہرہ بہت مطمئن نظروں سے دیکھ رہی تھیں، مسکرا رہی تھیں، اب کے اندر کوئی ملال کوئی رنج نہیں تھا جیسے، جہان نے اس فیصلے کی بہتری کو ثابت کر کے دکھا دیا تھا اپنی سعادت مندی و فرمانبرداری کے ساتھ، اس پرسکون ماحول میں دراڑیں زینب کی آمد سے پڑی تھیں، جو دروازے میں کھڑی جہان کی بات سن چکی تھی اور گویا پورا وجود جیسے سلگ اٹھا تھا، وہ تلملا کر جیسے کانٹوں پہ چلتی آگے آئی تھی اور بغیر کسی لحاظ کے جہان سے فاطمہ کو نہایت جارحانہ انداز میں جھپٹ لیا تھا۔

''اگر آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو میری بیٹی سے بھی جھوٹی محبت جتلانے کی ضرورت نہیں، کل کو یہ بھی آپ کو اپنی غلطی لگے گی، اس سے بھی دستبردار ہو جائیں گے، مگر یہ اس محرومی کے ساتھ جینا نہیں چاہے گی، آج کے بعد اسے ہاتھ نہیں لگانا آپ نے...... سمجھے۔'' وہ بولی نہیں غرائی تھی جیسے، اس کا چہرہ سرخ تھا اور آنکھیں اشتعال آمیز انداز میں دہک رہی تھیں، غم و غصہ رنج ذہنی اذیت وحشت مل جل کر اسے ہسٹریک کر چکی تھی، وہ مکمل طور پہ حواسوں سے باہر لگ رہی تھی، جہان تو جہان، وہاں موجود ہر بڑے چھوٹے کو گویا سانپ سونگھ گیا، زینب سے اس بدلحاظی اس گستاخی اس انتہائی رویے کی توقع بھلا کس کو تھی، شدید خفت اور شرمندگی کے باعث جہان کی پیشانی تپ اٹھی، چہرہ گویا پسینوں میں ڈوبنے لگا، دھڑکنیں چیخنے لگیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے زینی...... بی ہیو یور سلیف۔''

سب سے پہلے معاذ کے حواس بحال ہوئے تھے، اس نے ایک منٹ میں زینب کو لتاڑ کر رکھ دیا تھا، اس کے خیال میں زینب کی بدتمیزی کی یہ حد تھی، انتہا تھی، اس سے جہان کے چہرے کی خفت نہیں دیکھی جا رہی تھی جو نظریں زمین پہ گاڑھے سکتہ زدہ نظر آ رہا تھا، بدستور، زینب نے جیسے معاذ کی بات سنی ہی نہیں، جیسے آندھی طوفان کی مانند آئی تھی ویسے ہی روتی بلکتی فاطمہ کو سینے سے چمٹائے پلٹ بھی گئی، مگر معاذ کی دھاڑ نما آواز پہ اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے۔

''وہیں رکو زینی! اور فاطمہ کو واپس جے کے پاس لاؤ، بات کرنے کا یہ کون سا انداز ہے، یہی تمیز سیکھی ہے آج تک تم نے؟'' اس کا سرد لہجہ اس قدر برافروختہ اور خوفناک تھا کہ زینب کا سارا

ہیجان ایک طرف اسے منجمد کر کے رکھ گیا تھا، اس نے تھرائے ہوئے مگر تلخ انداز میں پلٹ کر لہو رنگ آنکھوں سے معاذ کو دیکھا، جس کے چہرے پہ ہرگز کوئی گنجائش نہیں تھی اور ایسا تاثر ملتا تھا اگر وہ اس بات سے ذرا سا بھی انحراف کی جرأت دکھائے گی بغیر کسی لحاظ کے وہ اس کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دے گا، آنکھوں میں ایسا ہی غم و غصہ اور اشتعال تھا، وہ ساکن کھڑی باغیانہ سرکشانہ انداز میں اسے ٹکر ٹکر دیکھتی رہی، ایسے سرکشانہ انداز میں جس میں گہرا رنج و ملال بھی پایا جاتا تھا، معاذ کو البتہ اس کے تجاہل اور ڈھٹائی نے مزید آگ سی لگا دی تھی۔

''تم نے سنا نہیں؟ کیا کہہ رہا ہوں میں؟'' وہ پھر غرایا، ماحول پہ ہنوز وحشت آمیز سناٹا طاری تھا، بس ایک جہان کی آواز بھی بہت مدھم سی بہت بوجھل، جو وہ اسے بار بار جز بز ہوتا ٹوک رہا تھا جس پہ قطعی دھیان دیئے بنا معاذ صرف زینب کی جانب متوجہ تھا اور اسے ہی گھور رہا تھا، زینب نے اپنی پیشانی اس ذلت پہ جلتی محسوس کی، اس کا غم سے بوجھل دماغ کیسے دھوئیں سے بھرنے لگا، وجود میں غضب کی توڑ پھوڑ مچی ہوئی تھی، اندر سر پٹختی ہوئی وحشت جنون کی سمت بڑھنے لگی، اس نے اسی وحشت بھری نظروں سے وہاں موجود سب اپنوں کو دیکھا، ان کی بیگانگی و ناراضگی سے لبریز چہروں پہ اپنائیت و ہمدردی کی رمق ڈھونڈنی چاہی، کوئی ایک چہرہ بھی تو نہیں تھا، جو اس کا حمایتی نظر آتا ہو، ایک جہان تھا جو اس کے حق میں کچھ کہہ رہا تھا، مگر اس نے اس سے بڑھ کر چاپلوس منافق اور دوغلا پن انسان کوئی دوسرا نہیں دیکھا تھا، اسے تیمور سے نفرت تھی، مگر تیمور جو تھا وہ کھلا ہوا تھا، اس کی برائی بھی عیاں تھی، جہان تو چھپا ہوا تھا، اس کی برائی بھی عیاں نہیں تھی، وہ تیمور سے بڑھ کر اس کا دشمن ثابت ہوا تھا، بہت برے طریقے سے لوٹنے والا، اس سے سب چھین لینے والا، اس کے اپنے بھی، یہ اپنے جن کے چہروں پہ اس کے لئے نفرت تھی، جہان کے لئے اپنائیت بھی ہمدردی بھی، اس کا پیارا بھائی بھی، جو اب اسے مار ڈالنے پہ کمر بستہ تھا، اس کی وحشت دو چند ہوتی چلی گئی، اس نے خود سے چمٹائی ہوئی فاطمہ کو اس وحشت زدگی کی کیفیت میں خود سے الگ کیا پھر زور سے دور پٹخ دیا تھا۔

''یہ لو...... لے لو...... میری بدنصیبی نے...... مجھ سے میری باقی سب رشتے بھی تو چھین لئے ہیں، میری بیٹی بھی چھیننا چاہتے ہو، چھین لو۔'' وہ بلک کر پوری شدت سے بلند آواز میں روتی ہوئی چیخ کر کہتی پلٹ کر پاگلوں کی طرح باہر بھاگ گئی، ہال میں موت کا سا سناٹا اتر آیا، ہر کوئی اپنی جگہ پہ جیسے پتھر کا ہو گیا تھا، جبھی تو فلور کشن پہ گرنے والی فاطمہ کی جانب بھی فوری طور پہ کسی کا دھیان نہ جا سکا، جہان اس لمحاتی صدمے سے نکل کر سرعت سے فاطمہ تک آیا اور اٹھا کر اسے سینے سے بھینچ لیا تھا، جب تک وہ اسے بہلاتا چپ کراتا رہا تھا، تب تک کمرے میں موجود سارے نفوس اپنی اپنی جگہ پہ گم صم سکتہ زدہ بیٹھے رہے تھے، جہان نے بچی کو ژالے کے حوالے کیا اور خود لٹھے کی مانند سفید پڑ جانے والی مما کے پاس آ گیا تھا۔

''چچی جان!'' اس کا لہجہ اس کا انداز بے حد شرمسار قسم کا تھا، مما ملول لگرفتہ اور بے قرار نظر آئیں تھیں، شرمندگی و خفت الگ تھی، جہان نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ان کے ہاتھ نرمی سے تھام لیے، وہی کوئی وضاحت دینا چاہتا تھا کہ مما نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ سر کو نفی میں جنبش دینا شروع

کی تھی۔
''میں جانتی ہوں بیٹے! قصور آپ کا نہیں ہو سکتا، زینب ہی بہت جذباتی ہے، حالانکہ اب......'' جہان کو یہ اعتماد یہ بھروسہ یہ مان اور محبت جیسے عرق ندامت میں ڈبوتا چلا گیا۔
اسے پرنیاں کی شاکی نظروں میں چبھن بھی محسوس ہونے لگی، جو کچھ فاصلے پہ بالکل خاموش آ کر کھڑی ہو گئی تھی، وہ زینب کے پیچھے گئی تھی مگر مایوس لوٹ آئی تھی، زینب نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔
''چچی جان! پلیز سنبھالیں خود کو، سارا قصور زینب کا ہی نہیں ہے، لیکن وعدہ کرتا ہوں آپ سے، سب ٹھیک کر لوں گا انشاء اللہ۔'' وہ جتنا شرمندہ تھا، اس قدر مدھم لہجہ تھا اس کا، در پردہ گویا اس نے پرنیاں کو بھی عہد دیا تھا، ڈھارس دی تھی، وہ اس کی لمحہ بھر کو خود پہ اٹھتی نگاہ کو محسوس کرتی سرد آہ بھر کے رہ گئی۔
''آپ کا بڑا پن ہے بیٹے!'' مما کی آواز بھرا سی گئی، جہان سرخ چہرہ لئے اٹھ گیا، معاذ کب کا وہاں سے جا چکا تھا، ہر کوئی اپنی اپنی جگہ تفکر اور اضطراب کا شکار تھا۔

☆☆☆

تمہیں میں نے بتایا تھا
شکستہ پا نہیں دیکھو
شکستہ روح بھی ہوں میں
میری مفلوج ہاتھوں کو
حیات نو کا کوئی
اشارہ اب دکھانا مت
میری بے نور آنکھوں کو
نوید خواب الفت مت سنا دینا
بتایا تھا کہ مدت سے
میرے معذور پیروں نے
مجھے چلنے...... کسی کے ساتھ چلنے کی
اجازت تک نہیں دی ہے
میرے ٹوٹے بدن میں زندگی کا ایک بھی ذرہ نہیں باقی
تمہیں تو سب بتایا تھا
تمہیں ضد تھی
تمہیں ضد تھی میرے پیروں تلے پلکیں بچھاؤ گے
تمہیں ضد تھی کہ تم میری زخمی ہتھیلی پر
دھڑکتے دل کو رکھو گے
تمہیں ضد تھی کہ بجھتی روح پر تم

زندگی کی آگ رکھو گے
تمہاری ضد کے آگے ہار مانی
پھر سے ایک دم توڑتی امید کے دھاگوں سے زخموں کو سیا
خود کو تمہیں سونپا
مگر جواب کے ٹوٹا ہے
میرے ٹکڑوں کے ٹکڑے ہیں
کبھی بھی جڑ نہ پائیں گے
اگر یہ جڑ بھی جائیں تو
نہیں امکان کوئی کہ
کہ ان میں میری روح بھی ہوگی

اس نے کراہ کر آنکھیں کھولیں، جن میں بے تحاشا جلن تھی اور تکلیف کی شدت سے بے حال ہوتے سر پٹختا تھا، پرنیاں جو ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو کر اس کی پیشانی پہ رکھ رہی تھی، اس کی بے قراری کو محسوس کرتی اس کا چہرہ ہاتھوں میں نرمی سے تھام کر اس پہ جھکی۔

''زینی...... ! کیا ہوا ہے؟'' اس کی آواز بوجھل تھی، زینب نے آنکھیں بند کھولیں، اس کا درد سے پر پھٹتا ٹکڑے ہوتا جا رہا تھا، ذہنی ہیجان مایوسی درماندگی شدید غم کا شاخسانہ تھا یہ کہ وہ پچھلے دو دنوں سے ہی بخار میں پھنک رہی تھی، پرسوں جب اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا، پرنیاں دروازہ بجاتی اس کی منتیں کرتی ہار گئی تھی مگر زینب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، تو پرنیاں کے اندر کتنی پریشانی اترتی چلی گئی تھی، جہان پہ شاکی نگاہیں ڈالتی وہ معاذ کو وہاں موجود نہ پا کر پلٹ رہی تھی جب جہان اس کی ناراضگی کو محسوس کرتا خود اس کی جانب آ گیا تھا۔

''آئی ایم سوری۔'' محض ایک فقرہ کا ازالہ اور کسی کی زندگی داؤ پہ جا لگی تھی، اس کے رنج والم اور تاسف کا کوئی انت نہیں رہا، نگاہوں میں بے پناہ دکھ اتر آیا تھا۔

''کبھی ایک لمحہ کی تاخیر بھی انسان کو ہمیشہ کے نقصان سے دوچار کر جایا کرتی ہے بھائی! میں آپ کو اس کی ذہنی حالت کے متعلق بتا چکی تھی، اگر آپ نے غور کیا ہوتا تو شاید یہ سب نہ ہوتا، اب بھی وہ کمرے میں اپنے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے، کوئی اچھی امید نہیں ہے مجھے۔''

وہ جہان کو دہکتے الاؤ میں دھکیل کر خود آگے بڑھ گئی تھی، جہان جو پہلے ہی مجرمانہ احساس سے دوچار تھا خود کو عجیب سی گھبراہٹ میں مبتلا محسوس کرتا کچھ سمجھ نہ آنے پہ زینب کے کمرے کی جانب دوڑا تھا، دروازہ واقعی اندر سے لاک تھا، ناک گھمانے پہ اسے اندازہ ہو گیا تھا، اس کی گھبراہٹ بڑھی تھی اور دل بہت تیزی دھڑکنے لگا، دروازہ دھڑ دھڑاتے اس کے ہاتھوں کی جنبش میں وحشت سرسرائی تھی، چہرے پہ ایسا تاثر ملتا تھا، گویا پوری زندگی کی متاع داؤ پہ جا لگی ہو مگر اندر موت کا سناٹا خاموشی اور وحشت طاری تھی، کوئی آہٹ نہیں، کوئی احساس نہیں، تبھی مما بھی وہاں آ گئی تھیں، دونوں کی نظریں چار ہوئی تھیں، جہان کی نگاہوں میں بے تحاشا سرخی اور سراسیمگی تھی، مما کی آنکھیں آنسوؤں کے ساتھ خدشات سے پر تھیں۔

''زینی......! دروازہ کھولو بیٹے! دروازہ کھولو۔'' انہوں نے خود دروازہ اتنی زور دار آواز میں بجایا تھا، ساتھ ہی سسک کر بلک کر گویا التجا کرنے لگیں، مگر اندر صورتحال ہنوز تھی، دروازے کے باہر گھر کے افراد کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

بھابھی...... ژالے...... ماریہ...... نوریہ، حسان...... باباجان...... سب کے سب سراسیمہ تھے، دہشت زدہ جہان نے ہونٹ دانتوں سے کاٹ کاٹ کر زخمی کر دیئے، عجیب سے پر ملال احساس سے دوچار تھا وہ...... یہ کیا ہو گیا تھا...... اتنا ظالم سفاک کیوں ہوا وہ...... کتنی بار وہ معافی مانگتی رہی، ایسا غصہ کیوں آ گیا کہ ہر بار اسے جھٹکتا ہی چلا گیا، اس کی شرمندگی اس کا خوف ہر آن بڑھ رہا تھا۔

''زینب......! میری جان میری بیٹی! دروازہ کھولو، کچھ بولو ورنہ میرا دل رک جائے گا۔'' ماما جان کا ضبط جواب دے گیا تو روتے ہوئے وہیں زمین پہ بیٹھ گئیں۔

''کیوں پریشان ہیں سب؟ ابھی مری نہیں ہوں، بدقسمتی سے زندہ ہوں، مزید تسلی کے لئے سن لیں، خودکشی کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہوں۔''

زینب اندر سے ہی چیخی تھی، آواز مسلسل رونے کے باعث ہی بیٹھ چکی تھی، اس کے باوجود سب کی جیسے جان میں جان آئی، ژالے نے بے اختیار ریلیکس ہوتے جہان کے بازو پہ تسلی آمیز انداز میں ہاتھ رکھا، جہان کا جانے کب کا سینے میں اٹکا ہوا سانس بحال ہوا، دل کی خطرناک حد تک بڑھی ہوئی دھڑکنیں واپس معمول پہ آنے لگیں۔

''بیٹے دروازہ تو کھولو، جان بات تو سنو ماما کی، ایسے نہیں کرتے پلیز۔'' اب پھر ماما جان ہی بولی تھیں، ان کے آنسو ہنوز بہہ رہے تھے، مما نے انہیں کاندھوں سے تھام کر اٹھایا، اب ان کے چہرے پہ بھی اطمینان تھا، اندر کچھ دیر کی خاموشی رہی تھی، پھر بالٹ گرنے کی آواز سنائی دی دروازہ البتہ اس نے نہیں کھولا تھا، ماما جان کے اندر جیسے کوئی نئی ترنگ اور جوش و خروش امنڈ آیا، انہوں نے خود دروازے پہ دباؤ ڈالا تھا اور اندر داخل ہونے سے قبل باقی سب کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا، جسے سمجھتے وہ سب بے دلی سے سہی مگر پلٹ گئے تھے، صرف مما ان کے ساتھ کھڑی تھیں، جہان کو مضمحل محسوس کر کے مما نے آگے بڑھ کر مشفقانہ انداز میں اپنے ساتھ لگا کر تھپکا۔

''ریلیکس بیٹے! وہ ٹھیک ہے اب، کچھ دیر میں آپ کو بھیجوں گی تو مل لینا۔'' جہان نے محض ایک خفیف نگاہ ان پہ ڈالی تھی پھر سر جھکا لیا تھا، وہ یوں مہر بالب تھا، جیسے کہنے کو کچھ باقی نہ بچا ہو، مما نے پھر ان کا گال تھپتھپایا اور جانے کا اشارہ کیا تھا اور خود اندر کمرے میں آ گئیں، بیڈ پہ ماما جان کی گود میں سر رکھے زینب ایک بار پھر روتی حال سے بے حال تھی۔

''میری بیٹی تو بہت بہادر ہے۔''

''میں نے سب محبتیں کھو دی ہیں ماما جان! میں ہار گئی ہوں ہر لحاظ سے۔'' وہ اور زیادہ بلک اٹھی، ماما جان نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا، جھک کر اس کی پیشانی کو چوما۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے بیٹے! ہم سب بہت محبت کرتے ہیں آپ سے، سب سے زیادہ جہان۔'' جہان کے نام پہ زینب کے ہونٹ پھر سل گئے، آنکھیں سمندر بنتی گئیں، وہ پھر کچھ نہیں

بول سکی تھی، بابا جان نے مما نے کتنا سمجھایا، کتنا یقین دلایا، مگر اس کے اندر جو بدگمانی جو بے اعتباری اتری تھی وہ ڈھلتی نہ تھی، سب اس کے پاس آتے تھے باری باری، سب ہی اپنی محبتوں کا اپنے انداز میں اظہار کرتے رہے، یہاں تک کہ معاذ بھی، اسے پرنیاں نے کتنا رگیدا تھا اس بات پہ کہ اس نے بنا سوچے سمجھے کیوں زینب کے ساتھ مس بی ہیو کیا۔

''ہر بار جہان بھائی کے مقابلے پہ زینی غلط ہو یہ ضروری نہیں ہے معاذ! اور ہر مرتبہ زینی کے ساتھ ان کے اختلاف پہ آپ جہان بھائی کا فیور کریں، وہ بھی بنا سوچے سمجھے یہ تو بالکل ان فیئر ہے، جہان بھائی نے تو اسے ہرٹ کیا تھا سو کیا تھا، آپ نے تو حد ہی کر دی، وہ مر بھی سکتی تھی، خدانخواستہ کچھ بھی غلط ہو جاتا تو ساری عمر آپ اور جہان بھائی سر پکڑ کے روتے رہتے۔''

پرنیاں ہرگز بھی معاذ کو رعایت دینے یا کچھ کہنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی، معاذ خود بھی پشیمان تھا، جبھی کچھ کہے بغیر اٹھ کر زینب کے کمرے میں آ گیا تھا، وہ جیسے چند گھنٹوں میں نچڑ گئی تھی، آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں، ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے، اس نے واقعی خود کو داؤ پہ لگا دیا تھا، معاذ تو ہول گیا تھا اسے اس حال میں پا کر، اسے اس کی شادی کی رات کا جہان یاد آیا، کم و بیش ایسی ہی حالت تھی اس کی، اگر وہ دونوں ایک دوسرے میں اتنے ہی انوالو تھے تو حماقتیں کیوں کرتے پھرتے تھے، اسے سخت ملال نے آن لیا، زندگی میں پہلی بار جہان پہ اتنی غصہ آیا تھا دل چاہا جا کر اسے بھی دو جڑ دے۔

''کیا پاگل ہو گئی ہو زینی!'' کرسی پر ٹکتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتا آواز کو بھیگنے سے نہیں بچا سکا، وہ کچھ نہیں بولی تھی، نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

''ایسے مت کرو زینب! تم مار ے ڈال رہی ہو ہمیں۔'' معاذ سے اس کی خاموشی بے بس لاچار آنسو نہیں دیکھے جا رہے تھے۔

''آپ بھی بدل گئے لالہ! باقی سب کی طرح، آپ نے بھی مجھے ڈانٹا۔'' وہ بھیگی بھرائی آواز میں بولی، معاذ نے اس کا ہاتھ ہونٹوں سے نرمی سے محبت سے شفقت سے چوما۔

''تم بھول گئی ہو، ورنہ تمہارے اور جے کے جھگڑے میں، میں ہمیشہ جے کی فیور میں ہی بولتا رہا ہوں اور تمہیں کبھی برا نہیں لگتا تھا۔'' معاذ نے جیسے اسے کچھ یاد دلایا، زینب کے چہرے پہ مضمحل مسکان بکھر گئی، جس میں درد کی آمیزش تھی۔

''حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے ہیں لالہ! جہاں باقی سب تبدیل ہو گیا، یہ تو ایک بہت بیچاری سی کیفیت تھی۔'' اس کی آواز غم سے بوجھل ہوتی گئی، معاذ نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

''کچھ نہیں بدلا ہے زینی! بلکہ جو بگاڑ ہوا تھا، وہ بھی درستی کے زاویے پہ آ گیا ہے اب ہی تو وہ سب ہوا ہے جس کی خواہش تمہیں مجھے یا پھر جے کو تھی، جے کے کسی بھی ردعمل کو انتہا نہ سمجھو، میں جانتا ہوں، وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے، جہاں انتہا کی محبت ہو وہاں معمولی سی بھی کوتاہی برداشت نہیں ہوتی، تم سے یقیناً کچھ غلط تو ہوا ہو گا، مائی سس اپنی کوتاہی کو کھلے دل سے کہہ گا لو، اس کا ازالہ کرو، بس اتنی سی بات ہے۔'' وہ اسے سمجھاتا رہا، زینب نے پھر چپ سادھ لی تھی، وہ اسے کیسے بتاتی، معاذ کس قدر شدید غلط فہمی کا شکار ہے، وہ جہان کو پھر ٹھیک سے سمجھا ہی نہیں تھا، جان تو وہ پائی

تھی، جس کے سامنے پورا کھلا تھا، وہ محبت کو غلطی قرار دینے والا جہان، حالات ذہن دل بدل جانے کو مضائقہ نہ قرار دینے والا جہان۔

جو اتنا عام تھا کہ زینب کا کسی اور کے پاس جانا تو برداشت کر گیا تھا، مگر اس کا سب کچھ کھو کر واپس اس کے پلو سے آ بندھنا برداشت نہیں کر سکا تھا، اپنی بے مائیگی بے قدری کی داستان وہ کیسے سناتی سب کو، اپنے آپ کو برہنہ کرنے والی بات تھی، یہی گوارا نہیں تھا اسے۔

اسے تو اس بات پہ بھی خود پہ تاؤ تھا، آخر اس نے اس طرح سے ٹمپر لوز کر کے کیوں اپنا تماشا بنوالیا، کیوں اشتہار لگا دیا، جہان جیسا بھی تھا، تیمور سے بڑھ کے تو اس پہ زندگی اجیرن نہ کی تھی۔

ہاں یہ الگ بات کہ وہ اسے یہ سمجھتی نہ تھی، تبھی تو برداشت کی حدیں ختم ہوگئیں، غم لامتناہی تھا، جو حواس سے رابطہ منقطع کر گیا۔

مگر...... جو ہوا سو ہوا، اسے اب خود پہ ضبط نہیں کھونا تھا، اسے حالات کے خلاف احتجاج نہیں کرنا تھا، اسے اپنا بھرم نہیں توڑنا تھا، جو جیسے تھا، اسے قبول کرنا تھا، بھلا قسمت سے بھی کوئی لڑ سکتا ہے، بھلا نصیب سے بڑھ کر بھی کوئی پا سکتا ہے، ایسا ممکن نہیں تھا تو پھر فائدہ، اسے صابر و شاکر رہنا تھا۔

☆☆☆

ژالے نے اس کے آگے چائے کا بھاپ اڑاتا مگ رکھتے اس کی غائب دماغی کو محسوس کیا تھا اور سرد آہ بھرتے اس کے مقابل بیٹھنے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں نرمی سے دبایا، جہان خفیف سا چونکا تھا اور اسے دیکھ کر جیسے جبراً مسکرا دیا۔

''اتنے کیئر لیس کیوں ہوئے جا رہے ہیں شاہ! صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا، اب کتنی دیر ہوئی آفس سے لوٹے ابھی تلک ہاتھ لیا ہے نا چینج کیا۔'' وہ نرمی سے ٹوک کر اس کی غفلت کا شکوہ کر رہی تھی، جہان سنبھل کر سیدھا ہوتا ہوا نرمی سے مسکرانے لگا۔

''کام کر برڈن ہے، شادی کے انتظامات بھی دیکھنے پڑتے ہیں، کچھ تھکاوٹ ہو جاتی ہے، تم پریشان نہیں ہو۔'' اس نے چائے کا مگ اٹھالیا تھا، سپ لیتے گویا اسے تسلی سے نوازا، ژالے اسے دیکھتی رہی۔

''زینی کے پاس نہیں گئے آپ۔'' سوال ایسا تھا جو جہان کو نظریں چرانے پہ مجبور کر گیا، اتنے میں معاذ زینب کے پاس سے اٹھ کر سیدھا اس کے پاس آ گیا تھا۔

''زینب کیسی ہے؟'' بے اختیاری کیفیت میں اس کے لبوں سے پھسل گیا تھا یہ فقرہ، جواب میں اسے معاذ کی ملامت آمیز نظریں سہنا پڑی تھیں۔

''یہ تو تمہیں خود جا کے اس سے پوچھنا چاہیے۔'' جہان خفت سے سرخ پڑ گیا تھا، کیسا بتاتا وہ کس حد تک شرمندہ تھا، اس کا سامنا ہی تو دشوار ہو گیا تھا۔

''کس سوچ میں ڈوب گئے ہو بے! آخر کیوں گریز برت رہے ہو؟''

''میں صرف اسے سنبھلنے کا موقع دینا چاہ رہا ہوں معاذ! ڈرتا ہوں مجھے دیکھ کر وہ پھر سے اپ سیٹ نہ ہو جائے، اس روز کی کیفیت نے ہی مجھے محدود کیا ہے۔'' جہان کا اضمحلال بڑھنے لگا تھا،

معاذ کو بالآخر اس پہ رحم آ گیا، نرمی سے اس کا کاندھا تھپکتا ہوا وہ گہرا سانس بھر کے بولا تھا۔
''یہ گریز بھی نقصان کا موجب ہے جے! وہ منتظر ہے تمہاری، میں تو سمجھتا ہوں اس وقت اسے سب سے زیادہ ضرورت ہی تمہاری ہے۔'' معاذ کی بات پہ جہان نے چونک کر اسے دیکھا تھا، ایک دم سے اس کی آنکھوں کی بجھی چمک لوٹ آئی ہو جیسے۔
''تم سچ کہہ رہے ہو؟'' اس کی آواز میں زندگی کا احساس اتر آیا، معاذ نے محض سر کو اثبات میں ہلایا۔
''میں تو خائف تھا وہ بہت خفا ہو گی مجھ سے۔''
''ناراضگی جتنی بھی گہری ہو، محبت و توجہ ہی اس کی کاٹ کرتی ہے، اگر رزلٹ نہ ملے تو مقدار بڑھاتے جاؤ۔'' معاذ کا متبسم لہجہ حوصلہ افزا تھا، جہان کا چہرہ روشن ہو کر دمکنے لگا، امڈتی مسکان کو اس نے دانتوں کے نیچے لب دبا کر کنٹرول کیا تھا۔
''ہوا کیا تھا تم دونوں کے بیچ؟ جے مجھے لگ رہا ہے اس بار زیادتی زینب کی نہیں تمہاری جانب سے ہوئی ہے، ہے ناں؟'' جہان نے دیکھا انجان سی بے چینی کا اضطراب معاذ کو مضمحل کر رہا تھا، اس نے گہرا متاسفانہ سانس بھر کے اعتراف جرم کیا۔
''ہاں...... میں شرمندہ ہوں، اسے ذرا سا سبق سکھانے میں یہ اہم بات فراموش کر گیا تھا، اس نے میرا صرف ایک روپ دیکھا ہے، محبتوں کا مہربانیوں کا، اس کے برعکس رویہ وہ کم از کم مجھ سے برداشت نہیں کر سکے گی، مگر اب...... اب ایسا نہیں ہو گا یار، کیا مجھے تمہیں یہ یقین دلانا پڑے گا کہ زینب اگر کسی کو سب سے زیادہ پیاری اور عزیز ہے اس دنیا میں تو وہ جہان کے علاوہ دوسرا کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔'' اس کا مضبوط لہجہ بے حد رسان سموئے ہوئے تھا، معاذ نے اس کا کاندھا تھپتھپایا اور مسکرایا تھا۔
''اس یقین دہانی کی ضرورت یہاں نہیں، وہاں ہے۔'' اس نے ہاتھ سے زینب کے کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا، پھر مزید گویا ہوا۔
''اور اللہ نے چاہا تو میں بہت جلد زینب کا مطمئن مسکراتا ہوا چہرہ دیکھوں گا۔''
''انشاءاللہ۔'' جہان پہلی بار اس دوران کھل کر مسکرایا تھا، معاذ کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا تھا، پھر جیسے سارا گریز بھلا کر زینب کے کمرے کی جانب آ گیا، واقعی...... مزید تاخیر مناسب نہیں تھی، بلکہ نقصان دہ تھی، اس نے یونہی بند ہوئے دروازے کو دھکیلا تو وہ ہلکی آواز سے کھلتا چلا گیا تھا، زینب سامنے ہی بستر پہ دراز تھی، زرد رنگت اور جسم میں آدھی بھی نہیں رہ گئی تھی، جہان کے دل کو دھکا سا لگا، یہ کیا کر دیا تھا اس نے، وہ اپنی جگہ پہ کھڑا رہ گیا۔
''پرنیاں...... بہت دیر سے آئی ہو، کب سے انتظار کر رہی تھی، مجھ میں تو ہلنے کی بھی تاب نہیں، یہ اے سی بند کر دو اور کمبل اوڑھا دو مجھے، ٹھنڈ لگ رہی ہے۔'' وہ کروٹ لئے چہرہ دوسری جانب پھیرے ہوئے تھی، یونہی آنکھیں موندے پڑی رہی تھی، آہٹ پہ پرنیاں سمجھ کر نڈھال نحیف سی آواز میں کہہ رہی تھی، جہان کا دکھ سے لبریز دل کچھ اور بوجھل ہونے لگا، کچھ کہے بغیر اس نے پہلے اسے سی بند کیا، پھر کمبل کھول کر اسے اوڑھانے لگا۔

''پلیز سر بھی دبا دو، بہت درد ہو رہی ہے، جیسے پھٹ جائے گا۔'' وہ پھر بولی تھی، آنکھیں ہنوز بند تھیں، مگر آواز جیسے ڈوب رہی تھی، جہان کے دکھ کا اس پل اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا، اس کی نظریں ایک لمحے کو بھی زینب کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں، جس پہ صدیوں کی مسافت کا دکھ رقم تھا۔

''فاطمہ اگر سو نہیں رہی تو کچھ دیر کو میرے پاس چھوڑ دینا۔'' جہان اس کے پہلو میں ٹک گیا تھا، بہت نرمی سے اس نے زینب کی سرد پیشانی پہ اپنی ہتھیلی کا دباؤ ڈالنا شروع کیا تھا تو انداز میں اگر توجہ و محبت تھی تو اضمحلال اور تھکن بھی بڑھتی جا رہی تھی، اس کے سارے الفاظ جیسے کھو گئے تھے زینب کی حالت دیکھ کر، اس کو سب کچھ بھول گیا اس کے سوا۔

''تم کہتی تھیں بے ضرور آئیں گے، انہیں مجھ سے آج بھی محبت ہے میں بھی اسی خوش فہمی کا شکار تھی، مگر انہوں نے میری طرح، میری ہر آس کو بھی مار ڈالا ہے۔'' وہ بے اختیار آنسو بہانے لگی، جہان کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، جسم میں جیسے کسی نے بارود بھر دیا تھا، تمام صلاحیتیں اس پل بے کار ہو گئیں، وہ ساکن پتھرایا ہوا وہیں اسی زاویے پہ بیٹھا رہ گیا، جبکہ ایک کے بعد دوسرا دکھ ہی اس کی جانب سے ڈھارس، دلجوئی کی منتظر زینب اس خاموشی پہ جھنجھلا گئی تھی، جبھی کسی قدر ناراضگی سے کروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں۔

''تم کچھ بولتی کیوں نہیں ہو پر......'' معا پرنیاں کی بجائے جہان کو روبرو پا کے اسے صحیح معنوں میں زمین آسمان اپنی نظروں میں گھومتا محسوس ہوا تھا، رنگت یکدم بالکل فق ہو گئی، اس نے یوں آنکھیں جھپکیں جیسے بصارت پہ کوئی شبہ بے بسی، شرم، گھبراہٹ، خفت و خجالت کے شدید ترین احساس نے لمحوں میں اسے جھلسا کر رکھ دیا تھا، ایک بار پھر وہ حماقت کی حد سے گزر گئی تھی، اسی کٹھور بے حس سفاک شخص کے سامنے انجانے میں خود کو عیاں کرتی وہ جیسے خود کو ذلت کی گہرائیوں میں گرتا محسوس کر رہی تھی، اس کی آنکھوں میں بے بسی کی نمی اتری تھی جبکہ پیشانی جیسے جھلس رہی تھی، اس کا سکتہ ٹوٹا تو وجود میں غضب کا احتجاج ابھر آیا، وہ تڑپ کر بے اختیار بستر سے نیچے اتری۔

''زینب......!'' جہان نے بے قراری سے اسے مخاطب کیا، وہ پھر بھی نہیں رکی، یونہی متغیر چہرے کے ساتھ گرتی پڑتی واش روم میں جا کر بند ہو گئی، جہان سرعت سے اس کے پیچھے لپکا۔

''زینی...... زینب پلیز۔'' دروازہ کھٹکھٹاتے وہ اسے پاگلوں کی طرح آوازیں دیتا رہا، مگر اندر سے اس کی سسکیوں آہوں اور کراہوں کے علاوہ کوئی آواز نہیں آئی تھی، جہان اسی قدر بے چین ہوا جا رہا تھا، اس حد تک مضمحل ہوا جاتا تھا۔

''پلیز زینب! ایسے مت کرو، یوں سزا نہ دو مجھے، ایک موقع تو دو پلیز۔'' وہ عاجزانہ انداز میں منتوں سے اسے قائل کرتا رہا۔

''زینب......!'' وہ جیسے کراہا تھا، وہ اور شدتوں سے روئے گئی۔

''چلے جائیں، مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی، میرا آپ کا کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔'' وہ بلک رہی تھی، تڑپ رہی تھی، جہان نے اور وحشت میں گھرتے دروازہ کھٹکھٹایا۔

''زینب پلیز زینب!'' اس کا بس نہیں چل رہا تھا، دروازہ توڑ ڈالے۔

''چلے جاؤ میری بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں؟'' وہ روتے روتے چیخی۔
''نہیں...... بخدا نہیں، باہر تو آؤ زینی!'' وہ گڑگڑانے سا لگا۔
''نہیں آؤں گی، چاہے ساری عمر یہاں بیٹھ کر انتظار کریں، میں ساری زندگی دروازہ نہیں کھولوں گی۔'' وہ پھر ہیجان میں مبتلا ہو کر چلائی، جہان ڈر سا گیا، کہیں وہ خود کو پھر کوئی نقصان نہ پہنچا لے، وہ چپ ہو گیا، وہ تھک گیا، مگر زینب رونے سے چپ نہیں ہوئی، اس کی سسکیاں جہان کے دل میں شگاف ڈال رہی تھیں، وہ دو گھنٹے وہاں اس آس کے ساتھ بیٹھا رہا، آخر وہ باہر تو آئے گی، زینب نے دو گھنٹے ہی دروازہ نہیں کھولا، جہان اس کے کمرے سے نکلا تو جیسے مکمل طور پہ ہارا ہوا تھا، مکمل طور پہ مایوس، ژالے نے اس طویل خاموشی پہ اس کا ہاتھ ہلایا تھا، گویا اسے چونکایا، وہ واقعی چونک گیا۔
''وہ بہت خفا ہے مجھ سے ژالے! بات بھی نہیں سن رہی۔'' جہان کا لہجہ مدھم تھا، ژالے کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلیں، مگر اگلے لمحے وہ سر جھٹک کر نرمی سے مسکرا دی تھی۔
''جہاں جتنی زیادہ محبت ہو گی، مان جتنا پختہ ہو گا، بھروسہ جتنا مضبوط ہو گا شاہ! وہاں دکھ کی شدت کا گراف بھی اسی قدر گہرا ہو گا، زینی آپی کو شاک بھی بہت گہرا لگا ہے ناں، شاید ان کا بھروسہ ٹوٹ گیا ہے، وہ بہت یاسیت میں مبتلا ہیں، آپ کہیں تو آپ کی پوزیشن میں کلیئر کرنے کی کوشش کروں......؟''
نرم نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ اس کی الجھن ختم کرنے میں کوشاں تھی، ہمیشہ اس کی فکر میں مبتلا، اس کے لئے آسانی سوچنے والی، اس پہ تمام توجہ کے ارتکاز مرکوز کیے وہ بھی بیوی تھی، وہ بھی اس کی ملکیت کی دعوے دار تھی، مگر رویئے میں انداز میں ایسی عاجزی وانکساری تھی کہ جہان کو اس پہ پیار آنے لگتا تھا، وہ ایسی مہربان گھنیری چھایا تھی جس کے پاس آتے ہی جہان کو دنیا کے سب غم بھولنے لگتے تھے، اس وقت بھی اسے اس پہ پیار آنے لگا۔
''نہیں، یہ مناسب نہیں ہے، وہ تمہارے ساتھ مس بی ہیو کرے، مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا۔'' جہان نے منع کرتے ہوئے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا تھا، ژالے اس کے پہلو میں اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی، پھر مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔
''آپ کو پھر میری صلاحیتوں کا اندازہ ہی نہیں ہے جناب، زینی آپی سے میری بہت دوستی ہو گئی ہے، ہر روز میں ان کے پاس جا کر بیٹھتی ہوں، فاطمہ کو میں ہی سنبھال رہی ہوں، آپی ہرگز بھی مجھ سے خفا نہیں ہیں، بلکہ ممنون و مشکور ہیں میری، مجھ سے بہت اچھے انداز میں بات کرتی ہیں۔'' وہ بڑے تفاخر سے بتا رہی تھی، جہان آہستگی سے مسکرا دیا، اپنا بازو اس کے شانے پہ دراز کیا تھا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔
''صد شکر...... ورنہ میں تو سمجھا محترمہ تمہیں بھی میری بیوی ہونے کی سزا دے رہی ہو گی۔'' وہ ذرا سا شریر ہوا، ژالے نے البتہ برا مانتے ہوئے منہ لٹکا لیا تھا۔
''ایسی بھی کوئی بات نہیں، آپی بہت اچھی ہیں، کسی کی سزا کسی کو نہیں دیتیں ہیں۔'' وہ جیسے اس کی تصحیح کر رہی تھی، جہان نے کاندھے اچکا دیئے۔

''او کے میم! گستاخی ہو گئی ہو آپ کی آپی صاحبہ کی شان میں تو بندہ مجرم ہے معاف فرما دیں۔'' اس کی شرارت مزید بڑھی، ژالے جھینپ سی گئی۔

''تو میں آپ کی سفارش کر دوں؟ دراصل میں چاہتی ہوں زینی آپی بھی سب کے ساتھ نارمل زندگی گزاریں۔'' ژالے کے لہجے میں تشنگی تھی، جہان نے محسوس کیا پھر اس کا گال نرمی سے سہلانے لگا۔

''ایسا ہی ہوگا میری جان! وہ ضرور نارمل ہو گی، مگر تم کچھ نہ کہنا، کجا وہ سمجھے میں نے سفارش کروائی ہے، اس کا دل تم سے بھی برا ہو، مجھے نہیں پسند، اپنا بھگتان میں خود بھگت لوں گا۔'' وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہو چکا تھا، ژالے نے گہرا سانس بھر کے سر ہلا دیا، وہ مزید کچھ نہیں بولی۔

وہ دعا کر رہی تھی، یہ سارا اپ سیٹ جلدی سے درست ہو جائے، زینب کا دکھ اسے اپنا دکھ لگتا تھا۔

☆☆☆

بتاؤ کیا لکھوں تم کو
کہ لفظوں کا چناؤ بھی
بڑا دشوار ہوتا ہے
جو تم کو جان لکھتے ہیں.
وفا میں خوب روتی ہیں
کہ تم اپنے ہی قاتل کو
اپنی جان لکھتے ہو......؟
جاں کہتے ہو اس کو
کبھی ایمان لکھتے ہو
یہ تم اچھا نہیں کرتے
تو پھر یہ سوچتے ہیں ہم
تمہیں اک سوگ لکھتے ہیں
کوئی مستقل سا روگ لکھتے ہیں
سوگ کو منانے میں
روگ کو بھلانے میں
عمریں بیت جاتی ہیں

وہ دھیرے دھیرے نارمل ہو رہی تھی، شادی کے دن بھی قریب تر آ چکے تھے، مصروفیات بڑھ رہی تھیں، اس کے باوجود سب کی محبتیں، سب کی توجہ نے اسے پھر سے جینے کا آسرا دے دیا تھا، پہلے وہ بستر سے اٹھی تھی، پھر گھر میں چلنے پھرنے لگی، اس کے بعد گھر کے کاموں شادی کی تیاریوں میں بھی ہاتھ بٹانے لگی تھی، جو ایک مستقل احتیاط تھی، وہ جہان سے بچاؤ کی ہی تھی، اس نے طے کیا تھا، خود سے عہد باندھ لیا تھا، وہ اسے مزید اپنی زندگی برباد کرنے کی اجازت نہیں دے گی، وہ اسے

اپنی زندگی میں مزید دخل نہیں دینے دے گی، اپنا سیل فون اس نے مستقل آف کر کے دراز میں مقفل کر دیا تھا، لینڈ لائن پہ کوئی کال ریسیو کرنے پہ اس نے خود اپنے اوپر پابندی لگا لی تھی، زندگی اک جہان کی کمی کے بغیر بہت گہری کمی کے بغیر بھی اچھی بھلی گزر رہی تھی، رات کو وہ اپنا دروازہ اندر سے مقفل کر لیا کرتی۔

گو کہ جہان پھر نہیں آیا تھا، مگر اسے دھڑکا ضرور تھا، ناشتے کھانے پہ وہ دانستہ نہیں شامل ہوتی، اس احتیاط کے باوجود جہان سے بچاؤ ممکن نہیں تھا، ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے یہ ممکن ہو بھی نہیں سکتا تھا، مگر وہ ایسے سموں خود پہ نظریں اٹھانا اسے دیکھنا حرام قرار دے دیتی، اس کے باوجود کہ جہان کی نظروں کی لپک اسے صاف محسوس ہوا کرتی، مگر وہ بے حس بن گئی تھی، ایسے حالات میں اگر وہ اپنے وجود میں اس شخص کی اولاد کا پلنا محسوس کر رہی تھی تو زمین اس کے قدموں تلے سے کیسے نہ سرکتی، اس کی بدلتی کیفیت اور بگڑتی طبیعت اس کے شک کو تقویت دے گئی تو زینب ایک بار پھر ٹوٹ کر روئی تھی، ایک مرتبہ پہلے وہ اسی حالت سے گزر چکی تھی، شک کی گنجائش تو باقی ہی نہیں تھی، مگر جہان کے ساتھ جب اس کا ذہنی وقلبی وجسمانی تعلق اس نہج پہ تھا، اس بچے کی آمد کی خبر نے ایسے اذیتوں کے سمندروں میں پھینک دیا تھا، وہ اتنی اپ سیٹ ہو چکی تھی کہ کسی کو بھی بتانے کا حوصلہ نہیں کر سکی، ابھی اسے اس امر پہ سوچنا تھا، آیا اس بچے کو دنیا میں آنا بھی چاہیے تھا یا نہیں۔

''زینی آپی......!'' وہ اپنے خیالات میں گم تھی، ژالے کی آواز پہ چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''تیار ہو جائیں، ہمیں شاپنگ کے لئے جانا ہے، میں نے فاطمہ کو تیار بھی کر لیا ہے، آپ کے بھی کپڑے استری کر دوں؟'' آتشی گلابی خوب صورت لباس میں وہ نکھری نکھری شفاف سی بے حد دلربا لگ رہی تھی، زینب نے سر کو نفی میں ہلا دیا۔

''نہیں، ضرورت نہیں ہے، میرے پاس ہے ہر چیز، مما کے علاوہ لالہ اور زیاد بھائی بھی لے آتے تھے بہت کچھ، کافی ہے۔'' اس نے نرمی سے ٹوک دیا تھا، ژالے کا چہرہ اتر سا گیا۔

''لیکن میں چاہتی ہوں آپ ہمارے ساتھ چلیں، شاہ منتظر ہیں ہمارے۔'' وہ اس کے پاس بیٹھ کر عاجزی سے گویا ہوئی، انداز قائل کرنے والا تھا، زینب کو اس کی اچھائی اس کی محبت کا شدت سے احساس ہوا تھا، کیا تھی وہ نازک سی لڑکی، کوئی فرشتہ معلوم ہوتی تھی، اتنا خوبصورت دل اس نے آج تک کسی کا نہیں دیکھا تھا۔

''ژالے......! تم فاطمہ کو لے جاؤ، میں نے کہا ناں میرے پاس ہے ضروریات کی ہر شے، پلیز۔'' وہ اس کا گال نرمی سے سہلا کر کہہ رہی تھی، ژالے خاموش ہو گئی، اصرار بڑھا کر وہ زینب کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی، جبھی بے دلی سے اٹھ گئی، جہان نے اسے تنہا آتے دیکھا تو سرد آہ بھرتا نگاہ کا زاویہ بدل گیا تھا، نہ اس نے کوئی سوال کیا، نہ ژالے نے کچھ بتایا، گاڑی کے ماحول میں فاطمہ کی کلکاریاں ہی گونجتی رہیں، شاپنگ کے دوران بھی دونوں اسی کیفیت کا شکار رہے تھے، ژالے نے ہر شے اپنے برابر زینب کے لئے بھی خریدی تھی، جہان نے پھر بھی ایک بہت خوبصورت جوڑا اس کے لئے خرید کر ژالے کے حوالے کر دیا تھا۔

''اپنی طرف سے دنیا اسے، میرا نام لو گی تو خدشہ ہے باہر نہ دے مارے۔'' وہ مضمحل سا مسکرایا تھا، ژالے آہستگی سے ہنس دی۔
''دل تو کر رہا ہے، آپ کا نام لے دوں، پھر دیکھ لیں گے کیا ہوتا ہے۔'' وہ شرارت سے بولی تھی، جہان اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

لب تشنگی کی مانند
شب و روز رفتہ رفتہ
مجھے زہر مل رہا ہے
تیری بے رخی سے جاناں

وہ واپس لوٹا تو بہت تھکا ہوا تھا جیسے...... ژالے سوئی ہوئی فاطمہ کو اندر لٹانے چلی گئی تھی، وہ شاپنگ بیگ سنبھالے ہال کمرے کی جانب آ گیا کہ سب وہیں موجود ہوتے تھے، اندر داخل ہوتے ہی اس کی سب سے پہلی نگاہ زینب پہ اٹھی تھی، بری کا سوٹ پنوں کی مدد سے بہت خوبصورت انداز میں سیٹ کرتی وہ اپنے کام میں بے حد مگن نظر آ رہی تھی، تراشیدہ بالوں کی کچھ لٹیں جھکے چہرے پہ من مانی سے اٹھکیلیاں کرتی تھیں اور ہونٹ ذرا سے نیم وا تھے، دوپٹہ کاندھے کی بجائے سائیڈ پہ رکھا ہوا تھا، بھابھی پرنیاں ماریہ کے علاوہ مما اور ماما جان بھی وہیں تھیں، سب ہی مصروف بھی، زیورات اور رنگ برنگے ملبوسات کے ڈھیر سے نبرد آزما کوئی بھی اس کی جانب فی الفور متوجہ نہ تھی، وہ زینب کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ہی گویا جی بھر کے اسے دیکھتا نگاہ کے رستے دل میں اتارتا رہا تھا، معاً زینب کو بہت زور کی ابکائی نے ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھ کے اٹھنے پہ مجبور کیا تھا، وہ سب کچھ پھلانگتی تیزی سے دروازے کی جانب بھاگی تو راستے میں ایستادہ جہان سے تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔

جو اس صورتحال سے گڑبڑاتا نا چاہتے ہوئے بھی اپنی مصروفیات ترک کرنے پہ مجبور ہوا تھا، دونوں کی نظریں لمحہ بھر کو ملی تھیں، جہان کی نظروں میں انوکھی سی چمک ابھر رہی تھی، آگہی کا احساس دلکشی کے رنگوں کے ساتھ پھیل رہا تھا، زینب کی آنکھوں میں صرف کرب تھا، دھند تھی، اگلے لمحے وہ نظریں چھڑاتی تیزی سے کترا کر باہر نکل گئی تھی، اپنے کمرے میں آ کر وہ کتنی دیر واش روم بیسن پہ جھکی رہی، مسلسل قے سے اس پہ نقاہت طاری ہو چکی تھی، کمرے میں آ کر جبھی وہ نڈھال انداز میں بستر پہ ڈھے گئی تو ایک نئی تشویش اسے لاحق ہو چکی تھی، جہان پہ ہی نہیں یقیناً یہ بات اب سب پہ کھل گئی تھی، اس کی نم آنکھیں چھلکنے کے بے تاب ہونے لگیں، بوجھل دل سے بھراہٹ کا شکار ہوتا چلا گیا۔

''بجو...... مما بلا رہی ہیں آپ کو۔'' ماریہ کی آواز پہ اس نے نا چاہتے ہوئے بھی تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''کچھ ٹھہر کے آؤں گی ماریہ! چند سوٹ رہ گئے تھے، بھابھی اور پری کر لیں گی۔'' اس پہ طاری متلی کی کیفیت ابھی بھی قائم تھی، وہ ہرگز ایسی کیفیت کے ساتھ باہر جانے کے حق میں نہیں تھی۔

''بیٹے میں کام کی خاطر تھوڑا ابلا رہی تھی آپ کو۔'' مما خود وہاں چلی آئیں تھیں، زینب کو اٹھ کر بیٹھنا پڑا۔

''تیار ہو جاؤ، ڈاکٹر کے پاس جانا ہے آپ کو جہان کے ساتھ۔'' مما نے بیڈ کی پائنتی ٹکتے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا تھا، زینب ایک دم سے گھبرا گئی۔

''ک...... کیوں؟ مجھے بھلا کیا ہوا ہے؟'' وہ سخت جز بز ہوئی تھی گویا، مما آہستگی و رواداری سے مسکرا دیں۔

''ابھی تو ہمارا شک ہی ہے، خوشی کی خبر کا کنفرم تو وہیں سے ہوگا ناں۔'' ان کے لہجے میں خوشی واطمینان کا ایسا گہرا احساس تھا جس نے زینب کے ہونٹوں پہ قفل ڈال دیئے، وہ ہونٹ بھینچے نظریں چرائی ایک دم خاموش ہو کر رہ گئی۔

''چلو نا بیٹے!'' انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر لجاجت سے اصرار کیا تھا، وہ کوفت بھری جھنجھلاہٹ اور خفگی سے لبریز ہوتی عاجز نظر آنے لگی۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے مما، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں کہیں نہیں جا رہی ہوں۔'' تنفر سے کہتی وہ یکدم بے حد روڈ نظر آنے لگی، جہان کا نام سن کر ہی اس کے وجود میں جوار بھاٹے اٹھنے لگے تھے، وہ کیوں اس کے ساتھ جاتی، اس کے ساتھ کا تعلق ہی کیا تھا۔

''بیٹے ضد نہیں کرتے، گنجائش ہمیشہ باقی چھوڑنی چاہیے، تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں، فاصلے مٹ سکیں، جہان کو اگر آپ موقع نہیں دو گی تو کیسے وہ کچھ بھی ثابت کر سکے گا اور رشتے اتنے کمزور نہیں ہوتے کہ انہیں یوں کچے دھاگے سمجھ کر توڑ دیا جائے، بچہ اس آزمائش میں مبتلا گھلتا جا رہا ہے جتنی بڑی ذمہ داری اس پہ عائد ہوئی ہے، وہ اسے اٹھا لے یہی بہت ہے، اس کے راستے دشوار نہ کرو، میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے بھی ہوا ہی کرتے ہیں، بسا اوقات غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، یہ رشتہ ان جھگڑوں سے مضبوط بھی ہوتا ہے، تقویت بھی پکڑتا ہے، میری بیٹی اتنی اچھی ہے کہ اپنے گھر کی بنیادیں مضبوط بنانا چاہتی ہے، کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں میں؟''

کتنی آس بھی ان کی آنکھوں میں، چہرے پہ کتنا مان تھا اپنی بات کے رد نہ ہونے کا، زینب انہیں دیکھتی رہ گئی، اس میں واقعی اتنا حوصلہ نہیں تھا یہاں ان کا دل توڑ دے، ان کے مان کو سلامت نہ رکھے، ان کے حوصلوں کو مسمار کر دے، وہ ایسی بیٹی کی ماں تھیں جس کا گھر ایک مرتبہ ٹوٹ چکا تھا، جو ایک بار پہلے بھی برباد ہو چکی تھی، اگر حالات دوسری مرتبہ پھر اسی نہج پہ پہنچ جاتے تھے تو پھر ان کے دل کی حالت کیا ہو سکتی تھی، یہ ابھی ان کی آنکھوں میں گھات لگا کر بیٹھے خوف کو پا کر ہی تو اسے اندازہ ہو پایا تھا، وہ یکدم ہی گم صم ہو کر رہ گئی تھی، اک طرف اپنا دل تھا، جس میں بدگمانی تھی غصہ تھا اک طرف ماں کا دل تھا، جس میں اس کی آبادی خوشحالی اور اطمینان کی خواہش تھی، وہ ان کا دل کیسے توڑ سکتی تھی محض سر کو اثبات میں ہلا دیا، اس پل اس نے اپنے دل اپنی انا کے خون سے نظریں چرائی تھیں، مما کا چہرہ ایکدم جگمگا اٹھا، خوشی سے نہال ہوتے انہوں نے ایک پیشانی چوم کر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا اور مسکراتی ہوئیں اٹھ کر باہر آ گئیں، ان کا رخ جہان کے کمرے کی جانب تھا کہ اس سے کچھ کہنے سے قبل انہوں نے زینب کو قائل کرنا مناسب سمجھا تھا،

کجا وہ انکار کرتی تو انہیں جہان کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑتی۔
''جہان بیٹے!'' دستک دے کر انہوں نے اندر ذرا سا جھانکا، جہان غالباً باتھ لے کر نکلا تھا، ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے آگے کھڑا بال سنوار رہا تھا، انہیں دیکھ کر ایک دم چونک گیا۔
''چچی جان آیئے ناں۔'' وہ صرف مودب نہیں ہوا، قدرے پریشان بھی نظر آنے لگا، مما کبھی بھی بلاوجہ بغیر ضرورت کے اس کے کمرے میں نہیں آیا کرتی تھیں، اس کو سب سے پہلے زینب کی جانب سے ہی دھڑکا لگا تھا، مما مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک آ گئیں، جہان کے دل کو ان کی مسکراہٹ سے ذرا سا سنبھالا ملا۔
''آپ مصروف تو نہیں ہو، آئی مین تھکے ہوئے؟'' اس قسم کے سوالوں نے جہان کو حیرانی کی زد پہ آ گیا تھا، پھر خود کو سنبھال کر سر کو نفی میں بے اختیار ہلایا۔
''ہرگز بھی نہیں چچی جان، آپ حکم کیجئے۔'' نرم مسکان سمت وہ اس مودب انداز میں بولا۔
''زینب کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا تھا، میں کئی دنوں سے اسے سست محسوس کر رہی ہوں۔''
جہان کی تمام حسیاست یکبارگی ساکت ہو کر رہ گئیں، وہ چونک کر پر تشویش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔
''کیا ہوا اسے؟ خیریت؟'' سوال عام سے تھے، مگر وہ یکدم جس طرح مضطرب نظر آنے لگا تھا، اسی انداز نے مما کو تقویت دی تھی۔
''الحمدللہ، بالکل خیریت ہے بیٹے، آپ کے لئے پریشانی کی نہیں اللہ نے چاہا تو خوشی کی خبر ہو گی، مجھے لگتا ہے زینب پریگنٹ ہے تو چیک اپ کرانا چاہ رہی تھی۔'' مما کے بات پہ جہان پہلے حیران ہوا تھا، پھر اسی قدر تمتماہٹ اس کی وجیہہ چہرے پہ بکھرتی چلی گئی تھی، وہ ایک دم کسی نوخیز لڑکے کی طرح جھینپ کر سرخ پڑتا بے اختیار چہرہ جھکا گیا تھا، مما نے دلچسپی و محبت کے ساتھ اس کے تاثرات دیکھتے اسے دعاؤں سے نوازا تو وہ مزید جھینپتا ہوا ان سے لپٹ کر آہستگی سے ہنس دیا تھا۔
''اگر یہ سچ ہوا چچی جان تو یہ دن میرے لئے بہت خاص ثابت ہو گا۔'' وہ پوری سچائی سے ان سے اپنی کیفیات شیئر کر گیا تھا، مما بے اختیار ہنس دی تھیں۔
''اچھا، ویسے یہ بات میری بجائے تمہیں اس بدگمان لڑکی کو بتانی چاہیے تھی، شاید کچھ برف پگھل جاتی۔'' انہوں نے گویا اسے راہ دکھلائی تھی، وہ یونہی ہنستا مسکراتا ان سے الگ ہو کر خجل سا سر کھجانے لگا۔
''اس سے بھی زیادہ اچھی باتیں اسے بتانے کو اکٹھی کر رکھی ہیں، بس وہ ہاتھ نہیں لگتی تھی، آپ کی اس ہیلپ کے لئے تھینکس کہوں گا۔'' وہ ان کے ہاتھ پہ بوسہ ثبت کرتے ہوئے جھکا، مما اسے دیکھتی رہ گئیں، جہان کا یہ روپ تو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا انہوں نے، انہیں جتنی بھی تقویت ہوئی، انہیں زینب کی خوش بختی پہ ہرگز کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔
(خدا بہت مہربان ہے میرے بیٹے، میں آج اپنی ہر خواہش کی تکمیل ہوتی دیکھ رہی ہوں تو یہ میرے رب کا ہی کرم ہے، ایسا سب کچھ اس وقت ہوا ہے جب ہم سب سرے سے مایوس بھی ہو

چکے تھے، بیشک اللہ بہت مہربان ہے، بس ہم انسان ہی ناشکرے جلد باز اور احسان فراموش ہیں، اس شکر کے موقع پہ ژالے کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، خدا اس بچی کو ہمیشہ زینب سے بھی بڑھ کر نوازتا رہے کہ اس سارے اطمینان میں اس کے ایثار صبر اور قربانی کا بہت بڑا حصہ ہے۔)

''تم چائے پی لو تو پھر لے جانا زینب کو، کہہ دیا تھا اسے میں نے، تیار ہو گئی ہو گی وہ۔'' مما نے اٹھتے ہوئے کہا تو جہان بھی ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

''اگر وہ تیار ہو گئی ہے تو پھر میں چلتا ہوں، انتظار ملکہ عالیہ کی طبع نازک پہ گراں گزر سکتا ہے، بہتر ہے ایسی شکایت کا موقع نہ دیا جائے۔'' کارنس سے گاڑی کی چابی اور اپنا فون اٹھاتے ہوئے وہ کوٹ پہن چکا تھا، شریر انداز میں کہتا انہیں اپنا ہمنوا بنا رہا تھا، مما آہستگی سے پھر ہنس دیں۔

''جیتے رہو، یونہی ہمیشہ خوش شاد آباد، آمین، بیٹے ایک بات کبھی نہ بھولنا، زینب اور ژالے، دونوں کے حقوق یکساں ہیں، یہ بہت دشوار راستہ ہے اور آپ کو بہت سنبھل کر چلنا ہے، زینب کے ساتھ اگر کبھی اونچ نیچ ہو جائے تو میں برداشت کر لوں گی، لیکن اگر کبھی ژالے کے ساتھ ایسا ہوا تو کبھی نہیں سہہ سکوں گی، وہ بہت پیاری بچی ہے، اس کا دل آبگینے سے بھی زیادہ نازک اور قیمتی ہے، ہمیشہ اس کے معاملے میں بہت حساس رہنا۔'' انہوں نے جیسے نصیحت ضروری خیال کی تھی، جہان نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ ڈھارس کے انداز میں تھام لئے تھے۔

''خدا کی مدد آپ کی دعاؤں سے میں ہمیشہ اس اہم معاملے کا بہت خیال رکھوں گا چچی جان! انشاء اللہ زینب کو اس لئے دکھ نہیں دینا چاہوں گا کبھی میں کہ اس کی شدید خفگی نہیں سہہ سکتا، جبکہ ژالے کو کبھی ٹھیس اس لئے نہیں لگنے دے سکتا کہ وہ اپنی تکلیف کا احساس مجھ تک نہیں پہنچنے دے گی، یہ خیال مجھے اس کی جانب سے زیادہ حساس اور محتاط رکھے گا۔''

جواب ایسا تھا جس نے مما کو صرف مطمئن نہیں کیا، سرشار بھی کر دیا تھا، انہوں نے نہال ہوتے اس کی پیشانی چوم کر دعاؤں سے نوازا تھا، جہان مزید ہلکا پھلکا ہو گیا تھا گویا۔

☆☆☆

کیا جانیں کس دھیان میں رہے ہیں تمام عمر
ہم سے وہ بدگمان رہے ہیں تمام عمر
ظلم و ستم جو رو جفا ان کی عنایتیں
ہم پہ یوں مہربان رہے ہیں وہ تمام عمر
ہم ان کو اپنے خواب کی تعبیر جان کر
کس درجہ خوش گمان رہے ہیں تمام عمر
ان کو کسی طرح کبھی قائل نہ کر سکے
ویسے وہ میری جان رہے ہیں تمام عمر

جس پل خفا خفا سی بے زار زینب مما کے ہمراہ پورٹیکو میں پہنچی، جہان پہلے سے گاڑی کا دروازہ کھولے منتظر تھا، چادر میں لپٹی زینب کو اس نے بہت محتاط نگاہوں سے اچھی طرح دیکھا تھا، آف وائیٹ بہت خوبصورت لباس پر میرون فینسی چادر نما دوپٹہ اس کی جاذبیت بھری دلکشی کو پوری

طرح اجاگر کر رہا تھا، اسے ساری کوفت جو پچھلے دنوں اس کے ساتھ لگی تھی تمام خفگی ڈھلتی ہوئی محسوس ہوئی، اس لڑکی نے اپنی شدتیں اس پہ عیاں کر کے اسے بھی پاگل کر دیا تھا گویا، مما کی موجودگی کے باعث زینب کو ناچار فرنٹ سیٹ پہ اس کے برابر بیٹھنا پڑا تھا، ورنہ تاثرات صاف کہہ رہے تھے وہ ہرگز ایسا ارادہ نہیں رکھتی، جہان کے اندر اس کے اس لحاظ و مروت پہ ڈھیروں اطمینان اتر آیا، دروازہ بند کر کے وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ آ گیا تو مما کو ہاتھ ہلا کر مسکرایا تھا۔

''طبیعت کچھ بہتر ہوئی ہے تمہاری؟'' وہ ایسے صلح جو دوستانہ انداز میں سوال کر رہا تھا گویا بیچ میں ستم ظریفی کی حد ہی نہ کی ہو، گاڑی گیٹ سے نکالتے وہ کتنا مطمئن سا پوچھ رہا تھا، زینب کو وہ زہر سے زیادہ برا دوغلا اور منافق لگا۔

''فاطمہ کو بھی لے لیا ہوتا، باہر نکل کر بہت چہکتی ہے ہمیشہ۔'' اس کی سلگتی نظروں اور خاموشی کو خاطر میں لائے بغیر وہ اسی اطمینان سے اس سہولت سے دوسری بات شروع کر چکا تھا، زینب کا خون دماغ کی جانب ٹھوکریں مارتا اس کا ضبط ختم کرنے لگا۔

''زینب تم......''

''شٹ اپ، چپ ہو جائیں، مت کریں مجھ سے باتیں یہ فارملیٹیز نبھانے کی آخر مجبوری بھی کیا ہے؟'' وہ بالآخر چیخ پڑی، حد تھی یعنی بے حسی خود غرضی کی بھی اس کے خیال میں، اس کے نزدیک وہ کھلونا تھی، جسے جب چاہا وہ اٹھا تا کھیلتا، جب دل بھر جاتا پھینکتا یا توڑ پھوڑ دیتا، یہ رویہ گوارا نہیں تھا اسے، وہ اسے بتا سکتی تھی، وہ اس کے اشاروں پہ نہیں ناچ سکتی، جہان خاموش رہا، یعنی اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا، اس نے اسے چھیڑ دیا تھا، تاکہ وہ اپنا غبار نکال سکے، پیمانہ لبریز تھا، چھلک جانے میں ہی عافیت تھی، وہ مطمئن تھا۔

''ضرورت ہی کیا تھی مما کی بات ماننے کی؟ بہتر ہوتا اتار پھینکتے فرمانبرداری و سعادت مندی کے اس چولے کو، اپنے ساتھ میری جان بھی عذاب میں ڈال رکھی ہے۔'' اس کا چہرہ بے تحاشا سرخ ہو کر دہک رہا تھا، اتنے دنوں کا غبار تھا، آسانی سے نکلنے والا کہاں تھا، جہان سنجیدہ چہرے کے ساتھ ڈرائیو کرتا رہا، زینب کو اس خاموشی نے مزید آگ لگا دی۔

''آپ جیسے بزدل مردوں سے شدید نفرت ہے مجھے، جو اپنی بزدلی کے باعث دوسروں کی زندگیاں برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔'' اس نے پھنکارنے کے انداز میں از حد تلخی و نفرت کا اظہار کیا، جہان پھر خاموش تھا، زینب کو اس نظر اندازی اس ذلت کا احساس ہوا تو آنکھیں مزید جلن سمیٹ لائیں، یعنی وہ اسے اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ اس کی کسی بات کا ہی جواب دے دے سرعت سے امڈ آنے والے آنسوؤں کو چھپانے کی خواہش میں اس نے بے اختیار رخ پھیر لیا، پھر صرف جاتے ہوئے نہیں واپسی کے سفر میں بھی وہ روتی رہی تھی، اس کی پریگنینسی کی خبر نے جہان پہ کیا اثر چھوڑا، یہ اس کی نظر اندازی و خاموشی سے عیاں تھا، یہ ذلت کی ناقدری کی بے مائیگی کی انتہا تھی، اس کے خیال میں، کاش وہ مما کی خاطر بھی اپنی مزید سبکی کروانے نہ آئی ہوتی، اس نے تنفر سے آنسو پونچھتے ہوئے سوچا تھا، اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی اگر اس کا دل جہان کے حوالے سے کوئی اچھی امید پالتا تھا تو پھر نفرین ہی تھی اس پہ۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی گی، وہ یونہی رخ پھیرے خود ترسی خود اذیتی کا شکار آنسو بہاتی رہی، چونکی اس وقت جب بہت سلیقے سے گول گپوں کی ٹرے اس کے سامنے کر دی گئی تھی، اس نے چونک کر ٹھٹک کر غیر یقینی میں مبتلا ہو کر ٹرے کو دیکھا تھا، متحیر نگاہ ٹرے سے ہٹ کر اس ہاتھ کی جانب اٹھی جو اس ٹرے کو تھامے ہوئے تھا، سرخ و سفید مضبوط آہنی مردانہ ہاتھ جس پہ پھیلا سیاہ رواں بے حد بھلا محسوس ہوتا تھا، اس کی ساکن منجمد غیر یقینی کی مظہر نگاہ کا سفر ہاتھ سے کلائی کلائی سے کاندھے کاندھے سے سینے تک جا رکا، اس کے بعد اس نے ایک جھٹکے سے سر او نچا کر کے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا، پتا نہیں کیا تھا اس کے چہرے پہ کہ زینب کا ذہن ایکدم سے بہک گیا تھا، ایک پرانی یاد کا احساس اسے جکڑ چکا تھا، بہت مضبوطی سے، یہ گرفت بہت سخت تھی، بہت تکلیف دہ بھی، جب اس نے محض سال ڈیڑھ سال قبل عین اس مقام پہ چلتی گاڑی رکوا دی تھی۔

''جے......! مجھے گول گپے لے کر دیں۔'' اپنی ہی آواز کی بازگشت اس کی سماعتوں میں سرسرا رہی تھی، اس کا وجود اس کا دل آنسوؤں کے سمندروں میں تنکا بن کر ڈوبتا چلا گیا۔

اگر وہ اس کی معمولی خواہش کو نہیں بھول سکا تھا، تو اپنی محبت کیوں فراموش کر گیا؟ سوال اٹھا تھا اور ہر سو تباہیاں پھیلا گیا، رنج سا رنج تھا، دکھ کا عالم ہی انوکھا تھا، اذیت کو کوئی کنارہ نہیں ملتا تھا، نقصان کا تخمینہ کیسے لگایا جا سکتا تھا۔

وہ غم کی شدتوں سے پاگل ہو اٹھی، جہان اگر اس کے معاملے میں اتنا حساس تھا تو اس کی طلب کو کیوں فراموش کر گیا؟ جس نے زینب جیسی ضدی دیوانی خبطی لڑکی کو بے آب و گیاہ صحراؤں میں وحشت زدہ بھٹکائے رکھا تھا، اس کے اندر غضب کا احتجاج امڈتے بپھرتے دریا کی مانند سر پٹخنے باہر آنے تباہی مچانے کو مچلنے لگا۔

''مجھے پتا ہے، تمہیں پسند ہیں۔''

اس کی ہزار سوال اٹھاتے وحشتیں چھلکاتی آنکھوں کے سوالوں کو بس ایک معمولی سا جواب وہ بھی کتنے سکون سے، اتنے آرام سے، نہ کوئی ملامت نہ وضاحت اس کے اندر سرسراتی وحشت اور ہیجان بے انت ہوا تھا، اگلے لمحے اس نے غیض سے بپھرتے ہوئے ہاتھ مار کر ٹرے الٹا دی تھی، جہان ہڑ بڑا سا گیا، صد شکر وہ بچ گیا تھا۔

''کس نے کہا، اس احسان کی ضرورت ہے؟ میں تو اپنی بہت بڑی بڑی پسندوں سے خواہشوں سے دستبردار ہو چکی جہانگیر حسن صاحب، یہ معمولی خواہش میرے لئے ہرگز اہمیت نہیں رکھتیں، بہتر ہوگا آئندہ ایسی زحمت نہ کریں۔''

غیض و غضب سے کانپتی وہ لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ سلگتی نظروں سے پھنکاری، ذلت و سبکی اور کم مائیگی کے احساس نے اسے نیم دیوانہ سا کر دیا تھا، مگر جہان خائف ہونے کی بجائے کاندھے اچکا کر مسکرایا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے گویا اسے مزید طیش دلانا چاہا۔

''کس پسند اور خواہش سے دستبردار ہوئی ہو، بتانا پسند کرو گی؟'' سوال ایسا تھا جو زینب کو دہکا کر رکھ گیا، جہان کی مسکان اور اطمینان بھرے انداز نے گویا صاف جتلایا تھا کہ وہ اس کی دلی کیفیت اس کی شکست سے ہرگز بے خبر نہیں ہے، ہاں وہ بے خبر نہیں تھا، یہ آگاہی بھی خود زینب نے

اپنی حرکتوں کے باعث اسے بخشی تھی، کتنی احمق تھی وہ، کس قدر پاگل اسے پالیا تھا تو سمجھی تھی اب اس کی محبت بھی حاصل کرلے گی، خام خیالی تھی، سراسر خیام خیالی، بے وقوفی تھی محض حماقت، کوئی تھا اس سے بھی بڑھ کر نادان؟ اس کا دل رو رو اٹھا اور اندر سرسراتی وحشت کا احساس دو چند ہوتا چلا گیا، کچھ دیر وہ یونہی ساکن کینہ توز نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر جیسے طیش سے بپھرتے ہوئے مشتعل انداز میں ایک دم جھپٹ کر دونوں ہاتھوں میں اس کا گریبان دبوچ لیا۔

''کیا سن کر اپنی مردانگی کو تسکین دینا چاہتے ہو، کہ...... کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں؟ اب سے نہیں، ہمیشہ...... ہمیشہ سے اور...... اور میں تمہاری منتظر رہی ہوں، بکواس تھا وہ سب، جھوٹ جھوٹ بولا تھا میں نے بھی، سنا تم نے، میں بکواس کرتی رہی تھی، میں جھوٹ بولتی رہی تھی، مجھے...... مجھے تم سے محبت نہیں، شدید نفرت ہے تم سے، تم سے بھی کہیں زیادہ، تمہاری بزدلی سے۔'' اس نے بلک کر کہا۔

''تمہاری سعادت مندی سے۔'' اس نے سسکی بھری اور اس کا گریبان جھنجوڑا۔

''تمہاری فرمانبرداری سے بھی۔'' اس نے تڑپتے ہوئے اسے پے در پے مکے مارے۔

''ان سب نے مل کر مجھے لوٹ لیا، برباد کردیا، تمہاری منافقت نے بھی۔'' وہ ایک بار پھر حواسوں میں نہیں رہی تھی، پھوٹ پھوٹ کر بلند آواز سے روتی ہوئی زینب جیسے فریاد کررہی تھی، تڑپ رہی تھی، بلک اور سسک رہی تھی، جہان کے لئے یہ صورتحال نے حد پریشانی اور بوکھلاہٹ کا باعث تو تھی ہی، اس کے ساتھ ساتھ اضطراب بے کلی اور وحشت میں بھی مبتلا کررہی تھی، اس نے گھبرا کر سٹپٹا کر بپھری ہوئی موج کی مانند بے قابو زینب کو سنبھالنا چاہا، گاڑی ہنوز سڑک کے کنارے رکی ہوئی تھی، کچھ فاصلے پہ اسٹال پہ لوگ موجود تھے اور اس جانب بھی متوجہ تھے جہان کو شرمندگی محسوس ہورہی تھی۔

''زینی...... زینی ریلیکس، پلیز میری بات تو سنو۔'' جہان نے اسے بازوؤں میں لینا چاہا مگر وہ بے آب مچھلی کی مانند مچل کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔

''نہیں سننی، مجھے کوئی بات نہیں سننی تمہاری، تم نے سنا، مجھے تم سے شدید نفرت ہے، تم نے مجھے خود میری نظروں سے نہیں گرایا، سب کی نظروں سے گرادیا۔'' وہ یونہی سسکتی ہوئی بلکتی ہوئی بولی تھی، جہان کے کشیدہ اعصاب مزید بے تحاشا کشیدگی سمیٹ لائے۔

(جاری ہے)

☆☆☆

تم آخری جزیرہ ہو

ام مریم

قسط کا خلاصہ

جہان ژالے کو کھونے کے تصور سے ہراساں ہے، ایسے میں ژالے اسے زینب سے نکاح کو فورس کرتی ہے، صرف وہی نہیں جب معاذ بھی وہی بات کہتا ہے اور اس کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ یہ پپا جان کی خواہش تو جہان کے پاس انکار کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

معاذ اور پریناں کے تعلقات کی سرد مہری جہان کی بہتری کی کوشش اور معاذ کو سمجھانے بجھانے کے باوجود بڑھتی جاتی ہے۔

جہان ژالے کی بیماری کے متعلق جان کر خود کو فضا میں معلق محسوس کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

چالیسویں اور آخری قسط

اس کے رنج والم کا، بے قراری کا، وحشت و اضطراب کا یہاں تک کہ ہیجان کا بھی وہی عالم تھا، وہ اسی طرح زارو قطار روتی اسے مورد الزام ٹھہرا رہی تھی، اسے مجرم گردان رہی تھی۔

"اگر تم ایسا نہ کرتے، اگر تم میری خواہش پوری کر دیتے...... مجھے...... مجھے اپنی چاہت کا مان دے دیتے، تو کبھی یوں برباد نہ ہوتی میں...... تم نے ہی مجھے بربادی کی انتہا تک پہنچایا، تم تھے جس نے مجھے ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا۔"

مسلسل رونے سے اس کی آواز بھاری ہو چکی تھی، مگر غبار ختم نہیں ہو رہا تھا، وہ یونہی رو رہی تھی یونہی تڑپ رہی تھی، یونہی مسلسل بول بھی رہی تھی، جہان خود اذیتوں کے پل صراط پہ کھڑا اسے ٹوٹتا بکھرتا دیکھنے پہ مجبور تھا جیسے۔

"میں...... میں تو تھی ہی بری ناں......؟ میں تو تھی ہی ضدی...... آپ تو ایسے نہ تھے، آپ نے محض اپنی انا کو بچایا اور مجھے برباد ہونے دیا، اگر...... اگر آپ ایک بار مجھ سے کہہ دیتے، مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں کبھی یوں خود کو داؤ پہ نہ لگاتی، مہندی کی رات تک منتظر رہی تھی میں آپ کی...... مگر آپ کیوں کہتے؟ کیوں کرتے ایسا؟ آپ نے محبت کی ہوتی تو ناں...... وہ تو میں نے کی تھی اور آپ سے کیا چاہا تھا؟ صرف اپنی نسوانیت کا بھرم اور وقار...... آپ نے وہ بھی نہ سونپا مجھے، پھر کیسے نہ کہوں، کہ میری ساری بربادیوں کے ذمہ دار آپ تھے۔" وہ کہتی رہی تھی، روتی رہی تھی، اسے مارتی رہی تھی، یہاں تک کہ تھک گئی، بول بول کر بھی...... رو رو کر بھی، جہان ہنوز خاموش تھا، چہرے پہ گمبیھر سنجیدگی تھی، گاڑی ہنوز رکی ہوئی تھی، زینب نے خود ہی خود کو سنبھالا اور آنسو پونچھ دیئے، وہ بے حد نڈھال ہو چکی تھی، مگر دکھ اور شکوہ ہنوز تھا، جہان کی خاموشی بے پناہ اذیت میں مبتلا کر دینے والی تھی، جہان نے ٹشو کیس سے ٹشو کھینچے اور اس کا چہرہ جو ہنوز پسینوں اور آنسوؤں سے تر تھا صاف کرنا چاہا، زینب نے چہرے سے چھلکتی رعونت کو چھپائے بغیر اس کا ہاتھ جھٹک دیا، جہان ہرگز برا نہیں مانا اور گہرا متاسفانہ سانس بھر کے بولا اس کے لہجے کی تھکن میں واضح اضطراب ڈولتا تھا۔

"مجھے اس اعتراف میں کوئی عار نہیں ہے زینب! کہ میں تمہارا مجرم ہوں، اس بات کا ملال مجھے آج مزید بوجھل کر رہا ہے کہ تم صرف مجھ سے محبت کرتی تھیں اور میری منتظر تھیں، تم نے یہ بھی ٹھیک کہا، مجھے میری انا نے روکا اور میں تم سے تمہاری محبت سے محروم رہ گیا، میں اس بزدلی سے شرمندہ ہوں، جس نے ہم دونوں کو اتنا عرصہ تشنہ رکھا، مجھے تمہیں بتانا تو چاہیے تھا، زینب تم ٹھیک کہتی ہو...... محبت پہ انا کو اہمیت دینے والے ہی نامراد ہوتے ہیں، میں نے بھی اپنے حصے کی سزا اپنے حصے کی اذیت کاٹ لی، مجھے معاف کر دو، کہ میں تمہیں ہرٹ کر چکا ہوں۔"

زینب جیسے ساکن بیٹھی تھی بیٹھی رہی، اس نے جہان سے نہ آنکھ ملائی تھی، نہ بات کا جواب دیا جہان کو بھی شاید جواب کی ضرورت نہیں تھی، جبھی گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

☆☆☆

وہ سلسلے وہ شوق وہ نیت نہیں رہی

اب زندگی میں ہجر کی وحشت نہیں رہی
ٹوٹا ہے جب سے اس کی مسیحائی کا طلسم
دل کو کسی مسیحا کی حاجت نہیں رہی
پھر یوں ہوا کہ کوئی شناسا نہیں رہا
پھر یوں ہوا کہ درد میں شدت نہیں رہی
پھر یوں ہوا کہ ہو گیا مصروف وہ بہت
اور ہم کو یاد کرنے کی فرصت نہیں رہی
اب کیا کسی کو چاہیں کہ ہم کو تو ان دنوں
خود اپنے آپ سے بھی محبت نہیں رہی

اس کے اندر ایسی خاموشی اتر آئی تھی، ایسی بربادی جو طوفان گزر جانے کے بعد ہی محسوس کی جاسکتی ہے، وہ خود اپنے آپ سے بھی بے زار تھی، بے حد خفا، کیوں...... آخر کیوں خود پہ ضبط کھویا تھا اس طرح......؟ تک نہیں بنتی تھی کوئی، سارے بھرم کھول دیئے، اپنے ہی ہاتھوں، اسے کب عقل آنی تھی......؟ وہ اب ہرگز بچی نہیں تھی، پھر کیوں مناسب رویہ نہیں رکھ پائی تھی، ساری دنیا کو تو محبت نہیں مل جایا کرتی۔

ساری دنیا کو عزت بھی نہیں پوری ملتی، ان اہم لوازمات کے بغیر بھی زندگی کو متانت وقار اور سادگی و بربادی سے گزارا جاسکتا ہے، اس بار بار طاری ہو جانے والی وحشت نے تو اسے کہیں کا بھی نہ رہنے دیا تھا، وہ ہرگز تماشا بننا نہیں چاہتی تھی، مگر پھر بھی بن جایا کرتی، ایسا کیا تھا آخر جہان میں کہ وہ اسے کھونے کے احساس سے پاگل ہوتی جاتی تھی، کوئی تک نہیں بنتی تھی کہ وہ یوں محبت کی سوالی بن گئی تھی، کاسہ پھیلائے خیرات کی منتظر بھکارن...... کتنا حقیر کر ڈالا تھا، اس نے خود کو خود ہی، اب کیا حل تھا......؟ اسے سمجھ نہیں آتی تھی، بہت دیر تک روتی رہی، دل کا بوجھ ہلکا ہی نہیں ہونے میں آتا تھا، تب وضو کر کے دو رکعت نماز حاجت کی نیت باندھ لی، حاجت سوائے دل کے سکون کے اور کوئی نہیں تھی اور اللہ کی یاد میں دلوں کا سکون پوشیدہ ہے بلاشبہ، بہت دیر تلک ہاتھ پھیلائے سابقہ لغزشوں کی معافی اور آئندہ کے لئے صبر و استقلال کی گزارش رب کے حضور پیش کرتی رہی تھی۔

اس رات جہان اس کے کمرے تک آ گیا تھا، اس کی دستک کے جواب میں وہ اندھی گونگی بہری بن گئی تھی...... ہمدردی...... جہان کو ہمدردی کھینچ لائی تھی، اسے یہی نہیں چاہیے تھی، وہ جہان سے ملنا نہیں چاہتی تھی، جہان جبکہ اسی کوشش میں تھا، اس سے اگلے دن اس نے زینب کو کچن میں گھیر لیا تھا۔

''مجھ سے خفا ہو ابھی تک......؟'' وہ سوال کر رہا تھا، زینب نے جواب نہ دینے کی قسم کھالی۔

''کمرے میں چلو باتیں کرنی ہیں کچھ ضروری، بھاگ کیوں رہی ہو مجھ سے؟'' اس پہ جھک کر وہ شوخ استفسار کر رہا تھا، زینب نے بغیر لحاظ کے اسے پیچھے دھکا دے ڈالا۔

''کمرے میں چلو زینب! ورنہ میں کسی کی پرواہ کیے بغیر سب کے سامنے لے جاؤں گا۔'' یہ

کہیں سے بھی وہ جہان نہیں تھا، جسے وہ جانتی تھی، وہ تو اس کی بات پہ ہی بھک سے اڑ گئی۔
"خبردار...... فضول باتیں نہ کریں میرے ساتھ۔" اس نے غرا کر کہتے آنکھیں نکالیں۔
"یہ فضول باتیں نہیں...... محبت کا ادنیٰ سا اظہار ہے زوجہ محترمہ!" وہ بغیر متاثر ہوئے گویا اس کی معلومات میں اضافہ کر رہا تھا، زینب کو اس پل وہ دنیا بھر کا جھوٹا اور فلرٹ بھی لگنے لگا، جبھی تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔
"باہر نکلیں یہاں سے...... جائیں۔" اسے دروازے کی جانب دھکیلتی وہ غصے سے پاگل ہونے لگی، جہان پہ مجال ہے اثر ہوا ہو، الٹا مزید پیش رفت کرتے اسے بازوؤں کے شکنجے میں کس لیا، زینب پھڑ پھڑا سی گئی، اس دیدہ دلیری پہ ششدر ہوتی رہ گئی۔
"اس رات دروازہ کیوں نہیں کھولا تھا؟ میں جانتا تھا تم سو نہیں رہی تھیں۔" اس کے چہرے پہ خفیف سی خفگی اور جھنجھلاہٹ اتر رہی تھی۔
"وہ دروازہ اب کبھی نہیں کھلے گا، ہمیشہ کے لئے سن لیں۔" زینب نے پوری قوت صرف کر کے اس کے بازوؤں سے نکلتے جتلانا ضروری خیال کیا۔
"اف...... صدیوں سے محبت کے لئے ترستے شخص کی شرافت پہ اتنا ظلم...... بیگم صاحبہ رحم۔"
اس کے شوخ لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی، زینب کی آنکھیں ایک دم سے آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، کسی بھی مرد کے لئے سب کچھ بھلا کر ہلکے پھلکے ہو جانا کتنا سہل ہوتا ہے، پھر وہ خوش ہوتا بھی کیوں نہیں، جتلاتا بھی تو کیوں نہ...... اپنے اتاؤلے پن کی وجہ سے وہ سوچ چکی تھی نا اپنی کمزوری اسے، اس وقت تو جنید بھائی کی آمد سے جو وہ بھابھی کی تلاش میں آئے تھے اور انہیں یوں ایک دوسرے کے پاس دیکھ کر حیرت پہ قابو پاتے شرارت سے کھنکارتے مصنوعی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے پلٹ گئے تھے، مگر زینب کو جہان کے تسلط سے نجات مل گئی تھی مگر کب تک...... دروازے پہ آہٹ محسوس کر کے وہ جائے نماز تہہ کرتے چونکی، جہان دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا، زینب جہاں کی تہاں رہ گئی، آج وہ جانے کیسے دروازہ لاک کرنا بھول گئی تھی اور اب ہراساں ہو رہی تھی۔
"کیوں آئے ہیں؟" وہ تڑخی۔
"مجھے تو آنا ہی تھا۔" وہ نرمی سے مسکرایا، زینب اسی قدر چڑی۔
"چلے جائیں، میں لاک لگانا ہی کیوں بھولی۔" اس نے غصے میں پیر پٹخا، جہان کی مسکراہٹ بے ساختہ و بے اختیار مچل گئی۔
"آج لگا کر بھی دیکھ لیتیں، میں ڈپلی کیٹ چابی بنوا چکا تھا، بس اک ہی حل تھا میرے پاس۔" جہان نے کوٹ کی جیب سے واقعی چابی نکال کر دکھا دی، زینب چند ثانیوں کو حرکت نہیں کر سکی بس اسے گھورتی رہی۔
"مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے درشتی سے جتلایا، جہان ہرگز برا نہیں مان سکا۔
"مگر مجھے ضرورت ہے تمہاری۔" وہ بے حد آہستگی سے بھاری آواز میں بولا، ایسے کہ اس کی آواز کا لہجے کا زیرو بم زینب کے دل کی دنیا اتھل پتھل کرنے لگا، زینب نے نظریں چرالیں۔
"کیوں آئے ہیں؟" وہ جیسے سسک پڑی۔

''کوئی شوہر اپنی بیوی کے پاس کیوں آتا ہے، اتنا تو تمہیں بھی پتا ہوگا۔'' جہان نے شرارت سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھا تھا، زینب کا چہرہ یکدم دھواں دھواں ہوگیا۔

''ہاں...... پتا ہے مجھے اچھی طرح، آخر دو دو شادیاں کر چکی ہوں، دوسروں کو......'' وہ ہسٹریک ہو کر کہنا شروع ہوئی تھی انتہائی خود اذیتی میں مبتلا ہونے جا رہی تھی کہ جہان نے بہت سرعت سے بہت عاجزی سے بہت لاچار انداز میں اس کے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا، جو کپکپا رہے تھے، آنکھوں میں آنسو لرزتے تھے، چہرہ متغیر تھا، وہ صرف کانپتی تھی۔

''زینب پلیز...... پلیز زینب!'' جہان اس سے بڑھ کر اذیت و کرب کا شکار ہو چکا تھا، اس کی کمر کے گرد بازو پھیلا کر اس نے بہت آہستگی بہت نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا اور اس کے ریشمی بالوں پہ ہونٹ رکھ دیئے۔

''ایسے مت کرو زینی! سب کچھ بھول جاؤ۔'' وہ سرگوشی سے مشابہ آواز میں التجا کر رہا تھا۔

''کیا بھولوں......؟ وہ اذیتیں؟ یا آپ کی بے حسی بھری نظر اندازی؟'' وہ اس کے بازوؤں میں ٹوٹنے بکھرنے لگی، زار و قطار روتے ہوئے جیسے پھر حال سے بے حال تھی۔

''مجھے معاف کر دو زینی! میری کوتاہی سے درگزر کر دو۔'' جہان نے اسے بازوؤں میں بھر کے اٹھایا اور بستر پہ لے آیا تھا، زینب نے مزاحمت نہیں کی، تھکے ماندے انداز میں یوں اس کے ساتھ لگ گئی جیسے طویل سفر سے بے تحاشا تھک گئی ہو اور مزید ہمتیں ناپید ہوں، دونوں کتنی دیر خاموش رہے، جہان اسے اپنی محبتیں سونپ رہا تھا، اسے اعتبار بخش رہا تھا، اسے مان دے رہا تھا، وہ لمحوں میں مالا مال ہوتی جا رہی تھی، خوشحال ہوتی جا رہی تھی۔

''آپ کو یاد ہے جے! میں کس کس انداز میں آپ سے اگلوانے کی کوشش کیا کرتی تھی، آپ نے کبھی کیوں نہیں سوچا، اگر میں کسی بات کے اتنا پیچھے پڑی ہوں تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟'' زینب کی آواز میں ہوک تھی، نا تمام حسرتوں کی تشنگی کا جان لیوا احساس نوحہ کناں تھا۔

''ایم سوری زینی! کہا ناں بھول جاؤ، میری جان آج کو یاد رکھو۔'' جہان نے اس پہ جھک کر مدھم سرگوشی کی اور اس کے آنسوؤں سے تر گال پہ ہونٹ رکھ دیئے۔

''میں سب کچھ ہی بھول جانا چاہتی تھی، جبھی آپ کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کیا تھا، مگر...... مگر آپ نے کہا...... وہ سب پرانی باتیں تھیں، سب بکواس تھا، آپ کے نزدیک وہ سب بکواس تھا؟'' زینب کچھ یاد آنے پہ تڑپ کر اس کے بازوؤں کا حلقہ توڑ کر پیچھے ہوئی، اس کی آہیں پھر کراہوں میں بدلنے لگیں، کتنی اذیت تھی اس کے چہرے پہ، زیاں کے احساس کا کوئی انت نہیں تھا، جہان جیسے سخت آزمائش سے دوچار ہوا۔

''مجھے تم پہ غصہ تھا زینی! میں برداشت نہیں کر سکا کہ تم تیمور سے ملنے جا رہی تھیں، اس غصے میں میرے منہ سے اول فول نکل گیا، میں بہت تکلیف سے دوچار تھا زینی! بہت کرب میں مبتلا تھا۔'' جہان نے خفت کا مظاہرہ کیا، ساتھ ہی اعتراف جرم بھی۔

''میں نے آپ کو سب بتایا تھا، صفائی بھی دی تھی، آپ کو منایا بھی تھا، آپ نہیں مانے۔'' وہ پھر شاکی ہونے لگی، جہان نے گہرا سانس بھرا۔

''لیکن تم نے مجھ سے غلط بیانی بھی کی تھی اور مسلسل کی تھی، میں نے تم سے تمہاری پرابلم پوچھیں تم نے اس قابل نہیں سمجھا مجھے، یہ خیال کہ تم مجھ پہ اس گھٹیا انسان کو اب بھی فوقیت دے رہی ہو، مجھے غصے میں پاگل بنا چکا تھا، اسی غصے میں، میں نے تم پہ ہاتھ بھی اٹھایا، تم پہ زینب، جس سے میں اتنی محبت کرتا تھا کہ کبھی ایسی بدسلوکی کا تصور بھی نہیں رکھ سکتا تھا، یہ غصہ ختم نہیں ہوتا تھا۔'' وہ بے حد شرمسار سا اپنی کیفیت بتلا رہا تھا، خفت زدہ ملول، زینب اسے دیکھتی رہ گئی، اس کی طویل وضاحت میں ایک لفظ ایک نقطے پہ اٹکی ہوئی، اس کا انداز ایسا غیر معمولی تھا کہ جہان محسوس کیے بغیر چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔

''کیا ہوا..... ایسے کیا دیکھ رہی ہو زینی؟''

''آپ نے ابھی کیا کہا، کہ..... کہ آپ محبت کرتے تھے مجھ سے؟'' وہ اس ٹرانس میں بولی تھی، اس کے ہونٹ شدت جذب سے کانپنے لگے تھے، جہان پہ سکتہ طاری ہونے لگا، اسے ایک بار پھر احساس ہوا وہ اس لڑکی کا کتنا بڑا نقصان کر چکا ہے، وہ اس کا کتنا بڑا مجرم ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ خود احساس زیاں کے احساس سے دکھ سے لبریز ہوتا گیا۔

''صرف کرتا نہیں تھا زینب، اب بھی کرتا ہوں، پہلے سے زیادہ شدید کرتا ہوں، کرتا رہوں گا، ہمیشہ۔'' جہان نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر دل کی تمام تر گہرائیوں سے پوری صداقت کے ساتھ کھل کر اعتراف کیا اور محبت کی مہر اس کی پیشانی پہ ثبت کی، زینب کا پورا وجود کانپنے لگا، آنسوؤں میں روانی آتی گئی۔

''آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں جے! پھر کہیں۔'' وہ جیسے مچلی تھی، اس کے لہجے میں عجیب پیاس تھی بے پناہ تشنگی اور اک مجنونانہ کیفیت کا احساس تھا، جہان کا اپنا دل اس کے دکھ پہ ملال پہ زیاں پہ رو اٹھا۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں زینی! بے حد بے پناہ بے حساب۔'' اس کی آواز بوجھل ہوتی سرگوشی میں ڈھلتی گئی، وہ اس کی بہتی آنکھوں کو بار بار چوم رہا تھا، انداز میں عقیدت بھری ہوئی تھی، زینب نے آنکھیں بند کر لیں، مگر سرسراتی پلکیں ہنوز آنسو لٹا رہی تھیں۔

''پھر کہیں جے..... پھر کہیں۔'' وہ تڑپ رہی تھی، وہ سسکی تھی، اس پہ اک وجد اک بے خودی طاری تھی، جہان کے اندر جیسے کوئی گم ہونے لگا، اس نے کچھ اور شدتوں سے زینب کو بھینچ لیا، خود میں سمو لیا، اس رات وہ اپنی زیادتی کا ازالہ کرنے، زینب کی صدیوں کی تشنگی مٹانے کی خاطر بار بار اس کی محبت کا اظہار اور محبت کی شدتیں ظاہر کرتا رہا تھا، پھر بھی پتا نہیں کس حد تک وہ اس تشنگی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

☆☆☆

عشق لیلیٰ نہ شریں نہ فریاد ہے
عشق جلاد ہے جلاد ہے جلاد ہے

معاذ نے شعر سنا کر داد طلب نظروں سے حاضرین کو دیکھا، مگر کسی ایک چہرے پہ بھی ستائش و توصیف کا رنگ نہ پا کر اس کا موڈ آف ہونے لگا تھا، جبھی انہیں باقاعدہ گھورنے لگا۔

"کچھ منہ سے تو پھوٹو یار۔"

"آپ یہ شعر سوٹ نہیں کرتا، اپنے حسب حال پڑھیں۔" زیاد نے منہ سے پھوٹ کر وضاحت کر دی تھی، انداز شرارت سے لبریز تھا، جبکہ حوریہ نے ایک دم ہونٹ بھینچ لئے تھے، یہ شعر اور کسی کے حسب حال بے شک نہ ہو، اس پہ ضرور صادق آتا تھا، اس کے باوجود کہ اس نے کتنا دل مار لیا تھا، کتنا سمجھا لیا تھا خود کو، مگر معاذ کا سامنا تمام محنتیں اکارت کر جاتا، ساری ریاضت پہ پانی پھیر جاتا، پتا نہیں یہ عشق اتنا سفاک تھا یا معاذ حسن میں ہی کوئی انوکھی بات تھی، اس کا دل سلگنے تڑخنے لگا، وحشت سے بھرنے لگا۔

حوصلے بھی جواب دینے لگے
اس قدر اس نے آزمایا ہے

زیاد نے اس پہ جھک کر شعر پڑھا تھا، وہ چونک کر بلکہ ہڑبڑا کر اسے خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

بھڑکائیں میری پیاس کو اکثر تیری آنکھیں
صحرا میرا چہرہ ہے سمندر تیری آنکھیں

وہ پھر گنگنایا، نوریہ نے نہ صرف سر جھکایا، بلکہ کرب بھرے انداز میں آنکھیں بھی بند کر لیں، درد حد سے سوا تھا۔

ایسا کرتے ہیں تم پہ مرتے ہیں
ہم نے یوں بھی تو مر ہی جانا ہے

اس نے معاذ کی شوخ کھنکتی آواز سنی تھی، وہ یقیناً پرنیاں کو چھیڑ رہا تھا، پرنیاں کی جھینپی ہنسی اس بات کی گواہ تھی، نوریہ کے اندر سرسراتی وحشت کو بڑھاوا ملنے لگا۔

"زیاد......!" وہ گھبرا کر زور سے پکاری، زیاد جو مسکرا کر معاذ کو دیکھ رہا تھا، چونک کر متوجہ ہوا۔

"جی...... حکم جناب!" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ابھی ہماری شادی میں کتنے دن ہیں؟" وہ یونہی بند آنکھوں سے سوال کر رہی تھی۔

"ایک ہفتہ...... تمہیں بھی یہ دن بہت زیادہ لمبے لگ رہے ہیں ناں؟" وہ مزید شرارت پہ مائل تھا، نوریہ نے جیسے سنا ہی نہیں

"اتنے بہت سارے دن...... آپ آج مجھ سے نکاح نہیں کر سکتے ہیں؟" عجیب سوال تھا، زیاد تو جیسے حیرت سے بے ہوش ہونے کے قریب جا پہنچا۔

"مذاق کر رہی ہو نوری؟" اس نے بھنویں ترچھی کر کے پوچھا تھا۔

"نہیں، میں اس قدر زندگی میں بھی سنجیدہ نہیں ہوئی ہوں جتنا اس وقت ہوں۔" وہ یونہی سرگوشی میں جواب دے رہی تھی۔

(میں نے مما سے سنا ہے، نکاح کے بولوں میں اتنی طاقت پائی جاتی ہے کہ دو اجنبیوں کے درمیان بھی محبت کا احساس جنم لے لیتا ہے، میں یہی چاہتی ہوں، میں شادی سے پہلے پہلے معاذ

حسن کی محبت کے عفریت سے نجات چاہتی ہوں، تاکہ تمہاری حق تلفی نہ ہو سکے، تم سے بددیانتی نہ ہو سکے، میں اپنے ضمیر اور رب کے سامنے سرخرو رہ سکوں۔)

زیاد کو یقین نہیں مان مل گیا تھا، اس نے نگاہوں کی دلنشین جنبش سے اس کی خواہش کے احترام کی یقین دہانی کرا دی تھی اور نوریہ کے اندر عجیب سی تھکن اترتی چلی گئی تھی، اس نے پلکیں اٹھا کر ہنستے مسکراتے خوش باش معاذ حسن کو دیکھا اور ہونٹ بھینچے سر کو نفی میں جنبش دینے لگی۔

پاگل پن کی ساری لکیریں میرے ہاتھ میں کیوں
اس کو چاہوں میں ہی چاہوں میں ہی چاہوں کیوں

(اب اور نہیں معاذ حسن! مزید نہیں، مجھے تمہارے سحر تمہارے اثر سے نکلنا ہے، اس سحر سے، جس نے مجھ سے میرے ہر رشتے کو دور کر دیا، خدا سے دور کر دیا، یہ دوری گمراہی ہے اور میں گمراہی سے پناہ چاہتی ہوں)۔

☆☆☆

''شاہ! اک بات کہوں آپ سے؟''

آج زیاد کا نوریہ سے نکاح تھا، جہان اسی تقریب کے لحاظ سے تیار ہو رہا تھا، سفید کھدر کا کرتا شلوار اس کے دراز شاندار وجیہہ سراپے پہ بہت جچ رہا تھا، چہرے پہ جو طمانیت و آسودگی تھی وہ سب سے اہم اور خاص چیز تھی، آنکھوں کی چمک اور دلکشی بہت بڑھی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی، ژالے کو وہ پہلی بار مکمل لگا، اس کا دل خوشی کے انوکھے احساس سے لبریز ہوتا چلا گیا تھا، اس کی ذرا سی گنجائش تھوڑا سا ایثار کتنے دلوں کی طمانیت سکون اور آبادی کا باعث بن گئی تھی، نقصان کیا ہوا تھا، وہ تو یکلخت امیر ہو گئی تھی، اتنے دعاؤں کے حصار میں تھی کہ اب مر بھی جاتی تو بخشش کی فکر نہیں تھی، نیکی کا فائدہ بھی تو یہی ہے، صدقہ جاریہ بن جایا کرتی ہے، کبھی اسے لگتا تھا اس سے بڑھ کر مشکل کام دوسرا نہیں ہو سکتا، مگر اب...... سچ ہے بجا ہے اب کے راستوں پہ چلنے کا ارادہ تو کرو، رب خود مددگار بن جایا کرتا ہے، وہ بھی خود پہ رب کی عنایتوں کی برسات ہوتی دیکھ رہی تھی۔

زیاد نے جب اپنا مطالبہ پپا کے سامنے رکھا تھا تو کیسی ہاہوکار مچ گئی تھی ہر سو، معاذ کے ساتھ باقی سب نے مل کر جو اس کا ناک میں دم کیا الاماں، مگر وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں سرکا تھا، مما کی خوشی پپا کی دبی ہوئی مسکان بھی اسے حوصلہ دے گئی تھی، اس کے باوجود مجال ہے جو اس نے نوریہ کا نام بھی لیا ہو، یہی چیز نوریہ کے لئے صرف ڈھارس نہیں اعتماد اور سکون کا باعث ثابت ہوئی تھی۔

''ہاں بھی بولو، تمہیں اجازت کی کیا ضرورت ہے بھلا؟'' جہان نے کف لنکس بند کرتے ہوئے اسے محبت آمیز نظروں سے نوازتے پرفیوم کی بوتل اٹھائی جسے ژالے نے اس کے ہاتھ سے لے کر خود اس پہ خوشبو کی پھوار برسا دی تھی، انداز کسی حد تک شرارت بھرا تھا، جہان کے ہونٹوں پہ بہت دل آویز مسکان بکھرتی چلی گئی تھی۔

''سو کیوٹ، کبھی کبھی تم بالکل بچی لگتی ہو مجھے، معصوم اور شریر بھی۔'' جہان نے اس کا گال انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان چٹکی کے انداز میں پکڑ کر دبایا، وہ ایک دم کھلکھلا دی تھی۔

''اور آپ مجھے ہمیشہ ہی دیومالائی کہانیوں کے سب سے حسین کردار اپالو جیسے ہی لگتے ہیں، باوقار، شاندار، ذی شان، جب تک نہیں ملے تھے مجھے میں اکثر بہت عاجز ہو کر سوچتی تھی، کیوں ہیں شاہ آخر اتنے پیارے کہ میں جتنا مرضی دل کو سمجھاؤں، یہ سمجھتا نہیں۔''

رائیل بیلو بہت اسٹائلش کامدار لانگ شرٹ چوڑی پاجامے میں وہ بلوریں لڑکی میچنگ کے زیورات اور شعاعیں بکھیرتی کلائیوں میں گجرے سجائے کتنی سادگی کس درجہ سچائی سے پہلی بار اپنی کیفیت بیان کر رہی تھی، جہان کو اتنی اچھی لگی کہ دل چاہا بانہوں میں بھر کے دل میں چھپا لے، مگر وہ اس کی توجہ نہیں بٹانا چاہتا تھا، جبھی خاموش کھڑا محبت آمیز نظروں سے اسے دیکھتا رہا، وہ آج ہمیشہ سے کہیں بڑھ کر حسین اور سحر انگیز لگ رہی تھی، معصوم نوخیز اور دلربا، سب سے حسین اس کی سعادت مندی تھی، جہان کی ہر خواہش پہ بلا جھجک سر جھکانے کی ادا تھی، جس نے جہان کو اپنا اسیر کرنے اس سے محبت وعقیدت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

''اور میں اس دل کا مشکور ہوں، جو سمجھتا نہیں، اگر یہ سمجھ جاتا تو آج اتنی حسین پیاری اور فرمانبردار بیوی سے محروم ہوتا میں......'' جہان نے مسکراتے ہوئے کہہ کر اس کے ماتھے پہ اپنی محبت کی مہر ثبت کی، اس کا لہجہ خوشبو بھرا تھا، اس کا انداز بے حد دلنشین تھا، ژالے شرما سی گئی، جہان کا انداز ہی اتنا وارفتہ تھا، اس کا دل مدھر سروں میں دھڑک اٹھا، گلابی چہرہ تمتماہٹ کے ہمراہ سرخ پڑتا چلا گیا۔

''ارے میں وہ اصل بات تو بھول ہی گئی۔'' وہ بولی تو حیا کا طلسم لمس کی کیف آگہیں دہکتی مدہوشی کا تاثر ابھی بھی اس کے لہجے سے ہویدا تھا، جہان دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے بہت پرسکون انداز میں اس کا یہ روپ نگاہ کے رستے دل میں اتارتا رہا، وہ ہمیشہ اس کی قربتوں میں آ کر یونہی بے اوسان ہونے لگتی تھی، حسن ودلکشی کا شرم وحیا کا ایسا حسین سنگم جہان کو یونہی ہمیشہ مبہوت کر دیا کرتا تھا۔

''جب تک آپ کچھ ارشاد نہیں فرمائیں گی مائی لیڈی ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں، آپ چاہتی کیا ہیں۔'' جہان کا انداز بے حد شریر تھا، وہ گویا اسے اس کی بوکھلاہٹ کو نشانہ بنا رہا تھا، ژالے کچھ اور جھینپ گئی، لمبی پلکیں صبیح گالوں پہ حشر سا اٹھانے لگیں۔

''جب سے زینی آپی ریکٹ ہوئی ہیں خیال میرے دل میں پختہ ہو گیا ہے، لیکن اگر آپ میری خواہش کو خوشی سے قبول کریں تو ہی......''

''ایسی کون سی خواہش ہے تمہاری؟'' جہان چونک کر رہ گیا۔

''ممی میری شادی اس لئے بھی جلدی کرنا چاہتی تھیں شاہ! کہ انہیں میرا بچہ چاہیے تھا، وہ بہت اکیلی ہیں، میں چاہتی ہوں وہ مزید اکیلی نہ رہیں، ہمارے پاس تو اولاد کی صورت میں فاطمہ بھی ہے، چند مہینے ہیں بیچ میں پھر زینی آپی کی۔'' جہان کی بھرپور سنجیدگی کی مظہر خاموش نظروں کے تسلسل نے ژالے کو نہ صرف کنفیوژ کیا تھا، بلکہ اس کی زبان بھی لڑکھڑا دی، جبھی اس نے ایکدم ہونٹ بھینچ لئے تھے اور کسی قدر خائف ہو کر جہان کو دیکھا۔

''آپ کو میری بات اچھی نہیں لگی شاہ تو...... اٹس اوکے، میں ممی کو بھی سمجھا دوں گی، لیکن پلیز

آپ خفا......'' اسے مضطرب ہوتے گڑبڑاتے پا کر جہان نے اسے نرمی سے تھامتے ہوئے صوفے پہ بٹھا دیا، خود اس کے سامنے زمین پہ ہی پنجوں کے بل ٹک گیا تھا، اس کا گال سہلایا پھر بے حد رسان اور تحمل سے گویا ہوا تھا۔

''مجھے تمہاری بات ہرگز بری نہیں لگی، لیکن اولاد بانٹنے کی چیز بھی نہیں ہوتی ہے ژالے! یہ اگر نیت میں اخلاص اور نیکی کا جذبہ شامل ہو جو کہ تمہارے دل میں الحمدللہ موجود ہے، تو اس میں مضائقہ بھی نہیں، مجھے بھی تمہارے جذبات کی پذیرائی کر کے اچھا لگے گا، لیکن اپنے بڑوں کی رضا مندی کے ساتھ...... مگر بے فکر رہو، یہاں کے کسی بھی فرد کا دل اور ظرف چھوٹا نہیں ہے، وہ لوگ ہمارے فیصلے کا خیر مقدم کریں گے، البتہ اولاد کا والدین اور بزرگوں کو اپنے معاملات سے آگاہ رکھنا اور ان کے مشوروں کی روشنی میں قدم اٹھانا انہیں معتبر کر دیا کرتا ہے، سمجھ رہی ہو ناں؟''

جہان نے جس رسان سے جس محبت سے سمجھایا تھا، ژالے احسان مندی ممنونیت کے احساس سمیت نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی، جہان نے اسے اس کی نظروں میں معتبر کر دیا تھا صحیح معنوں میں گویا، وہ جانتی تھی، وہ اپنے رشتوں کے معاملے میں کتنا پوزیسو ہے، اولاد کا معاملہ تو اور بھی زیادہ جذباتیت والا ہوتا ہے، مگر وہ لمحوں میں اگر یہ فیصلہ کر گیا تھا، تو اس کے پیچھے صرف ژالے کی خواہش ژالے کے جذبات و احساسات کو اہمیت و فوقیت دینا، مقدم رکھنا تھا، ژالے کے دل میں اس کے لئے موجزن محبت و احترام کا احساس مزید بڑھتا چلا گیا، اس نے بہت عقیدت مندانہ انداز میں جہان کے ہاتھوں کو جھک کر چوما تھا۔

''جزاک اللہ شاہ! بلاشک وشبہ آپ میرے لئے رب کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت سب سے عظیم انعام ہیں۔'' جذبات کی شدت نے اس کی آواز کو رقت آمیز کر دیا تھا، جہان نے بہت ملائمت سے اسے ساتھ لگا کر تھپکا اور اس کی آنکھوں کے آنسو بہت محبت سے صاف کیے۔

''مجھے تمہاری خوشی بہت عزیز ہے ژالے، لیکن میں چاہتا ہوں تم بہت اچھی طرح سوچ لو، اس میں شک نہیں کہ اپنے وجود کا حصہ الگ کر کے کسی کے حوالے کرنا آسان نہیں، یہ ایک مسلسل ضبط مسلسل آزمائش اور صبر آمیز کام ہے، کر سکو گی؟''

''انشاءاللہ! میں بہت پہلے ہی سوچ چکی تھی شاہ! پھر ہمارے پاس اولاد ہو گی ناں، فاطمہ ہے زینی آپی اور پھر مجھے بھی اللہ کے گھر سے پوری امید ہے۔'' وہ بہت سکون سے کہہ کر مسکرائی تھی، جہان کو اس نازک لڑکی کے بلند حوصلوں کا مضبوط نیک ارادوں کا ایک بار پھر صحیح معنوں میں ادراک ہوا تھا، کچھ کہے بغیر اب کے اس نے محض اس کا گال سہلایا، گویا ہر طرح کے حالات میں اپنا ساتھ اپنا یقین سونپا تھا۔

☆☆☆

سونا چاندی کیا کریں گے پیار میں
سونے جیسے گن ہیں میرے یار میں
جنم جنم کے بندھن تجھ سے باندھ لئے ہیں
فیصلے قسمت کے میں نے مان لئے ہیں

کہاں کس کی ہو گی جو تقدیر ہے میری
رانجھے کی اس ہیر سے سندر ہیر ہے میری
رانجھا بول رہا ہے میرے یار میں
سونے جیسے گن ہیں میرے یار میں
ہو ہو سونا چاندی ....

ڈیک فل والیوم میں چل رہا تھا، حماد اور حسان جوش و خروش سے بھنگڑا ڈال رہے تھے، باقی پارٹی تالیاں بجا کر مزید حوصلہ افزائی میں مصروف تھی، آج زیاد کی مایوں کی رسم تھی، تمام تقریبات کا انتظام کمپاؤنڈ تھا، سامنے اسٹیج پہ شاندار آرائش تھی، سرخ مخملیں صوفے پہ نوریہ زرد لباس زرد ہی کھنکناتی چوڑیوں سے بھی غضب کی دلکشی کے ہمراہ زیاد کے ساتھ بیٹھی تھی، اس کے چہرے پہ جو مسکراہٹ تھی، اس میں بڑے عرصے کے بعد تازگی نکھار اور دلکشی کا خالص رنگ اترا تھا۔

''یار میرا بھی دل کر رہا ہے، بھنگڑا ڈالنے کو، یاد ہے لالے نے بھی اپنی زندگی میں پہلی و آخری بار اپنی شادی کی خوشی میں ہی ڈانس کیا تھا۔'' زیاد کی بات پہ نوریہ کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

''مگر آپ کا ڈانس پہلا تو نہیں ہوگا۔'' اس کے گرفت کرتے انداز میں شرارت کا رنگ اتر آیا، زیاد خفیف سا ہوتا زور سے ہنس پڑا۔

''چلو پہلا نہ سہی آخری ثابت ہو جائے گا۔''

''کیوں......؟ خدانخواستہ اتنی خوفناک ہو گی تمہارے لئے نوریہ؟'' معاذ اسی پل وہاں آیا تھا، زیاد کی آخری بات اچک کر لقمہ دیا، نوریہ کا دل محض ایک لمحے کو ڈگمگایا اگلے پل وہ نارمل تھی۔

''خوفناک کیوں؟ خوش بخت کیوں نہیں؟ جیسے آپ کے لئے پرنیاں، جیسے جہان بھائی کے لئے ژالے اور زینب اور......''

''بس بس جناب! ویسے آج سے قبل میں نے اتنی پر اعتماد دلہن نہیں دیکھی۔'' نوریہ کی آنکھوں میں جھانک کر وہ شرارت آمیز مسکان سے بولا، نوریہ ایک لمحے کو دبک سی گئی تھی۔

''یہ بھی انڈر اسٹینڈنگ کا کمال ہے سارا، زیاد سے شادی لیٹ کرنے کی اصل وجہ ہی یہ تھی، ویسے بھی صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔'' اس کا پر اعتماد انداز خود زیاد کو بھی حیران کر کے رکھ گیا تھا، معاذ باقاعدہ سر دھن رہا تھا، زیاد سے مزید صبر نہ ہو سکا تو جا کر حسان اور حماد کے ساتھ بھنگڑے میں شامل ہو گیا، نوریہ معاذ کو نظر انداز کیے زیاد کو مسکراتی نظروں سے دیکھتی رہی۔

سونا چاندی کیا کریں گے پیار میں
سونے جیسے گن ہیں میرے یار میں
بڑی چمک ہے تیرے اس دیدار میں
سونے جیسے گن ہیں میرے یار میں

وہ خود بھی ساتھ ساتھ گنگنا رہی تھی، جہان اور ژالے بھی اسٹیج پہ معاذ اور نوریہ کے پاس آ گئے، معاذ جہان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا تھا، جب نوریہ نے جہان کو مخاطب کیا تھا۔

''زینب نظر کیوں نہیں آ رہی ہے بھائی؟'' اس نے جھک کر ڈوالے کی گود میں بیٹھی اس کی چوڑیوں سے کھیلتی فاطمہ کو پیار کیا تھا۔

''وہ تو مجھے بھی نظر نہیں آ رہی، پتا نہیں کہاں ہے، ذرا پتا کراؤ۔'' جہان نے مسکراہٹ دبا کر شرارت سے کہا، نوریہ کھسیا کر ہنس پڑی تھی، وہ صاف محسوس کرتی تھی، زینب سے منگنی کے بعد جہان کا مزاج اور انداز بدل گئے تھے، وہ سوبر اور باوقار تو اب بھی تھا، مگر پہلے کی طرح روکھا پھیکا اور ریزرو نہیں رہا تھا۔

''تو جایئے نا...... ڈھونڈ کے لائیں اسے اور اپنے دونوں پہلو آباد کرلیں۔'' نوریہ نے بھی اس شرارت کے سلسلے کو بڑھاوا دیا جس کا آغاز جہان کی جانب سے ہی ہوا تھا، ڈوالے مسکرائے گئی تھی، جہان واقعی وہاں سے اٹھ گیا تھا، اس کی تلاش میں وہ اندرونی حصے کی جانب آیا تو پہلا سامنا ہی بھابی سے ہوگیا۔

''زینب کہاں ہے بھابی؟''

''اپنے کمرے میں ہے، ابھی تیاری مکمل نہیں ہوئی اس کی۔''

آج کے دن بھابی کی مصروفیات خاص تھیں، جبھی عجلت میں جواب دے کر ایک جانب چلی گئیں، جہان دبے قدم اٹھاتا زینب کے کمرے کی جانب آ گیا، بند دروازے کی ناب گھما کر اس نے اندر قدم رکھا تو پرفیوم شیمپو اور پھولوں کی دلفریب مہک نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا، زینب زرد کلر کے بہت اسٹائلش فراک میں ملبوس ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے آگے اسٹول پہ بیٹھی تھی، اس کا ملبوس اس کے پیروں کو بھی چھپا رہا تھا، کھلے بال کمر پہ سیدھے گرتے تھے اور مبیج گالوں پہ ریشمی پلکوں کا سایہ مرتعش تھا، سنہری بے حد نازک لین نیم دائرے کی شکل میں گلے پہ لگی ہوئی تھی، یوں لگتا تھا کسی نے اس کی راج ہنس جیسی مرمریں گردن میں سنہرا نفیس ہار ڈال دیا ہو، ہلکا ہلکا میک اپ اس کے ملکوتی نقوش کو مزید اجاگر اور دلنشین بنا کر واضح کر رہا تھا، ایک ہاتھ سے بالوں کی لٹوں کو پیچھے کرتی دوسرے سے دراز کھولے وہ جیولری کے انتخاب میں مگن تھی، جہان اسے دیکھتا رہ گیا تھا، وہ حسین تھی، حسین تر...... بلاشبہ، مگر اس کی نزاکت اس کی اداؤں میں بہت سحر تھا، بہت کشش تھی، اس بات کا وہ بھی گواہ رہا تھا، کہ اس کی شخصیت کے یہ سارے رنگ جہان کے لئے ہی تھے، جہان پہ ہی عیاں ہوئے تھے، تیمور سے شادی کے بعد وہ اپنی ذات کی پرتوں میں ملفوف ہوئی محدود ہوتی چلی گئی تھی۔

جہان اس کی توجہ کی چاہ میں دانستہ کھنکارا تھا، زینب نے چونکے بنا گردن اٹھا کر آئینے میں ہی اسے دیکھا اور دلکشی سے مسکرا دی۔

''تم ابھی تک بھی تیار نہیں ہوئیں؟'' جہان قدم بڑھا کر اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔

''بس ہوگئی ہوں، یہ جھمکے پہن لوں۔'' اس نے اپنے فراک کے میچنگ بڑے بڑے جھمکے سامنے کیے اور پوری توجہ اپنے کام پہ مبذول کر دی۔

''یہ روایتی سا جملہ ہو جائے گا زینی! اگر میں یہ کہوں کہ تم پہ ہر شے جچتی ہے، مگر اس میں کوئی شک ہرگز بھی نہیں ہے۔''

وہ اس پہ جھک کر مخمور لہجے میں کہہ رہا تھا، زینب کے چہرے پہ خوشی کا فخر کا محبت کا تاثر سنہرا دلنشین تاثر بن کر جگمگایا، پلکیں جھکا کر ہونٹ کا کونہ دانتوں تلے دبا کر وہ آہستگی سے ہنس دی تھی، جہان قدم بڑھا کر اس طرح اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پہ آ کر ٹکا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے تھے، سجی سنوری بے حد نازک و حسین زینب اور شاندار وجیہہ بے پناہ خوبرو جہان...... آئینے نے گواہی دی تھی کہ دونوں کی جوڑی باکمال ہے۔

''اک بات پوچھوں آپ سے جے!'' زینب نے اس وقت اس کا ہاتھ پکڑ کر لیا تھا، جب جہان نے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا دوسرا جھمکا اٹھا کر خود اس کے کان میں ڈال دیا تھا، اک بار پھر آئینے میں اس حسین منظر کو مسکرا کر دیکھا تھا اور خراج پیش کیا تھا اس کی خوب صورتی کو۔

جہان کی نگاہ اس کے کان میں ہلکورے لیتے جھمکے پہ تھی، اس سوال پہ اس نے نگاہ کا زاویہ بدل کر انہی وارفتہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''کیا بات؟'' اس کی متبسم نگاہ میں محبت کی گہری جھلک تھی، اس کے چہرے پہ اطمینان کا اور کاملیت کا ایسا تاثر ملتا تھا جو اسے مزید خوبرو بنا کر دکھلانے لگا تھا، زینب کو پا کر وہ واقعی مکمل ہو چکا تھا، اب کوئی کمی...... کوئی خلش اس کے ساتھ نہیں تھی۔

''وعدہ کریں سچ بولیں گے مجھ سے۔'' زینب کی ایسی بات پہ جہان نے مصنوعی خفگی سے گھورا تھا اسے۔

''تمہیں کس نے کہا، میں جھوٹ بھی بولتا ہوں؟'' زینب کے اعصاب پہ جواباً نادیدہ سا بوجھ آ پڑا۔

''میرے ساتھ تو زندگی موت کے جیسے اہم معاملے پہ آپ ہمیشہ غلط بیانی ہی کرتے آئے۔'' زینب نے جس طرح آہ بھری، جتنا تاسف و ملال اس کے انداز میں اترا یہ جہان کو مہر بالب کر کے رکھ گیا تھا۔

''تم خود کو یہ سوچ کر ڈھارس دے لو زینب، کہ یہ تقدیر کا لکھا تھا، یہ سب کچھ یونہی ہونا طے تھا۔'' کچھ تاخیر سے خود کو سنبھال کر وہ نرمی و رسان سے بولا، زینب نے سر ہلا کر تائید کر دی اور جیسے کس سوچ کی اتھاہ میں اترنے لگی۔

''تم کچھ کہنا چاہ رہی تھیں زینی!'' جہان نے اسے چونکا دیا تھا، اس نے بے اختیار سرد آہ بھری۔

''پر اس تو کریں نا پہلے۔'' زینب کے انداز میں سراسر شرارت تھی۔

''پر اس ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا جاتا ہے، لاؤ اپنا ہاتھ۔'' اس کی آنکھوں میں جھانک کر وہ ازلی سے بولا، چہرے پہ شرارت ٹپک رہی تھی، جہان نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا تھا، زینب نے بلا تردد اپنا نازک گلابی مخمل جیسا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا، جسے جہان نے نرمی سے دبایا تھا، پھر ہونٹوں سے چھوا آنکھوں سے لگا لیا، عہد دینے کا یہ ایسا لوٹ لینے والا، اسیر کر لینے والا انداز تھا، زینب کے معاملے میں وہ محبت کی ایسی ادا اپناتا تھا کہ زینب کو ہر بار نئے سرے سے حیران اور پھر قسمت پہ نازاں کر دیا تھا، مگر اس وقت زینب کی آنکھیں بھیگتی چلی گئی تھیں۔

"آپ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے سچ! میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا، ژالے نے فورس کیا تھا آپ کو۔"

وہ جانتی تھی جہان اب ہرگز ہرگز اس سے جھوٹ نہیں بول سکتا، اپنے دل میں پھنسا وہ یہ آخری کانٹا بھی نکال لینا چاہتی تھی، چاہے اس کی کسک کیوں عمر بھر ساتھ نہ رہتی، چاہے اس کا دل کتنا ہی زخمی کیوں نہ ہو جاتا۔

"بولیں نا بتائیں مجھے۔" اسے خاموش مہر بلب پا کر زینب نے بھیگی آواز میں کہتے اس کا بازو جھنجھوڑ ڈالا تھا، جہان نے بھینچے ہوئے ہونٹوں کو کھولا اور متاسفانہ سانس بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا، اس کی جانب متوجہ ہوا تو اپنی آنکھیں اس کی نازک نظروں میں گاڑھ دی تھیں۔

"ہاں زینب، یہ سچ ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کی وجہ ہرگز وہ نہیں جو تم سمجھتی رہی ہو یا اب بھی سوچ رہی ہو، بلکہ میں ایک عام انسان عام فیلنگز رکھنے والا آدمی تھا اور اپنی اس دیوانگی سے خائف تھا جو تمہاری محبت تمہاری طلب میں، میں نے جھیلی تھی، جس میں اتنے سال گزر جانے کے باوجود کمی نہیں آسکی تھی، مجھے لگا تھا، اگر میں تم سے شادی کر لوں گا، تو لازماً ژالے کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کا مرتکب ہو جاؤں گا، جو کہ میں ہونا نہیں چاہتا تھا، تمہاری محبت میں تمہاری طلب کی مجنونانہ خواہش مجھے بہت دور لے گئی تھی زینب، مجھے لگا تھا تمہارے سامنے تمہاری قربتوں میں ژالے مجھے کبھی نظر نہیں آسکے گی، میں ژالے سے زیادہ اللہ کے ہاں مجرم قرار پانے سے خائف تھا اور بس۔"

وہ خاموش ہوا تو زینب نے مضمحل انداز میں سر جھکا کر ہونٹ باہم بھینچ لئے تھے، جہان اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا، اسے ہرگز بھی زینب کی یاسیت کی وجہ سمجھ نہیں آسکی، اس سے قبل کہ وہ کچھ پوچھتا زینب خود بول پڑی۔

"اور جبکہ اب ایسا نہیں ہوا، آپ نے مجھے حاصل کر کے بھی ژالے کی حق تلفی نہیں کی، اسے فراموش نہیں کیا، تو اس کا مطلب آپ کو مجھ سے محبت نہیں رہی؟"

یہ آخری سوال کرتے اس نے خود کو گویا سولی پہ محسوس کیا تھا، خدشات کی یلغار کے ساتھ اس کی آواز میں لرزش اتر آئی تھی، کتنا ہراس تھا کہ اس قدر خوف اس کی نظروں میں، جہان نے دیکھا تھا، محسوس کیا تھا اور مضطرب ہو اٹھا تھا، پھر اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے نزدیک آیا، اس کے کپکپاتے وجود کو اپنی مہربان پناہوں میں سمیٹا اور محبت سے تھپتھپایا۔

"بالکل پاگل ہو تم زینی! ایسی بات بھلا کیوں سوچی تم نے؟ میں نے اپنا یہ خدشہ یہ خوف پوری دیانتداری کے ساتھ معاذ کے سامنے رکھ دیا تھا اور رب سے اس آزمائش میں سرخروئی کی دعا مانگی تھی، وہ بہت مہربان ہے زینی! جو اس کے راستوں پہ چلنا چاہے، بہت پیارے انداز میں راہ نمائی فرماتا ہے، میں تو بس اتنا جانتا ہوں، میں ادھورا تھا، اس نے مجھے مکمل کر دیا، میں بکھرا ہوا تھا، تمہاری صورت اس نے مجھے سمیٹ دیا، مجھے میری خواہش کے مطابق انصاف کی توفیق بخشی، ہاں اگر مجھے محبت تم سے زیادہ ہے بھی تو اس پہ خدا کی جانب سے بھی کوئی باز پرس نہیں ہے یہ اختیاری جذبہ ہے اور رب ہی دلوں میں نازل فرمانے والا ہے۔"

زینب نے بہت دھیان سے اس کا ایک ایک لفظ سنا تھا، دل میں اتارا تھا، کچھ کہے بنا اس نے آنسو بھری آنکھوں سے جہان کو دیکھا، پھر اس کے کشادہ سینے میں منہ چھپا لیا۔

(آج صرف آپ ہی نہیں ہے، میں بھی مکمل ہو گئی ہوں، آج سے پہلے تک مجھے یہ ملال یہ رنج گھلاتا تھا کہ اگر اللہ نے آپ کو ہی میرا نصیب بنانا تھا، تو پہلے ہی کیوں نہ مجھے آپ کو سونپ دیا، لیکن آپ میں اس مصلحت کو بھی اس کے فضل سے جان سکی ہوں، کہ اس سے بڑھ کر کوئی انصاف کرنے والا نہیں مردوں کے درجے اور مقام کے لحاظ سے ہی ان کے لئے عورتوں کا انتخاب ہوتا ہے، پاک مردوں کے لئے پاک عورتیں اور پاک عورتوں کے لئے پاک مرد...... میں صبر محبت اور ضبط وتحمل میں آپ کے درجے پہ نہیں تھی، جبھی خدا نے آپ تک پہنچانے سے قبل حالات کی بھٹی میں ڈال کر میرا میل کچیل اتارنے کا اہتمام کیا، اگر آپ مجھے پہلی ہی بار اتنی آسانی سے مل جاتے تو میں اس انداز میں کبھی آپ کی قدر بھی نہ کر سکتی، میری اکڑ میرا نخوت میرا تکبر مجھ سے لازماً آپ کی ناقدری کراتا، جو یقیناً خدا کو منظور نہیں تھی، مجھے آج کوئی شکوہ کوئی ملال نہیں ہے، کہ آپ اتنی تاخیر سے کیوں ملے ہیں مجھے، حالات کے سمندر میں زندگی کے ہر خوبصورت احساس اور سکون سے لبریز جو اک جزیرہ تھا، وہ آپ تھے اور مجھے لامتناہی سفر کی طوالت کے بعد ہی آپ تلک رسائی حاصل ہو چکی تھی، آپ آخری جزیرہ جو تھے۔)

اس کے ہونٹوں کی تراش میں مسکان اترنے لگی تھی، جسے جہان نے دیکھا تو بے اختیار ریلیکس ہونے لگا، پھر اس کے آنسوؤں کو صاف کر کے اس کا سائیڈ پہ پڑا اٹھا کر اسے اوڑھایا اور ہاں پکڑ کر باہر لے آیا، فوٹو سیشن کے دوران جب وہ دونوں رسم کو اکٹھی آئیں تو جہان بھی ساتھ تھا، اس کے دونوں شانوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی، لڑکیوں کے چہرے تھے اور جہان کے چہرے پہ اطمینان کے خوشی کے سارے رنگ، کیمرے کی آنکھ نے یہ دلکش منظر بہت خوبی سے محفوظ کر لیا تھا۔

☆☆☆

اس کڑی دھوپ میں جلتے ہوئے پاؤں کی طرح
تو کسی اور کے آنگن میں ہے چھاؤں کی طرح
تو تو واقف ہے میرے جذبوں کی سچائی سے
پھر کیوں خاموش ہے پتھر کے خداؤں کی طرح
میں تو خوشبو کی طرح ساتھ رہا ہوں تیرے
تو بھٹکتا رہا ہے بے چین ہواؤں کی طرح
وہ جو برباد ہوئے تھے وہی بدنام ہوتے ہیں
تم تو معصوم رہے اپنی اداؤں کی طرح
غم تو یہ ہے کہ ہمیں کوئی خوشی راس نہیں
زندگی کاٹ رہے ہیں ہم سزاؤں کی طرح

وہ بے کل سی تھی، مضطرب اور وحشت زدہ...... کتنے دن بیت گئے تھے اس ایک واقعہ کو، جب زندگی میں پہلی بار ڈرانے اس کے پاس آئی تھی۔

ژالے..... اس کی اولاد، اس کی کل کائنات، جسے جنم دینے کے بعد وہ محض چند مرتبہ چھو سکی تھی، پیار کر سکی تھی، کہ اس سے اسے چھین لیا گیا، ماماتا پہ ایستادہ آکر پڑا تھا کہ وہ جینا بھولنے لگی، ایسی وحشت ایسی تڑپ جاگی تھی اندر کہ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں پہ بارش کا گمان ہوا کرتا، پھر حالات بد سے بدتر ہوتے گئے، واقعات کی ستم ظریفی نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، کیا سے کیا کر دیا اسے، وہ سرتا پا بدل گئی۔

نہیں بدلی، نہیں مٹی، تو ژالے کے قرب کی خواہش نہیں بجھا تو اس کی محبت میں فروزاں دل میں دیا، اس ناگن جیسی فسادی عورت نے کیسا بغض اور قہر بھر دیا تھا، اس کے خلاف ژالے کے دل میں کہ اپنی صفائی میں کی گئی ہر کوشش میں ناکامی اس کا نصیب بنتی گئی، مگر اس دن وہ کتنی حیران رہ گئی تھی، پھر اس حیرانی پہ خوشی غالب آنے لگی، وہ خوش تھی۔

ژالے کو روبرو پا کے، اپنے لئے مہربان محسوس کر کے، وہ پرانی ساری جاں کا ہی اور کلفتیں بھول گئی تھی، مگر ژالے کا مطالبہ حیران کن تھا، دیکھا جاتا تو ژالے نے اس سے زندگی، زندگی کی امید سب کچھ ہی تو مانگ لیا تھا، معاذ کو مانگ کر، مگر وہ انکار کا حوصلہ کہاں سے لاتی، وہ ایسا کر کے ماما کو مشکوک کیسے کر سکتی تھی، مغلوب کیسے کر دیتی، اس نے معاذ حسن کو چھوڑا، گویا خود کو دان کر دیا، اس کے بعد زندگی اور زندگی کی ہر خوشی کا جواز از خود ختم ہو جاتا تھا، گناہ کی زندگی سے تائب ہو کر وہ پھر سے عزت کی زندگی کی متمنی تھی، مگر شاید یہ اس کے نصیب میں لکھا ہی نہ گیا تھا، کتنے دن تو وہ مایوسی والم کی کیفیت میں یہی سوچتی رہی تھی، اسے اب کیا کرنا چاہیے، وہ تو خالی ہاتھ بالکل خالی رہ گئی تھی جیسے۔

بہت دنوں بعد اس نے خود کو جوڑا تھا، سمیٹا تھا اور خود کو پھر سے زندگی میں مصروف کر لینا چاہا، تب اس پہ انکشاف ہوا گناہ کے آلودہ راستوں پہ مزید چلنے کی اس میں تاب نہیں، فگار پاؤں زخمی دل کے ساتھ، وہ بھلا کب تک خود کو گھسیٹے جاتی، پھر اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ شاید اسے خدا سے معافی مانگنی چاہیے، خدا مہربان ہے اور اپنے بندوں کی توبہ کا منتظر تھی۔

"کیا وہ میرا بھی منتظر ہوگا؟" اس نے سوچا، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، خوف جھجک اور گریز کے عالم میں اس نے جب رب کی جانب رجوع کیا، تو دل آنسوؤں کے بوجھ سے جھکا جاتا تھا، تاسف بھی تھا ملال بھی، مگر مایوسی نہیں تھی، مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ اتنا تو جانتی تھی کہ اس کا رب توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تب اس نے جانا تھا، بلاشبہ اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا سکون پوشیدہ ہے، کیسا اطمینان اتر آیا تھا اللہ سے معافی مانگ لینے کے بعد اس کے اندر بھی، اس کے بعد ہر دن اور رات کا انداز تبدیل ہو گیا تھا، وہ ضرورتاً ہی گھر سے نکلتی وہ بھی بڑی چادر میں خود کو مغلوب کر کے، وہ بدل گئی تھی، مگر لوگ بہر حال نہیں بدلے تھے، اللہ جتنی جلدی معاف کر دیا کرتا ہے، بندے اس معاملے میں اتنے ہی کینہ پرور ثابت ہوتے ہیں، وہ قدم قدم پہ ہرٹ ہوتی تھی، اس کا ایک حل حجاب بھی تھا، اس نے حجاب لینا شروع کر دیا تھا، اب اسے پہچان لینا ہرگز آسان نہیں تھا، زندگی آسان ہو گئی تھی، مگر ابھی کچھ جھٹکے اس کے نصیب میں باقی تھے تبھی وہ آخری انکشاف بھی اس پہ ہو گیا تھا، جو شاید نہ ہوتا تو

اچھا ہوتا۔

سودہ سلف کا تھیلا ہاتھ میں سنبھالے وہ سڑک کراس کرنے کی منتظر تھی جب اس کی اٹھی ہوئی نگاہ ساکن ہو کر رہ گئی تھی، گاڑی کے کھلے شیشے کے پار شاید نہیں یقیناً وہ صبح نوخیز جیسی لڑکی ژالے تھی، جو اپنے مقابل بیٹھے خوبرو نوجوان کو دیکھ کر ہنس رہی تھی، اس کے گال میں پڑنے والا ڈمپل بلما اتنے فاصلے کے باوجود بھی نثار ہوتی نظروں سے دیکھتی تھی، کتنے دنوں سے ژالے کو پھر سے دیکھنے کی خواہش دل میں ہمک رہی تھی، جو یوں پوری ہوئی تو دل خوشی سے معمور ہونے لگا تھا، گاڑی سگنل ریڈ ہونے کی وجہ سے رکی ہوئی تھی، وہ دونوں پھول بیچنے والے چھوٹے لڑکے سے پھول خرید رہے تھے، ژالے کی کلائی میں جھک کر گجرہ پہناتا ہوا نوجوان اس کا داماد ہی ہوسکتا تھا، ژالے جیسی ریزروڈ لڑکی کسی اور کو ایسی جرأت نہیں بخش سکتی تھی، اس کے اندر اچانک بیٹی کے ساتھ ساتھ داماد کو بھی دیکھنے کی خواہش نے جنم لیا، اسی خواہش کے پیش نظر اس نے خود کو ذرا سا آگے جھکا دیا، ایسے کہ نوجوان کا چہرہ اس کی نظروں کی گرفت میں آسکے، یہی لمحہ قیامت خیز تھا، آنکھ نے ذہن کو پہچان کا مرحلہ طے کروایا تھا اور ذہن اس حقیقت کی کرنا کی سفاکی اور تلخی کو نہ قبولتے ہوئے شاک میں مبتلا ہوتا چلا گیا۔

وہ نوجوان کوئی اور نہیں، جہانگیر شاہ تھا، وہی جہانگیر شاہ جسے...... اس کے آگے اس کی سوچ نے اس پہ ملامت کرنی نفرین بھیجنی شروع کی تھی، اسے یاد آیا، ژالے نے معاذ سے اپنا رشتہ ظاہر نہیں کیا تھا، اسے سمجھ آئی اگر ژالے نے ایسا نہیں کیا تھا تو اس کی وجہ کیا تھی، وہ اپنی ماں کو اسی شرمندگی سے بچانے کی متمنی تھی، مگر وہ اسی شرمندگی سے بالآخر دوچار کر دی گئی تھی، کسی نے اسے آسمان سے زمین پہ دے مارا تھا، اب وہ زمین میں دھنستی جا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں ہر لمحے اندھیرے چھاتے گئے، شرمندگی، سبکی، خجالت، ندامت کا انت نہیں تھا، وہ اس پل خود سے بھی نگاہیں ملانے کی تاب نہیں رکھتی تھی، جہانگیر کو وہ کس نگاہ سے دیکھتی رہی تھی، اس کی عمر کے فرق کو بھلا کر، اس مرد کو جو صرف عمر میں ہی اس سے کم نہیں تھا، جس سے اس کی بیٹی بیاہی جا چکی تھی، یعنی ذلت کا ایک نہ ختم ہونے والا باب، شرمندگی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ، وہ نہ روئی، نہ تڑپی، بس اپنے اندر اتر آنے والی بے انت وحشت اور شرمندگی سمیت پتھرا سی گئی۔

☆☆☆

چن کھنا چن کھنا تینوں سانبھ سانبھ کے رکھنا
اساں وسنا اساں وسنا اساں دل دے ویڑے وسنا
تینوں دل چے وساواں تیرے ناویں دل لاواں
کسے دوجے ول نئیں تکنا چن کھنا چن کھنا
تینوں سانبھ سانبھ کے رکھنا
اساں وسنا اساں وسنا اساں دل دے ویڑے وسنا

ڈھولک پہ پڑتی تھاپ پہ سب سے بلند آواز پرنیاں کی تھی، اندر آتے معاذ نے تھم کر گانے کے بولوں پہ غور کیا تھا پھر پرنیاں کی شکل پہ، آنکھوں میں حیرانی تھی، چہرے پہ خوش گوار تاثر، دیکھنے

کا انداز پزل کر دینے کو کافی ثابت ہو سکتا تھا، مگر وہ پزل نہیں ہوئی اور بڑے اعتماد سے گردن اکڑا لی۔

"جناب! یہ تو ہمیشہ سے ہمارا کام ہے، یعنی حال دل کہنے کا، آپ جناب پہ یہ نازک وقت کیسے آ گیا؟" معاذ سب کے درمیان گھس کر پریناں کے کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھ گیا، ہونٹوں پہ شریر مسکان تھی، لہجے میں خمار آلود بھاری پن۔

"بھابھی لوگوں کو غلط فہمیوں کا شکار ہونے سے بچانا چاہیے، ہم صرف گانا گا رہے ہیں۔" پریناں کو بھی جواباً شرارت سوجھ گئی تھی، جبھی اس کے بجائے بھابھی کو سنایا تھا، معاذ سرد آہ بھر کے رہ گیا یعنی کہ۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

وہ جہان کو دیکھ کر گویا احتجاج بلند کرنے لگا، جہان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خواتین کے بیچ سے اٹھانا چاہا تھا مگر وہ معاذ ہی کیا جو اپنی نہ منوائے اور کسی اور کے ہو لینے دے، بجائے اس کے خود اٹھتا جہان کے اسی ہاتھ پہ دباؤ بڑھا کر جھٹک دیتے ہوئے اسے بھی اپنے پہلو میں گھسیٹ لیا، جہان کہاں ایسی حرکت کے لئے تیار تھا، بامشکل گرتے بچا، وہ بھی زینب نے اسے سہارا دیا تھا۔

"بہت بدتمیز ہو معاذ۔" وہ دانت کچکچانے لگا۔

"اچھا زیادہ شوخیاں نہ مار، اپنی دونوں بیویوں کے بغیر تو تو بھی کملایا ہوا پھر رہا تھا، میں نے تو کورم پورا کیا ہے۔" معاذ نے الٹا اس پہ چڑھائی کر دی، زینب کھلکھلانے لگی تھی، گویا معاذ کی تصدیق مہر ثبت کی، ژالے البتہ محض مسکرا دی تھی۔

باری بری کھٹن گیا تے کھٹ کے لے آندی لاچی
آ گیا ٹر کے پینڈوں ہائے ہائے آ گیا ٹر کے پینڈوں
میں تاں رہندی شہر کراچی

جہان کچھ کہنے والا تھا مگر بھابھی نے گانے کی تان اڑانی شروع کر دی تھی، وہ اٹھنے لگا مگر ژالے نے اس کے بازو پہ نرمی سے ہاتھ رکھ دیا تھا، جہان نے چونک کر دیکھا، وہ مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"بیٹھ جائیں شاہ! اچھا لگ رہا ہے۔" اس کی آواز سرگوشی سے مشابہہ تھی، جہان بے اختیار مسکرا دیا تھا، بھابھی کے گانے پہ جنید بھائی تو پھڑک اٹھے تھے، اس پہ لڑکیوں کی تالیوں کی صورت ہونے والی ہوٹنگ جبھی انہوں نے اپنی پاٹ دار آواز میں سہی مگر جواب دینا ضروری سمجھا۔

باری بری کھٹن گیا تے کھٹ کے لے آندے تارے
ساڈھے پینڈ آ کر ویئے تینوں پل جان شہر نظارے

اپنی کارکردگی پہ وہ خود ہی اتنے خوش ہوتے تھے کہ خود کو داد دینے کے خیال سے جوش میں اٹھ کر ناچنے لگے، معاذ نے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے بڑی مشکلوں سے انہیں کھینچ تان کر واپس بٹھایا۔

''آپ نے تو حد ہی کر دی، ہمیں ہرگز اندازہ نہیں تھا، آپ کے اندر ایسا بھڑکیلا فنکار چھپا بیٹھا ہوگا۔'' وہ سراسر ان کا مذاق اڑا رہا تھا، جنید بھائی قدرے کھسیا کر رہ گئے۔

دل میرا تیرا اے دیوانہ سوہنیا
تجھی نہ میتوں بیگانہ سوہنیا
پیار تینوں کرنی آں تیرے اوتے مرنی آں
تینوں دل اے وسانا تیرے ناویں دل لانا
کے دوجے دل تھیں تکنا
چن کھنا چن کھنا تینوں سانبھ سانبھ کے رکھنا

آج حیران کن دن تھا، وہ لوگ بھی وہ کام کر رہے تھے، جنہوں نے زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا، ژالے کو بھی انہوں نے پہلی بار گاتے سنا تھا، اس کی آواز سریلی تھی اور لے تال بھرپور، سب حیران رہ گئے تھے، جبکہ وہ مگن تھی، مست تھی، اس کی آنکھوں میں پرنیاں کی طرح شرارت نہیں تھی، جذبوں کی صداقت اور لپک تھی، البتہ اس نے اس پل محض حیا بار انداز میں گریز اں جہان کو نہیں دیکھا تھا، اس کے چہرے پہ موجود شرمگیں مسکان اس کے چہرے کو مزید حسین بنا رہی تھی، معاذ نے خوشگوار حیرت کے ساتھ پہلے ژالے کو پھر جہان کو دیکھا تھا۔

''تم با کمال ساحر ہو میری جان! ایسا بھرپور اور خوب صورت اعتراف ہماری کنجوس بیوی سے تو ہمارے حصے میں نہیں آیا، اگر دل بنے مجبور بھی کیا اسے تو کر کے مکر گئی، اللہ ہی پوچھے گا ایسے لوگوں سے۔'' اس نے صاف صاف پرنیاں کو ہی سنایا تھا، جو سن کر بھی ان سنی کر گئی تھی، معاذ ٹھنڈی آہیں بھرتے پھر جہان کی سمت متوجہ ہو گیا اور اسے دونوں ہاتھوں سے دھکیلا۔

''جا میرا پتر! اب تجھ پہ بھی گانا ضروری ہو گیا ہے۔''

جہان خود بھی کم حیران نہیں تھا، لبوں کی تراش میں شرارت آمیز مسکان تھی، اس نے روشن آنکھوں سمیت ژالے کے حجاب آلود چہرے کو دیکھتے اس کا نازک سا ہاتھ نرمی سے تھام کر آہستگی سے ہونٹوں سے چھوا۔

''تھینکس فار دس آفر، میلی پیالی پیالی سی بیوی۔'' وہ ایک دم کھل اٹھا تھا، ژالے بری طرح شرما گئی، جہان سے بھلا سب کے بیچ اسے ایسی کہاں کوئی توقع تھی، جہان کی نظریں اسے سر تا پا رنگوں کی برسات میں نہلا رہی تھیں، وہ محجوب سی پلکیں جھکائے بیٹھی رہی۔

باری بری کھٹن گیا تے کھٹ بے کے لے آندا پڑا
میرے جیسی ڈھونڈ کے لا میں تو لگدی مونا لیزا

بھابھی نوریہ اور ماریہ وغیرہ کے اکسانے پہ زینب کو بھی گانا پڑا تھا، وہ گاتے ہوئے ترچھی نظروں سے جہان کو ہی دیکھ رہی تھی، سب کی پرجوش زوردار تالیوں نے گویا اسے مزید جوش دلانا چاہا، جبکہ زینب کی نظریں ہنوز جہان پہ تھیں، وہ یقیناً اس کی جانب سے ہی جواب کی منتظر تھی، وہ جانتی تھی یہ گانا جہان کو بھی آتا ہے، پچھلے دنوں یہ گانا اتنے تسلسل سے فل والیوم میں سنا گیا تھا کہ ہر کسی کی زبان پہ آ گیا تھا، اب جبکہ خوشی کا موقع تھا اور سب مستی میں تھے تو باقاعدہ ایک ماحول خود

بخو دترتیب پا تا جا رہا تھا، جہان بھی خاموش نہیں رہ سکا۔

باز ی بری کٹھن گیا تے کھٹ کے لے آندی تلی
میں مالک لکھاں دا میں مالک لکھاں دا
تینو پا دوں گا نیوی حویلی

جہان گاتے گاتے خود ہی زور سے ہنس دیا، اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا تھا، جس پہ زینب نے بھی ہنستے ہوئے اپنا ہاتھ مار دیا تھا، البتہ اس کی آنکھوں میں ایک تفاخرانہ احساس تھا، وہ خوش تھی، اس نے بالآخر محبت کو جیت لیا تھا، معاذ جو خاموشی سے یہ سب ملاحظہ کر رہا تھا، شاکی نظروں سے پرنیاں کو دیکھنے لگا۔

''یہ زیادتی ہے یار بیوی! صرف ہم ہی رہ گئے ہیں، وہ بھی تمہاری اکڑ یا پھر نا اہلی کی وجہ سے۔'' وہ منہ لٹکا کر بسورا، پرنیاں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی، وہ کچھ دیر اسے یونہی دیکھتی رہی پھر آہستگی سے گنگنانے لگی تھی۔

اکھیاں چے وسائی اے تیری تصویر
میں تیری بن گئی آں تیرے اوتے مر گئی آں
تینوں دل چے وسانا تیرے ناویں دل لانا
کے دوجے دل نہیں تکنا جن کھنا جن کھنا
تینوں سانبھ سانبھ کے رکھنا اساں وسنا
اساں وسنا اساں دل دے نیڑے وسنا

''اور اب یہ محض گانا نہیں تھا، یہ واقعی حقیقت ہے۔'' اس نے گنگناہٹ کا سلسلہ روک کر معاذ کی جانب جھکتے سرگوشی کی، معاذ تو اپنی جگہ پہ اچھل پڑا تھا۔

''یعنی تم اعتراف کر رہی ہو میری محبت کا......؟'' وہ ہنوز غیر یقین تھا، پرنیاں جھینپ کر سرخ پڑنے لگی، البتہ جھکی پلکوں کے ساتھ سر کو اثبات میں ضرور ہلا دیا۔

''اتنی خوبصورت بات...... اور اتنے غلط موقع پہ؟'' معاذ نے منہ لٹکایا پرنیاں ٹھٹھک کر رہ گئی۔

''کیا مطلب؟'' اس کی حیرانی بجا تھی۔

''مطلب یہ ہے میری جان عرف دھان پان! کہ یہ بات تم مجھے تنہائی میں بتاتیں، یعنی بیڈ روم میں، اب اتنے لوگوں کی موجودگی میں، میں جواباً محبت کا ثبوت پیش کروں گا تو تمہیں آکورڈ لگے گا۔'' اس کے لہجے میں آنکھوں میں شرارت کا عکس تھا، چہرے پہ سرشاری کی کیفیت، پرنیاں نے جھینپتے ہوئے اس کے کاندھے پہ زوردار گھونسا دے مارا۔

''بہت بدتمیز ہیں آپ، اسی لئے کبھی کچھ نہیں کہتی میں۔'' اس کا چہرہ کچھ غصے کچھ شرم سے سرخ ہوا تھا، معاذ کی آنکھوں سے ہنوز بلا کی شرارت ٹپک رہی تھی، ہنستے ہوئے اس کا برا حال ہو رہا تھا، مگر اس کی جان پھر بھی نہیں چھوڑی۔

''یعنی یہ خوب صورت حادثہ ماضی بعید کا قصہ ہے۔'' اس نے مصنوعی حیرت سے آنکھیں

پھیلائیں۔
"محبت کے جواب میں محبت ہو جانا کوئی اتنی عجیب بات تو نہیں ہے محترم!" پرنیاں نے بھی اسے چھیڑنا تنگ کرنا خود پہ لازم کر لیا تھا، معاذ کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔
"حد ہے، یعنی محترمہ ترس کھا رہی ہیں مجھ پہ۔" پرنیاں نے ہنستے ہوئے اب کے جواب دیئے بنا اسے پیچھے دھکیل دیا تھا، تب ہی زیاد اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بڑے اسٹائلش میں بولا تھا۔
"ناظرین و حاضرین! میری شادی بہت با کمال ثابت ہوئی ہے، وہ لوگ بھی یہاں اظہار و اقرار کر گئے، جو کبھی اس کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے، اب میں اپنا آئٹم پیش کرنا چاہتا ہوں، اپنی بیوی نوریہ زیاد کے ساتھ، پلیز ویلکم کیجئے۔" اس کے مسخرے پن کے جواب میں ہر طرف سے تالیاں بجنے جانے لگیں، حسان تو سیٹیاں بھی بجا رہا تھا، زیاد نے سر تسلیم خم کیا اور بہت اسٹائل سے جھک کر نوریہ کو دیکھا۔

باری برسی کھٹن گیا تے کھٹ کے لے آندے لوٹے
میں ڈولی تیری لے جانی پاویں چل جان ڈانگاں سوٹے

ایک اجتماعی قہقہہ بلند ہوا تھا، جس سے چھت اڑنے کا احتمال ہونے لگا، زیاد نے یونہی بھنگڑا ڈالتے ہوئے آگے بڑھ کر نوریہ کا ہاتھ تھام لیا اور اسے پنڈال میں لے آیا، اس نے دیکھا، سب کے ساتھ معاذ بھی اس کی جانب متوجہ تھا، پرنیاں کے ساتھ صوفے پہ ترچھے زاویے سے تقریباً نیم دراز، اس کا سر گویا پرنیاں کے شانوں پہ دھرا ہوا تھا اور سینے پہ گل کوتنا سا عدن پھدکتا پھرتا تھا، اس کی فیملی، اس کی زندگی مکمل تھی بھرپور تھی، نوریہ کی آنکھیں دھندلانے لگیں، اس نے نگاہ کا زاویہ بدل لیا اور اپنا ہاتھ زیاد کے کاندھے پہ رکھ دیا، یوں کہ رخ بدل کر اس کے ساتھ ساتھ جھومنے لگی، گانے لگی۔

باری برسی کھٹن گیا تے کھٹ کے لے آندا بولا
تیرے نال میں جاواں، تیرے نال میں جاواں
تو آ جا بن کے دولہا ....

تالیوں کی گونج بڑھ گئی، اب وہ سب مل کر گا رہے تھے، مگر نوریہ صرف معاذ کو دیکھ رہی تھی، وہ جان سکتی تھی، وہ آج کے بعد اس نظر سے کبھی دوبارہ معاذ کو نہیں دیکھے گی، اسے یقین تھا، خود پہ نہیں اپنے رب پہ اور جو رب پہ یقین قائم کریں، ان کے بھروسے قائم رہا کرتے ہیں۔

☆☆☆

تیرے چہرے پہ نظر ٹھتی نہیں کیا ہم کریں
ہم تو دیوانے ہو گئے ہیں صنم کیا ہم کریں
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں کیا ہم کریں

یہ زیاد کی شادی کی رات تھی، نوریہ رخصت ہو کر گھر آ چکی تھی، رسومات کی ادائیگی کے بعد جب زیاد نے خود معاذ سے گانے کی فرمائش کی تو اس بیچارے پہ گرفت کرتے ہوئے سب نے اس

پہ شوخ فقروں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔
"بڑے صابر بن رہے ہو چھوٹے! کہاں تو شادی کو اتنے اتاؤلے ہوئے جاتے تھے اور اب شب کے قیمتی لمحے یوں ضائع بھی کرنے پہ تل گئے ہو۔" جنید بھائی کے کہنے پہ زیادہ خفت سے سرخ پڑتا سخت جز بز ہونے لگا۔
"میں چھچھورا بھی بھی نہیں رہا، سمجھے آپ؟" وہ چمک کر بولا تھا، ناک چڑھا کر جتلایا اور جنید بھائی کو آنکھیں دکھائیں، مگر انہوں نے اس پہ اثر نہ ہوتا دیکھ کر توپوں کا رخ معاذ کی جانب موڑ دیا تھا۔
"ڈاکٹر صاحب یہ چھوٹا دوسرے لفظوں میں تمہیں چھچھورا ثابت کر چکا ہے۔" جہاں معاذ کا پارہ ہائی ہونا شروع ہوا وہاں محفل میں دبی دبی ہنسی بھی پھیلی تھی۔
"رومینٹک اور چھچھورا ہونے میں بہت واضح فرق ہے، میں سمجھتا ہوں، بالکل ویسے جیسے مجھ میں اور آپ میں فرق ہے، یعنی میں رومینس کرتا ہوں اور آپ چھچھورے پن کا مظاہرہ، شادی کے شروع دنوں میں ہمیں یاد ہے، ہماری ٹین ایج کا بھی خیال کیے بغیر آپ ہر وقت بھابھی کے گھٹنے سے لگے بیٹھے رہتے تھے، اب بھی جہاں رومینس کا موقع ملا اور خوب صورت لڑکی بھی، آپ کا ٹھرک فوراً باہر آ جاتا ہے، ابھی بتاؤں بھابھی کو کہ آج بارات کے وقت ہوٹل میں سبز کپڑوں والی پہ آپ کیسے لائنیں مار رہے تھے؟"
معاذ کی رپورٹنگ پوری ہوئی تھی، جنید بھائی کو تو لینے کے دینے پڑ گئے، وہ جتنا بھی گڑبڑائے تھے مگر معاذ کا منہ بند کرنے کو لپک کر اس کی جانب آئے اور باقاعدہ چاپلوسی پہ اترنے لگے، غرض ایسی ہی باتوں اور جھگڑوں کا اختتام معاذ کے گانے پہ ہوا تھا، اس کی آواز آج بھی اتنی ہی حسین تھی، سحر انگیز اور دلنشین، ماحول اور دلوں پہ جادو طاری کر دینے والی، مگر لوریہ آج اس جادو کے اثر سے محفوظ اور مامون رہی تھی۔

تیری آنکھوں کو دیکھ کر دلبر کتنے نغمے لکھے ہیں چاہت کے
اپنے نازک لبوں سے کہہ دو نا تم ہی الفاظ دو محبت کے
دل کی یہ پیاس کبھی بجھتی نہیں کیا ہم کریں
ہم تو دیوانے ہو گئے ہیں صنم کیا ہم کریں
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں کیا ہم کریں

پرنیاں ہاتھ میں فیڈر پکڑے اپنی لانگ فراک سے الجھتی عدن کو مما سے لینے وہاں آئی تھی، معاذ نے اسے آگے نہیں جانے دیا اور ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے برابر بٹھا لیا، وہ ذرا سا جھنجلائی تھی۔
"چھوڑیں نا، عدن کب سے مما کے پاس ہے، تنگ کر رہا ہو گا انہیں۔" وہ صاف کترا رہی تھی، اس کی آنکھوں کے امنڈتے جذبے اسے خائف کرنے کو کافی تھے۔
"میں بھی کب سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں، احساس ہے تمہیں؟ کتنا اکیلا کتنا بے چین ہو سکتا ہوں؟" اس کے سرگوشیانہ لہجے کے بھاری پن اور معنویت پر پرنیاں کی پلکیں لرز اٹھیں، رنگت میں گلابیاں گھل گئیں۔

''شرم کریں کچھ تو، مما بھی یہیں پہ ہیں۔'' حجاب آمیز کوفت میں جتلا وہ سخت جز بز ہوتی اسے پرے دھکیلتی خفگی ظاہر کیے بغیر نہ رہ سکی۔
''ڈاکٹر صاحب! آپ کا گانا ادھورا ہے ابھی۔'' جنید بھائی جو انہی کی طرف متوجہ تھے، خاصے جتلانے والے انداز میں تان لگا کر بولے، محفل میں دبی دبی ہنسی پھیل گئی۔
''انہیں کیا خبر، ہمارا تو رومانس بھی ادھورا ہے ابھی۔'' وہ پرنیاں پہ جھک کر آنچ دیتے لہجے میں بولا، محبت بھرے شاکی انداز کے بھاری پن میں کچھ ایسا تھا کہ پرنیاں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں، چہرہ ایکدم بھاپ چھوڑنے لگا۔
وہ بن پیئے بہک رہا تھا، اس کے دھیمے لہجے کی گھمبیرتا پرنیاں کے اوسان خطا کرنے لگی، اس کی ذو معنی نظروں کے جواب میں جز بز ہوتی وہ بے حد خفا خفا سی اٹھ کر وہاں سے مما کے پاس چلی گئی، معاذ کا زوردار قہقہہ اس کے پیچھے آیا تھا۔
☆☆☆
''زینب.......!'' جہان نے تنگ آ کر دروازہ دھڑ دھڑا دیا تھا۔
''آخر تم اتنی دیر کیوں لگاتی ہو تیار ہونے میں؟ ہر روز تمہیں لانے کو مجھے خود آنا پڑتا ہے۔'' وہ جھلا کر بول رہا تھا، جب ایک دم سے دروازہ کھلا اور زینب سیاہ ساڑھی کا پلو سنبھالتی باہر آ گئی۔
''آ بھی جائیں گے تو کیا حرج ہے اس میں صاحب، مجھے تو اچھا ہی لگتا ہے۔'' وہ اس کی ٹائی پکڑ کر ناز سے کھینچتے ہوئے اٹھلائی تھی، جہان تو بس اسے دیکھتا رہ گیا، سیاہ سادہ ساڑھی جس کا بلاؤز فل آستین کا تھا، وہ اتنی نازک اتنی پیاری لگ رہی تھی، گویا لچکتی ہوئی ڈال، لمبے بالوں کو اس نے چوٹی کی شکل دے کر چھوڑ دیا تھا، پرل کے ٹاپس اور گلے میں ایک چھوٹا سا موتی، بس یہ تھی اس کی آرائش مگر اس کی جگمگاہٹ نگاہوں کو خیرہ کرتی جا رہی تھی جیسے۔
''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟'' جہان کی بے خود نظریں اس کے چہرے سے لپٹ گئی تھیں، وہ محسوس کرتے ہی جھینپ کر بولی تھی۔
''ابھی میں سوچ رہا تھا کہ تم سے کہوں گا ساڑھی پہنو، میرا دل کر رہا تھا، تمہیں اس لباس میں دیکھنے کو۔'' جہان کی پرشوق نگاہوں کا مرکز ہنوز وہی تھا، وہ دھیمے سروں میں ہنس دی۔
''میرا بھی دل کیا تھا، آپ کو ساڑھی پہن کر دکھاؤں، تو بس دکھا دی۔''
''اپنی مرضی سے کیوں نہیں؟ جب میں کہتا تب پہنتی تم۔'' وہ نخوت سے کہہ گیا تھا، زینب کا چہرہ یکدم اتر گیا۔
''کیوں؟ آپ کو اچھا نہیں لگا ہے۔'' وہ یکدم بجھ کر رہ گئی تھی جیسے۔
''یار یہ لباس تو صرف میرے لئے ہونا چاہیے تھا ناں، اب میرا دل کر رہا ہے تمہارے ساتھ ہوں کہیں بھی نہ جاؤں، جبکہ یہ ممکن تو نہیں ہے ناں، ولیمہ میں شرکت تو لازمی ہے۔'' اس کا جذباتی دھیما لہجہ زینب کی دھڑکنوں میں ہلچل مچا کر رکھ گیا، اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا تھا، پھر اسے دیکھ کر مسکرائی۔
''آپ گاڑی میں جا کر بیٹھیں، آ رہی ہوں میں۔''

"خیریت؟" وہ حیران ہوا۔

"آپ جائیں تو، ژالے کو بلائیں تب تک بس آ رہی ہوں۔" اس نے کچھ مزید سنے بغیر جہان کو باہر دھکیل دیا تھا، محض دس منٹ بعد وہ گاڑی کی جانب آئی تو جہان اسے لباس تبدیل کیے دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔

"کیوں بدل دیئے یار!"

"وہ بس آپ کے لئے ہو، رات کو پہن لوں گی۔" زینب کی پلکیں جھک گئی تھیں وضاحت کرتے جہان آہستگی سے ہنس دیا۔

"یہ فرمانبرداری اور آپ جناب!"

"محبت کا اثر ہے، اگر ژالے ایسا کر سکتی ہے تو مجھ پہ بھی لازم ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بھرپور دفاع کیا، تبھی ژالے آ گئی تھی، زینب کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ دیکھ کر حسب سابق عاجز ہونے لگی۔

"زینی آپی آپ آگے بیٹھئے پلیز۔"

وہ زینب کی اس عادت سے مضطرب ہو جاتی تھی، کہ جہاں کہیں بھی انہیں جہان کے ساتھ اکٹھے جانا پڑتا، زینب کبھی خود جہان کے برابر نہیں بیٹھا کرتی تھی، اس کے برابر وہ ژالے کو جگہ دیتی تھی، اس وقت بھی اس کے اصرار کے جواب میں اس نے محض اتنا کہا تھا۔

"تم بہت پیاری ہو ژالے اور بہت عظیم حوصلے کی مالک بھی، میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھلا سکتی کہ تمہاری ایثار کی عادت نے مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی سے ہمکنار کیا ہے، سچ کی اصل مالک بھی تم ہو، تمہارا مقام بھی پہلا ہے، یہ جگہ بھی تمہاری ہے، میں تمہاری ہر بات ماننا چاہوں گی، ہر خواہش کا احترام مجھ پہ لازم ہو جاتا ہے، مگر یہ اصرار نہ کیا کرو، ویسے بھی پیاری لڑکی، ساری اچھائیاں سارے احسان خود اپنے لئے تو مخصوص نہ کرو، کچھ تو زینی آپی کے لئے بھی چھوڑ دو، چاہے یہ ادنیٰ سا معمولی سا احسان ہی سہی۔"

سنجیدگی سے بات کرتی وہ آخر میں شرارت پہ اتر آئی تھی، ژالے جو واقعی مزید اصرار کا ارادہ رکھتی تھی اور جہان کی سفارش کا بھی عزم باندھے تھی، بے بس سی ہوتی جہان کے مقابل بیٹھ گئی، جہان کی آنکھوں میں طمانیت تھی اور چہرے پہ آسودگی، واقعی جو کام رب کی خاطر کیے جائیں ان میں رب ہی برکت بھی ڈال دیا کرتا ہے، ان دونوں کی ایسی یگانگت اور محبت کا تو وہ تصور بھی نہیں رکھتا تھا، جو سامنے آ رہی تھی۔

ولیمہ کی تقریب کے دوران جب زینب اور ژالے اک ساتھ کھڑی کچھ بات کر رہی تھیں، جہان کچھ فاصلے پہ کھڑا انہی کو دیکھ رہا تھا، معاذ نے زچ کرنے کے خیال سے اس پہ گرفت کر گیا تھا۔

"وہ دونوں لڑ رہی ہیں اور تم ہنس رہے ہو، شاباش۔" جہان زور سے چونکا پھر اس کے چہرے پہ شرارت کا عکس دیکھ کر اسے گھورا۔

"مجھے پٹیاں پڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھے؟"

"ہاں بھئی، پڑھے پڑھاؤں کو کیا پڑھانا۔" معاذ نے مسکراہٹ ضبط کرتے اس پہ چوٹ کی۔
"اور تم تو بہت سیدھے اور معصوم ہو جیسے۔" جہان نے چڑ کر جتلایا، معاذ کی ہنسی چھوٹنے لگیں۔
"کوئی شک؟" اس نے آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت کی انتہا کی۔
"میرا منہ نہ کھلواؤ شہزادے، ابھی پریناں کو بلا کر تمہاری شرافت کے سرٹیفکیٹ نہ اکٹھے کر دوں۔" اس نے جواباً اسے چڑایا اور سلگایا، معاذ بے ساختہ قہقہہ لگانے لگا۔
"یار تمہاری بیویاں تمہیں لفٹ نہیں کرا رہیں تو مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہو؟" جہان اسے کچھ دیر گھورتا رہا پھر خود بھی ہنس دیا تھا۔
"بہت بدتمیز ہو تم۔" وہ یونہی ہنسی کے دوران بولا، معاذ نے اس پل اس کی روشن جگر جگر چمکتی ہنستی آنکھوں کو بہت دھیان سے اطمینان سے دیکھا تھا۔
"تم واقعی خوش ہو ناں ہے۔" وہ کتنی بے چینی سے سوال کر رہا تھا، جہان کے متبسم چہرے پہ ایک ٹھہراؤ، ایک اطمینان و آسودگی کا گہرا احساس اتر آیا۔
"ہاں، میں بہت خوش ہوں، الحمدللہ، میرے اندر کوئی خلش کوئی کمی نہیں ہے، اللہ نے مجھے ڈالے کے ساتھ ساتھ زینب سے بھی مکمل اطمینان سونپا ہے، میں رب کا بہت شکر گزار ہوں کہ میں نے جو کچھ بھی مانگا اس سے اس نے اس سے زیادہ اور بہتر عطا فرمایا ہے مجھے۔" جہان کے لہجے میں آسودگی ہی آسودگی تھی، جسے محسوس کرتے معاذ نے ایکدم اسے گلے لگا لیا تھا۔
"الحمدللہ رب العالمین! میری دعا ہے اللہ تمہیں یونہی شاد و آباد رکھے آمین۔"
"شکران حبیبی، جزاک اللہ۔" وہ نہال ہوا تھا، پھر کسی خیال کے زیر تحت اسے دیکھنے لگا۔
"اور تم...... تم...... تم خوش ہو ناں۔" اور معاذ اس سوال پہ کھلکھلا اٹھا تھا۔
"ہم تو کھلی کتاب ہیں جناب! جسے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے، دکھی یا پریشان ہوں تو دنیا میں غدر مچا دیتے ہیں، خوش ہوں تو ہر سو مسکراہٹیں پھیلانے والے، ہماری زوجہ گواہ ہیں اس بات کی، بیشک پوچھ لو۔" معاذ کی بات سے متفق ہوتے جہان نے سر ہلایا تھا اور اس کی ہنسی میں شامل ہو گیا۔

☆☆☆

یہ شاہ ہاؤس کا ایک معمول کا مگر پرسکون منظر ہے، ہال کمرا اس وقت تمام نفوس کی موجودگی کے باعث خوش گوار شور سے بوجھل ہے، ابھی کچھ دیر قبل ہی زیاد نے ہنی مون ٹرپ کے دوران خریدے گئے تحائف سے سب کو نوازا ہے، یہ لوگ پورے ایک ہفتے کے بعد لوٹے ہیں، شمالی علاقہ جات جانے سے قبل زیاد نے مروتاً ان لوگوں کو دعوت دی تھی، جس سے کسی نے چھوٹے منہ بھی انکار مناسب نہیں سمجھا، بقول معاذ کے۔
"جے نے شادیاں تو کر لیں، مگر ہنی مون کی ضرورت محسوس نہیں کی، بیچارا حالات میں ہی ایسے میں جکڑا ہوا تھا، اب البتہ دونوں طرف کی فضا سازگار ہے تو حرج نہیں کوئی، جہاں تک میری بیچارے کی بات ہے تو شادی جتنی خوشی کی تھی، ہنی مون تک اسی قدر مطلع ابر آلود ہو چکا تھا، پری نے جو سلوک مجھ سے کیا، وہ میں اسی صورت بھول سکتا ہوں اگر ہم اب ہنی مون پہ تمہارے ساتھ چلے

جائیں تو، ہاں جنید بھائی کی بات الگ ہے، وہ اگر نہ بھی جائیں تو فرق نہیں پڑتا، عنقریب ان کے بچوں پہ یہ ٹائم آنے والا ہے، انہیں کچھ لحاظ ضرور کرنا چاہیے۔"

"اور میں بتا رہا ہوں، اگر کوئی میرے بغیر گیا، تو ٹانگیں سلامت نہیں پائے گی، جو مجھے لحاظ سکھلا رہے ہیں، ان کے اور میرے بچوں میں چند سالوں کا ہی فرق ہے۔" معاذ کے لہجے کی شرارت اور شوخی کو محسوس کر لینے کے باوجود بھی جنید بھائی دھمکیوں پہ طعنوں پہ اتر آئے تھے، معاذ کو انہیں چھیڑ کر بڑا مزا آیا کرتا تھا ہمیشہ۔

"ہاں جی...... ابھی کوئی دس بارہ سالوں کا، آپ کا ٹیپو بھلا کتنے سال کا ہے؟" وہ پھر انہیں چڑانے سے باز نہیں آیا۔

"افوہ...... جنید بھائی پلیز جھگڑا نہیں کریں، چلے جایئے گا آپ بھی ساتھ۔" جہان نے ہی صلح کی جھنڈی لہرا کر امن کیا تھا، کہ زیاد بول پڑا۔

"دیکھیے، سب اپنے خرچے پہ جائیں گے اور اسے اپنا اپنا ہنی مون سمجھ کر ہی انجوائے کریں گے، ہمیں ڈسٹرب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو صحیح معنوں میں صلح مار کے ہی پھنس گئے ہیں۔" وہ مصنوعی خفگی سے بڑبڑا رہا تھا، پرنیاں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"حد ہے بھئی، لوگ اک بیوی کے کیسے کیسے نہیں طوطا چشم ہو گئے، چھوٹے مت بولو، تم سے پہلے سے بیوی والے ہیں ہم، مگر کبھی اس طرح اوقات نہیں بھولی۔" معاذ نے جتلایا تھا، زیاد کھسکراہٹ دبائے رہا، ایسی ہی نوک جھونک ان کی سفر کے دوران اور وہاں کے خوبصورت نظاروں میں بھی چلتی رہی تھی۔

"تم گھوڑے پہ بیٹھو گی زینی!" وہاں ایک خوبصورت مقام پہ جہاں گاڑی پہ سفر ممکن نہیں تھا، جہان نے زینب سے سوال کیا تھا اور اس کے انکار پہ وہ کتنا حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تم بھول گئی ہو، تمہیں رائیڈنگ کا کتنا شوق تھا۔" اور زینب کے چہرے پہ الوہی مسکان بکھر گئی تھی۔

"مجھے کچھ بھی نہیں بھولا ہے جے! مجھے یہ بھی یاد ہے کہ وہ ساری اوٹ پٹانگ حرکتیں میں تب صرف آپ کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کو کیا کرتی تھی، اس کے علاوہ اور کوئی خواہش یا جذبہ کارفرما نہیں تھا۔" اور جہان زیاں کے احساس میں گھرتا چلا گیا تھا۔

"میں نے بالکل اچھا نہیں کیا ناں زینی! تمہیں یوں اگنور کر کے، اپنی محبت پہ انا کو فوقیت دے کر۔" وہ یکایک اداس نظر آنے لگا، زینب نے اس اداسی کو محسوس کر لیا تھا، جبھی اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

"یہ سب یونہی ہونا طے تھا جے! یاد ہے آپ نے خود ہی کہا تھا۔" وہ کھلکھلائی تھی، مقصد اس کی یاسیت کو ختم کرنا تھا اور جہان اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"آؤ...... میں تمہیں گھوڑے پہ بٹھاتا ہوں۔" جہان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ ہم دونوں کو ایک ساتھ نہیں بٹھا سکتے ہیں جے، رہنے دیں۔" زینب کے انداز میں اب شرارت رقم تھی، جہان نے کاندھے جھٹک دیئے۔

"میں تم دونوں کو باری باری بٹھاؤں گا، ڈونٹ یو وری۔"

وہاں کتنی خوبصورت یادیں وابستہ ہو گئی تھیں ان کی، جو لاتعداد تصویروں کی صورت ان کے ہمراہ آئی تھیں، زینب نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ تصویر نکال لی جو جہان کے خیال میں سب سے بہترین تھی، اس نے مسکراتے ہوئے تصویر پہ نگاہ جمائی، یہ برف زاروں کا منظر تھا، اونچے پہاڑ برف کی ادا اوڑھے گم صم کھڑے تھے، درخت سبزہ، ہر شے نے برف کا لباس پہن لیا تھا، اسی برف کے درمیان وہ تھی، گلابی لباس میں بلیک اوور کوٹ میں ملبوس، لمبے بال کھلے چھوڑے سر پہ اونی ٹوپی گلے میں مفلر، اس کی پشت پہ جہان کا دراز بے حد شاندار سراپا تھا، زینب نے اپنا سارا بوجھ اسی پہ ڈال رکھا تھا، جیسے کسی مضبوط سایہ دار درخت سے ٹیک لگائے کھڑی ہو، لبوں کی تراش میں دل فریب اور کسی حد تک شرارتی مسکان تھی، یہ تصویر معاذ نے اس وقت بنائی تھی، جب وہ دونوں دنیا ومافیہا سے بے خبر بس ایک دوسرے میں مگن تھے، کیمرے کی فلش لائٹ اور مخصوص آواز پہ ہی دونوں نہ صرف چونکے بلکہ خفیف بھی ہو گئے تھے۔

"جاسوس، تم کہاں سے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہو؟" جہان جھینپ گیا تھا، زینب بھی سنبھل کر تیزی سے اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی، اس کے دلکش چہرے پہ خفت آمیز احساس مزید اسے خوب صورت بنا کر دکھلانے لگا تھا۔

"قسم لے لو جو میں تمہاری جاسوسی کو نکلا ہوں، میں تو قدرت کے حسن سے فیض یاب ہونا چاہ رہا تھا۔" وہ سر کھجا رہا تھا، پھر جیسے اپنا کارنامہ اسے دکھلا کر داد پانے کو گویا ہوا۔

"یہ دیکھو، کیا غضب کی پکچر ہے تمہارا بیڈ روم اس شاہکار سے سج جائے گا، ریئلی۔" وہ مسکرا کر تائیدی نظروں سے اسے دیکھنے لگا، واپس آنے کے بعد معاذ نے ایسے تحفے صرف جہان زینب اور ژالے کو ہی نہیں دیئے تھے، جنید بھائی اور زیاد کو بھی پیش کیے تھے، تب وہ صرف حیران نہیں ہوئے خجل ہوتے چیخنے بھی لگے تھے۔

"یہ تو سراسر دھاندلی ہے، اس کا مطلب آپ ہماری ٹوہ میں ہی لگے رہے تھے۔" زیاد کو غصے سے زیادہ ہنسی آ رہی تھی۔

"یہ تو مکافات عمل ہے جناب! کبھی وہ وقت بھی تھا جب تم سب میری ٹوہ میں لگے رہتے تھے، میں نے تو بس یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایسا نازک اور رنگین مزاجی کا وقت ہر کسی پہ آتا ہے، جب اپنی جورو کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آتا اور پھر کوئی اور دیکھے نہ دیکھے معاذ تو دیکھے گا۔" کالر کھڑا کرتے ہوئے اس نے دانتوں کی نمائش کی تھی اور محظوظ نظروں سے ان کی خفت زدہ چہرے دیکھتا کھلکھلاتا رہا تھا، جبکہ ان سب کی شکلیں دیکھنے والی ہوئی ہوئی تھیں، زینب ایک ایک لمحے کو انجوائے کرتی رہی تھی، پھر کسی خیال کے تحت اٹھ کر جہان کے کمرے کی جانب آ گئی، دروازے پہ رک کر اس نے دستک دی تھی، جہان کی اجازت پا کر اس نے اندر قدم رکھا، جہان ژالے کے ساتھ بستر پہ نیم دراز تھا، دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک ساتھ جہان کے ہاتھ میں موجود ٹیبلٹ پہ جھکے ہوئے شادی اور ہنی مون کی تصویریں دیکھ رہے تھے۔

"میں نے تو تصویر سلیکٹ بھی کر لی، کون سی انلارج کروانی چاہیے، ژالے تم سے ابھی تک

ڈی سائیڈ نہیں ہوا؟" وہ مسکرائی تھی، جہان نے اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔
"آجاؤ زینی! تمہیں دستک کی ضرورت تو نہیں ہونی چاہیے۔"
"کون سی سلیکٹ کی آپ نے زینی آپی! معاذ بھائی والی؟" ژالے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی، زینب نے وہیں کھڑے کھڑے وہی تصویر نکال کر لہرائی، اس کے انداز میں اک فخر کا سا احساس تھا۔
"یہ تو معاذ بھائی کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے۔" ژالے نے بے اختیار داد دی، پھر اسے منہ لٹکا کر دیکھا۔
"مجھے ہرگز سمجھ نہیں آرہی، آپ ذرا ہیلپ تو کریں۔"
"ادھر آجاؤ، میرے پاس۔" زینب کو ژالے کی سائیڈ پہ بیٹھتے دیکھ کر جہان نے اپنا بازو پھیلایا، زینب نے تھم کر حیرانی سے اسے دیکھا تھا، جہان سنجیدہ تھا مگر آنکھوں میں بہت خوب صورت تبسم تھا، وہ قدرے جھینپ سی گئی۔
"کچھ شرم کریں سے!" وہ گلابی پڑنے لگی تھی جہان کو ہنوز اپنے تقاضے پہ اٹکے پا کر، ژالے مچلتی مسکان سمیت دونوں کو دیکھ رہی تھی، خود وہ ابھی تلک یونہی جہان کے پہلو میں اس کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔
"کم آن یار آجاؤ۔" جہان نے اب کے شریر انداز میں کہتے اسے آنکھ ماری تھی، وہ اور بلش ہوئی تھی، جہان نے ذرا سا جھک کر اسے بازو کے حلقے میں لے کر خود سے نزدیک کر لیا۔
"تم دونوں کو آپس میں یگانگت کا مظاہرہ تو میں اکثر دیکھتا رہتا ہوں، آج اپنے لئے بھی یہ تجربہ کرنا چاہ رہا تھا۔" وہ ہنستا ہوا وضاحت پیش کر رہا تھا، ژالے کی جھینپی ہوئی ہنسی بھی اس کی ہنسی میں شامل ہو گئی تھی، زینب کی نگاہ نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں واضح نظر آتے اسے منظر کو دیکھا اور اسے گھورنے لگی۔
"بہت اچھے لگ رہے ہیں، انڈین موویز کے تھرڈ کلاس سے ہیروز کی طرح دونوں سائیڈوں پہ لڑکیا چپکائے۔" اس نے نخوت سے ناک چڑھائی تھی، جہان کا قہقہہ مزید بلند ہو گیا تھا اس تشبیہ پہ۔
"ہاں بہت اچھا لگ رہا ہوں، اب تو میں مکمل ہی ایسے ہوتا ہوں، اس میں کیا شک ہے بھلا؟" وہ ہشاش بشاش خوش و مطمئن نظر آرہا تھا، زینب کچھ دیر محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر مسکرا کر اس کے کاندھے سے سر ٹیک دیا تھا اور ٹیبلٹ کی اسکرین پہ چلتی تصاویر کو دیکھنے لگی، پھر اس نے ایک تصویر انلارج کروانے کے لئے سلیکٹ کی تھی، جس میں جہان ژالے کو ہاتھ پکڑ کر بوٹ میں سوار ہونے میں مدد دے رہا تھا، ڈوبتا سورج اپنا سارا سونا جھیل کے پانیوں اور ژالے کے چہرے کو سونپ چکا تھا، جبھی وہ اتنا سنہرا ہو رہا تھا، یہ بھی بہت خوبصورت تصویر تھی، جو چند دنوں میں جہان کے کمرے کی زینت بنی ماحول کو مزید خوب صورت بنا چکی تھی۔

☆☆☆

ٹھیک ایک ہفتے بعد کی بات تھی، جب جہان آفس آورز میں چہرے پہ مضطربانہ تاثرات کے

ساتھ گھر آیا تھا، پہلا سامنا ہی زینب سے ہوا، اس کے چہرے کا تاثر ہی زینب کو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس تک آنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"جے......! سب خیریت ہے ناں؟" جہان کے قدم اس کی آواز پہ تھمے تھے، وہ رکا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا اور گویا مخمصے کا شکار ہو گیا، جبکہ زینب کی سوالیہ نگاہیں ہنوز اسی پہ جمی ہوئی تھیں۔

"آپ بتا کیوں نہیں دیتے ہیں شاہ! ہم جا کہاں رہے ہیں آخر؟ سب ٹھیک تو ہے ناں، پلیز زینی آپی آپ بتا دیں ناں مجھے، بہت دل گھبرا رہا ہے میرا۔" گاڑی معاذ ڈرائیو کر رہا تھا، ژالے پچھلی سیٹ پہ زینب اور جہان کے درمیان بیٹھی تھی، ان تینوں کی سنجیدگی اور خاموشی کے آگے خاص ہراساں نظر آ رہی تھی گویا، جہان نے اک نظر اسے دیکھا ضرور، البتہ کچھ کہنے کا حوصلہ خود میں نہیں کر پایا تھا، زینب اسی خاموشی و فکر مندی سے اس کے سرد ہوتے ہاتھ سہلانے میں مصروف رہی تھی۔

جہان نے ہونٹ بھینچے رکھے، کچھ دیر قبل وہ خود بھی انکشافات کی زد پہ تھا تو ژالے سے مختلف حالت نہیں تھی اس کی بھی، آفس پہنچے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اسے جب اس کے سیل فون پہ معاذ کی کال آنے لگی تھی، جہان جانتا تھا، ورکنگ آورز میں معاذ بنا اہم اور ضروری بات کے کبھی کال نہیں کرتا تھا، جبھی اس نے فائل کا فیتا کھولتے اس کی کال ریسیو کر لی تھی۔

"ہاں بولو معاذ۔" سلام کے بعد اس نے استفسار کیا تھا۔

"جے...... نیلما کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" معاذ کے لہجے میں واضح تاسف تھا، جس نے جہان کو متحیر کر ڈالا تھا۔

"نیلما...... وہ فلم اسٹار...... اسٹیج فنکارہ؟" جہان کے استفسار پہ معاذ نے سرد آہ بھری۔

"ہاں وہی، بہت المناک موت ہوئی ہے بیچاری کی اور وہ صرف یہی اک حوالہ نہیں رکھتی تھیں جے، ژالے بھابھی سے ان کا اک اور بھی بہت قریبی تعلق ہے۔" متاسفانہ انداز میں کہتا وہ اسے اپنے اغواء سے لے کر بعد تک کی بھی ساری روداد سناتا چلا گیا تھا، جہان کے تو سر پہ جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

"کیا ہوا؟ تم خاموش کیوں ہو گئے جے!" اس کی طویل خاموشی نے معاذ کو فکر مند کیا تھا جبھی پکار کر بولا تھا۔

"تم نے یہ سب کچھ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، جبکہ میں نے پوچھا بھی تھا۔" جہان بولا تو اس کے لہجے میں واضح جھنجھلاہٹ تھی۔

"ژالے بھابھی ایسا نہیں چاہتی تھیں جے، میں یقیناً اب بھی تمہیں یہ سب نہ بتاتا مگر اب ایسا کرنا ناگزیر ہو گیا تھا، تم بھابھی کو لے کر جاؤ وہاں، اپنی ماں کا آخری دیدار ان کا حق ہے جے۔" اور جہان کچھ کہنے کی بجائے جانے کس سوچ میں ڈوب گیا تھا، جس سے تشویش و تفکر میں گھرا معاذ مزید پریشان ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم چپ کیوں ہو گئے، ہو اس طرح سے جے، کہیں تم بھی ٹیپکل پاکستانی مرد کی طرح......"

''فار گاڈ سیک معاذ! میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں اس خبر کے بعد ژالے کا ری ایکشن کتنا شدید ہو سکتا ہے۔'' جہان مضطرب سا بولا تو معاذ نے ہنکارا بھرا۔
''آف کورس وہ ڈپریشن کا شکار ہوں گی، مگر تم سنبھال سکتے ہو انہیں۔''
وہ گھر آیا تو زینب کو بھی اس راز میں شریک کرنا پڑا تھا، اسے زینب پہ ہر لحاظ سے اعتماد اور بھروسہ تھا، جانتا تھا وہ اس بھروسے کو ٹوٹنے نہیں دے گی، زینب کے مشورے پہ ہی جہان ژالے کو بتائے بنا اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا، معاذ بھی گاڑی لئے منتظر تھا کہ نیلما کی رہائش گاہ سے وہی واقف تھا۔
''اس دنیا میں ہر جاندار کو موت آنی ہے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمان پختہ ہے نا اس بات پہ ژالے، ہم سب کو ایک مقررہ وقت پہ اپنے پیدا کرنے والے پروردگار کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔'' جہان بہت رسان سے کہہ رہا تھا، وہ دھیرے دھیرے اسے سمجھاتا ہوا صورت حال سے قریب کر رہا تھا، کچھ اس انداز میں کہ اسے اچانک ذہنی دھچکا نہ سہنا پڑے، ژالے کی آنکھوں میں ہراسگی اور دہشت سی امڈ آئی، اس نے خوف زدہ نم آنکھوں سے جہان کو دیکھا، اس کے چہرے پہ سہم اتر رہا تھا۔
''ک...... کیا مطلب؟...... ک...... کون...... کس کی بات...... کر رہے ہیں آپ شاہ!'' اپنے نقصان کو نوعیت کو فوری سمجھنا اس کے لئے ہرگز آسان نہیں تھا کہ دہشت زدگی کا عالم ہی انوکھا تھا، جہان نے اس کے شانے پہ بازو پھیلا کر اسے خود سے نزدیک کیا تب بھی وہ خزاں رسیدہ پتے کی مانند کانپتی رہی۔
''تمہاری می......!''
''می!'' ژالے نے صدمے سے گنگ ہوتے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔
''نہیں...... ابھی صبح ہی تو میری بات ہوئی ہے ان سے شاہ، وہ بالکل ٹھیک تھیں۔'' وہ بے ساختہ رو دی۔
''میں مسز آفریدی کی بات نہیں کر رہا ہوں ژالے۔'' جہان نے آہستگی سے تردید کرتے نظریں چرائیں۔
''پھر......'' اس کی آنکھوں میں خوف کا غلبہ چھانے لگا، تب ہی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی، جہان نے سنبھل کر اپنی جانب کا دروازہ کھولا اور ژالے کو سہارا دے کر نیچے اتارا، دوسری جانب سے زینب نے اتر کر ژالے کو پکڑ کر بازو کے حصار میں لے لیا، ژالے خوف سے پھٹتی نظروں سے ٹکر ٹکر ہر سو دیکھنے لگی، آنسو اس کی شفاف آنکھوں میں امنڈے چلے آ رہے تھے، سامنے ایک بلند اور خوبصورت عمارت تھی، وہ کیسے نہ پہچانتی، وہ یہاں آ چکی تھی، شب خون مارنے، سب کچھ لوٹنے، برباد کرنے۔
وہاں ایک افراتفری دیکھنے میں آتی تھی، چند قریبی لوگ تھے، جو نیلما کے آخری سفر کی تیاریوں میں خاموشی سے مشغول تھے، میڈیا سے بالخصوص یہ خبر چھپائی گئی تھی، نیلما پچھلے کچھ عرصے سے گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی، جس وقت جہان اور زیب ژالے کو سہارا دیئے کمرے میں لائے

ژالے کے جسم پہ غم سکتہ طاری کرتا جا رہا تھا، اس کی رنگت اس انکشاف نے لمحوں میں نچوڑ ڈالی تھی، اسے سب کچھ بھول گیا، یہ تک بھی کہ اگر جہان اس راز سے ناواقف تھا تو پھر اسے یہاں تک کیوں لے آیا تھا، وہ نیلما کے سرہانے کی سمت آ کر یوں گھٹنوں کے بل زمین پہ گری گویا مزید کھڑے رہنے کی تاب باقی نہ رہی ہو، آنسو بے آواز اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے، نیلما کے حوالے سے وہ سارے لمحے نگاہوں میں روشن ہو گئے تھے، جب جب اس سے اس کا سامنا ہوا تھا، وہ والہانہ پن، وہ بے تابی، وہ محبت، وہ بے بسی، نیلما کی آواز تمام تر حسرت زدگی کے ساتھ اس کی سماعتوں میں بین کرنے لگی۔

یہ ہجر کیا ہے وصال کیا ہے
یہ گردشیں ماہ و سال کیا ہے
جملہ رہی سہی مگر تم
کبھی تو پوچھو کہ حال کیا ہے

کیسا کرب بھرا تھا یہ شکوہ، مگر تب وہ پتھر تھی، ایسا پتھر جس پہ نیلما کا ہر خالص جذبہ بھی بے اثر ثابت ہوتا رہا تھا، مگر اب وہی پتھر پگھل رہا تھا، ملال اور زیاں کا دائمی احساس اس کے وجود میں طوفان برپا کر چکا تھا، وہ روتے ہوئے پاگل ہوئے گئی، وہ جو ہمیشہ اس کی طرف دیکھتی تھی، اسے نیلما کی وہ آخری نظریں یاد آئیں، جب اس نے محاذ کی واپسی کا تقاضا کیا تھا، دکھ کی شدت نے اسے منجمد کر کے رکھ دیا تھا، شاید وہ آخری امید بھی چھین لائی تو اس کے پاس جینے کی کوئی خواہش باقی نہیں بچی، ژالے بے بسی لاچاری کی آخری حد پہ جا کر بلک اٹھی، صبر تمام ہوتا جا رہا تھا، ضبط بری طرح سے بکھر چکا تھا، اسے نیلما کا پہلا اور آخری شکوہ یاد آیا، جو جانے دکھ کی کس انتہا کو چھو کر کیا تھا اس نے۔

''کبھی تو غور کرو بچی، میری چاہت و محبت کے جواب میں تمہارا رویہ کس درجہ دل شکن ہوتا ہے، کبھی سوچنا تو فیصلہ کرنا، کہ تم اس میں حق بجانب ہو؟'' وہ کتنے لاچار اور بے بس انداز میں کہہ رہی تھی، جبکہ ژالے اس قدر تنفر سے بھر گئی تھی۔

''یہ بات مجھے نہیں تمہیں سوچنی چاہیے، تم غور کرو تم جیسی عورت کیا اسی سلوک کی مستحق نہیں ہے؟'' جواب میں وہ پھنکارنے لگی تھی اور دوسری جانب یکلخت گمبھیر سناٹا پھیل گیا تھا، نیلما کس کرب سے گزری ہوگی وہ کیا جانے، وہ کتنی تاخیر سے کچھ بولنے کے قابل ہو سکی، وہ تو یہ بھی نہیں جان سکی تھی۔

''میں ماں ہوں تمہاری ژالے، اور جب قرآن مجید میں اللہ نے اولاد کو والدین کے سامنے اف تک نہ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ اگر ماں نیکوکار پرہیزگار ہوگی تو تم اس کی فرمانبردار ہو گے، ماں کے اعمال کا جواب وہ خود سے ہوتا ہے، اولاد کے ذمہ تو حکم کی تعمیل لازم و ملزوم ٹھہری ہے، میں جیسی ہوں...... اور کیوں ہوں، اس پہ تو ہماری بہت تفصیلی بات بھی ہو چکی میں میں یہاں بھی یہ سب واضح کر کے تمہیں جتلا نہیں رہی، نہ طعنہ دے رہی ہوں، میرے پیش نظر تو اپنی نیک سیرت مذہبی بیٹی کی اصلاح مقصود ہے، میں بس یہ نہیں جانتی کہ تمہارے اعمال میں کوئی

کمی رہ جائے، روز قیامت اس ایک عمل کے لئے تمہیں رب کے سامنے شرمسار ہونا پڑے۔"
وہ ماں تھی، ماں بن کر دکھاتی رہی، مامتا جیسا وسیع ظرف ظاہر کرتی رہی اور وہ بیٹی تھی، عام کم ظرف بیٹی، خدا کے حصے کا کام خود اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی زندگی اس کی سزا کا فیصلہ کرنے والی بیٹی، وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی نیلما کے چہرے پہ جھک گئی، جس سے کس نے اسی کی خاطر کپڑا اٹھا دیا تھا۔
"مجھے اعتراف ہے امی، میں بہت بری ہوں، آپ کو سمجھنے سے قاصر رہی، میں کیسے معافی مانگوں آپ سے؟ آپ اس طرح چپ چاپ کیوں چلی گئیں؟" وہ بلکنے لگی تھی، تڑپ رہی تھی، جب زینب معاذ کے پاس سے ہٹ کر اس کے قریب آئی۔
"ژالے کو چپ کروائیں جے پلیز۔" اس کا اپنا چہرہ بھی غم و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا، ژالے کا دکھ وہ اپنے سینے میں شگاف ڈالتا محسوس کر رہی تھی۔
"اب ہمیں یہاں سے چلنا ہوگا جے، میڈیا کو خبر ہو چکی ہے تمام تر احتیاط کے باوجود، اب یہاں مزید ٹھہرنا مناسب نہیں۔" جس پل جہان روتی بلکتی ژالے کو زبردستی تھام کر لایا، سنجیدہ سا معاذ بھی نزدیک آ گیا تھا، جہان نے مختصر سر ہلا دیا، زینب نے سرعت سے بڑھ کر جہان کے دوسری جانب آتے ژالے کو سہارا دیا، وہ چل کہیں رہی تھی، گویا گھسیٹ رہی تھی اور بار بار مڑ کر حسرت بھری نگاہوں سے نیلما کا چہرہ دیکھتی تھی، آنسو بارش وار برستے تھے۔

لاؤں گا اب کہاں سے جدائی کا حوصلہ
کیوں اس قدر قریب میرے آ گئے تھے تم

معاذ وہ روتے ہوئے یکدم دوہری ہوتی بری طرح چیخی، زینب اور جہان کے سنبھالنے کے باوجود بانہوں میں بکھرتی چلی گئی، اس کی چیخیں تبدریج کربناک ہو رہی تھیں اور رنگت ہر لمحہ زرد پڑنے لگی، جہان اور زینب اسے سنبھالتے شدید ترین گھبراہٹ کا شکار ہونے لگے۔
"ژالے...... کیا ہو رہا ہے تمہیں؟" جہان کی حالت دیکھنے والی تھی، ژالے کی بدلتی کیفیت پہ اس کا رنگ اڑ چکا تھا، زینب بھی حواس باختہ ہو چکی تھی۔
"ہاسپٹل...... جے تمہیں ابھی کوئی الفور ہاسپٹل لے کر جانا ہوگا، کوئیک پلیز۔"
معاذ صورت حال کو سمجھ کر ہی افراتفری میں گاڑی کی جانب بھاگا اور پچھلا دروازہ کھول دیا، جہان جو بھربھری ریت کی مانند ہاتھوں سے پھسلتی ژالے کو بانہوں میں اٹھا چکا تھا، سراسیمہ سا اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ لٹا رہا تھا، زینب اور جہان کے بیٹھتے ہی معاذ نے گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی تھی۔
"امی چلی گئیں شاہ!" ژالے پھر تڑپی، جہان نے اس کی سرد پڑتی پیشانی چومی۔
"صبر میری جان! اللہ مغفرت فرمائے ان کی۔"
"میں...... میں بھی مر رہی ہوں شاہ!" اس کی آواز گھٹنے لگی، اس پہ غشی طاری ہو رہی تھی جیسے، زینب فق چہرے کے ساتھ اس کے یخ بستہ ہاتھ سہلا رہی تھی، آیات پڑھ پڑھ کر اس پہ دم کر رہی تھی۔

"اسے کیا ہو رہا ہے بے!" وہ جیسے رو دی تھی۔
"ٹھیک ہو جائے گی انشاء اللہ۔" جہان خود بولایا ہوا تھا، بھیگتی آواز میں بولا، گاڑی ہوا سے باتیں کرتی ڈاکٹر ناہید کے کلینک کے سامنے پارکنگ میں رک گئی، معاذ عجلت میں باہر آیا تھا۔
"تم بھابی کو لے کر آؤ بے، میں ڈاکٹرز کو مطلع کرتا ہوں ہری اپ۔" معاذ پلٹ کر اس کی جانب دیکھے بغیر تاکید کرتا دوڑتے قدموں سے ہاسپٹل میں داخل ہو گیا تھا، جس پل جہان نے ژالے کو پھر سے بازوؤں میں سنبھالا، تکلیف کی شدتیں اس کے حواس چھین کرنے لگی تھیں۔
"یہ...... یہ ایسے کیوں ہو گئی ہے بے، کچھ بھی بول کیوں نہیں رہی؟" زینب جہان کے تیز قدموں کا ساتھ دیتے تقریباً بھاگ رہی تھی، ژالے کی حالت برداشت نہ کر سکی تو بے اختیار سسکی، کلینک کے مرکزی دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی معاذ کی اطلاع کے باعث اسٹیچر تیار تھا، جہان نے جیسے ہی ژالے کو اسٹیچر پہ لٹایا، میل نرسوں نے اسے اپنی تحویل میں لیا، زینب معاذ اور زینب آپریشن تھیٹر کے باہر مضطرب بے کل کھڑے رہ گئے تھے۔
"وہ ٹھیک تو ہو جائے گی ناں؟" زینب باقاعدہ آنسو بہا رہی تھی۔
"انشاء اللہ! اسے ہماری دعائیں کچھ نہیں ہونے دیں گی۔" جہان کے لہجے میں یقین کامل تھا، معاذ کچھ فاصلے پہ کھڑا ژالے کی دو ماہ قبل ہونے والی کریٹکل ڈلیوری کے متعلق گھر فون پہ اطلاع دیتا دعا کی درخواست کے ساتھ صدقہ کرنے کی تاکید کر رہا تھا، پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ہاسپٹل میں شاہ ہاؤس کے مکین جمع ہوتے گئے اور اندر زندگی کی کشمکش میں مبتلا ژالے ہر آن موت کی شکست دیتی بالآخر اس اذیت سے نجات حاصل کر گئی تھی۔

☆☆☆

"چھوٹے شاہ آ گئے ہیں شاہ!" جہان کمرے میں قدم رکھا تو ژالے کی نقاہت اور تکلیف کے احساس سے بوجھل سرخ آنکھیں لمحہ بھر کو مسکرائی تھیں، جہان نے اس کے بستر کے کنارے تک کر اس کے ہاتھ کو بہت ملائمت سے پکڑا اور بوسہ ثبت کیا تھا۔
"ہاں الحمدللہ، اور دیکھو لو، تمہیں کچھ بھی نہیں ہوا خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو۔" وہ کتنا مطمئن لگ رہا تھا، ژالے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔
"مجھے ایسا ہی لگا تھا، جیسے اب نہیں دیکھ سکوں گی آپ کو۔" اس کی آواز پہ نقاہت کا غلبہ تھا، جہان کی مسکراہٹ گہری ہونے لگی۔
"بہادر بنو لڑکی، ابھی تمہیں ایسے بہت سے چھوٹے شاہوں کی ماں بننا ہے۔" شریر انداز میں کہتا وہ اس کا ناک دبا کر ہنسا، ژالے ایک دم سرخ پڑنے لگی۔
"اووف...... اتنے خوفناک ارادے ہیں آپ کے؟" وہ مصنوعی خوف سے کہہ رہی تھی۔
"خوف ناک نہیں، نیک کہو، دو شادیوں کا فائدہ بھی تو ہونا چاہیے کوئی، شاہ ہاؤس جہان کے بچوں سے بھر جانا چاہیے اور زینب تو خود کہتی ہے شاہ میں آپ کے بہت سارے بچوں کی ماں بننا چاہتی ہوں۔" جہان زینب کے لہجے کی نقل اتار کر ہنسنے لگا، ژالے جھینپ گئی تھی، تب ہی زینب گلابی کمبل میں لپٹے بچے کے ہمراہ چلی آئی، اس کے چہرے پہ تمتماہٹ سی تھی، جہان کی آخری

بات سن چکی تھی وہ۔

"زیادہ بچوں کی ماں کو جنتی ہونے کی بشارت ہے، میری اس خواہش کے پیچھے لالچ تو بس جنت کا ہوا، آپ کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوں تو اچھا ہے۔" وہ نخوت سے کہہ رہی تھی، جہان نے زور دار قہقہہ لگایا تھا، پھر شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے ایسی بیویاں زیادہ اچھی لگتی ہیں جو محبت کا اظہار کر کے پھر مکر جائیں۔" وہ سراسر اسے ہی چھیڑ رہا تھا، اب کے زینب نے اسے براہ راست گھورا تھا۔

"جے، اب اگر کوئی فضول بات کی آپ نے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" دھمکی دیتے ہوئے اس نے بچہ ژالے کے پہلو میں لٹا دیا، پھر ژالے کا ماتھا چوما تھا۔

"دیکھو ذرا اپنے چھوٹے شاہ کو، کیسے پیارے ہیں ماشاء اللہ۔" زینب کی نظریں بچے کے چہرے پہ نثار ہو رہی تھیں، ژالے بے اختیار گردن نیچی کر کے بچے کو دیکھنے لگی اور بے اختیار مبہوت ہو کر رہ گئی تھی۔

"شاہ یہ تو ہو بہو آپ کی تصویر ہے جبھی اتنا پیارا ہے۔" وہ بے خودی کہہ رہی تھی، جہان بے ساختہ و بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھا، ژالے کو اپنی بے ساختگی کا احساس جبھی ہوا تھا، جبھی خجل ہوتی چلی گئی۔

"زینب بھی یہی کہہ رہی تھی، اس کا مطلب میری بیویاں باجماعت دیوانی ہیں میری۔" اس کا لہجہ شوخ و شنگ تھا، متبسم تھا، زینب نے گہرا سانس بھر لیا۔

"چلیں جی انہیں پھر خود پہ فخر کرنے کا موقع مل گیا۔" وہ مصنوعی انداز میں چڑی۔

"یہ فخر کچھ اتنا بے جا بھی نہیں ہے، ہاہ...... مجھے تو جے پہ رشک آرہا ہے، کاش پری بھی مجھے دوسری شادی کی اجازت دے دیتی، اتنے مزے میرے بھی ہو جاتے، خدمت اطاعت محبت واہ۔"

معاذ مسز آفریدی کے ہمراہ آیا تھا، پرنیاں ساتھ تھی، اس کا انداز مخصوص تھا بات کرنے کا، زینب کی ہنسی چھوٹنے لگی، وہ اٹھ کر مودب انداز میں مسز آفریدی سے ملی تھی، انہوں نے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ آپ کا نواسہ۔" زینب نے بچہ ان کی گود میں دیا، مسز آفریدی خوشی و تشکر کے حساب سمیت آبدیدہ ہو کر رہ گئیں، ان کی جھولی میں رب نے انمول خزانہ دیا تھا۔

"یہ آپ کے ساتھ جائے گا ممی، اس کا بیگ تیار کر چکی ہوں میں۔" ژالے مدھم آواز میں کہہ رہی تھی، مسز آفریدی بے اختیار آنسو بہانے لگیں اور جو انہوں نے گفتگو کی تھی، اس کا لب لباب یہ تھا، کہ بچہ ان کے ساتھ نہیں جائے گا، ژالے کی گود بھری انہیں اچھی لگتی ہے، انہوں نے ژالے سے نیلما کی موت کا افسوس کرتے ہوئے اپنے سابقہ اعمال کی معافی بھی طلب کی تھی اور نیلما کے لئے دعا مغفرت بھی، ژالے خاموش آنسو بہاتی رہی۔

"میں عمر کے جس حصے میں ہوں بیٹی، وہاں بچے کو سنبھالنا پرورش کرنا ناممکن ہے، یہ تمہاری اولاد ہے اب تمہیں اس کی خوشیاں نصیب کرے۔" وہ رخصت ہوتے سب کی ممنون تھیں، مما ماما

جان سے بالخصوص اپنے ناروا سلوک کی معافی مانگی تھی۔
''کچھ کھاؤ گی ژالے!'' جہان اسے لٹاتے ہوئے نرمی سے استفسار کر رہا تھا، اس نے تھکے ہوئے انداز میں سر کونفی میں ہلا دیا۔
''نہیں شاہ! بس آرام کرنا چاہتی ہوں، بہت تنگ کیا ہے آپ کے بیٹے نے دنیا میں آتے ہوئے، حد سے سوا ہے تھکن۔'' اس کے چہرے پہ مان بھری، ممتا سے لبریز مسکان اتر آئی تھی، جہان کھل کر مسکرایا، پھر جھک کر اس کی پیشانی چوم کر کمبل اس پر برابر کر دیا۔
''ہاں، سو جاؤ، آرام ضروری ہے، اٹھو گی تو انشاء اللہ فریش ہو گی تم بالکل۔'' ژالے نے مسکرا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

پھر بہت سارے دن بہت خاموشی سے بیتتے چلے گئے، ژالے بتدریج صحت مند ہو رہی تھی، زینب اس کا پل پل خیال رکھتی کسی ماں کی طرح، گویا وہ چھوٹی بچی ہو اور جس دن زینب نے قرآن پاک مکمل پڑھ کر نیلما کو ایصال ثواب کیا، ژالے ممنونیت و تشکر کے اظہار کے طور پہ اس کے ہاتھوں پہ چہرہ جھکا کر روتی رہی تھی، جب بچے کے نام رکھنے کا مرحلہ آیا تو سب نے یہ حق ژالے کو سونپا تھا، مگر ژالے نے یہ مان زینب کو بخش دیا تھا۔
''یہ زینی آپی کا بیٹا ہے، اس کا نام بھی آپ ہی رکھیں گی زینی آپی!'' زینب اس مان اس محبت پہ فخر کے احساس سے لبریز نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی، اگر وہ ژالے کی اس کے بچے کی خدمت کر رہی تھی تو کیسے ممکن تھا ژالے اس کا بدل اسے نہ لوٹاتی، وہ ژالے تھی، دیالو دل کی مالک، فیاضی میں زینب کو ہر بار پیچھے چھوڑ جانے والی۔
''ہاں..... یہ میرا بیٹا ہے، میں اس کا نام ایزد رکھوں گی، ایزد جہان۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر تائیدی نظروں سے سب کو دیکھنے لگی تھی اور ژالے نے اس نام پہ تصدیق کی مہر ثبت کر دی تھی۔
گزرتے وقت نے ژالے کو نیلما کے غم سے نکلنے میں مدد دی تھی، خدا کا وعدہ ہے وہ جو زخم لگاتا ہے انہیں خود ہی مندمل بھی کیا کرتا ہے، ژالے جہان کے علاوہ معاذ اور زینب کے بھی بڑے پن اور اعلیٰ ظرفی کی قائل ہو گئی تھی، یہ لوگ واقعی اس مفاد پرست دنیا میں فرشتوں کی طرح بے غرض بے ریا تھے۔
''ژالے دودھ کا گلاس ابھی تک ویسے ہی کیوں پڑا ہوا ہے؟'' زینب کی خفا خفا آواز پہ وہ اداسی کے گھیرے سے نکل کر اسے دیکھنے لگی، جس کی نگاہ میں خود سے برتی جانے والی لاپرواہی پہ شکوہ تھا، آدھا گھنٹہ قبل وہ اسے دودھ دے کر گئی تھی، جو یونہی رکھا تھا۔
''زینی آپی پلیز خود کو اتنا نہ تھکایا کریں، آپ کو ان دنوں آرام کی بھی ضرورت ہے۔'' اسے اپنے سوا سب کی فکر رہتی تھی، زینب کی خاص کر، جو اس پہ دل و جان لٹانے کے درپے رہا کرتی تھی۔
''آپریشن کے بعد سب سے اہم احتیاط اور خوراک ہی ہوا کرتی ہے پھر میرا خیال تو ہمارے صاحب بہادر بھی رکھ لیتے ہیں، البتہ تمہاری حد سے زیادہ نرمی کی وجہ سے میں ان سے ذرا مشکوک

ہی رہتی ہوں۔'' زینب نے اسی پل ہاتھ لے کر باہر آتے جہان کو دیکھ کر آخری فقرہ دانستہ چھیڑنے کو کہا تھا، جہان مصنوعی خفگی سے اسے دیکھتا قریب آگیا۔

''کیوں میری معصوم بھولی بیوی کو میرے خلاف ورغلا رہی ہو چالاک لڑکی۔'' زینب نے برا سا منہ بنالیا۔

''وہ کہاں بدگمان ہوتی ہے میری کوشش کے باوجود بھی، آپ نے بوٹی ہی ایسی سنگھائی ہوئی ہے۔'' پھر صرف زینب نہیں ہنسی تھی، جہان اور ژالے بھی اس ہنسی میں شامل تھے، اس سے ٹھیک ایک ہفتے بعد جب شام کو زینب جہان کے ہمراہ منتھلی چیک اپ کو جارہی تھی، تو ژالے نے خود اس کی شال پریس کر کے دی تھی کہ نیچے جہان نے عجلت مچا رکھی تھی، وہ آفس چھوڑ کر آیا تھا، بھابھی اسے بلانے آئی تو اس یگانگت پہ مسکرا دی تھیں اور بے ساختہ دعا سے نوازا تھا۔

''خدا تم دونوں کا یہ اتحاد و اتفاق یونہی قائم دائم رکھے آمین۔''

''خدا آپ کی زبان مبارک کرے۔'' زینب کھلکھلائی تھی، جبکہ ژالے نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ''آمین'' کہا تھا۔

زینب بھاگم بھاگ آ کر گاڑی میں بیٹھی تو مما نے آیت الکرسی پڑھ کر دونوں پہ دم کیا تھا، موسم سرد تو تھا ہی بادلوں کے باعث یہ سردی تکلیف دہ حد تک بڑھ گئی تھی، زینب نے ہیٹر کی رفتار تیز کی تھی، گول گپوں کے اسٹال پہ آ کر جہان نے بے اختیار بریک لگادی اور شریر نظروں سے زینب کا گلابی ہوتا چہرہ جھانچا۔

''اگر میں وہی جسارت کروں تو تم سابقہ گستاخی تو نہیں دہراؤ گی؟'' اور زینب اتنا جھینپی تھی کہ اس کے کاندھے پہ مکا دے مارا تھا۔

''یار آپس کی بات ہے، اب تمہارا کچھ کھانے کو دل کیوں نہیں کرتا؟'' اس کے کسی قدر جھنجلا کر کیے سوال پہ زینب کی کھنک دار ہنسی گاڑی کی فضا میں بکھر گئی تھی۔

''وہ ساری بے تکی حرکتیں کسی روڈ بے نیاز اور لاتعلق بندے کو کس طرح سہی مگر اپنی خاموشی توڑنے کو اکسانے کے حربے تھے اینڈ دیٹس آل، اب کوئی خواہش کیسے اٹھے جب وجود میں روح میں نعمتوں کی فراوانی ہے، شکر کا شانتی کا احساس گہرا ہے۔'' وہ مسکرا رہی تھی اور جہان خاموش اسے دیکھتا رہ گیا تھا، مگر کلینک سے واپسی پہ جب اچانک غیر متوقع طور پہ اپنی گاڑی کی جانب آتے زینب کی نگاہ کچھ فاصلے پہ موجود تیمور پہ جا پڑی تھی، جو اسی پہ نظریں گاڑھے کھڑا تھا تو اس کا سارا اطمینان گھبراہٹ میں بدل گیا تھا، اس کی شدید پریشانی اس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے آشکار ہوگئی تھی، پہلی نگاہ میں تو وہ اسے پہچان بھی نہ سکی تھی، یہ وہ سابقہ اکھڑ مغرور شاہانہ مزاج تیمور خان تو نہیں تھا، یہ تو کوئی جوگی تھا، یا پھر کوئی سوالی، جو کاسہ پھیلائے آس بھری درد بھری نظروں سے اسے دیکھتا تھا، اس کی حالت صحیح معنوں میں کسی جواری کے جیسی تھی، جو اپنی کل متاع گنوا بیٹھا ہو، اس کے باوجود زینب اس سے خائف ہوگئی تھی تو وجہ اس کا سابقہ وحشیانہ سلوک ہی تھا، اس کی نگاہ کی لپک سے بچنے کی غرض سے ہی وہ بے اختیار جہان کے وجود میں پناہ لینا چاہتی تھی، جہان جو اس ساری صورتحال سے یکسر بے خبر اپنے دھیان میں تھا، بے ساختہ چونک کر متوجہ ہوا، زینب کی

نظروں کے متوحش تھا تب میں تیمور کو دیکھتے اس کے چہرے پہ آن کی آن میں بڑھی خشونت اور کرختگی کے ساتھ قہر کے تاثرات سمٹ آئے، اس نے اپنا بازو زینب کے وجود کے گرد پھیلایا تھا اور اسے یونہی استحقاق آمیز انداز میں تھامے مضبوط قدموں سے چلتا ہوا گاڑی کی جانب بڑھ گیا، تیمور کے چہرے پہ پھیلنے والا بے مائیگی اور نارسائی کا کرب کون دیکھ سکتا تھا، اس نے جانا تھا، اسی پل تو جانا تھا آگہی کے لمحے میں کہ پہلے بھی اللہ کی رضا کے بعد، اگر جہان کی مرضی ہوئی تو ہی زینب اسے مل سکتی تھی، کہ پہلے بھی اللہ کی رضا کے بعد جہان کے چاہنے پہ ہی وہ زینب کو پا سکا تھا، پھر......اب......اب اسے لگا تھا، جیسے اللہ کی مرضی تھی نہ جہان کی، حالانکہ اس نے تو اپنے تئیں بہت جال پھینکے تھے، مگر جب رب اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے، تو ان کی مرضی کی پسند کے مطابق فیصلے کر کے انہیں نوازتا ہے، ہی زینب و جہان کا ملاپ بھی رب کی رضا کا مرضی کا واضح اشارہ تھا، بارش بے آواز آسمان سے اترتی تھی اور وہ بھیگتا جا رہا تھا، زیاں کے احساس کے ساتھ گھلتا جا رہا تھا، ختم ہوتا جا رہا تھا۔

مگر بھیگنے بھیگنے میں بھی فرق تھا، بھیگے تو زینب اور جہان بھی تھے، مگر وہ رب کی خاطر من کو مارنے والے تھے، اس کے راستوں پہ چلنے کا عہد رکھنے والے تھے، یہ بھیگنا رحمت کا بھیگنا تھا، بارش نے رحمت بن کر انہیں سیراب کیا تھا، جبھی دونوں سرشار تھے، جہان کا لمس اس کا استحقاق، زینب کو خدا کی طرف سے ملنے والا تحفظ لگتا تھا، وہ پھر سے نارمل تھی، پھر سے مضبوط۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد جہان نے دروازہ بند کیا تھا، پھر اپنی جیکٹ اتار کر اسے پہنا دی اور یہیں پہ اکتفا نہیں کیا تھا، جیکٹ کا زپ بھی اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا تو ماضی کی برسات کی ایسی یاد میں سلگ اٹھنے والا زینب کا دل ہر تشنگی ہر خلش مٹا گیا، طے ہوا تھا اس پہ رب کا احسان بھرپور تھا،

اگر وہ نہیں بھولی تھی کچھ بھی تو جہان بھی لمحہ لمحہ سنبھالے ہوئے تھا، قیمتی متاع کی مانند، خوشگوار دھڑکنوں سے لبریز احساسات کے ہمراہ اس نے کچھ کہے بغیر اپنے دونوں یخ بستہ ہاتھوں میں جہان کا چہرہ تھام لیا، پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر شرارتی تبسم سمیت بولی تھی۔

''پتا لگا، میں کتنی سرد ہو رہی ہوں۔'' وہ کھلکھلائی تھی۔

''بالکل اس دن جتنی۔'' جہان جواباً بے ساختہ بولا تھا، پھر دونوں ہنسنے لگے۔

تم اپنے سرد ہاتھوں سے میرے گال چھوتی تھیں

دسمبر میں مجھے تیری شرارت یاد آتی تھی

وہ گنگنایا تو زینب نے سرشار ہوتے ہوئے اس کے گلے میں بازو حمائل کر دیا تھا اور سر اس کے کاندھے سے ٹیک دیا، سکون کا طمانیت کا محبت کا یہ انداز بہت دل پذیر تھا، مگر وہ زیادہ دیر اس سے لطف نہیں اٹھا سکے تھے، بائیک پہ سوار دو نوجوان بہت دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، برق رفتاری سے پاس سے گزرتے انہوں نے شوخ سیٹی بجائی تھی، زینب ایکدم کھسیا کر جھٹکے سے سیدھی ہوئی، جہان اس کی خفت و خجالت سے سرخ پڑتی رنگت کو دیکھ کر ہنستے ہوئے بے حال ہونے لگا۔

''کم آن یار! وہ جا چکے ہیں۔'' جہان نے گویا اسے شرمندگی سے نکالنا چاہا، مگر وہ الٹا اسے گھورنے لگی تھی۔

''آپ مجھے بتا سکتے تھے، آج ہماری گاڑی کے گلاسز ڈارک نہیں ہیں۔'' وہ خفت مٹانے کو اس پہ چڑھائی کر چکی تھی، جہان کی ہنسی میں مزید اضافہ ہونے لگا۔

''یار مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا واپسی تک تمہارا موڈ ایسا رومینٹک بھی ہو سکتا ہے ورنہ لازماً ایسا اہتمام رکھتا۔'' اس کے لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی، زینب اتنا جھینپی کہ حد نہیں، ایک بار پھر اسے گھونسے مار کر خفت مٹانے کی سعی کرتی رہی۔

''او...... ہیلو مسٹر...... رومینس کا آغاز کس نے کیا تھا؟'' وہ روہانسی ہو رہی تھی، جہان نے مسکراہٹ ضبط کی اور اس کے کاندھے پہ اپنا بازو پھیلا لیا۔

''آف کورس میں نے اور میں وہیں سے کنٹی نیو کر رہا ہوں۔'' اس کا بھاری لہجہ جذبات سے بوجھل ہونے لگا، آواز میں مدہ بھری ہوئی تھی، زینب گڑبڑا گئی، سرعت سے اس کا بازو ہٹایا۔

''شرافت سے ڈرائیو کریں، بارش تیز ہو رہی ہے۔'' زینب نے اس کی توجہ خراب تر ہوتے موسم پہ دلائی تھی، جہان سرد آہ بھرتا سیدھا ہو گیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

''گھر چل کر بات کرتے ہیں۔'' اس نے اپنے تئیں زینب کو دھمکی دی تھی، مگر وہ ہرگز خائف نہیں لگ رہی تھی، محبت پاش نظروں سے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی، پھر سر سیٹ سے لگا کر آنکھیں موند لی تھیں، زندگی خوب صورت تھی اور مکمل بھی اور وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی، بے حد بے پناہ، بلاشبہ یہ اسی کی کرم نوازی تھی، کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل تھی، آسودہ تھی۔

رب کی ایک رحمت باہر برس رہی تھی، ایک اس کے پاس تھی، اس کے جہان کی صورت اس کے مکمل سکون اور آسودگی کا باعث، اب واقعی اس کی زندگی اس کا جہان مکمل تھا۔

☆☆☆

مجھے کچھ کہنا ہے

اُم مریم

ڈیئر قارئین، فوزیہ آپی، اللہ سے دعا ہے، اللہ پاک ہمیشہ آپ پہ مہربان ہو۔
تم آخری جزیرہ ہو، بالآخر اپنے اختتام کو پہنچا، میں سب سے زیادہ اپنے رب رحمٰن کی شکر گزار ہوں، میرے مالک کا الحمدللہ مجھ پہ خاص کرم رہا اور پھر فوزیہ آپی کی بھی کہ ان کا تعاون میرے ساتھ رہا، جزاک اللہ آپی جی۔
قارئین کرام! آپ کو یاد ہوگا، اس ناول کے آغاز پہ بھی میں آپ سے مخاطب ہوئی تھی اور کچھ باتیں بھی کہی تھیں، جنہیں کچھ مہربانوں نے غلط پیرائے میں لے لیا تھا، حالانکہ مجھ جیسی خاکسار گنہ گار پر اللہ کا خصوصی کرم رہا کہ کبھی دعویٰ کیا نہ تکبر۔ اللہ کا احسان ہے کہ مجھے ان دونوں کاموں سے بچائے رکھا آگے بھی اللہ ہمیشہ محفوظ رکھے آمین۔
اک بات کہی تھی تب میں نے کہ یہ ناول "میرے ساحر سے کہو" سے کہیں زیادہ اچھا ہے، یہ ایک رائے تھی، ایک خیال تھا، اور بس جس کا میں سمجھتی ہوں مجھے اس کی خالق ہونے کے ناطے پورا حق حاصل تھا، دعویٰ تھا نہ متکبرانہ کلمہ، اللہ شاہد ہے اس بات کا، لیکن برا مان لیا گیا، غلط سمجھ لیا گیا، اب میں اس بات کے حوالے سے صرف اتنا کہوں گی، کہ تب اللہ نے اگر میرے منہ سے یہ بات نکالی تھی، تو اللہ نے ہی اس بات کو ثابت بھی کر کے دکھا دیا، یہ ناول "میرے ساحر سے کہو" سے ہر لحاظ سے اچھا، بہترین اور شاندار ثابت ہو چکا، الحمدللہ۔
اس بات کی گواہی آپ سب کی اس میں انوالومنٹ آپ کی حد سے زیادہ جذباتی وابستگی خود واضح کر چکی، میں ان اپنے پیارے قارئین کی مشکور ہوں جنہوں نے اسے پڑھا پسند کیا اور سراہا اور اپنی سوچ مسلط نہیں کی، اس خیال سے پڑھا کہ میں نے اگر مختلف موڑ دیئے کہانی کو تو اس کی وجہ بھی ضروری اہم اور خاص ٹھہری ہوگی۔
یہاں مجھے بات ان قارئین سے کرنی ہے، جو اس ناول میں اس حد تک انوالو ہو گئے تھے اور ژالے سے اتنی محبت کرنے لگ گئے تھے کہ انہیں اسی باعث زینب سے نفرت ہو گئی تھی، اتنی نفرت...... الاماں الاماں۔
ایک وقت ایسا آیا تھا، ان کی آہ وبکا اور اشتعال کو دیکھتے کہ میں بھی گھبرا گئی تھی، پریشان ہو گئی تھی، کہ میرے قلم نے اتنے دل دکھا دیئے، اتنا تکلیف میں مبتلا کر دیا لوگوں کو۔
پیارے قارئین! مجھے کبھی آپ کی شدت پسندی پہ انتہا پسندی پہ غصہ نہیں آیا، اس کے باوجود کہ آپ ژالے کی محبت میں زینب کو رگیدتے رگیدتے مجھے بھی لپیٹ میں لے جاتے تھے، میں سمجھ سکتی تھی، یہ بھی آپ کی محبت ہے، محبت تو ویسے بھی اندھی ہوتی ہے، کچھ دکھائی نہیں دینے دیتی، جب اختیار نہیں تو ملامت کیسی، ملامت تو اختیاری فعل پہ لازم ہے ناں، ہاں مجھے افسوس ہوتا رہا، ملال ہوتا رہا، رنج ہوتا رہا۔

مجھے اکثر یہ لگا، میں ناکام ٹھہری ہوں، میرا قلم ناکام ہو گیا ہے، میرا مقصد اصلاح تھا، تبھی اتنا حساس موضوع اٹھایا تھا، اب یہاں مجھے کچھ سوال آپ کے سامنے رکھنے ہیں، خدارا تسلی سے جواب سوچیئے گا، گنجائش رکھتے ہوئے فیصلے کیجیے گا اب، میں آپ سے صرف یہ کہوں گی، ہمارے اردگرد نظر دوڑا لیجیے، آپ کو سکھ کم اور دکھ زیادہ نظر آئیں گے، انہی میں ایک المیہ طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کا المیہ ہے، معمولی باتوں پہ جھگڑا اور پھر طلاق کا ہو جانا ایک عام واقعہ بن گیا ہے، کس لئے، کیسے؟ ان سوالوں پہ الجھے بغیر ہم ایک اور نقطہ سوچیں، پرانے وقتوں میں ایک سے زائد شادیاں عار نہ تھیں، نہ مشکل نہ کٹھن جیسے اب بن چکی یا بنا دی گئیں، اس کی وجہ خود غرضی اور بے رحمی کا بہت زیادہ بڑھ جانا ہی ہے، بیس سے چالیس سال کے درمیان طلاق یافتہ خواتین کا سر کا سایہ اور گھر چھن جانا بہت بڑا ذہنی جسمانی نقصان ہے بلاشبہ اس نازک دور میں جبکہ بے راہ روی کا گراف اونچا اور صبر و استقامت نیکی و بھلائی کا فقدان ہے، خود کو عزت کو نفس کو بچا کے رکھنا ناگزیر ہو چکا ہے، انہی المیوں میں ایک المیہ جو کہ بہت تلخ سفاک یا تلخ حقیقت، طلاق یافتہ بیوہ خواتین کا بے راہ روی کا شکار ہونا شامل ہے، ہم بہت آسانی سے بہت سہولت سے صرف ایسی خواتین کو مورد الزام ٹھہرا کر خود پہ پارسائی کا ٹیگ لگاتے ہوئے بری الذمہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ ہم بری الذمہ نہیں ہو سکتے، ہمارا مذہب ہمارا خدا بیوہ طلاق یافتہ پہ ہرگز دوسری شادی کی پابندی عائد نہیں کرتا، مگر ہمارا معاشرہ ضرور کر رہا ہے، کوئی بھی عورت اپنا شوہر تقسیم کرنے پہ راضی نہیں، یا شاید اس کی ایک اور بدصورت وجہ یہ ہے کہ اسی صورت حال میں بعد میں آنے والی شوہر سمیت ہر چیز پر قبضہ جما کر پہلی یعنی قربانی دینے والی کو فالتو شے کی مانند کونے میں پھینک دیتی ہے، بات پھر گھوم پھر کے رویے کی شدت پہ آ گئی۔

سفاکی و خود غرضی پہ آ گئی، اس سے اجتناب اور کنارہ کرنے کی ضرورت ہے، اعتدال اور انصاف کے ساتھ خود احتسابی کی شدید ضرورت ہے، تم آخری جزیرہ ہو، ہرگز خاص کہانی نہیں تھی، مگر ان پوائنٹس نے اسے خاص بنا دیا، میں نے یہاں قربانی اعتدال اور خود احتسابی کا درس دینے کی اپنی سی کوشش کی، حلالہ کے متعلق غلط سوچ جو پھیل چکی اسے درستگی دینے کی کوشش کی، باقی ہدایت دینا تو بلاشبہ رب کا کام ہے، مگر یہاں مقام افسوس اور باعث رنج یہ بات تھی کہ میری اس ترغیب میرے اس خیال کو سختی سے رد کر دیا گیا، دکھ اس بات کا بھی بہت ہے کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں؟ کتنے گمراہ ہو چکے ہیں، کہ اس ایک اہم بات کو اپنی زندگی سے اپنے دل و دماغ سے اتنا خارج کر ڈالا کہ اسے کہانی میں بھی قبول نہیں کر سکتے، جبکہ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں اپلائی کریں، چار روزہ زندگی میں عین ممکن ہے ہمارا کوئی ایسا عمل ہی راہ نجات کا باعث ٹھہر جائے۔

میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں کہ میری تحریر کی وجہ سے آپ کے دل دکھے، آخر میں اتنا کہوں گی کہ میں تو ایسا ہی لکھتی ہوں، لکھنا چاہتی ہوں، اس کے باوجود کہ کوئی قبول کرے نہ کرے۔

اب آخری بات ان مہربان سے جنہوں نے میری اس بات کا برا مانا تھا، کہ میں قبل از وقت کیسے یہ کہہ سکتی ہوں کہ یہ ناول "میرے ساحر سے کہو" سے زیادہ اچھا ہے۔

معذرت آپ سے بھی، اگر آپ کو یہ میری بات بری لگی، لیکن میں اپنی بات پہ ابھی بھی قائم ہوں اور اپنی خامیوں خوبیوں سے الحمدللہ آگاہ ہوں اور اللہ پہ پورے بھروسے مان اور یقین کے ساتھ یہ کہتی ہوں۔

اجازت اس دعا کے ساتھ کہ رب میرے والدین پہ بہنوں بھائی ان کے بچوں پہ تمام مسلمانوں پہ مہربان ہو، انہیں ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔

ام مریم